www.novelsclubb.com
جگنو
ناولز کلب
از قلم رومیسہ شہزادی
:novelsclubb
:read with laiba
03257121842

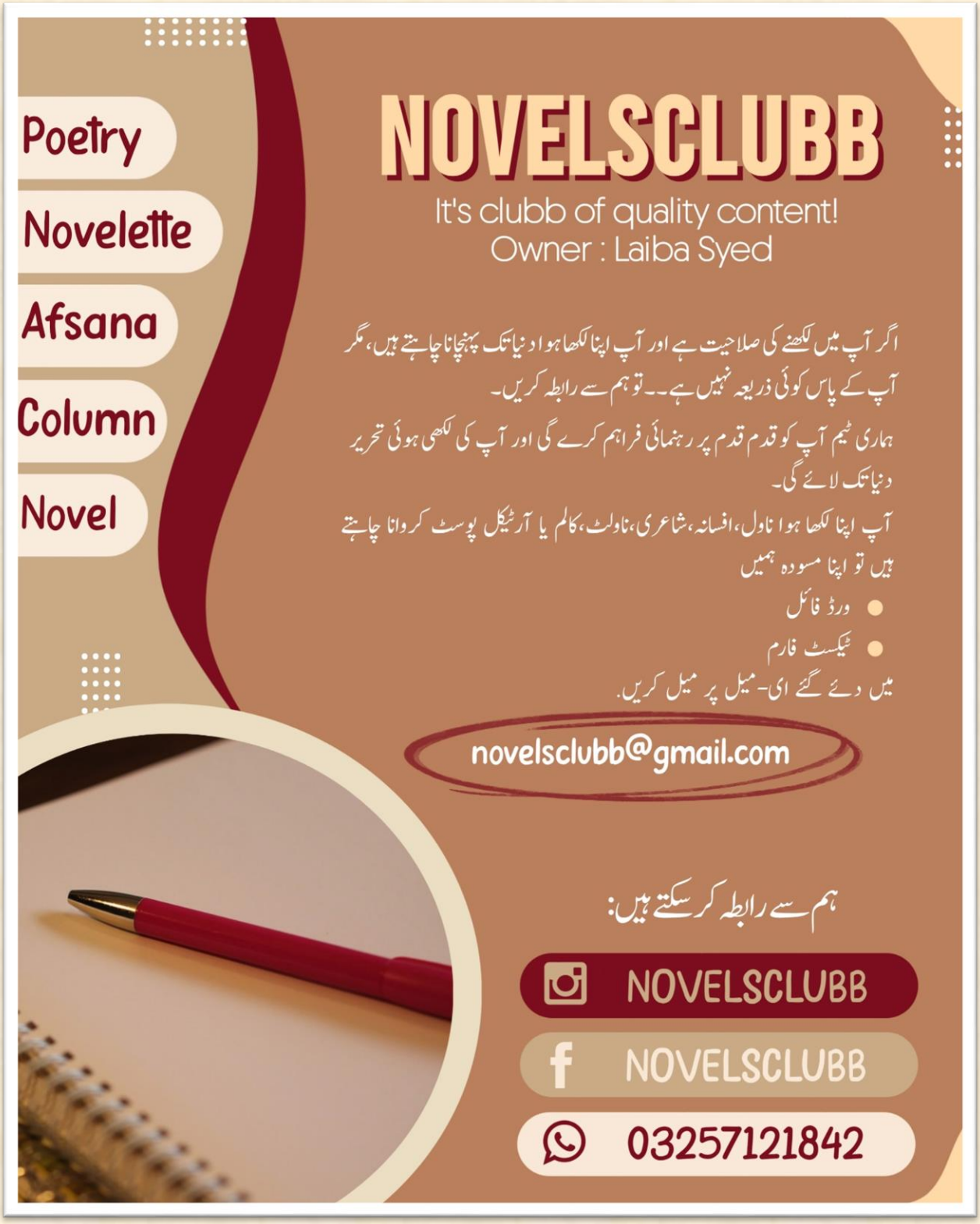
Poetry
Novelette
Afsana
Column
Novel
NOVELSCLUBB
It's clubb of quality content!
Owner : Laiba Syed
اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔
ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔
آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری،ناولٹ،کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں
ورڈ فائل
ٹیکسٹ فارم
میں دیے گئے ای-میل پر میل کریں.
novelsclubb@gmail.com
ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں:
NOVELSCLUBB
NOVELSCLUBB
03257121842

جگنو

از قلم

رومیسہ شہزادی

ناول "جگنو" کے تمام جملہ حق لکھاری "رومیسہ شہزادی" کے نام محفوظ ہیں۔ کہانی کا کوئی بھی حصہ کسی بھی صورت میں کسی دوسرے پلیٹ فارم یا سوشل میڈیا پر پوسٹ کرنے سے پہلے لکھاری کی اجازت درکار ہو گی۔ "ناولز کلب" کا پی ڈی ایف بغیر اجازت پوسٹ کرنا منع ہے، بغیر اجازت کہانی/پی ڈی ایف کا استعمال کرنے والوں پر سخت کاروائی کی جاسکتی ہے۔ اس کہانی اور اس میں موجود کردار محض تصوراتی ہیں۔ کسی بھی حقیقی کہانی یا انسان سے ان کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔ کسی بھی طرح کی مشابہت کو اتفاق سمجھا جائے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

پیش لفظ

میں جو کہ اکیسویں صدی کی پڑھی لکھی لڑکی ہوں۔ میں ہمیشہ سے ایک ایسا زمانہ تصور کرتی تھی جس میں سب کچھ خالص ہو۔۔ میں اس بلیک اینڈ وائٹ زمانے میں رہنا چاہتی تھی جس میں محبت کا مطلب احترام، قربانی، حیا اور انتظار ہوتا تھا۔ میں ایسے زمانے کو تصور کرتی تھی جس میں سکرین نہیں تھی، انسان کے ڈپریشن کی وجہ کچھ بھی ہو سکتا تھا لیکن دوست نہیں۔۔ میں ایسے زمانے میں رہنا چاہتی ہوں جہاں میں اپنے عزیز اور پسندیدہ لوگوں کو خط لکھوں اور پھول اور دعا دے کر بتا سکوں کہ وہ میرے لیے کیا ہیں۔۔ مگر ایک سکرین نے سب ختم کر دیا۔۔ ایک کلک نے صبر، تحمل اور انتظار ختم کر کے انسان کو انسان نہیں رہنے دیا۔۔ میں اس زمانے میں رہنا چاہتی ہوں جہاں واقعی زندگی سانس لیتی تھی۔۔ آج کا انسان جلد باز ہے۔۔ کسی کے پاس کسی کے لیے وقت نہیں ہے۔۔ میں اس زمانے میں رہنا چاہتی ہوں جب لوگوں کے پاس لوگوں کے لیے وقت تھا۔

مصنفہ

رومیسہ شہزادی

جگنو

ایک کہانی روشنی کے نام

روشنی ڈھونڈنے والوں کے نام

ایک لڑکی ہے جو خواب دیکھتی ہے

ایک لڑکا ہے جو آسمان تکتا ہے

ایک لڑکی ہے جو جگنو چنتی ہے

ایک لڑکا ہے جو زندہ دل ہے

وہ محبت کو انتظار کہتی ہے

وہ محبت کو ایثار کہتا ہے

سن 1961ء

" شام ہونے کو آئی ہے مگر اس لڑکی کا کچھ اتا پتا نہیں۔۔اللہ جانے کہاں رہ گئی ہے۔۔ کب عقل آئے گی اس کو۔۔میں تو اللہ سے اس کے لیے ہدایت مانگ مانگ کر بھی تھک گئی ہوں "آسیہ بیگم باہر صحن میں لگی ٹونٹی تلے برتن دھوتے دھوتے اپنی بیٹی کو یاد کر رہی تھیں۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں نے تمھیں کتنا کہا کہ بس کرو اتنا کافی ہوتا ہے، بس پڑھ لیا جتنا پڑھ لیا مگر نہیں جی ہمیں تو بیٹی کو مزید پڑھانا ہے۔ارے ہم نے کون سی کل کو کوئی نوکری کروانی ہے جو تمھیں شوق ہوا چاہتا ہے بیٹی کو پڑھانے کا۔۔اوپر سے دن بھی سردیوں کے ہیں صبح شام کا تو پتہ ہی نہیں چلتا" خالدہ تائی کہاں چپ رہنے والی تھیں۔بس جلتے پہ نمک چھڑکنے آ گئیں۔ باہر برآمدے میں چارپائی پر بیٹھیں ساتھ ساتھ مٹر نکال رہی تھیں اور ساتھ ساتھ اپنا ذاتی کام یعنی حوا کی شان میں قصیدے پڑھ رہی تھیں۔

آسیہ بیگم برتنوں کی ٹوکری ساتھ زمین پہ رکھ کر اپنی چادر سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے چارپائی کی جانب بڑھیں اور خالدہ تائی کے سامنے بیٹھ گئیں۔مٹر نکالتے ہوئے بولیں "میں کیا کہہ سکتی ہوں بھابھی! اس کے ابا نہیں مانتے۔کہتے ہیں جتنا وہ پڑھنا چاہتی ہے اسے پڑھنے دو۔دو دن کی زندگی ہے جی لینے دو۔میں پھر چپ ہو جاتی ہوں کہ ویسے بھی گھر رہ کر کرے گی بھی کیا۔۔اچھا ہے پڑھائی لکھائی کر لے۔۔دھیان بٹا رہے"

خالدہ تائی کو تو جیسے یہ بات دل پہ لگی فوراً بولیں "دیکھو آسیہ! اب وہ جوان ہو رہی ہے۔ کل کو اس کے ہاتھ بھی پیلے کرنے ہیں۔اگلے گھر کیا کتابیں لے کے جائے گی۔ارے کوئی کھانا پکانا، کپڑے ٹانکنا، سلائی کڑھائی بھی تو آنی چاہیئے نا۔۔اب میری ثمرا اور اقصیٰ کو دیکھو

کیسے سارے گھر کو سنبھالنا آتا ہے انھیں اور ایک تمھاری حوا، برا مت ماننا مگر گھر ایسے نہیں بستے!" ہاتھ اٹھا اٹھا کر دیسی عورتوں کی طرح باتیں کر رہی تھیں۔

"بھابھی! سیکھ جائے گی وہ سب کچھ ابھی کونسی اس کی عمر نکلی جا رہی ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ آجائے گا سب اور ویسے بھی ثمر اور اقصیٰ کو بھی یہی کہا تھا کہ پڑھائی کر لیں مگر پانچ جماعتیں پڑھنے کے بعد انھیں گھر داری سیکھنے کی جلدی تھی۔" دھیان ابھی بھی مٹر چھیلنے میں ہی تھا۔

"گھر داری ضروری ہوتی ہے۔ اگلے دن سمیرا تمھاری بیٹی کا رشتہ لینے آئی ہوتی ہے۔ آٹا تک تو گوندھنا نہیں آتا صحیح سے اسے، گھر کے کام کیا خاک کرے گی" خالدہ تائی تو جیسے حوا سے اللہ واسطے کا بیر پال کر بیٹھی تھیں۔ موقع ملتے ہی دل کی بھڑاس نکالنے لگیں۔ "اسے بھی تو بتاؤ نا کہ بھئی لڑکی ابھی تک بچپنے سے ہی باہر نہیں آئی"۔

اب کہ آسیہ بیگم کچھ نہ بولیں۔ گو کہ صبر کے گھونٹ پی کر رہ گئیں۔

بحث کے بعد اب دونوں کے درمیان خاموشی حائل تھی۔ باہر دروازہ کھٹکا۔ کوئی نہ اٹھا اور دوسری بار پھر دروازے پر دستک ہوئی۔

"بی جان! دیکھیں تو ذرا کون آیا ہے؟" خالدہ تائی نے بی جان کو اونچی آواز دی۔

سامنے کمرے سے ایک اڈھیر عمر سفید چادر میں لپٹی خاتون باہر نکلیں اور تیزی سے دروازے کی طرف بڑھی۔دروازہ کھول کر سامنے شناسا چہرے کو دیکھ کر مسکرانے لگیں۔

"ارے دیکھو تو کون آیا ہے "خوشی سے چہکنے والی آواز نے دونوں کو اسی جانب دیکھنے پر مجبور کیا۔آسیہ بیگم تو فوراً اٹھ کھڑی ہوئیں مگر خالدہ تائی وہیں بیٹھی رہیں۔

"ارے آؤ آؤ سمیرا۔۔تم آئی بھاگ آئے "اور پھر آسیہ بیگم، سمیرا بھابھی کے گلے ملیں۔

چھوٹتے ہی بی جان کو حکم دیا" جائیں بی جان چائے لے آئیں۔۔ساتھ بسکٹ بھی لائیے گا "

پھر سمیرا کو آگے کی طرف اشارہ کر کے بولیں "آؤ بیٹھو ہمارے ساتھ "اور جلدی سے سامنے بیٹھک سے ایک کرسی اٹھا لائیں۔

سمیرا بھابھی اس کرسی پر بیٹھ گئیں۔گوری رنگت، تیکھی ناک، سیاہ بال، دبلی پتلی اور وہ ابھی تک جوان نظر آتی تھیں۔

"بھابھی! آپ سنائیں سب ٹھیک ہے؟" بڑے پیار سے مسکراتے ہوئے سمیرا نے خالدہ تائی سے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے، اللہ کا احسان ہے۔" سامنے پڑیں مٹر کی ٹوکریاں جن میں سے ایک میں چھلکے تھے اور دوسری میں نکلے ہوئے مٹر تھے، ایک طرف کر کے سمیرا کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

پھر بولیں "ابراہیم اور سکینہ کیسی ہے؟ کبھی انھیں بھی لے آیا کرو"

وہ بھی اللہ کا شکر ہے ٹھیک ٹھاک ہیں۔ بچے نظر نہیں آ رہے، کہاں ہیں؟" ادھر اُدھر گردن گھماتے ہوئے بولیں۔

"ثمر اور اقصیٰ تو اندر ہیں، کوئی کام کر رہی تھیں اور حوا۔۔" خالدہ تائی سامنے بیٹھی آسیہ بیگم کو دیکھتے ہوئے بولیں۔

"حوا؟؟" جواب ابھی بھی ادھورا تھا۔

اس بار سمیرا بھابھی نے بھی نظریں آسیہ بیگم کی طرف گھمائیں۔

"سکول گئی تھی۔۔ آنے والی ہے بس" ہچکچاتے ہوئے بولیں۔

"بھابھی دیر نہیں ہو گئی؟ چار بجنے کو آئے ہیں۔۔ سکینہ بھی ابھی تک نہیں آئی" کچھ فکر مند تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب آسیہ بیگم کیا بتاتیں ان کے آنے سے پہلے کونسا محاذ چھڑا ہوا تھا "ہاں بس وہ تانگے پہ آتے ہوئے کبھی کبھار دیر ہو جاتی ہے اور پھر راستہ بھی تو کچھ ایسا ہی ہے کچا سا" جیسے تیسے انھوں نے بات سنبھال لی۔

"چلیں کوئی نہیں۔۔۔آ جائے گی ابھی آپ پریشان نہ ہوں "ان کے گھٹنے پر ہاتھ رکھ کر تسلی دی

سمیرا بھابھی نے بڑے نارمل انداز میں بات ختم کر دی۔

بی جان چائے لے آئیں اور ٹرے سامنے کر کے ایک ایک پیالی انھیں پیش کی۔ پھر بسکٹ والی پلیٹ چارپائی پر رکھ کر چلی گئیں۔

"ویسے سمیرا تمھارے آ جانے سے رونق ہی آ جاتی ہے۔" خالدہ بیگم چائے کی ایک چسکی لے کر بولیں۔

جواب میں سمیرا صرف مسکرائیں۔ وہ آسیہ سے کچھ کہہ رہی تھیں اور وہ جواب میں مسکرا رہی تھیں

ڈھلتی شام تھی۔ سورج آہستہ آہستہ ٹھنڈا پڑتا جا رہا تھا۔ ارد گرد فصلیں تھیں اور درمیان میں راستہ۔ راستہ کوئی اتنا مضبوط نہیں تھا۔ نشیب و فراز اور خستہ حال۔ گھوڑے کے قدموں کی ٹپ ٹپ گونج پیدا کر رہی تھی۔ باقی دو لڑکیوں کے ساتھ وہ بھی پیچھے ہی بیٹھی تھی۔ ایک طرف سے اس نے تانگے کو پکڑا تھا اور دوسری طرف سے اپنی سہیلی کے ہاتھ کو تھامے بڑے احتیاط سے بیٹھی تھی۔ راستے میں جگہ جگہ کھڈے تھے اور اسے ڈر تھا کہ ابھی کوئی کھڈا آئے گا اور وہ اچھل کر نیچے جا گرے گی۔

کبھی دائیں تو کبھی بائیں ہلتے ہلتے اس کا حجاب خراب ہو چکا تھا۔ اس نے ایک ہاتھ اپنے چہرے کے بائیں طرف اور دوسرا دائیں طرف بڑھایا اور حجاب ٹھیک کرنے لگی۔ خوف انسان کی سب سے بڑی حقیقت ہوتا ہے۔ ایسی حقیقت جو اس پر کھل جائے تو اسے بے خوف کر دیتی ہے اور بے خوف انسان نڈر ہوتا ہے۔ بہادر ہونا ایک درجہ ہے تو نڈر ہونا اس سے اوپر کا درجہ ہے مگر حوا بنت عبداللہ پر یہ اصول ابھی لاگو نہیں

ہوا تھا۔تانگے نے پھر ایک ہچکولا کھایا اور وہ توازن برقرار نہ رکھ سکی اور تانگے سے کود گئی۔ ساتھ ہی ایک چیخ کی آواز نے سب کو متوجہ کر دیا۔یک نہ شد دو شد سیدھا کیچڑ میں آ گری۔ بیگ کندھے سے اتر چکا تھا اور وہ اس گدلے پانی میں بیٹھی ہوئی تھی۔تانگے والا بھائی بھی فوراً حوا کے پاس آ کھڑا ہوا۔دونوں ہاتھ کیچڑ میں اور وہ خود تانگے کی طرف منہ کیے کیچڑ کی نذر ہو چکی تھی۔اس کی دوستیں بھی تانگے سے اتر چکی تھیں اور وہ اس وقت اپنی ہنسی کو بمشکل چھپاتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھیں۔گھر تو ویسے بھی پاس ہی تھا۔

اس نے اس کا کیچڑ سے بھرا بیگ پکڑا، آگے کو جھکا اور ہاتھ آگے بڑھاتے ہوئے بولا

"آپ ٹھیک ہیں؟ "

حوا بنت عبداللہ نے اپنا چہرہ اس شخص کی جانب اٹھایا جو اس وقت عین اس کے سامنے ہاتھ بڑھائے کھڑا تھا۔اس کی نظروں نے اس کے ہاتھ سے چہرے تک سفر کیا۔یوں جیسے وہ کچھ سوچ رہی ہو۔پھر اس کی سہیلی فوراً اس شخص کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔اس نے ہاتھ بڑھایا تو حوا نے فوراً پکڑ لیا۔

ہاتھ پکڑتے ہوئے وہ کھڑی ہوئی۔یونیفارم پر کیچڑ کا راج تھا اور ہاتھ بھی اسی گدلے پانی سے لت پت تھے۔ایک لمحے کے لیے انجانے میں حوا کی نظریں اس کے سامنے کھڑے

جوان سے ملی۔ ہلکی بھوری آنکھیں اس وقت نم تھیں۔ وہ دونوں یکدم ایک دوسرے سے نظریں چرا گئے۔

"بٹیا! چوٹ تو نہیں آئی۔ ٹھیک ہو نا؟" تانگے والا بھائی کچھ فکر مند تھا۔ مگر وہ نوجوان ابھی بھی اس کا بستہ پکڑے خاموش کھڑا تھا۔

اس کی سہیلی اس نوجوان سے مخاطب ہوئی۔

"بھائی! آپ بیگ مجھے دے دیں میں اس کو گھر تک چھوڑ آتی ہوں" بیگ لینے کو ہاتھ آگے بڑھایا۔

اس نے بیگ اس کی سہیلی کو تھما دیا اور وہ وہاں سے چلی گئیں۔ اس سیدھے راستے کی سیدھ میں سامنے اس کا گھر تھا۔

نوجوان نے گردن موڑی اور اس کی نظریں اس کے تعاقب میں تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دروازہ کھلا اور وہ دونوں اندر داخل ہوئیں۔ سامنے بیٹھیں تینوں خواتین نے اس کو سر سے پاؤں تک گھورا۔

"حوا! کیا ہوا؟۔۔یہ کیا۔۔۔کہاں سے گر کر آئی ہو؟ "

آسیہ بیگم تو فوراً اپنی بیٹی کی طرف لپکیں۔ پیچھے خالدہ تائی اور سمیرا بھابھی بھی حوا کی طرف بڑھیں۔

ماں کو دیکھ کر اس کے جذبات امڈ آئے اور وہ سسکیوں سے رونے لگی۔

"چچی جان! یہ۔۔تانگے سے گر گئی"۔اس کی سہیلی اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

اور آسیہ نے اپنی اولاد کو گلے سے لگا لیا۔

"میری جان! کچھ نہیں ہوا۔۔سب ٹھیک ہے" اسکی کمر پر تھپکی دی۔

آسیہ نے اسے خود سے الگ کیا۔ پھر اس کا چہرہ دیکھا، گلابی آنکھیں اور سرخ ہوتے گال اور وہ سسکیوں سے مسلسل روئے جا رہی تھی۔(تذلیل کا احساس۔۔آس پاس آتے جاتے ہر بندے نے دیکھا ہو گا، اف!)

سمیرا آگے بڑھیں۔اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کچھ نہیں ہوا۔ ہماری بیٹی تو بہت بہادر ہے۔" اور پھر انھوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔ بی جان بھاگم بھاگ اندر سے پانی لے آئیں۔ آسیہ نے اسے چارپائی پر بٹھا کر پانی پلایا۔

اتنی دیر میں ثمر اور اقصیٰ بھی کمرے سے باہر آچکی تھیں، ساری کارروائی دیکھی۔

"کیا ہوا؟ آج کونسا گل کھلا کے آئی ہے آپ کی لاڈلی؟"

کمر پر ہاتھ رکھے آگے بڑھتے ہوئے اقصیٰ بولی اور چارپائی پر بیٹھی حوا کو دیکھ کر اس کا قہقہہ نکل گیا۔

سمیرا نے گھور کر اسے دیکھا۔ وہ خاموش ہو گئی۔ پھر کمرے میں چلی گئی البتہ ثمر وہیں کھڑی رہی۔

"ٹھیک ہو؟" آسیہ نے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے پوچھا۔

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔ نم سانس اندر کو کھینچی اور آنکھیں صاف کیں۔

پھر آسیہ اسے لے کر اندر چلی گئی۔

"ہو گئے پورے شوق۔ کر لیے پورے ارمان، ہوں!" اور پاس کھڑیں خالدہ تائی منہ بسورتے ہوئے اندر کی جانب بڑھیں۔

رات نے ہر طرف پر پھیلا دیے۔خاموشی اور سناٹا۔وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر ٹیک لگائے، ٹانگیں لمبی کیے پاؤں قینچی کی صورت ملائے کتاب پڑھ رہا تھا۔دستک ہوئی "بھائی! آجاؤں؟" ایک نسوانی آواز۔

"ہوں" نظریں ابھی بھی کتاب پر ہی مرکوز تھیں۔

وہ اندر داخل ہوئی اور سامنے بیڈ پر بیٹھے نوجوان سے مخاطب ہوئی "آپ جاگ رہے ہیں؟ مجھے لگا سو چکے ہوں گے" سامنے کتابوں کے ریک کی جانب بڑھی۔

"اچھا۔۔۔وہ۔۔۔آپ کی بک کہاں ہے انگلش کی جس پر آپ نے اردو ترجمہ بھی لکھا تھا" کتابیں ٹٹولتے ہوئے وہ اپنے بھائی سے مخاطب تھی۔

"یہیں ہے۔۔۔تیسرے نمبر پر دیکھو" کتاب دوسری جانب رکھتے ہوئے وہ اب ریک کو دیکھ رہا تھا جہاں اسکی بہن کتابیں ٹٹول رہی تھی۔

ایک کتاب نکال کر اس کے صفحے کھنگالتے ہوئے بولی "ہوں۔۔۔یہی ہے "

اور پھر اس نے مسکراتے ہوئے اپنے بھائی کو دیکھا اور بیڈ پر اس کے سامنے جا کر بیٹھ گئی۔

"ٹیسٹ ہے کوئی؟" نوجوان مخاطب ہوا۔

"نہیں۔۔۔بس ایسے ہی۔۔کلاس میں ترجمہ سمجھ نہیں آیا تو سوچا آپ نے تو لکھا ہو گا ۔۔۔دیکھ لوں گی "کتاب گود میں رکھی۔

"ہوں" سرکاری سا جواب۔سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

کچھ سوچتے ہوئے بولا "سکینہ ! وہ۔۔۔تمھاری سہیلی۔۔کیسی ہے؟۔۔۔میرا مطلب چوٹ تو نہیں لگی؟" کچھ ہچکچا رہا تھا۔

اس کی آنکھوں میں شرارت جھلکی "میری سہیلی آپ کے چچا کی بیٹی بھی ہے۔" ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ گئی۔

کچھ احتیاط برت رہا تھا "ہاں ! وہی۔۔۔زیادہ تو تمھاری سہیلی ہی ہے نا "!

وہ کھلکھلا کر ہنسی "ٹھیک ہے، حوا"!

"اچھا!" وہ کچھ شرمندہ ہوا۔

"ہوں" دایاں ہاتھ ٹھوڑی کے نیچے رکھا اور بھائی کو مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی۔اس نے پھر ٹیک لگالی۔

پھر جیسے کچھ یاد آنے پر وہ بولی "اوہ ہاں ! آپ۔۔۔وہاں۔۔۔کیسے؟" اور پھر اس کی آنکھوں میں شرارت جھلکی۔

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا "اسامہ آیا تھا۔۔اس سے ملنے باہر آیا تھا۔۔۔اور تمھیں اتنی دیر ہو گئی تھی۔۔امی جاتے ہوئے کہہ کر گئی تھیں کہ ذرا دیکھوں تم کہاں رہ گئی ہو۔۔وہی دیکھنے آرہا تھا۔۔۔تو۔۔۔ تمھیں دیکھ لیا۔۔۔اوپر سے تمھاری سہیلی۔۔۔ "

"پھر میری سہیلی!" اس نے بات کو کاٹا اور چہک کر بولی۔

"ہاں! جو بھی ہے۔۔۔تانگہ وہیں رک گیا تھا میں نے سوچا کچھ گڑ بڑ لگ رہی ہے۔۔۔ اس لیے آگیا" جیسے بڑی مشکل سے اس نے بات مکمل کی ہو۔

"ہوں۔۔ٹھیک ہے مان لیتی ہوں" اور پھر وہ ہنس دی۔

کرنل عبدالرحمن غازی جو کہ آزادی 1947 کے بعد اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان تشریف لائے۔اللہ نے انھیں تین بیٹے دیے۔(ان کا نام عبدالرحمن خان تھا مگر لوگ انھیں عبدالرحمن غازی کہتے تھے شاید کسی خاص واقعے کے بعد ان کا نام عبدالرحمن غازی پڑ گیا اور وہ خود بھی اپنے نام کے ساتھ غازی لگانا پسند کرتے تھے) سب سے بڑا "سمیع اللہ خان" جن کی بیوی خالدہ ہیں۔دوسرے نمبر پر "ظفر اللہ خان" جن کی بیوی سمیرا ہیں اور تیسرے نمبر پر سب سے چھوٹے "عبداللہ خان" جن کی بیوی آسیہ ہیں۔

سمیع اللہ خان اور خالدہ تائی کی دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ بیٹیوں میں "اقصیٰ" بڑی اور "ثمر" چھوٹی ہے جبکہ "اسد اللہ خان" ان دونوں کا بڑا بھائی ہے۔ دوسرے نمبر والے ظفر اللہ خان اور سمیرا بھابھی کی ایک بیٹی اور ایک بیٹا ہے۔ "سکینہ" چھوٹی بیٹی ہے۔ ابراہیم خان اس کا بڑا بھائی ہے۔ سب سے آخر والے عبداللہ خان اور آسیہ بیگم کی اکلوتی اور لاڈلی اولاد ان کی بیٹی "حوا" ہے۔ ثمر اور حوا میں چند مہینے کا ہی فرق تھا۔۔ ثمر چار ماہ بڑی تھی حوا سے۔۔

ظفر اللہ خان اور عبدالرحمن غازی شروع ہی سے فوج سے وابستہ تھے اور وہ بھارتی پنجاب میں رہائش پذیر تھے جبکہ عبداللہ خان شروع شروع میں فوج سے وابستہ رہے لیکن پھر فوج چھوڑ کر بڑے بھائی سمیع اللہ خان کے ساتھ قصور میں آ بسے۔ جب 1947 میں تقسیم ہوئی تو عبدالرحمن غازی اور ظفر اللہ خان پاکستان کی طرف ہجرت کر آئے اور قصور ہی آ بسے۔ عبداللہ خان اور سمیع اللہ خان ایک ہی گھر میں اوپر نیچے رہتے تھے جبکہ عبدالرحمن اور ظفر اللہ خان ساتھ والے مکان میں رہائش پذیر تھے۔ دونوں کے گھروں کے ایک دیوار ملتی تھی یوں دونوں کی چھتیں بھی ملتی تھیں۔

دو سال پہلے ظفر اللہ خان ایک موذی مرض کے باعث وفات پا گئے اور اب ان کے گھر کے سربراہ، ابراہیم خان کے دادا عبدالرحمن ہیں۔ دوسری طرف سمیع اللہ خان اور ان کا بڑا

بیٹا اسد اللہ خان ایک سال پہلے روزگار کے سلسلے میں لاہور اور پھر سیالکوٹ چلے گئے۔

عبداللہ خان ایک سرکاری سکول میں استاد تھے اور اپنی زندگی سے کافی مطمئن تھے۔ جبکہ عبد الرحمٰن غازی زیادہ تر لاہور میں ہی رہتے تھے۔

"حوا کہاں ہے؟۔۔کافی دیر ہو گئی نظر نہیں آئی" عبداللہ خان رات کو عشاء کی نماز کے بعد گھر واپس آ چکے تھے۔ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھے بیٹھے انھیں اپنی بیٹی کا خیال آیا۔ آسیہ بیگم اب ان کے سامنے چائے کی پیالی رکھ رہی تھیں۔

"آپ کی لاڈلی آج سکول سے واپسی پر تانگے سے گر کر آئی ہے" ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے بولیں۔

"کیا؟۔۔کیسے؟" وہ یک دم سیدھے ہوئے

"بس ہچکولا لگا اور گر گئی۔ سارا یونیفارم بھی کیچڑ سے بھرا پڑا تھا۔۔ سکینہ کے ساتھ گھر آئی تو دیکھ کر میرا تو کلیجہ منہ کو آ گیا۔ بس ذرا سی طبیعت ناساز تھی، سو چکی ہے اب" ان کے سامنے بیٹھیں دوپٹہ صحیح کرتے ہوئے بولیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تم نے مجھے پہلے بتایا کیوں نہیں؟۔۔میں نے بھی آج دیر کر دی آنے میں۔۔"وہ ماتھے پر اپنی انگلیاں رگڑتے ہوئے بولتے جا رہے تھے۔

پھر بیڈ سے نیچے رکھے جوتوں میں اپنے پاؤں ڈالتے ہوئے بولے "میں دیکھتا ہوں۔۔ شاید اٹھی ہو"اور پھر وہ باہر چلے گئے۔

آسیہ بیگم چائے کو دیکھتی رہ گئیں۔

کمرے کا دروازہ نیم کھلا تھا۔اندر اندھیرا تھا۔وہ اندر داخل ہوئے اور خاموشی سے اس کے بستر کے پاس جا کھڑے ہوئے۔وہ دائیں کروٹ لیے آرام سے سو رہی تھی۔نہایت پر سکون نیند۔دنیا سے بے گانی اور معصوم۔انھیں اپنی اولاد پہ بے پناہ پیار آیا۔وہ اس سے باتیں کرنا چاہتے تھے،اس کی چاند ستاروں اور جگنوؤں کی باتیں سننا چاہتے تھے،مگر وہ کمبل اوڑھے آرام سے سو رہی تھی۔پھر اس کے قریب بیٹھ گئے۔

"کتنا الجھایا ہوا ہے زندگی نے مجھے۔۔؟"

سوچتے ہوئے انھوں نے اس کے سر پر پیار دیا اور پھر چلے گئے۔

بیڈ پر لیٹے، لحاف اوڑھے، چھت کو گھورتے وہ نا جانے کن خیالات میں گم تھا۔ کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔ برآمدے میں دیوار سے لٹکا ایک لیمپ جل رہا تھا

"کیا مجھے پہچانا ہو گا اس نے۔۔۔ بھوری آنکھوں والی، ابھی بھی ویسی ہی ہے؟" خود سے سوال و جواب کا سلسلہ جاری تھا

"کئی سال پہلے دیکھا تھا۔۔۔ اب بدل گئی ہو گی یا ویسی ہی ہو گی؟ "

اسے وہ ایک پرانا واقعہ یاد آیا جب وہ لوگ نئے نئے قصور آئے تھے۔

منظر بدلا لوگ بدلے وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔۔

"یہ تم کیا کر رہی ہو؟" چھوٹے ابراہیم نے چھوٹی لڑکی سے پوچھا

رات کے سناٹے میں چھت پر موجود اس بھوری آنکھوں والی نے اپنی آنکھیں بڑی کر کے اسے دیکھا اور پھر ہلکی آواز میں سرگوشی کی۔ یوں جیسے کوئی راز بتا رہی ہو۔

"میں۔۔ جگنو پکڑ رہی ہوں"

"جگنو؟؟" وہ حیرت سے بولا

وہ جواب دیے بغیر ہی پیچھے پلٹی۔ پیچھے چھوٹے چھوٹے بہت سے چراغ ہوا میں اڑ رہے تھے۔ وہی ننھے چراغ زمین پر بھی تھے اور چھت کی چھوٹی دیواروں پر بھی۔ اس نے دونوں

ہاتھوں کو ہوا میں اٹھایا اور پھر دونوں کو ملا کر اوپر نیچے ایک مٹھی بند کر لی۔ وہ لڑکا حیرت سے سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ وہ اس کے قریب آئی اور بالکل اس کے اور اپنے چہرے کے درمیان اپنے اوپر والے ہاتھ کو نیچے والے ہاتھ سے جدا کیا۔ نچلے ہاتھ کی ہتھیلی پر ایک جگنو تھا۔ چھوٹا سا چمکتا ہوا چراغ۔ خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات سے اس کی چھوٹی چھوٹی گول آنکھیں مکمل کھلی ہوئی تھیں اور ہونٹ یوں گول جیسے ابھی "اوہ" کی آواز بلند کرے گی۔

مدہم روشنی میں اس نے اس کی ہلکی بھوری آنکھوں میں جھانکا۔ روشنی کا عکس، نور کی جھلک، جگنو کا سایہ اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔ وہ اس کی آنکھوں میں جگنو دیکھ رہا تھا اور پھر وہ جگنو آہستہ آہستہ ہوا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ لڑکی نے چہرہ اوپر اٹھایا اور پھر اس جگنو کی پیروی کرتے ایڑیوں کے بل گھوم کر اسے پورا دیکھا۔ وہ جگنو دیکھ رہی تھی اور وہ اس بھوری آنکھوں والی حوا کو۔

بس یہ ان کی آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد ابراہیم خان اپنے دادا عبدالرحمن غازی کے ساتھ شہر منتقل ہو گیا جہاں اس نے تعلیم حاصل کی۔ وہیں رہا، وہیں پڑھا، پلا بڑھا اور اب واپس گاؤں آیا تھا۔

"کاش میں یہیں رہتا۔۔اس وقت حالات کچھ اور ہوتے۔۔ابو اور دادا ضد نہ کرتے۔۔ آج کتنا کچھ بدل چکا ہے۔۔ تمھیں تو میں شاید یاد بھی نہ ہوں مگر۔۔۔"سوچوں کا سیلاب اس کے ذہن میں امڈ رہا تھا۔سوچتے سوچتے کب آنکھ لگتی ہے کس کو خبر ہوتی ہے،اسے بھی نہیں ہوئی اور وہ سو چکا تھا۔

عبداللہ خان اور سمیع اللہ خان کا مکان پرانا تھا مگر آج بھی پورے علاقے میں سب سے الگ پہچان رکھتا تھا۔کون تھا اس علاقے میں جو ان کو نہیں جانتا تھا؟ساری عمارت پر سفیدی کا راج تھا۔اس دو منزلہ گھر کی اوپری منزل پر عبداللہ خان رہتے تھے اور نیچے سمیع اللہ خان کا کنبہ۔ایک کھلا صحن تھا جس کے بیچ و بیچ ایک بڑا سا امرود کا درخت تھا جس کے نیچے تخت پوش تھا۔ صحن کی دائیں طرف بیٹھک تھی اور بائیں طرف باہر کا دروازہ تھا۔دو بڑے بڑے کمرے تھے۔دائیں جانب سے سیڑھیاں اوپر جاتی تھیں۔سارے گھر کا باورچی خانہ مشترکہ تھا۔باورچی خانہ کیا تھا مٹی کی بنی چھوٹی دیواریں تھیں جن کے اندر چھوٹی چھوٹی دیوار سے لگیں مٹی کی بنیں شیلفس تھیں جن پر برتن اور ڈبے تھے۔کھانا بنانے کے لیے ایک چھوٹا سا

مٹی کا بنا کچا چولہا تھا جو کہ زمین کے ساتھ ہی نصب تھا۔۔اوپر دو کمرے تھے، کمروں کے سامنے چھوٹا سا برآمدہ تھا۔ حوا کے کمرے کے ساتھ بڑی چھت پر جانے کی سیڑھیاں تھیں۔ آسیہ آدھے سے زیادہ دن نیچے خالدہ تائی اور بی جان کے ساتھ گزارتی تھیں۔ حوا کی پسندیدہ جگہ تو اس کا کمرہ تھا جسے اس نے بڑی محبت سے سجایا تھا۔اس کا کمرہ باقی کمروں کی نسبت چھوٹا تھا مگر سب سے زیادہ سلجھا ہوا تھا۔ بڑی چھت پر ایک سٹور روم تھا اور باقی کھلی جگہ۔

سات بجے کے قریب وہ نیچے آئی اور تخت پوش کی جانب بڑھی جس پر عبداللہ بیٹھے اخبار پڑھتے ہوئے چائے کا انتظار کر رہے تھے۔ سورج نکل چکا تھا، چڑیوں کے چہکنے کی آوازیں تھیں۔ چولہے سے دھواں اٹھ رہا تھا اور برآمدے میں ایک خالی چارپائی تھی جس پر گاؤ تکیہ تھا۔

"السلام علیکم! ابو" ہلکی آواز

اور وہ اپنے باپ کے دائیں بازو میں اپنا بایاں بازو ڈال کر، ان کے بازو سے سر لگا کر بیٹھ گئی۔

"وعلیکم السلام!" اخبار کو تہہ کر کے اپنی گود میں رکھا۔ "آج دیر نہیں ہو گئی؟"

Clubb of Quality Content

"ہوں۔۔آج اتوار ہے نا!" سامنے دیکھتے ہوئے بولی جہاں چھوٹے مٹی کے پیالے میں چڑیاں چونچ ڈال کر پانی پی رہی تھیں۔

"اوہاں! اتوار کو تو زیادہ سونا ہوتا ہے۔" اور وہ مسکراتے ہوئے بولے

اس نے اپنا چہرہ اٹھایا اور اپنے باپ کی جانب دیکھا "رات کو آپ کیوں نہیں آئے؟ میں آپ کا انتظار کرتی رہی۔۔باتیں کرنی تھیں مجھے "

آسیہ بیگم نے ان کے بائیں جانب چائے کی پیالی رکھی۔

"تم بھی ناشتہ کر لو۔۔کیا لو گی؟" چائے کی پیالی اٹھاتے ہوئے بولے

آسیہ اس کی جانب بڑھیں اور اس کے ماتھے کو چھوا "طبیعت ٹھیک ہے نا؟"

"ہوں، چائے دے دیں" آنکھیں اوپر کیے ماں کو دیکھتے ہوئے بولی

"صبح صبح خالی پیٹ چائے۔۔روٹی بنا دیتی ہوں ساتھ" کچن کی جانب جاتے ہوئے وہ اپنی بیٹی پر حکم صادر کرتی گئیں

عبداللہ نے چائے کی پیالی پکڑی اور ایک چسکی لی۔

"ابو، میں کچھ پوچھ رہی ہوں آپ سے" ان کی جانب دیکھتے ہوئے وہ کچھ یوں بولی جیسے ضد کر رہی ہو

"میں عشاء کی نماز پڑھ کر آیا تو آپ سو چکی تھیں۔ میں آیا تھا آپ کے پاس مگر آپ سوتے ہوئے بہت معصوم لگ رہی تھیں دل ہی نہیں کیا اٹھانے کو"

وہ آنکھیں ترچھی کیے، چائے کی پیالی ہاتھ میں پکڑے اسے دیکھ رہے تھے۔

وہ ابھی بھی اپنا سر ان کے بازو سے لگائے بیٹھی تھی۔ انھوں نے چائے کی پیالی بائیں جانب رکھی۔

"ہوں، تو آپ جلدی نماز پڑھ آیا کریں نا!" وہی ضد کرتا لہجہ، وہ جیسے خفا تھی

"ٹھیک ہے استانی جی! آئندہ جلدی نماز پڑھ کر آؤں گا، خوش؟" ساتھ بیٹھی حوا کو دیکھتے مسکرا رہے تھے۔ ان کی آنکھیں اپنی بیٹی کی آنکھوں جیسی تھیں

وہ بھی مسکرا دی۔

عصر کا وقت تھا اور حوا چائے کی خالی پیالی کچن میں رکھنے آئی تھی۔ وہاں بی جان ساگ کو تڑکا لگا رہی تھیں۔ سرخ مرچوں کی خوشبو اٹھتا دھواں، مرچوں کی تیز چبھتی مہک نتھوں کو چھو رہی تھی۔ تیز تیز ڈوئی ہنڈیا میں ہلا رہی تھیں۔

"بی جان! یہ کس کے لیے بن رہا ہے؟" ہنڈیا میں جھانکتے ہوئے بولی

"بٹیا! وہ آج اتوار ہے نا تو کھیتوں میں کام ہو رہا ہے، ان کے لیے لے جا رہی ہوں" وہ نمک چھڑکتی ہوئی بولیں

"کیا؟" اس کی آنکھیں خوشی کے مارے پوری کھل گئیں "کھیتوں میں!" وہ کچھ کہنا چاہتی تھیں مگر بی جان نے اسے گھورا اور بات کاٹ دی۔ پچھلی بار تم نے ہماری خوب عزت افزائی کروائی تھی۔ اب کی بار سوچنا بھی مت" اور انھوں نے منہ بنالیا۔

"بی جان!" منت بھرے انداز میں بولی۔ بی جان نے ڈوئی ساتھ رکھی پلیٹ میں رکھ دی

"اللہ! مجھے معاف کر دو حوا، تمھاری اماں میرا خون پی جائے گی" ہاتھ جوڑنے کے سے انداز میں بولتیں وہ حوا کے روبرو کھڑی تھیں۔

"آپ بس مجھے بتا دیجیئے کتنے بجے جانا ہے، میں خود ہی آجاؤں گی" پلکیں جھپکاتی، اُنگلیاں مروڑتی انتہائی معصومانہ انداز میں بولی

"نہ بابا نہ۔۔ اپنی ماں سے اجازت لو پہلے۔۔ ورنہ پھر وہ مجھے کوستی ہیں" اور وہ دوبارہ چولہے کی طرف متوجہ ہو گئیں

"ٹھیک ہے، بات مت کیجئے گا مجھ سے۔۔ ناراض ہوں میں آپ سے" کمر پر ہاتھ رکھے بولی اور وہ منہ بسورتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔

"اللہ!اس لڑکی کے نخرے"ماتھے پر ہاتھ مارااور پھر دھنیا بنانے میں مصروف ہو گئیں

آسیہ اپنے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی قمیض ٹانک رہی تھیں جب حوا کمرے میں داخل ہوئی۔

انھوں نے ایک نظر حوا پر ڈالی جو کہ اب پیچھے سے بیڈ پر چڑھ چکی تھی۔اپنے دونوں بازو اپنی

ماں کے گرد حمائل کر کے، سر ان کے سر سے جوڑ کر بولی

"امی !آپ مجھ سے کتنا پیار کرتی ہیں؟"بڑے لاڈ پیار سے بولی

"پیچھے ہٹ جا حوا، سوئی چبھ جائے گی"کندھا ہلا کر اسے پیچھے جھٹکا اور تنبیہ کی

"امی !میں آپ پر گئی ہوں یا ابو پہ؟"وہ ٹس سے مس نہ ہوئی

قمیض گود میں رکھی اور سوئی اپنے داہنے ہاتھ کی دونوں انگلیوں کی پوروں کے درمیان

پکڑے بولیں

"میری ایک پرانی سہیلی ہوتی تھی۔کام شام کوئی نہیں آتا تھا اسے، باتیں کروالو اس سے

۔۔نرا سیاپا!۔۔پتہ نہیں کیسے چلی گئی تو اس پر"اونچی آواز میں ڈپٹتے ہوئے لہجے میں بولیں۔

وہ بھی حوا تھی، معصوم تھی مگر ڈھیٹ بھی۔جوں کی توں بیٹھی رہی۔

"امی !۔۔۔وہ نا۔۔۔بی جان کچن میں ساگ بنا رہی تھیں۔۔وہ کہہ رہی تھیں کہ کھیتوں

میں"اس کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ انھوں نے بات کاٹ دی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہٹ جاحوا، خبر دار جو تو نے دوبارہ وہاں جانے کا سوچا بھی تو۔۔ پچھلی بار یاد ہے تمھارے ابو سے کتنی جھڑکیں سنی تھیں میں نے۔۔اور خالدہ بھابھی تو ویسے ہی موقع ڈھونڈتی ہیں" سوئی قمیض میں ڈالی اور پھر قمیض اپنے ساتھ رکھ دی۔

"امی!" وہ اب منا رہی تھی۔روئی صورت بنائے ایسے جیسے ابھی رو دے گی

"اس بار بس گل بانو سے مل کر آجاؤں گی" منت بھرا انداز

"اللہ پوچھے اس گل بانو سے" وہ دانت پیستی رہ گئیں

وہ سامنے آکھڑی ہوئی، دونوں ہاتھ کمر پر باندھے "اس نے کیا کیا ہے امی؟"

کہاں کی منت، کہاں کا رونا سب اڑن چھو ہو گیا اور وہ واپس پہلے والی حوا بن گئی۔

"تیرا دماغ خراب۔۔۔" ڈانٹنے والے انداز میں بولیں۔

پھر سے معصوم بن گئی۔"امی۔۔ جلدی آجاؤں گی" ان کے ساتھ آبیٹھی

"پچھلی بار بھی یہی کہا تھا تم نے۔۔تو رات ہو گئی تھی اور تمھارے کھیل ہی ختم نہیں ہو رہے تھے، بچی ہو تم؟" انھیں غصہ آنے لگا

"بچی ہی ہوں۔۔۔آپ کی" ان کے گرد بازو حمائل کر کے اس نے اپنی ماں کے بائیں گال کو چوما

" حوا۔۔ "

غصے سے بولیں۔

وہ پیچھے ہٹ گئی اور براس منہ بنا کر بیٹھ گئی۔

"امی۔۔۔جانے دیں نا!" رونی شکل بنائے بہت معصوم لگ رہی تھی

"صبح اپنے ابو کے ساتھ بیٹھی تھی نا۔۔۔پوچھ لیتی" قمیض پکڑی اور سوئی نکالی

"ابو نے منع نہیں کرنا تھا۔۔۔آپ بھی منع نہ کریں" ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیتے ہوئے بولی

"بس۔۔۔اب چلی جا اور پڑھ لے۔۔کچھ کام کر لے۔۔ نہیں جانا تو نہیں جانا" انھوں نے اپنا ہاتھ چھڑا لیا

اور وہ اپنا فیصلہ سنا کر سوئی دھاگے سے دوبارہ قمیض ٹانکنے لگیں۔

"بی جان کے ساتھ جاؤں گی۔۔ایک گھنٹے میں آجاؤں گی۔۔مدرسے بھی تو جانا ہے نا" مسکرائی اور مشورہ دینے کے انداز میں بولی

"دفع ہو جا۔۔یا میں پکڑوں جوتی" پاؤں تک ہاتھ جاتے جاتے رک گیا

وہ یکدم اٹھی اور چہک کر بولی "شکریہ امی۔۔ایک گھنٹے میں آجاؤں گی" اور بھاگ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بس ماتھے پر ہاتھ مار کر رہ گئیں۔

"جمی!۔۔جمی"!

اپنے کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی وہ آوازیں دینے لگی۔ہاتھ میں ایک دودھ کی کٹوری اور روٹی کے ٹکرے پکڑے ہوئے تھے۔بیڈ کے نیچے سے ایک سفید اور بھورے رنگ کا بالوں والا "بلا" نکلا۔

"میاؤں!۔۔۔میاؤں!" بڑی بڑی مونچھوں والا بلا

"پتہ ہے پتہ ہے۔۔تمھیں بھوک لگی ہے" وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گئی،روٹی کے ٹکرے دودھ میں ڈالے

کٹوری اس نے زمین پر رکھی ہی تھی کہ وہ فوراً اس کی طرف بڑھا اور اپنا منہ اس میں ڈال کر دودھ پینے لگا۔

وہ اپنے ہاتھوں سے اسے سہلا رہی تھی۔"اچھا!تم کھانا کھاؤ۔۔میں تھوڑی دیر میں آتی ہوں۔۔باہر نہیں جانا" چند لمحے بیٹھی۔وہ دودھ کی کٹوری میں منہ ڈالے دودھ پیتا رہا اور وہ باہر نکل آئی۔

چولہے کے سامنے بیٹھیں بی جان روٹیاں پونے میں لپیٹ رہی تھیں۔

"چلیں!" وہ پیچھے سے بولی۔ وہ مڑیں اسے دیکھا

"تم بھی جاؤ گی؟" پونے کو گرہ لگاتے ہوئے بولیں

"ہوں!" کمر تک آتی لمبی چٹیا اس کے دوپٹے سے باہر جھلک رہی تھی۔ دونوں بازو سینے پر باندھے ادھر اُدھر نظریں گھما رہی تھی شاید کچھ ڈھونڈ رہی تھی

"ساگ کہاں ہے؟" بالآخر سوال پوچھ ہی لیا

"اماں تمھاری نے اجازت دے دی؟" وہ کھڑی ہوئیں۔ حوا کی پشت ان کے چہرے کی جانب تھی۔۔ پھر مڑی اور مسکرائی

" ہاں جی!۔۔ اب چلیں؟"

"رکو میں پوچھ کر آتی ہوں" اور وہ دوپٹہ ٹھیک کرتے ہوئے آگے بڑھیں

ابھی بی جان مڑی ہی تھیں کہ وہ سامنے آ کھڑی ہوئی۔۔

"بی جان! اماں سکینہ کے گھر گئی ہیں" کمر پر ہاتھ باندھے یک دم بولی

"مجھے دیکھنے دے۔۔ ہٹ جا پیچھے" اپنے ہاتھ سے اس کو دوسری طرف کیا۔

اور وہ آگے بڑھ گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"حوا جھوٹ نہیں بولتی۔۔پھر بھی دیکھ لیں"اس نے کندھے اچکائے اور صحن میں لگے درخت کی طرف بڑھی

اور وہ چلی گئیں۔

ایک دو کمروں کے چکر لگا کر بی جان اوپر سے نیچے آتے ہوئے دکھائی دیں۔وہ تخت پوش پر بیٹھی تھی، مسلسل ٹانگیں ہلا رہی تھی۔۔انھیں دیکھ کر کھڑی ہو گئی۔

"چلیں۔۔دیر ہو جائے گی ورنہ"اوپر گردن کیے اونچی آواز میں بولی

اور پھر وہ بی جان کے ساتھ باہر آ گئی۔

سارے راستے وہ باتیں کرتی گئی۔کبھی ادھر کی باتیں تو کبھی اُدھر کی

"بی جان! میں آپ کو کیسی لگتی ہوں؟"پلکیں جھپکاتے بڑی معصوم لگ رہی تھی

"آفت کا پرکالا"وہ تو فوراً بول اٹھیں

ہیں؟؟"وہ حیران ہوئی

"خود تم بچ جاتی ہو۔۔ہم ہی خوار ہوتے ہیں"وہ جیسے حوا سے بے زار تھیں

"بی جان! آپ تو بہت اچھی لگتی ہیں مجھے، میں تو آپ سے بہت پیار کرتی ہوں"انگلیاں مروڑتے ہلکے مگر نرم لہجے میں بولی

بی جان نے اسے نظریں ترچھی کر کے دیکھا اور وہ دونوں ہنس دیں۔

سردیوں کی شام تھی۔ خوبصورت، زرد۔ ارد گرد ہریالی تھی اور بیچ میں کچا پکا سا راستہ۔ کہیں دور سے ٹیوب ویل چلنے کی آواز بھی آ رہی تھی۔

کہیں دور وہ کھڑا تھا۔ اپنے سامنے دو اپنے جیسے جوانوں سے کچھ بات کر رہا تھا۔ مسکرا بھی رہا تھا۔ شاید اشارے سے کوئی راستہ بھی بتا رہا تھا۔ تبھی اس نے گردن موڑی اور دور کہیں اس پر اچانک نگاہ پڑی مگر اس نے رخ موڑ لیا۔ پھر اسی لمحے کوئی جھماکا سا ہوا اور اس نے اس بار شعوری طور پر اپنی گردن موڑی اور اسے دور سے دیکھا۔

وہی روپ تھا، وہی انداز تھا۔ وہی آنکھیں تھیں اور وہی لڑکی تھی۔ وہ ابھی بھی بی جان سے باتیں کر رہی تھی اور غالباً کسی بات پر ہنس رہی تھی۔ بھوری آنکھیں مسکرا رہی تھیں جس سے لگ رہا تھا وہ کسی بات پر کھلکھلا کر ہنس رہی تھی۔ اس کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا۔ وہ دیکھتا رہا اور دیکھتا ہی رہ گیا۔

اس کے لبوں پر لاشعوری طور پر مسکراہٹ تھی۔ پھر حوا اور بی جان دائیں جانب مڑ گئیں۔

" ابراہیم !"سامنے کھڑے لڑکے نے اسے مخاطب کیا تھا مگر وہ برگد کے بڑے سے بوڑھے درخت کو دیکھ رہا تھا۔

"خان صاحب !"اس بار لڑکے نے مسکراتے ہوئے اس کے کندھے کو چھوا سامنے کھڑے شخص کی آواز نے اسے اس جادو کی قید سے آزاد کیا اور وہ گردن اس کی جانب موڑ کر،ذرا سا مسکرایا۔۔ماتھے کو چھوا اور اب اس سے مخاطب تھا

" ہاں۔۔۔وہ۔۔میں کہہ رہا تھا۔۔۔"

وہ دونوں ایک جھونپڑی میں داخل ہوئیں۔مضبوط لکڑی کے چار ڈنڈے اس جھونپڑی کے ستون تھے جو اسے کھڑا کیے ہوئے تھے۔ارد گرد کپڑے کی دیواریں اور اوپر چھت کانے کی بنی ہوئی تھی۔کچھ خواتین اور بچے اندر تھے۔حوا اور بی جان کے اندر جاتے ہی وہ سب خوشی سے اس سے مخاطب ہوئے۔دن میں کام کرنے کے بعد وہ شام میں یہیں ہوتے تھے۔

"آیئے آیئے۔۔حوا خانم آئی ہیں"

زمین پر بیٹھی لڑکی اٹھ کر آگے بڑھی اور اس سے گلے ملی۔

جھونپڑی میں وہ خواتین تھیں جو فصلوں کی دیکھ بھال کرتی تھیں اور ان کا خیال رکھتی تھیں۔شام ہوتے ہی گھر کی طرف چلی جاتیں۔۔اب چاول کی فصل کی کٹائی ہو رہی تھی سو یہ ان کی محافظ تھیں۔

"لو بھئی ! ساگ لائی ہوں آج" دائی اماں خواتین سے مخاطب تھیں۔زمین پر ساگ کا ڈبہ اور ہونے میں لپٹی روٹیاں رکھیں.

جیسے ہی ساگ کا ڈبہ کھلا خوشبو ہر طرف پھیل گئی۔خواتین نے سب میں تقسیم کیا۔کھانا شروع ہو چکا تھا۔

اس نے ایک نوالہ لیا، لڑکی حوا کو دیکھ کر مسکرائی تھی، وہ اس کے سامنے بیٹھی تھی

"میں تمھارا انتظار کر رہی تھی حوا"

"میرا؟" گل بانو نے پوچھا۔وہ حیران ہوئی تھی

"ہوں۔۔مجھے تمھارے آنے کی امید تھی اور انتظار انہیں کا کیا جاتا ہے جن کے آنے کی امید ہو" اس کی بات میں دم تھا

حوا اس کی بات پر مسکرا دی۔

"تم نہیں کھاؤ گی؟" گل بانو نے چھوٹی کٹوری میں ساگ نکال کر اسے پیش کرتے ہوئے پوچھا

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"اوہوں! شکریہ "

ایک چھوٹی دو پونیوں والی لڑکی حوا کے پاس آ کر بیٹھ گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"کھیلنے چلیں؟" چھوٹی لڑکی بڑے پیار سے پوچھ رہی تھی۔ ساگ تو بہانہ تھا اول مدعا تو "کھیلنا" تھا

کچھ پل بیتے اور وہ "ادھی چھڑ ھپا" کھیل رہی تھیں

(اس کھیل کو لڑکیوں کی دو ٹیموں کی جانب سے کھیلا جاتا ہے جس میں چھ چھ کھلاڑی ہوتے ہیں۔ پہلی ٹیم سے دو لڑکیاں فرش پر بیٹھتی ہیں۔ ان کے پاؤں سیدھے ہوتے ہیں اور ان کے پاؤں ایک دوسرے کو لگتے ہیں۔ دوسری ٹیم سے ایک لڑکی پہلی ٹیم کی لڑکی کے پاؤں پر چھلانگ لگاتی ہے، بنا انھیں چھوئے۔ اگر وہ کامیاب ہو جائے تو پہلی ٹیم سے دو لڑکیاں اس کی ٹیم میں شامل ہو جائیں گی۔ اس طرح اگلے کھلاڑی کے جھلانگ مارنے کا علاقہ اور وسیع ہو جائے گا۔ یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک پہلی ٹیم کی ساری

لڑکیاں چھلانگ نہ مار چکی ہوں۔اس کے بعد پہلی ٹیم کی کھلاڑی لڑکیاں زمین پر بیٹھتی ہیں اور دوسری ٹیم والوں کو چھلانگ لگانا ہوتا ہے)۔

پاس کھڑا برگد کا درخت ان کے قہقہے سن رہا تھا۔اس کے گال گلابی ہو چکے تھے مگر وہ تھک نہیں رہی تھی۔حوا کو بچپن سے ہی کھیلنا بہت پسند تھا اور وہ کھیل پر کبھی سمجھوتا نہیں کرتی تھی۔

پھر کچھ پل بیتے اور وہ درخت سے ٹیک لگائے سامنے لڑکیوں کو ککلی ڈالتی دیکھ رہی تھی۔ سانس تیز تھا اور دل کی دھڑکن بے قابو۔۔

(ککلی ایک ایسا کھیل ہے جو بنیادی طور پر لڑکیوں کے لیے ہے۔دو لڑکیاں اپنے ہاتھوں کو پکڑ کر دائرے میں گھومتی ہیں۔اس کھیل کو جسے ککلی کہا جاتا ہے،دو یا چار لڑکیوں یا ان کے مضروبہ اعداد کی جانب سے کھیلا جاتا ہے) ککلی کھیلتے وقت لڑکیاں گیت الاپ رہی تھیں۔

ککلی کلیر دی

پگ میرے ویر دی

دوپٹا میرے بھائی دا

پھٹے منہ جوائی دا

پھر قہقہے، یہ پنجاب تھا، یہ قصور تھا اور یہ دیسی لوگوں کے روایتی کھیل تھے۔

شام ڈھلتی جا رہی تھی۔ آج اس کا سب سے اچھا دن گزرا تھا مگر اب گھر جا کر عزت افزائی ہونی تھی کیونکہ کھیل کھیل میں پھر شام ڈھل گئی تھی۔ وہ سامنے ڈوبتے سورج کو دیکھ رہی تھی اور وہ دور کھڑا اسے۔ وہ اسے سارا دن اور ساری رات دیکھ سکتا تھا بنا کسی وقت کی پرواہ کیے۔ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی اس کی نظر برگد کے پیڑ پر پڑی تھی اور پھر وقفے وقفے سے وہ اس پر نظر رکھے ہوئے تھا۔ اس نے اسے محسوس تک نہیں ہونے دیا کہ کوئی دوسری طرف اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔ اس کے لیے تو وہ سارا دن اور ساری رات بیٹھا رہ سکتا تھا۔

وہ تب تک ٹیوب ویل کے پاس بیٹھا رہا جب تک کہ وہ اٹھ کر واپس جھونپڑی میں نہ چلی گئی اور پھر بی جان کے ساتھ چل دی۔ وہ بھی اٹھا اور گھر کی طرف چل پڑا۔

یہ ابراہیم کا گھر تھا۔ نیچے کمرے میں آسیہ اور سمیرا بیٹھی تھیں۔ وہ دونوں شام کی چائے پیتیں آمنے سامنے بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں۔

سمیرا آسیہ سے مخاطب تھیں جو کہ خاموش بیٹھی تھیں۔ "کیا سوچا تم نے؟"

"کس بارے میں؟ "

انھوں نے چائے کا گھونٹ بھرا اور پیالی پلیٹ میں رکھی۔کمرے میں اتنی خاموشی تھی کہ ان کے چائے کی پیالی پلیٹ میں رکھنے کی آواز بھی گونجی۔

"حوا کے بارے میں" بالآخر انھوں نے وہ سوال پوچھ ہی لیا

"میں نے اس کے ابا سے بات نہیں کی ابھی" انتہائی دھیمے لہجے میں بولیں، گرم پیالی ہاتھ میں تھی

"حوا میری بیٹی ہے۔اپنے ابراہیم اور سکینہ کی طرح چاہتی ہوں میں اسے۔۔ابراہیم کے امتحان کا نتیجہ آنے والا ہے۔۔اللہ اسے کامیاب کرے پھر وہ یہاں سے چلا جائے گا" انھوں بھی ویسے ہی ہلکے پھلکے انداز میں وضاحت پیش کی۔

"دیکھو سمیرا! میرے لیے اس سے خوشی کی بات کیا ہو گی کہ میری بیٹی کو اتنا پیار کرنے والا سسرال ملے۔۔مجھے تمھاری محبت پر شک نہیں ہے۔۔لیکن" ایک خاموشی۔انھوں نے گردن جھکالی۔

"لیکن؟؟" ان کے پیٹ میں عجیب سا درد اٹھا۔دل الگ دھڑکنے لگا

"گھر میں اقصیٰ ہے، ثمر ہے۔۔وہ بڑی ہیں اس سے۔۔۔حوا ان سے چھوٹی ہے۔خالدہ بھابھی کیا سوچیں گی؟"اس سے زیادہ مناسب کوئی جواب نہیں لگا انھیں۔

"تم ان کی فکر مت کرو۔۔اللہ ان کے لیے بھی وسیلہ بنادے گا۔۔اور میں کون سا کہہ رہی ہوں کہ ابھی رخصتی کردو۔۔۔بس نکاح ہی تو کرنا ہے"وہ پھر سے دلیل دینے لگیں، چائے پر ملائی جمنے لگی تھی

"لیکن بھابھی۔۔۔وہ ابھی پڑھ رہی ہے"ان کی خالی آنکھیں اور ہلکی آواز ان کا ساتھ نہیں دے رہی تھیں۔دور کہیں ان کی خود کی بھی وہی خواہش تھی جو سمیرا کی تھی۔

"حوا میری بھی بیٹی ہے۔وہ جب تک چاہے پڑھ سکتی ہے، کوئی نہیں روکے گا اسے"ابھی بھی اپنی بات پر قائم تھیں اور انھیں قائل کرنے کی کوشش کر رہی تھیں۔

ایک لمبی خاموشی۔وہ کچھ سوچ رہی تھیں۔

"اچھا۔۔۔پھر میں اس کے ابا سے بات کروں گی۔۔پھر تمھیں بتادوں گی" بالآخر سمیرا کو وہ امید کا سرا مل گیا جسے وہ تلاشنے آئی تھیں۔

"ہاں ہاں کیوں نہیں!"پیالی پکڑی اور چائے کا گھونٹ بھرا۔

اور۔۔۔وہ باتوں میں مگن ہو گئیں۔وقت گزرتا جارہا تھا یہاں تک کہ مغرب آپہنچی۔

دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوئیں۔ برتن پکڑے ہوئے دائی اماں آگے کھڑی تھیں اور حوا ان کے پیچھے۔ یوں جیسے چھپنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اندر داخل ہوتے ہی آسیہ بیگم اور ان کا غصہ استقبال کر رہا تھا۔ حوا پریشانی میں اپنے بائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کا ناخن کتر رہی تھی۔ آسیہ تخت پوش پر بیٹھیں انھیں گھور رہی تھیں۔

"وہ جی۔۔۔ "

دائی اماں نے کچھ بولنے کی کوشش کی مگر آسیہ بیگم نے بات کاٹ دی۔

"آگئی ہیں مہارانی صاحبہ۔۔۔ذرا ہمیں دیدار کا شرف تو بخشیں" اونچی آواز۔ اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا۔ اتنی زور سے کہ آواز اس کے اپنے کونوں میں بھی پڑ رہی تھی اور حوا پیچھے سے نمودار ہوئی۔

"امی جان!..." کانپتی آواز

اور آسیہ بیگم اس کی طرف بڑھیں۔

"امی میری بات تو سن لیں" اور وہ وہاں سے بھاگ گئی۔

"نکمی اولاد!" وہ غصے سے پھٹ پڑیں۔

انھوں نے جوتی اتار لی اور اس کی طرف بڑھیں۔

حوا آگے کو بھاگی اور کمرے سے نکلتی ہوئیں خالدہ تائی سے ٹکرائی۔ان کے ہاتھ میں کھانے کے برتن تھے سب کے سب گر گئے۔

"ہائے! بیڑا غرق ہو تیرا لڑکی "غصے سے چلائیں۔

حوا منہ پہ ہاتھ رکھے پیچھے ہٹی۔آسیہ بیگم بھی وہیں رک گئیں۔اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے خالدہ تائی کو گھورا

"دو ہاتھ لگیں ہوں میرے تو دیکھتی ہوں تمھاری اولاد کیسے نہیں سدھرتی "آسیہ بیگم کو دیکھتے ہوئے وہ غصے سے چلائیں۔

"عقل نام کی چیز نہیں ہے تجھ میں لڑکی۔۔۔اچھلتی کودتی رہتی ہے ادھر اُدھر "وہ گھبرا گئی۔پہلے آسیہ بیگم کو دیکھا پھر خالدہ تائی کو۔رنگت سرخ ہو گئی اور آنسو آنکھوں میں تیرنے لگے۔بمشکل اس نے تھوک نگلا۔

حوا تیزی سے سیڑھیوں کی جانب بڑھی اور اوپر کمرے میں چلی گئی اور ٹھک سے دروازہ بند کر لیا۔

وہ کمرے کے باہر کھڑی تھی۔ سردی جارہی تھی مگر ابھی بھی راتیں بہت ٹھنڈی ہوتی تھیں۔۔ جرسی پہنے، ہاتھوں کو مسلسل رگڑتے ہوئے۔ سانس لیتی تو منہ سے ہلکی سی سفید بھاپ باہر آتی۔ آنکھیں ہلکی نم اور ناک سرخ۔

"امی میں آجاؤں؟" بڑی ہمت کر کے وہ پکاری۔

اندر سے کوئی آواز نہیں آئی۔

"امی۔۔۔ سو گئی ہیں؟" پھر سے آواز دی۔

پھر خود ہی سوچنے لگی "نہیں۔۔۔ ابو نہیں آئے ابھی۔۔ جاگ رہی ہوں گی "

اور پھر خود ہی دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔ آسیہ بیگم جائے نماز پر بیٹھیں دعا مانگ رہی تھیں۔ سامنے نظر پڑتے ہی وہ سنجیدہ سی ہو گئی۔

وہ چپ چاپ جا کر بیڈ پر بیٹھ گئی۔ دعا ختم ہوئی تو وہ کھڑی ہوئیں اور جائے نماز تہہ کی ساتھ پڑے صوفے کے ہتھ پر رکھی۔ ایک نظر دیکھا تک نہیں۔ اسے یہ بات دل پر لگی۔ پھر اپنا حجاب کھول کر دوپٹہ صحیح کرنے لگیں۔

"امی آپ ناراض ہیں؟" وہ ہلکی آواز میں بولی۔ دل البتہ دھڑک رہا تھا۔

جواب نہیں آیا۔ مطلب انھوں نے اسے نظر انداز کیا تھا۔

اس کا دل کر رہا تھا رو دے۔آنسوؤں کا گولا تھا جو اس کے حلق میں پھنس گیا۔

"امی۔۔"دل دکھا تھا۔آواز بھی دھیمی ہو گئی۔

پھر وہ سر جھکا کر چپ کر کے بیٹھ گئی۔اب وہ الماری کھول کر کچھ ڈھونڈ رہی تھیں۔

مطلب وہ اسے مکمل نظر انداز کر رہی تھیں جیسے وہ کمرے میں کوئی اضافی غیر ضروری چیز ہو۔

آسیہ بیگم نے اسے ایک نظر دیکھا اور بیڈ کی دوسری طرف جا کر بیٹھ گئیں۔

حوا اٹھی اور ان کے ساتھ جا بیٹھی۔پھر اپنا سر ان کے بازو سے لگائے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بولی"امی۔۔مجھے معاف کر دیں۔میں آپ کو بہت تنگ کرتی ہوں"ان کو اپنے گرم ہاتھوں پر ایک ٹھنڈا لمس محسوس ہوا۔

کوئی جواب نہیں آیا۔

اس نے چہرہ اٹھایا اور اپنی ماں کو دیکھا۔پھر ان کے ہاتھ پر ہاتھ پھیرنے لگی۔نظریں ہاتھ پر جمی تھیں

"آپ کو کیا پتہ۔۔جن کی آواز سے رونق ہو ان کی خاموشی کتنی تکلیف دیتی ہے۔"

بڑے فلسفیانہ انداز میں ہلکی آواز میں بولی

"زیادہ سیانی نہیں ہو گئی تم؟" نہ ڈانٹ تھی نہ غصہ۔

بالآخر وہ بول پڑیں۔

"آپ کی بیٹی ہوں۔۔سیانی تو ہوں گی نا!" وہ مسکراتے ہوئے گردن اٹھا کر اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی۔

پھر اس نے ان کے ہاتھ کو چوما۔

"حوا۔۔پتہ نہیں میں نے تجھے کیا کھا کے جنا تھا۔۔کس پر چلی گئی ہے تو "

دباد باسا غصہ تھا۔

"وہ آپ کی سہیلی تھی نا ایک۔۔" اس نے ان کی کہی بات یاد دلانے کی کوشش کی

ابھی بات مکمل بھی نہ ہوئی تھی کہ اس کے سر پر انھوں نے چپت لگائی۔

"جتنی تیری زبان چلتی ہے نا اس سے آدھی بھی عقل ملتی نا تو آج مجھے بھی سکھ ملتا" وہ اب کہ ایسے بول رہی تھیں جیسے ڈانٹ رہی ہوں۔ہلکی پھلکی پیار بھری ڈانٹ۔

رونی صورت بنا کر بولی "معافی مانگی تو ہے میں نے آپ سے "

"تجھے کیا پتہ خالدہ بھا بھی کیا کیا باتیں بناتی ہیں تیرے بارے میں۔۔دل جلتا ہے میرا۔۔ اور ایک تو ہے کہ سنتی ہی نہیں" وہ اب خفا سی تھیں۔

"ان کی باتوں کو دل پر نہ لیا کریں۔۔ان کی اپنی بیٹیاں تو سارا دن کمرے سے باہر نہیں نکلتیں" وہ ابھی بھی نرمی سے اپنی انگلیاں اپنی ماں کے ہاتھ کی پشت پر پھیر رہی تھی۔

"اچھا بس اب دادی اماں نہ بن زیادہ" وہی ماؤں کی ناراضگی ختم ہوتے وقت ہلکی سی ڈانٹ والا انداز

"کھانا دے دیں۔۔بھوک لگی ہے "

وہی معصوم شکل بنا کر التجا کرتی حوا۔

"تو یہ سارا پیار اس لیے تھا۔" انھوں نے وہ کندھا ہلا کر کہا جس پر حوا نے سر رکھا ہوا تھا۔

"نہیں! یہ تو اصلی پیار ہے" وہ فوراً سر اٹھا کر انھیں دیکھنے لگی

"پیار بھی اصلی نقلی ہوتا ہے بھلا!" وہ مسکراتے ہوئے بولیں۔

"ہاں! جو میں آپ سے پیار کرتی ہوں وہ اصلی ہے اور جو۔۔خالدہ تائی کوئی کام کرواتے وقت جتاتی ہیں وہ نقلی پیار ہوتا ہے۔" اپنی طرف سے اس نے اچھی مثال دی تھی۔

پھر انھوں نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت لگائی "زیادہ دادی نہ بنا کر" پھر کھڑی ہوئیں "چل آ روٹی بنا دوں۔۔۔پتہ نہیں تیرے ابا کہاں رہ جاتے ہیں" اور وہ باہر دروازے کی طرف بڑھیں، حوا کی نظروں سے اوجھل ہو گئیں۔اس نے اطمینان بھری سانس خارج کی۔

"حوا۔۔آجاینچے۔۔سکینہ کب سے کھڑی ہے۔"آسیہ بیگم نیچے سیڑھیوں کے پاس کھڑے ہو کر کافی دیر سے حوا کو بلا رہی تھیں۔عصر کا وقت ہو رہا تھا اور آسمان ہلکا نارنجی تھس

"آرہی ہوں امی!"اوپر سے آواز آئی۔آخری بار اس نے اپنے آپ کو آئینے میں دیکھا، دوپٹہ صحیح کیا۔جمی صوفے کے پاس بیٹھا اسے گھور رہا تھا

سکینہ اس کے گھر کے برآمدے میں کھڑی انتظار کر رہی تھی۔آسیہ بیگم چوتھی بار حوا کو آواز دے چکی تھیں مگر مجال ہے ابھی تک نیچے آئی ہو۔

کچھ لمحے بیتے تھے کہ وہ سیڑھیوں سے نیچے آتی دکھائی دی۔سلیقے سے چادر اوڑھے، سینے سے قرآن لگائے وہ جلدی سے نیچے آرہی تھی۔آسیہ بیگم اور سکینہ دونوں اسے نیچے آتا دیکھ رہی تھیں۔

"کہاں رہ گئی تھی؟"آسیہ آگے بڑھیں۔

"امی میں آکر آپ سے ڈانٹ کھالوں گی۔۔ابھی جانے دیں"تیزی سے سیڑھیاں اترنے کے باعث ہلکا سا سانس پھولا ہوا تھا، سکینہ کا ہاتھ پکڑے دروازے کی طرف بھاگ گئی۔

دروازہ کھول کر وہ باہر نکلی اور پیچھے سکینہ۔ وہ سامنے کھڑا تھا۔اس کے باہر آتے ہی وہ نظریں جھکائے پیچھے ہٹ گیا۔ وہ اس کے آنے پر نظریں جھکا دیتا تھا۔اندر کیا معاملہ چل رہا ہے، نظریں جھکی رہیں تو باہر والوں کو علم نہیں ہوتا۔ حوا نے بھی پلکیں اٹھانے کی زحمت نہیں کی۔ سکینہ باہر آئی اور وہ دونوں چل پڑیں۔ وہ دونوں آگے آگے چل رہی تھیں اور ابراہیم پیچھے۔ گلی کی نکڑ پر مدرسہ تھا۔ وہ دونوں دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئیں۔

"سکینہ "ایک جانی پہچانی مردانہ آواز

پیچھے سے اس نے پکارا۔

"جی!" وہ مڑی۔ دروازے کے باہر کھڑے ابراہیم کو دیکھا اور پھوحوا کو "تم چلو۔۔ میں آئی" حوا سے مخاطب ہوئی اور اسے اندر بھیج کر خود اپنے بھائی کی طرف بڑھی۔۔

"چھٹی کب ہو گی؟" ایک مختصر سا سوال۔

"بھائی پانچ بجے۔۔" وہ دروازہ پکڑے کھڑی تھی۔

"چلو ٹھیک ہے۔۔ میں آجاؤں گا" یہ کہتے ہی وہ واپس مڑ گیا۔

کمرے کی کھڑکی کے سامنے بیڈ پر وہ دونوں باپ بیٹی بیٹھے تھے۔بستر پر بیٹھے کھڑکی سے آسمان واضح نظر آتا تھا۔حوا کے بستر سے کھڑکی تک کا فاصلہ کم ہی تھا مگر درمیان میں ایک بڑا صوفہ آجاتا تھا۔کمرے میں داخل ہوں تو سب سے پہلے سامنے کھڑکی ہی نظر آئے گی جہاں سے وہ باہر جھانکتی تو گلی سنسان ہوتی۔اس گلی میں زیادہ تر خالی پلاٹس ہی تھے،اس کے گھر کے پیچھے بھی ایک ایسا ہی خالی پلاٹ تھا۔اب چونکہ سردی تھی تو وہ کم ہی چھت پر جاتی تھی ورنہ چھت پر چاند کو دیکھنا اور جگنوؤں کا مشاہدہ کرنا اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔اب وہ اپنی کھڑکی سے چاند کو دیکھتی تھی۔اس وقت وہ عبداللہ خان کے ساتھ بیٹھی چاند کو دیکھ رہی تھی۔آسمان پر آج ستارے بھی تھے۔ایک ستارا بالکل چاند کے ساتھ تھا۔چاند ستارے تکتے اپنے باپ سے مخاطب ہوئی

"ابو!"انھوں نے گردن موڑ کر ساتھ چوکڑی مار کر بیٹھی حوا کو دیکھا

"جی "!

"کیا ستارے نور ہوتے ہیں؟"لڑکی نے باپ کو دیکھا

"ہاں۔۔بجھ جانے والا نور۔۔تھوڑی دیر کا نور"ایک سحر زدہ آواز تھی اسے دھیمی ہلکی بجھ جانے والی روشنی سے کچھ اور بھی یاد آیا تھا۔۔

"ابو! آپ کو پتہ ہے جب میں چھوٹی ہوتی تھی تو چھت پر بہت سے جگنو آتے تھے۔ میں انھیں پکڑتی تھی اور ہتھیلی پر رکھ کر قید کر لیتی تھی۔۔ پھر تھوڑی دیر بعد کھولتی تھی اور اڑا دیتی تھی۔۔ لیکن شروع شروع میں مجھے لگتا تھا کہ یہ جگنو میری ہتھیلی پر گرم گرم جلتا ہوا محسوس ہو گا، وہ بالکل ایک چھوٹے شعلے کی طرح لگتا تھا، مجھے لگتا تھا یہ گرم ہو گا بالکل آگ کی طرح۔۔ مگر نہیں، میں نے غور سے جگنو کو دیکھا پھر مجھے پتہ چلا کہ اندھیرے میں روشنی پیدا کرنے کے لیے خود جلنا پڑتا ہے جیسے جگنو خود جل رہا تھا۔۔ وہ جل کر اپنے گرد اندھیرے مٹا رہا تھا۔۔ میں نے کافی دیر جگنو کو ہتھیلی پر رکھا اور میرے دل نے مجھ سے کہا کہ حوا! نور جلاتا تو نہیں ہے، نور کیلیے تو جلنا پڑتا ہے جیسے جگنو جل رہا تھا" وہ انھیں ہی دیکھ رہی تھی۔

وہ مسکرا دیے "تم تو بڑی سیانی باتیں کرتی ہو، اماں تمھاری ایسے ہی پریشان ہوتی ہیں "

وہ ہنس دی۔۔ وہ مسکراتے ہوئے اسے کچھ اور بھی بتا رہے تھے۔۔ باہر رات گہری ہو رہی تھی۔ ان کی آنکھیں ایک دوسرے جیسی تھیں۔ ہلکی بھوری!

سورج کی روشنی نے سارے جہان کو روشن کر رکھا تھا۔ صبح کے آٹھ بجنے والے تھے اور اس سفید کوٹھی میں جلدی مچی ہوئی تھی۔اسے سکول سے دیر ہو رہی تھی۔ سیڑھیوں سے اترتی وہ کچن کی طرف دیکھ رہی تھی جہاں آسیہ بیگم بی جان کے ساتھ بیٹھی تھیں

"امی۔۔۔میں جا رہی ہوں۔۔ سکینہ باہر انتظار کر رہی ہے" وہ گلا پھاڑ کر چلائی اور باہر دروازے کی طرف بڑھی۔

"ارے رک جا۔۔یہ لیتی جا" آسیہ بیگم بلند آواز میں بولتی ہوئیں باہر اس کی جانب بڑھیں۔وہ وہیں رک گئی۔

اور ٹیفن اس کے بیگ میں ڈال دیا۔

"دھیان سے جائیو!۔۔فی امان اللہ" وہی ماؤں والی فکر!

پھر وہ باہر نکلی اور تانگے پر سکینہ کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔

آہستہ آہستہ بالآخر وہ سکول پہنچ گئیں۔کلاس میں کافی شور تھا آخر لڑکیوں کی کلاس تھی۔ استانی صاحبہ ابھی تشریف نہیں لائیں تھیں۔لڑکیاں گپیں لگانے میں مصروف تھیں۔کلاس میں تین قطاریں بنی تھیں۔ایک انتہائی دائیں جانب،دوسری دیوار کے ساتھ انتہائی بائیں جانب اور ایک درمیان میں۔سکینہ اور حوا درمیانی قطار کے آخر میں بیٹھی تھیں۔وہ بھی

خوش گپیوں میں مصروف تھیں۔کلاس میں کرسیوں کی بجائے ڈیسک (بنچ) تھے۔ان کے آگے والے بنچ پر دو لڑکیاں بیٹھیں کسی بات پر بحث کر رہی تھیں۔ایک لڑکی نے پیچھے گردن موڑ کر ان دونوں کو گھورا اور پھر گردن آگے کر لی۔وہ چند لمحوں کے لیے چپ ہوئیں ایک دوسرے کو دیکھا مگر پھر باتیں جاری۔

"ایک بار میٹرک ہو جائے۔۔اللہ کی پناہ جو میں آگے پڑھ گئی تو"

بولنے والی حوا تھی اور سکینہ تھوڑی تلے ہاتھ کی مٹھی بنائے اسے غور سے سن رہی تھی۔

آگے والے بنچ پر بیٹھی ایک لڑکی نے رخ پیچھے موڑا اور حوا کے سامنے ہاتھ بڑھاتے ہوئے سلام لی۔

"السلام علیکم "!

ذرا سا مسکرائی بھی۔

"وعلیکم السلام!"جواب حوا نے دیا۔سکینہ بس سر ہلا گئی

پھر وہ سکینہ سے مخاطب ہوئی۔

"آپ دونوں سہیلیاں ہیں؟ "

Clubb of Quality Content

"الحمد للہ" سکینہ نے سادگی سے جواب دیا

وہ گندمی رنگ کی عام نقوش والی مگر کافی ہوشیار لڑکی لگتی تھی۔

"میری دوست بنو گی؟" اس نے دوبارہ حوا کے سامنے ہاتھ بڑھایا۔اس سے پہلے کہ حوا اپنا ہاتھ بڑھاتی سکینہ نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھا اور بولی

"ہم دونوں کافی ہیں۔۔جب ہمیں لگے گا کہ آپ کی ضرورت ہے تو ہم ضرور آپ کو آگاہ کریں گے" بمشکل مسکرائی

نرم مگر تنبیہی انداز۔حوا نے سکینہ کو گھورا مگر اس نے ایک مسکراہٹ سے معاملے کو سنبھال لیا۔

استانی صاحبہ جماعت میں تشریف لائیں۔ادب سے سب کھڑے ہوئے،اجازت طلب کی اور پھر بیٹھ گئے۔

"تم نے یہ کیوں کیا؟" اس نے سرگوشی کی تھی۔

وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکی

"ہر کسی سے یونہی منہ اٹھا کر دوستی نہیں کرتے حوا" جواب میں سکینہ نے بھی سرگوشی ہی کی تھی

"ہاں مگر وہ اچھی لڑکی ہے" اس نے دلیل پیش کی۔

"پہلی ملاقات میں ہم انسان کی فطرت کا اندازہ نہیں لگا سکتے"

"تو کیا وہ بری لڑکی ہے؟ "

وہ عاجز آ گئی۔ایک گہری سانس خارج کی اور بھوری آنکھوں والی کو دیکھا

"حوا۔۔انسان اچھا برا نہیں ہوتا۔۔بس کچھ انسان ہماری فطرت کو بھاتے ہیں اور کچھ نہیں" بڑے تحمل سے بولی تھی۔سامنے میز کے پاس کھڑی استانی صاحبہ کچھ بول رہی تھیں۔

وہ کچھ اور پوچھنے ہی والی تھی کہ سکینہ نے بات کاٹ دی "زیادہ نہیں سوچو۔۔چھوٹا سا دماغ ہے تمھارا" اس نے انگشت شہادت سے اس کی کنپٹی کو چھوا "انگریزی کیسے پوری آئے گی؟" وہ دونوں مسکرا دیں اور پھر انگریزی کی کتاب نکال کر پنسل پکڑے کتاب پر جھکیں وہ استانی صاحبہ کو سننے لگیں

عبداللہ خان اکثر رات کو دیر سے گھر آتے تھے۔ معمول کے مطابق وہ آج بھی دیر سے ہی گھر آئے۔ آسیہ بیگم نے کھانا گرم کیا اور کمرے میں لے گئیں۔ دونوں اب پلنگ پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔ کھانا شروع کیا۔ روٹی کا ایک لقمہ توڑا۔

"کیسا رہا دن آپ کا؟" آسیہ نے بات شروع کی۔

"مصروف" انھوں نے پانی کا گلاس پکڑا اور لبوں کو لگایا

پھر ایک خاموشی۔

"وہ۔۔ مجھے آپ سے بات کرنی تھی۔۔ ضروری" انگلیاں مروڑتے ہوئے بولیں۔ وہ کچھ نروس سی تھیں۔

"کس بارے میں؟" لقمہ شوربے میں ڈبویا اور پھر منہ میں ڈالا۔

نظر آسیہ بیگم کے چہرے پر ڈالی۔ وہ انھیں ہی دیکھ رہی تھیں۔

"سمیرا بھابھی نے پھر سے بات کی ہے "

ایک لمحے کی خاموشی۔ کئی سانسیں حائل تھیں۔ وہ رک گئے۔ آسیہ بیگم کو پھر نظر اٹھا کر دیکھا۔ وہ بیڈ شیٹ کو ناخن سے کرید رہی تھیں

"پھر۔۔۔ کیا کہا تم نے؟" دوبارہ کھانے کی طرف متوجہ ہوئے

"میں نے کہا آپ سے پوچھ کر بتاؤں گی" اب بھی ان کی نظریں جھکیں تھیں۔

"ہوں!" لقمہ منہ میں ڈالا اور چبایا

اب کی بار آسیہ بیگم کی نظر ان کے مطمئن چہرے پر پڑی۔ جھکا ہوا چہرہ۔

"تم کیا کہتی ہو؟ "

"ابراہیم اچھا لڑکا ہے۔ ہمیں انکار نہیں کرنا چاہیئے۔" آخر انھوں نے اپنے دل کی بات کہہ دی۔

"اچھا لڑکا ہے۔۔ مگر میری بیٹی ابھی نادان ہے۔۔ اسے زندگی کے نشیب و فراز کا نہیں پتہ۔۔ لوگوں کے بدلتے رویوں اور زندگی کے بدلتے رنگوں سے وہ بے خبر ہے" انھوں نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا۔ پانی پیا۔

"آپ کیوں پریشان ہوتے ہیں۔۔ اپنے ہی گھر تو جا رہی ہے وہ "

"بعد میں انگلیاں بھی اپنے ہی اٹھاتے ہیں اور طعنے بھی اپنے ہی دیتے ہیں "

آسیہ بیگم نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"ابھی صرف نکاح کا کہہ رہے ہیں وہ" انھیں معلوم تھا عبداللہ خان نہیں مانیں گے۔

اب کے تھکی تھکی سی بولیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میٹرک کرلے وہ۔۔پھر سوچیں گے "آخری لقمہ لیا

ان کا انداز حتمی تھا۔

"مگر۔۔"

"انتظار کر سکتے ہیں تو کرلیں۔۔ورنہ میری بیٹی کے نصیب میں جو ہو گا اسے مل کر رہے گا "

وہ کھانا ختم کر چکے تھے، پاس پڑے کپڑے سے ہاتھ صاف کیے۔ کھڑے ہوئے، قمیض ٹھیک کی۔ ساتھ۔ بیٹھیں آسیہ بیگم کے فکر مند چہرے کو دیکھا۔

"تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔۔اللہ پر چھوڑ دو۔۔۔تم اپنا کام کرو وہ اپنا کام کرے گا "

وہ مسکرائیں اور عبداللہ خان کو دیکھا "ہوں "اثبات میں سر ہلا کر رہ گئیں

"میں ذرا حوا کے پاس سے ہو کر آیا۔۔دیر ہو جاتی ہے پھر انتظار کرتی رہتی ہے "

اور پھر وہ چلے گئے۔ وہ سامنے دروازے پر نظریں جمائے کافی دیر دیکھتی رہی۔

معمول کی طرح سکول میں گہما گہمی تھی۔ مسلسل تین گھنٹے پڑھنے کے بعد اب انھیں بریک ہونے والی تھی مگر وقت تھا کہ گزر ہی نہیں رہا تھا۔ سامنے ٹیچر بولے جا رہی تھی مگر اسے کیا۔۔ وہ تو بے زار سی بیٹھی تھی

"یار۔۔ یہ گھنٹی بجانے والا کہیں سو گیا ہے کیا؟ "

دبے دبے لہجے میں بولی۔ حوا کے اکتائے ہوئے مزاج پر سکینہ دبا دبا ہنسی۔

"بھوک لگ رہی ہے تمھیں؟" ایک سرگوشی تھی

وہ دونوں بظاہر اپنی کتابوں پر دیکھ رہی تھیں مگر ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں۔

"بہت زور سے" پیٹ پر ہاتھ رکھے بولی

ساتھ بیٹھی سکینہ نے دانتوں تلے ہونٹ دبایا اور ہنسی روکی۔ حوا صبح ناشتہ کم ہی کر کے آتی تھی اور پھر اس کا یہی حال ہوتا تھا

"حوا۔۔ مجھے تم ایسے بہت اچھی لگ رہی ہو" اس نے کتاب کے صفحے پر لکھا اور کتاب اس کی طرف کی۔ اس نے دیکھا اور منہ بسور لیا

بریک کی گھنٹی بجی۔ مس سائمہ نے کتاب بند کی اور کلاس سے چلی گئیں۔

"آہ۔۔شکر ہے"اس نے سامنے ڈیسک پر سر جھکا دیا پھر جلدی سے کتاب اپنے پیچھے رکھے بستے میں ڈالی اور بیگ سے ٹفن نکال کر باہر کو بھاگی۔پیچھے سکینہ تھی۔

وہ دونوں ایک درخت کے نیچے بیٹھی تھیں۔ایک دن حوا ٹفن لے کر آتی تھی اور ایک دن سکینہ۔وہ دونوں بچپن کی سہیلیاں تھیں اور مل بانٹ کر کھاتی تھیں۔آج حوا کی باری تھی اور وہ انڈہ روٹی لائی تھی جسے وہ دونوں باتیں کرتی کھا رہی تھیں۔

وہ حوا کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی۔

"کیسی ہو؟"اس کے ہاتھ رکے اور چلتی ہوئی زبان بھی۔یک نظر سکینہ کو دیکھا

"ٹھیک ہوں "

لڑکی نے ایک نظر سکینہ کو دیکھا"تم بھی ٹھیک ہو؟ "

"الحمد للہ"جواب دوٹوک تھا۔

اب باری حوا کی تھی،اس نے ٹفن پر ڈھکن رکھا"تم کیسی ہو؟ "

"میں بھی اچھی ہوں"لڑکی مسکرائی تھی

پھر ایک خاموشی۔ایک عجیب سا ماحول ہوا تھا جیسے بن بلائے مہمان کے اچانک آ جانے پر ہوتا ہے۔

اس نے گود میں رکھا اپنا ٹفن کھولا اور آگے کیا "یہ دیکھو۔۔میری امی نے آج کچھ نیا دیا ہے کھانے میں۔۔۔چکھ کر بتاؤ کیسا ہے؟" حوا کے سامنے اس لڑکی کا ٹفن کھلا تھا

مگر وہ ہاتھ بڑھاتے ہچکچا رہی تھی۔ٹفن میں شاہی ٹکرے تھے۔اس نے ایک ٹکڑا اٹھایا اور اسے آدھا کیا۔آدھا سکینہ کو دیا اور آدھا خود کھایا۔

"اچھا ہے!" چباتے ہوئے مسکرائی تھی

لڑکی بھی مسکرائی، پھر ٹفن پر ڈھکن دیا۔

"چلو میں کل تم دونوں کے لیے بھی بنوا کر لاؤں گی "

"نہیں۔۔۔بہت شکریہ "سکینہ نے فوراً منع کر دیا

"ایسے کیسے۔۔۔میں تو لاؤں گی" وہ بے تکلف ہوتی جا رہی تھی

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔۔ہم دونوں جو گھر سے لاتی ہیں وہ ٹھیک ہے۔۔آپ کا شکریہ۔۔اللہ آپ کو اس کا اجر دے "

لڑکی منہ بنا کر بیٹھ گئی (بن بلائی مہمان اور اوپر سے نخرے، عجیب!)

سکینہ نے ٹفن پکڑا، پھر حوا کا ہاتھ پکڑا اور کھڑی ہوئی۔

"تم بہت اچھی ہو ماریہ۔۔۔ مگر برے ہم بھی نہیں ہیں۔۔ ہمیں ضروری کام ہے سو پھر ملاقات ہوتی ہے" بولنے والی سکینہ تھی۔ وہ دوٹوک بات کرنے والوں میں سے تھی۔

اور وہ وہاں سے چلی گئیں۔ زیادہ صبر نہیں ہوا اور بالآخر حوا بول پڑی

"تمھیں وہ اچھی نہیں لگتی؟" وہ سکینہ کے اس رویے پر تھوڑی حیران تھی۔

"ایسی بات نہیں ہے" اس نے کندھے اچکائے۔

"مجھے ایسا لگتا ہے"

وہ چلتے چلتے بات کر رہی تھیں۔ ارد گرد شور تھا، بریک ختم ہونے والی تھی۔۔ وہ سکول کے بڑے سے گراؤنڈ کے بیچ و بیچ تھیں

"بس مجھے اس کے آس پاس ہونے سے تھوڑا عجیب لگتا ہے"

ایک خاموشی۔ اسے سکینہ کی بات عجیب لگی

"پتہ نہیں۔۔۔ میں نے کبھی غور نہیں کیا" پھر حوا نے بات کا آغاز کیا۔

"ہوں۔۔ ہم چار دیواری میں رہنے والی لڑکیاں ہیں۔۔ بہت احتیاط کرنی پڑتی ہے جب ہم باہر نکلتے ہیں تو۔۔ بھائی کہتے ہیں۔۔ دنیا ہمارے گھر اور ماں باپ کی طرح نہیں ہوتی"

سکینہ اب نارمل ہو چکی تھی

"اچھی بات کہی انھوں نے۔۔ مگر" اس نے کندھے اچکائے اور مسکرائی، سکینہ نے اسے گردن موڑ کر دیکھا

"تمھارے سر کے اوپر سے گزری ہے۔۔ہے نا؟" اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر وہ قہقہہ لگا کر ہنسیں۔

گھنٹی بجی اور آزادی کا وقت ختم ہوا۔

"اللہ۔ کتنا وقت ہے چھٹی میں؟" قدم کلاس کی جانب بڑھ رہے تھے

وہ بے زار ہوئی۔ بس رو دینے کو تھی۔ سکول آ کر اسے ایک چھٹی اور دوسرا بریک کا ہی انتظار رہتا تھا۔

"حوا۔ تم کتنی پیاری باتیں کرتی ہو" وہ بمشکل ہنسی چھپائے ہوئے تھی۔ (اس کا منہ بنا ہوا تھا، اب ریاضی پڑھنی پڑے گی)

ہر طرف دن کی رونق تھی۔ سب اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ آسیہ بیگم چارپائی پر بیٹھیں کوئی جوڑا ٹانک رہی تھیں اور ساتھ ہی خالدہ تائی بھی بیٹھی تھیں۔

اقصیٰ درخت کے نیچے تخت پوش پر بیٹھی اپنی چھوٹی بہن کے بالوں کو تیل لگا رہی تھی اور پھر سر کی مالش بھی کر رہی تھی۔تب ہی باہر کا دروازہ بجا۔بی جان پاس ہی کیاری میں کام کر رہی تھی آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔سامنے سمیرا تھیں جنھوں نے ہاتھ میں مٹھائی کا ڈبہ پکڑ رکھا تھا۔

خالدہ بھابھی نے گردن موڑ کر دیکھا۔وہ انھیں کی طرف چلی آ رہی تھیں۔بی جان نے کمرے سے کرسی لا کر دی جس پر وہ بیٹھ گئیں۔

سلام دعا کے بعد انھوں نے مٹھائی کا ڈبہ کھول کر انھیں پیش کیا۔

"خیریت تو ہے سمیرا۔۔۔کس سلسلے میں مٹھائی لائی ہو؟۔۔کیا بیٹے کی بات پکی کر کے آئی ہو کہیں" بولنے والی خالدہ تائی تھیں اور ایک نظر ترچھی کر کے انھوں نے آسیہ بیگم کو بھی دیکھا۔

"خیر سے وہ بھی ہو جائے گا۔۔پر ابھی تو میرا بیٹا امتحان میں کامیاب ہوا ہے۔۔خیر سے ابراہیم کا نام چن لیا ہے ان لوگوں نے۔۔۔فوج کی طرف سے انٹرویو تھا،اللہ کا شکر ہے میرا بیٹا پاس ہو گیا "

وہ تو پھولے نہیں سما رہی تھیں۔آسیہ بیگم نے بھی مبارکباد دی اور منہ میٹھا کیا۔

خالدہ تائی تو منہ کھولے بیٹھی تھیں۔ بالکل حیران سی

ایک گلاب جامن پکڑتے ہوئے بولیں "دیکھ لو سمیرا۔۔بیٹا تمھارا اپنے دادا کے نقشِ قدم پر چل پڑا ہے۔۔اللہ خیر کرے" یہ طنز تھا یا تنبیہ، وہ سمجھ نہیں سکیں

انھوں نے بات سنی ان سنی کر دی۔ پھر بی جان کو آواز دے کر ڈبہ پکڑا دیا اور کچھ پیسے بھی۔

"مجھے تو پہلے ہی پتہ تھا۔۔ہمارا بیٹا تو ہے ہی ذہین۔۔پورے گاؤں میں ہے کوئی ابراہیم جیسا۔۔اللہ نظر سے بچائے" بی جان تو مسکراتے ہوئے دعائیں دے رہی تھیں

اور وہ مسکراتے ہوئے کمرے میں چلی گئیں۔

"حوا کہاں ہے؟" انھوں نے ادھر اُدھر دیکھا، پھر سامنے بیٹھیں آسیہ بیگم کو

"وہ سکول گئی ہے۔۔مگر ہم ادھر ہی ہیں" بولنے والی ثمر تھی۔۔وہ بال باندھتے ہوئے ان کی طرف آ رہی تھی

اقصیٰ تو سمیرا کے آتے ہی اندر چلی گئی۔

"ہاں ہاں۔۔سکینہ کے ساتھ گئی ہے۔۔۔بس ایسے ہی بھول گئی" انھوں نے ماتھے پر ہاتھ مارا پھر خود ہی مسکرا دیں

چارپائی پر بیت سے جوڑے بکھرے تھے، وہ آسیہ بیگم اور خالدہ تائی کے ساتھ باتوں میں مصروف ہو گئیں۔

ثمر کمرے کی جانب بڑھی یقیناً مٹھائی لینے گئی تھی۔اس کا بھی تو حق بنتا ہے نامنہ میٹھا کرنے کا!

شام کے وقت سورج ڈھلنے کو تھا۔وہ اپنے کمرے میں صوفے پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔دستک ہوئی "بھائی! آجاؤں؟" سکینہ کی آواز تھی۔۔

نظریں کتاب پر ہی جمی رہیں "ہوں! آجاؤ "

اور وہ اندر آکر اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔ایک نظر کتاب سے ہٹائی اور اسے دیکھا۔اس کے ہاتھ میں ایک خاکی لفافہ تھا۔جسے اس نے بے نیازی سے پکڑا ہوا تھا۔ابراہیم کو دیکھتی لفافے کو پنکھے کی طرح جھلتی ہوئی ہوا لے رہی تھی

"کب آیا یہ؟" کتاب کا صفحہ پلٹا۔

"تھوڑی دیر پہلے۔۔ظہر کے وقت" جواب دیتے ہوئے صوفے پر اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"ہوں!"اس نے بس سر ہلایا، نظریں ہنوز کتاب پر جمی تھیں۔

پھر کتاب بند کی اور ساتھ ہی رکھ دی۔ہاتھ آگے بڑھایا"لاؤ دو"اس نے خط اس کی جانب بڑھایا

بھیجنے والے کا نام پڑھا"دادا نے بھیجا ہے"اور ایک مسکراہٹ تھی۔لفافے کو الٹ پلٹ کر دیکھا۔

ارد گرد کی دیواروں کو تکتے ہوئے وہ معصوم بنتی ہوئی بولی"مجھے لگا کسی لڑکی کا آیا ہو گا۔۔کسی شہزادی کا۔۔۔ہمارے شہزادے کے نام۔۔اس کی یاد میں"ہاتھ کی پشت ماتھے پر رکھی

ابراہیم نے نگاہ اٹھائی اور سنجیدہ ہو کر دیکھا۔وہ منہ پر ہاتھ کر ہنسی۔

"باز آجاؤ تم"وہ پھر اس لفافے کی طرف متوجہ ہوا،اسے اوپر سے چاک کیا

"کیا ہو گیا ہے بھائی"اٹھی، تکیہ پکڑا اور اس کے ساتھ جا بیٹھی۔"اب میں مذاق بھی نہ کروں "

اس نے آنکھیں ترچھی کر کے دیکھا۔

"مذاق۔۔کچھ زیادہ ہی نہیں تیز ہو رہی تم"

"اب ایسی بھی بات نہیں ہے"وہ تکیہ گود میں رکھ کر بیٹھ گئی

اس نے لفافے میں سے ایک سفید کاغذ نکالا اور خط پڑھنا شروع کیا۔

لختِ جگر ابراہیم خان کے نام!

بہت بہت مبارک ہو۔ تمھارے نتیجے کے بارے میں پتہ چلا تو مجھے اپنا آپ آسمان پر محسوس ہوا، مجھے تم پر فخر ہے اور تم میرا مان ہو۔ یوں لگتا ہے کتنی ہی دیر ہو گئی تمھیں دیکھا نہیں۔ پہلی فرصت میں لاہور آ جاؤ۔ آگے کیا کرنا ہے دونوں بیٹھ کر سوچیں گے۔

والسلام

تمھارے دادا

عبدالرحمن غازی

خط پڑھ کر ایک خوشی سی چہرے پر پھیل گئی۔

"کیا ہوا؟۔۔ کب جا رہے ہیں آپ؟" سکینہ چہرے کے تاثرات دیکھ کر بولی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"پتہ نہیں۔۔ مگر جانا ہے" وہ بہن کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ نظر ابھی بھی خط پر ہی تھی

سکینہ نے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھے "میرے اللہ! خوشی دیکھو ان کی۔۔ جیسے"

"جیسے کچھ نہیں۔۔۔" اس نے بات کاٹ دی۔ وہ اپنی بہن کی شہزادے شہزادی والی مثال

سے بخوبی واقف تھا۔ وہ اب پھر اسے کسی شہزادی منسوب کرنے والی تھی۔ لڑکی نے کندھے اچکائے اور مسکرا دی۔

" چالاکو ماسی!" سکینہ کو دیکھتے ہوئے شرارتا بولا۔ وہ خط لفافے میں دوبارہ ڈال رہا تھا

"امی کو میں بتاؤں یا"...

"میں بتا دوں گا۔۔" اس نے سکینہ کی بات کاٹی اور اٹھ کر باہر چلا گیا۔

اس نے صوفے پر پڑا لفافہ پکڑا، خط نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔

"لختِ جگر ابراہیم خان کے نام"!

---

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صحن میں کافی رونق لگی ہوئی تھی۔آج خیر سے ثمر اور اقصیٰ بھی اپنے کمرے سے نکل کر باہر برآمدے میں بیٹھیں عظمت بوا کے لائے ہوئے کپڑے دیکھ رہی تھیں۔تائی جان کی کسی بات پر بوا سے بحث جاری تھی۔

"لال جوڑا اچھا لگا ہے مجھے۔۔یہ لوں گی میں۔۔۔مگر تم پیسے بہت لے رہی ہو بوا۔۔۔دینے والی بات کرو"وہ مسلسل بحث کر رہی تھیں۔

"نہ بھئی۔۔میں تو ایک روپیہ کم نہ کروں گی"چارپائی کے ساتھ موڑھے پر بیٹھیں بوا منہ کے زاویے بگاڑتے ہوئے بولیں۔

سفید قمیض کے گلے پر ہلکی پھلکی گلابی رنگ کی کڑھائی ہوئی تھی۔تھوڑی سی آستینوں اور دامن پر بھی کڑھائی تھی۔وہ قمیض بہت سادہ اور خوبصورت تھی۔نیچے سفید شلوار اور ساتھ

رنگ برنگا دوپٹہ۔حوا کی نظر اسی پر ٹھہر گئی۔وہ چارپائی پر بیٹھیں آسیہ بیگم کے ساتھ کھڑی تھی۔اس نے قمیض پکڑی اور ماں کی طرف بڑھائی۔

"امی۔۔یہ لے لیں "

آسیہ بیگم نے قمیض پکڑی۔تھوڑی سادہ لگی۔

"حوا۔۔۔سادہ لگ رہی ہے بہت"وہ قمیض کو آگے پیچھے سے دیکھ رہی تھیں۔

"اماں۔۔۔مجھے اچھی لگ رہی ہے"وہ بضد تھی۔ثمر کے کان کھڑے ہوئے۔

"واہ چچی! سفید رنگ۔۔میرا پسندیدہ ہے"اور اس نے یہ کہتے ہی قمیض آرام سے ان کے ہاتھ سے لے لی۔

حوا کا دل بھر آیا۔پھر ڈھیروں غصہ آیا۔بس نہیں چلا اس کا ورنہ دل تو کر رہا تھا کہ ابھی اس سے کھینچ لے۔اقصیٰ تو جیسے اس سارے تماشے سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔گھر میں حوا اور ثمر کے درمیان یہ ہوتا رہتا تھا۔

"ہاں! تمھیں اچھا لگے گا ثمر"اقصیٰ نے بھی اپنا حصہ ڈالا۔وہ قمیض ہاتھ میں پکڑے خالدہ بھابھی کے ساتھ چارپائی پر بیٹھی تھی۔

"مگر یہ پہلے میں نے پسند کیا تھا"حوا بس رو دینے کو تھی۔

"پسند کا کیا ہے؟اب مجھے پسند آ گیا۔۔میرا ہو گیا"ڈھٹائی سے شانے اچکائے۔وہ اپنی ماں کے ساتھ حوا کے مقابل کھڑی تھی۔دونوں کے درمیان چارپائی تھی۔

حوا خاموش ہو گئی اور بس رونے والے تھی۔حوا کی معصوم شکل پر عظمت بوا کو ترس آ رہا تھا

"حوا۔۔میری جان تمھارے لیے میں اور کپڑے لائی ہوں"وہ بڑی خوش اخلاقی سے بولی تھیں۔عظمت بوا اکثر ان کے گھر آتی جاتی رہتی تھیں۔وہ اور ان کی بیٹی کپڑے ٹانکتی تھیں اور اسی طرح محلے میں مختلف گھروں میں جا کر خواتین کو بیچ دیتی تھیں۔جو بچ جاتے تھے انھیں بازار لے جاتی تھیں

زمین پر چارپائی کے ساتھ لگا ایک تھیلا اٹھایا اور کھولا۔

"سفید رنگ ہی کیوں۔۔ہر رنگ جچتا ہے میری بیٹی پر"وہ اب مختلف کپڑے نکال کر چارپائی پر رکھ رہی تھیں۔

حوا کے گلے میں اٹکے آنسو کہیں غائب ہو گئے۔پھر سے مطمئن سی ہو کر کپڑے دیکھنے لگی۔

"اتنے پیارے ہیں یہ سب۔۔دل کر رہا سب ہی لے لوں"ثمر پھر سے شروع ہو گئی

"ہاں لیکن اس بار تم اپنا دل سنبھال کر رکھو گی" وہ بھی حوا تھی۔ بڑے ہی آرام سے وہ چارپائی پر پڑے کپڑے کھنگال رہی تھی، ایک نظر اٹھا کر ثمر کو دیکھا جیسے تنبیہہ کی ہو۔

خوبصورت ہلکے گلابی رنگ کی قمیض تھی جس پر سفید رنگ کے پھولوں سے کڑھائی ہوئی تھی، بوا نے نکال کر حوا کو دیا تو وہ مسکرا دی۔

"یہ لوں گی میں" آسیہ کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اور بھی دیکھ لو۔۔ایک ہی لو گی بس" بوا بولیں۔

اقصیٰ نے ایک نظر ثمر کو دیکھا اور آنکھوں سے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔۔ ثمر تو جیسے جل بھن گئی۔اس کا بس نہیں چلا جو سفید قمیض اس نے ہاتھ میں پکڑ رکھی تھی وہ حوا کے سر پر دے مارتی

ایک دو اور سوٹ پسند کیے اور پھر کچھ دیر بعد بوا چلی گئیں۔ لڑکیوں نے اپنے پسندیدہ کپڑے لیے اور کمروں میں چلی گئیں۔

"اتنے بھی کوئی خاص نہیں تھے اس کے کپڑے" ثمر اکتا کر بولی

صوفے پر پھینکنے کی صورت میں قمیض رکھی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔

Clubb of Quality Content

"ہاں مگر۔۔۔مر تو تم ایسے رہی تھی جیسے نہ ملے تو مر جاؤ گی" اقصیٰ کہتی ہوئی بیڈ پر بیٹھ گئی۔ساتھ اپنی قمیض تہہ کرنے لگی جو ابھی ابھی باہر سے لائی تھی

اس نے ایک نظر آئینے میں ثمر کے عکس کو دیکھا اور پھر الماری کی طرف بڑھی، کپڑے اندر گھسائے "ویسے تمھارا دل بھی اسی چیز پر آتا ہے جس پر اس کا دل آتا ہے" تپانے والے انداز میں بولی تھی۔پھر واپس بستر پر آ بیٹھی۔وہ خاموش رہی کچھ بھی نہ بولی

کچھ تھا جو اس کے اندر جل رہا تھا۔حوا نے کپڑے گول مول کیے بڑے پیار سے اپنی الماری میں گھسا دیے اور پھر جمی کے پاس زمین پر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"جمی "!

ہاتھ سے اس کی پشت سہلانے لگی

"" تیاری کہاں تک پہنچی ہے تمھاری؟

اس وقت وہ کمرے میں کرسی پر بیٹھی سامنے کتاب رکھے کسی چیز کو رٹا لگا رہی تھی۔

ابراہیم باہر سے آیا اور پاس ہی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔یہ صبح کے نو دس کا وقت تھا۔

"اچھی ہے۔۔۔دو تین ہفتے ہی رہ گئے ہیں بھائی "

"ہوں" اس نے سکینہ کے ہاتھ سے کتاب لے لی۔انگریزی مضمون کو رٹا لگاتی سکینہ کے رنگ اڑے۔

"بھائی! ابھی مت سننا مجھ سے۔۔ابھی تو میں یاد کر رہی ہوں" رونی صورت بنائے بولی۔

اس نے صفحے پلٹتے ایک نظر اٹھا کر اپنی بہن کو دیکھا اور پھر نظریں دوبارہ کتاب پر مرکوز کر لیں "مرونہ۔۔نہیں سنتا کچھ "

"اوہ شکر" اس نے سکھ کا سانس لیا اور کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے۔

"ریاضی کی تیاری کیسی ہے؟" ابھی بھی نظریں کتاب پر ہی تھیں۔

"کچھ خاص نہیں ہے۔۔مجھے لگتا ہے مر کر پاس ہوں گی "

اس نے کتاب کو پھینکنے کی سی صورت میں میز پر رکھا "اتنے برے حالات ہیں؟ "

"ہوں" انتہائی مایوسی سے بولی "میں تو پھر بھی مر کر پاس ہو جاؤں گی مگر حوا۔۔وہ تو شاید مر ہی جائے" اس نے ٹانگ پر ٹانگ جمائی

کچھ تھا جو اس نے محسوس کیا تھا۔کچھ تھا جو سینے میں اسکے نام سے دھڑکا تھا۔بدلتے رنگ پر قابو پاتے وہ بولا "تو اپنی دوست کو بولا کرو نا کہ۔۔۔اچھے سے پڑھا کرے" اس نے نظریں چرائیں۔کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا، سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"پڑھتی ہے۔۔بہت پڑھتی ہے مگر ہماری ٹیچر اچھی نہیں ہے۔۔وہ جس طرح سمجھاتی ہیں ہمیں سمجھ نہیں آتا۔۔ایک سوال سمجھاتی ہیں اور ایک سو سوال ہمیں خود کرنے کو دے دیتی ہیں۔۔بھائی آپ مجھے بھی تو سمجھاتے ہیں نا اسے بھی سمجھا دیا کریں" سکینہ نے کتاب میز سے پکڑ لی

وہ خاموش رہا۔"تمھیں میں سمجھاتا ہوں تم اسے سمجھا دیا کرو نا۔۔اس سے تمھیں زیادہ اچھا آئے گا" یہ اچھا مشورہ تھا اگر وہ عمل کرنا چاہے تو۔

اور پھر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔اس سے زیادہ اداکاری نہیں ہوتی اس سے۔وہ اکثر اپنے چچا کی بیٹی کے ذکر سے کتراتا تھا کیونکہ اس کے ذکر کے بعد وہ نارمل نہیں رہتا تھا۔

کمرے کی دائیں دیوار میں نصب الماری کی طرف بڑھا جس میں کتابیں ترتیب سے رکھی تھیں۔ایک کتاب نکالی اور سکینہ سے مخاطب ہوا۔

"میں چھت پر جا رہا ہوں۔تھوڑی دیر تک آؤں گا پھر تم سے سنوں گا" وہ نہیں سمجھا سکتا تھا کہ اس کی "سہیلی" کے ذکر پر اس کے بھائی کا دماغ کام کرنا بند ہو جاتا ہے۔

وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔سکینہ پھر کتاب پر جھک گئی،انگلیوں کے کڑاکے نکالتی رٹا لگانے لگی۔

صبح کے نو دس کا وقت تھا۔آسمان پر سورج کا پیلا نارنجی رنگ پھیل چکا تھا۔زمین پر چٹائی بچھائے وہ دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔یہ دیوار دونوں گھروں میں مشترک تھی۔دیوار انتہائی چھوٹی تھی۔اتنی چھوٹی کہ نیچے بیٹھے ہوئے اس کے سر سے تھوڑی سی اوپر تک آتی تھی۔اتنی چھوٹی کہ بندہ چھلانگ لگا کر اپنے ساتھ والے گھر کی چھت پر چلا جائے۔خیر وہ ٹیک لگائے ریاضی کا کوئی سوال حل کر رہی تھی۔اس کا جی بھی اس کے پاس بیٹھا تھا۔ہلکی دھوپ میں مست لیٹا ہوا۔وہ ایک سوال تھوڑا سا حل کرتی اور پھر کاٹ دیتی۔دو تین بار ایسا ہوا اور وہ چڑ گئی۔

"یا اللہ! جس نے یہ ریاضی بنایا ہے نا۔۔اسے تو کبھی جنت نہ بھیجنا۔۔اتنا مشکل!" دعا کی صورت میں ہاتھ اُٹھائے

اور پھر وہ رونے کے سے انداز میں بولی "کیا مصیبت ہے۔۔مجھ سے نہیں ہوتا" اس نے کاپی کے صفحے پر ایک بڑا سا کانٹا لگایا۔وہ عاجز آ گئی

اور کاپی کو اپنے ساتھ رکھ دیا۔دونوں ٹانگیں سینے سے لگائیں اور ان پر سر رکھ کر رونے لگی۔

دو منٹ بعد سر اٹھایا اور ساتھ پڑی کاپی بھی "یہ تو میں کر کے رہوں گی۔۔چاہے جو مرضی ہو جائے "نم آواز میں بولی اور پھر آنکھیں ہتھیلی سے رگڑ کر دوبارہ سوال حل کرنے لگی۔ٹیک چھوڑی اور چوکڑی مار کر بیٹھ گئی

تقریباً پانچ منٹ بعد خوشی سے بولی "ہاں دیکھو جمی! یہ کتنا آسان تھا نا بس میں اسے مائنس کر رہی تھی جبکہ پلس کرنا تھا۔۔میں بھی کتنی پاگل ہوں نا "اور پھر سکھ کا سانس لیا ایسے جیسے دنیا کا سب سے مشکل کام کیا ہو۔جمی اس کے کبھی دائیں تو کبھی بائیں چکر لگا رہا تھا۔

کاپی پر جھکی کچھ لکھتے ہوئے بولی "اچھا بابا! لاتی ہوں تمھارا دودھ۔۔پتہ ہے تمھیں بھوک لگی ہے "اور پھر وہ کاپی پینسل چٹائی پر رکھ کر کھڑی ہوئی۔جمی کو جھک کر پچکارا اور نیچے چلی گئی۔

وہ حوا کا بلا تھا۔ٹک کر کہاں بیٹھ سکتا تھا۔یہ دیوار پر چڑھا اور وہ ساتھ والی چھت پر چھلانگ لگا دی۔دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھا سیاہ آنکھوں والا کتاب پڑھتے ایک دم چونکا۔پھر اس نے کتاب بند کی، چوکڑی ماری اور اسے پکڑ لیا۔

اسے گود میں بٹھایا اور پچکارنے لگا" تمھاری ماں لکن ابھی آئے گی اور تمھیں نہ دیکھ کر پریشان ہو جائے گی۔۔پہلے ہی اسے ریاضی نے پریشان کر رکھا ہے تم پریشان نہ کرو اور اچھے بچوں کی طرح واپس چلے جاؤ "

جتنی دیر میں ابراہیم اسے واپسی کے لیے منا رہا تھا اتنی دیر میں حوا چھت پر آ گئی۔

"جمی۔۔کہاں ہو تم؟"اس کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

ایک جھٹکا کھا کر وہ سیدھا ہوا اور گردن موڑ کر پیچھے دیوار کو دیکھا اور پھر ہاتھوں میں پکڑے جمی کو۔

"ابھی تو یہیں تھا۔۔کہاں گیا؟ "

ہاتھ میں دودھ کا کٹورا پکڑے وہ پھر سے آوازیں دینے لگی۔اس نے چٹائی پر کٹورا رکھ دیا اور پھر سیڑھیوں کی جانب جھک کر آواز دی"جمی! نیچے ہو؟"

ابراہیم کھڑا ہوا۔یوں کہ حوا کی پشت اس کی طرف تھی۔اس سے پہلے کہ وہ جمی کو اس کی چھت کی طرف بھیجتا حوا نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔

"جم۔۔۔"اور آواز وہیں رک گئی۔ساری کائنات وہیں تھم گئی۔وہ بس دیکھتا اور دیکھتا رہ گیا۔حوا بھی یک ٹک اسے دیکھتی رہ گئی۔سادہ سیاہ شلوار قمیض،سیاہ دوپٹہ سر سے ڈھلکتا ہوا

جس میں سے بالوں کی چند لٹیں اس کے گلابی سفید چہرے کے ارد گرد جھول رہی تھی۔
بھوری آنکھوں میں حیرانی تھی۔چند لمحے سحر کے!

"حوا۔۔بیٹے نیچے آؤ۔۔سکینہ آئی ہے "

آسیہ بیگم کی آواز نے لمحوں کا فسوں توڑا۔

"یہ۔۔۔وہ۔۔یہ میری طرف آگیا تھا"اس کا دل بے اختیار دھڑکا، بمشکل تھوک نگلا۔۔
وہ اس کے سامنے تھی اسے گھورتی ہوئی۔۔ابراہیم نے پہلے جمی کو دیکھا پھر حوا کو اور پھر اس نے جمی کو اس کی چھت پر چھوڑ دیا۔

جمی بھاگ کر حوا کے پاس آیا اور اس نے جھک کر اسے پکڑ لیا اور پھر فوراً نیچے بھاگ گئی۔وہ وہیں کھڑا رہا۔پھر مسکرایا اور دوبارہ بیٹھ گیا۔دیوار سے ٹیک لگالی اور آسمان کو گھورنے لگا۔
کتاب اس کی گود میں پڑی رہ گئی۔جمی کے دودھ کا کٹورا چٹائی پر ہی تھا۔۔

عشاء کے بعد وہ اپنے کمرے میں بستر کے پاس کھڑا اپنی الماری سے چند ایک سوٹ نکال کر اپنے سفری بیگ میں ڈال رہا تھا۔اپنے کام میں مگن تھا تبھی دروازے پر دستک ہوئی۔ایک

سوٹ کو بیگ میں رکھتے ہوئے مصروف انداز میں اس نے اجازت دی۔وہ اس دستک کو پہچانتا تھا

"آجاؤ "!

سکینہ اندر داخل ہوئی اور سامنے بیڈ پر پڑے بیگ کو دیکھتے ہوئے بولی "آپ کہیں جا رہے ہیں؟ "

"ہوں" وہ بیڈ کے کنارے کھڑا اپنے جوتے صاف کرنے لگا جنھیں اس نے الماری کے نچلے خانے سے نکالا تھا۔

"دادا کے پاس جا رہے ہیں؟"

"ہوں" اب دائیں جوتے کو جھک کر زمین پر رکھا، بائیں جوتے پر برش رگڑ رہا تھا۔

"امی سے پوچھ لیا" وہ کھڑے کھڑے ہی سوال کر رہی تھی۔

"ہوں "

وہ "ہوں ہوں" سے چڑ گئی۔

"کوئی اور بات بھی کریں نا۔۔ہوں ہوں ہی کر رہے ہیں بس آپ" وہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور اس کا بیگ دیکھنے لگی۔اس نے جوتے نیچے رکھے، ساتھ برش رکھا۔

وہ سینے پر بازو باندھے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مخاطب ہوا۔

"پہلے خود ہی سوال پوچھتی ہو، پھر خود ہی جواب دے دیتی ہو۔۔تو میں کیا کہوں؟"

"ہوں" اس نے ابراہیم کی نقل اتاری تھی اور اب وہ ہنس پڑی۔اس نے بس نفی میں سر ہلایا۔

انتہائی شرمیلے انداز میں بولی "میں آپ کو بہت یاد کروں گی" بار بار اس کے بیگ کی زپ کھول رہی تھی بند کر رہی تھی۔

ابراہیم مسکرادیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا "میری پیاری بہن! میری رخصتی نہیں ہو رہی۔۔نہ میں اپنے سسرال جا رہا ہوں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔۔کچھ دنوں تک واپس آجاؤں گا"

اور پھر وہ اس کے ساتھ ہی بیڈ پر بیٹھ گیا۔

"پھر بھی۔۔آپ میرے اچھے دوست ہیں۔۔دادا کو میرا اسلام کہیے گا اور اپنا خیال رکھیے گا" اور اس کے بازو سے اپنا سر جوڑ کر بیٹھ گئی۔جیسے حوا عبداللہ کے ساتھ بیٹھ جاتی تھی

"اچھا دادی اماں۔۔۔تم سوئی نہیں تھی ابھی؟" اس نے اس کے سر پر ہلکی سی چپت رسید کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں" پھر وہ کھڑی ہوئی۔

"جانے لگی ہوں۔۔شب بخیر" اس نے سینے پر ہاتھ رکھا اور ذرا سا مسکرا کر سر کو خم دیا۔

اور پھر وہ وہاں سے چلی گئی۔وہ مسکرایا تھا، پھر سانس خارج کر کے بکھرا سامان سمیٹنے لگا۔۔

معمول کے مطابق کلاس ہو رہی تھی۔سامنے انگریزی کی کتاب کھلی تھی اور حوا بار بار دانت نچلے ہونٹ پر جما کر جمائی روک رہی تھی۔

کتاب پر جھکی ترجمہ لکھتی اسے بہت نیند آ رہی تھی۔ساتھ بیٹھی سکینہ نے کتاب گود میں رکھی تھی، سر جھکائے قلم کتاب پر رگڑ رہی تھی۔

سامنے کھڑیں مس سائمہ نے نظریں کتاب پر جمائی ہوئی تھیں اور وہ تیز تیز بول رہی تھیں جب اس کے اگلے بنچ پر بیٹھی لڑکی ایک جھٹکے سے پیچھے مڑی اور حوا کی کتاب پر ایک چھوٹی پرچی رکھ دی۔اس کی نیند اڑ گئی، پرچی پکڑی اور ذرا سا نیچے کر کے تہیں کھولیں۔اندر کچھ لکھا تھا۔

"کیسی ہو جگنو؟ "

کلاس میں میڈم کیا بول رہی تھیں،اس کے ساتھ بیٹھی سکینہ اسے کیا کہہ رہی تھی۔۔

اسے سب بھول گیا تھا۔

"جگنو؟ "

اس نے بمشکل تھوک نگلااور پرچی دوبارہ تہہ کر کے مٹھی میں دبالی۔کتاب گود میں رکھی اوراس پر جھک گئی۔

چند لمحے بیتےاور سکینہ نے اس کی مٹھی کھول کر اندر سے پرچی لی اور کھولی۔اس کا دھیان بھی مس سائمہ اور انگریزی سے ہٹ چکا تھا۔۔چھوٹے صفحے پر لکھی تحریر دیکھ کر اس نے حوا کو گھورا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی،سکینہ دانت پیس کر رہ گئی۔۔

کچھ وقت بیتااور باہر گھنٹی بجی،اس نے سست روی سے کتاب پشت پر پڑے بستے میں ڈالی اور سیدھی ہوئی۔۔سامنے بیٹھی لڑکی نے کہنی اس کے بنچ پر رکھی تھی اور وہ مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھی

"کیسی ہو؟"وہ پھر حوا سے مخاطب ہوئی۔

حوا نے تھوک نگلا،جواب لڑکی کی توقعات سے برعکس تھا"تم نے مجھے جگنو کیوں بولا؟ "

سکینہ بھی ماریہ کو ہی دیکھ رہی تھی۔آج وہ دونوں باہر نہیں گئیں۔

ماریہ نے قہقہہ لگایا، پھر ایک سانس خارج کر کے نارمل ہوئی "ارے۔۔میں تو اور بھی بہت کچھ جانتی ہوں "

"مثلاً؟" بولنے والی سنجیدہ سی سکینہ تھی۔

"مثلاً" اس نے حوا کی طرف اشارہ کیا "تم حوا بنت عبداللہ ہو۔۔ تمھارے بلے کا نام جمی ہے" پھر سکینہ کو دیکھا "تم سکینہ ظفر ہو، تمھارے بھائی کا نام ابراہیم ہے "

وہ دونوں خاموش رہیں۔ پھر سکینہ بول پڑی

"اپنے کام سے کام رکھا کرو۔۔ تمھارے پاس ہم سے بڑے مسئلے ہونے چاہیئے" وہ بے رخ نہیں ہوئی تھی مگر لہجے میں تنبیہہ تھی

اور وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ ساتھ ہی حوا بھی کھڑی ہوئی، باہر کی طرف بڑھیں

"اب تو دوستی قبول کرو" پیچھے سے آواز آئی تھی

دونوں ایک ساتھ مڑی تھیں۔ پیچھے کھڑی لڑکی نے بازو سینے پر لپیٹے تھے

"پتہ ہے کیا۔۔ لڑکیاں اپنے کام سے کام رکھتی اچھی لگتی ہیں" سکینہ بول کر رکی نہیں چل دی۔

پیچھے کھڑی ماریہ نے کندھے اچکائے تھے۔

"وہ ہمیں کیسے جانتی ہے؟" درخت کے نیچے بیٹھی حوا نے ساتھ بیٹھی سکینہ سے پوچھا تھا

"وہ تمھارے اور میرے ابو کو جانتی ہے۔۔وہیں سے پتہ چلا ہو گا" پھر ایک خاموشی

"میں کہتی تھی نا کہ یہ لڑکی عجیب ہے "

حوا نے ایک سانس خارج کی "ٹھیک ہے۔۔آئندہ اس سے دور رہیں گے "

سکینہ صرف سر ہلا کر رہ گئی۔۔دونوں اب سامنے دیکھ رہی تھیں جہاں لڑکیاں پکڑن پکڑائی کھیل رہی تھیں

"جگنو تو مجھے شیخو کہتا ہے۔۔اسے کیسے پتہ؟" بھوری آنکھوں والی لڑکی ابھی تک سوچ میں گم تھی۔

ظہر کے بعد وہ لاہور کے لیے روانہ ہو گیا۔قریباً عصر کے وقت وہ لاہور پہنچا۔اس وقت وہ ایک چھوٹے سے دو منزلہ گھر کے سامنے کھڑا تھا۔گھر کے دائیں اور بائیں جانب اندر کی طرف چھوٹے باغیچے تھے۔درمیان میں بھورے رنگ کا دروازہ۔اندر سے باہر تک نظر آتے اونچے لمبے درخت اور چڑیوں کی چہچہاہٹ۔گلی میں خاموشی تھی۔کوئی اکا دکا لوگ آ

جارہے تھے۔ بازو لمبا کر کے ہاتھ بڑھا کر اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جواب ندارد۔ ابھی دوسری بار دروازہ بجانے ہی والا تھا کہ دروازہ کھل گیا۔ سامنے ایک ادھیڑ عمر آدمی تھا۔

"ارے ابراہیم بابا۔۔ آیئے اندر آیئے"!

سفید چھوٹی داڑھی والے نے پیچھے ہٹ کر اسے جگہ دی۔

ہاتھ اپنے سینے کے بائیں جانب لے گیا۔ ذرا سا جھک کر سر کو خم دیا

"سلام اکبر بابا! کیسے ہیں آپ؟"

"میں ٹھیک۔۔ آپ کا ہی انتظار کر رہے تھے۔۔ بڑے میاں نے کہا تھا ایک دو دن تک آپ آنے والے ہیں" خوش شکل اکبر بابا کے مزاج سے خوشی جھلک رہی تھی۔ ابراہیم نے ارد گرد نظر دوڑائی۔ پھر اکبر بابا سے مخاطب ہوا

"دادا اندر ہیں؟" ابرو اٹھایا۔

بازو لمبا کر کے اندر کی طرف اشارہ کیا۔ باغ میں ہلکی سنہری دھوپ پڑ رہی تھی۔ کلیوں کی مہک نتھوں سے ٹکرا رہی تھی۔

"جی جی۔۔۔ چلیں "

دروازہ بند کیا اور ابراہیم کے ساتھ اندر چل پڑے۔

لاؤنج میں داخل ہوتے ہی نظر سیدھی سامنے دو کمروں پر جاتی۔۔دائیں طرف ایک ڈرائنگ روم تھا جس کے ساتھ ذرا سا فاصلے پر ایک بڑا سا ڈائننگ ٹیبل تھا جس کے گرد کرسیاں تھیں۔بائیں جانب کچن تھا، جس سے چند فاصلے پر دیوار میں نصب ایک آتش دان تھا۔۔آتش دان پر بہت سی بیلک اینڈ وائٹ تصاویر لگی تھیں۔۔لاؤنج کے بیچ و بیچ ایک صوفہ سیٹ تھا۔۔بڑے صوفے کے ہتھ پر کہنی ٹکائے عبدالرحمن بیٹھے تھے۔اس کے قدموں کی چاپ سنتے ہی ٹانگ پر ٹانگ جمائے کتاب پڑھتے عبدالرحمن کھڑے ہو گئے۔

اس کے سامنے آتے ہی اسے دیکھ کر مسکرائے "ارے دیکھو تو کون آیا ہے..میرا بیٹا آیا ہے "

وہ آگے بڑھا اور ان سے گلے ملا۔ان کے بال ابھی بھی سیاہ تھے۔قلموں سے ذرا سر مئی تھے اور تراشیدہ مونچھوں والے وہ آج بھی فوجیوں والی دھاک رکھتے تھے۔

چھوٹتے ہی بولا "کیسے ہیں آپ؟"اپنے دائیں بائیں ہاتھوں سے اس نے ان کے دائیں بائیں بازوؤں کو تھاما ہوا تھا۔

"میں۔۔دیکھو تو جوان ہو گیا ہوں "دونوں ہنسے۔

انھوں نے ابراہیم کا ماتھا چوما، اس کے بائیں گال پر ہاتھ پھیرا "بہت دیر کر دی مہرباں آتے آتے "!

"بس دادا۔۔ کچھ مصروف تھا۔۔ اب آ گیا نا! "ان کا ہاتھ تھاما اور اسے چوما۔ وہ چند لمحے اسے بنا پلک جھپکے اسے دیکھتے رہے۔ اس نے کندھے سے بیگ اتارا اور دونوں صوفے پر بیٹھ گئے۔

"مہر بانو! قہوہ لاؤ۔۔ آج اس گھر میں پرانے مہمان آئے ہیں "

مہر بانو جو کہ بیس اکیس برس کی لڑکی تھی، کچن کے دہانے پر کھڑی دونوں کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔ جھٹ سے کچن میں چلی گئی۔ وہ اکبر بابا کی بیٹی تھی۔

ان کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ چہرے پر مسکراہٹ تھی اور وہ ابراہیم کو دیکھے جا رہے تھے۔

"سفر ٹھیک رہا؟ کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟ "

"نہیں دادا" ارد گرد نظر دوڑائی پھر انھیں دیکھ کر دھیما سا مسکرایا "لاہور تو میرا دوسرا گھر ہے۔۔ یہاں کیا پریشانی ہو گی" وہ سر ہلا کر رہ گئے

"آپ کو بہت یاد کیا میں نے۔۔آپ کیوں نہیں گاؤں آئے؟"اس نے ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا

انھوں نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں میں سے نکال لیا۔مسکراہٹ سمٹ گئی۔آنکھیں چرا لیں۔

"بس مصروفیات ہی ایسی تھیں کہ نہ آسکا "

"کون سی مصروفیات؟"ایک لمحے کا توقف "ہم سے بڑھ کو بھی کچھ ہے آپ کے لیے؟ "

انھوں نے کوئی جواب نہ دیا۔پھر مہربانو قہوہ لے آئی۔انھوں نے ایک پیالی خود لی اور ایک ابراہیم کو دی۔

"یہ وہی تمھارا پسندیدہ قہوہ ہے۔۔ادرک کا "

ایک گھونٹ بھرا اور بولا "میں ایک پیالی اور پیوں گا"اور پھر مسکرا دیا۔

"تم نہیں بدلے!"انھوں نے آگے بڑھ کر اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"جیسا باپ ویسا بیٹا!"اس نے شانے اچکائے۔۔وہ بس مسکرا دیے۔۔اس کے آنے پر عبدالرحمن ایسے ہی خوش ہو جاتے تھے۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اماں ویسے جیسے جیسے دن گزر رہے ہیں۔۔ سردی کم ہوتی جا رہی ہے۔۔ صبح صبح سردی ہوتی ہے اور پھر گرمی "

وہ ابھی ابھی سکول سے آئی تھی اور برآمدے میں پڑی چارپائی پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھی، ہاتھ میں پانی کا گلاس پکڑے کھانا بنانے میں مصروف آسیہ سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔اونچی آواز میں باتیں کر رہی تھی اور اپنے کمرے میں لیٹی ثمر اس کی باتوں سے بے زار آئی ہوئی تھی۔ پھر یکدم اٹھی اور تیزی سے باہر آئی۔ کمر پر ہاتھ رکھے حوا کے سامنے کھڑی ہوئی

اور دونوں بازو سینے پر باندھے مخاطب ہوئی

"دیکھو بی بی! صبح صبح اخبار آتا ہے اس گھر میں۔۔اپنا خبر نامہ بند کرو اور اپنے کمرے میں جاؤ۔۔ عجیب شور مچاتی ہو۔۔ٹرٹر زبان چلتی ہے تمھاری۔۔۔"انتہائی بے زار آئی ہوئی ثمر اسے گھور رہی تھی۔وہ پانی کا گلاس ہاتھ میں پکڑے گردن اٹھائے سامنے کھڑی ثمر کو دیکھ رہی تھی

اس سے پہلے کہ وہ اور کھری کھوٹی سناتی باہر کا دروازہ بجا۔دونوں نے اپنی نظریں دروازے پر مرکوز کر لیں۔بی جان دروازہ کھولنے کے لیے بڑھیں۔

"ارے رکو بھی بھیا۔۔بوڑھی ہڈیوں میں اب اتنی ہمت ہی کہاں ہے"اور انھوں نے دروازہ کھولا۔

سامنے کندھے پر تھیلا اٹھائے تقریباً بیس سالہ ایک گورا چٹا لڑکا کھڑا تھا۔

"ارے تو۔۔تو کب آیا"ایک بلند آواز تھی۔خوشی سے چہکتی آواز۔

"ارے بب۔۔بی جان،السلام علیکم!"ہاتھ ماتھے تک لے گیا اور بی جان کو دیکھ کر مسکرایا۔

بی جان نے اس کے سر پر پیار دیا اور وہ برآمدے کی طرف بڑھا۔

"ارے شیخو!تم۔۔۔"اس کی خوشی کا تو کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ایک دم کھڑی ہوئی،گلاس چارپائی کے نیچے رکھا اور فوراً سے اس کی طرف بڑھی۔

"شیخو!۔۔۔اللہ!تم آ گئے۔۔تم واقعی آ گئے"وہ دونوں ہاتھ اپنی دونوں گالوں پر رکھے خوشی سے چہک رہی تھی۔

اس نے تھیلا زمین پر رکھا اور حوا کو دیکھ کر کھل کر مسکرایا۔

بھورے گھنگریالے بکھرے بال، سفید رنگت، ہلکی بھوری آنکھیں بالکل عبداللہ جیسی، شلوار قمیض اور اوپر واسکٹ پہنے جھلا ہی لگ رہا تھا۔اس کے بال عام لڑکوں کی طرح ہی تھے مگر آگے سے ذرا زیادہ گھنگریالے تھے۔ پیچھے آتے آتے ذرا کم گھنگریالے ہو جاتے۔۔

"جگنو! تت۔۔ تم ابھی بھی اتنی کی اا۔۔۔اتنی ہی ہو "

مگر وہ کہتے ہیں نا اللہ نے کبھی بھی کسی کو مکمل نہیں بنایا۔ خوبی کے ساتھ خامی تو سب ہی میں ہوتی ہے۔ شیخوا گر خوبصورت تھا تو اس میں خامی یہ تھی کہ وہ بولتے وقت ہکلاتا تھا۔ ہکلاہٹ اس کی بچپن ہی سے تھی مگر شکل وصورت کے ساتھ ساتھ وہ دل کا بھی بہت اچھا تھا۔

"ہاں تو چھے مہینے میں کبھی کوئی بڑا ہوا ہے کیا؟" کمر پر ہاتھ رکھے وہ برجستگی سے بولی ۔۔اس کو بات بری گزری اور منہ بسور کر کھڑی ہو گئی۔

وہ ہنس دیا "ارے! مم۔۔ میں تو مم۔۔۔ مذاق کر رہا تھا "

ثمر نے سارا منظر دیکھا، اسے بچپن ہی سے شیخو سے چڑ تھی "پہلے ایک کم تھی کیا جو دوسرا بھی آ گیا۔۔ مصیبت!" بڑبڑائی اور پاؤں پٹخ کر اندر چلی گئی۔ آسیہ بیگم سارا حال دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔ان کے چہرے پر بھی ایک عجیب سی خوشی تھی۔

ہنڈیا پر ڈھکن دیا، اوپر ڈوئی رکھی اور باورچی خانے سے باہر نکلتیں آسیہ بیگم شیخو سے مخاطب ہوئیں۔

"ارے شیخو! بیٹے اندر تو آجا۔۔بیٹھ جا۔۔پانی شانی پی۔۔پھر باتیں کر لینا "

"ہاں چچ۔۔چھوٹی امی!" تھیلا ایک طرف رکھ کر وہ چارپائی پر بیٹھ گیا۔

حوا اس کے سامنے کھڑی تھی۔ شیخو کو پتہ تھا وہ کیوں کھڑی ہے، وہ جھکا اور اپنے تھیلے کی گرہ کھولی

اندر ایک خوبصورت سا گہری بھوری لکڑی کا بنا ڈبہ تھا۔۔اس نے حوا کی طرف وہ ڈبہ بڑھایا۔اس نے مسکراتے ہوئے تھاما اور اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔ بڑے احتیاط سے اس نے وہ ڈبہ کھولا اور اندر پڑی چیز باہر نکالی۔۔ڈبہ ایک طرف رکھ دیا۔۔اس کی آنکھیں حیرت سے کھل گئیں۔۔

نیچے ذرا سی موٹی گہری بھوری لکڑی کی ایک گول سی چھوٹی پلیٹ تھی جس پر موم بتی جمی تھی۔اوپر شیشے کا ڈھکن تھا۔ڈھکن نیچے سے چوڑا اور لمبا سا تھا مگر وہ اوپر سے گول ہو جاتا تھا۔

وہ شیشے کا چراغ تھا، ایک چھوٹا قندیل جسے اس نے ہاتھ میں پکڑا تھا۔ بنانے والے نے بڑی مہارت سے بنایا تھا۔۔ شیشے کا ڈھکن بڑی مہارت سے لکڑی کی گول پلیٹ سے جڑ جاتا تھا۔۔ حوا نے بڑے احتیاط سے اس کے اوپر سے ڈھکن اتارا۔

"رات ہو گی ناتت۔۔ تو موم بتی جج۔۔ جلا کر اوپر یہ ڈڈ۔۔ ڈھکن رکھ دینا، تت۔۔ تمھیں اندھیرے میں ڈڈ۔۔ ڈر لگتا ہے نا، اب نن۔۔ نہیں لگے گا"

شیخو مسکراتے ہوئے اسے بتا رہا تھا کہ اسے استعمال کیسے کرنا ہے اور وہ ستائشی نظروں سے اپنے تحفے کو دیکھ رہی تھی۔ آسیہ بیگم کچن میں بیٹھی پانی میں ہرے رنگ کا صندل کا شربت ملا رہی تھی۔ چمچ ہلاتے انھوں نے حوا کو دیکھا

"چل اب بس کر دے۔۔ وہ ادھر ہی ہے۔۔ یونیفارم بدل آ۔۔ پھر باتیں کرتی رہنا "

مگر وہ حوا ہی کیا جو ایک بار کہنے پر مان جائے

"یہ تم نے خود بنایا ہے شیخو؟" اب وہ احتیاط سے چراغ دوبارہ لکڑی کے ڈبے میں ڈال رہی تھی

اس نے اثبات میں سر ہلایا "ششش۔۔ شیشے کا ڈڈ۔۔ ڈھکن بازار سے لایا تت۔۔ تھا، باقی خخ۔۔ خود ہی "

"واہ۔۔بہت بہت شکریہ شیخو" وہ پھولے نہیں سما رہی تھی

"حوا۔۔"اب کہ آسیہ بیگم نے کھا جانے والی نظروں سے اسے گھورا

وہ فوراً اٹھی "کپڑے بدل کر آتی ہوں "اور ڈبہ ہاتھ میں لیے سیڑھیوں کی جانب بڑھی

آسیہ بیگم گلاس ہاتھ میں تھامے چارپائی کی جانب بڑھ رہی تھیں۔۔کچھ پل بیتے اور وہ شیخو کے ساتھ بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں۔۔وہ ساتھ ساتھ ہرے رنگ کا شربت پی رہا تھا۔۔

وہ جلدی میں تھا۔شاید کہیں ضروری جانا تھا یا پھر کوئی ضروری کام تھا۔ایک نظر کمرے میں لگے آئینے میں اپنا عکس دیکھا، بکھرے بالوں میں انگلیاں پھیر کر انھیں درست کیا، پینٹ شرٹ پہنے وہ جلدی جلدی کمرے سے نکلا۔ایک نظر لاؤنج میں پڑے صوفے پر پڑی مگر وہ رکا نہیں۔صوفے پر ایک بیس برس کی لڑکی ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھی تھی۔مسلسل ٹانگ ہلاتے ہوئے یوں جیسے بے چین ہو۔ابراہیم کو جاتے دیکھ کر ایک دم کھڑی ہوئی۔

"ہیلو "!

ایک دم اونچی آواز میں بولی۔ باہر کی طرف بڑھتے اس کے قدم رکے مگر وہ مڑا نہیں۔ چہرہ ابھی بھی باہر کی جانب موڑے رکھا یوں کہ اس کی پشت اس لڑکی کے چہرے کی جانب تھی۔

"تم آ گئے اور بتایا بھی نہیں؟" اس کی آواز نرم تھی۔ وہ خوش اخلاق تھی لڑکی ہلکے گلابی رنگ کی فراک پہنے ہوئے تھی۔ بالوں پر ہیئر بینڈ لگائے اور پیچھے کندھے سے ذرا نیچے تک آتے بھورے بال کھلے تھے۔ شکل و صورت سے پیاری تھی۔ چلتی ہوئی آئی اور سینے پر بازو باندھے اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"کیا ہمارے درمیان کوئی ایسا رشتہ ہے جو میں تمھیں اپنے آنے جانے کی خبر دوں؟"

بے رخی سی بے رخی تھی۔ ایک نظر لڑکی کو دیکھا، لڑکے کی آنکھوں میں بے زاری تھی، بے رخی تھی، بے اعتنائی تھی۔۔ یہ قصور والے ابراہیم سے بالکل مختلف تھا۔

لڑکی نے بمشکل تھوک نگلا۔۔ وہ خاموش رہی۔ ابراہیم آگے بڑھا "کہاں جا رہے ہو؟ "

وہ نہیں رکا اور چلتا رہا۔ وہ بھی اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی

"میں پوچھ رہی ہوں کہاں جا رہے ہو؟" اس بار اس کی آواز قدرے اونچی تھی۔۔ وہ گھر سے باہر نکل آیا تھا اور گلی کے کنارے چل رہا تھا۔۔

وہ اس کے قدم سے قدم ملا کر چل رہی تھی۔

وہ ابھی بھی سیدھا دیکھ رہا تھا "ایسے ہی سیر کرنے" شانے اچکائے

"تو پھر میں بھی چلتی ہوں" وہ اس کے بائیں جانب تھی۔ابراہیم کچھ نہ بولا۔

اس کی رفتار بڑھ رہی تھی۔لڑکی کے لیے اس کے ساتھ قدم سے قدم ملانا مشکل ہو رہا تھا۔

"تم چاہتے کیا ہو؟" آخر کار وہ تھک گئی۔بالا خر جھنجھلا گئی

وہ ایک دم رکا،اسے دیکھا۔۔اس بار لڑکے کی آنکھوں میں التجا تھی "لیزا! بس کر دو۔۔ میرے پیچھے مت آؤ۔۔ تھک جاؤ گی "

"ہاں مگر میں تو تمھارے ساتھ ہوں۔۔ پیچھے تو نہیں" ہلکی سی مسکراہٹ سے اس نے شانے اچکائے

ابراہیم نے سر نفی میں ہلایا اور پھر تیز تیز چلنے لگا۔لیزا کا تنفس بڑھنے لگا تھا۔سانس پھول چکی تھی۔ابراہیم آگے نکل گیا اور اب وہ دور جا چکا تھا۔وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے جھک گئی اور تیز تیز سانس لینے لگی۔سر اُٹھایا،ایک نظر دور جاتے ابراہیم کو دیکھا اور دونوں ہاتھ کی انگلیوں کی

پوروں سے آنکھ کے کنارے صاف کیے۔ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔کیا وہ تھک گئی تھی ؟

" شیخو تم تیل نہیں لگاتے رہے؟ تمھارے بال کتنے خراب ہو گئے ہیں "

اس وقت وہ اپنے بیڈ پر چوکڑی مارے بیٹھی تھی اور شیخو زمین پر اور وہ اسے تیل لگا رہی تھی۔ڈھلتی شام تھی۔آسمان نارنجی رنگ کا اور ہوا ہلکی ہلکی خنک تھی۔اپنے ساتھ ایک پیالی میں اس نے تیل نکالا ہوا تھا جس سے وقفہ بہ وقفہ وہ تھوڑا سا تیل اپنی انگلیوں پر لگاتی اور پھر شیخو کے بالوں میں۔

"نن۔۔نہیں۔۔۔وہاں کوئی تت۔۔تھا نہیں نا!" شانے اچکائے

"اوہو! چلو کوئی بات نہیں۔۔میں ہوں نا"

"ہوں" شیخو نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں اور وہ تھوڑا سا تیل ہتھیلی میں ڈال کر مالش کر رہی تھی۔

آنکھیں بند کیے وہ بولا "جگنو "!

"ہوں"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ۔۔ابراہیم نن۔۔ نظر نہیں آیا، کک۔۔ کہیں گیا ہے کیا؟ "

ایک خاموشی تھی "مجھے کیا پتہ۔۔میں کونسا دھیان رکھتی ہوں۔۔ سکینہ کو پتہ ہو گا۔۔ پوچھوں گی اس سے "کندھے اچکا کر بات ختم کی۔

"ہوں۔۔اچ۔۔ چھابندہ ہے وہ "

پھر ایک خاموشی۔ کمرے میں سرسوں کے تیل کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی۔ کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔ شیخو اور حوا دونوں کا رخ کھڑکی کی جانب تھا۔ حوا کی پشت باہر دروازے کی طرف تھی

"تمھیں پپ۔۔ پتہ ہے جج۔۔ جگنو لاہور میں نا مم۔۔۔میں نے انھیں دد۔۔دیکھا "

انتہائی دلچسپی سے بولا۔اس کی آنکھیں کھل چکی تھیں۔

"کنھیں دیکھا؟"ایک دم بالوں میں مالش کرتے ہاتھ سست پڑے

"وہ جج۔۔جو مجھے پسند نہیں کک۔۔کرتے"

حوا رک گئی۔ شیخو چوکڑی مارے سیدھا ہو کر بیٹھ گیا یوں کہ اب اس کا رخ بیڈ پر بیٹھی حوا کی طرف تھا۔

"دادا؟"ایک تھوک نگلا۔

"ہوں" اور اس نے سر جھکا لیا۔

"تم۔۔ملے ان سے؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا۔"مجھے نا اس نے ڈڈ۔۔ڈر لگتا ہے، بب۔۔ بچپن میں ایک بار انھوں نے مم۔۔مجھے ڈانٹا تھا۔۔وہ بب۔۔بہت غصہ کک۔۔کرتے ہیں" اس نے سر جھٹک دیا۔

حوا خاموش رہی۔ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"مم۔۔۔میں نے تو چھپ کر دد۔۔دیکھا تھا انھیں"

"شیخو!" دور کہیں کھائی سے آتی خود کی آواز اسے سنائی دی۔

اس نے نظریں اٹھائیں۔"وہ دل کے برے نہیں ہیں" ایک تھوک نگلا" شاید۔۔" آواز دھیمی تھی

اس نے حوا کی بات کاٹ دی" مم۔۔میرا کیا قصور۔۔۔بس یہی کہ مم۔۔میں جہاں آرا کا بب۔۔بیٹا ہوں "

حوا کو اس کے مایوس لہجے سے دکھ ہوا تھا۔دادا کا ذکر آنے پر ایسے ہی ہوتا تھا۔

"پوری دنیا میں کوئی شیخو جیسا نہیں ہے۔۔تم بہت اچھے ہو" ہولے سے مسکرائی

"اور اچھے لل۔۔لوگوں کے ساتھ ہمیشہ بب۔۔ برا ہوتا ہے" شیخو کا منہ بن گیا۔اس نے سر جھٹکا

وہ خاموش رہی۔کیا کہتی؟

"تم ایسی باتیں کرو گے تو میں کیا کروں گی" وہ رونی صورت بنائے بولی۔

پھر وہ ہنس دیا۔وہ کھڑا ہوا اور اپنی قمیض ٹھیک کی۔

"اچھا چچ۔۔۔چلو!" اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

حوا مسکرائی "کہاں؟" ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے ہاتھ میں دیا اور بستر سے اتری۔

"فف۔۔فالودہ کھاتے ہیں" وہ مسکرا رہا تھا

اس کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"ہاں چلو" جیسے اسی پل کے انتظار میں ہو۔

جلدی سے دیوار سے لٹکی چادر اوڑھی، کمرے سے نکلی اور سیڑھیاں اترنے لگی۔شیخو آگے تھا اور وہ پیچھے۔

"شیخو! وہ چھوٹے پٹھان کا فالودہ کھائیں گے۔۔وہ بہت اچھا لگتا ہے مجھے" وہ سیڑھیاں اترتے مسکراتے ہوئے چہک رہی تھی

"ہاں ہاں۔۔پپ۔۔پتہ ہے مجھے "

آج وہ بہت خوش تھی۔اس کی آنکھوں کی چمک اور آواز کی چہک بتاتی تھی!

اگلا سارا دن عبدالرحمن مصروف رہے۔اپنے کسی دوست کے ساتھ کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے۔ابراہیم خاصا بور ہوا گھر میں۔اس وقت وہ اپنے دادا کے کمرے میں تھا اور دروازے کے دائیں جانب لگی الماری میں سجی کتابیں دیکھ رہا تھا۔اسے بچپن سے شوق تھا اپنے بابا اور دادا کی چیزیں دیکھنے کا۔اس نے دوسرے شیلف میں سجی کتابوں کے ریک سے ایک کتاب نکالی۔کافی پرانی تھی

"بانگ درا "

ہاتھ میں پکڑی کتاب کا نام اس نے زیر لب لیا اور پھر مسکرایا۔کتاب دوبارہ اس کی جگہ پر رکھ دی۔الماری کے تھوڑا سا نیچے کر کے دو دراز بھی بنے تھے۔اس نے ایک دراز کھولا۔اس میں کچھ کاغذات تھے۔شاید کسی کے لکھے خطوط تھے۔کاغذ کا رنگ بھی پیلا پڑ چکا تھا۔کچھ لفافے تھے،کچھ زرد پڑتے خط۔ایک لفافے کی پشت پر "عبدالرحمن غازی کے نام" پڑھ کر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لفافہ پکڑا، خط لفافے سے نکالنے لگا۔ لفافہ پہلے سے چاک تھا یعنی اس کے دادا پہلے یہ خط پڑھ چکے تھے۔ اس نے کاغذ کو سیدھا کیا اور پڑھنا شروع کیا۔

"بابا! اولاد ہمیشہ اولاد ہی ہوتی ہے اور اولاد ہمیشہ پیاری ہوتی ہے۔ غلطیاں کس سے نہیں ہوتیں مگر فرق صرف اتنا ہے کہ میرے جس عمل کو آپ میری غلطی سمجھ رہے ہیں میں اسے غلطی نہیں سمجھتا۔۔۔ اگر میرے معافی مانگنے سے آپ کی انا کو تسکین ملتی ہے تو ٹھیک ہے میں معافی مانگ لیتا ہوں۔ میری کوتاہیوں کی سزا میری اولاد کو کیوں دیتے ہیں آپ؟ کیا سزائیں ایسی ہوتی ہیں؟ اب تو جہاں آرا بھی نہیں رہی۔ میں نے آپ کی مرضی کی شادی بھی کی اور اب تو میرے ہاں دوسری اولاد ہونے کو ہے۔۔ اپنے خوبصورت رشتوں کو بدصورت انا کی بھینٹ نہ چڑھائیں! اللہ حافظ!

آپ کا بیٹا

عبداللہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خان

اس نے خط پڑھا اور ایک ٹھنڈی آہ بھری۔آج سے کئی برس پہلے کا خط تھا۔اس نے خط کو دوبارہ لفافے میں ڈال دیا۔اس طرح کے کئی خطوط تھے جن کے رنگ بدل گئے تھے مگر عبدالرحمن نہیں بدلے تھے۔سب سے آخری لفافہ پکڑا اور وہ کھولا

"بابا! محبت اندھی ہوتی ہے مگر میں اندھا نہیں ہوا۔میں دیکھ سکتا ہوں آپ کی بے رخی۔۔ایسا مت کریں میرے ساتھ۔۔۔اب تو مجھے یوں لگتا ہے جیسے میں نے نکاح نہیں کیا کوئی گناہ کیا ہے۔۔ایسا نہ کریں بابا!۔۔میرے کسی خط کا آپ جواب نہیں دیتے مگر مجھے یقین ہے آپ خط ضرور پڑھتے ہوں گے۔۔ماں باپ اگر پتھر کے ہو جائیں تو پھر اولاد کے دل موم کیسے ہوں گے؟ماں باپ اگر چھوڑ کر چلے جائیں تو پھر اولاد کہاں جائے گی؟مجھے اس گناہ کی سزا نہ دیں جو میں نے کیا ہی نہیں۔۔اللہ حافظ!

آپ کا بیٹا

عبداللہ خان

اس کا دل کھٹا ہو گیا اور اس نے خط پھینکنے کی صورت میں دراز میں رکھا۔ کئی برس سے یہی ہوتا آیا تھا۔۔ کتنا دکھ ہوتا ہے، کتنی اذیت اور تکلیف ہوتی ہے جب کوئی ہمارے بھیجے خط تو پڑھتا ہو مگر جواب لکھنا بھول گیا ہو۔۔ یہ ایسے کٹھن اور نہ ختم ہونے والے انتظار کی طرح ہے جس میں ایک انسان دوسرے کا منتظر تو ہو مگر اس دوسرے انسان کے آنے کے آثار نظر نہ آتے ہوں مگر وہ انسان پھر بھی اس دوسرے انسان کا منتظر ہو۔۔۔ اس نے زور سے دراز بند کیا، کمرے سے باہر نکلا اور لاؤنج سے باہر کی جانب بڑھا۔ دل اور دن دونوں خراب ہو چکے تھے۔۔ اسے اپنے عبداللہ چچا سے انسیت تھی!!

رات کو آسیہ بیگم نے شیخو کے آنے کی خبر عبداللہ کو دے دی تھی۔ انھوں نے کچھ خاص رد عمل نہیں دیا۔ صبح ناشتے کے وقت شیخو اور عبداللہ خان آمنے سامنے ہوئے۔ یہ فجر کے بعد کا وقت تھا۔ سورج ابھی پوری طرح نہیں نکلا تھا۔ چڑیوں کی چہچہاہٹ تھی اور صبح کی ہلکی سی ٹھنڈی ہوا۔ وہ سیڑھیوں سے نیچے آ رہا تھا جب سیدھی نظر برآمدے میں درخت کے نیچے

پڑے تخت پوش پر بیٹھے عبداللہ خان پر پڑی۔انھوں نے بھی اسی وقت نظریں اٹھا کر اوپر دیکھا۔پھر نظریں پھیر لیں۔وہ چوکڑی مار کر بیٹھے ناشتے کا انتظار کر رہے تھے۔

شیخو نیچے آیا اور ان کے سامنے مؤدب سا ہو کر کھڑا ہو گیا۔ گردن جھکی ہوئی اور ہاتھ سامنے باندھے اس نے سلام کیا۔

"سلام ابب۔۔بو "!

انھوں نے نظریں اٹھائے بغیر ے جواب دیا"وعلیکم السلام"!

اس کے بعد وہ خاموشی سے صحن میں پڑی چارپائی پر ٹاں مگیں لٹکائے بیٹھ گیا۔اب وہ عبداللہ خان کی بائیں جانب تھا۔بار بار دونوں ٹانگیں ہلاتا ہوا،دائیں ہاتھ کے ناخن دانتوں سے کترتا ہوا وہ سر جھکائے ذرا سا ترچھا بیٹھا تھا،اس طرح کہ کنکھیوں سے عبداللہ خان نظر آرہے تھے۔ایک آدھ بار نظر اٹھا کر اس نے عبداللہ خان کو بھی دیکھا۔آسیہ بیگم ناشتہ لے آئیں۔چائے اور روٹی ساتھ بجھیا تھی۔

انھوں نے کھانا تخت پوش پر رکھا تو عبداللہ خان سیدھے ہوئے۔اپنے بائیں جانب بیٹھے شیخو کو دیکھا

"تم نہیں کھاؤ گے کھانا؟"

اس نے ایک نظر دیکھا مگر پھر نظریں جھکا کر بولا "آپ کک۔۔ کھالیں "

"تم بھی آجاؤ "

وہ چند لمحے خاموش رہا۔ پھر اٹھ کر تخت پوش پر ان کے سامنے بیٹھ گیا۔انھوں نے روٹی کو دو برابر حصوں میں توڑا اور ایک حصہ خود لیا، دوسرا اس کے سامنے رکھ دیا۔ پھر انھوں نے کھانا شروع کیا۔ آسیہ بیگم ایک اور روٹی لائیں۔انھوں نے اپنی چائے کی پیالی شیخو کو دے دی۔ایک ٹانگ لپیٹے ہوئے اور دوسری ٹانگ کے گھٹنے سے اپنا گال لگائے وہ سر جھکائے کھانا کھا رہا تھا۔ پھر عبداللہ خان اٹھ کر چل دیے۔ وہ دروازے کے باہر قدم رکھ رہے تھے جب شیخو نے انھیں گردن موڑ کر دیکھا مگر پھر سیدھا ہو گیا۔ چائے کے دو گھونٹ بھرے، برتن پکڑے اور اندر بی جان کو دے آیا۔ کئی سالوں سے یہی معمول تھا۔ایک عرصے سے یہی ہوتا آیا تھا۔ عبداللہ خان اور شیخو کے درمیان بس ایسی ہی ملاقات ہوتی تھی۔ایک خاموش گفتگو!!

رات کے کھانے کے بعد اب وہ دونوں چائے پی رہے تھے۔لاؤنج میں چھوٹی گول میز کے گرد بیٹھے گپیں لگاتے چائے پیتے دادا اور پوتا اب کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔اس نے

چائے کا ایک گھونٹ بھرا اور کپ میز پر رکھا۔ سیاہی مائل گہرے جامنی آسمان پر باریک سا چاند تھا۔ سارا باغ اندھیرے میں ڈوبا تھا۔ البتہ ایک بلب جل رہا تھا جس سے باغ کے ایک حصے پر سفید روشنی تھی۔

ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ بائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالے بیٹھا تھا۔

"دادا۔۔ایک بات پوچھوں آپ سے؟ "

"دو پوچھو!" وہ مسکرائے۔ پیچھے کو ٹیک لگالی

"انسان کے کونسے گناہ قابلِ معافی ہوتے ہیں؟ "

"معاف کرنے والے کے ظرف پر منحصر ہے۔۔کوئی بڑے سے بڑا گناہ بھی معاف کر دیتا ہے اور کوئی چھوٹے سے چھوٹے گناہ پر بھی سزا دیتا ہے" چائے کا کپ منہ سے لگایا۔ ایک گھونٹ بھرا اور کپ پرچ پر رکھ دیا

"ہوں۔۔آپ کا ظرف کیسا ہے؟" اب وہ ٹیک لگائے بیٹھ گیا۔

خاموشی چھا گئی۔ وہ سنجیدہ سے ہو گئے۔ ماحول میں تناؤ محسوس کیا جا سکتا تھا۔

"تم کس کی بات کر رہے ہو ابراہیم؟ "

اب کہ وہ سنجیدہ ہو گئے۔ ہاتھ میں پکڑی پرچ جس پر کپ تھا، میز پر رکھ دی۔

"دادا۔۔میں سمجھتا ہوں آپ مجھ سے زیادہ سمجھدار ہیں" وہ نارمل تھا۔ایسے جیسے وہ پہلے سے اس کے لیے تیار تھا۔

"ان معاملات میں مت پڑو۔۔تم ابھی اتنے بڑے نہیں ہوئے کہ اپنے بڑوں کے مسئلے حل کرنے بیٹھ جاؤ" لہجہ تھوڑا کرخت ہوا۔

وہ کھڑے ہو گئے اور ہاتھ پیچھے باندھ کر رخ لاؤنج کے دروازے کی طرف کر لیا۔ان کی پشت ابراہیم کی طرف تھی۔

"دادا۔۔۔جب بڑے بچے بن جائیں تو بچوں کو جلد سمجھدار ہو جانا چاہیئے" وہ بھی کھڑا ہو گیا البتہ لہجہ ابھی بھی نرم تھا۔

"کیا مطلب ہے تمھارا؟۔۔تم اس کی طرف داری کر رہے ہو؟" اب کہ وہ ذرا بلند آواز میں بولے تھے۔ہلکا سا غصہ بھی تھا۔

انھوں نے رخ موڑ لیا۔اب کہ ان کا چہرہ ابراہیم کی جانب تھا۔

"پتہ نہیں۔۔۔آپ اسے ختم کیوں نہیں کرتے؟۔۔آپ کے بیٹے ہیں وہ۔۔کوئی اتنی بڑی غلطی بھی نہیں کی انھوں نے کہ جس کی سزا انھیں عمر بھر دی جائے" کرسی اور میز کے درمیان سے نکل کر وہ اپنے دادا کی طرف بڑھا تھا۔

دبے دبے لہجے میں غرائے "وہ میرے اور اپنے درمیان اس عورت کو لے آیا تھا۔اس نے میرا مان میرا بھروسہ توڑا تھا" یہ وہ عبدالرحمن تھے جن کی بات شیخو نے کی تھی

"غلط۔۔انھوں نے صرف آپ کی انا کو ٹھیس پہنچائی تھی" اس نے بازو سینے پر لپیٹ لیے۔وہ اب سنجیدہ تھا۔

"تم بھی مجھے انا پرست سمجھتے ہو تو سمجھو۔۔مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا" انھوں نے ہاتھ جھلایا۔ایسے جیسے ناک سے مکھی اڑائی ہو،انھیں کوئی فرق نہ پڑا ہو۔

"ہاں لیکن ہم سب کو پڑتا ہے" اس نے ہاتھ پہلو میں گرا لیے

"میں نہیں چاہتا کہ ہمارے درمیان مزید تلخی ہو۔۔تم جا سکتے ہو" آواز قدرے ہلکی ہو چکی تھی۔

انھوں نے منہ دوبارہ لاؤنج کے دروازے کی جانب موڑ لیا،ہاتھ پیچھے باندھ لیے،ابراہیم کی طرف ان کی پشت تھی۔یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ اب وہ جا سکتا ہے اور وہ اتنا خوددار تو تھا کہ اگر کوئی اسے جانے کو کہے تو ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہ وہاں سے چلا جائے۔وہ چلا گیا!!

---

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رات وہ بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہا۔ کبھی ادھر کبھی ادھر، کبھی دائیں کبھی بائیں مگر نیند کا نام و نشان نہیں۔اب کہ دائیں ہاتھ کی پشت ماتھے پر رکھے وہ چھت پر لگے پنکھے کو گھور رہا تھا۔ کمرے میں لگی کھڑکی سے باہر لاؤنج کی روشنی جھانک رہی تھی

"مجھے ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔مجھے دادا سے یوں بات نہیں کرنی چاہیئے تھی۔۔شاید میں جذباتی ہو گیا تھا۔۔دادا ٹھیک ہی تو کہتے ہیں۔۔مجھے بڑوں کی لڑائی میں نہیں آنا چاہیئے۔۔۔مگر اس میں ان کا کیا قصور جو یونہی ان کی بے رخی سہتے ہیں۔۔شیخو، حوا، آسیہ چچی اور چچا۔۔"اسے آج سے دو سال پہلے ہونے والا واقع یاد آیا جب جون جولائی کی چھٹیوں میں وہ گاؤں تھا۔

منظر بدلا، لوگ بدلے، وقت بہت پیچھے چلا گیا

ہر طرف کڑی دھوپ تھی۔ان دنوں وہ لاہور سے ہو کر گیا تھا۔تب وہ عمر میں ذرا چھوٹا لگتا تھا۔چہرے پر ہلکی ہلکی سی مونچھیں تھیں۔

"دادا کیسے ہیں؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صحن میں درخت تلے بیٹھی سکینہ نے اپنے ساتھ درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھے بھائی سے پوچھا۔آج سے دو سال پہلے والی سکینہ چھوٹی لگ رہی تھی البتہ ابراہیم اس کا بڑا بھائی ہی لگ رہا تھا۔

"اچھے ہیں"ایک نظر ساتھ بیٹھی سکینہ کو دیکھا۔

وہ مسکرایا۔

"وہ یہاں کیوں نہیں آتے؟"اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا سبز پتہ تھا جسے وہ موڑ رہی تھی

۔

اس بات پر وہ خاموش ہو گیا۔

"آپ کو پتہ ہے میں نے یہی سوال شیخو سے پوچھا تھا۔۔مگر اس نے بھی گردن جھکا دی"

پتا اچھے سے مڑ کر پچک چکا تھا

ابراہیم نے چہرہ اس کی طرف موڑا، بھنویں بھینچ گئیں۔سکینہ البتہ اب نئے پتے کو موڑ رہی تھی، نظریں جھکائے دھیان پتے پر ہی تھا البتہ بات جاری تھی۔"حوا سے پوچھا تو وہ کہنے لگی۔۔کچھ انسان کچھ انسانوں کو اچھے نہیں لگتے"ابراہیم کے چہرے پر رنگ بدلے،اس نے ایک تھوک نگلا"ایسا اس نے کہا؟"

"ہوں۔۔وہ کہتی ہے جس دن وہ اور شیخو یہاں سے چلے جائیں گے دادا آ جائیں گے۔۔ بھلا کوئی شخص ایسا بھی ہو سکتا ہے جسے شیخو اور حوا ناپسند ہوں۔۔وہ دونوں تو بہت اچھے ہیں" اس نے موڑ تروڑ کر پتا دوسری طرف پھینکا۔۔پھر ابراہیم کو دیکھا جیسے جواب کی منتظر ہو وہ خاموش رہا۔

"بھائی۔۔آپ بھی کچھ بولیں نا۔۔دادا کیسے ہیں؟ ابھی بھی ویسے ہیں؟۔۔بابا کہتے تھے کہ دادا سخت ہیں۔۔مگر آپ کی تو ان سے اچھی دوستی ہے۔۔اب گئے تو انھیں بھی لے کر آیئے گا" گھٹنے سینے سے لگائے، بازو ٹانگوں کے گرد حمائل کیے، دایاں گال گھٹنوں پر رکھے وہ اپنے بائیں جانب بیٹھے ابراہیم کو دیکھ رہی تھی۔۔

"حوا کو پتہ ہے دادا کیوں نہیں آتے یہاں؟" وہ گم سم سا سوال پوچھ رہا تھا۔

وہ سوچتے ہوئے بولی "شاید ہاں۔۔پتہ نہیں۔۔مجھے نہیں بتاتی۔۔نہ شیخو بتاتا ہے۔۔آپ کو پتہ ہے؟ "

"مجھے کیسے پتہ ہو گا؟۔۔میں نے کبھی غور نہیں کیا" شانے اچکائے، وہ بات ٹال گیا۔

اور آج موجودہ وقت میں وہ ایک بار ماضی کا دورہ کر کے آیا تھا۔ماضی تک جانے والی کھڑکی بند ہوئی، وہ اٹھ بیٹھا "خاندان کو جوڑے رکھنا بہت مشکل ہوتا ہے ابراہیم!۔۔ کبھی انا

بیچ میں آجاتی ہے تو کبھی مجبوری۔۔ایک چیونٹی کا گھر بھی ٹوٹے تو وہ اداس ہو جاتی ہے۔۔میرا تو پورا خاندان ٹوٹا ہے"اس کے بابا کے آخری الفاظ اس کے کانوں میں گونج رہے تھے۔وہ اٹھ کھڑا ہوا اور کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ٹھنڈی ہوا کا جھونکا منہ پر پڑا تو تھوڑا دماغ کھلا اور طبیعت تروتازہ ہوئی۔

اس کی نظر باہر باغ میں ٹہلتے عبدالرحمن غازی پر پڑی جو کہ اپنے ہونٹوں سے سگریٹ لگائے اس وقت آسمان کو گھور رہے تھے۔منہ سے نکلتا دھواں گول گول مرغولے بناتا اور پھر چند لمحوں میں غائب ہو جاتا۔انھوں نے گول میز کے گرد پڑی کرسیوں میں سے ایک کرسی کھینچی اور اس پر بیٹھ گئے۔ٹانگ پر ٹانگ رکھے وہ ماضی کو سوچ رہے تھے۔منظر بدلا، لوگ بدلے،وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔۔

"تم نے سازش کی تھی مجھے فوج سے نکلوانے کی۔۔میری پیٹھ پر تم نے خنجر گھونپا تھا۔۔۔ میری قسمت اچھی تھی جو میں بچ گیا"غصے میں سامنے والے شخص سے مخاطب یہ موجودہ زمانے سے کئی زیادہ جوان عبدالرحمن تھے۔شیو وہ والا چہرہ،نفاست سے کٹے بال،ایک دم توانا بالکل فوجی لگ رہے تھے۔ان کے سامنے کھڑا شخص بھی ایسا ہی قد کاٹھ اور حلیہ رکھتا تھا۔وہ

اس وقت ایک چھوٹے سے آفس میں آمنے سامنے کھڑے تھے اور ان کے درمیان کسی بات کو لے کر جھگڑا چل رہا تھا۔

"تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔۔اور میں پہلے بھی تمھیں بتا چکا ہوں۔۔اس کے باوجود اگر تم مجھے مجرم سمجھتے ہو تو سمجھو" سامنے کھڑے شخص نے سر جھٹکا

"میں تم پر اور تمھاری اولاد پر لعنت بھیجتا ہوں۔۔منافق ہو تم۔۔دوست کی شکل میں دشمن۔۔" وہ بھی غصے سے چلائے۔فضا زردسی محسوس ہوتی تھی۔

"زبان سنبھالو اپنی عبدالرحمن غازی!" سامنے کھڑے شخص نے انھیں شہادت کی انگلی دکھا کر ٹوکا

"تمھیں نہ آج معافی ملے گی نہ کل۔۔تم غدار ہو۔۔میں تمھیں زندگی بھر کی سزا دیتا ہوں۔۔میں تمھاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتا" عبدالرحمن غصے میں منہ سے زہر اگل رہے تھے۔

اور وہ فوراً کمرے سے باہر نکل گئے۔پیچھے کھڑا شخص اپنا رخ موڑ کر دیوار کی جانب منہ کیے کھڑا ہو گیا۔اس کی پشت اس دروازے کی جانب تھی جہاں سے عبدالرحمن باہر گئے

تھے۔۔اسے دکھ ہوا تھا شدید دکھ۔۔وہ میز کے گرد پڑی کرسی کھینچ کر اس پر بیٹھ گیا۔کافی دیر تک وہ یونہی خاموش بیٹھا رہا۔

"تم نے اچھا نہیں کیا۔۔ بچپن کی دوستی یوں نہیں توڑتے۔۔تم میرے بھائی تھے۔۔ جگری یار تھے۔۔میری دعا ہے کہ قسمت تمھیں میرے روبرو پھر سے لا کھڑا کرے اور بار بار کرے۔۔"اس نے میز پر پڑے قلم سے کاغذ پر نوٹ لکھا اور اسے لفافے میں ڈال دیا۔ اب وہ یہ خط عبدالرحمن کو بھیجنے والا تھا۔وہ وہاں کھڑکی کے پار کھڑا سارا منظر دیکھ رہا تھا۔ شاید کچھ تھا جو وہ لینے آیا تھا مگر اندر نہیں آیا۔۔عبدالرحمن غازی!

حال میں ان کی ایک سگریٹ ختم ہوئی اور انھوں نے میز پر پڑی ڈبی میں سے دوسری سگریٹ نکالی اور اسے سلگا کر ہونٹوں سے لگایا۔ماضی کا دروازہ پھر کھلا۔۔وقت پھر سے پیچھے پلٹا

"کون ہے وہ جسے تم میرے اوپر فوقیت دے رہے ہو"

غصے سے اپنے سامنے کھڑے بھوری آنکھوں اور وجیہہ شکل والے شخص کو جھڑکنے والے یہ عبدالرحمن ہی تھے۔یہ ان کے گھر کا کمرہ تھا، فضا تب بھی زرد ہی تھی۔یہ ان دنوں

کی بات ہے جب ظفر اللہ خان اور عبدالرحمن بھی سمیع اللہ اور عبداللہ کے ساتھ رہتے تھے۔۔ساتھ والے گھر میں مرمت کا کام جاری تھا۔۔

"بابا۔۔"کانپتی آواز۔وہ ان کے سامنے بازو باندھے سہم کر کھڑا تھا۔وہ جس کی آنکھیں شیخو سے ملتی تھیں۔

"میں نے پوچھا۔۔کون۔۔ہے وہ؟"وہ بلند آواز میں چلائے تھے۔کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔

بھوری آنکھوں والے عبداللہ خان نے نظریں جھکالیں"بابا۔۔وہ۔۔جہاں آرا"

"جہاں آرا۔۔کون جہاں آرا؟"پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا،غصہ ابھی بھی برابر تھا۔

"وہ۔۔کرنل۔۔وقار خان کی بیٹی"کانپتی آواز اور دھڑکتا بے اختیار دل۔ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے

یہ کہنا تھا کہ ایک زوردار تھپڑ اس بھوری آنکھوں والے کے دائیں گال پر پڑا۔ایک لمحے کے لیے سب سن ہو گیا۔

"تم۔۔بے غیرت انسان۔۔تمھیں شرم نہیں آتی "

اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔یہ جوانی کا دور تھا۔یہ تئیس چوبیس برس کا عبداللہ خان تھا۔گال پر سرخ نشان چھپا ہوا تھا۔اس کی آنکھیں گلابی پڑ چکی تھیں۔

"بابا میں اس سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔۔اس سے محبت کرتا ہوں "

اس نے روتے ہوئے ہچکی لی۔نظریں ہنوز جھکی تھیں۔

"اس کا باپ ایک غدار ہے۔۔۔کیا اس نے تمھیں نہیں بتایا؟"وہ عین اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔عبداللہ ایک قدم پیچھے ہوئے۔

"بابا۔۔وہ ایسے نہیں ہیں"اس نے نظر اٹھا کر اپنے باپ کو دیکھا۔

ایک اور زوردار تھپڑ اس کے دوسرے گال پر رسید کیا گیا۔ان کی اجلی رنگت سرخ پڑ چکی تھی۔آنسو مزید بہنے لگے۔

"تم جانتے ہی کیا ہو ابھی۔۔بے وقوف بنا رہی ہے وہ تمھیں۔۔اپنی جھوٹی محبت کے جال میں پھانسا ہے اس نے تمھیں اور تم۔۔ "

"بابا۔۔میں اس سے محبت کرتا ہوں۔۔میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا"

وہ بھوری آنکھوں والا روتے بلبلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں رہ سکتے تو مر جاؤ۔۔ مگر میں اس کی بیٹی کو کسی صورت اپنے گھر میں جگہ نہیں دوں گا "

وہ باہر کی طرف بڑھنے لگے کہ عبداللہ خان ان کے پاؤں پکڑ کر زمین پر بیٹھ گئے۔اپنا تر چہرہ اوپر اٹھایا۔عبدالرحمن نے نیچے دیکھا۔۔ان کی گلابی آنکھیں اپنے باپ کی عقابی نگاہوں سے ملیں،ان آنکھوں میں رحم یا ترس نام کی کوئی شے نہیں تھی۔۔وہاں انا تھی،غصہ تھا اور جہاں انا ہوتی ہے وہاں رحم کا قتل ہوتا ہے۔۔

"آپ کو اللہ کا واسطہ بابا۔۔ایسا نہ کریں۔۔میں مر جاؤں گا۔۔میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا"عبداللہ اپنے باپ کا پاؤں پکڑے گڑگڑا رہا تھا۔

انھوں نے ایک دم اپنے پاؤں کو جھٹکا دیا،بیٹے کو پیچھے دھکیل دیا اور باہر نکل گئے۔

کمرے کے باہر خاموش کھڑے ظفراللہ خان سے مخاطب ہوئے۔۔ایک سنجیدہ نظر ان پر ڈالی

"دو دن کا وقت ہے تمھارے پاس۔۔اس پر سے محبت کا بھوت اتارو۔۔مجھے میرا بیٹا واپس چاہیئے"اور رکے نہیں آگے بڑھ گئے۔کمرے کی دہلیز پر کھڑے ظفراللہ نے اپنے

چھوٹے بھائی کو دیکھا جو کھڑکی سے باہر دیکھتا بار بار اپنے آنسو صاف کر رہا تھا۔اس کی گالوں پر ہاتھوں کے نشان چھپے تھے۔۔اسے عبداللہ پر رحم آیا تھا۔۔

اگلے کئی روز معاملہ ٹھیک رہا۔سب کچھ معمول کے مطابق ہوتا رہا پھر اچانک ایک رات عبداللہ گھر نہیں آئے۔عشاء کے بعد کا وقت تھا جب عبدالرحمن اپنے باقی دونوں بیٹوں کے ساتھ گھر کے صحن میں پریشان بیٹھے تھے۔وہ کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے، سر جھکائے آنکھیں بند کیے ناک کی ہڈی کو چٹکی میں بھرے مسل رہے تھے۔۔سامنے چارپائی پر سمیع اللہ بیٹھے تھے اور ظفراللہ پریشانی سے ادھر اُدھر چکر کاٹ رہے تھے

"تمھیں میں نے اس پر نظر رکھنے کو کہا تھا" یک دم آنکھیں کھولیں، سر اٹھایا اور کرسی پر بیٹھے عبدالرحمن نے سامنے کھڑے ظفراللہ خان سے پوچھا۔

"بابا۔۔سب کچھ ٹھیک تھا۔۔کچھ بھی غیر معمولی محسوس نہیں ہوا مجھے۔۔"

"وہ۔۔اس لڑکی سے نہیں ملا۔۔اس دن کے بعد؟" ابرو اٹھایا۔

اس پر انھوں نے سر جھکا لیا۔وہ ظفر کو گھور رہے تھے۔

خاموشی سی خاموشی تھی۔

"جواب دو۔۔۔کیا وہ جہاں آرا کو بھول گیا تھا؟"ان کی آواز بلند ہوئی۔

"بابا۔۔۔جہاں تک میری ذمہ داری ہے تو۔۔میرے ہوتے وہ اس سے نہیں ملا"وہ کچھ ہچکچائے تھے۔گھر میں خاموشی اور سناٹا تھا۔صرف ان کی آواز گونج رہی تھی۔

"اور تمھارے بعد؟"وہ کھڑے ہو گئے اور عین ان کے سر پر پہنچ کر بولے

اب کہ وہ خاموش رہے۔۔عبدالرحمن دانت پیستے رہ گئے،وہ بھی پیچھے ہاتھ باندھے ادھر اُدھر چکر کاٹنے لگے

وہ اس وقت شدید غصے میں تھے۔گھنٹہ ڈیڑھ یونہی گزر گیا۔باپ اور بھائی بھابھی اس کا انتظار کرتے رہے۔

رات کے دس بجے کا وقت تھا۔دروازہ کھٹکا تو وہ سب چوکنا ہو گئے۔ایک دوسرے کو دیکھا،سب کے دل ایک ہی وقت میں دھڑکے تھے۔۔ظفراللہ خان نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔دروازہ کھلتے ہی عبداللہ خان اندر آئے اور پیچھے ایک لمبی سیاہ چادر میں لپٹا ہوا ایک نسوانی وجود تھا۔

"کہاں رہ گئے تھے تم؟۔۔اور یہ کون ہے؟"پہلی نظر عبداللہ پر پڑی اور پھر ساتھ کھڑی چادر میں لپٹی عورت پر۔سوال کرنے والے ظفر تھے جن کے اپنے رنگ اڑے ہوئے تھے۔ ان کا دل بے تحاشا کانپ رہا تھا

سب لوگ صحن میں جمع ہو گئے۔

"یہ کون ہے عبداللہ؟"سوال کرنے والی خالدہ بھابھی تھیں۔

وہ خاموش تھے۔وہ عورت ان کے دائیں کندھے کے پیچھے ذرا قریب ہو کر کھڑی تھی۔ اندھیرے میں اس عورت کا چہرہ واضح نہیں تھا۔۔ہاں البتہ کلائیوں کی چوڑیاں ذرا ذرا سی چمک رہی تھیں۔

عبدالرحمن آگے بڑھے اور ایک زوردار تھپڑ ان کے گال پر رسید کیا۔آنسو کا ایک قطرہ آنکھ سے نکل کر گال پر پھسلا مگر اف تک نہ کی۔

"بے غیرت۔۔نافرمان اولاد۔۔تم میرا مان تھے عبداللہ!۔۔میری مانوس اولاد۔۔تم نے مجھ پر اس عورت کو فوقیت دی۔۔میں لعنت بھیجتا ہوں تم پر۔۔"وہ پھر سے چلائے تھے۔عورت نے عبداللہ کی کہنی تھام لی،کلائی میں موجود چوڑیوں نے ہلکی سی کھنک پیدا کی۔ سارے گھر والے جان گئے تھے کہ وہ عورت کون ہے۔۔

"بابا۔۔۔"وہ کچھ بولنے لگے تھے کہ عبدالرحمن نے ہاتھ اٹھا کر منع کر دیا۔

"بس!۔۔تم جہاں چاہو جا سکتے ہو۔۔میرے گھر میں تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں"

ایک گرج دار آواز تھی۔فیصلے کا دن تھا۔

"میں نے نکاح کیا ہے بابا۔۔کوئی گناہ نہیں!"وہ آگے بڑھ کر بولے تھے۔

"میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا۔۔تم جہاں چاہو اس عورت کے ساتھ رہ سکتے ہو"وہ اپنا رخ موڑ کر کھڑے ہو گئے۔عبداللہ کی طرف اب ان کی پشت تھی۔

"بابا ایسا نہ کریں۔۔۔وہ بیٹا ہے آپ کا"ظفر سفارش کے لیے آگے بڑھے تھے۔

"ٹھیک ہے۔۔اسے کہو اس عورت کو طلاق دے اور اس گھر میں رہ لے "

ایک لمحے کو حیران ہو کر اس نے اپنے باپ کو دیکھا۔

"ٹھیک ہے۔۔میں چلا جاتا ہوں۔۔آپ کو آپ کا گھر مبارک!"وہ خاندانی انا جوان کی وراثت تھی۔خون میں دوڑتی تھی اور رشتے کھا جاتی تھی۔۔آج بھی ایک رشتہ اس انا کی بھینٹ چڑھا تھا

اور عبداللہ خان نے جہاں آرا کا ہاتھ پکڑا اور چل دیے۔

"بابا۔۔اسے روکیے!"ظفر اللہ التجا کرتے عبدالرحمن کی طرف بڑھے تھے

"جانے دو اسے ظفر۔۔نادان ہے وہ۔۔محبت سے دل بھرتے ہیں پیٹ نہیں "!

اور پھر وہ اندر چلے گئے۔ صحن میں عجیب سناٹا تھا، سوگ کا ماحول تھا

ہفتے گزرے اور پھر مہینے، تین سال ہو گئے مگر عبداللہ گھر نہیں لوٹے۔انھوں نے فوج کی نوکری بھی چھوڑ دی۔پتہ کرنے پر معلوم ہوا کہ وہ اب سرکاری نوکری کرتے ہیں۔ایک گورنمنٹ سکول میں استاد ہیں۔گھر میں کسی نے ان کا نام تک نہیں لیا یوں جیسے کوئی آندھی آئی تھی اور عبداللہ خان کو اڑا لے گئی۔اس رات سخت طوفان آیا اور بارش ہوتی رہی۔موسم خاصا خراب تھا۔سب گھر والے سو رہے تھے۔سوائے ظفر اللہ خان کے جو کہ کافی پریشانی کے عالم میں کروٹیں بدل رہے تھے۔

"کیا بات ہے؟۔۔آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟"سمیرا نے کمرے میں دیا جلاتے ان سے پوچھا تھا

"میرا جی گھبرا رہا ہے"وہ جو بستر پر لیٹے تھے اٹھ بیٹھے۔

"خیریت..؟"سمیرا ان کے پاس جا بیٹھیں۔

"وہ۔۔۔تم وعدہ کرو۔۔بابا کو نہیں بتاؤ گی" وہ گھبرائے ہوئے لگ رہے تھے۔ماتھے پر پسینہ تھا

انھوں نے سمیرا کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔

"ہاں۔۔مگر ہوا کیا ہے؟" وہ بھی پریشان ہو گئیں

"وہ۔۔۔عبداللہ آنے والا ہے" دھڑکتے دل اور ٹھنڈے پڑتے وجود سے بولے تھے

"کیا؟۔۔کب۔۔؟" انھیں لگا غلط سنا ہے

اسی وقت باہر کا دروازہ بجا۔

"وہ۔۔۔میں نے کہا تھا نا عبداللہ آنے والا ہے۔۔وہ آ گیا" اور وہ اٹھ کر باہر گئے۔بارش برس رہی تھی۔دروازہ کھولا اور سامنے سیاہ چادر میں ایک مرد اندر آیا۔باہر کا دروازہ بند کیا اور جلدی جلدی اندر کو بھاگے۔بادل گرجا،روشنی نے آسمان سے زمین تک سفر کیا اور بارش مزید تیز ہونے لگی۔

اندر سمیرا تھیں۔کمرہ نیم روشن تھا۔عبداللہ خان نے اپنی چادر ہٹائی،ان کے بازوؤں میں ایک چھوٹا بچہ تھا۔۔بچہ آنکھیں کھولے اپنے باپ کو دیکھ رہا تھا۔ننھا وجود خاموش سا تھا، گھبرایا ہوا

"یہ کون ہے؟"سوال حیرانی سے پوچھتی سمیرا تھیں۔

"یہ"ایک نظر اس بچے کو دیکھا جس کی معصومیت پر انھیں بے پناہ رحم اور پیار بیک وقت آیا"میرا بیٹا ہے بھابھی۔۔۔شیراز خان"

بھوری آنکھوں والا بچہ ابھی بھی اپنے باپ کے بازوؤں میں پڑا خاموش تھا۔

"جہاں آرا کہاں ہے؟"سمیرا نے پہلے بچے کو دیکھا پھر عبداللہ کو۔

اگلا سوال کسی چاقو کی طرح انھیں لگا۔نم آنکھیں لیے انھوں نے پہلے سمیرا کو اور پھر اپنے بیٹے کو دیکھا۔

"وہ چلی گئی۔۔اب کبھی نہیں آئے گی"ان کی آواز نم تھی۔بچے نے اپنا ننھا انگوٹھا منہ میں ڈالا تھا۔

"ہا۔۔"سمیرا نے دکھ اور شاک نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔

اسی وقت کمرے کے دروازے پر کوئی رعب دار آواز گونجی"کیوں آئے ہو؟ "

وہ عبدالرحمن غازی تھے۔اندھیرے میں ان کا وجود ایک سیاہ ہیولے جیسا محسوس ہو رہا تھا۔

"بابا۔۔۔"ظفراللہ خان نے کچھ بولنا چاہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم میرے لیے مر گئے ہو۔۔اپنی گود میں اولاد آئی ہے تو اب تمھیں پتہ چلے گا کہ اولاد کا دکھ کیا ہوتا ہے۔۔میرے گھر میں تمھارے لیے کوئی جگہ نہیں ہے" وہ آج بھی اپنی ضد پر اڑے تھے۔وہ آج بھی انا کا بت تھے۔

"بابا ایسا نہ کریں۔۔۔وہ بن ماں کا تین دن کا بچہ ہے" ظفر بار بار اپنے بھائی کی حمایت کر رہے تھے

انھوں نے گردن موڑ کر ایک نظر ظفر اللہ خان کو دیکھا۔

بچہ رونے لگا اور اس کی آواز سناٹے میں گونج رہی تھی۔عبدالرحمن نے ایک نظر عبداللہ کو دیکھا جو اپنے بازوؤں میں اٹھائے بچے پر جھکے تھے،انھوں نے کچھ نہیں کہا اور واپس اپنے کمرے میں چلے گئے۔

عبداللہ خان کو گھر آئے ایک ہفتے سے زیادہ وقت ہو چکا تھا۔بچہ سارا دن سمیرا کے پاس رہتا تھا۔اس وقت ابراہیم بہت چھوٹا تھا۔چھوٹا ابراہیم چھوٹے سے شیراز کے ساتھ کھیلتا اور اسے بھائیوں کی طرح پیار کرتا تھا۔عبدالرحمن اور عبداللہ کے درمیان ابھی تک کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔ایک رات انھوں نے عبداللہ کو اپنے کمرے میں بلایا۔

"تم نے اپنا مان اپنا مقام کھو دیا تھا۔۔اب جب کہ تمھاری محبت مر چکی تو تمھیں باپ یاد آ گیا" وہ اپنے سامنے کھڑے سر جھکائے عبداللہ کو گھور رہے تھے۔

وہ نظریں جھکائے کھڑے رہے۔وہ پہلے سے کمزور ہو چکے تھے۔کنپٹی کے بال ہلکے ہلکے سفید تھے۔بھوری آنکھوں میں البتہ زمانے بھر کا دکھ تھا۔

وہ خاموش رہے۔

"کل تمھارا نکاح ہے "

انھوں نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔شاک کے عالم میں اپنے باپ کو دیکھا۔

"عصر کے بعد تمھارا نکاح ہے۔۔فضل الٰہی کی بیٹی سے۔۔تیار رہنا" انھوں نے ایک فیصلہ سنایا تھا

وہ پھر بھی کچھ نہیں بولے۔

اپنے بیٹے کے قریب گئے اور اس کی جھکی گردن کو گھورا "کیا چاہا تھا میں نے۔۔اور اس عورت کی محبت نے تمھیں کیا بنا دیا "

اب کہ انھوں نے سر اٹھایا اور ان کی گُلابی آنکھیں نم تھیں "میں کتابیں پڑھتا تھا بابا۔۔قصے کہانیوں میں پڑھتا تھا کہ انا محبت سے جیت جاتی ہے۔۔۔مگر میں نے خود دیکھا ہے کہ انا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نہ رشتہ دیکھتی ہے نہ محبت۔۔وہ اپنی بھوک مٹاتی ہے اور سر بلند رہتی ہے۔۔۔مرتی تو محبت ہے۔۔۔چاہے اولاد کی ہو یا جائیداد کی!" یہ غصہ نہیں تھا،انا نہیں تھی بس ان کے دل کی آواز تھی۔

اور وہ فوراً کمرے سے نکل گئے۔

اگلے دن عصر کے بعد نکاح تھا۔۔قصے کہانیوں میں پڑھتے ہیں کہ سوتیلی ماں ماں نہیں ہوتی،کوئی جادو گرنی یا ظالم عورت ہوتی ہے لیکن انسان کے ظرف پہ منحصر ہے کہ وہ رشتوں کے تقدس کو کس قدر بحال رکھتا ہے۔۔آسیہ کا تعلق ایک اعلیٰ ظرف گھرانے سے تھا وہ بیوی بنتی یا نکاح کے بعد "ماں" وہ ہر رشتہ بخوبی نبھاتی۔۔انھیں اپنے بیٹے کے لیے ایک اچھی ماں لانی تھی۔۔اور وہ جانتے تھے کہ آسیہ فضل الٰہی ایک اچھی ماں ثابت ہو گی۔

"" دادا!

ایک جانی پہچانی آواز انھیں حال میں واپس لے آئی۔ماضی کا دروازہ بند ہو چکا تھا

اس نے کرسی پر بیٹھے اپنے دادا کی گردن کے گرد بازو حمائل کیے اور ان کے سر سے سر جوڑ کر بولا "آپ سوئے نہیں ابھی؟" ان کے ہاتھ سے سگریٹ لے کر گھاس پر پھینکی اور اسے اپنے جوتے تلے مسل دیا۔

"تم کیوں نہیں سوئے؟" سارا غصہ ناراضگی سب غائب ہو چکا تھا۔

"کیونکہ آپ نہیں سوئے" کچھ دیر پہلے کیا ہوا تھا دونوں بھول گئے تھے۔

وہ خاموش رہے کوئی جواب نہ دیا۔

ابراہیم ان کے سامنے آ کھڑا ہوا اور پھر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھا۔ اپنے دادا کے بائیں ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیے نرمی سے مسکرایا اور بولا

"آزاد کیوں نہیں کرتے خود کو؟" وہ ان کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

"میں اس قید کا عادی ہوں" وہ ابھی تک سنجیدہ تھے۔ اپنے گھٹنوں میں بیٹھے لڑکے کو دیکھ رہے تھے۔ لڑکے نے ایک تھکی ہوئی سانس خارج کی

پھر مسکرایا اور کھڑا ہوا۔ اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھایا "چلیں اٹھیں اب اندر چلیں۔۔ رات بہت ہو گئی ہے۔۔ سو جائیں "

انھوں نے نظریں اٹھا کر سامنے کھڑے ابراہیم کو دیکھا اور پھر ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ میں دیا۔اب وہ دونوں اندر کی طرف بڑھ رہے تھے۔

"اماں شیخو کہاں ہے؟"وہ سکول سے آئی اور دوپہر کا کھانا کھایا۔اب کہ آسیہ بیگم کے پاس بیٹھی تھی جو کہ تخت پوش پر بیٹھیں قرآن پڑھ رہی تھیں۔عصر کا وقت ہونے والا تھا، جمی اس کے قدموں میں کبھی ادھر تو کبھی اُدھر ہو رہا تھا

"پتہ نہیں۔۔۔ادھر ہی ہو گا۔۔کمرے میں دیکھا تم نے؟"انھوں نے ایک صفحہ پلٹایا اور اسے دیکھا

"ہوں۔۔وہاں نہیں ہے"وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے،اوپر والی ٹانگ کا پاؤں مسلسل ہلا رہی تھی جیسے عادت ہو۔۔کچھ پل بیتے اور آسیہ بیگم کچھ یاد آنے پر بولیں

"مجھے یاد آیا۔۔صبح سٹور میں وہ چھوٹی ڈبیاں ڈھونڈ رہا تھا۔۔وہ جو اکثر رنگ کرتا ہے نا اس کی۔۔"انھوں نے ساتھ ہی دوپٹہ کان کے پیچھے اڑسا

"اچھا۔۔مجھے پتہ چل گیا وہ کہاں ہے"ذرا سا جھک کر جمی کی کمر کو سہلایا اور فوراً بھاگ گئی۔

"ارے واہ۔۔۔ کتنی پیاری تصویر بناتے ہو نا تم!" وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑی تھی

وہ گھر کی پچھلی طرف تھا جہاں پر جا بجا بہت سے رنگ برنگے گملے تھے۔ یہ ایک باریک سی گلی تھی جو کہ سامنے والے کمرے میں داخل ہونے پر دوسرے دروازے سے کھلتی تھی۔۔ یہاں پرانا، خراب اور ناکارہ سامان پڑا ہوا تھا۔ ایک جگہ پر ٹوٹی کرسی، پھٹا ہوا چھوٹا صوفہ، ٹوٹے ہوئے گملے، سوکھے رنگوں کی بالٹیاں، ایک ٹوٹی چارپائی دیوار سے لگی ہوئی اور دیوار کے ساتھ لگی ایک ٹوٹی پرانی سائیکل تھی۔ بہت سی پھولوں سے بھری چھوٹی چھوٹی ٹوکریاں دیواروں پر لگی تھیں جن میں پڑے پھول مرجھا چکے تھے۔ ایک ایزل کے سامنے کھڑا کینوس پر وہ ایک تصویر بنا رہا تھا۔ بہت سے رنگ اس کے ہاتھوں اور ہلکے نیلے کپڑوں کی زینت بن چکے تھے۔ چہرے پر ازلی معصومیت اور بکھرے گھنگریالے بال لیے اس نے مڑ کر حوا کو دیکھا اور پھر گردن دوبارہ کینوس کی طرف موڑ لی۔

"مجھے بھی سکھاؤ شینخو" وہ آگے بڑھی اور اس کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔

اس نے شام کا ایک منظر پینٹ کیا تھا۔ درمیان میں ایک بڑا سا بوڑھا برگد کا پیڑ، اس کے ساتھ ایک جھونپڑی، سامنے سنہرے کھیت، ایک طرف ٹیوب ویل سے بہتا پانی اور آسمان

پیلا نارنجی تھا جس پر پرندے اڑتے گھروں کو جا رہے تھے۔یہ اس کا اپنا گاؤں تھا۔۔یہ قصور کا ایک خوبصورت سا گاؤں تھا جسے شیخو نے کینوس پر اتارا تھا۔۔تصویر دیکھنے والا یہی کہے گا کہ یہ ایک ماہر مصور کے ہاتھوں کا شاہکار ہے۔۔

"مم۔۔میں ابھی مم۔۔مصروف ہوں" وہ کینوس پر ہلکے نیلے رنگ کو نارنجی اور پیلے رنگ کے ساتھ ہلکا ہلکا سا ملا کر شام کو ایک نیا رنگ،ایک نیا تاثر دے رہا تھا

اس نے منہ بنالیا۔

"اب تم مجھے ایسے کہو گے"

اس نے جا بجا اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔

"سکھا دوں گا مم۔۔میری ماں" ایک نظر ساتھ کھڑی لڑکی کو دیکھا جو ابھی تک پینٹنگ کو گھور رہی تھی۔اس نے شیخو کو دیکھا اور مسکرا دی

اس نے بائیں ہاتھ میں پیلٹ پکڑ رکھی تھی جس پر تھوڑے تھوڑے کئی رنگ لگے ہوئے تھے۔۔وہ دوبارہ رنگ میں برش ڈال کر اسے کینوس پر بھرنے لگا۔

اس نے بایاں ہاتھ کمر پر رکھا،دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت کا ناخن دانتوں میں لیے بولی

"" تم یہ کیسے کر لیتے ہو شیخو؟

"بس ہو جج۔۔جاتا ہے" وہ مسکرایا تھا،ایک نظر حوا کو دیکھا۔۔پھر دوبارہ کینوس کی طرف متوجہ ہوا

"" تم بہت آگے جاؤ گے شیخو

اس کے چلتے ہاتھ رکے اور ایک خفا سی نظر اس پر ڈالی "میں ایسے ہی ٹٹ۔۔ٹھیک ہوں۔۔زیادہ آگے جج۔۔جاؤں گا تو پپ۔۔۔پیچھے آنا بھول جاؤں گا" ہاتھ میں برش پکڑے وہ ساتھ ساتھ پینٹ کر رہا تھا اور ساتھ ساتھ بہن سے باتیں کر رہا تھا۔

"اچھا چلو۔۔۔جلدی ختم کرو۔۔پھر چائے پیتے ہیں دونوں ساتھ "

وہ پچھلی دیوار کے ساتھ لگی ٹوٹی سائیکل کے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرنے لگی۔۔۔

رات کو عشاء کی نماز کے بعد وہ حوا سے ملنے چلے گئے۔وہ سو چکی تو وہ تھوڑی دیر چھت پر کھڑے چاند دیکھتے رہے۔سیڑھیاں اترتے وقت انھیں سینے میں کچھ درد محسوس ہوا۔پھر سانس لینے میں دشواری ہوئی اور سینے پر ہاتھ ملتے وہ کھانسنے لگے۔کھانسی شدید ہو گئی اتنی شدید کہ سانس بھی نہیں لیا جا رہا تھا۔ایک ہاتھ سینے پر رکھے دوسرا دیوار سے لگائے وہ دیوار کا سہارا لیے جھکے ہوئے مسلسل کھانس رہے تھے۔آسیہ بیگم نے سنا تو وہ بھاگی بھاگی کمرے سے

باہر نکلیں۔ہاتھ میں پانی کا گلاس لیے وہ ان کے ساتھ کھڑی تھیں۔وہ آخری دو زینوں پر تھے۔

"ارے کیا ہو گیا آپ کو۔۔ابھی تو ٹھیک تھے" وہ ان کی کمر سہلاتے ہوئے بولیں۔ان کے چہرے کا رنگ سرخ پڑ چکا تھا۔سانس لینا محال تھا۔۔ایسے جیسے پھیپھڑے باہر آنے کو ہوں

کچھ دیر بعد سانس بحال ہوئی اور وہ لمبی لمبی سانسیں لیتے سیڑھیوں پر ہی بیٹھ گئے۔آسیہ بیگم نے پانی دیا مگر انھوں نے ہاتھ سے پیچھے کر دیا۔اب ان کی حالت کچھ ٹھیک تھی۔سانس بحال ہوئی۔درد کی شدت میں کمی واقع ہوئی۔۔ہوا کا جھونکا انھیں چھو کر گزرا تو کچھ بہتر محسوس ہوا

" مجھے کچھ دیر اکیلا رہنے دو" وہ دھیمی آواز میں بولے تھے،ان کا سر جھکا ہوا تھا۔۔ہاتھ میں پانی کا گلاس پکڑے ان کے ساتھ کھڑیں آسیہ بیگم چند لمحے انھیں دیکھتی رہیں،جب وہ ٹھیک ہو گئے تو وہ وہاں سے چلی گئیں۔وہ اب پر سکون تھے

---

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

عصر کے بعد وہ گھر واپس آ رہا تھا۔اپنی موج میں مگن سر جھکائے سنسان گلی کے کنارے چلتا ہوا۔ سڑک اوپر جاتے جاتے ڈھلوان دار ہوتی جا رہی تھی۔نیچے نشیب سے اوپر فراز تک بڑھ رہا تھا۔ سڑک کے کنارے درخت تھے۔ایک سنہری شام تھی اور اس نے پورے بازو اور گول گلے والی ہلکی نیلی شرٹ اور نیچے گہری نیلی پینٹ پہن رکھی تھی۔سیاہ بال بکھرے ہوئے۔وہ گھر کے قریب ہی تھا جب اسے کسی کے درد سے کراہنے کی آواز آئی۔

"آہ! میرا پاؤں۔۔۔آہ "!

کسی لڑکے کی آواز تھی۔اس نے جلدی سے ادھر اُدھر دیکھا تو بائیں جانب لگے درختوں کے پیچھے سے آواز آ رہی تھی۔وہ اس طرف گیا وہاں اس کا ہم عمر لڑکا اپنا بایاں پاؤں پکڑے ایک درخت کے تنے سے ٹیک لگائے بیٹھا کراہ رہا تھا۔پاس ہی اس کی سائیکل بھی پڑی تھی بلکہ گری ہوئی تھی۔وہ اس کے قریب جھکا۔

"تم ٹھیک ہو؟"لڑکے کی آنکھوں میں جھانکا۔

ابراہیم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

"آہ! نظر نہیں آتا چوٹ لگی ہے" وہ اپنا پاؤں پکڑ کر بیٹھا تھا،جوتا ایک طرف تھا اس نے اس کے پاؤں کو چھونا چاہا مگر اس نے ہاتھ نہیں لگانے دیا۔

"ہاتھ مت لگاؤ لڑکے۔۔درد ہوتا ہے" اس کی آواز ذرا سی زخمی تھی

"ہاں مگر میں کیسے دیکھوں گا کہ تمھیں کیا ہوا ہے؟" وہ پنجوں کے بل اس کے سامنے بیٹھا تھا

"میرا پیر ٹوٹ گیا ہے" دکھی لہجے میں بولا۔

"کیسے؟۔۔تم کہیں گرے ہو کیا؟" ابرو اٹھایا

"ابھی ایک گاڑی والا گزرا تھا۔۔مجھے گرا کر چلا گیا" اس نے سر جھٹکا

اس نے بھنویں اچکائیں "اور وہ تمھیں چھوڑ کر چلا گیا"

"ہاں" بھنویں بھینچیں پریشانی سے اس نے اپنے سامنے بیٹھے لڑکے کو دیکھا

"وہ کہاں گیا؟ "

"تم پولیس والے ہو کیا۔۔مدد کرنے آئے ہو یا تفتیش؟" وہ جھنجھلا گیا

"چلو اٹھو شاباش!" ابراہیم نے ہاتھ آگے بڑھایا اور کھڑا ہوا

"میری مدد کرو۔۔میں ایسے کیسے کھڑا ہو سکتا ہوں" ایک ہاتھ پاؤں پر تھا اور دوسرا ان پر اور وہ گردن اٹھا کر سامنے کھڑے ابراہیم کو دیکھ رہا تھا

"ہوں۔۔۔ٹھیک ہے میں تمھاری سائیکل لے کر جارہا ہوں" بے پرواہی سے شانے اچکائے۔

اس نے اس کی گری ہوئی سائیکل کھڑی کی۔

"نہیں۔۔تم ایسا نہیں کر سکتے۔۔تم ایک زخمی کے ساتھ ایسے نہیں کر سکتے" وہ اونچی آواز میں اپنا درد بھلا کر چیخا۔

"میں کر سکتا ہوں" اور وہ سائیکل پہ سوار ہوا اور پیڈل ہلائے۔پہیے ہلے اور وہ تھوڑا آگے چلا گیا۔

"رک جاؤ لڑکے!" وہ یک دم کھڑا ہوا، جوتا پہنا

پیچھے سے بھاگتے ہوئے لڑکے نے اسے پکارا تو اس نے گردن موڑی اور واپس سائیکل موڑ کر اس کی جانب لے آیا۔

وہ وہیں رک گیا۔ابراہیم اس کے پاس آیا اور سائیکل سے اترا

"تم تو ٹھیک ہو۔۔۔زخمی لڑکے!" اس نے ابرو سے اس کے پاؤں کی طرف اشارہ کیا، طنزیہ لہجے میں مسکراہٹ دبائے بولا۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"تم جا سکتے ہو" اور اس نے اپنی سائیکل ابراہیم سے لے لی۔

"مگر۔۔ تم اچھے اداکار نہیں ہو" ابراہیم سینے پر بازو باندھے کھڑا تھا۔

"مگر۔۔ تم اچھے انسان ہو۔۔ اور مجھے اس وقت بھوک لگی ہے" وہ بے پرواہ سا تھا۔ کچھ تھا اس میں جو اسے بے پرواہ بنا رہا تھا

"تو؟" ابراہیم نے کندھے اچکائے۔

"کھانا کھلا دو بھائی!۔۔ بھوک لگی ہے پیسے نہیں ہیں" وہ جیسے بے زار آیا ہوا تھا

"تو یہ سب اس لیے تھا" ایک بار پھر ابراہیم نے ابرو سے اس کے پاؤں کی طرف ابرو سے اشارہ کیا

"ہاں!" اس نے بے زار لہجے میں جواب دیا۔ آنکھوں کی پتلیاں گول گھمائیں

"چلو آؤ تمھیں کھانا کھلاتا ہوں" اس نے اس لڑکے کا کندھا تھپتھپایا۔

اس کی خوشی دیکھنے لائق تھی۔

"تم سچ کہہ رہے ہو نا۔۔ جھوٹ تو نہیں بول رہے؟" وہ پر جوش ہوا تھا

"نہیں۔۔۔ میں تم جیسا نہیں ہوں" اب وہ دونوں گلی کے کنارے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ لڑکا اپنی سائیکل کے ہینڈل کو پکڑے اپنے ساتھ گھسیٹ رہا تھا۔

ایک چھوٹے ہوٹل میں کافی گہما گہمی تھی۔ہوٹل نہ زیادہ بڑا تھا نہ زیادہ چھوٹا۔ایک چھوٹے چوکور نما میز کے گرد آمنے سامنے کرسیوں پر وہ دونوں بیٹھے تھے۔وہ بڑے مزے سے دال چاول کھائے جا رہا تھا۔ہاتھ میں پلیٹ پکڑے چمچ چاولوں سے بھر کر منہ میں ڈالتے، نظریں صرف اپنے کھانے پر مرکوز۔

ابراہیم سامنے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھا ٹانگ پر ٹانگ جمائے اسے دیکھے جا رہا تھا۔بلکہ گھور رہا تھا"آرام سے کھاؤ۔۔میں تمھارا کھانا لے کر بھاگنے نہیں والا"اس نے سینے پر بازو لپیٹے

"تم ٹھیک کہتے ہو۔۔۔مجھ سے کوئی بھاگ نہیں سکتا"پانی کا گلاس منہ کو لگایا

وہ خاموش رہا"ویسے پیسے تم دے رہے ہو۔۔میں بس کھانا کھانے آیا تھا"کھاتے ہوئے لڑکے کو پیسے کا خیال آیا

ابراہیم آگے کو ہوا،میز پر کہنی رکھی اور اس کی آنکھوں میں جھانکا

"غلط۔۔تم نے کہا تھا کھانا کھلا دو۔۔میں نے کھلا دیا پیسوں کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی"

وہ پیچھے کو ہوا

گلاس منہ سے لگائے پانی پیتے اسے غوطہ لگا۔وہ اٹھ کھڑا ہوا اور بھاگنے کو تیار تھا۔ابراہیم پُرسکون بیٹھا اس کی اڑتی رنگت دیکھ رہا تھا۔

ابراہیم نے گردن موڑ کر بیرے کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا اور پھر اسے پیسے دیے پھر کھڑا ہوا

"بھاگنا ہے۔۔بھاگ جاؤ" اس نے شانے اچکائے اور کرسی اور میز کے درمیان سے نکل کر آگے کو چل دیا۔

وہ اس کے پیچھے لپکا۔

"نہیں یار!۔۔ایسی بات نہیں ہے۔۔پچھلی بار میں ایک بندے کے ساتھ کھانا کھانے گیا تھا۔۔کھانا اس نے مجھے کھلایا اور پیسے بھی مجھے ہی دینے پڑے" وہ ساتھ چلتے باہر نکل آئے۔

"پھر۔۔تم نے دیے؟" ابرو اٹھایا

"تمھیں کیا لگتا ہے؟" وہ مسکرایا تھا

"تو کیا تم بھاگ گئے؟" ابراہیم کا اگلا سوال

"ہاں۔۔پیسے دے کر بھاگا تھا"

"اوہ۔۔یقین نہیں آتا" ابراہیم نے سر نفی میں ہلایا

"کیا تم مجھے غریب سمجھتے ہو؟"اس نے بائیں ہاتھ سے سر کی ہشت کھجائی

"نہیں۔۔میں تمھیں کنجوس اور ڈرامے باز سمجھتا ہوں "

لڑکا ہنس دیا"قسم سے۔۔اس دن بھی میرے پاس پیسے نہیں تھے"اس نے ابراہیم کے کان کے قریب جا کر سرگوشی کی"مالک کے پیسے مالک کو ہی دیے تھے "

ابراہیم نے اسے گھورا تو اس نے اپنی دائیں آنکھ دبائی۔

سیاہ آنکھوں والا بس نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔

لڑکے نے اس کا کندھا تھپتھپایا۔

"تمھارا شکریہ۔۔تم نے مجھے کھانا کھلایا"سائیکل دیوار کے ساتھ لگی چند قدم کے فاصلے پر تھی

"کوئی بات نہیں۔۔میں ایسی نیکیاں کرتا رہتا ہوں"لاپرواہی سے شانے اچکائے

"یہ۔۔آخری بات کیا تھی۔۔تعریف؟۔۔وہ بھی اپنی۔۔خود ہی۔۔مجھے تم ایسے نہیں لگے تھے"لڑکے نے ابراہیم کو پتلیاں سکیڑ کر دیکھا

وہ مسکرایا"لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے"لڑکے نے سر ہلایا

"ٹھیک ہے! میں چلتا ہوں۔۔تم اپنا خیال رکھنا"وہ جانے کو تیار تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابراہیم نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"اس خوبصورت نوجوان کو سب قیس کہتے ہیں" اس نے دایاں ہاتھ سینے پر رکھا اور ذرا سا آگے کو جھکا۔

"اور اس کھانا کھلانے والے کو ابراہیم "

اس نے بھی اس کی نقل اتاری جس پر وہ دونوں ہنس پڑے۔ وہ دیوار کے ساتھ لگی سائیکل کو کھینچ کر لایا اور اس پر سوار ہوتا نکل گیا۔ ابراہیم اسے دور جاتا دیکھتا رہا۔

وہ صبح کافی روشن تھی۔ آٹھ بجے ہی یوں لگ رہا تھا جیسے گیارہ بارہ بج گئے ہوں۔ اس وقت وہ دونوں حوا کے کمرے میں موجود تھے۔۔ مل کر کمرے کی صفائی کر رہے تھے

"تم صفائی کک۔۔ کیوں نہیں کرتی جج۔۔ جگنو؟" شیخو کے ہاتھ میں کپڑا تھا جس سے وہ صوفے کو جھاڑ کر اچھے سے صاف کر رہا تھا

"کیونکہ امی کر دیتی ہیں" وہ بیڈ پر بیٹھی اپنے دھلے ہوئے کپڑے تہہ کر رہی تھی۔

"اپنا کک۔۔ کام خود کیا کک۔۔ کرو"

"خود ہی کر رہی ہوں" سر جھکائے مصروف سی بولی تھی

اتنی دیر میں جمی شیخو کے پاؤں کے پاس آکر میاؤں میاؤں کرنے لگا۔پھر اپنی کمر اس کے پاؤں کے ساتھ لگا کر سہلانے لگا۔وہ پیچھے ہٹ گیا۔ہاتھ میں کپڑا پکڑے وہ بے زار لہجے میں بولا "یار! یہ اپنا بب۔۔بلا سنبھالو"

"کیوں؟۔۔تمھیں کیا کہہ رہا ہے؟" وہ کھڑی ہو گئی، کمر پر ہاتھ رکھے بولی

"پتہ نہیں کک۔۔کیا عجیب عجیب حرکتیں کک۔۔کرتا ہے" ہاتھ میں پکڑا کپڑا جھاڑ کر کھڑکی کی طرف بڑھا۔

"اسے تم اچھے لگتے ہو شیخو" وہ شرارتی لہجے میں بولی، ساتھ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبا کر مسکراہٹ روکی۔۔جمی پھر شیخو کے پیچھے آگیا

"مم۔۔مجھے یہ اچھا نن۔۔نہیں لگتا" اور اس نے پاؤں سے جمی کو پیچھے کیا۔

"اف! تم بھی نا" اور اس نے اسے پکڑ لیا اور اس کی کمر سہلاتے ہوئے اسے صوفے پر بٹھا کر خود تہہ کیے ہوئے کپڑے اٹھائے۔۔ابھی اس نے الماری کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ اندر سے بہت سے کپڑے باہر گرے

کھڑکی سے باہر جھانکتے شیخو نے ایک نظر مڑ کر اسے دیکھا جو کمر پر ہاتھ باندھے نظریں جھکائے کپڑے دیکھ رہی تھی۔۔ایک سانس خارج کر کے اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔وہ اب

جھک کر کپڑے اٹھا رہی تھی جب شیخو بیڈ پر بیٹھا اور پاس پڑی چھوٹی میز سے کاپی پکڑی اور اوپر قلم رگڑ کر کچھ لکھا، پھر اٹھا اور کاپی حوا کو دی۔۔خود جھک کر کپڑے تہہ کرنے لگا۔۔حوا کھڑی صفحے پر لکھی تحریر پڑھ رہی تھی

"جس لڑکی کو اپنے کپڑے سمیٹنے آتے ہیں اسے سب آتا ہے، وہ کل کو اپنا گھر بھی سمیٹ لے گی اور زندگی بھی۔۔جس لڑکی کو صرف کتابیں چاٹنی آتی ہیں کل کو وہ کتابوں سے گھر بنا پائے گی نہ گھر سنوار پائے گی"

صفحے پر لکھی تحریر پڑھ کر حوا مسکرائی، کاپی بیڈ کی طرف اچھالی اور شیخو کے ساتھ نیچے بیٹھ گئی، پھر معصوم شکل بنا کر بولی "لیکن شیخو مجھے تو کتابیں بھی چاٹنی نہیں آتیں "

شیخو نے ایک نظر اسے دیکھا، اس کے سر پر ایک چپت رسید کی اور وہ ہنس دی۔

کچھ پل بیتے اور وہ کھڑا ہوا، ایک تھکی تھکی سانس خارج کی اور کمر پر دونوں ہاتھ باندھ لیے۔۔اب کپڑوں کا پہاڑ کم ہو گیا تھا

"مم۔۔مجھے بھوک لگ رہی ہے جج۔۔جگنو!۔۔چلو بس بب۔۔بہت ہوا اب ناشتہ کرنے چچ۔۔چلتے ہیں "

وہ کمرے کے کھلے دروازے کے پاس کھڑا تھا۔۔اب الماری میں کافی سکون تھا

"ہاں جی چلیں۔۔مجھے بھی بھوک لگی ہے" سر ہلا کر باہر نکلی

نیچے جاتے ہی صحن میں لگے نلکے سے ہاتھ منہ دھوئے اور چارپائی پر بیٹھ گئے۔اتوار کو بی جان انھیں ناشتہ بنا کر دیتی تھیں سو ابھی وہ چولہے کے آگے ہی بیٹھی تھیں۔

"چائے پیو گے دونوں؟" توے پر روٹی ڈال کر انھوں نے گردن موڑ کر حوا اور شیخو کو دیکھا۔

"نہیں گرمی بہت ہے" وہ چارپائی پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھی تھی، مسلسل ایک ٹانگ ہلاتی ہوئی

شیخو سر جھکائے پاؤں میں پہنا جوتا فرش پر مسلسل رگڑ رہا تھا۔

"نہیں بی جان۔۔یہ کیوں پیئں گے چائے۔۔ان کا رنگ کالا نہ ہو جائے" دائیں طرف چارپائی پر بیٹھی اقصیٰ نے لقمہ دیا اور پھر چائے کی چسکی لی۔

"ہاں اقصیٰ باجی! آپ بھی نہ پیا کریں۔۔رنگ کالا ہو جائے تو رشتے بھی نہیں آتے" حوا نے بھی اسی کے لہجے میں اسے جواب دیا۔

اس کے تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔

"اے لڑکی! زبان سنبھال کے بات کر" وہ تپے لہجے میں غصے سے بولی۔

شیخو نے اقصیٰ کو گھور کر دیکھا۔

"میں نے تو ایسا کچھ نہیں کہا۔۔آپ ہی نے بات شروع کی تھی" اس نے کندھے اچکائے۔

شور سن کر خالدہ بھابھی باہر آ گئیں۔

"کیا شور مچایا ہوا ہے تم لوگوں نے؟" وہ حوا سے مخاطب تھیں۔

"آپ کی بیٹی نے مچایا ہے" ویسی ہی بے پرواہ رہی۔

"جھوٹی۔۔مکار کہیں کی" اقصیٰ اٹھی، چائے کی پیالی چارپائی کے نیچے رکھی، اس کی طرف بڑھی مگر شیخو اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔وہ رک گئی۔شیخو نے انگلی سے پیچھے جانے کا اشارہ کیا۔اپنی مُٹھی دبائے ضبط کیے وہ پیچھے مڑ گئی۔

"تم دونوں کو تو دیکھ لوں گی میں" اور وہ پیر پٹخ کر کمرے میں چلی گئی۔

خالدہ تائی بس تماشا دیکھنے آئی تھیں۔حوا پر چلانے کو کوئی لفظ نہیں ملا تو منہ بسورے کمرے میں واپس چلی گئیں۔

"مت منہ لگا کر اس کے حوا۔۔" بی جان نے لقمہ دیا۔

شیخو نے ایک نظر اسے دیکھا،اس نے مسکرا کر شانے اچکائے اور جوتا اتار کر چارپائی پر بیٹھ گیا۔

چادر اوڑھے، چہرے پر مسکان لیے خوش گپیوں میں مصروف وہ اپنے بھائی کے ساتھ گھر سے نکلی تھی۔اجازت کیسے ملی وہ ایک الگ کہانی ہے۔یہ ظہر سے ذرا پہلے کا وقت تھا۔

"ہم ماسٹر احمد علی کے گھر بھی جائیں گے ؟"اس نے گردن موڑ کر ساتھ چلتے شیخو سے پوچھا

ارد گرد سنہرے گندم کے کھیت اور درمیان میں تھوڑا سا کچا راستہ تھا جس پر اس وقت حوا اور شیخو چلتے جا رہے تھے۔

"ہوں "

"کب تک ؟"

"سوال بڑے کک۔۔کرتی ہو"شیخو نے گردن موڑ کر خفگی سے اپنی بہن کو دیکھا۔

"تو کیا کروں ؟ "

"چپ کک۔۔کر جاؤ"وہ جیسے اکتایا ہوا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ خاموش رہی۔بس دوپٹے کا پلو گھماتی ساتھ چلتی رہی۔

برگد کے پیڑ سے ذرا آگے گئے تو دائیں گلی میں مڑ گئے۔۔حوا اب خاموش ہی تھی مگر گردن ادھر اُدھر گھماتی کچھ ڈھونڈ رہی تھی اور جو وہ ڈھونڈ رہی تھی وہ اسے مل گیا۔۔شیخو خاموشی سے اس سے ذرا سا آگے چل رہا تھا۔اس نے شیخو کو مخاطب کیا

"شیخو "

"ہوں"اس نے مڑ کر پیچھے آتی بہن کو دیکھا جو دائیں جانب دو گھر چھوڑ کر ایک بڑے سے باغ کی دیوار سے باہر جھلکتے سیبوں کے بڑے سے درخت کو گھور رہی تھی۔

شیخو نے اسے گھورا جیسے کہہ رہا ہو کہ "نہیں"!

اس نے معصوم سی شکل بنائی اور مسکرا دی۔پھر نظریں نیچے گھمائیں،ادھر اُدھر دیکھا۔جھک کر ایک بڑا پتھر ہاتھ میں پکڑا اور اسے پھینکنے کے انداز میں بازو لمبا کر کے ہاتھ ہوا میں بلند کیا

"نن۔۔نہیں"شیخو نے اس کا ہاتھ تھام لیا

مگر وہ نشانہ لگا چکی تھی اور ہمیشہ کی طرح نشانہ غلط ہی لگا تھا۔۔بلکہ اندر جا کر کسی کو لگا تھا جو کراہا تھا۔۔اس نے تھوک نگلتے شیخو کو دیکھا جو اسے غصے سے دیکھ رہا تھا۔۔اس نے حوا کو دیکھتے

بے بسی سے ماتھے پر ہاتھ مارا۔۔۔اندر سے ایک بوڑھا باہر آیا،اس نے سفید دھوتی باندھ رکھی تھی،اوپر سفید قمیض اور اس کے ہاتھ میں پودے کاٹنے والی بڑی سی قینچی تھی۔حوا آگے بڑھ کر شیخو کے ذرا سا پیچھے کھڑی ہو گئی

"پتھر کیوں مارا؟"وہ غصے میں تھا

اس کا دل بے اختیار دھڑکا تھا،شیخو کی کہنی تھام لی

"وہ۔۔"اور اس کے آگے کچھ نہ بول سکا،الفاظ ختم تھے

"منہ میں زبان نہیں ہے کیا؟"بوڑھا آدمی اب چل کر شیخو کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

اس سے پہلے کہ وہ شیخو کو کچھ کہتا وہ اپنے بھائی کے آگے جا کھڑی ہوئی،اڑی ہوئی رنگت اور کانپتے ہاتھ "میں نے پھینکا تھا "

شیخو اس کو دیکھتا رہ گیا،اس نے حوا کا بازو تھام کر اسے پیچھے کرنا چاہا مگر اس نے بازو چھڑا لیا

"چچا"اس کا تنفس تیز ہونے لگا تھا"میرے بھائی کو کچھ نہ کہو۔۔میں نے پتھر پھینکا تھا "

چچا قدرے دھیمے پڑے"کیوں؟ "

"مجھے سیب اچھے لگے تھے" حوا نے ہاتھوں کی مٹھیاں بنائی ہوئی تھیں اور دھڑکتے دل سے ان کے سامنے جمی تھی

چچا نے ایک سانس خارج کی

"آؤ" اور وہ باغ کے اندر داخل ہوئے

اس نے پیچھے مڑ کر شیخو کو دیکھا جو کہ ابھی تک ہونق بنا کھڑا تھا

"کوئی سس۔۔سیدھا کام نن۔۔ہیں ہے تمھارے پاس" وہ دانت پیستے بولا تھا

وہ رونے والی ہوئی تھی مگر دل بڑا کر کے اندر چلی گئی۔۔اندر جاتے ہی پھلوں اور پھولوں کی خوشبو اس کی نتھوں سے ٹکرائی۔۔تازہ پھل، ہری گھاس، خوبصورت پھول۔۔اس کے دل نے سوال کیا "یہ تمھارا ہی گاؤں ہے نا حوا؟"

دائیں طرف سے چچا آ رہے تھے، ان کے ہاتھ میں دو سیب تھے۔۔حوا کی طرف سیب بڑھائے مگر اس نے نہیں لیے۔۔وہ عام سیب سے ذرا بڑے اور سرخ تھے

"لے لو بیٹا!" اب وہ غصے والے نہیں لگے تھے

حوا نے سیب لے لیے

"شکریہ"

چچا نے بس سر ہلا دیا مگر وہ کچھ پریشان تھے

"چچا میں مم۔۔معافی چاہتا ہوں، آپ کو پپ۔۔پریشان کیا" بولنے والا شیخو تھا

"کوئی بات نہیں بیٹا" ان کے ماتھے کے بل کم نہ ہوئے

حوا نے ایک نظر سیبوں کو دیکھا پھر چچا کو "اللہ آپ کو چاند تارے دے چچا"

"بات چاند تارے کی نہیں، گندم کے دانے کی ہوتی ہے" ان کا لہجہ دکھی تھا

"چچا ایک دو سیب توڑ لینے سے کیا ہو گا؟" اسے نہیں پتہ اس نے کیوں پوچھا مگر پوچھ لیا

"بٹیا۔۔یہاں کا مالک اپنا ایک ایک پھل گنتا ہے۔۔۔یہاں کے مالک عمر فاروق نہیں ہیں۔۔ہمارے سروں پر فرعون مسلط ہیں جو ہمارے جسم زندہ رکھتے ہیں اور دل جلا ڈالتے ہیں، ہم سے اپنے پانی کا حساب ہمارے خون سے مانگتے ہیں"

حوا کو آدھی بات سمجھ آئی تھی مگر شیخو کا دل ڈوبا تھا، دکھ ہوا تھا۔۔چچا نے چھوٹے سے سوال کے بدلے بڑا جواب دیا تھا۔۔وہ یہاں کیوں آئے؟ مگر حوا تو چپ ہونے میں نہیں آ رہی تھی

"آپ تو ایسے کہہ رہے ہیں کہ جیسے درختوں کے ساتھ پھل نہیں ہیرے لگے ہیں "

"ہم چھوٹے لوگ ہیں، ہمارا خون پسینہ ہوتا ہے اور سونا مٹی۔ یہ بڑے لوگ ہیں ان کے درخت ہیرے اگاتے ہیں اور زمین سونا اگلتی ہے "

شیخو نے اس کا بازو کھینچ کر اپنے ساتھ کھڑا کیا

"چچا" ذرا سا آگے ہوا "مم۔۔ معذرت" ایک سانس کا وقفہ

چچا نے بس سر ہلا دیا اور وہ وہاں سے چلے گئے۔۔

تھوڑی دور ہی گئے ہوں گے کہ حوا نے اس کا سیب اس کی جانب بڑھایا "تت۔۔ تم ہی کھاؤ"

اس نے شانے اچکائے، برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا اور اپنے سیب میں دانت گاڑھے۔۔

آگے راستہ کافی پر سکون تھا۔ ایک جگہ پر بہت سے چھوٹے بچے اکٹھے شور مچاتے تالیاں بجا رہے تھے۔ اس نے دوسرا سیب شیخو کی جیب میں ڈال دیا۔

"وہاں کیا ہو رہا ہے شیخو؟" سامنے دیکھتے ہوئے بولی

"پپ۔۔ پتہ نہیں!" وہ بھی سامنے ہی دیکھ رہا تھا

"دیکھیں۔۔ کیا ہو رہا ہے؟" اس نے چہک کر پر امید لہجے میں کہا۔

شیخو نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا اور پھر مسکرایا۔ہاں میں گردن ہلائی اور چل پڑا۔

وہ سب ایک بڑے امرود کے درخت کے پاس کھڑے تھے۔غلیل سے امرود توڑ رہے تھے۔بڑی مشکل سے کوئی ایک دو امرود ٹوٹتا تھا اور وہ امرود ٹوٹنے پر توڑنے والے کے لیے تالیاں بجا رہے تھے۔کھیل بہت اچھا تھا۔

"شیخو تم بھی جاؤ نا!"اس نے گردن موڑ کر ساتھ کھڑے شیخو کو دیکھا

وہ چپ رہا پھر حوا نے اس کا بازو پکڑ کر ہلایا۔

"جاؤ نا۔۔بھوک لگی ہے امرود کھائیں گے"پہلے اس نے نفی میں سر ہلایا۔پھر مسکرایا اور آگے بڑھا۔

بچے سے غلیل لی"مم۔۔میں کوشش کروں؟"بچے نے غلیل دے دی۔۔ایک دم خاموشی چھا گئی

اس نے ایک آنکھ بند کی اور دوسری آنکھ سے نشانہ باندھا۔ایک چھوٹا پتھر غلیل کی ربڑ میں رکھا اور پھر نشانہ لگایا۔دو امرود ٹوٹ کر زمین پر گرے۔تالیاں بجیں،شور بلند ہوا۔وہ مسکرایا دل کی جگہ پر دایاں ہاتھ رکھ کر سر کو خم دیا،داد وصول کی۔

اس نے پھر نشانہ باندھا اور دو اور امرود توڑے۔ حوا پر جوش سی کھڑی۔ دس منٹ تک شیخو نے انھیں کئی امرود توڑ کر دیے پھر مڑ کر حوا کو دیکھا۔

وہ آگے بڑھی اور اب جو نشانہ لگا اس سے گرنے والا امرود حوا نے لیا۔ دو تین امرود اس نے اکٹھے کیے۔ سب بچے بڑے خوش نظر آ رہے تھے آخر انھیں کوئی امرود توڑنے والا ملا تھا۔

"وہ والا" ایک بچہ آگے بڑھا اور انگلی کے اشارہ کر کے اسے اس کا اگلا نشانہ بتایا۔

اس نے امرود توڑ دیا۔

پھر "وہ والا۔۔ وہ والا" کی آوازیں ابھرنے لگیں۔

پانچ دس منٹ بعد اس نے بس کر دی "یہ وو۔۔ والا آخری ہے" اور اس پر نشانہ باندھ کر وہ پیچھے ہٹا۔

غلیل واپس کر دی۔ چھوٹے لڑکے بڑے جوش سے اس سے ہاتھ ملا رہے تھے جیسے وہ کوئی ہیرو ہو۔۔۔ ایک چھوٹی لڑکی آگے بڑھی۔ فراک پہنے، سکارف باندھے اس نے شیخو کو گلدستہ دیا۔۔ ہاتھ سے بنا "گل بابونہ" کا سفید خوبصورت گلدستہ۔۔۔

"یہ ہماری طرف سے۔۔شکریہ"وہ مسکراتے ہوئے اس کے سامنے پھول کیے کھڑی تھی۔اس کے گال گلابی ہو رہے تھے۔۔۔شیخو بس دیکھے جا رہا تھا۔حوا آگے بڑھی۔

اس نے پھول لے لیے۔

"یہ تحفہ ہے؟"حوا پھولوں کو ناک تک لے گئی

"ہوں۔۔خوبصورت لوگوں کو پھولوں کے علاوہ کیا کوئی اور تحفہ دیا جا سکتا ہے "

وہ شیخو کو دیکھتے ہوئے بولی۔

"اللہ!"حوا کا قہقہہ بلند ہوا۔

اس نے منہ پر ہاتھ رکھے بمشکل ہنسی روکی، شیخو شرم سے گلابی ہو چکا تھا۔گلابی گال لیے وہ نظریں جھکا گیا اور پھر فوراً جانے کے لیے مڑا۔

وہ ذرا سا اس کے قریب ہوئی اور سرگوشی کی"خوبصورت لوگ کیا امرود کھاتے ہیں؟"اور ہنس دی، شیخو نے اسے گھورا

"ہاں کک۔۔کھاتے ہیں"وہ مسکرایا تھا، حوا نے ایک امرود اسے دیا ایک خود لیا اور باقی اس کی جیب میں ڈال دیے۔

ایک کچی گلی میں وہ داخل ہوئے۔ گلی کی ایک طرف نالی بہہ رہی تھی، گلی کے کنارے درخت تھے۔ارد گرد مٹی کے بنے کچے مکان۔ حواہاتھ میں گلدستہ پکڑے اپنے بھائی کے بائیں طرف چل رہی تھی۔

"شیخو۔۔ تمھیں یاد ہے ان کا گھر؟ "

گردن اٹھا کر مخاطب ہوئی۔

"ہوں" وہ بھی ارد گرد گھروں کو دیکھ رہا تھا یوں جیسے کوئی گھر پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو۔

دو تین منٹ چلنے کے بعد وہ مطلوبہ گھر کے سامنے کھڑے تھے۔دروازہ کھٹکھٹایا مگر کسی نے نہیں کھولا۔ پھر کھٹکھٹایا تو ایک لڑکے کی آواز آئی

"آرہا ہوں بھئی "!

دروازے کھلتے اس نے ایک نظر دونوں کو دیکھا۔

"جی؟؟" وہ شیخو سے مخاطب تھا۔

"مم۔۔ماسٹر احمد علی۔۔۔ "

ابھی شیخو کی بات ادھوری ہی تھی کہ پیچھے سے ان کی آواز آئی "کون آیا ہے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پتہ نہیں ماسٹر صاحب۔۔ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہے" وہ گردن موڑے کمرے سے باہر نکلتے ماسٹر احمد علی سے مخاطب تھا۔

ابھی یہ کہنا ہی تھا کہ شیخو اندر آ گیا اور پیچھے حوا بھی۔۔

"السلام علیکم!" سر کو ذرا سا خم دیا

شیخو نے اندر آتے ہی سلام کیا۔

وہ حیرانی اور خوشی کے ملے جلے جذبات لیے آگے بڑھے۔

"وعلیکم السلام!۔۔ارے یہ تو اپنے ہی بچے ہیں" اور آگے بڑھ کر شیخو کو گلے لگایا جو کہ ان کے قد کے برابر تھا اور حوا کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"تم دونوں کو کیسے یاد آ گئی آج میری؟"

وہ آگے چل رہے تھے اور دونوں بہن بھائی ان کے پیچھے

ان کا گھر بھی باقی گھروں کی طرح کچا تھا۔ بڑا سا صحن تھا اور دیواروں کے ساتھ کیاری تھی۔ بڑی سی کیاری جس میں لیمو کا پودا، گلاب کے پھول اور بھی کئی پودے لگے تھے۔ سامنے دو کمرے اور دائیں جانب باتھ روم تھا۔ مٹی کی چھوٹی دیواریں اور ان پر بنی مٹی کی شیلفس جن پر برتن رکھے تھے، ساتھ ایک تندور۔ پانی کے لیے نلکا لگا تھا۔ دونوں کمروں

کے آگے شیڈ تھا۔ شہتیر اور کانے سے بنا شیڈ جسے موٹے موٹے دو بانس کے ڈنڈے اپنے اوپر اٹھائے ہوئے تھے۔اس سے دونوں کمروں میں چھاؤں رہتی اور شیڈ کے نیچے چٹائی بچھی تھی۔ جہاں ایک چھوٹی لکڑی کی بنی پھٹی پڑی تھی۔ وہ اندر جانے والے تھے حوا بول پڑی

"ماسٹر جی۔۔ یہیں بیٹھ جائیں "

وہ مڑے اور پیچھے دیکھا۔

"ہاں ہاں۔۔ کیوں نہیں "

اور وہ چٹائی پر ہی بیٹھ گئے۔ماسٹر صاحب بھی پھٹی پر کہنیاں اور بازو رکھے بیٹھے تھے۔

آوازیں سن کر ان کی بیوی بھی کمرے سے باہر آ گئیں۔

"ارے دیکھو تو۔۔ کون آیا ہے ؟"اور وہ دونوں کھڑے ہو گئے۔انھوں نے دونوں کے سر پر پیار دیا۔

"ماشاءاللہ دیکھو تو میرے کندھے لگتے ہیں دونوں۔۔ اللہ بھاگ لگائے "

"میں ابھی کچھ لاتی ہوں دونوں کے لیے "وہ خوشی خوشی چولہے کی طرف آئیں۔

نہایت سادہ خاتون، سفید بال، روشن چہرہ، سفید چادر لیے ان کی بیوی اب ان کے کھانے پینے کا انتظام کرنے لگیں۔

ماسٹر احمد علی کوئی ستر پچھتر برس کے آدمی تھے۔اس عمر میں بھی گھنے بال، کچھ کچھ کالے اور باقی سفید۔مل ملا کر ایک سرمئی سا رنگ دیتے تھے۔چہرے پر ہلکی بڑھی شیو جبکہ سرمئی مونچھیں تھیں۔سانولی رنگت اور اپنے بائیں کان پر ایک پنسل ٹکائے وہ کافی مطمئن لگتے تھے۔

"کیسے آنا ہوا؟ "

"آپ سے مم۔۔ملنے آئے ہیں" شیخو مسکراتے ہوئے بولا۔

"زھے نصیب۔۔یوں لگ رہا ہے تم دونوں ابھی بھی ویسے ہی ہو چھوٹے شیطان اور میں وہی جوان" اور وہ تینوں ہنس دیے۔

"کیا کرتے ہو آج کل؟ "

"لاہور رہہ۔۔ہوتا ہوں، ہوٹل مم۔۔میں کام کرتا ہوں "

"ماشاءاللہ۔۔اور گڑیا تم؟" وہ حوا کی طرف متوجہ تھے۔

"میں میٹرک کر رہی ہوں"

"ارے واہ۔۔۔تم ایسا کرنا شیخو بہن کو بھی اپنے ساتھ لاہور لے جانا۔۔دو تین سال میرے لاہور ہی گزرے ہیں۔۔وہاں پڑھائی اچھی ہے۔۔آگے پڑھ لکھ لے گی" وہ اب شیخو سے مخاطب تھے۔

حوا نے بغور شیخو کو دیکھا جو کہ "جی اچھا!" کہہ کر رہ گیا۔

ماسٹر جی کی بیوی شربت بنا لائی اور ایک ایک پیالی ان کو دی اور ایک پیالی ماسٹر جی کے سامنے پھٹی پر رکھی۔

"پھول میرے لیے لائی ہو؟ "

اس نے گود میں رکھے گلدستے کو دیکھا "وہ۔۔ہاں جی۔۔آپ لے لیں" اس نے گلدستہ ان کے سامنے رکھ دیا۔

پھر مسکرائی اور شیخو کو گھورا

"خوبصورت لوگوں کو پھولوں کے علاوہ کیا کوئی اور تحفہ دیا جا سکتا ہے "

شیخو نے پوری گردن موڑ کر بہن کو دیکھا۔اس نے بتیسی دکھائی اور پھر کندھے اچکائے۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسے۔

"ارے ماشاءاللہ! حوا تو بڑی سمجھدار ہو گئی ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شیخو بمشکل مسکرایا اور پھر بہن کو گھورتے ہوئے بولا "بب۔۔بس ایسے ہی ہے "

پھر ماسٹر جی کی بیگم سویاں لے آئیں۔ گھنٹہ ڈیڑھ بیٹھے اور پھر عصر کی اذان ہونے لگی۔

حوا نے ادھر اُدھر دیکھا پھر بولی "ایمن کہاں ہے؟"

ماسٹر صاحب مسکرائے "وہ اپنے گھر۔۔ پچھلے مہینے اس کی شادی ہو گئی"

اس کے ہونٹ "اوہ" میں سکڑے "وہ تو ابھی مجھ سے بھی چھوٹی تھی "

شیخو نے اسے گھور کر دیکھا مگر وہ حوا ہی کیا جسے اپنے بولنے پر شرمندگی ہو جائے

ماسٹر صاحب نے سر جھکایا، پھر بڑے اطمینان سے اسے دیکھا "ہمارے ہاں شہزادیاں پیدا نہیں ہوتیں۔ غریب کی بیٹی جس دن پہلی روٹی بناتی ہے نا اس کا باپ اس کا گھر بنانے کا سوچتا ہے۔ غریب باپ کے بال سفید ہونے لگیں تو معاشرہ گھات لگا کر بیٹھ جاتا ہے۔ بنت حوا کو چادر کے ساتھ ساتھ ایک محفوظ چھت بھی دینی ہوتی ہے جو بارش آئے تو ٹپکے نہ، طوفان آئے تو ٹوٹے نہ"

وہ خاموش رہی۔ کچھ باتیں سمجھ گئی، کچھ نہیں سمجھی

اب وہ واپس جانے والے تھے۔۔ ماسٹر صاحب اندر کمرے میں تھے اور ان کی بیوی باہر کھڑی حوا سے کچھ کہہ رہی تھیں۔۔ ماسٹر صاحب کھانستے ہوئے کمرے سے باہر آئے

تھے،ان کی کھانسی شدید تھی۔۔وہ سینے پر ہاتھ ملتے جھکے تھے،چٹائی پر پڑا کپڑا اٹھایا اور منہ پر رکھا۔۔کھانستے جا رہے تھے،ان کی بیوی ان کے ساتھ کھڑی ان کی پشت سہلا رہی تھی۔۔انھوں نے کپڑا منہ سے الگ کیا تو اس پر خون لگا تھا۔۔ان کے منہ سے بھی خون نکل رہا تھا

۔۔

نلکے کے پاس کھڑی حوا نے گھبراہٹ سے شیخو کو دیکھا۔۔اسے ماسٹر جی کی بات سمجھ میں آگئی تھی۔۔

السلام علیکم بھائی"!

امید کرتی ہوں آپ ٹھیک ہوں گے۔۔دادا کیسے ہیں؟باقی باتیں بعد میں ہوں گی لیکن آپ کے لیے بڑی خبر یہ ہے کہ آپ کا ایک خط آیا ہے۔۔آپ کا آئی ایس ایس بی ٹیسٹ ہے۔میں وہ خط اپنے اس خط کے ساتھ بھیج رہی ہوں پڑھ لیجیئے گا اور واپس آجائیں۔بھول نہ جایئے گا ایک ہفتے کے بعد آپ کو جانا ہے۔۔میں آپ کے بغیر بہت اداس ہو گئی ہوں۔۔چند دن مجھے مہینوں کی طرح لگ رہے ہیں۔پتہ ہی نہیں چلا کب دن لمبے اور راتیں بے خواب ہو گئی ہیں۔شیخو بھی آیا ہے اور حوا سارا دن اس کے ساتھ مصروف

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رہتی ہے۔رہنا بھی چاہیئے اس کا اکلوتا بھائی ہے اور وہ بھی اتنے دنوں بعد آیا ہے۔آپ بھی آجائیں بہت سی باتیں کرنی ہیں آپ سے۔۔اماں بھی آپ کو اٹھتے بیٹھتے یاد کرتی ہیں۔ ابراہیم یہ کر رہا ہو گا،ابراہیم وہ کر رہا ہو گا، پتہ نہیں کیسا ہو گا،سب کچھ ٹھیک ہو گا کہ نہیں۔۔ اور صبح سے کہنے لگی ہیں کہ یہ بھی لکھوا سے اور کچھ دیر بعد پھر کچھ یاد آتا ہے اور کہتی ہیں یہ بھی لکھ دینا۔۔میرا بچہ پریشان ہو گا کہ ماں کیسی ہے۔۔اب ماں کو کیسے بتاؤں کہ ان کا اکیس سالہ چھوٹا سا بچہ اپنے دادا کی گود سے نہیں اتر رہا۔آپ جلد از جلد آئیں۔میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں۔اللہ آپ کی حفاظت کرے۔اللہ حافظ !

آپ کی بہن

سکینہ خانم

آج صبح ہی اسے یہ خط موصول ہوا تھا۔بیڈ پر بیٹھا بہن کی باتیں پڑھ کر مسکرا رہا تھا۔پھر اپنا لیٹر کھولا اور اسے پڑھا۔پھر بند کر کے دونوں کو ایک ہی لفافے میں ڈال کر دراز میں رکھ دیا۔ ایک نظر کمرے میں لگے آئینے میں ابھرتے اپنے عکس پر ڈالی اور پھر باہر کی طرف بڑھا

"دادا کہاں ہیں؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کمرے کے باہر لاؤنج میں کام کرتے عبدل سے پوچھا۔صوفے کی پشت کو کپڑے سے جھاڑتا عبدل مڑا،رخ ابراہیم کی طرف تھا

"وہ جی ان کے کوئی دوست آئے تھے۔آپ کا پوچھ رہے تھے مگر آپ سوئے تھے تو انھوں نے آپ کو جگانے سے منع کر دیا اور خود چلے گئے "

"اچھا" کچھ سوچ رہا تھا

پھر بالوں میں انگلیاں پھیرتے بال سیدھے کرتا باہر چلا گیا۔

فراز سے ہوتے ہوئے وہ نشیب کی طرف جا رہا تھا۔وہ راستہ ایسا ہی تھا۔اوپر سے ہوتے ہوئے نیچے کی طرف بالکل فراز سے نشیب کی طرف۔اسے اپنے پیچھے کسی کے سیٹی بجانے کی آواز آئی اور اسے مڑنے کی بھی ضرورت نہیں پڑی،جب سیٹی بجانے والا سامنے آگیا تھا۔آج بھی وہ سائیکل پر ہی تھا۔پینٹ شرٹ پہنے بال بکھرے وہ اس کے گرد گول گول چکر کاٹنے لگا۔ابراہیم رک گیا اور اپنے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے۔

"اور کتنی دیر تک تم میرا طواف کرو گے؟"اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھتے ہوئے بولا۔

وہ مسلسل سیٹی بجائے جا رہا تھا۔

"کیسے ہو۔۔براہیم "وہ اس کے سامنے رکا،ایک پاؤں پیڈل پر اور دوسرا زمین پر تھا۔

"میں ٹھیک ہوں اور میرا نام ابراہیم ہے" ابراہیم پر زور ڈالتے ہوئے بولا۔

"ہاں وہی ہو گیا" اس نے کندھے اچکائے۔

ابراہیم اب آگے بڑھ گیا۔اس کے ہاتھ اب پہلو میں گرے تھے

وہ سائیکل آہستہ آہستہ چلاتے ہوئے اس کے برابر چل رہا تھا۔

"ویسے دوستوں کو تو کسی بھی نام سے پکار سکتے ہیں نا" گردن سیدھی تھی مگر مخاطب وہ ابراہیم سے تھا

"اور میں تمھارا دوست نہیں ہوں" اس نے ایک نظر ساتھ سائیکل چلانے والے پر ڈالی۔

"میں تو ہوں" قیس نے گردن موڑ کر اس سے کہا، شانے اچکائے

"یہ کب ہوا؟" ابرو اٹھایا

وہ رک گیا۔ قیس بھی رکا۔

"بھوک لگی ہے؟" یوں جیسے اسے پتہ چل گیا ہو وہ کیوں اس کے پیچھے آیا ہے

ابراہیم کے سوال پر قیس خفا ہوا۔اس نے نظریں چرائیں۔

"بھوکا نہیں ہوں میں" اس نے گردن جھکائی

"پھر؟" سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے بولا۔

"پارک میں بیٹھیں۔۔اچھا موسم ہے آج" وہ ازلی بے پرواہ تھا۔۔اس میں کچھ تھا جو اسے بے پرواہ بناتا تھا

یہ جیسے ایک مفت کا مشورہ تھا۔ابراہیم نے ایک سانس خارج کی،ابرو اٹھایا

"اور تمھیں کس نے کہا کہ میں تمھاری بات ماننے والا ہوں؟" بات کے اختتام پر اس نے کندھے اچکائے

"یار تم میری بے عزتی کرتے رہتے ہو ہر وقت۔۔زہر لگتے ہو مجھے!" وہ جھنجھلا گیا۔

"خوشی ہوئی جان کر۔۔شہد تم بھی نہیں لگتے مجھے" پھر اس کے چہرے پر خفگی دیکھی اور بولا "پارک چلیں" ہاتھ سے آگے کی طرف اشارہ کیا

"جی حضور۔۔عنایت ہے آپ کی" اس نے بھی بازو لمبا کر کے اسے پہلے چلنے کا اشارہ کیا

ابراہیم نے اپنے وہی پرانے مخصوص انداز میں اپنا دایاں ہاتھ سینے پر رکھا، سر کو ذرا سا خم دیا۔

"تم یہیں آوارہ گردی کرتے رہتے ہو؟" گردن موڑ کر اس نے قیس سے سوال کیا

"آوارہ گرد نہیں ہوں میں۔۔بس آج کل ہو گیا ہوں" پاؤں پیڈل پر چلتے سائیکل آگے کی طرف بڑھا رہے تھے

"کیوں؟" حیران ہوتے ابراہیم کا سوال۔

"بھائی نے گھر سے نکال دیا" آواز پہلے سے ذرا ہلکی تھی دبی ہوئی آواز

ابراہیم ہنسا "واہ۔۔کیوں؟" اسے اس میں کچھ دلچسپ لگا تھا

"کیونکہ یونیورسٹی سے دو ہفتے کے لیے نکال دیا گیا ہوں" اس نے کندھے اچکائے یوں جیسے یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

وہ پھر ہنسا "بڑے دلچسپ ہو تم" اس کے کندھے پر تھپکی دی۔

"وہ تو ہوں" فخر سے مسکرایا

"کالج سے کیوں نکالا تمھیں؟" چلتے ہوئے دونوں میں باتوں کا سلسلہ جاری تھا۔

"وہ۔۔" اس نے دائیں ہاتھ کی انگلیاں بالوں میں سے گزاریں۔

"ایک لڑکی ہے۔۔چھری کی طرح زبان چلتی ہے اس کی۔۔اس نے نکلوا دیا" بے زاری سے بولا۔

"کیوں؟" پھر سوال۔وہ سائیکل سوار تھا اور وہ مطمئن سا اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ ایک چھوٹی سی بات پر جھگڑا ہو گیا تھا۔۔پرنسپل سے شکایت کر کے دو ہفتے کے لیے نکلوا دیا" وہ اپنی بات کی وضاحت بڑی بے تکلفی سے دے رہا تھا۔

وہ محظوظ ہو رہا تھا۔پارک میں پہنچ چکے تھے اور ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔

اس نے ساتھ سائیکل کھڑی کر دی۔

"تم۔۔یہاں کے نہیں ہو۔۔کہاں سے آئے ہو؟" بنچ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

اس نے ٹانگ پر ٹانگ رکھی "میں یہاں کا بھی ہوں اور وہاں کا بھی ہوں" کہنی بنچ کی پشت پر رکھی۔

"وہاں کہاں؟" بنچ کی کمر پر کہنی رکھے ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہ پوچھ رہا تھا

"میں قصور کا رہنے والا ہوں" بائیں ہاتھ کی انگلیاں بالوں میں سے گزاریں۔(ایک تو یہ لڑکوں کی عادت!)

اس کے ہونٹ "اوہ" میں سکڑے۔ابرو اوپر کو اٹھے۔

"وہی تم مجھے پہلے یہاں کبھی نہیں نظر آئے "

"مطلب تم یہاں چوکیداری بھی کرتے ہو؟" وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسا "تم پہلے ہو جس نے مجھے برداشت کیا ہے، ورنہ یہاں کوئی آنے جانے والا مجھے پسند نہیں کرتا۔۔ خیر نہیں تو نہ سہی" وہ مسلسل دائیں ٹانگ ہلا رہا تھا۔(ابراہیم نے اس کی ہلتی ٹانگ کو گھورا)

ان کی گفتگو کے درمیان کسی کے گلا کھنکھارنے کی آواز آئی۔ایک نسوانی آواز تھی۔

دونوں نے بیک وقت سامنے کھڑی دبلی پتلی لڑکی کو دیکھا۔فراک پہنے کندھے سے ذرا اوپر تک آتے بالوں پر ہیئر بینڈ لگائے وہ سادہ سی تھی۔

"آ۔۔یہ تمھارے لیے" وہ مسکرائی اور ایک کارڈ ابراہیم کی طرف بڑھایا۔اس نے پکڑا نہیں، پہلے کارڈ کو دیکھا پھر لیزا کو

"یہ۔۔یہ میں تمھارے لیے لائی ہوں۔۔کل کالج میں ایگزیبیشن ہے۔۔میں چاہتی ہوں تم میری پینٹنگز دیکھنے آؤ" بڑے ہلکے پھلکے انداز میں مخاطب تھی۔

"اور تمھیں یہ خوش فہمی ہے کہ میں آؤں گا" ابراہیم کا جواب سیدھا تھا جو کہ چابک کی طرح اسے لگا۔اس کا رنگ سرخ پڑنے لگا، دل بے اختیار دھڑکا، بمشکل تھوک نگلا۔

"ارے لیزے۔۔ہم آئیں گے" قیس کھڑا ہوا اور اس کے ہاتھ سے وہ کارڈ لے لیا۔کارڈ کو دیکھتے ہوئے اس پر لکھی تحریر پڑھ رہا تھا

"تم اپنی حد میں رہو" وہ تپ گئی، دانت پیستے قیس کو دیکھ رہی تھی۔

"ارے۔۔میں جانتا ہوں۔۔ براہیم ایسا ہی ہے۔۔میری بھی ہر بار اس سے ملنے پر الحمد للہ بے عزتی ہی ہوئی ہے۔۔اس لیے ٹھنڈی ہو جاؤ۔۔ہم آئیں گے" وہ اس سے یوں دوستانہ انداز میں مخاطب تھا جیسے بہت اچھے دوست ہوں۔

"تم۔۔چپ رہو۔۔میں تم سے بات نہیں کر رہی" وہ غصے سے بولی۔

"مگر میں کر رہا ہوں۔۔لیزے" کندھے اچکاتا ڈھیٹ بنا قیس اب بھی اس سے بڑے بے تکلف انداز میں مخاطب تھا۔

"لیزا۔۔لیزا نام ہے میرا" اونچی آواز میں مٹھیاں بھینچتے ہوئے بولی۔

اب تقریباً دونوں میں لڑائی ہی ہو رہی تھی۔

"اچھا بس" بلند آواز اور ابراہیم کھڑا ہوا۔

"دیکھو لیزا۔۔میں کل جا رہا ہوں یہاں سے۔۔اس لیے معذرت کے ساتھ نہیں آ سکتا" بڑے سنجیدہ انداز میں وہ لیزا کو دیکھ رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ارے۔۔ براہیم۔۔ تم مذاق بھی اچھا کرتے ہو۔۔ لیزے! ہم آئیں گے کل۔۔ کتنے بجے "اس نے کارڈ دیکھا "ہاں دس بجے۔۔ ہم کل دس بجے آئیں گے "اور قیس کے منہ پر ایک مصنوعی مسکراہٹ تھی۔ ابراہیم نے ایک تیکھی نگاہ قیس پر ڈالی مگر وہ بے پرواہ تھا

"مجھے تم سے اچھے کی امید ہے ابراہیم۔۔ میرا دل رکھ لینا "اس کی سادہ آنکھوں میں نمی تھی۔

ابراہیم نے اس کی آنکھوں میں دیکھا۔ ایک امید، ایک چمک تھی اور یہی امید وہ کبھی نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اسے خود سے دور بہت دور رکھنا چاہتا تھا۔

"میں چلتی ہوں "اور وہ مڑ گئی۔ انگلی کی پوروں سے آنکھوں کے کنارے صاف کیے، یہ تو اس کے ساتھ ہوتا رہتا تھا۔

اور وہ چلی گئی۔ ابراہیم اسے منع کرنا چاہتا تھا مگر کچھ بھی نہ بول پایا۔ کبھی کبھی امید بھی بہت بری چیز ہوتی ہے۔

"کافی جذباتی نہیں ہو گئی " قیس ابراہیم کو دیکھ رہا تھا۔

"میں گھر جانا چاہتا ہوں "اس سے اور برداشت نہیں ہوا اور وہ مڑ گیا۔

"ہاں۔۔میں بھی" جلدی جلدی کارڈ پینٹ کی جیب میں رکھا، پاؤں سے سٹینڈ ہٹایا اور سائیکل گھسیٹتا ہوا اس کے برابر چلنے لگا۔

"کہاں چلے جاتے ہیں آپ۔۔میں آپ کے لیے آیا ہوں اور آپ پتہ نہیں کہاں غائب ہوتے ہیں؟ "

سیاہ رات، چمکتا چاند اور آسمان تلے اپنے چھوٹے سے باغ میں کرسی پر چھوٹی گول میز کے گرد بیٹھے عبدالرحمن۔ابراہیم ابھی ابھی لاؤنج سے باہر آیا تھا اور سیدھا باغ میں چلا آیا۔اب اپنے دادا کی گردن کے گرد بازو حمائل کیے ان کے سر سے سر لگائے دھیمے لہجے میں بات کر رہا تھا۔

"ارے بھئی میں کوئی تمھاری طرح فارغ تھوڑی ہوں۔۔کام ہوتے ہیں" انھوں نے اس کے دائیں ہاتھ کی کلائی پکڑ لی

"اور کام مجھ سے بھی زیادہ ضروری ہیں"

آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا "تم کونسا دادا کے پاس بیٹھتے ہو "

وہ فوراً ان کے سامنے آیا اور ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"لیں بیٹھ گیا۔۔اور کوئی حکم "پیچھے ٹیک لگائے ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا

وہ ہنس دیے "تم نہیں بدلے۔۔کسی میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ عبدالرحمن کے سامنے لاپرواہی سے کھڑا ہو،ٹانگ پر ٹانگ جما کر بیٹھے۔۔تم عجیب ہو میرے گلے تک پہنچ جاتے ہو "دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے،ٹانگ پر ہاتھ رکھے وہ اس سے مخاطب تھے

" دیکھیں کچھ تو بات ہے نا ابراہیم میں "اس نے مسکرا کر شانے اچکائے،وہ بھی سر ہلا کر مسکرا دیے

"دادا۔۔"ٹیک چھوڑ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا

"ہوں "

" میرا ایک ہفتے بعد آئی ایس ایس بی ٹیسٹ ہے "وہ سر جھکائے پاؤں تلے گھاس رگڑ رہا تھا

"ہوں۔۔کیا لگتا ہے؟ "

پتلیاں سکیڑے اسے دیکھ رہے تھے

"بہت اچھا لگتا ہے "اور وہ انھیں دیکھ کر مسکرا دیا۔

"تم کر لوگے "سوال تھا نہ کسی بات کا جواب۔ایک تسلی،ایک امید تھی۔

"پتہ نہیں۔۔مگر مجھے کرنا ہے"ترکی بہ ترکی جواب دیاالبتہ سر پھر سے جھکا دیا

"یہیں سے جاؤ گے؟ "

"نہیں!گھر جاؤں گا پہلے۔۔شاید کل چلا جاؤں یا پرسوں"اب وہ ان کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا

"میں تمھیں یاد کروں گا"

"میں بھی"وہ آگے بڑھا اور ان کے دائیں ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔

"آپ بھی ہمیں ملنے آیا کریں۔۔بچے اب بڑے ہو گئے ہیں دادا "

"اور میں بوڑھا ہو گیا ہوں"وہ پھر سے سنجیدہ ہو گئے

وہ کچھ بولنا چاہتا تھا مگر نہیں بولا اور اپنے دادا کے ہاتھ کو گال سے لگا کر اندر چلا گیا۔۔

انھوں نے ایک سانس خارج کی،دل البتہ اداس ہو گیا تھا۔۔اس کا جانا انھیں ایسے ہی اداس کرتا تھا

صبح کے ساڑھے نو کا وقت تھا جب باہر دروازے پر دستک ہوئی۔گیٹ اکبر بابا نے کھولا

"جی؟"باہر ایک نوجوان کھڑا تھا۔

"براہیم کا گھر ہے یہ؟" ذرا سا آگے ہو کر وہ اکبر بابا سے مخاطب ہوا۔

"ہیں جی؟" انھیں کچھ سمجھ نہیں آیا

"یہ گھر۔۔ براہیم کا۔۔ ہے" اس نے لفظ توڑ توڑ کر ادا کیے

"جی" اب کہ اکبر بابا سنبھل چکے تھے

"اسے بلا دیں۔۔ کہیں اس کا دوست آیا ہے" وہ لاپرواہ سا پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے کھڑا تھا۔

"جی اچھا" ابھی وہ اندر جانے ہی والے تھے، پھر کچھ یاد آیا "لیکن وہ سوئے ہوئے ہیں"

"ہیں۔۔ یہ کوئی وقت ہے سونے کا" اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی

"جی وہ صبح جلدی اٹھ گئے تھے رات کو بھی دیر سے سوئے تھے"

ایک لمحے کی خاموشی۔ اس نے اندر جھانکا۔

"اچھا۔۔ ویسے آپ کے گھر میں مہمانوں سے باہر ہی تفتیش کرنے کا رواج ہے؟"

وہ تھوڑے گڑبڑائے۔ پھر ذرا سا ہٹ کر اسے اندر آنے کو جگہ دی۔ اندر داخل ہوتے ہی سامنے ایک جیپ کھڑی نظر آئی۔ اکبر بابا اندر چلے گئے اور وہ ان کے پیچھے۔ لاؤنج اس وقت خالی تھا۔

" آپ بیٹھیں۔۔میں انھیں بلاتا ہوں "

وہ لاؤنج میں بڑے صوفے پر بیٹھ گیا۔ارد گرد گھورتا ہوا، سیٹی بجاتا ہوا۔ٹانگ پر ٹانگ رکھے اوپر والی ٹانگ کو ہلاتا ہوا۔

سامنے دروازے کا ناب گھما کر وہ اندر داخل ہوئے۔کھڑکیوں پر پردے پڑے تھے۔ہلکی ہلکی روشنی اندر آ رہی تھی۔وہ بیڈ پر سینے کے بل لیٹا سو رہا تھا۔وہ مؤدب سے بیڈ کے کنارے کھڑے ہو گئے۔انھوں نے اسے آواز دے کر اٹھانا مناسب سمجھا۔

"چھوٹے صاحب۔۔۔چھوٹے صاحب "

کوئی جواب نہیں۔

"ابراہیم میاں "انھوں نے ذرا سا اس کو کندھے سے ہلایا۔

"ابراہیم... "وہ آگے کچھ کہتے ایک ہلکی سی سوئی ہوئی آواز آئی۔

"ہوں "

"وہ باہر آپ کا کوئی دوست آیا ہے "

"ہوں "

"آپ کا انتظار کر رہا ہے "ذرا سی آنکھیں کھولیں اور وہ سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔

"وہ باہر آپ کا دوست آیا ہے۔۔"اس نے بات کاٹ دی"میرا دوست؟"لاعلمی اور نیند بھری آواز۔

"ہاں۔۔میں قیس"اور قیس اندر چلا آیا۔

وہ اس کی طرف بڑھے،دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا

"میں نے آپ کو باہر بٹھایا تھا "

"ہاں۔۔اور۔۔"ابراہیم نے اس کی بات کاٹ دی"اکبر بابا آپ چائے بنوائیں ان کے لیے"نیند بھری آواز۔وہ اٹھ بیٹھا تھا۔ہلکی سرخ آنکھیں بکھرے بال شرٹ کا اوپر والا بٹن کھلا ہوا

"ٹھیک ہے جی"قیس کو ایک گھوری سے نوازا،وہ بھی ڈھیٹ بنا کھڑا رہا اور وہ چپ کر کے باہر چلے گئے۔

"گھر تو بہت پیارا ہے۔۔۔"چند قدم چل کر وہ اس کی کتابوں کی شیلف کے پاس کھڑا ہو گیا

"تمھیں کسی نے تمیز نہیں سکھائی؟"ابراہیم نے قیس کی بات کاٹ دی۔

"نہیں!"اس نے کندھے اچکائے،ایک کتاب نکالی،نام پڑھا اور واپس رکھ دی

"چپ کر کے ادھر بیٹھ جاؤ اس سے پہلے کہ میں اپنی تمیز بھول جاؤں" وہ اپنی شرٹ کے کف کے بٹن بند کر رہا تھا

"پھر سے بے عزتی۔۔ایک بات بتاؤ۔۔۔" وہ اس کے بیڈ کی طرف بڑھا تھا

"میں نہیں بتانے والا" اور وہ پھر بات کاٹ کر واش روم میں چلا گیا۔

دس منٹ بعد وہ باہر آیا تو ماتھے پر بکھرے بالوں سے پانی کے قطرے گر رہے تھے۔چہرہ گیلا تھا۔دیوار سے لٹکے تولیے سے اس نے منہ صاف کیا۔قیس سٹڈی ٹیبل کی کرسی پر بیٹھا ٹانگ ہلاتا اسے دیکھ رہا تھا

الماری کھولی اور نئی شرٹ اور پینٹ نکالی۔وہ چپ چاپ ساری کارروائی دیکھ رہا تھا۔

"چلو" اور وہ اس کے ساتھ کمرے سے باہر آ گیا۔

ٹیبل پر ناشتہ لگ چکا تھا۔وہ ڈائننگ ٹیبل پر اس کے ساتھ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔اکبر بابا آئے اور انھیں چائے ڈال کر دی۔

"بابا وہ صوفے پر کپڑے پڑے ہیں انھیں استری کر دیں" اس نے ابرو سے بڑے صوفے کی طرف اشارہ کیا

"جی ٹھیک!" اور وہ وہاں سے چلے گئے۔

"واہ! یار۔۔تم تو کسی شہزادے کی طرح رہتے ہو" چائے میں چینی کا چمچ ملاتے ہوئے بولا۔

"اور اگر کوئی شہزادے کے زبردستی گلے پڑ جائے تو شہزادہ اسے عمر بھر کے لیے قید بھی کروا دیتا ہے" وہ پراٹھے کا ایک لقمہ توڑتے ہوئے بولا

"دنیا ادھر کی ادھر ہوئے جائے گی۔۔مگر مجال ہے جو تم قیس سے کبھی پیار سے بات کرو" اس نے دکھ سے سر جھٹکا اور پھر چائے کی چسکی لی۔

"کیوں۔۔تم میری محبوبہ ہو کیا؟" ابرو اٹھایا

"کیوں تم صرف محبوبہ سے پیار سے بات کرتے ہو؟" ترکی بہ ترکی جواب

"ہاں"

جواب سیدھا تھا۔وہ کلس کر رہ گیا۔

"تم لیزے کو کیسے جانتے ہو؟" اس نے اپنی پلیٹ میں ایک پراٹھا لیا

"تم کیسے جانتے ہو؟" سوال پر سوال

"وہ۔۔لیزے نے مجھے کالج سے نکلوایا ہے" مجال ہے جو اس کے چہرے پر شرمندگی نام کی کوئی چیز ہو

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"واہ۔۔"ابراہیم نے آنکھیں ترچھی کر کے ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا

"اور تمھیں کہاں سے نکلوایا ہے؟ "

"کسی کی اتنی مجال؟"چائے کا کپ لبوں سے لگایا۔

"ہاں۔۔تم اس کا بھائی باپ ایک نہ کر کے آؤ"

"تمھارا تو نہیں کیا "

"میرا باپ ہے ہی نہیں "

"بہت خوشی ہوئی "

"ہیں!"اس کا نوالہ چائے میں ہی ڈوب گیا۔

"ہاں نا۔۔اگر ہوتے تو تم انھیں کہیں کا نہ چھوڑتے"اب کی بار ابراہیم مسکرایا تھا

اس نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا،پلیٹ ذرا سا آگے سرکائی اور اٹھ کھڑا ہوا

"چلو اب بس بھی کرو۔۔ناشتہ ہلکا اچھا ہوتا ہے"اس نے قیس کی کمر پر تھپکی دی۔

"کھانے دو یار۔۔اتنے دن بعد تو اچھا کھانا ملا ہے"اور وہ دوبارہ چائے کے کپ پر جھک گیا۔

وہ نفی میں گردن ہلاتا اندر چلا گیا اور پانچ منٹ میں کپڑے بدل کر باہر آیا۔

سیڑھیوں کے پاس صاف ہوا جوتا پڑا تھا وہ پہنا، دیوار کے ساتھ لٹکی جیپ کی چابی اتاری اور پھر اکبر بابا کو آواز دی

"بابا۔۔ٹیبل خالی کر دیں" ایک نظر قیس کو دیکھا

اور پھر باہر چلا گیا۔ قیس نے برا سا منہ بنا کر پلیٹ خود سے دور سرکائی اور اس کے پیچھے لپکا۔

وہ گیٹ کھول کر جیپ میں بیٹھا۔ اگنیشن میں چابی گھمائی اور جیپ اسٹارٹ کر کے باہر نکال لی۔ قیس بھی بھاگتا ہوا آیا اور اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔

اکبر بابا گیٹ بند کرنے آئے۔

"دادا آئیں تو انھیں بتا دیجیئے گا۔۔دوست کے ساتھ کالج تک گیا ہوں "

"جی اچھا اور انھوں نے گیٹ بند کر لیا۔

"یہ تمھاری جیپ ہے؟ "

"دادا کی ہے"

"ہاں تو تمھاری ہی ہوئی نا "

"تم روزہ رکھا کرو" وہ ہنوز سامنے سڑک دیکھ رہا تھا

"کون سا روزہ؟" اس نے ناسمجھی سے ابراہیم کو دیکھا

"چپ کا روزہ "

قیس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا

کالج میں کافی گہما گہمی تھی۔ معمول کا رش، بڑھتی دوپہر۔

"کالج آف آرٹ اینڈ ڈیزائن" اس نے زیر لب سامنے دیکھتے ہوئے کالج کا نام پڑھا۔

"میں بھی یہیں ساتھ ہی پڑھتا ہوں۔۔ کبھی آنا ہو تو بتانا" قیس پرجوش لہجے میں بولا

"پہلے تم خود تو آجاؤ" نہ مذاق تھا نہ طنز۔ بس ایک معمولی سا انداز۔ وہ آگے بڑھتے جا رہے تھے۔

"کیا یہ طنز تھا؟" ابرو اٹھا کر ساتھ چلتے ابراہیم کو دیکھا۔

"نہیں۔۔ تعریف!" وہ ابھی بھی سامنے ہی دیکھ رہا تھا۔

اندر ہال میں کافی رش تھا۔ بہت ساری پینٹنگز اور ان کو دیکھتے، ان کو سراہتے لوگ۔۔

"ہیلو!" جانی پہچانی پیچھے سے آئی نسوانی آواز

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہیلو۔۔لیزے" وہ اب ان کے سامنے کھڑی تھی۔ قیس کو ایک نظر دیکھا، پھر مکمل نظر انداز کرتے ہوئے وہ ابراہیم سے مخاطب ہوئی

"امید کرتی ہوں کوئی مشکل نہیں ہوئی ہو گی" مسکراتا چہرا، ہشاش بشاش سی فراک پہنے بالوں پر ہیئر بینڈ لگائے لیزا۔

"ہوں!" جواب مختصر۔

"اچھا!.. چلو آؤ تمھیں اپنی پینٹنگز دکھاؤں "

وہ دائیں جانب کو مڑی اور وہ اس کے پیچھے۔

دیوار پر لگی ایک بہت بڑی پینٹنگ کے سامنے رکی۔ایک خاتون کی پینٹنگ اور کافی مہارت سے اسے پینٹ کیا گیا تھا۔

"یہ مونالیزا کی پینٹنگ ہے۔ کیسی ہے؟" اس نے ہاتھ کے اشارے سے گردن اونچی کر کے اس تصویر کا تعارف کروایا

"اچھی ہے۔۔مجھے نہیں پتہ تھا کہ تم اتنی اچھی پینٹنگ کرتی ہو" سینے پر بازو باندھے پینٹنگ کو دیکھتے ہوئے وہ اس کی تعریف کر رہا تھا۔ وہ اب نارمل لگ رہا تھا، اس دن کی طرح سنجیدہ نہیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"لیزے۔۔اگر کوئی اسے خریدنا چاہے تو تم اسے دے دو گی؟" پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، یہ لاپرواہ سا بولنے والا قیس تھا۔

"یہ تو خریدار دیکھ کے بتاؤں گی" وہ ابراہیم کو دیکھ رہی تھی۔وہ اسے مکمل نظر انداز کیے پینٹنگ کو گھور رہا تھا۔اس نے ابراہیم سے نظریں ہٹالیں "میری اب تک کی سب سے زیادہ محبوب پینٹنگ ہے یہ۔۔کئی راتیں لگی ہیں اس پہ" وہ کسی ٹرانس کی سی کیفیت میں بول رہی تھی۔

"بس یہی؟" اسے ٹرانس سے نکالنے والا ابراہیم تھا۔

"نہیں۔۔اور بھی ہیں" وہ مسکراہٹ قائم رکھے ہوئے تھی۔

پھر اس نے اپنی اور بھی پینٹنگز دکھائیں۔کچھ اپنی کچھ اپنے دوستوں کی۔

لیزا کی کوئی دوست آئی،اس کے کان میں کچھ بولی اور وہ اس کے ساتھ جانے کو تیار تھی

"آپ لوگ اور بھی دیکھیں۔۔میں آتی ہوں" ایک مسکراہٹ اور وہ وہاں سے چلی گئی

ادھر سے اُدھر ہوتے ہوئے انھوں نے ہال میں لگی کئی پینٹنگز کئی شاہکار دیکھے۔

تقریباً گھنٹہ ہو چکا تھا۔

"کیا تم کوئی پینٹنگ خریدنا چاہو گے؟" قیس نے اس کے قریب ذرا سا جھک کر ہلکی آواز میں پوچھا۔

"نہیں" اس نے گردن موڑ کر سیدھا جواب دیا۔

"مجھے لے دو" قیس شوقیہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"تمھیں میری کس حرکت سے پتہ چلا کہ میں بہت اچھا ہوں" چلتے چلتے وہ وہیں رک گیا اور قیس کی طرف رخ موڑے بازو سینے پر باندھے ابرو اٹھائے اسے گھور رہا تھا، قیس نے ہاتھ ایسے جھلایا جیسے ناک سے مکھی اڑائی ہو۔۔وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے

وہ مسکرایا اور پھر بائیں ہاتھ سے سر کی پشت کھجاتے ہوئے بولا "تمھیں تو وہ مفت میں بھی دے دے گی" ابراہیم کے قدم زنجیر ہوئے۔۔اس نے مڑ کر ساتھ لڑکے کو دیکھا۔ قیس نے کندھے اچکا دیے۔

بس وقت ختم ہوا اور وہ ہال سے باہر آ گیا۔اب کہ وہ جانے والا تھا۔ قیس اس کے ساتھ چل رہا تھا۔

"کیا تم مجھ سے ناراض ہو؟ "

خاموشی۔

"لیزے کو تو بتاتے جاؤ۔۔ہم جا رہے ہیں "

کوئی جواب نہیں۔

"ابراہیم !" پیچھے سے آواز دینے والی لیزا تھی۔۔۔پھولی ہوئی سانس، سرخ ہوتی رنگت یوں لگتا تھا وہ بھاگ کر آئی ہے

وہ رکے، مڑے اور وہ چلتی ہوئی ان کے قریب آئی۔

"تم جا رہے ہو۔۔بتا کر بھی جا سکتے تھے "

"مگر میں کچھ جلدی میں ہوں" وہ واقعی جلدی میں لگ رہا تھا

وہ خاموش رہی۔

"تم جا رہے ہو۔۔پھر کب آؤ گے ؟" اس کا اشارہ لاہور سے جانے کا تھا مطلب وہ کل کی بات نہیں بھولی تھی۔اسے یاد تھا کہ ابراہیم جانے والا ہے۔

"پتہ نہیں" ابراہیم کا جواب سن کر اس کے چہرے کی جوت بجھ گئی

چہرے پر آتے جاتے رنگ قیس بخوبی دیکھ رہا تھا اور بخوبی سمجھ رہا تھا۔

اس لڑکی کے دل کو کچھ ہوا تھا، بمشکل تھوک نگلا۔۔اسے یک ٹک دیکھے گئی

"ٹھیک ہے۔۔اللہ حافظ !" اور وہ واپس مڑ گیا۔

اس کا دل ڈوب گیا تھا۔دل کیا سب کچھ ختم ہو جائے سب رک جائے۔آنکھ سے آنسو کا ایک قطرہ گال پر پھسلا تھا۔اتنا بے رخ وہ کبھی بھی نہیں تھا۔۔مگر اب ہو گیا تھا۔اس نے اندر جانے کو قدم بڑھائے مگر دل کیا یہیں پھوٹ پھوٹ کر رو دے اور وہ ہال میں واپس نہیں گئی۔وہ وہیں ایک درخت کے نیچے اس کے تنے سے ٹیک لگائے سر گھٹنوں پر جھکائے بیٹھ گئی۔

اس کے جانے سے صرف عبدالرحمن اداس نہیں ہوتے تھے!

واپسی پر اس نے قیس کو بہت پیچھے اتار دیا اور خود آگے بڑھ آیا۔سفید پھولوں کا ایک گلدستہ لیا اور جیپ گلی کے بائیں جانب موڑی۔سنسان جگہ،خاموش لوگ۔جیپ روکی،وہ خود اترا اور قبرستان داخل ہوا۔بائیں ہاتھ میں گلدستہ اٹھائے وہ ایک مخصوص سمت میں جا رہا تھا۔ایک جگہ پر ایک درخت تھا۔۔ہرا بھرا،چھاؤں کیے ہوئے۔۔اس سے تھوڑے فاصلے پر ایک قبر تھی۔وہ جگہ باقی جگہوں کی نسبت ذرا چھاؤں میں تھی،ٹھنڈی معلوم ہوتی تھی۔وہ رکا اور اس قبر کی تختی پر لکھے نام کو دیکھا اور پھول اس قبر پر رکھ دیے۔خاموشی سی خاموشی تھی۔پرندوں کے بولنے کی آواز،ہوا کے چلنے سے درختوں کی ہلتی شاخوں کی آواز مگر یہ جگہ انسانوں کی آواز سے پاک تھی۔

وہ اس قبر کے بائیں جانب بیٹھ گیا اور اپنا دایاں ہاتھ اس قبر پر پھیرا

"مجھے معاف کر دیں۔۔اس بار دیر ہو گئی" انتہائی دھیما اور نرم لہجہ

کوئی جواب نہیں آیا۔ بھلا مردے بھی کبھی بولے ہیں؟

"میں جانتا ہوں آپ میری آہٹ سے مجھے پہچان لیتے ہیں۔۔اب بھی آپ مجھے سن رہے ہیں۔۔میرا لاہور آنے کو دل نہیں کرتا۔۔لاہور نے مجھ سے میرے پروفیسر چھین لیے۔۔ میرا اب دل ہی نہیں لگتا یہاں۔۔میں آتا ہوں تو دل آپ کو پھر سے تلاش کرتا ہے۔۔کان اس آواز کے منتظر رہتے ہیں" اور آنسو اس کی آنکھ سے ٹپکا اور گال پر پھسلا۔۔اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں

"Little Ibrahim .. I have a surprise for you"

منظر بدلا، لوگ بدلے، وقت بہت پیچھے چلا گیا

ماضی کی کھڑکی کھلی اور روشنی نے پیچھے کی طرف سفر کیا۔ایک کمرہ تھا۔ بڑا سا کمرہ جس میں پلنگ پر چادر سلیقے سے بنا سلوٹ بچھی ہوئی تھی، سامنے ایک بڑی سی دیوار گیر کھڑکی جس پر پردے پڑے ہوئے تھے۔دیوار سے لگی ایک الماری، ایک بڑا سا صوفہ سیٹ، ڈریسنگ ٹیبل، کمرے کی دیواروں پر ہوا سفید پینٹ۔ کھڑکی کے سامنے دو کرسیاں اور درمیان میں

ایک چھوٹی سے گول میز جس پر شطرنج رکھی ہوئی تھی۔مہرے ابھی اپنی اپنی جگہ پر تھے۔وہ کمرے میں داخل ہوئے اور ایک لڑکا ان کے پیچھے۔چہرے سے معصوم لگتا تھا۔بال سمٹے ہوئے، پینٹ شرٹ پہنے، چمکتے بوٹ اور وہ حیران سا ہو کر اس کمرے کو مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک دیکھ رہا تھا۔کمرے میں بوٹ رکھنے اور چلنے کی آواز "ٹک ٹک "ذرا سی گونج رہی تھی

"یہ آپ کا کمرہ ہے؟"وہ پوچھے بغیر رہ نہیں سکا۔

"ہوں"وہ کھڑکی کے سامنے سے پردے ہٹا رہے تھے۔

"اتنا بڑا"

"کتنا بڑا؟"پردوں کو پکڑ کر باندھ دیا۔ایک دائیں طرف ایک بائیں طرف۔اب ارد گرد کے پردے بندھے ہوئے تھے اور درمیان میں بس ایک پتلا سا جالی دار پردہ لٹک رہا تھا۔روشنی چھن کر کمرے میں آ رہی تھی۔کرسیوں، شطرنج اور بیڈ پر پڑتی اپنا راستہ بناتی۔

"بہت بڑا "

"لٹل ابراہیم کے دل سے کافی چھوٹا ہے"وہ مڑے،اسے دیکھا، مسکرائے اب اس کی طرف بڑھے۔

وہ ان کی بات پر ہنسا "میرا دل اتنا بڑا نہیں ہے "

"ہاں۔۔ تمھارا دل اتنا بڑا نہیں ہے۔۔ بلکہ۔۔" انھوں نے اپنے سر پر پہنی ٹوپی (فلیٹ کیپ) اتاری اور اس کے سر پر رکھی "اس سے زیادہ بڑا ہے "

وہ مسکرا کر رہ گیا۔ آنکھوں کی پتلیوں نے اوپر سر کی طرف حرکت کی، اس نے بائیں ہاتھ سے سر پر رکھی ٹوپی کو چھوا پھر ہاتھ پہلو میں گرا دیا

وہ اب چھوٹی گول میز کے گرد کرسی پر بیٹھے، ابراہیم کو دیکھتے ہوئے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ کیا ہے؟" وہ بیٹھ گیا۔

"یہ شطرنج ہے "

انھوں نے ایک مہرے کو اٹھایا اور اس کے سامنے رکھ دیا۔

"کیا تمھیں یہ کھیل آتا ہے؟" دونوں ابرو بیک وقت اٹھے

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں!" شانے اچکائے

"میں ہوں نا۔۔ میں سکھاتا ہوں۔۔۔ بہت مزہ آئے گا "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

پھر وہ اس کو وہ کھیل سکھانے لگے۔وہ کافی خوش تھا اور پر جوش بھی۔

شام کیسے گزری اسے نہیں پتہ چلا۔واپسی پر گیٹ کے پاس اپنی سائیکل کا ہینڈل تھامے بولا "میں کل پھر آؤں گا "

"میں انتظار کروں گا "

اس نے سلام کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا اور پروفیسر صاحب نے مسکرا کر وہ ہاتھ تھام لیا۔

پھر اپنی سائیکل پر سوار ہوا اور چل دیا۔

اگلے دن وہ پھر ان کے گیٹ پر کھڑا دستک دے رہا تھا۔سفید بالوں والے مرد نے دروازہ کھولا۔رنگ دودھیا، چہرہ اجلا، سفید شرٹ جس پر سسپینڈرز لگے تھے اور نیچے سیاہ پینٹ چہرے پر عینک لگائے وہ سترہ سالہ ابراہیم کو دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔ان کی عمر پچاس برس سے اوپر تھی، نہ زیادہ موٹے نہ زیادہ پتلے، وہ بلا کے خوش اخلاق تھے

"میں جلدی آگیا؟ "

اندر آتے ہی پہلا سوال۔

پھر اپنی سائیکل اندر لایا اور ان کے گیراج میں کھڑی کر دی۔

"نہیں تو" پروفیسر صاحب اس کے سامنے کھڑے تھے۔اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر سلام لی پروفیسر صاحب نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"آپ آج کلاس میں غصے میں کیوں تھے؟ "

پروفیسر صاحب اندر لاؤنج کی طرف بڑھے اور پیچھے ابراہیم۔

"نہیں تو۔۔کیا ایسا لگا تمھیں؟" اور وہ چلتے ہوئے اپنی گفتگو جاری رکھے ہوئے تھے۔

"ہاں۔۔کچھ ایسا ہی" اب کہ وہ دونوں کچن میں کھڑے تھے۔پروفیسر صاحب جگ سے پتیلی میں دودھ انڈیل رہے تھے۔

"لٹل ابراہیم چائے پیتا ہے؟" چولہا جلاتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں۔۔تھوڑی سی" وہ دائیں بائیں گردن ہلاتا ان کا کچن دیکھ رہا تھا

"ہوں" پھر اندر پتی ڈالی اور پھر چینی۔

"آپ کے گھر میں آج کوئی نہیں ہے کیا؟" وہ باہر لاؤنج میں جھانک رہا تھا

"ہے نا۔۔ایک میں ہوں اور ایک میرا چھوٹا مہمان"

اوپر والا کیبنیٹ کھولا،ایک ڈبہ نکالا۔وہ پلیٹ میں بسکٹ رکھ رہے تھے۔

"میں چھوٹا نہیں ہوں" اس نے کندھے اچکائے۔

"مجھ سے بڑے ہو کیا؟" وہ بڑے پیار سے بات کر رہے تھے۔ جیسے وہ ان کا کوئی دوست ہو۔

"نہیں"

"پھر؟ "

"میں میٹرک کر کے آیا ہوں اور کالج جاتا ہوں۔۔ چھوٹا تو نہیں ہوا نا" وہ ان کی پشت پر کھڑا وضاحت پیش کر رہا تھا۔

چائے ابلنے لگی تھی۔ آگ ہلکی کر دی۔

"اور میں ایک بیٹی کا باپ، ایک پروفیسر اور شادی شدہ مرد ہوں۔۔ میرے لیے تو ابھی تم چھوٹے ہی ہوئے نا" مڑ کر ایک نظر اسے دیکھا

پھر مسکرا دیے۔ چائے کپ میں انڈیل رہے تھے۔

"بڑا کب ہوں گا میں؟ "

"جب میں چھوٹا ہو جاؤں گا" کپ میں گرتی چائے آواز پیدا کر رہی تھی

"مطلب کبھی نہیں!" اس نے گہری سانس خارج کی۔

چائے کا ایک کپ اسے دیا اور ایک خود پکڑا۔ بسکٹ کی پلیٹ پکڑی اور اوپر جانے لگے۔

کمرے میں داخل ہوئے۔ نفیس، صاف ستھرا سلجھا ہوا کمرہ۔

چائے کا کپ بیڈ سائیڈ پر رکھا، کھڑکی کے پردے پیچھے کیے، دائیں بائیں باندھے، چائے کا کپ پکڑا اور پھر کرسی پر بیٹھ گئے۔ روشنی کھڑکی سے ہوتی ہوئی پردے سے چھن کر اندر آ رہی تھی۔ بسکٹ کی پلیٹ اس نے پروفیسر کی طرف بڑھائی انھوں نے ایک بسکٹ لیا اور پھر پلیٹ اس نے اپنے پیچھے ڈریسنگ ٹیبل پر رکھ دی۔

"یہ بہت مزے کے ہیں" آدھا بسکٹ اس کے منہ میں تھا اور آدھا دائیں ہاتھ میں۔

بسکٹ منہ میں چباتے ہوئے وہ ہلکا سا مسکرا رہا تھا۔

"میں نے بنائے ہیں"

"آپ بہت دلچسپ ہیں" وہ پتلیاں سکیڑ کر انھیں دیکھ رہا تھا

"اور تم بھی" انھوں نے چائے کی چسکی لی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا آپ دودھ پتی کو چائے کہتے ہیں" ابرو سے اپنے ہاتھ میں پکڑے کپ کی طرف اشارہ کیا

اس کی اس بات پر وہ ہنس دیے۔

"ویری نائس!" پھر وہ شطرنج کی طرف متوجہ ہوئے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب کہ کھیل شروع ہو چکا تھا۔

بڑی خاموشی سے چائے کے گھونٹ لیتے وہ دونوں شطرنج کھیل رہے تھے۔

"یہ شہ۔۔اور یہ مات" اپنے مہرے سے انھوں نے اس کے ایک مہرے کو زیر کیا۔

اس نے ٹھنڈی آہ بھری۔ پیچھے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا

"مجھے لگتا ہے میں آپ سے کبھی نہیں جیت سکتا" وہ اداس ہوا تھا

"لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے۔۔لٹل ابراہیم "

وہ مایوس تھا۔

"الائچی والی چائے اچھی تھی؟" اب انھوں نے پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا، موضوع بدلا۔

"جی!" سر اثبات میں ہلایا

"دیکھو یار!۔۔اگر تم یونہی دل چھوٹا کرو گے تو کبھی جیت نہیں پاؤ گے۔۔اپنی ہار کو بھی سیلیبریٹ کرو"

"کیسے؟" بھنویں بھینچ گئیں

"مسکرا کر" اور انھوں نے آگے جھک کر بازو لمبا کیا اور اس کا گال کھینچا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آہ۔۔"وہ کراہ کر رہ گیا۔

پھر مسکراتے پروفیسر کو دیکھ کر مسکرا دیا۔

"آپ مجھے واقعی بچہ سمجھتے ہیں "

"تم میرے بچے ہو"اور اب وہ اٹھ گئے۔شام ڈھل رہی تھی۔انھوں نے اس کی گردن کے گرد کندھے پر یوں بازو حمائل کیا تھا جیسے دوست ہوں۔دروازے کے پاس کھڑے ہو کر الوداعی مصافحہ کیا۔سائیکل پر بیٹھا اور بولا"کیا میں کل پھر آسکتا ہوں؟"

"کیوں نہیں۔۔کیا دوستوں کو آنے جانے کی اجازت چاہیئے ہوتی ہے؟"وہ معصوم شکل بنا کر بولے

"نہیں"ہنستے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔

"اللہ حافظ!"اور وہ سائیکل کے پیڈل ہلاتا چلا گیا۔

دور بہت دور۔۔۔

کسی کے ہاتھ کا بوجھ اپنے کندھے پر محسوس کرتے ہوئے وہ حال میں واپس آیا،ماضی کی کھڑکی بند ہوئی،روشنی نے آگے کو سفر کیا۔۔آنکھیں نم اور سرخ تھیں۔اس نے گردن موڑی پھر گردن اٹھا کر اوپر دیکھا اور کھڑا ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ ٹھیک ہیں؟" وہ بوڑھا اس سے پوچھ رہا تھا

"ہاں۔۔"

"کیا کوئی آتا ہے ان سے ملنے؟" اشارہ اس قبر کی طرف تھا

اس بوڑھے نے گردن جھکائی۔

"چھوٹے میاں۔۔ یہاں لوگ زندہ لوگوں کو بھول جاتے ہیں اور آپ مرے ہوئے کا پوچھ رہے ہیں "

آنکھیں ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑ کر صاف کیں۔ نم سانس اندر کھینچی اور اس بوڑھے کے کندھے پر تھپکی دے کر وہ واپس چلا آیا۔

Clubb of Quality Content

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

رات گہری، ہر طرف سناٹا تھا۔ سیاہ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے ہاں البتہ چاند غائب تھا۔ ہر طرف ہو کا عالم، خاموشی۔ پورا گاؤں سویا تھا مگر اس سناٹے میں بھی کسی کی چہکتی آواز گونج رہی تھی۔

"رات بہت ہو گئی ہے امی ڈانٹیں گی۔۔ ہمیں اس وقت نہیں نکلنا چاہیئے تھا گھر سے "

وہ اور شیخو اس وقت کھیتوں کے درمیان کچے راستے پر چلتے گھر جا رہے تھے۔ شیخو خاموش تھا جبکہ وہ مسلسل بولے جا رہی تھی۔ پیچھے برگد کا بوڑھا پیڑ خاموش کھڑا اسے سن رہا تھا اور ہر بڑھتے قدم کے ساتھ اس سے دور ہوتا جا رہا تھا۔

"ہوں" وہ بس اتنا ہی بول پایا۔ کھیتوں میں ذرا سی سرسراہٹ پیدا ہوئی، دونوں رک گئے اور دائیں جانب دیکھنے لگے جہاں سنہرے کھیت ذرا سے ہل رہے تھے

بکری کا بچہ کھیتوں میں سے نکل کر ان کے آگے چلنے لگا۔ وہ ہنسنے لگی "ارے۔۔ یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟" اور پھر وہ اسے پکڑنے کے لیے آگے بھاگی۔

وہ بچہ دوڑنے لگا اور حوا اس کے پیچھے۔ بھاگتے بھاگتے اس کی سانس پھول گئی اور ایک جگہ آ کر اس نے اسے پکڑ لیا۔

"پکڑ لیا۔۔" زمین پر بیٹھی اور پھر زور زور سے سانس لینے لگی۔ بکری کا بچہ اس کی گود میں تھا۔

مگر پکڑنے کے دو منٹ بعد ہی اسے احساس ہوا وہ جس جگہ تھی وہاں کوئی نہیں تھا۔ شیخو کو وہ بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی۔ ارد گرد دیکھا، آسمان پر کوئی ستارہ نہیں تھا۔ فصلیں نہیں ہر طرف جھاڑیاں تھیں، زخمی کر دینے والی جھاڑیاں۔

وہ حونقوں کی طرح ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

"شیخو "!

"تم کہاں ہو؟" اس نے ایک اونچی آواز دی۔

پھر زمین پر بیٹھی گود میں بکری کا بچہ لیے حوا کھڑی ہوئی۔ دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے، ڈر اور خوف کا احساس تھا۔

اسے اپنے پیچھے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی۔ وہ مڑی اور دل منہ کو آ گیا۔

اس نے حوا سے وہ بکری کا بچہ چھین لیا۔ لڑکی نے دیکھنے کی کوشش کی یہ کون تھا؟ مگر نظر نہیں آ رہا تھا۔

"تت۔۔ تم کون ہو؟" اندھیرے میں ایک سیاہ سراپا۔

اس نے جواب نہیں دیا۔ پسینے میں شرابور لڑکی بغیر مڑے پیچھے ہونے لگی۔ ڈر کر سہم کر۔ ایک دم سے توازن برقرار نہ رکھ پائی اور زمین پر گر گئی۔ گرتے ہی ایک چیخ اس کے منہ

سے نکلی۔دونوں ہاتھوں میں اتنا درد۔اس نے اپنے ہاتھ دیکھے، سرخ رنگ کا مائع تھا جو بہہ نکلا تھا۔"اتنا خون، زمین پر کانٹے ہیں کیا؟"آنکھوں میں آنسو آنے سے ہتھیلیوں سے نکلتا سرخ مائع دھندلا ہو رہا تھا۔وہ ہچکیوں سے روتی اونچی اونچی شیخو کا نام پکارنے لگی تھی۔

"شیخو۔۔۔۔شیخو "!

"شیخو تم کہاں ہو؟ "

کوئی جواب نہیں آیا۔۔اور وہ دھاڑیں مار کر رونے لگی۔خون کے ٹپکنے نے اس کی قمیض کے سفید دامن کو سرخ کر دیا۔ہر جگہ خاموشی تھی۔کوئی نہیں تھا۔

"ابو۔۔۔"اب کی بار اس نے بلند آواز میں عبداللہ کو پکارا۔

کوئی نہیں تھا وہ اکیلی تھی اور روئے جا رہی تھی۔

ایک جانی پہچانی آواز تھی جو اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ایسی آواز جو ہر طرف گونج رہی تھی

"ولمن خاف مقام ربہ جنتان"

) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں(

"ولمن خاف مقام ربہ جنتان"

) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں(

پھر ایک بار یہی آواز۔وہ خاموشی سے گردن گھماتی ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔۔وہ آواز ایسی تھی کہ انسان اسے ٹھہر کر سنے، محو ہو کر سنے، فرصت سے سنے، سحر زدہ ہو کر سنے۔

"ولمن خاف مقام ربہ جنتان"

) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں(

" فبای آلائ ربکم تکذبن"

)تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟(

خواب کا سحر ٹوٹا اور وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھی۔پسینے سے شرابور، دل ایسے دھڑک رہا تھا جیسے ابھی سینے سے باہر آجائے گا، سارا وجود کانپ رہا تھا۔اس نے جلدی جلدی خود پر سے چادر ہٹائی اور اپنا دامن دیکھا۔ہاتھ دیکھے، کوئی خون نہیں تھا۔ہاں البتہ تلاوت کی آواز ابھی بھی آرہی تھی۔کھڑکی کا پردہ ہوا سے جھول رہا تھا۔کمرے میں نیم روشنی تھی۔اس نے جلدی سے جوتا پہنا، دوپٹہ لیا اور باہر نکل آئی۔سیڑھیوں سے نیچے صحن میں تخت پوش پر بیٹھے عبداللہ خان تلاوت کر رہے تھے۔

وہ سیڑھیاں اتری اور تخت پوش پر اپنے بابا کے بائیں جانب ان کے بازو سے سر لگائے بیٹھ گئی۔ وہ سورہ الرحمن کی تلاوت کر رہے تھے اور وہ آنکھیں بند کیے سن رہی تھی۔ گہرا نیلا جامنی آسمان تھا، ہلکی ہلکی ہوا بھی چل رہی تھی جو کہ اسے سکون دے رہی تھی۔ پرندوں کی چہچہاہٹ بھی فضا میں گونج رہی تھی۔ خواب ٹوٹ گیا تھا، حقیقت پر سکون تھی۔

"صدق اللہ العظیم "

تلاوت ختم ہوئی۔ انھوں نے قرآن کو چوما اور پھر غلاف میں بند کر کے ریل پر رکھ دیا۔

"کیا ہوا۔۔ ڈر گئی تھیں؟" انھوں نے نظریں ترچھی کر کے اسے دیکھا۔

بچپن میں بھی جب وہ کوئی ڈراؤنا خواب دیکھتی یا ڈر جاتی تھی تو ایسے ہی اپنے باپ کے ساتھ لگ کر بیٹھ جاتی تھی۔ ایک احساس تھا جو اسے محفوظ کر دیتا تھا۔ دنیا سے بے گانہ، باپ کی شفقت کا سایہ۔ وہ یوں محسوس کرتی تھی جیسے وہ کوئی چڑیا کا بچہ ہو اور ڈر جانے پر اس کا باپ اسے اپنے پروں میں چھپا لیتا ہو۔۔ باپ کا سایہ اپنی اولاد کے لیے چڑیا کے اس پر سے کم نہیں ہوتا جو اپنے بچے کو بدلتے موسموں کی سختی، بدلتے حالات کی بے رحمی اور ہر آنے والے خطرے سے بچا لیتا ہے، اسے ڈھانپ لیتا ہے۔

"ہوں "

انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔اب تو سب ٹھیک ہے۔خواب تو خواب ہوتا ہے،

ٹوٹ گیا۔

اس نے آنکھیں کھول لیں۔

"چلو شاباش۔۔اٹھو نماز پڑھو۔۔اللہ سب ٹھیک کر دیتا ہے "

"ہوں" سر ہٹا کر سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ صحن میں سکون تھا،سب سوئے تھے مگر عبداللہ

اور بنت عبداللہ جاگے ہوئے تھے

باپ کو دیکھا تو مسکرا دی۔پھر اٹھی اور اوپر چلی گئی۔اب اسے نماز پڑھنی تھی۔

دوپہر ہونے کو آئی تھی۔پردے ہٹے ہوئے تھے،روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی اور وہ الماری کھولے، کپڑے نکال نکال کر بیڈ پر رکھ رہا تھا۔پھر انھیں تہہ کر کے اپنے سفری بیگ میں رکھ لیتا۔کام میں مگن، بال بکھرے، قمیض کے کف کہنیوں تک موڑے وہ کافی مصروف تھا۔آج اسے گھر واپس چلے جانا تھا۔اسی وقت اس کے دروازے پر کسی نے دستک دی۔

"آجائیں!" قمیض تہہ کر کے بیگ میں رکھتے ہوئے بولا۔

اب وہ الماری میں جھانک رہا تھا۔عبدل اندر داخل ہوا۔وہ ابراہیم کا ہم عمر تھا،اکبر بابا کا بیٹا۔

"ابراہیم بھائی۔۔یہ آپ کے دوست آئے تھے۔۔لفافہ دے گئے ہیں"عبدل نے ایک خاکی لفافہ آگے بڑھایا۔

الماری میں سے منہ نکالا اور اس لفافے کو دیکھا۔پھر آگے بڑھا اور وہ پکڑ لیا۔

"میرا دوست؟"لفافے کو کھولتے ہوئے بولا۔

"جی وہ جو پچھلی بار آئے تھے"عبدل نے اسے یاد کرانے کی کوشش کی۔اس نے لفافے کے اندر جھانک کر ایک کاغذ نکالا اور اسے کھول کر پڑھا۔

"براہیم۔۔مجھے امید ہے تم میرا دل رکھو گے"لفافے میں کچھ اور بھی تھا،اس نے لفافے میں اپنے دائیں ہاتھ کی شہادت اور ساتھ والی انگلی سے اندر پڑا ایک سیاہ رنگ کا ذرا سا موٹا کاغذ پکڑا اور باہر نکالا۔دراصل وہ ایک ٹکٹ تھی۔ایک تھیٹر کی ٹکٹ جس پہ شام ساڑھے چار بجے کا وقت درج تھا۔

"ایک تو یہ دل رکھتے رکھتے میں نے خود کو گروی رکھ دیا ہے"وہ بے زار ہوا تھا۔

"جی؟"عبدل کو کچھ سمجھ نہیں آیا۔

"کچھ نہیں۔۔شکریہ! تم جاؤ"اس نے ٹکٹ اور کاغذ دوبارہ لفافے میں رکھ دیے۔ایک سانس خارج کی اور اسے بستر پر رکھ دیا۔

شام کو اسے نکلنا تھا اور یہ قیس۔۔"الو کہیں کا!"وہ بس غصے میں یہی کہہ سکا اور دوبارہ الماری کی طرف متوجہ ہو گیا۔

عصر کے بعد کا وقت تھا۔آسمان پر نارنجی رنگ پھیل رہا تھا۔کہیں کہیں سرمئی رنگ کے ہلکے بادل بھی تھے۔پرندے یوں جیسے اپنے گھروں کو لوٹ رہے ہوں۔اسے بھی آج اپنے گھر لوٹنا تھا مگر جو پلان اس نے ترتیب دیا تھا وہ پورا ہوتا نظر نہیں آرہا تھا۔تھیٹر کے باہر رش تھا مگر اتنا زیادہ بھی نہیں کہ دھکم پیل ہو۔تھیٹر کھلا ہوا تھا اور لوگ آرہے تھے۔آج کوئی خاص شو تھا شاید یا پھر یہاں شاید ایسے ہی لوگ آتے جاتے تھے۔پتہ نہیں مگر اس کا پہلا دن تھا وہ بھی صرف قیس کے کہنے پر آیا تھا مگر ابھی تک قیس اس سے نہیں ملا تھا۔اس نے اپنی پینٹ کی جیب سے لفافہ نکالا۔۔اسے کھولا اور اندر وہی سفید کاغذ تھا۔۔جس کی پہلی سطر تھی "براہیم مجھے امید ہے۔۔تم میرا دل رکھو گے"مگر دوسری سطر نہ اسے پہلی بار پڑھنے پر سمجھ آئی تھی اور نہ اب آرہی تھی۔

"پہلی لائن، بائیں ہاتھ سے بارہویں سیٹ، سٹیج کے بالکل سامنے "

پڑھ کر تو لگتا تھا جیسے وہ اسے سمجھا رہا ہو کہ وہ یہاں ملے گا یا اس کے بتائے پتے پر بیٹھ جائے۔ خیر ٹکٹ دے کر وہ اندر آ گیا۔ کمرے میں اندھیرا تھا البتہ سٹیج پر روشنی تھی۔ وہاں سے پھیلتی روشنی باہر سے اندر آنے والوں کے لیے کافی تھی کہ وہ دیکھ سکیں کہ کہاں بیٹھنا ہے۔ سرخ رنگ کی ساتھ ساتھ جڑی ہوئی کرسیاں۔۔۔ ہال میں لگی کرسیاں اوپر سے نیچے کی طرف بڑھ رہی تھیں یعنی فرش ہموار نہ تھا۔۔ اوپر سے نیچے کی طرف جاتا تھا۔ ایک طرف اوپر سے نیچے تک آتی سیڑھیاں تھیں بلکل فراز سے نشیب کی طرح جیسے پہاڑ سے اترتے وقت اوپر سے نیچے آتے ہیں۔ وہ نیچے بڑھتا جا رہا تھا یہاں تک کہ پہلی لائن میں پہنچ گیا۔ دائیں ہاتھ سے بارہویں کرسی کے آگے کھڑا ہو گیا۔ قیس نہیں آیا۔ وہ ذرا سا گھبرایا

"یہ اب کیا چاہتا ہے۔۔ مل لینے دو اس الو کو۔۔ ایسے کان کھینچوں گا کہ۔۔" وہ دبے دبے غصے میں سوچ رہا تھا۔ وقت ختم ہوا۔ ہال کے دروازے بند ہو گئے۔ ہر طرف اندھیرا تھا اور مجبوری تھی۔ اس نے وہیں بیٹھنا غنیمت جانا۔ سٹیج پر روشنی تھی اور سرخ رنگ کے پردے سٹیج کے آگے گرے ہوئے تھے۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ اس وقت پردوں کے پیچھے کیا ہو رہا ہے۔ وہ خاموش بیٹھا تھا پھر اکتا گیا اور پیچھے کو ٹیک لگائی۔ بائیں ہاتھ کو ماتھے تک لے کر گیا،

کہنی کرسی کے بازو پر جمی تھی اور وہ مسلسل اپنی کنپٹی کو ہاتھ کی دو انگلیوں سے مسل رہا تھا۔ یوں جیسے سر درد ہو۔ ہر طرف مکمل اندھیرا ہو چکا تھا۔ چند لمحوں کے بعد دونوں پردے ہٹے۔ ایک مشرق کی جانب چلا گیا اور دوسرا مغرب کی جانب۔ درمیان میں سپاٹ لائٹ تھی۔ روشنی درمیان میں پڑ رہی تھی اور اس روشنی کے نیچے کوئی کھڑا تھا۔ سیاہ پینٹ، سیاہ کوٹ، اوپر سیاہ ہیٹ اور کوٹ کے اندر سے جھلکتی سفید شرٹ اور اس پر سیاہ ربن۔ دبلا پتلا لڑکا تھا ہاتھ میں چھڑی پکڑے جس کا ایک سرا اس کے ہاتھ میں تھا اور دوسرا زمین پر۔ وہ سر جھکائے کھڑا تھا اور سر پر ہیٹ اس صورت میں رکھا تھا کہ اس کا چہرہ چھپا ہوا تھا۔ ٹانگیں قینچی کی صورت کیے کھڑا تھا۔ اپنا بایاں ہاتھ اپنے ہیٹ تک لے گیا اور اسے اتارا اور پھر ناظرین کی جانب ہیٹ کیا (یوں جیسے کوئی پیالی ہو یا کوئی تھالی جس کی اندرونی سطح گہری اور کنارے بڑے ہوں) ذرا سا جھکا اور آہستگی سے اپنا چہرہ ناظرین کی طرف اٹھایا۔ ابراہیم سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔ وہ حیران تھا۔ وہ سرمئی آنکھوں والا دبلا پتلا مگر شرارتی لڑکا اس کے سامنے سٹیج پر تھا۔ اس نے آنکھیں سکیڑ کر اسے دیکھا جیسے یقین کرنا چاہ رہا ہو۔۔ ساتھ ہی گلا کھنکھارنے کی آواز آئی اور اس نے اپنی دائیں جانب بیٹھے شخص کو دیکھا۔ وہ اپنا سر کرسی کی پشت سے ٹکائے بیٹھا تھا اور منہ پر ہیٹ لے رکھا تھا۔ بالکل ویسا ہیٹ جیسا ابھی سٹیج پر کھڑے لڑکے نے اپنے

ہاتھ میں پکڑ رکھا تھا۔ابراہیم نے اسے دیکھا تو وہ آہستہ سے سیدھا ہوا اور ہیٹ اتار کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور ابراہیم کو دیکھ کر ایک ہلکی سی مسکراہٹ پاس کی۔۔وہ حیران تھا۔وہ ہو بہو قیس تھا۔ہاں وہ ساتھ بیٹھا قیس ہی تھا تو پھر سٹیج پر کون تھا۔۔اس نے گردن گھمائی اور سٹیج پر دیکھا۔سامنے کھڑے لڑکے نے اپنی دائیں آنکھ دبائی اور وہ مسکرایا اور ہیٹ دوبارہ سر پر لیا۔۔اب پیچھے ہلکا ہلکا میوزک تھا۔۔یوں جیسے کوئی پیانو بجا رہا ہو۔اس کے ساتھ بھی قیس تھا اور سامنے بھی۔۔مگر فرق صرف اتنا تھا کہ ساتھ بیٹھے قیس کی آنکھیں سیاہ تھیں اور سامنے کھڑے قیس کی آنکھیں سرمئی تھیں۔۔جادو کا کھیل شروع ہوا۔۔اس نے اپنی چھڑی گھمائی اور اپنی بغل میں لے لی۔۔پھر اپنی جیب میں رکھا سرخ رومال نکالا،ہاتھ کی گول مٹھی بنائی اور بڑی مہارت سے اس نے وہ رومال انگوٹھے اور انگلی کے درمیان ڈالنا شروع کیا۔۔پھر ایک لمحے کی تاخیر تھی اس نے ہاتھ کھولا تو ہاتھ خالی تھا۔۔ہال تالیوں سے گونجا۔۔پھر اسی لمحے اس نے رومال اپنے سر پر رکھے ہیٹ میں سے نکالا اور پھر اس رومال کو دوبارہ مٹھی میں رکھ کر مٹھی بند کی اور اس مٹھی پر پھونک ماری۔۔اس مٹھی کو کھولا تو کبوتر نکلا جو کہ اڑ گیا۔۔ہال پھر تالیوں سے گونجا۔۔وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر اپنی مخصوص انداز میں جھکا اور پھر سیدھا ہوا۔۔

وہ تھوڑا سا آگے بڑھا اور اس نے سٹیج سے نیچے چھلانگ لگائی۔۔ابراہیم کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔وہ اسے گھور رہا تھا۔۔اس نے ابراہیم کے ساتھ بیٹھے شخص کے آگے اپنا ہیٹ اتار کر کیا اس نے اس میں ایک سکہ ڈالا۔۔اس نے دوبارہ ابراہیم کو دیکھتے آنکھ دبائی اور اوپر بھاگ گیا ۔۔ناظرین کے سامنے اس نے ایک سکہ دکھایا اور پھر وہ مٹھی میں رکھ کر مٹھی بند کی۔۔پھر وہ مٹھی اس نے ناظرین کے سامنے کی اور چند لمحوں بعد کھولی۔۔ایک ایک کر کے کئی سکے زمین پر گرے۔۔ان کے گرنے کی آواز ہال میں گونجی۔۔ہال پھر تالیوں سے گونجا۔۔

پھر ایک پانی کی چھوٹی بوتل اور رومال لایا گیا۔۔۔اس نے رومال کو بڑی مہارت سے کون کی طرح گول کیا اور اس میں پانی پھینکنا شروع کیا۔۔مگر پانی اندر ہی کہیں رہ گیا تھا۔۔زمین پر نہیں گرا۔۔اس نے رومال کو کھول کر دکھایا اندر کوئی پانی نہیں تھا اور پھر اس نے دوبارہ رومال کو گول کیا کون کی صورت میں اور پھر ایک لمحے بعد رومال کھولا تو اندر سے پانی ایک پتلی دھار کی طرح بہہ گیا۔۔تالیاں بجائی گئیں اور اس نے جھک کر داد وصول کی۔۔اسی طرح اس نے اور بھی بہت سے جادو کے کرتب دکھائے۔۔گویا آج کا شو قیس کے نام تھا اور وہ ایک اچھا جادوگر تھا۔۔ابراہیم نے گردن موڑ کر ساتھ والے کو دیکھا۔۔ہو بہو قیس تھا!

جادو گر کا شو ختم ہوا اور پھر کٹھ پتلی شو شروع ہوا۔۔بس یہی کوئی گھنٹہ لگا ہو گا اور پھر سب ختم۔۔سب اٹھ اٹھ کر جانے لگے۔وہ بھی باہر کی جانب بڑھا۔دو دو سیڑھیاں پھلانگتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا،اب وہ باہر کھڑا تھا۔کسی نے اس کے بائیں کندھے پر ہاتھ رکھا مگر جب اس نے بائیں طرف دیکھا تو کوئی نہیں تھا۔۔وہ دائیں طرف تھا۔۔اس نے اپنے بازو سینے پر باندھ لیے اور دایاں ہاتھ ہونٹ تک لے گیا اور سامنے کھڑے قیس کو مشکوک نظروں سے دیکھنے لگا۔قیس اس کے سامنے اپنے مخصوص انداز میں سینے پر ہاتھ رکھے جھکا۔۔وہ کپڑے بدل چکا تھا۔اب عام حلیے میں تھا۔پینٹ اور اوپر بٹنوں والی شرٹ۔بال البتہ بکھرے تھے۔

"ہو گیا تمھارا تماشا یا کچھ رہتا ہے؟"وہ اسی انداز میں اسی طرح دیکھتے ہوئے بولا۔

"کیسا لگا شو؟"ابرو اٹھایا

"جادو گر۔۔مجھے کیوں نہیں پتہ چلا کہ تم جادو بھی کر سکتے ہو؟"ابراہیم نے پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"براہیم۔۔تم نے کہا تھا تم اچھے اداکار نہیں ہو۔۔کیا میں اچھا اداکار ہوں؟"اس نے دایاں ابرو اٹھایا

"ہوں۔۔میں سوچ رہا ہوں تم کس موسم کی پیداوار ہو؟"وہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔ہاتھ ابھی بھی سینے پر بندھے تھے اور انگوٹھا ابھی بھی نچلے ہونٹ پر تھا۔

"گرمیوں کی"اس نے اس کے کان کے قریب آکر سرگوشی کی۔

وہ مسکرا کر رہ گیا،کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے اور ہاتھ اب پہلو میں تھے۔

قیس دونوں بازو پھیلا کر پورا گھوما"آہ۔۔شکر ہے۔۔میں اچھا جادوگر بن سکتا ہوں "

وہ اس کی اس حرکت پر ہنس کر رہ گیا۔

"اپنے جڑواں بھائی سے تو ملواؤ"اس نے اس کی گردن کے گرد اپنا دایاں بازو زور سے حمائل کیا اور اسے اپنی بغل میں دبوچ لیا۔

"چھوڑو تو سہی۔۔ملواتا ہوں"اس نے اس کے بازو کو پیچھے ہٹایا"مگر اللہ کا واسطہ ہے۔۔کوئی شکایت نہ کرنا ورنہ وہ میرا بھائی کم۔۔باپ زیادہ ہے"پہلی بار قیس نے کوئی اصل والی رونی صورت بنائی تھی۔

"اچھا اچھا"وہ سر ہلا کر مسکرا دیا۔

وہ اسے تھوڑا آگے لے کر گیا۔پاس ہی ایک باغ تھا۔۔وہاں بنچ پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا۔گلا کھنکھارنے کی آواز۔اس نے چہرہ اوپر اٹھایا اور ان دونوں کو دیکھا

"بڑے بھائی! میرا دوست آیا ہے آپ سے ملنے" قیس نے ابراہیم کی طرف اشارہ کیا وہ کھڑا ہو گیا۔ کتاب بنچ پر رکھی

"السلام علیکم۔۔ابراہیم" ابراہیم نے سلام کے لیے ہاتھ بڑھایا

"وعلیکم السلام۔۔۔کیف" ابراہیم سے ہاتھ ملایا

وہ قیس کا جڑواں بھائی تھا۔ بالکل اسی کے جیسا بس قیس کی آنکھیں سرمئی تھیں اور اس کی سیاہ۔ وہ ذرا سنجیدہ سا سلجھا ہوا لگتا تھا۔

"جی۔۔یہ ہیں میری آن، شان اور میرا واحد خاندان۔۔کیف بھائی جان" وہ اپنے بھائی کے ساتھ آکر کھڑا ہو گیا اور اس کے کندھے پر دایاں ہاتھ رکھ کر بولا

کیف نے گھور کر اسے دیکھا تو وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"میں آپ کو داد دیتا ہوں اسے برداشت کرنے کے لیے" کیف مسکراہٹ دباتے بولا

"آپ کو بھی!" ابراہیم بھی مسکرایا تھا۔

"کیفی۔۔وہ ہمیں ضروری کام تھا۔۔ہم پھر ملیں گے۔۔اللہ حافظ" اور قیس نے ابراہیم کا بازو کھینچنے کی سی حالت میں پکڑا تھا۔

کیف نے اپنا سر اثبات میں ہلایا۔ جواباً ابراہیم نے بھی اور وہ وہاں سے چلے گئے۔

دن بدن گرمیاں زور پکڑ رہی تھیں۔ صبح کے آٹھ بجے ہوتے اور لگتا یوں جیسے گیارہ بج چکے ہیں۔ راتیں چھوٹی اور دن لمبے ہونے لگے۔ ایسے میں ایک دو منزلہ سفید گھر کے ایک کمرے میں ایک لڑکا سٹول پر کھڑا کمرے کا پنکھا صاف کر رہا تھا۔ نیچے شلوار اوپر سفید بنیان ہاتھ میں گیلا کپڑا اور پاؤں میں ایک بڑا ڈونگا جس میں پانی تھا، پانی کا رنگ البتہ بھورا ہو چکا تھا۔ اوپر گردن کیے بڑے دھیان سے اس نے پنکھے کا ایک پر صاف کیا اور پھر پنکھا گھما کر دوسرا پر اپنے نشانے پر رکھا۔ پھر نیچے جھکا بھورے پانی میں اس کپڑے کو اچھے سے ڈبویا اور پھر کپڑے کو مٹھی میں لے کر زور سے دبایا سارا پانی نچڑ کر بھورے پانی میں مل گیا۔ پھر دوبارہ کھڑا ہوا اور پنکھے کا پر صاف کرنے لگا۔ پاس ہی تھوڑے فاصلے پر آسیہ بیگم اپنے بیڈ پر بیٹھیں دھلے ہوئے کپڑے تہہ کر رہی تھیں۔ ایک طرف کپڑے بکھرے پڑے تھے اور دوسری طرف تہہ شدہ کپڑے۔ کمرے کی کھڑکی کھلی تھی مگر ہلکی ہلکی گرم ہوا اندر آ رہی تھی۔

"ایک تو تو جب بھی آتا ہے ان کاموں میں لگ جاتا ہے۔ بیٹھا کر باتیں کیا کر، آرام کیا کر۔۔ اتنے عرصے بعد تو آتا ہے اور ان کاموں میں لگ جاتا ہے" ساتھ ساتھ کپڑے تہہ کر رہی تھیں ساتھ ساتھ شیخو سے خفگی کا اظہار کر رہی تھیں۔

"یہ کیا بات ہوئی چچ۔۔ چھوٹی امی! یہ گھر بھی میرا ہے، مم۔۔ میں خیال نہیں رکھوں گا تو کک۔۔ کون رکھے گا؟ کک۔۔ کیسی غیروں والی بات کک۔۔ کر دی آپ نے" نظریں ابھی بھی پنکھے کے پر پہ ہی مرکوز تھیں اور ہاتھ اس پر کو صاف کرنے میں۔

"جانے دے۔۔ اپنے پرائے کی بات ماں کو نہ سمجھا۔۔ وہاں پتہ نہیں کیا کھاتا پیتا ہے تو۔۔ کوئی خیال رکھتا بھی ہے یا نہیں؟۔۔ ہزار بار کہا ہے واپس آجا مگر نہیں۔۔ ماں کی تو سنتا ہی نہیں ہے" اس نے گردن موڑ کر شکوہ کرتی خاتون کو دیکھا اور دیکھتا ہی رہا۔ کسی سوچ میں گم کہیں کھویا ہوا۔ آج سے کئی سال پہلے سکول میں ایک بچے نے دوپہر کے وقت درخت کے ساتھ بیٹھے چھوٹے معصوم اور بھوری آنکھوں والے شیخو سے کہا تھا" جا یار! تو بچہ ہی رہے گا۔۔ سوتیلی ماں کبھی سگی نہیں ہوتی۔۔ تو دیکھیں وہ تجھے مارا کریں گی۔۔ کھانا بھی نہیں دیں گی اور جن والے کمرے میں بند کر دیں گی۔۔ سوتیلی ماں، ماں نہیں ہوتی" شیخو بس ساتھ بیٹھے بچے کی باتیں سن رہا تھا۔ منہ کھولے، پسینے سے شرابور اور حیران و پریشان۔

"سنتا ہی نہیں تو میری بات۔۔" آسیہ کی آواز سماعت میں دوبارہ پڑی تو وہ موجودہ دور میں واپس آیا۔

"کیا سبھی مائیں ایسی ہوتی ہیں؟۔۔ سگی، سوتیلی؟۔۔ماں تو ماں نہیں ہوتی۔۔ صرف ماں، یہ سگی اور سوتیلی کس نے لفظ ایجاد کیے تھے؟" وہ انھیں دیکھے بس سوچے جا رہا تھا۔

"شیخو!" ایک چہکتی آواز اور اس نے ذرا سی گردن موڑ کر اندر آتی حوا کو دیکھا جس کے ہاتھ میں ہلکے گلابی رنگ کا جالی دار دوپٹہ تھا۔

"یہ پیکو کروالاؤ" اس نے گردن اونچی کر کے دوپٹے والا بازو بلند کیا۔

شیخو نیچے کھڑی حوا کو دیکھ رہا تھا

"شش۔۔۔ شام کو جاؤں گا" اور وہ مڑا پنکھے کا تیسرا پر اپنے سامنے کیا اور اسے صاف کرنے لگا۔

"کیوں۔۔ابھی کیوں نہیں؟" اس نے ہاتھ کمر پر باندھ لیے۔

"ادھر آ تو۔۔ تیرا دوپٹہ میں پیکو کروں۔۔ دیکھ نہیں رہی کیسی آگ برس رہی ہے باہر" اب آسیہ بیگم بولی تھیں

وہ منہ بسور کر کھڑی ہو گئی۔اس نے اوپر دیکھا تو شیخو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس نے غصے سے دوپٹہ بیڈ پر پھینکا اور باہر جانے لگی۔

"رک جا، حح۔۔ حوا کروالاتا ہوں" اور وہ فوراً نیچے اترنے لگا۔

"رہنے دے شیخو!۔۔اتنی گرمی ہے شام کو جائیو"انھوں نے اسے روکا مگر وہ نہیں رکا۔ جلدی سے اترا، جوتا پہنا، اس کا دوپٹہ پکڑا، صوفے پر پڑی اپنی قمیض پکڑی اور باہر جانے لگا۔

"آتا ہوں، چچ۔۔چھوٹی امی"اور وہ حوا کے پیچھے چلا گیا۔

"کیا کروں اس لڑکی کا۔۔ضدی ہوتی جارہی ہے، نخرے دیکھو ذرا!"وہ منہ میں بڑبڑاتے ہوئے کپڑے تہہ کرنے لگیں۔

رات کو وہ گھر میں داخل ہوئے۔خاموشی اور سناٹا۔باہر لان میں روشنی تھی۔اندر لاؤنج میں داخل ہوئے تو سامنے کمرے کے نیم کھلے دروازے پر نظر پڑی۔پھر سامنے پڑے جوتے دیکھے۔

عبدل کچن میں تھا قدموں کی آہٹ سن کر باہر آیا۔انھوں نے اسے دیکھا"ابراہیم۔۔گیا نہیں؟ "

"جی نہیں!ان کے سر میں کچھ درد تھا۔دوا لے کر سو گئے"اس نے وضاحت کی۔

وہ"اچھا"کہہ کر کمرے کی جانب بڑھے۔دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے۔پنکھا چل رہا تھا۔کھڑکیوں سے پردے ہٹے تھے جن سے لان کی روشنی چھن کر اندر آرہی تھی۔وہ

سینے کے بل بیڈ پر لیٹا تھا۔ وہ اس کے قریب آئے دیکھا تو وہ گہری نیند میں تھا۔ وہ بیڈ پر اس کی بائیں طرف بیٹھ گئے اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔ پھر بے مقصد یونہی اس کو دیکھے گئے۔ کسی گہری سوچ میں مبتلا۔ ماضی کی کھڑکی کھلی اور روشنی نے پیچھے کو سفر شروع کیا۔۔ منظر بدلا، لوگ بدلے، وقت بہت پیچھے چلا گیا

وہ چھوٹا تھا بہت چھوٹا۔ چار پانچ سال کا جب اس کا اس کے تایا کے بیٹے سے جھگڑا ہوا۔ اس نے اسے زور سے دھکا دیا اور وہ سیڑھیوں سے جا لگا۔ اس کے ماتھے پر چوٹ آئی اور خون بہنے لگا۔ وہ بہت رویا تھا اس بات پر نہیں کہ اسے دھکا دیا گیا یا چوٹ آئی بلکہ اس بات پر کہ اسے "ضدی" کہا گیا۔ اسے اس کے "دادا کی طرح ضدی" کہا گیا تھا۔ سردیوں کے دن تھے جاڑے کی راتیں۔ شام ہوتے ہی سارے گاؤں کو دھند نے اپنی لپیٹ میں لیا ہوا تھا۔

عبدالرحمن گھر آئے تو ابراہیم ان کے سینے سے لگ کر بیٹھ گیا۔ جرسی پہنے، ماتھے پر پٹی، جرابیں بوٹ پہنے، سرخ ناک اور سوجھی ہوئی آنکھیں لیے وہ اپنے دادا کی گود میں اپنے دونوں بازو ان کے گرد حمائل کیے ان کے سینے سے سر لگائے بیٹھا تھا۔ انھوں نے ایک بڑی سی شال اپنے اور اس کے گرد حمائل کی ہوئی تھی۔

"کیا آپ نے پہلے مارا تھا انھیں؟" وہ بڑی نرمی سے پوچھ رہے تھے، اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے

"نہیں دادا۔۔وہ بہت برے طریقے سے بات کر رہے تھے۔۔۔انھوں نے میری گاڑی بھی توڑ دی" اسے اپنی چھوٹی سی کھلونا گاڑی ٹوٹنے کا بھی دکھ تھا۔

"میری چھوٹی چڑیا۔۔ سردی میں پڑی پڑی مر گئی دادا۔۔ مگر انھوں نے مجھے اس کے پاس نہیں جانے دیا" اور وہ پھر سے رونے لگا۔

عبدالرحمن نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا، اسے کسی ننھے بچے کی طرح سہلایا اور پھر سر پر بوسہ دیا۔

"آپ کی چڑیا تو اس وقت جنت میں ہو گی۔۔آپ کیوں رو رہے ہیں؟ "

ایک خاموشی۔اس نے نم سانس اندر کھینچی۔

"دادا۔۔" نم آواز

"ہوں۔۔"

"کیا میں ضدی ہوں؟" وہ لمحے بھر کو رکے۔

"یہ کس نے کہا آپ سے؟ "

"اسد بھائی نے "

وہ خاموش رہے۔

"وہ کہہ رہے تھے۔۔تم بھی ضدی ہو۔۔دادا کی طرح۔۔تم بھی دادا جیسے ہی بنو گے۔۔ ضدی"اس نے سر اٹھایا اور اپنے دادا کے چہرے کو دیکھا جو کہ بہت سنجیدہ تھا۔

"میں اور آپ۔۔ہم ضدی ہیں؟"وہ معصوم سا چھوٹا سا ابراہیم اپنے دادا سے اتنی بڑی بات پوچھ رہا۔

"نہیں۔۔میرا بیٹا تو سب سے اچھا ہے۔۔لوگ جو کہتے ہیں انھیں کہنے دو۔۔مجھے پتہ ہے میرا بیٹا ضدی نہیں ہے۔۔میرا بیٹا تو بہت رحم دل ہے"وہ دوبارہ بازوان کے گرد حمائل کیے سر ان کے سینے سے لگائے بیٹھ گیا۔اس نے ایک گہری سانس اندر کھینچی اور خاموش ہو گیا۔ ابراہیم نے کروٹ بدلی تو وہ اپنے حال میں واپس آ گئے۔ماضی کی کھڑکی بند ہوئی،روشنی نے آگے کو سفر کیا۔۔ایک نظر اس سوتے لڑکے پر ڈالی اور پھر کھڑے ہو کر کھڑکی کے سامنے پردے کر دیے۔روشنی کا راستہ روک دیا۔ہر طرف اندھیرا ہو گیا۔دروازہ نیم کھلا رہنے دیا اور خود باہر چلے گئے۔

عشاء کی نماز پڑھ کر وہ گھر واپس آیا۔ سب گھر والے تقریباً سونے جا چکے تھے۔ عبداللہ خان بھی گھر واپس آ چکے تھے اور اب اپنے کمرے میں تھے۔ وہ خاموشی سے سیڑھیوں پر چڑھتا اوپر کی جانب بڑھا۔ پہلی منزل پر پہنچا اور پھر بڑی چھت پر جانے کے لیے پہلے زینے پر قدم رکھا۔ بائیں جانب گردن موڑی۔ حوا کے کمرے کی بتی جل رہی تھی۔ بھنویں بھینچ گئیں، وہ اتنی دیر تک نہیں جاگتی تھی۔ دروازے کھلے تھے البتہ اندر چلتے پنکھے سے دروازے پر لگے پردے لہرا رہے تھے۔ اس نے زینے پر رکھا قدم واپس اتارا اور اس کے کمرے کی جانب بڑھا۔ پردہ ہٹایا تو دیکھا کہ وہ بیڈ پر چوکڑی مارے بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ ساتھ جمی لیٹا تھا۔ بڑے آرام سے حوا کے گھٹنے سے کمر لگائے۔ شیخو کے آنے پر اس نے گردن بلند کی پھر "میاؤں" کر کے واپس لیٹ گیا۔ اس نے ایک نظر اپنی طرف آتے شیخو کو دیکھا اور پھر دوبارہ کاپی پر جھک گئی جس پر غالباً وہ ریاضی کا کوئی سوال حل کر رہی تھی۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی۔

"سوئی نن۔۔ نہیں ابھی تک؟" اندر آتے ہی پہلا سوال۔

"نہیں" وہ کتاب کے صفحے پلٹتے سوال کا جواب اپنی کاپی پر لکھے جواب سے ملا رہی تھی۔

"صبح پپ۔۔ پڑھ لینا" شیخو اس کے سامنے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

اس نے ایک جمائی لی "پرسوں پیپر ہے شیخو!۔۔کل ایک بار سارا پھر سے دیکھوں گی"

اور دائیں ہاتھ کی ہتھیلی سے دائیں آنکھ ملنے لگی۔

"آنکھیں دیکھ کک۔۔کیسی نیند سے لال ہوئی پپ۔۔پڑی ہیں" وہ آگے کو ہوا اور اس کی گود میں پڑی کاپی پکڑ لی۔سامنے پڑی کتاب پکڑی اور بائیں جانب پڑی چھوٹی میز پر رکھ دیں۔

"صبح پیپر پڑھ لینا، سو جاا۔۔اب" وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اس نے پھر ایک جمائی لی۔

"اچھا"!

"چچ۔۔چل سو جا" اور شیخو دروازے کی طرف بڑھا۔

"شیخو!" بیڈ سے اٹھی اور شیخو کی طرف بھاگی۔

"ہوں" وہ مڑا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے" وہ پریشان تھی۔چہرے سے فکر واضح تھی۔

"ارے!" وہ اس کی طرف بڑھا۔"کک۔۔کون سا جن دد۔۔دیکھ لیا ہے؟"

وہ دھیما سا مسکرایا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"نہیں!" وہ ذرا سا آگے بڑھی "میں نے خواب دیکھا تھا۔۔اب مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔ خواب بہت ڈراؤنا تھا شیخو!" وہ پریشان سی تھی، رو دینے کو۔

"کچھ نہیں ہوتا۔آیت الکرسی پپ۔۔پڑھ لے "

"نہیں نا!" وہ آگے بڑھی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا "مجھے ڈر لگتا ہے شیخو۔۔میں نے بہت سا خون دیکھا تھا۔۔اپنے ہاتھوں پر" ایک تھوک نگلا "تمھیں پتہ ہے میری کلاس میں سلمیٰ پڑھتی ہے نا، اس کے چچا کی بیٹی پر سایہ تھا، اسے خواب میں خون نظر آتا تھا" وہ پھر سے رونی صورت بنائے کھڑی تھی

"اللہ! جگنو!۔۔۔" وہ آگے کچھ بولتا مگر اس نے بات کاٹ دی "شیخو! تم صوفے پر سو جاؤ۔۔دروازہ کھلا رہنے دیں گے۔۔ہوا آتی رہی گی" جیسے اپنے مسئلے کا حل بتایا۔

"اس نے گردن موڑ کر پیچھے پڑے صوفے کو دیکھا اور پھر ایک نظر اپنی بہن کے معصوم چہرے کو، وہ واقعی اس وقت پریشان لگ رہی تھی۔۔

"اچھا ٹھیک ہے، تو سس۔۔سو جا جا کر۔میں یہیں صص۔۔صوفے پر ہوں"

وہ مسکرادی۔بیڈ کی طرف بڑھی،اس نے تکیہ پکڑااور صوفے پر رکھ دیا۔پھر وہ جب لیٹ گئی تو شیخو نے کمرے کی بتی بجھادی۔خود صوفے پر لیٹ گیا۔سیدھا،ماتھے پر بازو رکھے، خلا میں گھورتا ہوا۔

فجر کی نماز پڑھ کر وہ جانے کی تیاری پکڑ رہا تھا۔نہادھو کر کپڑے تبدیل کیے آئینے میں کھڑا سیٹی بجاتا بالوں میں انگلیاں پھیر رہا تھا۔پینٹ شرٹ پہنے،کف موڑے وہ کل رات سے بہتر حالت میں تھا۔دفعتاً کمرے کے دروازے پر کوئی آ کھڑا ہوا۔سنجیدہ چہرہ،تراشیدہ مونچھیں،رعب دار شخصیت۔۔اس نے آئینے میں ان کا عکس دیکھا اور پھر مڑا

"ارے دادا!آئیں"وہ مسکرایا اور ان کی جانب بڑھا۔ان کے گلے لگ کر جدا ہوا۔ان کے چہرے پر ایک نرم مسکراہٹ تھی۔وہی مسکراہٹ جو ہر بار اسے دیکھنے پر ان کے چہرے پر آجاتی تھی۔ابراہیم کے لیے ان کے دل میں نرم گوشہ نہیں تھا بلکہ ان کا پورا دل ہی اس کے لیے نرم تھا۔ہوتے ہیں نا کچھ لوگ جن سے ہمیں یونہی انسیت ہوتی ہے۔ویسی انسیت جیسی کسی سے نہیں ہوتی اور اس کے لیے کسی خاص وجہ کی ضرورت نہیں ہوتی۔

"ناشتہ کر لو۔۔پھر چلے جانا"اس کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو پیار سے ہٹاتے ہوئے بولے۔

"ناشتہ نہیں۔۔صرف چائے"بھنویں بھینچے وہ اسے دیکھنے لگے"ناشتہ گھر جا کر کروں گا نا "

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔لاؤنج میں ڈائننگ ٹیبل کے پاس پہنچ کر مرکزی کرسی اس نے کھینچی اور وہ بیٹھ گئے۔ساتھ ہی دائیں کرسی پر وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔عبدل ناشتہ لگا رہا تھا۔

"رات کو تمھارے سر میں درد تھا۔۔اب ٹھیک ہو؟ "

"ہوں"عبدل نے کپ میں چائے ڈالی"شکریہ"اس نے کپ اپنی طرف سرکایا۔"سر درد تو ہوتا رہتا ہے دادا۔۔کوئی اتنی بڑی بات نہیں"شانے اچکائے

انھوں نے چائے کا کپ منہ سے لگایا اور ایک چسکی لی"گھبرانا نہیں ہے تم نے۔۔تم کر لو گے"

"مجھ سے ہو جائے گا"وہ مطمئن تھا۔

"جب میں تھا نا تمھارے جتنا" وہ دلچسپی سے سننے لگا "میرے ابو کہنے لگے۔۔دیکھ بیٹا یا تو آر یا تو پار" وہ ہنسے۔وہ بہت کم ہنستے تھے۔"یعنی اگر تم کامیاب نہ ہوئے۔۔تم نے ٹیسٹ پاس نہ کیا تو بیٹا تم کسی دفتر میں کلرک لگو گے یا کوئی دکان کھول لینا۔۔کیونکہ میں تمھارا باپ نہیں لگوں گا "

"اوہ" چائے کی ایک اور چسکی لی "پھر۔۔آپ ہو گئے سلیکٹ؟ "

"میں نے تو سوچ لیا تھا ان اکھڑ فوجیوں کے پاؤں پڑنا پڑے تو پڑوں گا۔۔مگر فوجی بن کے ہی جاؤں گا" وہ بڑے مزے سے اپنی کہانی سنا رہے تھے اور سننے والا ان سے زیادہ مزے سے سن رہا تھا۔

وہ ہنس دیا "آپ کے لیے کیا مشکل ہے دادا"

"میرے لیے کچھ آسان بھی نہیں تھا،بیٹے" انھوں نے ٹیبل پر رکھے اس کے ہاتھ کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھا۔

چائے کا دور ختم ہونے کو تھا "تو مطلب اگر۔۔میں ناکام ہو کر لوٹا تو مجھے یا تو کھیتی باڑی کرنی ہو گی یا ساری عمر کلرک بن کے رہنا ہو گا" وہ شرارتی لہجے میں بول رہا تھا مسکراہٹ دبائے۔

"تمھارا دادا ابھی زندہ ہے۔۔میں تمھیں خود ایک بہادر اور خوددار کسان بناؤں گا" اور وہ دونوں ہنس دیے۔

ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔یہ چمک ابراہیم کو کبھی کبھی دیکھنے کو ملتی تھی اور ہمیشہ تب ہی ملتی تھی جب وہ ان کے پاس ہوتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ گیٹ کے پاس کھڑے تھے۔سورج اب نکل چکا تھا اور گرمی کا اثر محسوس ہونے لگا تھا۔اس نے سفری بیگ پہنا ہوا تھا۔عبدالرحمن اس کے چہرے کو اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لیے اس سے کچھ کہہ رہے تھے اور وہ مسکرا رہا تھا۔پھر اس کا ماتھا چوما۔

"اللہ تمھیں کامیاب کرے" اب تو کافی بڑا ہو گیا تھا۔اپنے دادا کے کندھے سے کندھا ملاتا تھا۔اکبر بابا نے جیپ نکالی اور وہ اس میں بیٹھ گیا۔بیگ پیچھے پھینکا اور دایاں ہاتھ ماتھے تک لے گیا۔ساتھ کھڑے دادا کو مسکراتے ہوئے ایک سیلوٹ پیش کیا۔وہ بھی مسکرا دیے۔

جیپ چل پڑی۔منظر دور جانے لگا،دور بہت دور اور پھر دھندلا ہو کر غائب ہو گیا۔انھوں نے ایک ٹھنڈی آہ خارج کی۔اس کا جانا انھیں اداس کرتا تھا اور وہ اداس تھے۔۔

وہ سٹڈی روم میں بیٹھی تھی۔ کتابوں کی بہت سی شیلفس، اس کی پشت پر بڑی سی کھڑکی تھی پوری دیوار جتنی جس پر جالی لگی تھی اور وہ اس وقت کھلی ہوئی تھی مگر اس کے آگے بڑے سے پردے گرے تھے۔ جس طرف وہ بیٹھی تھی وہاں سے پردے اٹھے ہوئے تھے اور باہر سے سورج کی روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔ ٹیبل پر رکھے بازو پر سر جھکائے کسی سوچ میں مگن۔ اس کے سامنے ایک جوکر پڑا تھا۔ جوکر کھلونا جس نے ہاتھ میں ایک چمٹا اور ایک پلیٹ پکڑ رکھی تھی۔ بازو پر سر رکھے بے دھیانی میں وہ اس چمٹے کو ہلکا سا چھوتی، وہ چمٹا پلیٹ سے جا بجتا اور اس میں سے ہلکی سی "ٹن" کی آواز آتی۔ مگر وہ خاموش سی ویران سی تھی

"وہ چلا گیا۔۔ وہ کیوں چلا گیا؟" آنکھیں نم تھیں اور ہر طرف اداسی ہی اداسی تھی۔

"نہ وہ آنے کی خبر دیتا ہے نہ جانے کی۔۔ کیسی بے رخی ہے" ایک آنسو اس کی آنکھ سے نکلا اور گال پر بہتا ہوا بازو پر پھسلتا چلا گیا۔ وہ کہیں بہت پیچھے چلی گئی تھی۔ کئی سال پیچھے جب وہ ایک دن ایک سنہری شام اسی کمرے میں بیٹھی ایک کتاب پڑھ رہی تھی۔ بڑی بڑی آنکھوں والی، چھوٹے بال جنھیں ایک پونی میں باندھا گیا تھا۔ گوری رنگت، گلابی گال۔ وہ بڑے سے ٹیبل پر اپنی کہنیاں جمائے محو ہو کر سامنے کھلی کتاب پڑھ رہی تھی۔ دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا۔ مسٹر سٹیفورڈ کرپس اندر تشریف لائے مگر وہ مسکراتے ہوئے کسی سے بات

کر رہے تھے۔ پیچھے آتا ایک نیا مہمان۔ سترہ سالہ دبلا پتلا، بال ہلکے سے بکھرے ہوئے، باتیں کرتا ابراہیم۔ وہ دونوں سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھ کر خاموش ہو گئے۔ لڑکی کی نظروں نے مسٹر سٹیفورڈ کرپس سے ابراہیم تک کا سفر کیا۔ پھر ابرو اٹھا کر مسٹر سٹیفورڈ کرپس کو دیکھا یوں جیسے پوچھ رہی ہو "یہ کون؟ "

وہ مسکرا دیے اور پیچھے کھڑے ابراہیم کی طرف دیکھا۔ پھر سامنے بیٹھی لڑکی کو "یہ۔۔ میرا اسٹوڈنٹ ہے۔۔ ابراہیم "اور پھر ابراہیم کو دیکھا "اور یہ میری بیٹی۔۔ لیزا" وہ ہلکا سا مسکرا دی۔ وہ مسکرا بھی نہ سکا۔ شاید یوں کسی لڑکی سے اس کا پہلا تعارف تھا۔ اسے پتہ تھا ان کی ایک بیٹی بھی ہے مگر دیکھا آج پہلی بار تھا۔

"میں جب فارغ ہوتا ہوں اور خاص کر کے اداس۔۔ تو یہاں آتا ہوں۔۔ یہ میرا اور لیزا کا پسندیدہ کمرہ ہے "کہتے ہوئے لیزا کی جانب بڑھے اور اس کے دائیں گال کو ذرا سا چھوا اور پھر ایک نظر کتاب کو دیکھا۔

"اسے کہانیاں پڑھنا اور سننا پسند ہے۔۔ اور مجھے کہانیاں سنانا" وہ مسکرائے اور سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا، وہ بھی مسکرا دیا۔

"اگر تم چاہو تو کبھی بھی یہاں آ کر پڑھ سکتے ہو۔۔کوئی بھی کتاب" سامنے کھڑے ابراہیم سے مخاطب تھے جو کہ اس وقت ذرا پریشان تھا۔

"وہ۔۔میں۔۔" وہ کچھ بولنا چاہتا تھا مگر پروفیسر نے اس کی بات بیچ میں ہی کاٹ دی

"رکو۔۔تمھیں کچھ دکھاتا ہوں" اور خود ایک الماری کی جانب بڑھے۔اب کہ ان کی پیٹھ ابراہیم کی بائیں جانب تھی۔لیزا ابراہیم کو دیکھ رہی تھی۔وہ اس وقت بہت غیر آرام دہ محسوس کر رہا تھا۔اس نے ادھر اُدھر گردن گھمائی۔پروفیسر کوئی کتاب نکال کر لائے تھے۔

"یہ رہی۔۔یہ میری پسندیدہ کتاب ہے۔۔اور لیزا کی بھی" وہ اسے کتاب دے رہے تھے

"تم پڑھنا تمھاری بھی پھر پسندیدہ ہو گی "

وہ فوراً بولا "لیکن۔۔میں اب یہاں سے جانا چاہ رہا ہوں۔۔دادا آ گئے ہوں گے۔۔میرا انتظار کر رہے ہوں گے" آگے بڑھا اور کتاب میز پر رکھی "میں۔۔کل پڑھوں گا "

پروفیسر چپ رہے۔ایک خاموشی تھی۔انھوں نے پہلے میز پر پڑی کتاب کو دیکھا پھر ابراہیم کو دیکھا۔لیزا ان دونوں کو دیکھ رہی تھی

وہ پریشان ہو گیا "شاید آپ کو برا لگا" اس نے کتاب دوبارہ پکڑ لی "میں اسے گھر لے جاتا ہوں "

وہ مسکرائے "تمھارے دادا سے ڈرتا ہوں تھوڑا سا" اس کا دایاں گال کھینچا۔وہ کراہ کر رہ گیا۔

"تم جب مرضی آ سکتے ہو "

"شکریہ "اس نے سر کو ذرا سا خم دیا

"تو۔۔پھر۔۔"کتاب کو ذرا سا اوپر کیا اور ابرو سے اس کی طرف اشارہ کیا۔

پروفیسر سمجھ گئے تھے "ہاں ہاں۔۔یہ وہیں رہے گی جہاں تم رکھ کر جاؤ گے۔۔ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو پھر بھی کوئی مسئلہ نہیں "

"ٹھیک ہے۔۔پھر میں جاؤں؟ "

انھوں نے ہاں میں سر ہلایا اور اس کے ساتھ ہی باہر آ گئے۔گیٹ تک آئے۔اس نے سائیکل پکڑی اور دروازے سے باہر لے گیا۔

"خدا حافظ ! "ہاتھ ہوا میں لہرایا اور چل دیا۔

اگلے دن باہر لان سے کسی کے ہنسنے اور باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔وہ کل والی کتاب مکمل کرنے اسی کمرے میں اسی جگہ بیٹھی تھی۔اپنی جگہ سے اٹھی اور کھڑکی تک آئی۔ جالی پر ہاتھ رکھ کر باہر دیکھنے لگی۔شام کے پانچ بجے کا وقت تھا۔ہلکے بکھرے بالوں والا لڑکا

پروفیسر صاحب کے سامنے چھوٹی میز کے گرد کرسی پر بیٹھا چیس (شطرنج) کھیل رہا تھا اور ساتھ چائے پی رہا تھا۔ وہ بھی باہر کی طرف چلی آئی۔ کتاب کھلی رہی، اس کمرے کا منہ تکتی رہی۔ وہ باہر لان میں پہنچی جہاں گھاس پر وہ دونوں کھیل کھیل رہے تھے۔

"ہیلو!" ایک معصوم سی آواز۔ وہ پروفیسر صاحب کے پیچھے کھڑی تھی۔ ہلکے پیلے اور سفید رنگ کا فراک پہنے، بالوں میں اسی رنگ کا ربن لگائے وہ ہلکا سا مسکرا کر مخاطب ہوئی۔

"تم کہاں تھی؟" پروفیسر صاحب کا سوال۔

"ڈیڈی۔۔ سٹوری پڑھ رہی تھی" پھر لان میں پودوں کے پاس پڑی کرسی اٹھا لائی۔ اس کا لہجہ انگریزوں والا تھا جیسے اردو اس نے بعد میں کبھی سیکھی ہو۔

"کیا میں بیٹھ سکتی ہوں؟" کرسی پکڑے کھڑی لیزا اپنے باپ سے مخاطب ہوئی۔

"ہوں" کھیل بیچ میں ہی رک گیا تھا۔ ابراہیم چیس کو ہی گھورے جا رہا تھا۔ مجال ہے جو اس نے ایک نظر اٹھا کر بھی لیزا کو دیکھا ہو۔ البتہ لیزا نے اس کی یہ بات نوٹ کی تھی۔

"کون جیت رہا ہے؟" اس نے ٹانگ پر ٹانگ رکھے دائیں ہاتھ کی کہنی اپنی ٹانگ پر رکھی، ہتھیلی پر تھوڑی جمائے چیس بورڈ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"دیکھتے ہیں" اور انھوں نے ایک مہرا ابراہیم کی جانب بڑھایا۔ وہ دونوں کھیل رہے تھے اور وہ مسلسل دیکھ رہی تھی۔

کھیل ختم ہونے والا تھا۔ اس نے اپنے باپ کو دیکھا لیکن وہ نظریں چرا گئے۔ ابراہیم جیت گیا۔ وہ کافی خوش تھا۔

"آج میں جیتا ہوں" وہ پیچھے کو ٹیک لگا کر بولا تھا۔

دونوں ہاتھ اٹھا کر انھوں نے اس کی جیت قبول کی "ٹھیک ہے بھئی۔۔ کل کالج میں میں تمھیں جوس پلاؤں گا" وہ مطمئن تھے۔ ابراہیم مسکرایا۔

"او-کے" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔ لیزا کچھ بھی نہ بولی۔ دفعتاً باہر کا گیٹ کھلا اور ایک عورت اندر داخل ہوئی۔ نین نقش لیزا جیسے تھے، خالص انگریزی۔ گردن سے ذرا نیچے تک آتے بال، گوری رنگت، ہلکی سرمئی آنکھیں، فراک پہنے، بازو میں پرس ڈالے، نیچے ذرا سی بلاک ہیل پہنے، بلاشبہ وہ ایک حسین عورت تھیں۔ وہ اندر داخل ہوئیں تو سب سے پہلے نظر لان میں ہی پڑی۔ لیزا اور پروفیسر دیکھ چکے تھے۔ ابراہیم نے گردن گھما کر پیچھے گیٹ کی جانب دیکھا۔ پروفیسر کو دیکھتے اس خاتون نے اپنا ابرو اٹھایا۔

"ہم ذرا بزی ہیں۔۔ ملتے ہیں بعد میں" پروفیسر اس خاتون کو دیکھتے ہوئے بولے۔

"شیور!" اور لیزا کو انگلی سے اندر آنے کا اشارہ کرتیں وہ خود اندر چلی گئیں۔

وہ اٹھی اور فرمانبرداری سے اندر چلی گئی۔

"یہ۔۔" ابراہیم پوچھنا نہیں چاہتا تھا مگر پھر بھی پوچھ بیٹھا۔

"یہ لیزا کی ممی ہیں۔۔ میری وائف" وہ مسکرا بھی نہ سکے۔

لب "اوہ" میں سکڑے۔ اس نے ایک نظر اٹھا کر پروفیسر کے چہرے پر آئی سیاہی کو دیکھا۔ یہ رنگ اس نے پہلی بار دیکھا تھا۔

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر نہ کہہ سکا۔ سب کچھ نہیں کہا جا سکتا۔۔ اس کے بعد وہ وہاں سے چلا گیا۔ پہلے لیزا اور اب اس کی ممی۔۔ اسے وہ دونوں بہت عجیب لگ رہی تھیں۔۔ انھیں دیکھ کر وہ خاموش ہو جاتا تھا نظریں جھکا لیتا تھا

اگلے دن وہ ان کے گھر نہیں گیا۔ کیوں نہیں گیا۔۔ شاید وہ جانا نہیں چاہتا تھا یا پھر دل نہیں کیا۔۔ جو بھی تھا۔ دوپہر سر پر تھی تقریباً ڈیڑھ دو بجے کا وقت تھا۔ گورنمنٹ کالج لاہور میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ کچھ کلاس میں بیٹھے پڑھ رہے تھے۔ کچھ یونہی آوارہ گردی اور کچھ باتیں کرنے کھانے پینے میں مصروف۔ ایسے میں وہ وہاں بینچ پر بیٹھی تھی۔ پریشان سی،

منتظر سی۔ نہیں نہیں! وہ وہاں پڑھتی نہیں تھی۔ آنکھیں نم تھیں۔ آنسو گال پر گرتا تو وہ سختی سے ہاتھ کی ہتھیلی سے رگڑ دیتی۔ درخت کے نیچے بنچ پر بیٹھی بیگ گود میں رکھے وہ سامنے گردن اٹھا کر کسی کے آنے کا انتظار کر رہی تھی۔ وہ یونیفارم میں ملبوس تھی تو مطلب وہ سکول سے یہاں آئی تھی گھر نہیں گئی تھی۔

ایسے میں وہ یونیفارم میں ملبوس سامنے کھڑے لڑکے سے کسی بات پر بحث کر رہا تھا۔ ہاتھ میں کاپی پکڑی تھی اور مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ گرمی سے اس کی شرٹ پیچھے سے گیلی ہو چکی تھی۔ بال پسینے کے باعث ماتھے سے چپکے پڑے تھے۔ ہاتھ ہلا ہلا کر وہ سامنے کھڑے لڑکے کو کچھ سمجھا رہا تھا۔ سامنے کھڑے لڑکے نے ہاں میں سر ہلایا۔ اس نے کاپی بند کی اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔ اب وہ قدرے مطمئن تھا۔ سامنے کھڑا لڑکا بھی مسکرا رہا تھا۔ پھر وہ لڑکا ہاتھ ملا کر چلا گیا۔ اس نے ٹائی کی ناٹ ذرا ڈھیلی کی اور ذرا سا مڑا۔ کاپی کو پنکھے کی طرح جھلا کر ہوا بھی لے رہا تھا۔ نظریں ادھر اُدھر گھومیں وہ واپس مڑا مگر ٹھٹک گیا۔ کاپی کو ہلاتے ہاتھ رکے اور وہ یقین دہانی کے لیے دوبارہ مڑا۔ آنکھیں چھوٹی کر کے بھنویں سکیڑ کر اس نے درخت کے نیچے بیٹھی لڑکی کو دیکھا جو کہ رو رہی تھی۔ لیزا نے اسے دیکھ لیا۔ اس کے دیکھتے ہی اس نے اپنا رخ بدل لیا۔ لیزا بھی شرمندہ ہو گئی۔ کیوں ہوئی یہ اسے بھی نہیں

پتہ۔۔اس نے ٹانگیں بنچ کے اوپر سے گزار کر منہ درخت کی جانب موڑ لیا۔اب کی کمر ابراہیم کی طرف تھی۔

"کیا وہ۔۔"وہ دوبارہ مڑا"وہ کیسے؟ "

"کیا وہ رو رہی ہے؟۔۔پروفیسر کے پاس جاؤں۔۔یا پہلے اس کے پاس؟"وہ مختلف سوچوں میں پڑا تھا۔

"میری اس سے کوئی اتنی بے تکلفی نہیں ہے کہ میں اس کے پاس جا کر اس سے یونہی پوچھ لوں۔۔۔کہ۔۔کہ تم رو کیوں رہی ہو۔۔اونہوں!"وہ اپنی کلاس میں جانے لگا تھا کہ پھر سوچا"کیا پتہ اسے کوئی مسئلہ ہو ورنہ وہ آتے ہی پروفیسر کے پاس جاتی۔۔ "

"مجھے اس کے پاس جانا چاہیئے یا نہیں؟"مگر پھر اس نے ایک آخری بار دل سے پوچھا اور چلا گیا اس درخت کے پاس جس کے نیچے وہ بیٹھی تھی۔

اس نے گلا کھنکھارا۔وہ چوکنا ہو گئی۔گال پر بہتا آنسو صاف کیا۔

"آپ۔۔۔ٹھیک ہیں؟"اس کی پشت ابراہیم کی جانب تھی۔وہ اس کے پیچھے کھڑا تھا۔

وہ کھڑی ہوئی اور اپنا چہرہ اس کی جانب موڑا"ڈیڈی کہاں ہیں؟"نم آواز

"وہ اس وقت کسی کلاس میں ہوں گے۔۔پڑھا رہے ہوں گے"

اس کی آنکھیں سرخ تھیں روئی روئی سی۔ناک لال ہو چکی تھی۔

"انھیں بلا لاؤ"اس کی آواز رندھ گئی۔

"انھیں کہنا لیزا آئی ہے"اور لب بھینچے وہ بہت سے آنسو ضبط کیے کھڑی تھی۔آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے۔

وہ بغور اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا"اوکے۔۔آپ یہیں بیٹھیں"

اس نے ہاں میں سر ہلایا اور وہیں بینچ پر بیٹھ گئی۔

وہ دوسرے کاریڈور میں تھا جب پروفیسر کلاس لے کر نکل رہے تھے۔وہ ابراہیم کو اپنی طرف آتا دیکھ کر رک گئے۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔۔چلو کلاس میں۔۔میں آ رہا ہوں"نہ سنجیدہ نہ بہت نرم لہجہ۔

"آ۔۔وہ۔۔آپ کی بیٹی۔۔نیچے آئی ہے۔۔آپ کو بلا رہی ہے"اس سے زیادہ بہتر وضاحت نہیں دے سکتا تھا

وہ حیران ہوئے۔بھنویں بھینچ گئیں اور کچھ پریشان بھی"لیزا۔۔وہ یہاں؟"

پھر وہ ابراہیم کے ساتھ نیچے آئے۔سیڑھیاں اترتے ہی ابراہیم نے سامنے درخت کی جانب اشارہ کیا۔خود وہ وہیں رک گیا اور پروفیسر آگے بڑھے۔اس کے قریب پہنچے اور وہ

اپنے بازوان کے گرد حمائل کیے لپٹ کر رونے لگی۔وہ اسے کچھ کہہ رہے تھے۔کچھ پوچھ رہے تھے۔نرمی سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اور وہ مسلسل روئے جا رہی تھی۔

چند لمحوں بعد وہ ان سے الگ ہوئی تو انھوں نے اس کے آنسو صاف کیے۔پھر بینچ پر بٹھا کر نرمی سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے اسے کچھ کہنے لگے۔اس نے نم آنکھوں گیلی پلکوں سے سامنے دیکھا۔وہ لڑکا یک ٹک اسے ہی دیکھ رہا تھا۔پھر وہ چلا گیا۔

کلاس میں وہ خاموش رہا۔پروفیسر تھوڑے پریشان تھے۔چہرے سے انکی پریشانی جھلک رہی تھی مگر وہ نظریں جھکائے سامنے پڑی کتاب کو دیکھتا رہا۔"کیا اتنا مسکرانے والے لوگ بھی رو سکتے ہیں؟۔۔۔کیا صاف دل والوں کے دل بھی دنیا والے دکھا جاتے ہیں؟"

دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ملازمہ اندر آئی۔سفید بلاؤز اور نیچے سیاہ سکرٹ پہنے۔بالوں کو جوڑے میں بند کیے۔لیزا کی کرسی کے قریب آ کھڑی ہوئی۔

"آپ کی گرینی آپ کو بلا رہی ہیں"احترام سے دونوں ہاتھ سامنے باندھے اس نے اپنی بات کہہ دی۔

لیزا حال میں واپس آئی،ماضی کی کھلی کھڑکی بند ہو گئی اور ٹیبل پر رکھا سر اٹھا لیا۔انگلی کی پور سے آنکھ کا کونا صاف کیا۔

"چلو۔۔میں آرہی ہوں" ملازمہ چلی

گئی،وہ بھی کھڑی ہوئی،ایک ٹھنڈی آہ خارج کی اور چلی گئی۔کمرے کی دیواریں خاموش ہو گئیں ہمیشہ کی طرح۔انھیں سننا ہی تو آتا تھا وہ بول کہاں سکتی تھیں!

دن کی روشنی اور تپش دونوں اپنی انتہا پر جا رہی تھیں۔ایک مٹی کا بنا کچا مکان تھا جس کی دیواریں کچی تھیں۔پاس ہی ایک بڑا سا درخت سایہ کیے کھڑا تھا۔نیچے بہت سی چھوٹی چھوٹی بکریاں اور ایک پچاس ساٹھ برس کی فربہ خاتون بیٹھی تھیں۔شیخوان کی بکریوں کو چارہ ڈال رہا تھا۔وہ صبح سیر کے لیے نکلا تھا اور ابھی تک گھر نہیں گیا تھا،ہاتھ میں پٹھے پکڑے انھیں کھلا رہا تھا ساتھ بیٹھی بوڑھی اماں سے کچھ کہہ بھی رہا تھا۔

"تت۔۔تمھارا بیٹا واپس نن۔۔نہیں آیا اماں؟"

وہ بیچاری نیچے اینٹ رکھے خود اس پر بیٹھی تھیں۔مایوسی سے کہنے لگیں "شہر چلا گیا ہے۔۔مرضی سے پیسے بھیجتا ہے۔۔اب تو کئی سال ہو گئے اس کی شکل دیکھے" انھوں نے منہ بسور لیا

شیخو نے گردن موڑ کر انھیں دیکھا تو وہ دوپٹے سے پسینہ صاف کر رہی تھیں۔

"اے شیخو! شہر میں جانے والے واپس کیوں نہیں آتے؟ "

وہ ہنس دیا"اماں! مم۔۔میں بھی تو تیرا ببب۔۔بیٹا ہی ہوں"زمین پر بیٹھے اماں کو دیکھ رہا تھا

پیچھے سے کسی نے اس کی گردن کو زور سے دبوچا"تو پورے گاؤں کا بیٹا ہے"کسی لڑکے کی آواز تھی۔وہ اپنے دونوں ہاتھ گردن تک لے گیا اور گردن کو دبوچنے والا ہاتھ چھڑانے لگا۔ہاتھ چھوٹ گیا اور وہ کھڑا ہوا، پیچھے مڑ کر دیکھا۔کس کی اتنی مجال کے اسے گردن سے آ کر دبوچ لے؟

غصے سے کچھ بولتا مگر پیچھے دیکھ کر ہنس پڑا"ارے!"اور فوراً بازو پھیلا کر اس کے گلے لگا۔ دونوں مسکرا رہے تھے۔

"بڑا ہو گیا ہے پہلے سے"وہ مسکراتے ہوئے پتلیاں سکیڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

وہ ذرا سا شرمایا۔رنگت ہلکی سی لال ہوئی، گردن جھکالی"چھے مم۔۔ماہ میں کون بڑا ہوا ہے،ابب۔۔براہیم"!

اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا"اتنی گرمی ہے۔۔گھر نہیں رہا جاتا"پھر جھک کر ایک بکری کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگا۔سر اٹھا کر ہاتھ ماتھے تک لے گیا،اماں کو سلام کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں بب۔۔بس وہ۔۔ "

"چل آ۔۔گھر چلیں" اس نے شیخو کی بات کاٹ دی، بازو اس کے کندھے کے گرد حمائل کیا

سامنے بیٹھیں اماں بس دونوں کو دیکھے جا رہی تھی۔

"شیخو۔۔ تیرا بھائی ہے یہ؟" پوچھے بغیر رہ نہ سکیں۔

"ہاں امم۔۔ماں بھائی ہے" مسکرا کر گردن موڑ کر اسے دیکھتے ہوئے۔

وہ بھی اس گھنگریالے بالوں والے کو دیکھ رہا تھا۔ قلمیں کانوں کو چھو رہی تھیں یوں جیسے مہینہ ہو گیا ہو بال کٹوائے۔ماتھے پر پسینے سے چپکے بال اور آنکھیں ہلکی بھوری جو اس وقت چمک رہی تھیں۔اس نے سر کے پیچھے کھجایا اور پھر سر جھکا لیا۔

پھر اماں کو سلام کہا اور دونوں چل دیے۔سیدھے راستے، بالکل سیدھ میں ارد گرد سنہرے کھیت اور گرمی اپنے عروج پر تھی!

"بھائی لسی پیئں گے؟" سمیرا کے ساتھ بیٹھی سکینہ لسی بنا رہی تھی اور ساتھ بلند آواز سے تھوڑے قدم پر چارپائی پر بیٹھے ابراہیم سے لسی کا پوچھ رہی تھی۔

"ہاں!"سامنے بیٹھے شیخو سے اشارے میں پوچھا اس نے بھی گردن ہلا کر ہاں کہا۔

پھر پوچھا"بھائی، میٹھی یا نمکین؟"اس نے گردن موڑی اور ان دونوں کو دیکھا جو اب جوتے اتارے چوکڑی مارے چارپائی پر ناشتے کے لیے تیار بیٹھے تھے۔

"نمکین بنادو "

اس نے دہی میں تھوڑا سا نمک ڈالا۔پانی ڈالا اور یہ سمیرا نے اسکے ہاتھ سے مٹی کا گھڑا لے لیا جس میں وہ لسی بنا رہی تھی۔"تو جا۔۔اچار نکال جا کر میں بناتی ہوں لسی"وہ بس منہ دیکھتی رہ گئی۔چپ کر کے اٹھی، کمرے میں گئی اور مرتبان کا ڈھکن اٹھایا اور اندر سے اچار نکالنے لگی۔پھر گردن گھما کر باہر بیٹھے ابراہیم اور سمیرا کو دیکھا کوئی بھی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔چمچ مرتبان میں ڈالا اور پتلی پتلی چھوٹی گاجروں کے اچار سے بھرا چمچ باہر نکالا۔دو تین گاجریں پکڑیں اور جلدی سے منہ میں ڈال لیں۔آنکھیں بند کر کے کھٹے میٹھے اچار کا مزہ لیا۔پھر ایک اور لمبی سی گاجر پکڑی اور منہ میں رکھی

"سکینہ۔۔اچار لینے گئی ہے یا بنانے؟ "

باہر سے سمیرا کی آواز آئی،اس نے جلدی سے پلیٹ میں اچار نکالا اور مرتبان پر ڈھکن رکھا اور پلیٹ چمچ لیے باہر آگئی۔

سمیرا اسے ہی گھور رہی تھیں۔اس نے پلیٹ لا کر چارپائی پر رکھی جہاں ساتھ میں لسی کے دو گلاس اور دیسی گھی کے پراٹھے پڑے تھے۔

"اگر تیرا گلا خراب ہوا نا تو پھر دیکھنا تیرا حشر کیا کرتی میں" دانت پر دانت جمائے وہ اسے ڈانٹ رہی تھیں اور وہ معصومانہ شکل بنائے ان کے ساتھ بیٹھی اپنے لیے گلاس میں لسی نکال رہی تھی۔

"ایک تو یہ امی کو پتہ نہیں ہر چیز کی خبر پہلے کیسے ہو جاتی ہے" دل ہی دل میں سوچا۔

"اماں۔۔" ایک نوالہ منہ میں ڈالا "دیسی گھی کے پراٹھے نہ بنایا کریں اب۔۔ گرمیاں آگئی ہیں" پھر گردن موڑ کر سمیرا کو دیکھا جو اسے ہی گھور رہی تھیں "نہیں۔۔ میرا مطلب تھا۔۔ کہ۔۔ آ۔۔ میں موٹا نہ ہو جاؤں کہیں" بمشکل مسکرایا۔

برتن سمیٹتی سمیرا کو بات ناگوار گزری "پہلے ہی سوکھی کتاب ہے۔۔ اوپر سے سوکھی روٹی کھلا دوں۔۔ ذرا سا تو گھی لگاتی ہوں اس پر بھی دونوں کے منہ بنے ہوتے ہیں" پھر سے سکینہ کو ایک گھوری سے نوازا۔

"ہا۔۔ اماں میں نے تو کچھ نہیں کہا۔۔ بھائی نے کہا ہے" وہ خفا ہو گئی، برا سا منہ بنایا۔

"پتہ ہے تیرا بھی سارا مجھے" وہ بس منہ میں بڑبڑاتی رہ گئیں۔البتہ شیخو خاموشی سے ناشتہ کر رہا تھا۔یہاں بھی وہی سب ہوتا ہے جو اس کے اپنے گھر میں ہوتا ہے۔۔خیر اسے کیا۔۔وہ تو عادی ہے نا!

دوسری طرف ایک دوسرے کونے میں بھی دوپہر شام میں ڈھل رہی تھی مگر وہاں ویرانی تھی۔اس بنگلے میں عجیب سی وحشت تھی۔اس نے دروازہ کھولا اور کمرے میں داخل ہوئی۔سامنے صوفے پر ایک اڈھیر عمر گوری رنگت اور چھوٹے بھورے بالوں والی خاتون بیٹھیں تھیں۔اسے آتا دیکھ کر مسکرا دیں۔پاس ہی ایک پلنگ پر ایک خاتون لیٹی تھی۔ گردن تک چادر لیے وہ بس چھت کو گھور رہی تھی۔

"گرینی۔۔انھوں نے کھانا نہیں کھایا؟" وہ پاس بیٹھتے بہت پیار سے پوچھ رہی تھی۔

"اونہوں" نفی میں گردن ہلائی۔

وہ مایوس نظر آ رہی تھیں اور پریشان بھی۔بوڑھے چہرے پر جھریاں نمایاں تھیں۔

لیزا نے ایک سانس لی اور اپنے سامنے لیٹی اس خاتون کو دیکھا۔زرد رنگت والی خاتون!

"تم بھی تو اس کے پاس آ کر نہیں بیٹھتیں" انھوں نے اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا۔

اس نے اپنا ہاتھ ان کے بوڑھے ہاتھوں میں سے نکال لیا "مجھ سے وہ کام نہ کہا کریں جو میں نہیں کر سکتی" اس نے رخ موڑ لیا۔ دوسری طرف جہاں ایک بڑی سی دو دروازوں والی الماری تھی۔

"لیزا۔۔" وہ ذرا سا آگے ہوئیں اور ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اپنی طرف موڑا۔

"بیٹے وہ۔۔" اور ان کی بات بیچ میں ہی رہ گئی۔

اس کی آنکھوں میں سرخی ابھری اور وہ تیزی سے کھڑی ہو گئی۔

"گرینی۔۔ میں نے بہت بڑی قربانی دی ہے۔۔ اب میرے پاس کچھ نہیں ہے جو میں انھیں دے سکوں۔۔ آپ مجھ سے وہ مانگ رہی ہیں جو میرے پاس نہیں ہے "

آنکھیں نم ہو گئیں آواز رندھ گئی۔ سختی سے ہاتھ کی ہتھیلی سے آنکھیں پونچھیں اور باہر نکل گئی۔ وہ پیچھے بس اسے دیکھتی رہ گئیں۔

"محبت نے ہمیشہ قربانی ہی تو مانگی ہے"!

کھلے صحن میں ایک طرف ٹوٹی سے پائپ لگائے وہ اپنی سائیکل دھو رہا تھا۔ زمین پر بیٹھا، پاس ڈونگے میں پانی تھا جس میں وہ کپڑا بھگو بھگو کر اپنی سائیکل پر ملتا اسے صاف کر رہا تھا۔ شلوار کے پائنچے گیلے ہو چکے تھے۔ قمیض کی آستینیں بھی موڑی ہوئی تھیں۔ بال ہمیشہ کی طرح بکھرے ہوئے تھے۔ آنکھوں میں سنجیدگی تھی۔ وہ اب اپنی سائیکل کے پہیے کو گول گول ہاتھ سے گھماتا صاف کر رہا تھا۔ دفعتاً اس کی کمر پر کسی نے گیند ماری۔ کاغذ کی بنی گیند!

بیٹھے بیٹھے گردن پیچھے موڑی اور پھر ذرا سی اٹھائی۔ ساتھ والے گھر کی سیڑھیوں پر کوئی کھڑا تھا۔ ان کے گھر کی دیوار کے ساتھ ابراہیم کے گھر کی سیڑھیاں تھیں۔ دیوار پر ہاتھ رکھے آگے کو ہلکا سا جھکتے ہوئے اس نے ہاتھ سے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا اور پھر آنکھوں سے اوپر جانے کا اشارہ کیا۔ شیخو نے ہاں میں گردن ہلائی اور پھر سائیکل کو دیکھ کر شہادت کی انگلی اٹھائی مطلب تھا "بس ایک منٹ میں آیا"

وہ سمجھ گیا۔ اس نے گردن ہلائی اور خود اوپر چلا گیا۔

قبل اس کے کہ وہ سب سے اوپر والی سیڑھی پر پاؤں رکھتا وہ ٹھٹھکا اور رک گیا۔ وہ دونوں چارپائی پر بیٹھی تھیں۔ مسکراتے ہوئے باتیں کرتے ایک دوسرے کو سمجھاتے ہوئے وہ دونوں دہرائی کر رہی تھیں۔ کل ان کا پہلا پرچہ تھا اور یہ پرچے سے پہلے کی تیاری۔

"اللہ!" دل نے خوب ملامت کی۔ حوا کی پشت اس کی جانب تھی جبکہ سکینہ اسے دیکھ چکی تھی۔ دیکھتے ہی مسکرادی۔ وہ مسکرا بھی نہ سکا اور واپس مڑ گیا۔ نیچے جانے ہی والا تھا کہ سکینہ کی آواز سماعت سے ٹکرائی "بھائی! ذرا بات سنیں" اس کی پشت سکینہ کی طرف تھی

"اف!" اس نے آنکھیں زور سے بند کیں۔ مٹھیاں بھینچ گئیں اور وہ مڑا۔ جبرا مسکرایا۔

"بھائی۔۔ یہ بتادیں کہ کیسے لکھنا ہے؟" مسکراہٹ دبائے اپنے بھائی کے چہرے پر آتے جاتے رنگ بخوبی دیکھ رہی تھی۔

"میں نے۔۔ سمجھایا تو تھا۔۔ اس دن تمھیں" وہ ابھی تک پہلی سیڑھی پر ہی کھڑا تھا۔

"ارے بھائی۔۔ حوا کا رول نمبر میرے رول نمبر سے مختلف ہے نا تو وہ بتادیں۔۔ کیسے لکھیں گے؟" معصومیت کی ساری حدیں پار ہو چکی تھیں۔

حوا البتہ سر جھکائے بیٹھی تھی۔ آنکھیں کتاب پر مرکوز تھیں جو اس نے اپنی گود میں رکھی تھی اور مسلسل انگوٹھے کے ناخن سے صفحے کے نچلے کونے کو کریدرہی تھی۔

وہ چارپائی کی طرف بڑھا۔ سکینہ سے مخاطب ہوا "لاؤ پنسل کاپی دو" وہ ذرا سا ساتھ ہوئی۔

"بیٹھ جائیں" اس نے سکینہ کو گھورا "تم ایک بار نیچے چلو بس۔۔ تمھارا میں علاج کرتا ہوں۔۔ لو مڑی کہیں کی" دل ہی دل میں کافی صلواتیں سنائیں مگر دل کی آواز کوئی کان سے سنے تب نا!

بہر حال اس نے کاپی پکڑی۔

"رول نمبر کیا ہے؟ "

وہ ابھی بھی سکینہ کو دیکھ رہا تھا۔ حوا کو مکمل نظر انداز کیے

"حوا۔۔ رول نمبر بتاؤ"

اس نے درمیان سے کتاب کھولی اور ایک کاغذ سکینہ کی طرف بڑھایا۔ سکینہ نے پکڑ کر ابراہیم کو دیا۔

اس نے غور سے دیکھا "ہوں!" اور اسے انگریزی اور اردو دونوں میں لکھ کر دے دیا۔

کاپی پنسل اس کی جانب بڑھائی۔ "شکریہ بھائی!" اور ایک بتیسی کے ساتھ مسکراہٹ سے نوازا۔ وہ مسکرا بھی نہ سکا۔

حوا ابھی بھی ویسے ہی بیٹھی تھی۔ نظریں جھکائے !

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ خود بھی احتراز برت رہا تھا۔ شیخو آگیا اور چھوٹی دیوار کے اس پار کھڑا تھا یعنی حوا کے گھر کی چھت پر۔۔اسے دیکھتے ہی وہ اس طرف بڑھا۔

"چابی لایا ہے؟ "

"ہوں "

ہتھیلی دیوار پر رکھی اور ابراہیم نے دوسری چھت پر چھلانگ لگائی۔ سٹور کا دروازہ کھولا اور اندر سے پتنگیں اور ڈور نکال کر لے آئے۔اب وہ اپنی چھت پر تھا، ساتھ شیخو کھڑا تھا بڑے مزے سے دونوں اب پتنگیں اڑا رہے تھے۔ان کی پشت حوا اور سکینہ کی جانب تھی۔

دفعتاً ڈھول بجنے کی آواز آئی اور پھر آتی رہی۔

"لگتا ہے شادی ہے کسی کی "سکینہ خوشی سے بولی۔

دونوں نے کاپی کتابیں چارپائی پر ہی چھوڑ دیں اور خود دیوار کے ساتھ لگ کر سر نیچے جھکائے کھڑی تھیں۔یہ دیوار گلی کی جانب تھی اور تھوڑی بڑی بھی تھی۔کسی کی بارات جانی تھی آج اس کے لیے پہلے ہی ڈھول بجنا شروع ہو گئے۔

"کس کی شادی ہے؟"حوا نے نیچے گلی میں جھانکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ شمع ہوتی تھی نا کلاس میں۔۔جس نے ساتویں تک ہی پڑھا تھا بس "

"کون۔۔وہ چالاک سی "اس نے یاد کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں وہی۔۔اس کی اپنی چچا کے بیٹے کے ساتھ بات پکی ہوئی تھی۔۔آج بارات ہے اس کی "

"اچھا اچھا۔۔" سمجھ کر سر ہلایا۔

پھر دونوں نیچے دیکھتی باتیں کر رہی تھیں۔نیچے بچے پیسے لوٹ رہے تھے۔دو تو جھگڑ بھی پڑے تھے۔۔۔ان کو دیکھ کر وہ دونوں بس ہنستی جا رہی تھیں

"وہ دیکھو۔۔پیلے والے کو۔۔کیسے اس کے بال کھینچ رہا ہے "اور پھر ہنسنے لگی۔

لاشعوری طور پر اس نے گردن پیچھے کر کے دیکھا کہ منع کرے سکینہ کو۔۔پیچھے ہو کر کھڑی ہو جائے ورنہ امی نے دیکھ لیا تو اس کے ساتھ ساتھ سب کی عزت افزائی ہو گی۔۔

اس کی نظر ہنستی ہوئی بھوری آنکھوں والی لڑکی پر پڑی جو ہنستے ہوئے اپنا دوپٹہ صحیح کر رہی تھی۔۔وہ مسکرا دیا

"کتنی اچھی لگتی ہے ہنستے ہوئے "!

سر جھٹکا اور گردن موڑ کر دوبارہ رنگ برنگی پتنگ اڑانے لگا۔

اگلی صبح کچھ مصروف سی ہوئی تھی۔ سکینہ اور حوا اپنا پہلا پرچہ دینے چلی گئیں اور ابراہیم کا اپنا امتحان تھا سو وہ فجر پڑھتے ہی نکل گیا۔ جب سے پیپر دے کر آئی تھی "اچھا ہوا ہے" کہہ کر کمرے میں چلی گئی اور پھر کھانا کھا کر سو گئی۔ شام ہونے کو آئی تو وہ نیچے آئی اور آ کر چولہے کے آگے بیٹھیں آسیہ کے پاس بیٹھ گئی۔

"اٹھ گئی؟" وہ مصروف لگ رہی تھیں

"ہوں۔۔ کب سے اٹھی ہوئی ہوں۔۔ بھلا امتحان کے دنوں میں بھی کسی کو نیند آتی ہے" اور ساتھ پڑی مٹی کی ایک چھوٹی پیالی اٹھائی۔

آسیہ بیگم جو کہ کھیر بنا کر اسے ڈونگے میں ڈال رہی تھیں اس سے پیالی پکڑی اور کھیر سے بھر کر واپس کر دی۔ اس نے شہادت کی انگلی سے ذرا سا کنارے سے کھیر لگائی اور پھر انگلی منہ میں ڈالی۔

"اماں۔۔ آج اتنا سکون کیسے ہے؟ "

"مطلب؟" انگلی سے برتن سے لگی کھیر صاف کر رہی تھیں۔

"مطلب۔۔۔ یہ کہ" انگلی پر کھیر لگائی اور پھر انگلی منہ میں۔

"ویسے تو ان کی شہزادیاں کمرے سے نکلتی نہیں ہیں۔۔آج دروازہ بھی بند ہے۔۔خالدہ تائی بھی بہت خوش ہیں" دوپہر میں مسکراتیں باتیں کرتیں خالدہ تائی یاد آئیں۔

"تجھے نہیں پتہ۔۔ سمیع اللہ بھائی اور اسد آئے ہیں سیالکوٹ سے "

"ہیں" حیرت سے آنکھیں پوری کھل گئیں۔

"مجھے نہیں بتایا کسی نے؟" اسے بس دکھ تھا۔ چھوٹا سا دکھ

"تیرا پیپر تھا۔۔" ڈونگے پر ڈھکن دیا" تو جب سے آئی ہے کمرے میں گھسی ہے۔۔تجھے کیا پتہ کون آرہا ہے کون جارہا ہے؟" کھڑی ہوئیں اور ڈونگا پکڑ کر سامنے پڑی چھوٹی میز پر رکھا۔

"مجھے تو کوئی نظر نہیں آیا؟" وہ ساتھ ساتھ کھیر کھا رہی تھی

"تمھارے تایا تو باہر نکلے ہیں ابھی ذرا۔۔اسد تو ابھی بھی اندر بیٹھا ہے ماں اور بہنوں کے پاس" پھر بیٹھیں اور آٹا نکال کر پیڑے کرنے لگیں۔

گردن موڑ کر دائیں جانب خالدہ بھابھی کے بڑے کمرے کو دیکھا جس کا دروازہ بند تھا۔ حوانے پیالی نیچے رکھی اور کھڑی ہوئی، گلاس پکڑا اور مٹی کے گھڑے سے گلاس میں پانی انڈیلا۔نیچے بیٹھی اور پانی پیا۔ پھر اپنی پیالی پکڑی اور اوپر جانے لگی کہ باہر کا دروازہ کھٹکا۔بی

جان نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔وہ سیڑھیوں پر کھڑی تھی جب ایک چالیس پنتالیس برس کے ذرا بڑھی سیاہ و سفید داڑھی والا مرد اندر داخل ہوا۔ نظر اوپر کھڑی مڑ کر دیکھتی حوا پر پڑی۔وہ مسکرادی۔پھر نیچے آئی

"السلام علیکم !تایا ابو!"آگے بڑھی۔سر کے خم سے انھوں نے سلام کا جواب دیا اور سر پر پیار دیا۔اپنے تایا کے خاندان والوں میں سے واحد "تایا ابو" ہی تھے جو اسے پسند تھے۔

"آپ کب آئے؟"گو کہ اسے پتہ تھا پھر بھی پوچھ بیٹھی۔

"دوپہر میں۔۔جب تم سو رہی تھی"دھیمے لہجے میں بولے۔

دکھنے میں بارعب شخصیت لیے تایا ابو حوا سے بڑے پیار سے بات کر رہے تھے۔

"اوہ!"پھر مسکرائی

"رات میں ملاقات ہوتی ہے"کہہ کر وہ اوپر چلی گئی۔

وہ دن بھر پریشان رہی۔اداس اور مایوس۔کسی چیز میں دل نہیں لگ رہا تھا۔یونیورسٹی سے واپس آکر ہلکا پھلکا سا کھانا کھایا اور پھر یونہی بالکنی میں کھڑی خالی سڑک کو تکتی رہی۔شام ہو رہی تھی۔سورج ابھی پورا نہیں ڈھلا تھا۔پھر کہیں جانے کا دل کیا تو کسی خیال کے تحت

کپڑے بدلے اور ہلکا پھلکا سا تیار ہو کر گھر سے نکل گئی۔اس وقت وہ ایک دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ بیل بجائی اور اندر سے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔دروازہ کھلا اور نوجوان اسے دیکھ کر مسکرایا۔

"اوہ۔۔لیزا!" پیچھے ہٹ کر اس نے اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔سیدھا لاؤنج میں جا کر صوفے پر بیٹھ گئی۔ایک صوفہ سیٹ، دو صوفوں کے درمیان ایک چھوٹی سی میز اور اس پر لیمپ تھا۔درمیان میں ایک بڑی میز۔ پیچھے بڑی سی کھڑکی تھی جس پر سے پردے ہٹائے ہوئے تھے۔وہ کچن میں چلا گیا۔وہ وہیں بیٹھی رہی، خاموش!

کچھ دیر بعد وہ باہر نکلا تو دونوں ہاتھوں میں ایک ایک کپ تھا جس میں سے بھاپ اڑ رہی تھی۔الائچی والی چائے کی خوشبو آہستہ آہستہ پھیلنے لگی۔

"چائے!" جھکا اور اس کے سامنے ٹیبل پر چائے کا کپ رکھا۔

"شکریہ!" دھیما سا مسکرائی۔

اپنا کپ بھی اس نے ٹیبل پر رکھا اور اس کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"قیس کہاں ہے؟ نظر نہیں آ رہا" وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گئی۔

"آوارہ گردی کر رہا ہو گا کہیں۔۔گھر میں سکون نہیں پڑتا اسے" اس نے کندھے اچکائے۔

"ہوں" کپ پکڑا اور چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔چائے اچھی بنی تھی۔وہ ہمیشہ سے چائے اچھی بناتا تھا۔

"میں۔۔تم سے معذرت کرنے آئی تھی" ذرا پل کو جھجھکی پھر نارمل ہو گئی۔

"کیوں؟" ابرو اٹھایا۔

"وہ۔۔شاید مجھے پرنسپل کے پاس شکایت لے کر نہیں جانا چاہیئے تھا" پھر رکی "مجھے سچ میں نہیں پتہ تھا کہ وہ قیس کو یوں یونیورسٹی سے نکال دیں گے "

وہ ہنسا" صرف چند دنوں کے لیے اسے نکالا گیا ہے۔۔اور وہ کافی خوش ہے" چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔

"مجھے اندازہ تھا۔۔مگر پھر بھی تم اس کے بڑے بھائی ہو۔۔میری وجہ سے پریشانی ہوئی ہو گی، مجھے بھی بس ایسے ہی غصہ آ گیا تھا" لہجہ ذرا دھیما تھا۔

"پورے دو منٹ اور تیس سیکنڈ بڑا ہوں میں اس سے۔۔اور ویسے بھی اسے کسی بات کا اثر نہیں ہوتا۔۔وہ وہی کرتا ہے جو اسے کرنا ہوتا ہے" چائے کا گھونٹ بھرا "تم یوں پریشان نہ ہو۔۔مجھے بھی غصہ آئے تو میں اسے گھر سے نکال دیتا ہوں" آخری بات پر وہ خود بھی ہنسا۔

وہ بھی ہنس دی۔

"تمھاری پڑھائی کیسی ہے؟ کافی مشکل ہو گا نا میڈیکل "!

"آسان تو کچھ نہیں ہوتا لیزا!۔۔مگر اچھا ہی ہے فضول سوچوں میں پڑنے کا وقت نہیں ملتا" اس نے شانے اچکائے اور کپ سامنے میز پر رکھا

"یہ تو ہے"

دروازہ کھلنے کی آواز آئی اور کوئی کچھ گنگناتے اندر آیا۔لاؤنج میں سامنے صوفے پر بیٹھی مہمان کو دیکھ کر رکا۔

"لیزے آئی ہے" اور پھر کیف کے سامنے پڑا چائے کا کپ پکڑا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

چائے کا کپ منہ سے لگایا۔آنکھیں بند کر کے چائے کو محسوس کیا "آہ! مزہ آ گیا "

"تم کہاں تھے؟" کیف نے گردن موڑ کر اسے دیکھا

"مسجد گیا تھا" ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔

"کیا کرنے؟" ابرو اٹھایا

"نکاح پڑھوانے" ایک بے پرواہ سا انداز

"جھوٹ مت بولو "

"ظاہر ہے۔۔ تمھیں پتہ ہے کہ میں جھوٹ ہی بولوں گا تو ہر بار میرے آنے پر ایک ہی سوال کیوں کرتے ہو "

کیف چپ ہی رہا۔ بہت کچھ تھا جو وہ ضبط کر گیا۔

"لیزے" کپ منہ سے لگایا اور ساری چائے ایک ہی بار اندر انڈیل لی "میری سزا پوری ہوئی۔۔ کل سے آرہا ہوں میں۔۔ یونیورسٹی" وہ بہت خوش لگ رہا تھا

"دکھ ہے مجھے اس بات کا" وہ مسکراتے ہوئے بولی

"مجھے بھی!" ڈھیٹوں کی طرح پیچھے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

کیف نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا۔ وہ اسے طرح تب دیکھتا تھا جب وہ بہت کچھ ضبط کر چکا ہوتا تھا۔

"خیر۔۔" پھر کھڑا ہوا۔لیزا کی طرف رخ تھا اور شہادت کی انگلی دکھا کر بولا "اگر اگلی بار مجھے نکلوانا ہو۔۔تو۔۔پرنسپل سے کہنا۔۔تھوڑی لمبی چھٹی دیں" پھر سر کے پیچھے کھجاتے ہوئے بولا "یہ کیا بات ہوئی تھوڑے دن آزادی اور پھر قید۔۔ہوں!" سر جھٹک کر اندر چلا گیا۔

ان دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا۔نظریں ملیں اور وہ ہنس پڑے۔

آج اس کے دو ہفتے پورے ہوئے تھے۔پہلے تو کیف نے صبح اسے زبردستی اٹھایا اور پھر تیار شیار ہو کر یونیورسٹی تشریف لایا مگر دیر سے۔کلاس شروع ہو چکی تھی مگر وہ ازلی لاپرواہ سا۔سیٹی بجاتا کندھے پر بیگ لٹکاتا پینٹ شرٹ پہنے کلاس میں داخل ہوا۔پروفیسر صاحب بورڈ پر کچھ لکھ رہے تھے۔سیٹھی بجاتا اندر آیا اور سامنے پروفیسر کو دیکھ کر واپس مڑا۔باہر جانے لگا کہ پروفیسر کی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"ٹائم مل گیا تھا آنے کا؟ "

"اف!" اس نے آنکھیں زور سے میچ لیں اور منہ پروفیسر صاحب کی طرف موڑا۔پہلے دائیں آنکھ کھولی پھر بائیں۔

پھر مسکرایا۔اس کے دانت دکھے "سر! آپ دیکھے دیکھے لگتے ہیں" کچھ سوچتے ہوئے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی دانتوں میں دبائی۔

وہ اسے گھورتے رہے۔

"ادھر بیٹھو۔۔ تمھارا حافظہ آج میں صحیح کرواکر بھیجتا ہوں" سامنے خالی بنچ کی طرف اشارہ کیا۔

سیٹھی بجاتا وہ بیٹھ گیا۔

"ہاں جی! تو ہم نے پڑھا۔۔" وہ دوبارہ پڑھانا شروع کر چکے تھے۔یہ ہسٹری کا لیکچر تھا اور وہ ڈھیٹ بن کر بیٹھا جمائیاں لیے جا رہا تھا۔ کبھی کبھی تنگ ہو کر ٹانگ ہلانے لگتا۔ کبھی پیچھے ٹیک لگا لیتا اور کبھی پچھلے بنچ پر بازو پھیلا کر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بے زار ہونے لگتا۔وقت گزرتا گیا اور اب آخری دس منٹ بچے تھے

"چلیں۔۔اب قیس آپ کو بتائیں گے کہ ہم نے آج کیا پڑھا؟" پروفیسر صاحب کا اچانک حملہ۔

وہ کھڑا ہو گیا۔پیچھے مڑ کر کلاس کو دیکھا اور مسکرایا۔

"ساری کلاس کو آج ہی آنا تھا کیا؟" دانت پر دانت جمائے مسکراتے ہوئے سوچا۔

"سر۔۔آج ہم نے فن تعمیری کے بارے میں پڑھا ہے۔۔یونو آرکیٹیکچر۔۔"پھر رکا اور تھوک نگلا۔

"بس؟"پروفیسر صاحب تو جیسے پڑھاتے ہوئے آج اسی کو ہی دیکھتے رہے ہیں۔

"سر۔۔شاہ جہاں نے تاج محل بنوایا اپنی بیوی کے لیے۔۔جب وہ مر گئی"پھر کچھ سوچا

"سر۔۔ویسے میرا ایک سوال ہے؟ "

"جب میں نے پوچھا تھا کہ کسی کو کچھ سوال پوچھنا ہے تو تب تم سوئے تھے؟"سینے پر بازو باندھے بولے

"آ۔۔نہیں سر۔۔وہ پیچھے والے بنچ کا کیل نکال نکلا ہوا ہے میری کمر پر چبھ رہا تھا۔۔سر میں اسے فکس کر رہا تھا"معصومیت کی ساری حدیں توڑ چکا تھا۔

"پوچھو سوال"وہ ضبط کرتے بولے۔

"سر۔۔ایک طرف تو بادشاہ نے بیوی کے مرنے پر پورا ایک محل بنوا دیا۔۔واہ! کیا بات ہے"خود ہی اپنی بات پر ہاتھ اٹھا کر ہلکی سی تالی بجائی"مطلب اچھی بات ہے۔۔بیوی کو یاد رکھنا اچھی بات ہوتی ہے"کلاس میں قہقہہ بلند ہوا"اور دوسری طرف یہ وہی بادشاہ نہیں

ہے جس نے تاج محل بنانے والے ماہروں کے ہاتھ کاٹ دیے تھے۔۔تاکہ وہ دوبارہ ایسا شاہکار نہ بنا سکیں"

کلاس میں خاموشی تھی۔

"سر۔۔آپ کو نہیں لگتا کہ بادشاہ سلامت زن مریدی اور پاگل پن کی حدوں کو چھو رہے ہیں "

وہ بس اسے دیکھتے گئے۔

"نہیں مطلب۔۔اب آپ ہمیں اتنا اچھا پڑھاتے ہیں۔۔اب کیا میں آپ کی زبان کاٹ دوں کہ آپ دوسروں کو اتنا اچھا نہ پڑھا سکیں۔۔یہ تو غلط بات ہے نا سر۔۔پاگل پن ہو گا یہ تو"انتہائی فلسفیانہ انداز میں وہ اپنا موقف پیش کر رہا تھا۔

"کیا ہی اچھا ہو کہ تم اپنا فلسفہ اپنے پاس رکھو" وہ ڈھیٹ بنا مسکراتا رہا" تمھارا علاج میرے پاس نہیں ہے قیس "ضبط اور افسوس سے کہتے انھوں نے میز پر پڑے اپنے نوٹس پکڑے اور کلاس سے چلے گئے۔ساری کلاس میں شور تھا۔کچھ ہنس رہے تھے کچھ اسے ہی دیکھ رہے تھے۔معلوم ہوا قیس واپس آ چکا تھا۔اس نے اپنے سامنے ٹیبل پر اپنی ہتھیلی رکھی اور چھلانگ لگا کر ٹیبل سے کود گیا۔آگے بڑھا اور کلاس سے باہر جانے لگا۔

ایک لڑکا اور پیچھے اس کے دو تین لڑکے اس کی جانب بڑھے۔

بازو بڑھائے وہ قیس کی جانب بڑھا یوں جیسے اسے گلے لگانے والا ہو "قیس۔۔میرے بھائی "!

اس نے ان پر ایک تخریبی نظر ڈالی اور برا سا منہ بناتے اسے نظر انداز کیا۔سر جھٹکا اور کلاس سے باہر چلا گیا۔اس لڑکے کے ہاتھ ہوا میں معلق رہ گئے۔پیچھے کھڑے لڑکے منہ لٹکا کر "ہیں۔۔ہیں" کرتے رہ گئے!

آج سمیع اللہ خان اور اسد کے آنے پر گھر میں رونق لگی ہوئی تھی۔سب لوگ باہر صحن میں جمع تھے۔باہر روشنی جل رہی تھی اور گھر کی عورتیں کھانے کی تیاری میں لگی تھیں۔ تیاری مکمل ہو چکی تھی۔اب زمین پر بڑا سا دستر خوان سجایا گیا جس پر روٹیاں،سالن،چاول، پھل،کھیر اور بہت سے لوازمات تھے۔گھر میں دعوت کا سا سماں تھا۔ساتھ والے گھر سے سکینہ اور سمیرا بھی مدعو تھیں۔حوا،سکینہ اور شیخو سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔اپنے تایا زاد کو دیکھتے ہوئے حوا کچھ بڑبڑاتی اور وہ تینوں ہنس دیتے۔پھر شیخو کچھ کہتا تو سکینہ لقمہ دیتی اور پھر تینوں ہاتھ پر ہاتھ مارتے ہنس دیتے۔

"ایک بار یاد ہے بڑی عید پر ہم سب مل کر باہر چیز لینے نکلے تھے۔اسد بھائی کے پیچھے بکرا لگ گیا۔ہم سب بھی بھاگنے لگ گئے۔ہم تو سیڑھیوں پر چڑھ گئے اور بکرا اسد بھائی کے پیچھے ہی لگا رہا۔پھر وہ گٹر پر چڑھے اور تب جا کر بکرے سے جان چھوٹی تھی" سکینہ نے بچپن کا کوئی قصہ سنایا اور وہ تینوں ہنس رہے تھے۔

"ہاں! وہ بھی اگر۔۔اشرف جلیبی والا نہ آتا تو اسد بھائی کی قربانی ہونی تھی اس دن" حوا نے اس کی بات پوری کر دی۔پھر قہقہہ بلند ہوا

"اور وہ یاد ہے۔۔ گرمیوں میں۔۔ چھوٹے ہوتے جب ہم سپارہ پڑھنے جاتے تھے" حوا نے بات شروع کی

"کہاں۔۔وہ باجی شازیہ کے گھر؟" سکینہ کو یاد آیا تو بول پڑی

"ہاں۔۔ایک دن ہم سپارہ پڑھ کر آ رہے تھے۔۔اقصیٰ باجی نالی میں گری تھیں" اور تینوں دل کھول کر ہنسے

"ان کے پیچھے ناما سٹر کرامت علی کا چھوٹے قد والا کتا لگ گیا تھا۔۔وہ میراثیوں کے گھر کے سامنے سے نالی گزرتی ہے اس میں جا گریں۔۔بیچاری اقصیٰ باجی!" حوا کی تو ہنسی قابو میں نہیں آ رہی تھی۔آنکھوں میں پانی بھر آیا

"ہاں اور بیچاری کا جوتا بھی ٹوٹ گیا تھا "

بہت مشکل سے اس کی ہنسی قابو میں آئی۔

"حوا یاد ہے۔۔جب تم چھوٹی ہوتی تھی۔۔جب ہم باجی کے گھر جانے سے پہلے۔۔مسجد جاتے تھے سپارہ پڑھنے "

"ہوں "

"گلی میں بڑے کتے ہوتے تھے۔۔حوا جب تم وہ کالا والا چھوٹا سا کارف لے کر جاتی تھی"

اس نے سر ہلا کر "ہاں" میں تردید کی

"ہم سب سپارہ پڑھ کر واپس آرہے تھے۔۔ہمارے پیچھے کتے لگ گئے تھے۔۔ہم نے بہت چیخیں ماریں۔۔صبح صبح ساڑھے پانچ کا وقت تھا۔۔ہم سب چھپ گئے مگر حوا۔۔"

اب سکینہ کی ہنسی بے قابو ہو رہی تھی۔حوا کے گھٹنے پر ہاتھ رکھے وہ ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو رہی تھی۔

"حوا کے پیچھے۔۔۔کتے۔۔۔لگ گئے۔۔حوا اتنی چیخی۔۔اس کا دوپٹہ ہوا میں۔۔ساری گلی کو پتہ لگ گیا۔۔کہ۔۔۔کہ "وہ ہنسے جا رہی تھی۔شیخو کی بھی ہنسی قابو میں نہیں آرہی تھی جبکہ حوا رونی صورت بنائے بیٹھی تھی۔

"شیخو۔۔اسے منع کرو" بالآخر وہ بول پڑی۔

اور شیخو کیا منع کرتا وہ خود ہنس رہا تھا۔

"اگلے دن۔۔ چھوٹا خان قاری صاحب سے کہتا کہ "اس کی نقل اتارتے ہوئے بولی "ان کو شام کو بلایا کرو قاری صاحب!۔۔ان کے پیچھے کتا لگ جاتا ہے اور یہ پوری گلی کو جگاتا ہے"

اور وہ تینوں ہنسنے لگے۔

آہ! بچپن کی یادیں، بچپن کے قصے!

پھر آسیہ نے آواز دی اور وہ تینوں دستر خوان پر باقی سب کے ساتھ بیٹھ گئے۔ کھانا شروع ہو چکا تھا۔

سمیع اللہ مرکزی جگہ پر بیٹھے تھے اور ان کی ایک طرف عبداللہ بیٹھے تھے اور دوسری طرف ان کا بیٹا اسد۔۔ ہلکی پھلکی معمولی سی بات چیت بھی جاری تھی۔

"شیخو۔۔ تم کیا کرتے ہو۔۔ کیا ابھی بھی تصویریں ہی بناتے ہو؟" پوچھنے والا اسد تھا۔

"ہوں" اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"یار! کوئی بڑا کام کرو۔۔ مردوں والا کام۔۔ تم کیا یہ بچوں والے کام کرتے ہو" وہ طنز کر رہا تھا یا مذاق اڑا تھا یاد دونوں ہی۔۔اس کا لہجہ عجیب تھا۔

شیخو کچھ نہ بولا۔سامنے پڑے پانی کے گلاس میں جھلکتی روشنی دیکھتا رہا۔

"اسد بھائی۔۔میرا بھائی بہت ہنر مند ہے۔۔اور ماشاءاللہ سے میرا بھائی جو بھی کرتا ہے "ایمانداری" سے کرتا ہے" بولنے والی حوا تھی۔اس نے ایمانداری پر زور دیا تھا۔

اسد کا منہ میں جاتا نوالے والا ہاتھ رکا۔کانوں میں سے دھواں نکل آیا۔"ایمانداری "

بہت عرصہ پہلے کاروبار کے لین دین کے معاملے میں اسد پر الزام لگایا گیا تھا کہ وہ بے ایمانی سے کام کرتا ہے۔۔جو کہ بعد میں ثابت بھی ہوا تھا۔گھر میں اس کا ذکر ہوا تھا لیکن بعد میں سب بھول بھلا گئے مگر آسیہ بیگم کی بیٹی کا حافظہ کافی اچھا تھا۔

اسد کو تو سانپ سونگھ گیا۔اب بھری محفل میں وہ کھانا چھوڑ نہیں جا سکتا تھا اس لیے ضبط کر کے بیٹھا رہا۔آسیہ بیگم نے گھور کر اپنے سامنے بیٹھی حوا کو دیکھا۔

"تو ذرا اندر چل۔۔بڑی قینچی کی طرح زبان چلتی ہے۔۔تیرا علاج میں کرتی ہوں "

شیخو نے بھی گردن گھما کر حوا کو دیکھا۔وہ مسکرائی اور پیالی میں کھیر نکال کر اسے دی۔

سکینہ نے اسے ہلکی سی چٹکی کاٹی۔"آہ!" وہ ہلکا سا کراہی پھر ان دونوں کی نظریں ملیں اور دونوں مسکراہٹ دبائے کھانا کھانے لگیں۔

رات میں جب وہ گھر لوٹا تو قیس کچن میں کھانا بنا رہا تھا۔ایک دن کیف کھانا بناتا تھا اور ایک دن قیس۔آج قیس کی باری تھی سو وہ کچن میں تھا۔تھکا تھکا سا آیا،اندر آتے ہی کندھے پر ڈالا بیگ صوفے پر پھینکا اور خود صوفے پر ڈھے گیا۔آنکھیں بند کر کے سر صوفے کی پشت پر رکھ دیا۔پھر آہستہ آہستہ اپنا ماتھا ہاتھ سے مسلنے لگا۔

"سر میں درد ہے؟"اس کے سامنے پانی کا گلاس رکھتے قیس نے پوچھا۔

"ہوں"آنکھیں مسلتے ہوئے پشت پر سر ٹکائے بولا

"کھانا بننے والا ہے۔۔کھا کر دوائی لینا۔۔پھر سو جانا"کھڑے کھڑے سب بول گیا۔

یہ صبح والے قیس سے کافی مختلف تھا۔یہ بہت دیکھ بھال کرنے والا اور دھیما سا قیس تھا۔

"قیس۔۔"کچن جاتے جاتے اس کی آواز سماعت میں پڑی تو وہ رکا۔

"ہوں"واپس مڑا۔

"تم نے۔۔اپنے ٹیچر سے بد تمیزی کیوں کی؟"نرم لہجہ۔

"کون سا ٹیچر۔۔کون سی بد تمیزی؟"وہ ہر چیز ہر الزام سے بے گانہ تھا۔

"بچے مت بنو۔۔سر زید سے۔۔شام ٹائم وہ لائبریری میں ملے مجھے۔۔تمھاری شکایت لگا رہے تھے"

وہ کھڑا ہوا اور اب اس کے سامنے تھا۔

"اوہ" سب کچھ یاد آ گیا" خیر۔۔وہ کوئی بد تمیزی نہیں تھی" وہ کچن میں جانے لگا مگر کیف نے اس کا بازو کہنی سے پکڑ لیا۔اس کی آنکھیں سرد تھیں ٹھنڈی کسی بھی احساس سے عاری۔ اسے اس قیس کی سنجیدگی سے خوف محسوس ہوتا تھا۔

"قیس۔۔" اسے سمجھانے کے سے انداز میں بولا" وہ تمھارے ٹیچر ہیں۔۔وہ اچھے انسان ہیں "

"ہوں" اپنا بازو چھڑایا۔

کچن کے دروازے کے ہینڈل سے لگا دھی والا شاپر اتارا اور سلیب پر چھوٹے پیالے میں انڈیلا

کیف آگے بڑھا اور اس کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔

"تم نے سنا، میں نے کیا کہا" اپنے دونوں ہاتھوں میں اس کا چہرہ لیے۔کسی بڑے بھائی یا باپ کی طرح اسے سمجھا رہا تھا۔

"کیف۔۔" بولا تو آواز میں دکھ تھا، کرب تھا" ہمارا باپ بھی ایک اچھا انسان تھا۔۔وہ بھی ایک اچھا اور قابلِ احترام استاد تھا۔۔اس کے ساتھ کیوں ہوا وہ سب؟ کیا وہ ایک اچھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

زندگی کا حقدار نہیں تھا۔۔اور ہماری ماں۔۔" کیف سے مزید ضبط نہیں ہوااور وہ کچن سے نکل گیا۔ تیزی سے سیڑھیاں چڑھتے اوپر جانے لگا۔

قیس کچھ لمحے اسی طرح کھڑا رہا۔۔پھر سر جھٹک کر چاولوں پر دم دینے لگا۔

وہ چھت پر کھڑا تھا۔دیوار کے پار باہر کی رونق دیکھ رہا تھا۔سینے پر ہاتھ باندھے جس حالت میں یونیورسٹی سے آیا تھا اسی حالت میں۔بال بکھرے، تکان زدہ چہرہ۔اچانک اسے اپنے کندھے پر کسی کے ہاتھ کا دباؤ محسوس ہوا۔

"قیس کبھی کسی سے معافی نہیں مانگتا۔۔لیکن قیس تمھیں غمزدہ بھی نہیں دیکھ سکتا"اور آگے بڑھ کر اس نے اس کے کندھے پر سر رکھ دیا، بازو کندھے کے گرد حمائل تھا۔

"سوری یار!۔۔میں زیادہ ہی جذباتی ہو گیا"اور پھر سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

کیف دھیما سا مسکرایا۔

"کھانا کھالو۔۔گرمی اور بھوک۔۔مجھ سے برداشت نہیں ہوتی"معصومانہ شکل بنا کر اسے کہنے لگا۔

پھر وہ ہنس دیا"چلو"اور اب وہ دونوں نیچے آرہے تھے۔

رات کا کھانا کھاتے قیس نے کیف کو سارا کچھ بتایا جو جو آج یونیورسٹی میں ہوا۔وہ کھانا کھاتے اپنے بھائی کے کارنامے سنتے بہت ہنسا۔ کبھی وہ اسے ڈانٹ دیتا کبھی ساتھ مل کر مذاق اڑاتا۔دونوں ایسے ہی تھے۔ایک دوسرے کے باپ بھی اور بھائی بھی!

رات کا تیسرا پہر تھا، تہجد کا وقت تھا۔پورے گھر میں خاموشی اور اندھیرا تھا۔وہ بھی اپنے کمرے میں سوئے تھے کہ اچانک عبداللہ خان کو سینے میں کوئی چبھن محسوس ہوئی۔انھوں نے کروٹ بدلی مگر کوئی افاقہ نہ ہوا۔گلے میں خراش سی اٹھنے لگی۔وہ اٹھ بیٹھے اور سینے پر ہاتھ ملتے کھانسنے لگے۔آسیہ بیگم بھی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھیں۔وہ سینے پر ہاتھ ملتے جاتے اور کھانستے جاتے۔انھوں نے جلدی سے سائیڈ ٹیبل سے پانی کا گلاس ان کی طرف بڑھایا مگر انھوں نے ہاتھ سے پیچھے کر دیا۔وہ اٹھے اور باہر کو جانے لگے۔اندھیرا، ہر طرف اندھیرا، جامنی اندھیرا صرف ایک چمکتا چاند تھا۔وہ لمبی لمبی سانسیں لیتے ہانپتے ہوئے دروازے کے سہارے کھڑے تھے۔آسیہ بیگم بھی کافی گھبرائی ہوئی تھیں۔ان کی کمر پر مسلسل ہاتھ مل رہی تھیں۔

"اچانک سے کیا ہو جاتا ہے آپ کو۔۔پہلے تو کبھی ایسے نہیں کھانستے تھے "

آنکھیں بند کیے وہ نڈھال سے دروازے سے سر لگا کر آنکھیں بند کر کے نیچے بیٹھ گئے۔

آسیہ بیگم نے ان کا ہاتھ پکڑا تو گیلا گیلا سا محسوس ہوا۔ نہیں! وہ پانی نہیں تھا۔۔ پانی سے گاڑھا تھا۔۔ان کی قمیض پر بھی ایسے ہی دھبے تھے۔ان کے ہونٹوں پر بھی گہرا مائع لگا تھا۔۔ انھوں نے غور سے پوری آنکھیں کھول کر دیکھا۔ہاتھ آنکھوں کے نزدیک کیا اور پھر اپنی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان اس پانی جیسی چیز کو مسلا۔۔چاند کی روشنی پڑی۔۔ ہاں! وہ پانی سے گاڑھا تھا۔۔وہ "خون" تھا۔ان کے ہاتھ کانپنے لگے۔۔ان کا وجود ٹھنڈا پڑنے لگا۔۔منہ پر ہاتھ رکھ کر چیخ دبائی اور سامنے آنکھیں بند کیے دروازے سے لگ کر بیٹھے نڈھال سے عبداللہ کو دیکھا جو اب کافی حد تک نارمل تھے۔۔مگر گہری گہری سانسیں لے رہے تھے اور اسی طرح ہانپ رہے تھے۔۔کچھ دیر تو وہ انھیں ہی دیکھے گئیں پھر اٹھیں اور عبداللہ کو کندھے سے ذرا سا ہلایا "عبداللہ۔۔اٹھیں اندر چلیں "

کوئی جواب نہیں۔وہ بس گہرے جامنی آسمان کو تکے جا رہے تھے۔

آسیہ کے گالوں پر بہت سے آنسو گرے۔وہ ان کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

"اندر چلیں عبداللہ" پھر گردن موڑ کر ساتھ بیٹھی آسیہ کو دیکھا تو دھیمے سے بولے "مجھے معاف کر دینا "

وہ رونے لگیں۔بے آواز آنسو۔

عبداللہ نے سر جھکایا اور اپنے خالی ہاتھوں کو دیکھنے لگے۔

"دیکھو! میرے حصے میں نہ کل کچھ آیا نہ آج" وہ بولے تو آواز رندھ گئی۔

دور کہیں فجر کی اذان ہونے لگی تھی۔وہ اٹھے اور ہاتھ بڑھایا۔آسیہ نے ہاتھ تھاما اور کھڑی ہوئیں۔آنسو صاف کیے اور اندر جا کر چراغ روشن کیا۔

روشنی میں عبداللہ کا چہرہ واضح ہوا۔زرد چہرہ، کمزور آنکھیں اور ہونٹوں پر ابھی بھی خون لگا تھا۔

"حوا۔۔اور۔۔شیخو کو مت بتانا" اور خود فوراً سے وہاں سے چلے گئے۔ابھی انھیں کپڑے بدل کر نماز بھی پڑھنی تھی۔

آسیہ برف ہوا وجود لیے وہیں کھڑی رہیں

آج وہ یونیورسٹی سے جلدی واپس آگئی تھی۔آتے ہی چائے پی تھوڑی دیر یونہی بیڈ پر لیٹے چھت کو گھورتی رہی اور پھر اٹھی اور سٹڈی روم میں آگئی۔الماری کھولی اور کتاب نکالی مگر ایک آدھ صفحہ پڑھ کر ہی بس کر دی۔آج کوئی کام کرنے کا دل نہیں تھا۔عجیب دل تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

عجیب دن تھا۔وہ اٹھی اور نیچے بیسمنٹ میں چلی گئی۔یہ جگہ باقی گھر کی نسبت ٹھنڈی تھی۔ نیچے لمبے لمبے تین ستون کھڑے تھے اور ایک دو کمرے تھے۔سیڑھیاں اتری پہلے چھوڑ کر دوسرے کمرے کے دروازے کو کھولا۔اندر بہت سے کینوس،کارڈبورڈز،ایزل،رنگ، برش،کرسی،میز اور ایک الماری تھی۔فرش پہ دیوار کے سہارے پڑیں بہت سی پینٹنگز تھیں۔کمرے میں چاروں دیواروں پر سفیدی تھی۔

اس نے ایک ایزل پر کینوس رکھا۔فرش پر پڑے کارٹن سے اپنے رنگ اور برش نکالے۔ چند لمحوں بعد وہ کینوس پر پینٹ کر رہی تھی۔بائیں ہاتھ میں پیلٹ پکڑے جس پر مختلف رنگ لگے تھے،دائیں ہاتھ سے کینوس پر پینٹنگ کرتی وہ مصروف سی تھی۔گھٹنوں سے تھوڑا نیچے تک آتا ہلکے جامنی رنگ کا فراک جو کہ ٹخنوں سے بہت اوپر تک تھا،بال پہلے سے بڑھ چکے تھے جو کہ جوڑے میں بندھے تھے۔چند لٹیں جوڑے سے نکل کر گردن کو پیچھے سے چھو رہی تھیں اور چند لٹیں چہرے کے گرد جھول رہی تھیں۔وہ مطمئن سی کچھ گنگناتے ہوئے برش والا ہاتھ کینوس پر چلا رہی تھی۔کمرے میں سامنے والی دیوار پر ایک بڑی سی دیوار گیر کھڑکی تھی جس کے پردے ہٹے ہوئے تھے اور روشنی اندر آ رہی تھی۔اس نے ایک لڑکی کی گردن کو پینٹ کیا جس کے اوپر کوئی سر نہیں تھا بلکہ وہاں بہت سے پھول کھلے تھے۔اب وہ

اس گردن کے نچلے حصے کو پینٹ کر رہی تھی۔ کسی کی آہٹ سنائی دی مگر وہ اسی طرح پینٹ کرتی رہی۔ شاید بیلا ہو۔۔ بیلا اس کی وہی ملازمہ جو اس دن اسے کمرے میں بلانے آئی تھی۔ دروازہ ہلکا سا کھلا تھا مگر اب اسے قدموں کی چاپ اپنے پیچھے سنائی دی۔ نہیں! وہ کسی لڑکی کے قدموں کی چاپ نہیں تھی۔ اس کے ذہن نے فوراً الارم بجایا۔ گنگناتی آواز تھم گئی، چلتے ہاتھ رک گئے اور وہ تیزی سے پیچھے مڑی۔

وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ دونوں میں ایک دو قدم کا فاصلہ تھا۔ پینٹ برش والا ہاتھ ہوا میں معلق رہ گیا۔ رنگوں والی پیلٹ زمین پر جا گری۔ کچھ رنگ زمین پر بھی لگے۔ آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں اور دل۔۔ آج پسلیاں توڑ کر باہر آجائے گا۔

"تم۔۔۔" بمشکل تھوک نگلتے بولی۔

"ہاں۔۔ میں۔۔ لیزا۔۔" اس نے اس کے ہاتھ سے برش کھینچ لیا۔

اس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ تھی۔ پینٹ برش گھماتے اس کی نظر لیزا کے چہرے پر ٹکی ہوئی تھی۔

"کیا لینے آئے ہو یہاں" خوف زائل ہوا۔ وہ تقریباً چیخی تھی۔

قہقہہ لگا کر ہنسا" لینے نہیں" وہ گھوم کر اس کے پیچھے کھڑا ہو گیا۔۔اب لیزا کی گردن اس کے چہرے کی جانب تھی" دیکھنے "لیزا مڑی" تمھیں دیکھنے "

"بھاڑ میں جاؤ تم" وہ پھر سے چلائی۔ گردن پر ایک نس ابھری تھی۔آنکھیں ہلکی لال اور چہرہ غصے سے سرخ پڑ رہا تھا۔

وہ پھر ہنسا۔ قہقہہ لگایا۔

وہ وہاں سے جانے لگی تھی مگر اس نے اس کی کلائی پکڑ لی۔درد کی شدت سے وہ کراہی۔

"ہاتھ چھوڑو میرا۔۔" وہ چلائی تھی۔

"کیا کہا تم نے۔۔بھاڑ میں جاؤں۔۔میں اگر بھاڑ میں بھی گیا نا تو خدا کی قسم تمھیں ساتھ لے کر جاؤں گا"

سرخ آنکھوں اور غصے سے بھینچے جبڑے لیے وہ دھاڑ رہا تھا۔لیزا کی کلائی سرخ اور انگلیاں نیلی پڑنے لگیں۔

"آہ۔۔۔فلک شیر۔۔ہاتھ چھوڑو میرا" اپنے دوسرے ہاتھ کے ناخن اس نے اس کے ہاتھ میں گاڑھے تو اس نے جھٹ سے ہاتھ چھوڑ دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔گلابی آنکھیں لیے وہ بولی "خدا کرے تم مر جاؤ، فلک شیر!" اور بھاگنے کے سے انداز میں وہ باہر نکلی اور سیڑھیاں چڑھتی اوپر آئی۔لاؤنج میں بیٹھے مہمانوں کی آوازیں آرہی تھیں۔ان کے ساتھ گرینی بھی بیٹھی تھیں۔ان کے سامنے سے گزرتی لیزا نے انھیں ایک نظر دیکھا اور پھر "ہوں!" سر جھٹکتی وہاں سے چلی گئی۔اس کی کلائی بری طرح جل رہی تھی اور ایک عجیب سی وحشت عجیب سا خوف اٹھ رہا تھا۔کمرے میں جا کر اس نے دروازے کی چٹکی چڑھائی اور خود بیڈ پر گر پڑی۔بیڈ پر الٹا لیٹی لیزا بہت بری طرح رو رہی تھی۔

صبح کافی روشن تھی اور دن معمول کے مطابق۔آج اسے چھٹی تھی سو وہ کمرے میں بیٹھی پڑھ رہی تھی۔ کبھی بیڈ پر بیٹھ جاتی، کبھی کتاب ہاتھ میں پکڑ کر چلنے پھرنے لگتی اور چلتے پھرتے رٹا لگاتی۔ گرمی کل کی نسبت آج زیادہ تھی۔جمی بھی ادھر ادھر چکر لگا رہا تھا۔

دفعتاً کمرے میں آسیہ بیگم آئیں،ان کے ہاتھ میں پلیٹ تھی جس میں تربوز کے کٹے ہوئے ٹکڑے تھے۔اندر داخل ہوتے ہی کمرے کے دروازے پر جھولتے پردے ہاتھ بڑھا کر پیچھے کیے "بیسیوں دفعہ اس لڑکی کو کہا ہے کہ گرمی ہوتی ہے پردے پیچھے کر لیا کر۔۔مجال

ہے جو کچھ عقل آجائے" وہ کھڑکی کے پاس کھڑی تھی۔آگے بڑھ کر تربوز کی پلیٹ پکڑی اور ایک ٹکڑا پکڑ کر منہ میں رکھا۔ ٹکڑا کافی بڑا تھا اس کے گلے کو لگ گیا اور وہ کھانسنے لگی۔

انھوں نے آگے بڑھ کر اس کی کمر پر دو چار ہاتھ مارے" نکمی اولاد!" کچھ لمحوں بعد سانس بحال ہوئی تو وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔آسیہ اس کی الماری میں سے نئی بیڈ شیٹ نکال رہی تھیں۔اس نے گردن موڑی اور بولی" اماں۔۔شیخو کہاں ہے؟ "

بیڈ شیٹ نکالتی آسیہ بولیں" منڈی گیا ہے کچھ سامان لینے "

"آج گھر میں سب خیر ہے نا۔کیا کوئی آرہا ہے؟" پھر تربوز کا ایک ٹکڑا پکڑا اور آدھا منہ میں ڈالا۔

"ہاں۔۔وہ اقصیٰ کا رشتہ دیکھنے آئے تھے نا۔انھوں نے ہاں کر دی ہے۔۔آج منگنی کی انگوٹھی پہنانے آرہے ہیں" دو تین بیڈ شیٹس میں سے ایک پسند کی اور باقی الماری میں رکھیں۔

"ہیں! اقصیٰ باجی کا رشتہ کب دیکھنے آئے تھے" وہ حیران ہوئی تھی۔

"تم تب گھر نہیں تھی۔۔مدرسے گئی تھی" کہتی وہ باہر چلی گئیں۔

"اسی لیے خالدہ تائی صبح صبح ہی صفائیاں کروانے لگی تھیں" وہ سوچنے لگی

"کوئی بھی بات مجھے پتہ نہیں ہوتی۔۔ کبھی میں سوئی ہوتی ہوں اور کبھی مدرسے گئی ہوتی ہوں۔۔ خیر!" کندھے اچکا کر تربوز کھانے لگی۔ جمی آگے آیا اور اسے بھی ایک ٹکڑا دیا۔ آخر بلوں کا بھی تو دل ہوتا ہے نا!

شام میں عصر کے بعد گھر میں چار مہمان آئے۔ دو لڑکیاں ساتھ میں ایک خاتون اور چالیس پینتالیس برس کا ایک معمر سا مرد تھا۔ حوا نے چھت سے نیچے جھانکا اور پھر کندھے اچکا کر کمرے میں چلی گئی۔ اس کے لیے اس کا امتحان سب سے ضروری تھا۔ ایک ہی گھر میں رہتے ہوئے اس کی ثمر اور اقصیٰ سے کبھی نہیں بنی تھی بلکہ بات بھی بہت کم ہوتی تھی۔ وہ اپنے کمرے سے نکلتی نہیں تھیں اور یہ ان کے کمرے میں جاتی نہیں تھی۔ خیر لڑکے والوں کی طرف سے اس کے ماں باپ اور دو بہنیں آئیں اور اقصیٰ کو انگوٹھی پہنا گئیں یوں چھوٹی سی رسم ہو گئی۔

یہ رات کافی اندھیری تھی مگر جتنی گہری رات اتنا چمکتا چاند۔ وہاں ایک جنگل تھا گھنا جنگل جس میں لمبے لمبے درخت کھڑے تھے اور پتوں سے چھن کر آتی چاند کی روشنی زمین پر پڑ رہی تھی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک جھیل بہہ رہی تھی جس میں گول چاند کا عکس مکمل

نظر آتا تھا۔چاند کی روشنی تو گویا ایسے تھی جیسے پانی پر ستارے چمک رہے ہوں۔وہ دونوں ہنستی باتیں کرتیں اس جھیل کے کنارے کھڑی تھیں۔جامنی رات، گہری جامنی رات۔ ابراہیم نے جھک کر جھیل میں اپنا عکس دیکھا اور پھر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا یوں کہ چہرہ ابھی بھی پانی پر ہی جھکا تھا۔اس نے پانی میں ہاتھ ڈالے اور دونوں ہاتھوں کو اس طرح ملایا جیسے دعا کرتے وقت ملاتے ہیں پھر ان میں پانی بھرا اور ہاتھ ہونٹوں تک لے گیا۔پانی پیا اور دوبارہ ہاتھ پانی میں ڈالا مگر یہ کیا۔۔اس کے ہاتھوں نے کسی بھاری چیز کو پکڑا تھا۔دائیں ہاتھ سے اس نے وہ ہلتا ہوا وجود پکڑا اور اسے پانی سے باہر نکالا۔وہ تڑپتی ہوئی مچھلی تھی اس کے ہاتھ سے بڑی اور بازو سے چھوٹی۔حوا اور سکینہ وہ مچھلی دیکھنے کے لیے آگے بڑھیں۔چاند کی روشنی میں وہ واضح نظر آ رہی تھی۔ابراہیم پریشان سا اسے ہاتھ میں لیے کھڑا تھا کہ اچانک ایک بھیڑیا جھیل کی دوسری طرف سے چھلانگ لگاتے ہوئے نمودار ہوا اور اس کے ہاتھ سے مچھلی چھینے،اپنے منہ میں دبائے جنگل میں غائب ہو گیا۔وہ تینوں ہکا بکا ایک دوسرے کی شکلیں دیکھ رہے تھے۔بھیڑیے نے شاید وہ مچھلی کھانی تھی اور اب پھر ان کے سامنے کھڑا تھا۔ابراہیم بھاگ کر ان دونوں کے سامنے کھڑا ہو گیا۔جیسے ان دونوں کو بچانا چاہتا ہو۔یہ کیسی رات تھی کیسا سناٹا تھا۔بھیڑیا ایک دم چھلانگ لگاتا اس پر حملہ آور ہوا۔۔

"بھائی!" ایک زوردار چیخ کے ساتھ وہ اٹھ بیٹھی۔

پسینے میں شرابور سکینہ اپنی ماں کے ساتھ پلنگ پر سوئی تھی۔ سمیرا بھی اٹھ بیٹھیں۔

"امی!" وہ روتے ہوئے بولی۔

"کیا ہوا بیٹے۔۔ادھر ہی ہوں میں" اٹھ کر اس کے پاس آ بیٹھیں اور اسے پانی کا گلاس دیا۔

"امی۔۔بھائی۔۔" وہ رو رہی تھی۔

"پانی پیو بیٹے۔۔خواب تھا" اس نے گلاس ہونٹوں سے لگایا اور دو چار گھونٹ لیے۔ ہاتھ کانپ رہے تھے۔ چاند کی روشنی معمول سے زیادہ تھی، روشنی آج کمرے کے دروازے پر بھی دستک دے رہی تھی۔

انھوں نے سکینہ کے ہاتھ پکڑے۔ وہ یخ ٹھنڈی تھی اور کانپ رہی تھی۔ آگے بڑھ کر اسے اپنے کندھے سے لگایا۔ اس کا دل بہت بری طرح دھڑک رہا تھا۔

"بس بیٹے۔۔خواب تھا۔۔میں تمھارے ساتھ ہی ہوں۔۔کچھ بھی نہیں ہوا" وہ مسلسل اسے تھپکتے ہوئے تسلی دے رہی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ایک جھٹکے سے پیچھے ہوئی "امی۔۔امی۔۔آپ بھائی سے کہیں وہ واپس آجائیں "ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا" وہ کہیں بھی نہ جائیں۔۔ہمارے پاس ہی رہیں "اور پھر رونے لگی

"ہاں میری جان۔۔کہیں بھی نہیں جانے دیں گے اسے۔۔"انھوں نے اس کے گال چھوئے اور آنسو صاف کیے۔

وہ کافی حد تک سنبھل چکی تھی مگر اس بھیڑیے کی آنکھیں ابھی بھی اس کے ذہن میں تھیں۔۔چمکتی نیلی آنکھیں!

"امی۔۔چراغ جلادیں "وہ فوراً اٹھیں اور باہر سے موم بتی لائیں۔لیمپ جلایا اور اسے اونچی جگہ ایک طاق میں رکھ دیا۔ہر طرف روشنی پھیل گئی۔وہ دوبارہ اس کے پاس آکر بیٹھ گئیں۔

اس نے اپنا سر ماں کی گود میں رکھا اور ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"رات کو آیت الکرسی پڑھ کر سوتے ہیں۔۔پھر خواب نہیں ڈراتے "اور کچھ پڑھ کر اس کے اوپر پھونکا۔بس اس لمحے سکینہ کا دل چاہا کہ کچھ ایسا ہو کہ اس کی آواز اس کا بھائی سن لے

اور واپس آجائے۔۔کچھ ایسا ہو کہ وہ ابھی اسی وقت اپنے بھائی سے بات کر کے اسے منا لے کہ وہ واپس آجائے۔۔ مگر اس کی یہ خواہش بہت سالوں بعد پوری ہوئی!

اگلی صبح وہ گم سم سی،اداس سی تھی۔ خیر جلدی جلدی تیار ہو کر باہر بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی کہ دروازہ کھٹکا۔ سمیرا نے جا کر دروازہ کھولا۔وہ چارپائی پر بیٹھی گردن موڑے دروازے کی جانب ہی دیکھ رہی تھی۔ باہر شیخو کھڑا تھا۔راستہ کچا ہونے کی وجہ سے تانگہ اب انھیں دروازے پر لینے نہیں آتا تھا بلکہ تھوڑا راستہ انھیں پیدل چل کر ہی طے کرنا ہوتا تھا۔یہ ذمہ داری آج کل شیخو کے سپرد تھی۔وہ سکینہ اور حوا کو چھوڑ کر آتا تھا اور واپسی پر دس منٹ پہلے ہی وہاں کھڑا ہوتا اور پھر ساتھ لیتے ہوئے آتا۔ابھی بھی دروازے پر وہی کھڑا سکینہ کا پوچھ رہا تھا۔اس نے جلدی جلدی پانی پیا اور چادر اوڑھ کر باہر نکل آئی۔آج دن کافی اچھا تھا۔دھوپ نہ ہونے کے برابر تھی ہلکی ہلکی ہوا بھی چل رہی تھی۔ سکینہ اپنی اماں کو خدا حافظ کہہ کر باہر آئی اور حوا سے گلے ملی۔وہ مسکرائی۔رات والا خواب یاد آیا مگر اس نے سر جھٹک دیا۔

پھر وہ چل دیے۔انھیں چھوڑ کر شیخو واپس آ گیا۔آج عبداللہ خان گھر پر ہی تھے۔شیخو آیا تو دونوں نے ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کیا۔پھر وہ اوپر چلا گیا۔دن کے دس بجے کا وقت تھا جب چھت سے "ٹھک، ٹھک" کی آواز آ رہی تھی۔وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے اوپر گئے۔

جیسے جیسے اوپر کی طرف جا رہے تھے ویسے ویسے منظر واضح ہو رہا تھا۔چھت پر سٹور روم کے بائیں جانب ایک لڑکا بیٹھا ہتھوڑی پکڑ کر لکڑی پر کیل ٹھونک رہا تھا۔چھت پر ایک چارپائی تھی جس پر شیخو سوتا تھا۔سٹور روم کا دروازہ نیم کھلا تھا۔وہ اس کے پیچھے جا کھڑے ہوئے۔اب اس کی پشت عبداللہ کی طرف تھی۔اس نے ایک ڈبہ بنایا تھا۔بلکل چھوٹی چوکور نما الماری جیسا ڈبہ۔

ذرا سا گلہ کھنکھارا تو وہ چونکا، کیل پر ہتھوڑی مارتا ہاتھ رکا اور اس نے بیٹھے بیٹھے گردن پیچھے موڑی اور اوپر دیکھا۔

"ابو۔۔" بے اختیار اس نے ہتھوڑی زمین پر رکھی اور کھڑا ہوا۔

"آپ کک۔۔ کھڑے کیوں ہیں؟" آگے بڑھا اور چارپائی پر پڑا تکیہ پیچھے کیا۔ان کے بیٹھنے کی جگہ بنائی اور انھیں بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ بیٹھ گئے۔"آؤ بیٹھو" وہ مؤدب سا گردن جھکائے ان کے سامنے کھڑا تھا جب انھوں نے اسے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔وہ بیٹھ گیا۔

انھوں نے اس کے ہاتھ دیکھے۔ان پر مٹی لگی تھی۔ہاتھ کی پشت پر ہلکے ہلکے بال تھے۔ گورے چٹے ہاتھوں پر کہیں کہیں مشقت کے نشان بھی تھے۔شیخوان کے دائیں جانب دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے بیٹھا تھا۔انھوں نے اس کا دایاں ہاتھ پکڑا اور اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا"کتنی بار ہتھوڑی لگی؟"وہ جھجھکا۔

اس کے ہاتھ کی ہتھیلی پر نرمی سے ہاتھ پھیرا۔

"اب تو گگ۔۔گننا بھی بب۔۔بھول گیا"نہ ناراضگی تھی نہ شکوہ بس ایک سادہ سا جواب۔

وہ اس کے ہاتھ کو دیکھتے ہوئے مسکرائے۔عجیب سی مسکراہٹ تھی شاید طنز یا شاید افسوس تھا۔

"جہاں آرا ہوتی تو تمھیں سوئی تک نہ چبھنے دیتی"ایک دم جھٹکے سے گردن اٹھائی اور اپنے باپ کا چہرہ دیکھا۔

وہ پہلے سے کمزور ہو چکے تھے۔سر کے بال کہیں کہیں سے سفید ہو چکے تھے۔بھوری آنکھوں میں اداسی تھی گو کہ آنکھیں جھکی ہوئی تھیں پھر بھی وہ محسوس کر سکتا تھا۔جب سے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ پیدا ہوا تھا اس کی یادداشت میں نہیں پڑتا کہ کبھی اس نے اپنے باپ کے منہ سے اپنی ماں کا نام سنا ہو۔ہاں ایک دو بار خالدہ تائی اور شاید اس کے دادا نے لیا تھا۔

اس کے ہاتھ کی ہتھیلی دیکھے جا رہے تھے جیسے لکیروں میں کچھ ڈھونڈ رہے ہوں۔

"ابو۔۔آپ ٹھیک۔۔ٹھیک ہیں؟" وہ کچھ پریشان ہوا۔پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا کہ عبداللہ اس سے یوں بات کریں بلکہ دونوں کے درمیان بات ہوتی ہی نہ ہونے کے برابر تھی۔

"تمھیں مجھ سے نفرت تو ہوتی ہو گی۔۔تم نے کتنی ہی بار مجھے پکارا ہو گا مگر میں نہیں ہوں گا۔۔کبھی اندھیرے سے ڈر کر کبھی دنیا سے گھبرا کر" پھر ایک گہری سانس لی "تمھیں میں برا لگتا ہوں گا یا شاید تمھیں کبھی کبھی شک بھی ہوتا ہو کہ میں تمھارا باپ ہوں بھی یا نہیں" ان کی آنکھوں میں افسوس تھا۔وہ اسے دیکھتے ہوئے کہے جا رہے تھے۔

"نہیں ابب۔۔بو!" اس نے انھیں روکنا چاہا مگر وہ پھر بھی بولے گئے۔

"ماں باپ اپنی اولاد کے لیے لڑ جاتے ہیں مگر۔۔میں عجیب باپ تھا اپنے بیٹے سے ہی لڑتا رہا۔۔ماں باپ سب کچھ ہوتے ہیں مگر خدا نہیں ہوتے،فرشتہ نہیں ہوتے۔۔ان کی صرف ایک غلطی ہوتی ہے کہ وہ بھی انسان ہوتے ہیں" یہ کہتے ہی انھوں نے اس کے کندھے کو

تھپکا پھر پھیکا سا مسکرائے۔وہ حیران تھا ہکا بکا سا اپنے باپ کو دیکھے جا رہا تھا۔۔یہ معجزہ آج کیسے ہوا؟ شیخو کے دل کو کچھ ہوا۔۔کچھ تو عجیب تھا، کچھ پراسرار تھا۔

پھر کھڑے ہوئے۔۔شیخو بھی کھڑا ہو گیا۔وہ ان کے کندھے سے تھوڑا بڑا تھا۔انھوں نے اس کے گال پر ہاتھ پھیرا

"جنت میں جہاں آرا مجھ سے پوچھے گی نا۔۔میرا بیٹا کیسا دکھتا ہے۔۔تو کہہ دوں گا۔۔تمھارے جیسا دکھتا ہے"اور پھر مسکرائے ان کی ہلکی بھوری آنکھیں نم تھیں۔وہ چلے گئے اور وہ دیکھتا رہ گیا۔

صبح سے ہی وہ کافی پریشان تھا۔ناشتے کے وقت بھی قیس اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھتا رہا مگر پھر ناشتہ کر کے چپ چاپ یونیورسٹی کے لیے تیار ہونے لگا۔نہا دھو کر آئینے کے سامنے کھڑا سیٹی بجاتا اپنے بال بنا رہا تھا۔آئینے میں اسے اپنی پشت پر کھڑا میٹرس پر سے چادریں تہہ کرتا، تکیہ سیٹ کرتا کیف نظر آ رہا تھا۔

"آج کالج نہیں جانا تم نے؟"آئینے میں دیکھتے ہوئے اس سے پوچھا۔نگاہیں ابھی بھی اسی طرف جمی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں" سرسری سا جواب۔ وہ بیڈ شیٹ سیٹ کر رہا تھا۔

"کیوں؟ "

"ضروری کام ہے۔۔ وہ کر لوں پھر جاؤں گا "

"کیا ضروری کام ہے؟ "

کیف اٹھا اور آئینے میں اس کا عکس دیکھا۔ قیس بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"ہے بس "!

"مجھے نہیں بتاؤ گے؟" ابرو اٹھایا

اس نے نظریں چرا لیں۔ ایک ٹھنڈی سانس خارج کی "نہیں۔۔ بعد میں بتاؤں گا تمھیں "

"او۔کے" اور وہ باہر چلا گیا۔ بیگ پکڑا کندھے پر ڈالا اور خدا حافظ بول کر یونیورسٹی چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد کیف لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ گیا۔ کچھ سوچ رہا تھا۔ پھر کچھ سمجھ نہیں آیا تو سر دونوں ہاتھوں میں دیے بیٹھ گیا۔ ابھی سر ہاتھوں میں ہی تھا کہ اس نے نظریں ترچھی کیں۔ ساتھ چھوٹی میز پر ایک بڑا سا کاغذ تھا جو کہ بار بار کھڑکی سے آتی ہوا سے ہل رہا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھا۔اس نے سیدھا ہو کر اس کاغذ کو پکڑا۔نیچے کچھ پیسے تھے جو گر گئے۔۔اس نے وہ پیسے بھی پکڑ لیے

"رکھ لو۔۔اور زیادہ میرے باپ نہ بنا کرو" بڑے بڑے لفظوں میں لکھی ایک سطر۔ لکھائی قیس کی تھی مگر۔۔اس نے پیسے دیکھے "اتنے سارے پیسے کہاں سے لایا؟"اور پھر اندر جا کر الماری میں پیسے رکھ دیے۔

اس کی ایک پریشانی ختم ہوئی تھی "پیسے کہاں سے آئیں گے؟"اور دوسری آن پڑی تھی "یہ پیسے کہاں سے آئے ہیں؟"

خیر اس نے انتظار کیا تب تک جب تک کہ قیس نہ آیا۔دو بجے اور دروازہ کھلا۔گنگناتے ہوئے اندر آیا اور اندر آتے ہی ساتھ والی دیوار پر اپنی سائیکل کی چابی لٹکا دی۔کیف سامنے صوفے پر بیٹھا تھا۔اس نے اسے مسکرا کر دیکھا مگر کیف کا چہرہ سپاٹ تھا۔اس نے نظر انداز کر دیا۔اب کہ وہ منہ ہاتھ دھو کر باہر نکلا تو وہ سامنے ہی ڈریسنگ ٹیبل کے ساتھ ٹیک لگائے سینے پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔ماتھے کے ساتھ گیلے بال چپکے ہوئے تھے جن میں سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے۔۔چہرہ گیلا تھا۔اس نے آگے بڑھ کر دیوار سے لٹکا تولیہ لیا اور چہرہ صاف کرنے لگا۔

"تم کیا میری ساس کی طرح مجھے گھورے جا رہے ہو؟" تولیہ دوبارہ لٹکاتے ہوئے پوچھا۔

"پیسے کہاں سے آئے؟" سینے پر ہاتھ باندھے وہ اس کے بالکل سامنے کھڑا تھا۔

"کون سے پیسے؟" اس نے کندھے اچکائے۔

"بتاؤں تمھیں کون سے پیسے؟" وہ غصے سے جبڑے بھینچتے ہوئے بولا

"اوہ۔۔وہ والے" ابرو اٹھایا اور پھر مسکرایا۔

"ہاں۔۔وہ والے"

"میری حلال کی کمائی ہے" اور وہ باہر جانے لگا تھا کہ کیف نے کہنی سے اس کو پکڑا اور ایک جھٹکے سے اپنے سامنے کیا۔

"کہاں سے آئے وہ پیسے؟" سنجیدہ انداز سپاٹ چہرہ۔

اس نے سانس خارج کی "چوری کیے ہیں" کیف کے رنگ اڑ گئے "اب خوش۔۔یہی سننا تھا نا "

"قیس" وہ صدمے اور غم کی سی کیفیت میں بولا

"اچھا ٹھیک ہے۔۔ گردہ بیچا ہے اپنا میں نے" بڑے آرام سے بولا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیف نے اسے غصے سے دیکھا

"اچھا ٹھیک ہے یار۔۔ تھیڑ سے لے کر آیا ہوں پیسے۔۔دو تین شوز کیے تھے مگر انھوں نے پیسے نہیں دیے تھے۔۔کل لڑ جھگڑ کر لایا ہوں" اس بات پر اسے ذرا سا یقین تھا۔

"تم سچ بول رہے ہو؟" ابرو اٹھائے شکیہ نگاہوں سے دیکھا

"نہیں!" وہ اکتا گیا۔

اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھا۔ قیس اب پھر جانے لگا تھا کہ اس نے سوال کیا

"کیوں کیا یہ سب؟" وہ مڑا تو اس کا چہرہ قیس کی پشت کی جانب تھا۔

"کیا مطلب کیوں کیا؟" وہ مڑا اور اس کی طرف دیکھا "میں اندھا نہیں ہوں۔۔سب نظر آتا ہے مجھے۔۔باپ ہوں تمھارا۔۔سمجھ آیا؟" اور سر جھٹک کر چلا گیا۔

کیف کچھ لمحے کھڑا رہا پھر اس کے پیچھے کچن میں آ گیا۔

وہ اس کے قدموں کی چاپ سن چکا تھا۔ پتیلی میں پانی اور پتی ڈال کر چولہے پر رکھی اور نیچے آگ جلائی۔ پھر چینی ڈالی۔

"اچھا ٹھیک ہے۔۔اب شکریہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔مجھے پتہ تھا یار کہ تمھاری کچھ فیس رہتی ہے۔۔تم سب بڑے بھائی اپنے آپ کو جیسے بڑے عقل مند سمجھتے ہو کہ ہم

چھوٹوں کے نہ تو دل ہیں نہ دماغ۔۔ہوں" سر جھٹکا اور پتیلی کو پکڑ کر ہلکا سا گول گول گھمایا، اندر بھورا پانی ہلنے لگا۔

وہ بس مسکرایا" یہ چھوٹے کب بڑے ہو جاتے ہیں نہیں پتہ چلتا" اس نے سر جھٹکا" میں تو تم سے یہ کہنے آیا تھا کہ میرے لیے بھی ایک کپ بنا دینا۔۔تمھیں پتہ نہیں کونسی خوش فہمیاں ہیں" اس نے کندھے اچکائے۔

قیس نے گردن موڑ کر پیچھے کھڑے کیف کو دیکھا اور پھر پتیلی میں ایک کپ اور پانی کا ڈالا

"اس وقت تم مجھے زہر لگ رہے ہو" چہرہ آگے موڑ کیا اور وہ بس مسکراتے ہوئے کچن سے نکل گیا۔

سمیرا گھر پر اکیلی تھیں اور سارا گھر سمیٹ رہی تھیں۔سکینہ اکیلی ہی ہوتی تھی گھر پر تو گھر ویسے بھی صاف ہی ہوتا تھا۔کمرے کے پردے اور صوفے کے غلاف بدل کر وہ اب جھاڑ پونچھ کر رہی تھیں جب باہر کا دروازہ بجا۔دس بجنے والے تھے۔

"سکینہ تو نہیں ہو سکتی۔۔وہ تو گیارہ بجے آئے گی۔۔پھر کون؟"سوچتے ہوئے باہر کی جانب بڑھیں اور دروازہ کھولا،خوشی اور حیرت کے مارے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیے۔

دروازے پر ایک نوجوان کھڑا تھا،کندھے پر بیگ ڈالے۔ہشاش بشاش مسکراتا ہوا۔

"میری جان!"فوراً اسے گلے سے لگالیا۔وہ جھکا اور ماں نے اس کا ماتھا چوما۔دوبارہ گلے سے لگالیا۔

ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

"بس کردیں امی۔۔میں بھی رونے لگ جاؤں گا"ان کو کندھے سے تھامتے ہوئے بولا اور وہ نم آنکھوں سے مسکرادیں۔

وہ اندر آیا اور دروازہ بند کرکے وہ بھی اسی کے پیچھے کمرے میں آگئیں۔

اس نے بیگ پیچھے بیڈ پر رکھا اور پاؤں اوپر کرکے جوتے کے تسمے کھولنے لگا۔سمیرا اس کے سر پر کھڑی پیسے وار رہی تھیں۔گول گول گھماتے ہوئے۔اف!یہ امیوں کے کام۔

وہ خاموش بیٹھا رہا۔پھر باہر گئیں اور اس کے لیے پانی لائیں۔گلاس اسے پکڑایا جسے اس نے لبوں سے لگایا اور وہاں سے جانے لگیں۔اس نے فوراً ان کا ہاتھ پکڑ لیا

"کہاں جارہی ہیں؟"پانی پیتے ہی بولا

"کھانا لینے جا رہی ہوں" وہ فکر مند نظر آ رہی تھیں۔

"اف۔۔امی" اپنے ساتھ بیڈ پر ہاتھ رکھا "بیٹھ جائیں ادھر۔۔ کھالوں گا کھانا بھی۔۔ بھوکا نہیں آیا" تھوڑا سا جھکا اور پانی کا گلاس نیچے پاؤں کے پاس رکھا۔

وہ بیٹھ گئیں تو اس نے اپنا سر ان کی گود میں رکھا اور لیٹ گیا۔

"امی" ان کا ہاتھ پکڑا اور چوما "تین دن کے لیے گیا تھا، اتنا اداس ہو گئی تھیں؟" وہ بڑے پیار سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر رہی تھیں۔ ہلکا سا مسکرائیں۔

"چالا کو ماسی کہاں ہے؟ "

"کون؟" بھنویں بھینچے پوچھا۔

وہ ہنس دیا "سکینہ "

"الو کہیں کا۔۔ایسے کہتے ہیں بہنوں کو" ایک چپت رسید کی۔

"اچھا۔۔ کہاں ہے ویسے؟ "

"پیپر دینے گئی ہے۔۔ گیارہ بجے تک آئے گی "

پھر دونوں ماں بیٹے کی باتیں شروع ہو چکی تھیں۔ سمیرا نے پورے تین دن کا حال کھول کر رکھ دیا۔ امیوں کو کوئی مل نہ جائے سننے والا، ساری داستان زبانی سنائیں گی۔۔ کس نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کب کیا کہا اور میں نے کیا کہا۔ وہ بس مسکراتے ہوئے "ہوں، ہاں، اچھا، اوہ" جیسے جواب دے رہا تھا۔

ظہر کی نماز پڑھ کر وہ سو گیا۔ پتہ نہیں کیا تھا مگر اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ عجیب سی کیفیت تھی۔ کمرے میں فرش پر بیٹھیں آسیہ اور سمیرا باتیں کر رہی تھیں۔ دوپہر میں آسیہ، سمیرا سے ملنے آئیں اور اب دونوں مٹر نکالتیں باتیں کر رہی تھیں۔

"لڑکا سرکاری ملازم ہے نا؟" سمیرا مٹر کے دانے نیچے ڈبے میں ڈالتے ہوئے بولیں۔

"ہوں۔۔ سمیع اللہ بھائی کے جاننے والے ہی ہیں کوئی" آسیہ بیگم نے زیادہ سارے مٹر ٹوکری سے نکال کر ہاتھ میں پکڑے اور ان کو درمیان سے انگلی کے ناخن سے چیر کر اندر سے مٹر کے دانے نکالنے لگیں

"بھلا کیا تاریخ رکھی ہے شادی کی؟ "

"یہی کوئی ایک ڈیڑھ ہفتے بعد۔۔ "

"ویسے جلدی کر دیا انھوں نے۔۔ ایک دو مہینہ تو دیتے" سمیرا کا شکوہ حق بجانب تھا۔

"ہاں مگر جاننے والے تھے، اللہ کا نام لے کر کر دیں۔۔ اللہ بہتر ہی کرے گا "

"ہوں"۔۔ساری آوازیں بیڈ پر سینے کے بل لیٹے ابراہیم کے کان میں پڑ رہی تھیں۔وہ جاگ گیا اور سیدھا ہو کر لیٹا پھر کروٹ بدل لی۔سکینہ آتے ہی ابراہیم سے ملی اور اب باتیں کرنے میں مصروف تھی، آسیہ واپس جا چکی تھیں۔

"آرام کرنے دے اسے۔۔رات میں کر لینا باتیں۔۔آ جا کھانا کھا لے" باہر سے سمیرا کی آواز پڑی اور پھر کھانا کھاتے ہی حوا کے ساتھ پڑھنے چلے گئی۔

رات کو ہر طرف سناٹا تھا۔عشاء کے بعد کا اندھیرا اور فجر سے پہلے کی گہری خاموشی۔شاید چاند کی تیرھویں چودھویں تھی جو وہ اتنا چمک رہا تھا کہ اس کی روشنی سے کھڑے انسان کا سایہ بن سکتا تھا۔اپنی چھت پر چارپائی بچھائے وہ دونوں بہن بھائی باتیں کرنے میں مگن تھے۔وہ مسکرا کر ہر بات کا جواب دیتی تھی مگر پھر بھی کہیں گم سی تھی، کھوئی ہوئی۔

"اڑ تو نہیں جاؤ گی کسی مضمون میں؟" چارپائی کی ایک طرف بازو کا تکیہ بنائے پائے پر سر ٹکائے ابراہیم لیٹا تھا، چارپائی کی دوسری طرف بیٹھی سکینہ سے باتیں کر رہا تھا۔ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی اس لیے گرمی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

"توبہ کریں بھائی!" وہ ذرا سی خفا ہوئی۔

"کیا ہم اچھے دوست نہیں؟" وہ ذرا سا سنجیدہ ہو گیا۔

"ہیں "

"کیا ہم نے ایک دوسرے سے وعدہ نہیں کیا تھا کہ ہم ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپائیں گے ؟" جس کا ڈر تھا وہی ہوا تھا۔ وہ بڑا بھائی تھا اور اس نے چھوٹی بہن کی پریشانی بھانپ لی تھی۔ وہ اٹھ بیٹھا تھا۔

"کیا تھا" وہ اس کے سوالوں کے ترنت جواب دے رہی تھی۔

"کیا ہم نے ایک دوسرے کا اعتبار کھو دیا؟ "

دونوں ٹانگیں باہم سینے سے لگائے بازوؤں کو ان کے گرد حمائل کیے اس نے اپنے گھٹنوں پر سر ٹکا دیا "اوہ!۔۔ نہیں بھائی "!

"پھر کیا بات ہے۔۔ تم کچھ چھپا رہی ہو مجھ سے ؟" بڑے تحمل سے اپنے سامنے بیٹھی سبز دوپٹے والی سے کچھ پوچھ رہا تھا۔

"بھائی !" اس نے تھوک نگلا "اگر ہم کوئی خواب دیکھیں تو کیا وہ خواب دیکھنے کے تین دن بعد پورا ہو جاتا ہے ؟ "

"یہ تم سے کس نے کہا؟" وہ محظوظ ہوا تھا۔

"بتائیں نا "!

"خواب تو راز ہوتے ہیں۔۔اللہ بہتر جانتا ہے" شانے اچکائے

"اوہ۔۔ "

"بتاؤ۔۔کیا خواب دیکھا تم نے؟ "

اسے لگا کہیں دور وہ چمکتی نیلی آنکھوں والا بھیڑیا اسے پھر دیکھ رہا ہے۔اس نے سارا خواب اسے سنایا۔وہ خاموش رہا۔

"کیا آپ کو اس کی تعبیر پتہ ہے بھائی؟ "

"نہیں۔۔تمھارا بھائی نجومی نہیں ہے نا اسے خوابوں کی تعبیر آتی ہے۔۔مگر میں اتنا جانتا ہوں کہ جو ہوتا ہے اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔۔تم گھبراؤ نہیں۔۔سب ٹھیک ہو گا۔۔اللہ ہے نا!" آخر پہ وہ مسکرایا تو وہ بھی مسکرا دی۔

"میں نے حوا کو کچھ نہیں بتایا "

"بتا دیتی تو بھی اس نے کیا ہی کر لینا تھا۔۔سوائے حیران ہونے یا ڈرنے کے" وہ صرف سوچ رہا تھا،اس نے ایک لمحے کے لیے حوا کا حیران ہوتا ہوا چہرہ خیال کیا۔

"بھائی!" سکینہ کی آواز اسے حال میں لے آئی اور وہ سر جھٹک کر ہلکا سا مسکرایا۔(یہ مسکراہٹ اگر کبھی دن میں دیکھ لیتی نا وہ تو بتاتی!)

"ہاں۔۔میں کہہ رہا تھا۔۔۔"اور پھر ان کی نارمل باتیں شروع۔انھیں ہنستے مسکراتے اوپر آسمان پر چمکتا چاند اور ستارے دیکھ رہے تھے!

وہاں روشنی تھی، بہت روشنی۔دوپہر اور صبح کے درمیان کا وقت تھا یا شاید دوپہر اور شام کے بیچ کا وقت۔ہوا چل رہی تھی۔ارد گرد ہرے بھرے کھیت تھے۔برگد کے ایک پیڑ کے نیچے انیس بیس برس کی لڑکی تھی جس کے ساتھ ایک بائیس تیئیس برس کا لڑکا بیٹھا تھا۔ دونوں نے برگد کے پیڑ سے ٹیک لگائی ہوئی تھی۔اس لڑکی آنکھیں بالکل شیخو جیسی تھیں "ہلکی بھوری"اور بال وہ بھی شیخو جیسے تھے مگر اس نے دوپٹہ لیا ہوا تھا جو کہ سر سے ڈھلک کر اس کے شانوں پر پھیلا تھا۔ایک گھنگریالی مگر چھوٹی سی لٹ اس کے ماتھے پر تھی۔ساتھ بیٹھا لڑکا بلکل دھوپ جیسا لگ رہا تھا۔اس کی آنکھیں حوا جیسی تھیں "ہلکی بھوری"اور ناک بھی بالکل اس کے جیسی "تیکھی"۔وہ دونوں کسی بات پر مسکرا رہے تھے۔اس لڑکے کے ہاتھ میں ایک کپڑا تھا جس پر کڑھائی ہوئی تھی۔بالکل رومال جتنا کپڑا جس پر سرخ دھاگے سے کڑھائی کی گئی تھی اور اس پر ساتھ ساتھ دو نام لکھے تھے۔

"جہاں آرا عبداللہ"

"یہ تم نے خود لکھا ہے؟" وہ اس کپڑے کو ہاتھ میں لیے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

"ہوں" لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا

"دکھاؤ اپنے ہاتھ؟" اس نے اس کی گود میں پڑے ہاتھ دیکھے جنھیں اس نے دعا کی صورت میں ملا کر اس کے سامنے کیا۔

"ہوں" اس کے ہاتھ دیکھتے وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"کیا ہوا؟" وہ کچھ فکر مند ہوئی۔

وہ لڑکا ہنس دیا "میں گرویدہ ہوں تمھارے ہاتھوں کا "

وہ ذرا سا شرمائی، اس کی دودھیا گالیں سرخ ہوئیں، ہاتھ دوبارہ گود میں گرا لیے اور اپنی نگاہیں جھکا لیں۔

"میں کسی سلطنت کا بادشاہ ہوتا نا تو تمھاری ایک ادا پر ایک کنیز آزاد کرتا" وہ محو سا کہے جا رہا تھا اور وہ نظریں جھکائے شرماتے ہوئے مسکرا رہی تھی۔

ایک سفید رنگ کا پھول انھوں نے اس کے بالوں میں لگایا۔ محبت جادو ہوتی ہے۔ سحر ہوتی ہے۔ پتہ نہیں وہ ساحرہ تھی یا خود سحر زدہ تھی۔ اس سحر نے ان دونوں پر برابر اثر کیا تھا اور انھیں زمانے اور وقت کی ہر قید سے آزاد کر دیا تھا۔ حیا تھی، احترام تھا اور یہی محبت تھی۔

وہ کئی کئی دن عبداللہ کا انتظار کرتی تھیں اور وہ کئی کئی راتیں اس کے لیے جاگتے تھے۔ نہیں پتہ تھا کہ کون ساحر ہے اور کون مسحور!

دور کہیں فضا میں ایک آواز گونج رہی تھی۔اس آواز سے منظر دھندلے ہونے لگے تھے۔

ولمن خاف مقام ربہ جنتان

) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں(

ولمن خاف مقام ربہ جنتان

) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں(

یہ وہی آواز تھی جس نے اس دن حوا کو اس کے خواب سے جگایا تھا۔ معلوم نہیں شاید یہ وہی آواز تھی یا اس جیسی آواز تھی۔

ولمن خاف مقام ربہ جنتان

) اور جو اپنے رب کے حضور کھڑے ہونے سے ڈرے اس کے لیے دو جنتیں ہیں(

فبای آلائ ربکم تکذبن

)تو تم اپنے رب کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے ؟(

ایک جھٹکا لگا اور ان کی آنکھیں کھل گئیں۔ خواب ٹوٹ گیا۔ منظر ڈوب گئے اور جہاں آرا چلی گئیں۔

وہ تیز تیز سانس لے رہے تھے۔ کوئی ابھی بھی سورہ الرحمن کی تلاوت کر رہا تھا۔ شاید پاس ہی۔۔ شاید ان کے آگے یا شاید ساتھ والی چھت پر۔۔ وہ چارپائی پر لیٹے تھے فوراً چادر ہٹا کر اٹھ بیٹھے تھے۔ ٹانگیں چارپائی سے نیچے اتار دیں اور سر جھکائے آنکھیں بند کیے ہاتھ کی دو انگلیوں سے کنپٹی کو مسلا۔ ساتھ شیخو کی چارپائی خالی تھی۔ آسمان ابھی گہرا نیلا تھا۔ یہ فجر کا وقت تھا اور لڑکا ابھی بھی اپنی مسحور کن آواز سے تلاوت کیے جا رہا تھا۔ عبداللہ اٹھے اور ساتھ والی چھت پر نظر پڑی جہاں ایک لڑکا ان کی طرف پشت کیے جائے نماز پر بیٹھا سامنے قرآن کھولے سورہ الرحمن کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس لڑکے کو تلاوت عبداللہ نے ہی سکھائی تھی۔ تب ہی وہ بھی اسی آیت پر آ کر رک جاتا اور اسے دو تین بار دہراتا تھا۔ سر پر ٹوپی پہنے ابراہیم قرآن کی تلاوت میں مگن تھا۔ انھوں نے گردن موڑی اور سیڑھیوں کی جانب بڑھے۔ نماز پڑھ کر ابھی ان کے گھر بھی ایک ایسی ہی آواز گونجنی تھی!

شام مغرب کی اذان ہو چکی تھی مگر قیس ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ کیف پریشانی کے عالم میں لاؤنج میں پنڈولم کی طرح ادھر سے اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔ پھر کبھی پچھلی طرف بالکنی میں کھڑا ہو جاتا جہاں چلتا پھرتا بارونق بازار تھا۔

"کہاں رہ گئے ہو؟" ابھی بھی وہ بالکنی پر کھڑا سوچ رہا تھا جب ایک ہلکی سی سیٹی بجنے اور دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اندر آتے ہی اس نے چابیاں دیوار سے لٹکائیں اور بیگ صوفے پر پھینکا۔

"کدھر تھے تم؟" انتہائی سنجیدہ لہجے میں سینے پر بازو باندھے کیف نے پوچھا۔

"وہ۔۔میں۔۔اپنی ساس سے ملنے گیا تھا" انتہائی لاپرواہی سے کندھے اچکا کر بولا۔

کیف بس اسے گھورتا رہا۔ وہ اس کے سامنے سے ہٹ کر کمرے میں جانے لگا جب اس نے اس کی کہنی پکڑ کر جھٹکا دیا اور اسے اپنے سامنے کھڑا کیا۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے" غصے سے بولا۔ کنپٹی پر ایک رگ ابھری۔

"اف۔۔۔ایک تو تم گھر آتے ہی میری عدالت لگا کر بیٹھ جاتے ہو" اور اس کے ہاتھ سے اپنی کہنی چھڑوائی۔

"ایک تھپڑ لگانا۔۔ "

"میں ریڈیو سٹیشن گیا تھا" اس نے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ دی۔

"کیا؟" ابرو اٹھایا

"میں۔۔ریڈیو۔۔ سٹیشن۔۔ گیا۔۔ تھا" توڑ توڑ کر ایک ایک لفظ بیان کیا۔

"مگر کیوں؟ "

اس بات کا جواب دیے بغیر اس نے اپنے کندھے ڈھلکائے اور کمرے کی جانب اشارہ کیا "میری شکل دیکھو۔۔ میں کتنا معصوم ہوں۔۔ تمھیں مجھ پہ رحم کیوں نہیں آتا؟" اور پھر سر جھٹک کر اندر چلا گیا۔

باہر آیا تو کیف کھانا لگا رہا تھا۔ پلاؤ کی خوشبو سارے لاؤنج میں پھیلی ہوئی تھی۔ پانی کے دو گلاس، ایک جگ، دو پلیٹیں، چمچ، دہی اور ساتھ میں ایک ٹرے جس پر ڈھکن تھا جو کہ ذرا سا ڈھلکا ہوا تھا جس سے کہ اندر پڑے چاول نظر آ رہے تھے جن سے ہلکی ہلکی سی بھاپ اٹھ رہی تھی۔ وہ کچن میں کھڑا کھیرے کاٹ رہا تھا۔ ہاتھ میں تولیہ پکڑے اس نے منہ خشک کیا اور پھر تولیہ بغیر کسی تمیز کے صوفے پر پھینک دیا۔ بڑے مزے سے ٹرے میں سے چاول نکال کر پلیٹ میں ڈالے۔ کیف باہر آ گیا اور کٹا ہوا سلاد میز پر رکھا۔

اب دونوں کھانے میں مصروف تھے۔

"مجھے لگا تھا ٹینڈے یا دال ہو گی۔۔ مگر آج تو عید ہو گئی" پلیٹ ہاتھ میں پکڑے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر رکھے بڑے مزے سے ٹیک لگا کر کھاتے ہوئے قیس بولا

"ہوں۔۔لائبریری سے پیسے ملے تھے آج۔۔ پھر ہمارا بھی تو اچھے کھانے پر حق ہے نا "!

" صحیح کہہ رہے ہو۔۔ قسم سے میری تو ذائقے کی حس ہی ختم ہو گئی تھی۔۔دالیں اور آلو کھا کھا کر۔۔اف" چاولوں کا ایک چمچ بھر کر منہ میں ڈالا "ہم سے اچھا کھانا تو قیدی کھاتے ہوں گے "اس کی اس بات پر کیف نے اسے گھورا۔

وہ ہنسا"ارے یار! تمھیں لگتا ہے کہ میں ایسا سوچتا ہوں۔۔ مگر میں ایسا نہیں سوچتا۔۔ میں تو آلو اور دال کھا کر بھی بہت خوش ہوں۔۔ تم تو ایسے ہی" اور پھر کندھے اچکا کر پانی کا گلاس پکڑا اور لبوں سے لگایا

"تو پھر تم کیوں گئے تھے ریڈیو سٹیشن؟"اس کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ چاولوں پلیٹ میں چمچ ہلا رہا تھا

"تمھارے دماغ میں کوئی چیز آ جائے نا کیف۔۔ تمھیں خواب میں بھی وہی نظر آتی ہے ۔۔۔ مجھ سے لکھوا لو تم بہت زہریلے بڈھے ہو گے" پلیٹ خالی کر کے اس نے ٹیبل پر رکھی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے" وہ سپاٹ لہجے میں بولا

"آہ۔۔۔"ایک سانس خارج کی" تھیڑ میں ایک دوست نے مشورہ دیا تھا۔۔کہ۔۔مجھے ریڈیو سٹیشن میں بھی کام کرنا چاہیئے۔۔میرے بولنے کا انداز اچھا ہے" فخریہ مسکرایا۔وہ پھر بھی سپاٹ رہا"اور۔۔انھیں ایک لڑکے کی بھی ضرورت ہے۔۔خوبصورت لڑکے کی۔۔تو میں چلا گیا "

"اچھا۔۔پھر کیا کہا انھوں نے؟ "

اب وہ دونوں کھانا ختم کر چکے تھے

"انھیں۔۔آپ کا بھائی۔۔پسند آیا"ذرا آگے کو جھک کر مسکراتے ہوئے بولا اور پھر دوبارہ پیچھے ٹیک لگالی

"مطلب اب تم۔۔ "

"ہاں مطلب اب میں ریڈیو سٹیشن بھی جاؤں گا۔۔اور تم مجھے نہیں روکنے والے۔۔کیونکہ۔۔میں۔۔۔نہیں رکنے والا"اور وہ کھڑا ہوا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں۔۔ صحیح۔۔ ٹھیک ہے۔۔ مگر "اب کہ کیف بھی کھڑا ہوا" آج برتن دھونے کی باری تمھاری ہے سو کوئی بہانہ نہیں سنوں گا میں "اور کہتے ہی کمرے میں چلا گیا۔ ٹھک سے دروازہ بند کیا۔

وہ برتن اٹھا کر کچن میں لے جانے لگا۔

"اللہ ایک کیف جیسے بھائی دے دے۔۔ پھر پھپھو اور ساس کی کیا ضرورت بھلا، ہوں!" اس نے سر جھٹکا۔

اس کا دکھ بہت بڑا تھا!

دوپہر کے کوئی بارہ ساڑھے بارہ کا وقت تھا جب وہ لائبریری آئی۔ ہلکے پیلے اور سفید رنگ کی فراک پہنے جو کہ گھٹنوں سے تھوڑا نیچے تھی، بال اس دن کی طرح جوڑے میں بندھے، نارمل سی لگ رہی تھی۔ ایک سیدھی قطار میں چلتے ہوئے آخری والی میز کی طرف آئی اور کرسی نکال کر بیٹھ گئی۔ اس میز اور اس جگہ سے اس کی ایک پرانی یاد وابستہ تھی۔

منظر بدلا، لوگ بدلے اور وقت بہت پیچھے چلا گیا۔

اس دن وہ گھر سے اپنی ممی سے جھگڑ کر آئی تھی اور لائبریری میں ٹھیک اسی جگہ بیٹھی تھی جہاں آج وہ بیٹھی ہوئی تھی۔اس کے سامنے کتابیں پڑی تھیں۔روتی ہوئی بار بار آنسو پونچھتی اور ناک کے ذریعے زکام اندر کھینچتی ہوئی۔

اس کی سماعت میں ایک ہلکی سی آواز پڑی۔ایک سرگوشی۔اس نے ارد گرد گردن گھمائی مگر آواز پیچھے سے آرہی تھی۔وہ جس جگہ بیٹھی تھی اس کے پیچھے بک شیلفس تھیں۔اوپر سے نیچے سجی ہوئی کتابیں اور اس ان بک شیلفس کے پیچھے سے کسی لڑکی کی آواز آرہی تھی اور ایک لڑکا مسلسل اسے خاموش کرانے کی کوشش کر رہا تھا۔ہلکی ہلکی سرگوشی۔

"تم سمجھتے کیوں نہیں ہو؟" وہ تپی ہوئی تھی۔غصے سے بول رہی تھی مگر آواز بلند نہیں تھی۔

"دیکھو۔۔ہم آرام سے بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں" اس نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیا بات کر لیں گے،ہاں" اس کی آواز بلند ہونے لگی تھی کہ اس لڑکے نے اپنے ہونٹوں پر ایک انگلی رکھ کر "شش!" اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

"اگر میں یہاں کا لائبریرین نہ ہوتا نا۔۔تو یہ لوگ مجھے اب تک باہر پھینک چکے ہوتے" وہ غصے سے بولا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں کیا کروں۔۔بھاڑ میں جاؤ تم!"اور وہ لڑکی شیلفس کے پیچھے سے نکل کر اس میز تک آئی جہاں لیزا بیٹھی تھی۔وہ لڑکی اس کے سر پر آ کھڑی ہوئی اور لیزا نے سرخ ناک اور نم سوجھے پپوٹے والی آنکھیں اوپر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"آ۔۔میں یہاں بیٹھی ہوں"اس نے سینے پر بازو باندھے اور بڑے ضبط سے بولی جیسے اس لڑکے کا غصہ اس پر اتار دے گی۔

لیزا اٹھنے ہی والی تھی کہ وہ لڑکا آ گیا۔

لڑکی نے مڑ کر پیچھے لڑکے کو دیکھا اور ایک کینہ توز نگاہ لیزا پر ڈالی اور پھر پیچھے لڑکے کو گھورتے ہوئے وہاں سے نکل گئی۔

لیزا سر جھکائے بیٹھ گئی۔وہ لڑکا بھی چپ کر کے کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا اور سامنے کتاب کھول لی۔

"جو میں کہتی ہوں وہی کرو۔۔ورنہ میں زبردستی بھی کر سکتی ہوں"دور کہیں سے اس کی ممی کی آواز اس کی سماعت میں پڑی اور آنسو پھر سے نکلنے لگے۔

سامنے بیٹھے لڑکے نے نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ رو رہی تھی۔پھر اس نے سر جھٹکا اور کتاب کی طرف متوجہ ہوا۔

مگر وہ لڑکی بار بار اسے پریشان کر رہی تھی، اس کا دھیان کتاب سے ہٹ رہا تھا۔ اس نے اپنی شرٹ کی جیب سے ایک ٹشو نکالا اور اس کے آگے رکھ دیا۔ وہ شرمندگی کے مارے لال ہو گئی۔ ٹشو پکڑا اور اٹھی۔ کرسی تھوڑی سی کھینچ کر باہر نکالی اور جانے لگی تھی کہ اس کا پاؤں کرسی کی ٹانگ کے ساتھ اٹکا اور وہ جھٹکا کھا کر گرنے لگی تھی مگر سنبھل گئی۔

سامنے لڑکے نے اسے دیکھ لیا۔ اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تو لڑکا اسی طرح کتاب پر جھکا تھا۔ "اف!۔۔ آج کا دن ہی برا ہے" اس نے دل ہی دل میں خود کو ملامت کی اور وہاں سے چلی گئی۔ لڑکے کی نگاہوں نے اس کا تعاقب کیا مگر پھر نفی میں سر ہلا کر دوبارہ کتاب پر جھک گیا۔

"لیزا۔۔" ایک جانی پہچانی آواز تھی جو کہ اسے حال میں لائی تھی۔ ماضی کی کھڑکی بند ہوئی تھی

وہ اس کے دائیں جانب کھڑا تھا۔ مسکراتا ہوا۔

"خیریت۔۔ تم یہاں؟" سامنے موٹی موٹی دو کتابیں رکھتے ہوئے بولا

"ہوں" کہنی میز پر رکھی اور مٹھی بنا کر اس پر تھوڑی رکھی

اور مسکراتے ہوئے بولی "کیوں ڈاکٹر صاحب! کیا ہم جیسے بے ذوق نہیں آ سکتے یہاں؟"

"بے ذوق!" وہ محظوظ ہوا تھا۔

"پہلی بار بھی یہیں دیکھا تھا تمھیں" تھوڑا آگے جھکا "روتے ہوئے" اس نے سرگوشی کی اور وہ ہنس دی۔

"اور آج بھی سامنے سے آتے ہی تمھیں دیکھ لیا" وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ چکا تھا

"شکریہ!" وہ پیچھے ہو کر بیٹھ گئی۔

"اس وقت فری ہوتے ہو تم؟" سینے پر بازو لپیٹے ابرو اٹھایا

"اونہوں!" نفی میں گردن ہلائی "آج ہو گیا ورنہ شام کو ہوتا ہوں"

"ہوں۔۔اچھا"

وہ کتاب کھول رہا تھا۔لیزا بھی اٹھی اور ساتھ ہی بک شیلف سے کتاب اٹھا لائی۔سامنے کتاب کھولی مگر توجہ نہیں تھی۔ کبھی ٹانگ ہلاتی کبھی ادھر ادھر دیکھتی۔ویسے تو وہ کتاب پر جھکا تھا مگر کیف اسے نوٹ کر رہا تھا۔

"کچھ کہنا ہے؟" بالآخر اس نے پوچھ ہی لیا۔

"آ۔۔ہاں۔۔میرا مطلب نہیں" وہ شش و پنج میں مبتلا تھی۔

"ہاں یا نا؟ "

ایک ٹھنڈی سانس خارج کی "اوکے۔۔مجھے تمھیں کچھ بتانا ہے "

"ہوں۔۔میں سن رہا ہوں" اب وہ پوری طرح متوجہ تھا۔

"وہ۔۔یونیورسٹی میں کچھ گڑبڑ ہے" اس نے نا سمجھی سے لیزا کو دیکھا۔

"مطلب۔۔کچھ لڑکے ہیں۔۔میری کلاس کے اور کچھ۔۔قیس کی کلاس کے" وہ رکی

"ان کا آپس میں کچھ مسئلہ چل رہا اور ان کا ایک معمولی سا جھگڑا ہو گیا "

وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا" بہت فساد ہوا۔۔اور۔۔قیس چشم دید گواہ تھا۔۔اس نے ان کے خلاف پرنسپل کے سامنے گواہی دی ہے"

کیف فکر مند ہوا۔"تم قیس سے کہو۔۔ان سے دور رہے۔۔وہ اچھے لڑکے نہیں ہیں "

"ہوں۔۔میں سمجھ گیا ہوں" وہ کافی مایوس تھا۔

"مجھے معلوم ہے تم اس کی بہت فکر کرتے ہو۔۔تم اس کے بھائی ہو۔۔اس لیے میں نے تمھیں بتانا ضروری سمجھا "

"ہوں!"اس نے سر ہاں میں ہلایا۔پھر ادھر اُدھر کی ایک دو باتیں کیں اور وہ اٹھ کر چلی گئی۔فضا سوگوار ہو گئی تھی۔اس کا دل پڑھائی سے اچاٹ ہو چکا تھا۔

اس نے کتاب بند کر دی اور اٹھ گیا۔وہ قیس کے لیے پریشان تھا

عصر کے قریب قریب آسیہ بیگم کمرے میں بڑے بڑے ٹرنک کھولے بیٹھی تھیں۔اس میں سے کپڑے نکال نکال کر حوا کو دکھا رہی تھیں جو کہ لاپرواہی سے بیڈ پر لیٹی تھی،ٹانگیں بیڈ سے نیچے جھول رہی تھیں۔

"دیکھ لے نا۔۔لال والا پہنے گی یا یہ جامنی؟"وہ اس کے سامنے دو گرارے لے کر آئیں جن کی کرتیوں پر گولڈن موتی لگے تھے اور کڑھائی کا کام بھی ہوا تھا۔وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔اب وہ اس کے سامنے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک سوٹ پکڑے کھڑی تھیں۔

"اماں۔۔دیکھ لیں نا جو آپ کو اچھا لگے؟"کاہلی سے بولی

"ہاں۔۔اور جو تجھے اچھا نہ لگے "

وہ خاموش رہی۔منہ بسورے لیٹ گئی۔وہ دوبارہ زمین پر پڑے ٹرنک پر جھک گئیں۔

"ایک لوگوں کی لڑکیاں ہوتی ہیں۔۔ماؤں کے ساتھ مل کر بھاگ بھاگ کر کام کرواتی ہیں۔۔یہ کر وہ کر۔۔اور میری نکمی اولاد۔۔پتہ نہیں کب عقل آئے گی؟"ساتھ ساتھ صلواتیں سنا رہی تھیں جس کا ان کی بیڈ پر لیٹی اولاد کو ذرا اثر نہیں ہو رہا تھا۔

"اٹھ۔۔یہ پہن کر دیکھ۔۔کھلا تو نہیں ہے؟"اب اس کے سامنے وہ ایک گلابی رنگ کا لہنگا اور کرتی لیے کھڑی تھیں۔

کچھ لمحوں بعد وہ بدل کر آئی۔گلابی لہنگے پر گولڈن رنگ سے کام ہوا تھا۔آستینیں کہنی سے اوپر تک تھیں۔ابھی وہ آسیہ کے سامنے کھڑی تھی کہ شیخو آ گیا۔

"واہ!کک۔۔کس کی شادی پہ جا رہی ہو؟"صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تمھاری!"تیزی سے بولی

اس نے منہ بسورا۔

"چھوٹی امم۔۔می آپ نے بب۔۔بلایا تھا؟"

"ہاں۔۔وہ نا ایک دو دن تک مہمان آنے والے ہیں۔۔سیالکوٹ سے۔۔انھیں لینے جانا ہے تو نے۔۔انھیں راستہ نہیں پتہ نا"اب وہ کپڑے تہہ کرتے ہوئے اسے بات کر رہی تھیں

"کون آرہا ہے؟" دوپٹہ اچھے سے سیٹ کیے وہ اب اپنے آپ کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔

"خالہ آرہی ہیں تمھاری۔۔اقصیٰ کی شادی ہے نا۔۔ تین دن پہلے خط لکھا تھا۔۔ابھی بس صبح ہی جواب آیا۔۔ تمھارے ابا کہہ رہے تھے شیخو کو بھیج دینا لے آئے گا "

"ہوں" شیخو بس سر ہلا کر رہ گیا۔

حوا ابھی بھی آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی۔ کبھی دائیں مڑتی کبھی بائیں "اچھی لگ رہی ہوں" خود ہی اپنی تعریف کی اور پھر مسکرا دی۔

رات کا کھانا کھا کر کچھ دیر چھت پر ٹہلا اور پھر نیچے آکر اپنے میٹرس پر لیٹ گیا۔ساتھ ہی کیف کا میٹرس تھا۔کمرے کی بتی جل رہی تھی کیونکہ کیف ساتھ ہی پڑھ رہا تھا۔ قیس کو عادت تھی وہ اندھیرے میں نہیں سوتا تھا۔۔اسے روشنی میں سونے کی عادت تھی۔۔اسی لیے ساری رات ان کے کمرے کی بتی جلی رہتی۔۔اب بھی وہ سینے کے بل لیٹا سونے کی کوشش کر رہا تھا۔

"یونیورسٹی کیسی جا رہی ہے تمھاری؟"کاپی پر کچھ لکھتے کیف نے مصروف انداز میں اس سے پوچھا۔

"ہاں۔۔سیدھے راستے جا رہی ہے"اسی طرح لیٹے لیٹے بولا

"ہوں۔۔کوئی جھگڑا وغیرہ۔۔ "

اس کے بات بیچ میں ہی ٹوک دی"ہاں۔۔وہ لیزا چھپکلی۔۔اس نے دوپہر میں مجھے دیکھ لیا تھا۔۔اتنی اچھی کہاں کہ کچھ پیٹ میں رکھ لے۔۔لگا دی ہو گی شکایت تمھیں" لیٹے لیٹے ہی سر جھٹکا۔

"ہوں۔۔تو کیا تم اس جھگڑے میں شامل ہو؟"وہ مصروف سا بول رہا تھا

"نہیں یار۔۔بس میں نے دیکھا تھا۔۔اور جو دیکھا تھا وہی بولا"

"تمھارا اندر آنا ضروری تھا کیا؟"اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا

"ہاں۔۔نہیں۔۔مطلب یار کلاس کا ماحول خراب ہو رہا تھا۔۔میرے سچ سے سب ٹھیک ہو سکتا تھا۔۔مگر مجھے کیا پتہ تھا وہ میرے پیچھے ہی پڑ جائیں گے"اب وہ زمین پر بچھے کارپیٹ پہ انگلی سے کچھ گول گول بنا رہا تھا۔

"کیا؟" وہ چونکا" تمھارے پیچھے پڑ جائیں گے۔۔ مطلب؟" کاپی پنسل ادھر ہی چھوڑی اور اس کی طرف دیکھا جو کہ سینے کے بل لیٹا تھا۔اس کی کمر پر نظر پڑی

"کچھ نہیں یار۔۔ کچھ نہیں ہوتا" وہ بے زار ہوا تھا

"میں نے کچھ پوچھا ہے" سختی اور زور دے کر بولا

کوئی جواب نہیں آیا۔ بلکہ وہ خراٹے لینے لگا۔

"قیس!" آواز ذرا سی بلند ہوئی

"میں سو چکا ہوں۔۔ مجھے تنگ نہ کیا جائے "

کیف کو غصہ آیا۔اس نے ایک ٹانگ اس کی ٹانگ پر ماری۔ وہ ذرا سا ہلا۔

"کل تم یونیورسٹی نہیں جاؤ گے" وہ اونچی آواز میں بولا

مگر جواب ندارد

وہ اس کے کان کے قریب جھکا" سنا تم نے۔۔ کل تم یونیورسٹی نہیں جاؤ گے "

"میں سو چکا ہوں" وہ ڈھیٹ بنا لیٹا تھا

وہ بس ایک ٹھنڈی سانس خارج کر کے رہ گیا۔

صبح جیسے تیسے ضد کر کے کیف کو منا کر وہ یونیورسٹی چلا گیا مگر کیف پھر بھی بے چین تھا۔

خیر وہ یونیورسٹی کے پاس پہنچا۔آج وہ پیدل آیا تھا سائیکل ساتھ نہیں تھی۔ابھی وہ یونیورسٹی کے گیٹ کے پاس پہنچا ہی تھا کہ ایک لڑکا اس کے قریب آیا۔پتلا سا مونچھوں والا اور اس نے قیس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا اور اسے موڑ کر دائیں جانب لے گیا۔

"کون ہو بھئی؟" وہ ذرا سا گھبرایا، بھنویں بھینچ گئیں

"گھبراؤ نہیں یار۔۔دوست ہی ہوں تمھارا" وہ مسکراتے ہوئے اس سے مخاطب تھا

خطرے کی گھنٹی بجی۔

"دیکھو بھئی۔۔میں شادی شدہ ہوں۔۔میری ایک عدد بیوی ہے اور ایک بوڑھی ماں ہے۔۔میرا ایک چھوٹا سا بچہ ہے۔۔تم میری بیوی کو کیوں بیوہ کرنا چاہتے ہو؟" اسے علم ہو گیا تھا کہ یہ کل والے لڑکوں میں سے ہی کوئی ہے۔

ایک کینہ توز نظر اس نے اپنی بغل میں کھڑے لڑکے پر ڈالی "تمھیں تو آج ہم سسرال پہنچا کر آئیں گے" وہ عجیب سے لہجے میں بولا۔

قیس نے ایک جھٹکے سے اپنے آپ کو اس کے بازو سے چھڑایا اور آگے بڑھ کر زمین پر پڑا پتھر اٹھا لیا۔

"دیکھو۔۔مجھے جانے دو۔۔میرا تم سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔۔میں نے بس جو دیکھا تھا وہی بتایا"پتھر اٹھائے اس نے وضاحت کی

"تجھے کس نے کہا تھا ان کی حمایت کر۔۔چپ کر جاتا۔۔معاملہ ہمارا اور ان کا تھا۔۔تو بیچ میں کیوں آیا؟"پیچھے سے آواز آئی تو اس نے گردن موڑی۔پتھر ہاتھ میں پکڑا رہ گیا اور پیچھے تین لڑکے اور تھے۔قیس کا رخ ان کی طرف تھا۔۔ایک لڑکا گھوم کر اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"مطلب قیس۔۔تو ان لد پڑھ لے"دل سے آواز آئی۔

"دیکھو۔۔میں اچھا لڑکا ہوں۔۔میں نے تم لوگوں کا برا نہیں چاہا۔۔"ابھی وہ وضاحت دے ہی رہا تھا کہ پیچھے سے لڑکے نے اس کی کمر پر زوردار ڈنڈا مارا۔وہ یونیورسٹی کے گیٹ سے ذرا دور تھے

"آہ۔۔"وہ کراہا اور ہاتھ میں پکڑا پتھر زمین پر گر گیا۔وہ پیچھے مڑا اور اس لڑکے کو دیکھا جس نے اسے ڈنڈا مارا تھا۔ابھی وہ کچھ اور بولتا ایک لڑکے نے ہاکی پکڑی ہوئی تھی جو کہ اس نے اس کے پیچھے سر پر دے ماری۔سر سے خون بہنے لگا۔وہ پھر کراہا تھا۔سر کی پشت پر ہاتھ رکھا اور پھر جب ہاتھ دیکھا تو اس پر خون لگا تھا۔لڑکے نے آگے بڑھ کر اسے گردن سے پکڑا

اور دبوچا۔اسے سب ڈبل ڈبل نظر آرہا تھا۔۔جوابی حملہ کرنے کی ہمت نہیں تھی۔ابھی پیچھے سے اس کی ٹانگ پر ہاکی پڑی اور وہ زمین پر ڈھے گیا۔دور سے سیکیورٹی گارڈ چلایا اور ان کی طرف بڑھا۔آتے ہوئے طلبہ نے بھی گارڈ کو بھاگتے اور شور مچاتے دیکھا۔ان میں ایک لڑکی بھی تھی۔ہلکے نیلے رنگ کی فراک پہنے، کندھے پر لٹکتا بیگ، بال چھوٹی چوٹی میں بند تھے جس سے کچھ لٹیں نکل کر چہرے کے ارد گرد جھول رہی تھیں۔اس کی پوری آنکھیں کھل گئیں اور وہ حلق کے بل چلائی "قیس!" اور اس کی طرف بھاگی۔

لڑکے بھاگ گئے تھے۔وہ کمر کے بل زمین پر گرا ہوا تھا۔خون اب مٹی پر بھی لگ چکا تھا۔منظر دھندلے ہو رہے تھے۔آخری بار اس نے اپنے اوپر جھکی اس لڑکی کا چہرہ دیکھا جو اسے مسلسل کچھ کہہ رہی تھی۔۔آخری بار جو چہرہ اس کے تخیل میں تھا۔۔جو نام اس کے ذہن میں تھا۔۔وہ تھا۔۔

کیف!

کیف جبران!

ہسپتال کے ٹھنڈے فرش پر کھڑے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ مسلسل ماتھے کو دو انگلیوں سے مسلتا ایمرجنسی روم کے باہر تھا۔لیزا سامنے بنچ پر بیٹھی تھی۔وہ بھی کافی پریشان تھی۔ قیس کو ہسپتال پہنچا کر وہ فوراً کیف کے کالج گئی اور اسے سب بتا کر اپنے ساتھ لے آئی۔ ہسپتال اس کے میڈیکل کالج کے ساتھ ہی تھا سو زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی۔کمرے سے سفید اوورال پہنے گلے میں سٹیتھوسکوپ لٹکائے ڈاکٹر باہر آیا۔وہ جھٹ سے سیدھا ہوا۔

"وہ کیسا ہے؟"جلدی جلدی ہو چھا۔لیزا بھی کھڑی ہو گئی۔

ڈاکٹر سر ہلا کر اسے کچھ بتا رہا تھا اور وہ خاموشی سے سن رہا تھا۔پھر ڈاکٹر نے اس کے کندھے کو تھپکا اور چلا گیا۔

لیزا آگے بڑھی اور پریشان سے کھڑے کیف سے مخاطب ہوئی

"وہ ٹھیک ہے اب۔۔تم پریشان نہ ہو۔۔ابھی اسے دوسرے روم شفٹ کر دیں گے پھر تم مل لینا"اس نے ہاں میں سر ہلایا مگر ابھی تک پریشان تھا۔پھر اسی طرح بنچ پر بیٹھ گیا اور سر جھکا دیا۔

قیس کو دوسرے کمرے میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔جس وقت اسے ہوش آیا اس وقت اس کے پاس ایک نرس کھڑی تھی جو غالباً اس کی ڈرپ چیک کر رہی تھی۔منظر ذہن میں تازہ

ہونے شروع ہوئے تو درد کی ایک ٹیس سر کی پچھلی طرف اٹھی۔اس نے ذرا سی آنکھ کھولی تو منظر دھندھلا سا نظر آیا۔اس نے ذرا سی گردن موڑ کر دائیں طرف کھڑی سفید لباس میں ملبوس نرس کو دیکھا۔

"آہ۔۔کیا میں جنت میں ہوں؟ "

"کیا یہ کوئی حور ہے؟ "

)اف رسی جل گئی مگر بل نہیں گیا (

نرس نے اسے دیکھا تو فوراً سے باہر گئی۔وہ دوائیوں کے زیر اثر تھا سو دوبارہ آنکھیں بند کر لیں۔

کچھ دیر پہلے کیف آیا مگر اسے سوتا دیکھ کر کچھ دیر کھڑا رہا پھر چلا گیا۔اس وقت شام ڈھلتی جا رہی تھی اور کچھ ہی دیر میں اندھیرا ہونے والا تھا۔آسمان پر ہلکا ہلکا نارنجی رنگ پھیل چکا تھا۔کہیں کہیں سرمئی بادل بھی تھے۔سورج ایک گولے کی صورت میں غروب ہوتا جا رہا تھا۔

وہ باہر ٹیبل پر خاموش سر جھکائے بیٹھا تھا جب لیزا اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔اس کے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی جو اس نے اس کی طرف بڑھائی۔اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"پی لو۔۔تم نے صبح سے کچھ نہیں کھایا۔۔وہ ٹھیک ہے" کیف نے اس کی چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔وہ پھیکا سا مسکرائی اور بوتل آگے بڑھائی۔اس نے بوتل لے لی اور پانی پی لیا۔پھر ساتھ ہی رکھ دی۔اس نے اسے کبھی اتنا پریشان نہیں دیکھا تھا۔بالآخر وہ بولا

"میری جان بچانے کا شکریہ "!

وہ اس کی طرف ہی دیکھ رہا تھا۔

وہ کچھ سوچنے لگی پھر چند ہی لمحے بعد مسکرائی "تم نے بھی تو میری جان بچائی تھی" پھر دونوں کے درمیان خاموشی حائل ہوئی۔وہ اپنے جوتے کو سر جھکائے زمین سے رگڑ رہا تھا۔بالآخر لیزا نے خاموشی توڑ دی۔

"تمھیں کچھ اور کہنا ہے تو کہہ سکتے ہو "

وہ چند لمحے خاموش رہا۔ارد گرد لوگ آجا رہے تھے مگر ان کی فکر کسے تھی۔۔شام بھی ڈھل چکی تھی۔۔پرندے گھروں کو لوٹ چکے تھے۔۔

اس نے ایک سانس خارج کی "ہم میٹرک میں تھے جب امی ابو ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔۔قیس بہت ضدی تھا،شرارتی مگر وہ حساس بھی بہت تھا۔۔میں صرف حساس تھا۔۔

ہم دونوں کو ایک دوسرے کو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی۔۔ہم ایک دوسرے کی آنکھیں اور چہرے پڑھ لیتے تھے" وہ متوجہ ہو کر سننے لگی۔

"ایک بار اسے اپنے دوستوں کے ساتھ شاہی قلعہ گھومنے جانا تھا۔۔تب ہم اس شہر نہیں آئے تھے۔۔لاہور کے قریب ہی رہتے تھے مگر لاہور نہیں رہتے تھے۔۔پہلے تو وہ مانا ہی نہیں۔۔نہ کسی دوست نے اسے منایا۔۔کلاس کا سب سے ذہین بچہ اگر شرارتی بھی ہو نا تو اپنے استاد کا پسندیدہ ہوتا ہے۔۔ قیس بھی اپنے استاد کا پسندیدہ تھا۔۔پرنسپل سے کہہ کر اس کے ٹیچر نے اسے ساتھ لے جانے کی حامی بھر لی۔۔ایک پیسہ نہیں لیا مگر صرف وہی کھانے پینے گھومنے پھرنے۔۔اپنا جیب خرچ جو اسے ساتھ لے کر جانا تھا۔۔ماموں ممانی سے بہت ڈانٹ کھائی۔۔ایک دوست سے ادھار کوٹ بھی مانگ کر لایا۔۔ تھوڑے بہت پیسے جوڑے تھے وہ ساتھ لیے۔۔اتنے کہ ایک جوس پی سکے اور سموسہ کھا سکے۔۔" کیف قصہ سناتے خود ہی ہنسا" اس رات قیس بہت خوش تھا۔۔اتنا زیادہ کہ مجھے بھی جگا جگا کر باتیں بتاتا تھا کہ یہ کرے گا وہ کرے گا۔۔" پھر اس نے ایک ٹھنڈی سانس لی

"صبح ہوئی اور ہم سکول گئے۔۔دس گیارہ بجے کے قریب وہ لوگ چلے گئے۔۔شام کو چھے بجے کے قریب وہ گھر آیا اور آتے ہی جوتے پھینکے، کوٹ اتار کر پھینکا اور بیڈ پر الٹا گر کر رونے لگا" ایک خاموشی

لیزا بولی "پھر؟ "

"وہ جن دوستوں کی ساری رات مجھ سے باتیں کرتا رہا تھا وہ سب پیچھے بیٹھے تھے۔۔اپنے دوستوں کے ساتھ مگر قیس۔۔اس کے لیے پیچھے کوئی جگہ نہ تھی۔۔وہ بس میں آگے بیٹھا تھا ۔۔پھر ساری سیر کے دوران وہ اکیلا اکیلا سا رہا کیونکہ اسے کسی کے پیچھے جانے کی عادت نہیں تھی۔۔وہ اس کی زندگی کا پہلا دن جب اس کا دل ٹوٹا تھا اور وہ بہت رویا تھا۔۔کچھ بھی ہو جائے، کوئی بھی ہو مگر انسان کا دل اس کے دوست کے ہاتھوں نہیں ٹوٹنا چاہیئے بہت تکلیف ہوتی ہے "

وہ خاموش ہو گیا۔لیزا بھی چپ تھی۔

"پھر کچھ دن وہ چپ چپ سا رہا مگر پھر نارمل ہو گیا۔۔پہلے کی طرح شرارتی" باہر شام گہری جامنی پڑتی جا رہی تھی۔۔لیزا محو سی سن رہی تھی۔

"پھر۔۔۔ایک دن کہنے لگا مجھے نئے جوتے چاہیئے۔۔ماموں کی ان دنوں ترقی ہوئی تھی سو میں نے اور قیس نے انھیں کیسے بھی کر کے منالیا۔۔نئے جوتے آئے۔۔عید پر نئے کپڑے جو آئے تھے میں نے نہیں پہنے قیس کو دے دیے۔۔میرے لیے میرا سب کچھ وہی تھا اور وہی ہے"اس نے نظر اٹھا کر لیزا کو دیکھا اور مسکرایا۔لیزا بھی مسکرائی"پھر۔۔پھر کیا ہوا؟"

"پھر۔۔کہنے لگا آج ہم جھولے لینے اور کھانے پینے جا رہے ہیں سب دوست۔۔پانچ بجے جائیں گے۔۔وہ لوگ کہہ رہے تھے تم تیار بیٹھنا ہم سب تمھیں لینے آئیں گے۔۔وہ ایک چھوٹے بچے کی طرح خوش تھا۔۔عید سے بھی زیادہ خوش۔۔اس نے اپنی ساری جمع پونجی ایک بار پھر اکٹھی کی۔۔تھوڑے پیسے میں نے بھی اسے دیے جو اس نے خوشی خوشی لیے۔۔میں بھی بہت خوش تھا کیونکہ وہ خوش تھا۔۔پھر پانچ بج گئے، چھے بج گئے، قطرہ قطرہ شام ڈھلی اور پھر رات پگھلتی گئی اور پھر صبح کے پانچ بج گئے۔۔کوئی نہیں آیا۔۔سکول جا کر پتہ چلا کہ وہ سب اسے بھول گئے تھے یا جان بوجھ کر نہیں لے کر گئے تھے۔۔ایک دوسرے پر الزام لگایا کہ فلاں نے کہا تھا کہ قیس کو رہنے دو اور ہم نے اس کی بات مانی اور بہت سے بہانے۔۔وہ گھر آیا اور کافی غصے میں تھا۔۔پچھلی بار اس کا دل ٹوٹا تھا تو وہ بہت رویا تھا۔۔اس

بار اس ٹوٹے دل سے خون رسنا شروع ہوا تھا اور وہ روتا جاتا اور دیوار پر مکے برساتا جاتا۔۔

یہاں تک کہ ہاتھ سے خون بہنے لگا۔۔ پوری رات وہ میری گود میں سر رکھ کر لیٹا رہا اور یہی پوچھتا رہا کہ آخر اس کا کیا قصور ہے۔۔ کیا وہ اکیلا رہنے کے لیے بنا ہے۔۔ کیا واقعی وہ ایسا ہے کہ کوئی بھی اسے چھوڑ دے۔۔ میں اسے کیا بتاتا جب کہ میرے پاس خود جواب نہیں تھا "

اسے دکھ ہوا تھا۔ وہ جیسا دکھتا تھا ویسا نہیں تھا۔ وہ بہت حساس انسان تھا مگر ایسا لگتا نہیں تھا ۔۔۔ انسان ایک ہی وقت میں کتنی جنگیں لڑتا ہے کتنا بدل جاتا ہے اور ہم اسے اسی طرح پرکھتے ہیں جیسا وہ دکھتا ہے۔۔ انسان جتنا آسان ہے اتنا ہی پیچیدہ ہے۔۔ لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے!

اول اول تو خون رستا رہا مگر پھر جب ہم لاہور آ گئے تو سب ٹھیک ہونے لگا تھا۔ زخم بھرنے لگا تھا۔۔ وہ پھر بدلنے لگا تھا۔ ایک دن مری کی سیر کے لیے جانا تھا۔ جیسے تیسے وہ مان گیا مگر پھر وہی ہوا جو ہوتا آیا تھا۔۔ اسے وہاں بھی اکیلا کیا گیا۔۔ وہ وہاں بھی اکیلا رہا۔۔ اس کے دوست کو اور دوست مل گئے۔۔ یہ سفر بھی ضائع ہو گیا۔۔ اس دن وہ رویا نہیں بلکہ آتے ہی بہت بولنے لگا، ہنسنے لگا، غم چھپانے لگا۔۔ پھر ایک دن اس نے مجھے سب بتا دیا۔۔ وہ مجھ سے کچھ نہیں چھپاتا۔۔ جلد یا بدیر سب بتا دیتا ہے۔۔ اس دن اس کا دل پتھر کا ہو گیا تھا۔۔ دوست

نامی احساس مر گیا تھا۔۔اس نے کوئی دوست نہیں بنایا۔۔ساری دنیا آپ کو چھوڑ دے تو محسوس نہیں ہوتا کیونکہ دنیا ہے۔۔اس سے ہمیں امیدیں وابستہ نہیں ہوتیں مگر دوست، زبردستی یا مرضی سے، پیار سے یا مار سے۔۔دوست کو چاہیئے کہ وہ اپنے دوست کو اپنے ساتھ رکھے۔۔کیونکہ دوست کا دیا دکھ صرف دکھ نہیں ہوتا۔۔ناسور ہوتا ہے جو کہ ہر بار دکھنے پر نئی تکلیف دیتا ہے "

"پھر۔۔اس نے دوست نہیں بنائے؟"لیزا بولی

"میں ہوں نا۔۔اس کا خاندان۔۔اس کا بھائی باپ دوست سب کچھ۔۔"کچھ سوچا"ایک لڑکا ہے اس کا ذکر کرتا تھا۔۔ملوایا بھی تھا اس سے۔۔آ۔۔کیا نام تھا اس کا "

پھر کچھ یاد آنے پر بولا"ہاں۔۔ابراہیم"لیزا ایک دم ہوش میں آئی"ابراہیم"اس نے صرف سوچا کہا نہیں۔

"کہتا تھا اس نے مجھے کھانا کھلایا تھا اور قیس کو سب سے زیادہ اچھے لوگ کھانا کھلانے والے لگتے ہیں۔۔بھوکا کہیں کا"اور آخر میں دونوں ہنس دیے۔اس کا بوجھ کافی حد تک ہلکا ہو گیا تھا۔

وہ اب قیس کے کمرے کی جانب بڑھ رہے تھے۔چلتے ہوئے راہداری میں کیف لیزا سے مخاطب تھا جو کہ اس کے بائیں جانب چل رہی تھی "مجھے سننے کا شکریہ "!

وہ مسکرائی۔"کسی شام تم نے بھی مجھے ایسے ہی سنا تھا"

انسان کے پاس کچھ ہو نہ ہو لیکن ایک ایسا دوست ضرور ہونا چاہیئے جو اسے سن سکے۔۔ صرف سن سکے۔۔کیونکہ زندگی میں بولنے والے، مشورہ دینے والے اور سنانے والے بہت ہوتے ہیں۔۔ایک سننے والا دوست ہی انسان کی اصل کمائی ہوتا ہے۔۔کیونکہ سننا ہی اصل آرٹ ہے۔

اس وقت وہ دونوں اس کے بیڈ کے ارد گرد کھڑے تھے۔کیف نے دونوں بازو سینے پہ باندھے تھے اور سنجیدہ سا اسے دیکھ رہا تھا۔اس نے گردن موڑی تو لیزا اس کے بیڈ کے پاس سے ہٹ کر کمرے میں پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔

"کیا ہو گیا ہے یار۔۔ایسے لگ رہا ہے جیسے دو فرشتے آ گئے ہوں میرے حساب کے لیے" باری باری ان دونوں کو دیکھا تو بول پڑا۔

سر پر پٹی بندھی تھی۔ باقی اور تو کوئی چوٹ نہیں تھی بس دائیں ٹانگ جہاں اس نے ہاکی ماری تھی اسے اٹھاتے وقت ذرا سی تکلیف ہوتی تھی۔

کیف اس کی لاپرواہی پر اور تپ گیا اور آگے بڑھ کر ایک تھپڑ اس کے بائیں گال پر رسید کیا۔

"آہ" وہ کراہ کر رہ گیا۔

پھر ڈھیٹوں کی طرح اس نے اپنی زبان کی نوک موڑ کر اوپر والی دائیں داڑھ پر لگائی "کتنا بھاری ہاتھ ہے تمھارا۔۔ دانت ہلنے لگ گیا ہے میرا" وہ خفا ہوا۔

"بکواس کی تھی نا میں نے کہ ان لفنگوں سے دور رہو۔۔ نہ جاؤ یونیورسٹی۔۔ لیکن میری یہاں سنتا کون ہے" وہ دہاڑا تھا بلند آواز میں۔

قیس ہکا بکا سا اسے دیکھ رہا تھا۔ بائیں طرف بیٹھی لیزا کو دیکھا

"بڑا خوش ہو رہی ہو گی چھپکلی کہیں کی۔۔ ہوں!" جبکہ وہ تو خاموش سنجیدہ سی بیٹھی تھی۔

"اچھا یار۔۔ معاف کر دو۔۔ اب دور رہوں گا ان سے "

"اب تم مجھے بتاؤ گے۔۔ ہوا کیا تھا" وہ اس کے قریب آیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ۔۔آ۔۔ان کی بہن لے کر بھاگ گیا تھا میں" وہ مسکرایا

ایک تو سیدھے سوال کے الٹے جواب!

اس نے ہاتھ اوپر اٹھایا اور دانت جمائے بولا" قیس۔۔ "

وہ ذرا سا پیچھے ہٹا" اوکے۔۔بتاتا ہوں۔۔وہ۔۔دراصل ہماری کلاس میں ایک منسٹر یا پتہ نہیں کوئی سیاسی جماعت کے لیڈر کا بھتیجا پڑھتا تھا۔۔اس کا جھگڑا ہو گیا تھا۔۔لیزے کی کلاس کے لڑکوں سے۔۔کوئی شرط تھی جو وہ جیتا تھا اور وہ لڑکے ہارے تھے۔۔بدلے میں انھوں نے ایک دوسرے کو برا بھلا کہا اور گالیاں بھی دیں۔۔ "

"اور ان سب میں تم کہاں تھے؟" اس نے بیچ میں ٹوکا

"ظاہر ہے۔۔میں نہیں تھا۔۔یہ سارا واقعہ تو کلاس میں جا کر پتہ چلا تھا "

"پھر؟"

"پھر کیا۔۔وہ امیر باپ کی بگڑی اولاد گاڑی پر آتا تھا جس کے سارے شیشے ان لڑکوں نے توڑ دیے بدلے میں تھوڑا بہت مارا بھی اس لڑکے کو۔۔جتنا کہ مجھے مارا ہے (ٹانگ اٹھائی تو درد محسوس ہوا)۔۔میں نے۔۔دیکھ لیا تھا۔۔ان لڑکوں کو "

کیف نے ایک ترحم بھری نظر اس پر ڈالی

"پھر جب اگلے دن وہاں ان لڑکوں کو پیش کیا گیا اور وہ امیر زادہ اپنے چاچا کو اٹھا لایا تو حساب کتاب شروع کیا گیا۔۔ لڑکوں سے پوچھ گچھ ہوئی تو۔۔ میں نے بھی گواہی دے دی کہ ہاں بھئی ان لڑکوں نے زیادتی کی۔۔ ان کا قصور ہے۔۔ وہ امیر زادہ تو معصوم ہے۔۔ پھر انھیں یونیورسٹی سے نکال دیا گیا۔۔ میں نے اس کی توقع نہیں کی تھی۔۔ میں نے کہا کہ چھوٹا موٹا مسئلہ ہے حل ہو جائے گا مگر۔۔۔ یہ حل ہوا ہے" اپنے سر پر لگی پٹی کو چھوا اور پھر سر جھٹکا۔

بڑے ضبط کے ساتھ بولا" قیس۔۔ تمھیں کیا ضرورت تھی پرائی آگ میں کودنے کی۔۔ اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو؟"

وہ اس کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔ماں کی طرح سمجھاتا ہوا (باپ کی طرح ہوتا تو دو چار اور لگاتا)

"نہیں ہوتا مجھے کچھ۔۔ بہت ڈھیٹ ہوں میں" کندھے اچکائے۔

وہ بس سانس لے کر رہ گیا۔اسے سمجھنا اور سمجھانا دونوں ہی مشکل تھا!

وہ دونوں اپنے گھر چلے گئے تو لیزا بھی گھر آ گئی۔اندر آتے ہی ملازمہ کو آواز دی

"بیلا۔۔۔ میرے کمرے میں چائے پہنچا دینا "

اور خود سیڑھیوں پر چڑھتی اوپر اپنے کمرے میں چلی گئی۔ آج وہ کافی تھک گئی تھی۔ آکر نہائی، کپڑے بدلے اور پھر بیڈ پر لیٹ گئی۔ موٹا نرم سرہانہ اپنی ٹھوڑی تلے رکھے سینے کے بل بیڈ پر لیٹے وہ سوچ میں گم تھی۔ پھر سیدھی ہو کر لیٹ گئی اور چھت کو گھورنے لگی۔ دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور بیلا اندر آئی۔ سائیڈ ٹیبل پر چائے کا کپ رکھا جس میں سے بھاپ اڑ رہی تھی۔ پھر ہاتھ باندھے مؤدب سا بولی

"وہ۔۔ صوفیہ میڈم۔۔ آپ کو بلا رہی تھیں" دھیما لہجہ۔

"ان سے کہو لیزا سو گئی ہے" بے زاری سے بولی۔

اور وہ سر ہاں میں ہلا کر چلی گئی۔ کافی دیر چھت کو گھورتے رہنے کے بعد اسے کمرے سے وحشت سی ہونے لگی تھی۔ وہ اٹھی، چائے کا کپ پکڑا اور باہر ٹیرس میں چلی گئی۔ باہر ایک چھوٹی میز تھی جس کے گرد دو کرسیاں تھیں۔ یہاں کبھی وہ اور اس کے ڈیڈی بیٹھ کر ڈھیروں باتیں کیا کرتے تھے۔ یہاں سے باہر نظر پڑتی تھی۔ وہ باہر گلی کو دیکھتے ہوئے کسی سوچ میں مگن تھی۔ چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔

"مجھے سننے کا شکریہ" یہ جملہ کبھی اس نے کیف کو بولا تھا جو آج کیف نے اسے بول دیا۔ زندگی اور وقت بہت عجیب چیزیں ہیں۔ پلٹ پلٹ کر ایک سے دوسرے انسان تک منتقل

ہوتی رہتی ہیں یہاں تک کہ انسان میچور ہو جاتا ہے۔جو کبھی کل اس پر وقت تھا آج کیف پر آیا تھا

منظر بدلا،لوگ بدلے اور وقت بہت پیچھے چلا گیا

وہ اپنی ماں کے کمرے میں تھی۔وہیل چیئر پر بیٹھی ایک انگریزی نقوش والی عورت اور سامنے ایک چھوٹے بالوں والی بوڑھی عورت۔لیزا تب بھی ایسی ہی تھی دبلی،پتلی مگر چھوٹے بالوں والی اور پریشان۔

"ممی میں آپ کو ہزار بار بتا چکی ہوں۔۔میں اس کا نام بھی نہیں سننا چاہتی اور آپ۔۔"

وہ سامنے کھڑی رو رہی تھی چلا رہی تھی۔

وہیل چیئر پر بیٹھی عورت نے ہاتھ سے دائیں بائیں لگے پہیے ہلائے اور ذرا سا اس کے قریب آئی "تمھارا باپ کوئی وارث نہیں چھوڑ کر گیا لیزا۔۔ہم بے سہارا ہیں ہمارا کوئی سہارا نہیں ہے" وہ سمجھانے کے انداز میں بول رہی تھیں مگر بلند آواز میں

"میرے ڈیڈی کا نام بھی مت لیں آپ۔۔آپ کی وجہ سے سب ہوا ہے۔۔میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گی" وہ چیخی تھی۔

"لیزا" بوڑھی خاتون کھڑی ہوئیں اور ڈانٹنے کے سے انداز میں بولیں "تمھاری ماں اور میں پاگل نہیں ہیں "

اس نے ان کی بات کاٹی "مگر میں پاگل ہوں اور آپ کو پتہ ہے پاگل کیا کرتے ہیں۔۔"

ارد گرد گردن موڑی نظر دوڑائی اور پلنگ کے ساتھ پڑی پلیٹ میں سیب کے ساتھ چھری پڑی تھی، اٹھالائی۔۔اپنا بازو آگے کیا اور کلائی پر چھری رکھی "پاگل لوگ خود بھی مرتے ہیں اور دوسروں کو بھی مار دیتے ہیں" آنکھیں اب سرخ ہو چکی تھیں۔۔

"اگر کسی نے۔۔آئندہ۔۔اس جانور کا نام لیا نا۔۔تو خدا کی قسم۔۔میں خود کو ختم کر لوں گی" اور چھری زمین پر پٹخ کر زور سے دروازہ بند کیا اور چلی گئی۔ گرینی سر نفی میں ہلا کر رہ گئیں۔

صوفیہ شدید غصے میں تھیں مگر اسے روک نہیں سکتی تھیں کیونکہ چلنے کی طاقت نہیں تھی

"باپ پر گئی ہے۔۔ٹیڑھی پسلی، ہوں!" اور سر جھٹکا۔

جس وقت وہ گھر سے نکلی مغرب ہو چکی تھی۔آسمان جامنی پڑتا جا رہا تھا۔سیاہی مائل جامنی! نہ کوئی پیسہ تھا نہ کوئی سہارا۔۔غصے میں ایسے ہی گھر سے نکل آئی تھی۔۔چلتے چلتے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ریلوے اسٹیشن کب آیا نہیں پتہ چلا۔۔بتیاں روشن تھیں مگر رش اتنا زیادہ نہیں تھا۔۔جس وقت وہ نکلی تھی اس وقت گالوں پر آنسو پھسل رہے تھے مگر اب تو وہ بھی سوکھ چکے تھے۔۔

"ڈیڈی۔۔مجھے بھی ساتھ لے جاتے۔۔کم از کم ان حیوانوں کے ساتھ نہ رہنا پڑتا"اور وہ ریل کی پٹری پر کھڑی تھی۔ایسے جیسے ریل کا انتظار کر رہی ہو کہ وہ کب آئے اسے کچل ڈالے۔۔خاموش سی سامنے کسی غیر مرئی نکتے کو تکتے ہوئے۔۔۔رات کا اندھیرا بڑھتا جا رہا تھا

"بی بی۔۔ٹرین آدھا گھنٹہ لیٹ ہے"ساتھ سے گزرتے کسی جوان نے اس سے اونچی آواز میں کہا۔اس نے گردن موڑی اور خاموشی سے اسے دیکھنے لگی

وہ نوجوان چلتا ہوا قریب آیا"دیکھیں۔۔آپ خودکشی کرنے آئی ہیں۔۔شوق سے کریں ۔۔مگر ٹرین آدھا گھنٹہ لیٹ ہے۔۔آپ وہاں(دائیں جانب اشارہ کیا جہاں بنچ پڑے تھے) بیٹھ جائیں۔۔انتظار کر لیں ٹرین کا۔۔ہو سکتا ہے آپ کا ارادہ بدل جائے"وہ بہت پر سکون انداز میں کہہ رہا تھا۔

"آپ جو بھی ہیں۔۔چلیں جائیں یہاں سے۔۔۔مجھے آج کوئی بھی نہیں روک سکتا" اونچی آواز میں گلا پھاڑ کر بولی

"دیکھیں۔۔"دور سے ٹرین کے آنے کی آواز آئی۔۔روشنی گہری روشنی۔۔چمکدار روشنی جو کہ ان دونوں کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔وہ نوجوان اس کے سامنے کھڑا تھا اور اس کی پیٹھ ٹرین کی طرف تھی۔۔اس وقت اس سے بات کرنا فضول تھا۔۔نوجوان نے ٹرین کے آنے کی آواز سنی جو کہ بہت قریب آرہی تھی۔۔لیزا کا دل دھڑکا۔۔اتنا تیز کہ سینے کی پسلیاں توڑ کر باہر آجائے۔۔وہ کچھ سوچنے سمجھنے سے قاصر تھی۔۔ایک دم کسی نے اس کی کہنی تھامی اور ایک جھٹکے سے اس کو لے کر دائیں جانب مڑ گیا۔اس نے جھٹکا کھایا۔۔گرنے لگی تھی مگر سنبھل گئی۔۔نوجوان بھی سنبھل گیا۔۔ٹرین گزر گئی۔۔

وہ وہیں زمین پر بیٹھ گئی اور غصے سے نوجوان کو گردن اٹھا کر دیکھا"روکا کیوں مجھے۔۔کیوں جھوٹ بولا تم نے؟"وہاں لوگ کم تھے مگر لوگ تھے۔۔کسی نے مڑ کر اسے دیکھا۔۔کسی نے دیکھ کر کچھ کہا اور کچھ صرف گردن موڑ کر دیکھ کر منہ میں بڑبڑا کر رہ گئے

"اگر تم مر جاتی نا۔۔تو کل کو تم نے میرا گریبان پکڑنا تھا اور اسی طرح کہنا تھا"وہ بھی اسی طرح چلایا"روکا کیوں نہیں مجھے؟جھوٹ کیوں نہیں بولا تھا"وہ خاموش ہو گئی۔

ہ بھی اس کے ساتھ زمین پر بیٹھ گیا۔دیوار سے ٹیک لگائے دونوں گھٹنے سینے سے لگائے بازوان کے گرد حمائل کیے وہ رو رہی تھی جب اس کی آواز سماعت میں پڑی "تم ہر وقت روتی ہی رہتی ہو "

رونے کی آواز بند ہوئی اس نے گردن اٹھائی تو اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور گالوں پر بہت سے آنسو۔۔اس نے ہاتھ کی ہتھیلیوں سے آنسو صاف کیے۔

"تو اور کیا کروں؟ "

"اپنے ارد گرد دیکھو۔۔کتنے لوگ ہیں۔۔اور دنیا میں اس سے بھی زیادہ لوگ ہیں۔۔سب کے مسئلے ہوتے ہیں۔یہاں سب پریشان ہیں مگر کوئی تمھاری طرح یوں کھڑا ہو کر مرتا نہیں ہے۔۔رونا مسئلوں کا حل نہیں ہے۔۔مرنا مسئلوں سے نجات نہیں ہے "

"تو پھر کیا ہے مسئلوں کا حل؟"ہوا سے آنسو خشک ہونے لگے تھے۔

"زندگی "!

"تمھیں نہیں پتہ میرے مسئلوں کا۔۔زندگی ہی تو عذاب ہے"اس کی آواز پھر سے رندھ گئی،وہ رو دینے کو تھی

"کیا ہیں تمھارے مسئلے؟"بہت دوستانہ انداز میں پوچھ رہا تھا۔

"میرے ڈیڈی نہیں ہیں۔۔کچھ عرصہ پہلے وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ۔۔میرے ڈیڈی نے اپنے ایک اچھے اور برے وقت کے اچھے دوست کے ساتھ مل کر ایک ہوٹل خریدا تھا۔آج ڈیڈی کے دوست وہ ہوٹل چلا رہے ہیں اور آدھے پیسے مجھے بھی مل رہے ہیں مگر میری ممی۔۔"ایک لمحے کا توقف" نفرت ہے مجھے ان سے۔۔ان کے بھائی پیچھے پڑے ہیں ہمارے۔۔ڈیڈی نے گھر بھی میرے نام کر دیا تھا۔۔اسی بات کا ممی کو سب سے زیادہ دکھ ہے۔انھوں نے اپنے حیوان نما بھتیجے سے میری بات پکی کروادی تاکہ گھر اور ہوٹل دونوں ان کے قبضے میں آسکیں۔وہ جانور زبان سے کم اور ہاتھوں سے زیادہ بات کرتا ہے۔میں منع کر چکی ہوں کہ مر جاؤں گی مگر اس سے شادی نہیں کروں گی۔اس لیے ایک ہی بار مرنا بہتر ہے روز روز کی موت سے "

اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ اس لڑکے سے کیوں کہہ رہی تھی یہ سب مگر کہہ رہی تھی۔

اس لڑکے نے سانس خارج کی "تو تم چاہتی ہو کہ مر جاؤ۔اپنی کرسی خالی کر جاؤ تاکہ بعد میں وہ لوگ آئیں اور تمھاری چیزیں لے جائیں "

وہ خاموش رہی

"ایسا نہیں ہوتا لیزا" اپنا نام اس کے منہ سے سننے پر چونکی "زندگی میں سب کے لیے ایک جیسی نہیں ہوتی۔۔ مگر اس کا مطلب یہ نہیں کہ جینا ہی چھوڑ دو، لڑنا سیکھو۔۔ تمھارے ڈیڈی تمھارے لیے سب چھوڑ کر گئے۔ تم ملکہ ہو اور ملکہ اپنی ریاست بچانے کے لیے آخری دم تک لڑتی ہے۔۔ تمھاری ممی تمھاری بات نہیں مانتیں تو ٹھیک ہے تم ان سے بات منوالو۔ وہ لڑکا تمھارا پیچھا نہیں چھوڑتا تو کوئی بات نہیں۔۔ وہ اگر گیڈر بنتا ہے تمھارے آگے تو تم کیوں ہرن بنتی ہو۔ اپنے حق کے لیے لڑنا سیکھو۔۔ زندگی بہادروں کا استقبال کرتی ہے اور بزدلوں کو خود ہی تھکا تھکا کر مار ڈالتی ہے" تھوڑا بہت اثر ہوا تھا اس پر

"میری نہ ماں ہے نہ باپ۔۔ میں بھی کبھی تمھاری طرح سوچتا تھا مگر۔۔ میرے پاس جینے کی وجہ ہے۔۔ تمھارے پاس بھی جینے کی وجہ ہونی چاہیئے۔۔ اگر نہیں ہے تو کوئی بات نہیں وجہ بنالو" وہ خاموشی سے محو سی سن رہی تھی۔ اسے یاد آگیا تھا یہ وہی لڑکا تھا جسے اس دن اس نے لائبریری میں دیکھا تھا۔

وہ ذرا سا پیچھے ہٹا اور دور کہیں اشارہ کیا جہاں ایک لڑکا ہو بہو اس کے جیسا کسی لڑکے کے ساتھ کھڑا مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا تھا۔

"وہ۔۔لڑکا دیکھ رہی ہو۔۔وہ میرا بھائی ہے۔۔لوگوں کو بے وقوف بنا بنا کر پیسے بٹور رہا ہے" وہ ہنس دیا۔لیزا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا

"میں اس کے لیے جیتا ہوں اور وہ میرے لیے "

"مگر۔۔میرے پاس ایسا کوئی نہیں ہے" اب وہ رو نہیں رہی تھی

"تو تم اپنے لیے جی لو۔۔" سیدھا سا جواب تھا "خود سے محبت ایک آرٹ ہے اور ہر شخص آرٹسٹ نہیں ہوتا"

پھر کچھ لمحوں بعد وہ کھڑی ہوئی "میری جان بچانے کا شکریہ!" اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر شکریہ وصول کیا۔

"میرا ایک مشورہ ہے۔۔آئندہ کسی کو اپنے بارے میں کچھ نہیں بتانا۔۔ہر کوئی کیف نہیں ہوتا (پھر دوبارہ اپنے بھائی کی طرف اشارہ کیا جو ابھی بھی خوش گپیوں میں مصروف تھا) کچھ قیس بھی ہوتے ہیں" اور دونوں ہنس دیے

"اگر کبھی آپ کا دوبارہ خودکشی کرنے کا دل کرے تو اسی لائبریری میں آجایئے گا جہاں آپ پہلی بار گرتے گرتے بچیں تھیں۔۔میں وہاں کا لائبریرین ہوں۔۔صبح کے وقت کبھی کبھی مگر شام میں روزانہ وہیں ہوتا ہوں "

لیزا کو کچھ یاد آیا "آپ کو میرا نام کیسے پتہ تھا"

اس نے سر کے پیچھے کھجایا "وہ۔۔آ۔۔۔اس دن آپ کو ٹشو دیتے وقت غلطی سے آپ کی نوٹ بک پر نظر پڑی تھی۔۔نام لکھا تھا اس پر آپ کا"

وہ بس مسکرا دی "کوئی بات نہیں۔۔اتنی غلطی تو بنتی ہے "

اس کا بوجھ کافی ہلکا ہو چکا تھا۔وہ بس مسکرائی اور پھر چل دی!

یہ لیزا اور کیف کی پہلی ملاقات تھی۔اپنے تخیل سے باہر آئی اور سر جھٹکا۔چائے کا کپ لبوں سے لگایا مگر چائے یخ ٹھنڈی ہو چکی تھی۔۔اب اس چائے کو کون پیے جسے ماضی کی یادیں ٹھنڈا کر دیں!

دوپہر کا وقت تھا۔باہر بہت زیادہ دھوپ تھی اس لیے سب بچے گھر ہی تھے سوائے حوا اور سکینہ کے۔۔جن کے آخری دو ہرچے رہ گئے تھے۔۔جن میں سے ایک آج وہ دینے گئی تھیں۔اپنے کمرے میں کھڑکی پر سے پردہ ہٹائے، کرسی پر بیٹھے، میز پر بازو رکھے وہ کسی کاغذ پر جھکا کچھ لکھ رہا تھا۔پنسل تیزی سے کاغذ پر چل رہی تھی۔دفعتاً سمیرا کمرے میں داخل ہوئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ابراہیم!" وہ اس کی کرسی کے پیچھے آ کھڑی ہوئیں

"جی!" اس نے گردن اٹھائی۔

"بیٹے، وہ سفید شاپر نہیں مل رہا۔۔ تمھارے کپڑے تھے۔۔ میں نے سوچا تھا کہ شادی ہے نئے بنوالوں۔۔ پتہ نہیں میں نے رکھ دیا ہے کہیں۔۔ یاد نہیں آ رہا" وہ کچھ فکر مند تھیں۔

"امی" وہ پیچھے مڑا اور تھوڑی سی گردن موڑی۔ پچھلی دیوار کے ساتھ لگے ٹرنک کو دیکھا "ٹرنک میں دیکھ لیں۔۔ اس میں نہ رکھ دیا ہو" پھر گردن اٹھا کر پاس کھڑیں سمیرا کو دیکھا "ہوں" اور پھر پچھلی دیوار کی طرف آ گئیں اور اوپر رکھی چادر ہٹائی اور ٹرنک کھولا۔ اندر بہت سا سامان تھا۔۔ وہ کپڑے ڈھونڈنے لگیں اور وہ پھر سے لکھنے لگا۔ ایک سفید شاپر کھولا اور اس میں جھانکا۔۔ کپڑے مل گئے۔۔

"یہ دیکھو۔۔ یہاں پڑے تھے۔۔ میں بھی نا۔۔ آج ہی جاتی ہوں درزی کے پاس" پھر ارد گرد بکھرے کپڑے اس میں ڈالنے لگیں۔ سارا سامان سمیٹ کر باہر چلی گئیں۔ اس نے اپنا کام مکمل کیا، کاغذ کو تہہ کر کے ایک لفافے میں ڈالا اور اس پر ایک کتاب رکھ کر اٹھ گیا۔ باہر جانے لگا تھا کہ ٹرنک کے پاس نیچے گری کوئی چیز تھی جو اس کی آنکھ میں کھٹکی۔۔ شاید

سمیرا سے گر گئی ہو اور ٹرنک بند کرتے وقت ڈالنا بھول گئیں ہوں۔۔ خیر وہ جھکا اور اس چیز کو اٹھایا۔ وہ ایک ٹوپی تھی۔ بھورے رنگ کی "فلیٹ کیپ"۔۔ یہ کسی زمانے میں اسے سر سٹیفورڈ نے دی تھی۔ اس نے اسے پکڑا اور مسکرا دیا۔ آہ! ماضی کی بھٹکی ہوئی یاد۔۔۔

منظر بدلا، لوگ بدلے وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔۔

اس وقت جنوری چل رہا تھا اور سردی بہت زیادہ تھی۔۔ کسی اہم موضوع پر اسمبلی تھی شاید کوئی اہم اعلان کرنا تھا۔۔ خیر! اسمبلی کا آغاز ہوا۔۔ تلاوت کے لیے بچے کو بلایا گیا لیکن وہ نہیں تھا۔۔ وہ آج چھٹی پر تھا۔۔ ایک داڑھی والے استاد نے ابراہیم کو اشارہ کیا جو کہ قطار میں دوسرے نمبر پر کھڑا تھا۔۔ سردی تھی مگر ابھی دھند نہ تھی۔۔ وہ جھجکا پھر کہیں کسی زمانے میں عبداللہ کی کہی ہوئی ایک بات اسکی سماعت میں ٹکرائی

"تم چاہ بھی نہیں سکتے، اگر اللہ نہ چاہے "

اپنی قطار میں سے باہر آیا اور اس اونچی جگہ جانے لگا جہاں کھڑے ہو کر آج اسے تلاوت کرنی تھی

پھر ایک اور بات سماعت سے ٹکرائی

" اس نے تمھیں چن لیا۔۔اتنے لوگوں میں سے" یہ بات وہ اکثر کہا کرتے تھے جب بھی قرآن شروع کرتے تھے۔

سیڑھیاں چڑھا اور اوپر اس اونچی جگہ پہنچ گیا۔اس کی نظر ایک ہجوم پر پڑی۔۔مائیک کے سامنے جا کھڑا ہوا۔۔

"اف۔۔اتنے سارے لوگ ہیں" وہ ذرا سا پریشان تھا مگر لمحے سرک رہے تھے "میں گھبرا جاؤں گا۔۔شاید بھول بھی جاؤں"

آخری بات جو اس نے خود سے خود کو کہتے سنا" اللہ تھام لینا "

اور اس نے آنکھیں بند کر لیں اور اب وہ عبداللہ کے سامنے مسجد میں بیٹھا تھا۔پہلے عبد اللہ نے سورہ الرحمن کی پہلی پانچ آیات پڑھیں پھر اس نے۔۔سورہ الرحمن عبداللہ کی پسندیدہ سورت کی۔۔وہ کہتے تھے جنت کا ذکر اس کا تخیل انھیں اپنا گرویدہ بنا لیتا ہے۔۔

اب وہ سات آٹھ سال کا چھوٹا لڑکا ان کی طرح تلاوت کر رہا تھا۔۔پانچ آیات پڑھ کر رک گیا۔۔پھر عبداللہ نے اشارہ کیا تو اس نے انگلی رکھ کر ساری سورہ پڑھ لی۔۔وہاں سکون تھا۔۔نور تھا جو اسے گرویدہ بنا لیتا تھا۔۔وہ مسکرایا عبداللہ بھی مسکرا دیے

مگر آج وقت کم تھا اس نے آدھی سورت پڑھی اور "صدق اللہ العظیم" کہہ کر نیچے اتر آیا ۔۔نہ کوئی آیت بھولی نہ وہ گھبرایا۔۔ہر طرف خاموشی تھی۔۔اتنی خاموشی کہ جب وہ واپس آرہا تھا تو اسے اپنے قدموں کی چاپ سنائی دے رہی تھی۔۔پھر ایک استانی آئی اور پھر پرنسپل اور جو اہم اعلان ہونا تھا وہ ہو گیا۔۔

آدھے گھنٹے کی اسمبلی اور پھر سب اپنی اپنی جماعت میں چلے گئے۔۔گیارہ بجے کے قریب دھند بڑھنے لگی تھی۔۔سانس بھی لیتے تو منہ اور ناک سے بھاپ نکلتی۔۔چھٹی کا وقت قریب تھا، سر سٹیفورڈ نے اسے اپنے پاس بلایا اور رک کر انتظار کرنے کو کہا اسی درخت کے نیچے جہاں کبھی لیزا بیٹھی تھی۔۔چھٹی ہوئی اور وہ وہاں بیٹھ گیا۔سرخ ناک، پلکیں نم، ہاتھوں کو آپس میں رگڑ رہا تھا۔کبھی کبھی پہنے ہوئے کوٹ میں ہاتھ ڈال لیتا۔۔سامنے سے سیڑھیاں اترتے سر سٹیفورڈ آرہے تھے۔۔نظر پڑی تو دونوں مسکرا دیے۔۔

وہ اس کے پاس آکر بیٹھے

"گرمی تو نہیں لگ رہی؟" اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے جیسے بہت اچھے دوست ہوں

"بہت!" اس کے منہ سے بھاپ نکلی تھی

وہ مسکرا دیے۔

"آ۔۔ تمھیں کچھ کہنا ہے" انھوں نے اپنی بات شروع کی

"میں سن رہا ہوں "

"اتنی اچھی تلاوت کہاں سے سیکھی؟" آنکھوں میں ایک عجیب سی چمک تھی۔

"میرے چچا نے سکھائی ہے۔۔ وہ مجھ سے بھی اچھی تلاوت کرتے ہیں۔۔ جب وہ تلاوت کرتے ہیں تو لگتا ہے انسان اس دنیا کا ہے ہی نہیں۔۔ ہوا میں کہیں ہلکا سا ہو کر اڑ رہا ہے" وہ مسکراتے ہوئے عبداللہ کی تعریف کر رہا تھا

"ہوں۔۔ مجھے بھی ایسا ہی محسوس ہوا ہے آج۔۔ کیا میں تم سے ایک بار پھر سن سکتا ہوں؟" وہ سنجیدہ تھے

وہ حیران ہوا۔ آنکھیں کھل گئیں۔ پھر مسکرایا۔ سردی میں بھی گال لال ہوئے

"نہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے "

وہ مسکرائے اور اس کا گال کھینچا۔ وہ کراہ کر رہ گیا۔

پھر کھڑے ہوئے "ٹھیک ہے! میں صبح فجر پہ تمھارے ساتھ ہوں گا۔۔ تمھارے گھر۔۔ خود آ کر سنوں گا" وہ آمنے سامنے کھڑے تھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں نہیں۔۔میں فجر کے وقت گھر نہیں ہوتا۔۔دادا کے ساتھ مسجد ہوتا ہوں "

"اوہ" ماتھے پر لکیریں ابھریں "اتنا چھوٹا بچہ اتنی سردی میں صبح صبح مسجد تک جاتا ہے۔۔ ٹھنڈ نہیں لگتی؟" ابرو اٹھایا

منہ بسورا "میں کوئی بچہ نہیں ہوں" اور ان کے ذرا سا قریب ہوا۔کندھے سے ذرا سا نیچے تک آتا تھا۔ان کے کان میں سرگوشی کی "اور میرا خون بہت گرم ہے" وہ ہنس دیے۔۔ وہ بھی مسکرایا

اب دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔۔وہ انھیں اس مسجد کا پتہ بتا رہا تھا جہاں وہ صبح جاتا تھا۔۔گھر سے چند قدم فاصلے پر ہی تھی۔۔زیادہ دور نہیں تھی۔وہ پارکنگ ایریا میں کھڑے تھے۔اس نے سائیکل نکالا اور اس کے ہینڈل پکڑے کھڑا ہو گیا۔

انھوں نے اپنے سر سے بھورے رنگ کی "فلیٹ کیپ" اتاری اور اس کے سر پر رکھی۔۔ اس نے آنکھیں اوپر اٹھائیں ٹوپی کو دیکھا (وہی بھوری ٹوپی جو آج اس کے ہاتھ میں تھی)

"میری طرف سے تحفہ۔۔لٹل ابراہیم!" پھر خود ہی مسکرا دیے۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی (منہ سے دھند کے باعث بھاپ نکلی)

"پتہ نہیں میں بڑا کب ہوں گا!" اس نے کندھے ڈھلکا دیے

آخری باران سے ہاتھ ملایا اور پھر سائیکل پر بیٹھ کر چل دیا۔ سر سٹیفورڈ پیچھے کھڑے دیکھتے رہے، وہ دھند میں غائب ہو گیا۔

اسے دل بھر آیا تھا۔ کتنا اچھا وقت تھا ان کے ساتھ۔۔ کبھی کسی وقت وہ یہی ٹوپی پکڑے بہت خوش تھا اور آج یہی ٹوپی پکڑے اداس۔۔ اچھی یادیں بھی آنسو دیتی ہیں !

اس نے ٹرنک کھولا اور ٹوپی دوبارہ اندر رکھی۔۔ اندر اور بھی کافی سامان تھا۔۔ ایک طرف بھورے رنگ کا فوجی لباس اور اس کے نیچے رکھے بھورے موٹے فوجیوں والے بوٹ تھے۔۔ اس نے ٹرنک بند کر دیا۔۔ ماضی گزر گیا وہ حال میں آ گیا اور پھر باہر چلا گیا۔۔

لو بھئی آج امتحان ختم ہوئے۔ مصیبت ٹلی۔ محنت کر لی اور رحمت کی امید ہے۔۔ آج موسم اچھا تھا، زیادہ گرم نہیں تھا۔ ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔ ظہر کی نماز پڑھی اور وہ نیچے صحن میں تخت پوش پر بیٹھی تھی۔ سامنے ایک کہانیوں کی کتاب کھلی تھی اور وہ بڑے مزے سے شہزادیوں اور شہزادوں کی جادوئی دنیا میں کھوئی تھی۔ جہاں ایک دیو نے ایک شہزادی کو پکڑا تھا اور شہزادہ اسے بچانے والا تھا۔ ساتھ ہی چارپائی پر دائی اماں بیٹھی تھیں جو کہ سوئی میں

دھاگے ڈالنے کی بار بار ناکام کوشش رہی تھیں ان کی نظر کمزور تھی جو وہ آنکھیں چھوٹی کر کے قریب لے جا کر بھی نہ ڈال پاتیں۔

دفعتاً باہر کا دروازہ بجا۔ حوا نے گردن موڑ کر دائیں طرف بیٹھیں دائی جان کو مسکرا کر دیکھا۔ وہ منہ بسورتے اٹھیں۔ دروازہ کھلا اور ایک نوجوان اندر داخل ہوا۔ حوا نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا مگر پھر کتاب پر جھک گئی۔ نوجوان تخت پوش کے قریب آیا۔ حوا نے گردن اٹھا کر کھڑے لڑکے کو دیکھا "السلام علیکم! عباس بھائی "

"وعلیکم السلام۔۔۔ چچی کہاں ہیں؟ "

"امی۔۔۔ اوپر ہوں گی" وہ سر ہلا کر اوپر چلا گیا۔

حوا ساتھ ساتھ پنکھا جھل رہی تھی۔ جس سے اس کے سر پر اوڑھا دوپٹہ ہر بار ہوا سے تھوڑا سا پھول جاتا پھر کانوں سے لگتا۔۔ پھر وہ پنکھا جھلتی پھر ہوا آتی اور پھر دوپٹہ ذرا سا پھول کر دوبارہ کان سے جا لگتا !

آسیہ بیگم اپنے کمرے کے باہر چھوٹے برآمدے میں ہی بیٹھیں تھیں۔۔ شیخو اور عبداللہ کے کپڑوں کو مائع لگاتے ہوئے، وہ مصروف سی تھیں

"السلام علیکم چچی!" وہ ان کے سامنے کھڑا تھا۔

"وعلیکم السلام!" پھر کھڑی ہوئیں اور ساتھ پڑی دوسری کرسی آگے کی "آ بیٹھ۔۔ "

پھر حال احوال پوچھ کر وہ اٹھیں اور اندر چلی گئیں۔۔ باہر آئیں تو ان کے ہاتھ میں چھوٹی سی پوٹلی تھی۔۔ ساتھ میں ایک کاغذ۔۔

"یہ۔۔ پکڑو" میرون رنگ کی پوٹلی آگے بڑھائی "یہ۔۔ چند ایک بالیاں ہیں۔۔ اچھی قیمت میں بیچ دینا" اور پھر کاغذ آگے بڑھایا" اور یہ۔۔ اس کے ابا کی دوائیاں ہیں۔۔ یہ بھی لاہور سے ہی لانی ہیں۔۔ دھیان سے لانا" وہ سمجھا رہی تھیں۔

اس نے بنا کھولے پوٹلی اور کاغذ جیب میں رکھے۔۔ دائی جان شربت کا گلاس لائیں۔۔ اسے پکڑایا اور پھر چلی گئیں۔۔

"چچی۔۔۔ اس کی کیا ضرورت تھی۔۔ کہیں سے ادھار لے لیتیں پیسے۔۔ بالیاں کیوں بیچ رہیں؟ "

وہ کچھ افسردہ ہوئیں "بیٹے، دوائیاں مہنگی ہیں۔۔ اس کے ابا اسی لیے احتراز برت رہے۔۔ بھلا زندگی بھی کبھی سونے سے زیادہ قیمتی ہوتی ہے۔۔ سونا ہوتا کس لیے ہے۔۔ برے وقت کے لیے ہی تو ہوتا ہے" وہ سر جھکائے سن رہا تھا

"چچی آپ نہ پریشان ہوں۔۔میں کل ہی آپ کا کام کر دوں گا" پھر کھڑا ہوا" چلیں اب میں چلتا ہوں۔۔اپنا خیال رکھیے گا "

وہ مڑا گیا تو آسیہ بیگم کمرے میں چلی گئیں۔۔مگر سیڑھیوں کی طرف جاتے ٹھٹکا۔۔ وہاں حوا کھڑی تھی۔۔(کیا اس نے سب سن لیا؟) یہ پہلا سوال تھا جو اس کے ذہن سے ٹکرایا۔

"عباس بھائی۔۔۔وہ۔۔ایک منٹ" پھر بھاگ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔واپس آئی تو مٹھی بند تھی۔۔وہ ہاتھ بڑی رازداری سے اس کی طرف بڑھایا اور مڑے ہوئے چند پیسے اسے دیے۔

اس نے سوالیہ نظروں سے دیکھا

"یہ۔۔مجھے نا کہانیوں کی کتابیں اور رسالے لا دیں۔۔شیخو کو کہتی ہوں تو وہ چھے مہینے بعد آتا ہے۔۔مجھ سے اتنا انتظار نہیں ہوتا" پھیکا سا مسکرائی۔وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

پھر سیڑھیاں اترا اور دروازے کی طرف بڑھا۔۔کسی احساس کے تحت پیچھے منہ موڑا اور اوپر اسی جگہ دیکھا جہاں کچھ لمحے پہلے وہ اور حوا کھڑے تھے۔۔حوا ابھی بھی وہیں کھڑی تھی۔۔۔کچھ سوچ رہی تھی۔۔اس نے سر جھٹکا اور چل دیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شام ہوئی تو ہر طرف رونق مدہم پڑنے لگی۔وہ برآمدے میں پڑی چارپائی پر چوکڑی مارے بیٹھا تھا۔اس کی کوئی کتاب تھی جس کی جلد اکھڑ گئی تھی اور وہ اسے ہی جوڑ رہا تھا۔

دروازے پر دستک ہوئی۔

"کون؟"چارپائی سے نیچے اترا،جوتا پہنا"اپنے ہی ہیں جی "

اس نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔سامنے شوخ گلابی رنگ پہنے،گالوں پر لالی اور ہونٹوں پر سرخی لیے کوئی کھڑا تھا۔نہ وہ مرد تھا نہ عورت،ہاں! وہ خواجہ سرا تھا۔ابراہیم مسکرایا۔

"تم "

"ہاں میں"وہ مسلسل ڈوپٹے کے پلو کو ہاتھ میں پکڑے گول گول گھما رہی تھی۔

"ہٹو جی۔۔اندر بھی جانے دو"اندر جھانکتے ہوئے بولی۔

"مجھے لگتا ہے آپ غلط راستے پر آگئی ہیں"وہ پتلیاں سکیڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہاہائے!۔۔چل ہٹ۔۔میں سب کچھ بھول سکتی ہوں تیرے گھر کا پتہ نہیں۔۔اب بڑا ہو گیا ہے تو ہمیں چارتا ہے"شوخ انداز میں بولی اور اپنے ہاتھ سے اس کے کندھے کو جھٹک کر اندر بڑھی۔

اس نے دروازہ بند کیا۔

"ارے سنو جی۔۔سکینہ!"اس کی آواز سن کر سمیرا کمرے سے باہر آئیں۔

"ارے چھمی"اور اس سے گلے ملیں"تم کب آئی؟"

"بس ابھی آئی ہوں۔۔یہ جو تیرا لڑکا ہے نا۔۔بڑا ظالم ہے۔۔پنچایت لگا کر بیٹھ گیا تھا دروازے پر"چارپائی پر بیٹھے ابراہیم کو دیکھ کر منہ بناتے ہوئے بولی۔

وہ ہنسی دباتے ہوئے اپنی کتاب جوڑ رہا تھا۔

سکینہ بھی باہر آگئی۔

"السلام علیکم!۔۔کیسی ہو چھمی "

"میں تو ٹھیک ہوں۔۔تم سناؤ؟ "

"میں بھی اچھی ہوں "

چھمی وہیں چارپائی پر ابراہیم کے ساتھ بیٹھ گئی۔سمیرا نے اسے شربت بنا کر دیا۔

"کب آئی ہو گاؤں سے ؟"گلاس پیش کرتے ہوئے بولیں۔

"بس تھوڑی دیر پہلے ہی۔۔ گرو جی سے آخری بار سلام دعا کی اور بس سیدھا ادھر "ابھی پھر وہ دوپٹے کا پلو گھمانے لگی۔

سمیرا کرسی لا کر اس کے سامنے ہی بیٹھ گئیں۔ادھر اُدھر کی باتیں کیں اور پھر بولی "نال والیاں داسناؤ"

"سب ٹھیک ہیں۔۔ چکر لگا آنا ادھر بھی "

ڈھلتا سورج گہری شام۔۔وقت سرکتا گیا۔۔ساتھ والے سفید مکان میں بھی مہمان آئے تھے۔حوا کی خالہ اور ان کے دو بچے۔۔ایک بیٹا "حماد "اور چھوٹی بیٹی جو کہ حوا اور سکینہ کی ہم عمر تھی "دعا"۔۔وہاں بھی رونق لگی تھی۔۔

وہ وہیں بڑے سے صحن میں بیٹھے تھے۔اتنے عرصے بعد آئے تھے۔حوا نے یاد کرنے کی کوشش کی کہ آخری بار کب ملے تھے۔۔مگر صحیح سے یاد نہ تھا۔۔شاید تب بہت چھوٹے تھے۔۔

خیر شیخو باہر سے آیا اور سلام کر کے اوپر چلا گیا۔حوا تو شرماتی رہی۔۔جا کر کیا کہنا ہے سلام کیسے لینا ہے۔۔خیر بہت سی سوچیں لے کر وہ گھنٹہ ضائع کر کے نیچے چلی ہی گئی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"السلام علیکم "!

آواز جیسے بہت ہی مشکل سے باہر آئی ہو۔اس کے بر عکس اس کی خالہ کے بچے کافی ہوشیار لگ رہے تھے۔۔بیٹی تو گول گول آنکھیں گھما کر سارے گھر کا جائزہ لے رہی تھی۔۔

اور تو اور وہ ثمر کے ساتھ بیٹھ کر خوب گپیں لگا رہی تھی۔۔

"ہیں۔۔حوا تو ہی نالائق رہ گئی ہے بس!"دل ہی دل میں اس نے خود کو خوب کوسا۔

پھر انگلیاں مروڑتی جانے کے لیے مڑی کہ آسیہ بیگم نے پیچھے سے آواز لگادی

"حوا۔۔بیٹھو بیٹا خالہ کے پاس "

وہ مڑی اور بمشکل مسکرائی

"امی۔۔میں اوپر تھوڑا سا کام کر رہی تھی۔۔وہ کر کے آئی"

اس کی نظر سامنے بیٹھے حماد پر پڑی۔۔وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔۔وہ مسکرا بھی نہ سکی اور اوپر آگئی۔۔

"اللہ۔۔میرا کیا ہو گا؟"وہ صدمے کی حالت میں بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔

وہ گھر پہنچا اور پہنچ کر کمرے میں چلا گیا۔ چارپائی پر بیٹھا اور جیب سے وہ پوٹلی نکالی جو آسیہ بیگم نے اسے دی تھی۔ ارد گرد نظر گھمائی مگر وہاں کوئی نہیں تھا۔۔ پھر اطمینان سے گرہ کھولی اور اس میں جو کچھ تھا اسے گود میں گرایا۔ آٹھ بالیاں تھیں۔ مختلف سائز کی، چھوٹی بڑی پھر اس سے بڑی اور پھر سب سے بڑی۔۔ مگر زیادہ بڑی نہیں تھیں۔ اس نے انھیں ہاتھ میں پکڑا۔ یہ اس نے کہیں دیکھی تھیں۔۔ کیا یہ آسیہ بیگم کی تھیں۔۔ نہیں! اس نے دماغ پر زور ڈالا۔ دماغ کی کوئی کھڑکی کھلی اور اسے یاد آیا۔۔ سیڑھیاں چڑھتے جب وہ اوپر جا رہا تھا تو نیچے تخت پوش پر بیٹھی پنکھا جھلتی حوا پر نظر پڑی تھی۔۔ ایک دم سے ذرا سا دوپٹہ کان سے ہٹا تھا ۔۔ صرف سوراخ تھے۔۔ ننھے ننھے سوراخ کان کے کناروں پر جہاں اکثر چھید کر کے بالیاں ڈالی جاتی ہیں۔۔

"یہ اس کی بالیاں ہیں؟ "

"مگر یہ ضروری تو نہیں کہ اس کی ہوں۔۔ ہو سکتا ہے چچی نے اپنی یا کسی اور کی دی ہوں" خود ہی خیال کی نفی کر دی۔۔

پھر وہ کافی دیر سوچتا رہا۔۔ مگر جتنا سوچتا دماغ اتنا گھوم جاتا۔۔ اس نے بالیاں دوبارہ پوٹلی میں ڈالیں اور پوٹلی بند کر کے دوبارہ جیب میں رکھ دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رات کو سب لوگ اکٹھے ہوئے تو رونق میں اضافہ ہو گیا۔ان کے گھر کو زرد بتیاں لگا کر روشن کیا گیا تھا۔نیچے صحن میں سب خواتین اور بچے موجود تھے اور ایسے ہی گپ شپ لگاتے ہنس رہے تھے، باتیں کر رہے تھے۔بی جان ایک لکڑی کا چھوٹا تختہ سا اٹھا لائیں جسے انھوں نے اپنی گود میں رکھا اور ہاتھ اس پر مارتیں بڑی مہارت سے اسے بجا رہی تھیں۔باقی بیٹھ کر تالیاں بجاتے اور ساتھ گاتے تھے۔۔شیخو وہاں نہیں تھا۔۔عبداللہ کے ساتھ نماز پڑھنے گیا تھا۔۔ابراہیم نماز پڑھ کر آ گیا تھا۔۔کچھ دیر بیٹھا اور پھر چھت پر جانے لگا کہ۔۔آسیہ بیگم نے پیچھے آواز لگائی

"ابراہیم "

وہ وہیں رکا "بیٹا۔۔سٹور سے دو تین کرسیاں لا دو۔۔شیخو پتہ نہیں کہاں رہ گیا ہے "

"جی اچھا" اور وہ اوپر جانے لگا۔

سٹور کا دروازہ کھلا تھا اور شاید کوئی اندر تھا بھی۔۔مگر اندھیرا تھا کچھ نظر نہیں آیا۔۔

اندر ٹوٹے شیشے والی کھڑکی کے پاس کوئی دیا جلائے نیچے جھکے کچھ ڈھونڈ رہا تھا۔۔کھڑکی کے آگے دیار کھا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کوئی ہے؟ "

اس کی آواز پر وہ گھبرائی اور جلدی میں مڑ کر دیکھنے لگی کہ مڑتے ہی پیچھے ٹوٹی کھڑکی کی نوک اس کی کمر پر لگی اور وہ لڑکھڑا گئی۔۔اس نے گرنے سے خود کو بچایا تھا مگر ناکام رہی۔ دایاں ہاتھ زمین پر رکھا کہ وہ بچ جائے مگر

" آہ!"وہ کراہی۔۔۔زمین پر گرنے کی صورت جا بیٹھی۔کھڑکی کے ٹوٹے شیشے کی کرچیاں زمین پر بکھری تھیں،اس کی ہتھیلی میں کھب گئیں۔۔آنکھیں خود بخود درد کی شدت سے بھر آئیں۔

"وہ آگے بڑھا"سب کچھ اتنی جلدی میں ہوا کہ اسے کچھ سمجھ نہیں آیا"آپ ٹھیک ہیں؟"

وہ ذرا سا جھک کر پوچھ رہا تھا۔

اس نے زمین پر لگا ہاتھ اٹھایا۔۔چند قطرے ہتھیلی پر سے پھسل کر اس کے دامن میں آ گرے۔۔جلتے دیے کی ہلکی سی روشنی میں بھی وہ دیکھ سکتا تھا۔اس کی ہتھیلی پر جگہ جگہ کانچ کے ٹکڑے پھنسے تھے۔۔خون دیکھ کر تو اس کے آنسوؤں میں شدت آئی۔۔

اس نے دیا اٹھا کر قریب کیا تو منظر اور واضح ہو گیا۔۔اس نے ہاتھ بڑھایا کہ اس کا ہاتھ پکڑ کر کرچیاں نکال دے۔۔ مگر اس نے ہاتھ پیچھے کر لیا۔۔

اس نے ایک سانس خارج کی اور دیا دوبارہ کھڑکی کے سامنے رکھ دیا۔۔اور سمجھاتے ہوئے بولا

"دیکھو۔۔میں تمھارا دشمن نہیں ہوں۔۔ شیخو ہوتا تو میں اسے بلا لاتا مگر وہ نہیں ہے۔۔ اگر یہ کرچیاں ایسے ہی رہیں تو تمھیں تکلیف دیں گی۔۔چند لمحے لگیں گے اور یہ شیشہ نکل جائے گا"اس نے روتی سرخ آنکھوں سے اس کو دیکھا۔لمحے کے لیے ان کی نظریں ملیں۔

وہ بہت تحمل سے اس کو سمجھا رہا تھا۔حوا نے ہاتھ بڑھایا۔اس نے اپنے ہاتھ میں اس کا ہاتھ لیا اور دوسرے ہاتھ سے ایک کرچی نکالی"سس!"وہ کراہی تھی۔۔خون بہہ کر اس کی ہتھیلی پر چلا گیا۔

اسے درد ہو رہا تھا۔۔دبی دبی سسکیوں سے وہ رو رہی تھی۔۔اس نے اس کی آنکھیں دیکھیں۔

بے پناہ درد اٹھا۔۔اس نے اس کی انگلیوں سے اس کا ہاتھ پکڑا اور پھر جلدی سے کرچیاں نکالنے لگا۔۔درد سے اس نے ہاتھ پیچھے کرنا چاہا مگر اس نے اس کی انگلیوں سے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑا تھا۔۔۔

"بس ایک دورہ گئی ہیں "

اور پھر ہاتھ پر سرخ رنگ کے چھوٹے چھوٹے کٹ اور بہتا خون رہ گیا۔۔

اس نے دوسرا ہاتھ بڑھایا"دوپٹے کا پلو دو "

"ہاں؟"آنسوؤں نے منظر دھندھلا کر دیا تھا۔

"اچھا رہنے دو" قمیض کی جیب سے رومال نکالا اور اس کی ہتھیلی صاف کی۔۔پھر رومال زور سے اس کے ہاتھ پر رکھ دیا۔

"سکینہ پتہ ہے کہاں ہے؟ "

اس نے ہاں میں سر ہلایا"کمرے میں"نم آواز

پھر اس نے اسی طرح اس کے ہاتھ پر رومال رکھا اور کھڑا ہو گیا۔

"چلو اٹھو "

وہ کھڑی ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"رونا تو بند کرو۔۔اب تو ٹھیک بھی ہو گیا" تسلی والے انداز میں بولا۔

پھر نیچے کمرے میں گئے۔سکینہ وہاں حوا کے بیڈ پر بیٹھی چوڑیاں اور مہندی سمیٹ رہی تھی۔۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو پیچھے حوا تھی۔۔ایک ہاتھ سے اس نے رومال دوسرے ہاتھ پر رکھا ہوا تھا۔۔روئی روئی آنکھیں، سرخ ناک۔۔

"کیا ہوا؟ "

"اس کے ہاتھ پر چوٹ لگی ہے۔۔تم کوئی کپڑا پکڑ کر پٹی کر دو "

"کیسے ؟"اس نے حوا کا ہاتھ پکڑ کر رومال ہٹایا۔خون رک چکا تھا مگر کٹ ابھی بھی تھے۔۔

"اوپر ویسے ایسا کیا تھا جو رات کو لانا بہت ضروری تھا؟"وہ سکینہ سے مخاطب تھا۔جواب ایک چھوٹا کپڑا شاپر سے نکال کر اس کے ہاتھ پر باندھ رہی تھی۔وہ دروازے کے ساتھ ٹیک لگائے، ہاتھ سینے پر باندھے کھڑا تھا۔

"وہ۔۔ہمارا سنگھار کا سامان اوپر تھا "

Clubb of Quality Content

"ہاں۔۔آج رات تو زندگی کی آخری رات ہے نا۔۔ صبح تو نہیں ہونی" اور سر جھٹک کر چلا گیا۔

"اچھا تم پریشان نہ ہو۔۔ابھی ٹھیک ہو جائے گا" وہ ساتھ ساتھ کپڑا اس کے ہاتھ پر لپیٹ رہی تھی ساتھ ساتھ اسے تسلی دے رہی تھی!

پھر ابراہیم وہاں رکا نہیں۔۔اس کا مزاج مختلف تھا۔اسے یہ شور شرابہ نہیں پسند تھا۔شاید اس کی فطرت ہی ایسی تھی۔درمیان میں ذرا سا شرماتی ہوئی اقصیٰ بیٹھی تھی اور اس کے گرد دائرہ بنا کر لڑکیاں بیٹھی تھیں۔۔تالیاں بجاتیں گنگناتی ہوئی لڑکیاں !

آسیہ بیگم نے حوا کا ہاتھ دیکھا تو پہلے خوب سنایا اسے کہ "کس نے رکھا تیرا سامان اوپر۔۔ اور اس وقت کیا لینے گئی تھی اوپر۔۔زیادہ لگ جاتی تو؟ "

پھر اسے پیار کرتیں نیچے لے آئیں اور اب وہ چپ سی ہاتھ گود میں گرائے بیٹھی تھی۔

سکینہ کے کچھ کہنے پر ہلکا سا مسکرائی۔۔پھر شیخو آگیا اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر کچھ پوچھا اور وہ کچھ بتانے لگی۔۔اس نے پیار سے اس کا گال تھپکا۔۔اس نے اپنے بھائی کے بازو سے سر لگا لیا۔۔پھر شیخو نے کچھ پوچھا اور اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔پھر شیخو نے کچھ کہا اور وہ تینوں اٹھے اور اوپر آگئے۔۔

وہ اپنی چھت کے کنارے پر کھڑا سارا منظر دیکھ رہا تھا۔۔وہ آواز تو نہیں سن سکتا تھا مگر سمجھ سکتا تھا کہ وہ شیخو کو کیا کہہ رہی تھی۔۔دونوں بازو سینے پر باندھے وہ اسے تب تک دیکھتا رہا جب تک وہ اوپر نہیں چلی گئی۔۔وہ اداس تھی اور شاید اسے ابھی بھی درد ہو رہا تھا۔۔

آج کی رات تو ابراہیم نہیں سوئے گا۔۔یہ تو طے تھا!

اگلے دن صبح گیارہ بجے ہی آسیہ بیگم، خالدہ بھابھی، سمیرا اور حمیرہ (حوا کی خالہ) بازار نکل گئے۔کچھ چیزیں لانی تھیں سو اقصیٰ بھی ساتھ چلی گئی۔

گھر میں خاموشی خاموشی تھی۔دعا کی تو ثمر سے بڑی دوستی ہو گئی تھی اور وہ کمرے میں گھس کر باتیں کرتی اقصیٰ کی کمی پوری کر رہی تھی۔سکینہ آج نہیں آئی تھی۔۔شاید کام میں مصروف تھی۔۔حوا کل کی طرح تخت پوش پر بیٹھی سامنے کہانیوں کی کتاب کھولے کسی سوچ میں مگن تھی۔۔

"ابو بیمار ہیں۔۔امی نے کیوں نہیں بتایا" کتاب کے صفحے کو گردن جھکائے ایک کونے سے عادتاً موڑ رہی تھی۔

"ابو کی دوائیاں بھی مہنگی ہیں اور لاہور سے ملتی ہیں۔۔کیا ابو کو کوئی بہت بری بیماری ہے "

یقیناً اس نے کل سیڑھیوں پر کھڑے ہو کر آسیہ بیگم اور عباس کی باتیں سن لی تھیں۔

"اللہ۔۔میں ابو کے بغیر نہیں رہ سکتی۔۔انھیں ٹھیک کر دیں" اس کا دل بھر آیا تھا۔ ہاتھ پر ابھی بھی کل والا کپڑا بندھا تھا۔"میں اللہ سے دعا کروں گی تو وہ ٹھیک کر دیں گے ابو کو۔۔میں ساری نمازیں پڑھوں گی "

وہ خود سے دل ہی دل میں باتیں کر رہی تھی کہ ساتھ کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ ساتھ کھڑے لڑکے نے گلا کھنکھارا تو اس نے چونک کر گردن اٹھائی۔ پیچھے ہاتھ باندھے وہ کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"کیا میں آپ سے بات کر سکتا ہوں؟" بولنے سے ایک ہائی سکول سے پڑھا لکھا انسان معلوم ہوتا تھا۔

شہر سے آیا ہوا نوجوان جو اس وقت پینٹ شرٹ پہنے اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اس نے اسے دیکھا پھر "ہاں" میں سر ہلایا۔

"شکریہ" پھر وہ رکا "کیا آپ کے گاؤں میں لوگوں کو بٹھانے کا رواج نہیں ہے؟"

اس کا لہجہ نارمل ہی تھا۔ حوا خاصا شرمندہ ہوئی۔

"نہیں۔۔ایسی بات نہیں ہے" اور وہ ساتھ کھسکی۔ حماد بیٹھ گیا

اس طرح کہ حوا تخت پوش کے ایک کنارے پر تھی اور وہ دوسرے۔

"شکریہ!" ذرا سا مسکرایا۔

وہ مسکرا بھی نہ سکی۔ اس کی نظر اس کے ہاتھ پر بندھی پٹی پر پڑی "یہ کیا ہوا؟ "

وہ سر جھکائے بیٹھی تھی چونک گئی۔۔"آ۔۔یہ "

رات کے سارے مناظر ایک دم سے آنکھوں کے آگے گھومے۔

"چوٹ لگ گئی تھی۔۔ گر گئی تھی" نارمل لہجے میں بولتے ذرا سے کندھے اچکائے۔

"اوہ۔۔ کیا زیادہ چوٹ لگی ہے؟ "

"نہیں! ٹھیک ہو جائے گا "

اس نے سر ہلایا۔ پھر اپنی شرٹ کی جیب سے ایک پین نکالا۔ سلور اور گولڈن رنگ کا پتلا سا پین۔۔اور حوا کے آگے رکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"خالہ بتا رہی تھیں۔۔تم پڑھتی ہو اور میٹرک کے پیپر دیے ہیں۔۔میرا خیال ہے تمھیں آگے بھی پڑھنا چاہیئے۔۔"پھر تخت پوش کی چادر پر رکھا پین دیکھا"یہ میری طرف سے تحفہ"

وہ مسکرایا۔

"لیکن میں تحفے نہیں لیتی "

"کیوں؟"زبان سے پھسلا

"کیونکہ میں تحفے نہیں دیتی "

وہ ہنس دیا

"کیا واقعی؟"اس نے ابرو اٹھایا۔

حوا خاموش رہی۔بس دیکھتی رہ گئی۔

"رکھ لو۔۔مجھے اچھا لگے گا اگر تم میرا تحفہ قبول کر لو"دوستانہ لہجے میں بولا۔

اس نے کبھی کسی سے ایسے بات نہیں کی تھی۔۔شیخو اور عبداللہ کے علاوہ یہ پہلا شخص تھا جو اس سے اس طرح بات کر رہا تھا۔۔وہ ذرا سا محتاط بھی تھی۔۔

اس نے پھر بھی پین نہ پکڑا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"رکھ لیں" وہ چونکی۔

وہ اس سے درخواست کر رہا تھا کہ وہ اس کا تحفہ قبول کر لے۔۔ کیا ابھی یہ بھی ہونا تھا؟

"لیکن میں آپ کا تحفہ کیوں لوں۔۔ میری آپ سے کوئی بے تکلفی نہیں ہے "

"پتہ نہیں۔۔ لیکن مجھے اچھا لگے گا اگر تم اسے رکھ لو"

وہ خاموش رہی۔

"میں چاہتا ہوں تم جب جب اس سے لکھو یا جب جب اسے دیکھو تو تمھیں میری یاد آئے "

وہ بس آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی۔

"یہ شخص کیا ہے؟" اس نے دل میں سوچا۔

پھر وہ اٹھا اور اندر چلا گیا۔

حوا نے وہ پین پکڑا اور کھولا۔ وہ عام پین سے ذرا بھاری تھا۔

" میں چاہتا ہوں تم جب جب اس سے لکھو یا جب جب اسے دیکھو تو تمھیں میری یاد آئے "

اس کے لہجے، اس کے الفاظ کی گونج ابھی بھی حوا بنت عبداللہ کو سنائی دے رہی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بے دھیانی میں پہن ابھی بھی اس کے ہاتھ میں کھلا پڑا تھا۔وہ مسکرادی

ساتھ والے گھر میں اس وقت خاموشی تھی۔سکینہ لکڑی کے گول فریم میں کپڑا لگا کر سوئی دھاگہ لیے اس پر کڑھائی کر رہی تھی۔ابراہیم ساتھ صوفے پر لیٹا کتاب سینے پر رکھے پڑھ رہا تھا۔ساتھ ساتھ ٹانگ ہلاتا صفحے پلٹ رہا تھا۔

"چھمی کہاں ہے؟"

کچھ یاد آنے پر بولا

"وہ۔۔باہر گئی ہے۔۔دائی اماں کے ساتھ کسی سے ملنے،شاید"بیڈ پر بیٹھی مصروف سی بولی۔

"ہوں"پھر سیدھا ہو کر بیٹھا۔

"وہ۔۔آ۔۔اس کا ہاتھ کیسا ہے؟ "

"بہت پیارا ہے"شرارتی لہجے میں بولی

"بکو مت!"کتاب بند کر کے ساتھ رکھ دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پتہ نہیں۔۔۔رات تک تو کہہ رہی تھی کہ درد ہو رہا ہے۔۔شاید ٹھیک ہو گیا ہو" فریم سامنے رکھ دیا۔

"تم نے پتہ نہیں کیا؟ "

"جاتی ہوں ابھی"

"ابھی تم کیا کر رہی ہو۔۔فارغ ہی ہو۔۔جاؤ دیکھ کر آؤ "

اس نے پوری آنکھیں کھول کر دیکھا اور ہنسی چھپائی

"آپ کو بڑی فکر ہے۔۔رات کو مجھے پتہ ہے آپ وہاں چھت پر کھڑے ہو کر ہمیں گھور رہے تھے"

"کب؟" اس نے نظریں چرائیں۔

"تب جب۔۔" اس نے بات کاٹ دی

"ہاں تو میں ہوا لینے گیا تھا اوپر۔۔پھر میں نے کہا کچھ دیر کھڑا ہو جاتا ہوں" کندھے اچکا کر بولا۔دل البتہ زوروں سے دھڑک رہا تھا۔

"اوہ۔۔صرف اس کونے پہ ہی ہوا تھی؟" وہ بھی اسی کی بہن تھی

وہ بے زار ہو گیا "اچھا چلو جاؤ نا۔۔پوچھو اس سے کیسی ہے اب۔۔دوست ہے تمھاری "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری تو دوست ہے۔۔اور آپ کی۔۔" وہ اٹھا اور اکے بازو پر ایک چپت لگائی۔

"اگر تم دو منٹ سے پہلے نہ گئی نا۔۔تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے بولا۔

اس نے فریم وہیں رکھا۔

"جا رہی ہوں" دوپٹہ صحیح سے اوڑھا اور جانے لگی۔دروازے کے پاس کھڑی ہو کر ہولے سے ابراہیم کے قریب گئی اور سرگوشی کی "آپ اسی کنارے پر کھڑے ہوں گے؟ "

پھر خود ہی ہنس دی۔وہ بھی ہنسا۔

"دادی اماں نہ بنا کر "

"قسم سے بھائی۔۔ گرمی بڑی ہے۔۔کالے ہو جائیں گے" وہ ابھی بھی ہنس رہی تھی۔

"اف۔۔ نہیں ہوتا کالا" وہ چلی گئی تو اس نے کنڈی لگائی۔

دل پر ہاتھ رکھ کر ہونٹوں کو گول کر کے ایک سانس خارج کی اور پھر سیڑھیاں پھلانگتا اوپر چلا گیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ساتھ والے گھر میں دروازہ کھٹکھٹایا اور حوا نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔اندر آتے ہی سکینہ اس سے گلے ملی۔۔

"کیسی ہو؟"

"اچھی ہوں "

پھر وہ تخت پوش پر بیٹھ گئی۔حوا گئی اور اس کے لیے پانی لے کر آئی اور اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔اس نے پانی پی کر گلاس نیچے رکھا اور اس کا کپڑے والا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔

"اب کیسا ہے تمھارا ہاتھ؟ "

"پتہ نہیں۔۔کھول کر نہیں دیکھا "

پھر سکینہ نے کپڑا کھول کر اس کا ہاتھ دیکھا۔چھوٹے چھوٹے کٹ تھے جبکہ خون جم چکا تھا۔

سکینہ کچھ کہہ رہی تھی اور وہ نفی میں سر ہلا رہی تھی۔وہ اب ذرا سا پیچھے ہو کر دیوار پر بیٹھا تھا۔یوں کہ حوا کی پشت اس کی جانب تھی مگر دائیں جانب سے اس کا آدھا چہرہ نظر آ رہا تھا۔دیوار سے سارا منظر نظر آ رہا تھا مگر آواز نہیں آ رہی تھی۔۔سکینہ کی کسی بات پر وہ ہنسی اور ابراہیم کے چہرے پر بھی ایک مسکان در آئی۔پھر وہ دونوں اٹھیں اور اوپر آنے لگیں۔یعنی

اب وہ اپنے کمرے میں آ رہی تھی۔ ابراہیم ذرا سا جھکا، نیچے اس کا خالی برآمدہ دیکھا اور پھر نیچے آ گیا۔ اسے یہ سب ایک خواب لگ رہا تھا۔ حسین خواب! نیچے آ کر کمرے میں کھڑکی کے سامنے کھڑا تھا۔ اس کا دل کیا وقت دوبارہ پلٹے اور سب رک جائے۔۔ بس وہ اسے دیکھتا رہے!

عشاء کے بعد کا وقت تھا جب وہ سیڑھیوں پر بیٹھی تھی۔ سر گھٹنوں پر رکھتی پھر کبھی اٹھاتی اور سیدھا نظر باہر کے دروازے پر جاتی۔ شاید کسی کا انتظار کر رہی تھی۔

"ابو۔۔ کہاں رہ گئے ہیں؟" اس کا دل بھی گھبرا رہا تھا۔ جب سے اسے پتہ چلا تھا کہ عبداللہ ٹھیک نہیں ہیں تب سے وہ زیادہ بے چین رہنے لگی تھی۔ باہر کا دروازہ کھٹکا اور وہ کھڑی ہو گئی۔ خود جا کر کھولنے لگی تھی مگر پھر بی جان پاس ہی چارپائی پر بیٹھی تھیں، اٹھیں اور دروازہ کھولا۔ عبداللہ ہی تھے۔ اس نے سکھ کا سانس لیا اور ان کی طرف بھاگی۔

"ابو" ان کے گرد بازو حمائل کر کے لپٹ گئی۔

"کیا ہوا؟" بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولے۔

وہ رو دینے کو تھی۔۔کوئی اتنی بڑی بات بھی نہیں تھی۔۔انسان بیمار ہوتا رہتا ہے مگر عبد اللہ صرف اس کے باپ نہیں تھے اچھے دوست بھی تھے۔۔

بیٹیوں کے پاس باپ سے زیادہ وفادار اور ہمدرد "دوست" کوئی نہیں ہوتا۔۔

وہ الگ ہوئی۔۔

"کہاں رہ گئے تھے؟۔۔جلدی آیا کریں" وہ خفا خفا سی کہہ رہی تھی

"کیا ہوا؟ "

کچھ بھی نہ بولی۔پھر وہ خود ہی بول پڑے۔

"بس آج ایسے ہی دیر ہو گئی۔۔آئندہ جلدی آؤں گا" انھوں نے اسے تسلی دی۔

پھر ان کا بازو پکڑے وہ ان کے ساتھ اوپر ان کے کمرے میں آ گئی۔کھانا کھایا اور سونے چلی گئی۔

جس دن موسم اچھا ہوتا یا ہوا چل رہی ہوتی وہ چھت پر سو جاتے۔۔شینو کی چارپائی کے ساتھ اپنی چارپائی بچھا کر۔۔آج بھی رات کو ہوا اچھی چل رہی تھی سو وہ اوپر سو گئے۔۔

رات کے ڈیڑھ دو بجے کا وقت تھا جب ان کے سینے میں پھر وہی تکلیف ہوئی۔۔وہ دوا باقاعدگی سے لے رہے تھے مگر پھر بھی بیماری قابو میں نہیں آ رہی تھی۔۔وہ اٹھ بیٹھے۔لمبی لمبی سانسیں لینے لگے مگر۔۔

رات کا یہ پہر سچ کھلنے کا تھا۔۔جب کائنات کی ہر شے پر رات کا سیاہ پردہ تھا تب ان کا راز بے پردہ ہونے کو تھا۔۔وہ کھڑے ہوئے کہ نیچے جا سکیں مگر کھانسی اتنی شدید تھی کہ وہ بس سیڑھیوں کے قریب ہی جا سکے اور پھر پہلی سیڑھی پر بیٹھ کر کھانسنے لگے۔۔شیخو اٹھ گیا۔۔

"ابو۔۔"اور جوتا پہنے بغیر ہی دوڑا چلا آیا۔ان کے پاس بیٹھ گیا اور ان کی کمر پر ہاتھ ملنے لگے۔۔مگر افاقہ کہاں ہونا تھا۔۔وہ بھاگا گیا اور چارپائی کے پاس پڑے مٹکے سے گلاس میں پانی بھر کر لایا۔۔

ان کے قریب گلاس کیا مگر۔۔گلاس چھوٹ کر نیچے گر گیا۔اسے لگا وہ ابھی سیڑھیوں سے نیچے جا گرے گا یا کسی گہری کھائی میں جا گرا ہے۔۔ذہن میں سرخ بتی جلی اور دل کی دھڑکنیں بڑھ گئیں۔۔اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔

ان کی کھانسی تھمی تھی۔۔اور وہ پیچھے دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ڈھیر ہوئے بیٹھے تھے۔۔ان کے کپڑوں اور ہاتھوں پر وہی گاڑھا مائع لگا تھا جو ان کے ہونٹوں تلے تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ابو۔۔" وہ رو رہا تھا۔

وہ گہری گہری سانسیں لے رہے تھے۔۔ شیخو نے اپنی قمیض کے دامن سے ان کے ہونٹ صاف کیے اور پھر رونے لگا۔۔ بے آواز سسکیاں اور سینے میں اٹھتا درد۔۔ کچھ دیر وہ دونوں یونہی بیٹھے رہے۔۔ خاموش!

پھر عبداللہ نے ہاتھ بڑھایا اور اشارے سے اسے اٹھنے کو کہا۔

وہ کھڑا ہوا اور ان کا ہاتھ تھام کر انھیں بھی اپنے ساتھ کھڑا کیا۔۔

وہ چارپائی پر آمنے سامنے بیٹھے تھے۔۔

"مجھے۔۔ معاف کرنا۔۔ بیٹے" ان کی آواز کانپ رہی تھی۔ شاید وہ رو رہے تھے۔

"ابو۔۔ آپ ٹھیک۔۔ ٹھیک ہو جائیں گے۔۔ مم۔۔ میں آپ کو کک۔۔ کچھ نہیں ہونے دد۔۔ دوں گا" وہ بڑے یقین سے کہہ رہا تھا۔

انھوں نے نگاہ اٹھائی اور سامنے بیٹھے بکھرے بالوں والے لڑکے کو دیکھا۔ پھیکا سا مسکرائے۔

"شاید۔۔" وہ کچھ بولتے مگر شیخو ان کی ٹانگ کے ساتھ لپٹ کر رونے لگا۔

انھیں آج وہ ایک چھوٹا بچہ لگ رہا تھا۔ وہی چھوٹا بچہ جسے وہ کئی سال پہلے خود سے جدا کر کے آئے تھے۔ وہ بھی رونے لگے مگر پھر ضبط کر کے اسے اٹھایا اور اپنے ساتھ بٹھایا۔

"میرا بیٹا اب بڑا ہو گیا ہے۔۔ میرے کندھے سے کندھے ملاتا ہے" انھوں نے اس کے کندھے کو تھپکا۔

اس نے ہتھیلی سے اپنی آنکھیں پونچھیں اور بھاری بوجھل آواز میں بولا "ابو۔۔۔ مم۔۔ میں آپ کے بب۔۔ بغیر نہیں رہ سس۔ سکتا "

"تم بہت بہادر ہو، شیخو"!

"میں نن۔۔ نہیں ہوں بب۔۔ بہادر، ابو"

"میں کبھی بھی فوج میں نہیں جانا چاہتا تھا۔۔ میرے ابا تھوڑے سخت مزاج کے تھے، غصے والے مگر میرے دادا بہت اچھے تھے ہمارے ساتھ۔۔۔۔ میں ان کا لاڈلہ پوتا تھا" پھر خود ہی ہنس دیے۔ ہوا نے شیخو کے آنسو سوکھا دیے تھے۔ وہ اب خاموشی سے سن رہا تھا۔۔

"ایک دن وہ میرے پاس آئے اور مجھے ساتھ بٹھا کر ایک کہانی سنانے لگے۔۔ مجھے وہ کہانی تب سمجھ میں آئی جب میں نے تم کو خود سے دور کیا" پھر اس کو دیکھا۔ دونوں کی نظریں پل بھر کو ملیں پھر شیخو نے سر جھکا لیا

"پرانے وقتوں میں ایک بادشاہ تھا۔۔اس کا ایک ہی بیٹا تھا۔۔بادشاہ بڑا سیانا تھا۔۔وہ زندگی کے راز جانتا تھا۔۔اس نے اپنے بیٹے کو ایک بڑے اچھے استاد کے پاس بھیج دیا کہ اس شہزادے کو کل کا بادشاہ بنانا ہے۔۔جیسے ہماری فوج میں ٹریننگ ہوتی ہے نا کہ کل کو ہم نے ملک کی حفاظت کرنی ہے اسی طرح اس شہزادے کو کل کو رعایا پر حکومت کرنی تھی" وہ رکے۔۔سانس لی

"استاد اپنے فن میں کامل تھا۔۔جن کے استاد کامل ہوں ان کے شاگرد بھی قابل ہوا کرتے ہیں۔۔استاد نے شہزادے کو جنگل بھیج دیا اور ایک مدت دے دی کہ اتنے دنوں میں تم نے واپس آنا ہے۔۔اتنے دن گزرے اور شہزادہ جنگل میں دن گزار کر آ گیا۔۔جب وہ واپس آیا تو استاد بولا "کیا سیکھ کر آئے ہو؟" بولا مجھے بھوک لگی تھی تو میں نے جنگل سے پھل، پھول، جڑوں وغیرہ سے پیٹ بھرا ہے۔۔یعنی اس نے اپنا پیٹ بھرنا سیکھا تھا۔۔استاد نے نفی میں سر ہلایا "نہیں! ابھی تم اپنی رعایا کے قابل نہیں ہو"۔۔اور دوبارہ ایک مدت دے کر اسے جنگل میں بھیج دیا۔۔شہزادہ اپنے ساتھ کوئی ساز و سامان لے کر نہیں جاتا تھا۔۔مدت پوری ہوئی اور شہزادہ واپس آیا۔۔اس بار استاد کے پوچھنے پر شہزادہ بولا کہ اس نے خود کو جنگلی جانوروں سے بچایا ہے۔۔یعنی اس نے خود کا بچاؤ کرنا سیکھا ہے" وہ رکے۔۔شیخو نے سر اٹھایا

"استاد نے نفی میں سر ہلایا یعنی وہ ابھی بھی اپنی رعایا کے قابل نہیں ہوا تھا۔۔اسے دوبارہ بھیج دیا اور مدت میں بھی اضافہ کر دیا۔۔پھر ہوا یہ کہ استاد کی دی گئی مدت پوری ہوئی لیکن شہزادہ نہیں لوٹا۔۔استاد پریشان ہو گیا کہ شہزادہ کہاں رہ گیا۔۔کہیں اسے کسی جنگلی جانور نے شکار نہ بنا لیا ہو۔۔اگر اسے کچھ ہو گیا تو وہ بادشاہ کو کیا منہ دکھائے گا۔۔اسی طرح دن گزرتے گئے اور ایک دن شہزادہ آ گیا۔۔استاد کے پوچھنے پر بولا "میں نے اس بار کلی کے پھول بننے کی آواز کو سنا ہے، اسے محسوس کیا ہے"۔۔استاد مسکرایا "اب تم کامیاب ہو۔۔تم ایک کلی کو پھول بنتے محسوس کر سکتے ہو، اس کی آواز محسوس کر سکتے ہو۔۔تو تم اپنی رعایا کے دل میں اٹھتے درد کو بھی محسوس کر لو گے "

وقفہ۔۔دونوں کے درمیان خاموشی حائل ہوئی۔۔

"ماں باپ کبھی بھی نہیں چاہیں گے کہ ان کی اولاد کو کوئی نقصان پہنچے۔۔مگر پھر بھی ان کو اپنی اولاد کے لیے سخت فیصلے کرنے پڑتے ہیں۔۔وہ بادشاہ تھا۔۔چاہتا تو شہزادے کو کانٹا تک نہ چبھنے دیتا مگر اس نے اس کو جینا سکھایا۔۔کیوں؟ کیونکہ اسے پتہ تھا کہ کل کو اس کی جگہ وہ بادشاہ بنے گا۔۔ماں باپ بھی ایسے ہی ہوتے ہیں۔۔انھیں اپنے جانے یا مرنے کا ڈر نہیں ہوتا۔۔وہ موت سے خوفزدہ نہیں ہوتے۔۔وہ بس اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ ان

کے بعد ان کی اولاد کا کیا ہو گا۔۔ان کی اولاد کیسے رہے گی۔۔وہ خود چاہے جیسے بھی ہوں اولاد کے لیے اپنا خون تک بہا دیتے ہیں۔۔کیونکہ وہ محبت نبھانا جانتے ہیں۔۔"شیخو بھی سر جھکائے آرام سے سن رہا تھا۔۔

"بیٹے۔۔"اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا"میں نے بھی بڑے سخت فیصلے لیے۔۔ مگر اس لیے کہ میرے بعد تم اٹھ سکو، چل سکو اور اڑ سکو۔۔تم بہادر ہو نا شیخو "!

سوال تھا یا تسلی۔اس کا دل کٹ رہا تھا۔۔وہ رو دینے کو تھا مگر پھر بھی بولا

"ابو۔۔آآ۔۔آپ کا شیخو۔۔بب۔۔بہادر ہے"

ایک آنسو گرا اور گال پر پھسلتا گیا۔۔اتنا آسان ہوتا ہے کیا اس احساس کے ساتھ جینا کہ جو آپ کے ساتھ بیٹھا ہے۔۔آپ کی زندگی کا مرکز رہا ہو۔۔وہ کچھ عرصے بعد نہیں ہو گا؟ماں باپ کے جانے کا خیال ہی دل کاٹ دیتا ہے پھر ان کا جانا تو اولاد میں ایک خلا چھوڑ جاتا ہے،ایسا خلا جو دنیا کی ساری قوتیں بھی لگ جائیں تو اسے نہیں بھر سکتیں۔۔

وہ بس اپنے ساتھ بیٹھے اپنے "باپ" کو دیکھے گیا۔۔رات قطرہ قطرہ پگھلتی رہی

سفید پینٹ ہوا کمرہ جس میں ساتھ ساتھ دو کرسیاں رکھی گئی تھیں۔ایک نوجوان ریوالونگ چیئر پر تیار بیٹھا تھا۔اس کے سامنے ایک مائیک لٹکا تھا جس میں اسے چند لمحوں میں بولنا تھا۔۔سامنے چند کاغذات پڑے تھے اور ساتھ ہی ایک اور لڑکا بھی بیٹھا تھا۔یہ ریڈیو سٹیشن کا ایک کمرہ تھا۔

وقت تمام ہوا۔اس نے بولنا شروع کیا،لاہور شہر کے ریڈیو اسٹیشن میں اس کی آواز گونجی تھی۔

"السلام علیکم! لاہور، پاکستان "

"امید کرتا ہوں آپ سب لوگ اچھے ہوں گے۔۔میں ہوں آپ سب کا میزبان "

"قیس جبران "

"آج آپ کی خدمت میں آپ کے پسندیدہ شاعر کو حاضر کرنے والا ہوں۔۔لیکن۔۔ لیکن۔۔لیکن۔۔۔"وہ پرجوش سا مائیک میں بول رہا تھا۔مختلف جگہوں پر مختلف ریڈیوز میں ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔

"اس سے پہلے میں آپ کو سنانا چاہوں گا اپنے پسندیدہ شاعر کے چند اشعار۔۔تو جی عرض کیا ہے کہ:۔۔"

کوئی امید بر نہیں آتی

کوئی صورت نظر نہیں آتی

موت کا ایک دن معین ہے

نیند کیوں رات بھر نہیں آتی

آگے آتی تھی حال دل پہ ہنسی

اب کسی بات پر نہیں آتی

مرتے ہیں آرزو میں مرنے کی

موت آتی ہے پر نہیں آتی

کعبہ کس منہ سے جاوگے غالب

شرم تم کو مگر نہیں آتی

"کیا بات ہے کیا بات ہے۔۔واہ واہ۔۔یہ تو تھے میرے پسندیدہ شاعر کے چند اشعار۔۔ لیکن اب آپ کے پسندیدہ شاعر کی باری ہے"

اور دوسری طرف بالکنی میں جھولے پر بیٹھے پیکٹ سے نمکو نکال کر کھاتے کیف کے ایک طرف چھوٹی میز تھی جس پر ریڈیو پڑا تھا۔دو انگلیاں پیکٹ میں ڈالتا، نمکو نکالتا، منہ میں ڈالتا،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چباتا اور پھر ریڈیو سے نکلنے والی قیس کی آواز پر مسکراتا۔ یہ ریڈیو قیس نے زبردستی لا کر رکھا تھا۔۔

ریڈیو سٹیشن میں دوسری ریوالونگ کرسی پر بیٹھا لڑکا مسلسل ذرا سا دائیں بائیں ہو رہا تھا۔۔

"جی۔۔ تو آپ کا انتظار ختم ہوا۔۔ اب آپ کی خدمت میں اشعار پیش کرنے جا رہے ہیں مایہ ناز شاعر "جہانگیر شاہ"۔۔ "

اور پھر دوسرا لڑکا بولنے لگا۔ اس نے اپنے اشعار پیش کیے۔۔ تقریباً ایک گھنٹے کا پروگرام کر کے وہ واپس گھر لوٹا۔۔ تھک کر چور۔۔ آتے ہی صوفے پر گر پڑا۔۔

"کھانا لا دو ظالم!" کیف سے مخاطب تھا۔

"جو حکم کماندار صاحب!" وہ اس کی حالت دیکھ کر مسکرایا اور کچن میں چلا گیا۔۔

اب بس وہ کھانا کھائے گا اور لمبی تان کر سوئے گا!

گھر میں آج صبح سے رونق تھی۔۔ پیلے پھولوں سے گھر کو سجایا جا رہا تھا۔ کہیں جوڑے پر بحث ہو رہی تھی۔۔ کہیں لڑکیاں بیٹھیں ہنس رہی تھیں۔۔ اقصیٰ کی سہیلیاں بھی آئی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھی۔۔ سکول وہ چاہے ساتویں تک گئی تھی مگر آدھا در جن تو اس کی سہیلیاں تھیں۔۔ شیخو صبح سے ہی کہیں غائب تھا۔۔

دروازے سے عباس اندر آتا دکھائی دیا۔ درخت کے نیچے بیٹھی حوا اپنے لیے گجرے بنوا رہی تھی، چونک کر اسے دیکھا۔۔ پھر ارد گرد دیکھا۔۔ اور اس کے پاس چلی آئی۔

"السلام علیکم! عباس بھائی" وہ دائیں طرف کھڑی تھی۔

عباس کے ہاتھ میں ایک شاپر تھا جسے دیکھ لگتا تھا کہ کتابیں ہوں گی۔۔

"وعلیکم السلام۔۔ چچی کہاں ہیں؟"

"امی۔۔ اوپر ہیں" اوپر کی طرف انگلی اٹھا کر اشارہ کیا۔

"اچھا۔۔" شاپر اس کی طرف بڑھایا" تمھاری کتابیں" ساتھ مسکرایا۔

"شکریہ "

"آ۔۔ آپ نے کتنے پیسے ملائے؟" ابرو اٹھایا

"میں نے۔۔ میں نہیں بتانے والا" کندھے اچکا کر شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔

کمرے کے باہر کھڑے حماد نے سارا منظر دیکھا۔۔پھر سر جھٹکا۔۔دور دعا کے ساتھ بیٹھی ثمر نے بھی آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا اور پھر کچھ سوچنے لگی۔۔خیر!

چھمی آج صبح سے حوا کے گھر آئی ہوئی تھی۔آسیہ سے باتیں کرتی ہنستی مسکراتی۔پھر آسیہ بیگم کسی کام سے اٹھیں تو وہ اٹھ کر اوپر آگئی اور حوا کے کمرے کے باہر کھڑی تھی۔دروازے پر انگلی سے دستک دی۔وہ جو اس وقت الماری کے دروازے کھولے اندر جھانک کر کچھ نکال رہی تھی اس کی دستک پر چونک گئی۔بے زاری سے اسے دیکھا اور پھر الماری کے دروازے بند کر کے بیڈ پر بیٹھ گئی اور کتابوں والا شاپر کھولنے لگی۔۔

"سوہنیو۔۔اندر تے بلاؤ"

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔شاپر پر گرہ زور سے لگی تھی کھل نہیں رہی تھی۔

چھمی اندر چلی آئی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔وہ جب چلتی تو دائیں پاؤں میں پہنی پایل کی کھن کھن گونجنے لگتی۔

اس نے حوا کی ٹھوڑی کو چھوا۔اس نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا۔

"اک تکھا نک۔۔تے اتوں غصہ۔۔ہائے صدقے جاواں"

"چھمی۔۔"بلند آواز میں بولی۔

"حاضر جی!"حوا کے ہاتھوں پر مہندی لگی تھی۔ہاتھ کی پشت پر گہری لال گول ٹکی۔

"میں اس وقت تم سے بات نہیں کرنا چاہتی"اسے جھڑکا۔

"نہ کرو جی۔۔کل سے دیکھ رہی ہوں تجھے۔۔سلام تک نہیں لی مجھ سے۔۔لیکن چل خیر پیاری لڑکیوں کی باتوں کا غصہ نہیں کرتی میں"بڑے ناز نخرے سے بول رہی تھی۔

"تمھیں کیا چاہیئے؟"وہ بلند آواز میں بولی تھی

"ایک تو تو نے نامنہ میں مرچیں چبائی ہوتی ہیں۔۔بات کرتے نہیں کہ اگلے کو جلادے تو"وہ خفا ہوئی تھی۔

"مجھے۔۔تم سے ڈر لگتا ہے چھمی!"وہ بھی خفا ہوئی تھی۔

"کیوں جی؟"اس نے اس کی گال پر ہاتھ پھیرا۔

"کیوں کہ۔۔مجھے تم اچھی نہیں لگتی"اور کہتے ہی وہ کمرے سے باہر آگئی۔

چھمی کو دکھ ہوا تھا۔مگر وہ پھر بھی مسکرائی اور اٹھ کر باہر نکل آئی۔حوا نیچے جا چکی تھی۔۔

چھمی نے اسے دیکھا اور نظر انداز کرتی درخت کے نیچے گجرے بنانے والی کے پاس جا بیٹھی۔۔

صبح کے آٹھ بج چکے تھے۔ جلدی جلدی میں بس وہ چائے ہی پی کر آئی تھی۔ وہ اپنے دھیان میں سر جھکائے چل رہی تھی کہ کوئی اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ اس نے پہلے سامنے کھڑے شخص کو دیکھا اور پھر ارد گرد۔۔

سینے پر بازو باندھے اور اسے نظر انداز کر کے آگے بڑھی تھی کہ اس کی سماعت میں آواز پڑی

"مجھے تم سے بات کرنی ہے "

وہ پینٹ کوٹ پہنے سوٹڈ بوٹڈ، بال اچھے سے بنائے ایک چوبیس پچیس سال کا مرد تھا۔ اس کے وجود سے کسی اچھے پرفیوم کی مہک اٹھ رہی تھی۔ بلاشبہ وہ ایک پڑھا لکھا اور امیر انسان لگ رہا تھا۔

لیزا نے ٹھنڈی سانس خارج کی "یوں یونیورسٹی کے باہر سارے زمانے کے سامنے۔۔ تم کیوں چاہتے ہو کہ میں تمھاری عزت افزائی کروں؟" وہ ہلکا سا مڑی تھی۔

فلک شیر نے اس کی طرف دیکھا "کیا ہم کبھی عام نارمل انسانوں کی طرح بات نہیں کر سکتے؟ "

"تمھارے نارمل ہونے کے بارے میں مجھے شک ہے"اس نے طنز کیا تھا۔

وہ مسکرادیا۔

"مطلب۔۔تم بات بھی نہیں کر سکتی مجھ سے؟ "

"میرا جواب ہاں میں نہیں ہے "

اور وہ جانے لگی تھی کہ اس نے اس کی کلائی پکڑنا چاہی مگر اس نے تیزی سے ہاتھ پیچھے کر لیا۔

"کیا بکواس۔۔ "

اس کی آنکھیں سرخ پڑ گئیں "گھر پر ملتے ہیں۔۔۔لیزا"لیزا کی بات کاٹ کر انگلی دکھاتے ہوئے بولا اور پھر اس کا ہاتھ چھوڑ کر گاڑی کی طرف چلا گیا۔۔

پاس کھڑا گارڈ بس منہ کھولے دیکھتا رہ گیا سب۔۔

"جاہل۔۔ہوں"سر جھٹک کر یونیورسٹی چلی گئی۔

سارا دن یونہی گزر گیا۔وہ ٹھیک رہی۔۔مگر جب چھٹی ہوئی تو اس کا دل ڈوبا۔

ڈر تھا کہ گھر جائے گی اور پھر اسی شیطان سے سامنے ہو گا۔۔

ایک بنچ پر بیٹھی نمکو کا پیکٹ کھولے ٹانگ پر ٹانگ جمائے،اوپر والی ٹانگ ہلاتے،انگلیوں سے نمکو نکالتی اور منہ میں رکھتی،وہ کسی غیر مرئی نکتے کو گھور رہی تھی۔۔اچانک بنچ ہلتا ہوا محسوس ہوا اور بنچ کی کمر پر ہاتھ رکھے،بنچ پر سے اچھل کر وہ اس کے ساتھ آ بیٹھا۔۔نمکو اس کے ہاتھ سے لے لی۔۔ہلتے بنچ سے اس کا دل منہ کو آ گیا۔۔اس کی طرف مڑی

"تم۔۔۔"جبڑے بھینچے

"ہاں تو کیا۔۔تمھیں کیا لگتا ہے اب میں تم سے ایک نمکو کی بھیک مانگوں گا"اور نمکو نکال کر منہ میں رکھی۔

"تم۔۔آرام سے بھی تو بیٹھ سکتے تھے نا"وہ تقریباً چلائی تھی۔۔

"آرام سے ہی تو بیٹھا ہوں۔۔اور کیا آسمان سے گرا ہوں "

"تم۔۔ "

"اچھا مرو نہ۔۔یہ لو نمکو"اور پیکٹ اس کے ہاتھ میں تھمایا۔

وہ خالی تھا۔لیزا نے خالی پیکٹ پھینک دیا۔

"شکریہ تمھارا۔۔"

"کیا بات ہے۔۔بڑی سڑی ہوئی ہو آج؟"قیس نے پتلیاں سکیڑے اسے دیکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں تو!" وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

"ہاں۔۔تم تو روز ہی سڑی ہوتی ہو۔۔مجھ سے ہی غلطی ہوئی ہو گی" اور پھر کندھے اچکائے۔

وہ اٹھ گئی۔

"میں گھر تک چھوڑ آؤں؟" وہ بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہوا تھا

"نہیں!" اور گیٹ کی طرف جانے لگی

"میں خود چلی جاؤں گی "

"اوکے۔۔پھر مجھے بھی چھوڑ دینا" وہ اس کے ساتھ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے چل رہا تھا۔

گردن موڑ کر بولی "ابھی تو تم مجھے گھر چھوڑ کر آنے والے تھے "

"ہاں۔۔وہ تو ایسے ہی۔۔شومار رہا تھا تھوڑی" بے پرواہ سا سامنے دیکھتے ہوئے چل رہا تھا۔

"سائیکل کہاں ہے تمھاری؟" اس نے کمر پر ہاتھ باندھ لیے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیف لے کر گیا ہے۔۔مرنے پہ آ گیا تھا۔۔میں نے کہا لے جاؤ۔۔کیا یاد کرو گے"

بڑے فخر سے بول رہا تھا۔

وہ ہنسی۔

"ہنس کیوں رہی ہو؟"اس کی طرف گردن موڑی

"کچھ نہیں "!

اب وہ دونوں لیزا کی گاڑی کے پاس پہنچ چکے تھے۔

جیسے جیسے شام ڈھل رہی تھی روشنیوں میں اضافہ ہو رہا تھا۔کھانا کھانے کے بعد سب لڑکیاں روایتی گیت گنگنانے لگیں۔بیچ میں بیٹھی سلمی جو کہ اقصیٰ کی سہیلی تھی ڈھولک بجا رہی تھی۔ہنستی قہقہے لگاتی لڑکیاں۔۔گھر میں کافی عرصے بعد رونق لگی تھی۔۔اس دن کے بعد سے اسد نے نہ شیخونہ حوا سے کچھ کہا۔۔کبھی آمنا سامنا ہو جاتا تو وہ بات کیے بنا گزر جاتے ۔۔سکینہ اور حوا اس وقت اوپر حوا کے کمرے میں تھیں۔۔آج اقصیٰ کی ڈھولک رکھی گئی تھی۔۔دونوں نے پیلے رنگ کے جوڑے پہنے تھے۔۔حوا نے گرارہ پہنا تھا جس پر کڑھائی سے کام ہوا تھا۔۔بازو اوپر سے تنگ تھے اور کہنی سے نیچے کھلے ہو جاتے تھے۔۔

سکینہ نے البتہ پٹیالہ شلوار اور اوپر کرتی پہن رکھی تھی۔۔حوا اس وقت بالوں کو کنگھی کر رہی تھی۔۔

"سکینہ "

سکینہ جو اس وقت سامنے آئینہ پکڑے آنکھوں میں سرمہ ڈال رہی تھی۔

"ہوں "

"چٹیا کر دو۔۔امی پتہ نہیں کہاں ہیں "

اس کے بال لمبے تھے۔۔گھنے گہرے بھورے بال۔۔کمر سے نیچے تک۔

وہ بیڈ پر چڑھ گئی اور گھٹنوں کے بل دوسرے سرے تک پہنچی جہاں حوا بیٹھی تھی۔

اس نے اس کے بالوں کو ہاتھوں میں لیا اور بل نکالتے ہوئے چٹیا کرنے لگی

"پراندہ ڈالوا گر تم۔۔تو زمین کو چھونے لگیں "

"ہاں۔۔جھاڑو دیتے ہوئے "

اس کی بات پر دونوں ہنسیں۔

"ابراہیم!" وہ قمیض کی جیب میں پیسے رکھ رہا تھا جب خالدہ بھابھی نے اسے بلایا۔

"یہ ذرا اوپر رکھ آ۔۔سٹور میں۔۔اقصیٰ کے سسرال والوں نے بھیجا ہے۔۔نیچے پڑا رہا تو خراب ہو جائے گا" ایک بڑا سا لکڑی کا بناڈبہ تھا۔اس کے اندر کیا تھا اس نے یہ نہیں پوچھا۔

تائی جان۔۔اسد یا شیخو کو کہہ دیں میں ذرا مصروف ہوں" اس نے بات ٹالنے کی کوشش کی"

پتہ نہیں کہاں ں وہ۔۔۔اسد تو اپنے ابا کے ساتھ باہر گیا ہے اور شیخو۔۔لگتا ہے فجر پڑھ کے آئے گا۔۔تو میرا اچھا بیٹا۔۔رکھ آنا۔۔دو منٹ لگیں گے"

"جی اچھا" اور اس نے وہ ڈبہ پکڑ لیا۔

"ایک تو اس گھر میں چھت پر جانے والا جو بھی کام ہو۔۔مجھے ہی کیوں کہتے ہیں" اس نے سوچ کر سر جھٹکا۔ارد گرد دیکھا نہ حوا نظر آئی نہ سکینہ۔

"آج پھر نہ سٹور میں ہو وہ" اس نے سوچا۔ڈبہ ابھی بھی ہاتھ میں ہی پکڑا تھا۔

پھر دل بڑا کر کے وہ سیڑھیوں کی جانب بڑھا۔ایک ایک قدم اوپر بڑھاتا اور دل کی دھڑکن بڑھ جاتی۔کمرے کا دروازہ کھلا تھا۔پردہ ہل رہا تھا یعنی پنکھا بھی چل رہا تھا۔"ہاں! شاید وہ کمرے میں ہی ہے"

اور فوراً اوپر چلا گیا۔آج سٹور کا دروازہ نیم کھلا تھا۔اندر کوئی نہیں تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شکر "!

وہ اندر گیا اور دروازے سے تھوڑا سا دائیں طرف رکھ کر آگیا۔نیچے کی طرف قدم بڑھائے۔

"آئے ہائے۔۔دیکھو بھلا سرما اچھا لگ رہا ہے؟ "

ہاں یہ حوا کی آواز ہی تھی۔

"ہاں صحیح لگ رہا ہے "

جواب دینے والی سکینہ تھی۔

شاید وہ دونوں برآمدے میں کھڑی تھیں۔

پھر آوازیں آنا بند ہو گئیں۔شاید وہ اندر چلی گئی تھیں۔

وہ چند لمحے رکا اور پھر آہستہ آہستہ قدم نیچے کی جانب بڑھائے۔کوئی آواز نہیں آرہی تھی۔سیڑھیوں کے اختتام پر اس نے لاشعوری طور پر گردن موڑی۔

وہ کھڑی تھی۔دوپٹہ شانوں پر پھیلا ہوا، سرمے سے لبریز بھوری آنکھیں، بالوں کی چٹیا بنی ہوئی، وہ آئینہ ہاتھ میں پکڑے اپنے ماتھے پر "گیندے کے پھول "کا بنا زرد رنگ کا ٹیکا لگا

رہی تھی۔۔دفعتاً آئینے میں ابراہیم کا عکس ابھرا۔۔وہ اس کے پیچھے کھڑا تھا۔۔اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔چند لمحے نظریں ملیں۔۔

"حوا۔۔"اندر سے سکینہ نے آواز دی۔

حوا نے گردن پیچھے موڑی مگر پیچھے کوئی نہیں تھا۔۔اس نے دوبارہ آئینے میں دیکھا۔۔وہاں اب صرف اس کا عکس تھا۔۔اس کی بھنوئیں بھینچ گئیں۔۔

وہ تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا اوپر آیا اور سٹور کی پچھلی دیوار کے ساتھ کمر لگا کر کھڑا ہو گیا۔۔

"اللہ"!

تخیل میں اس کی بھوری سرمے سے لبریز آنکھیں ابھریں۔دل کی دھڑکن بہت تیز تھی۔۔

"میں نہیں آؤں گا اب"!

آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھ کر اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

معمول کے مطابق عشاء پڑھ کر وہ گھر لوٹے۔اکبر بابا نے دروازہ کھولا اور پھر دروازہ بند کیے ہاتھ باندھے ان کے پیچھے ہی آ گئے۔وہ اپنے کمرے میں جانے لگے تھے کہ وہ بول پڑے

"صاحب وہ۔۔آپ کے لیے خط آئے ہیں۔۔شام میں آئے تھے۔۔تب آپ اصغر صاحب کے ساتھ باہر تھے "

وہ مڑے اور ان کی جانب دیکھا

"لاؤ۔۔کدھر ہیں؟ "

اور وہ لاؤنج میں رکھے بڑے سے گلدان کی جانب بڑھے جو کہ سیڑھیوں کے ساتھ میز پر پڑا تھا۔گلدان کے نیچے سے خط نکال کر لے آئے۔

"یہ لیں "

خط پکڑا۔پچھلی جانب لکھا نام پڑھا۔پھر دوسرے لفافے پر بھی بھیجنے والے کا نام پڑھا۔

"ٹھیک ہے۔۔شکریہ "اور اندر چلے گئے۔وہ بھی سر ہلا کر کچن میں چلے گئے۔

کچھ دیر بعد وہ کرسی پر بیٹھے خط پڑھ رہے تھے۔ٹانگ پر ٹانگ جمائے، چہرے پر مسرت لیے۔۔یہ کس کا خط ہو سکتا تھا؟

السلام علیکم !

پیارے دادا جان،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

میں بلکل ٹھیک ہوں اور پہلے سے پیارا ہو گیا ہوں۔۔امید کرتا ہوں آپ ابھی بھی جوان ہی ہوں گے۔۔دادا! ایک دن پہلے لوٹا ہوں اور اب آپ کو خط لکھ رہا ہوں۔۔ ایک بہت اچھا اور دلچسپ تجربہ تھا۔۔ "

پھر اس نے آئی ایس ایس بی میں گزارے دنوں کا حال لکھا۔۔کیا کیا پوچھا گیا۔۔وہاں کا ماحول کیسا تھا۔۔وہاں کے لوگ کیسے تھے۔۔آخری سطریں پڑھ رہے تھے " کبھی لگتا ہے ہو جاؤں گا۔۔ کبھی لگتا ہے رہ جاؤں گا مگر جو بھی ہوا میں اس پر راضی رہوں گا۔۔یہاں سب ٹھیک ہیں خوش ہیں۔۔ سمیع تایا کی بڑی بیٹی کی شادی ہونے والی ہے۔۔چچا عبداللہ پہلے سے کمزور ہو گئے ہیں اور میں، آپ کا پوتا آپ کو بہت یاد کرتا ہوں۔۔خط پڑھتے ہی جواب لکھیے گا۔۔ڈھیروں دعائیں اور پیار۔۔جلد ملتے ہیں!

اللہ حافظ

آپ کی جان

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابراہیم خان

وہ مسکرائے تھے۔۔اس کا اندازِ بیان اور باتیں پڑھ کر لگتا تھا جیسے وہ خود سامنے بیٹھا ہے اور باتیں کر رہا ہے۔۔پھر انھوں نے لفافے میں خط رکھا اور دوسرا لفافہ چاک کیا۔۔سپاٹ چہرہ تنے نقوش کے ساتھ۔۔

سارا صفحہ خالی تھا۔۔صرف درمیان میں دو سطریں لکھی تھیں۔۔

"نہ معافی نہ تلافی۔۔نہ سزا نہ جزا۔۔آئیں اسی بہار میں ملتے ہیں اس سے پہلے کہ خزاں ہمارے چمن کو ویران کر دے"

نہ بھیجنے والے نے سلام کیا اور نہ پڑھنے والے نے دعا دی۔۔

لیکن پہلی بار ان کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔شاید برف پگھلنے لگی تھی یا پتھر میں دراڑ آئی تھی۔۔

وہ اٹھے اور اپنے سٹڈی ٹیبل تک گئے اور کرسی پر بیٹھ کر اسے آگے دھکیلا۔۔پھر سفید کاغذ لیا اور اس پر قلم رگڑتے رہے۔۔

لمحے سرکتے گئے۔۔دو خط لکھے اور ان پر قلم رکھ کر بیڈ پر آ لیٹے۔۔چت لیٹے اوپر چھت کو گھورتے رہے اور بالآخر نیند آ گئی۔۔

رات کو کافی دیر تک رونق لگی رہی۔۔ایک دو بجے کے قریب سب اپنے اپنے بستر سونے کے لیے پہنچ چکے تھے۔۔ تھکی ہاری سکینہ حوا کے ساتھ ہی سو گئی۔۔ صبح فجر پر گھر میں خاموشی تھی۔۔ صرف شیخو اور عبداللہ جاگے تھے۔۔اور ساتھ والی چھت پر سویا ابراہیم۔۔ باقی سب ابھی تک خراٹے لے رہے تھے۔۔ مرغا بانگ دے دے کر تھک گیا۔۔ شفق بھی پھلنے لگی اور پھر پرندے اپنے اپنے کام کی طرف جانے لگے۔۔

شیخو ایزل پر بڑا سا کینوس رکھے کچھ پینٹ کر رہا تھا۔۔نیچے بہت سے رنگ بکھرے تھے۔۔ سٹور روم کا دروازہ بھی کھلا تھا۔۔اس کی عادت تھی نو بجے تک سو جاتا تھا اور صبح چار پانچ بجے اٹھ جاتا۔۔عادت اتنی پکی تھی کہ اگر صبح ہے تین بجے بھی سوئے تو پانچ بجے تک جاگ آ جاتی تھی۔۔یہی عادت عبداللہ اور ابراہیم کی تھی۔۔ جیسا استاد ویسے شاگرد!

ابراہیم تو صبح کی سیر پر گیا تھا اور اب واپس آ چکا تھا۔۔ چھت پر آ گیا۔اس چھوٹی دیوار پر بیٹھ گیا جو دونوں چھتوں کے درمیان تھی۔۔ شیخو کی طرف رخ کیے، دیوار پر بیٹھے ٹانگیں لٹکائے، شیخو کے دائیں جانب بیٹھا تھا۔۔

"ہمم۔۔ کافی اچھی ہو گئی ہے تمھاری پینٹنگ "

شیخو نے ہلکے نیلے رنگ کو ہاتھ میں پکڑی پیلٹ پر سے برش پر لگایا۔۔اور اسے کینوس پر رگڑا "پپ۔۔ پتہ نہیں۔۔ لل۔۔ لیکن مجھے اچھ۔۔ چھا لگتا ہے "

وہ اٹھ کر اس کے قریب آیا اور اب وہ پینٹنگ کے سامنے کھڑا تھا۔۔ بایاں بازو سینے پر باندھے دایاں ہاتھ ہونٹ پر رکھے وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا

"شیخو۔۔ "

"ہوں "

"انسان کو اگر اپنے ہنر کی قدر نہ ہو تو دنیا بھی اس کی قدر نہیں کرتی"

"مم۔۔ مطلب؟" وہ اس کی جانب مڑا۔

Clubb of Quality Content

اس نے خوبصورت سا نیلا آسمان نیچے بہتا سمندر اور ساتھ ریت۔۔یعنی ایک ساحل کو پینٹ کیا تھا۔۔سورج کی کرنیں پانی کو چوم رہی تھیں اور جیسے دن کے وقت بھی ستارے پانی پر رقص کر رہے تھے۔۔

"مطلب کہ۔۔اگر میں تمھیں کسی بڑی جگہ پر لے جاؤں۔۔جہاں تمھاری پینٹنگ دکھائی جائے، تمھارے ہنر کو سراہا جائے۔۔تو؟ "

"مم۔۔میں ایسا خ۔۔خیال نہیں کرتا"اس نے صاف انکار کر دیا۔

"ارے یار۔۔تمھیں بس یہی پینٹ کرنا ہے۔۔کیا پتہ کوئی حسینہ ہمارے شہزادے پر فدا ہو جائے"اس نے اس کے کندھوں پر ہاتھ رکھے

"رر۔۔رہنے دو بھائی۔۔مم۔۔مجھے بخش دو "

برش گلاس میں پڑے پانی میں رکھا اور گلاس میں پڑا پانی نیلا ہو گیا۔

"بال دیکھ اپنے۔۔جن لگ رہا ہے"وہ اب سامنے پڑی چارپائی پر لیٹ گیا۔

"کٹ۔۔ٹوٹا تا ہوں یار!۔۔ٹ۔۔ٹائم نہیں مم۔۔ملتا"

"ہاں۔۔وزیر اعظم ہے نا تو ملک کا "

بکھرے بالوں والے لڑکے نے منہ بسورا، انگلی اور انگوٹھے سے برش پر لگا رنگ پانی میں نچوڑا۔۔

رات کو مہندی تھی اور گھر میں کل سے بھی زیادہ رونق تھی۔ خالدہ بھابھی کے بھی رشتہ دار آ چکے تھے۔۔ گھر میں روشنیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ دلہن اپنی کسی سہیلی کے گھر تیار ہونے گئی تھی۔۔ اس کے مطابق وہ اچھا تیار کرتی تھی سو خالدہ بھابھی نے اسے بھیج دیا۔ ثمر کو ساتھ بھیجا تھا مگر وہ اکتا کر واپس آ گئی۔

وہ دونوں بھی کمرے میں تیار ہو رہی تھیں۔ حوا کے ہاتھ کا زخم کافی حد تک ٹھیک ہو چکا تھا۔ آج اس نے سبز رنگ کا سوٹ پہنا تھا۔ بڑے، کھلے پائنچوں والا سبز پاجامہ اور اوپر سبز کرتی۔۔ اس پر سلور اور گولڈن رنگ کے موتیوں اور نگینوں سے کام ہوا تھا۔ سکینہ نے بھی ویسا ہی سوٹ پہنا تھا مگر گلابی رنگ کا تھا۔۔ یہ سوٹ آسیہ اور سمیرا نے مل کر بنوایا تھا۔۔ آج بھی اس نے سکینہ سے چٹیا بنوائی تھی اور سامنے ماتھے پر ایک ٹیکا تھا۔۔ سبز اور گولڈن نگینے گول شیشے کے ارد گرد جڑے تھے۔۔ کانوں میں چھوٹی چھوٹی بالیاں تھیں۔۔ کلائی تک آتے سبز شیفون کے بازو، ہاتھوں میں گجرے پہن رکھے تھے۔۔ آنکھیں سرمے سے لبریز اور ہلکی سی سرخی۔۔ بس یہ تیاری تھی۔۔

"میں کیسی لگ رہی ہوں؟ "

وہ سکینہ سے پوچھ رہی تھی۔

"پری لگ رہی ہو "

اور وہ دونوں ہنس دیں۔

"اپنی اماں سے کہو کالا ٹیکا لگا دیں۔۔ کہیں کوئی جن فدا ہوتا ہے "

"ہائے اللہ۔۔ایسے باتیں تو نہ کرو۔۔ڈر لگتا ہے" وہ کمرے میں بکھرے ڈبے اور کپڑے سمیٹ رہی تھی۔

"مذاق کر رہی ہوں "

"تم ایسے کرو مہندی والی پلیٹیں لے آؤ۔۔۔بعد میں نہیں ملتیں" حوا اب بیڈ کے نیچے ڈبہ گھساتے ہوئے بولی۔

سکینہ جو چوڑیاں سمیٹ رہی تھی، سنگھار میز کے دراز میں رکھ کر اس سے مخاطب ہوئی

"ہاں۔۔تم نیچے انتظار کرنا۔۔۔میں پلیٹیں لے آؤں گی "

حوا باہر چلی گئی اور سکینہ دروازہ بند کرنے لگی

نیچے ڈھول بجنے کی آواز آئی۔

"لگتا ہے دلہن آ رہی ہے" حوا اوپر سیڑھیوں سے نیچے جھانک رہی تھی۔

"چلو۔۔ "

اور وہ سیڑھیاں اتر رہی تھی۔ حوا آگے تھی اور سکینہ پیچھے۔۔ نیچے آتے آتے مڑی اور اپنے سے دو زینے اوپر کھڑی سکینہ کو ہاتھ ہلا کر کچھ سمجھا رہی تھی۔۔ اور وہ ہاں میں سر ہلا رہی تھی۔۔

کسی کی نگاہوں نے یہ منظر قید کیا تھا۔۔ کسی نے دل کو دھڑکتے محسوس کیا تھا۔۔

باہر کا دروازہ کھلا تھا۔۔ آگے بہت سے لوگ جمع تھے۔۔ پھول پھینکتے مسکراتے ایڑیاں اٹھا اٹھا کر باہر دیکھتے۔۔

"سکینہ پلیٹیں لینے گئی تھی یا بنانے؟" اس نے دل ہی دل میں سوچا۔ وہ دروازے سے دور کھڑی تھی۔۔ آگے بہت سی عورتیں تھیں۔ سکینہ کے بغیر آگے کیا جاتی۔ منہ بسور کر مڑی اور ٹھٹک گئی۔۔

وہاں کوئی کھڑا تھا۔۔ سفید شلوار قمیض اوپر سیاہ واسکٹ، گھڑی پہنے، بال سنوارے، خوشبو لگائے۔۔ وہ حماد تھا۔۔

اس کا دل دھک سے رہ گیا۔۔اگر وہ رکتی نہ تو اس میں جا بجتی "اف۔۔کتنی شرمندگی ہوتی "

"آپ۔۔۔ "

گھبراہٹ کے مارے وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔۔وہ بھی محتاط سا لگ رہا تھا۔۔

"وہ۔۔میں" وہ ہکلایا تھا۔

"میں۔۔امی کو ڈھونڈنے آیا تھا۔۔یہیں آئی تھیں "

"اوہ۔۔"اس نے سر جھکا لیا۔

وہ ذرا سا پیچھے ہٹا تو اس نے جانے کے لیے ایک پاؤں آگے بڑھایا اور پچھلا پاؤں اٹھایا

"اچھی لگ رہی ہو "

اس کی آواز پر قدم زنجیر ہوئے۔۔رونگٹے کھڑے ہوئے،ہاتھوں پر پسینہ آیا اور اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھنا چاہا مگر نہیں۔۔شرم کے مارے گال لال ہوئے اور وہ جلدی سے وہاں سے چلی گئی۔۔وہ مڑا اور اس کی نظروں نے اس کا تعاقب کیا مگر وہ کمرے میں ہی غائب ہو گئی۔۔

کسی کی نظروں نے یہ منظر بھی پکڑا تھا۔۔کسی کا دل ڈوبا تھا۔۔کسی کو برا لگا تھا۔۔۔

سامنے صوفے پر دلہن کو لا کر بٹھایا گیا۔پھر مہندی کی تقریب شروع ہوئی۔باری باری سب جاتے اسے پیار دیتے، تیل لگاتے اور مٹھائی کھلاتے۔۔اقصیٰ کے سر پر پیار دیتے اور پھر واپس آجاتے۔۔۔گھر میں زیادہ تر خواتین ہی تھیں۔۔مرد حضرات باہر تھے۔۔اس واقعے کے بعد ابھی تک اس کا حماد سے سامنا نہیں ہوا تھا۔۔

"شاید۔۔ویسے ہی کہا ہو "

اس نے خود سے خود کو کہتے سنا اور کندھے اچکا دیے۔۔مگر دل کچھ اور سوچ بیٹھا تھا۔۔

آخر رات گئے تک تقریب جاری رہی۔۔ڈیڑھ بجے کے قریب صرف گھر والے ہی رہ گئے تھے۔۔سامنے آسیہ بیگم اور حمیرہ (حوا کی خالہ) بیٹھیں سمیرا سے کسی بات پر مشورہ کر رہی تھیں۔۔حوا اور سکینہ بھی بس جانے ہی لگی تھیں۔۔دلہن بھی جا چکی تھی۔۔وہ زمین پر بچھے کارپیٹ پر بیٹھی تھی۔۔مہندی ہاتھ کی پشت پر لگی تھی جسے وہ چھو کر دیکھ رہی تھی کہ سوکھ گئی ہے نا۔۔وہ اٹھنے لگی کہ سامنے نظر پڑی اور حماد جھک کر اپنی ماں کے کان میں کچھ کہہ رہا تھا۔۔پھر انھوں نے اپنے پرس میں سے چابی نکال کر دی۔۔اس کی نگاہیں اٹھیں، سامنے

بیٹھی سبز جوڑے میں لڑکی سے نظریں ملیں وہ مسکرایا اور حوا نے فوراً چہرہ دائیں جانب موڑ لیا۔۔

دل کی دھڑکن بڑھ گئی۔۔کان کی لوئیں تک سرخ ہوئیں۔۔کانوں سے دھواں نکلنے لگا۔۔

وہ جلدی سے اٹھی اور اوپر چلی گئی۔۔

کافی دیر بعد وہ کپڑے تبدیل کر کے اب چوڑیاں اتار رہی تھی۔۔سکینہ بیڈ پر لیٹی جمائیاں روک رہی تھی۔۔

"وہ کیا سوچ رہے ہوں گے۔۔تمھیں کیا ضرورت پڑی تھی اس طرف دیکھنے کی۔۔کتنی شرمندگی کی بات ہے حوا۔۔ہزار بار کہا ہے نظریں جھکا کر رکھا کرو۔۔مگر۔۔"وہ اپنے آپ کو ملامت کر رہی تھی جب سکینہ کی آواز اس کی سماعت میں پڑی

"حوا۔۔آجاؤ۔۔دروازہ بند کر دینا۔۔اتنی روشنی ہے۔۔نیند نہیں آتی"اور پھر وہ سو گئی۔۔

کچھ دیر بعد حوا بھی ساتھ لیٹ گئی۔۔ساتھ پڑے جمی کی کمر سہلاتے سہلاتے نیند نے اسے اپنی آغوش میں آلیا۔۔۔

اس دن فلک شیر گھر پر نہیں آیا۔۔اس کی صبح بھی اچھی گزری اور شام بھی۔۔اگلا دن بھی اچھا رہا مگر آج جب وہ واپس آئی یونیورسٹی سے تو سامنے ہی وہ بیٹھا تھا۔۔

"لو آگئی مصیبت" اسے سامنے لاؤنج میں صوفے پر بیٹھا دیکھ کر اس نے دل ہی دل میں کہا۔

خیر آج وہ گیارہ بجے ہی آگئی تھی، سیدھا لاؤنج میں آئی۔۔ممانی اندر اس کی ممی سے بات کر رہی تھیں اور وہ صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے اسے دیکھ کر مسکرایا۔۔ایک شیطانی مسکراہٹ !

وہ اس کے ساتھ والے صوفے پر آ بیٹھی۔۔سامنے سلاد کی پلیٹ پڑی تھی۔وہ آگے کو ہوئی اور کھیرے کا ایک ٹکڑا اٹھایا اور دانتوں سے آدھا کاٹ کر منہ میں رکھا۔

"خیریت۔۔تم یہاں "

ٹانگ پر ٹانگ جمائے اوپر والی ٹانگ ہلاتے ہوئے بولی۔

"ہاں۔۔تم کافی خوش لگ رہی ہو "

"اوہ۔۔تم یہ پوچھنے آئے تھے ؟" ابرو اٹھایا۔

"نہیں۔۔" وہ کچھ بولنے لگا تھا کہ لیزا نے ملازمہ کو آواز دی

"بیلا۔۔ "

وہ فوراً آئی

"مجھے۔۔جوس لادو۔۔ گرمی بہت بڑھ گئی ہے "

اور وہ سر ہلا کر چلی گئی۔۔

"تم کچھ کہہ رہے تھے" وہ پھر آگے کو جھکی اور پلیٹ میں سے ایک اور کھیرے کا ٹکڑا اٹھایا۔آدھا کاٹا اور منہ میں رکھ کر چبایا۔

"کیا کر رہی ہو آج کل ؟ "

وہ سنجیدہ سا بیٹھا تھا۔

"میں۔۔کچھ خاص نہیں۔۔"کندھے اچکائے "بزی ہوتی ہوں۔۔یو نو آرٹسٹ لوگ "

"ہوں" اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"میں۔۔لندن جانا چاہ رہا ہوں "

بیلا نے جوس کی ٹرے آگے کی۔اس نے جوس کا گلاس پکڑا اور لبوں سے لگایا۔

"تو۔۔مجھ سے اجازت لینے آئے ہو؟ "

وہ پھر مسکرایا۔آگے ہو جھکا "میں۔۔تمھارے ساتھ لندن جاؤں گا "

جو س گلے کو لگا اور وہ کھانسی۔

"تمھیں میری کس حرکت سے لگا کہ میں تمھارے ساتھ لندن جاؤں گی؟"(اف کسی زمانے میں ابراہیم کے ساتھ رہنے کا اثر)

"اور میری کس حرکت سے لگا کہ میں تمھیں ساتھ لے جانے کے لیے تم سے اجازت لوں گا" وہ پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

"ہوں۔۔گڈ" ایک اور گھونٹ بھرا" وہ کیا ہے نافلک شیر۔۔اب میرا نا دماغ گھومتے دیر نہیں لگتی۔۔میرا تم سے ایسا کوئی رشتہ نہیں ہے کہ میں تمھاری ہر بکواس مانوں" اور دانت پیستے ہوئے بمشکل مسکرائی۔

"یہی تو کہتا ہوں۔۔رشتہ بنا لیتے ہیں۔۔تم مانتی ہی نہیں "

وہ خاموش رہی۔پھر اسے دیکھا" کتے کی دم ہو تم۔۔ڈھیٹ "

"اور کمینہ بھی" اس نے لیزا کی بات مکمل کی۔

معاملہ اس کی برداشت سے باہر ہو چکا تھا۔۔وہ کھڑی ہوئی تو وہ بھی کھڑا ہوا۔۔"ممی۔۔تمھاری اور میری ڈیٹ فکس کرنے آئی ہیں۔۔میں تو بس تمھارا ہی انتظار کر رہا تھا" تپاتے ہوئے لہجے میں بولا۔

وہ کچھ بھی نہ بولی۔۔اسے غصہ آیا تھا شدید غصہ۔۔سامنے ٹیبل پر پڑا پانی کا گلاس پکڑا اور سامنے کھڑے پینٹ شرٹ میں ملبوس فلک شیر پر الٹ دیا

وہ ہکا بکا رہ گیا۔۔جبڑے بھینچے اس نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا۔۔

وہ اوپر بھاگ گئی۔۔اپنے کمرے میں جا کر کمرہ لاک کر لیا۔۔دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔سانس کی رفتار بھی بڑھ چکی تھی

"اتنی ہمت کہاں سے آئی، لیزا؟"اور خود ہی مسکرا دی۔

جب وہ کمرے میں داخل ہوئی تو وہ بیڈ پر سینے کے بل لیٹا تھا۔ایک ہاتھ بیڈ سے نیچے لٹکتا ہوا۔۔ہاتھ میں گیند تھی۔۔زمین پر گیند مارتا اور ہاتھ سے پکڑتا۔۔پھر مارتا پھر پکڑتا۔۔وہ کچھ سوچ رہا تھا۔۔سکینہ نے الماری کا دروازہ کھولا اور جلدی جلدی کچھ ڈھونڈنے لگی۔۔

"آپ نہیں جا رہے آج بارات پر؟"ایک شاپر میں سے زیادہ سارے دوپٹے نکال کر بیڈ پر پھینکے اور پھر اپنی پسند کا دوپٹہ تلاشنے لگی۔۔

"کیوں؟"وہ رکی

"دل نہیں ہے"گیند ابھی بھی اوپر نیچے ہو رہی تھی۔۔اس کے ہاتھ میں زمین پر۔۔ہاتھ میں، زمین پر۔

"کیوں؟"ایک دوپٹہ رہنے دیااور باقی اندر ڈالنے لگی۔

"بس۔۔ویسے ہی"وہ اداس سا تھا۔۔دھیمی آواز سے پتہ چل رہا تھا۔۔

اس نے شاپر کو اچھے سے گرہ لگائی اور الماری کے اندر رکھا۔

"کیا بات ہے۔۔اداس ہیں؟۔۔کسی نے کچھ کہا؟"وہ اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔

"نہیں "!

"اٹھیں"سکینہ اس کے سر پر کھڑی تھی،اس نے گیند ہاتھ میں پکڑی اور سیدھا ہو کر لیٹ گیا"اٹھیں نا"سکینہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"یار نہیں جانانہ۔۔دادی اماں تنگ نہ کرو"اور منہ دوسری جانب موڑ لیا

"ہا۔۔کیسے لڑکیوں کی طرح نخرے کر رہے ہیں۔۔چلیں دو منٹ ہیں جلدی بتائیں۔۔نہیں تو مجھے اور بھی طریقے آتے ہیں سچ نکلوانے کے"وہ سختی سے کہتی اسکی بڑی بہن لگ رہی تھی۔

"بتادوں؟ "

ابراہیم نے ساتھ بیٹھی بہن کو دیکھا۔

"ہاں نا۔۔ "

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"وہ جو لڑکا ہے۔۔حماد "

"ہاں۔۔حوا کا خالہ زاد "اس نے بات مکمل کی۔

"ہاں وہی۔۔وہ۔۔کیسا ہے۔۔حوا کے ساتھ؟"وہ جھکائے بول رہا تھا۔

"میری کبھی اس سے اس سلسلے میں بات نہیں ہوئی۔۔نہ اس نے کبھی کی۔۔کیوں کیا ہوا ہے؟ "

"ویسے ہی "اس نے نظریں چرائیں۔

"نہیں۔۔میرا بھائی بے وجہ اتنا پریشان نہیں ہوتا "اس کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا "مجھے نہیں بتائیں گے؟"آرام سے پوچھا۔

"میں نے کل رات دیکھا تھا۔۔اس کی بار بار حوا کی طرف اٹھتی نظر۔۔مجھے۔۔کچھ غلط لگ رہا ہے "

"اوہ۔۔بھائی۔۔ایسا کچھ نہیں ہے۔۔حوا ایسی نہیں ہے "

"ہاں۔۔مجھے پتہ ہے وہ ایسی نہیں ہے۔۔مگر وہ لڑکی تو ہے نا۔۔سیدھی سادھی باتوں میں آنے والی "اور اس بات پر سکینہ کا دل بھی ڈوبا تھا۔

"بھائی۔۔آپ نہ پریشان ہوں۔۔آپ کو غلط فہمی ہوئی ہو گی کوئی۔۔جو آپ کی قسمت میں ہو گا آپ کو مل کے رہے گا۔۔اور وہ تو بس چند دن کا مہمان ہے چلا جائے گا۔۔خود کو کیوں ہلکان کرتے ہیں "

اس کے اس بات پر وہ مسکرایا۔

"اچھا۔۔اب چلیں۔۔بازار جانا ہے دس منٹ کے لیے۔۔دلہن کے لیے تحفہ لانا ہے۔۔میں نہ نہیں سننے والی "اور وہ باہر چلی گئی۔۔

اس نے ساری پریشانیوں کو جھٹکا اور جوتا پہنتے کھڑا ہوا۔۔

وہ گھر کے باہر کھڑا تھا جب وہ دونوں باہر نکلیں۔وہ ذرا سا ہٹ گیا۔نظریں جھکی رہیں، ہاتھ پیچھے بندھے رہے۔اب وہ دونوں آگے چل رہی تھیں اور وہ پیچھے۔۔

"تم نے نہیں بتایا تھا کہ تمھارا بھائی آرہا ہے؟"چلتے ہوئے حوا نے ہلکی آواز میں پوچھا۔

"ہوں۔۔اور تمھیں کیا لگتا ہے ہماری امیاں ہمیں گھر سے اکیلے بازار جانے دیں گی۔۔ساتھ کوئی نہ کوئی تو ہونا چاہیئے نا "

"ہاں۔۔مجھے نا تمھارے بھائی سے ڈر لگتا ہے "ہلکی ہلکی سرگوشی۔

"ہیں!"وہ حیران ہوئی

"اتنے اچھے تو ہیں میرے بھائی۔۔ڈر کیوں لگتا ہے تمھیں؟ "

"وہ۔۔ہنستے نہیں ہیں کیا؟" وہ انتہائی سنجیدہ لگ رہی تھی

اس کی یہ بات سن کر سکینہ ہنسی۔

"اللہ۔۔حوا تم بھی نا"!

سامنے تانگہ کھڑا تھا۔۔اس نے آگے بڑھ کر تانگے والے سے بات کی اور پھر اپنی بہن کو اشارہ کیا۔۔پہلے خود بیٹھا پھر ہاتھ پکڑ کر سکینہ کو اوپر کھینچا اور پھر حوا بیٹھ گئی۔۔

بازار پہنچے تو کافی رش تھا۔ایک چھوٹی سی دکان پر رکے اور دونوں نے اپنی اپنی پسند کے تحفے پیک کروائے۔۔واپس نکلے اور اب واپس گھر کی طرف جانا تھا مگر راستے میں ایک چوڑیوں والی ٹھیلا نظر آیا۔۔وہ ابراہیم کے قریب جھکی اور اس سے کچھ کہا۔اس نے نظر ترچھی کر کے اسے دیکھا

"دو منٹ ہیں تمھارے پاس" وہ مسکرائی اور گردن ہاں میں ہلا دی۔ارد گرد اور کئی چیزوں کے ٹھیلے بھی تھے۔رونق لگی ہوئی تھی لوگ آ رہے تھے جا رہے تھے۔

وہ دونوں چوڑیاں دیکھ رہی تھیں۔حوا کو جو چوڑیاں پسند آئیں وہ اس کی کلائی سے بڑی تھیں۔۔پٹھان لڑکے نے دو اور سائزز دکھائے۔۔ایک اس کی کلائی سے چھوٹا اور دوسرا بس فٹ تھا۔۔اس نے پہننے کی کوشش کی مگر انگلیوں سے آگے نہیں جا رہی تھیں

"لاؤ باجی۔۔ام پہناتا ہے" بتیسی دکھا کر اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔

"رہنے دو تم۔۔وہ خود پہن لے گی" ابراہیم نے اس کا ہاتھ جھٹکا اور سختی سے بولا۔

حوا نے اسے دیکھا۔وہ کافی سنجیدہ تھا۔

"یہ ہنستے نہیں ہیں کیا؟" پھر سے سوچا اور پھر سر جھٹک کر اپنے ناپ کی چوڑیاں لے لیں اور واپسی پر ان دونوں کے ساتھ گھر آ گئی۔۔

آج وہ گھر آیا تو دروازہ اندر سے لاک نہیں تھا۔۔پہلے اسے حیرت ہوئی پھر مطمئن ہو گیا کہ شاید آج اس کا کوئی لیکچر نہ ہو۔۔اندر داخل ہو کر دیوار کے ساتھ چابیاں لٹکائیں۔۔بیگ کندھے سے اتار کر صوفے پر پھینکا اور اندر چلا گیا مگر کمرے کا دروازہ کھول کر اندر جھانکا تو وہ میٹرس پر لیٹا تھا۔۔سینے کے بل۔۔یوں جیسے سویا ہو۔۔

وہ اس کے قریب آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیف "

آنکھیں بند رہیں وہ سو یا رہا۔

"دن کے وقت تو اس کو چاہے موت آجائے سوتا نہیں ہے۔۔آج کیا ہو گیا؟"دل ہی دل میں سوچا

پھر پاؤں اس کی ٹانگ پر مارا" کیفی "!

کوئی جواب نہیں۔۔گھٹنوں کے بل بیٹھا اور جھک کر اسے ہلایا

" کیفی۔۔اٹھو نا "

وہ گہری سانسیں لے رہا تھا۔۔منہ اسی کی طرف مڑا تھا۔۔ہلکے جامنی رنگ کے غلاف والا تکیہ گیلا تھا۔۔وہاں سے جامنی رنگ گہرا تھا بالکل کنپٹی کے نیچے۔۔

"پہلے روتا ہے پھر سوتا ہے"

گہری سانس لی اور اٹھ گیا۔واش روم میں گیا اور منہ ہاتھ دھو کر باہر آیا

شام میں عصر سے ذرا پہلے وہ اٹھا۔آنکھیں سرخ، جسم تپتا ہوا۔وہ تھیٹر جانے کی تیاری کر رہا تھا اور باہر لاؤنج میں بیٹھا جوتے پالش کر رہا تھا جب کمرے سے نکلتے دروازہ بند ہونے کی آواز سنی۔وہ اس کے ساتھ صوفے پر آکر دھپ سے بیٹھا۔

اس نے گردن موڑی "کیا بات ہے۔۔کوئی چرس ورس پی کے سوئے تھے۔۔آنکھیں بھی سرخ ہو رہی ہیں" پھر دوبارہ برش جوتے پر رگڑنے لگا۔

اس نے دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں سے کنپٹی مسلی "سر میں درد ہے" آواز بھی بھاری تھی۔

اس نے جوتا زمین پر رکھا۔

"اب تم خود بتاؤ گے یا میں جوتا اٹھاؤں؟" صوفے سے ٹیک لگائے بازو سینے پر باندھے بیٹھ گیا۔

اسے پتہ تھا ایک بار وہ اڑ گیا تو پتہ لگوا کے رہے گا کہ کیا ہوا تھا۔۔وہ اٹھا اور کمرے میں چلا گیا۔ایک منٹ بعد باہر آیا تو ہاتھ میں ایک لفافہ تھا۔۔چاک کیا گیا لفافہ۔۔قیس کی طرف اچھالا اور اس نے پکڑ لیا۔۔پکڑ کر کھولا اور پڑھنے لگا۔۔کیف ساتھ والے صوفے پر آنکھیں بند کیے سر پیچھے گرائے لیٹ سا گیا۔۔ایک ایک قطرہ دونوں آنکھوں کے کناروں سے نکلا اور کنپٹی سے بہتا کانوں کی طرف بڑھا۔۔

اس کی سفید رنگت سرخ تھی۔۔ساتھ بیٹھا سرمئی آنکھوں والا بھی سنجیدہ تھا۔۔

ساڑھے پانچ کے قریب وہ تیار کھڑا تھا۔ پینٹ شرٹ پہنے نیچے جو گرز۔۔جو بوٹ ابھی پالش کر رہا تھا وہ نہیں پہنے کیونکہ دل بدل گیا تھا(اف!)۔۔لاؤنج میں چاول کی پلیٹ ہاتھ میں پکڑے بیٹھے گم سم سے کیف سے مخاطب ہوا۔

"دوا بھی لے لینا"اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"میں نے پنکھے کے پر بھی اتار دیے ہیں۔۔اور ماچس بھی چھپادی ہے۔۔زہر کھانے جوگے پیسے نہیں ہیں تمھارے پاس۔۔"سنجیدہ سا اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے کہہ رہا تھا"سو۔۔خودکشی کا سوچنا بھی نہ۔۔واپسی پہ دو سگریٹ لیتا آؤں گا۔۔دونوں بھائی رات کو چھت پہ بیٹھ کے کش لگائیں گے"اور پھر خود ہی ہنس دیا۔

کیف نے نظریں ترچھی کر کے دیکھا"اب تم دفع ہو رہے ہو یا نہیں؟"دانت چباتے بولا

"ہو رہا ہوں۔۔ہو رہا ہوں"اس کے کندھے سے بازو ہٹایا۔

اٹھا،دیوار سے لٹکی چابی اتاری

"گھنٹے دو تک آتا ہوں۔۔زندہ رہنا "

اور سیٹی بجاتے باہر نکل گیا۔

تقریباً دوپہر کے ڈیڑھ دو بجے بارات آئی اور ساڑھے پانچ بجے تک دلہن کی رخصتی ہو گئی۔ سب اچھے سے ہو گیا تھا مگر گرمی زیادہ تھی۔ آدھی بارات میں روٹی کھلنے سے پہلے ہی حوابی بی کا دل خراب ہونے لگ گیا تھا۔ سو وہ بس جانے والی تھی پھر آسیہ بیگم نے طبیعت صاف کی تو تھوڑا سا کھا کے شیخو اور سکینہ کے ساتھ گھر آ گئی۔۔ سر میں درد تھا۔ عبداللہ بھی گھر پہ ہی تھے۔۔ گرمی میں کوئی کمی نہ آئی تو وہ نہائی اور پھر آ کر سو گئی۔۔ رات کے آٹھ بج رہے تھے مگر وہ ابھی تک سوئی تھی۔۔ عبداللہ اس کے کمرے میں آئے۔۔ ماتھے کو چھوا تو ہلکا سا بخار تھا۔ اس پر اچھے سے چادر اوڑھی کھڑکی کے پردے پرے کیے، کچھ دیر خاموش گہری سانسیں لیتی حوا کے پاس بیٹھ کر یونہی دیکھے گئے، پھر اٹھے اور اس کے بالوں پر بوسہ دیا اور بتی بجھا کر چلے گئے۔۔

ساتھ والے گھر میں بھی سناٹا تھا۔ خاموشی سی خاموشی۔۔ برآمدے میں دو چارپائیاں بچھی تھیں۔۔ ایک پر ابراہیم لیٹا تھا اور ساتھ والی چارپائی پر سکینہ۔۔ چھمی اوپر سوتی تھی اور سمیرا اوپر اس کی چارپائی کے پاس نماز پڑھ رہی تھی۔۔

"بھائی شادی اچھے سے ہو گئی نا "!

"ہوں" وہ سیدھا لیٹا سر کے نیچے بازوؤں کا تکیہ بنائے سیاہ آسمان گھور رہا تھا۔

"ایک بات بتاؤں؟"اس نے اس کی طرف کروٹ لی

"دو بتاؤ"!

"آپ کے بارے میں۔۔کوئی کچھ کہہ رہا تھا"مسکراہٹ دباتے کہہ رہی تھی۔

اس نے چہرہ اس کی طرف موڑا۔اندھیرے میں اس کی شیطانی مسکراہٹ نظر آئی۔

"اور وہ کوئی کون تھا اور کیا کہہ رہا تھا؟ "

"وہ کوئی۔۔حوا بنت عبداللہ تھی "

وہ جھٹکے سے اٹھ بیٹھا"نہ کرو "

وہ ہنسی۔

"اللہ اللہ "!

"کیا کہہ رہی تھی"وہ جھٹ سے بولا

سکینہ بھی چوکڑی مار کر بیٹھ گئی۔وہ جو سامنے چارپائی پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا تھا اس کی شکل دیکھ کر پھر ہنسی۔

"کہہ رہی تھی"اس نے حوا کی نقل اتاری"وہ ہنستے نہیں ہیں کیا؟"

"ہیں۔۔میں ہنستا نہیں ہوں کیا؟"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ حیران تھا۔

"ہنستے ہیں۔۔مطلب آپ کبھی اس کے سامنے نہیں نا ہنسے۔۔تو اسے لگتا ہے شاید آپ کھڑوس، سڑیل یا پھر انتہائی سنجیدہ ہیں "

"ہیں۔۔وہ میرے بارے میں ایسا سوچتی ہے۔۔میں کیا واقعی کھڑوس لگتا ہوں؟" وہ جیسے شاک میں تھا

سکینہ پھر سے ہنسی اور اوپر سے سمیرا کی آواز آئی۔

"اب اگر تم دونوں کی آواز آئی نہ تو میں نے نیچے آجانا ہے اور بچانے والا بھی کوئی نہیں ہے "

اور دونوں چپ چاپ لیٹ گئے۔جب وہ واپس چلی گئیں ہلکی سی سرگوشی کی "میں کیا واقعی اسے ایسا لگتا ہوں؟" صدمہ بہت بڑا تھا

"اوہو۔۔بھائی۔۔وہ تو ایسے ہی کہہ رہی ہو گی۔۔وہ کون سا آپ کے ساتھ رہتی ہے جو اسے پتہ ہو کہ آپ ہنستے بھی ہیں" پھر اٹھ کر بیٹھ گئی اور ذرا سا اس کے قریب جھکی "آپ نا ایک خط لکھیں اور اسے بتائیں کہ آپ ہنستے بھی ہیں اور ہنستے ہوئے اچھے بھی لگتے ہیں" اور خود ہی ہنسی۔

"رہنے دو۔۔عبداللہ چچا نے پڑھ لیا ناخط۔۔تو الٹا لٹکا دیں گے "

پھر دوبارہ سر تلے بازوؤں کا تکیہ بنائے آسمان کو گھورنے لگا۔۔

سکینہ بھی لیٹ گئی "مرضی ہے آپ کی "پھر جمائی لی اور آہستہ آہستہ نیند کی آغوش میں چلی گئی۔۔

البتہ وہ ابھی تک جاگ رہا تھا۔۔پھر تخیل میں سرمے سے لبریز بھوری آنکھیں ابھریں۔۔لبوں پر مسکراہٹ آئی۔

وہ واقعی نہیں ہنستا تھا؟

رات کا کھانا کھا کر وہ دونوں چھت پر دیوار کے کنارے کھڑے تھے۔نیچے چلتا پھرتا بازار اور رونق تھی۔وہ چپ سا کھڑا تھا جب کہ قیس اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے اس سے باتیں کر رہا تھا

"مجھے تو قسم سے ڈھرکا لگا رہا کہ ابھی ایک لڑکا آئے گا بھاگا بھاگا اور کہے گا قیس بھائی جلدی چلو تمھارے بھائی نے چھت سے کود کر خودکشی کر لی ہے"

کیف نے نظر ترچھی کر کے اسے گھورا "پاگل نہیں ہوں میں "

"یار یہ۔۔محبت پیار کے چکروں میں پڑنے والے سارے پاگل ہی ہوتے ہیں "

اس نے کندھا ہلا کر اس کا بازو جھٹک دیا"میرا دماغ نہ خراب کرو "

"ماشاءاللہ سے آپ کے پاس دماغ بھی ہے "

کیف نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔پھر اس کی طرف رخ کیا بازو سینے پر باندھے اور اپنی پشت دیوار سے ٹکائی

"مجھے کیا کرنا چاہیئے۔۔واپس چلا جاؤں؟ "

"کیفی۔۔محبت کے بدلے خودداری کا سودا نہیں کرتے۔۔جو آپ سے محبت کرتا ہے وہ قربانی بھی دیتا ہے۔۔محبت میں شرائط نہیں ہوتیں۔۔شرائط تو بزنس ڈیل میں ہوتی ہیں۔۔محبت تو غیر مشروط ہوتی ہے"اس نے ساری بات ایسے کہی جیسے اس کا ذاتی تجربہ ہو۔

وہ جو سر جھکائے مسلسل زمین سے پیر رگڑ رہا تھا پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا

"کونسی کتاب پڑھ رہے ہو آج کل؟ "

"میں اور کتاب۔۔پڑھ لوں۔۔قیامت نہ جائے اس دن"انے سر جھٹکا

"میں اگر گیا تو تم بھی جاؤ گے؟ "

"ہاں۔۔تمھیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا"

پھر اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا "تم اسے خوش رکھو گے مگر وہ تمھیں زندہ مارے گی۔۔ مگر پھر بھی تم جانا چاہتے ہو تو میں تمھارے ساتھ ہوں "

اس نے گردن اٹھا کر سیاہ آسمان کو دیکھا "ہوں۔۔ مجھے میری ماں کی آخری سانسیں یاد ہیں۔۔ میرے باپ کا خون مجھے سونے نہیں دیتا۔۔ میں نے سب بھلا کر اسے اپنانا چاہا تھا مگر۔۔" وہ سیدھا ہوا۔۔ ہاتھ دیوار پر رکھے اور آگے کو جھکا "اسے مجھ سے زیادہ اور بہت کچھ عزیز ہے" گردن موڑی اور قیس کو دیکھ کر مسکرایا۔

"چھوڑ دو اسے، کیف!" وہ سنجیدہ تھا۔ بے پناہ سنجیدہ۔

"اتنا آسان نہیں ہے۔۔ خیر، کوئی نہ کوئی حل نکل آئے گا" پھر ایک ٹھنڈی آہ بھری۔ انگلی کی پوروں سے آنکھ کے کنارے صاف کیے۔ دونوں ایک دوسرے کے گلے لگے۔

چھوٹے تو کیف بولا "چل آؤ آئس کریم کھاتے ہیں "

"تمھارے پیسوں کی" بولنے والا قیس تھا

اور وہ ہنس دیا "ہاں "

وہ دونوں نیچے جانے لگے۔

اگلے دن ولیمہ تھا۔آج صبح جب وہ اٹھی تھی تو کل سے زیادہ بخار تھا۔فجر پڑھ کر دوبارہ سو گئی اور دس بجے کے قریب اٹھی۔نیچے گئی تو حمیرہ خالہ اور دعا بیٹھی تھیں۔ساتھ ہی ثمر بھی۔ کافی سارے کام دار جوڑے ان کے سامنے بکھرے پڑے تھے۔نیچے جا کر اس نے سلام لی، چولہے کے سامنے بیٹھیں چائے بنا تیں بی جان کے پاس بیٹھی۔

"بی جان۔۔چائے بنادیں۔۔سر میں بہت درد ہے" دھیمی آواز میں بولی۔

"آئے ہائے۔۔حوا آنکھیں کیوں سرخ ہو رہی ہیں تیری۔۔ادھر آ بخار تو نہیں "

اس کے گال چھوئے اور پھر ماتھا" چل بیٹھ جا کر۔۔چائے رس دیتی ہوں۔۔ناشتہ کر پھر حکیم سے دوا لے کر آتی ہوں تیری "

وہ چپ چاپ تخت پوش پر بیٹھ گئی۔آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔سانس گرم آ رہی تھی اور سر درد کیے جا رہا تھا۔اس نے ٹانگیں سینے سے لگائیں اور پھر ان پر بازو رکھ کر سر جھکا لیا۔ کانوں میں ساتھ چارپائی پر بیٹھیں خواتین کی آواز پڑ رہی تھی۔

"گلابی والا اچھا لگے گا۔۔کل تو سرخ پہنا تھا" بولنے والی ثمر تھی

"ہاں۔۔میرا یہ گلابی اور سفید ہے۔۔امی اس کے ساتھ کی چوڑیاں لائی تھیں نا آپ؟" دعا اپنی ماں سے مخاطب تھی۔

"ہاں وہ اندر ہیں۔۔بیگ میں ہی ہے "

"چلو آؤ۔۔دیکھتے ہیں کونسی اچھی لگے گی اس کے ساتھ"

اور دعا ثمر کو ساتھ لے کر کمرے میں اپنا سامان دکھانے چلے گئی۔

حمیرہ اٹھ کر حوا کے ساتھ آ بیٹھیں اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔اس نے چونک کر سر اٹھایا"طبیعت ٹھیک ہے؟ "

"مجھے لگتا ہے بخار ہے"مری مری آواز میں بولی۔

"تو دوا لے آتی "

"امی ابھی آتی ہیں تو پھر جاؤں گی "

وہ مسکرائیں"خیال رکھا کرو اپنا۔۔اتنی پیاری لگ رہی تھی۔۔نظر لگ گئی جیسے"

وہ بس مسکرائی"پتہ نہیں"اور کندھے اچکائے۔

بی جان چائے لے آئیں تو وہ اٹھ کر چلی گئیں۔

اس نے بمشکل ایک رس کھایا اور چائے کا کپ لبوں کو لگایا۔۔دفعتاً کمرے سے حماد نکلا۔ بکھرے بال اور سوئی سوئی آنکھیں۔لگتا تھا وہ ابھی اٹھا ہے۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا،وہ مسکرایا مگر اس نے نظریں جھکا لیں۔دل کی دھڑکن بڑھ گئی تھی۔۔سر ابھی تک گھوم رہا

تھا۔۔دل ہی نہیں کیا کچھ کھانے پینے کو۔۔ذائقہ بھی بدلا بدلا سا تھا۔۔چائے کا کپ اور پلیٹ پکڑ کر چولہے کے آگے رکھ کر آئی اور فوراً اوپر چلی گئی۔

تھوڑی دیر لیٹی رہی اور پھر اٹھ کر الماری کھولی اور آج کے لیے کپڑے نکالنے لگی۔۔ دوپٹہ پھر سے نہیں مل رہا تھا۔۔اس نے اندر گھس کر بازو لمبا کر کے پیچھے گھسے ہوئے شاپر کو کھینچ کر باہر نکالا تو کتابوں والا کھلا شاپر زمین پر آ گرا۔۔ایک دو کتابیں باہر بھی گر گئیں۔۔

"اف!" منہ بسورا۔

پھر زمین پر بیٹھ کر کتابیں اندر رکھنے لگی۔۔یہ وہی کتابیں تھیں جو عباس نے اسے لا کر دی تھیں۔۔ایک کتاب اندر رکھنے لگی تو اس میں شاید مڑا ہوا کوئی کاغذ تھا جس کا ایک کونا کتاب سے باہر آیا ہوا تھا۔اس نے کھولی اور اندر ایک سفید کاغذ تھا فولڈ ہوا ہوا۔اس نے کاغذ نکالا اور وہ کاغذ کی تہیں کھولیں۔۔اوپر سے پڑھنا شروع کیا۔۔چند لمحے تھے کہ اس کے ہاتھوں پر پسینہ آنے لگا۔سر گھوم گیا۔۔

"حوا۔۔وہ لال رنگ والا ٹیکا اور وہ چوڑیاں دینا جو تم نے اس دن بازار سے لی تھیں" اس کی طرف آتی ہوئی ثمر کی آواز تھی۔

اس کی پشت ثمر کی جانب تھی۔اس نے جلدی سے کاغذ تہہ کر کے کتاب میں رکھا۔۔ ہاتھ کانپ رہے تھے اور ماتھے پر پسینے کی بوندیں تھیں۔ ثمر نے کتاب میں اسے کاغذ رکھتے دیکھ لیا تھا۔سامنے صوفے پر آ بیٹھی۔۔

اس نے جلدی جلدی کتابیں شاپر میں رکھیں اور انھیں اندر رکھا۔

وہ بوکھلا گئی تھی۔۔زمین ابھی تک گھوم رہی تھی۔۔

اس نے لکڑی کا چھوٹا سا ڈبہ نکالا اور بیڈ پر رکھا۔۔

"لے لو۔۔جو لینا ہے" وہ اس کے چہرے پر آتے جاتے رنگ بخوبی پڑھ سکتی تھی۔

"تمھاری طبیعت ٹھیک ہے۔۔پسینہ کیوں آ رہا ہے تمھیں؟ "

ڈبے سے چوڑیاں نکالتے اس نے نظریں اٹھا کر سامنے کھڑی انگلیاں مروڑتی حوا کو دیکھا۔

"وہ۔۔بخار ہے نا شاید اس لیے" چہرے پر جھولتی لٹیں کان کے پیچھے اڑسیں۔

"اچھا "

اس نے ٹیکا اور چوڑیاں لیں اور چلی گئی۔اس کے جاتے ہی وہ بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔آنکھیں زور سے میچ لیں اور دل پر ہاتھ رکھا جو زور زور سے دھڑک رہا تھا۔۔

"یا اللہ"!

کمرے کے باہر دروازے کے پاس چھپ کر کھڑی ثمر نے اسے دیکھا۔

"یہ چل کیا رہا ہے سب۔۔اتنی آسانی سے بنا کسی بحث کے اس نے مجھے چوڑیاں دے دیں۔۔معاملہ کچھ گڑبڑ ہے "

اور پھر نیچے چلی گئی۔

بی جان کے ساتھ دوا لانے کے بعد وہ اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹی تھی۔نیچے سب مہمان جمع تھے۔کوئی کسی کو سرخی لگا رہا تھا تو کوئی کسی کے بال بنا رہا تھا۔کسی کو جانے کی جلدی تھی اور کوئی خاموش لیٹا تھا۔سکینہ بھی نہیں جا رہی تھی کیونکہ حوا نہیں جا رہی تھی۔۔ساتھ میں شیخو اور عبداللہ بھی گھر پر ہی تھے۔۔سب نکلنے والے تھے۔۔عبداللہ حوا کے کمرے میں آئے اور دستک دی۔وہ جو لیٹی تھی اٹھ کر بیٹھ گئی اور مسکرا دی۔پھر اٹھی اور چل کر ان کے کندھے سے جا لگی۔وہ بھی مسکرا دیے۔

"سنا تھا کوئی بیمار ہے؟ "

"سنا تھا آج کل کوئی بہت مصروف ہے" انہی کے انداز میں بولی

وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے صوفے تک آئے اور بیٹھ گئے۔ان کے بازو میں بازو ڈالے وہ ان کے ساتھ سر لگا کر بیٹھ گئی۔

"بخار کیسا ہے؟ "

اس کے ماتھے کو چھوا

"بھاگ گیا ڈر کر" ساتھ میں مسکرائی

"ہوں۔۔ بڑی بہادر ہیں آپ تو "

"آپ بڑے کمزور کمزور لگ رہے ہیں آج کل۔۔ خیریت۔۔امی کھانا نہیں دے رہیں کیا؟ "

"ہاں۔۔ تمھاری امی تو کھانا دیتی ہیں مگر کوئی ہے جو وقت نہیں دیتا" وہ مسکرائے تھے

"ہوں۔۔میری بات کر رہے ہیں نا" انھوں نے نظر ترچھی کر کے دیکھا۔

اس نے ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لیا" شادی پہ کیوں نہیں گئے؟ "

"کیونکہ تم نہیں گئیں "

پھر کچھ یاد آنے پر بولی" ابو۔۔میں ایک چیز لے کر آئی ہوں "

پھر اٹھی اور الماری کا دروازہ کھولا۔اندر چھوٹے دراز میں سے ایک ریشمی رومال نکالا اور اپنے باپ کے پاس چلی آئی۔

"اسے آپ میرے بالوں پر باندھ دیں جیسے بچپن میں باندھتے تھے" وہ مسکرا دیے اور سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

"اچھا پہلے کنگھی لے کر آؤ۔۔پہلے تمھارے بال بنائیں گے پھر رومال باندھیں گے" اور رومال پکڑ کر اسے گود میں رکھا۔

اب وہ نیچے فرش پر چوکڑی مار کر بیٹھی تھی اور عبداللہ اس کے بال بنا رہے تھے۔۔

"چھوٹی سی۔۔پیاری سی۔۔گڑیا تھی جب میری گود میں آئی۔۔رات کا وقت تھا۔۔ روئے جا رہی تھی۔۔میں چپ کروانے چھت پر لے کر چلا گیا۔۔وہاں بازوؤں میں تھامے کبھی یہاں جاتا تو کبھی وہاں۔۔پھر چھوٹی سی گڑیا چپ ہو گئی۔۔میں کیا دیکھتا ہوں؟ "

وہ چند لمحے خاموش رہی۔

"کیا؟ "

"ایک جگنو تھا۔۔ چھوٹا سا۔۔ چمکتا ہوا۔۔اس کی دم میں بہت سی روشنی تھی۔۔وہ گڑیا کے پاس۔۔اس کی قمیض پر تھا اور وہ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔ہنس رہی تھی اور کھیل رہی تھی" رومال پکڑ کر اس کے بالوں پر باندھنا شروع کیا۔

"پھر کیا ہوا؟ "

"پھر۔۔اسے جگنو اچھے لگتے تھے۔۔اسے روشنی اچھی لگتی تھی۔۔وہ چھت پر جاتی تھی اور جگنو ڈھونڈ ڈھونڈ کر خوش ہوتی تھی، مسکراتی تھی اور اپنے باپ کو جگنو کا پتہ بتاتی تھی "

رومال باندھ دیا انھوں نے۔

وہ مڑی "وہ کون تھی؟ "

"پتہ نہیں۔۔ تھی کوئی۔۔اس کی آنکھیں اپنے باپ پر گئی تھیں۔۔اور وہ میری جان تھی" اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

دونوں ہنس دیے۔

وہ ذرا سا کھانسے۔ پھر ٹھیک ہو گئے۔

"میں آپ کے لیے چائے بنا کر لاؤں؟ "

"گرمی بہت ہے "

"مجھے لیموں پانی بنانا آتا ہے۔۔وہ بنا کر لاؤں "

وہ کھڑی ہوئی

"ارے۔۔۔رہنے دو۔۔میرے پاس بیٹھو تم "

"میں دو منٹ میں بنا کر لائی "اور وہاں سے چلی گئی۔

خالی کمرے کو دیکھ کر ان کو کچھ ہوا۔۔ساتھ اس کی کنگھی پڑی تھی۔۔اس کا مسکراتا چہرہ اور چہکتی آواز۔۔ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔سینے میں درد اٹھا۔۔انھوں نے سینے پر ہاتھ پھیرا مگر درد ہونے لگا۔۔

کیا وقت تھا۔۔غلط وقت تھا۔۔یہ نہیں ہونا چاہیئے تھا مگر یہ ہو رہا تھا۔۔منظر دھندلا ہونے لگا،وہ کھانسنے لگے۔۔درد بڑھنے لگا اور سانس اکھڑنے لگی۔۔بیماری زندگی کو نگل رہی تھی۔۔کھانسی بے قابو ہو چکی تھی۔۔پانی سے گاڑھا مائع منہ سے نکلا کپڑوں پر لگا اور وہ نڈھال سے صوفے کی پشت پر ڈھے گئے۔۔آنکھیں بند تھیں اور سانس مشکل سے آ رہی تھی۔۔

تقریباً دس منٹ بعد دو گلاس لے کر جب کمرے میں آئی تو زمین پیروں تلے نکل گئی۔۔

"ابو" زور سے چیخی۔ پلیٹ ہاتھ سے چھوٹی اور گلاس زمین پر جا گرے۔ ان میں موجود مائع فرش پر پھیل گیا۔

وہ نیچے کو بھاگی۔۔ کس کو بلائے۔۔ گلا پھاڑ کر شیخو کو آواز دی مگر وہ نہیں تھا۔۔ کس کو بلائے۔۔ ننگے پاؤں دوپٹہ لیا اور باہر کو بھاگی۔۔ سورج کی تپش سے گرم ہوئی زمین پر چلتے پاؤں جلے تھے۔۔ گرم ہوا منہ پر پڑی تھی مگر اسے کوئی پرواہ نہ تھی۔۔ اس کا پورا وجود کانپ رہا تھا۔۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔۔

ساتھ والے مکان کا دروازہ زور سے بجایا۔۔ پھر بجایا

"آرہا ہوں "

اس نے دروازہ کھولا اور سامنے کھڑی لڑکی کی حالت دیکھ کر منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔

"وہ۔۔ ابو" کانپتے ہاتھوں اور لرزتی زبان سے بس یہی بول پائی اور دماغ نے خطرے کی گھنٹی بجائی۔

وہ بھاگا۔ وہ اس کے پیچھے آئی۔ کمرے میں اس وقت وہ ان کے چہرے کو تھپتھپا رہا تھا

"چچا۔۔ چچا۔۔ ہوش کریں "

مگر وہ بس سانس لے رہے تھے۔۔ ہونٹوں کے گرد سرخ مائع ابھی گیلا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حوا دروازے کے پاس کھڑی تھی۔۔قیامت سی قیامت تھی

انھیں بیڈ پر لٹایا گیا۔حکیم آیا اور نبض دیکھی۔۔پھر مان کا معائنہ کیا اور ابراہیم سے مخاطب ہوا

"ان کی حالت خراب ہے۔۔پچھلی بار جو دوائیاں دی تھیں ان سے افاقہ نہیں ہوا۔۔آپ انھیں لاہور لے جائیں۔۔وہاں ان کا علاج ممکن ہے۔۔باقی انھیں تھوڑی دیر تک ہوش آجائے گا"اور اس کے کندھے کو تھپتھپایا۔پاس صوفے پر بیٹھی حوا مسلسل رو رہی تھی۔

"نہ میں نیچے جاتی نہ ابو کی ایسی حالت ہوتی "

کمرے میں جلدی سے آتا شیخو دکھائی دیا۔وہ اس کی طرف بڑھی اور لپٹ کر رونے لگی۔۔اس کا وجود ابھی تک کانپ رہا تھا۔۔وہ اس سے الگ ہوئی۔

"کہاں تھے تم؟"وہ غصے سے دھاڑا تھا۔

"مم۔۔میں۔۔دکان تت۔۔تک گیا تھا "

وہ بھی گھبرایا ہوا تھا۔

"جانا ضروری تھا۔۔پتہ نہیں تھا کہ وہ گھر پہ اکیلی ہے۔۔حد ہے شیخو"اور ماتھے کو چھوا۔

حوا اب چپ کر کے کھڑی تھی۔

سکینہ بھی آ گئی اور اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھ کر تسلی دینے لگی۔وہ شیخو کو لے کر کمرے سے باہر چلا گیا۔

وہ دونوں اس وقت سیڑھیوں پر بیٹھے تھے۔

"تمھیں پتہ تھا کہ چچا کو ٹی بی ہے "

وہ سر جھکائے بیٹھا تھا"ہوں "

"اور حوا کو؟"

"نن۔۔نہیں "!

ایک سانس خارج کی۔اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا

"بس ہم ایک دو دن تک لاہور لے جائیں گے انھیں۔۔پریشان نہیں ہونا "

وہ سر ہلا کر رہ گیا۔درحقیقت وہ خود بھی پریشان تھا

رات کو سارے گھر میں خاموشی تھی اور اندھیرا بھی۔صرف ایک کمرے کی بتی جل رہی تھی۔ایک کارپیٹ پر دو میٹرس جن میں سے ایک پر قیس سینے کے بل لیٹا آنکھیں بند کیے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خراٹے لے رہا تھا۔ کیف کے سامنے کتابیں کھلی تھیں مگر اس کا دماغ کہیں اور ہی تھا۔۔ وہ چڑ گیا اور اپنی کاپی کھولی، پین نکالا اور لکھنے لگا۔۔

"میں کیف جبران ہوں۔ میرا کوئی نہیں ہے مگر ایک بھائی۔۔ کبھی میرے پاس بھی سب تھا۔۔ میرے ڈیڈی میری ممی اور ایک ہنستا ہوا خاندان۔۔ اتوار کے اتوار ہم باہر گھومنے جاتے تھے۔۔ ممی ماہر نفسیات تھیں اور بابا ایک جج اور ایک اچھے ٹیچر۔۔ زندگی اچھی چل رہی تھی پھر ایک دن۔۔" اس کے تخیل میں پوری فلم چلنے لگی

"بس کر دیں جبران۔۔ اس لڑکی کے لیے اب آپ ہماری زندگی داؤ پر لگائیں گے؟" بیڈ پر بیٹھیں ایک نفیس سی خاتون روتے ہوئے کھڑکی کے پاس کھڑے سمارٹ سے آدمی سے کہہ رہی تھیں۔

"کیا ہو گیا ہے فریحہ۔۔ میں کیسے اس کے ساتھ ناانصافی کروں۔۔ وہ ایک بچی تھی بالکل ہمارے کیف کی طرح، قیس کی ہم عمر۔۔ ان جانوروں نے انھیں اپنی حوس کا نشانہ بنایا ہے۔۔ میں نہیں چھوڑوں گا انھیں۔۔ اس کا باپ میرے سامنے گڑگڑا کر گیا ہے۔۔ اللہ کے بعد انھیں ہم پر بھروسہ ہے۔۔ میں نے اللہ کو بھی تو منہ دکھانا ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ کیوں نہیں سمجھ رہے۔۔" وہ روتے ہوئے اٹھیں اور ان کے پاس جا کھڑی ہوئیں "ہمارے بھی بچے ہیں۔۔ وہ سکول جاتے ہیں پڑھتے ہیں۔۔ ان کا بھی کوئی مستقبل ہے۔۔ وہ لوگ ہمیں جان سے مارنے کی دھمکیاں دے رہے ہیں۔۔ آپ کے سوا ہمارا ہے ہی کون؟" ان کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

انھوں نے ایک ٹھنڈی آہ خارج کی اور اس خاتون کو کندھوں سے تھاما اور میز کے پاس پڑی کرسی پر بٹھایا۔ خود گھٹنوں کے بل نیچے بیٹھے اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا

"اگر آج میں پیچھے ہٹ گیا تو کل کو وہ شیر ہو جائیں گے۔۔ اللہ پر یقین رکھو۔۔ "

"اللہ کو بھی تو پتہ ہے نا وہ لوگ کس طرح ہمیں مجبور کر رہے ہیں۔۔ ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے" پھر رکیں اور آنسو صاف کیے "آپ۔۔ آپ اس کیس سے پیچھے ہٹ جائیں۔۔ استعفیٰ دے دیں "

"اچھا۔۔ دے دوں گا استعفیٰ۔۔ لیکن کل اس کیس کی سماعت کے بعد" اور وہ کھڑے ہو گئے۔

خاتون سر ہاتھوں میں دیے بیٹھ گئی اور سسکیوں سے روتی چلی گئیں۔۔

کمرے کے باہر گھٹنوں کے بل بیٹھا کیف سب سن چکا تھا اور پھر بلی کی چال چلتے کمرے میں آگیا اور چپ کر کے بستر میں آلیٹا۔۔ نیند اس سے ناراض تھی۔۔ وہ بس سامنے دیوار کو گھور رہا تھا۔۔

صبح گھر میں خاموشی خاموشی تھی۔ جنوری کے دن تھے اور جاڑے کی سردی۔۔ ناشتہ کرنے کے بعد وہ دونوں بھائی تیار ہوئے اور فریحہ جلدی جلدی ان کے بیگ میں ٹفن ڈالنے لگیں۔۔

"ممی۔۔ آپ کو بخار ہے کیا؟" گول میز کے گرد سفید یونیفارم میں ملبوس سرمئی آنکھوں والے بچے نے ہاتھ میں پکڑی ڈبل روٹی کو دانتوں سے کاٹا، منہ میں چبایا اور سامنے کھڑی اس کے بیگ میں ٹفن ڈالتی خاتون سے پوچھا

"نہیں۔۔ بس ایسے ہی سر درد ہے" وہ اب جھک کر اس کی زپ بند کر رہی تھیں۔

"ممی۔۔ آپ آج نہ جائیں۔۔ ریسٹ کریں" وہ مسکرائیں۔

وہ بالکل قیس جیسی تھیں۔ سرمئی آنکھیں اور ناک اس کے جیسی۔ مسکراتیں تو بھی قیس جیسی لگتیں۔

"اوکے۔۔ میں آج جلدی آجاؤں گی "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔دونوں مسکرائے۔

گھر کے گیراج میں کھڑی گاڑی کے ساتھ وہ تینوں کھڑے تھے۔۔جبران نے دیر کر دی تھی۔۔

"ممی۔۔ڈیڈی نے دیر کر دی "

قیس خفا تھا۔

" کیفی۔۔بھائی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھو۔۔میں بابا کو بلا کر لاتی ہوں "اسے اپنا پرس پکڑایا اور اندر چلی گئیں۔

اندر وہ کوٹ پہن رہے تھے۔

"مجھے لگتا ہے میں نے دیر کر دی "اور جلدی جلدی باہر نکلنے لگے۔

فریحہ نے ان کا بازو تھام لیا۔ان کی آنکھوں میں آنسو تھے

"کیف کے لیے۔۔قیس کی خاطر۔۔مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے "

آنسو ان کی گالوں پر پھسلے "تم روتے ہوئے اور بھی حسین لگتی ہو "

پھر مسکرائے "اللہ وارث ہے "!

اور پھر باہر آ گئے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قیس آگے جبران کے ساتھ بیٹھا تھا اور کیف پیچھے ماں کے کندھے سے سر لگائے۔۔

"کیا بات ہے۔۔آج تم ڈل لگ رہے ہو۔۔ناشتہ بھی ٹھیک سے نہیں کیا" اس کی گال کو نرمی سے چھوا۔

"ممی۔۔میرا دل گھبرا رہا ہے "

وہ سنجیدہ ہو گئیں۔

" کیفی۔۔تم بہادر ہو۔۔تم میرے بیٹے ہو اور بہادر بیٹے گھبراتے نہیں ہیں" نرمی سے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔

اور آگے بیٹھے قیس نے شور مچایا ہوا تھا۔کل پتہ نہیں کون سا کھیل جیت کر آیا تھا اور اپنے باپ کو ہنس ہنس کر بلند آواز میں بتا رہا تھا۔۔

سکول آگیا اور وہ دونوں باہر نکلے۔۔کیف ابھی تک پریشان تھا مگر قیس ہشاش بشاش ہمیشہ کی طرح۔۔

دس بجے کے قریب کیس کی سماعت تھی۔۔وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔۔مجرم کو ریپ اور قتل کے جرم میں پھانسی کی سزا سنا دی گئی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابراہیم اور سکینہ گھر چلے گئے تو حواسیڑھیوں پر شیخو کے ساتھ آ بیٹھی۔۔اس کے کندھے سے سر لگائے بیٹھی رو رہی تھی۔۔

"شیخو۔۔ابو ٹھیک ہو جائیں گے نا؟ "

"ہاں"آنسو اس کے گلے میں پھنسے تھے۔ بمشکل بول پایا۔

"ابو کو کیا ہوا ہے؟"اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا

"بس اا۔۔ایسے ہی کوئی بب۔۔ بیماری ہے۔۔ٹٹ۔۔ٹھیک ہو جائیں گے "اور ساتھ اس کے گال پر پھسلتے آنسو صاف کیے۔

"وہ ٹھیک ہو جائیں گے نا؟ "

"تم دد۔۔دعا کرو گی تت۔۔تو ضرور"ساتھ پھیکا سا مسکرایا

"میں اللہ سے دعا کروں گی میرے ابو کو ٹھیک کر دیں۔۔اللہ تو سب کی دعا سنتا ہے "

اور پھر ایک نم سانس اندر کھینچی۔

"ابو کے سس۔۔سامنے رونا نن۔۔ نہیں ہے "

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا"وہ پریشش۔۔شان ہو جائیں گے "

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تت۔۔تم تو میری بب۔۔بہادر بہن ہو "

اس کے سر پر ہاتھ رکھا تو آنسو پھر سے گرنے لگے۔۔

عبداللہ کو جب ہوش آیا تو وہ ان کے پاس بیٹھی تھی۔ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے۔۔

وہ اٹھ کر بیٹھنے لگے،وہ آگے بڑھی اور ان کے پیچھے تکیہ سیٹ کیا

وہ ٹیک لگا کر بیٹھے تھے

"میں نے پریشان کر دیا نا اپنی بیٹی کو "ایک کمزور سی آواز تھی

"نہیں۔۔ایسی بات نہیں ہے "پھر سے ان کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھ گئی

"میں نے اللہ سے دعا کی ہے۔۔آپ ٹھیک ہو جائیں گے "وہ مسکرا رہی تھی

"اچھا۔۔اب تو میں بہت جلدی ٹھیک ہونے والا ہوں "اور پھر مسکرا دیے۔

اور وہ اسی طرح ان کے پاس بیٹھی مسکراتی باتیں کرتی رہی

رات کو آسیہ بیگم جائے نماز پر دعا مانگنے کے بعد کافی دیر تک بیٹھی رہیں۔آج جو ہوا نہ شیخو نے کچھ بتایا نہ حوا نے۔۔عبداللہ نے خود ہی بتا دیا۔۔اب وہ اداس سی جائے نماز پر بیٹھی تھیں۔بیڈ پر بیٹھے کوئی کتاب پڑھتے عبداللہ بولے

"حوا کی بالیاں کہاں ہیں؟ "

وہ چونکیں "کون سی؟ "

"اس کے کانوں میں بالیاں ہوتی تھیں۔۔کہاں ہیں وہ؟" وہ ابھی بھی کتاب پر دیکھ رہے تھے۔

"میں نے۔۔دے دیں کسی کو؟" وہ سامنے دیکھ رہی تھیں، شت عبداللہ کی طرف تھی

وہ چونکے "کس کو؟ "

"بیچ دی ہیں میں نے "

"کیوں؟ "

"میرے لیے آپ کی زندگی سب سے زیادہ اہم ہے "

آؤں نے کتاب سے سر اٹھایا "تو تم نے اس کے لیے اس کی بالیاں بیچ دیں۔۔میں نے کتنی محبت سے بنوائی تھیں اس کے لیے۔۔تمھیں کوئی اندازہ بھی ہے "

وہ اٹھیں اور جائے نماز طے کی۔

"اور جو محبت میں نے آپ سے کی۔۔اس کا کیا "

وہ خاموش رہے۔

"کہاں بیچی ہیں؟ "

"بس بیچ دی ہیں، آپ کی صحت زیادہ ضروری ہے "

اور یہ کہتے ہی وہ نیچے چلی گئیں۔ عبداللہ نے کتاب بند کی اور ایک گہری سانس خارج کی۔

وہ سیڑھیاں اترتے نماز پڑھنے مسجد جا رہے تھے۔۔

کمرے میں بہت بے چینی ہو رہی تھی۔۔ کبھی لیٹ جاتی کبھی اٹھ بیٹھتی، کبھی یونہی ادھر اُدھر چکر کاٹنے لگتی۔۔ رہ رہ دوپہر والا واقعہ یاد آ رہا تھا۔ اور پھر اس کاغذ پر لکھی تحریر۔۔

اس کا جی گھبرایا اور اوپر چلی گئی۔۔ بڑی چھت پر ہوا چل رہی تھی۔۔ چاند بھی نکلا ہوا تھا۔ کافی خاموشی تھی۔۔ وہ سٹور روم کے پچھلی جانب۔۔ ایک دیوار کے ساتھ سینے پر بازو باندھے کھڑی تھی۔۔ نیچے سے گھر کی پچھلی جانب نظر آ رہی تھی مگر ہر طرف اندھیرا تھا۔۔

وہ چاند کو دیکھے جا رہی تھی۔۔ اسے بار بار عبداللہ کی حالت یاد آ رہی تھی۔۔ آنکھیں بھیگ گئیں۔۔۔ نم سانس اندر کھینچی اور اوپر دیکھ کر خاموشی سے کچھ بڑبڑائی۔۔

کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔۔ اس نے جلدی سے ہتھیلی سے آنکھیں صاف کیں اور مڑی

"کون ہے؟ "

کوئی ہیولہ سا تھا۔۔ سفید شلوار قمیض پہنے

"میں ہوں، حماد"

اس کی دھڑکن بڑھ گئی۔

"آپ" وہ تھوڑا آگے ہوا تو اس کا چہرہ واضح ہوا "آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟ "

وہ دو قدم پیچھے ہٹی۔اس نے بھورے رنگ کی بڑی سی چادر لے رکھی تھی۔ماتھے پر پسینہ تھا اور چند لٹیں نکل کر چہرے کے گرد جھول رہی تھیں۔

"مجھے تم سے ضروری بات کرنی ہے" حماد آگے آیا

وہ اور پیچھے ہٹی۔حالانکہ دونوں کے درمیان کافی فاصلے تھا وہ پھر بھی گھبرا گئی

"آپ۔۔آپ۔۔نیچے چلے جائیں۔۔ابو یا شیخو آ گئے تو۔۔وہ کیا سوچیں گے۔۔بہت برا لگے گا۔۔آپ چلے جائیں" اس کی آواز لرز رہی تھی

"وہ ذرا سا آگے آیا۔حوا نے ہاتھ چھوٹی دیوار پر رکھا تھا شاید وہاں کوئی مٹی کا پیالہ تھا جو گرا اور ٹوٹ گیا۔اس نے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیے۔۔

"دیکھو۔۔گھبراؤ نہیں۔۔میں۔۔بس تم سے بات کرنے آیا تھا۔۔بس دو منٹ مجھ سے بات کر لو۔۔میں چلا جاؤں گا۔۔"

"آپ۔۔۔ "

"حوا۔۔میری بات سن لو۔۔مجھے نہ رات کو نیند آتی ہے نہ صبح کو چین۔۔نہ بھوک لگتی ہے نہ آرام آتا ہے "

ساری دنیا اس کے گرد گردش کرنے لگی تھی۔۔ گرمی بڑھ گئی تھی اور حبس میں اضافہ ہو گیا تھا۔۔

"حوا۔۔مجھے۔۔میں "وہ ہکلا رہا تھا" میں تمھیں پسند کرتا ہوں۔۔مجھے نہیں پتہ مگر مجھے تم سے۔۔میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں "

اس کی مٹھیاں بھینچ گئیں۔۔ہر طرف سناٹا ہونے لگا۔۔دل تھا کہ پسلیاں توڑ کر باہر آ جائے گا۔۔پسینہ بڑھ گیا۔۔

"خدا کا واسطہ۔۔مجھے اس کرب سے نکالو۔۔تم جیسا چاہو گی میں ویسا ہی کروں گا" اس کی بات ختم ہوئی۔

وہ بت بنی کھڑی تھی۔جیسے سانپ سونگھ گیا ہو یا بھوت دیکھ لیا ہو۔۔دو قدم پیچھے ہٹی۔۔ اور ہٹتی چلی گئی۔۔

بے یقینی کے عالم میں سامنے کھڑے شخص کو دیکھ رہی تھی اور پھر تیز تیز قدم بڑھاتی نیچے چلی گئی۔۔

وہ پسینے میں شرابور کھڑا تھا۔۔

"کیا میں نے صحیح کیا؟"اور چہرے پر ہاتھ پھیرا۔۔

دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔۔سارے مسئلے اسی دل کے تو تھے۔۔

ان کو سکول سے جلدی بلا لیا گیا۔۔کیف خاموش سا تھا جبکہ قیس بار بار پوچھ رہا تھا کہ کیا ہوا ہے؟ ممی کی طبیعت ٹھیک ہے؟۔۔ڈیڈی کیوں نہیں آئے ہمیں لینے جبکہ اس نے ماموں خاموشی سے گاڑی چلاتے رہے۔۔

گھر پہنچے تو گھر کا دروازہ پہلے سے کھلا تھا۔۔اندر بہت سے لوگ کھڑے تھے۔۔اس کا دل منہ کو آ گیا۔۔قیس پاگلوں کی طرح اندر بھاگا۔۔جبکہ کیف تھکے تھکے قدموں سے اندر بڑھا۔۔باہر گیراج کو دیکھا جہاں صبح وہ تینوں کھڑے تھے۔۔پھر ساتھ ایک چھوٹے سے باغ کو جہاں وہ آنکھ مچولی کھیلتے نظر آئے۔۔فریحہ اور کیف ایک ٹیم میں اور قیس اور جبران ایک ٹیم میں۔۔پھر لوگوں کے ہجوم نے اسے اندر جانے کی جگہ دی۔۔لاؤنج میں آتش دان پر نظر پڑی اور اس کے سامنے پڑی چھوٹی میز اور اس کے گرد دو بڑے بڑے صوفے۔۔ایک صوفے پر کیف اپنے باپ کے گرد بازو حمائل کئے کمبل میں سویا ہوا تھا اور دوسرے پر قیس

فریحہ کے ساتھ بیٹھا کوئی کہانی سن رہا تھا۔۔سب کسی فلم کی طرح چل رہا تھا۔۔بلیک اینڈ وائٹ فلم۔۔سلو موشن میں ہوتی حرکتیں۔۔

وہ تب ہوش میں آیا جب قیس نے اسے جھنجھوڑا"ڈیڈی کیوں نہیں اٹھ رہے؟ "

وہ بری طرح چلا رہا تھا۔۔اس کی ماں گم سم سی بیٹھی تھیں۔۔اداس آنکھیں،ویران چہرہ۔۔

فریحہ برٹش تھیں مگر مسلمان تھیں جبکہ جبران برصغیر سے تھے۔۔دونوں بھائی اپنی ماں پر گئے تھے۔۔برصغیر میں آکر بسنے والے برٹش نین نقش۔

وہ اپنے باپ کے پاس بیٹھا۔۔یوں جیسے وہ سوئے ہوں۔۔ان کے اوپر سفید چادر دی گئی تھی جس پر خون لگا تھا۔۔

"ڈیڈی کو کیا ہوا ہے۔۔کس نے مارا انھیں؟ "

قیس ماں کے پاس بیٹھا چیخ رہا تھا۔۔کیف خاموش سا بیٹھا رات والی باتیں یاد کر رہا تھا۔۔

اس نے ان کا ہاتھ پکڑا۔۔یخ ٹھنڈا اور جامد تھا۔۔اسے چوما اور دھیرے سے بولا

"ڈیڈی۔۔ہم جنت میں ملیں گے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک آنسو کا قطرہ اس کے گال پر سے پھسلا۔۔وہ سسکیوں کے ساتھ رونے لگا۔۔کاش یہ کوئی برا خواب ہو۔۔کاش کوئی ابھی ہمیں جگادے اور یہ خواب ٹوٹ جائے۔۔مگر کاش کبھی سچ ہوا ہے کیا؟

وہ رات قیامت کی رات تھی۔۔دونوں ماں کے پاس بیٹھے تھے۔۔قیس فریحہ کی گود میں سر رکھے چھت کو گھور رہا تھا۔۔کیف ان کے کندھے سے سر لگائے بیٹھا تھا۔۔باہر سردی تھی اور دھند کا راج تھا جبکہ کمرے کا ماحول گرم تھا۔۔۔

"ممی۔۔ڈیڈی کو کس نے مارا؟"اس کی آواز زکام زدہ تھی

"یہ ایک ایکسیڈنٹ تھا، قیس"

وہ دھیمے لہجے میں بولیں۔

"ممی۔۔آپ جھوٹ کیوں بول رہی ہیں؟"اس نے آنکھیں اوپر کر کے ماں کو دیکھا۔

"قیس۔۔ممی کو تنگ مت کرو۔۔وہ جھوٹ نہیں بول رہیں"کیف ذرا سا ڈانٹتے ہوئے بولا

اور قیس چپ ہو گیا۔۔ماں کا ہاتھ چوما اور اسے اپنی گال کے ساتھ لگا کر سو گیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس رات وہ ان کے ساتھ سوئی تھیں۔۔ قیس سو گیا تھا مگر کیف رضائی کے اندر سے آنکھ نکال کر دیکھ رہا تھا۔۔ وہ کاغذ پر کچھ لکھ رہی تھیں اور پھر کچھ دیر بعد وہ صفحہ پھاڑ کر انھوں نے پاس پڑی ڈسٹ بن میں پھینک دیا۔۔

صبح فجر کے وقت وہ اٹھا اور ڈسٹ بن کے اندر جھانکا۔۔ کاغذ وہیں تھا۔۔ مڑا ہوا۔۔ اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔۔ فریحہ کمرے میں نہیں تھیں اور قیس واش روم میں تھا۔۔ اس نے وہ کاغذ نکالا اور جیب میں جلدی سے ڈال لیا۔

پھر قیس باہر نکلا تو وہ واش روم میں گیا اور اوپر سے چٹکی چڑھالی۔۔ کاغذ کھولا اور اسے پڑھا۔۔ فریحہ ماہر نفسیات تھیں اور کسی زمانے میں انھوں نے اپنی بے چینی، غصہ، یا کوئی اندر کی بات کہنے کا آسان طریقہ بتایا تھا کہ جو بھی بات ہو اسے کاغذ پر لکھ ڈالو اور پھر وہ کاغذ پھاڑ کر یا مروڑ کر اسے پھینک دو۔۔ آپ کسی حد تک نارمل یا ٹھیک ہو جاؤ گے۔۔ وہ ایسے ہی کرتی تھیں۔۔ کوئی بات انھیں تنگ کرتی تھی تو وہ ایسے ہی لکھ کر کاغذ مڑور کر پھینک دیتی تھیں۔۔ کیف کبھی کبھار وہ کاغذ نکال کر پڑھ لیتا تھا مگر فریحہ کو پتہ نہیں لگنے دیتا تھا۔۔ آج بھی وہ کاغذ نکال کر پڑھ رہا تھا۔۔

ساری رات وہ نہیں سو سکی۔۔ بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہی۔۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ "

پہلے عبداللہ کی طبیعت، پھر وہ کاغذ پر تحریر اور اب یہ۔۔اس نے حماد کے بدلتے رویے کو محسوس کیا تھا مگر بدلتا رویہ محبت ہو گا۔۔یہ اس نے خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔۔

ناشتے کے وقت جب وہ نیچے گئی تو سب بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔۔چائے کا دور چل رہا تھا۔۔سب سے سلام لینے کے بعد وہ بی جان کے پاس گئی اور چائے لے آئی۔۔پیچھے کرسی پر حماد بیٹھا تھا۔۔وہ اس کی طرف پشت کر کے تخت پوش پر بیٹھ گئی۔۔چائے پی اور کپ رکھ کر وہ ہاتھ دھونے آیا اور نیچے جھک کر نظر ترچھی کر کے اس نے حوا کو دیکھا۔

اس کے ہاتھوں میں پسینہ آنے لگا، دل کی دھڑکن بڑھ گئی، اس نے جلدی سے رخ موڑا اور دوسری طرف منہ کر کے بیٹھ گئی۔۔ہاتھ دھو کر کھڑا ہوا۔۔اس کا دل ڈوب گیا

"کیا وہ مجھے پسند نہیں کرتی؟ مجھے نظر انداز کر رہی ہے۔۔اس نے کوئی جواب نہیں دیا نہ کوئی اشارہ "

دعا کے ساتھ بیٹھی ثمر دونوں کو دیکھ رہی تھی۔۔حوا کے چہرے پر آتے جاتے رنگ اور حماد کے چہرے پر اسے لے کر پریشانی وہ دیکھ سکتی تھی

"حماد۔۔کچھ اور بھی لو۔۔چائے پی کر چل پڑے ہو" ہاتھ خشک کرتے حماد سے اس کی ماں مخاطب تھی۔

"اماں دل نہیں ہے" بے زاری سے کہتا باہر چلا گیا۔

"اسے کیا ہوا۔۔ابھی تو صحیح تھا" اور وہ سیب کاٹنے لگیں۔

"کیا چل رہا ہے آخر۔۔پتہ تو میں لگا کے چھوڑوں گی" حوا کو گھورتی ثمر سوچ میں مگن تھی۔

دل اداس تھا۔۔سارا مسئلہ دل کا تھا۔۔اس نے چائے کا کپ وہیں چھوڑا اور اوپر چلی گئی۔۔پھر کچھ دیر بعد نیچے آئی اور آسیہ سے اجازت لے کر سکینہ کی طرف چلی گئی۔۔

موقع اچھا تھا۔۔اس نے جیولری پکڑی (وہ جو کل حوا سے لے کر آئی تھی) اور اوپر اس کے کمرے میں پہنچ گئی۔۔دروازہ کھولا اور پھر بند کر دیا۔صاف ستھرا سمیٹا ہوا کمرہ۔۔الماری کا دروازہ کھولا اور ادھر اُدھر ہاتھ مارا۔۔کھڑکی سے اچھی خاصی روشنی اندر آ رہی تھی۔۔

کتابوں والا شاپر ایک طرف پڑا تھا۔۔جلدی سے اسے نکالا اور پیچھے دروازے کو دیکھا۔۔پاس ہی جیولری باکس بھی رکھا کہ جیسے ہی کوئی آئے اسے کہہ دے کہ جیولری رکھنے آئی تھی

۔۔

"کونسی کتاب تھی؟ "

جلدی جلدی ساری کتابیں کھنگالنے لگی۔۔ایک کتاب کو کھولا اور کھنگالا، کاغذ زمین پر گرا۔۔اس نے جلدی سے کاغذ کھولا اور اوپر لکھی تحریر پڑھی۔۔

جبران! میں بہت دکھ میں ہوں، اذیت میں ہوں۔آج پتہ چلا ہے کہ اکیلے رہ جانا کیا ہوتا ہے۔۔آپ نے اپنے ضمیر کو آزاد کر کے ہمیں قید میں ڈال دیا ہے۔۔مجھے پتہ ہے یہ کار ایکسیڈنٹ نہیں ہے۔۔انھوں نے اپنے جرم کو چھپانے کے لیے یہ سب کیا ہے۔۔آپ کو گولیوں سے بھون دیا گیا اور آپ کی بیوی کچھ نہ کر سکی۔۔میں گئی تھی آپ کے بھائیوں کے پاس مگر اللہ کا قہر پڑے ان پر۔۔چند پیسوں کے عوض اپنے بھائی کی لاش بیچی ہے انھوں نے۔۔پوسٹ مارٹم بھی نہیں کرنے دیا گیا۔۔اللہ میرا انصاف کرے۔۔آپ کے قتل کو انھوں نے ایک حادثہ قرار دیا ہے۔۔میں کیا کروں؟ میرے بیٹے مجھ سے آپ کے بارے میں پوچھتے ہیں۔۔کیف سمجھدار ہے مگر قیس۔۔بار بار پوچھتا ہے آپ کو کس نے مارا کیوں مارا۔۔میں کیا بتاؤں۔۔تمھارے باپ کو اس لیے مارا گیا کہ اس نے جھوٹ نہیں بولا، ظلم کا ساتھ نہیں دیا۔۔سچ بولنے پر اسے موت کے گھاٹ اتارا گیا۔۔میرا دل بھر گیا ہے دنیا سے۔۔دل کرتا ہے کسی ایسی جگہ پر لے جاؤں اپنے بیٹوں کو جہاں کسی کی نظر نہ پڑتی ہو۔۔

میں ایک بہادر عورت مگر ایک کمزور ماں ہوں۔۔میں کیا کروں جبران۔۔کیا کروں؟۔۔ کیوں چھوڑ کر چلے گئے آپ مجھے۔۔میرا دل پھٹتا ہے اور روح زخمی ہے۔۔میں کیا کروں "

اس کی آنکھیں نم اور سرخ تھیں۔۔ٹونٹی کھول کر واش بیسن پر جھکا وہ جلدی جلدی منہ پر پانی کے چھٹے مار رہا تھا

"میرے ڈیڈی کا قتل ہوا ہے۔۔انھوں نے میرے ڈیڈی کو مار دیا۔۔میرے ڈیڈی اچھے تھے وہ لوگ برے تھے۔۔میرے ڈیڈی کو کیوں مارا؟" پانی کے ساتھ بہت سے آنسو بہہ گئے

جب باہر آیا تو قیس وہاں نہیں تھا۔وہ سسکیاں لے کر رونے لگا اور پھر تولیے سے منہ خشک کیا۔کاغذ جیب سے نکال کر الماری کا پٹ کھولا اور ایک لکڑی کے چھوٹے باکس میں فولڈ کر کے رکھ دیا۔اور باہر چلا گیا۔۔قیس باہر لاؤنج میں فریحہ کے کندھے پر سر رکھے بیٹھا تھا۔وہ گم سم سی بیٹھی تھیں۔۔گود میں ان کی بہت سے تصاوی جنھیں فریحہ اور قیس دیکھ رہے تھے۔۔۔بلیک اینڈ وائٹ۔۔کیف بھی پاس آ کر بیٹھ گیا۔۔درد بڑھتا گیا

فریحہ نے ان لوگوں پر کیس کر دیا مگر ثبوت اور گواہ نہ ہونے کے برابر تھے۔۔وہ لوگ انھیں دھمکیاں دینے لگے۔۔انھوں نے وہ گھر چھوڑ دیا،اسے کرائے پر دے دیا اور اپنے

ماموں کے پاس رہنے لگے۔۔ کیف ویسا ہی چپ چپ رہنے والا بچہ تھا مگر قیس ضدی تھا اور ضد کرتا تھا۔۔ گھر چھوڑنے پر بھی اس نے بہت ہنگامہ کیا تھا مگر کیف چپ چاپ اپنی ماں کے ساتھ چل پڑا۔۔ کیف کی اپنے تایا کے ساتھ بہت اچھی دوستی تھی۔ وہ کیف کو پسند بھی کرتی تھی اور کیف کے لیے بھی وہ دوست سے بڑھ کر تھی۔۔ جب انھوں نے گھر چھوڑا تو تایا کے ساتھ تعلقات مزید خراب ہو گئے۔۔ ایک رات فریحہ ان کے کمرے میں آئیں۔۔ ان کے ہاتھ میں کچھ فائلیں تھیں۔۔ کیف کو پاس بٹھایا اور پیار سے سمجھانے لگیں

" کیفی۔۔ میری جان۔۔ وقت اور زندگی کا کچھ پتہ نہیں ہوتا۔۔ میں تمھیں کچھ دینے آئی ہوں "

اس کے دل کو کچھ ہوا۔

"تم میرے بہادر بیٹے ہو۔۔ اپنے بابا جیسے بہادر۔۔"

ایک سفید رنگ کی فائل آگے کی اور اسے کھولا

" یہ ہمارے گھر کے کاغذات ہیں۔۔ وہی گھر جس میں ہم آپ کے بابا کے ساتھ رہتے تھے۔۔ وہ گھر کرائے پر ہے۔۔ وہاں جو لوگ رہتے ہیں وہ ہر مہینے ہمیں پیسے دیتے ہیں۔۔ ٹھیک ہے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"اور یہ دوسری فائل" نیچے سے ایک اور فائل نکالی "یہ میری اور آپ کے بابا کی زندگی کی سب سے بڑی انویسٹمنٹ ہے۔۔یہ ایک۔۔دو کنال کی جگہ ہے۔۔ہم نے خریدی ہے اسلام آباد میں ہے جہاں ہم پہلے رہتے تھے وہاں سے تھوڑی دور۔۔یہ آپ کے اور قیس کے کام آئے گی جب آپ بڑے ہو جاؤ گے۔۔جب آپ یونیورسٹی جاؤ گے۔۔جب میرا بیٹا ڈاکٹر بنے گا تب۔۔ٹھیک ہے؟ "

اس نے ہاں میں سر ہلایا "آپ مجھے کیوں بتا رہی ہیں؟ "

"میری جان۔۔تم اب بڑے ہو رہے ہو۔۔جن بچوں کے بابا اللہ کے پاس چلے جاتے ہیں وہ جلدی بڑے ہو جاتے ہیں۔۔کل کو کچھ بھی ہو سکتا ہے۔۔آپ یہ فائلز کسی کو بھی نہیں دو گے۔۔کچھ بھی ہو جائے۔۔نہ کسی کاغذ پر سائن کرو گے نہ کسی کو ان کا پتہ لگنے دو گے۔۔پرامس کرو مجھ سے۔۔قیس کو ہم بتا دیں گے۔۔آپ میرے سمجھدار بیٹے ہو۔۔قیس ذرا سا ضدی ہے ہم اسے سمجھا دیں گے۔۔مگر آپ یہ باتیں کسی سے شیئر نہیں کرو گے۔۔کچھ بھی ہو جائے آپ۔۔یہ۔۔کسی۔۔کو نہیں۔۔دو گے "

"اوکے ممی۔۔پرامس "

انھوں نے اس کے ماتھے کو چوما اور اسے سینے سے لگایا "میرا بہادر، بیٹا"

"طبیعت کیسی ہے اب تمھاری؟ "

وہ دونوں نیچے فرش پر بیٹھی تھیں۔ کمرے کی کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور روشنی اندر آ رہی تھی۔ دونوں اپنے اپنے فریم میں لگے کپڑے پر کڑھائی کر رہی تھیں۔

"ہوں۔۔ ٹھیک ہوں" دھیمی آواز۔

"کیا بات ہے تم پریشان ہو؟" سوئی کو کپڑے کے نیچے سے اوپر تک گزارا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے"

"پھر کیا بات ہے؟ "

"مجھے ڈر لگتا ہے۔۔ میں ابو کو کھونا نہیں چاہتی۔۔ تمھیں پتہ ہے میں ساری نمازیں پڑھتی ہوں اور اللہ سے دعا بھی کرتی ہوں "

فریم گود میں رکھا۔۔

"جب تک ابو گھر رہتے ہیں میں ان کے پاس رہتی ہوں۔۔ کھانا بھی ان کے پاس کھاتی ہوں۔۔ جب وہ سو جاتے ہیں تو میں ان کے پاس خاموشی سے بیٹھی رہتی ہوں۔۔ کوئی کتاب پڑھتی ہوں یا کڑھائی کرتی رہتی ہوں۔۔ وہ باہر جاتے ہیں تو میں سیڑھیوں پر بیٹھ کر ان کا

انتظار کرتی ہوں۔۔ذرا سی دیر ہو جائے تو مجھے بہت فکر ہوتی ہے۔۔میں ابو سے بہت پیار کرتی ہوں۔۔تم بھی دعا کرو اللہ سے وہ ٹھیک ہو جائیں"اس کی آنکھیں نم ہو گئیں

"تم کیوں پریشان ہوتی ہو۔۔تم دیکھنا وہ جلدی جلدی ٹھیک ہو جائیں گے۔۔ایک دو دن میں انھیں لاہور لے جائیں گے۔۔ان کا علاج ہو گا اور وہ ٹھیک ہو جائیں گے "

انگلی کی پوروں سے آنکھ کے کنارے صاف کیے اور پھر مسکرا دی۔

"دکھاؤ۔۔کیا بنایا تم نے؟"سکینہ سے ہاتھ آگے بڑھایا

اس نے فریم اسے پکڑایا

ایک طرف چھوٹے چھوٹے تین پھول تھے جن کے گرد سبز رنگ کے پتے تھے اور اس نے اپنا آدھا نام لکھا تھا۔۔"حوا بنت"بس"عبداللہ"رہتا تھا۔۔

سکینہ مسکرائی"واہ۔۔تم تو مجھ سے بھی اچھی کڑھائی کرتی ہو "

وہ بھی مسکرا دی۔پھر سے فریم پر جھک گئی

"کیا کوئی اور بات بھی ہے؟"وہ کھوئی کھوئی سی کڑھائی کر رہی تھی۔

"نہیں!"اس نے نظریں چرائیں۔

"ہوں۔۔ٹھیک ہے۔۔ کبھی بھی کچھ بھی کہنا ہو تم بلا جھجک کہہ سکتی ہو۔۔تم میری صرف دوست نہیں بہن بھی ہو"اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

"ہوں"پھیکا سا مسکرائی۔

"کیا حماد والا واقعہ بتادوں۔۔یا پھر۔۔"خود ہی خیال جھٹک دیا اور ساتھ والے گھر میں ثمر تحریر پڑھتی جارہی تھی۔۔

رات کا دوسرا پہر تھا جب کیف کی آنکھ کھلی۔۔ قیس ساتھ سویا تھا مگر فریحہ کمرے میں نہیں تھیں۔۔کمرے کا دروازہ ذرا سا کھلا تھا۔۔رضائی خود پر سے ہٹائی اور باہر چلا گیا۔۔اس کے ماموں کے کمرے سے فریحہ کے رونے کی آواز آرہی تھی۔۔

اس کے ماموں انھیں سمجھا رہے تھے"فریحہ۔۔تم وہ غلطی مت کرو جو جبران نے کی۔۔ چھوڑ دو اس کیس کو۔۔اللہ خود ہی دیکھ لے گا۔۔ تمھارے بچوں کے پاس اب تمھارے سوا کوئی نہیں ہے۔۔ تمھیں کچھ ہو گیا تو وہ کیا کریں گے؟ "

کیف کا دل کیا یہاں سے بھاگ جائے۔۔یا مر جائے۔۔ مگر یہاں نہ رہے

"ٹھیک ہے۔۔میں کل کیس واپس لے لوں گی۔۔میرے بچوں کی خاطر مگر ان پر قہر پڑے گا ان کے بچے مر جائیں گے۔۔وہ بھوکے مریں گے"اور وہ رونے لگیں۔

کیف کمرے میں واپس آ گیا اور بستر میں گھس کر رو رہا تھا۔۔ کسی کا ہاتھ اس کے ہاتھ پر تھا۔۔ گرم ہاتھ

"رو رہے ہو؟" قیس اٹھ گیا تھا۔۔

وہ کچھ بھی نہیں بولا۔ بس آنسو صاف کیے۔

" کیفی۔۔ میں جب بڑا ہو جاؤں گا تو ان سے بدلہ لوں گا۔۔ انھوں نے ڈیڈی کو مارا اور میری ممی کو ہراس کیا "

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا

"تم ایسا کچھ نہیں کرو گے۔۔ آئی سمجھ۔۔ بدلہ لینے سے کچھ نہیں بچتا۔۔ ہم اچھے انسان ہیں کیونکہ ہمارے ڈیڈی اچھے انسان تھے۔۔ تم کچھ نہیں کرو گے۔۔ آئی سمجھ؟ "

مگر قیس نے دوسری طرف کروٹ لی۔۔

"میں تم سے کچھ پوچھ رہا ہوں قیس "

"میں سو چکا ہوں "

وہ بھی اسی طرح لیٹ گیا مگر سویا نہیں۔۔

جبران کو گئے ایک سال ہونے والا تھا۔۔ صبح صبح وہ سکول کیلئے تیار ہوئے اور فریحہ نے انھیں سکول چھوڑا۔۔یہ ایک عام سا دن تھا۔۔ مگر کیف کے دماغ میں رات والی باتیں گھوم رہی تھیں۔۔ چھٹی ہوئی اور اس کے ماموں انھیں لینے آئے۔۔ جس سڑک سے وہ گھر جاتے تھے وہ اس سے مخالف سڑک پر مڑ گئے۔۔ کیف چپ رہا مگر قیس بول پڑا

"ماموں آپ نے غلط سڑک لے لی "

مگر وہ چپ رہے۔۔

"مجھے ذرا کام ہے۔۔پہلے ہم وہ کر لیں پھر گھر چلیں گے "اور وہ مطمئن ہو گیا۔۔

ایک ہسپتال کے سامنے آ رکے۔۔ان کے بیگ گاڑی میں رکھوائے اور انھیں لے کر اندر چلے آئے۔۔

وہاں ایمرجنسی وارڈ کے سامنے اس کی ممانی کھڑی تھیں۔۔پریشان سی

"ممی کہاں ہیں؟"پوچھنے والا قیس تھا۔

"وہ۔۔"انھوں نے سامنے کھڑے آدمی کو دیکھا جس نے نظریں پھیر لیں

"ان کی طبیعت تھوڑی خراب تھی۔۔جب وہ واپس آ رہی تھیں نا۔۔تو۔۔ان کا چھوٹا سا ایکسیڈنٹ ہو گیا۔۔ڈاکٹر اندر آپ کی ممی کو ہی دیکھ رہے ہیں۔۔بس بھی آتے ہی ہوں گے۔۔آپ دعا کرو وہ ٹھیک ہوں"

وہ دونوں منہ کھولے دیکھ رہے تھے۔۔دماغ بالکل سن تھے۔۔جسم شل ہو گئے اور ارد گرد ہوا سائیں سائیں کرنے لگی۔۔دل بے تحاشا دھڑکا۔۔پیٹ میں بھی درد ہوا مگر دونوں ہکا بکا خاموش بیٹھے رہے۔۔ڈاکٹر باہر آیا،وہ دونوں بھی کھڑے ہو گئے اور اس کے ماموں سے بات کی۔۔ڈاکٹر کا "نا" میں ہلتا سر دیکھ کر اسے چکر آیا تھا۔۔یا پتہ نہیں ہیں شاید زمین ہلی تھی یا زلزلہ آیا تھا۔۔وہ منہ کے بل زمین پر گرا۔۔

سب اس کی طرف بڑھے

"کیف۔۔کیف" اس پر جھکتا روتا ہوا قیس۔۔بس یہ آخری منظر تھا جو اس نے دھندلا دھندلا سا دیکھا تھا۔۔

جبران نہیں تھے۔۔فریحہ بھی چلی گئیں۔۔سارا دن وہ دونوں خاموش رہتے۔۔کبھی باہر لان میں جھولے پر بیٹھتے تو بیٹھے رہتے۔۔کبھی سوتے تو سوتے رہتے۔۔قیامت سی قیامت تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ان کے تایا ان اسے ملنے آئے تھے مگر کھچے کھچے سے تھے۔۔

پھر کبھی ملنے نہیں آئے۔۔مایا کے ساتھ خط کے ذریعے اس کی بات ہوتی تھی۔۔مایا اس کے تایا کی بیٹی تھی۔۔ کبھی کسی بہانے سے لاہور آتی تو اس۔سے بھی ملتی۔۔سال بعد کوئی ایک خط۔۔ ممانی نے بھی انھیں تنگ کرنا شروع کر دیا تھا کہ مکان سے جو کرایہ آتا ہے انھیں دیں مگر کیف نے ماں کی بات پتھر پر لکیر کی طرح رٹ لی تھی۔۔انٹر کرتے ہی وہ دونوں لاہور آ گئے۔۔ قیس نے پنجاب یونیورسٹی میں داخلہ لیا، وہ وکیل بننا چاہتا تھا اور کیف نے کنگ ایڈورڈ میں۔۔دونوں کی اپنی اپنی مرضی تھی۔۔ایک سال بعد مایا کا خط آیا تھا اور لکھا تھا کہ اس کے تایا چاہتے ہیں کہ وہ ان کے ساتھ کاروبار کریں۔۔دو کنال والی زمین بیچ دیں اور ان کے کاروبار میں حصہ دار بن جائیں۔۔ صرف اسی صورت میں شادی ہو سکتی ہے نہیں تو اسے مایا کو کھونا پڑے گا۔۔ "

موجودہ دور میں وہ صبح ناشتہ تیار کر رہا تھا اور ساتھ پڑی ڈسٹ بن میں وہ کاغذ مڑا پڑا تھا جس پر اس نے دل کا حال اور زندگی کا حال لکھا تھا۔۔اس کا دل ہلکا ہو گیا تھا اور اب وہ قیس کو اٹھانے جا رہا تھا۔۔جو کہ اس وقت خراٹے لے رہا تھا۔۔

حوابنت عبداللہ!

بچپن سے لے کر آئے آج تک میں آپ کو دیکھتا آیا ہوں۔۔ایک ایک دن ایک ایک لمحہ میری یادداشت میں محفوظ ہے جب جب میں نے آپ کو دیکھا یا جب جب آپ ہمارے ساتھ ہوتی تھیں۔۔سپارہ پڑھنے جاتے، پھر ٹیوشن پڑھنے جاتے، چچا عبداللہ کے بہت سے کام کرتے میں نے آپ کو دیکھا ہے صرف آپ کو۔۔میرا تخیل آپ کی وجہ سے آباد ہے۔۔آپ وہ تتلی ہیں جس کے پیچھے میں ساری عمر بھاگتا رہوں گا اور آپ وہ رنگ برنگی باغ کی بہار، وہ تتلی ہیں جو کبھی میرے ہاتھ نہیں آسکتی۔۔آپ مجھے اچھی لگتی ہیں اور کب سے لگتی ہیں، کیوں لگتی ہیں اس کا جواب نہیں ہے میرے پاس۔۔میں آپ کے قابل نہیں ہوں مگر محبت میں قابلیت کہاں دیکھی جاتی ہے۔۔آپ میرے لیے وہ آسمان ہیں جسے میں زمین سے دیکھ سکتا ہوں مگر پا نہیں سکتا۔۔مجھ میں تو اتنی ہمت بھی نہیں ہے کہ آپ کے سامنے آکر اپنے دل کا حال کہہ سکوں۔۔میری راتیں بے چین ہیں اور دن کو آرام نہیں ہے۔۔بس اسی لیے آپ کو خط لکھ رہا ہوں کہ اپنے حال سے آپ کو آگاہ کر سکوں۔۔آگے جو آپ کی مرضی !

عباس حیدر

کاغذ پر لکھی تحریر پڑھ کر ثمر کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ آئی

"تو یہ سب چل رہا ہے حوا بی بی۔۔اب تم دیکھو۔۔ کتنی معصوم دکھتی ہو اور کیا گل کھلا رہی ہو "

جلدی سے کتاب میں دوبارہ کاغذ رکھا اور کپڑے الماری میں گھسا کر فوراً باہر کی طرف بھاگی۔دروازہ بند کیا اور دیکھا کہ کوئی تھا تو نہیں۔۔ مگر نہیں۔۔کوئی نہیں تھا

حوا ابھی تک سکینہ کی طرف ہی تھی اور دوسری طرف اس کے خلاف محاذ تیار تھا۔۔

آج بہت دن بعد وہ اپنے باپ کے کمرے میں گئی تھی۔دروازہ کھولا اور ہر چیز ویسے ہی پڑی تھی جیسے وہ رکھتے تھے۔ نفیس سا کمرہ اور سمیٹی ہوئی ہر چیز۔۔ کھڑکیوں کے آگے پردے تھے سو کمرے میں اندھیرا تھا مگر دوپہر کا وقت تھا سو مدھم روشنی پردوں کو پار کر کے اندر آ رہی تھی۔۔اندر آئی اور پلنگ پر بیٹھی۔۔ بڑے پیار سے پلنگ پر بچھی چادر کو چھوا۔۔ پھر اٹھی اور الماری تک آئی۔۔ چھوٹی سی الماری تھی جو زمین پر پڑی تھی۔۔اس کی ٹانگوں تک

آتی الماری۔۔وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھی اور شیشے کے دروازوں کو چھوا۔۔اندر کتابیں ویسے ہی پڑی تھیں جیسے وہ چھوڑ کر گئے تھے۔۔آنسو گال پر پھسلنے لگے۔۔

"لیزا"اسے لگا مسٹر سٹیفورڈ نے اسے آواز دی ہے اور وہ ہنس رہے ہیں۔۔چونک کر دروازے کو دیکھا تو وہاں کوئی نہیں تھا۔۔

دوبارہ کھڑی ہوئی اور اس الماری پر پڑے ایک لکڑی کے ڈبے کو کھولا۔اندر ان کی چیزیں تھیں۔۔ایک سفید رنگ کا لفافہ تھا جو کہ اب زرد پڑ چکا تھا۔۔اس نے وہ نکالا اور کھولا۔اندر تصاویر تھیں۔پہلی تصویر اس کی اور مسٹر سٹیفورڈ کی تھی۔۔وہ ان کی گود میں بیٹھی تھی اور مسکرا رہی تھی۔۔بلیک اینڈ وائٹ تصویر۔۔

دوسری تصویر میں مسٹر سٹیفورڈ درمیان میں بیٹھے تھے اور ایک طرف لیزا بیٹھی تھی اور دوسری طرف ابراہیم۔۔وہ مسکرائی۔۔پھر تیسری تصویر دیکھی۔۔وہ کالج کی تصویر تھی جس میں ابراہیم ان کے سامنے کان پکڑ کر کھڑا تھا اور وہ مسکرا رہے تھے۔۔

چوتھی تصویر میں وہ مسٹر سٹیفورڈ کے ساتھ بیٹھی چیس کھیل رہی تھی۔۔وہ ذرا سا آگے کو جھکے کوئی مہرا ہلا رہے تھے۔۔پھر پانچویں تصویر جس میں انھوں نے اپنے بازو ابراہیم کے

کندھے کے گرد حمائل کیے تھے۔۔اور دونوں کوٹ پہنے ایک درخت کے نیچے بنچ پر بیٹھے مسکرا رہے تھے۔۔

ایک آخری تصویر تھی جس میں ابراہیم ان کے ساتھ سٹیج پر کھڑا تھا۔۔سر پر ان کی ٹوپی (فلیٹ کیپ) پہنے نقلی مونچھیں لگائے اور ہاتھ میں بوڑھوں والا ڈنڈا پکڑے۔۔دونوں مسکرا رہے تھے۔۔

آہ! بس اتنی سی زندگی تھی۔۔تصویریں لفافے میں ڈالیں اور کھڑکی کے آگے سے پردے ہٹائے۔بازو سینے پر باندھے اور کھڑکی کے سامنے کھڑی ہو گئی۔۔

"کتنے دن ہو گئے۔۔تم آئے ہی نہیں۔۔کیا اتنا مصروف ہو گئے ہو؟ "

سامنے گیٹ کے باہر گلی نظر آ رہی تھی جہاں بچے دائرہ بناتے سائیکل چلا رہے تھے۔۔

گول گول!

سورج ڈھلنے لگا اور پرندے گھر کو لوٹنے لگے۔مغرب قریب تھی۔باہر کا دروازہ بجا۔

"آ رہا ہوں" اور دروازہ کھولا۔

سامنے ایک بوڑھا سا آدمی کھڑا تھا۔ کندھے پر ایک تھیلا ڈالا ہوا تھا اور ہاتھ میں ایک موٹا سا رجسٹر اور کچھ لفافے پکڑے تھے۔۔ سفید مونچھیں اور ناک پر ٹکی ہوئی عینک۔۔

"جی؟ "

"ابراہیم خان؟ "

"جی "

ایک خاکی لفافہ آگے بڑھایا "آپ کا خط آیا ہے" اور پھر رجسٹر کھول کر آگے بڑھایا۔

ایک قلم تھمایا

"یہاں دستخط کر دیں "

اور اس نے دستخط کیے۔

"شکریہ" بوڑھا مسکرایا "فوج کی طرف سے آیا ہے۔۔ کوئی خوشخبری ہو گی" اور چلا گیا۔

وہ جلدی جلدی آیا اور برآمدے میں دروازے کے پاس پڑی چارپائی پر بیٹھ گیا۔

سکینہ بھی ساتھ بیٹھ گئی "کس کی طرف سے ہے؟ "

مگر وہ کچھ بولا نہیں۔۔ سفید کاغذ نکال کر جلدی جلدی پڑھنے لگا۔۔ چہرے پر مسکراہٹ در آئی۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سکینہ نے اس کا چہرہ دیکھا۔وہ ساتھ بیٹھی سکینہ سے کچھ کہنے لگا تھا کہ وہ فوراً کھڑی ہوئی

"ایک منٹ بھائی۔۔"اور خوشی سے چہکی "آپ۔۔آپ کی سلیکشن ہو گئی ہے "

اس نے ہاں میں سر ہلایا

"اللہ!"دونوں بہن بھائی بہت خوش تھے۔

سکینہ کی آنکھوں میں آنسو تھے، مگر وہ مسکرا رہی تھی

"امی کو آپ نہیں بتائیں گے۔۔انھیں میں بتاؤں گی"

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

پھر دوبارہ چارپائی پر بیٹھ گیا اور اسے دوبارہ پڑھنے لگا۔۔خوشی ہی خوشی تھی۔

"اللہ!...بھائی۔۔آپ بھی اب فوجی افسر بنیں گے "اور اس کے بازو کو جھنجھوڑ کر اس کے کندھے پر سر رکھ لیا"میں بہت خوش ہوں بھائی۔۔بہت خوش"!

رات کو حوا کمرے میں جائے نماز پر کھڑی عشاء کی آخری رکعتیں پڑھ رہی تھی جب ثمر اس کے کمرے میں آئی۔۔وہ رکوع میں تھی جب وہ بیڈ پر اس کے بالکل ساتھ آ بیٹھی۔۔

آخری رکعت ختم ہوئی اور اس نے سلام پھیرا۔۔پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے۔۔چند منٹ کے بعد ہاتھ منہ پر پھیرے اور جائے نماز پر ہی بیٹھے بیٹھے وہ مڑی اور بیڈ پر بیٹھی ثمر کو دیکھا۔

"خیریت۔۔کوئی کام تھا؟ "

وہ جھکی "کام تو بہت ہیں تم سے۔۔ سمجھ نہیں آرہی کہاں سے شروع کروں؟ "

اس کا طنزیہ لہجہ اسے سمجھ نہیں آیا۔

"مطلب؟ "

"پہلے یہ بتاؤ۔۔دعا میں کیا مانگا؟"پیچھے کو ہو کر بیٹھ گئی۔

"تم کیا کہنا چاہ رہی ہو؟ "

وہ پھر سے جھکی اور اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"کیا دیکھ رہی ہو؟"وہ پریشان ہوئی

"دیکھ رہی ہوں ایسا کیا ہے تم میں جو سارا کا سارا گاؤں تمھارے پیچھے پاگل ہے "

اس کا دل دھک سے رہ گیا

"مطلب؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کتنی بھولی ہو نا تم۔۔چاہے قصور کا عباس حیدر ہو یا سیالکوٹ کا حماد۔۔سب تمھارے گرویدہ ہیں"

ہاتھوں پر پسینہ آیا،دل کی دھڑکن بڑھی،ساری دنیا اس کے گرد گھوم گئی۔لفظ کہیں منہ میں ہی رہ گئے۔

عباس کا تو پتہ لگ گیا تھا ثمر کو مگر حماد والا اس نے ہوا میں تیر چلایا جو کہ ٹھیک نشانے پر جا لگا۔۔

"کیا۔۔بکواس ہے یہ؟"وہ چیخی تھی۔

"آواز نیچی رکھو حوابی بی۔۔مجھے سب معلوم ہے۔۔"

حوا کھڑی ہو گئی۔۔ساتھ ہی ثمر بھی کھڑی ہوئی

"آئے ہائے۔۔اگر یہ باتیں عبداللہ چچا یا شیخو کو پتہ چلیں تو۔۔چچ چچ۔۔کتنی بدنامی ہے نا تمھاری"گھوم کر اس کے پیچھے آئی۔

وہ رونے والی ہو گئی تھی۔

"تم کیا چاہتی ہو؟ "

وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری فکر چھوڑو۔۔تم اپنی کرو "

اور پھر کمرے سے باہر چلی گئی۔۔وہ بیڈ پر بیٹھ گئی اور رونے لگی۔۔منہ پر ہاتھ رکھے سسکیوں کے ساتھ!

ساتھ والے مکان میں اس وقت خاموشی تھی۔ سمیرا نے نماز پڑھی اور جائے نماز پر ہی بیٹھی رہیں۔۔ابراہیم ابھی باہر سے آیا تھا اور بالوں میں انگلیاں پھیرتا ہوا ماں کی طرف بڑھا

"السلام علیکم "!

وہ منہ میں کچھ پڑھ رہی تھی۔۔سر کو خم دے کر جواب دیا۔

صوفے پر آکر بیٹھ گیا۔۔انھوں نے دعا مانگی اور منہ پر ہاتھ پھیر کر اٹھیں۔۔وہ جائے نماز طے کر رہی تھیں جب اس نے پیچھے سے ان کے کندھوں کے گرد بازو حمائل کیے اور سر سے سر جوڑ کر بولا

"پیاری ماں۔۔جنت کی ہوا "

انھوں نے اس کے بازو جھٹک دیے "کیا بات ہے۔۔مولوی صاحب نے دم درود تو نہیں کر دیا "

جائے نماز صوفے کے ہتھ پر رکھی اور خود بیڈ پر آ بیٹھیں۔

"امی۔۔میں آپ کو کیسا لگتا ہوں؟ "

ان کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔دونوں گھٹنے سینے سے لگائے اور ان کے گرد بازو حمائل کیے

"سکینہ۔۔پانی لے کر آذرا۔۔ابراہیم کو گرمی لگ گئی ہے" گردن موڑ کر باہر برآمدے کی طرف دیکھتے ہوئے بولیں

"بتاؤ نا اماں۔۔شہد جیسا ہوں یا زہر جیسا؟ "

"جوتے نہ کھا لئیں مجھ سے "

اس نے منہ بسورا۔

"رہنے دو اماں۔۔پہلے ہی دل ٹوٹا ہے میرا" منہ دوسری طرف موڑا

"اے ہے۔۔کیا ہو گیا ہے؟ "

"رہنے دو اماں۔۔مارو گی تم" وہ منہ بنائے بولا تھا

اور پھر کھڑا ہوا۔

"کیا ہوا ہے؟ "

باہر سے سکینہ پانی کا گلاس لائی اور ابراہیم کو دیا۔اس نے ایک آنکھ دبائی تو وہ مسکرا دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سکینہ۔۔ذرا وہ خط لانا جو فوج کی طرف سے آیا ہے "

وہ سر ہلا کر چلی گئی

"ہیں۔۔مجھے کیوں نہیں بتایا۔۔فوج کی طرف سے خط آیا ہے "

وہ جھٹ سے ان کے پاس بیٹھا"اماں۔۔ چھمی کی قسم کھاؤ۔۔مجھے پیٹو گی نہیں"اور ان کا ہاتھ سر پر رکھا

وہ بس بھنویں بھینچیں اسے دیکھ رہی تھیں۔۔

ہاتھ نیچے کیا"میرا دماغ نہ خراب کر،ابراہیم"

سکینہ لفافہ لے آئی اور کھول کر سفید کاغذ اپنی ماں کو دیا۔

"یہ کیا ہے۔۔پڑھ کے سنا مجھے "

سامنے کھڑی سکینہ کو دیا۔

"اماں اس میں لکھا ہے۔۔"اور انگریزی میں پڑھنے لگی۔۔

"تو پڑھ نا۔۔یہ انگریزی ہی سنا رہی ہے۔۔مجھے کیا پتہ کیا کہہ رہے ہیں"وہ بے زار ہو گئیں

اس نے سکینہ کے ہاتھ سے کاغذ پکڑا اور بڑا سنجیدہ ہو کر بولا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس میں لکھا ہے کہ۔۔آپ کا بیٹا بہت ہونہار ہے۔۔بہت اچھا ہے۔۔آپ کے بیٹے کے لیے ہم آپ کو مشورہ دیتے ہیں کہ۔۔آپ اسے کسی اچھی جگہ نوکری کروائیں یا اسے کھیتی باڑی وغیرہ کروا کر ایک اچھا کسان بنائیں اور ملک بچائیں۔۔ہماری فوج آپ کے۔۔بیٹے کے قابل نہیں۔۔" وہ ابھی یہاں تک پہنچا تھا کہ سکینہ نے منہ پر ہاتھ رکھ دیا

"بھائی کو فوج سے نکال دیا" جھٹ سے بولی

انھوں نے سینے پر ہاتھ رکھ لیا" میں نہیں مانتی۔۔میرا بچہ اتنا ذہین ہے" ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔

"ارے اماں۔۔یہ سب نہیں لکھا۔۔وہ کہہ رہے ہیں تمھارا بیٹا فوج میں بھرتی ہو گیا ہے۔۔سب تم اسے فوج کے حوالے کر دو "

سکینہ ہنس دی اور دونوں ہاتھوں سے تالی بجائی

"بھائی۔۔اماں ہمارے مذاق پر سنجیدہ ہو گئیں "

انھوں نے دانت پیستے ہوئے دونوں کو دیکھا اور نیچے جھک کر جوتا اٹھایا۔۔وہ ایک لمحے میں وہاں سے بھاگ گیا۔۔انھوں نے جوتا پھینکا مگر وہ دروازے کو لگا

"اماں۔۔آپ نے قسم کھائی تھی پیٹو گی نہیں" اور سامنے سکینہ کو دیکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اماں۔۔میں نے کچھ نہیں کیا۔۔سب انھوں نے کہا تھا کرنے کو "

اور بمشکل مسکرائی۔

وہ نیچے جھکیں اور دوسرا جوتا اٹھایا مگر وہ بھاگ گئی۔

جوتا انھوں نے زمین پر رکھ دیا۔۔اور خود خاموش بیٹھ گئیں۔

"مجھے لگتا ہے مذاق زیادہ ہو گیا" برآمدے میں ساتھ کھڑی سکینہ نے سرگوشی کی۔

"میں جاتا ہوں" اور دبے قدموں اندر آیا اور اس کے گرد بازو حمائل کر کے ان کے سر سے سر جوڑ کر بولا

"اگر آپ اسی طرح اداس ہوئیں تو میں نہیں جا رہا پھر؟ "

وہ مسکرائیں "کیا واقعی۔۔تم فوج میں بھرتی ہو گئے؟" اس کے ہاتھ تھام لیے

"ہاں اماں۔۔آپ کی اکلوتی محبت اور میرے ابا کی قسم "

نظر ترچھی کر کے اسے دیکھا

"زیادہ بک بک نہ کیا کرو "

"اچھا۔۔اب منہ صحیح کر لیں" وہ بڑے پیار سے بولا تھا

"کب جانا ہے؟ "

"دو ہفتے بعد"

"اچھا۔۔ تمھارے دادا نے کوئی جواب دیا؟ "

وہ پیچھے سے مڑ کر آگے آیا اور ان کی گود میں سر رکھا

"ہاں۔۔ جواب تو دیا ہو گا۔۔ آتا ہو گا خط ایک دو دن تک "

"اچھا" اور اس کے بالوں میں پر ہاتھ پھیرنے لگیں۔

"اماں۔۔ ایسے ہی اداس ہونا ہے تو۔۔ میری شادی کرا دو۔۔ میرے بیوی بچوں کے ساتھ آپ کا دل لگا رہے گا"

"ہاں۔۔ شادی کی بڑی جلدی ہے۔۔ پہلے کچھ بن تو لے۔۔ اسے کیا بھوکا مارے گا "

"نہیں۔۔ کھلا پلا کر ماروں گا "

اور دونوں ہنس دیے۔

"کل تیرا صدقہ دوں گی اور مٹھائی بھی بانٹوں گی۔۔ اتنی بڑی خوشخبری دی ہے اللہ نے "

"ابھی اوپر چلو۔۔ نیچے بڑی گرمی ہے "

وہ اٹھا، جوتا پہنا اور باہر آیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سکینہ نے ابرو اٹھایا۔وہ مسکرایا

"مان گئیں "

اور اس نے ہاتھ آگے بڑھایا اور سکینہ نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر تالی بجائی۔۔

آج بدھ تھا اور بدھ کو وہ فری ہو کر لائبریری آتی تھی۔۔شام میں کیف بھی وہیں ہوتا تھا۔آج جب وہ آئی تو وہ پہلے سے موجود تھا۔کتاب پر جھکا ہوا۔اس نے اسے اندر داخل ہوتے ہی دیکھ لیا۔۔وہ ابھی بھی کتاب پر ہی جھکا تھا۔۔اس نے میز پر ناخن سے دستک دی تو وہ چونک گیا

"ڈاکٹر صاحب۔۔پرانے مریض آئے ہیں آپ کے "اور کرسی نکال کر بیٹھ گئی۔

وہ مسکرایا"کیسے ہیں پرانے مریض؟ "

"فی الحال تو اچھے ہیں۔۔آپ سنائیں "

کہنی میز پر رکھی اور ہاتھ کی ہتھیلی پر اپنی ٹھوڑی رکھ کر اس کی طرف متوجہ تھی۔

"ٹھیک ہوں "

"کمزور لگ رہے ہو"وہ پیچھے کو ہو کر بیٹھ گئی۔

"بس ذرا سا بخار تھا"اس نے کندھے اچکائے

"اوہ۔۔اب ٹھیک ہو؟ "

"لگتا تو ایسا ہی ہے" پھر دونوں مسکرائے۔وہ اٹھی اور کتاب لے آئی۔وہ بھی کتاب پر جھک گیا۔

وہ اپنی کتاب پر کچھ لکھ رہا تھا جب اسے اپنے پیروں کے پاس کسی لڑکی کے پاؤں نظر آئے۔۔ساتھ کسی کی موجودگی کا بھی احساس ہوا۔۔اس نے گردن اٹھائی۔۔ایک بیس اکیس سال کی لڑکی تھی۔۔وہی لڑکی جس سے پہلے بھی ایک بار اسی لائبریری میں کیف کے ساتھ جھگڑا ہوا تھا۔۔لیزا ابھی کتاب چھوڑ کر اسے دیکھنے لگی

"مجھے پتہ تھا تم یہیں ملو گے" سینے پر بازو باندھے وہ لڑکی اسے گھور رہی تھی۔پھر ایک کینہ توز نظر لیزا پر ڈالی

وہ کھڑا ہوا "ہم باہر چل کر بات کرتے ہیں "

"اوہ۔۔تو تم مصروف تھے" ایک بار پھر لیزا کو دیکھا

کیف نے گردن موڑ کر لیزا کو دیکھا

"تم غلط سمجھ رہی ہو "

اس کی آنکھوں میں شرارے پھوٹنے لگے "میرا خیال ہے مجھے یہاں سے جانا چاہیئے" اور وہ وہاں سے جانے لگی۔

وہ اس کے پیچھے گیا۔

"مایا۔۔میری بات سنو" وہ پیچھے سے پکارا۔

چلتے چلتے اس کے قدم رکے اور وہ مڑی۔۔وہ دونوں گیٹ کے پاس تھے

"دیکھو۔۔تم غلط سمجھ رہی ہو۔۔وہ یہاں ویسے ہی پڑھنے آئی ہے "

اسے ذرا فرق نہیں پڑا۔اس نے ابرو اٹھایا اور بازو سینے پر باندھے

"میں نے تمھیں خط لکھا تھا۔۔کیا سوچا تم نے اس بارے میں؟ "

اس نے نظریں جھکا لیں

"ابھی کچھ نہیں سوچا "

"اوہ۔۔بابا کے دوست کا ایک بیٹا ہے۔۔کاروباری آدمی ہے۔۔فیکٹریوں کا مالک۔۔ آگے تم خود سمجھدار ہو "

اس کا دل ٹوٹ گیا۔۔آنکھیں سرخ ہوئیں

"تم کیا چاہتی ہو؟" وہ ذرا سی بلند آواز میں بولا

Clubb of Quality Content

"تم کیا چاہتے ہو؟" وہ چلائی تھی

"مایا۔۔خودداری محبت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔۔ "

اس نے اس کی بات کو کاٹا "اوہ اچھا۔۔تو یہ نیا سبق سیکھ کر آئے ہو"

"تم ایسی تو نہیں تھی "

صدمہ تھا شاک تھا۔۔ٹوٹے دل سے خون رسنے لگا تھا۔۔

"کچھ بھی پہلے ایسا نہیں تھا کیف "

اور وہ چل پڑی۔

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔

بھیگی آواز میں وہ پیچھے سے پکارا "کوئی اتنا بے رحم کیسے ہو سکتا ہے؟ "

اس نے سنی ان سنی کر دی اور پھر نہیں مڑی۔جب وہ چلی گئی تو اس نے ہتھیلی سے آنکھیں رگڑیں اور آنسو صاف کیے۔

وہ واپس مڑا تو وہ دور کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔۔کیف کو دیکھتے ہی لیزا نے نظریں جھکا لیں۔وہ چپ چاپ اندر چلا گیا۔۔

صبح ناشتے کے کچھ دیر بعد وہ مٹھائی لے کر ان کے گھر گئیں۔خوشی کی خبر تھی سب بہت خوش تھے۔

"میں تو کہتی تھی۔۔دادا کے نقش قدم پر چلے گا۔۔لو دیکھ لیا نا" خالدہ تائی نے ڈبے سے ایک گلاب جامن پکڑا۔

"اسے شروع سے شوق تھا بھابھی!" سامنے بیٹھیں سمیرا بھی رہ نہ سکیں۔

وہ ادھر اُدھر دیکھتی رہی مگر حوا نہیں تھی۔۔اٹھی اور اسکے کمرے میں چلی گئی۔۔

دروازہ کھٹکھٹایا

"آجائیں"!

وہ سامنے صوفے پر بیٹھی سامنے کتاب کھولے کوئی کہانی پڑھ رہی تھی۔

اٹھی اور مسکراتے ہوئے اس سے گلے ملی۔۔

"کیسی ہو؟"

"ٹھیک ہوں" اور اس سے نظریں چرا کر بیٹھ گئی

"کیا بات ہے طبیعت ٹھیک ہے۔۔آنکھیں کیوں سرخ ہو رہی ہیں تمھاری"

وہ فکر مند ہوئی۔وہ جو کافی دیر سے ضبط کیے بیٹھی تھی سہیلی کے پوچھتے ہی ضبط ٹوٹ گیا۔

وہ رونے لگی۔ سسکیوں کے ساتھ

"حوا۔۔ کیا ہوا ہے؟" اٹھی اور اسے کندھے سے لگایا۔

باہر کا دروازہ کھلا تھا۔۔ پہلے جا کر دروازہ بند کر کے آئی۔

وہ پھر بھی روتی گئی۔

اس نے اس کے ہاتھ تھامے "کیا ہوا ہے۔۔ کچھ بولو بھی "

"سکینہ۔۔ میں بری لڑکی نہیں ہوں۔۔ مجھے نہیں پتہ سب کیا ہو رہا ہے؟ "

"کیا سب؟ "

پھر سے رونے لگی۔ اس نے بڑھ کر سائیڈ ٹیبل پر پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور اسے دیا۔ اس نے پانی پیا پھر چپ ہوئی۔

"کیا ہوا ہے۔۔ اتنی بری طرح کیوں رو رہی ہو؟ "

وہ اٹھی اور الماری میں سے ایک کاغذ نکال لائی۔ لا کر اسے تھمایا۔ اس نے کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔ حوا کے آنسو پھر بہنے لگے۔

"کس دن کی بات ہے یہ؟" خط پڑھ کر اس نے کاغذ تہہ کیا اور ہاتھ میں پکڑ لیا۔

اس نے ساری روداد سنا دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور اب ثمر مجھے دھمکا رہی ہے کہ وہ۔۔۔ابو اور شیخو کو سب بتا دے گی "

اس نے پھر پانی کا گلاس اسے دیا۔

پانی پی کر کچھ ٹھیک ہوئی۔

"کیا شیخو اور عبداللہ چچا اتنے بے وقوف ہیں کہ ایسے ہی کسی کہ بات پر یقین کر لیں۔۔ منہ نہ توڑ دیں وہ اس کا "

پھر اسے دیکھا "اور تم۔۔ایسے ہی رو رہی ہو۔۔تم نے کیا کیا ہے؟ "

"خط تو مجھے ملا ہے۔۔اس نے سب میرے بارے میں لکھا ہے "نم آواز میں بولی

"اب اگر تم روئی نا۔۔ایک تھپڑ لگانا ہے میں نے۔۔کچھ بھی نہیں کرے گی وہ۔۔ تمھیں بس ایسے ہی ڈرا رہی ہے "

وہ اسے تسلی دیتی رہی۔پھر ابراہیم کے فوج میں جانے والی خوشخبری بھی سنائی۔وہ بس پھیکا سا مسکرائی۔

"اب تم رونا نہیں۔۔کچھ بھی ہو۔۔ساتھ والے گھر میں رہتی ہوں میں۔۔دیوار پھلانگ کر آجانا اور اس ثمر کو تو دیکھ لوں گی میں "کچھ دیر بعد وہ چلی گئی۔۔حوا کسی حد تک ٹھیک ہو چکی تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گھر کا دروازہ کھٹکایا، ابراہیم نے کھولا۔۔وہ جلدی سے اندر آئی۔۔

"امی نہیں آئیں؟" وہ جلدی سے اندر جا رہی تھی۔

"نہیں۔۔وہ نیچے بیٹھ کر باتیں کر رہی تھیں۔۔میں آگئی" وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

اس نے چادر میں وہ کاغذ چھپایا تھا۔

"تو تم بھی اپنی سہیلی کے ساتھ بیٹھ جاتی تھوڑی دیر "

"اچھا نا۔۔بیٹھ کر ہی آئی ہوں" اور اس کے پاس سے گزری۔

"رکو۔۔ادھر آؤ ذرا" وہ پیچھے سے بولا

اندر جاتے اس کے قدم زنجیر ہوئے۔وہ دو قدم چل کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا

"دکھاؤ ادھر" اس نے ہاتھ آگے کیا

"کیا؟ "

"جو چھپا رہی ہو "

چہرے کے رنگ اڑ گئے۔اس نے تھوک نگلا

"کچھ بھی نہیں ہے "

وہ ہکلائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے اس کا بازو پکڑا اور ہاتھ سے وہ کاغذ لے لیا۔ایک سنجیدہ نظر اس پر ڈالی۔

کاغذ کھولا اور تحریر پڑھنا شروع کی۔۔

سکینہ کا اپنا رنگ فق ہوا تھا۔۔وہ جیسے جیسے پڑھ رہا تھا بھنوئیں تن گئیں، جبڑے بھینچ گئے

اس نے پڑھ کر کاغذ کو مروڑا اور مٹھی میں دبایا۔۔

"یہ سب چل رہا ہے "

"بھائی۔۔"وہ گھبرائی ہوئی تھی۔

"کچھ بولو گی اب"وہ دبا دبا سا غرایا

"اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔اسے کچھ پتہ بھی نہیں۔۔اسے یہ خط ملا اور وہ پریشان بیٹھی تھی۔۔وہ۔۔اس کا کوئی قصور نہیں ہے"

"کس کس کو پتہ ہے اس بارے میں؟"

"مجھے۔۔آپ کو۔۔حوا اور۔۔ثمر کو"اس نے سارا قصہ سنا دیا کیسے حوا کو یہ خط ملا اور کیسے ثمر اسے ڈرا دھمکا کر گئی تھی۔۔

"اس کا تو میں علاج کرتا ہوں"اور وہ باہر کی طرف جانے لگا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سکینہ اس کے سامنے آگئی "بھائی۔۔ایسا کچھ بھی نہ کریں۔۔معاملے کو رفع دفع کریں۔۔ وہ ایک لڑکی ہے۔۔اس کا کیا قصور "

"رفع دفع ہی کرنے جا رہا ہوں" اور وہ باہر چلا گیا۔۔

رات کو کافی اچھا موسم تھا۔ہوا چل رہی تھی۔آج اس کا موڈ بھی اچھا تھا سو وہ باہر لاؤنج میں جھولے پر بیٹھی تھی۔بال نئے نئے کٹ کروائے تھے جو کہ گردن سے تھوڑا سا نیچے تھے۔ہوا سے چند لٹیں لہرا کر چہرے کو چھو رہی تھیں۔پاس ہی ٹیبل پر ریڈیو پڑا تھا۔وہ کچھ سن رہی تھی شاید کوئی غزل یا کوئی خبر نامہ۔۔ساتھ ساتھ جھولا جھول رہی تھی اور ٹانگیں لٹکائے آسمان پر چاند کو دیکھ رہی تھی۔

"آداب سامعین "!

"یہ ہے لاہور ریڈیو سٹیشن"

"میں ہوں آپ کا میزبان، قیس جبران۔۔آج میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں "

کانوں میں ریڈیو سے نکلتی آواز پڑی تو وہ مسکرائی اور پھر قیس کا سوچ کر ہنسی "کوئی کام رہ نہ جائے" دل ہی دل میں سوچا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو سامعین۔۔آج میں بہت خوش ہوں اور بہت مؤدب سے سا بیٹھا ہوں۔۔کیونکہ آج میں آپ کو جو غزل سنانے جا رہا ہوں وہ میری سب سے پسندیدہ ہے۔۔بلکہ میری کیا آپ سب کی پسندیدہ ہو گی "لیز اتوجہ سے سن رہی تھی

"جی جی۔۔آپ میں سے بہت سے لوگوں نے بوجھ بھی لیا ہو گا۔۔میں بات کر رہا ہوں۔۔فیض احمد فیض صاحب کی "

"ان کی غزل "رقیب سے "جو کہ زمانے بھر میں مشہور ہے "

وہ چوکڑی مار کر بیٹھ گئی۔۔اور ٹیبل پر پڑا چپس کا پیکٹ پکڑ کر کھولا اور ایک چپس منہ میں رکھا۔کان اس کے ریڈیو سے نکلنے والی آواز سے لگے ہوئے تھے۔۔

"تو شروع کرتے ہیں۔۔"

"آ کہ وابستہ ہیں اس حسن کی یادیں تجھ سے

جس نے اس دل کو پری خانہ بنا رکھا تھا "

)اسے کسی زمانے کا گزرا ہوا لمحہ یاد آیا۔۔"تم نا بالکل پاگل ہو۔۔ان باتوں پر روتی ہو جن پر میں اور پروفیسر صاحب ساری ساری رات ہنس سکتے ہیں۔۔سیڑھیوں کے پاس بیٹھا ایک سیاہ آنکھوں والا ساتھ بیٹھی روتی ہوئی لڑکی کو سمجھا رہا تھا(

جس کی الفت میں بھلا رکھی تھی دنیا ہم نے

دہر کو دہر کا افسانہ بنا رکھا تھا

")اسے وہ دن یاد آیا جب وہ لائبریری میں پہلے دن آیا تھا اور لیزا کتاب سامنے کھولے بیٹھی تھی۔وہ لیزا کو سامنے دیکھ کر کافی نروس تھا۔۔ نظر بھی نہیں اٹھا رہا تھا(

تو نے دیکھی ہے وہ پیشانی وہ رخسار وہ ہونٹ

زندگی جن کے تصور میں لٹا دی ہم نے

)سیاہ آنکھیں تخیل میں ابھریں۔۔اسے وہ دن یاد آیا جب ابراہیم اور پروفیسر سٹیفورڈ باہر شطرنج کھیل رہے تھے اور وہ کرسی لے کر آئی اور ساتھ بیٹھ گئی۔۔(

تجھ پہ اٹھی ہیں وہ کھوئی ہوئی ساحر آنکھیں

تجھ کو معلوم ہے کیوں عمر گنوا دی ہم نے

")میں انتظار کروں گی"اس نے کندھے پر سفری بیگ لٹکایا تھا۔

"ایسے لوگوں کا انتظار فضول ہے جن کو لوٹ کر آنے کی عادت نہیں ہوتی"لیزا کا دل ڈوبا تھا مگر اس برف کے مجسمے کو کوئی پرواہ نہیں تھی(

قیس غزل پڑھتا رہا۔۔وقت بیت رہا تھا لمحے سرک رہے تھے رات پگھل رہی تھی۔۔

"تو معزز سامعین میں امید کرتا ہوں۔۔آپ کا میزبان"

"یعنی قیس جبران آپ کی امیدوں پر پورا اتراہوں گا۔۔نہیں اترا تو کوئی بات نہیں قیس کو عادت ہے دریا پر اور امیدوں پر اترنے کی۔۔آج نہیں تو کل۔۔کل نہیں تو کبھی اور سہی۔۔جب تک آپ کی امیدیں ہیں تب تک آپ کا میزبان آپ کی خدمت میں حاضر ہے"وہ اس کو سنتی مسکرا رہی تھی۔

"آج کے لیے اجازت دیں"

"اللہ آپ کا حامی و ناصر ہو "

"اللہ حافظ "!

اور پھر اس نے گول سا بٹن گھما کر ریڈیو بند کر دیا۔اب اسے سونا تھا!

اس وقت وہ ایک اصطبل میں کھڑا تھا۔دور سے ہی اس نے دیکھ لیا۔وہ ایک سفید گھوڑے کے پاس جھکا اسے چارا ڈال رہا تھا۔پھر سیدھا ہو کر پیار سے اس کی گردن کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔محسوس ہوا کوئی اس کے پاس آرہا ہے تو اس نے گردن موڑی۔وہ سامنے سے

آرہا تھا۔اسے دیکھ کر مسکرایا مگر سنجیدہ آنکھوں والا لڑکا نہیں مسکرایا۔چاراوہیں چھوڑااوراس کی طرف آیا

"سلام ابراہیم بھائی!"مسکراتے ہوئے سینے پر ہاتھ رکھا

"وعلیکم السلام"سپاٹ لہجہ۔مگر عباس کو زیادہ فرق محسوس نہیں ہوا۔

"وہ۔۔اسامہ بھائی اپنے دوست کے ساتھ بس یہ پاس ہی گئے ہیں۔۔آپ کہیں تو انھیں بلالاؤں؟ "

"نہیں۔۔مجھے تم سے بات کرنی ہے"وہ کاٹ دار لہجے میں بولا تھا

"مجھ سے؟"

"ہاں"جبڑے بھینچ گئے۔اس کے تاثرات دیکھ کر اس کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔

"اندر چلیں یا یہیں کرسیاں لے آؤں؟ "

"میں یہاں بیٹھنے نہیں آیا "

وہ گڑبڑا گیا۔اس نے کبھی اس سے ایسے بات تو نہیں کی تھی۔

"کیا ہوا ہے ابراہیم بھائی۔۔مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے کیا؟"اس نے تھوک نگلا

وہ آگے بڑھا اور اسے قمیض کے کالر سے پکڑا۔دانت پیستے ہوئے بولا "جن کے اپنے گھر شیشے کے ہوتے ہیں نا۔۔وہ دوسروں کے گھروں پر پتھر نہیں پھینکتے "

اسے کچھ سمجھ نہیں آیا۔

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ "

"میں کیا کہہ رہا ہوں۔۔ہاں "اسے کالر سے چھوڑ کر ایک جھٹکا دیا اور وہ زمین پر جا گرا۔

جیب سے کاغذ نکالا اور اس کے سینے پر مارا۔۔کاغذ زمین پر گرا۔اس نے وہ کاغذ پکڑا اور بیٹھنے کی کوشش کی۔

ابراہیم زمین پر اس کے پاس بیٹھا اور اسے دوبارہ کالر سے پکڑا "یہ کیا بکواس ہے؟ "

اس کی نظر کاغذ پر تھی۔آنکھوں کی پتلیاں حرکت کر رہی تھیں جیسے وہ پڑھ رہا ہو۔

"میں نے۔۔میں نے نہیں لکھا یہ "وہ گھبرایا ہوا تھا۔

اس نے اس کے ہاتھ سے کاغذ دبوچا اور کالر سے پکڑ کر اسے کھڑا کیا "اٹھ۔۔اٹھ۔۔

تیرے تو فرشتے بھی مانیں گے آج "اور اسے کھڑا کر کے اس کے منہ پر ایک زوردار مکا مارا۔

وہ دوبارہ جا گرا۔

ہونٹ کے کنارے سے خون بہنے لگا۔وہ جھکا اور زمین پر پڑے لڑکے کو گریبان سے پکڑا

"شرم نہیں آتی تجھے۔۔بے غیرت "اور ایک مکا اس کے گال پر مارا۔

آنکھ کے ذرا سا نیچے ایک لکیر پڑی اور خون نکلنے لگا

"قسم لے لیں مجھ سے۔۔میں نے نہیں لکھا۔۔میں تو ان کی بہت عزت کرتا ہوں" روتے ہوئے لہجے میں ہاتھ جوڑ کر بولا

"کس نے لکھا یہ۔۔بول۔۔تیرے فرشتوں نے۔۔ہاں؟"وہ دھاڑا تھا۔

اسے کالر سے پکڑ کر دوبارہ اٹھایا۔غصے سے آنکھیں سرخ پڑ چکی تھیں۔

"ابراہیم بھائی۔۔خدا کا واسطہ ایسا نہ کرو۔۔میں ایسا نہیں ہوں۔۔۔نہ میں نے یہ لکھا ہے "

"تو پھر کس نے لکھا۔۔عباس تیرا نام ہی ہے نا۔۔تو ہی ہے نا عباس؟"اس کا کالر پکڑے اسے جھنجھوڑتے ہوئے وہ غصے سے چلایا تھا۔

"میں۔۔مجھے۔۔پتہ ہے یہ کس نے لکھا ہے؟"وہ کچھ سوچ رہا تھا۔

"دیکھ۔۔میرا دماغ گھوما ہوا ہے "

"بھائی مجھے پتہ ہے یہ کس نے لکھا ہے۔۔میرا یقین کرو۔۔میں ان کی بہت عزت کرتا ہوں"کالر پر سے اس کے ہاتھ چھڑاتے ہوئے بولا

"بول۔۔کس نے لکھا ہے؟"ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر پڑا۔

وہ لڑکھڑایا مگر زمین پر نہیں گرا۔۔

اس نے گال پر ہاتھ رکھا"بھائی۔۔میرے ساتھ چلو۔۔میں۔۔میں سب سچ بتادوں گا "

ہاتھ میں پکڑے کاغذ کو اس نے زور سے دبوچا۔

"اگر تو نے جھوٹ بولا یا کوئی دھوکا دیا۔۔تو خدا کی قسم تجھے گولی میں اپنے ہاتھ سے ماروں گا"

ہاتھ کی پشت سے اس نے ہونٹ سے نکلنے والا خون صاف کیا اور ہاں میں سر ہلا کر رہ گیا۔

اس وقت وہ ایک کمرے میں بیٹھا تھا۔ایک کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے اور سامنے ایک کرسی پر ایک لڑکی بیٹھی تھی۔دوپٹہ سر پر لیے کافی مطمئن سی۔دونوں کے درمیان ایک میز تھی۔عباس پھٹے ہوئے ہونٹ اور زخمی گال کے ساتھ ابراہیم کے دائیں طرف کھڑا تھا۔

"دیکھو بی بی۔۔میرا وقت ضائع نہ کرو۔۔تمھاری اس سے کیا دشمنی؟"دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے اس نے سپاٹ لہجے میں کہا

سامنے بیٹھی مسکرائی "بہت سنا ہے تمھارے بارے میں۔۔تم جس کے لیے آج یہاں آئے ہو اسے میں بہت عرصے سے جانتی ہوں۔۔تم اس سے دشمنی کی بات کرتے ہو میں اس سے دوستی کی حامی تھی "

لڑکی نے ٹانگ پر ٹانگ جمائی۔

"بولو۔۔میں سن رہا ہوں "

"مجھے اس بات کا یقین تھا کہ یہ خط اس کے ذریعے تمھاری بہن تک بھی جائے گا۔۔لیکن یہ تم تک پہنچ جائے گا، میں اندازہ لگا سکتی تھی لیکن اس بات کا یقین نہیں تھا"

دائیں ہاتھ کی کہنی کرسی کے بازو پر جمائی اور دو انگلیاں ہونٹوں پر رکھیں "تمھیں اس بات کا اندازہ ہے کہ تمھاری اس حرکت سے اس کے کردار پر بھی بات آسکتی تھی "

"اوہ ہو۔۔اتنی بھی کیا جلدی ہے۔۔چلو ایک بات کا جواب دو "

"تمھارا دماغ ٹھیک ہے؟"عباس دانت پیستے اس لڑکی سے مخاطب ہوا

"اونہوں"اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے بولنے دیا"اسے بولنے دو۔۔میں سن رہا ہوں "

"یہ جو بلا ہے۔۔یا یہ جو جن ہے۔۔جسے محبت کہتے ہیں۔۔یہ کیا صرف تم بڑے لوگوں یا شہزادوں کے ساتھ ہی چمٹ سکتا ہے۔۔کیا کسی غلام پر یہ الہام نہیں ہو سکتا؟۔۔مطلب تم کرو تو ٹھیک ہے۔۔ہم کریں تو گناہ "

اس نے گلابی آنکھوں سے اسے گھورا۔

"حد میں رہو خاتون "!

"ایک دن آیا تھا یہ میرے پاس۔۔بزدل کہیں کا"عباس کو دیکھتے ہوئے غصے سے کہہ رہی تھی"رو نا رو رہا تھا محبت کا۔۔کہتا تھا کہ حوا بنت عبداللہ کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھا۔۔پھر پتہ نہیں عزت کہاں سے بیچ میں آ گئی۔۔کہاں سے اس نے سیکھا کہ عزت محبت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔۔"ابراہیم کو دیکھا"تمھارا نام لے کر خوف کھاتا تھا۔۔یہ جو تم نے اس کا حال کیا ہے نا اس سے خوف کھاتا تھا "

"پھر۔۔کمبخت۔۔ہٹ گیا پیچھے۔۔کہنے لگا میں غلام ہوں۔۔غلاموں کے نصیب میں صرف چاہنا ہوتا ہے چاہت کو پانا نہیں۔۔یہ بزدل ہے اور محبت بزدلوں کے بس کی بات ہی نہیں۔۔پھر میں نے خط لکھ ڈالا کہ اس غلام کو امر کر دوں مگر نہیں۔۔بیچ تھا بیچ ہی رہا "

"حوا کو کیسے جانتی ہو؟ "

"میں تم سب کو جانتی ہوں، بہت عرصہ میرے ابا نے تمھارے دادا ہاتھ کام کیا تھا، حوا میرے ساتھ پڑھتی تھی۔۔میں دوستی چاہتی تھی اس کی۔۔رشک آتا تھا اس پر اور کبھی کبھی حسد بھی۔۔مگر تمھاری بہن ہے نا ہر بار بیچ میں آجاتی تھی "

اسے غصہ تھا، بہت غصہ۔۔بس وہ ضبط کیے بیٹھا تھا۔جھٹ سے کھڑا ہوا۔انگلی دکھاتے ہوئے دباد باسا غرایا تھا

"میں عورت پر ہاتھ نہیں اٹھاتا لیکن بات اگر میرے گھر کی اور اس کے کردار کی ہو تو۔۔میرا یقین کرو میں بہت برا ہوں۔۔"آگے کو جھکا اور دانت پیستے دباد باسا غرایا"اس۔۔۔سے ۔۔دور۔۔رہو "

لڑکی کو خوف محسوس ہوا تھا۔ایک کینہ توز نظر عباس پر ڈالی اور باہر چلا گیا

"لعنت ہے تم پر ماریہ!"اور عباس وہاں سے چلا گیا۔

لڑکی کا دل ابھی تک دھڑک رہا تھا

"بھائی۔۔امی کھانے کے لیے بلا رہی ہیں "

وہ چھت پر ایک دیوار کے کنارے کھڑا تھا۔ سینے پر بازو باندھے سامنے دیکھتا ہوا۔ مغرب کے بعد کا وقت تھا اور اندھیرا پھیل چکا تھا۔ دور دور تک بس کھیت ہی کھیت نظر آرہے تھے۔ سامنے ایک بوڑھا برگد کا درخت۔

"امی سے کہہ دو۔۔ بھوک نہیں ہے" سپاٹ لہجہ

"تھوڑا سا کھالیں۔۔ دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا" دوپٹے کے پلو کو انگلی کے گرد موڑ رہی تھی۔

"کہا نا۔۔ بھوک نہیں ہے" آواز بلند ہوئی۔

اس کا دل زور سے دھڑکا، بہت سے آنسو اندر اتارے اور پھر وہ نیچے چلی گئی۔

نیچے برآمدے میں چارپائی پر بیٹھی سکینہ کھانا کھا رہی تھی۔ بلکہ زبردستی گلے پر سے اتار رہی تھی۔۔ پاس ہی چھمی بیٹھی سمیرا سے باتیں کر رہی تھی۔

"ابراہیم کیوں نہیں آیا؟" روٹی توے پر ڈالی

"وہ کہتے ہیں۔۔ بھوک نہیں ہے" پانی کا گلاس لبوں سے لگایا

"کیوں؟ "

"بھوک نہیں ہے شاید "

"میں بلا کے لاتی ہوں" اور چھمی جو کہ چوکڑی مار کر چارپائی پر بیٹھی تھی اٹھ گئی۔

"تم دونوں کا جھگڑا ہوا ہے؟" روٹیاں پکاتیں سمیرا نے مڑ کر پیچھے بیٹھی سکینہ کو دیکھا

"نہیں تو "

"منہ تو دونوں کے ہی بنے ہوئے ہیں "

وہ خاموش رہی۔

"چل آ۔۔روٹی کھا" چھمی نے پیچھے سے جا کر اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا

"نہیں کھانا" سپاٹ لہجہ۔

"یہ تم سب مردوں کا زور گھر کی عورتوں اور کھانے پر ہی چلتا ہے "

وہ مڑا اور اسے پاؤں سے لے کر سر تک دیکھا

"میں نے آپ پر اپنا زور کب آزمایا ہے" ابرو اٹھایا۔

پہلے تو چھمی کو بات سمجھ نہیں ہے اور جب آئی تو خفا ہو گئی

"ہاہائے۔۔جاوے ابراہیم۔۔میرا دل کھٹا کر دیا تو نے"

اس نے ایک سانس خارج کی اور گردن اٹھا کر آسمان کو دیکھا" یا اللہ! "!

"چلیں" اور بازو سے آگے بڑھنے کا اشارہ کیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کدھر؟ "

"میرے سسرال اور کہاں "

اور سر جھٹک کر نیچے آ گیا۔

اس وقت وہ اس کے ساتھ آ بیٹھی۔اس کا معمول تھا کھانے کے بعد وہ نماز پڑھتا اور پھر چھت پر چارپائی بچھائے سو جاتا یا کبھی کبھی برآمدے میں۔۔

"آپ خفا ہیں؟ "

"کیا ہونا چاہیئے؟ "

"جی"

"تو ہوں "

گردن موڑی اور ساتھ بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔

"میں نے آپ سے کوئی بات نہیں چھپائی۔۔اور اس کا بھی کوئی قصور نہیں ہے "

وہ مسکرایا۔

"مسکرا کیوں رہے ہیں؟"

"اللہ ہر حوا کے ساتھ ایک سکینہ ضرور پیدا کرے "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہیں۔۔کیا کہہ رہے ہیں "

منہ کھولے اسے حیران سی دیکھ رہی تھی

"کچھ نہیں۔۔معاملہ ختم ہو گیا ہے۔۔اب اگر ثمریا کوئی بھی کچھ کہے تو اسے کہنا اس کی طرف توجہ نہ دے "

"ہوں۔۔شکریہ "

"اگر میں تم سے وہ خط نہ کھینچتا تو تم کیا کرتی؟ "

"میں۔۔تھوڑے بہت ڈرامے کرتی اور پھر لا کر آپ ہی کو دکھانا تھا" کندھے اچکائے

"کس نے لکھا تھا وہ خط؟"

اس نے اسے غور سے دیکھا" تمھاری ہم جماعت۔۔ماریہ نے "

اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی

"تمھیں بتا دیا ہے۔۔اب بونگی بن کے اسے نہ بتا دینا۔۔سارا قصہ دفنا آیا ہوں میں"

"مگر۔۔ "

"میں یہ نہیں بتاؤں گا کہ اس نے کیوں لکھا کیسے لکھا۔۔مجھے نیند آ رہی ہے۔۔تم بھی دفع ہو جاؤ" اور چارپائی پر تکیہ سیدھا کر کے لیٹ گیا۔

وہ کچھ دیر خاموش رہی

"ایک آخری بات بتادیں"

بند آنکھوں سے "ہوں" بولا

"آپ مجھ سے ناراض تو نہیں۔۔۔ خفا تو نہیں ہیں نا "

"صبح چاولوں کی کھیر بنا کر کھلاؤ گی۔۔ پھر بتاؤں گا" اور اس نے کروٹ لی

"چڑیل آئے گی رات کو خواب میں" اور اونچی آواز میں کہتی سیڑھیاں اترنے لگی۔

وہ بس مسکرا دیا "چڑیل"!

شام کے بعد ذرا گرمی کم ہوئی تو ماحول کچھ بہتر ہوا۔ گرمیوں کے دن تھے سو صبح سے شام شہر بھر میں رونق ہوتی تھی اور شہر بھی لاہور جیسا۔ آج بہت دن بعد وہ اس سے ملنے آئی تھی۔ دروازہ کے بائیں جانب لگی بیل دبائی۔ اندر سے کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ دروازہ کھلا۔ وہ سامنے کھڑی تھی ہاتھ میں کوئی ڈبہ پکڑے، ہلکی نیلی فراک پہنے اور چھوٹے بالوں پر اسی رنگ کا بینڈ لگائے۔

"ہیلو!" وہ دھیما سا مسکرائی

وہ بھی مسکرایا اور اندر آنے کا راستہ دیا

"مجھے پتہ تھا تم اس وقت گھر ہی ہو گے اسی لیے گھر آ گئی" بیٹھنے سے پہلے اس نے دروازے کو بند کر کے آتے کیف کا انتظار کیا۔۔وہ صوفے پر بیٹھا تو وہ بھی بیٹھ گئی۔

سامنے میز پر ڈبہ رکھ دیا۔

"اس کی کیا ضرورت تھی؟ "

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی کمرے سے نکلتے لڑکے نے جھٹ سے جواب دیا" مجھے ضرورت تھی "

اور ڈبہ کھولا۔اندر بسکٹ تھے۔عام بسکٹ سے تھوڑا سا بڑے اور گول۔اس نے ایک بسکٹ نکالا اور دانتوں سے آدھا کاٹ کر منہ میں رکھا

"واہ۔۔یہ تو بڑا مزے کا ہے۔۔سارے لے لوں؟" قیس مسکرا کر بولا

"ہاں۔۔تمھارے لیے ہی تو لائی تھی" دھیما انداز۔

"چلو کوئی تو ہے جسے میرے کھانے کی فکر ہے" اور ساتھ ہی کیف کو دیکھا جو اسے ہی گھور رہا تھا۔

پھر ڈبہ لے کر کچن میں چلا گیا۔

"شکریہ "

"کس بات کا؟ "

"بسکٹ کا "

وہ ہنس دی۔

"ایسی بات نہیں ہے۔۔میں نے بنائے تھے مگر میرے پاس وہ لوگ نہیں تھے جنھیں کھلا سکوں۔۔سو میں آپ دونوں کے لیے لے آئی"

"اوہ۔۔تم نے خود بنائے ہیں" وہ حیران ہوا تھا

"ہاں۔۔بچپن میں ڈیڈی بناتے تھے اور میں ان کی ہیلپ کرتی تھی۔۔اب میں خود بناتی ہوں "

ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہ اسے متوجہ سا سن رہا تھا۔

"چلو کبھی وقت ملا تو ضرور سیکھیں گے "

"شیور "

چند لمحوں کی خاموشی تھی۔۔

"وہ۔۔آ۔۔پتہ نہیں مجھے پوچھنا چاہیئے یا نہیں۔۔لیکن اگر تم جواب دینا چاہو تو ٹھیک ہے ورنہ۔۔اٹس اوکے" وہ کچھ ہچکچا رہی تھی۔

"ہاں۔۔پوچھو "

"وہ۔۔آ۔۔وہ لڑکی کون ہے؟۔۔وہ لائبریری والی "

وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔۔پھر مسکرایا

"میرے تایا کی بیٹی۔۔ بچپن سے ہم دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے "

"تھے۔۔اور اب؟ "

سر جھکائے وہ پھر سے مسکرایا۔سر جھٹکا"اب ہم بڑے ہو گئے ہیں "

"تم۔۔اس سے بات کر کے مسئلہ حل کر لو"اپنی طرف سے اس نے حل بتایا

"بات تب کروں جب وہ کچھ سنے۔۔شاید"دل میں ایک ٹیس سی اٹھی"اس کی شادی ہو جائے"

سر اٹھایا تو ہونٹوں پر ایک پھیکی سی مسکان تھی۔

"اوہ۔۔"وہ خاموش رہی۔

قیس چائے کے دو کپ لے آیا۔ان میں سے بھاپ اڑ رہی تھی۔۔ایک کپ کیف کے آگے رکھا اور دوسرا اپنے آگے

Clubb of Quality Content

"میں نے سوچا گرمی بہت ہے۔۔تم کہاں چائے پیتی ہو گی"اور بڑے مزے سے صوفے پر دھپ کر کے بیٹھا۔

کیف نے اس کے پاؤں پر پاؤں مارا اور دانت پیستے ہوئے دیکھا

"میں تو ایسے ہی کہہ رہا تھا "

وہ پریشان سی بیٹھی تھی۔

وہ اندر گیا اور اس کے لیے چائے کا کپ لے آیا۔۔اس کے سامنے رکھا۔۔

"ویسے ایک مشورہ دوں تمہیں "

"نہیں"وہ جھٹ سے بولی

"ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ ایسا کرتے ہیں کہ ایک بیکری کھول لیتے ہیں۔۔تم بسکٹ کیک یا جو بھی تمھیں آتا ہے وہ بنانا۔۔میں اپنا ٹیلنٹ دکھا کر انھیں بیچوں گا۔۔ہم دونوں پیسے کماتے ہیں "

کیف اور لیزا بس اسے دیکھے گئے۔پھر دونوں ہنس دیے۔

"نہیں یار۔۔میں مذاق نہیں کر رہا"وہ خفا ہوا تھا۔

"تھیڑ تم جاتے ہو، اداکاری تمھیں کرنی ہے، رات کو ریڈیو سٹیشن اور صبح میں یونیورسٹی جانا ہے۔۔بس کر دو اور کیا کیا کرنا ہے" لیزا نے انگلیوں پر اس کے کام گنوائے۔

"جلو نہیں تم مجھ سے۔۔چھپکلی" چائے کا کپ اٹھایا اور ایک چسکی لی۔

پھر تینوں کسی بات پر بحث کرنے لگے۔وقت گزرتا رہا، لمحے سرکتے رہے۔

اس رات کے بعد ثمر اور حوا کا کوئی آمنا سامنا نہیں ہوا تھا۔وہ خود بھی نہیں چاہتی تھی کہ وہ سامنے آئے۔خط ویسے بھی سکینہ لے گئی تھی۔اس کے خیال میں تھا کہ شاید جلا دیا ہو یا پھاڑ ڈالا ہو۔۔خیر! وہ نماز پڑھ کر کھڑکی کے سامنے کھڑی تھی جب سیڑھیوں کے پاس کھڑی آسیہ بیگم نے آواز دی

"حوا۔۔نیچے آؤ۔۔دودھ پی لو بیٹے "

رات کو سوتے وقت دودھ پینا اسے پہاڑ سر کرنے جتنا لگتا تھا۔۔چائے کے تین کپ بھی ایک ساتھ پی سکتی تھی مگر دودھ کا ایک گلاس۔۔اس کی جان جاتی تھی۔۔نہ جاتی تو آسیہ بیگم اوپر آجاتیں اور پھر دودھ کے ساتھ ڈانٹ مفت میں۔۔

اس نے جوتا پہنا، منہ بسورا اور نیچے چلی گئی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نیچے سب جلیبیاں اور چائے کے مزے لے رہے تھے۔۔ باتیں کرتے ہنستے مسکراتے،

عبداللہ اور شیخو نماز پڑھنے گئے تھے ابھی تک نہیں آئے تھے۔۔

بی جان جو کہ دودھ گرم کر رہی تھیں اسے آتا دیکھ کر مسکرائیں۔ پورے گھر کو پتہ تھا اس کی دودھ سے جان جاتی ہے

منہ بسور کر وہ ان کے پاس جا بیٹھی۔ گلاس میں دودھ نکال کر دیا۔

"ہا۔۔ تھوڑا کم کریں نا۔۔ اتنا زیادہ۔۔ میں نہیں پی رہی" وہ جو زمین پر بیٹھی تھی خفا ہو گئی۔

"میں بلاتی ہوں تیری ماں کو۔۔ دو جوتے لگائے گی نا۔۔ تب عقل آئے گی "

اس نے گلاس پکڑا، گرم تھا۔ دوپٹے کا پلو پکڑا اور گلاس کے گرد لپیٹا اور انگلی سے اشارہ کیا

"اچھا بس اتنا کم کر دیں" بڑے پیار سے معصوم شکل بنا کر بولی۔

"آسیہ۔۔ "

وہ جو حماد کے ساتھ بیٹھیں کسی بات پر مسکرا رہی تھیں فوراً متوجہ ہوئیں

"میں کہہ رہی تھی کہ سمیرا کی طرف سے دہی لے آؤ۔۔ جاگ لگانی ہے۔۔ میں ابھی ہو کر آئی ہوں۔۔ گھٹنوں میں درد ہے میرے "

انھوں نے سر ہلایا۔

اور حواہکا بکا دیکھ کر رہ گئی

"کتنی چالاک ہیں آپ۔۔اللہ توبہ "

وہ ہنسی دبائے اس کی شکل دیکھتی رہیں۔

وہ اٹھی اور گلاس دوپٹے کے پلو میں لپیٹے مڑی۔ نظر چارپائی پر بیٹھے حماد پر پڑی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرایا۔۔دیکھ کر مسکرایا یا مسکرا کر دیکھا وہ اندازہ نہ کر سکی۔۔

اس کے کانوں سے دھوئیں نکلنے لگے۔۔دل عجب دھڑکا۔۔ نظریں جھکا کر وہ جلدی جلدی اوپر جانے لگی۔۔

"یا اللہ "!

دودھ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔سینے پر ہاتھ رکھ کر ایک سانس خارج کی۔۔

"یہ مجھے کیا ہو جاتا ہے؟ میں جتنا ان سے بچتی ہوں وہ اتنا سامنے آتے ہیں "

ساتھ پڑے دودھ سے ابھی بھی بھاپ نکل رہی تھی۔۔سامنے کھڑکی سے پورا چاند نظر آرہا تھا۔۔وہ اٹھی اور وہاں کھڑی ہو گئی۔۔

"اچھی لگ رہی ہو "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شادی والے دن کا وہ لمحہ یاد آیا جب حماد اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"میں چاہتا ہوں تم جب جب اسے لکھو یا جب جب اسے دیکھو تمھیں میری یاد آئے "

اسے پین دیتا حماد یاد آیا۔

"میں تمھیں پسند کرتا ہوں "

اندھیرے میں کھڑا حماد یاد آیا۔

وہ اسے سوچ رہی تھی اور خود بھی اس بات سے ناواقف تھی کہ اس کے چہرے پر ایک مسکان ہے۔

جمی اس کے پاؤں کے ساتھ اپنی کمر سہلانے لگا۔۔وہ جھکی اور اسے اٹھالیا۔۔ مسکراتے ہوئے اس کی کمر پر نرمی سے ہاتھ پھیرنے لگی۔۔

اسے مسکراتا ہوا لڑکا نظر آیا۔۔

"اف! میں کیوں سوچ رہی ہوں" سر جھٹکا اور دودھ پینے کے لیے بیڈ کی طرف بڑھی۔۔

ایک گھونٹ لیا اور منہ بسورا۔۔پھر دوسرا گھونٹ اور بات برداشت سے باہر تھی۔۔

اس نے گردن موڑ کر کمرے کے دروازے کی جانب دیکھا

اور پھر جھک کر میز کے پاس پڑے کٹورے میں دودھ انڈیل دیا۔ جمی کی تو موجیں تھیں۔

منہ کٹورے میں ڈالے پینے لگا۔۔

وہ دونوں ٹانگیں بیڈ پر کیے بیٹھ گئی اور ایسے ہی چھت کو گھورنے لگی۔۔

خیالات کا جہاں، حسین دنیا!

صبح فجر کے بعد کا وقت تھا۔ آسمان ہلکا نارنجی تھا، پرندوں کی چہچہاہٹ اور ہلکی ہلکی ہوا تھی۔ سفید رنگ والے مکان میں صبح کی رونق تھی۔ بی جان چولہے کے سامنے بیٹھی تھیں، آسیہ لسی بنا رہی تھیں، خالدہ بھابھی چارپائی پر بیٹھیں اقصیٰ کے سسرال کی کوئی بات بتا رہی تھیں۔۔ پاس ہی ٹوٹی سے پانی بہنے کی آواز اور اس پانی سے منہ پر دھڑا دھڑ چھٹے مارتی ثمر۔۔ سمیع اللہ خان تخت پوش پر چوکڑی مارے بیٹھے تھے اور پاس ہی کسی رجسٹر پر بیٹے سے حساب لکھوا رہے تھے۔۔ حوا سیڑھیوں سے اترتی دکھائی دی۔۔ خالہ حمیرہ ابھی تک ان کے گھر پر ہی تھیں۔۔ دو چار دن میں بس روانہ ہونے والی تھیں۔۔ چھت پر چلے جاؤ تو چارپائی پر بیٹھے عبداللہ اور ساتھ ہی زمین پر بیٹھا شیخو جو کہ ایک بڑا سا سائیکل کا ٹائر زمین پر رکھے اسے صاف

کر رہا تھا۔۔ پھر پاس ہی پیچ کس، پلاس رکھے تھے۔۔ عبداللہ کچھ پوچھ رہے تھے اور وہ جواب دے رہا تھا۔۔

"نئی لے دیں سائیکل؟ "

"نن۔۔ نہیں ابو۔۔ اسس۔۔ سی سے کک۔۔ کام چلالوں گا" وہ ٹائر پر جھکا رہا

ساتھ والی چھت پر کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی۔۔

"سلام چچا!" انھوں نے گردن موڑ کر دائیں جانب دیکھا

"وعلیکم السلام! کہاں گئے تھے؟ میں مسجد میں دیکھتا ہی رہ گیا "

اس نے چھوٹی دیوار پر ہاتھ کی ہتھیلی رکھی اور اچھل کر ان کی چھت پر آ گیا۔

"ایسے ہی۔۔ سیر کیلیے نکل گیا تھا "

وہ ان کے پاس آ بیٹھا۔

"ہاں بھئی۔۔ عادتیں ٹھیک کر لو۔۔ فوجی بڑے سخت ہوتے ہیں" وہ مسکرا رہے تھے

"آپ تو نہیں تھے" وہ انھیں چھیڑ رہا تھا۔

"میں تو آدھا فوجی تھا" دھیمی آواز میں بولے اور پھر ہلکا سا ہنس دیے۔

وہ بھی مسکرا دیا۔

"کافی کمزور ہو گئے ہیں۔۔بس آپ تیاری پکڑیں۔۔کل ہم لاہور جا رہے ہیں "

"کیوں؟"بھنویں بھینچ لیں

"کیوں کیا۔۔جا رہے ہیں تو جا رہے ہیں "

"میں تمھیں خراب لگتا ہوں؟"وہ خفا ہوئے

"لیکن مجھے آپ صحیح بھی نہیں لگتے"ان کی نقل اتاری۔

انھوں نے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا

"بڑے ہو گئے ہو "

"ہونا پڑتا ہے چچا جان!"ان کا ہاتھ تھام کر بولا۔

"آپ صرف چچا تھوڑی ہیں۔۔آپ سے تو دوست کا، باپ کا، استاد کا اور پتہ نہیں کون کون سا رشتہ ہے "

شیخو نے ٹائر اچھے سے صاف کر کے اسے سیٹ کر کے دیوار سے لگا دیا۔۔اب سٹور روم میں گیا۔پسینے سے اس کی قمیض کمر سے چپک گئی تھی۔۔

تبھی چھت پر کوئی آیا تھا۔۔اس نے گردن موڑ کر دیکھی تو حوا تھی۔۔پہلے سے کمزور ہو گئی تھی یا لگ رہی تھی شاید۔۔ہاتھ میں ٹرے پکڑا تھا۔۔پونے میں روٹیاں پیالی میں سالن اور پانی کے گلاس تھے،ساتھ دہی۔۔

"چلیں۔۔آپ کا ناشتہ آ گیا۔۔پھر ہوتی ہے بات"اور اٹھ گیا۔۔۔جس طرح آیا تھا اس طرح چھلانگ لگا کر چلا گیا۔۔

وہ چارپائی تک آئی۔۔اور ٹرے رکھ کر چوکڑی مار کر ان کے ساتھ چارپائی پر بیٹھ گئی۔۔

"شیخو۔۔آجاؤ۔۔ناشتہ کر لو"اندر گئے ہوئے لڑکے کو آواز دی۔شیخو نے اپنے بال چھوٹے کروا لیے تھے مگر آگے سے ابھی بھی گھنگریالے تھے۔۔قلمیں اب ٹھیک تھیں۔۔اس کی شکل صحیح نظر آنے لگی تھی۔۔

وہ آیا اور پانی کا گلاس پکڑ کر زمین پر بیٹھ گیا اور ایسے پانی پیا جیسے صدیوں کا پیاسا تھا۔۔

"چارپائی بچھا لو نا دوسری"کہنے والی حوا تھی اور سننے والا شیخو۔۔اس نے سر ہلایا اور دیوار سے لگی چارپائی کی جانب بڑھا۔

پاس پڑے مٹکے میں سے پانی نکالا ہاتھ دھوئے اور دوسری چارپائی پر بیٹھ گیا۔۔حوا نے اسے پلیٹ میں ناشتہ نکال دیا۔۔ساتھ میں عبداللہ کو بھی دیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں۔۔ماشاءاللہ سمجھ دار ہو گئی ہو" نوالہ منہ میں ڈالا

"آپ کو نن۔۔ نہیں پتہ دادی امم۔۔ماں ہے" بولنے والا شیخو تھا۔

"ہاں تو آپ اپنا خیال رکھتے نہیں۔مجھے تو رکھنا پڑے گا نا" وہ روٹی کے ٹکرے کے ساتھ سالن لگا رہی تھی

دونوں مسکرا دیے۔

"مجھے پتہ ہوتا۔۔بیٹیاں ایسے خیال رکھتی ہیں تو میں تو کب کا بیمار ہو جاتا "

"ابو آپ بیمار تھوڑی ہے۔۔بس ذرا سی طبیعت خراب ہے" اور اپنے فلسفے پہ خود ہی مسکرائی

"ہیں؟" وہ دل ہی دل میں حیران ہوا" تم سمجھدار نن۔۔نہ ہوا کرو۔۔اااایسے ہی ٹٹ۔۔ٹھیک ہے "

منہ بسورے اسے دیکھا۔وہ بس مسکرا کر رہ گیا۔

ناشتے کے بعد اس نے عبداللہ کو دوا دی اور پھر کافی دیر ان کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی رہی۔آسیہ بیگم نے آواز دی تو نیچے چلی گئی۔۔شاید سکینہ اور سمیرا آئی تھیں۔۔دھوپ بڑھ رہی تھی عبداللہ اور شیخو بھی نیچے آ گئے۔۔کوئی کام تھا سو وہ باہر چلے گئے۔۔

شہر کے ایک علاقے میں ایک بڑا سا گرجا گھر تھا۔اس مسیحی عبادت گاہ کا دروازہ کھلا تھا اور عیسائی آجا رہے تھے۔اندر داخل ہوئی تو ارد گرد بڑی بڑی سفید رنگ کی دیواریں،اوپر بڑی بڑی سی کھڑکیاں،سامنے صلیب اور ہال میں کئی کرسیاں موجود تھیں۔اس وقت سب لوگ تقریباً جا چکے تھے۔وہ چپ چاپ ایک کرسی پر بیٹھ گئی اور سامنے دیکھے گئی۔

"آخری بار کب آئی تھی؟"خود سے کیا گیا پہلا سوال۔

پھر خاموش سی بیٹھی رہی۔سامنے سفید رنگ کی پوشاک پہنے "فادر" تھے۔پتہ نہیں کتنے مہینے یا سال پہلے وہ سر سٹیفورڈ کے ہمراہ آئی تھی اور ان سے ملی تھی۔سب ویسا ہی تھا۔روشن کلیسا مگر اس کی زندگی میں اندھیرا تھا۔

"ہیئے۔۔لیزا!"پیچھے سے کسی لڑکی نے اسے پکارا۔

خاموش بیٹھی لڑکی نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔وہ ایک ہلکے بھورے مگر چھوٹے بالوں والی اس کی عمر کی لڑکی تھی۔وہ اٹھی اور اس سے گلے ملی

"کہاں تھی تم؟ "

چھوٹتے ہی بولی مگر لیزا پھیکا سا مسکرائی

"پتہ نہیں "!

"اوہ۔۔آنٹی کیسی ہیں؟ "

"پتہ نہیں "!

"تو پھر پتہ کیا ہے؟"وہ چھیڑتے ہوئے بولی

"پتہ نہیں!"اور اس جواب پر وہ اور لیز ادونوں ہنس پڑیں۔

وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی تھی۔بڑی بڑی کھڑکیوں سے روشنی اندر آرہی تھی۔

"آخری دنوں میں سر سٹیفورڈ نے آنا ہی چھوڑ دیا تھا"لڑکی کچھ افسوس کر رہی تھی۔

"وہ۔۔کچھ پریشان تھے اور۔۔بیمار بھی"گلے میں ایک گلٹی سی ڈوب ہو کر ابھری

"اوہ۔۔بہت افسوس ہے ان کے جانے کا۔۔مگر تم نے آنا کیوں چھوڑ دیا؟ "

"وہ۔۔آ"کچھ کہنا چاہ رہی تھی مگر ہچکچائی"پتہ نہیں۔۔شاید دل نہیں کیا کبھی "

"دل نہیں کیا۔۔یہاں آنے کا"وہ حیران تھی

اس نے سر جھکایا

"ہاں۔۔ڈیڈی کے ساتھ آتی تھی۔۔وہ نہیں رہے تو میرا بھی دل نہیں کیا کبھی۔۔ممی تو ویسے ہی ویل چیئر پر ہوتی ہیں"دھیمی آواز تھی۔

"اوہ۔۔کوئی بات نہیں "

وہ پھر معذرت کر کے اٹھی۔ باہر کی طرف آتے ہوئے اس کے کانوں میں سر سٹیفورڈ کے جملے گونج رہے تھے

"لیزا، میں اسے سنتا ہوں تو لگتا ہے بہت ہلکا ہو گیا ہوں، کوئی چیز ہے جو مجھے آزاد کر دیتی ہے "

"لیزا، وہ کچھ اور کہتا ہے "

"میں بہت الجھا ہوا ہوں، لیزا "

"کیا ہو سکتا ہے انسان ساری زندگی خود کو زندہ سمجھے مگر وہ مرا ہوا ہو؟ "

"بہت دیر کر دی، لیزا "!

وہ چلتی جا رہی تھی۔ پھر اس کا اپنا جملہ اسے خود سنائی دیا۔ وہ جو کچھ دیر پہلے اس لڑکی سے بول کر آئی تھی

"وہ بیمار تھے "

"وہ کچھ پریشان تھے"

"وہ بیمار تھے "

وہ چلتی گئی، راستے میں جون کون تھا اسے نہیں معلوم، باہر کا شور بے تھا، سینے پر باندھے، فٹ پاتھ پر اور پھر گھر آ گیا۔۔

کمرے میں دو ساتھ ساتھ لگے بستروں پر وہ دونوں آمنے سامنے چوکڑی مارے بیٹھی تھیں۔ دعا ہاتھ میں سیب لیے وقفے وقفے سے اس میں دانت گاڑھتی اور پھر سیب کا ٹکرا منہ میں چباتے نگل جاتی۔ ثمر اس کے سامنے بیٹھی ادھر اُدھر کی باتیں کر رہی تھی۔

"ایک بات پوچھوں؟" سیب چباتے ہوئے بولی

"ہوں "

"حوا کیسی ہے۔۔ مطلب کیسی لڑکی ہے؟ "

منہ کے زاویے بگاڑے "اتنے دن ہو گئے تم بھی یہیں ہو۔۔ سیدھے منہ کبھی کسی کو بلایا تک نہیں۔۔ اب مجھے ہی دیکھ لو ہم بچپن سے ایک دوسرے کے ساتھ ہیں اوپر نیچے رہتے ہیں۔۔ مگر مجال ہے جو ہماری کبھی آپس میں بنی ہو۔۔ ٹھیک ہی ہے بس "!

"ہوں۔۔ سکینہ کے ساتھ اس کی کافی بنتی ہے" کچھ سوچ رہی تھی

"ہاں۔۔ ہر وقت ان کے گھر گھسی رہتی ہے۔۔ وہ نہ جائے تو سکینہ بی بی خود ہی آ جاتی ہے "

"ہوں۔۔وہ تو میں نے دیکھا "

"اور تمھیں پتہ ہے۔۔"پھر منہ بسورا"رہنے دو ایسے ہی فضول سی بات ہے۔۔چھوڑو پرے "

وہ متوجہ ہوئی"نہیں تم بتادو۔۔کیا بات ہے؟ "

بڑی رازداری سے بتانے لگی

"سمیرا چچی ہیں نا۔۔بڑے عرصے تک آتی رہیں اپنے بیٹے کے لیے۔۔حوا کا ہاتھ مانگنے "

"وہ۔۔جو اس دن آیا تھا۔۔وہ جو بڑا سنجیدہ سا تھا "

"ہاں وہی۔۔مگر عبداللہ چچا نے منع کر دیا "

"مگر کیوں؟ "

"یہ نہیں پتہ مجھے۔۔"

اس نے سیب میں دانت گاڑھے

"وہ دکھنے میں تو اچھا ہے۔۔کیا ہمیشہ ایسے ہی رہتا ہے؟ "

"ہمارے گھر آئے تو ایسے ہی رہتا ہے۔۔فوج میں جانے والا ہے "

"اوہ کیا واقعی؟"وہ پرجوش ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے بات بدل دی

"تم کیوں پوچھ رہی تھی حوا کا؟ "

"آ۔۔یہ بات کسی کو بتانا نہیں" تھوک نگلا اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی

"وہ۔۔کل حماد بھائی امی سے حوا کی بات کر رہے تھے "

"کیا بات؟" اس کے پیٹ میں درد اٹھا

"یہی کہ اس کا ہاتھ مانگیں" اس نے سیب مین دانت گاڑھے کر ٹکرا منہ میں ڈالا

"امی نیم رضامند تھیں۔۔یہی کہہ رہی تھیں کہ بہت کم گو ہے۔۔۔ملتی ملاتی کم ہی ہے "

"اوہ۔۔اچھا "

اس کے اندر ابال اٹھا "تو یہ سب چل رہا تھا" دل ہی دل میں سوچا۔

"تم کیا سوچ رہی؟ "

"نہیں۔۔کچھ نہیں" بمشکل مسکرائی۔

اس کا سیب ختم ہوا اور وہ باہر چلی گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"حماد نے ہاتھ مانگنے کو کہا ہے۔۔تو اس دن سے یہ سب چل رہا تھا۔۔مطلب وہ تمھیں پسند کرتا ہے۔۔ہوں۔۔ٹھیک!۔۔اب تم دیکھو میں کیا کرتی ہوں" وہ سامنے دیوار کو دیکھتی جمع تفریق کر رہی تھی۔

آگے اسے کیا کرنا ہے؟

یہ ظہر کے بعد اور عصر سے پہلے کا وقت تھا۔وہ کمرے میں فرش پر بیٹھی گود میں پلیٹ رکھے ساتھ ایک چھوٹی ٹوکری رکھے،امرود کاٹ رہی تھی۔عبداللہ صوفے پر بیٹھے اس سے باتیں کر رہے تھے اور وہ جواب دے رہی تھی۔ساتھ ساتھ ہاتھ میں پکڑی چھری امرود پر چلا رہی تھی۔

"دوائیوں سے کیا ہوتا ہے۔۔انسان کو اپنا خیال خود رکھنا پڑتا ہے۔۔کھانا تو آپ کھاتے ہیں مگر پھل بھی کھایا کریں نا "

"اوہ اچھا۔۔یعنی اب آپ نے ہمارے پھلوں کی ذمہ داری بھی اٹھالی ہے "

"جی ہاں۔۔میں خود آپ کے لیے پھل کاٹا کروں گی۔۔آپ بہت لاپرواہ ہیں "

کٹے ہوئے امرودوں کی تھالی پکڑی اور اٹھ کر صوفے پر آ بیٹھی عبداللہ کے پاس۔

"چلیں کھانا شروع کریں" پلیٹ آگے بڑھائی

انھوں نے ایک ٹکرا پکڑا اور دانت سے آدھا کاٹا اور آدھا اسے کھلایا

"آپ کو پھلوں میں اور کیا پسند ہے؟" وہ بہت متوجہ سی بیٹھی تھی۔

"جو تم میرے لیے لے آؤ۔۔میں کھالوں گا "

وہ مسکرائی

" چلیں ٹھیک ہے۔۔ابھی آپ یہ کھائیں۔۔پھر میں مدرسے جاؤں گی۔۔تب تک آپ آرام کریں گے پھر ہم شام کی چائے اکٹھے پیئیں گے۔۔ٹھیک ہے؟" ایک ٹکرا ان کے منہ کے قریب کیا۔

" یہ آپ مجھے بتا رہی ہیں یا پوچھ رہی ہیں؟ "

"میں۔۔آپ کو حکم دے رہی ہوں" اور پھر ہنسی۔

وہ بھی ہنس دیے۔

دوا دینے کے بعد وہ وضو کر کے عبداللہ کو دیکھنے آئی۔وہ کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔

"ٹھیک ہے ابو۔۔میں جا رہی ہوں مدرسے۔۔تھوڑی دیر میں آجاؤں گی۔۔تب تک مجھے امی سے آپ کی کوئی شکایت نہ ملے" انگلی دکھا کر تنبیہ کی۔

" مجھے لگ رہا ہے میں آپ کا باپ نہیں۔۔آپ میری ماں ہیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ہنس دی۔

"اللہ حافظ !" اور وہ چلی گئی۔

پیچھے بیٹھا بھوری آنکھوں والا مرجھایا چہرہ لیے اسے جاتا دیکھتا رہا۔۔

کتاب پڑھتے پڑھتے دل گھبرانے لگا۔بے چینی سی ہوئی اور کتاب انھوں نے ساتھ رکھ دی۔بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گئے۔پاس سائیڈ ٹیبل پر پڑا پانی کا گلاس لبوں سے لگایا مگر بے چینی بڑھتی گئی۔سینے میں چبھن ہونے لگی۔انھوں نے تیزی سے سانس لینا شروع کر دیا۔

)مدرسے میں بیٹھی سفید چادر میں لپٹی لڑکی سامنے بیٹھی لڑکی سے مخاطب تھی۔"میں ابو کا بہت خیال رکھتی ہوں اور میں بہت خوش ہوں۔ابو اب کھانستے نہیں ہیں اور کسی حد تک ٹھیک ہیں("

درد بڑھنے لگا تھا۔چبھن میں اضافہ ہوا تھا۔سینے پر ہاتھ ملنے لگے اور بے چینی میں ایک ٹانگ بستر پر رکھ لی۔سانس تیزی سے لے رہے تھے۔

)میں ان کو دوائی خود دیتی ہوں،ان کے آرام کا خیال رکھتی ہوں اور پھل بھی خود کاٹ کر دیتی ہوں(

چبھن میں شدید اضافہ ہوا تھا۔ گردن جھکی اور کھانسی آنے لگی۔ سانس لینا محال ہوا اور گھٹن محسوس ہوئی۔ رنگت سرخ ہوئی اور آنکھیں لال ہونے لگیں

)میں اللہ سے بہت دعا کرتی ہوں۔ میرے ابو بس جلدی سے ٹھیک ہو جائیں مجھے کچھ اور نہیں چاہیئے۔ مجھے اب محسوس ہوا ہے کہ میں تو اپنے ابو کے بغیر نہیں رہ سکتی(

وہ کہنی کے بل بستر پر جھکے۔ منہ سے سرخ رنگ کا مائع ٹپکا اور بستر پر جا گرا۔ اتنی شدید کھانسی تھی کہ لگتا تھا کہ پھیپھڑے باہر آجائیں گے۔۔ سانس لینا ناممکن تھا۔ آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

)ساتھ والے مکان میں لڑکا فرش پر سامنے ایک اٹیچی کیس کھولے اس میں سامان سیٹ کر رہا تھا۔ ساتھ ایک کاپی پنسل تھی اس پر وقفے وقفے سے کچھ لکھ رہا تھا۔ جو چاہیئے تھا وہ لکھ لیتا اور جو موجود تھا اسے اٹیچی کیس میں رکھ رہا تھا۔ ارد گرد سامان بکھرا تھا(

شاید اب سانس نہ لے پائیں۔ دل نے آخری فتویٰ دیا اور وہ نڈھال سے بیڈ پر گر پڑے تھے۔ سانس رک رک کر آرہی تھی۔ پھیپھڑوں میں اتنا دم نہیں تھا کہ مزید ہوا اندر کھینچیں۔ خون منہ سے بہا اور گریبان تک اپنا راستہ بناتا گیا۔

"(امی! وہ گول گلے والی سفید قمیض شلوار نکال دیں۔وہ لے کر جاؤں گا ساتھ" لڑکے نے جوتے صاف کرتے ہوئے اپنی ماں کو آواز لگائی(

کیا بس اتنی سی زندگی تھی؟ کیا اسی لمحے کے ڈر سے اس کی بیٹی اسے تنہا نہیں چھوڑتی تھی؟ کیا اسی لمحے کے خوف سے اس کا بیٹا رات کو اس کے ساتھ سوتا تھا؟ کیا اسی لمحے سے بھاگتے ہوئے اس کی بیوی نے سب کچھ دے ڈالا تھا؟ اگر زندگی بے رحم تھی تو وقت ظالم تھا۔اور وقت آن پہنچا تھا۔وہ لمحہ جس سے سب بھاگ رہے تھے،وقت سے کوئی نہیں بھاگ سکتا

)لڑکے کی ماں نے اسے سفید سوٹ نکال کر دیا۔"میں کل لاہور جا رہا ہوں۔۔عبداللہ چچا کو ساتھ لے کر۔۔دادا سے بھی ملوں گا۔۔اتنے دن ہو گئے کوئی جواب نہیں آیا ان کا" لڑکا اپنی ماں سے مخاطب تھا جو ٹرنک کھولے اس پر جھکی تھیں(

بھوری آنکھوں والے نے آنکھیں میچ لیں۔چبھن اس قدر شدید تھی کہ برداشت سے باہر۔بستر پر بچھی چادر کو زور سے مٹھیوں میں جکڑ لیا۔ناک سے خون بہا اور منہ سے نکلنے والی پتلی دھار قمیض کے دامن کو سرخ کر چکی تھی۔وہ اوندھے منہ پڑے تھے۔اب اتنی بھی ہمت نہیں تھی کہ سانس لے پاتے مگر کھانسی نہیں رکی۔

)بھوری آنکھوں والے عبداللہ کے تخیل میں ایک چہرہ ابھرا۔اس کی آنکھیں شیخو جیسی تھی اور وہ کسی بات پر مسکرا رہی تھی "مجھے ڈر لگتا ہے کسی دن تمھیں میری ہی نظر نہ لگ جائے "لڑکے کے کہنے پر لڑکی خفا ہوئی تھی (

سانس اکھڑنے لگی تھی۔تکلیف بڑھنے لگی تھی۔ہوا سائیں سائیں کرنا بند ہو چکی تھی۔ ارد گرد سب دھندلا ہونے لگا تھا۔

")جہاں آرا "لڑکے نے بستر پر پڑی بھورے بالوں والی کا ہاتھ پکڑ کر اسے روتے ہوئے پکارا تھا۔پاس ایک چھوٹا بچہ رو رہا تھا۔وہ ہلکا سا مسکرائی تھی "ہم جنت میں ملیں گے عبداللہ("

آہ!آخری لمحات۔۔زندگی دور جا رہی تھی بہت دور۔۔سینے میں گھٹن محسوس ہوئی۔۔ دروازے سے کوئی اندر آتا دکھائی دیا تھا اور پھر وہ منہ پر ہاتھ رکھے شاک کے عالم میں باہر بھاگا تھا۔شاید سب کو بلانے۔شاید اس کو بچانے۔

)وہ چھوٹی بچی کی دو پونیاں کر رہے تھے اور وہ مسکراتے ہوئے اپنے باپ سے کچھ کہہ رہی تھی۔پھر منظر بدلا وہ گھنگریالے بالوں والے کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھے تھے۔منظر بدلا تھا وہ ہلکی بھوری آنکھوں والی لڑکی اسے اپنا نام بتا رہی تھی "جہاں آرا"..منظر بدلا آسیہ

بیگم روتے ہوئے ان سے کچھ کہہ رہی تھیں۔۔آخری منظر جو تخیل میں ابھرا تھا وہ ایک لڑکی کا تھا جو ان کے بازو میں بازو ڈالے ان سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔اور بس سیاہ سکرین، دی اینڈ۔۔فل سٹاپ(!

بی جان روتی پیٹتی نیچے آئیں۔

چولہے کے سامنے کھڑی آسیہ کے ہاتھ سے دودھ کی پتیلی چھوٹ کر نیچے گری۔

سارے گھر میں ایک شور سا مچا تھا۔

گھنگریالے بالوں والا جو سائیکل کے پاس بیٹھا تھا ننگے پاؤں اوپر کو بھاگا تھا۔

ساتھ والے مکان کا دروازہ زور سے پیٹا گیا تھا۔لڑکا گھبرا کر اس روتی بوڑھی عورت کی بات سن رہا تھا۔

دونوں لڑکیاں مدرسے میں بیٹھیں ایک دوسرے سے باتیں کر رہی تھیں۔شاید قرآن پڑھ لیا تھا۔

"ابو۔۔ابو" ہلکی بھوری آنکھوں والا اپنے اوندھے پڑے باپ کو سیدھا کر کے ان کا چہرہ تھپتھپا رہا تھا۔

ساتھ والے گھر سے آیا سنجیدہ لڑکا کمرے کے دروازے تک پہنچا تھا۔

گھنگریالے بالوں والا بے یقینی سے، آنکھوں میں شاک لیے قدم قدم پیچھے ہوتا جا رہا تھا۔ نظر بستر پر پڑے بے جان وجود پر تھی۔

سنجیدہ لڑکا قریب آیا۔ان ہر جھکا اور انھیں جھنجھوڑا۔بے جان وجود میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔اس کی سرخ ہوتی آنکھوں سے ایک آنسو ٹپکا اور گال پر پھسلتا گیا۔

آسیہ بیگم پاس کھڑیں لبوں پر دوپٹہ رکھے اس لڑکے کو دیکھ رہی تھیں۔وہ کچھ بولنا چاہتی تھیں مگر شاید گونگی ہو گئی تھیں۔آہستہ آہستہ سارا گھر ان کے کمرے میں جمع ہو گیا۔

مدرسے میں بیٹھی بھوری آنکھوں والی لڑکی کا جی گھبرا رہا تھا۔

"سکینہ۔۔گھر چلیں۔۔باجی پتہ نہیں کب آئیں گی؟"اس نے اسے دیکھا

"مگر۔۔"

وہ کھڑی ہوئی"چلو نا "

اس نے کچھ نہیں کہا اور ساتھ چل پڑی۔

لمحے سرک رہے تھے۔وہ قدم بڑھاتی گھر آ رہی تھی۔تھوڑا فاصلہ رہ گیا تھا۔دور سے ہی اس نے گھر کے باہر رش دیکھا۔لوگ جمع ہو رہے تھے۔مسجد میں عصر کی اذان ہونے لگی تھی۔

Clubb of Quality Content

"یہ۔۔ہمارے گھر کا دروازے کیوں کھلا ہے؟ "

دل زور سے دھڑکنے لگا۔پیٹ میں مروڑ پڑنے لگے اور ہاتھوں پر پسینہ آنے لگا۔

"حوا۔۔ "

مگر اس نے ساتھ والی لڑکی کی آواز نہیں سنی تھی۔وہ بھاگتی ہوئی آئی۔گھر کے برآمدے میں رش تھا۔رونے کی آوازیں تھیں۔

سب کچھ سن ہو گیا تھا۔سناٹا اور گہری کھائی۔اسے لگا تھا کہ ابھی شاید کوئی زلزلہ آیا ہے یا آسمان پھٹا ہے۔۔یا وہ کوئی خواب دیکھ رہی ہے۔۔اس کی رنگت زرد تھی،وہ سن ہو چکی تھی قدم زنجیر ہوئے "کوئی اسے نیند سے اٹھاتا کیوں نہیں ہے؟ "

وہ قریب آتی جا رہی تھی اور رنگت مزید زرد پڑتی جا رہی تھی۔

ذرا سے بالوں کی جھلک دکھائی دی اور اسے لگا ٹانگوں سے کسی نے اس کی جان نکال لی ہے۔۔وہ گر گئی،ڈھے گئی۔۔

پاس ایک لڑکی اس سے کچھ کہہ رہی تھی مگر سب سن تھا۔۔کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا۔

ایک دم سے وہ چلائی تھی "ابو۔۔ "

پھر ادھر ادھر دیکھا اور رونے لگی۔۔

"میرے ابو اوپر ہیں۔۔جاؤ انھیں بلا کر لاؤ" وہ سکینہ کو جھنجھوڑ کر کہہ رہی تھی۔

"یہ خواب ہے نا!۔۔۔یہ۔۔یہ ایک برا خواب ہے" وہ پاگلوں کی طرح اس سے کہے جا رہی تھی۔

بھیڑ میں سے شیخو چلتا ہوا اس کے قریب آیا اور اسے اپنے کندھے سے لگایا اور زار و قطار رونے لگا۔۔

وہ چارپائی پر بے جان لیٹے عبداللہ کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے بیٹھی تھی۔ گرم گرم آنسو اس کی گالوں پر بہہ رہے تھے۔

اسے اپنی آواز سنائی دی، آخری گفتگو

"ہم شام کی چائے اکٹھے پیئیں گے"

پھر تخیل میں اسے اپنے باپ کا چہرہ نظر آیا

"مجھے لگ رہا ہے میں آپ کا باپ نہیں۔۔آپ میری ماں ہیں "

زندگی کے سترہ سال آنکھوں کے سامنے ایک فلم کی طرح چل رہے تھے۔۔قصے کہانیاں، رات کو جاگ کر باتیں کرنا، اس کا نخرے دکھانا روٹھ جانا اور پھر ان کا منانا۔۔اسے سب یاد آ رہا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سر گھوم رہا تھا۔۔سب کچھ بڑا بڑا اور ڈبل ڈبل نظر آ رہا تھا۔۔اسے اپنا وجود سرد پڑتا نظر آیا۔۔ٹھنڈے پسینے کے چند قطرے ماتھے پر نمودار ہوئے۔۔منظر دھندلا ہونے لگا تھا۔۔ ایک جھٹکے سے اس کا سر پیچھے کی جانب لڑھکا۔اس نے اٹھنا چاہا مگر بے سود تھا۔اسے اپنے اوپر بہت سے لوگ جھکتے ہوئے نظر آئے۔۔آوازیں آہیں شور۔۔وہ کسی کو بلانا چاہتی تھی مگر ہمت نہیں تھی۔۔اندھیرا ہو گیا اور اس کی آنکھیں بند ہو گئیں۔۔وہ واقعی خواب میں چلی گئی تھی۔۔

عصر کے بعد اعلان کیا گیا۔۔دروازے کے باہر ایک جیپ رکی تھی۔۔لوگوں نے مڑ مڑ کر دیکھا تھا۔۔کون آیا ہے؟۔۔آہ! جنھیں زندگی نے جدا کیا تھا موت نے انھیں ملوا دیا تھا۔۔ لوگوں نے انھیں اندر آنے کا راستہ دیا۔۔بارعب شخصیت، تراشیدہ مونچھیں بلاشبہ وہ آج بھی "میجر عبدالرحمن" لگتے تھے۔۔اس نے دور سے ہی انھیں دیکھ لیا تھا مگر آگے نہیں بڑھا۔۔نظریں جھکا لیں۔۔اس بھوری آنکھوں والے کا ان سے کوئی ایسا رشتہ نہیں تھا۔۔

حوا کھوئی کھوئی سی، گم سم سی، انجانی نظروں سے انھیں دیکھ رہی تھی وہ جو اپنے بیٹے کی میت کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔اپنے بیٹے کے پاس آ کھڑے ہوئے اور بس اسے دیکھے گئے۔وہ جو کبھی نہ آنے کا عہد کر کے گیا تھا موت اسے بھی کھینچ لے آئی۔

زندگی میں اتنی طاقت کیوں نہیں ہوتی کہ خون کو خون کے قریب کھینچ لائے،انسان کی خطائیں اس کی غلطیاں بھول بھلا کر پھر سے جیا جائے۔۔اتنی طاقت موت میں ہوتی ہے کہ وہ بچھڑے رشتوں کو ملا دیتی ہے مگر پھر اس ملنے کے بعد کوئی ایک جی نہیں پاتا۔۔زندگی کو جیتنے کے کے لیے کسی ایک کو مرنا پڑتا ہے۔۔

ابراہیم پیچھے کھڑا تھا ان کے۔۔روئی روئی آنکھیں سرخ ناک اور بھاری آواز، نم سانس اندر کھینچی

"دادا۔۔"ایک آواز پر وہ پیچھے مڑے

وہ ان کے گلے لگ گیا۔۔صرف وہی تھا جو ان کے گلے لگا تھا۔۔اسے یہ مقام دیا گیا تھا یا اس نے کمایا تھا کہ وہ ان کے گلے لگا تھا۔۔سمیع اللہ اور ان کا بیٹا بس سلام لے کر ایک طرف جا کھڑے ہوئے

"آپ نے دیر کر دی" وہ رویا نہیں چلایا نہیں، بس ایک کرب سے بھاری آواز میں کہا۔

ان سے الگ ہوا اور انھوں نے اس کا چہرہ دیکھا مرجھایا ہوا تھا۔۔زرد پڑ چکا تھا۔۔انھیں درد ہو رہا تھا بے تحاشا درد۔۔اتنا درد کہ وہ رو بھی نہیں پا رہے تھے۔۔خاموش نظروں سے

بس اپنے بیٹے کے بے جان وجود کو دیکھے گئے۔۔ایک دیوار کے ساتھ لگ کے کھڑے شیخو کی نظریں ان کی نظروں سے ملیں مگر پھر اس نے نظریں جھکا لیں۔۔

مغرب کے بعد ان کا جنازہ اٹھایا گیا۔۔گھر میں عجیب سی سوگوار سی فضا تھی۔۔آسیہ بیگم چپ چاپ گم سم سی اپنے کمرے میں فرش پر بیڈ کے ساتھ لگ کر بیٹھی تھیں۔۔ چھت پر سٹور روم کی دیوار کے ساتھ حوا شیخو کے بازو سے سر لگائے بیٹھی تھی

"اگر اللہ چاہتا تھا تو وہ ٹھیک ہو جاتے۔۔وہ پھر سے ہمارے ساتھ رہتے" ایک آنسو لڑھک کر گال پر گرا اور پھسلتا چلا گیا۔

"میں ابو سے کہہ کر گئی تھی کہ شام میں اکٹھی چائے پیئیں گے۔۔تم نے ان کا خیال کیوں نہیں رکھا" ہلکا سا اسے جھنجھوڑا

"تم نے دیکھا ان کی قمیض پر کتنا خون لگا تھا۔۔انھیں کتنا درد ہوا ہو گا۔۔تم ان کے پاس نہیں تھے شیخو۔۔میں ان کے پاس نہیں تھی شیخو "

گرم گرم آنسو اس کے چہرے سے لڑھک لڑھک کر شیخو کے بازو کو بھگو رہے تھے۔ ایک گیلے پن کا احساس تھا مگر وہ خاموش سرخ آنکھیں لیے بیٹھا رہا

"اگر وقت تھوڑا سا پیچھے چلا جائے تو میں مدرسے نہیں جاؤں گی۔۔میں ابو کے پاس رہوں گی۔۔انھیں کہیں نہیں جانے دوں گی "

مگر شیخو جانتا تھا وقت کی فطرت نہیں ہے پیچھے پلٹ کر دیکھنا۔

کافی دیر وہ اس کی سنتا رہا۔۔پھر اس کا ہاتھ نرمی سے پکڑا اور سرخ آنکھوں سے پھیکا سا مسکرایا

"کک۔۔کھانا کھالو "

وہ خاموش رہی۔

"مجھے ابو کی بہت یاد آرہی ہے۔۔میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتی" آواز رندھ گئی

"وہ جج۔۔جنت میں ہوں گے۔۔ہہ۔۔مم جنت میں مم۔۔ملیں گے ان سے "

وہ خاموش ہو گئی۔

جنت سے آگے بھلا کیا ہو سکتا تھا؟

ساتھ والے مکان میں بھی خاموشی تھی۔باہر برآمدے میں ایک چارپائی پڑی تھی۔ گرمی کا زور ٹوٹا تھا اور ہلکی ہلکی سی ہوا چل رہی تھی۔وہ عبدالرحمن کے ساتھ بیٹھا تھا۔

"آپ نے خط کا جواب نہیں لکھا؟ "

"پہنچا نہیں ہو گا تم تک ابھی" وہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔

وہ پوچھنا نہیں چاہتا تھا مگر پوچھ بیٹھا

"آج کیسے؟ "

"اس کا خط آیا تھا۔۔ایک دن پہلے۔۔خالی خط تھا۔۔سفید صفحہ،اس سے پہلے بھی وہ اشاروں کنایوں میں بلاتا رہا۔۔میرا دل گھبرایا تھا۔۔شاید پتھر میں دراڑ آئی تھی" ان کا لہجہ بتا رہا تھا کہ باہر سے دکھنے والا باوقار شخص اندر سے ریزہ ریزہ ہوا تھا۔

وہ خاموش بیٹھا رہا۔دونوں کے درمیان خاموشی حائل تھی۔پھر وہ بولے

"وہ میرا سب سے لاڈلہ بیٹا تھا مگر میں اسے جتاتا نہیں تھا کہ بگڑ نہ جائے" سر جھٹک کر طنزیہ ہنسے

"اسے فوج میں نہیں جانا تھا مگر میرے کہنے پر چلا گیا۔۔اسے دوسری شادی کرنی تھی یا نہیں۔۔میں نے اس سے پوچھا تک نہیں اور اس نے میرے کہنے پر ہاں کہہ دی۔۔وہ میرے پاؤں پڑا تھا مگر انا۔۔انا اندھا کر دیتی ہے بہرا کر دیتی ہے لنگڑا کر دیتی ہے اپاہج کر دیتی ہے۔۔اس نے میری ہر بات مانی اور میں نے اس کی ایک نہیں مانی۔۔سزا مجھے ملنی چاہیئے تھی مگر میری لگائی آگ میں ساری زندگی وہ جلتا رہا۔۔مجھ میں بلا کی انا تھی اور اس میں بلا کا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صبر۔۔آج اس کی اولاد کو دیکھا تو سوچا کہ میری انا اور ہماری ناراضگی میں ہمیشہ وہی پستا رہا، سب سے زیادہ نقصان اسی کا ہوا۔۔کاش اس میں بھی میرے جتنی انا ہوتی تو آج وہ زندہ ہوتا "

اس نے اپنا سر اپنے دادا کے بازو سے لگا لیا۔ان کے بازو میں اپنا بازو ڈالا اور ہاتھ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے لیا

"تم میری صحبت میں نہ رہا کرو، میرے جیسے ہو جاؤ گے "انھوں نے کندھا جھٹکا مگر وہ نہیں ہلا

"کیا پتہ میری صحبت میں رہنے سے آپ میرے جیسے ہو جائیں"

وہ خاموش رہے۔

"وہ اس کی بیٹی تھی؟ "

وہ سمجھ گیا تھا۔اس حوا کو دیکھا تھا جو انجانی نظروں سے انھیں دیکھے جا رہے تھی۔سرد جذبات کے ساتھ۔۔

"ہوں۔۔چچا جیسی آنکھوں والی نا "!

"ہاں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ لمحے خاموش بیتے۔

"دل کرتا ہے واپس لوٹ جاؤں۔۔دل کہتا ہے اس وقت وہ مجھے روک لیتا جب میں جا رہا تھا۔۔میں نے کتنے سال ضائع کر دیے "

وہ خاموش رہا۔کیا کہتا۔۔تسلی دیتا یا افسوس کرتا۔۔

"مجھے درد ہو رہا ہے۔۔میں اپنے بیٹے کا قاتل ہوں" وہ رو دیے

"دادا۔۔بس کریں۔۔سب اللہ کی مرضی ہے "

وہ خاموش رہے۔۔دل نے صدا لگائی تھی۔۔اب کیا فائدہ جانے والا تو جا چکا!

رات کا تیسرا پہر شروع چکا تھا۔۔بہت سے سو رہے تھے بہت سے جاگ رہے تھے۔۔

عبدالرحمن سیاہ آسمان کو گھور رہے تھے۔۔ساتھ چارپائی پر ابراہیم لیٹا تھا۔۔وہ بھی آسمان گھور رہا تھا۔۔دونوں چھت پر تھے۔۔

منظر بدلا لوگ بدلے وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔

گھر یہی تھا لوگ یہی تھے مگر وہ عمر میں چھوٹے اور وقت میں پیچھے۔۔شیخو چھے سال کا تھا اور ابراہیم کے ساتھ بیٹھا تھا۔وہ کتاب پر جھکا کچھ پڑھ رہا تھا اور شیخو مسلسل اس کی کتاب کو گھور رہا تھا۔۔اس کا اپنا بیگ ساتھ پڑا تھا۔۔کتابیں بکھری تھیں۔

"تم کیوں نہیں پڑھ رہے؟ "

ہلکی بھوری آنکھوں والا کچھ گھبرایا۔۔

"مم۔۔میں نہیں پڑھ سس۔۔سکتا "

وہ حیران ہوا"کیوں؟ "

"بب۔۔بچے میرا مذاق بن۔۔ناتے ہیں۔۔ مم۔۔مجھے بولنا نن۔۔ نہیں آتا"

اسے دکھ ہوا تھا۔۔وہ اس سے بڑا تھا اور اسے بھائی کہتا تھا۔اس نے اپنی کتاب ایک طرف رکھی اور اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے

"اوہ ہو۔۔ایسی بات نہیں ہے۔۔وہ لوگ جلتے ہیں میرا بھائی اتنا پیارا ہے۔۔دیکھو! اللہ نے ناسب کو مکمل نہیں بنایا "

اس کے ماتھے پر بکھرے گھنگریالے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کیا

"تم میری طرح بول نہیں سکتے۔۔کوئی بات نہیں میں بھی تو تمھارے جیسا پیارا نہیں ہوں "

چھوٹے سے بچے کے گال سرخ ہوئے۔وہ ہنسا اور شیخو بھی ہنسنے لگا۔

"کل جو بھی تمھیں کچھ کہے گا تم مجھے بتاؤ گے۔۔میں دیکھتا ہوں کوئی میرے بھائی کو کیسے تنگ کرتا ہے "

وہ ذرا سا شرمایا اور پھر مسکرایا اور چارپائی پر لٹکی ٹانگیں ہلانے لگا

"ٹانگیں نہیں ہلاتے شیخو۔۔چلو ٹانگیں اوپر کرو اور مجھے بتاؤ آج تم نے کیا پڑھا" وہ سیدھا ہوا اور کتاب گود میں رکھی

چھوٹے بچے نے سر ہلا کر ٹانگیں اوپر کیں۔۔

کمرے سے کسی کے چلانے کی آواز آرہی تھی۔۔

"تم کون ہوتے ہو یہ فیصلہ کرنے والے؟" عبدالرحمن غرائے تھے۔

"ابو۔۔میں بس یہاں رہنا چاہتا ہوں اپنے بچوں کے پاس "

نظریں جھکائے عبداللہ مجرموں کی طرح ان کے سامنے کھڑے تھے۔۔

"تم۔۔اب تم میری بات کی نفی کرو گے" وہ آگے بڑھے۔

"میں آپ کی بات کی نفی نہیں کر رہا۔۔بس اب میں اور فوج میں نہیں رہوں گا۔۔ میری بیٹی بیمار رہنے لگی ہے۔۔میرا بیٹا احساس کمتری کا شکار ہوتا جا رہا ہے" انھوں نے وضاحت کی

"تم اپنی اولاد کے لیے اپنے باپ کو انکار کر رہے ہو۔۔اس ملک کو چھوڑ رہے ہو۔۔میں نے کتنے عرصے اس کی خدمت کی کیا میری اولاد نہیں تھی؟ "

" تھی ابو۔۔آپ کی اولاد تھی۔۔ان کا باپ میرے جیسا نہیں تھا۔۔انھوں نے اپنی زندگی میں وہ سب نہیں دیکھا جو میری اولاد نے دیکھا ہے۔۔اور ویسے بھی اس ملک کو مجھ سے زیادہ اچھے جان نثار کی ضرورت ہے" وہ بھی ضد پر اڑے تھے

"عبداللہ۔۔ایک معمولی استاد بن کر تم کیا کر لو گے؟ "

"وہ جو ابھی تک ایک کیپٹن بن کر نہیں کر سکا" ان کا انداز قطعی تھا۔

غصہ تھا طیش تھا۔۔

"ٹھیک ہے۔۔پھر میں بھی تمھارے ساتھ نہیں رہ سکتا "

"اتنی سی بات پر آپ گھر چھوڑنے جا رہے ہیں" وہ روہانسا ہوئے تھے

"میں نے اپنی زندگی اس ملک کو دی ہے۔۔اور تم اسے ہی چھوڑنے چلے ہو "

"ابو۔۔آپ کو ایسا کیوں لگتا ہے کہ صرف فوج ہی ملک کی بے لوث خدمت کرتا ہے" وہ جیسے منت کر رہے تھے

"بس۔۔۔فیصلہ تمھارے ہاتھ میں ہے۔۔اگر فوجی چھوڑی تو مجھے چھوڑنا پڑے گا "

سر جھٹکا "ٹھیک ہے ابو۔۔ جیسے آپ کی مرضی "!

عبداللہ کمرے سے باہر آ گئے۔۔ عبدالرحمن پیچھے کھڑے رہے۔۔

شیخو باہر نکلتے اپنے باپ کو دیکھ کر مسکرایا تھا۔۔ وہ مسکرا بھی نہ سکے۔۔

اس کے بعد عبدالرحمن کبھی اس گھر نہیں آئے تھے۔۔ کیا واقعی ایک فوجی کے لیے ملک اتنا بڑا مسئلہ ہوتا ہے؟

چارپائی پر لیٹے عبدالرحمن نے کروٹ بدلی اور منظر بدل گیا۔۔ ساتھ ابراہیم لیٹا تھا۔۔ ناجانے کب اس کی آنکھ لگی تھی اور وہ اپنے بازوؤں کا تکیہ بنائے، سر اس پر رکھے سو رہا تھا

اگلی صبح مہمان پھر سے جمع تھے۔ سوگوار سی صبح تھی ایسی صبح جو کسی نے نہیں سوچی تھی۔ سفید صفیں بچھائیں گئیں اور کچھ گھنٹوں بعد اٹھا دی گئیں۔ جانے والا جا چکا تھا اور پیچھے رہ جانے والوں کو اداس چھوڑ گیا تھا۔ سفید شلوار قمیض پہنے ہلکی ہلکی شیو سرخ آنکھیں لیے وہ دیوار کے ساتھ سر ٹکائے بیٹھا تھا۔ ابھی کچھ دیر پہلے ہی اپنی ماں اور باپ کی قبر پر فاتحہ پڑھ کر آیا تھا۔ اس نے ان کے ساتھ بہت کم وقت گزارا تھا۔۔ ایک عام نارمل بچے سے بہت کم۔۔ منظر بدلا لوگ بدلے وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔

وہ تیرہ چودہ سال کا تھا جب ایک دن آسیہ بیگم نے اس کے لیے بیگ تیار کیا۔کچھ کپڑے اور ایک دو جوتے۔۔پھر وہ پلنگ پر بیٹھے عبداللہ سے کہنے لگیں

"وہ ابھی چھوٹا ہے۔۔کیا کرے گا۔۔اسے خود سے دور نہ کریں۔۔پہلے اس کی ماں اسے چھوڑ کر چلی گئی اور اب آپ۔۔وہ معصوم ہے۔۔سیکھ جائے گا سب۔۔سب بچے سیکھ جاتے ہیں" وہ ان کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

باہر کھڑا لڑکا سب سن رہا تھا۔

"میں اس کا باپ ہوں دشمن نہیں۔۔سب بچے ایک جیسے نہیں ہوتے۔۔میرا بیٹا عام بچوں جیسا نہیں ہے۔۔تمھیں سمجھنے کی ضرورت ہے۔۔وہ عام بچوں کی طرح پڑھ نہیں پاتا لکھ نہیں پاتا۔۔چاہے جتنی توجہ دے اس سے نہیں ہو پاتا۔۔زمانہ ہنر کی قدر کرتا ہے۔۔جب ہنر اپنا آپ منواتا ہے نا تو تعلیم پیچھے رہ جاتی ہے "

وہ خاموش رہیں۔

"تھوڑے سال انتظار کر لیں۔۔پھر بھیج دیں اسے۔۔" انھوں نے جیسے منت کی تھی

"اللہ کی بندی۔۔میں اسے جیل یا قید میں نہیں بھیج رہا۔۔وہ جہاں جا رہا ہے وہ جگہ اچھی ہے۔۔اس کا خیال رکھا جائے گا "

باہر کھڑے گھنگریالے بالوں والے کا دل ڈوبا تھا۔آنکھوں میں شاید آنسو بھی آئے تھے۔۔وہ خاموشی سے نیچے تخت پوش پر بیٹھ گیا اور اپنے باپ کا انتظار کرنے لگا۔۔

تھوڑی دیر بعد عبداللہ نیچے آئے۔۔وہ کھڑا ہوا۔پیچھے ہی آسیہ بیگم بھی نیچے آئیں اور اس کے چہرے کو ہاتھوں کے پیالے میں لیا۔۔پھر ماتھے پر بوسہ دیا،کندھے سے لگایا

"میں تمھیں بہت یاد کروں گی "

"میں بھی!"وہ کہنا چاہتا تھا مگر ضبط سے ہونٹ بند رکھے۔

عبداللہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور وہ ان کے ساتھ چل پڑا۔

وہ لوگ لاہور پہنچے اور ایک چھوٹی سفید داڑھی والے کو انھوں نے اس کا بیگ دیا اور اس کے ساتھ بیٹھ کر کچھ دیر باتیں کرتے رہے۔۔وہ بہت خوش اخلاق تھے۔۔شیخو خاموش بیٹھا دونوں کے منہ دیکھ رہا تھا۔۔شام سے کچھ دیر پہلے انھوں نے آخری مصافحہ کیا،اس دن عبداللہ نے شیخو کو پہلی اور آخری بار گلے لگایا تھا اور پھر چل دیے۔۔

ساری رات چارپائی پر لیٹے وہ روتا رہا۔۔اپنی ماں کو یاد کرتا رہا۔۔کبھی اس کو جس نے اس کو جنم دیا تھا اور کبھی اس کو جس نے اس کی پرورش کی تھی۔۔

کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی اور بلبلہ پھٹ گیا۔۔وہ حال میں تھا اور ابراہیم اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔

اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔دیوار سے ٹیک لگائے۔۔

"مجھے پتہ تھا تم یہیں ہو گے "

ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا جو خاموش رہا۔

"شیخو۔۔ تمھیں کچھ کہنا ہے؟ "

"مم۔۔مجھے ابو بب۔۔بہت یاد آ رر۔۔رہے ہیں "

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"مجھے بھی!" وہ زخمی سا مسکرایا۔

"مم۔۔مجھے لگتا ہے آج مم۔۔مجھے ایک بار پھر وو۔۔وہ چچا فیکے کے پاس چچ۔۔چھوڑ گئے ہیں" ایک آنسو اس کی گال پر لڑھکا

" مگر وہ کک۔۔ کبھی واپس نن۔۔ نہیں آئیں گے"

ہاتھ کی ہتھیلی سے آنکھیں صاف کیں۔

اس نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شیخو۔۔تم میرے بھائی ہو اور مجھے بہت عزیز ہو۔۔میں تم سے چھوٹا تھا جب میرے ابو ہمیں چھوڑ گئے تھے۔۔ایک نصیحت کروں گا تمھیں" وہ دھیان سے سننے لگا "جب باپ کا سایہ سر سے اٹھ جاتا ہے نا تو ماں بہنوں کے لیے بھائی نگہبان ہوتے ہیں،ان کی عزت کے محافظ،ان کے سر پر سائبان۔۔اور میرا بھائی تو بہت بہادر ہے۔ "

وہ پھیکا سا مسکرایا۔اسے ابراہیم کی بات سمجھ میں آئی تھی۔نم سانس اندر کھینچی۔

"دادا سے ملے ہو؟ "

اس نے نہ میں گردن ہلائی۔

"مم۔۔مجھے ڈر لگ۔۔گتا ہے "

"مجھے بھی لگتا تھا۔۔اب نہیں لگتا" اس کے ہاتھ کو ہلکا سا تھپکا۔

"تم۔۔مم تو ابب۔۔براہیم ہو" اور پھر مسکرایا۔

"وہ تمھارا انتظار کر رہے ہیں "

"مم۔۔میرا؟" وہ حیران تھا۔

"ہاں "

"کک۔۔کیوں؟ "

"کیوں کیا۔۔کچھ کہنا ہو گا "

"تت۔۔ تمھیں کیسے پپ۔۔پتہ؟ "

"بس پتہ ہے "کندھے اچکائے۔

"اچھا۔۔ چھا "

پھر خاموش ہوا۔

"چلو اٹھو۔۔نیچے چلو۔۔اکیلے بیٹھے رہے تو یونہی پریشان رہو گے "کھڑا ہوا اور بازو لمبا کر کے اس کے آگے بڑھایا

اس نے ہاتھ تھاما اور پھر کھڑا ہوا

"تیار رہنا۔۔آج ان سے ملیں گے "

بازو اس کے کندھے کے گرد حمائل کر کے اس کے کان میں سرگوشی کی۔

وہ بس اسے دیکھتا رہ گیا۔

ظہر کے بعد کا وقت تھا۔وہ دونوں خاموشی سے کمرے کے باہر کھڑے تھے۔

عبدالرحمن اس وقت عبداللہ کے کمرے میں تھے۔ان کی چیزوں، کتابوں اور ان خطوط کو دیکھ رہے تھے جو ان کے بیٹے نے کبھی ان کی طرف نہیں بھیجے تھے۔کتابوں کی ایک شیلف

تھی جوان کے سٹڈی ٹیبل کے اوپر تھی۔اس میں انھوں نے کتابیں رکھی تھیں۔ایک کتاب پکڑی اور اسے کھولا۔

"چلیں؟ "

باہر کھڑے ابراہیم نے شیخو کی طرف دیکھا۔

وہ گھبرایا ہوا تھا۔اس نے سر جھکالیا۔

"شیخو۔۔میں ہوں نا!"اس کے کندھے پر نرمی سے ہاتھ رکھا۔

وہ متذبذب سا اس کی طرف دیکھ رہا تھا۔آنکھوں کے سامنے یک دم منظر بدل گیا۔۔

منظر بدلا لوگ بدلے،وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔

موسم خزاں عروج پر تھا۔برآمدے میں ایک طرف چارپائی پر بیٹھی آسیہ بیگم سبزی کاٹ رہی تھیں۔شام ڈھلتی جارہی تھی۔ایک طرف شیخو تھا جو کہ کھیل رہا تھا۔ان دنوں عبداللہ نے اسے چھوٹی سی سائیکل لاکر دی تھی۔پانچ سال کا چھوٹا سا بکھرے بالوں اور بھوری آنکھوں والا شیخو۔۔معصومیت آج سے بڑھ کر کئی زیادہ تھی۔۔

عبدالرحمن بھی ان دنوں آئے ہوئے تھے۔۔ان کے فوجیوں والے بھاری بوٹ کمرے میں ایک طرف پڑے تھے۔سائیکل کے پیڈل پر پاؤں رکھا اور اسے چلاتے چلاتے وہ

دوسری طرف گیا جس طرف ان کا کمرہ تھا۔۔وہ کمرے میں نہیں تھے۔۔اسے یاد آیا اس نے چھپکے سے انھیں باہر جاتے دیکھا تھا۔۔

وہ چپکے سے اترا اور دبے پاؤں بلی کی سی چال چلتے اندر گیا اور ان کے بوٹ دیکھے۔۔ آنکھیں چمکیں۔۔اس نے ادھر اُدھر دیکھا کوئی اسے نہیں دیکھ رہا تھا۔۔اس نے وہ بوٹ پہن لیے۔۔کافی بھاری محسوس ہو رہے تھے اور اس کے چھوٹے چھوٹے پاؤں بہت آگے تھے۔۔ پھر بھی اس نے پہن لیے۔۔ایک عجیب سا احساس ہوا جیسے وہ ایک فوجی ہو۔ننھا سا فوجی۔۔

اس نے اپنا پاؤں اٹھایا اور ایک قدم آگے بڑھایا۔۔ان دنوں اس نے نئی نئی گنتی سیکھی تھی۔۔ایک ایک قدم اٹھاتا اور گنتی زیر لب دہرایا جاتا۔۔پھر جب آگے دیوار آتی تو مڑ جاتا۔۔ یوٹرن لے کر پھر ایک ایک قدم اٹھاتا اور گنتی پڑھتا۔۔نظریں بوٹوں پر اور زمین پر جمی ہوتیں اور گردن جھکی ہوئی

"ون۔۔ٹو۔۔تھری۔۔فور "

پھر یوٹرن لیتا

"ون۔۔ٹو۔۔تھری۔۔فور "

اسے مزہ آنے لگا تھا۔ نہیں پتہ چلا کہ کب باہر کا دروازہ کھلا ہے اور کب اس کے دادا اندر آئے ہیں۔۔

"ون۔۔ٹو۔تھری۔۔۔"اور سامنے کسی کا وجود محسوس ہوا۔ نظریں نیچے سے اوپر گئیں۔

وہ اس کی طرف دیکھ رہے تھے۔۔ساری گنتی بھول گئی۔۔ بمشکل تھوک نگلا۔۔

"یہ تم نے کس کی اجازت سے پہنے ہیں؟"ذرا سا زور سے بولے تھے

اس کا ننھا سا دل حلق کو آگیا۔۔آنکھیں سرخ ہوئیں۔۔سانس تیز ہو گئی۔۔

"اتارو انھیں!"یہ ایک آرڈر تھا۔تحکمانہ انداز

مگر وہ انھیں گھور رہا تھا۔جیسے آنکھوں میں رحم کی التجا ہو، ترس کی درخواست ہو۔۔

اتنی مشکل سے اس نے پہنے تھے اب ان کے سامنے اتارے؟۔۔یہ نہیں ہو گا اس سے۔۔اس نے اپنی چھوٹی امی کو آواز دینا چاہی مگر وہ گونگا ہو گیا۔۔آواز حلق میں ہی پھنس گئی تھی۔۔آنکھوں کے پیالے پانی سے بھر گئے۔۔

"سنا نہیں تم نے۔۔اتارو انھیں "

انھوں نے اسے بازو سے پکڑ کر ہلکا سا جھنجھوڑا۔

وہ رونے لگ گیا۔۔آسیہ دروازے کے باہر کھڑی تھیں۔

"میں اتار دیتی ہوں بابا۔۔اس سے نہیں اتریں گے" وہ آگے بڑھیں

"یہ خود ہی اتارے گا۔۔پہن سکتا ہے تو اتار نہیں سکتا" وہ ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولے تھے

یہ وہ دن تھا جب اس کے دل میں ان کے لیے خوف پیدا ہوا تھا۔۔

وہ روتے ہوئے آنسو پونچھتے ہوئے زمین پر بیٹھا اور پاؤں سے جوتے اتارنے لگا۔۔ایک ہاتھ سے ٹانگ کو پکڑا اور دوسرے سے جوتا کھینچ رہا تھا۔۔

"میں نے ہزار دفعہ کہا ہے۔۔جہاں آرا کے بیٹے کو میری نظروں کے سامنے نہ لایا کرو۔۔جلدی سے دفعان کرو اسے "

وہ حکم دے کر باہر چلے گئے۔

آسیہ اس کی طرف بڑھیں تو وہ اس کے سینے سے لپٹ کر بہت رویا۔۔چھوٹی چھوٹی مٹھیوں میں ان کا دوپٹہ پکڑ کر سسکیاں لیتا رہا۔۔انھوں نے اس کے جوتے اتروائے اور اس کے آنسو صاف کیے۔۔

"ہم نئے جوتے لیں گے۔۔اپنے شیخو کے لیے" مگر وہ پھر بھی روئے گیا۔۔

اس دن کے بعد جب بھی وہ انھیں آتا دیکھ لیتا یا ان کی آواز بھی سن لیتا تو عبداللہ کے کمرے میں بھاگ جاتا اور تب تک باہر نہ آتا جب تک وہ چلے نہ جاتے۔۔ چھپکے چھپکے دروازے کے پیچھے سے وہ انھیں دیکھتا تھا۔۔ڈر تھا کہ اس نے اس کے دل میں جڑیں بنالی تھیں۔۔رات کو آسیہ جب اسے کوئی کہانی سناتیں جس میں کوئی جن یا بھوت یا دیو یا کوئی منفی کردار ہوتا تو وہ سوچتا

"دادا جیسا۔۔ "

اس کے نزدیک وہ اس کی زندگی میں ایک منفی کردار تھے

"شیخو۔۔"اندر گئے ابراہیم نے اسے آواز دی تو تخیل ہوا میں تحلیل ہوا۔۔

یہ اتنا آسان نہیں تھا جتنا اس نے سمجھ لیا تھا۔۔ذرا سا آگے بڑھا تو ان پر نظر پڑی۔۔وہ پیچھے کو ہٹا اور اوپر بھاگ گیا۔۔اوپر جا کر بے تحاشا رویا تھا۔۔

"میں نے ہزار دفعہ کہا ہے۔۔جہاں آرا کے بیٹے کو میری نظروں کے سامنے نہ لایا کرو۔۔ جلدی سے دفعان کرو اسے "

ان کی آواز اس کے کانوں میں گونجی تھی۔۔۔

ابراہیم باہر آیا تو وہ وہاں نہیں تھا۔۔ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔ بچپن میں دل میں بیٹھا ڈر، رشتوں میں آئے فاصلے یونہی لمحوں میں زائل نہیں ہوں

یونیورسٹی میں معمول کی گہما گہمی تھی۔ سٹوڈنٹس آرہے تھے جارہے تھے۔اسی ہجوم میں چند طالب علموں نے سیاہ کوٹ اور سفید کپڑے پہن رکھے تھے۔۔ لڑکوں نے سیاہ کوٹ اور نیچے سفید شرٹ، سیاہ ٹائی اور سیاہ پینٹ، جبکہ لڑکیوں نے سفید شلوار قمیض پر سیاہ کوٹ پہنا تھا۔۔ باتیں کرتے پرجوش سے راہداری میں سے گزر رہے تھے۔۔

پاس سے ایک چھوٹے بالوں والی لڑکی گزری جس نے کھلے بالوں پر ہیئر بینڈ لگایا تھا۔۔وہ کسی سے بات کر رہا تھا اسے نظر انداز کر کے گزر گیا مگر وہ رکی۔۔ایڑیوں پر گھومی اور اسے دیکھا، نظر اس کی پشت پر جمی تھی۔۔۔لبوں پر ایک مسکراہٹ در آئی۔۔اس نے ساتھ والے لڑکے سے بات کر کے چلتے چلتے گردن موڑی۔۔ہاں وہ وہی تھی اور اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

وہ پھر مڑا اور اس کی طرف آیا

وہ ویسے ہی کھڑی تھی، بیگ کندھوں پر تھا اور ہاتھ میں چارٹ پکڑا تھا۔۔وہ کسی کام کے تحت لاء کالج آئی تھی۔۔

"سنو چھپکلی! میں ذرا بزی ہوں۔۔کتنے بجے جانا ہے تم نے؟" وہ ذرا جلدی میں تھا۔

"آ۔۔بارہ بجے تک فری ہو جاؤں گی "

"ٹھیک ہے۔۔میرا انتظار کرنا۔۔کینٹین پاس۔۔ضروری بات کرنی ہے۔۔اوکے؟ "

اس نے سر ہلایا اور وہ بھاگتا ہوا جلدی سے چلا گیا۔۔

بارہ بج کر پندرہ منٹ پر وہ کینٹین کے سامنے ایک بنچ پر بیٹھ گئی۔۔ایک جوس کی بوتل ہاتھ میں تھی اور دوسری ساتھ رکھی تھی۔۔ہاتھ والی بوتل کا ڈھکن کھولا اور لبوں سے لگائی ٹانگ پر ٹانگ رکھے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔۔پھر کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی۔

وقفے وقفے سے وہ بوتل لبوں سے لگاتی اور گھونٹ گھونٹ جوس اندر اتارتی۔۔

اچانک سے بنچ ہلا۔۔وہ پیچھے بنچ کی کمر پر ہتھیلی رکھ کر چھلانگ لگا کر بنچ پر بیٹھ گیا اور اس کے ساتھ پڑی بوتل اٹھا کر اس کا ڈھکن کھولا اور لبوں سے لگائی۔۔

"بہت تیز ہو گئی ہو چھپکلی "

وہ بمشکل مسکرائی اور اس کی طرف دیکھا

"کیا بات کرنی تھی تمھیں؟ "

اس نے کوٹ اتار کر دوسری طرف رکھا

"ارے یار۔۔سانس تو لینے دو "

پھر بوتل لبوں سے لگائی۔

سکون سے ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھ گیا۔۔

"آج بڑے سوٹڈ بوٹڈ بن کر آئے ہو؟ "

"ہاں۔۔آج موک ٹرائل تھا "

"اوہ۔۔کیسا رہا؟ "

ہاتھ میں پکڑی آدھی جوس کی بوتل مسلسل ہلا رہی تھی۔

"اچھا تھا۔۔دماغ خراب ہو گیا "

"تمھارا تو شروع سے ہی تھا "

اس نے منہ بسورا"جج کا "

"اوہ۔۔۔اچھا"وہ ہلکا سا ہنس دی۔

"کیا ضروری بات تھی؟ "

"بسکٹ ختم ہو گئے ہیں۔۔اور لے آنا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ شاکی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔اسے بے اختیار ہنسی آئی۔وہ ہنستے ہنستے کھڑا ہو گیا۔

"اچھا۔۔اچھا۔۔سوری "

پھر ہنسے جا رہا تھا۔

"مطلب۔۔میں نہیں مانتی کہ تم کیف کے بھائی ہو۔۔مطلب۔۔قیس۔۔تم۔۔"وہ جیسے حیران تھی،شاک میں تھی،صدمے میں تھی

"لیزے۔۔سچ میں بہت اچھے تھے بسکٹ"پھر ہنس دیا۔

اس نے منہ کے زاویے بگاڑے اور دوسری طرف دیکھنے لگی

پھر اٹھی اور چل پڑی۔

اس نے کوٹ پکڑا اور اس کے پیچھے لپکا

"لیزے۔۔مجھے بھی لیتی جاؤنا۔۔وہ کیف لے گیا سائیکل"معصوم سی شکل بنا کر بولا اور اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا۔

اس نے اسے عجیب نظروں سے اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلایا

"تمھارا کچھ نہیں ہو سکتا "

وہ بس کندھے اچکا کر اس کے قدم سے قدم ملانے لگا

رات ہوئی اور اس کی بے چینی بڑھنے لگی۔اسے نیند نہیں آرہی تھی اور عجیب قسم کا خوف تھا۔اس نے بنا سوچے سمجھے دوپٹہ لیا جوتا پہنا اور اوپر چلی گئی۔۔اوپر شیخو چارپائی پر چت لیٹا آسمان کو گھور رہا تھا۔۔اسے اوپر آتا دیکھ کر اٹھ گیا۔۔وہ اس کی چارپائی کی طرف آرہی تھی۔وہ اٹھ کر اس کے پاس گیا۔۔

"کک۔۔کیا ہوا؟"

اس کی آواز رندھ گئی

"مجھے ڈر لگ رہا ہے"

"اوہو۔۔"اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ بٹھایا۔۔ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔۔

آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے۔اس نے دونوں ہاتھ اس کے بازو پر رکھے

"شیخو۔۔مجھے لگتا ہے یہ خواب ہے۔۔ابھی ابو کی آواز آئے گی اور یہ خواب ٹوٹ جائے گا "

اس کا دل بھی گھبرایا۔۔اتنی مشکل سے اس نے خود کو سنبھالا تھا۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے اس کا سر اپنے کندھے سے لگایا اور ہلکا سا تھپتھپایا

"مم۔۔میں ہوں نا۔۔سب ٹٹ۔۔ٹھیک ہو جائے گا۔۔ابو وہاں ب۔۔بہت خوش ہوں گے۔۔ہہ۔۔ہم جنت میں مم۔۔ملیں گے ان سے" آنسو اس کے گلے میں پھنس گئے تھے۔اسے اس وقت مضبوط بننا تھا۔

"شیخو۔۔تمھیں پتہ ہے مجھے فجر میں ابو اٹھاتے تھے۔۔جب سے ابو گئے ہیں۔۔میں فجر میں نہیں اٹھی۔۔مجھ سے نہیں اٹھا جاتا"

"مم۔۔میں ہوں نا۔۔مم۔۔میں اٹھاؤں گا"

اس نے اپنا سر اٹھایا اور نم آنکھوں سے اپنے بھائی کو دیکھا۔اسے آج وہ بڑا بڑا لگا تھا۔ ہتھیلی سے اس نے اپنی آنکھیں رگڑ کر خشک کیں

"میں دوسری چارپائی پر سو جاؤں؟"

"نن۔۔نہیں۔۔تم نیچے چلو۔۔مم۔۔میں صوفے پر سو جاؤں گا۔۔تم۔۔مم چھت پر نن۔۔نہیں سو گی "

ایک تحفظ کا احساس تھا جو اس اندھیری رات حوا کو اپنے گرد محسوس ہوا تھا۔۔

اس نے سر ہلایا اور اس کے ساتھ نیچے چلی گئی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کمرے کی کھڑکی کے سامنے سے پردے ہٹے ہوئے تھے۔دراز قد کھڑکی کھلی ہوئی تھی اور پردے باہر سے آنے والی ہوا سے ہل رہے تھے۔ہلکی ٹھنڈی،رات کو چلنے والی ہوا۔۔

وہ سیدھی لیٹی سو رہی تھی۔۔گہرے سانس لیتی۔۔شاید کوئی خواب دیکھ رہی تھی جو کبھی گردن ادھر کرتی کبھی اُدھر۔۔

تخیل میں کسی کا چہرہ ابھرا تھا۔۔ایک جوان خوبصورت مرد۔۔بالکل ویسے جیسے انگریز ہوتے ہیں۔۔برٹش آدمی۔۔چہرہ بالکل صاف تھا کوئی شیو کوئی مونچھیں نہیں تھیں۔۔بال بھورے تھے اور آنکھیں کانچ سی،وہ مسکرا رہا تھا سامنے کھڑی عورت کو دیکھ کر۔۔عورت کا وجود پردے کے پیچھے تھا وہ نظر نہیں آرہا تھا مگر وہ آدمی کھڑکی کے سامنے کھڑا ہنس رہا تھا۔۔اس نے لیب کوٹ پہنا تھا جیسے کوئی ڈاکٹر ہو۔۔

نیچے کھڑی ایک چھوٹی پندرہ سولہ سال کی لڑکی نے اسے دیکھا تھا۔۔دیکھتے ہی لڑکی کی مٹھیاں بھینچ گئیں اور جبڑے تن گئے۔۔ہنستے ہوئے مرد کی نظر لیزا پر پڑی مگر اس نے نظر انداز کر دیا۔۔

چہرہ بدلا لوگ بدلے۔۔وہ ایک باغ میں کھڑی ایک عورت کے سامنے کھڑی چلا رہی تھی اور اس عورت نے اس مرد کے سامنے اس کے منہ پر ایک تھپڑ مارا۔۔سرخ انگارہ ہوتی نگاہوں سے اس نے اس خوبصورت مرد کو دیکھا۔۔وہ بے نیاز تھا۔۔وہ یونیفارم میں ملبوس اسی طرح مڑی تھی۔۔

یہ اس کا ماضی تھا جو اس کے تخیل میں ابھر رہا تھا۔۔

اب وہ ایک کالج میں کھڑی تھی اور ایک لڑکے کے سامنے رو رہی تھی۔۔وہ لڑکا اوپر گیا اور پروفیسر سٹیفورڈ کو بلا لایا

)یہ وہی واقعہ ہے جب لیزا روتی ہوئی کالج آئی تھی اور ابراہیم پروفیسر کو بلا لایا تھا(

پھر ایک اور جھماکہ۔۔وہ روتی پیٹتی اپنے باپ کو ہلا رہی تھی۔۔انھیں جگا رہی تھی مگر وہ سو رہے تھے نہیں اٹھے۔۔

وہ ایک دم اٹھ بیٹھی۔۔دھڑکنیں بے قابو تھیں۔۔پسینہ آیا ہوا تھا اور وہ کانپ رہی تھی۔۔

ارد گرد دیکھا تو وہ مسٹر سٹیفورڈ کے کمرے میں تھی۔۔

آج کل وہ انھیں بہت یاد کر رہی تھی اور بار بار ان کے کمرے میں آتی تھی جس سے اس کو اپنے باپ کی قربت کا احساس ہوتا تھا۔۔ایسے ہی کسی کمزور لمحے وہ ان کے کمرے آئی اور لیٹے لیٹے سو گئی۔۔

وہ کانپتی ٹانگوں اور دھڑکتے دل کے ساتھ اٹھی اور جوتا پہن کر سیڑھیاں اترتے نیچے چلی گئی۔۔

باغ میں ٹہل رہی تھی۔۔ہوا کی جھونکے اس کے بالوں سے کھیل رہے تھے۔۔وہ بس ایسے ہی ادھر اُدھر چکر کاٹ رہی تھی۔۔اسے اب نیند کہاں آنی تھی؟

یہ عبداللہ کی وفات کے ایک ہفتے بعد کا واقعہ ہے۔۔آسیہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی سو کھانا کھا کر وہ لیٹ گئیں۔حوا نے دوا دی تو سو گئیں۔وہ کچھ دیر یونہی ان کے پاس بیٹھی رہی۔ جبی اس کے پاؤں کے پاس آ کر اپنی کمر سہلا رہا تھا۔۔اس نے نظر انداز کیا۔۔مگر ساتھ میں "میاؤں میاؤں" بھی کیے جا رہا تھا۔۔اپنا ننھا سا پیر اس کے پاؤں پر رکھتا جیسے اسے بلا رہا ہو۔۔اس نے گردن جھکائی اور نیچے دیکھا وہ گردن اونچی کیے اس ہی دیکھ رہا تھا۔۔اس نے اپنا پاؤں ذرا سا اوپر کیا جیسے کچھ دکھا رہا ہو۔۔

اس نے اسے پکڑا اور گود میں بٹھایا اور اس کی چھوٹی سی ٹانگ دیکھی جس پر زخم تھا۔۔

اسے کوئی چوٹ لگی تھی اور اس سے خون بہہ رہا تھا۔۔

"اللہ۔۔جمی۔۔یہ چوٹ کہاں سے لگوالائے ہو؟ "

اور وہ بس گردن اٹھائے مغموم آواز میں "میاؤں میاؤں" کیے جا رہا تھا۔وہ اٹھی اور اسے اپنے کمرے میں لے آئی۔

چند لمحوں کے بعد اس نے اس کی ٹانگ پر دوائی لگائی اور اس پر کپڑا باندھ دیا۔

"اب تم یہاں سکون سے بیٹھو گے۔۔میں تمھارے لیے دودھ لاتی ہوں" اسے انگلی دکھا کر تنبیہہ کی۔

اس نے یوں گردن جھکائی جیسے سب سمجھ گیا ہو۔

وہ نیچے آئی دودھ لیا اور اوپر اس کے کٹورے میں انڈیل دیا۔۔پھر کٹورا پکڑے بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھ گئی اور وہ کٹورے کے اندر منہ ڈالے دودھ پی رہا تھا۔وہ اس کی کمر سہلا رہی تھی۔اس کی پشت دروازے کی جانب تھی۔

اسے نہیں پتہ وہ کب آیا اور دروازے پر کھڑا ہو کر ذرا سا کھنکھارا "کیا میں اندر آ سکتا ہوں؟ "

ذرا سا آگے ہوا۔اس نے اس کی آواز کو پہچان لیا تھا مگر مڑی نہیں۔اسی طرح جمی کی کمر کو سہلاتی رہی۔دل البتہ زوروں سے دھڑک رہا تھا

"آپ اندر آ چکے ہیں "

اس نے اپنے قدموں کو دیکھا اور ذرا سا شرمندہ ہوا۔

"کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟ "

"گھر میں اس وقت کئی لوگ ہیں۔۔کسی نے آپ کو اور مجھے دیکھ لیا تو مسئلہ کھڑا ہو سکتا ہے۔۔کوئی کچھ بھی سوچ سکتا ہے۔۔میں لوگوں کی سوچ پر پہرا نہیں لگا سکتی "

"وہ ایسی کیوں ہے؟اسے سب کی پرواہ ہے۔۔میری پرواہ کیوں نہیں؟"اس نے فقط دل میں سوچا تھا مگر کہا نہیں۔اسے دکھ ہوا تھا۔

"آپ نے مجھے اس دن۔۔میرا مطلب ہے آپ نے کوئی جواب نہیں دیا؟"دل زوروں سے دھڑکنے لگا تھا۔

حوا نے گردن موڑی اور اسے دیکھا۔وہ سنجیدہ سا اسے دیکھ رہا تھا۔وہ کیا کہے۔۔وہ بھی اللہ جانے کیوں اور کیسے۔۔اس کے بارے میں سوچتی ہے۔۔ہمت نہیں ہو رہی تھی۔۔ خاموش نگاہوں سے بس اسے دیکھے گئی۔۔

کوئی بجلی طوفان کی طرح آیا تھا

"ارے۔۔آپ یہاں ہیں۔۔نیچے آپ کی امی اور دعا بلا رہی ہیں آپ کو "

ثمر نے پہلے حماد کو دیکھا پھر حوا کو۔۔جتنی شاطر اس کی آنکھیں تھیں اس سے کئی زیادہ شاطر اس کا دماغ تھا۔۔

حماد نے مڑتے وقت اس ہر ایک نظر ڈالی،ایک نظر جس میں سوال تھا شکوہ تھا اور پھر چلا گیا۔۔

باتیں تو وہ سن ہی چکی تھی۔۔پھر بھی ڈھیٹ بن کر وہیں کھڑی رہی جب تک حماد چلا نہیں گیا۔۔

اس نے حوا کو معنی خیز مسکراہٹ سے نوازا اور پھر چلی گئی

یہ ان دونوں کا معمول تھا کہ رات کو عشاء کے بعد اکٹھے بیٹھتے اور دن بھر کی باتیں کرتے ۔۔کوئی مسئلہ،کوئی مشورہ،ہنسی مذاق۔۔وہ بہن بھائی سے بڑھ کر دوست تھے۔۔

آج بھی وہ دونوں چھت پر تھے سمیرا نیچے نماز پڑھ رہی تھیں۔۔عبدالرحمن باہر گئے تھے۔۔

وہ چارپائی پر ٹانگیں سینے سے لگائے اور ان کے گرد بازو حمائل کیے بیٹھی تھی۔۔اور پرجوش سی سارے دن کا حال بتا رہی تھی۔۔

"بھائی آپ کو پتہ ہے دادا کو اتنی اچھی انگریزی آتی ہے نا۔۔آج میں ان کے ساتھ بیٹھی۔۔ہم نے ڈھیر ساری باتیں کیں۔۔ان کی انگریزی۔۔اللہ! میں تو منہ کھولے سن رہی تھی "

پھر خود ہی ہنس دی۔

وہ بازوؤں کا تکیہ بنائے لیٹا اس کی باتیں سن رہا تھا۔

"اچھا۔۔اور۔۔اور کیا کہہ رہے تھے وہ؟ "

"آپ کی باتیں بتا رہے تھے۔۔کہتے لاہور جا کر ابراہیم، ابراہیم نہیں رہتا۔۔پر نکل آتے ہیں آپ کے "

وہ ہنس دیا۔

"میں نہیں مانتا۔۔دادا ایسے کہہ ہی نہیں سکتے "

"بڑا یقین ہے آپ کو ان پر" اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا

"ہاں وہ تو ہے "

وہ ذرا چپ ہوئی۔ چوکڑی مار کر بیٹھ گئی۔ گلہ کھنکھارا

"وہ۔۔ حوا سے ملنے کو کہہ رہے تھے۔۔ کہہ رہے تھے کیا میں انھیں اس سے ملوا سکتی ہوں؟ "

وہ بھی خاموش ہوا۔

"کیا کہا تم نے؟ "

"میں نے بس اتنا ہی کہا کہ میں کہوں گی اس سے۔۔ باقی اس کی مرضی ہے "

"ہوں "

ایک ٹھنڈی سانس خارج کی

"تمھیں پتہ ہے میں شیخو کو بھی ملوانے لے کر گیا تھا۔۔ مگر وہ نہیں ملا۔۔ چلا گیا "

"بھائی۔۔ خون میں بہت کشش ہوتی ہے۔۔ ایک دن سب ٹھیک ہو جائے گا "

وہ اسے امید دلا رہی تھی۔

"ہاں۔۔ ایک دن تو سب ٹھیک ہو ہی جاتا ہے "

"اور آپ نے کیا کیا آج؟ "

پھر وہ اپنی باتیں بتانے لگا۔

سیاہ آسمان اور چمکتا چاند انھیں دیکھ رہے تھے۔۔

آج ان کے گھر پر تالا لگا تھا کیونکہ سب حوا کے گھر جمع تھے۔ سمیرا بی جان کے ساتھ مل کر کھانا پکا رہی تھیں۔۔ آسیہ بیگم ویسے تو عدت میں تھیں مگر گھر پہ چونکہ کوئی نامحرم مرد نہیں تھا سو وہ برآمدے میں چارپائی پر بیٹھی تھیں۔ ساتھ چھمی تھی جو ہاتھ سے پنکھا جھلتی ہوا لے رہی تھی۔۔ پاس ہی حمیرہ اور خالدہ بھی بیٹھی تھیں۔۔ کسی بات پر بحث کرتی ہوئیں۔۔

ابراہیم گھر پر نہیں تھا۔۔ شیخو حوا کی دوا لینے گیا تھا۔۔ پچھلے کچھ دنوں سے اسے بخار تھا اور اب تو سر درد بھی رہنے لگا تھا۔۔ دروازہ کھٹکا تو بی جان نے بڑھ کر کھولا۔۔ ایک لڑکی اپنی ماں کے ساتھ اندر آئی۔۔ ماں کے ساتھ بیٹھی ٹماٹر کاٹتی سکینہ نے مڑ کر دیکھا۔۔ آسیہ جو چارپائی پر بیٹھیں چاول چن رہی تھیں انھوں نے بھی نظر اٹھا کر دیکھا۔۔ سلام دعا کے بعد سکینہ ان کے لیے پانی لے آئی۔۔ لڑکی کی ماں آسیہ سے افسوس کر رہی تھیں جبکہ لڑکی ہاتھ میں گلاس پکڑے ٹکر ٹکر سارا گھر دیکھ رہی تھی۔۔ سکینہ کی نظروں میں اس کے لیے ناپسندیدگی تھی۔۔

لڑکی اٹھی اور سکینہ کے پاس جا کر گلاس رکھا اور جھک کر پوچھا "حوا کہاں ہے؟ "

"اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔۔ دوا لینے گئی ہے" سپاٹ لہجہ

وہ اچھا کہہ کر بیٹھ گئی۔۔

باہر کے دروازے پر دستک ہوئی تو بی جان نے منہ کے زاویے بگاڑے

"ارے کوئی ملازم رکھ لو۔۔ بار بار اٹھ بیٹھ کر میری ہڈیاں چڑ چڑ کرنے لگی ہیں۔۔ جا سکینہ تو دیکھ کون ہے "

اس نے ہاتھ میں دھنیا پکڑا تھا جس کے پتے علیحدہ کر رہی تھیں۔

وہ سر ہلا کر اٹھی، دھنیا پلیٹ میں رکھا

"کون؟ "

"میں ہوں" شیخو کی آواز تھی۔

اس نے دروازہ کھولا اور وہ دونوں اندر آئے۔ پیچھے ہی کوئی اور بھی تھا۔

حوا نے اندر آتے ہی سلام کیا اور ماریہ سے مل کر بیٹھ گئی۔۔ شیخو پانی پی کر اوپر چلا گیا۔۔

ابراہیم زمین پر بیٹھیں ہنڈیا ہلاتیں اپنی ماں کے پاس جھکا اور کان میں کچھ کہا۔۔

انھوں نے جواب میں کچھ کہا۔ اس نے سر ہلایا۔ پھر سکینہ کھڑی ہوئی اور دوپٹے کے پلو سے بندھی گرہ کھولی اور اندر سے چابی نکال کر اسے دی۔۔

"یہ یہاں کیا کر رہی ہے؟ "

ہلکی سی سرگوشی کی۔

"افسوس کرنے آئی ہے "

اس نے سر ہلایا۔

" صحیح۔۔اسے زیادہ دیر بیٹھنے نہیں دینا اس کے ساتھ۔۔جاؤ تم بھی ساتھ بیٹھو "

اس نے منہ بسورا۔

"ایک تو پتہ نہیں میں کہاں سے اتنی سمجھدار لگتی ہوں آپ کو "

اور پھر ان دونوں کے ساتھ آ بیٹھی۔

اس کی نظر پڑی تو وہ ماریہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔بمشکل مسکرائی۔۔اس نے ایک سنجیدہ نگاہ ڈالی اور سر جھٹک کر باہر چلا گیا۔۔

رات کے کھانے میں دستر خوان پر تقریباً سب موجود تھے۔آج عبدالرحمن نے ان کی طرف کھانا کھانا تھا اس لیے سب بڑے مؤدب سے ہو کر دستر خوان بچھا کر بیٹھے تھے۔کھانا شروع کیا گیا۔۔حوا عبدالرحمن کے عین سامنے بیٹھی تھی۔ساتھ شینو بیٹھا تھا۔آسیہ بیگم اوپر تھیں (عدت میں تھیں)

بخار کے باعث کوئی ذائقہ محسوس نہیں ہوتا تھا۔۔دل بھی عجیب سا ہو رہا تھا۔۔اس نے نظریں اٹھائیں اور نظریں سامنے بیٹھے اپنے دادا سے ملیں جن سے وہ ابھی تک نہیں ملی تھی۔۔اف یہ شرمندگی تھی یا غصہ۔۔پتہ نہیں کیا تھا۔۔وہ جھٹ سے اٹھنے لگی تھی کہ شیخو نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور وہ وہیں بیٹھ گئی۔۔آنکھ کے اشارے سے اس نے اسے کچھ سمجھانا چاہا۔۔وہ ضبط کیے وہیں بیٹھی رہی۔۔بے دلی سے تھوڑے سے چاول کھائے اور پھر چلی گئی۔۔

رات کو سونے سے پہلے اس نے دوا لینی تھی۔۔چائے بنانے نیچے آئی تو وہاں عبدالرحمن بیٹھے تھے۔۔سمیع اللہ سے شاید کوئی بات کر رہے تھے۔۔وہ چائے بنانے نیچے بیٹھی تو آواز اس کے کانوں میں پڑی

"میرے لیے بھی چائے بنایئے گا "

ایک لمحے کے لیے وہ رکی مگر بھی دودھ پتیلی میں انڈیلا۔

تقریباً پانچ سے چھے منٹ بعد وہ اٹھی اور پرچ میں مٹی کے پیالے میں ان کے لیے چائے لے آئی۔۔انھوں نے اس کی طرف دیکھا تو وہ نظریں جھکائے سنجیدہ چہرہ لیے ان کے لیے

چائے لیے سامنے کھڑی تھی۔۔انھوں نے چائے پکڑ لی۔۔وہ فوراً اوپر کی طرف بھاگ گئی۔۔

"اس کی چائے؟ "

وہ ہلکا سا مسکرا دیے۔۔

"بیٹی عبداللہ کی ہے مگر پوتی تو میری ہے نا"!

چائے کی ایک چسکی لی۔۔

چپ کر کے اوپر گئی۔آسیہ بیگم جو کہ کمرے میں پلنگ کی کمر کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھیں منہ میں کچھ پڑھ رہی تھیں ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔۔جمی بڑی تابعداری سے پلنگ پر چڑھا اور حوا کے ساتھ لیٹ گیا۔۔کچھ دیر بعد شیخو آیا

"یہ یہاں ہے۔۔مم۔۔میں اسے ڈھونڈ رہا تھا۔۔ تھا "

وہ سوچکی تھی۔۔

"آج میرے ساتھ سو جائے گی۔۔تو بھی صوفے پر لیٹ جا"اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

آج اتوار تھا اور وہ اتوار والے دن بھی اتنے بجے ہی اٹھتی تھی جتنے بجے روزانہ اٹھتی تھی مگر آج کچھ بدلا تھا۔۔وہ اکیلی ناشتہ کرتی تھی نہ کہ ڈائننگ ٹیبل پر اپنی ماں اور نانی کے ساتھ۔۔

آج وہ ان دونوں کے ساتھ بیٹھی بریڈ پر مکھن لگا رہی تھی۔۔

بیلا چائے کپ میں انڈیلنے لگ تھی مگر اس نے منع کر دیا

"جوس "

اور وہ سر ہلا کر جوس گلاس میں انڈیلنے لگی۔۔

ڈائننگ ٹیبل پر خاموشی تھی اتنی خاموشی کہ جوس انڈیلنے کی آواز بھی سنائی دی۔

"ممی"اس نے دانتوں سے ڈبل روٹی کا تھوڑا حصہ کاٹا اور اسے چبانے لگی

"مجھے یاد پڑتا ہے کہ ڈیڈی بہت کم بیمار پڑتے تھے۔۔ڈیڈی کا بلڈ پریشر لو رہتا تھا مگر وہ کبھی بھی ہائی بلڈ پریشر اور شوگر کے مریض نہیں تھے۔۔نہ انھیں کوئی اور بیماری تھی۔۔ یہاں تک کہ بخار بھی انھیں سال میں ایک دفعہ یا وہ بھی نہیں ہوتا تھا"جوس کا گلاس لبوں سے لگایا

پھر چپ رہی۔

ویل چیئر پر بیٹھی خاتون متوجہ تھی"تو؟ "

"تو یہ کہ اچانک وہ اتنے بیمار کیسے ہو گئے۔۔ پھر ڈاکٹر کے مطابق انھیں ہارٹ اٹیک بھی ہوا تھا۔۔ وہ سگریٹ نہیں پیتے تھے۔۔ کھانے پینے کا بھی خیال رکھتے تھے۔۔ انھیں کوئی پریشانی بھی نہیں تھی "

"تو؟ "

"تو یہ کہ۔۔ ڈیڈی کے جانے کے بعد وہ ڈاکٹر بھی نہیں آیا۔۔ کیا نام تھا ان کا" وہ کچھ یاد کرنے لگی۔

"آ۔۔ ڈاکٹر منان مسیح" چہرے پر ایک مسکراہٹ آئی

"رائٹ؟ "

"تم یہ باتیں مجھ سے پوچھ رہی ہو یا مجھے بتا رہی ہو؟" وہ سنجیدہ سی تھی

"جو آپ بہتر سمجھیں" شانے اچکائے

پلیٹ میں پڑا توست کا بقیہ حصہ اٹھایا، تھوڑا حصہ دانتوں سے کاٹا اور چبایا۔۔ باقی پلیٹ میں رکھا۔

"یہ کیا باتیں لے کر بیٹھ گئی لیزا تم؟" مرکزی کرسی پر بیٹھیں بوڑھی عورت مخاطب ہوئی۔

"کم آن گرینی۔۔یہ سب وہ باتیں ہیں جو ممی کو لے کر بیٹھنی چاہیئے تھیں۔۔مگر کوئی بات نہیں۔۔میں ہوں نا "

"کیا مقصد ہے ان باتوں کا۔۔میں تمھارے باپ کی ڈاکٹر نہیں تھی نہ میں کوئی افسر ہوں کہ یہ جانچتی پھروں کہ کیا ہوا اور کیوں ہوا؟" وہیل چیئر پر بیٹھ خاتون غصے سے غرائی تھی۔

"ہاں لیکن آپ ان کی بیوی تھیں "

"لیزا کیا مقصد ہے ان باتوں کا؟" بوڑھی خاتون نے پھر ٹوکا

وہ لاپرواہ سی ہو کر بیٹھ گئی۔۔جوس کا گلاس لبوں سے لگایا اور چھوٹتے ہی بولی

"کسی کا کوئی اپنا راتوں رات یوں مرا ہو جیسے میرے ڈیڈی مرے۔۔اسے نیند کیسے آسکتی ہے؟ "

وہ سنجیدہ ہوئی۔

"اوہ۔۔تو تمھیں اب ہوش آئی ہے "

وہ اٹھی اور کرسی باہر کو دھکیلی، دونوں ہاتھ ٹیبل پر رکھے اور آگے کو جھکی

"اب ہی تو ہوش آئی ہے ممی "!

کہتے ہی ذرا سا مسکرائی اور پھر باہر چلی گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہیل چیئر پر بیٹھی ہلکی سرمئی آنکھوں والی کا دل بری طرح دھڑکا تھا۔ناشتہ اب حرام ہو چکا تھا۔۔

صبح کی سیر کے لیے اب وہ عبدالرحمن کے ساتھ جاتا تھا۔ابھی بھی وہ سیر کرتے کرتے بہت دور نکل آئے تھے۔۔واپس گھر کی طرف جا رہے تھے۔۔وہ دوڑ کر ان سے بہت آگے نکل گیا اور وہ پیچھے رہ گئے۔۔اس نے سیاہ ٹریک سوٹ پہنا تھا۔۔دور سے انھیں دیکھا اور پھر واپس ان کی طرف بڑھا۔۔پھولی سانس، بکھرے بال جو کہ آگے سے ماتھے سے چپکے سے، پسینے سے شرابور وہ ان تک پہنچا اور گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکا بالکل ویسے جیسے رجوع میں جھکتے ہیں۔۔

"دادا۔۔اگر آپ اسی طرح چلتے رہے نا تو شام کو گھر پہنچیں گے"

اب وہ سیدھا ہوا اور ان کے ساتھ چلنے لگا۔۔وہ کہیں اور تھے۔۔شاید کچھ سوچ رہے تھے

"کیا سوچ رہے ہیں؟"

"تم کب جا رہے ہو؟"

"یہی کوئی دو چار دن رہ گئے ہیں"

وہ مسکرائے تھے۔ کنپٹی سے بال سرمئی ہو گئے تھے۔

"تیاری ہو گئی مکمل؟ "

"ہوں۔۔ایک دو چیزیں رہ گئی ہیں "

"اچھا "

پھر ایک خاموشی۔

اس نے ٹریک سوٹ کی جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈال لیے اور ارد گرد دیکھنے لگا

"لگتا ہے کچھ گہرا سوچ رہے ہیں۔۔" پھر ان کے کان کے قریب ہو کر بولا "مجھے بھی نہیں بتائیں گے؟ "

وہ ہنس دیے۔وہ بہت کم ہنستے تھے۔

"میں سوچ رہا ہوں آنکھیں اس کی عبداللہ جیسی ہیں مگر غصہ میرے جیسے "

"اوہ۔۔تو مطلب میری جگہ کوئی اور لے رہا ہے۔۔آپ صرف میرے بارے میں سوچ سکتے ہیں۔۔میں آپ کو اس بات کی اجازت نہیں دوں گا کہ آپ میرے علاوہ کسی اور کو سوچیں" وہ تحکمانہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

"زبردستی ہے؟" ابرو اٹھایا

"ہاں۔۔میں بہت حساس لڑکا ہوں۔۔آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کر سکتے "

"میں ایسا کر چکا ہوں "

وہ مسکرا دیا۔

اپنا بازو ان کے کندھے کے گرد یوں حمائل کیا جیسے بڑے جگری دوست ہوں

"جو بات مجھے بیس سالوں میں پتہ چلی۔۔وہ آپ کو بیس منٹ میں کیسے پتہ چل گئی؟ "

"تمھارے باپ کا باپ ہوں میں۔۔تم مجھے ہلکا لے رہے ہو"

بولے تو انداز فوجیوں والا تھا۔

"اف۔۔آپ کا فوجی بھرم "

گردن موڑ کر اسے دیکھا اور کندھا جھٹک دیا۔۔اس کا بازو پہلو میں گرا۔۔

اس نے کندھے اچکائے۔۔

"اس کے بھائی کا صبر اپنے باپ جیسا ہے۔۔آپ اسے لاکھ برا بھی کہہ لیں نا وہ تب تک نہیں بولے گا جب تک اسے بولنا نہیں ہو گا اور۔۔وہ خود۔۔ایک بار وہ کسی کو برا سمجھ لے نا آپ اسے لاکھ اچھا بھی کہہ لیں۔۔اس کے دل کو نہیں بدل سکتے "

"میں دیکھ رہا ہوں۔۔اپنے ہمسایوں کا بڑا خیال رکھا ہے تم نے "اوپر سے لے کر نیچے تک دیکھا اسے۔

"ایسے تو نہ دیکھیں۔۔پوتا ہوں آپ کا۔۔مجھے بھی بڑا پتہ ہوتا ہے "مسکراتے ہوئے فخریہ انداز میں بولا تھا۔

"چلو۔۔بھاگو۔۔فوج میں تم جیسے کاہلوں کی جگہ نہیں "!

تحکمانہ انداز تھا۔

"راجر سر!"ایک سیلوٹ پیش کیا اور بھاگ گیا۔۔

صبح کے نو بج چکے تھے مگر ابھی تک وہ آسیہ کے کمرے میں سوئی پڑی تھی۔بخار ویسے کا ویسا تھا۔رات میں اس نے دوا نہیں لی تھی۔۔اس وقت اس کے کمرے میں کوئی نہیں تھا۔۔وہ چپکے سے آئی اور اس کے کمرے کی اندر سے چٹکی چڑھائی اور دھڑکتے دل کے ساتھ اس کی الماری کی جانب بڑھی۔۔الماری کا دروازہ کھولا اور اندر سے کتابیں نکالیں۔۔زمین پر رکھیں اور خود بھی نیچے بیٹھ گئی۔۔جلدی جلدی کتابیں چھان رہی تھی۔۔

"کہاں رکھا تھا اس دن؟ "

لیکن اسے خط نہ ملا۔ باہر سے شیخو کی آواز آئی۔ آسیہ بیگم اسے حوا کی طبیعت کا بتا رہی تھیں۔۔

اس کا دل زور سے دھڑکا، جلدی سے کتابیں اندر رکھیں اور خود بیڈ کے نیچے چھپ گئی۔۔ آوازیں آنا بند ہوئیں تو آہستہ سے اس نے چٹکی اتاری اور باہر نکل آئی۔ تیز تیز قدموں سے نیچے ہو لی۔۔

اسے کچھ نہیں ملا تھا۔۔ خط کہاں گیا؟

"پھینک دیا یا جلا دیا ہو گا۔۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کہیں اور چھپایا ہو "

وہ چارپائی پر بیٹھی ٹانگیں ہلا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد حوا نیچے آئی۔ گال لال ہوئے تھے اور آنکھیں ہلکی ہلکی سرخ، اس کے ساتھ والی چارپائی پر بیٹھ گئی۔ بی جان اس کے پاس آئیں اور اس کے ماتھے کو چھوا

"آئے ہائے حوا۔۔ آگ لگی ہے تیرے اندر تو۔۔ ناشتہ کر پھر میں تیری گیلی پٹیاں کرتی ہوں "

سر کل کی طرح آج بھی درد کر رہا تھا اور آنکھیں بھاری ہو رہی تھیں۔۔

بی اماں اس کے لیے چائے بنا رہی تھیں۔۔وہ سینے سے ٹانگیں لگائے سر گھٹنوں پر جھکائے بیٹھی تھی۔

ثمر اس کے قریب آ بیٹھی

"آگ تو اس نے ہر طرف لگا رکھی ہے۔۔میسنی کہیں کی۔۔ہوں "!

بی اماں چائے لے آئیں۔ساتھ دو رس بھی تھے۔اس نے چہرہ اٹھایا تو وہ ساتھ ہی بیٹھی تھی۔اس نے نظر انداز کیا اور رس چائے میں ڈبویا۔

"تمھیں نیند کیسے آجاتی ہے؟ "

اس نے نظر انداز کیا۔

"تم نے اس خط کا کیا جواب دیا عباس کو؟ "

اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

بی جان برتن سمیٹتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھیں۔

"اب تو حماد بھی تمھارے جواب کے لیے مرے جا رہا ہے۔۔ایسا کیا ہے تم میں؟ "

وہ خاموش رہی۔البتہ دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ہاتھوں پر پسینہ آیا ہوا تھا۔سر چکرا رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے چائے کا ایک گھونٹ بھرا

"کچھ بولتی کیوں نہیں ہو۔۔ کتنی ڈھیٹ ہو تم ابھی بھی۔۔ "

اس نے اس کی بات کاٹی

"یعنی اب تم چاہتی ہو میں کھانا نہ کھاؤں" بلند آواز میں بولی

بی جان نے منہ بسورا اور دل ہی دل میں ثمر کو کوسا

"ثمر۔۔ تیری ماں بلا رہی ہے۔۔ جا اندر "

اور اسے اندر بھیج دیا

"تم سے میں نے اس بے عزتی کا بدلہ نہ لیا نا تو میرا نام بھی ثمر نہیں۔۔ ہوں "

کمرے میں کھڑکی سے اسے دیکھتے ہوئے وہ بڑبڑائی۔

مغرب کے بعد اور عشاء سے پہلے کا وقت تھا۔۔ موسم اس وقت تک نارمل ہو جاتا تھا ورنہ دن میں کافی گرمی ہوتی تھی۔۔ اسے بخار تھا اور دل بھی عجیب ہو رہا تھا۔۔ وہ دیوار کے کنارے کھڑی تھی۔۔ جمی اس کے آس پاس ہی پھر رہا تھا۔۔ کبھی ادھر کبھی ادھر۔۔ گہرے جامنی آسمان پر چاند کا نشان نمودار تھا یعنی ابھی تھوڑی دیر تک چاند نکل آئے گا۔۔ وہ دیوار پر

بازو پھیلائے اوپر اپنی تھوڑی جمائے کھڑی تھی۔۔گھر کی پچھلی طرف ویران جگہ کو گھور رہی تھی۔۔

کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔وہ چونک کر پیچھے مڑی۔وہاں کوئی کھڑا تھا جسے وہ پہچان چکی تھی۔۔

"آپ؟ "

اس سے پہلے کہ کچھ اور بولتی وہ سپاٹ لہجے میں بولا

"مجھے تم سے بات کرنی ہے"

پھر اسے کچھ بولنے سے پہلے ہی بول اٹھا

"میں دیکھ چکا ہوں۔۔شیخو گھر پر نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اوپر آئے گا۔۔آئے گا تو میں دیکھ لوں گا "

اسے اس کا لہجہ عجیب لگا تھا۔۔اسے کچھ برا لگا تھا۔۔وہ ایسا تو نہیں تھا۔۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا؟ "

"آپ سے تم؟"اس کا دل بہت بری طرح دھڑکا تھا۔

"جواب دو۔۔"ذرا سا اونچا بولا۔

جمی حوا کے پاؤں کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

"میں۔۔آپ۔۔"ماتھے پر چند قطرے نمودار ہوئے۔مٹھیاں بھینچ لیں۔سارے الفاظ کہیں کھو گئے تھے۔

وہ طنزیہ ہنسا تھا"کاش!لوگ جیسے ہوتے ہیں وہ ویسے دکھتے بھی ہوتے۔۔تم کسی اور کو پسند کرتی تھی۔۔مجھے نہیں بتایا تم نے۔۔ایک بار کچھ بولا تو ہوتا۔۔کچھ تو کہا ہوتا "

اس کا دماغ بھک سے اڑا

"میں کسی اور کو پسند کرتی ہوں؟"وہ بڑبڑائی تھی۔

"جواب دو۔۔کچھ تو بولو "

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے"اس کی آواز کانپی تھی

اس کے سر کا درد بڑھا۔پیٹ میں مروڑ اٹھے

"ہاں؟۔۔مجھے۔۔غلط فہمی۔۔تو بتاؤ پھر۔۔عباس کون ہے؟ "

زمین ہلی تھی یا زلزلہ آیا تھا۔۔اس کا سر چکرایا۔۔رنگ سفید پڑنے لگا

"آپ کو پتہ بھی ہے آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ "

وہ صدمے سے بولی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ارے تم ایک بار بول دیتی۔۔میں خود ہی پیچھے ہٹ جاتا۔۔مگر تمھیں تو عادت ہے نا۔۔سب تمھارے طواف میں رہیں "

"ہاں؟۔۔میں۔۔"اسے لگ رہا تھا یہ خواب ہے۔۔کوئی برا خواب۔بری حقیقت کی بری بات یہی ہوتی ہے کہ انسان اسے پہلے خواب سمجھتا ہے اور جب آنکھ کھلتی ہے تو سب کچھ الٹ چکا ہوتا ہے۔

"میں نے۔۔میں نے تم سے محبت کی تھی۔۔تمھیں چاہا تھا۔۔میرے دل نے تمھیں اپنا کہا تھا۔۔تم نے میرا دل توڑا ہے۔۔تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا ہے۔۔میں۔۔میں کیسے آزاد کروں خود کو تم سے۔۔تم آسیب ہو یا کوئی بلا۔۔لاکھ برا کہتا ہوں تمھیں لاکھ دلیلیں تمھارے خلاف لایا ہوں۔۔میرا دل تمھیں نہیں بھولنا چاہتا۔۔میں کیا کروں؟تم نے میرے ساتھ بہت برا کیا ہے۔۔تم نے میرا دل توڑا ہے۔۔میں تمھیں کبھی معاف نہیں کروں گا"سرخ انگارہ آنکھیں لیے وہ غرا رہا تھا۔۔

اس کی نم آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔۔میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔۔ "

مگر وہ"نہ"میں گردن ہلاتا رہا۔

"اللہ کا واسطہ ہے آپ میری بات تو سنیں۔۔میں نے صرف آپ کے بارے میں سوچا ہے۔۔صرف آپ کو چاہا ہے۔۔مجھے نہیں معلوم میں آپ کو کیسے بتاؤں مگر میں ایسی لڑکی نہیں ہوں جیسا آپ مجھے سمجھ رہے ہیں "

"تمھیں کیا پتہ ہو چاہنا کیا ہوتا ہے۔۔تم نے میرا دل توڑا ہے اور۔۔میں جا رہا ہوں۔۔ میں کبھی واپس نہیں آؤں گا۔۔تم۔۔تم بہت بری ہو حوا "

اور یہ کہتے ہی وہ واپس مڑا اور تیز تیز قدموں سے نیچے اترا۔۔وہ اس کے پیچھے بھاگی تھی مگر وہ بہت آگے نکل گیا تھا۔۔

"میری بات تو سنیں "

وہ دبا دبا سا چلائی تھی۔۔

"میں بری نہیں ہوں" وہ وہیں زمین پر بیٹھی رو رہی تھی۔۔دبی دبی سسکیاں، گرم گرم آنسو

"میں نے صرف آپ کو چاہا ہے۔۔میں آسیب نہیں ہوں۔۔میری بات سنیں" وہ روتی گئی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جمی اس کے پاس بیٹھا مغموم آواز میں میاؤں میاؤں کرتا رہا جیسے اسے بھی اپنی مالکن کا بڑا دکھ ہے

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب اس کی آنکھ کھلی۔۔ شیخو اس کے بیڈ کے پاس کرسی پر بیٹھا تھا اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے۔۔ آگے کو جھکا بیڈ پر سر رکھے جیسے بیٹھا بیٹھا سو گیا ہو گیا ہو۔۔ زبان خشک تھی، ہونٹ سوکھ چکے تھے۔ اس نے تھوک نگلا اور اٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کی۔ اس کے ہلنے سے وہ اٹھ گیا۔۔

"پانی "

اس نے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا۔ اس کے ساتھ بیٹھ گیا

گلاس اس کے لبوں سے لگایا۔ وہ پی چکی تو "بس" کہہ کر اس کے کندھے سے سر لگا لیا۔

آسیہ اس وقت کمرے میں نہیں تھیں۔

وہ شیخو کے ساتھ بالکل ایسے بیٹھی تھی جیسے عبداللہ کے ساتھ بیٹھتی تھی۔ اس کے گرم گرم ہاتھ شیخو کے ہاتھ پر تھے۔۔ سر پھر سے گھوم رہا تھا۔۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔ یاد کرنے کی کوشش کی کہ یہاں کیسے آئی؟

وہ چھت پر تھی۔۔ پھر حماد آیا۔۔ وہ چھت پر بیٹھی رو رہی تھی۔۔ پھر؟ آگے کیا ہوا؟

"شیخو۔۔میں کوئی خواب دیکھ رہی تھی؟ "

وہ ابھی بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ اس نے ایک ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔

"تت۔۔تم چھت پر تت۔۔تھیں۔۔کھانے کے لیے مم۔۔میں تمھیں بب۔۔بلانے گیا تھا۔۔تم۔۔مم بے ہوش پڑی تھیں "

اسے یاد آیا۔۔سوتی جاگتی کیفیت میں کوئی اس کی گیلی پٹیاں کر رہا تھا۔۔شاید آسیہ یا کوئی اور۔۔

اس کا دل پھر سے گھبرایا۔اس نے اس کا بازو زور سے پکڑ لیا۔

اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا

"جج۔۔جگنو۔۔ "

"تت۔۔تم ٹھیک ہو؟ "

اسے اپنا بازو گیلا گیلا محسوس ہوا۔

شیخو "وہ رو رہی تھی۔

"شیخو۔۔میں ایک بری لڑکی ہوں "

اسے یقین آیا۔وہ ایک حقیقت تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ گھبرا گیا۔اسے کچھ سمجھ نہیں آیا

"کک۔۔کیا؟ "

"میں ایک بری لڑکی ہوں۔۔میں بہت بری ہوں۔۔میں نے دل توڑا ہے"اور سسکیاں لے کر رونے لگی۔

وہ اس کے سامنے آکر بیٹھ گیا اور اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے

"کک۔۔کیا ہوا ہے۔۔کک۔۔کسی نے کچھ کک۔۔۔کہا ہے؟ "

بالوں کی لٹیں چہرے کے گرد جھول رہی تھیں۔۔اس کی آنکھیں گلابی ہوئی تھیں اور آنکھوں کے پپوٹے سوجے ہوئے تھے جیسے وہ پہلے بھی روئی تھی۔۔

وہ کچھ بول نہیں پا رہی تھی۔۔اس نے آگے بڑھ کر اسے پھر پانی پلایا۔۔

بی جان آگئی تھیں۔۔

"ارے اٹھ گیا میرا بچہ۔۔کیا ہوا؟ "

وہ اس کے قریب آکھڑی ہوئیں

"کیوں رو رہی ہے؟"انھوں نے اسے اپنے ساتھ لگایا

شیخو بھی پریشان سا بیٹھا تھا۔رات کے ساڑھے بارہ کا وقت تھا۔۔

"کیسی پھول سی بچی تھی ہماری۔۔دنوں دنوں میں مرجھا گئی "

انھیں لگا شاید اسے اپنے باپ کی یاد آرہی ہے مگر بات یاد سے آگے بڑھ چکی تھی۔۔

اللہ اللہ کر کے چپ ہوئی تو دودھ کے ساتھ رس کھائے۔۔بمشکل ایک رس لے کر اس نے دوالی۔۔

کاش دل کے درد کی بھی کوئی دوا ہوتی۔۔سارے مسئلے اسی دل کے تو ہوتے ہیں۔

حکیم نے نیند کی دوا بھی دی تھی۔چند لمحوں بعد وہ سو رہی تھی۔۔اسے سب سے زیادہ نیند کی ضروت تھی۔۔

کبھی کبھی نیند بھی کتنی بڑی نعمت لگتی ہے نا!

صبح جس وقت اس کی آنکھ کھلی گیارہ بج رہے تھے۔۔اس کا سر بھاری ہو رہا تھا اور بخار بھی ویسا ہی تھا۔۔سانسیں گرم اور طبیعت بوجھل سی تھی۔۔

"امی۔۔"اس نے انھیں پکارا مگر وہ نہیں تھیں۔بمشکل اٹھی اور جوتا پہن کر اچھے سے دوپٹہ اوڑھ کر کمرے سے باہر آئی۔۔سیڑھیاں اتری اور دائیں جانب گردن گھمائی۔۔اسے حماد نظر آیا۔۔اس نے نظر ہٹانا چاہی مگر نہ ہٹا پائی۔۔اس نے اسے دیکھ لیا۔۔اس کی آنکھوں میں ایک زخمی سا تاثر تھا۔۔کبھی وہ اسے مسکرا کر دیکھتا تھا تو سب اچھا لگنے لگتا تھا اور اب یہ

وقت ہے۔۔اسے سب برا لگا تھا۔۔وہ اپنے نیچے آنے پر پچھتائی تھی۔۔ شیخو باہر کے دروازے سے اندر داخل ہو رہا تھا۔اس کے ہاتھ میں شاپر تھے جن میں پھل تھے، سیب کیلے ۔۔۔اسے دیکھ کر اس کی طرف بڑھا

"ارے۔۔تت۔۔ تمم۔۔نیچے کیوں آئیں۔۔او۔۔وپر چلو" اس کا ہاتھ پکڑ کر وہ اسے اوپر لے کر چلا گیا۔

"امی کہاں ہیں؟ "

"اوو۔۔وپر گئی ہیں۔۔ سٹور سے چچ۔۔چادریں لینے "

اور وہ اسے لیے کمرے میں آ گیا۔

آسیہ سیدھا کمرے میں آئیں اور اس کے ساتھ بیٹھ گئیں۔

اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا

"ابھی بھی ویسے ہی ہے "

سامنے شیخو کھڑا تھا۔

"شیخو جا۔۔نیچے سے چھوٹے ٹب میں پانی بھر کر لا۔۔ تھوڑی دیر اس میں پاؤں رکھے گی تو شاید کچھ کم ہو جائے "

اپنی طرف سے وہ کوئی ترکیب آزمانے لگی تھیں مگر وہ ابھی بھی تخیل میں وہیں سیڑھیوں پر کھڑی اس کو دیکھ رہی تھی۔۔

ایسا کیا ہوا کہ وہ اتنا بدل گیا؟

"تم لوگ جا رہے ہو؟ "

دعا اپنے کپڑے تہہ کر کے بیگ میں رکھ رہی تھی جب اپنے بستر پر چوکڑی مار کر بیٹھی ثمر نے اس سے پوچھا۔۔

"ہوں "

ایک سوٹ اس نے بیگ میں رکھا۔

"کیوں۔۔ تھوڑے دن اور رک جاتے" وہ جیسے محظوظ ہو رہی تھی

"ہوں۔۔ میرا بھی یہی دل تھا مگر بھائی کو پتہ نہیں کیا ہو گیا ہے۔۔ ضد لگا کر بیٹھے ہیں کہ بس چلتے ہیں۔۔ شادی کے لیے آئے تھے شادی ہو گئی "

اس نے بیگ کی زپ بند کی اور نیچے سے اپنے جوتے نکالے۔

"کیوں۔۔ کچھ ہوا ہے کیا؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پتہ نہیں۔۔ کہہ رہے ہیں کہ ان کا کوئی ٹیسٹ ہے۔۔ایک دو دن تک۔۔وہ دینا ہے۔۔ اس کی تیاری کرنی ہے"اس نے اتنی وضاحت دی جتنی اس کو معلوم تھی

"اوہ اچھا "

اس نے جوتے صاف کر کے ایک شاپر میں رکھے۔

"اور۔۔وہ جو تم حوا کا کہہ رہی تھی۔۔بات کی اپنی امی سے؟ "

"نہیں۔۔میں نے کہاں کرنی تھی۔۔بھائی نے ہی کہا تھا امی کو۔۔پھر منع کر دیا "

"کیوں؟ "

"پتہ نہیں۔۔کوئی وجہ نہیں بتائی۔۔بس ایسے ہی"دعا نے شانے اچکائے

اور وہ باہر چلی گئی۔اپنی ایک لٹ اس نے انگلی کے گرد گھماتے ہوئے سوچ رہی تھی

"واہ بھئی۔۔سب ویسا ہی ہوا ہے جیسا میں نے ترتیب دیا تھا۔۔مطلب حماد واقعی عام لڑکوں کی طرح کانوں کا کچا نکلا۔۔حوا بی بی۔۔چچ چچ۔۔بہت برا ہوا تمھارے ساتھ تو۔۔ لیکن خیر تمھاری اتنی قسمت نہیں ہے ابھی کہ تم ایک شاندار پڑھے لکھے مرد کے ساتھ اپنا گھر بناؤ۔۔ابھی تو تمھیں بہت کچھ اور دیکھنا ہے۔۔میری بے عزتی کی تھی نا تم نے۔۔ بچپن

سے لے کر آج تک تمھیں ہر وہ چیز ملی جس سے مجھے محروم رکھا گیا۔۔بس اب۔۔ ثمر بھی بڑی سمجھدار ہے "

منظر بدلا،لوگ بدلے۔۔

وہ ایک دن پیچھے چلی گئی جب ثمر حوا کے کمرے کی تلاشی لے کر نیچے آئی تھی۔۔بہت سوچنے کے بعد اس نے یہ قدم اٹھایا۔۔

تقریباً دو بجے کا وقت تھا۔۔جب حماد کمرے میں کرسی پر بیٹھا کوئی اخبار پڑھ رہا تھا۔۔وہ کمرے میں آئی اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھی

"کیسے ہیں آپ؟ "

اس نے چہرے کے آگے سے اخبار ہٹایا

"اچھا ہوں "

"وہ تو آپ ہمیشہ سے تھے "ٹانگ پر ٹانگ جمائے تھوڑی تلے مٹھی رکھے وہ اسے دیکھ رہی تھی

وہ بس ہلکا سا مسکرایا۔

"مجھے کہیں سے پتہ چلا ہے کہ آپ کسی کو پسند کرتے ہیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ فوراً متوجہ ہوا۔

"کہاں سے پتہ چلا؟ "

"وہ چھوڑیں۔۔پہلے یہ بتائیں اس نے کیا کہا؟ "

ایک سانس خارج کی

"وہ خاموش ہے۔۔شاید مجھے بھی پسند کرتی ہو کیونکہ شاید لڑکی کی خاموشی کا مطلب ہاں ہوتا ہے "

وہ سیدھی ہو کر بیٹھی

"نہ بھی تو ہو سکتا ہے "

وہ کچھ الجھا

"مطلب؟ "

"مطلب۔۔کیا پتہ وہ کسی اور کو پسند کرتی ہو" وہ مسکرا رہی تھی

وہ بمشکل مسکرایا "ایسا ہوتا تو وہ مجھے بتا دیتی۔۔وہ ایسی نہیں ہے "

وہ بھی مسکرائی

"آپ کو آئے سترہ دن نہیں ہوئے اور میں سترہ سال سے اس کے ساتھ رہ رہی ہوں "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم کہنا کیا چاہ رہی ہو" اس نے اخبار تہہ کر دیا

"وہ آپ کو کبھی جواب نہیں دے گی۔۔خاموش ہی رہے گی "

"کیوں؟ "

"کیونکہ اسے عادت ہے اس سب کی "

اس کا دل برا ہوا۔"تم اس کے بارے میں ایسا نہیں کہہ سکتی "

"میں کون ہوتی ہوں اسے برا کہنے والی۔۔اس نے آپ کو نہیں بتایا؟ "

"کیا؟ "

"چلیں میں بتاتی ہوں "

وہ سنجیدہ سا ہو کر بیٹھ گیا۔

"چچا عبداللہ کا ایک بہت اچھا شاگرد ہے۔۔کوئی بھی کام ہو چچا سے کہیں وہ چاند پر بھی ہو نا۔۔فوراً کر کے دیتا ہے۔۔اس دن آپ کو یاد ہو گا ایک لڑکا آیا تھا۔۔ہلکی شیو والا وہ جو حوا کو کتابیں دے رہا تھا اور وہ اس سے بڑی باتیں کر رہی تھیں "

)ثمر نے اس دن دیکھ لیا تھا کہ حماد انھیں دیکھ رہا تھا(

اسے یاد آیا "ہاں، یاد آ گیا۔۔وہ جب ہم پھول لگا رہے تھے تب آیا تھا "

(ارے واہ اس کی یادداشت تو مجھ سے بھی اچھی ہے، خیر) وہ صرف سوچ سکی

"جی وہی۔۔ حوا اس کو پسند کرتی ہے"

اس کی اوپر کی سانس اوپر، نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔

"یہ کیا بکواس ہے۔۔ میں نہیں مانتا۔۔ تم جھوٹ بول رہی ہو" وہ روہانسا ہو گیا

"کیا ہو گیا آپ کو۔۔ میں کیوں جھوٹ بولوں گی۔۔ میں تو آپ کو بتا رہی ہوں کہ پیچھے ہٹ جائیں.. وہ ایسی ہی ہے "

"میں۔۔ میں نہیں مانتا" وہ ثمر سے انکاری تھا

"مجھے پتہ تھا۔۔ آپ ایک اچھے لڑکے ہیں۔۔ شریف گھرانے کے پڑھے لکھے۔۔ دراصل وہ دونوں ایک دوسرے کو خط بھی لکھتے ہیں اور اسی طرح کتابوں کے بہانے کبھی کسی اور بہانے وہ خط دینے آتا ہے حوا کو۔۔ میرے پاس ایک خط ہے اس کا۔۔ شروع شروع میں لکھا تھا اس نے۔۔ تب سے ان کے درمیان یہ سب ہوا"

اسے یقین نہیں آیا تھا۔۔ اس کا دل ٹوٹ گیا تھا۔۔

"آپ رکیں۔۔ میں خط لاتی ہوں "

اور وہ وہاں سے چلی گئی۔

وہ وہاں بے چین سا بیٹھا رہا۔۔ بار بار تخیل میں اس کا معصوم چہرہ نظر آتا۔۔

وہ جب آئی تو ہاتھ میں ایک لفافہ تھا جو اس نے اس کو دیا۔۔

")اسے کیا لگتا تھا کہ خط پھاڑ دے گی یا پھینک دے گی تو بچ جائے گی۔۔ نہیں حوابی بی۔۔ میں نے وہ خط پڑھا تھا۔۔ تھوڑی ہی سہی اردو اچھی ہے میری۔۔ بالکل عباس کے خط کی کاپی لکھی ہے میں نے "اس نے صرف سوچا تھا(

اس نے جلدی سے پکڑا، لفافہ کھول کر کاغذ نکال کر پڑھا۔۔ ابھی آدھا بھی نہیں پڑھا ہو گا کہ اس نے وہ کاغذ مروڑ کر زمین پر دے مارا۔۔ ثمر نے وہ پکڑ لیا اور تہہ کر کے لفافے میں ڈال دیا۔۔

"دیکھیں۔۔ تحمل رکھیں "

ماتھے پر پسینہ نمودار ہوا اور دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔۔ اس کا دل کر رہا تھا سب تہس نہس کر دے

"یہ ہمارے ہمسائے ہیں نا۔۔ تایا ظفر۔۔ ان کے گھر بھی حوا کا بڑا آنا جانا تھا۔۔ اپنے بیٹے کے لیے رشتہ لے کر آئی تھیں سمیرا تائی۔۔ مگر حوابی بی نے منع کر دیا۔۔ اب بھلا آپ خود دیکھیں ابراہیم جیسا لڑکا۔۔ لاکھوں میں ایک۔۔ اسے منع کر دیا۔۔ کوئی بھی دوسری لڑکی

ہوتی تو کبھی منع نہ کرتی مگر یہ تو حوا ہے۔۔وہ آپ کو کبھی جواب نہیں دے گی۔۔لکھوالیں مجھ سے۔۔وہ آپ کو چاہتی ہی نہیں ہے "

اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ کسی کی سچی چاہت کو اپنے قدموں تلے روند رہی ہے۔۔کسی کے پاک کردار کو اپنے ناپاک ارادوں کی بھینٹ چڑھا رہی ہے۔۔

اس کا دل زخمی ہوا تھا۔۔خون رسنے لگا تھا جو اس کی سرخ ہوتی آنکھوں سے واضح تھا۔۔

جبڑے بھینچ گئے، کنپٹی کی رگیں واضح ہوئیں

کمرے میں خالدہ تائی آئیں اور اسے پکارا

"ثمر۔۔کل میں نے تجھے کچھ پیسے دیے تھے۔۔لادے مجھے "

اور آج وہ بہت خوش تھی۔فوراً اٹھی

"جی امی"!

رات کے وقت وہ برآمدے میں بیٹھی تھی۔بی جان اسے نیچے لے کر آئی تھیں۔حماد اور دعا وغیرہ چلے گئے تھے۔زخم دینے والا اگر آنکھوں کے سامنے رہے تو زخم دکھتا رہتا ہے لیکن اگر وہ آنکھوں سے دور ہو تب بھی زخم تو دکھتا ہے مگر تکلیف کا احساس ذرا کم ہوتا ہے۔

اس کی زندگی کے خوبصورت دن تھے جو گزر گئے۔۔۔وہ تخت پوش کو دیکھ کر اس دن والا

واقعہ سوچ رہی تھی جب حماد نے اسے پین دیا تھا۔اب جب بھی وہ پین دیکھے گی اسے مزید تکلیف ہو گی۔۔

بی جان بتا رہی تھیں کہ جب وہ دوپہر میں سوئی تھی تب سکینہ آئی تھی اس سے ملنے۔۔ مگر اسے سوتا دیکھ کر چلی گئی۔۔

عبدالرحمن اس وقت ان کے گھر میں تھے۔۔وہ اس کے پاس خالی کرسی پر آ بیٹھے۔۔

"آج پھر میرا دل کر رہا ہے چائے پیوں۔۔ مگر چائے بنانے والا بیمار ہے "

اس نے ایک نظر انھیں دیکھا پھر سامنے دیکھنے لگی۔وہ ذرا سا آگے کو جھکے

"کیا میں آپ کے لیے چائے بنا سکتا ہوں؟ "

وہ پھر بھی خاموش رہی۔اس نے اپنے گرد چادر لپیٹی تھی۔بھورے بالوں کی لٹیں چہرے کے گرد ویسے ہی جھول رہی تھیں۔۔وہ پہلے سے زیادہ کمزور ہو چکی تھی۔

"پتہ ہے ایک بار عبداللہ چھوٹا ہوتا تھا۔۔ جتنی آپ ہیں اس سے بھی چھوٹا۔۔وہ ضد نہیں کرتا تھا مگر جب وہ بیمار ہوتا تھا۔۔آپ کے جیسا لگتا تھا۔۔ بالکل چوزے کی طرح۔۔کمزور سا اور چڑچڑا ہو جاتا تھا۔۔آپ تو بولتی ہی نہیں ہیں وہ تو آسمان سر پر اٹھا لیتا تھا، خیر! وہ بیمار پڑا تو کسی دوا کا اثر نہ ہوا۔۔وہاں ایک حکیم ہوا کرتا تھا۔۔اس کی بیٹی تھی۔۔ حکیم میرا دوست تھا

میں جب عبداللہ کو اس کے پاس لے کر گیا تو اس نے عبداللہ کو دوا دی۔۔اس کی بیٹی نے میرے بیٹے کو دیکھا تو کہنے لگی۔۔فوجی! تمھارا بیٹا بڑا پیارا ہے اور پیارے لوگوں پر اکثر سایہ ہو جاتا ہے۔۔دو دن کے اندر یہ ٹھیک نہ ہوا تو اسے چڑیلوں کے حوالے کر آنا۔۔تمھارا باپ ویسے ٹھیک ہوتا نہ ہوتا چڑیلوں کے ڈر سے ٹھیک ہو گیا۔۔میں سوچ رہا ہوں آپ پر بھی تو کوئی سایہ نہیں؟ "

وہ سوچتے ہوئے اسے دیکھ رہے تھے۔وہ بس سانس لے رہی تھی۔پتھر کے مجسمے میں کوئی حرکت نہ ہوئی۔۔

بی جان دو پیالیاں چائے لے آئیں۔۔

"آج کی چائے میری پوتی کے نام "!

اور چائے کی چسکی لی۔

ساتھ والے گھر بھی اس وقت خاموشی تھی۔۔سمیرا سو چکی تھیں اور ان دونوں کی باتیں ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھیں۔

"وہاں کیا کیا ہو گا؟ "

دیوار کے ساتھ کھڑے لڑکے سے اس کی بہن نے پوچھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میرے جیسے ہی انسان ہوں گے۔۔چڑیا گھر تو میں جا نہیں رہا "

اس نے منہ بسورا

"آپ کا کیا بھروسہ "

"کیا۔۔کیا کہا ہے تم نے "وہ اسے گھور رہا تھا

وہ ہنس دی۔

"کچھ نہیں "

بس ارد گرد کھیتوں پر نظر پڑی

"تمھاری سہیلی کیسی ہے؟ "

"کمزور ہو گئی ہے پہلے سے۔۔پتہ نہیں کیا کرتی رہتی ہے۔۔جب جاتی ہوں سوئی ہوتی ہے۔۔شاید دوائیوں کا اثر ہے"

"ہوں۔۔ہو جائے گی ٹھیک "

"آپ مجھے ایک بات بتائیں۔۔کوئی بھی بات ہو آپ مجھے اندر گھسیٹ دیتے ہیں۔۔میں اس کی چوکیدار نہیں ہوں "

اس نے اپنی بہن کو دیکھا

"ہاں لیکن تم دادی اماں ہو نا۔۔اس لیے" وہ اسے چھیڑ رہا تھا

وہ بس مسکرا کر رہ گئی

کل اس نے چلے جانا تھا۔۔ایک عجیب سی چاہ تھی اس میں... کہ جو کتاب شروع کی تھی وہ ختم کر لے، کہانی کا انجام پڑھ لے۔۔یہ کتاب اس نے بہت دیر پہلے شروع کی تھی مگر پھر بیچ میں چھوڑ دی۔۔اب وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس کو ساتھ لے کر پی ایم اے جائے۔۔آج موسم اچھا تھا۔۔ہلکے ہلکے بادل تھے اور ہوا بھی چل رہی تھی۔۔اس نے کتاب نکالی، کھول کر دیکھا آخری بار کہاں پر تھا۔۔"بس آدھے گھنٹے میں وہ یہ کتاب ختم کر لے گا" اور اوپر آ گیا۔۔چھوٹی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔یہ وہی دیوار تھی جو دونوں گھروں میں مشترک تھی۔۔

ابھی اس نے آدھا صفحہ ہی پڑھا تھا کہ کسی کے نم سانس اندر کھینچنے کی آواز آئی۔۔کسی کی دبی دبی سسکیاں تھیں۔۔اس نے ادھر اُدھر دیکھا مگر کوئی نہیں تھا۔۔دو منٹ لگے اور اسے سمجھ آ گیا یہ کون ہے اور کہاں ہے؟

وہ آرام سے اٹھا اور دبے پاؤں سیڑھیاں اترتے کمرے میں گیا جہاں سکینہ بڑے مزے سے فریم ہاتھ میں لیے کڑھائی کر رہی تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دادی اماں اٹھو "

وہ زمین پر بیٹھی تھی اس نے اس کا فریم ہاتھ سے کھینچ لیا۔ سوئی دھاگہ ہاتھ میں رہ گیا۔۔

"کیا ہوا۔۔ میں ابھی مصروف ہوں "

"تمھاری سہیلی اوپر رو رہی ہے۔۔ جاؤ پوچھو اسے کیا ہوا ہے "

"ہیں۔۔ یہ کب ہوا؟" وہ خود حیران تھی

وہ جھکا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اٹھانے لگا

"جاؤنا۔۔ پوچھو تو سہی۔۔ اتنا زیادہ رو رہی ہے وہ۔۔ پوچھ کر آؤ کیا وجہ ہے "

وہ کھڑی ہوئی

"اچھا۔۔ میں وجہ پوچھ کر آتی ہوں۔۔ پھر آپ کو ساتھ لے جاؤں گی۔۔ دونوں مل کر اسے چپ کرائیں گے "

بڑے مزے سے اس نے مشورہ دیا۔

"زیادہ سیانی نہ بنو۔۔ چلو جاؤ "

اس کا فریم بیڈ پر پھینکا۔

اس نے سوئی صوفے کے بازو میں کھبا دی۔

"ایک شرط پر جاؤں گی "

سینے پر بازو باندھے بڑے مزے سے بولی

"کیا؟ "

"رات کو۔۔ قلفی اور گلاب جامن کھلائیں گے "

"ہیں" وہ حیران ہوا

"ہاں تو۔۔ قلفی اس لیے کہ میں وہاں جا رہی ہوں اور گلاب جامن اس لیے کہ اسے چپ کرا کر آؤں گی "

"رشوت لے رہی ہو؟" وہ کمر پر ہاتھ باندھے بولا

"نہیں تو۔۔ میں تو حساب برابر کر رہی ہوں "

"ایک چیز مانگو۔۔ آج کل حالات ذرا نازک چل رہے ہیں "

"ٹھیک ہے۔۔ میں بھی پھر ادھر ہی بیٹھی ہوں" وہ ڈھیٹ بن کر صوفے پر بیٹھ گئی۔

"اچھا میری ماں۔۔ جو کھانا ہے کھلا دوں گا۔۔ ابھی جاؤ نا"

وہ مسکراتے ہوئے چل دی۔

ساتھ والے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سلام کیا اور اوپر اس کے کمرے میں چلی گئی۔۔

وہ وہاں نہیں تھی۔۔

پھر بڑی چھت پر گئی اور بائیں جانب وہ دیوار سے سر لگائے بیٹھی تھی۔اسے دیکھتے ہی اس نے اپنے آنسو صاف کیے۔۔

"تو میڈم یہاں بیٹھی ہیں انار کلی بن کر "

اس کے ساتھ آ بیٹھی۔۔وہ چھوٹی چٹائی پر بیٹھی تھی۔

"کیا ہوا ہے؟ "

اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا

"بخار ذرا کم ہوا ہے مگر شکل دیکھو اپنی۔۔اتنی سی نکل آئی ہے"شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کے درمیان چھوٹی سی جگہ بنائی۔

وہ چپ رہی۔

"کچھ بولو بھی۔۔کیا ہوا ہے؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا

"جھوٹ بول لو تم۔۔آنکھیں سوجی ہوئی ہیں، بال بکھرے ہیں، دن بدن مرجھا رہی ہو۔۔بتاؤ کیا ہوا ہے؟۔۔کسی نے کچھ کہا ہے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ پھر بھی کچھ نہ بولی

"کیا چچی جان نے کچھ کہا ہے؟ ثمر نے تو کچھ نہیں کہا؟"

خاموش رہی۔بس آنکھیں گلابی پڑنے لگیں

"چچا جان کی یاد آرہی ہے؟ "

اس کا دل بھر آیا اور ٹپ ٹپ آنسو سے بہنے لگے۔

وہ بھی پریشان ہوئی۔اس طرح پہلے وہ کبھی نہیں روئی تھی۔

دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے وہ سسکیاں لیتے رو رہی تھی۔

اس نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے "حوا۔۔ "

"مجھے نیند نہیں آتی، سکینہ۔۔نہ بھوک لگتی ہے۔۔میرا دل گھبراتا ہے اور مجھے درد ہوتا ہے "بچوں کی طرح روتے ہوئے وہ اس کو بتا رہی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ میں اسے پسند کرتی ہوں۔۔مجھ سے اب نہیں رہا جا رہا۔۔وہ مجھے چھوڑ کر چلا گیا۔۔اس نے میری ایک نہ سنی۔۔میں بہت بری ہوں۔۔وہ کہتا ہے میں بری ہوں "

اس کے ہاتھ جہاں تھے وہیں رک گئے۔۔دماغ کچھ بھی سوچنے سمجھنے سے قاصر تھا

"کون۔۔کون کہتا ہے تمھیں۔۔کون چھوڑ کر چلا گیا؟"

"حماد۔۔ "

اسے لگا اس نے کچھ غلط سنا ہے۔۔

"ہاں؟ حماد۔۔حماد بھائی؟" وہ بے یقینی کے عالم میں بول رہی تھی۔

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

دیوار کی دوسری طرف بیٹھے لڑکے کو لگا اس کا دل کسی نے آری سے چیر دیا ہے۔۔اتنا درد پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔۔یوں جیسے سب کچھ سن ہو گیا ہو۔۔ارد گرد سب بے معنی تھا۔۔

"تم نے۔۔تم نے مجھے پہلے نہیں بتایا کبھی۔۔تم انھیں پسند کرتی ہو؟ "

"مجھے نہیں پتہ تھا۔۔وہ آئے تھے میرے پاس۔۔وہ کہتے تھے میں انھیں اچھی لگتی ہوں۔۔پتہ نہیں کیسے میں ان کے بارے میں سوچنے لگی تھی۔۔ان کو دیکھ کر ایک خوشی ملتی تھی۔۔مجھے نہیں پتہ تھا یہ سب کیا ہو رہا تھا "

پھر خاموش ہوئی

دیوار کے اس پار بیٹھے لڑکے کا دل کسی نے مٹھی میں لیا ہوا تھا۔۔وہ ہاتھ کی ہتھیلی کو انگوٹھے کی طرف سے زمین پر رگڑ رہا تھا جہاں انتہائی چھوٹے پتھر، سیمنٹ اور تھوڑی بہت مٹی تھی۔۔ہاتھ میں درد اٹھا تھا مگر دل کا درد زیادہ بڑا تھا

اس نے اس رات کا سارا واقعہ بیان کر دیا جب حماد اس کے پاس آیا اور اسے انکار کر کے چلا گیا۔۔ کبھی نہ آنے کے لیے

"اوہ حوا۔۔" وہ اٹھی اور گھٹنوں کے بل چلتی اس کے قریب آئی اور اسے گلے سے لگایا

"بس اب چپ کر جاؤ۔۔اور کتنا رو گی؟ "

اس کی کمر سہلاتے اسے تسلی دے رہی تھی۔

وہ جو اپنی دوست کو تسلی دے رہی تھی نہیں جانتی تھی کہ اس کا اپنا بھائی دیوار کی دوسری طرف کس حالت سے دوچار ہے۔گلابی آنکھوں میں دکھ تھا افسوس تھا، آنسو تھے ٹوٹے خوابوں کی کرچیاں تھیں۔۔اس نے سختی سے ہاتھ کی ہتھیلی سے آنکھیں پونچھ لیں۔۔شاید قسمت میں یہی لکھا تھا۔۔شاید یونہی ہونا تھا۔۔شاہد اس نے دیر کر دی

"انھیں عباس کے خط والی بات کیسے پتہ چلی؟"

"پتہ نہیں" کسی حد تک وہ چپ ہوئی تھی۔

ایک ٹھنڈی آہ بھری۔

"وہ چلے گئے ہیں۔۔اب کبھی نہیں آئیں گے۔۔میں نے ان کا دل توڑا تھا۔۔میں ایک بری لڑکی ہوں۔۔میں اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی بھی مجھ سے محبت کرے یا مجھے چاہے" آنسو پھر سے بہنے لگے

"ایسے نہیں کہتے حوا۔۔ہم سب کو پتہ ہے کہ کون اچھا ہے اور کون برا۔۔اگر انھیں کسی نے کچھ کہا تھا تو انھیں پہلے تصدیق کر لینی چاہیئے تھی۔۔وہ محبت کرتے تھے تو یقین بھی کرنا چاہیئے تھا۔۔جو آج تمھیں چھوڑ سکتا ہے وہ کل بھی چھوڑ دے گا۔۔ہماری حوا اتنی گری پڑی نہیں ہے کہ کوئی بھی آئے اور اسے یوں ٹھکرا جائے" وہ اس کی کمر سہلا رہی تھی

"میں اب کیا کروں؟" وہ پھر سے رو دی۔

"مجھے لگتا ہے میں نہیں رہ پاؤں گی۔۔اتنا درد ہوتا ہے دل میں "

"ایسا کچھ نہیں ہو گا "

"تم نہیں سمجھ سکتی۔۔اس درد کی دوا نہیں ہے کیا؟ مجھے اس کی دوا لا دو" وہ پھر سے رو دی

"پاگل مت بنو "

آنسو پھر سے بہنے لگے تھے۔

"انھوں نے ایسا کیوں کیا۔۔میں ان کے پاس نہیں گئی تھی۔۔وہ خود میرے پاس آئے تھے۔۔پھر مجھے چھوڑ گئے"

گلابی آنکھوں اور تنے ہوئے جبڑوں سمیت وہ ناخن سے زمین کھرچ رہا تھا۔

"بس کرو۔۔اتنا نہیں روتے۔۔اللہ پر یقین رکھو وہ سب ٹھیک کر دے گا۔۔وہ تو سب جانتا ہے نا۔۔اسے سب پتہ ہے کہ حوا اس وقت کس کرب سے گزر رہی ہے اس کے ساتھ کیا ہوا ہے۔۔وہ سب جانتا ہے۔۔اب نہیں رونا "

اس نے ہاں میں سر ہلایا

"اب مجھے رنگ اچھے نہیں لگتے۔۔میرا باتیں کرنے کو دل نہیں کرتا۔۔اللہ نے انھیں میرے نصیب میں کیوں نہیں لکھا؟"

وہ پیار سے اسے سمجھانے لگی

"یہ جو کیوں والا سوال ہوتا ہے نا۔۔یہ اللہ سے نہیں کرتے۔۔تم حماد بھائی کو کتنا جانتی تھی۔۔اللہ سے زیادہ تو نہیں جانتی تھی نا۔۔کیا پتہ تم اللہ سے پھول مانگ رہی ہو اور اللہ نے تمھیں پورا باغ دینا ہو "

"پتہ نہیں "!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب وہ چپ کر گئی تھی۔۔

"اب جب بھی رونا آئے سکینہ کے پاس آ جانا۔۔ سکینہ دادی اماں ہے۔۔اسے سب آتا ہے "

وہ مسکرادی۔

وہ اٹھی اور اسے پھر گلے لگایا

"آئندہ تم اکیلی روئی نا تو دو تھپڑ لگاؤں گی۔۔آئندہ میں تمھارے ساتھ رویا کروں گی۔۔ آئی سمجھ "

اس نے ہاں میں سر ہلایا اور مسکرادی

"اتنی پیاری آنکھیں ہیں۔۔ایسے رو رو کر خراب کر لی ہیں۔۔ چلو نیچے چلیں "

اس نے ہاتھ بڑھایا۔دونوں کھڑی ہوئیں

"دادا بتا رہے تھے تم چائے بہت اچھی بناتی ہو۔۔ چلو مجھے بنا کر پلاؤ "

آوازیں مدھم ہوئیں اور پھر ختم ہو گئیں۔اسے پتہ چل گیا تھا کہ وہ نیچے چلی گئی ہیں۔۔

اسے بہت دکھ ہوا تھا۔۔ کہاں غلطی ہوئی اس سے۔۔وہ ٹھیک کہتا تھا کہ وہ ایک لڑکی ہے اور کم عمر چار دیواری میں رہنے والی لڑکی جو ذرا سی توجہ کو بھی شاید محبت سمجھ لے۔۔ایک نم

سانس کھینچ کر اندر اتاری۔۔اگر حماد ادھر ہوتا نا تو اس کی خیر نہیں تھی۔۔وہ کھڑا ہوا اور سیڑھیاں اترتا باہر چلا گیا۔۔۔

جب وہ گھر آئی تو وہ گھر نہیں تھا۔۔شاید باہر تھا۔وہ کچھ حیران تھی پہلے تو ایسے نہیں ہوتا تھا۔۔انھیں تو اس کا انتظار کرنا چاہیئے تھا۔۔پہلے بھی جب کبھی وہ اسے بھیجتا تھا حوا کی طرف تو واپسی پر کم از کم اس کا حال ضرور پوچھتا تھا۔۔پھر سوچا شاید دادا کے ساتھ کہیں گیا ہو یا پھر کوئی دوست بلانے آیا ہو۔۔سر جھٹک کر عصر کی نماز کے لیے وضو کے کرنے چلی گئی۔۔

اور وہ اس وقت اسامہ کے اصطبل میں کھڑا تھا۔۔عباس نے اس سے سلام لیا تھا مگر اس نے نظر انداز کر دیا۔۔اسامہ سے گلے ملا اور پھر چند منٹ بیٹھا۔۔

"ہاں بھئی فوجی۔۔کب جا رہا ہے؟"

"کل "

"بڑی بات ہے۔۔آج جانے سے پہلے ملنے آیا ہے "

"یہی سمجھ لے۔۔ایک گھوڑا تو تیار کروا، سواری کریں"اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا

"تو بس اشارہ کیا کر"اور مسکرایا۔

دو گھوڑے تیار کروائے۔ایک پر وہ بیٹھا اور دوسرے پر اسامہ۔۔وہ ایک خوبصورت سفید گھوڑا تھا۔۔گھوڑا اب بڑے سے میدان میں گول گول چکر کاٹ رہا تھا۔۔گھوڑے کی لگام اس کے ہاتھ میں تھی۔۔اس نے زور سے لگام کھینچی۔۔گھوڑے نے زوردار آواز کے ساتھ دونوں ٹانگیں اوپر اٹھائیں اور تیز تیز بھاگنے لگا۔۔اسے غصہ تھا؟ پتہ نہیں حماد پر یا خود پر۔۔۔اسے پتہ تھا یہ سب کس کا کیا دھرا تھا۔۔ماریہ میں اتنی ہمت نہیں کہ وہ حماد کو جا کے آل فال بکے۔۔یہ ثمر ہی تھی۔۔گھر کا بھیدی ہی تھا جس نے لنکا ڈھائی تھی۔۔اس خط کے بارے میں اسے، سکینہ، ماریہ، ثمر اور حوا کو پتہ تھا اور ثمر ہی تھی جو حوا کو دھمکا سکتی تھی، حماد کو اس خط کے بارے میں بتا سکتی تھی۔۔وہ سخت طیش میں تھا۔۔اس سے حساب تو وہ لے گا مگر کب کیسے ؟بس یہ طے کرنا تھا۔۔

"میں ایک بری لڑکی ہوں"

"میں اس قابل نہیں ہوں کہ کوئی مجھ سے محبت کرے یا مجھے چاہے "

"وہ کہتے تھے میں انھیں اچھی لگتی ہوں "

"وہ خود آئے تھے میرے پاس "

حوا کی باتیں اس کے ذہن میں گردش کر رہی تھیں۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بھاگتے گھوڑے سے نیچے گرا تھا۔۔خود جان بوجھ کر۔۔شاید جسمانی درد اس درد کو کم کر دے جو تھوڑی دیر پہلے ملا تھا۔۔

اسامہ اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کی طرف بڑھا تھا۔۔مٹی میں بری طرح وہ گرا تھا۔۔ منہ کپڑے بال ہر جگہ مٹی تھی۔۔ماتھے سے خون نکل رہا تھا،ہونٹ بھی پھٹا تھا اور دایاں بازو بری طرح نیچے لگنے سے درد کر رہا تھا۔۔مگر اسے اب بھی دل کا درد زیادہ محسوس ہوا تھا۔۔

"ٹھیک ہو؟"اس کو اٹھاتے ہوئے اس سے پوچھ رہا تھا۔۔

"ٹھیک ہوں"وہ بس اتنا ہی کہہ پایا۔

اسامہ نے عباس کو اشارہ کیا مگر اس نے منع کر دیا کہ وہ ٹھیک ہے۔۔وہ رکا نہیں۔۔ایسے ہی چلا گیا۔۔درد تھا اور بہت تھا !

ٹیوب ویل چلنے کی آواز تھی۔۔وہ رکا اور ٹھنڈے چلتے پانی کے نیچے اپنا سر دیا۔۔منہ پر دھڑا دھڑ چھٹے مارے۔۔دل کر رہا تھا کہ چیخے چلائے مگر آنسو کا ایک قطرہ بھی نہ بہا۔۔

وہ گھر پہنچا تو سمیرا اور عبدالرحمن اسے دیکھ کر پریشان ہوئے۔۔

"کہیں سے لڑ کر آئے ہو؟ "

"کیا ہوا ہے؟ "

دونوں پوچھ رہے تھے۔

"کچھ نہیں ہوا۔۔ٹھیک ہوں میں" وہ سنجیدہ سا بولا تھا

سکینہ پانی لائی مگر اس نے نہیں پیا۔۔الماری سے کپڑے نکالے اور نہا دھو کر کپڑے پہنے۔۔

مغرب کا وقت تھا اس نے نماز پڑھی اور جو دنیا کے سامنے نہیں روتا تھا وہ دنیا بنانے والے کے سامنے رو پڑا تھا۔۔

وہ خاموش تھا مگر آنسو سب کہہ رہے تھے۔۔

رات کو عشاء کے بعد وہ چپ چپ سا تھا۔۔سکینہ چارپائی پر ساتھ بیٹھی تھی۔۔اس کے بازو پر ہاتھ رکھا

"کوئی بات ہوئی ہے کیا؟ "

"نہیں تو "

"اتنے چپ چپ کیوں ہیں؟ "

"ویسے ہی۔۔میں صبح چلا جاؤں گا "

"یہ بات نہیں ہے۔۔آپ کیا چھپا رہے ہیں؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کچھ نہیں "

"حوا کا نہیں پوچھا آپ نے۔۔وہ کیسی ہے؟ "

وہ پھیکا سا مسکرایا

"کیسی ہے؟ "

"جیسے اس وقت آپ ہیں۔۔ویسی ہے "

دل میں درد کی ایک ٹیس اٹھی تھی۔

"اسے کہنا اپنا خیال رکھا کرے "

"کہہ دوں گی "

اس کے کندھے سے سر لگایا

"میں آپ کو بہت یاد کروں گی۔۔بہت بہت بہت زیادہ "

"میں بھی "

عبدالرحمن چھت پر آئے تھے۔

"اور میں بھی "

دونوں نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔وہ مسکرا دیے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سکینہ کھڑی ہوئی اور انھیں مسکرا کر دیکھا۔۔انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور ابراہیم کے ساتھ جا بیٹھے۔۔سکینہ نیچے چلے گئی

"ہاں بھئی۔۔کس سے لڑ کر آئے تھے؟ "

"میں کسی سے لڑ سکتا ہوں؟ "

"نہیں۔۔تم لڑوا سکتے ہو "

وہ بس مسکرایا تھا۔

"ایک بات یاد رکھنا۔۔کوئی بھی بڑی کامیابی ہو قربانی مانگتی ہے۔۔جو جتنی بڑی قربانی دیتا ہے اتنا بڑا انسان بنتا ہے۔۔میں نے بس قربانی ہی نہیں دی۔۔اگر اپنی انا قربان کر دیتا تو آج بہت کچھ بدلا ہوتا۔۔خیر "

اس کے ماتھے پر آئے بال ہٹائے

"کل سے تمھاری نئی زندگی کی شروعات ہے۔۔وہاں کسی کا مقابلہ کسی سے نہیں ہوتا۔۔وہاں اپنا مقابلہ اپنے سے ہوتا ہے۔۔ایک بڑا میدان ہو گا جہاں تک تمھاری نظر جاتی ہے وہاں تک۔۔اسے فتح کر لو۔۔وہاں گرے تو اٹھانے نہ تمھارے دادا نے آنا ہے نہ تمھارے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

باپ نے۔۔ تمھیں خود ہی اٹھنا ہے۔۔ گرنے سے نہیں ڈرنا۔۔ گر کر اٹھنا ہے اور بھاگنا ہے۔۔ میرا بیٹا کر لے گا "

آخر میں اس کے گال پر ہاتھ پھیرا۔

اس نے ان کا تھاما اور اسے چوما۔

"آپ کا بیٹا کر لے گا" سیاہ آسمان ان دونوں کو دیکھ رہا تھا

یہ صبح بہت ٹھنڈی سی، تازہ سی تھی۔ فجر کے بعد اس نے تلاوت کی اور پھر قبرستان چلا گیا۔ ہلکی گیلی اور ٹھنڈی مٹی پر بیٹھا کسی کی قبر پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اس قبر پر پڑے پھول سوکھ چکے تھے۔ ساتھ ایک درخت تھا گھنا سا جس کی چھاؤں میں وہ قبر تھی۔۔

کیا قبرستان جیسی ویران جگہ پر بھی ایک درخت آباد ہو سکتا تھا؟

کچھ دیر خاموش رہا شاید دل ہی دل میں کچھ کہا اور پھر اٹھ گیا۔ واپس چل دیا۔ آہستہ آہستہ سورج طلوع ہونا شروع ہو چکا تھا۔ اسے آج جلدی نکلنا تھا۔ گھر جا کر ہلکا پھلکا سا ناشتہ کیا اور پھر سات بجے کے قریب جانے کے لیے تیار تھا۔ سمیرا اس پر نا جانے کیا پڑھ پڑھ کر پھونک رہی تھیں۔۔ ماؤں کی عادت !

پھر ان سے گلے لگا اور جیسے ہی چھوٹا ان کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔اس نے ایک سانس خارج کی۔۔اور ان کے کندھے تھام کر بولا

"امی۔۔اگر آپ یونہی جذباتی ہوتی رہیں تو بس پھر۔۔میں نہیں جا رہا۔۔میرے ہوتے آپ رو رہی ہیں جانے پر تو پتہ نہیں کیا کریں گی" وہ خفا ہوا تھا۔

"میں کہاں رو رہی ہوں۔۔بس ایسے ہی خوشی کے آنسو ہیں" انگلی کی پوروں سے انھوں نے آنکھوں کے کنارے صاف کیے۔

سکینہ آئی اور ابراہیم نے اسے کندھے سے لگایا۔

"اب یہ تمھارے ذمے ہیں۔۔مجھے کوئی شکایت نہ ملے" پیار سے تنبیہہ کی۔

وہ بھی جذباتی ہو رہی تھی بس ہاں میں سر ہلایا۔وہ اس کا بھائی بعد میں تھا دوست پہلے تھا۔۔کتنی مشکل سے اس نے رات کو خود کو سمجھایا تھا کہ بھائی کے سامنے نہیں رونا بعد میں جب وہ جائیں گے تو پھر تکیے میں منہ دے کر رو لے گی۔۔

وہ گھر سے باہر نکلا تو شیخو کھڑا تھا۔۔دیکھ کر مسکرایا اور گلے لگ گیا۔۔اس کو تھپکا پھر چھوٹنے پر وہ مسکرایا۔آنکھیں ہلکی گلابی اور نم تھیں

"جا یار!" اس نے اسے گھر کا

"پپ۔۔پہلے میں جاتاتت۔۔ تھا۔۔اب تت۔۔ تم جارہے ہو۔۔ خخ۔۔ خیر سے جاؤ"

اور پھر مسکرایا۔

خیر سب سے مل ملا کر وہ جیپ میں بیٹھا۔سامان سارا پیچھے رکھا تھا۔

عبدالرحمن ڈرائیونگ سیٹ پر تھے اور ابراہیم ساتھ بیٹھا تھا۔اب وہ گھر سے کافی دور ایک سڑک پر نکل آئے تھے۔۔زیادہ رش نہیں تھا اور سڑک صاف تھی۔جیپ دوڑتی جارہی تھی

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ ایک پڑھے لکھے میجر کو میں نے اپنا ڈرائیور بنایا ہوا ہے "

انھوں نے گردن موڑی تو وہ اپنی مسکراہٹ چھپائے سامنے دیکھتا رہا

"پڑھا لکھا میجر کان کے نیچے دو دھر بھی سکتا ہے "

وہ ہنس دیا۔

"دھر کے دکھائیں تو مانوں؟"

"اچھا۔۔میں نہیں چاہتا کہ تم آج آزادی کے چند لمحے یونہی ضائع کردو۔۔اس لیے تمھیں سب معاف ہے"

"اوہ۔۔مطلب ڈرا رہے ہیں "

دونوں ایسے بات کر رہے تھے جیسے بہت اچھے دوست ہوں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں۔۔وارن کر رہا ہوں "

"اچھا۔۔تو اب آپ مجھے وارن کریں گے؟ "

"بالکل۔۔میں وارن کر چکا ہوں "

"اف۔۔آپ کا یہ فوجی بھرم!"اس نے جیسے ایک آہ بھری تھی۔

وہ بس ہلکا سا مسکرا دیے۔

"آج کے بعد تمھیں بس چند لفظ یاد رہنے والے ہیں "

"کیا؟"وہ چونکا

"السلام علیکم سر!۔۔۔یس سر!۔۔اوکے سر!"انھوں نے فوجیوں کے سے انداز میں کہا

وہ کھلکھلا کر ہنسا۔

"فوجی ہنستے نہیں ہیں۔۔بس ہلکا سا مسکراتے ہیں۔۔وہ بھی بائی چانس۔۔۔اور منہ کھول کر تو بالکل بھی نہیں"انھوں نے اسے گھورا تو وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا

"اوکے سر "!

انہی کے انداز میں بولا تو وہ مسکرا دیے

"گڈ "!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بس اسی طرح نوک جھوک میں باتوں میں راستہ کٹ گیا۔۔

اب وہ اکیڈمی کے سامنے تھے۔۔ہرے بھرے اور خوشگوار گھاس پر کھڑے۔۔وہاں کئی اور والدین بھی آئے تھے اپنے بچوں کو چھوڑنے اور کئی وردی میں ملبوس فوجی تھے۔۔

"آپ بھی یونیفارم میں آتے "

اس نے کر کر دیکھا

"نہیں۔۔میں نہیں چاہتا تھا "

"مگر کیوں؟ "

وہ چلتے چلتے بات کر رہے تھے

"میں چاہتا ہوں کہ تمھیں بالکل ویسے ہی رگڑا لگے جیسے ہمیں لگا کرتا تھا "

اس نے سر سے پیر تک اپنے ساتھ کھڑے شخص کو دیکھا

"کیا دیکھ رہے ہو؟ "

"فوج کی ہوا لگ گئی ہے آپ کو"

اس نے منہ بسورا تھا۔

کچھ لمحے بعد ایک آفیسر آیا،ان سے بات کی اور پھر ان کے جانے کا وقت ہو گیا۔

"چلو میرے بھیڑیے۔۔پی ایم کے حوالے "

"ہیں۔۔شیر کہیں نا مجھے"

"میری جان۔۔یہ پی ایم اے ہے۔۔سرکس نہیں "!

اسے جیسے ہی سمجھ آیا وہ بس مسکرایا اور آخری بار گلے ملا۔۔

ایک وین انھیں ان کی اکیڈمی لے گئی۔۔

ایک مسافر کا اصل سفر تو اب شروع ہوا تھا!

لڑکے مستعدی سے نکل ایک لائن میں چل رہے تھے۔ارد گرد فوجی تھے۔ابتدائی مراحل میں اپنا نام اور ابتدائی معلومات درج کروانے کے بعد ایک قطار میں انھیں اندر لے جایا گیا۔ظاہری حلیوں میں تبدیلی کی گئی اور یونیفارم پہننے کے بعد انھیں ایک جگہ اکٹھا کیا گیا۔ایک قطار میں ایک نظم وضبط میں بالکل تیر کی طرح سیدھا۔

سٹاف کی آواز اس قدر اونچی تھی کہ قبر میں سوتے مردے اور پیدائشی بہرے کو بھی سنائی دے۔پلک جھپکنے،سانس لینے اور تیر کی کھڑے رہ کر سننا اور ہر بات پر یس سر کہنا،اس نے پہلے دن یہی سیکھا تھا۔

کا کول کا موسم کافی خوشگوار تھا۔ ہوا بھی چل رہی تھی۔ پہلے دن تو بس دوسرے سینئر فوجیوں کو دیکھ کر وہ سب سیدھے تیر کی طرح کھڑے رہے اور ترانے کی دھن بجی اور اس کے ختم ہوتے ہی بڑی پھرتی سے سٹاف کے ساتھ اکیڈمی کی خوبصورت سڑک پر بھاگتے جا رہے تھے۔

چند ضروری ہدایات دی گئیں۔ انھیں ہاسٹل دکھایا گیا۔ یونیفارم کہاں ہو گا، کھانے کے وقت کہاں جمع ہونا ہے، صبح کتنے بجے اٹھنا ہے، کس کس چیز کی اجازت ہے اور کیا کیا ممنوع ہے اور پھر وہ اپنے کمرے میں آیا۔ دو لوگوں کا ایک چھوٹا سا کمرہ جس میں الماری، واش روم، دو ساتھ لگے سٹڈی ٹیبل جن کے آگے دو کرسیاں، ان پر لگیں شیلفس جس پر کتابیں رکھ سکتے تھے۔۔ دو بیڈ تھے جن کے درمیان ایک چھوٹی میز اور اس پر پڑا لیمپ۔۔

اس کا ساتھی پہلے ہی آ چکا تھا اور بیڈ پر جھکے اپنی چیزیں سمیٹ رہا تھا۔۔ وہ جب کمرے میں آیا تو اس کی طرف اس کی پشت تھی۔ اس نے گلا کھنکھارا۔ سامان سمیٹتے ہاتھ رکے اور وہ مڑا

"السلام علیکم "!

اس نے ہاتھ بڑھایا

"میں۔۔ ابراہیم "!

ہاتھ بڑھایا"وعلیکم السلام"!

"میں حدید "

"کہاں سے ہو؟"سوال ابراہیم کی جانب سے تھا

"میں۔۔راولپنڈی سے"

"اور میں قصور "

یہ ان کا ابتدائی تعارف تھا۔

حدید کو دیکھ کر اسے ایک لمحے کے لیے شیخو کی یاد آئی۔اس کی آنکھیں اس سے ملتی تھیں۔۔کلین شیو کے ساتھ بھی وہ بہت اچھا لگ رہا تھا اور جب ابراہیم نے اپنی شکل آئینے میں دیکھی تھی تو دو منٹ صدمے میں رہا تھا۔نہ ہلکی ہلکی مونچھیں تھیں اور نہ کوئی ہلکی پھلکی جوانی کی آتی شیو کا نشان !

"اف!زہر لگ رہا ہوں "

مگر پھر وہاں سبھی ایسے تھے تو اس نے فاتحہ پڑھ لی۔

خاموشی سے اپنا سامان سمیٹا۔ابھی وہ الماری میں اپنے کپڑے رکھ رہا تھا کہ پیچھے سے بیڈ پر قینچی کی طرح ٹانگیں کیے پیچھے بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے حدید کی آواز اس کے کانوں میں پڑی

"پٹھان ہو؟ "

"تم کہہ سکتے ہو "

"پھر تو تمھیں غصہ آتا ہو گا" وہ ٹانگیں سیدھی کیے چوکڑی مار کر بیٹھ گیا

"میں اپنے بارے میں خود کچھ نہیں کہتا۔مختلف لوگ مختلف رائے دیتے ہیں" نیچے جھکا اور جوتے آخری ڈبے میں رکھے۔

"تم کس کی مانتے ہو؟ "

"ایک کی بھی نہیں" اس نے کندھے اچکائے۔

وہ سر ہلا کر رہ گیا۔

"میں بھی پٹھان ہوں "

"مجھے پتہ تھا"

"لیکن مجھے غصہ نہیں آتا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بڑا بے پرواہ ہو کر بولا۔

اس نے مڑ کر دیکھا

"پھر تو ہماری خوب بنے گی"

"ہوں "

دھڑ سے دروازہ کھلا۔وہ جو بیڈ پر بیٹھا تھا جھٹ سے کھڑا ہوا۔وہ جو الماری کے پاس تھا جھٹ سے سیدھا ہوا۔اندر آنے والے نے کمرے کا جائزہ لیا۔

"گڈ "!

سر ہلا کر انھیں دیکھا اور چلا گیا۔

دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور سانس بحال کیا۔

کل پہلا پیپر تھا اور وہ کمرے میں پنڈولم کی طرح ادھر اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔اپنے میٹرس پر بیٹھے کیف کو کوفت ہونے لگی تھی۔وہ بھی اپنے سامنے کتابیں پھیلائے بیٹھا تھا اور مسلسل اپنے رجسٹر پر قلم رگڑ رہا تھا۔وہ اکتا گیا

"قیس "

"جی حضور!"تابعداری سے بولا۔ادھر اُدھر ہوتے قدم رکے

"بیٹھ کے پڑھ لو یار "!

"بیٹھ کر نہیں پڑھا جاتا مجھ سے "پھر ڈھیٹ بن کر کتاب منہ کے آگے کیے ادھر اُدھر چکر کاٹنے لگا

"آگے پیچھے تم آٹھ بجے خراٹے مار رہے ہوتے ہو۔۔آج تم نے سارا ہی پڑھ لینا ہے" اس نے طنز کیا تھا

"آج اگر میں آٹھ بجے سو گیا نا تو میری قسمت سو جائے گی "

وہ میٹرس پر آ بیٹھا۔

چوکڑی مارے بیٹھا تھا اور مسلسل ایک ٹانگ ہلائے جا رہا تھا۔

"یا اللہ مجھے صبر دے "اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔

قیس نے پوری گردن گھما کر اسے دیکھا اور پھر ہاتھ اٹھا کر آنکھیں بند کر لیں "یا اللہ! میرے بھائی کو ہدایت دے تاکہ وہ مجھے اپنی چاکلیٹ دے "اور آنکھیں گھما کر اسے دیکھا۔

وہ اسے گھور رہا تھا۔

"لے لوں؟"وہ انتہائی معصوم لگ رہا تھا۔

"پھر تم یہ ٹانگ نہیں ہلاؤ گے؟ "

"ہاں ٹھیک ہے" وہ جھٹ سے مان گیا

اور وہ جھٹ سے اٹھا اور اسکی الماری میں سے ایک ڈبہ نکالا۔اس کے بہت سی چاکلیٹس اور کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔

اس نے ایک چاکلیٹ لی اور ڈبہ واپس رکھ دیا۔

تھوڑی دیر تک سکون رہا۔پھر اسے جمائیاں آنے لگیں۔ کبھی وہ منہ کے آگے ہاتھ رکھ کر روکتا اور کبھی اپنا اوپر والا ہونٹ دانتوں میں دبا کر۔کیف اس کی ساری حرکتیں دیکھ رہا تھا مگر پھر چپ کر کے اپنا کام کرنے لگتا۔۔

وہ لیٹ کر پڑھنے لگا

"اٹھو۔۔جاؤ منہ دھو کر آؤ "

اس نے اس کی کتاب چھینی۔

وہ چپ چاپ جا کر منہ دھو کر آیا۔مشکل سے آدھا گھنٹہ گزرا ہو گا۔اسے پھر نیند آنے لگی۔

" کیفی۔۔۔مجھے صبح جلدی اٹھا دینا "

اور کتاب تکیے کے نیچے رکھ کر الٹا لیٹ گیا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تم نے صبح بھی نہیں اٹھنا۔۔ابھی پڑھو۔۔اٹھو "

اس نے اسے کندھے سے ہلایا

"یار۔۔"وہ بے زار ہوا

"جاؤ۔۔چائے بنالو۔۔پتی تھوڑی تیز ڈالنا۔۔نیند نہیں آئے گی "

اس نے لیٹے لیٹے گردن موڑی

"ہیں۔۔یہ کونسا علاج بتا رہے ہو تم؟ "

"میری کلاس کے بہت سے بچے ایسے ہی کرتے ہیں۔۔ان سے رات کو جاگا نہیں جاتا تو وہ تین تین چار چار کپ پیتے ہیں چائے کے تاکہ جاگا جائے "

"اور تم کیا کرتے ہو؟ "

"مجھے تمھارے خراٹے سونے ہی نہیں دیتے"اس نے منہ بسور کر کہا

وہ فوراً اٹھ گیا

"تمھیں میرا شکر گزار ہونا چاہیئے "

کیف نے ہاتھ جھلایا جیسے ناک سے مکھی اڑائی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دس پندرہ منٹ بعد وہ چائے کا کپ لے کر کمرے میں آیا۔۔ میٹرس پر بیٹھا۔۔ کتاب کھولی اور ساتھ ساتھ چائے پینے لگا۔

چائے ختم ہوئی نہیں کہ اس نے کتاب دوبارہ تکیے کے نیچے گھسائی اور لیٹ گیا۔ آنکھیں بند کر لیں

اس نے بس نفی میں سر ہلایا اور ایک سانس خارج کی

"کیفی۔۔ صبح جلدی اٹھا دینا" آنکھیں بند کر کے بولا

"اگر تم فیل ہوئے نا۔۔ میں تمھیں گھر سے نکال دوں گا "

اس نے اسے ڈانٹا تھا مگر مجال ہے جو اس کے کان پر جوں بھی رینگی ہو

"میں سو چکا ہوں "

اس کا کچھ نہیں ہو سکتا!

اب اسے رات کو جلدی نیند نہیں آتی تھی۔ دیر تک بستر پر چت لیٹی چھت گھورتی رہتی کہیں جا کر نیند آتی تھی پھر سوتے سوتے جھٹکا لگتا تھا اور وہ اٹھ بیٹھتی تھی۔ پھر اس کے بعد نیند بہت دور چلی جاتی تھی۔ آج بھی اسے نیند نہیں آ رہی تھی اور وہ بڑی چھت پر چلی گئی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہاں چارپائی پڑی تھی اس پر بیٹھ گئی۔۔چوکڑی مار کر آسمان دیکھنے لگی۔آج چاند نہیں نکلا تھا بس چمکتے ستارے تھے۔بہت سے ستارے!

اسے کسی کے قدموں کی آواز سنائی دی تو پلٹی۔وہ شیخو تھا

"یہاں کک۔۔کیا کر رہی ہو؟ "

"کچھ نہیں۔۔نیند نہیں آ رہی تھی۔۔سوچا کچھ دیر آسمان دیکھ لوں "

وہ اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔

"دد۔۔دیکھ لیا آسمان؟ "

وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"میں ساری رات بھی بیٹھ کر دیکھتی رہوں نا تو نہیں تھکوں گی "

"ٹٹ۔۔ٹھیک ہے پھر۔۔مم۔۔میں بھی ساری رات بب۔۔بیٹھا رہتا ہوں "

وہ چوکڑی مار کر اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔

وہ ہنس دی۔پچھلے کئی دنوں کے بعد وہ آج ہنسی تھی۔

"شیخو۔۔ "

کچھ لمحوں کی خاموشی کے بعد بولی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں "

"میرا نتیجہ آنے والا ہے "

وہ کچھ فکر مند تھی۔

"تو؟"اس نے گردن موڑ کر اپنی بہن کو دیکھا

"میں کسی میں فیل ہو گئی تو؟ "

اسے انکشاف تھا اس نے اسے کہہ دیا۔

"تت۔۔تو۔۔دوبارہ دد۔۔دے لیں گے "

جیسے اس کے لیے کچھ مشکل نہیں۔۔ایک لمحے میں اس نے اس کے مسئلے کا حل بتا دیا وہ بس منہ دیکھتی رہ گئی۔۔

"گھر والوں کے سامنے میری کیا عزت رہے گی؟ "

"چچ۔۔چھوڑو سب کو۔۔تت۔۔تم جیسی بھی ہو اچچ۔۔چھی ہو "

اس نے بولا تو آنکھوں میں ذرا سی نمی آئی۔اسے کسی کی یاد آئی تھی جواب نہیں تھا۔۔

ایک ٹھنڈی آہ خارج کی۔۔(میں تو بری نہیں؟)

انسان بھی نا بعض اوقات بعض انسانوں کی یاد دلا جاتے ہیں۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چلو نن۔۔نیچے چلیں۔۔پھر فف۔۔فجر میں اٹھنا بھی ہے۔۔دد۔۔دیر ہو جائے گی "

اور وہ چارپائی سے اتری اور جوتا پہن کر اس کے پیچھے چل دی۔

اگلی صبح ابھی اندھیرا تھا فجر کا وقت گزر چکا تھا۔وہ نماز پڑھ چکا تو قرآن کی تلاوت کی۔اسے گھر کی یاد شدت سے آئی مگر اس نے سر جھٹکا۔ابھی اگر گھر کو لے کر بیٹھ گیا نا تو سٹاف گھر تک چھوڑ کر آئے گا۔۔اس کے ساتھ والے بستر پر حدید ابھی تک سویا تھا۔میز پر پڑی گھڑی نے الارم بجایا مگر وہ سویا رہا۔اس نے اسے ہلا کر جگانا چاہا

"حدید۔۔اٹھ جاؤ یار "

وہ سویا رہا۔

"حدید۔۔اٹھو "!

مگر وہ نہ ہلا۔

اس کے دماغ میں ترکیب آئی۔اس کا دماغ جتنا سیانا تھا اتنا ہی شیطانی بھی تھا۔۔

"یا اللہ! مجھے معاف کرنا "

اور ایک زوردار ٹانگ اس کی کمر پر ماری۔وہ رضائی سمیت بیڈ سے نیچے گرا۔

"آئی اماں۔۔۔ "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ کراہا تھا۔ابراہیم کابیڈ الماری کی طرف تھا جبکہ اس کا دوسری طرف

"کیا مصیبت ہے۔۔دشمن نے حملہ کر دیا کیا؟ "

وہ بوجھل آواز میں بول رہا تھا۔

"تم کیا بھانگ پی کر سوئے تھے۔۔اٹھ ہی نہیں رہے۔۔پندرہ منٹ ہیں ہمارے پاس اور تم ہو کہ بے ہوش ہوئے پڑے ہو"

وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔

"چلو۔۔پہلے تم جاؤ باتھ روم میں۔۔پھر میں جاؤں گا "

اسے بازو سے پکڑ کر اٹھایا۔

حدید پورے دس منٹ لگا کر نکلا تھا اور تب تک ابراہیم بے چینی ہاتھ میں ٹریک سوٹ پکڑے ٹہل رہا تھا۔وہ جیسے ہی نکلا ابراہیم فوراً چلا گیا۔

جلدی جلدی کپڑے بدلے۔۔۔حدید اب کہ جھک کر جو گرز پہن رہا تھا۔

ابراہیم کی نظر سامنے آئینے پر پڑی

"اتنا بھی برا نہیں لگ رہا میں "

اور وہ مسکرایا۔

باہر زور و شور سے الارم بج رہا تھا۔سب جلدی جلدی باہر نکل کر ایک قطار میں کھڑے ہو گئے۔سامنے ہشاش سا سٹاف کھڑا تھا۔لڑکے گننا شروع کیے تو ایک لڑکا کم تھا۔۔وہ ہال سے نکل رہا تھا۔۔

سٹاف کے ساتھ ایک افسر کھڑا تھا۔۔۔سینے پر دائیں جانب اس کا نام لکھا تھا"جمال"۔۔

وہ پلاٹون کمانڈر تھا۔۔

"جی سی اعزاز۔۔کم ہیئر "

اس نے اسے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ لڑکا مستعدی سے آیا۔

"یس سر"!

“Why are you so late?”

لڑکے کی شکل پر واضح پریشانی تھی۔

“Sir, I feel a little difficulty in getting awake early in the morning .. sorry sir!”

سٹاف کی آواز نے اسے جگا کر رکھ دیا بلکہ کھڑکا کر رکھ دیا۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"صاحب! یہ آپ کے بابا کا گھر نہیں ہے، صاحب۔۔ یہاں آپ کو پہلے سے تیار رہنا ہے صاحب۔۔ اگر آپ لیٹ ہوئے تو سزا کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے صاحب "!

"کل آپ سب سے پہلے آ کر پورے ٹریک کا ایک راؤنڈ لگائیں گے۔۔

"It's your punishment... alright?"

پلاٹون کمانڈر بلند آواز میں بولے تھے

"یس سر!" اسے تو ہوش ہی ابھی آیا تھا

"گو ناؤ "

وہ بھاگتا ہوا آیا اور قطار کے آخر پر آ کھڑا ہوا۔

پھر تلاوت کے بعد ترانہ پڑھا گیا۔

اب وہ ایک لمبے ٹریک کے سامنے کھڑے تھے۔ اس ٹریک پر آج انھیں دوڑنا تھا۔۔

حدید رونے والا ہوا تھا۔۔ ابراہیم نے اسے دیکھا۔۔

"کیا تم پہلے کبھی اتنا نہیں بھاگے ؟ "

وہ اس وقت آگے کو جھکے ہوئے تھے۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں زمین کو چھو رہی تھیں اور ٹانگیں بھاگنے کو تیار کہ ابھی اشارہ ہو اور وہ ابھی بھاگ جائیں۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں۔۔مجھے تو لگتا ہے میں اتنا چلا بھی نہیں ہوں "

وہ ہنس دیا۔

"مجھے لگتا ہے مجھ سے نہیں ہو گا۔۔میں بے ہوش ہونے لگا ہوں "

اس کی گوری رنگت گلابی پڑنے لگی تھی۔

اسے پروفیسر سٹیفورڈ یاد آئے اور وہ بولا

"لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے "

ایک سیٹی بجی اور دوڑ شروع۔ٹریک پر شرٹس اور شورٹس پہنے بہت سے نوجوان بھاگ رہے تھے۔موسم خوشگوار تھا۔سورج نے ابھی اپنا منہ نہیں دکھایا تھا۔

لمبا ٹریک تھا،اگر ان سے پہلے آنے والے کر سکتے تھے تو وہ کیوں نہیں؟

ایک سرخ لائن کے قریب ایک باوردی آفیسر تھا۔۔اس تک پہنچ کر آج کی دوڑ ختم تھی۔حدید چوتھے نمبر پر تھا۔۔

منزل پر پہنچ کر وہ ایک طرف گھاس پر کھڑے تھے۔پھولی سانس،پسینے اور سرخ رنگت کے ساتھ۔۔ابراہیم جھکا ہوا تھا جیسے رکوع کی حالت میں جھکتے ہیں اور اس کے بالکل سامنے حدید جھکا تھا۔۔ایک پل کے لیے دونوں کی نظریں ملیں اور دونوں ہنس دیے۔۔

آج پہلا دن تھا اور نئے سفر کا پہلا دن ہمیشہ تھکا دیتا ہے۔ باہر رات نے ہر پھیلائے، وہ دونوں تھک چکے تھے۔ اتنا کہ ہلنے کی بھی طاقت نہیں تھی۔ دروازہ کھولتے ہی وہ دھپ سے بیڈ پر آ گرا۔

"ہائے۔۔" درد سے کراہا۔

دونوں ٹانگیں نیچے لٹک رہی تھیں اور خود وہ سینے کے بل بیڈ پر پڑا تھا۔ ابراہیم کپڑے بدل کر باہر آیا تو اس کی آہٹ سن کر بولا

"یار۔۔ میری ٹانگیں اوپر کر دو۔۔ مجھ سے ہلا بھی نہیں جا رہا "

اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلا کر ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"عورتوں کی طرح کیوں کراہ رہے ہو۔۔ چلو اٹھو کپڑے بدل لو۔۔ پھر سو جانا"

"قسم سے مجھے عورت ہونا چاہیئے تھا "

"ہیں؟ "

وہ جو بیڈ پر لیٹنے لگا تھا ایک دم چونکا۔

حدید سیدھا ہوا

"تمھیں پتہ ہے۔۔ہمارے خاندان میں ناعورتوں کے ساتھ ملکہ والا سلوک کیا جاتا ہے۔ جو آگے پڑھنا چاہے پڑھ لے۔۔ نہیں تو تھوڑے عرصے بعد اس کی شادی کر دی جاتی ہے۔۔ اور ہمارے خاندان کے مرد بڑے ذہین اور کامیاب ہیں "

"تمھیں نکال کر" وہ ہنسا تھا۔

اس نے منہ بسورا۔

"ہائے۔۔اگر میں لڑکی ہوتا نا تو قسم سے پانچ جماعتیں پڑھ کر شادی کر لینی تھی۔۔پھر ساری زندگی پیسوں پر عیاشی "

وہ اس کے خیالات سن کر بس مسکرا دیا۔

وہ اٹھا اور کپڑے بدل کر منہ دھو کر اپنے بستر پر آ لیٹا

" تمھیں پتہ میری تین دادیاں ہیں" وہ پھر سے شروع ہو چکا تھا

وہ جیسے رو دینے کو تھا" مجھے چوتھی یاد آ رہی ہیں "

ابراہیم حیران ہوا" ہیں؟ "

"" ہاں نا، چوتھی دادی سب سے پیاری تھیں۔سب کہتے ہیں میں ان پر گیا ہوں

وہ چھت کو گھور رہا تھا

ابراہیم نے اضافہ کیا"حرکتوں میں؟ "

اس نے گردن موڑ کر ابراہیم کو دیکھا"نہیں۔۔شکل میں "

وہ ابھی تک جیسے بے یقین تھا"تمھاری واقعی تین دادیاں ہیں؟ "

وہ مسکرایا"ہاں نا۔۔جنت میں "

وہ جیسے بدمزہ ہوا تھا"بہت ہی فضول انسان ہو تم "

"میرے دادا بہت حسین ہیں۔ہماری اپنی زمینیں ہیں، مگر پھر بھی مجھے ذلیل کر رہے ہیں"اس نے سر جھٹکا

" تمھیں پتہ ہے ہماری زمینوں پر کام کرنے والا کسان بھی فوجی سے زیادہ تنخواہ لیتا ہے"وہ جیسے ابراہیم کو ساری روداد سنا کر ہی دم لے گا اور وہ بھی سن رہا تھا

" پھر تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ "

"بس، زمینیں اپنی ہیں اسی لیے انھوں نے مجھے نہیں رکھا۔۔بخدا میرے دادا فوجی ہوتے نا تو مجھے فوج میں نہ رکھتے"وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا

" انھیں پتہ ہے نا تم کیا چیز ہو "

وہ پھر سے رو دینے کو تھا"یار۔۔مجھے دادی یاد آ رہی ہیں "

ایک سانس خارج کی"صبر کرو بھائی "

" میں اپنی دادی کے سارے پیسے لے لیتا تھا مگر وہ مجھے کچھ نہیں کہتی تھیں "

اس نے بھنویں بھینچ لیں"کیوں؟ "

ابراہیم بس اسے دیکھے جا رہا تھا اور وہ ہنس دیا"کیونکہ وہ اندھی تھیں نا"

وہ پھر پوچھ بیٹھا"اب کہاں ہیں دادی؟ "

اس نے شانے اچکائے"باقی دادیوں کے ساتھ "

" مطلب؟ "

وہ پھر ہنسا تھا"جنت میں "

ایک تو پہلے دن وہ تھکا ہارا آیا تھا اور سے حدید کی کہانیاں"اف۔۔سو جاؤ یار "

وہ لیٹنے والا تھا پھر سوال کر بیٹھا""دادی یاد کیوں آ رہی ہیں؟

" مجھے دعا دیتی تھیں،اللہ تمھیں آسمان کی سیر کرائے،دن میں تارے دکھائے "

اب ابراہیم بھی ہنسا تھا"وہ تمھیں بددعا دیتی تھیں "

" ہاں نا۔۔اب پتہ چلا ہے"

اور وہ بھی رضائی میں کھسکا،سونے کو تیار تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگر تم نے مجھے صبح ٹانگ ماری نا۔۔تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا "

لیٹے لیٹے اس نے تنبیہہ کی تھی۔

"ہوں" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

اسے اب سونا تھا۔۔اس تھکے ہارے دن میں اسے پہلی بار حوا کا خیال آیا تھا۔۔

اس کی سرمے سے لبریز بھوری آنکھیں۔۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔نا جانے کب نیند نے اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

اس کے فائنل پیپرز تھے اور وہ تن و من سے تیاری میں مگن تھا۔ایک ہفتہ ایسے ہی گزرا تھا۔اب بس ایک دو آخری ہی رہ گئے تھے۔یونیورسٹی پیپر دینے کے بعد لائبریری چلا جاتا اور وہاں بیٹھ کر اگلے پیپر کی تیاری کرتا رہتا۔جب لائبریری بند ہوتی تب وہ گھر جاتا۔۔جو رہ جاتا رات میں بیٹھ کر پڑھ لیتا۔۔کھانے پینے کا کوئی ہوش نہیں۔۔آج بھی جب وہ گھر آیا تو قیس صوفے پر بیٹھا سامنے میز پر قینچی کی صورت ٹانگیں کیے سامنے والی دیوار کو گھور رہا تھا۔

کیف نے اندر آتے ہی ساتھ دیوار پر چابی لٹکائی۔

"السلام علیکم "!

ایک تھکی تھکی آواز تھی۔وہ پچھلے کئی دنوں سے صحیح سے نہیں سو سکا تھا۔۔دو تین گھنٹے سوتا اور پھر سے کتاب پر جھک جاتا۔

"وعلیکم السلام "!

وہ اس کے ساتھ آکر بیٹھ گیا اور سر پیچھے صوفے پر رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔

"کیا ہوا؟۔۔پیپر کیسا ہوا ہے؟"

پوچھنے والا قیس تھا۔

"اچھا ہوا ہے "وہی تھکی آواز

قیس اٹھا۔اندر کچن میں چلا گیا۔

منہ ہاتھ دھونے کی بھی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔اس قدر تھکاوٹ تھی۔

"کیفی "!

کچن سے وہ بولا

"ہوں "!

سر ابھی بھی صوفے کی پشت پر تھا اور آنکھیں بند کیے ماتھے پر بازو ٹکائے وہ تھکا ہوا تھا۔

"یار۔۔کتنے پیپر رہ گئے تمھارے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ سنک پر کھڑا پتیلی دھو رہا تھا جس میں ابھی اس نے چائے بنائی تھی۔

"ایک رہ گیا ہے" ابھی بھی آنکھیں بند تھیں

"ایک دن اور ہے ابھی "

وہ مایوس سا بولا

"ہوں.. کیوں؟ "

"تم جلدی گھر آیا کرو۔۔دل نہیں لگتا تمھارے بغیر "

پتیلی میں دودھ انڈیلا، چینی ڈالی، پتی ڈالی اور چولہے پر رکھی۔اب وہ اوپر والا کیبن کھول رہا تھا۔

کیف بس ہلکا سا مسکرایا۔

کچھ لمحے بعد وہ اس کے لیے چائے بسکٹ لے آیا۔سامنے پلیٹ رکھی۔وہ ابھی بھی ویسے ہی صوفے پر پڑا تھا۔

"کیفی "!

"ہوں "

اس کے ساتھ بیٹھا اس کی طرف مڑا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اس مہینے ہمارے گھر سے کرایہ نہیں آیا۔۔تو میں سوچ رہا ہوں کہ کل وہاں سے ہو آؤں "

اس نے ماتھے پر سے بازو ہٹایا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"اکیلے نہیں جانا تم نے۔۔میں ساتھ جاؤں گا "

"کل میں فری ہوں۔۔ہو آؤں گا "

"ہاں تو میں بھی فری ہو لوں نا۔۔پھر دونوں چلیں گے۔۔ویسے بھی ایک ہی دن کی بات ہے "

اس نے کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے۔

"اوکے "!

وہ اٹھا اور اندر چلا گیا۔باہر عشاء کی اذان کی آواز گونجنے لگی تھی۔اس نے چائے کا کپ پکڑا اور ایک چسکی لی۔۔

بسکٹ پکڑا اور دانتوں سے تھوڑا سا توڑ کر منہ میں چبایا۔وہ واقعی بہت مزیدار تھا۔

اس نے سارا منہ میں ڈال لیا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ ایک درخت سے ٹیک لگائے سامنے زمین پر چھوٹے چھوٹے پتھر پھینک رہا تھا۔ شام ہونے کو تھی اور وہ یونہی گھر سے نکلا ہوا تھا۔ کسی کی آواز آئی

"کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟ "

اس نے بائیں جانب گردن موڑی اور اوپر دیکھا۔ وہ عبدالرحمن تھے۔ وہ فوراً سے کھڑا ہوا۔

"آآ۔۔آپ "..

"بیٹھے رہو۔۔میں تمھارے ساتھ بیٹھنا چاہتا ہوں "

ہاتھ کے اشارے سے بیٹھنے کو کہا۔

وہ بیٹھا تو وہ ان کے ساتھ بیٹھ گئے۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائے مگر وہ ویسے ہی حیران پریشان سا انھیں دیکھ رہا تھا۔

"میں اندازہ بھی نہیں کر سکتا کہ تم نے زندگی میں کیا کچھ محسوس کیا ہو گا۔۔" وہ ہچکچا رہے تھے "کیا میں پوچھ سکتا ہوں زندگی تمھارے لیے کیا ہے۔۔زندگی کا مطلب کیا ہے؟ "

وہ خاموش رہا۔ پھر انھیں دیکھا۔ آنکھوں میں سرخ لکیریں واضح ہونے لگیں۔

"امم۔۔متحان۔۔آزمم۔۔مائش"

وہ مسکرائے تھے۔

"میں نے یہ نہیں سمجھا تھا "

وہ خاموش رہا۔وہ بہت کم بولتا تھا۔

"تمھیں مجھ پر غصہ نہیں آتا؟ "

صرف سانس لے رہا تھا وہ۔اسے لگ رہا تھا یہ خواب ہے۔

"نن۔۔نہیں "!

"تم میرے بارے میں کیا سوچتے ہو؟ "

وہ کیا بتاتا کہ جب اس نے پہلی بار موسیٰ اور فرعون کا قصہ سنا تھا تو اسے فرعون کون لگا تھا؟

اس نے جب رات کو ڈر کر آنکھ کھولی تھی تو اسے خواب میں کون دکھا تھا؟

جھجھکتے جھجھکتے وہ بول پڑا

"مم۔۔مجھے ڈر لگ۔۔گتا ہے آپ سے"

انھوں نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا کہ اس کے سر پر رکھ سکیں۔وہ سہم کر پیچھے ہو گیا۔انھیں بہت افسوس ہوا تھا۔دل میں درد کی ایک ٹیس اٹھی تھی۔

"مجھ میں بہت اکڑ تھی۔۔بہت انا تھی۔۔میں جو کہتا تھا وہ کرتا تھا جو کہتا تھا وہ ہوتا تھا۔۔ مگر عبداللہ میری آزمائش تھا۔۔اس نے میری انا کو ٹھیس پہنچائی تھی۔۔اس وقت مجھے بہت غصہ آیا تھا۔۔اس نے میرے مخالف کی بیٹی کو میرے گھر کی عزت بنایا تھا۔۔میں جب جب تمھیں دیکھتا تھا مجھے صرف نفرت ہوتی تھی۔۔انا ناسور ہے کینسر ہے جو انسان کو قابل رحم حال پر کھڑا کر دیتی ہے۔۔پہلے یہ انسان کو پتھر بناتی ہے اور پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ پتھر میں ایک لکیر آتی ہے اور اس لکیر سے وہ پتھر نرم ہونے لگتا ہے مگر تمھیں پتہ ہے۔۔انا جب نکلتی ہے تو پیچھے کیا چھوڑتی ہے۔۔انگریزی میں ہم کہتے ہیں گلٹ، احساسِ جرم۔۔یہ کینسر سے زیادہ مہلک ہوتا ہے جو انسان کو ہنسنے نہیں دیتا، سونے نہیں دیتا، جینے نہیں دیتا۔۔ایک پھندہ ہے جو نہ جینے دیتا ہے نہ مرنے دیتا ہے۔۔پھر اس احساس کا قیدی دکھ میں مبتلا ہوتا ہے اور وہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اپنے مرض کا علاج چاہتا ہے۔۔اس کا مداوا مانگتا ہے۔۔مگر پھر تمھیں پتہ ہے کیا ہوتا ہے۔۔اسے جھکنا پڑتا ہے، مانگنا پڑتا ہے بھکاری بننا پڑتا ہے، خدا بھی اسے بندے کے رحم و کرم پر چھوڑ دیتا ہے کہ پہلے اس کو مناؤ پھر مجھے۔۔ عبدالرحمن کو ہر کام آتا ہے زندگی میں مگر منانا نہیں۔۔میں کیسے مناؤں؟ کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کسی کو کیسے مناتے ہیں؟ "

وہ ہونقوں کی طرح انھیں دیکھ رہا تھا۔۔وہ بول رہے تھے اور ان کی آنکھیں سرخ پڑ رہی تھیں۔۔

"وہ مجھ سے معافی مانگتا تھا جبکہ میں اسے معاف کر چکا تھا۔۔مجھے شرم آتی تھی اس سے نظریں ملاتے ہوئے۔۔ایک باپ ہو کر اپنے بیٹے کی خوشیوں کا گلا میں نے خود گھونٹا تھا۔۔ میں معافی مانگنا چاہتا تھا اسے منانا چاہتا تھا مگر عبدالرحمن کو مانگنا ہی تو نہیں آیا، اسے منانا ہی تو نہیں آیا "

ان کے لہجے سے صاف واضح تھا کہ وہ کس قدر دکھی تھے۔شیخو کو ان پر رحم آیا تھا۔۔بے پناہ رحم !

وہ خاموش ہوئے۔شیخو نے کچھ نہ کہا اور پھر اٹھ کر چل دیے۔۔وہ بس انھیں جاتا دیکھتا رہا

تین دن میں تیر کی طرح سیدھے ہو گئے تھے مگر حدید کی سونے والی عادت نہیں بدلی تھی۔آج بھی وہ گھوڑے بیچ کر سو رہا تھا۔ابراہیم نے ٹانگ ماری تو ایک ٹانگ اس کی بیڈ پر تھی اور دوسری نیچے..

"آئے "!

وہ کراہتا ہوا اٹھ بیٹھا۔دائیں جانب ابراہیم کھڑا تھا۔

اس نے آنکھیں ملیں اور غور سے اسے دیکھ رہا تھا۔

"کیا ہے ؟۔۔اب اٹھ بھی جاؤ" ابراہیم نے اس کے اوپر سے رضائی ہٹائی۔

منہ بسورتا اندر گیا اور جب باہر آیا تو کپڑے بدل چکا تھا۔پھر ابراہیم کی باری تھی۔

ابراہیم باہر آیا تو وہ بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے بیٹھا تھا۔منہ بسورے !

"منہ کیوں بنایا ہوا ہے تم نے ؟ "

"میری سالگرہ ہے آج "

انتہائی اداسی سے بولا

وہ جو دروازہ کھولے کھڑا تھا اس کو دیکھا

"ارے واہ۔۔چلو تمھاری سالگرہ منانے کا سوچتے ہیں "

اور باہر آگیا۔وہ اس کے پیچھے بھاگا

"ہاں مگر ہم باہر کیوں آگئے۔۔اندر رہ کر سوچنا تھا نا "

"میرا مطلب تھا پی ٹی اور ڈرل کرتے ہوئے سوچیں گے نا "

وہ رونے والا ہو گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اللہ پوچھے تم سے "

وہ دونوں اب قطار میں کھڑے تھے۔سب لڑکے پھرتی سے آرہے تھے۔

"ہاں۔۔اللہ پوچھ لے۔۔سٹاف نہ پوچھے "ابراہیم سیدھا دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

تلاوت اور ترانے کے بعد معمول کے مطابق ٹریک پر کھڑے تھے۔

"مجھ سے نہیں بھاگا جانا۔۔مجھ پر رحم کریں "

آج وہ دونوں سب سے آگے تھے۔جھکے ہوئے انگلیاں ٹریک کو چھوتی ہوئیں بھاگنے کو تیار۔۔

"چپ کر جاؤ۔۔نہیں تو جنم دن جہنم دن بن جائے گا "

اس نے سامنے دیکھا اور سیٹی بجی۔اب ان کی سانس کم پھولتی تھی۔کم از کم پہلے دن سے تو کم۔وہاں کی فضا وہاں کا ماحول بہت خوشگوار تھا۔

ناشتے کے بعد کلاس میں حدید مسلسل ٹانگ ہلاتے کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا جیسے بہت عجلت میں ہو۔کلاس ختم ہوئی تو وہ بھاگتا ہوا ابراہیم کے پاس آیا

"ابراہیم "!

"ہوں "

وہ راہداری میں چل رہے تھے۔

"ایک کام کروگے "

اس کے تیور اسے صبح سے صحیح نہیں لگ رہے تھے

"نہیں "

پھر بھی ڈھیٹ بن کر اس نے اسے ایک کاغذ دیا۔

"یہ کیا ہے؟ "

اس نے اسے کھولا اور پڑھنا شروع کیا

"استغفراللہ "

اس نے وہ کاغذ اس کے منہ پر مارا۔

وہ ایک مکمل سکرپٹ کی طرح لکھا تھا۔ڈائیلاگ لکھے تھے کہ یہ بات تم بولنا یہ میں۔۔

"اللہ کا واسطہ ہے۔۔آج میرا جنم دن ہے "

مگر اس کو کوئی اثر نہ ہوا۔وہ سب ڈرل کے لیے کھڑے تھے۔سٹاف ان کا یونیفارم چیک کر رہا تھا۔اس نے ابراہیم کو ترسی ہوئی نگاہوں سے دیکھا۔اس نے فوراً منہ پھیر لیا۔پہلے وہ ابراہیم کی دائیں طرف کھڑا تھا اب پیچھے آ کھڑا ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سٹاف کچھ کہہ رہے تھے۔اس کا دل دھڑک رہا تھا۔

"نہیں حدید۔۔نہیں "

"یس سر!"سب کی مشترکہ آواز تھی۔

اچانک اسے اپنے پیچھے ایک دھڑام کی آواز آئی۔اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔

"ستیاناس "!

سب نے مڑ کر پیچھے دیکھا۔وہ زمین پر گرا ہوا تھا۔

اس نے اسے دیکھا وہ تو واقعی بے ہوش ہو چکا تھا۔۔

"حدید "!

وہ اس پر جھکا۔

"صاحب،آپ اسے چھوڑیں۔۔صاحب،اپنے اوپر توجہ دیں۔۔وہ خود ہی اٹھ جائے گا ابھی صاحب"

وہ اٹھنے لگا تو حدید نے اس کا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔اس طرح کہ کوئی دیکھ نہیں رہا تھا۔

ابراہیم نے اسے دیکھا مگر وہ کچھ بھی نہ بول پایا۔پہلی بار اسے احساس ہوا کہ وہ بہت برا اداکار

ہے۔۔اس سے وہ سطور نہیں بولی گئیں جو حدید نے لکھی تھیں۔۔زمین پر لیٹے حدید کی ایک آنکھ کھلی تھی اور ایک بند۔۔

سٹاف چلا رہا تھا مگر اسے صرف اپنے سر پر کھڑا ایک وجود نظر آیا تھا۔۔

"میجر جمال "

"مر گئے "اس نے بمشکل تھوک نگلا۔

وہ جن نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہے تھے اس سے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ سب جان چکے ہیں۔۔

کچھ لمحے بعد وہ دونوں کان پکڑے اٹھک بیٹھک کر رہے تھے۔۔یہ ان کی سزا تھی کہ آئندہ کوئی بے ہوش نہ ہو اور کوئی رحم دلی نہ دکھائے۔۔ایک سینیئر آیا تو آفیسر اس سے بات کرنے کے لیے مڑا

"مل گیا سکون۔۔منا لو اپنی سالگرہ "

وہ غصے میں بولا تھا۔

“Stop whispering!”

پاس کھڑا آفیسر چلایا تھا۔دونوں خاموش ہو گئے

اس کے پیپر تین دن پہلے ختم ہو گئے تھے۔وہ بیسمنٹ میں بنے ایک کمرے میں تھی۔ پچھلے دو دنوں سے وہ یہیں تھیں۔ہاتھوں پر مختلف رنگ لگے تھے۔کمرے میں بہت سے کینوس تھے جن پر طرح طرح کی پینٹنگز بنی تھیں،نیچے زمین پر پڑے دیوار سے لگے تھے۔ ایک ابھی ایزل پر تھا۔اسے نا جانے کیا ہوتا جا رہا تھا۔۔پچھلے کچھ دنوں سے اسے باپ کی یاد آ رہی تھی۔۔ماں کی کمی محسوس ہو رہی تھی۔۔وہ دو دن سے اسی کمرے میں تھی۔اس نے کچھ نہیں کھایا تھا بس وقتاً فوقتاً چائے منگوا لیتی۔یہیں پر سو جاتی اور پھر اٹھتے ہی پینٹنگ کرتی۔۔پینٹنگ سے فارغ ہوتی تو اسے تنہائی کاٹ کھانے کو پڑتی تھی۔زمین پر چت لیٹے چھت کو گھورتی رہتی اور اپنی زندگی کے حسین دن یاد کرتی جب اس کا باپ اس کے ساتھ تھا۔۔بیلا جب اسے چائے دینے آتی تو رحم بھری نظروں سے دیکھتی مگر اسے اس بات سے نفرت تھی کہ اس پر کوئی ترس کھائے یا اسے رحم بھری نظروں سے دیکھے۔۔اس نے بہت سی پینٹنگز بنائی تھیں۔۔اسے اپنے ہنر سے بہت لگاؤ تھا۔۔انگریزی میں ہم کہتے ہیں نا "ابسیشن"۔۔اسے اس قسم کا لگاؤ تھا۔۔جب کوئی نہیں ہوتا تھا رنگ ہوتے تھے۔۔اس کی اپنی زندگی بے رنگ تھی مگر وہ کینوس پر جیسے رنگ بکھرتی تھی دیکھنے والا دیکھتا رہ جاتا۔۔ سکیچنگ بھی اچھی کرتی تھی مگر اسے سیاہ سے زیادہ سفید اور سفید سے زیادہ باقی رنگ عزیز

تھے۔۔خدا جانے وہ کس قسم کی اداسی کا شکار تھی کہ تھک ہار کر بیٹھتی تو رونے لگتی اور جب رو رو کر تھک جاتی تو سو جاتی اور جب سو سو کر تھک جاتی تو اٹھ کر پینٹنگ کرنے لگتی۔۔آج دو دن بعد وہ بیسمنٹ سے نکل کر اوپر آئی تھی۔۔

اس وقت وہ باہر باغ میں ایزل پر کینوس سجائے، ہاتھ میں پیلٹ اور پینٹ برش پکڑے ایک پینٹنگ بنا رہی تھی۔۔ایک لڑکی کا چہرہ تھا جس کے چھوٹے گہرے بھورے بال تھے، سرخ رنگ کی گہری سرخی لگائے وہ سرخ ہی شرٹ پہنے ہوئے تھی۔۔آدھے بازو تھے اور گردن سے تھوڑا نیچے تک پینٹنگ تھی۔۔باہر کا دروازہ بجا اور پاس ایک بوڑھے شخص نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔

"جی۔۔آپ کو کس سے ملنا ہے؟ "

باہر ایک لڑکا کھڑا تھا۔لیزا کے ہاتھ ابھی بھی کینوس پر چل رہے تھے مگر کان دروازے کی طرف لگ گئے۔۔

"آ۔۔مجھے لیزا سے ملنا ہے "

اس نے آواز سنی تھی۔وہ آواز پہچان گئی تھی۔

"آنے دیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس سے پہلے کہ بوڑھا کچھ بولتا اس نے خود ہی آواز دے دی۔

وہ اندر داخل ہوا تو وہ دیکھ کر مسکرائی

"آج کیسے یاد آگئی آپ کو میری؟ "

وہ گھاس پر چل رہا تھا۔اس کی پینٹنگ کے سامنے آ کھڑا ہوا

"کیوں۔۔کیا مجھے آپ کی یاد نہیں آسکتی؟ "

وہ ابھی بھی پینٹنگ دیکھ رہا تھا

"ہا۔۔بھلا کبھی ڈاکٹر بھی اپنے مریض کو بھولا ہے "

وہ محظوظ ہوا تھا۔

"اور مریض بھی آپ جیسا "

لڑکی نے ابرو اٹھایا اور ہاتھ میں پکڑے پینٹ برش پر لگے پینٹ کو انگلی سے اس کی ناک پر لگا دیا۔

وہ ہنس دی۔

لڑکے نے ناک کو چھوا تو لال رنگ اس کی انگلی پر لگ گیا۔

"اوہ۔۔سوری۔۔آئی ایم رئیلی سوری "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بس مسکراتا رہا۔

پاس پڑے چھوٹے سے سٹول پر اس نے پیلیٹ رکھی اور برش پاس پڑے گلاس میں ڈال دیا جس میں پانی تھا۔

"اندر چلتے ہیں "

وہ آگے بڑھی اور وہ اس کے پیچھے تھا۔وہ ارد گرد دیکھ رہا تھا۔

"اتنے بڑے بنگلے میں تم اکیلی رہتی ہو؟"

"اکیلی رہتی نہیں ہوں مگر اکیلی ہوں "

اس نے پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے تھے۔

"اوہ۔۔"

وہ کچن میں چلی گئی تو وہ آتش دان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔اس پر بہت سی تصاویر لگی تھیں۔۔بلیک اینڈ وائٹ۔۔

وہ انھیں دیکھنے لگا۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ ٹرے لے آئی۔دو کپ جن میں سے بھاپ اڑ رہی تھی اور ساتھ کیک تھا۔۔پیلا سا فروٹ کیک۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی

"تو یہ تم ہو "

اس نے ایک تصویر کی طرف اشارہ کیا۔ایک لڑکی سفید سکرٹ پہنے مسکرا رہی تھی جس کے ہاتھ میں گلدستہ تھا۔

"ہوں۔۔پیاری تھی نا "

وہ بس ہنس دیا۔

"یہ میرے ڈیڈی ہیں۔۔یہ ممی اور ساتھ گرینی ہیں "

مسٹر سٹیفورڈ اس کے ساتھ کھڑے مسکرا رہے تھے اور اس نے کسی پری کی طرح فراک پہنے ہاتھ میں ایک چھڑی پکڑی تھی۔۔

ایک تصویر میں ایک لڑکا تھا ساتھ مسٹر سٹیفورڈ کھڑے مسکرا رہے تھے۔۔

"یہ کون ہے؟ "

"یہ۔۔یہ ابراہیم ہے۔۔ڈیڈی کا سب سے پسندیدہ سٹوڈنٹ "

"اوہ۔۔"وہ متاثر ہوا تھا۔

اسے کچھ یاد آیا"یہ وہی۔۔"اس نے لیزا کو دیکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے بات کاٹ دی

"ہاں یہ وہی۔۔ قیس کا دوست ہے۔۔میں اسے بہت عرصے سے جانتی ہوں "

وہ سر ہلا کر صوفے کی جانب بڑھا اور بیٹھ گیا۔۔

"پارٹنر کہاں ہے؟ "

وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھی تھی۔کپ دونوں ہاتھوں میں پکڑا تھا۔

"پارٹنر تھیڑ گیا ہے "

"اوہ۔۔ بزی ہے بہت "اس نے چائے کا گھونٹ بھرا

"بہت "

اور دونوں ہنس دیے

"میں نے کہا اتنے دن ہو گئے۔۔اپنے مریض کو نہیں دیکھا۔۔زندہ تو ہے نا" وہ ذرا سا آگے کو جھکا

"اف۔۔ایک ایسا ڈاکٹر سب کی زندگی میں ہونا چاہیئے "وہ آگے کو ہوئی اور تھوڑی تلے مٹھی جمائے اسے دیکھنے لگی

"واقعی؟ "

"ہوں "

اس نے کیک کا ٹکرا کاٹا اور منہ میں رکھا۔

آنکھیں بند کر کے اس نے ذائقہ محسوس کیا۔

"یار۔۔ تمھارے ہاتھوں میں کیا ہے۔۔ تم واقعی بیکری کھول لو۔۔ انویسٹمنٹ میں کروں گا "

وہ بس ہنستی رہ گئی۔

اس کی سرگرمیاں دن بدن محدود ہوتی جا رہی تھیں۔ نیند اسے بہت کم آتی تھی۔ رات تو جیسے تیسے کٹ جاتی تھی مگر دن کے وقت وہ خاموش سی کبھی تخت پوش پر بیٹھی رہتی کبھی اپنے کمرے میں۔ لیٹ جاتی تو نیند نہیں آتی۔۔ نماز پڑھنے لگتی تو بھول جاتی کہ کتنی رکعتیں پڑھی ہیں اور کتنی رہ گئی ہیں۔۔ اپنے کمرے کہ صفائی کرتی تو سارا سارا دن کرتی رہتی اور اگر اخبار کھول کر سامنے رکھتی تو بس ایک ہی صفحے کو گھورنے لگتی تھی۔۔ وہ جیسے سن ہو گئی تھی۔۔ آسیہ بیگم اپنے کاموں میں لگی رہتی تھیں۔۔ گھر میں بہت سناٹا ہوتا جا رہا تھا۔۔ رات کے وقت شیخو کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی تو زیادہ تر باتیں عبداللہ کی ہوتی تھیں۔۔

عبدالرحمن بھی اس سے ملنے آتے تھے مگر وہ بولتے رہتے اور حوا بس سنتی تھی۔۔ سکینہ گھر آتی تو وہ ہی زیادہ بولتی تھی۔۔ حوا بس ہوں ہاں کے سوا کچھ نہ بولتی تھی۔۔ اس کے ساتھ بیٹھ کر کڑھائی کرتی رہتی یا پھر شیخو کی پرانی کتابوں میں سے کتابیں نکال کر ان میں بنی تصاویر میں رنگ بھرتی رہتی۔۔ بچپن میں عبداللہ نے انھیں کتابیں لا کر دی تھیں جن میں بہت سی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔۔ شیخو کو رنگ بھرنا بہت اچھا لگتا تھا مگر جب وہ لاہور چلا گیا تو وہ کتابیں سٹور روم میں رکھ دیں اور اس کے "پنسل کلر" بھی۔۔ اب وہ وہی پنسل کلر تصاویر میں کرتی رہتی تھی۔۔ شام کو دیوار کے کنارے پر بازو جمائے ان پر تھوڑی ٹکائے ڈوبتے سورج کو دیکھتی رہتی اور رات کو آسمان تکتی رہتی۔۔ دن کیسے گزرے نہیں پتہ چلا۔۔ آج صبح اس کا نتیجہ (رزلٹ) تھا۔۔ بی جان پتہ نہیں کہاں غائب تھیں۔۔ نو بج چکے تھے مگر وہ نہیں ملیں۔۔ وہ شاید دیر سے نیچے آئی تھی۔۔ سب ناشتہ کر چکے تھے۔۔ اس نے رات کو بھی کچھ نہیں کھایا تھا اور اب اس کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے۔۔

اس نے چائے بنانے کے لیے دودھ پتیلی میں انڈیلا، پتی چینی ڈالی اور اسے آگ پر پکنے کے لیے رکھا۔۔ کھانے کے نام پر اسے بس چائے بنانی آتی تھی۔۔ تھوڑا اوپر کر کے سلیب پر سے اس نے ایک ڈبہ اتارا اور اس میں سے دو رس نکالے۔۔ چند منٹ بعد چائے کو ابالا آ

گیا۔۔چائے کپ میں ڈالی اور پلیٹ میں ڈال کر پلٹی تھی کہ کسی کے وجود سے ٹکرائی۔۔پلیٹ نیچے گری۔۔اس کے ہاتھ پر بھی چائے گری اور سامنے والے کی قمیض پر بھی۔۔

"سس!"وہ کراہی تھی۔

آنکھوں سے درد واضح تھا۔

اس نے سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا اور دانت پیسے۔

"ارے!اندھی ہو گئی ہے،اس پر چائے گرادی "

خالدہ تائی جو کہ اسد کے پیچھے ہی تھیں اسے ڈانٹنے لگیں۔

مگر وہ کچھ نہ بولی۔جلن سے ہاتھ سرخ ہو گیا۔۔

"ساری قمیض گندی کر دی،جاہل "!

انھیں ابھی بھی اپنے بیٹے کی پڑی تھی۔۔

اسے رونا آرہا تھا۔۔آنکھیں ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔۔آنسو گال پر پھسل گیا۔۔فوراً مڑی اور بھاگتی ہوئی اوپر چلی گئی۔۔

اسد کچھ نہ بولا۔۔وہ اپنی ماں کے آگے بولتا ہی کب تھا۔۔

"پھوہڑ کہیں کی،ہوں "!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بھی قمیض بدلنے اندر چلا گیا۔

وہ کمرے میں گئی اور اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ سے پکڑ کر بیٹھی تھی۔۔ہاتھ پہلے سے زیادہ سرخ ہو گیا تھا اور وہ روئے جا رہی تھی۔۔درد بھی بڑھ رہا تھا۔۔وہ بیڈ کی پشت کے ساتھ سر ٹکائے بیٹھی تھی۔۔دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ میں پکڑے۔۔سامنے کھڑکی کو تکے جا رہی تھی۔۔

وہ تھک چکی تھی۔۔کس سے؟اسے سمجھ نہیں آیا۔۔بھوک بھی زوروں کی لگی تھی اور درد بھی شدت سے ہو رہا تھا۔۔اسے رونا بھوک پر آ رہا تھا یا درد پر، سمجھ نہیں آیا۔۔

وہ آنکھیں بند کیے اپنے خیالات میں گم تھی۔۔بچپن کے دنوں میں، وہ دن جو عبداللہ کے ساتھ گزرے تھے۔۔زندگی کے حسین دن!

زندگی اگر تلخ ہونے لگے تو ماضی کے خوبصورت دنوں کو یاد کرنے میں کیا حرج ہے۔چند پل پھر سے ماضی میں جی لینے سے آج بدل تو نہیں جائے گا مگر چند لمحے قرار تو آئے گا نا۔۔

وہ سو گئی اور کتنی دیر سوئی رہی نہیں پتہ چلا۔۔اسے ہوش تب آیا جب شیخو نے اسے آ کر جگایا۔۔

"جج۔۔جگنو "!

وہ ایک جھٹکے سے اٹھی تھی۔

"ہاں "!

پہلی نظر اس کے ہاتھ پر پڑی۔۔وہ لال سرخ اور بھورا بھورا ہوا تھا۔۔درد ابھی بھی ویسا تھا۔۔

"یہ کک۔۔کیا ہوا؟ "

"چائے بنانے گئی تھی جل گیا "

"دوا نہیں لل۔۔لگائی۔۔مم۔۔میں لے کر آتا ہوں ابھی"

اس کے ہاتھ میں اخبار تھا۔وہ جوتب سے کھڑا تھا اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔اسے سمجھ نہیں آئی کہ کیا بولے۔۔وہ بھی چپ ہی رہی۔۔بالآخر بول پڑی

"میں۔۔کتنے میں پاس ہوئی ہوں؟ "

اسے سمجھ نہیں آئی کہ کیا کہے۔پھر اس نے اخبار کھولا

"سب مم۔۔میں پاس ہو۔۔ "

دل دھڑک رہا تھا۔وہ متوجہ ہو کر بیٹھی تھی۔

"بس۔۔"شیخو اسے دیکھ رہا تھا

پیٹ میں مروڑ پڑے

"انگریزی مم۔۔میں۔۔نمبر تھوڑے کم۔۔مم ہیں "

اس سے زیادہ موزوں الفاظ اسے نہیں ملے تھے۔۔

وہ روئی نہیں۔۔چلائی نہیں۔۔اس نے ویسا ردعمل نہیں دیا جیسا وہ کبھی سوچا کرتی تھی

بعض اوقات غم سے زیادہ غمگیں کر دینے والا غم کا خیال ہوتا ہے۔۔خیال پہاڑ جتنا بڑا ہوتا ہے جو ہمیں ڈراتا رہتا ہے اور حقیقت چھوٹے پتھر جتنی۔۔یا پھر ہمیں زندگی میں کچھ غم اتنے بڑے مل چکے ہوتے ہیں کہ پھر ان کے بعد ہر غم چھوٹا لگتا ہے۔۔مگر درد ہوتا ہے، تکلیف ہوتی ہے چاہے غم بڑا ہو یا چھوٹا۔۔

بھوک تھی، جلن تھی اور اب دل بھی گھبرانے لگا۔۔شیخو نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا۔اس سے پہلے کہ اسے تسلی دیتا وہ خود ہی بول پڑی

"مجھے بھوک لگی ہے "

بھنویں بھینچ گئیں۔۔وہ حیران ہوا

"میں نے رات سے کچھ نہیں کھایا۔۔مجھے بھوک لگی ہے "

اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

دل پر لگے تو انسان سہہ جاتا ہے مگر پیٹ پر لگے تو نہیں سہا جاتا۔۔ہر ضروری چیز پر بھوک آج بھی غالب ہے۔۔

اس نے سر ہلایا اور اٹھ کر باہر آ گیا۔۔

وہ بس اخبار کو دیکھ رہی تھی۔۔جس پر اس کا نتیجہ چھپا ہوا تھا۔۔لسٹ میں سب سے اوپر نام سکینہ کا تھا۔۔وہ پھیکا سا مسکرائی۔اپنا نام دیکھا تو بہت نیچے تھا۔۔

اسے اپنے غم پر غمگیں ہونا ہے یا دوست کی خوشی میں خوش؟

نیچے بی جان آ چکی تھیں اور گری ہوئی چائے بھی صاف ہو چکی تھی۔۔وہ اپنے کمرے میں، ہاتھ میں مرہم پکڑے کھڑا تھا۔۔اسے پتہ تھا وہ اگر خود دے گا تو وہ نہیں لے گی اس لیے باہر آ گیا۔۔بی جان جو باہر چارپائی پر بیٹھیں آلو کے چھلکے اتار رہی تھیں۔۔ان کے پاس آیا

"بی جان "!

انھوں نے اس کی طرف دیکھا۔ایک ہاتھ میں چھری تھی اور دوسرے میں آدھا چھلا ہوا آلو

"ہوں "

وہ ان کے سامنے بیٹھا اور ایک ڈبی سی انھیں دی۔۔اس کے اندر کوئی جامنی مائل سیاہ رنگ کا مادہ تھا۔۔ بلکل "جیل" کی طرح۔۔

"یہ۔۔ صبح حوا کا ہاتھ جل گیا تھا۔۔آپ اسے یہ دے آئیں "

وہ بس اسے دیکھے گئیں۔

"ایسے نہ دیکھیں۔۔مجھے پتہ ہے اس کے پاس کوئی دوا نہیں ہے اور اس کا ہاتھ بہت زیادہ جلا تھا۔میں نے دی تو نہیں لے گی آپ دے دیں "

وہ ان کے پاس وہ ڈبی رکھ کر چلا گیا۔۔

انھوں نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر بڑبڑائیں

"ماں اور بہن زخم دیتی رہتی ہیں اور بیٹا دوا۔۔ہوں "

چھری اور آلو رکھ کر وہ اوپر اس کے کمرے میں آئیں۔۔

کچھ دیر بعد شیخو آیا تو ہاتھ میں بہت سی چیزیں تھیں۔۔ پھل تھے، بسکٹ اور سویاں وغیرہ۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو بی جان اس کے ہاتھ پر وہ دوا لگا رہی تھیں۔۔

"ارے۔۔ مم۔۔میں لایا تھا دوا۔۔ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور صوفے پر بیٹھ گیا۔

وہ دوا لگا کر چلی گئیں تو وہ پھل نکال کر، دھو کر اور خود کاٹ کر پلیٹ میں رکھ رہا تھا اور وہ کھا رہی تھی۔۔

"پیسے کہاں سے آئے؟ "

وہ مسکرایا تھا

"تم۔۔ مھارا بھائی کک۔۔ کماتا ہے "

وہ بس مسکرائی اور سیب کا کٹا ہوا ٹکڑا منہ میں رکھا۔

وہ آسیہ بیگم سے کتراتی پھر رہی تھی۔۔ تائی جان نے تو پہلے ہی انھیں بڑی باتیں سنائی تھیں کہ بس کر دو پڑھائی، اتنا ہی بہت ہے مگر وہ ایک کان سے سنتی تھیں اور دوسرے سے نکال دیتیں۔ اپنی بیٹی کے لیے وہ خود کھڑی تھیں۔ وہ کمرے میں ادھر اُدھر چل کر سوچ رہی تھی کہ کیا بتائے اپنی امی کو۔۔ کبھی کبھی دل سے آواز آتی کہ کیا تھا اللہ! سب میں پاس کر دیا انگریزی میں بھی کر دیتے مگر اب کیا ہو سکتا تھا۔۔ انگلیاں مروڑتی ادھر سے اُدھر جاتی حوا کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا جب کمرے کے دروازے پر اپنی امی کو کھڑا پایا۔۔

"کیا بنا؟"

وہ اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔پہلے سے کافی حد تک کمزور ہو چکی تھیں۔بیڈ پر آ کر بیٹھ گئیں۔

"امی۔۔آپ نے میری بات مانی تھی" تھوک نگلا۔

پھر ان کا ہاتھ پکڑ لیا

"آپ مجھے جو سزا دینا چاہتی ہیں دے دیں" سر جھکا لیا۔

"کتنے میں اڑی ہو؟ "

"امی۔۔آپ کو پتہ تھا نا۔۔میری انگریزی اچھی نہیں ہے"

وہ ہلکا سا مسکرائیں

"بس ایک میں۔۔مجھے تو لگا تھا تین چار چاند تو چڑھائے ہوں گے "

اس نے ان کی طرف دیکھا۔وہ مطمئن سی تھیں

"تمھارے ابا ہوتے نا۔۔تو خوشی سے سارے محلے میں جلیبیاں بانٹتے "

"ہیں" وہ جو رونے والی تھی حیران ہوئی

"ہاں نا۔۔ہمیں لگتا تھا بس ایک آدھ میں ہی پاس ہو گی۔۔مگر تم نے تو ہمیں حیران کر دیا "

اس نے ایک نم سانس اندر کھینچی۔

وہ اٹھی اور ان کے کندھے سے لگ کر بیٹھ گئی۔

رو بھی رہی تھی۔

"ایک کی تو خیر ہے "

"واقعی؟ "

انھوں نے آنکھیں ترچھی کر کے دیکھا تو اس نے اپنا منہ ان کے دوپٹے میں چھپا لیا۔۔

سکینہ اور سمیرا بھی نیچے آئی تھیں۔وہ بھی اوپر ہی چلی آئیں

"ارے بھئی۔۔مبارک ہو!" وہ خوشی سے چلتیں ان کی طرف آئیں

سمیرا آگے چلی آئیں۔

اسے گلے سے لگایا اور پھر اس کی ٹھوڑی کو چھوا

"کمزور ہو گئی ہو "

پھر آسیہ بیگم سے ملیں۔۔

سکینہ، حوا کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی۔بی جان ابھی بھی انھیں شربت دے کر گئی تھیں۔

"تمھیں بہت مبارک ہو۔۔مجھے پتہ تھا تم ٹاپ کرو گی"اس نے مسکرا کر سکینہ کو مبارکباد دی

"تم پریشان نہیں ہو۔۔ایک ہی مضمون ہے۔۔یہ بھی ہو جائے گا "

"ہوں"وہ بس اتنا ہی کہہ سکی۔اندر خود وہ ابھی بھی ڈرتی تھی کہ "شاید پھر نہیں ہو گا"

"ہاتھ پر کیا ہوا ہے؟ "

وہ جو شربت کا گلاس ہاتھ میں پکڑے بیٹھی تھی نظر پڑنے پر بولی

"جل گیا تھا۔۔صبح چائے بناتے وقت "

"اوہ۔۔خیال رکھا کرو اپنا "

اس نے بس ہاں میں سر ہلا دیا۔اس کی آنکھیں روئی روئی لگ رہی تھیں۔۔اور رنگت بھی زرد ہو چکی تھی۔

"حوا۔۔زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔۔اللہ پر یقین رکھو جو آج خزاں لایا ہے کل بہار بھی وہی لائے گا "

اس کے جواب میں وہ بس اسے دیکھتی رہی

"تم تھکتی نہیں ہو۔۔تمھیں الجھن نہیں ہوتی؟ "

"کیوں؟ "

"تم مجھے اتنا سمجھاتی ہو۔۔ کبھی کبھی تو میں بھی خود سے بے زار آجاتی ہوں۔۔ تم مجھ سے بے زار نہیں آتی؟"

"زندگی میں دوست ہوتے کیوں ہیں حوا۔۔ دوست بے زار نہیں ہوتے۔۔ دوست تنگ نہیں آتے۔۔ دوست تو دوست ہوتے ہیں۔۔ دکھ اگر دوست نہیں سمجھیں گے تو کون سمجھے گا۔۔ میں تمھارے ساتھ نہیں کھڑی ہوں گی تو کون ہو گا؟ "

اسے سمجھ نہیں آئی تھی کہ کیا کہے۔۔

بس اسے دیکھ کر مسکرا دی۔

بیڈ پر بیٹھیں دو خواتین ادھر اُدھر کی باتیں کرنے میں مگن تھیں۔۔

دن کا آغاز ہوتے ہی دوڑ شروع ہو جاتی تھی۔ پھر اس کے بعد زبردست قسم کی پی ٹی جس میں رسیوں پر چڑھنا، الٹ بازیاں لگانا، پش اپس اور بھی کئی ورزشیں تھیں۔ اب تک تو وہ عادی ہو چکے تھے۔ ڈرل یا پریڈ کرتے وقت اب ان کی جان نہیں جاتی تھی۔۔ البتہ حدید کو کبھی کبھار دورہ پڑتا تھا۔۔

کا کول میں ڈوبتا سورج انتہائی حسین لگ رہا تھا۔ تقریبا عصر کے بعد کا وقت تھا۔ نوجوان فٹ بال کھیل رہے تھے۔ نظر ایک فٹ بال پر تھی اور سب اس کے پیچھے تھے۔ میدان کے دو مخالف جانب گول کیپر تھے اور دو ٹیمیں کھیل رہی تھیں۔ کچھ لڑکے بیٹھ کر تالیاں بجا رہے تھے، کچھ نام لے کر جوش دلا رہے تھے۔ انہی لڑکوں میں حدید بھی بیٹھا تھا۔ خاموشی سے میچ دیکھ رہا تھا۔ ابراہیم کھیل رہا تھا اور اس کی ٹیم دو گول کر چکی تھی۔۔ دوسری ٹیم کا ایک گول تھا اور وہ دوسرے گول کے لیے بھاگ دوڑ کر رہی تھی۔ وقت ختم ہوا اور سیٹی بجا دی گئی۔ اس کی ٹیم جیت چکی تھی۔ باری باری سب سے ہاتھ ملا کر گلے ملے اور ہنستے مسکراتے واپس آ رہے تھے۔ پسینے سے شرابور، ماتھے سے بال چپکے ہوئے سرخ رنگت لیے وہ حدید کے پاس پہنچا اور گلے لگا۔

"بڑا اچھا کھیلتے ہو تم تو "

اب واپس جا رہے تھے۔ چلتے چلتے حدید نے اس کی تعریف کی تھی۔

"ہاں۔۔ انٹر سے کھیلنا شروع ہوا تھا۔۔ اب تو کافی بہتر ہو گیا ہوں "

اس نے اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا۔

"ایک بات بتاؤں؟" بڑی رازداری سے بولا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں "

وہ جو لڑکا ہے نا۔۔اس نے اپنے دائیں جانب اشارہ کیا۔

ابراہیم نے گردن موڑ کر دیکھا

"ہوں "

"مجھے اس کے ساتھ کوئی نفسیاتی مسئلہ لگتا ہے "

اس نے منہ بسور کر اسے دیکھا

"بس۔۔یہی رہ گیا تھا "

"سچ کہہ رہا ہوں۔۔مجھے وہ تھوڑا بگڑا ہوا لگتا ہے "

"تم فکر نہ کرو۔۔خود ہی سیدھا ہو جائے گا۔۔ہم ہو گئے نا وہ بھی ہو جائے گا "

دونوں بڑے مزے سے باتیں کرتے آ رہے تھے کہ سٹاف گلا پھاڑ کر چلایا

"صاحب، آپ یہاں پکنک پر آئے ہیں۔۔صاحب، آپ ڈسپلن کے سارے رول بھول گئے ہیں"

اس نے اس کے کندھے سے بازو ہٹایا اور سبھی لڑکے قطار بنا کر دوڑنے لگے۔۔

"کوئی بات نہیں کرے گا۔۔جسٹ سے۔۔حق ہو، اللہ ہو "

اور وہ دوڑتے ہوئے "حق ہو، اللہ ہو" کہتے جا رہے تھے۔

"سٹاف ناقسم سے کراماً کاتبین کی طرح ہے۔۔ذرا سا ریلیکس ہو۔۔نازل ہو جاتا ہے "

ابراہیم بس اس کی بات پر مسکرایا اور گروپ کے ساتھ دوڑتا گیا۔۔

ویکنڈ پر انھیں گھر والوں کو خط لکھنا تھا۔۔رات کو سونے سے پہلے انھوں نے گھر والوں کو خط لکھے۔۔سیلو ٹنگ ٹیسٹ میں ایک ہفتہ رہ گیا تھا اور گھر جانے کے لیے سیلو ٹنگ ٹیسٹ پاس کرنا ضروری تھا۔۔

"تم کس کے نام لکھ رہے ہو؟ "

کاغذ پر جھکے ابراہیم سے پوچھا۔

"میں اپنے گھر والوں کے نام۔۔دادا اور امی کے نام"

"اچھا" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اور تم؟ "

اس نے حدید سے پوچھا جو کہ پین دانتوں کے درمیان ڈالے کچھ سوچ رہا تھا۔

"میں۔۔اپنی منکوحہ کے نام"

اس نے ہوتی گردن موڑ کر اسے دیکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا واقعی؟ "

"ہاں۔۔ تمھیں کیا لگتا ہے ایک حسین جوان مرد کو خاندان والے یونہی چھوڑ دیں گے "

وہ ہنس دیا۔

"واہ۔۔ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ "

"کیوں تم نے بھنگڑا ڈالنا تھا؟ "

وہ کہنی ٹیبل پر رکھے ماتھا ہتھیلی پر ٹکائے اس کی جانب منہ کیے اس سے مخاطب تھا

"پسند کا نکاح ہے؟ "

وہ ذرا سا مسکرایا۔اس کے گال گلابی پڑے

"ہاں۔۔ میری خالہ کی بیٹی ہے۔۔ اسے فوجی اچھے لگتے ہیں تو مجھے بھی فوجی بننا پڑا "

وہ اس کی شکل دیکھ کر ہنس دیا۔

"اوئے ہوئے۔۔ ہمارا لڑکا تو شرمائے جا رہا ہے" اور اس کو ذرا سی کہنی ماری

"بس کر۔۔ تمھارا نکاح ہو گا نا تو۔۔ قسم سے تمھیں ایسے نہ چھیڑا نا تو میرا نام بھی حدید نہیں "

وہ پھر بھی مسکرائے گیا۔۔

اب دونوں اپنے اپنے کاغذات پر جھکے قلم گھسیٹ رہے تھے۔

ایک اچھی بات بتاؤں" وہ ابراہیم کو دیکھ رہا تھا "

ہوں" وہ اپنے کاغذ پر جھکا تھا "

ہم جب پندرہ سولہ برس کے ہوتے ہیں ناتو ہمیں محبت بالکل پریوں جیسی لگتی ہے۔"

بالکل قصے کہانیوں جیسی، جیسے کوئی ہمارے لیے مٹی کے گڑھے میں سوار ہو کر دریا پار کرے گا، کوئی ہمارے لیے سب سے لڑے گا مگر ایسے نہیں ہوتا۔۔ایک بار شادی ہو جائے ناتو محبوبہ بیوی بن جاتی ہے، محبوبہ کرے تو نخرے بیوی کرے تو ڈرامے

وہ دونوں ہنسے تھے" تمھیں بڑا تجربہ ہے" ابراہیم نے اسے پھر چھیڑا تھا

وہ مسکرایا"بس جی ایک محبت کافی ہے"

ابراہیم نے سر ہلایا اور مسکرا دیا۔

رات لمحہ بہ لمحہ سرک رہی تھی مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔ حدید تو خراٹے لے رہا تھا۔

وہ اٹھا اور جوتا پہن کر باہر آ گیا۔ہاسٹل کی پچھلی طرف دروازہ تھا جہاں سے وہ باہر نکلا۔اس کے قدموں کی چاپ نہیں سنائی دی تھی۔وہاں ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگا کر کوئی بیٹھا

تھا۔سیاہی مائل جامنی اندھیرے میں بھی اس کا وجود جھلک رہا تھا۔۔وہ اس کے پاس پہنچا تو نیچے بیٹھے شخص نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا مگر وہ بیٹھا رہا۔۔

ابراہیم اس کے ساتھ گھاس پر بیٹھ گیا۔۔ٹھنڈی گیلی گھاس۔۔وہ رو رہا تھا۔۔

"کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ تمھیں کیا مسئلہ ہے؟ "

وہ چپ رہا۔کچھ بھی نہ بولا۔رات کے اس پہر سناٹا تھا۔خاموشی اور تاریکی!

"تم مجھے اپنا بھائی سمجھ سکتے ہو "

اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا۔

اس کے آنسو چھلک رہے تھے

"میرے سر میں درد ہے "

"اوہ۔۔کیا بس اتنی سی بات ہے۔۔مجھے تم ایک مضبوط اعصاب والے مرد لگتے ہو"

اس نے آنسو پونچھے۔

"دوا ہے تو بتاؤ۔۔نہیں تو جاؤ "

وہ خاصا بدمزاج تھا۔

وہ اٹھا اور اندر چلا گیا۔۔اندھیرے میں بیٹھے شخص نے سر جھٹک دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ پل گزرے تھے کہ اسے پھر اپنے پاس آہٹ محسوس ہوئی اور اس نے ساتھ کسی کو محسوس کیا۔۔وہ ذرا سا جھکا اور اس کی ہتھیلی میں اس کی دوا رکھی اور پانی کا گلاس دیا۔۔

اس نے دوا پانی کے ساتھ نگل لی اور پھر خاموش ہو گیا۔۔

وہ ستون کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔۔

"مجھے نصیحت کرنے والوں سے نفرت ہے۔۔کچھ اور کہنا ہے تو کہو "

وہ تو واقعی بگڑا ہوا بچہ تھا۔۔حدید صحیح کہتا تھا۔۔

"میں قابیل نہیں ہابیل ہوں،جی سی اعزاز "!

اور پھر وہ پلٹ گیا۔۔

گھاس پر ستون کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا شخص مطمئن تھا۔۔

رات کو نماز پڑھ کر جب وہ چھت پر آئی تو ساتھ والے گھر کی چھت پر کوئی تھا۔۔اس نے نظر انداز کیا اور چارپائی پر آ کر بیٹھ گئی۔۔دونوں گھٹنے سینے سے لگائے،اپنے بازو گھٹنوں پر رکھے اور گال گھٹنوں پر رکھے سوچ میں گم تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ابو۔۔آپ ستارہ بن گئے۔۔میں آپ کو یاد کرتی ہوں اور ہر روز یاد کرتی ہوں۔۔آج آپ ہوتے تو کتنا خوش ہوتے۔۔کوئی بات نہیں جو ایک مضمون رہ گیا ہے میں وہ بھی کر لوں گی۔۔میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں ابو۔۔بہت زیادہ "آنسو آنکھوں میں تیرنے لگے تھے۔

پیچھے کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی۔اس نے چہرہ اٹھایا۔وہ شیخو نہیں تھا۔اس کی چاپ وہ پہچانتی تھی۔وہ جو ساتھ والے گھر کی چھت پر تھا،وہ اس وقت حوا کے ساتھ آ بیٹھا تھا۔اس نے ہتھیلیوں سے اپنے گال رگڑے اور آنسو صاف کیے۔۔

عبدالرحمن کے ہاتھ میں کچھ تھا۔وہ اب آسمان دیکھ رہی تھی۔۔

"آج بھی بات نہیں کریں گی مجھ سے؟ "

وہ خاموش رہی۔۔چہرہ اٹھائے ستارے دیکھتی رہی۔۔

انھوں نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔

"میں آپ کے لیے کچھ لایا ہوں۔۔دیکھیں گی نہیں یہ کیا ہے؟ "

وہ انتہائی نرمی سے بول رہے تھے۔

اس نے چہرہ ان کی جانب موڑا۔سرخ ناک اور روئی روئی آنکھیں۔۔

وہ ایک چھوٹا سا مٹکا تھا۔۔ مٹی کا بنا ہوا اور اس پر ڈھکن تھا۔۔

"آپ کے رزلٹ کی خوشی میں "

وہ جس نے قسم کھائی تھی۔خاموش رہنے کی، وہ بول پڑی تھی

"میرا مذاق اڑا رہے ہیں "

خزاں کے بعد دل میں ایک پھول کھلا تھا۔۔وہ کتنا خوش تھے نہیں بتا سکتے تھے۔۔

"میں آپ کا مذاق اڑا سکتا ہوں؟ "

وہ خاموش رہی۔انھوں نے وہ مٹکا اس کے قریب رکھ دیا

"اچھے بچے تحفوں سے انکار نہیں کرتے"

"میں اچھی نہیں ہوں"اس نے کندھے اچکائے۔

"میں بھی اچھا نہیں ہوں۔۔اگر میں تحفہ دے سکتا ہوں تو آپ لے بھی سکتی ہیں"

ان کے لہجے میں کچھ تھا کہ اس کے بعد اس نے انکار نہیں کیا۔چہرہ جھکا لیا

"ایک بات کہوں؟ "

اس نے ان کی طرف دیکھا۔۔بولی کچھ نہیں۔۔

"میری انگریزی کافی اچھی ہے۔۔آپ چاہیں تو سیکھ سکتی ہیں۔۔کوئی فیس نہیں لوں گا آپ سے "

"شکریہ۔۔مگر میں آپ کے پاس نہیں آؤں گی "

وہ جتاتے ہوئے بولی تھی۔

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

شیخو چھت پر آچکا تھا اور دونوں نے اس کی موجودگی کو محسوس کیا تھا۔۔وہ اٹھے اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر چلے گئے۔۔

شیخو چارپائی کی جانب بڑھا۔۔

اب انھیں بہت سی باتیں کرنی تھیں۔

آج وہ دونوں اسلام آباد کے لیے روانہ ہوئے تھے۔دوپہر کے وقت وہ اپنے گھر پہنچے۔

موسم بہت خوشگوار تھا،ہوا چل رہی تھی۔وہ اپنے گھر کے سامنے کھڑا تھا۔گھر کے اندر کیاریوں میں چھوٹے پودے اب بڑے ہو چکے تھے اور وہ باہر سے نظر آرہے تھے۔۔کیف کا دل گھبرا رہا تھا۔۔اس کے قدم گھر کے باہر سیڑھیوں پر کھڑے لڑکھڑا رہے تھے۔۔یہ وہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جگہ تھی جو اس کا سکون ہوتی تھی۔۔یہ وہ جگہ تھی جہاں اس نے زندگی کو مسکراتے پایا تھا۔۔

یہ وہ جگہ تھی جہاں سے اس کی خوشیاں رخصت ہوئی تھیں۔۔

قیس پیچھے ٹیکسی ڈرائیور کو پیسے دے کر آگے بڑھا تھا۔۔

بازو لمبا کر کے اس نے دروازے کے بائیں جانب لگی بیل بجائی۔۔بیل کی آواز ابھی تک وہی تھی۔۔چڑیوں کی چہچہاہٹ والی!

اس کا دل ڈوب رہا تھا۔۔

دروازہ کھلا اور ایک معمر سی سفید بالوں والی خاتون باہر آئیں۔۔بہت خوش اخلاقی سے انھوں نے ان کا استقبال کیا۔۔وہ گھر کے اندر داخل ہوا اور دائیں جانب بنے باغ پر نظر پڑی۔۔ابھی تک ویسا ہی ہرا بھرا تھا۔۔اس کی ماں کو پودوں کا بہت شوق تھا

جس جگہ وہ کھڑا تھا یہاں ان کی گاڑی کھڑی ہوتی تھی جسے وہ دونوں بھائی اپنے باپ کے ساتھ مل کر ہر اتوار دھوتے تھے۔۔

اسے وہ آخری لمحات یاد آئے جب قیس گھاس پر خفا سا بیٹھا تھا کہ وہ یہ گھر چھوڑ کر نہیں جائے گا۔۔کیف اور اس کی ماں اسے سمجھا رہے تھے،اسے منا رہے تھے۔۔

زندگی بھی نا بعض اوقات ہم سے ہمارے قد سے بڑے فیصلے کرواتی ہے۔۔

سر جھٹک کر وہ اندر بڑھا۔ قیس پہلے ہی اندر جا چکا تھا اور لاؤنج میں رکھے صوفے پر بیٹھا خاتون سے گفتگو کر رہا تھا۔۔

ملازم ان کے لیے چائے لے آیا۔۔

"بس بیٹا۔۔ ہمارا مسئلہ ہو گیا تھا جس کی وجہ سے پیسے نہیں بھیج سکے ورنہ پانچ سے پہلے بھیج دیتے ہیں "

"نہیں نہیں آنٹی۔۔ ہمیں بھی خیال ہے آپ کا لیکن ہمارے بھی کچھ مسائل تھے۔۔ ورنہ ہم اتنی دور نہیں آتے "

وہ مسلسل معذرت کر رہی تھیں۔ قیس کو ایک بات بار بار کہنے اور سننے سے چڑ تھی۔

"گھر پر اور کوئی نہیں ہے۔۔ میرا مطلب آپ کا بیٹا بہو؟" قیس بے زاری سے بیٹھا پوچھ رہا تھا۔

"بیٹا تو دفتر چلا گیا۔۔ بہو ذرا یہ ساتھ گئی ہے مارکیٹ تک۔۔ کچھ خریداری کرنے "

دو تین باتیں کر کے وہ اٹھ گئیں۔

"کیا یہ کھانے کا انتظام کرنے گئی ہیں؟ "

قیس نے ذرا سا اس کی طرف جھک کر رازداری سے پوچھا

"میری تو پھوپھی ہیں نا جو مجھے بتا کر ہر کام کرتی ہیں"

قیس نے منہ بسور کر اسے دیکھا

کمرے کا دروازہ ہلکا سا کھلا اور ایک چھوٹا بچہ بمشکل چلتا ہوا، گرتا پڑتا ان دونوں تک پہنچا۔۔

اس نے قیس کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے ہوئے تھے اور اپنی زبان میں کچھ کہہ رہا تھا۔۔

"مجھے لگتا ہے فیڈر مانگ رہا ہے اپنا" قیس نے اس کی بات سمجھنے کی کوشش کی۔

"ادھر آؤ!" بڑے پیار سے کیف نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اپنے پاس بلا کر اسے گود میں بٹھا لیا۔

"یار۔۔یہ آنٹی کہاں رہ گئی ہیں۔۔مجھے شدید کوفت ہو رہی ہے"

"کیوں؟ "

ساتھ بیٹھا قیس صوفے کی کمر پر کہنی رکھے مسلسل ٹانگ ہلا رہا تھا۔

"اف۔۔پتہ نہیں "!

خاتون آ گئیں۔۔ایک لفافہ تھا ان کے ہاتھ میں۔۔

قیس کھڑا ہوا اور ہاتھ بڑھا کر وہ لفافہ پکڑ لیا۔

"شکریہ۔۔ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیف نے بچے کو اٹھایا ہوا تھا۔

"یہ آپ کا پوتا ہے "

خاتون مسکرائیں۔"جی۔۔ایسے ہی اچھے مہمانوں سے مانوس ہو جاتا ہے "

کیف مسکرا دیا اور اسے نیچے اتار دیا۔

"آنٹی۔۔کیا میں اندر۔۔کمرہ دیکھ سکتا ہوں؟ "

خاتون حیران ہوئیں پھر مسکرا کر اسے دیکھا"آپ ہی کا گھر ہے،ضرور "

کیف دائیں جانب بڑھا مگر قیس نے اسے کہنی سے تھام لیا اور ایک جھٹکے سے پیچھے کیا۔وہ جو اندر جانے والا تھا حیران ہوا پھر خفا

"نہیں۔۔آنٹی ہم پھر کبھی آئیں گے۔۔ابھی ذرا جلدی میں ہیں"

بمشکل مسکرایا۔

وہ بس سر ہلا کر رہ گئیں۔

دونوں خدا حافظ کر کے باہر آ گئے۔کیف کا منہ بنا ہوا تھا۔

باہر کالونی میں چلتے ہوئے قیس نے اس کے بازو پر چٹکی کاٹی۔

"آہ۔۔۔کیا ہے؟ "

وہ ہاتھ بازو پر ملتے ہوئے بولا

"تم کیا انار کلی بنے ہوئے تھے؟ "

"کیا؟ "

اسے کچھ سمجھ نہیں آیا

"آنٹی۔۔میں اندر کمرہ دیکھ سکتا ہوں"اس کی نقل اتارتے ہوئے بولا

"ہاں تو؟ "

"یار۔۔اپنے جذبات کو کنٹرول کرو۔۔مجھے پتہ ہے جس طرح تم ہر چیز کو ترسی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے اگر ہمارا کمرہ دیکھ لیتے تو وہیں بیڈ پر لیٹ کر تم نے رونے لگ جانا تھا "

کیف خاموش رہا۔وہ سچ ہی تو کہہ رہا تھا۔

"کیفی۔۔ایک بات یاد رکھنا جو چیزیں ہم سے چھن جائیں یا ہم سے دور ہو جائیں ایک مدت تک وہ ہمیں اداس کر سکتی ہیں مگر پھر ہمیں آگے بڑھنا چاہیئے۔۔یہ نہیں کہ ہمیں ان کے بارے میں سوچ کر انھیں دیکھ کر دکھ نہیں ہو گا۔۔دکھ ہو گا مگر مسکرا کر ہنس کر ٹال کر ان سے مقابلہ کرنا چاہیئے۔۔ہر شخص کچھ نہ کچھ کھوتا ہے اور کبھی کبھی کھو دینے میں ہی شاید خیر ہوتی ہے۔۔یہ جو چیز ہے "

اس نے انگلی سے اس کے سینے کی بائیں طرف اشارہ کیا

"اس کا بھی حق ہے یہ خوش رہے۔۔اور یہ ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ یہ ہمارا دل ہے۔۔اسے ان چیزوں سے دور رکھنا چاہیئے جس سے اسے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ جب اسے تکلیف ہوتی ہے تو انسان کچھ کرنے کے قابل نہیں ہوتا "

وہ اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے کسی دوست کی طرح سمجھا رہا تھا۔

وہ مسکرایا۔

"تمھیں ایک رائٹر ہونا چاہیئے "

اس نے کندھے اچکائے

"میں وہ کہتا نہیں جو میں کرتا نہیں۔۔سو میں ایک اچھا رائٹر نہیں ہوں گا۔۔اچھا رائٹر نہیں ہوں گا تو مشہور نہیں ہوں گا۔۔میرے پاس پیسہ نہیں آئے گا۔۔اور قیس وہ کام نہیں کرتا جس میں خسارہ ہو "

اس نے اس کی سر پر ہلکی سی چپت رسید کی۔

"بہت بڑی فلم ہو تم قسم سے "!

"چلو۔۔کھانا کھائیں" کیف کا موڈ ٹھیک ہو چکا تھا۔

اب وہ ہوٹل کی جانب بڑھ رہے تھے

آج وہ ہوٹل گئی تھی اور اپنے ڈیڈی کے دوست سے ملی۔ ہوٹل کا کام وغیرہ دیکھا، کیا کچھ بدلنے والا ہے اور کس چیز کی ضرورت درپیش ہے، سب کا حساب کتاب کر کے شام میں گھر واپس آئی تھی اور اب بیڈ پر سینے کے بل لیٹی ایک ٹانگ مسلسل اوپر اٹھاتی پھر نیچے گراتی۔۔ کمرے میں سناٹا تھا۔۔ اتنی خاموشی کہ گھڑی کی ٹک ٹک سنائی دے رہی تھی۔۔ اگر آج اس کا باپ زندہ ہوتا تو وہ یوں اکیلی نہ ہوتی۔۔ یہ ایک بات اس نے بیسیوں بار سوچی تھی۔۔ ایک دو دن سے اسے ابراہیم کی یاد بھی آ رہی تھی۔۔ کیوں آ رہی تھی۔۔ شاید وہ واحد شخص تھا جو لیزا کے بعد مسٹر سٹیفورڈ کے سب سے قریب رہا یا پھر لیزا سے پہلے وہ شخص تھا جو ان کے قریب تھا۔۔ کئی ایسی باتیں تھیں جو اس کے ذہن میں گردش کرتی تھیں مگر وہ یہاں نہیں تھا۔۔ وہ اس سے نہیں پوچھ سکتی تھی۔۔

سیدھی ہوئی اور چھت کو گھورنے لگی۔۔

منظر بدلا لوگ بدلے وقت پیچھے چلا گیا۔۔۔

شام سے ذرا پہلے کا وقت تھا۔ ابراہیم اور مسٹر سٹیفورڈ چیس کھیل رہے تھے۔ ہنستے مسکراتے ایک دوسرے کو چھیڑتے۔۔ کھیل ختم ہوا اور وہ دونوں گھر کی چھوٹی سی لائبریری

میں داخل ہوئے۔۔لیزا وہاں پہلے سے بیٹھ کر کچھ پڑھ رہی تھی۔۔ان دونوں کو دیکھا تو مسکرا دی۔۔پھر دوبارہ کتاب پر جھک گئی۔۔کھڑکی کے پردے حسب معمول ہٹے ہوئے تھے۔۔

وہ ایک شیلف کی طرف بڑھا اور دانتوں میں انگلی دبائے (کون سی کتاب لے؟) سوچنے لگا تھا۔۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک ملازم اندر آیا۔۔اس نے مسٹر سٹیفورڈ کو کچھ کہا اور وہ سر ہلا کر اسے جانے کا کہنے لگے۔۔

ابراہیم جو گردن موڑے کھڑا انھیں دیکھ رہا تھا وہ اس سے مخاطب ہوئے

"تم کتاب نکالو۔۔بیٹھو، میں بھی آتا ہوں"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔وہ چلے گئے۔۔

لیزا ابھی بھی کتاب پر جھکی تھی، کہنی میز پر جمائے ہاتھ گردن پر رکھے ذرا سا ترچھا ہو کر بیٹھی تھی

کمرے میں خاموشی تھی۔وہ کتاب نکال کر کرسی کی جانب بڑھا، اس کے بوٹوں کی آواز کمرے میں ارتعاش پیدا کر رہی تھی۔۔

وہ بہت سی کرسیاں چھوڑ کر بیٹھا تھا۔۔کتاب کھولی اور اسے پڑھنے لگا۔۔

وہ اب پڑھنے میں محو تھا۔۔لیزا نے نظریں اٹھائیں۔وہ اس کے بائیں جانب بہت سی کرسیاں چھوڑ کر بیٹھا تھا۔۔مسٹر سٹیفورڈ کی لائبریری میں بیٹھ کر لگتا نہیں تھا کہ یہ کسی گھر میں بنایا گیا ایک چھوٹا کتب خانہ ہے۔۔کرسیاں، شیلفس، کتابیں اسی انداز سے لگی ہوئی تھیں جیسے کسی ادارے کی لائبریری میں ہوتی ہیں۔۔

وہ وقتاً فوقتاً اسے دیکھ لیتی تھی مگر اس نے ایک بار بھی اسے نہیں دیکھا تھا۔۔اس نے کتاب بند کی اور اٹھ گئی۔۔

جب وہ باہر چلی گئی تو وہ ٹیک لگا کر کسی حد تک آرام سے بیٹھ گیا۔۔کتاب اچھی تھی۔۔

اسے پتہ نہیں چلا کب اتنا وقت گزر گیا کہ باہر سورج ڈوب چکا تھا۔۔مغرب سر پر تھی۔۔

جب کمرے میں روشنی مدہم پڑنے لگی تو اس نے کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی اور جھٹکے سے کھڑا ہوا۔۔

فوراً باہر کی طرف لپکا۔۔کتاب اس کے ہاتھ میں تھی۔۔وہ یہ کتاب لے جانا چاہتا تھا کہ گھر جا کر اسے پورا پڑھ لے مگر مسٹر سٹیفورڈ باہر نظر نہیں آئے۔۔گھر میں خاموشی تھی۔۔

اس نے سوچا لیزا کو بتا دے کہ وہ کتاب لے کر جا رہا ہے مگر وہ بھی کہیں نظر نہیں آ رہی تھی۔۔وہ سیڑھیوں پر چڑھتا اوپر کمرے کی جانب بڑھ رہا تھا

مسٹر سٹیفورڈ نہیں تو مسز سٹیفورڈ کو بتادے کہ وہ کتاب لے کر جارہا ہے۔۔ورنہ کسی کے گھر سے بنا پوچھے کتاب لے کر جانا اچھا نہیں لگتا۔۔اسے صرف مسٹر سٹیفورڈ کا کمرہ یاد تھا۔۔ کچن میں کھڑی لیزا اسے دیکھ سکتی تھی کہ وہ کسی کو ڈھونڈ رہا ہے۔۔

وہ جو چائے بنا رہی تھی۔۔باہر کی جانب بڑھی کہ اس سے پوچھ لے کہ کسے ڈھونڈ رہا ہے۔۔ایک دم سے کچھ ابلنے کی آواز آئی اور چائے ابل رہی تھی۔۔اس نے آگ ہلکی کی اور پھر وہیں کھڑی رہی۔۔

ابراہیم نے ان کے کمرے پر دستک دی مگر دروازہ نہیں کھلا۔۔ساتھ والے کمرے سے کسی کے ہنسنے کی آواز آرہی تھی۔۔کسی خاتون کے ہنسنے کی۔۔دروازہ ذرا سا کھلا تھا۔۔"مسز سٹیفورڈ ادھر ہوں گی"سوچ کر وہ اس جانب مڑا۔۔وہ جو ذرا سا دروازہ کھلا تھا وہاں سے کھلی کھڑکی اور بالکنی نظر آرہی تھی۔۔

لیزا چائے کے کپ دونوں ہاتھوں میں پکڑے کچن سے باہر آئی تو اس نے گردن اٹھا کر دیکھا۔۔

وہ الٹے قدموں پلٹا تھا اور پھر سیڑھیوں سے اترنے لگا۔۔کمرے کا دروازہ کھلا اور مسز صوفیہ سٹیفورڈ غصے سے اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔۔

"رک جاؤ "!

وہ دھاڑی تھیں۔

ابراہیم جو کہ سیڑھیاں اتر چکا تھا اور اب باہر بڑھنے لگا تھا، رک گیا۔

وہ نیچے آئیں اور اس کو گریبان سے پکڑ لیا۔۔اس وقت وہ انیس سال کا تھا۔۔چہرے پر معصومیت تھی اور وہ ان کے کندھے سے اوپر تک آتا تھا۔۔دل تیزی سے دھڑک رہا تھا۔۔

"شرم نہیں آتی تمھیں۔۔کسی کے گھر جا کر یوں جھانکتے ہو "

وہ اسے گریباں سے پکڑے جھنجھوڑ رہی تھیں۔

"آپ غلط سمجھ رہی ہیں۔۔میں بس یہ کتاب کا پوچھنے آیا تھا آپ کے پاس "

اسے سمجھ نہیں آیا کہ وہ کیسے اپنی صفائی پیش کرے۔۔

لیزا ان کی طرف بڑھی۔

"ممی۔۔چھوڑیں اسے۔۔وہ سچ کہہ رہا ہے "اور اس نے اپنی ماں کا ہاتھ اس کے گریبان سے الگ کروایا۔

"یہ جتنا معصوم دکھتا ہے نا اتنا ہے نہیں۔۔آئندہ اگر تم مجھے اس گھر میں نظر آئے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا "انگلی دکھا کر تنبیہہ کی۔

وہ اس پر چلا رہی تھیں۔

"دفع ہو جاؤ یہاں سے "

اسے باہر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ فوراً وہاں سے چلا گیا۔۔

لیزا پریشان کھڑی تھی کہ اس کی ماں اب بات بات پر یونہی چلانا شروع ہو جاتی تھیں۔

پہلے اپنے شوہر اور بیٹی پر اور اب گھر آئے مہمان پر بھی۔۔

وہ وہاں سے چلا گیا تو وہ پیر پٹخ کر اوپر چلی گئیں۔۔

اسے دکھ ہوا تھا بہت دکھ۔۔وہ اچھا لڑکا تھا۔۔اس کے ساتھ غلط ہوا تھا مگر وہ یہ ثابت نہیں کر سکی تھی۔۔

اس کے بعد کئی ہفتے وہ ان کے گھر نہیں آیا۔لیزا نے اپنے باپ سے ایک دو بار اس کے بارے میں پوچھا تھا۔انھوں نے "وہ آج کل خفا ہے مجھ سے" کہہ کر ٹال دیا۔وہ پریشان اور اداس رہنے لگے تھے اور دن بدن ان کے سر کے بال بھی سفید ہونے لگے تھے۔

ماں باپ کے سفید بالوں کو کوئی نوٹ کرے یا نہ کرے اولاد تو کرتی ہے۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک شام وہ دونوں باپ بیٹی عبدالرحمن کے گھر گئے۔۔دروازہ کھٹکھٹایااور اکبر بابا نے دروازہ کھولا۔

وہ دونوں اندر چلے آئے۔ابراہیم صوفے پر اپنے دادا کے ساتھ بیٹھا تھا۔ان کے کندھے پر اپنا سر رکھے۔شاید کوئی شکوہ کر رہا تھا یا کوئی بات جس پر اسے دکھ ہوا تھا۔۔

"دادا پوتا اب ہمیں بھی تھوڑا وقت دے دیں "

مسٹر سٹیفورڈ اندر داخل ہوتے ہی بولے تھے۔ان کے ساتھ گلابی رنگ کی فراک پہنے ہاتھوں میں گلدستہ پکڑے لیزا کھڑی تھی۔دونوں نے مڑ کر دیکھا۔وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔۔

وہ مسکرائے "ارے! آؤ آؤ" عبدالرحمن کھڑے ہوئے

اور مسٹر سٹیفورڈ آگے بڑھے اور عبدالرحمن کے گلے لگے۔۔

وہ بھی ان سے ملا اور ہلکا سا مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہو؟" ابراہیم کا ہاتھ ان کے ہاتھ میں تھا۔

اس نے کندھے اچکائے۔

"لگ تو رہا ہوں "

پھر وہ کافی دیر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔لیزا چپ چاپ بیٹھ کر سنتی رہی۔

ابراہیم اٹھا اور باہر باغ کے پاس بنی چھوٹی سیڑھیوں پر جو کہ کچن سے باہر باغ کی طرف کھلتی تھیں، وہاں جا کر بیٹھ گیا۔۔ وہ ذرا اداس تھا۔۔

اسے اپنے پیچھے کسی کی آہٹ محسوس ہوئی۔ وہ سامنے آ کھڑی ہوئی

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں؟"

وہ ذرا سا دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھ گیا۔ وہ ساتھ بیٹھ گئی

"سوری "!

وہ گھاس پر جھکے، ہاتھ سے گھاس کھینچ رہا تھا۔

"کس لیے؟ "

"ممی کی وجہ سے۔۔۔ انھیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا "

"مجھے برا نہیں لگا۔۔ ایسے کسی کی گھر میں جا کر جھانکنا اچھا نہیں ہوتا۔۔ مجھے اس بات کا احساس ہے۔۔ میں غلط تھا "

اس کے ہاتھ میں بہت سے گھاس تھی جسے اس نے زمین پر پھینک دیا۔

"مجھے ممی اچھی نہیں لگتیں۔۔مجھے ان سے محبت نہیں ہے اور مجھے وہ پسند بھی نہیں ہیں۔۔ڈیڈی سے کہتی ہوں کہ ہم الگ رہ لیتے ہیں مگر وہ نہیں مانتے۔۔میں اپنی ممی کی بالکل ریسپیکٹ نہیں کرتی کیونکہ وہ ڈیڈی کی ریسپیکٹ نہیں کرتیں۔۔آئی ہیٹ ہر "!

وہ خفا ہوئی تھی۔

"اپنی ماں سے نفرت نہیں کرتے لیزا "!

یہ پہلی بار تھا کہ ابراہیم نے اس کی طرف دیکھا تھا۔

"مگر میں کرتی ہوں۔۔وہ بہت بری ہیں" وہ خفا ہوئی۔

"مائیں کبھی بری نہیں ہوتیں۔۔عورت بری ہو سکتی ہے ماں بری نہیں ہوتی۔۔ماں صرف ماں ہوتی ہے "

وہ جھنجھلائی تھی

"وہ میرے ڈیڈی کو دھوکا دے رہی ہیں" وہ تڑپ کر بولی تھی

"لیزا!" اس نے اپنا منہ پھیر لیا۔ایک ٹھنڈی آہ بھری اور اسے دیکھا

"اپنے گھر کی باتیں کسی کو نہیں بتاتے۔۔کسی۔۔کو۔۔بھی نہیں"

وہ چپ ہو گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"گھر ہماری چار دیواری ہوتا ہے۔۔چار دیواری میں جو باتیں ہوتی ہیں انھیں چار دیواری سے باہر نہیں نکالنی چاہیئے۔۔اچھی بات نہیں ہوتی "

وہ نہ ڈانٹ رہا تھا نہ طنز کر رہا تھا بس نرمی سے سمجھا رہا تھا۔

"دوستوں کو بھی نہیں بتانی چاہیئے؟"

"نہیں۔۔اپنا مسئلہ یا اپنی باتیں صرف اسے بتاتے ہیں جس کے پاس آپ کے مسئلے کا حل ہو۔۔جن کو واقعی بتانے کی ضرورت ہو۔۔وقت گزاری کے لیے یا پھر دوستی کے لیے اپنا آپ کھول کر نہیں رکھ دیتے"

"انھوں نے تمھاری بے عزتی کی تھی۔۔مجھے اچھا نہیں لگا بس اسی لیے کہہ رہی تھی "

وہ بولی تو آواز مدھم تھی۔

"تمھیں میرے لیے پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔وہ میری کچھ نہیں لگتیں ۔۔میں انھیں پسند کروں یا ناپسند کیا فرق پڑتا ہے۔۔میں ان کی عزت کرتا ہوں"

"کیوں؟ "

جواب کھٹاک سے آیا تھا

"کیونکہ عورت کو عزت اللہ نے دی ہے۔۔ جسے اللہ عزت دیتا ہے میں کون ہوتا ہوں اس کو بے عزت کرنے والا"

مثبت انسان کے ساتھ بیٹھنا کتنا اچھا ہوتا ہے نا۔۔ایک الگ احساس ہوتا ہے۔۔اس کی صحبت عجیب طریقے سے ہمارے ذہن پر اثر کرتی ہے۔۔زندگی ایک نئے زاویے سے نظر آنے لگتی ہے اور لیزا کو یہ احساس پہلی بار ہوا تھا۔۔

اکبر بابا انھیں بلانے آئے تھے۔۔

"چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔۔ چلو!" ابراہیم اٹھا اور اسے بھی اشارہ کیا اور وہ اندر چلے گئے۔۔

اب واپس جانے کا وقت ہو رہا تھا۔۔وہ گیٹ کے پاس کھڑے عبدالرحمن سے بات کر رہے تھے کہ ابراہیم نے انھیں پیچھے سے آواز دی

"سر سٹیفورڈ"!

اس کی آواز پر وہ متوجہ ہوئے۔

اور وہ ان کے گلے آ لگا۔۔کافی دیر تک اس نے اپنے بازو ان کے گرد حمائل کیے رکھے۔ انھوں نے اس کی کمر کو تھپکا

"میری بیٹی اور تمھارا دادا دونوں جل رہے ہیں "

اور وہ پیچھے ہٹا، مسکرا دیا

"میں آپ سے ناراض نہیں تھا۔۔بس ایسے ہی کچھ خفا تھا" کندھے اچکائے

"ہاں۔۔مجھے پتہ ہے تمھیں دورہ پڑتا رہتا ہے" انھوں نے اس کی گال کھینچی تو وہ کراہا

"آہ"!

لیزا اور مسٹر سٹیفورڈ دونوں ہنس دیے۔

آخری مصافحہ کیا اور چلے گئے۔۔

حال میں بیڈ پر لیٹی لیزا اداسی سے مسکرا رہی تھی۔۔

"کتنی دیر ہو گئی اس بے رحم کی نرم آواز سنے"!

وہ سینے کے بل لیٹی اور منہ تکیے میں دے دیا

چھمی ویسے تو سارا دن ابراہیم کے گھر رہتی تھی مگر آج اس کا دل کیا تو آسیہ بیگم سے ملنے چلی آئی۔۔ان سے بیٹھ کر کافی دیر باتیں کرتی رہی پھر اٹھ کر حوا سے ملنے چلی آئی۔۔وہ اپنے کمرے میں اپنے آگے کتابیں سجائے بیڈ پر بیٹھی تھی۔۔اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ کہاں سے

شروع کرے اور کیا شروع کرے۔۔سارا کچھ بھول بھال گیا تھا اور انگریزی اس کی پہلے ہی بہت کمزور تھی۔۔وہ چڑچڑی ہو گئی تھی۔۔دل ہوتا تو بات کا جواب دیتی نہیں تو نہ سہی۔۔چھمی دروازے کے پاس کھڑی تھی۔ہاتھ سے کھلے دروازے پر دستک دی۔۔حالانکہ حوا پہلے دیکھ چکی تھی مگر اس نے اسے نظر انداز کر دیا۔۔اس نے دستک کے جواب میں کچھ نہیں کہا۔۔

چھمی خود ہی اندر چلی آئی۔۔اس کے سامنے آ کر بیٹھ گئی۔۔

"کیسی ہو؟" وہ بڑے پیار سے بولی تھی۔

"بہت بری" بے زاری سے بولی۔

وہ بس مسکرائی۔

"تمھیں میں اچھی نہیں لگتی؟ "

کچھ لمحے بعد چھمی نے دونوں کے درمیان حائل خاموشی توڑ ڈالی۔

"تمھیں کیا فرق پڑتا ہے "

وہ جیسے منہ میں مرچیں چبائے بیٹھی تھی۔

"کیوں نہیں پڑتا۔۔پڑتا ہے جی"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پھر بھی تم آجاتی ہو میرے سامنے "

"پسند نہیں کرتی نہ کر، عزت تو کر" وہ خفا ہوئی تھی۔

"میں تمھاری عزت کرتی ہوں، تم خود میرے پاس اس وقت آتی ہو جب میرا تم سے بات کرنے کا دل نہیں ہوتا "

بات چھمی کے دل کو لگی تھی۔

"نہ تم عبدالرحمن کی پوتی لگتی ہو، نہ عبداللہ کی بیٹی۔۔ مرچیں کم کھایا کرو"!

اور کہتے ہی چھمی کھڑی ہو گئی۔

حوا نے نظریں اٹھا کر اسے دیکھا۔ چھمی نے ایک آخری بار اسے دیکھا، ناراضگی سے غصے سے۔۔ اس کا دل دکھا تھا اور وہ چلی گئی۔۔

اسے پتہ نہیں کس بات کا غصہ تھا۔۔ سامنے پڑی کتاب زور سے پکڑ کر صوفے پر پھینکی اور باہر چلی گئی۔

روٹین کے مطابق خاکی وردیوں میں ملبوس جوان پی ایم اے کی سڑک پر مارچ کر رہے تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ڈرل کے بعد وہ فریش ہوئے اور ناشتے کے لیے ہال میں داخل ہوئے۔۔اب ان کے ساتھ سینیئرز نہ بھی بیٹھے تو چھری کانٹے سے کھانا، نیپکین کا استعمال، تیر کی طرح سیدھا بیٹھنا وہ سب سیکھ چکے تھے۔۔

"ناشتے میں حلوہ پوری نہیں مل سکتی کیا؟ "

حدید نے پانی کا گلاس منہ کو لگایا اور ساتھ بیٹھے ابراہیم سے مخاطب ہوا

"ہاں تم تو ماموں کے گھر ہو نا۔۔حلوہ پوری، ہوں"!

اس نے سر جھٹکا۔

" کبھی کبھی دل کر ہی پڑتا ہے"

"تمھارا جو دل ہے۔۔تمھاری طرح بڑا کمینہ ہے "

اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اس سے کہا اور ایک نوالہ منہ میں ڈالا۔

"دل تو کمینہ ہی ہوتا ہے" حدید نے اپنی طرف سے فلسفہ جھاڑا تھا۔

"تمھیں بڑا پتہ ہے"

"میں فوجی نہ ہوتا نا۔۔تو شاعر ہوتا "

"ہاں۔۔نکما شاعر!" نچلا لب دانتوں میں دبا کر اس نے ہنسی روکی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں سٹاف ہوتا نا تو قسم سے تمھیں صبح سے لے کر شام تک۔۔جی بھر کے بھگاتا۔۔اور پھر اگلی صبح ٹانگ مار کر اٹھاتا "

"مذاق کر رہا تھا۔۔زیادہ سنجیدہ نہ ہو" اسے کہنی ماری۔

"یہاں تو کھانا بھی ایسے جیسے انگریز دے رہے ہیں۔ہمارے گاؤں میں تو صبح مکئی کی روٹی اور سرسوں کا ساگ، آہا!" اس نے آنکھیں بند کر کے ذائقہ محسوس کیا" ساتھ لسی، قسم سے مزہ آجاتا تھا" اس نے روٹی کا ایک لقمہ توڑا

"بڑی یاد آرہی ہے گاؤں کی؟" ابراہیم نے اسے گھورا

"ہاں نا۔۔گاجر کا مربہ، کڑک چائے، گنے کا رس۔۔یہاں تو بس روٹی انڈہ اور پتہ نہیں کیا کیا" اس نے سر جھٹکا

"کوئی نہیں۔۔جب جاؤ گے پیٹ بھر کر کھانا "

"میری بیوی آلو کے پراٹھے بناتی ہے، آہا۔۔ایک بار پتہ ہے کیا ہوا "

"کیا ہوا؟"

"ہم نا چھوٹے ہوتے تھے، اپنی خالہ کے گھر گئے۔تقریباً یہی کوئی چودہ پندرہ برس کے۔۔تب اس نے پہلی بار ہمیں آلو کے پراٹھے بنا کر کھلائے "

وہ ہنس دیا" پھر؟ "

"وہ مجھ پر مرتی تھی اور میں اس نے آلو کے پراٹھوں پر "

وہ مسکرائے جا رہا تھا

"مطلب تم نے شادی آلو کے پراٹھوں کی وجہ سے کی ہے"

"نہیں۔۔اس کے ہاتھ کے توکریلے بھی کمال ہوتے ہیں" وہ ذرا سا شرمایا۔

پیپرز کے بعد دو چھٹیاں تھیں ایک گزر گئی اور دوسری گزر رہی تھی۔۔ قیس کچن میں کھڑا ٹوٹی کھولے چاول دھو رہا تھا اور کیف پیاز کاٹ رہا تھا۔۔اس کی آنکھیں سرخ تھیں اور آنسو بہہ رہے تھے (پیاز کی سوغات!)

"میں کل ایک ڈائریکٹر سے ملا تھا "

اس نے تھوڑے سے کچے چاول منہ میں ڈالے اور چبانے لگا۔

"پھر؟ "

"ایک لڑکے نے ملوایا تھا اور شاید وہ ڈائریکٹر پہلے بھی تھیٹر آتا رہا تھا۔۔وہ میرا شو دیکھ چکا تھا "

پیاز کاٹ کر ہنڈیا میں ڈالے

"آگے بولو" کیف نے اوپر والا کیبن کھولا اور آئل نکالا

"ایک چھوٹے سے رول کے لیے کاسٹ کرنا چاہ رہا تھا "

چاول دھو کر، پانی میں بھگو کر اس کے ایک بڑے پیالے میں ڈالے اور ساتھ رکھ دیے۔

"پھر؟ "

آئل ہنڈیا میں ڈالا، آگ جلائی اور کفگیر سے ہلایا۔

"میں نے منع کر دیا" اس نے شاپر سے آلو نکالے اور چھری پکڑ کر چھلکے اتارنے لگا۔

"میں نہیں مانتا "

"یار۔۔اداکاری نہیں کرنی مجھے "

اس نے کندھے اچکائے

"پیسے کم دے رہا تھا؟ "

پیاز ہلکے بھورے ہونے لگے تھے۔

قیس ہنس دیا "تم واقعی میرے بھائی ہو "

وہ مسکرایا۔

"بیٹا تمھاری رگ رگ سے واقف ہوں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ چھری سے آلو کے چھوٹے چھوٹے ٹکرے کر رہا تھا۔

"" وہ۔۔ تمھارا دوست ہوتا تھا نا ایک۔۔ وہ جس سے تم نے مجھے تھیٹر میں ملوایا تھا

ابراہیم

کیف کچھ کچھ یاد آنے پر بولا رہا تھا۔

"ہاں۔۔ براہیم۔۔ یاد ہے مجھے۔۔ کیا ہوا اسے؟"

"کچھ نہیں۔۔ وہ کبھی نظر نہیں آیا اب۔ تم نے بھی کبھی ذکر نہیں کیا"

ہاں۔۔ وہ یہاں نہیں ہے۔۔ وہ اپنے گھر چلا گیا تھا۔۔ اسے فوج میں جانا تھا۔۔ اتنی دیر

ہو گئی لاہور نہیں آیا۔۔ مجھے لگتا ہے فوج میں چلا گیا ہو گا۔۔ اچھا بندہ تھا" آلو کے چھوٹے

ٹکرے پانی تلے رکھے دھو رہا تھا پھر کچھ یاد آنے پر بولا۔

" کیفی! تایا کی طرف سے خط آیا ہے۔۔ تم سوئے تھے تو میں نے لیمپ کے نیچے رکھ دیا۔۔

دیکھ لینا "

وہ جو تڑکا لگا رہا تھا، ٹھنڈی سانس خارج کر کے بولا

"اب پتہ نہیں کیا نیا دھماکہ کیا ہو گا "

کچن میں ہنڈیا سے دھواں اٹھنے لگا تھا۔۔اس نے نمک مرچ ڈال کر آلو ڈالے، آگ ہلکی کی اور باہر چلا گیا۔۔

دوپہر کے وقت اس کا خط موصول ہوا تھا۔ سکینہ ہاتھ میں سفید کاغذ پکڑے زمین پر چوکڑی مار کر بیٹھی تھی۔ صوفے پر عبدالرحمن بیٹھے تھے۔ بیڈ پر بیٹھیں سمیرا بھی متوجہ تھیں۔

"السلام علیکم! امی۔۔

مجھے پتہ ہے دادا بھی پاس ہی ہوں گے سوان کو بھی جی سی ابراہیم کی طرف سے سلام۔۔ میں بالکل ٹھیک ہوں اور امید کرتا ہوں آپ بھی ٹھیک ہوں گے۔۔کہتے ہیں کہ اگر قیدی کو قید خانے سے محبت ہو جائے تو تو پھر قید، قید نہیں رہتی۔۔مجھے لگتا ہے مجھے بھی اس جگہ سے محبت ہو گئی ہے۔۔امی، دادا! میں خود کو بہت خوش نصیب محسوس کرتا ہوں۔ میرا سیلوٹنگ ٹیسٹ ہونے والا ہے۔آپ کی دعا چاہیئے "

سمیرا تو اسی وقت ہاتھ اٹھا کر بیٹھ گئیں۔

"ٹیسٹ پاس ہو جائے پھر چھٹیاں ہوں گی۔۔باقی دادی اماں کیسی ہے؟ صحیح گھر میں رونق لگائی ہوتی ہے "

سکینہ ہنس دی۔

"شیخو، چچی جان۔۔سب کیسے ہیں؟ میں آپ کو بیان نہیں کر سکتا کہ میں کتنا مطمئن ہوں۔۔ جیسے جیسے دن گزر رہے ہیں میرے جسم میں میری سرزمین کی محبت خون بن کر دوڑنے لگی ہے۔۔مجھے اس پسینے سے بھی الفت محسوس ہوتی ہے جو پی ٹی کرتے وقت یا ڈرل کے وقت میرے ماتھے اور کمر سے ٹپکتا ہے۔۔آپ لوگ میرا انتظار کر سکتے ہیں تو ضرور کریں ورنہ بے صبرے ہو کر خط بھی لکھ سکتے ہیں۔۔

آپ کا اپنا

ابراہیم خان

خط ختم ہوا اور سمیرا نے گیلی آنکھیں دوپٹے سے پونچھیں۔۔عبدالرحمن بھی مسکرا رہے تھے۔۔

"ویسے بڑی مشکل اردو لکھی ہے۔۔سیدھا سیدھا یہ بھی کہہ سکتے تھے کہ ان کا دل لگ گیا ہے وہاں "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کی بات سن کر عبدالرحمن مسکرائے۔وہ بھی مسکرادی۔

کاغذ عبدالرحمن کی جانب بڑھایا۔وہ پھر سے پڑھنے لگے تھے۔۔

عصر کے بعد ملک کے ایک دوسرے کونے میں سورج ڈوبتا ہوا انتہائی حسین لگ رہا تھا۔

پہاڑوں کی سرزمین پر اتروتو کا کول میں موجود پی ایم اے میں نوجوان اس وقت فٹ بال کھیل رہے تھے۔۔آج حدید کی ٹیم کھیل رہی تھی ساتھ اعزاز بھی تھا۔۔ابراہیم آج بیٹھا دیکھ رہا تھا۔۔اس نے نارنجی آسمان کو دیکھا اور تھوک نگلا۔۔پھر دعا مانگی

"اللہ آج منہ بچالینا میرا "!

سیٹی بجی اور کھیل شروع ہوا۔

لڑکے بڑی پھرتی سے فٹ بال کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔۔

گراؤنڈ میں شور ابھر رہا تھا۔۔وہ کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا۔۔ایک لڑکا ساتھ کھڑا تھا

"کیا لگتا ہے ریڈ جیتے گی یا بلیو؟"

ایک ٹیم نے بلیو(نیلی)پٹیاں باندھی تھیں اور دوسری نے ریڈ(لال)۔۔

حدید بلیو ٹیم کے ساتھ تھا۔۔

"بلیو اچھا کھیلے گی "!

"تمھارا دوست بھی بلیو ٹیم میں ہے نا"

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"ہوں۔۔اچھا کھیل رہے ہیں دونوں"

اس نے ابراہیم کے کندھے کو تھپکا۔۔

ریڈ ٹیم کا ایک گول ہو چکا تھا اور سیٹی بجا دی گئی تھی۔۔

دونوں ٹیمیں پھر سیٹ ہوئیں اور سیٹی بجنے پر کھیل شروع ہوا۔۔

فٹ بال قسمت سے حدید کے پاؤں میں تھا اور وہ دائیں سے بائیں کر رہا تھا۔۔ سرخ رنگت اور پھولی سانس کے ساتھ۔۔

ایک لڑکا آیا اور بڑی مہارت سے پاؤں مار کر فٹ بال چھین کر لے گیا۔۔اس نے ایک کک لگائی اور حدید گول کیپر کے آگے آ گیا۔۔ بال اس کے منہ پر لگی لیکن اس نے گول ہونے سے بچا لیا۔۔

سیٹی بج گئی۔ریڈ ٹیم جیت گئی۔۔

ابراہیم تالیاں بجاتا مسکراتا ہوا گراؤنڈ میں آیا اور حدید کو گلے لگایا۔۔جدا ہو کر اس کی ٹھوڑی کو پکڑا اور چہرہ دائیں بائیں ذرا سا ہلایا اور بغور دیکھتے ہوئے بولا

"ہاں۔۔منہ پر تھوڑی لعنت پڑ گئی ہے۔۔باقی سب ٹھیک ہے "

وہ رونے والا ہوا تھا۔اس کے بولنے پر وہ ہنس دیا۔

لڑکے اب آکر اس سے اس کا حال پوچھ رہے تھے۔۔

وہ کبھی گال پر ہاتھ رکھتا کبھی ہونٹ پر۔۔

لڑکا ان دونوں کے قریب آیا۔وہی لڑکا جو تھوڑی دیر پہلے ابراہیم سے پوچھ رہا تھا کون جیتے گا۔۔

"ریڈ جیت گئی۔۔تم نے بلیو کہا تھا "

وہ ہلکا سا مسکرایا اور اس کے قریب گیا۔۔

"جی سی حارث۔۔میں نے کہا تھا بلیو اچھا کھیلے گی۔۔جیتنے کا میں نے نہیں بتایا تھا "

لڑکا ہنس دیا

"شارپ مائنڈ "!

اور اس کے کندھے کو تھپک کر چلا گیا۔۔

گراؤنڈ خالی ہو گیا تھا۔۔سب جا چکے تھے۔۔

اکیڈمی کی سڑک پر چلتے وہ ابھی بھی گال پر کراہ رہا تھا۔۔

"بس کردو۔۔نازک کلی "!

اس نے منہ بسور کر اسے دیکھا

"ایسا لگتا ہے کسی نے کھینچ کر گھونسہ مارا ہے مجھے "

وہ ہنس دیا۔

"ویسے تم نے اچھا کھیلا تھا۔۔کیسے کسی ہیرو کی طرح آئے اور یہ بال اپنے منہ پر کھالی لیکن گول نہیں ہونے دیا"

اس نے تعریف کی اور وہ اپنا درد بھول گیا۔۔

"ٹیم کے لیے کچھ بھی !"ستائش سے بولا

"کل کو مجھے اگر گولی لگنے لگی تو کیا تم میرے آگے آکر بھی گولی کھاؤ گے ؟۔۔بالکل ایسے جیسے آج بال منہ پر کھا کے آئے ہو"

وہ مسکرایا۔وہ مسکراتے ہوئے بہت اچھا لگتا تھا۔۔

"دوست کے لیے کچھ بھی۔۔منہ پر نہیں یہاں"اس نے سینے پر ہاتھ مارا" یہاں کھاؤں گا گولی "!

ابراہیم ہنس دیا اور اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا۔۔

"یہ صرف کہنا ہے۔۔کرنا نہیں۔۔تم میرے لیے تھپڑ کھالو۔۔گولی کی نوبت نہیں آنے دوں گا میں "

حدید ہنس دیا۔۔

سڑک کے دائیں بائیں درخت تھے۔۔چلتے ہوئے ابراہیم نے دائیں جانب دیکھا تو آفس کے پاس کھڑا اعزاز اسے دیکھ رہا تھا۔۔

دو درختوں کے درمیان کافی جگہ تھی۔۔اس نے اس خلا سے اسے دیکھا اور مسکرا کر ہاتھ ماتھے تک لے گیا۔۔جیسے سیلوٹ کیا ہو۔۔درخت کی دوسری طرف ذرا دور کھڑے اعزاز نے سینے پر ہاتھ رکھا اور ہلکا سا مسکرایا۔۔

حدید اور ابراہیم آگے نکل گئے۔۔اعزاز وہیں رہ گیا

صبح کے چھے بجے کا وقت تھا۔وہ بڑی چھت پر جانے والی سیڑھیوں پر بیٹھی ہاتھ میں کتاب پکڑ کر کچھ پڑھ رہی تھی۔سرخ آنکھیں اور گلابی ناک،غالباً رو بھی رہی تھی۔۔

عبدالرحمن نیچے سے اوپر آرہے تھے۔۔سیڑھیوں پر کھڑے اوپر دیکھا تو سیڑھیوں پر بیٹھی لڑکی پر نظر پڑی جو کہ آنکھیں رگڑ کر رہی تھی۔۔انھوں نے ٹھنڈی سانس خارج کی اور اس کی پاس جا کر اس سے نچلی سیڑھی پر بیٹھ گئے۔

"رونے سے انگریزی نہیں آئے گی"

وہ چپ رہی۔ نم سانس اندر کھینچی۔

"آپ چلے جائیں۔۔میں آپ کے ساتھ بھی ویسے ہی بدتمیزی کروں گی جیسے کل چھمی کے ساتھ کی تھی "

وہ اس کی معصومیت پر ہنس دیے۔ موٹے موٹے آنسو اس کی کتاب پر گر رہے تھے۔۔

انھوں نے اس کی گود سے کتاب پکڑی اور صفحے آگے پیچھے کیے۔۔

"یہ مشکل نہیں ہے۔۔اگر آپ رونا بند کریں تو میں آپ کی مدد کر سکتا ہوں"

گال پر سے آنسو صاف کیے اور سیدھی ہو کر ذرا سا جھک کر نیچے دیکھا۔

"تو آپ کو ٹینس مشکل لگتے ہیں؟"

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"کاپی پنسل دیں" انھوں نے ہاتھ بڑھایا

وہ کمرے میں پڑے تھے۔

سو جب وہ نیچے آنے لگی تو عبدالرحمن کے کہنے پر دونوں کمرے میں ہی بیٹھ گئے۔

اس نے انھیں کاپی اور پنسل دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"لیکن میں آپ سے پڑھنا نہیں چاہتی "

)اف یہ انا(!

وہ مسکرائے۔

"آج پڑھ کر دیکھ لیں۔۔اچھا لگا تو ٹھیک ہے۔۔باقی جو آپ کی مرضی "

آہ! وہ عورت تھی۔محبت تھی محبت کے لیے بنائی گئی تھی۔۔کم عمر گھر کی چار دیواری میں رہنے والی لڑکی اور یہ جو گھر کی چار دیواری میں رہنے والی ہوتی ہیں انھوں نے نفرت کا بس نام سنا ہوتا ہے اور گن کر زندگی کے دو دن کسی کو ناپسند کرتی ہیں جسے "نفرت "کا نام دے دیتی ہیں۔۔پھر جب نرم پڑتی ہیں تو اسے بھی معاف کر دیتی ہیں جسے معاف نہ کرنے کی قسم کھا رکھی ہوتی ہے۔۔زبان سے نہیں کہتی ہیں مگر دل میں کہیں نہ کہیں ان کے لیے نرم پہلو رکھتی ہیں۔۔

وہ اس کے دادا تھے۔۔خون ملتا تھا خیالات چاہے نہ ملتے ہوں اور خون کی اپنے خون سے بڑی کشش ہوتی ہے۔

اب وہ ان کے دائیں طرف بیٹھی بڑے غور سے ٹینس سیکھ رہی تھی۔۔جو کافی دلچسپ تھے۔۔آخر میں انھوں نے اسے ایک مشق دی اور پھر کام ختم!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں امید کرتا ہوں آپ کو سمجھ آیا ہو گا"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

اب انھیں ناشتے کے لیے نیچے جانا تھا۔۔

حدید بیڈ پر رضائی اوڑھے لیٹا تھا۔ ساتھ والا بستر ابھی خالی تھا۔ ابراہیم ٹیبل پر لیمپ جلائے کتاب کھولے پڑھ رہا تھا۔ کتاب کے نیچے کاپی تھی جس پر وہ وقتاً فوقتاً قلم رگڑتا نوٹس بنا رہا تھا۔

"آجاؤ بھائی۔۔ اور کتنا پڑھنا ہے۔۔ تمھارے پڑھنے سے میری نیندیں اڑ رہی ہیں "

حدید نے ذرا سی رضائی منہ سے ہٹائی اور ابراہیم سے مخاطب ہوا۔

"سو جاؤ چپ کر کے۔۔ پانچ منٹ تک آرہا ہوں "

وہ کاپی پر جھکا کچھ لکھ رہا تھا۔

حدید نے کروٹ بدلی اور رضائی منہ تک اوڑھے سو گیا۔

وہ بھی بس اٹھنے ہی والا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ اس نے سر اٹھایا اور پھر خود اٹھ کر دروازہ کھولا۔

باہر اعزاز کھڑا تھا۔

"سو تو نہیں رہے تھے؟ "

اب وہ بگڑا بچہ نہیں لگ رہا تھا۔

"نہیں۔۔آؤ "

اور پیچھے ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔

اس نے اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا مگر وہ کھڑا رہا۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی تھی "

"بیٹھو۔۔میں سن رہا ہوں"

اس نے کرسی کھینچی اور اس پر بیٹھ گیا۔

وہ خود اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔

"کل سیلو ٹنگ ٹیسٹ ہے"

"ہوں"

"مجھے لگتا ہے۔۔میں نہیں کر پاؤں گا" وہ پریشان نظر آ رہا تھا۔

"اب تم کیا چاہتے ہو؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ نرمی سے بات کر رہا تھا۔

حدید بظاہر سویا تھا مگر رضائی کے اندر سب سن رہا تھا۔

"کیا تم میرے ساتھ تھوڑی پریکٹس کر سکتے ہو۔۔میں جہاں غلط ہوں گا مجھے گائیڈ کر دینا۔۔بس آدھا گھنٹہ دے دو مجھے "

وہ مسکرایا۔

"بس؟۔۔یا کچھ اور بھی کہنا ہے؟ "

"بس۔۔یہی تھا "

"اوکے۔۔پہلی بات لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے۔۔دوسری بات اگر سب کر سکتے ہیں تو تم بھی کر سکتے ہو "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

ابراہیم کھڑا ہوا

"تمھیں نصیحت کرنے والے نہیں پسند۔۔مجھے یاد ہے "

وہ اپنے ٹیبل پر بکھری کتابیں سمیٹ رہا تھا۔

اعزاز کھڑا ہوا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم چلو۔۔دس منٹ تک میں یونیفارم پہن کر آیا "

اور اس کی خوشی کی انتہا نہیں تھی۔

"سچ؟ "

"ہاں "

اس کو پر جوش دیکھ کر وہ ہنس دیا۔

وہ جھٹ سے اس کے گلے لگا۔

"شکریہ ہابیل "!

اور باہر چلا گیا۔

رضائی کے اندر سے کسی کی خفا سی آواز آئی

"مجھے شرک نہیں پسند۔۔خبردار! جو تم نے شریک بنایا تو "

اس کی بات پر مسکرا دیا اور نفی میں سر ہلایا۔

کچھ لمحے بعد وہ دونوں باہر کھڑے تھے۔ہال کی بتیاں جل رہی تھیں جو کہ باہر گھاس پر پڑ رہی تھیں۔یونیفارم میں ملبوس اعزاز اور اس کے سامنے ابراہیم کھڑا تھا۔ابھی زیادہ رات

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نہیں ہوئی تھی۔رات کا پہلا پہر ہی تھا۔ہلکی ہلکی سردی بھی تھی اور گھاس نم بھی تھی۔وہ دونوں پریکٹس کر رہے تھے

ہال کے دروازے کے سامنے کوئی کھڑا تھا۔۔دیوار سے ٹیک لگائے،یونیفارم پہنے۔۔

ابراہیم نے مڑ کر دیکھا۔۔وہ ہال کی دیوار سے لگ کر کھڑا شخص اب اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

"میرے بغیر تم کیسے آ گئے؟ "

حدید نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کہا۔

"تم سوئے نہیں تھے؟"ابرو اٹھایا۔

"اب جاگ گیا ہوں۔۔ تمھاری ہمت کیسے ہوئے مجھے چھوڑ کر آنے کی؟ "

اور گھونسہ اس کے پیٹ میں مارا۔

"آہ۔۔"وہ ذرا سا جھکا اور درد سے کراہا۔

"چلو۔۔اب تم ڈرل کرو۔۔میں تمھارا کمانڈر ہوں"تحکمانہ انداز۔حدید نے اسے انگلی سے اشارہ کیا۔

وہ منہ میں بڑبڑاتا ہوا اعزاز کے ساتھ پیچھے جا کر کھڑا ہو گیا۔۔

ڈرل کرتا ہوا آگے آیا۔۔

اور اس کے بالکل سامنے کھڑے ہو کر سیلوٹ کیا اور پیر زمین پر مارا۔۔

"گڈ سیلیوٹ "!

اس نے اس کے گال پر تھپکا۔

اس نے منہ بسور لیا۔

پھر اعزاز نے ڈرل کی۔۔پہلے سے کافی حد تک بہتر تھی۔۔

اسی طرح باری باری تینوں پریکٹس کرتے رہے۔۔گھنٹے میں تینوں کی اچھی خاصی تیاری ہو گئی تھی۔۔

اعزاز مطمئن تھا۔۔اب بس جانے لگے تھے۔۔وہ پھر سے اس کے گلے ملا۔۔

حدید نے آگے بڑھ کر اسے ابراہیم سے الگ کیا۔۔

"یہ میرا دوست ہے۔۔بات بات پر اس سے گلے لگو گے تو تم میری دشمنی کو دعوت دو گے۔۔دور رہو میرے دوست سے "!

ابراہیم ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا۔

اعزاز بھی حیران تھا۔۔

حدید ہنس دیا۔۔پھر سامنے کھڑے اعزاز سے مصافحہ کیا۔۔اور تینوں ہاسٹل چلے گئے۔۔

راہداری میں چلتے ہوئے حدید نے اس کے بازو پر چٹکی کاٹی

"سس۔۔کیا ہے؟ "

"ویسے ہی۔۔ہاتھ میں کھجلی ہو رہی تھی۔۔چیک کیا ہے کہ تم زندہ ہو نا "!

"یا اللہ! مجھے صبر دے"

اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

حدید بس مسکرا کر رہ گیا۔

لاہور کے ایک چھوٹے علاقے کے ایک چھوٹے فلیٹ میں اس وقت ایک لڑکا صوفے پر بیٹھا ایک لفافہ کھول رہا تھا۔اندر ایک کارڈ تھا اور کچھ تصاویر۔۔اندر کوئی خط نہیں تھا۔۔

اس نے وہ کارڈ نکالا اور پکڑا۔۔اس پر جو لکھا تھا وہ دیکھ کر اس کے رنگ اڑ گئے۔۔سانس لینے میں دشواری ہونے لگی۔۔اس نے جلدی سے لفافہ کے اندر انگلیاں ڈالیں اور تصاویر نکالیں۔۔بلیک اینڈ وائٹ تصاویر۔۔

"مسکراتی عروسی جوڑے میں ملبوس لڑکی اور ساتھ ایک نوجوان"!

دل نے دھڑکنا بند کر دیا تھا۔۔شاید یہ دکھ کی آخری سیڑھی ہوتی ہے جب ہمارے آنسو بھی ہمارا ساتھ نہیں دیتے۔۔

"کیفی! میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔۔ "

وہ جو کمرے کا دروازہ بند کر کے صوفے پر ساکن ہوئے اپنے بھائی کی طرف بڑھ رہا تھا ایک لمحے کے لیے رک گیا۔۔الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔۔

اس نے وہ کارڈ اٹھا کر پڑھا۔۔اوپر لکھا نام اس کے لیے انجانہ نہیں تھا۔۔

"مایا حبیب "!

اور اس نے جلدی سے کیف کے ہاتھ سے تصاویر لیں۔

وہ اس کی شادی کی تصاویر تھیں۔۔قیس نے وہ تصاویر پھاڑ دیں۔۔

اور زور سے زمین پر پٹخ دیں

"جہنم میں جائیں سب "!

وہ چلایا تھا۔۔کیف خاموشی سے گردن جھکائے بیٹھا تھا۔۔

"کیفی "!

اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا اور اس کے ساتھ بیٹھا۔۔

اس نے اس کی طرف دیکھا۔آنکھیں سرخ تھیں مگر آنسو کا ایک بھی قطرہ نہیں بہا تھا۔۔

"مت رو "

"اب کیوں رونا؟ "

وہ مسکرایا تھا۔

قیس کا دل دکھا تھا۔۔صرف کیف واحد شخص تھا جس کی وجہ سے اس کا دل دکھتا تھا۔۔

وہ آنسو ہمارے اندر بہت طوفان برپا کرتے ہیں جو آنکھ سے نہیں بہتے۔۔

وہ خاموش تھا۔۔پھر بولا

"میں بھی باہر چلوں تمھارے ساتھ؟"قیس نے ہاں میں سر ہلایا

وہ کھڑا ہوا تو قیس بھی کھڑا ہو گیا۔۔

اس نے اپنے بھائی کو گلے لگایا اور پھر باہر چلا گیا۔۔

سیاہ بادل ہر سو چھانے لگے تھے۔موسم بدلا، گرمی کا زور ٹوٹا اور تیز ہوا چلنے لگی تھی۔۔

سکینہ چھت پر آئی تو حوا کو دیوار کے ساتھ کھڑے پایا۔۔وہ باہر دیکھ رہی تھی۔۔

"کیسی ہیں آپ؟ "

وہ اس کی آواز پر چونکی تھی۔

گردن موڑی اور پیچھے کھڑی لڑکی کو دیکھا۔۔

"ٹھیک ہوں۔۔ تم کیسی ہو؟ "

اب وہ دونوں چھوٹی دیوار کے آر پار کھڑی تھیں بالکل آمنے سامنے۔۔

"میں بھی ٹھیک۔۔ آج کل انگریزی سیکھی جا رہی ہے۔۔ مجھ سے لکھوالو اس بار تمھارے پورے نمبر آنے والے ہیں "

سکینہ پر جوش سی اسے بتا رہی تھی۔

وہ پھیکا سا مسکرائی۔

"ہوں "

"کیا بات ہے۔۔ پریشان ہو؟ "

اس نے اس کی ٹھوڑی پر ہاتھ رکھ کر اس کا چہرہ ذرا سا اوپر کیا۔

"نہیں۔۔ کوئی بات نہیں ہے "

مرجھائی آواز۔

سکینہ دیوار پر بیٹھی اور ٹانگیں دیوار پر سے گزار کر اس کی طرف آ گئی۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اب بتاؤ۔۔کیا بات ہے؟ "

اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے بولی

انکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرا۔۔اس نے ہتھیلی سے پونچھا

"اس کو مجھ پر ذرا رحم نہیں آیا۔۔کیا میں اتنی بری ہوں؟ "

اسے سمجھ آگیا تھا کہ وہ کس کی بات کر رہی ہے۔۔

اس نے ایک ٹھنڈی آہ خارج کی اور اس کے ساتھ پاس پڑی چارپائی پر بیٹھ گئی۔۔تیز ہوا ابھی بھی چل رہی تھی۔۔

"اگر تم یونہی روتی رہو گی تو تمھارا کیا ہو گا۔۔وہ تو چلا گیا تمھارے بلانے سے واپس نہیں آئے گا "

نم سانس اندر کھینچی۔

"تم میری مدد کرو گی؟ "

"کیا؟ "

اسے کچھ سمجھ نہیں آیا۔

"وہ۔۔سیالکوٹ جانا ہے مجھے "ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے ہوئے بولی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا؟ "

"میں ایک بار اس سے ملنا چاہتی ہوں۔۔اسے اپنی صفائی پیش کرنا چاہتی ہوں۔۔میں غلط فہمی دور کرنا چاہتی ہوں "

"حوا"اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا

"یہ تم کیا سوچتی رہتی ہو گھر بیٹھ کر۔۔اتنی دور جاؤ گی اس بے وفا، کم عقل کے پیچھے۔۔ ہمارے گھر والے ہمیں مدرسے اکیلے نہیں بھیجتے اور تم سیالکوٹ جانے کا کہہ رہی ہو"

حوا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا

"تمھیں نہیں پتہ میرا دل جلتا ہے۔۔مجھے اس کی یاد آتی ہے "

"حوا۔۔میری جان۔۔وہ تمھارے گھر رہ کر گیا ہے۔۔یہاں رہ کر کچھ ٹھیک نہیں ہو سکا تو اتنی دور جا کر کیا ہو گا؟ "

مگر وہ ماننے پر کہاں راضی تھی۔

"تم اپنے بھائی سے کہو نا۔۔وہ لے جائیں یا وہ بات کر کے سمجھائیں اسے "

سکینہ کا دماغ بھک سے اڑا۔

"حوا۔۔میری بات کو سمجھو۔۔ایسے معاملہ اور خراب ہو گا۔۔محبت بھیک میں نہیں ملتی۔۔یہ عطا ہوتی ہے"

وہ مسلسل رو رہی تھی۔

"مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔۔میرا دل جلتا ہے۔۔ایک آگ ہے ہر وقت مجھے اندر سے جلاتی ہے۔۔مجھے ایک پل کا سکون نہیں ملتا۔۔نمازوں میں دل نہیں لگتا ہر چیز بے رنگ سی لگتی ہے۔۔زندگی بوجھ بنتی جا رہی ہے"

سکینہ نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھاما۔ہاتھ پر گری چائے کا نشان ابھی تک تھا۔

"حوا۔۔اپنی عزت کرنا سیکھو۔۔عزت محبت سے بڑھ کر ہوتی ہے۔۔اگر تم یونہی اپنی ناقدری کرتی رہو گی اور یوں لوگوں کے پیچھے خوار ہوتی پھرو گی تو لوگ تمھیں کہیں کا نہیں چھوڑیں گے۔۔خودداری پیدا کرنے کی کوشش کرو"

مگر وہ جو ساتھ بیٹھی تھی اسے کیا معلوم تھا کہ محبت کا خودداری کا کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔۔انسان کی محبت بڑی بری شے ہے۔۔سب سے پہلے خودداری مٹاتی ہے اور جب خودداری ختم ہوتی ہے تو خودی کو ٹھیس پہنچتی ہے۔۔خودی گئی تو خدا گیا۔۔پتہ نہیں انسان کی محبت کچھ دیتی ہے بھی یا نہیں ہاں مگر وہ ہم سے ہمارا خدا ضرور دور کر دیتی ہے۔۔

اس نے اسے کندھے سے لگایا

"اچھا چلو بس کرو۔۔مت رو۔۔اللہ ہے نا "!

اس نے اپنے آنسو پونچھے۔

"ایک دم سے کچھ نہیں ہوتا۔۔آہستہ آہستہ سب ٹھیک ہو جائے گا "

اس نے بس ہاں میں سر ہلایا۔

"بعض اوقات ہم اللہ سے اپنے حق میں کانٹے مانگ رہے ہوتے ہیں اور ضد پر اڑ جاتے ہیں کہ ہمیں کانٹے ہی چاہیئے کیونکہ ہم نا سمجھ ہیں۔۔مگر اللہ تو سب جانتا ہے۔۔وہ ہمیں کانٹے نہیں دیتا۔۔بس تھوڑا سا انتظار کرواتا ہے اور پھر پھول دے دیتا ہے۔۔جب پھول دے دیتا ہے تو ہمیں وہ آنسو بھول جاتے ہیں جو ہم نے کبھی کانٹوں کے لیے بہائے تھے "

وہ خاموش تھی۔

"کیا کرتی ہو سارا دن؟ "

"انگریزی پڑھتی ہوں۔۔کڑھائی کرتی ہوں۔۔کبھی کبھی کمرے کی صفائی بھی کر لیتی ہوں۔۔کہانیاں پڑھتی ہوں "

"پھر کہاں سے وقت ملتا ہے ان سب خیالات کا" وہ ہلکا سا ہنسی تھی۔

"اچھا چلو آؤ۔۔دونوں مل کر کھیر بناتے ہیں "

اور وہ اس کا ہاتھ کھینچ کر اپنے ساتھ لے گئی۔۔

موسم ابھی تک خراب تھا۔۔

اگلی صبح انتہائی خوشگوار تھی۔ابراہیم یونیفارم پہن کر کرسی پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا، اپنے بیڈ پر بیٹھے حدید کی باتیں سن رہا تھا۔۔

"آج یا تو آر ہے۔۔یا پار ہے۔۔قسم سے اگر میں فیل ہو گیا نا تو میں نے ناٹرم کمانڈر کے پاؤں پڑ جانا ہے "

وہ پنسل مسلسل میز پر لگا رہا تھا جس سے "ٹک ٹک" کی آواز پیدا ہو رہی تھی۔

"ڈرامے نہ کرو۔۔سب سے پہلے تم نے ہی پاس ہونا ہے "

بوٹ پہن کر کھڑا ہوا۔

ابراہیم نے اسے پیر سے سر تک دیکھا۔۔

" صحیح ہے۔۔۔چلو"

باہر کھلے میدان میں سٹاف اپنی اپنی پلاٹون کے ساتھ کھڑے تھے۔کچھ افسر گھوڑے پر سوار تھے۔ڈھول بجا،دن کا آغاز ہوا، باجے بجا کر دھن پیدا کی گئی اور کچھ دیر بعد جھنڈے دوبارہ نیچے اتار لیے گئے۔۔

ٹرم کمانڈر مستعدی سے آگے بڑھے اور سیلیوٹنگ ٹیسٹ شروع ہو چکا تھا۔۔وہ ٹیسٹ جس کی پچھلے چھے ہفتے سے انھوں نے تیاری کی تھی۔۔

ناشتے کی میز پر آج وہ ابراہیم کے ساتھ بیٹھا تھا،وہ تینوں پاس ہو گئے تھے۔۔آج وہ بگڑا بچہ کافی خوش مزاج تھا۔۔ابراہیم کی بائیں طرف حدید تھا اور دائیں طرف اعزاز۔۔۔

"ہر اس چیز کا شکریہ جو تم نے میرے لیے کی۔۔ہابیل"!

وہ مسکرا دیا

"ایسی کوئی بات نہیں۔۔محنت تو تم نے خود ہی کی تھی "

ایک نوالہ منہ میں ڈالا۔

ساتھ بیٹھے حدید نے اس کے پیٹ پر کہنی ماری

"کھانا کھاتے وقت بولتے نہیں ہیں۔۔فرشتے ناراض ہوتے ہیں "

اس نے تنبیہہ کی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں۔۔تم سے بات کرتے وقت تو خوش ہوتے ہیں نا "

"تم میری بے عزتی کر رہے ہو۔۔میں تم سے خفا بھی ہو سکتا ہوں "

"اف۔۔یا اللہ مجھے صبر دے "

ہمیشہ کی طرح اس نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔۔

حدید پانی کا گلاس منہ تک لے جاتے ہوئے مسکرا دیا۔

قصور کے ایک دو منزلہ مکان میں ایک لڑکی خفا سی چائے بنانے بیٹھی تھی۔آج وہ عبدالرحمن کے پاس پڑھنے نہیں گئی تھی۔۔اسے غصہ تھا یا وہ خفا تھی۔۔سمجھ نہیں آرہا تھا۔۔

چائے میں ابھی ابال نہیں آیا تھا۔۔وہ کچھ سوچ رہی تھی۔۔

"انہیں کیا لگتا ہے وہ مجھے پڑھائیں گے تو میرے دل میں جگہ بنالیں گے۔۔میں نہیں بھولی انھوں نے ابو کو کتنا تنگ کیا تھا۔۔اب ایسے اچھے بن رہے ہیں جیسے مجھ سے بہت محبت ہے،ہوں!۔۔میں تو نہیں جا رہی پڑھنے۔۔خود ہی پڑھ لوں گی۔۔سہیلی والوں کو تو دوسری

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بار وہ خود ہی پاس کر دیتے ہیں۔۔میں ان کا احسان کیوں لوں؟۔۔ سمجھتے کیا ہیں خود کو بہت انگریزی آتی ہے۔۔میں بھی حوا ہوں۔۔میں تو نہیں جا رہی "

اپنی سوچوں میں گم تھی کہ کسی کی آواز سنائی دی۔

"ہاتھ کیسا ہے اب؟ "

آواز سن کر تو اسے یقین ہی نہیں آیا کہ اسد بھی اس کا حال پوچھ سکتا ہے۔۔

(صدمے سے گر ہی نہ جائے!) سنبھل کر بیٹھی۔۔چائے میں ابال آیا تو سر جھکائے کپ میں چائے انڈیلنے ہوئے خفا سی بولی:

"رہنے دیں۔۔آپ کی بہن کہتی ہے مجھے جلنے کی عادت ہے۔۔ہاتھ جلے یا دل کسی کو کیا پرواہ؟ "

وہ اس کی بات سے محظوظ ہوا تھا۔۔

"مطلب ہاتھ ٹھیک ہو گیا "

وہ کھڑی ہوئی۔وہ سینے پر بازو باندھے پوچھ رہا تھا۔۔

"آپ کو اتنی مہربانی کرنے کی ضرورت نہیں ہے اسد بھائی۔۔مجھے اب جلنے کی عادت ہو گئی ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کپ ہاتھ میں پکڑا اور اس کے سامنے سے ہٹ کر اوپر جانے لگی۔۔

وہ بس اسے جاتا دیکھتا رہا۔۔

تھوڑی دیر بعد چائے پی کر وہ سکینہ کے گھر گئی۔۔عبدالرحمن اندر اخبار کھولے بیٹھے تھے مگر وہ باہر چارپائی پر ہی بیٹھی رہی۔۔اسے پتہ نہیں تھا کہ وہ اندر ہیں۔۔سکینہ کے ساتھ باہر بیٹھ کر ہی باتیں کرنے لگی۔۔

"تم میری مدد کرو گی؟ "

سپاٹ لہجہ۔۔

"حوا۔۔ "

"انگریزی پڑھنے میں۔۔مدد کرو گی میری" وہ سمجھ گئی تھی کہ سکینہ کیا سمجھی تھی۔

"اوہ۔۔ہاں مگر دادا بھی اچھا پڑھاتے ہیں "

حوا نے منہ بسورا۔

"مگر میں کسی کا احسان نہیں لینا چاہتی"

سکینہ تو اس کو دیکھتی رہ گئی۔

"کیا؟ "

"وہ سمجھتے ہیں مجھے پڑھا کر مجھے اپنا قرض دار بنالیں گے۔۔۔ لیکن میں کیوں کسی کا احسان لوں؟" گھٹنوں کے گرد بازو حمائل کیے خفا سی بولے جا رہی تھی۔

"اللہ۔ تمھارے دماغ میں کہاں سے آتی ہیں ایسی باتیں؟ "

وہ کچھ بولتی اس سے پہلے اندر سے عبدالرحمن باہر آئے

"وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہے۔۔انسان کو خوددار ہونا چاہیئے۔۔ کسی کا احسان وہ کیوں لے۔۔جب ساری زندگی میں اس کے ساتھ نہیں تھا تو اب آکر کیا کر لوں گا "

نہ غصے میں تھے نہ طنز کر رہے تھے۔۔نرمی سے کہا اور باہر چلے گئے

سکینہ نے دکھ سے صدمے سے اسے دیکھا۔ حوانا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی۔۔

"تمھیں ان کے بارے میں ایسا نہیں کہنا چاہیئے تھا"

وہ خاموش رہی۔ کچھ بھی نہ بولی

"کل چھمی سے تم نے کیا کہا تھا؟"

اس کی بھنویں بھینچ گئیں۔

"میں نے کچھ نہیں کہا تھا" گردن دوسری طرف موڑ لی۔

"وہ کل گھر آکر اداس تھی۔۔شاید رو بھی رہی تھی"

سکینہ نے جس لہجے میں اس سے کہا تھا اس کا دل دکھا تھا۔۔

"پتہ ہے کیا۔۔میرا نا آج کل دماغ خراب ہو گیا ہے" وہ چڑ گئی تھی۔آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں۔

وہ اٹھی اور چارپائی کے نیچے سے جوتا نکالا اور پہن کر چلی گئی۔

گھر کا دروازہ کھلا اور وہ تیزی سے اوپر کی طرف بھاگی اور اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔

بیڈ پر بیٹھ کر تکیہ گود میں رکھا اور منہ ہتھیلیوں میں چھپا کر رونے لگی۔۔

آج کل وقت بے وقت وہ جذباتی ہو جاتی تھی۔۔غصہ کرنے لگتی تھی۔۔چڑچڑی ہو جاتی تھی۔۔کھانا نہ ملنے پر شیخو کے رات کو دیر سے آنے پر، آسیہ کی ذرا سی ڈانٹ پر وہ رونے لگتی یا پھر چڑچڑی ہو کر سب چھوڑ کر چلی جاتی تھی۔۔

شاید یہ غم کے بعد کا دور شروع ہو چکا تھا!

قیس نے تھیڑ جانا تھا مگر کیف اس کے لیے ہر چیز سے ضروری تھا۔دونوں یونہی کافی دیر بے مقصد شہر کے ایک فٹ پاتھ پر چلتے رہے۔۔چلتے چلتے قیس کچھ کہہ دیتا تو وہ "ہوں، ہاں" میں جواب دے دیتا۔۔بس یونہی سر جھکائے سوچوں میں گم تھا۔۔رات ہونے کو تھی۔۔

مغرب کے وقت وہ بادشاہی مسجد کے احاطے میں داخل ہوئے۔۔اذان ہونے لگی تو دونوں نے وضو کیا۔۔

اس سے نہیں برداشت ہوا۔۔وہ قیس کی طرح مضبوط اعصاب کا مالک نہیں تھا۔۔اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور بس! الحمد شریف پڑھنے کے بعد " قل ہو اللہ" زبان سے نکلا اور ایک آنسو آنکھ سے ٹپکا نیچے زمین پر جا گرا۔۔۔

کیف نے نماز بیچ میں ہی چھوڑ دی۔۔نڈھال سا ہو کر بیٹھ گیا۔۔جیسے تشہد میں بیٹھتے ہیں ۔۔قیس جو کہ تشہد میں بیٹھا تھا، سلام پھیر کر اسے دیکھا۔۔

وہ گردن جھکائے بیٹھا تھا۔۔

قیس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا" کیفی "!

وہ اس کی گود میں سر رکھ کر رونے لگا۔۔دبی دبی سسکیاں تھیں۔۔وہ زار و قطار رو رہا تھا۔۔

ارد گرد کے نمازی اسے دیکھنے لگے پھر چند لمحے بعد سب اپنی نماز میں مگن ہو گئے۔۔

اس نے کیف کو کچھ نہیں کہا۔۔بس اس کی کمر پر ہاتھ پھرتا رہا۔۔اس وقت کوئی نصیحت کوئی دلاسہ نہیں چاہیئے تھا۔۔اس نے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کافی دیر اسی طرح وہ دونوں اسی حالت میں بیٹھے رہے۔۔

کیف اس کی گود میں سر رکھے لیٹ گیا۔۔وہ اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر رہا تھا

"کیفی!" وہ اس کے کان کے قریب جھکا

وہ خاموش رہا۔آہستہ آہستہ مسجد نمازیوں سے خالی ہونے لگی

مولوی صاحب اٹھ کر ان کے پاس آئے۔

"کیا بات ہے بیٹا۔۔سب ٹھیک ہے۔۔کوئی مسئلہ ہے کیا؟ "

دونوں ہم شکل تھے سو انھیں پتہ چل گیا کہ دونوں بھائی ہیں۔۔قیس نے انھیں دیکھا، سانس خارج کی

"مولوی صاحب!دل کا مسئلہ ہے "

اس کی آواز میں کرب تھا!

قیس اب سر جھکائے اس کو دیکھ رہا تھا جو کہ آنکھیں بند کیے سر اس کی گود میں رکھے لیٹا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم نے میری کتنی حفاظت کی کیفی، مگر میں نہیں کر سکا۔۔میں تمھیں برے لوگوں سے نہیں بچا سکا۔۔لوگ ہمارے ساتھ کیسے برا کر جاتے ہیں۔۔اللہ اسے کبھی خوش نہیں رکھے گا۔۔میرے بھائی کو رلانے والے خود بھی خوش نہیں رہیں گے"

اس نے زبان سے کچھ نہیں کہا بس دل ہی دل میں سب کہہ ڈالا۔۔

وہ اب سو چکا تھا۔۔

صبح انتہائی خوشگوار تھی۔یونیفارم پہنے اپنا سامان ساتھ رکھے ابراہیم تیار سا ہو کر بیڈ پر بیٹھا تھا۔اس کے برعکس حدید جلدی جلدی چیزیں اٹیچی کیس میں ڈال رہا تھا۔سارا سامان سمیٹ لیا تو دونوں کمرے سے باہر آئے۔وہ پہلے ہی آگاہ کر چکے تھے کہ آج انھیں جانا ہے۔جن کیڈٹس کا سیلیوٹنگ ٹیسٹ پاس تھا وہ ایک ہفتے کی چھٹی پر گھر جا رہے تھے۔اٹیچی سڑک پر گھسیٹتے دونوں باتیں کرتے پی ایم اے کی سڑک پر سے گزر رہے تھے۔

"میں تمھیں یاد کروں گا یار"!

حدید نے جذباتی انداز میں کہا

"زیادہ جذباتی نہ ہو۔۔ایک ہفتے کی بات ہے پھر یہیں تم نے آ کر رونا ہے"

اس نے خفگی سے اسے دیکھا۔

پیچھے سے کسی کے پکارنے کی آواز آئی۔۔کوئی بھاگتا ہوا آرہا تھا۔۔

"ابراہیم۔۔حدید "

دونوں نے مڑ کر دیکھا۔

وہ بھاگتے ہوئے پھولی سانس کے ساتھ ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔پھر گھٹنوں پر ہاتھ رکھ کر جھکا۔وہ جی سی اعزاز تھا

"جا رہے ہو؟ "

حدید بڑبڑایا"نہیں آرہے ہیں "

وہ سیدھا کھڑا ہوا اور مسکرایا۔

ہاتھ مصافحے کے لیے آگے بڑھایا اور ابراہیم کا بڑھتا ہاتھ اپنی طرف کھینچ کر اس سے گلے لگ گیا۔۔

"پھر ملتے ہیں "

اور جدا ہوا۔پھر حدید سے ملا۔اس کے پاس اٹیچی کیس بھی تھا یعنی وہ بھی گھر جا رہا تھا۔

اس نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

"مجھ سے تو گلے نہیں ملے؟ "

حدید ناراضی سے بولا۔

"پتہ ہے کیا۔۔تم نا میری روٹھی ہوئی محبوبہ ہو۔۔جو بات بات پر جلتی ہے۔۔"اس کی طرف دیکھا جو خفا سا تھا"اور مجھے تمھاری یہ جلن اچھی لگتی ہے "

وہ پھر بھی خفا رہا۔"جب میں نہیں ہوں گا نا تو پھر تمھیں میری قدر ہو گی "

"آئے ہائے۔۔زیادہ سنجیدہ نہ ہوا کرو "

اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کر کے اسے ذرا سا جھنجھوڑا۔

"چلو اب بس کرو۔۔مس کروں گا میں تمھیں۔۔صبح بھلا اب میں ٹانگ مار کر کسے جگاؤں گا؟ "

اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا اور ہنس دیا۔۔

پی ایم اے کے درخت دو جینٹل مین کیڈٹس کو جاتے دیکھتے رہے۔۔

دوپہر اپنے جوبن پر تھی۔باہر کا دروازہ بجا۔۔سکینہ چارپائی پر بیٹھی سامنے اخبار کھول کر کوئی کہانی پڑھ رہی تھی۔۔

"سکینہ۔۔دیکھو کون ہے؟ "

اندر زمین پر بیٹھیں سمیرا قینچی سے سامنے رکھی شلوار کاٹ رہی تھیں۔۔

وہ اٹھی "کون؟ "

کوئی آواز نہ آئی۔

وہ چپ کر گئی۔۔پھر بیٹھنے لگی تھی کہ دوبارہ دروازہ بجا۔۔

"کون ہے؟"

کوئی بھی نہ بولا۔

اس نے ذرا سا دروازہ کھولا اور خود دروازے پیچھے سے آنکھ نکال کر دیکھ رہی تھی۔۔

باہر آئے شخص کو دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔۔ابراہیم نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا اور دبے پاؤں اندر آیا۔۔

"کون ہے سکینہ؟ "

اندر سے آواز آئی۔

"امی پتہ نہیں کون ہے۔۔زبردستی گھر میں گھسا چلا آیا ہے "

وہ قینچی وہیں زمین پر چھوڑ کر باہر آئیں اور یونیفارم میں ملبوس ابراہیم کو دیکھ کر حیران ہو گئیں۔۔پھر خوش ہوئیں اور پھر ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آگے بڑھ کر اس کا ماتھا چوما اور گلے سے لگایا۔۔وہ جوان کے کندھے سے بڑا تھا جھک کر ملا اور اپنی ماں کو کندھے سے تھام کر بولا

"رو رہی ہیں؟ "

انھوں نے دوپٹے سے آنسو صاف کیے

"خوشی کے آنسو ہیں" پھر مسکرا دیں

"کیسا لگ رہا ہوں؟ "

"شہزادہ!" اور دوبارہ اس کا ماتھا چوما۔

سکینہ ایسے دیکھ رہی تھی جیسے کسی ڈرامے کا کوئی جذباتی سین ہو۔۔

"جا بھائی کے لیے شربت بنا کر لا۔۔اتنی دور سے آیا ہے" سمیرا نے ساتھ کھڑی سکینہ سے کہا۔

وہیں کھڑے کھڑے بولا

"دادا کہاں ہیں؟ "

اور ساتھ والے کمرے سے وہ باہر آ گئے۔۔انتہائی سنجیدہ چہرہ لیے۔۔

“What is this behavior.. don’t any one told you how to appear to your senior.. I am major Abdur Rehman.. salute me”

ایک تحکمانہ انداز تھا۔۔وہ سیدھا ہو کر کھڑا ہو گیا اور ہاتھ کنپٹی تک لے کر گیا۔۔

"السلام علیکم سر!

جی سی ابراہیم رپورٹنگ ٹو میجر عبدالرحمن "!

اور ایک سیلوٹ کے ساتھ ہاتھ پہلو میں گرایا اور پاؤں زمین پر مارا

"گڈ "!

سکینہ اور سمیرا دونوں ستائش سے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔

پھر وہ مسکراتے ہوئے آگے بڑھے اور اسے کندھے سے تھام کر دیکھا

"پرفیکٹ "!

اور پھر گلے سے لگا لیا۔۔

"ماشاءاللہ"

کچھ لمحے اسے دیکھتے رہے، عقیدت سے ستائش سے، فخر سے، محبت سے

اور پھر اندر چلے گئے۔۔

وہ عبدالرحمن کے ساتھ بیٹھا انھیں سارا حال بتاتا رہا اور وہ کبھی ہنستے، کبھی کوئی نصیحت کر دیتے اور کبھی اس کے کان بھی کھینچ دیتے۔۔ سمیرا بھی اپنے بیٹے کی بلائیں لیتی نہیں تھک رہی تھیں۔۔ صرف چھے ہفتے ہی تو ہوئے تھے وہ کیسے بڑا بڑا سا لگنے لگا تھا۔۔

سکینہ کی باری رات کو آئی۔۔ جب وہ عشاء پڑھ کر آیا تو چھت پر دونوں بہن بھائی بیٹھے جیسے پہلے بیٹھتے تھے۔۔ ابراہیم کے ہاتھ میں اخبار تھا اور سکینہ ساتھ بیٹھے مسلسل اپنی ٹانگ جھلا رہی تھی۔۔

اس نے اسے گھورا

"نئے سیل ڈلوائے ہیں۔۔ اب تمہاری ٹانگ نہ ہلے۔۔ شیطان کی نانی "!

اسے ڈپٹ دیا۔ وہ منہ پھلا کر بیٹھ گئی۔

"ڈانٹ کیوں رہے ہیں۔۔ آرام سے کہیں نا "!

وہ اس کے نمبر دیکھ رہا تھا

"عادتیں تمھاری خراب ہو گئی ہیں۔۔ صحیح کر کے جاؤں گا "

اس نے ایک کان سے سنی دوسرے سے نکال دی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں۔۔یہ میتھس میں تمھارے تین نمبر کم ہیں اور انگلش میں سات "

اس نے تھوک نگلا۔

"تھوڑے سے ہی کم ہیں "

اس نے اخبار گول کر کے اس کے سر پر ہلکے سے مارا۔

"گھر آ کر تو یوں رولا ڈالتی تھی جیسے دنیا فتح کر آئی ہو"

"ایسے کہہ رہے ہیں جیسے میں خدانخواستہ فیل ہو گئی ہوں "

وہ بغور اخبار کو دیکھ رہا تھا۔۔

اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔اف! حوا۔۔

اس نے اخبار ساتھ رکھ دیا۔۔

سکینہ نے اس کے چہرے پر آتے جاتے رنگ دیکھ لیے تھے۔۔

کہاں سے شروع کرے؟ کیا پوچھے؟ بالآخر بول پڑا

"وہ کیسی ہے؟ "

دل دھڑکا تھا۔۔آواز بھی دھیمی ہوئی تھی۔

اس نے ابراہیم کے کندھے سے اپنا کندھا ہلکے سے لگایا"وہ کون؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے گردن موڑ کر اسے گھورا.

"پتہ نہیں کیسی ہے۔۔ناراض ہے مجھ سے "

"کیوں؟ "

اس نے ساری بات بتادی۔۔ چھمی کے ساتھ اس نے جیسے بات کی تھی وہ بھی بتادیا۔۔

وہ کچھ پل خاموش رہا۔

"تمھیں اس سے ایسے بات نہیں کرنی چاہیئے تھی "

مسلسل پاؤں کے انگوٹھے والے حصے سے جوتے کو زمین سے رگڑ رہا تھا۔

"کیوں؟"

"کیونکہ وہ تمھاری دوست ہے "

سکینہ چپ رہی پھر دھیمی آواز میں بولی

"اس نے چھمی سے بدتمیزی کی تھی۔۔دادا سے بھی۔۔اسے ایسے بات نہیں کرنی چاہیئے تھی "

"سکینہ۔۔نارمل انسان کبھی بھی کسی بڑے سے ایسے بات نہیں کرتا۔۔وہ عبداللہ چچا کی بیٹی ہے۔۔عزت کرنا جانتی ہے۔۔جس کا باپ مر جائے، جس کا دل ٹوٹ جائے اور جو ناکام

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہوا ہو۔۔وہ نارمل نہیں ہوتا۔۔چاہے کچھ عرصے کے لیے ہی صحیح مگر وہ پہلے جیسا نہیں رہتا "

اس کی طرف گردن موڑی۔

"اسے نارمل زندگی کی طرف آنے میں وقت لگتا ہے۔۔ہم نارمل انسان ہیں۔۔ہمارے باپ کو گئے کئی سال ہو گئے ہیں اور ہم اب عادی ہو گئے ہیں ورنہ شروع شروع میں شاید ہم بھی ایسے ہی ہوں۔۔ہم نے ویسے ناکامی نہیں دیکھی جیسے اس نے دیکھی ہے۔۔اس کی جگہ پر خود کو کھڑا کر کے دیکھو۔۔تمھیں وہ صحیح لگے گی۔۔کیونکہ وہ ایک وقت میں کئی محاذ پر لڑ رہی ہے۔۔خود سے،دل سے اور پتہ نہیں شاید زندگی سے۔۔تم تو دوست تھی تمھیں تو سمجھنا چاہیئے تھا "

"مگر بھائی اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ آپ دوسروں سے بدتمیزی کرنے لگ جائیں"

"وہ بدتمیزی نہیں کر رہی۔۔وہ بس چڑچڑی ہو گئی ہے۔۔غم غصے میں بدلا ہے اور وہ اپنا غصہ نکال رہی ہے مگر اسے خود نہیں پتہ۔۔دل کرتا ہو گا تو روتی ہو گی۔۔پھر چپ کر جاتی ہو گی۔۔پھر اسے غصہ آتا ہو گا اور کبھی چچی کی یا کسی کی بھی بات پر بے وجہ چڑچڑی ہو جاتی ہو گی۔۔کیونکہ وہ ایک لڑکی ہے۔۔اس کے اعصاب اتنے مضبوط نہیں ہیں"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اب میں کیا کروں؟ "

وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

"دیکھنا۔۔کچھ دن بعد روتے ہوئے آئے گی اور چھمی سے معافی مانگے گی۔۔پھر دادا کے پاس خاموشی سے آکر بیٹھے گی اور اچھے بچوں کی طرح باتیں کرنے لگے گی "

"آپ کو کیسے پتہ؟ "

"کیونکہ وہ عبداللہ چچا کی بیٹی ہے۔۔وہ کسی کو ناپسند تو کر سکتی ہے نفرت نہیں کر سکتی"

اس نے آنکھیں سکیڑ کر دیکھا اسے

"آپ نے کہا اس کا دل ٹوٹا ہے۔۔آپ یہ کیسے کہہ سکتے ہیں؟ "

)اف! زبان پھسل گئی ہو گی(

"ہاں تو جس کی سیلی آتی ہے اس کا دل ٹوٹ ہی جاتا ہے "

وہ بات کو گول کر گیا۔۔

"صبح تم اس سے ملنے جا رہی ہو اور اس سے معافی مانگنے جا رہی ہو"

کہتے ہی وہ لیٹ گیا

"غلطی اس کی تھی "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ خفا ہوئی تھی۔

)آدھے خاندان کو توانا کا مسئلہ تھا(

"سنا نہیں تم نے میں نے کیا کہا ہے" وہ ذرا بلند آواز میں بولا

"اچھا" اس نے منہ بسورا۔

"دادا سے اس کا جو بھی مسئلہ ہے۔۔ چھمی سے وہ جو بھی کہے۔۔ تم اس سے نہیں لڑو گی۔۔ سمجھ آئی؟ "

"ہوں"

اپنے بھائی کو دیکھا جو کہ آسمان کو گھور رہا تھا۔

)انسان کو کچھ بھی ہو جائے محبت نہ ہو۔۔ اچھا بھلا بندہ خراب کر دیتی ہے(!

وہاں روشنی تھی۔۔ اتنی روشنی کہ انسانی آنکھ دیکھ نہ پائے۔۔ ہر طرف ہریالی تھی۔۔ خوبصورت باغ تھا جس میں تتلیاں تھیں مگر عجیب جگہ تھی دن کے وقت جگنو تھے۔۔ اس نے سر پر وہی رومال باندھا تھا جو عبداللہ نے اسے دیا تھا۔۔ تھوڑے سے بالوں کو پونی میں بند کیے باقی کھلے چھوڑے تھے۔۔ بالے ہلکے سے گھنگریالے تھے جیسے مسلسل چٹیا کرنے سے ہو جاتے ہیں۔۔ اس نے ایک خوبصورت فراک پہنی تھی اور ہاتھ میں ایک ٹوکری پکڑی تھی

جس میں سفید کلیاں تھیں۔۔کلیوں کی خوشبو ہر طرف پھیلی تھی۔۔وہ شاید پھول چن رہی تھی۔۔پیچھے سے کسی کی آواز آئی

"حوا "

وہ مڑی اور مسکرائی۔

اس شخص کی طرف بھاگ گئی جو اسے بلا رہا تھا۔۔سفید لباس پہنے وہ جوان سے تھے۔۔بالکل ویسے جیسے وہ تب ہوتے تھے جب حوا چھوٹی ہوتی تھی۔۔ان کی چمکتی بھوری آنکھیں۔۔

"ابو۔۔ "

وہ بھاگ کر آئی اور ان سے لپٹ گئی۔۔

"ابو۔۔آپ کو پتہ ہے میں نے بہت ڈراؤنا خواب دیکھا تھا۔۔میں بس روتی رہتی تھی"

وہ گھٹنوں کے بل بیٹھے اور اس کا چہرہ اپنے ہاتھوں میں لیا

"کیوں؟ "

"مجھے آپ کی یاد آتی ہے۔۔ایسا نہیں ہو سکتا آپ واپس آجائیں یا مجھے بلا لیں۔۔میرا دل نہیں لگتا اب "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بڑی امید سے اپنے باپ کو بتا رہی تھی۔۔

"میں تو تمھارے پاس ہی ہوں۔۔ بھلا میں اپنی بیٹی کو چھوڑ کے جا سکتا ہوں "

اس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔

"ابو۔۔ میں نے آپ کے بغیر نہیں رہنا۔۔ مجھے بھی اپنے ساتھ لے جائیں "

ان کے ہاتھوں کو پکڑ کر اس نے التجا کی تھی، منت کی تھی۔۔

وہ دوبارہ کھڑے ہوئے۔۔

پیچھے سے کسی کی آواز آئی

"حوا "

اس نے گردن موڑی۔ کوئی نہیں تھا۔۔ جب اس نے واپس اپنے سامنے دیکھا تو عبداللہ نہیں تھے۔۔

وہ چیخی تھی "ابو "!

زور زور سے رونے لگی تھی۔۔

بازو میں لٹکائی ٹوکری زمین پر جا گری۔۔ کلیاں زمین پر گر گئیں

"ابو۔۔ آپ کہاں ہیں؟ "

روتے ہوئے کبھی آسمان کو دیکھتی اور کبھی دائیں بائیں۔۔

بھاگ کر درخت کے پاس گئی۔۔پھر واپس اسی جگہ آکر کھڑی ہو گئی جہاں کچھ دیر پہلے عبداللہ کے ساتھ کھڑی تھی۔۔

"ابو۔۔ "!

وہ چلائی تھی اور اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔کمرے میں اندھیرا تھا۔۔

شیخو نے چراغ جلایا اور فوراً سے صوفے سے اٹھ کر اس کے پاس آکر بیٹھ گیا۔۔

وہ ابھی بھی روئے جا رہی تھی۔۔کانپ رہی تھی، یخ ٹھنڈی اور پسینے سے شرابور تھی۔۔

شیخو نے آکر اسے بازوؤں سے تھاما

"حوا۔کک۔۔کیا ہوا؟ "

"شیخو۔۔ابو آئے تھے "

وہ چیخ رہی تھی۔۔آسیہ بھی اپنے کمرے سے اٹھ کر آگئی تھیں۔۔

وہ اسے پانی پلا رہا تھا۔۔

وہ آگے بڑھیں۔۔اس نے جھٹ سے اپنے اوپر سے چادر ہٹائی اور اپنی ماں کی طرف بڑھی اور ان کے ہاتھ پکڑ کر بولی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"امی۔۔ابو۔۔ابو ہیں نا "

ایسے جیسے کوئی نفسیاتی مریض لوگوں کو روک روک کر اپنے کسی وہم یا خیال کے سب ہونے کی تسلی چاہ رہا ہو۔۔

شیخو اس کے پیچھے ہی کھڑا تھا۔۔

"شیخو۔۔یہ خواب ہے نا۔۔یہ سچ نہیں ہے نا"

"حوا "

آسیہ نے اسے خود سے لگایا

"کچھ نہیں ہوا بچے"!

شیخو کو دیکھا جس کی آنکھوں میں آنسو تھے۔۔گلابی پڑتی آنکھیں!

"یہ خواب ہے نا "

وہ چلا رہی تھی۔۔

پھر چپ ہو گئی۔۔اور آسیہ کے ساتھ لگ کر رونے لگی۔۔

"ڈڈ۔۔ڈر گئی ہے"

شیخو بس آسیہ کو دیکھے جا رہا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

کچھ دیر بعد وہ آسیہ کے کمرے میں تھے۔۔پلنگ کی ایک طرف شیخو بیٹھا تھا جس کے بازو کے ساتھ حوالگ کر بیٹھی تھی۔۔اب وہ چپ ہو چکی تھی۔۔یخ ٹھنڈے ہاتھ اور کھلی آنکھوں سے وہ اپنے خواب کو سوچ رہی تھی۔۔وہ زندگی جیسا لگا تھا۔۔خواب زندگی تھا یا زندگی خواب تھی؟وہ فیصلہ نہ کر پائی

اس نے کرب سے آنکھیں بند کر لیں۔۔

آسیہ مسلسل کچھ پڑھ کر اس پر پھونک رہی تھیں۔۔

رات لمحہ لمحہ سرک رہی تھی۔۔

حوا اپنی ماں کے ساتھ چارپائی پر درخت کی چھاؤں میں بیٹھی پھلیاں نکال رہی تھی۔ساتھ ساتھ ہلکی پھلکی بات چیت بھی جاری تھی۔باہر کا دروازہ کھٹکا اور کیاری میں کام کرتیں بی جان نے بڑھ کر کھولا۔

سمیرا اندر داخل ہوئیں پھر سکینہ اور پیچھے ابراہیم۔۔

"السلام علیکم "!

"ارے۔۔وعلیکم السلام "!

وہ جھکا اور انھوں نے سر پر پیار دیا۔"اللہ ہر حاسد کی نظر سے بچائے"

آسیہ بھی دیکھ کر مسکرائی تھیں۔

فوراً کھڑی ہوئیں اور سمیرا سے گلے ملیں۔۔سکینہ سے ملیں پھر ابراہیم کے سر پر پیار دیا۔۔

وہ حوا کی طرف بڑھی جو کہ خاموشی سے بیٹھے سب دیکھ رہی تھی۔۔سکینہ اس کے پاس آ کر بیٹھی تو وہ اٹھ کر جانے لگی تھی۔۔اس نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔حوا کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری

سکینہ اس کے گلے آ لگی

"معاف کر دو حوا "

اس سے الگ ہوئی

"مجھے تم سے ایسے بات نہیں کرنی چاہیئے تھی"

وہ پھیکا سا مسکرائی

"کوئی بات نہیں "!

پاس ہی کرسی پر ابراہیم بیٹھا تھا۔۔نظر بار بار بھٹک کر اس پر جاتی تھی۔۔

"کتنے دن کے لیے آئے ہو؟ "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آسیہ بیگم اس سے نرم لہجے میں پوچھ رہی تھیں

"ایک ہفتے کے لیے "

بی جان شربت لے آئیں۔

نظر اس کی طرف اٹھی تو دل میں ایک ٹیس سی اٹھی۔۔اس کی رنگت کملائی ہوئی تھی، پہلے سے کمزور ہو گئی تھی، جس کو اس نے ہمیشہ ہنستے دیکھا تھا لگتا تھا کہ اس کی آنکھوں نے ہنسنے کا قرض چکایا تھا، خالی خالی ہلکی بھوری آنکھیں !

وہ سکینہ کی کوئی بات سن رہی تھی۔۔

اس نے گردن موڑی کرسی پر بیٹھے لڑکے کو دیکھا تو ابراہیم نے نظر جھکا دی۔۔

کمرے سے خالدہ تائی بھی نکل آئی تھیں۔۔

" کبھی اپنی تائی سے بھی مل لیا کرو۔۔جب بھی آتے ہو بس ان سے ملتے ہو اور چلے جاتے ہو "

وہ کھڑا ہو گیا تھا۔۔۔پیچھے ہی ثمر تھی۔۔

ابراہیم کو دیکھ کر مسکرائی۔۔اس نے کمال مہارت سے نظر انداز کیا۔۔وہ باتیں بھولنے والوں میں سے نہیں تھا!

سکینہ سے بات کرتے اٹھی اور اوپر چلی گئی۔۔کچھ دیر بعد نیچے آئی تو اس کے ہاتھ میں کپڑا تھا۔۔اس پر اس نے کڑھائی کی تھی اور وہ سکینہ کو دکھا رہی تھی۔۔وہ بھی اسے دیکھ رہا تھا

)اف! یہ نظر کیوں بھٹک جاتی ہے بار بار (

اس کے ہاتھ پر بھورے رنگ کا نشان تھا۔۔چائے گرنے کا نشان۔۔وہ یہ نشان دیکھ چکا تھا

اس نے پھر سر جھٹکا۔

شاید اتنے دن بعد اسے دیکھ رہا تھا یا شاید اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

شیخو اوپر سے نیچے آتا دکھائی دیا۔اس کے ہاتھ اور قمیض پر رنگ لگا تھا جیسے پینٹنگ کر کے آیا ہو۔۔آتے ہی سب سے سلام کی اور ابراہیم کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔پھر وہ باہر چلے گئے۔۔ خواتین باتیں کرنے میں مصروف تھیں۔۔

دن ڈھل رہا تھا۔فصلوں کی دوسری طرف ایک بڑا سا بوڑھا برگد کا درخت تھا۔دیکھنے سے ہی بہت پرانا لگتا تھا موٹا سا اور بڑی بڑی پھیلی ہوئی شاخیں۔۔نیچے دو لڑکے بیٹھے تھے۔ ایک کی آنکھیں بھوری تھیں اور ایک سیاہ آنکھوں والا۔۔

"لاہور کب جا رہے ہو؟ "

ابراہیم نے سامنے فصلوں کو دیکھتے ہوئے پوچھا تھا

"چچ۔۔ چھوٹی امی کی عدت ختم۔۔ ختم ہو گی۔۔ پھر چچ۔۔ چلا جاؤں گا"

"ہوں "!

"گھر پر کیا کرتے ہو؟ "

"مصوری کر لل۔۔ لیتا ہوں، لل۔۔ لکڑی کے ڈبے بنا لیتا ہوں۔۔ "

اس نے اس کی بات کاٹی

"شیخو کون سا کام ہے جسے کرنے سے تمھیں خوشی ملتی ہے۔۔ جسے کرتے وقت تھکتے نہیں ہو اور کئی گھنٹے کر سکتے ہو؟ "

وہ سوچنے لگا

"پ۔۔ پینٹنگ "!

وہ مسکرایا۔

"تم آرٹسٹ کیوں نہیں بن جاتے۔۔ سب کو پیچھے چھوڑ دو گے "

"مم۔۔ مجھے کسی سے مم۔۔ مقابلہ نہیں کرنا"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمھیں اور کیا کیا آتا ہے؟ "

"سس۔۔سب آتا ہے"

"سب یعنی؟ "

اس نے ابرو اٹھایا۔

"مم۔۔مسجد صاف کرنا، مٹی کے بب۔۔برتن بنانا، پپ۔۔پینٹ کرنا، سس۔۔سائیکل کو ٹٹ۔۔ٹائر لگانا، ویلڈ نگ کرنا۔۔ "

وہ بیچ میں ہی بولا

"ویلڈ نگ کرنا؟ "

شیخو مسکرایا۔مسکراتے ہوئے وہ سر جھکا لیتا تھا اس طرح جیسے شرما رہا ہے۔۔

"ہاں۔۔ "

"کھانا پکانا آتا ہے؟"وہ مسکرایا

"ہاں "

ابراہیم ہنس دیا۔

"ارے واہ۔۔ہمارے شیخو کو تو بہت کچھ آتا ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ابھی بھی مسکرا رہا تھا۔۔

پھر دونوں کے درمیان اور بھی باتیں ہوتی رہیں۔۔ڈوبتا سورج انھیں دیکھتا رہا۔۔

رات ہوئی۔۔چاند نے منہ دکھایا، موسم بھی اچھا تھا۔۔آج وہ چھت پر عبدالرحمن کے ساتھ سویا تھا بڑے دن بعد۔۔اپنے ساتھ والی چارپائی پر لیٹے عبدالرحمن سے بولا

"دادا "!

"ہوں "

"کل لاہور جانا ہے میں نے۔۔ساتھ چلیں گے؟ "

"کیوں؟ "

"کچھ دوستوں سے ملنا ہے اور بھی کچھ ضروری کام ہیں" وہ آسمان گھور رہا تھا

"ہوں۔۔ٹھیک ہے۔۔مگر ہم جلدی واپس آجائیں گے۔۔میں ابھی یہیں رہنا چاہتا ہوں "

اس نے ان کی طرف کروٹ لی

"کیوں۔۔کسی کی عادت ہو گئی ہے کیا؟ "

انھوں نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"ہاں۔۔شاید "!

وہ مسکرادیا۔

پھر سیدھا ہو کر آسمان کو گھورنے لگا۔۔

تخیل میں وہ ابھری تھی۔۔بھوری آنکھیں سرمے سے لبریز۔۔اسے وہ لڑکی یاد آئی جس کے ہاتھ سے کانچ ٹکرے اس نے نکالے تھے۔۔آج جب اس لڑکی نے دیکھا تھا تو اسے اپنا دل دھڑکتا ہوا سنائی دیا تھا،اتنے دن بعد دل کی دھڑکن سنائی دی تھی۔۔وہ یونہی مسکرا رہا تھا۔۔سکینہ کی آواز سنائی دی

"وہ کہہ رہی تھی۔۔آپ ہنستے نہیں ہیں کیا؟ "

اس نے مسکراتے ہوئے کروٹ بدلی اور آنکھیں بند کر لیں

عبدالرحمن کو گھر پر اتارا۔ہمیشہ کی طرح راستے سے سفید پھول لیے اور جیپ کو قبرستان کی جانب موڑ دیا۔جیپ سے اترا اور قدم بڑھاتا ان کی قبر کی جانب بڑھا۔ہر سو خاموشی تھی۔

اس نے جھک کر پھول ان کی قبر پر رکھے۔۔

کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا۔۔

"آپ کو میرے قدموں کی آہٹ سے پتہ چل گیا ہو گا کہ میں آرہا ہوں۔۔آپ سے ملنے کو بڑا دل چاہتا ہے۔۔کتنے سال ہو گئے آپ نے مجھے دوست کی طرح گلے نہیں لگایا "

آنکھیں سرخ ہوئیں اور آنسو گال پر بہنے لگے۔۔

منظر بدلا،لوگ بدلے،وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔

جنوری کے ٹھنڈے دن تھے۔۔وہ گورنمنٹ کالج کی سیڑھیوں پر خفا سا بیٹھا تھا۔۔

دونوں بازو ٹانگوں پر رکھے بائیں جانب دیکھتا ہوا۔اس نے کوٹ پہن رکھا تھا۔

مسٹر سٹیفورڈ آئے۔اس نے ان کے قدموں کی آہٹ پہچان لی تھی۔۔مگر پھر بھی نہیں مڑا۔۔

"اور کتنے دن ناراض رہو گے ؟ "

وہ کچھ نہیں بولا

"ابراہیم۔۔ادھر دیکھو میری طرف "وہ آگے بڑھے اور اس کے کندھے کو ہلا کر اپنی جانب موڑنا چاہا مگر وہ خفا رہا۔

وہ خاموش ہو گئے۔۔اداس سے چہرہ جھکا کر بیٹھ گئے۔۔

"یا اللہ!اس کے دل سے میرے لیے ناراضی دور کر دے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ سننا تھا کہ اس نے پوری گردن موڑ دی۔عام طور پر وہ "خداوند" کا لفظ استعمال کرتے تھے مگر آج انھوں نے "اللہ" کہا تھا ..

وہ اٹھا اور ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔

"اب آپ کھڑے بھی ہو جائیں۔۔مجھے آپ کے گلے لگنا ہے "

وہ خفا خفا سا بولا تھا۔

وہ ہنستے ہوئے کھڑے ہوئے اور وہ ان سے لپٹ گیا۔۔

پھر علیحدہ ہوا "سردی بہت ہے۔۔مجھے اپنے آفس لے کر جائیں۔۔دیکھ نہیں رہے آپ مجھے فلو ہے۔۔چائے پلائیں "

ایسے بول رہا تھا جیسے حکم کر رہا ہو۔

"اور کوئی حکم ؟ "

اور اب وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے آفس جا رہے تھے۔۔

آفس باہر کی نسبت گرم تھا۔۔آتش دان ہلکا سا جل رہا تھا اور وہ بڑے مزے سے چائے پی رہا تھا۔۔

"میں نے قرآن پڑھا تھا۔۔دلیل کے ساتھ سٹڈی بھی کیا ہے۔۔میں۔۔وہ۔۔ "

وہ ہچکچا رہے تھے۔

"میں صرف آپ کا دوست نہیں ہوں۔۔بیٹا بھی تو ہوں۔۔جو کہنا چاہتے ہیں کہہ دیں"

وہ ساتھ چھوٹے صوفے پر بیٹھا تھا جبکہ مسٹر سٹیفورڈ اپنی کرسی چیئر پر۔۔

"میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں۔۔مگر میری بیوی۔۔وہ شاید مجھے چھوڑ دے "

"اوہ۔۔جب اللہ آپ کے ساتھ ہے تو کیا فرق پڑتا ہے کہ کون آپ کے ساتھ کھڑا رہے یا کون آپ کو چھوڑ دے "

وہ خاموش رہے۔

"ابراہیم علیہ السلام میرے فیورٹ نبی ہیں۔۔اس لیے نہیں کہ میرا نام ان سے ملتا ہے بلکہ اس لیے کہ وہ اس ذات پر ایمان لائے تھے جس کو انھوں نے خود تلاش کیا تھا۔۔میں ہوتا یا کوئی اور ہوتا تو شاید ڈگمگا جاتا کیونکہ امتحان بہت سخت تھا۔۔انھیں آگ میں پھینکا گیا۔۔ایک طرف ان کی ساری قوم تھی جو کہ ان کے خلاف تھی اور دوسری طرف ابراہیم اکیلے تھے۔۔آپ یا میں ہوتے تو "میجورٹی از ایتھورٹی" کہہ کر اس قوم کے ساتھ ہو جاتے مگر وہ ابراہیم علیہ السلام تھے۔۔جس کو انھوں نے خود تلاش کیا تھا اس پر قائم تھے۔۔اور آخر تک ڈٹے رہے تھے۔۔اللہ نے انھیں بچا لیا۔۔پھر ان سے ان کے بیٹے کی قربانی مانگی گئی وہ بھی انھوں

نے دے دی۔۔وہ سب کچھ دیتے جا رہے تھے۔۔کیوں؟ کیونکہ انھیں یقین تھا کہ انھوں نے اللہ کو تھاما ہے اللہ انھیں گرنے نہیں دے گا۔۔پھر چاہے سارا قبیلہ، خونی رشتے دار ہی کیوں نہ چھوٹ جائیں انھوں نے اللہ کو نہیں چھوڑا۔۔آپ بھی اللہ کو مت چھوڑیں۔۔وہ آپ کے لیے خود ہی آسانی پیدا کر دے گا"

فلوزدہ آواز سے بولا تھا، پھر چائے کا گھونٹ بھرا۔

وہ مسکرائے تھے۔

"تم نے میرا کام آسان کر دیا۔۔میرے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو گیا ہے۔۔ "

وہ انھیں دیکھ کر مسکرایا "All praise to my Allah !"

"میں حیران ہوں کہ کیسے ایک انسان مردہ ہوتا ہے مگر وہ خود کو زندہ سمجھ بیٹھتا ہے۔۔ بالکل میری طرح"!

افسوس سے نفی میں سر ہلایا

"بچپن میں میں سوچتا تھا کہ کتنے خوش نصیب لوگ ہیں جنھیں قرآن آتا ہے۔۔جنھیں قرآن کی سمجھ آتی ہے، جنھیں قرآن پر تدبر کرنا اور تفسیر آتی ہے۔۔لیکن بڑے ہوتے ہوتے مجھے سمجھ آیا کہ وہ لوگ خوش نصیب ہوتے ہیں جن کے پاس قرآن کا علم ہوتا ہے مگر وہ بلند

بخت والے ہوتے ہیں جو قرآن پر عمل کرتے ہیں۔۔میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ وہ مجھے بھی بلند بخت والا بنادے۔۔آپ بھی یہی دعا کیا کریں پروفیسر "

ایک اطمینان سا تھا جو ان کے اندر سرایت کر گیا تھا۔۔وہ پر سکون تھے

قبرستان میں بیٹھے لڑکے نے آنسو صاف کیے۔۔اللہ آپ کی مغفرت فرمائے اور اٹھ گیا!

اس وقت وہ ایک بنگلے کے سامنے کھڑا تھا۔اس بنگلے سے اس کی اچھی اور بری دونوں یادیں جڑی تھیں۔۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور گیٹ کے سامنے سیڑھیوں پر قدم رکھا۔۔ایک زینہ اوپر آیا اور بیل پر انگلی رکھی۔۔دل بے پناہ دھڑک رہا تھا۔۔

اندر سے دروازہ کھلا اور ایک بوڑھا شخص باہر آیا

"جی؟ "

"لیزا گھر ہے؟ "

"جی "

"انھیں کہیں ابراہیم آیا ہے "

وہ فوراً اندر بھاگا گیا۔۔وہ اندر صوفے پر بیٹھی ٹانگ پر ٹانگ جمائے ہاتھ میں کوئی انگریزی کتاب پکڑے چائے کے گھونٹ بھرتی، کتاب پر نظریں جمائے بیٹھی تھی۔۔

"میڈم "!

"جی" نظریں ابھی بھی کتاب پر ہی جمی تھیں۔

" باہر کوئی پوچھ رہا ہے آپ کا "

"کون؟" چائے کا ایک گھونٹ بھرا۔

"ابراہیم نام بتایا ہے انھوں نے اپنا "

اسے لگا اس نے غلط سنا ہے۔۔چائے کا کپ سامنے میز پر رکھا۔۔دل دھڑکنے لگا۔۔یہ کتنے عرصے بعد ایسے دھڑکا تھا۔۔وہ کھڑی ہوئی۔۔اسے لگا ٹانگیں کانپ رہی ہیں۔۔ہاتھوں پر پسینہ آیا تھا۔۔

"کک۔۔کون آیا ہے؟ "

وہ ہکلا رہی تھی۔

"ابراہیم "

اسے لگا وہ سانس نہیں لے پائے گی۔۔یہ نہیں ہو سکتا۔۔وہ کیسے آ سکتا ہے۔۔وہ نہیں آ سکتا۔۔

اس کے بعد لیزا نے اسے بلانے کو کہا اور خود قدم بڑھاتی باہر کی جانب بڑھی تھی۔۔

دروازہ کھلا اور وہ اندر آ رہا تھا۔۔وہ وہیں رک گئی تھی۔۔وہ ویسا ہی تھا یا بدل گیا تھا۔۔پہلے سے زیادہ جاذب لگ رہا تھا۔۔چہرے پر ہلکی شیو۔۔ذرا سے بکھرے بال سیاہ آنکھیں۔۔اس میں کچھ بھی نہیں بدلا تھا۔۔وہ آج بھی یہ اختیار رکھتا تھا کہ لیزا کھڑی ہو کر کئی گھنٹے اسے ہی دیکھتی رہی۔۔

وہ آگے بڑھ رہا تھا۔۔لیزا کو دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا۔۔

وہ مڑی، اپنا منہ پھیر لیا، آنکھیں زور سے میچ لیں۔۔اس کی پشت ابراہیم کی طرف تھی۔۔اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔۔اسے یہ خواب لگا تھا۔۔اس نے مٹھیاں بھینچ لیں۔۔

"لیزا "!

وہی آواز وہی لہجہ۔۔جس کو وہ سننے کو ترستی تھی۔

اس نے آنکھیں کھول لیں۔۔اور مڑی۔۔وہ سامنے کھڑا تھا۔۔آنکھ بھی نہیں جھپک رہی تھی کہ کہیں خواب ٹوٹ نہ جائے۔۔پلکیں بھاری ہونے لگیں۔۔اس نے آنکھ جھپکی اور وہ نہیں گیا تھا۔۔ہاں وہ اس کے سامنے ہی تھا۔۔یہ خواب نہیں تھا۔۔وہ مسکرائی۔۔لیزا کو لگا وہ رونے لگے گی۔۔

"ابراہیم "آواز کسی کھائی سے آتی سنائی دی۔

اسے لگا وہ گرنے لگی ہے۔۔وہ خود چل کر آیا تھا۔۔وہ مسکرایا تھا۔۔یہ خواب نہیں تو اور کیا ہے؟

"کیسی ہو؟"صور پھونکا دیا گیا۔

اس نے بمشکل تھوک نگلا۔

"ٹھ۔۔ٹھیک۔۔تم؟ "

“As always!”

اس نے کندھے اچکائے۔

"اندر نہیں بلاؤ گی؟ "

اس نے بس ہاں میں سر ہلایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابراہیم اس کے دائیں جانب پڑے صوفے پر بیٹھا تھا۔۔

ملازمہ چائے اور فروٹ کیک لا رہی تھی۔۔

وہ کچھ کہہ رہا تھا مگر لیزا کو اسے دیکھنے سے فرصت ہو تو۔۔

"لیزا"!

وہ ہوش میں آئی۔

"ہوں۔۔ہاں "!

"کیا کر رہی ہو آج کل ؟ "

"آ۔۔یونیورسٹی۔۔آرٹ "

"گڈ "!

وہ سیدھا ہو کر بیٹھا ہوا تھا.

"تم ؟ "

"میں۔۔میں تو پی ایم اے چلا گیا۔۔چھٹیوں پر آیا ہوں "

اس کا لہجہ ،انداز۔۔اس کا مسکرانا سر ہلا کر اس کی بات کی تائید کرنا۔۔اس کا دل چاہا کہ ابھی اس وقت کو پتھر کر دے۔۔کہیں نہ جانے دے۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ایک ضروری بات کرنی تھی "

"ہوں"

اس نے اپنی بات کہی،ایک کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔۔ایسا ہو سکتا تھا کہ ابراہیم کچھ کہے اور لیزا نہ مانے۔۔

"مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے"اب لیزا کے پوچھنے کی باری تھی۔

"ہوں "

سامنے چائے کے دو کپ پڑے تھے۔۔ساتھ فروٹ کیک بھی۔۔اس نے ایک کپ پکڑا اور ہونٹوں تک لے گیا۔۔ایک گھونٹ بھرا

"میں نے ڈیڈی کی ڈائری پڑھی ہے۔۔ہر صفحے پر تمھارا ذکر ہے۔۔انھوں نے اپنی کہانی اس دن سے شروع کی جب تم انھیں پہلی بار ملے تھے اور تمھاری ان سے دوستی ہوئی تھی۔۔ پھر گورنمنٹ کالج اور اس سے جڑی ساری کہانیاں۔۔مجھے محسوس ہوتا ہے کہ تم ڈیڈی کے قریب تھے۔۔مجھ سے بھی زیادہ قریب تھے "

وہ خاموش ہوئی۔وہ متوجہ تھا

"کچھ صفحات پر۔۔انھوں نے لکھا کہ۔۔"اس نے تھوک نگلا"وہ مسلمان ہونا چاہتے ہیں "

"یہ سچ ہے "

بلا جھجکے اس نے جواب دیا۔

"تم نے انھیں ترجمے والا قرآن دیا تھا"

"یہ سچ ہے"

"وہ کہتے تھے کہ یسوع مسیح اللہ کے بیٹے نہیں ہیں۔۔انھیں زندہ آسمان پر اٹھایا گیا تھا "

"یہ سچ ہے "

وہ یکے بعد دیگرے سوال کر رہی تھی۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟..کوئی انسان ایسے کیسے اپنے باپ دادا کے دین کو چھوڑ سکتا ہے؟ "

"کیوں نہیں ہو سکتا؟۔۔تم بھی وہ پڑھ لو جو پروفیسر نے پڑھا تھا"

"کتاب کی آخری لائن تھی۔۔"میں مسلمان ہوں"۔۔کیا یہ بھی سچ ہے؟"

"یہ سچ ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کا اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی سانس نیچے رہ گئی۔

"مجھے کیوں نہیں پتہ تھا؟ "

وہ صدمے سے بولی تھی۔

"اپنی ممی سے پوچھو "

وہ خاموش ہو گئی۔

"کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟ "

"وہ اوپر ہیں "

"اوکے "

وہ قدم بڑھاتا اوپر چلا گیا۔۔اسے ان کا کمرہ آنکھیں بند کر کے بھی نظر آجاتا تھا۔۔

اس نے دروازے پر دستک دی۔

اندر سے کسی کی آواز آئی

"یس۔۔کم ان "

ناولز کلب

دروازہ کھلا اور وہ اندر چلا گیا۔۔سامنے کھڑکی کھلی تھی،پردے ہٹے تھے،ایک خاتون ویل چیئر پر بیٹھی تھیں۔۔گود میں کتاب رکھے۔۔اس کی آہٹ پر انھوں نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔۔

ان کی سانس رک گئی۔۔

"پہچانا مجھے۔۔مسز سٹیفورڈ "!

وہ ان کے قریب آیا اور پیچھے سے ویل چیئر کو تھاما اور ان کے قریب آکر کان میں سرگوشی کی۔۔

"مجھے ابراہیم کہتے ہیں۔۔یاد تو ہو گا "

ان کا دل دھڑکا تھا۔۔بمشکل تھوک نگلا

"تم۔۔تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ "

وہ دبا دبا سا چلائی تھیں۔

"ایک کام تھا۔۔بس وہی کرنے آیا تھا "

وہ ساتھ پلنگ پر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گیا۔

"کیوں آئے ہو۔دفع ہو جاؤ "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ارے ارے۔۔اب آپ بوڑھی ہو رہی ہیں۔۔اپنا خیال کریں "

پھر ان کے پاس آیا اور جھکا۔۔بالکل ان کے چہرے کے سامنے۔۔سرگوشی کی

"دیکھنے آیا ہوں۔۔دھوکہ دینے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے "

انھوں نے کو تھپڑ مارنا چاہا مگر وہ پیچھے ہو گیا اور ہنس دیا

“Nice shot.. but don’t you know I am more crazier than you?”

ان کی آنکھیں سرخ تھیں اور وہ دانت پیستے ہوئے اسے دیکھ رہی تھیں۔۔وہ کمرے میں موجود ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا آئینے میں اپنا عکس دیکھتا انگلیاں بالوں میں سے گزارے ، بال ٹھیک کر رہا تھا

"گھبرائیں نہیں۔۔آپ کی بیٹی کو میں نے کچھ نہیں بتایا۔۔نہ کبھی بتاؤں گا۔۔ابراہیم بس بروں کے ساتھ برا ہے۔۔اچھوں کے ساتھ وہ بہت اچھا ہے۔۔باقی اگر آپ کی بیٹی خود کچھ ڈھونڈ لے تو میں کیا کر سکتا ہوں "

اس نے دونوں ہاتھ اٹھائے۔۔پھر ان کے کان کے قریب سرگوشی کی

“Have a nice day.. young lady!”

اور سیٹی بجاتے ہوئے باہر چلا گیا۔۔

اندر بیٹھی خاتون کے دل میں آگ جل رہی تھی۔۔

وہ بس تھوڑی دیر ہی رکا تھا اور اب واپسی کا وقت تھا۔۔وہ واپس جانے والا تھا۔۔وہ کیسے کہہ دے کہ "نہ جاؤ!"۔۔وہ نہیں کہہ سکتی تھی۔۔وہ اپنی مرضی سے آتا تھا اپنی مرضی سے جاتا تھا۔۔

"پروفیسر کی لائبریری چلی جانا۔۔کافی مدد ملے گی "

باہر باغ میں کھڑے ابراہیم نے لیزا سے کہا تھا۔۔

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

وہ مڑا اور جانے لگا تھا۔۔لیزا کی دھیمی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی

"ابراہیم۔۔ "

وہ مڑا۔لیزا کی آنکھیں سرخ تھیں۔۔وہ ضبط کی انتہا پر تھی۔۔۔آگے بڑھی اور اس کی کلائی کو ہاتھ سے پکڑ لیا

"مت جاؤ۔۔رک جاؤ "

آنسو اس کی گال پر پھسلا تھا۔اس کا رنجیدہ لہجہ سن کر ابراہیم کے دل کو دکھ ہوا تھا۔۔شاید آج وہ جس مقام پر کھڑی تھی کہیں نہ کہیں اس کی وجہ وہ خود کو بھی سمجھتا تھا۔۔

"لیزا۔۔"اس نے اس کا ہاتھ اپنی کلائی سے الگ کیا۔۔

"جانے والوں کو روکا نہیں کرتے۔۔نہ انھیں پیچھے سے آواز دیتے ہیں۔۔ورنہ ان کا واپسی کا سفر مشکل ہو جاتا ہے "

اور وہ چلا گیا۔۔

مہینے لگے تھے اسے خود کو سنبھالنے میں اور اس نے آکر منٹوں میں اسے ریت کر دیا تھا۔۔وہ ابھی بھی وہیں کھڑی تھی۔۔جہاں وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔۔

اس نے آج ہی اپنے گاؤں کے لیے نکلنا تھا مگر دیر ہو گئی۔۔عبدالرحمن بھی اسی کا انتظار کر رہے تھے۔۔عصر کا وقت تھا اور وہ اسی راستے سے واپس آ رہا تھا جہاں اسے پہلی بار قیس ملا تھا۔۔اس کی نظر اس درخت پر پڑی جہاں کبھی وہ بیٹھا کراہ رہا تھا۔۔وہ مسکرا دیا۔۔

"اب جانے کہاں ہو گا۔۔اس کا کوئی پتہ بھی نہیں ہے میرے پاس "

وہ دل ہی دل میں خیال کر رہا تھا۔۔اسے گمان ہوا کہ کوئی اس کے پیچھے ہے مگر جیسے ہی اس نے گردن موڑی پیچھے کوئی نہیں تھا۔۔ سر جھٹک کر وہ چلنے لگا۔۔پھر دوبارہ اسے یہ احساس ہوا کہ پیچھے کوئی ہے مگر اب کی بار وہ نہیں مڑا۔۔بس سینے پر بازو باندھے کھڑا رہا۔۔

"اب تم خود آگے آرہے ہو یا میں تمھیں دو تھپڑ لگاؤں؟ "

اور وہ آگے آگیا۔۔وہ سرمئی آنکھوں والا قیس تھا۔۔

اس نے آتے ہی نیچے سے اوپر تک اسے دیکھا پھر ستائشی نظروں سے اسے سراہا۔۔

"واہ بھئی۔۔آپ ابھی تک زندہ ہیں؟ "

"نہیں۔۔یہ تم بھوت دیکھ رہے ہو "

"ہاں۔۔ویسے لگ تو بھوت ہی رہے ہو"

وہ مسکرا دیا۔ قیس بھی مسکرایا

اس نے اپنا پنجہ آگے بڑھایا اور کھینچ کر قیس کو گلے لگایا

"کہاں تھے؟ "

"پی ایم اے "

"اوہو ہو۔۔کیا بات ہے بھئی۔۔میرے سامنے کیپٹن کھڑا ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے کندھے اچکائے۔

"تم کیا کر رہے ہو آج کل؟ "

اب وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔۔

"میں کوئی ایک کام نہیں کر رہا۔۔ وکالت پڑھ رہا ہوں، تھیٹر جاتا ہوں، ریڈیو سٹیشن بھی ایک آدھ چکر لگا آتا ہوں۔۔ باقی اور بھی کچھ کرنے کا سوچ رہا ہوں "

وہ مسکرایا

"کمال ہے۔۔ تم تو مجھ سے بھی آگے نکل گئے "

قیس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا

"تم تو پھر اپنا ہیرو ہو "

اس کی تعریف پر ابراہیم نے ابرو اٹھایا

"ہوں۔۔ کھانا کھانے ہی جا رہے ہیں "

"ارے واہ۔۔ تمھیں کیسے پتہ مجھے بھوک لگی ہے؟ "

"شکل ہی تمھاری بھوکوں والی ہی ہے "

قیس نے خفگی سے اسے دیکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمھیں کیسے پتہ کہ میں آج لاہور آیا ہوں؟" ابراہیم نے شکی نگاہوں سے اسے دیکھا

"دراصل جس مسجد میں تم عصر کی نماز پڑھتے ہو۔۔میں بھی روزانہ وہیں جاتا ہوں۔۔تم چیونٹی کی رفتار سے نماز پڑھتے ہو لیکن میں ذرا جلد باز ہوں۔۔سو میں چھپ گیا تھا جب تم باہر آئے تو۔۔آگے کی کہانی تمھیں پتہ ہے "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ اس ڈھابے میں پہنچ چکے تھے جہاں پہلی بار انھوں نے کھانا کھایا تھا۔۔

"پیسے میں نہیں دوں گا "

قیس نے پہلے ہی ہاتھ اٹھا دیے۔

"ٹھیک ہے "

بیرے کو آڈر لکھوایا۔جب کھانا کھا چکے تو پیسے دینے کا وقت آ چکا تھا۔۔

لڑکا پیسے لینے کے لیے ساتھ کھڑا تھا۔۔

"کتنے پیسے؟"

قیس بڑے سکون سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

ابراہیم نے والٹ نکالا۔۔چند لمحے گزرے اور قیس کو جھٹکا لگا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"یہ۔۔"

اس نے والٹ کھول کر پیسے دیے۔

"یہ میرا والٹ ہے "

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر کھینچنا چاہا مگر ابراہیم نے پیچھے کر لیا۔۔

"پیسے کس نے دینے تھے یہ فیصلہ ہوا تھا۔۔والٹ کس کا ہو گا یہ نہیں بتایا تم نے "

چلتے ہوئے بڑی ہوشیاری سے اس نے قیس کی پینٹ کی جیب سے والٹ نکالا تھا۔اس نے والٹ ٹیبل پر رکھا اور قیس کی جانب دھکیلا۔

وہ بس منہ بسور کر بیٹھا رہا۔

ابراہیم نے کندھے اچکائے جیسے اسے کوئی فرق نہیں پڑا۔۔قیس نے خفگی سے والٹ پینٹ کی جیب میں رکھ لیا۔۔

واپسی پر دونوں باتیں کرتے آ رہے تھے۔۔گھر کے قریب پہنچ کر اس نے قیس کی شرٹ کی جیب میں پیسے رکھ دیے۔۔

"ہوشیار ہوں تمھاری طرح کنجوس نہیں "

قیس نے اسے حیرانی سے دیکھا۔

"نہیں مجھے برا نہیں لگا۔۔بس مجھے عادت نہیں ہے بے جا اڑانے کی "

ابراہیم نے ابرو اٹھایا

"کیا واقعی ؟۔۔لاؤ واپس کرو میرے پیسے "اس نے ہاتھ آگے بڑھایا تو وہ پیچھے ہو گیا۔

"میں نے ایسا کرنے کو بھی نہیں کہا "

نفی میں گردن ہلاتے ہنس دیا۔۔

رات کو عشاء پڑھ کر وہ گھر واپس آیا۔عبدالرحمن لاؤنج میں پڑے صوفے پر بیٹھے عینک لگائے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔۔وہ ان کے قریب آیا اور پیچھے سے ان کی گردن کے گرد بازو حمائل کر لیے۔اپنا گال ان کے گال سے ملایا۔انھوں نے اپنی عینک اتار کر ہاتھ میں پکڑ لی۔۔

"اب تم باگڑ بلے نہ بنو۔۔کہاں تھے ؟۔۔سارا دن آوارہ گردی کرتے رہے ہو۔۔اب آ کر یوں لاڈ کرو گے تو تمھارا دادا کمزور پڑ جائے گا "

اس نے اپنا ماتھا ان کے کندھے پر رکھ دیا۔۔اس کے بال ان کے گال کو چھو رہے تھے۔۔

"دادا۔۔ "

وہ خاموش رہے۔

"معاف کر دیں یار۔۔بس ایسے ہی دیر ہو گئی "

دھیمے، تھکے لہجے میں بولا۔

"کھانا لگواؤں؟ "

"ہوں "

اور وہ ان کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔۔ سر پیچھے صوفے کی پشت پر رکھ دیا۔

"عبدل کھانا لگا دو" انھوں نے آواز دی۔

"کیا بات ہے۔۔ طبیعت ٹھیک ہے؟ "

اس نے اپنا سر ان کی ٹانگ پر رکھ دیا اور ٹانگیں اوپر رکھے لیٹ گیا۔۔

"ہوں۔۔ نیند آئی ہے "

اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔

کھانا لگ چکا تو اس نے تھوڑا بہت کھایا اور پھر سو گیا۔۔

وہ سو جانا چاہتا تھا۔۔ سارا دن اس کے دماغ پر ایک چیز حاوی رہی تھی۔۔

مسٹر سٹیفورڈ!

رات نے ہر طرف اپنا قبضہ جما لیا۔ کہیں ابھی بھی دن جیسی رونق تھی اور کہیں خاموشی اور سناٹا۔ اس بنگلے کے ایک کمرے میں لڑکی اپنے بستر پر چت لیٹی چھت کو گھور رہی تھی۔۔ بال اب بڑھ کر گردن سے نیچے تک آنے لگے تھے۔۔ آنسو کا ایک قطرہ آنکھ سے بہا اور کنپٹی تک سفر کرتا کان کی جانب ڈھلک گیا۔ وہ کچھ سوچ رہی تھی۔۔ باہر کمرے کے دروازہ پر کوئی دستک دے رہا تھا مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا۔۔ وہ بولنا نہیں چاہتی تھی۔۔ وہ خاموش رہنا اور ماضی کو سننا چاہتی تھی۔۔ وہ اس دن کو یاد کر رہی جب وہ قدرے خوش بھی تھی اور پریشان بھی۔۔ اس نے گلدستہ پکڑا اور ایک لفافہ ہاتھ میں لیے اپنے باپ کے ساتھ چل پڑی۔۔ اسے اتنا یاد تھا کہ جب وہ ان کے گھر گئی تھی تو وہ سویا تھا۔۔ اس کے سائیڈ ٹیبل پر وہ گلدستہ اور ایک لفافہ رکھ کر آ گئی۔۔ آگے ایسا کیا ہوا کہ ابراہیم کا رویہ بدل گیا۔۔

منظر بدلا، لوگ بدلے، وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔

یہ اس دن کے بہت دن بعد کا واقعہ ہے جب لیزا اور مسٹر سٹیفورڈ ابراہیم سے ملنے ان کے گھر آئے تھے۔۔ اب ابراہیم کم ہی ان کے گھر جاتا تھا۔۔ وہ بھی اتوار کو جب مسٹر سٹیفورڈ خود گھر ہوتے تھے ورنہ وہ نہیں جاتا تھا۔۔ سال کے آخر پر اس کے امتحان ہو رہے تھے سو وہ بہت

مصروف رہا اور مسٹر سٹیفورڈ کی طرف جانا بالکل بند ہو گیا۔۔ان دنوں وہ بیمار تھا۔۔فلو، سر درد اور بخار۔۔

مسٹر سٹیفورڈ اس سے ملنے آئے تھے مگر وہ سویا ہوا تھا۔۔شاید دوائیوں کے زیر اثر۔۔سو وہ عبدالرحمن سے مل کر چلے گئے۔۔کالج میں اس کی ملاقات ہو جاتی تھی مگر بیماری کی وجہ سے وہ کالج بھی نہیں گیا تھا۔۔اب جبکہ وہ سو کر اٹھا تو ساتھ اس نے ایک چھوٹا سا گلدستہ دیکھا۔۔ہلکے گلابی پھول۔۔اسے معلوم تھا کہ لیزا اپنے باغ سے خود پھول توڑ کر ایسے گلدستے بناتی رہتی ہے۔۔ابھی وہ منہ ہاتھ دھو کر باہر آیا تھا کہ عبدالرحمن نے بتایا کہ پروفیسر آئے تھے۔۔تولیے سے منہ خشک کیا اور وہ کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا ہو گیا۔۔باہر بارش ہو رہی تھی جس سے سردی میں اور اضافہ ہو گیا۔۔گیلی گھاس، فرش پر پانی اور اس پر پڑتے پانی کے قطرے۔۔شاید طبیعت زیادہ دیر تک خراب رہنے کی وجہ سے وہ ذرا سا کمزور ہو گیا تھا۔۔

میرون سویٹر، نیچے پینٹ پہنے وہ بیڈ کی ایک طرف بیٹھ گیا۔۔نظر پھولوں پر پڑی۔۔اس نے گلدستہ پکڑ لیا اور ساتھ ایک۔۔سفید رنگ کا لفافہ بھی تھا۔۔اس نے پھول وہیں رکھ دیے اور لفافہ کھولا۔۔

اندر لیزا کی لکھائی میں خط لکھا تھا۔۔چند سطریں۔۔

وہ جس کا سر پہلے ہی درد کر رہا تھا اب سر گھومنے لگا تھا۔۔وہ حیران تھا کہ لیزا کے ساتھ اس کی کوئی دوستی نہیں تھی،نہ وہ اس سے زیادہ بات کرتا تھا،نہ اس سے ملتا تھا۔۔اس نے کبھی اس سے فضول بات کرنے کی کوشش نہیں کی۔۔وہ تب ہی ان کے گھر جاتا تھا جب مسٹر سٹیفورڈ ہوتے تھے ورنہ واپس آ جاتا تھا۔۔لائبریری میں بھی وہ دونوں خاموش ہی رہتے تھے۔۔اس نے کبھی اسے ایسا تاثر نہیں دیا تھا کہ وہ اسے پسند کرتا ہے یا اس کے دل میں اس کے لیے کوئی جذبات ہیں۔۔شاید ایک دو بار جو بات ہوئی تھی وہی اس کی وجہ تھی کہ لیزا اس میں دلچسپی لینے لگی تھی اور اب جبکہ وہ ابراہیم کو خط لکھ کر اپنی محبت کا اظہار چکی تھی تو وہ حیران اور پریشان بیٹھا تھا

اس نے خط پھاڑ دیا اور کئی حصوں میں تقسیم کر کے اسے کوڑے دان میں پھینک دیا۔۔

اس کے بعد وہ کبھی ان کے گھر نہیں گیا تھا۔۔ملنا ہوتا تھا تو مسٹر سٹیفورڈ سے کالج میں ہی مل لیتا تھا ورنہ بہانہ بنا دیتا تھا کہ دادا اتنی سردی میں باہر نہیں نکلنے دیتے۔۔

پھر ایک دن وہ ان کے گھر گیا اور اس دن سب کی زندگیاں بدل گئی تھیں۔۔

بیڈ پر لیٹی لڑکی بھی وہی دن یاد کر رہی تھی جو ساتھ والے کمرے میں وہیل چیئر پر بیٹھیں خاتون یاد کر رہی تھیں۔۔۔

مسٹر سٹیفورڈ اور مسز صوفیہ سٹیفورڈ کے درمیان کچھ ٹھیک نہیں تھا۔ان کے تعلق کو بچانے کے لیے مسٹر سٹیفورڈ نے جانے کیا کیا برداشت کیا تھا۔۔شادی کے سترہ اٹھارہ سال بعد ان کی بیوی کو احساس ہوا تھا کہ مسٹر سٹیفورڈ ان کے لائق نہیں۔۔۔اس سے پہلے زندگی اچھی جا رہی تھی۔۔

ایک دن مسٹر سٹیفورڈ گھر جلدی آ گئے اور گیٹ کے باہر انھوں نے ایک گاڑی دیکھ لی۔۔ جب گھر میں داخل ہوئے تو لاؤنج میں سے کسی کی باتیں کرنے اور ہنسنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔۔

اندر داخل ہوئے تو سامنے ان کی بیوی بیٹھی تھیں اور ساتھ والے صوفے پر ایک جوان سا خوبصورت سا مرد۔۔عمر میں زیادہ تھا مگر لگتا نہیں تھا۔۔برٹش نقوش والا "ڈاکٹر منان"۔۔ وہ اس ڈاکٹر کو جانتے تھے مگر اس کی گھر میں موجودگی انھیں اچھی نہیں لگی۔۔

ابرو اٹھایا اور اپنی بیوی سے اشاروں میں پوچھا(یہ۔۔یہاں؟)

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انھوں نے بمشکل خود کو کمپوز کیا اور بولیں "آ۔۔میری طبیعت کچھ ٹھیک نہیں تھی۔۔تم گھر نہیں تھے۔۔میں ہاسپٹل کیسے جاتی تو میں نے انھیں بلوالیا "

ان کی وضاحت کھوکھلی تھی۔

"تم تو ٹھیک لگ رہی ہو "

"ہاں۔۔اب ہو گئی ہوں"

انھیں اچھا نہیں لگا تھا۔۔مگر پھر بھی وہ سر ہلا کر اوپر چلے گئے۔۔

رات کو کمرے میں جب صوفیہ آئیں تو وہ بول پڑے

"میری موجودگی میں جس کو چاہے بلاؤ۔۔غیر موجودگی میں میں یہ بات برداشت نہیں کروں گا کہ کسی غیر مرد کو تم گھر میں آنے کی اجازت دو" وہ سٹڈی ٹیبل پر جھکے کچھ لکھ رہے تھے۔۔

"کیا مطلب۔۔تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔۔مجھ پر پابندی لگا رہے ہو؟" وہ ان کے سر پر کھڑی چیخی تھیں۔

"آواز نیچی رکھو۔۔لیزا سو رہی ہے" انھوں نے دھیمے انداز میں کہا تھا۔

"یہ میرا بھی گھر ہے سٹیفورڈ۔۔اور یہاں مجھ سے ملنے کوئی بھی آئے کوئی بھی جائے مجھے تمھاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے "

وہ کھڑے ہو گئے۔۔ان کی گوری رنگت سرخ پڑ چکی تھی۔۔

"صوفیہ۔۔ہماری ایک بیٹی بھی ہے جو کہ جوان ہو رہی ہے۔۔اگر کوئی غیر مرد ہمارے گھر آئے گا تو اس کا اثر ہماری بیٹی پر بھی پڑے گا۔۔اور میں یہ برداشت نہیں کر سکتا" وہ دانت پیستے ہوئے بولے تھے۔

"کیا مطلب ہے تمھارا؟۔۔ہاں۔۔مجھے اپنی بیٹی کی فکر نہیں ہے۔۔میں آوارہ ہوں کہ یونہی کسی کو منہ اٹھا کر گھر بلا لوں "

بلند آواز میں وہ لال بھبھو کا چہرہ لیے وہ چلا رہی تھیں۔۔

"صوفیہ۔۔بات کو مت بڑھاؤ۔۔میں نے کہہ دیا سو کہہ دیا۔۔آئندہ وہ تب ہی آئے گا جب میں گھر پر ہوں گا "

اور وہ بیٹھ گئے۔۔

"تم سمجھتے کیا ہو خود کو۔۔تم مجھ پر پابندی نہیں لگا سکتے "

آنکھیں بند کر کے گہری سانس لے کر وہ ضبط سے بولے

"صوفیہ۔۔میں تم پر پابندی نہیں لگا رہا۔۔بس میں نے اتنا کہا ہے کہ میری غی موجودگی۔۔میں وہ۔۔نہ آئے۔۔میں موجود ہوں تو وہ آجائے۔۔ڈاکٹر ہے۔۔ڈاکٹر ہی رہے "الفاظ توڑ توڑ کر ادا کیے۔

"تم مجھے چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟ "

اس بات پر وہ حیران ہو کر اپنی بیوی کو دیکھنے لگے۔۔

"کئی دفعہ بتا چکا ہوں۔۔نہیں چھوڑ سکتا۔۔ہماری ایک بیٹی ہے۔۔ہماری علیحدگی سے اس کے ذہن پر کیا اثر پڑے گا "

صوفیہ نے غصے میں ٹیبل پر پڑا پنسل باکس پکڑ کر زمین پر پٹخ دیا۔۔ساری پنسلیں زمین پر بکھر گئیں۔۔

"بھاڑ میں جاؤ تم "!

اس دن کے بعد ان دونوں کا آئے دن جھگڑا ہوتا تھا۔۔وہ انھیں بار بار کہتی تھیں کہ "مجھے چھوڑ دو "مگر مسٹر سٹیفورڈ ابھی بھی ان سے محبت کرتے تھے۔۔

کچھ لوگ ہوتے ہیں جن سے ہم محبت کرتے ہیں،انھیں اپنا بناتے ہیں وہ لاکھ برا بھی کہیں انھیں خود سے دور نہیں جانے دیتے۔۔ہماری زندگی کا ایک حصہ ان سے جڑا ہوتا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہے۔۔ کبھی مجبوری ہوتی ہے اور کبھی ضروری ہوتا ہے کہ ان کے ساتھ ہی رہا جائے مگر وہ کچھ لوگ ہمیں کبھی نہیں سمجھ سکتے۔۔

پھر ایک دن لیزا روتے ہوئے کالج گئی۔۔ جہاں اسے ابراہیم ملا تھا اور پھر وہ مسٹر سٹیفورڈ کو بلا لایا۔۔ وہ روتے ہوئے اپنے باپ کو بتا رہی تھی کہ کیسے اس کی ماں نے اس ڈاکٹر کے سامنے اس کے منہ پر تھپڑ مارا ہے۔۔ وہ پہلے یہ بات چھپاتی رہی تھی کہ اس ڈاکٹر کا ان کے گھر میں آنا جانا ہے۔۔ اس لیے کہ اس کے باپ کو برا نہ لگے مگر آج اس نے جذباتی ہو کر سب بول دیا تھا۔۔

انھیں دکھ ہوا تھا مگر وہ اپنی بیٹی کے لیے مضبوط رہنا چاہتے تھے۔۔ اس رات ان کا پھر جھگڑا ہوا۔۔

"کیا وہ ڈاکٹر ابھی بھی آتا ہے؟"

کمرے میں کھڑکی کے پاس کھڑی عورت سے پوچھا

"تمھیں اس سے مطلب؟ "

"ہاں یا نہ؟" وہ غصے میں تھے۔

"اپنی حد میں رہو "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بھی چلائی تھیں۔

"تم نے میری بیٹی کو اس ذلیل انسان کے سامنے مارا۔۔ تمھیں شرم نہیں آتی؟ "

انھوں نے ان کا بازو پکڑ کر انھیں جھنجھوڑا۔

"کیا بکواس ہے یہ۔۔لیزا جھوٹ بول رہی ہے "اپنی نظریں پھیر لیں۔

"اس کے گال پر میں نے تمھارا ہاتھ چھپا ہوا دیکھا تھا "

وہ خاموش رہیں۔

"کیا چاہتی ہو تم۔۔کیوں کر رہی ہو یہ سب؟ "

وہ عاجز آ گئے تھے۔

"میں۔۔ تمھارے ساتھ نہیں رہنا چاہتی۔۔ چھوڑ دو مجھے "

"اور کچھ؟ "

وہ خاموش رہیں۔

"وہ غیر مرد یہاں کیا لینے آتا ہے؟۔۔ تم تو ٹھیک ہو۔۔ بیمار کہیں سے نہیں لگتی"

وہ حلق کے بل چلائیں

"کیا غیر مرد غیر مرد لگا رکھی ہے۔۔اپنے کام سے کام رکھو"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم۔۔اسے پسند کرتی ہو؟"انھوں نے کس دل سے کہا تھا وہ بس وہی جانتے ہیں۔

"ہاں "

ان کا دل کئی حصوں میں ٹوٹا تھا۔۔

"صوفیہ۔۔میں نے تمھیں کبھی کسی چیز کی کمی نہیں ہونے دی۔۔تمھیں پیار دیا گھر دیا عزت دی۔۔ہماری ایک بیٹی ہے۔۔ہم خوش تھے۔۔"انھیں کندھے سے تھاما"یہ تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ "

وہ درد بھری آواز میں بولے تھے،ان کی سرمئی آنکھوں میں آنسو تھے،ان کی آواز رندھ گئی۔

"سٹیفورڈ"انھوں نے اپنا کندھا چھڑوایا۔

"میں صرف تمھاری زمہ داری تھی۔۔لیزا کی فکر مت کرو وہ تمھارے ساتھ خوش رہتی ہے۔۔ماں کی اب اسے ضرورت نہیں ہے "

یہ عورت ان کی برداشت سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔۔انگلی دکھاتے ہوئے تنبیہہ کی

"میری ایک بات کان کھول کر سن لو۔۔میں تمھیں نہیں چھوڑنے والا اور اب اگر وہ ملعون انسان میرے گھر آیا تو میں اس کا وہ حشر کروں گا کہ زمانہ دیکھے گا "

اور لمبے لمبے ڈگ بھرتے باہر چلے گئے۔۔وہ کلستی رہ گئیں۔

اب وہ گھر جلدی آجاتے تھے۔صوفیہ سے زیادہ بات نہیں کرتے تھے اور اگر کرتے بھی تھے تو وہ سیدھی بات کا الٹا جواب دیتیں۔۔وہ دن بدن اپنے ماں باپ میں بڑھتے فاصلے کو چپ چاپ دیکھ رہی تھی مگر کہتی کچھ نہیں تھی۔۔جب مسٹر سٹیفورڈ گھر نہیں ہوتے تھے تو وہ تنہائی کا شکار ہو جاتی تھی۔۔باہر ٹہلنے جاتی تو بنچ پر بیٹھ کر ان بچوں کو دیکھتی رہتی جو اپنی ماں کے ساتھ کھیل رہے ہوتے یا ہنستے مسکراتے باتیں کر رہے ہوتے تھے۔۔اس کی ماں تو بات کم کرتی تھی ڈانٹتی زیادہ تھی۔۔اندر ہی اندر وہ ٹوٹتی جا رہی تھی۔۔مسٹر سٹیفورڈ بھی چپ چپ سے رہتے تھے مگر لیزا کے ساتھ ہنستے مسکراتے باتیں کرتے تھے۔۔وہ جو کبھی بیمار نہیں پڑے تھے اب بیمار رہنے لگے تھے۔۔کبھی سینے میں درد، کبھی شدید سر درد اور کبھی لو بلڈ پریشر۔۔لیزا کے لیے اس سارے میں جو اچھی چیز ہوتی تھی وہ "ابراہیم" تھا۔۔وہ بات نہ بھی کرے بس اسے دیکھ کر ہی ایک سکون سا محسوس ہوتا تھا۔۔جب بات کرتا تو لیزا کو اپنی بات بھول جاتی اور اس کی ہاں میں ہاں ملاتی رہتی۔۔وہ بھی اب کم ہی آتا تھا۔۔اگر کبھی سٹیفورڈ کے ساتھ وہ کالج چلی جاتی تو وہ اسے وہاں نظر آتا۔۔اس کے بھی انٹر کے پیپر ہونے والے تھے سو مسٹر سٹیفورڈ کی طرف کم ہی آتا تھا۔۔اس سب میں جو دوسری اچھی بات ہوتی

تھی وہ اس ڈاکٹر کا گھر میں نہ آنا تھا۔۔البتہ لیزا چھپکے چھپکے اپنی ماں کو دیکھتی۔۔وہ تیار ہو کر کہیں جاتی تھیں۔۔کہاں اس کا جواب صرف وہی جانتی تھیں۔۔

وہ ابھی بھی اس بات پر اڑی ہوئی تھیں کہ انھیں آزاد کر دیا جائے۔۔

بات بڑھ گئی اور ایک دن گرینی گھر پر تھیں (لیزا کی نانی)۔۔سٹیفورڈ اور صوفیہ کا پھر جھگڑا ہوا

"اب وہ تم سے ملنے نہیں آتا تو تم خود چلی جاتی ہو "

وہ دانت پیستے ہوئے بولے تھے۔رات کی تاریکی اور خاموشی تھی۔ان کی آواز کمرے سے باہر آ رہی تھی۔

"تم نے کہا تھا کہ وہ اس گھر میں نہ آئے۔۔وہ نہیں آتا "

"لیکن میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اس سے ملنے چلی جایا کرو۔۔دماغ کام نہیں کرتا تمھارا؟ "

ساتھ والے کمرے میں بیڈ پر بیٹھی لیزا کی آنکھیں سرخ تھیں۔گود میں رکھے تکیے کو اس نے مٹھیوں میں نوچا ہوا تھا۔

"میں تمھیں بتا چکی ہوں کہ میں اسے پسند کرتی ہوں۔۔ تمھیں سمجھ کیوں نہیں آتا۔۔تم مجھے قید کرنے پر تلے ہو "

وہ اونچی آواز میں اپنے منہ سے زہر اگل رہی تھیں جو اس کی بیٹی اور شوہر کی زندگی کو نگل رہا تھا۔

"شرم کرو صوفیہ۔۔ہماری بھی ایک بیٹی ہے۔۔اس کے ذہن پر تمھاری ان حرکتوں کا کیا اثر پڑتا ہو گا۔۔ تمھیں کوئی احساس ہے؟ "

انھوں نے اپنی بیوی کو بازو سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔

ایک جھٹکے سے صوفیہ نے اپنا بازو چھڑایا

"بھاڑ میں جاؤ تم سب "!

اپنے کمرے میں بند گرینی کھڑکی کے پاس کھڑی اپنے داماد اور بیٹی کی بحث سن رہی تھیں۔۔آنکھیں بند کیے ضبط سے!

"اب اگر تم۔۔اس گھر سے نکلی۔۔تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا "

لمبے لمبے ڈگ بھرتے کمرے سے باہر نکلے اور ٹھاکر کے دروازہ بند کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھولا۔لیزا سامنے بیڈ پر بیٹھی تھی۔مسٹر سٹیفورڈ کو دیکھ کر فوراً ان کی طرف بڑھی اور ان سے لپٹ کر رونے لگی۔۔

صبح ناشتے کے بعد وہ دونوں ایک کمرے میں ساتھ ساتھ صوفے پر بیٹھے تھے۔بوڑھی خاتون ان سے سوال جواب کرتی معاملے کو سلجھانے کی کوشش کر رہی تھیں۔۔

"یہ رات کیا تماشا لگایا ہوا تھا۔۔صوفیہ تم ایک ماں ہو ایک بیوی ہو۔۔تمھیں یہ حرکتیں زیب نہیں دیتیں "

وہ غصے میں آ گئیں۔

"ہاں مگر میں ایک عورت بھی ہوں۔۔میرا بھی ایک دل ہے "

"جب ایک عورت ماں بن جاتی ہے تو اس کا دل اس کا نہیں رہتا۔۔اس کا سب کچھ اپنی اولاد کے لیے ہوتا ہے۔۔تم اتنی خود غرض کیسے ہو سکتی ہو؟ "

"ممی کیا میں نے آپ کو تب کچھ کہا تھا جب آپ نے اپنے بھتیجے سے میرا رشتہ طے کیا تھا"ساتھ بیٹھے سٹیفورڈ پر ایک نگاہ ڈالی۔

"تم سے تمھاری مرضی پوچھی گئی تھی۔۔تم سٹیفورڈ سے شادی پر خوش تھیں"

صوفیہ نے سر جھٹک دیا۔

"اسے سمجھانے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔۔ایک ہی حل ہے کہ اس کا گھر سے باہر جانا ممنوع کر دیا جائے "

وہ کھڑے ہو گئے۔۔

صوفیہ غصے کی انتہا پر تھیں۔وہ کھڑی ہوئیں اور اپنے شوہر کا کالر پکڑ کر چلائیں

"کیا کرو گے تم۔۔کیا کرو گے تم ہاں؟۔۔تم سمجھتے ہو کہ اس کا داخلہ بند کر کے مجھے قید کر کے تم کامیاب ہو جاؤ گے۔۔نہیں۔۔تم مجھے نہیں روک سکتے۔۔میں نے فیصلہ کر لیا ہے۔۔ میں تمھیں چھوڑ دوں گی۔۔آئی سمجھ؟ "

گرینی نے آگے بڑھ کر ان کا کالر صوفیہ کے ہاتھ سے چھڑایا اور ایک زوردار تھپڑ ان کے منہ پر رسید کیا

"ہوش میں آؤ۔۔تم کوئی سولہ سترہ سال کی ناسمجھ لڑکی نہیں ہو۔۔ایک بیوی ہو ایک ماں ہو۔۔ایک سمجھدار عورت ہو۔۔تم پر یہ سب نہیں جچتا "

پھر سٹیفورڈ کو دیکھا

"تم صحیح کہتے ہو۔۔اس کی ٹانگیں کاٹو یا منہ بند کرو۔۔یہ یہیں رہے گی "

اور وہ وہاں سے چلی گئیں۔سٹیفورڈ بھی کمرے سے باہر آ گئے۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ گال پر ہاتھ رکھے صدمے سے صوفے پر بیٹھ گئیں۔۔ مجال ہے جو آنسو کا ایک قطرہ بھی بہا ہو۔۔ وہ فیصلہ کر چکی تھیں!

تین دن سے مسٹر سٹیفورڈ کالج نہیں گئے تھے۔۔ وہ پریشان رہا تھا۔۔ مصروفیت کے باعث جا بھی نہ سکا۔۔ دوسری طرف مسٹر سٹیفورڈ لیزا کے کمرے میں بستر پر کمبل میں لپٹے پڑے تھے۔۔ وہ کل سے بیمار تھے اور بہت زیادہ بیمار تھے۔۔ لیزا ایک منٹ بھی اپنے باپ کے پاس سے نہیں ہٹی تھی۔۔ اتنے دنوں بعد اس نے گھر میں اس ڈاکٹر کو دیکھا تھا۔۔

لیزا نے گلابی پڑتی آنکھوں سے اسے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں۔۔

"تم نے اسے کون سی دوائیاں دی ہیں کہ وہ ٹھیک ہی نہیں ہو رہا "

صوفیہ اپنے کمرے میں کھڑکی کے سامنے کھڑی اس ڈاکٹر سے بات کر رہی تھیں۔

"ایک دو دن میں ٹھیک ہو جائے گا" اس نے جیسے ناک سے مکھی اڑائی۔

"میں نے ہوشیاری سے اس دوائیاں بدل دی تھیں۔۔ اس نے تمھاری لکھی دوائیاں ہی لی ہیں۔۔ بس اب اسے کہیں پتہ نہ چل جائے" وہ انگلیاں مروڑتے ہوئے بے چینی سے بولی تھیں۔

"تمھیں اس کی اتنی فکر کیوں ہے؟ "

اس نے پتلیاں سکیڑ کر صوفیہ کو دیکھا۔

"اف۔۔وہ جیسا بھی ہے۔۔برا نہیں ہے۔۔میری بیٹی کا باپ ہے "

منہ بسورا۔

سٹیفورڈ اپنے کمرے میں اٹھ بیٹھے تھے۔سانس لینے میں دشواری ہو رہی تھی۔

"ڈیڈی "!

لیزا ساتھ بیٹھی تھی۔ان کا ہاتھ تھام لیا۔

وہ پھیکا سا مسکرائے۔

"آپ کو کیا ہوا ہے۔۔آپ ٹھیک ہو جائیں گے نا "

وہ بہت پریشان نظر آ رہی تھی۔

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

ساتھ والے کمرے کا دروازہ بجا اور ملازمہ اندر آئی۔

"مسٹر سٹیفورڈ اٹھ چکے ہیں۔۔ان کی دوا کا وقت ہو رہا ہے"

"ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔میں دوائی لے کر آتی ہوں "

اور وہ سر ہلا کر چلی گئی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صوفیہ نے سائیڈ ٹیبل پر پڑے پانی کا گلاس ٹرے میں رکھا اور دوائیاں ساتھ پکڑ کر مڑی۔

وہ ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"پانی کا گلاس دو "

انھوں نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

ڈاکٹر منان نے خود ہی پانی کا گلاس پکڑا اور ٹیبل پر رکھا۔۔ سفید اوورال کی جیب سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی اور ٹیکے کی سرنج اس میں گھسا دی۔ سفید مائع ٹیکے میں بھر گیا اور شیشی خالی ہو گئی۔۔اس نے وہ سفید مائع ٹیکے سے پانی میں گھول گیا۔۔

"یہ کیا ہے؟ "

"دوائی ہے۔۔اسے دو۔۔سب ٹھیک ہو جائے گا "

اور اس نے وہ خالی شیشی ڈسٹ بن میں پھینک دی۔

ساتھ والے کمرے کا دروازہ کھلا اور مسز صوفیہ سٹیفورڈ اندر داخل ہوئیں۔۔

انھیں دوائی دی جو وہ چپ چاپ نگل گئے۔۔منہ تو پہلے ہی کڑوا تھا اوپر سے یہ دوائیاں۔۔

لیزا وہیں بیٹھی رہی اور صوفیہ باہر آ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ کمرے میں کھڑی ڈاکٹر منان سے باتیں کر رہی تھی۔۔جب کمرے کا دروازہ زور سے بجا۔۔

لیزا دروازہ کھول کر ہڑبڑی میں اندر آئی۔۔وہ رو رہی تھی

"ممی۔۔ڈیڈی کو سانس نہیں آ رہی۔۔ان کے سینے میں بہت درد ہے "

وہ اٹھ گئیں "کیا؟ "

اور نا سمجھی سے ڈاکٹر منان کو دیکھا۔اس نے کندھے اچکا دیے

وہ لیزا کے پیچھے بھاگی تھیں۔۔دروازہ دھڑام سے کھولا اور مسٹر سٹیفورڈ بے حس و حرکت بستر پر پڑے تھے۔۔لیزا مرے مرے قدموں سے آگے بڑھی۔۔

"ڈیڈی۔۔ڈیڈی "

انھیں کندھے سے ہلایا۔

ان کا ہاتھ پکڑا جو یخ ٹھنڈا تھا۔۔

"ڈیڈی" وہ چلائی تھی۔اس کی چیخ پورے گھر نے سنی تھی۔

صوفیہ اب ہوش میں آئی تھیں۔بے جان کانپتی ٹانگوں سے وہ اپنے کمرے میں بھاگیں۔۔

ڈاکٹر منان صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیا کیا تم نے۔۔ہاں۔۔کیا کیا ہے تم نے؟ "

وہ حلق کے بل چلائی تھیں۔

)سیڑھیوں پر چڑھتے سویٹر میں ملبوس لڑکے نے ان کی آواز سنی تھی (

"آواز نیچی رکھو "

بلند مردانہ آواز

)لڑکا تیزی سے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔۔اس کے ہاتھ میں کتاب تھی(

"تم نے۔۔تم نے اسے مار دیا۔۔وہ میری بیٹی کا باپ تھا"وہ روتے ہوئے چلائی تھیں۔

)لڑکے کے قدم جامد ہوئے۔۔دل بے تحاشہ دھڑکا تھا مگر وہ آگے نہیں بڑھا(

"تم اسی لائق تھی۔۔وہ ایک اچھا انسان تھا۔۔تم اس کے قابل نہیں تھی"وہ اجنبی ٹھنڈی آواز میں بولا تھا۔

وہ سن ہو گئی تھیں

"حنان یاد ہے۔۔تمھارے کالج کی پہلی محبت۔۔جسے تم نے دھوکا دیا تھا۔۔جس نے تم جیسی عورت کے پیچھے خودکشی کی تھی "

صوفیہ کو کرنٹ لگا تھا۔۔ماضی آنکھوں کے سامنے سے گھوم گیا تھا۔

"حنان مسیح۔۔میرا بھائی۔۔میرا اکلوتا بھائی۔۔تمھاری محبت میں پاگل ہو گیا تھا۔۔تم نے اسے ٹھکرا کر اپنے کزن سے شادی کی۔۔تم نے میرے بھائی کو جیتے جی مارا تھا۔۔اس نے خود کشی کر لی صوفیہ۔۔تمھاری وجہ سے۔۔اگر تم اسے نہ چھوڑتی تو میرا بھائی میرے ساتھ ہوتا۔۔میری ماں کو میرے بھائی کا غم لے ڈوبا۔۔بھری جوانی میں انھیں بڑھاپے نے جکڑ لیا تھا۔۔تم نے میرے گھر کو۔۔ہماری ہنستی بستی زندگی کو ویران کیا تھا۔۔لو اب تمھاری باری ہے "

"تم ایسا نہیں کر سکتے۔۔میں تم سے محبت کرتی ہوں "

آگے بڑھ کر صوفیہ نے ڈاکٹر منان کا گریبان پکڑ لیا۔

ایک جھٹکے سے اس نے اپنا گریبان چھڑایا۔

"میرے بھائی نے بھی تم سے محبت کی تھی۔۔میرے معصوم بھائی کو تم نے مارا تھا "

وہ عورت تھی۔۔محبت سے مات دی تھی اور محبت سے ہی مات کھائی تھی۔۔

وہ بلند آواز میں بول رہا تھا۔

"تمھارا شوہر مرا ہے تمھاری وجہ سے۔۔میرا گھر برباد ہوا تمھاری وجہ سے۔۔میرا بھائی مرا تمھاری وجہ سے۔۔میری ماں نفسیاتی مریضہ بن گئیں تمھاری وجہ سے۔۔تمھاری بیٹی

باپ کے بغیر رہے گی تمھاری وجہ سے۔۔ہر ایک کی بربادی کی وجہ تم ہو صوفیہ۔۔صرف تم "!

پھر وہ صوفیہ کے قریب آیا اور ان کو دیوار سے لگا کر ان کا گلا دبایا۔۔

"میں تمھیں بتاؤں گا زندگی کتنا بڑا عذاب ہے۔۔تم نے ہمارے گھر کو ویران کیا تھا نا۔۔میں نے تمھارے شوہر کو مار دیا۔۔تمھاری بیٹی نفسیاتی مریضہ ہو گی اور تم۔۔تم موت سے بھی بدتر زندگی گزارو گی "دانت پیستے غصے سے سرخ انگارہ آنکھیں لیے وہ بول رہا تھا

اور ایک جھٹکے سے پیچھے ہٹا۔۔وہ جھکتے ہوئے کھانس رہی تھیں۔۔

"میرا انتقام پورا ہوا۔۔تم جیسی عورت ابلیس کی دوسری شکل ہے۔۔تمھیں نہ تو اپنی اولاد سے محبت ہے نہ شوہر سے اور نہ کبھی میری بھائی سے تھی۔۔تمھیں خود سے محبت ہے۔۔خود غرضی کی حد تک۔۔مرواب "

اور وہ غصے سے باہر بڑھا۔۔

دروازہ کھولا اور سامنے ایک لڑکے کو دیکھا۔۔جس کا رنگ لٹھے کی مانند سفید پڑ چکا تھا۔۔آنکھیں سرخ انگارہ۔۔

ایک نظر ابراہیم پر ڈالی اور سر جھٹک کر چلا گیا۔۔

اندر سامنے کھڑی صوفیہ نے بھی اسے دیکھ لیا تھا۔۔وہ سب جان چکا تھا۔۔

اس دن اس ڈاکٹر کو صوفیہ کا ہاتھ پکڑتے دیکھا تھا اور صوفیہ نے اس کا داخلہ ممنوع کر دیا تھا۔۔اب وہ کیا کرے گی؟

ساتھ والے کمرے سے کسی کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔۔

وہ مرے مرے قدموں سے اس کمرے کی جانب بڑھا اور دروازے کی ناب گھما کر اندر داخل ہوا۔۔لیزا بیڈ پر بیٹھی اپنے باپ کا ہاتھ پکڑ کر رو رہی تھی۔۔

"ڈیڈی اٹھ جائیں۔۔میں مر جاؤں گی آپ کے بغیر "

اسے لگا یہ کوئی خواب ہے۔۔مسٹر سٹیفورڈ نہیں جا سکتے۔۔وہ ابھی ہنستے ہوئے آئیں گے اور اس کا گال کھینچیں گے یا پھر اسے اپنے ساتھ لگا لیں گے۔۔وہ کیسے مر سکتے ہیں؟

مگر وہ اب کبھی نہیں آنے والے تھے۔۔وہ ان کے پاس بیٹھا اور انھیں کندھے سے پکڑ کر ہلایا

"پروفیسر۔۔پروفیسر۔۔دیکھیں میں آیا ہوں۔۔اٹھیں "

وہ نہیں ہلے۔

"پرفیسر۔۔دیکھیں یہ مذاق نہیں اچھا"آنسو گالوں پر بہہ نکلے تھے۔۔

"ہر وفیسر۔۔اٹھیں نا" وہ چلایا تھا۔

لیزا ان کے کندھے پر جھکی رو رہی تھی۔

"ڈیڈی۔۔واپس آجائیں۔۔میں آپ کے بغیر مر جاؤں گی۔۔ڈیڈی نہ جائیں "

مگر جانے والے واپس نہیں آتے !

وہ بھی زار و قطار رونے لگا تھا۔۔

ان کا ہاتھ اپنے گال سے لگائے وہ رو رہا تھا۔۔

"نہ کریں پروفیسر۔۔میں مر جاؤں گا آپ کے بغیر "

وہ نہیں اٹھے۔۔

اسے بے تحاشا وہ یاد آئے۔۔اسے اب احساس ہو رہا تھا کہ اس نے زندگی کے دو سال نہیں کئی سال ان کے ساتھ گزارے ہیں۔۔

"لٹل ابراہیم "!

کہیں سے آواز گونجی تھی۔

چیس کھیلتے ہوئے، اسے ٹوپی پہناتے ہوئے، مناتے ہوئے، اس کا گال کھینچتے ہوئے، اسے سینے سے لگاتے ہوئے، ہنستے ہوئے اور ناراض ہوتے ہوئے پروفیسر یاد آئے۔۔اس کا دل چاہا

کہ بس ایک لمحے کے لیے وہ آ جائیں۔۔وہ ان کے گلے لگ کر انھیں بتائے گا کہ وہ ان سے کتنا پیار کرتا ہے۔۔

مگر جانے والے واپس نہیں آتے !

پتہ نہیں کس کا کتنا نقصان ہوا تھا مگر اس بے جان وجود کے دائیں بائیں بیٹھے دو انسانوں نے اپنے باپ، دوست اور ایک اچھے ہم سفر کو کھویا تھا۔۔

ایک باپ کے جانے پر انسان کچھ دن نارمل نہیں رہتا مگر ایسا باپ جو دوست ہو اور دوست بھی بے مثال اس کا غم بہت بڑا ہوتا ہے۔۔ان کا غم ان کے قد سے بڑا تھا۔۔

اس دن کے بعد کچھ نارمل نہیں رہا تھا۔۔صوفیہ کو فالج کا اٹیک ہوا تھا اور وہ دونوں ٹانگوں سے اپاہج ہو گئیں۔۔چلنے پھرنے کے قابل نہ رہیں۔۔۔

لیزا پہلے ہی ماں سے دور دور رہتی تھی مگر اب دیکھتی بھی نہیں تھی۔۔اسے ساری بات نہیں پتہ تھی مگر دل میں ابھی بھی وہ انھیں اپنے باپ کی موت کا مجرم گردانتی تھی۔۔

ابراہیم نارمل نہیں رہا تھا۔۔اب وہ ہنستا نہیں تھا۔۔عبدالرحمن کے ساتھ بات میں بھی ہوں ہاں ہی کرتا تھا۔۔لیزا سے اگر ملتا بھی تو چھوٹے چھوٹے جملے بول کر بات مکمل کر

دیتا۔۔اس کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔۔اس نے اس خط کو لیزا کی بیوقوفی اور کم عقلی سمجھ کر نظر انداز کر دیا۔۔

اس کے اندر بہت کچھ ٹوٹا تھا۔۔جوڑنے والا کوئی بھی نہیں تھا۔۔وہ دوست پہلے بھی نہیں بناتی تھی نہ اب بنائے۔۔اپنے باپ کے ساتھ وہ بھی مر گئی تھی۔۔

صوفیہ پہلے سے زیادہ چڑچڑی اور بدزبان ہو گئی تھیں۔۔ان کا بھائی ہی ان کے گھر آتا جاتا تھا۔۔فلک شیر کا باپ!

وہ گاؤں واپس چلا گیا۔۔وہاں دل لگنا شروع ہو گیا تھا۔۔پروفیسر کی یاد کے ساتھ جینا آ گیا دل کی یہی اچھی عادت ہے۔یہ ان چیزوں سے کنارہ کر لے یا دور چلا جائے جو اسے تکلیف دیتی ہیں تو یہ آہستہ آہستہ ٹھیک ہونے لگتا ہے مگر جب کبھی انسان دوبارہ ان چیزوں کی طرف پلٹتا ہے تو خون رسنے لگتا ہے۔۔سالوں کی محنیوں کی، کی گئی محنت منٹوں میں رائیگاں ہو جاتی ہے۔۔

اگلی صبح وہ گاؤں کے لیے نکل گئے تھے۔کچھ ہی دیر میں وہ گھر پہنچ گئے۔۔ابھی دوپہر کا کھانا کھا کے عبدالرحمن بیٹھے ہی تھے کہ سکینہ آ گئی۔۔

"دادا "

"جی فرمائیں "

وہ ان کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔

"آپ کے لیے کسی نے پیغام بھیجا ہے "اس نے ایک لفافہ ان کو پکڑایا۔

"میں نے تو کھول کر نہیں دیکھا۔۔اور نہ مجھے پتہ ہے اس میں کیا لکھا ہے۔۔بس میں نے آنکھیں بند کر کے پکڑا اور اندر رکھ دیا۔۔اب آپ کو دے رہی ہوں۔۔کھول کر دیکھیں جو اندر لکھا ہے اس کے سپیلنگ ٹھیک ہیں "

معصوم سی بن کر بولی

"ایک تو سارے معصوم میرے گھر ہی پیدا ہوئے ہیں "وہ مسکراہٹ چھپاتے ہوئے بولے۔

انھوں نے وہ کاغذ کھولا۔۔

لمبا سا کاغذ تھا۔۔جیسے کسی رجسٹر سے پھاڑا ہوا اور اوپر بڑا بڑا سوری لکھا تھا۔۔

"S O R Y"

وہ ہنس دیے۔

"ماشاءاللہ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سکینہ بھی ہونٹ دانتوں تلے دیے ہنسی دبانے کی کوشش کر رہی تھی۔۔

اور نیچے نام لکھا ہے۔۔

"حوابنت عبداللہ کی طرف سے معذرت قبول کریں"

ابراہیم جو کہ ابھی باہر سے آیا تھا دونوں کو مسکراتا دیکھ کر ان کی طرف بڑھا۔۔

پیچھے سے ان کی گردن کے گرد بازو حمائل کیے جیسے وہ ہمیشہ کرتا تھا اور ان کے کندھے پر اپنی تھوڑی رکھی۔۔

"یہ دیکھو۔۔میری پوتی نے معافی نامہ لکھا ہے"

"ہیں!"اس نے وہ کاغذ پکڑا اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔۔

"دادا۔۔آپ نے مجھے سوری کے سپیلنگ صحیح نہیں سکھائے"

وہ صدمے میں تھا۔

وہ پھر ہنس دیے۔

"میری پوتی نے لکھے ہیں تو صحیح ہی لکھے ہوں گے۔۔ہم ہی غلط پڑھتے آئے ہیں"

ان کی بات پر وہ بھی ہنس دیا۔

"ہوں۔۔مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سمیرا نے باہر سے آواز دی اور سکینہ باہر چلی گئی۔۔

"میں نے کہا تھا عبداللہ چچا کی بیٹی ہے۔۔بہت جلدی مان جاتی ہے"

"ہاں منہ سے نہیں کہے گی لیکن سپیلنگ غلط لکھ دے گی "

کاغذ ان کے ہاتھ میں تھا۔۔دونوں پھر سے ہنس دیے۔۔

ساتھ والے گھر میں خالدہ بھابھی کو پتہ لگ چکا تھا کہ حوا کی سہیلی آئی ہے اور وہ مشرق مغرب شمال جنوب سے باتیں پکڑ پکڑ کر سنا رہی تھیں۔۔حوا تخت پوش پر بیٹھی سامنے کتاب کھولے عبدالرحمن کا دیا سبق یاد کر رہی تھی۔۔آسیہ بیگم ہنڈیا ہلا رہی تھیں اور چپ چاپ ساری باتیں نظر انداز کر رہی تھیں۔۔خالدہ بھابھی کے ہاتھ میں جھلنے والا چھوٹا پنکھا تھا جسے وہ ہاتھ سے ہلا ہلا کر ہوا لے رہی تھیں۔۔

"میں نے کہا تھا اس لڑکی پر روپیہ نہ لگاؤ۔۔نہ ضائع کرو وقت۔۔اب چڑھا کر آ گئی نا چاند۔۔عبداللہ ہوتا نا آج تو میں دیکھتی۔۔اسی نے ضد لگائی تھی اپنی لاڈلی کو پڑھانے کی۔۔ ابھی تک تو کام شام سیکھ کر گھر داری کر رہی ہوتی۔۔میری سنتا کون ہے "

اندر بیٹھی ثمر نے تیلی لگا دی تھی اب اس کی ماں آگ بڑھا رہی تھی۔۔

"ارے میں تو ابھی بھی یہی کہوں گی۔۔اس کو گھر داری سکھاؤ اور ہاتھ پیلے کر کے اپنے گھر رخصت کرو۔۔کوئی ضرورت نہیں ہے دوبارہ امتحان دینے کی "

وہ دونوں چپ چاپ سن رہی تھیں مگر کوئی سیڑھیوں سے نیچے آتا بولا تھا

"کک۔۔کیوں ضرورت نہیں ہے؟ "

وہ شیخو تھا۔۔سفید شلوار قمیض پہنے بال ماتھے پر گرے ہوئے،آستینیں کہنیوں تک مڑی ہوئیں سنجیدہ سا۔۔

خالدہ بھابھی پورا مڑیں۔۔

"پھر فیل ہو جائے گی۔۔پھر کیا کرو گے؟ "

"تائی امی۔۔بب۔۔بہن میری ہے۔۔وہ دد۔۔دوبارہ پیپر دے نہ دد۔۔دے یہ میں ططے۔۔کروں گا "

ہوا جھلتا ان کا ہاتھ رکا

"یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔چھے چھے مہینے تم گھر نہیں آتے۔۔اب تمھیں تمھاری بہن یاد آگئی"

حوا بیچ میں بول پڑی

"تائی امی چھے چھے مہینے تو اسد بھائی بھی گھر نہیں آتے "

آسیہ نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"بد تمیزی دیکھ رہی ہو تم اپنے بچوں کی۔۔کیسے زبان لڑا رہے ہیں"

"حوا اوپر چل "آسیہ نے اسے اوپر جانے کا اشارہ کیا۔

"دیکھو آسیہ۔۔باپ اس کے سر پر نہیں ہے۔۔بیٹا تمھارا گھر نہیں ٹکتا۔۔میں تو تمھیں پھر یہی مشورہ دوں گی کہ کوئی مناسب جوڑ دیکھو اور بات پکی کرو "

شیخو آگے بڑھا

"تائی جان۔۔اس کا بب۔۔باپ گیا ہے۔۔بھائی ابب۔۔ بھی زندہ ہے۔۔وہ پپ۔۔پڑھے گی آگے اور جج۔۔جب تک چاہے گی پپ۔۔پڑھے گی "

وہ پھر تپ گئیں۔۔اب گھر کم اور جنگ کا میدان زیادہ لگ رہا تھا۔۔شیخو نے حوا کو اشارہ کیا اور وہ اوپر چلی گئی۔۔اب بحث کرنا فضول تھا۔۔وہ بھی لعنت بھیج کر باہر چلا گیا۔۔درزی کے پاس اس کے کپڑے تھے اسے وہ لانے تھے۔۔یہاں رہتا تو جنگ بڑھتی رہنی تھی۔۔

آسیہ بیگم اب ان کی کھری کھوٹی سن رہی تھی۔۔

"قد سے بڑی اس کی زبان ہے۔۔کام شام۔۔۔ "

اور پھر یہ سلسلہ تب تک جاری رہا جب تک وہ کمرے میں نہ چلی گئیں۔۔آسیہ چپ چاپ ایک کان سے سنتیں دوسرے سے نکالتی گئیں۔۔

اگلے دن صبح صبح عبدالرحمن شیخو کی طرف آئے تھے۔۔نیچے بیٹھ کر پہلے اسد اور سمیع اللہ سے باتیں کرتے رہے پھر اوپر آگئے۔۔حوا کمرے میں بیٹھی تھی۔۔وہ انتظار کر رہی تھی کہ کب وہ فارغ ہوں اور کب ان سے بات کرے۔۔وہ یہ بات تسلیم کر چکی تھی کہ اگر پڑھانے والا نہ ہو تو انگریزی مشکل ہے۔۔

باہر کھڑے انھوں نے انگلی سے دروازے پر دستک دی۔۔حوا کی پشت ان کی جانب تھی۔۔فوراً کھڑی ہوئی۔۔

"میں اندر آنے کی اجازت چاہوں گا"

اس نے سر ہلا دیا۔

وہ اندر آگئے۔۔جلدی سے اٹھی اور اپنی کاپی لے آئی۔۔

وہ اپنی کاپی پر جھکی ہوئی صفحے آگے پیچھے پلٹا رہی تھی اور وہ مسکرا رہے تھے۔۔اسے دیکھ کر انھیں ایک سکون سا ملتا تھا۔۔ایک اطمینان سا۔۔

اب وہ انھیں کچھ بتا رہی تھی اور وہ سن رہے تھے۔۔پھر اس کا کام دیکھا جو وہ پچھلے دو دن سے کرتی رہی تھی۔۔

اسے ٹینس سمجھانے کے بعد انھیں محسوس ہوا کہ انگریزی اسے صحیح بولنی نہیں آتی۔

"آپ نے پہلے کس سے پڑھی تھی انگریزی؟ "

"مس صائمہ نے کلاس میں پڑھائی تھی۔۔دادا جان وہ اپنی ترجمے کی کتاب لاتی تھیں اور اتنی جلدی بولتی تھیں کہ مجھے سمجھ ہی نہیں آتا تھا۔۔میں اردو ترجمہ لکھتی تھی۔۔ابھی میں پہلی لائن پر ہوتی تھی اور وہ تیسری لائن پر پہنچ جاتی تھیں "

"اچھا" وہ مسکراتے ہوئے سن رہے تھے

اس کے چہرے پر پسینہ آیا ہوا تھا اور چند لٹیں چہرے کے گرد چپکی تھیں۔

وہ جب بات کرتی تھی تو ان کو وہ چھوٹی بچی لگتی تھی جس کا بچپن انھوں نے نہیں دیکھا تھا ۔۔وہ افسوس کرتے تھے کہ اس کے بچپن کے دنوں میں وہ نہیں تھے

"سکینہ کے ساتھ بیٹھ کر پڑھتی تھیں آپ؟ "

اس نے ایک سانس خارج کی

"وہ بہت ذہین ہے۔۔وہ اپنے بھائی کی کتابوں سے پڑھ لیتی تھی اور مجھے سمجھ نہیں آتا تھیا۔۔پڑھتی کیسے؟ "

منہ لٹکائے بولی تھی۔

"چلو کوئی بات نہیں۔۔ایک آدھ سپلی تو سارے بڑے لوگوں کی آئی ہو گی "

وہ حیران ہوئی تھی۔

"سب بڑے لوگوں کی سپلی آتی ہے "

"ہاں۔۔سب بڑے لوگ ناکام ہوتے ہیں پھر کامیاب ہو جاتے ہیں "

"اوہ۔۔اچھا۔۔آپ تو یوں کہہ رہے جیسے قائدِ اعظم کی بھی سپلی آئی تھی "

اس نے طنز کیا تھا

وہ ہنس دیے اور ہنستے گئے۔۔وہ بس مسکرائی تھی۔۔

"شاید۔۔معلوم نہیں۔۔قائدِ اعظم کی بھی سپلی آئی ہو گی "

اور یہ کہتے ہی پھر ہنس دیے۔۔

"آپ کی کبھی سپلی آئی تھی؟ "

Clubb of Quality Content

"میں تو نالائق آدمی تھا۔۔میں تو پاس ہی بہت مشکل سے ہوتا تھا۔۔انگریزی تو تین چار بار پڑھنے پر آئی ہے "

"اوہ۔۔اچھا۔۔تو کیا تین چار بار پڑھنے پر مجھے بھی آجائے گی؟ "

وہ پھر سے ہنس دیے۔

"آپ کو دوسری بار ہی آجائے گی "

وہ بس مسکرادی۔۔

چلو انگریزی کا مسئلہ تو حل ہوا۔۔

رات کو ابراہیم کے ساتھ بیٹھے تو حوا کی باتیں بتانے لگے۔۔دونوں ہنستے جارہے تھے

"دادا آپ نے مجھے کبھی نہیں بتایا کہ قائدِاعظم کی بھی سپلی آئی تھی۔۔ساری کتابیں غلط کہتی ہیں آپ کی پوتی صحیح کہتی ہے "

اور دونوں ہنس دیے۔

"اب تو مجھے انتظار ہوتا ہے کہ کب صبح ہو گی اور کب میں نئی نئی باتیں سیکھنے جاؤں گا۔۔ مجھے لگتا ہے کہ تھوڑے دن اور میں اس کے ساتھ رہا تو میرے علم میں بہت اضافہ ہونے والا ہے "

پھر خود ہی مسکرا دیے۔

ابراہیم بڑے پیار سے انھیں دیکھ رہا تھا۔۔آخری بار کب ایسے ہنسے تھے یا شاید کبھی ایسے نہیں ہنسے تھے۔۔اسے بھوری آنکھوں والی کی باتیں سننا اچھا لگتا تھا!

ایک ہفتہ کیسے گزرا نہیں پتہ چلا۔۔بس اب صبح صبح پی ایم اے کے لیے نکلنے والا تھا۔۔

سمیرا پھر سے جذباتی ہو رہی تھیں۔۔اس نے ماں کو اپنے ساتھ لگایا

"امی۔۔آپ اس طرح روئیں گی تو پھر میرا دل چھوٹا ہو جائے گا۔۔میں پھر نہیں جاؤں گا۔۔دل بڑا کریں "

وہ نم آنکھوں سے مسکرا دیں اور کچھ پڑھ کر اس پر پھونکا۔

عبدالرحمن سے گلے ملا تو ان کے کان میں سرگوشی کی

"آپ کا تو دل لگ گیا ہو گا "

الگ ہوئے تو اس کے گال پر ہاتھ پھیرا

"دل تو میرا بیٹا لے جاتا ہے۔۔باقیوں کے حصے میں تو گردے آتے ہیں "

سب ہنس دیے۔

سکینہ بھی رو دینے کو تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے اس کو ہلکی سی چپت لگائی۔۔تو وہ مسکرادی۔

عبدالرحمن نے اسے سٹاپ پر چھوڑنا تھا اور پھر اکیڈمی کی گاڑی اسے خود ہی لے جائے گی۔۔

آج صبح سے لاہور میں بارش ہو رہی تھی۔موسم کافی خوشگوار تھا۔گرمی کا زور ٹوٹا اور شہری گھروں سے باہر نکلے۔یونیورسٹی کے بعد وہ گھر آگیا اور کیف کو بھی لیتا آیا۔۔وہ اب چپ چپ رہتا تھا مگر قیس تو قیس تھا بات بات پر اسے تنگ کرتا تھا اور چھیڑتا تھا کہ وہ بولے اور وہ تنگ آکر غصے سے پیار سے چڑچڑا ہو کر بول پڑتا تھا۔۔ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔۔راستے میں چلتے ہوئے کیف نے اسے گھورا۔۔وہ آنا نہیں چاہتا تھا۔۔قیس اسے دھکے سے لایا تھا کہ بارش تھم گئی ہے

"کیا ہے۔۔ایسے کیا دیکھ رہے ہو۔۔نخرے پتہ نہیں کس چیز کے کرتے ہو۔۔ہلکی سی بوندا باندی سے تم کونسا پگھلنے لگے ہو "

مگر وہ پتھر بنا پڑا تھا۔سر جھٹک دیا اور بنا تاثر لیے فٹ پاتھ پر چلتا رہا۔۔

وہ گراؤنڈ پہنچے تھے جہاں اگر بارش نہ ہوتی تو کوئی نہ کوئی فٹ بال ضرور کھیل رہا ہوتا۔۔

وہ سیڑھیوں پر بیٹھ گئے جہاں تماشائی بیٹھتے ہیں۔۔ تھوڑا سا دوران کے دائیں طرف کچھ بچے تھے جو کسی بات پر جھگڑ رہے تھے۔۔پہلے تو وہ چپ رہا۔۔

"کیا مصیبت ہے۔۔اب بندہ موسم سے بھی لطف نہ اٹھائے۔۔ چڑ چڑ۔۔ چڑ چڑ لگائی ہوئی ہے" قیس تنگ آ گیا اور اٹھ کر ان کی طرف بڑھا۔۔

"کیوں جھگڑ رہے ہو؟ "

"اس نے میرے پیسے لیے ہیں۔۔یہ نہیں دے رہا" سب سے چھوٹا والا بچہ بولا تھا۔

"اف!" وہ بے زار آ گیا۔

اس نے ہتھیلی آگے کی "لاؤ مجھے دو پیسے۔۔میں تم دونوں کو دیتا ہوں "

بچے نے ناسمجھی سے دو روپے اسے پکڑائے

)اف۔۔دو روپے کے لیے لڑ رہے تھے(

وہ ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا اور ایک ہاتھ میں پیسے رکھ کر مٹھی بند کی اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کو اس پر گھمایا۔۔

"تین تک گنو سب "

انھوں نے تین تک گنا۔۔"ایک دو تین "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قیس نے مٹھی کھولی تو ہاتھ میں "دو" دو روپے کے سکے تھے۔۔بچے خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔۔ایک سکہ ایک ہاتھ میں رکھا دوسرا دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر

اس نے پھر سے مٹھیاں بند کیں

"دوبارہ تین تک گنو "

"ایک دو تین "سب کی مشترکہ آواز

اب جب کہ مٹھیاں کھلیں تو دونوں ہاتھ خالی تھے۔۔

بچوں کی آنکھیں حیرانی سے کھل گئیں۔۔

"اوہ۔۔ "

"چلو ہاتھ آگے کرو "

جو دونوں لڑ رہے تھے اپنا ایک ایک ہاتھ آگے کیا اور مٹھیاں بند کیں۔۔

اس نے ان کی مٹھیوں پر انگلیاں گھمائیں۔۔

"ایک دو تین "

اور انھوں نے مٹھیاں کھولیں۔۔دونوں کی مٹھیوں میں دو دو روپے تھے۔۔

سب خوشی سے تالیاں بجانے لگے۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم جادو گر ہو؟ "

ایک چھوٹی لڑکی بولی

سرمئی آنکھوں والے نے کندھے اچکا دیے۔۔

"اور جادو دکھاؤ "

چھوٹی بچی بولی

"پھر کبھی "

اور وہ واپس اپنی جگہ کی طرف آگیا۔۔

"فوج پیچھے ہی ہے "

کیف نے ابرو سے دائیں طرف اشارہ کیا۔۔

"اب میں کیا کروں جو سب میرے پیچھے پاگل ہو جاتے ہیں تو "

لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔

کیف نے نفی میں گردن ہلائی۔۔

"تمھارا کچھ نہیں ہو سکتا "

"کوئی میرا کچھ کر بھی نہیں سکتا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ لاپرواہ سا ہو کر بیٹھ گیا۔

بائیں جانب تھوڑا دور کر کے دو لڑکیاں بیٹھی تھیں۔ کیف نے دو تین بار غور کیا کہ وہ انھیں دیکھتی ہوئی باتیں کر رہی ہیں۔۔

"قیس "

"ہوں"

"وہ دو لڑکیاں دیکھو۔۔اپنی بائیں طرف "اس نے آنکھ سے اشارہ کیا۔

"ہاں۔۔وہ میری کلاس فیلوز ہیں۔۔اسی لیے دیکھ رہی ہیں۔۔دیکھنا ابھی دندناتی ہوئی آئیں گی ادھر "

اس نے بے زار ہو کر کہا تھا۔

اور وہ واقعی اٹھ کر آ گئیں۔

"ہیلو "!

پہلی لڑکی بولی جس نے بالوں کی ڈھیلی سی چٹیا بنا کر آگے کو ڈالی ہوئی تھی۔

"وعلیکم السلام!" قیس نے گردن ہلا کر کہا جبکہ کیف نے سر ذرا ثبات میں ہلایا۔

لڑکی کچھ جذبز ہوئی پھر کمال اعتماد سے بولی

"تم یہاں۔۔کیسے؟ "

"بہن یہاں پکوڑے لگاتا ہوں میں "

"بہن" وہ چلائی تھی۔(پکوڑوں پر دھیان نہیں گیا)

کیف لب دانتوں تلے دبائے لڑکی کے منہ پر آتے جاتے رنگ دیکھ رہا تھا۔۔

"کلاس میں موجود ہر لڑکی بہن ہے میری "

"واٹ؟ "

اس نے منہ بسورا۔

"آپ کو کچھ کہنا ہے یا میں جاؤں۔۔دراصل مجھے اور بھی بہت کام ہیں "

کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی اور کھڑا ہو کر بولا۔

لڑکی نے کندھے اچکائے

"شکریہ۔۔بہن جی!" ذرا سا جھکا اور سینے پر ہاتھ رکھا۔

لڑکی بس کلستی رہ گئی۔

اب وہ دونوں فٹ پاتھ پر چلتے گھر جا رہے تھے۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"تمھیں نہیں لگتا تم نے اس لڑکی کی بے عزتی کی ہے۔۔بیچاری اتنی دور سے آئی تھی تم سے بات کرنے "

"میری کلاس فیلو ہے۔۔اگلے دن اس کا کسی سے پھڈا چل رہا ہوتا ہے۔۔ کبھی کسی لڑکے پر چیخ رہی ہوتی ہے اور کبھی کسی لڑکی کے بال پکڑے ہوتے ہیں۔۔آتے جاتے لائن مارتی ہے تمھارے بھائی ہے "

وہ جیسے بے پرواہ تھا۔

"دلچسپی لیتی ہے تم میں۔۔ایسے ہی تم نے اس کا دل توڑا دیا "

اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا

"دفع کرو۔۔یہ بی بی اگر دل میں بھی بولے نا تو ساری کلاس آواز سنتی ہے۔۔اتنا چلاتی ہے یہ کہ میرا دل کرتا ہے اسے پنکھے سے لٹکا دوں کم از کم چپ ہو۔۔عجیب عورت ہے "!

کیف ہنس دیا۔

وہ بس بے زار آیا ہوا تھا۔۔

لڑکے واپس ہاسٹل آرہے تھے۔۔اپنے کمرے میں پہنچا تو حدید پہلے ہی موجود تھا۔سامان سیٹ کر کے بیٹھا تھا۔اس کے آتے ہی اٹھا اور اس سے گلے ملا

"بس بھی کرو" ابراہیم کے کہنے پر اس سے الگ ہوا

"ایسے مل رہے ہو جیسے حج سے آیا ہوں "

"آتے ہی کر دی نا بے عزتی۔۔اب مجھے یقین آگیا ہے کہ میں واقعی پی ایم اے میں ہوں "

کہتے ہوئے اس نے سٹڈی ٹیبل کے آگے پڑی کرسی نکالی اور اس پر بیٹھ گیا۔۔

"تم بس تیار رہو۔۔میں پانچ منٹ میں سامان سمیٹ کر آتا ہوں "

ارد گرد دیکھتے ہوئے بولا۔

یونیفارم وہ گھر سے پہن کر آئے تھے۔حدید اٹھ کر واش روم چلا گیا۔۔

کپڑے تہہ کر کے الماری میں رکھتے ہوئے بولا "گھر میں سب کیسے تھے۔۔بھابھی کیسی تھیں؟ "

وہ جو بیسن کے سامنے لگے آئینے میں اپنے بال سیٹ کر رہا تھا بولا

"ہاں سب ٹھیک تھے۔۔بلکہ مجھے ٹھیک کر کے بھیجا ہے "

وہ ہنس دیا۔

"وہ جو لڑکا ہے نا۔۔کیا نام ہے اس کا وہ جو مجھے نفسیاتی لگتا ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب وہ دونوں باہر کی طرف بڑھ رہے تھے

"کون؟۔۔اعزاز؟ "

"ہاں وہی۔۔ تمھارا پوچھ رہا تھا"

"اچھا۔۔کلاس میں مل لوں گا "

وہ ذرا اس کے قریب ہوا اور اس کے کان کے قریب جھک کر بولا

"قسم سے۔۔مجھے لگتا ہے واقعی اس کے ساتھ کوئی مسئلہ ہے "

ابراہیم نے اسے گھورا

"تم بس اسے ہی دیکھتے رہا کرو "

حدید نے منہ بسورا

وہ کلاس کی جانب بڑھ رہے تھے۔

حوا چھمی کے ساتھ نیچے برآمدے میں بیٹھی تھی۔۔ تخت پوش پر چوکڑی مارے اور سامنے چھمی جو ہاتھ سے پنکھا جھل رہی تھی۔۔ کبھی خود ہوا لیتی کبھی حوا کو دیتی۔۔

"چھمی۔۔بس ایسے ہی میرا دل نہیں کرتا کسی سے بات کرنے کو اس لیے تم سے اس دن۔۔ "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"چھوڑو جی۔۔ چھمی دل میں باتیں نہیں رکھتی "

حوا پھیکا سا مسکرائی۔

"مجھے احساس ہے کہ جب ہم کسی کو دیکھے پرکھے بنا اسے برا بھلا کہیں تو اسے کتنا برا لگتا ہے "

چھمی نے ہاتھ اپنے دامن میں گرا دیے۔

"تم تو بچی ہو۔۔ بچوں سے غلطیاں ہوتی رہتی ہیں۔۔ چھمی پیارے لوگوں کی بات کا برا نہیں مناتی "اور حوا کے گھٹنے پر ذرا سی چپت لگائی

وہ مسکرا دی۔

"میں میلے میں گئی تھی۔۔ تیرے لیے بہت کچھ لائی مگر تو تو سیدھے منہ بات ہی نہیں کرتی"

وہ خفا ہوئی۔

"کیا کیا لائی ہو؟ "

"بڑا کچھ ہے جی۔۔ کل لے کے آؤں گی، دیکھ لینا "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

خالدہ بھابھی کمرے سے باہر آئیں اور حوا کو آواز دی

"اے چھٹکی! ادھر آ بات سن "

وہ اٹھی اور ان کے پاس گئی۔

"ذرا دو کپ چائے بنا دے۔۔اسد اور میں نے پینی ہے۔۔میری تو کمر دکھ رہی ہے"

اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی چھمی بول پڑی

"تیری بیٹی اندر بستر توڑ رہی ہے۔۔اسے بلا باہر اور چائے کے آگے بٹھا۔۔حوا کو اور بڑے کام ہیں۔۔چل نی حوا۔۔آ جا تو "

وہ مسکراہٹ دبائے تخت پوش پر آ کر بیٹھ گئی۔۔

خالدہ بھابھی منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے اندر چلی گئی۔۔

"یہ ایسی ہی ہے۔۔تیرا ابا جب مجھے لے کے آیا تھا نا تب بھی اس نے بڑا ہنگامہ کیا تھا۔۔ پھر ابراہیم کے ابا نے بچا لیا تھا "

وہ دھیمی آواز میں بولنے لگی۔

"ابو لائے تھے آپ کو؟ "

"ہاں" وہ پنکھا جھلنے لگی۔

"میرے گھر والوں نے تو مجھے قبول ہی نہیں کیا۔۔نہ میں مرد نہ میں عورت۔۔اپنے گرو جی کے پاس رہتی تھی۔۔ گرو جی چلے گئے تو پھر دربدر ہو گئی میں۔۔ایک دن روٹی مانگنے گئی تھی کسی دکان میں۔۔لوگوں نے بہت مارا مجھے۔۔یہ معاشرہ قبول ہی نہیں کرتا ہمیں۔۔پھر تمھارا باپ آیا تھا مجھے بچانے۔۔اللہ جنت نصیب کرے اس نے مجھے کھانا کھلایا، گھر بار کا پوچھا۔۔پھر ایک دن ظفر کے ساتھ آیا اور مجھے لے آیا "

حوا تھوڑی تلے ہاتھ رکھے دیکھ رہی تھی۔

"جب میں آئی تب تو ہونے والی تھی۔۔تیری ماں کے سارے کام کرتی تھی۔۔یہ جو تیری تائی ہے نا یہ مجھ سے بڑا چڑتی تھی۔۔آئے دن گھر میں سیاپا کھڑا کیا ہوتا تھا اس نے۔۔کبھی یہ ہو گیا کبھی وہ ہو گیا "

وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ کر ہنس دی۔

چھمی بھی ہنس دی۔

یونیورسٹی میں معمول کی گہما گہمی تھی۔سب روٹین پر واپس آ چکے تھے۔کلاس میں بیٹھے کافی دیر ہو چکی تھی مگر پروفیسر ابھی تک نہیں آئے تھے۔قیس بے چینی سے ٹانگ ہلاتا ادھر

اُدھر دیکھ رہا تھا۔۔شیزہ کلاس میں آئی (وہ لڑکی جو قیس کو گراؤنڈ میں ملی تھی)اور اسے معنی خیز مسکراہٹ سے نوازا

اس پر ذرا اثر نہ ہوا۔۔ویسے ہی چیونگم چباتے ٹانگ ہلاتا رہا۔۔وہ پہلے بنچ پر بیٹھتا تھا۔۔اس کے مطابق پہلے بنچ پر بیٹھنے سے بھاگنے میں کافی آسانی ہوتی ہے۔۔

پروفیسر کلاس میں آئے اور سامنے خاکی لفافے میں لپٹے کاغذوں کا ڈھیر ٹیبل پر رکھا۔۔

"یہ آپ کے پیپر نہیں ہیں۔۔آپ کے چیک ہو چکے ہیں۔۔ایک دو دن میں رزلٹ نوٹس بورڈ پر ڈس پلے ہو جائے گا "

کلاس خاموش تھی۔

ہلتی ٹانگ اب رک چکی تھی۔

"سر پیپر کیسے تھے؟ "

ایک لڑکی نے پیچھے سے پوچھا

"بہت اچھے تھے۔۔بہت پیارے تھے۔۔آپ کے پیپر پر میک اپ کم تھا تو میں نے اور کر دیا "

کلاس میں قہقہے گونجے۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ایک لڑکا ہے۔۔۔"عینک ناک پر چڑھائے وہ ادھر اُدھر دیکھنے لگے۔۔

وہ لڑکا اس وقت منہ میں ڈالی چیونگم کا ہونٹوں کے درمیان غبارہ بنا رہا تھا۔۔

"جی قیس۔۔سٹینڈاپ "

غبارہ پھٹ گیا۔وہ کھڑا ہوا۔

"ہفتے میں تین لیکچرز ہوتے ہیں جن میں سے دو میں آپ بنک کرتے ہیں۔۔پیپر آپ کا اچھا تھا ویسے "

"سر۔۔مجھے یہ بتانا ہے کہ میں بنک کیوں کرتا تھا یا یہ بتانا ہے کہ پیپر اچھا کیسے تھا؟ "

وہ نارمل انداز میں بولا تھا۔

"پیپر آپ کا اچھا کیسے تھا۔کہاں سے تیاری کی تھی؟ "

اس سے پہلے کہ قیس بولتا پیچھے سے ایک لڑکا بولا

"سر۔۔پیپر سے ایک رات پہلے پیپر لیک کروالیا ہوگا بھائی نے "

سب ہنسے۔

قیس پر رتی برابر اثر نہ ہوا۔

"جی سر۔۔انہی بھائی جان نے پیپر لیک کر کے دیا تھا مجھے "

کلاس خاموش ہوئی۔

"قیس "پروفیسر سنجیدہ ہوئے

"ظاہر ہے سر۔۔آپ کا پیپر پڑھے بغیر کون پاس کر سکتا ہے "

"تم۔۔کیوں کہ تم پاس ہوئے ہو۔۔میرے لیکچر مکمل لیے بغیر "

"آپ کہنا چاہ رہے ہیں میں نے چیٹنگ کی ہے"اس نے ابرو اٹھایا۔

"میں کچھ سنوں تو سنا دو گے ؟ "

اس نے کندھے اچکائے۔

پروفیسر نے تین سوال پوچھے اس نے تینوں کے صحیح جواب دیے۔

وہ اس سے متاثر ہوئے تھے۔

"سر میری ممی کہتی تھیں قیس ایک بار کسی چیز کو دیکھ لے تو بھولتا نہیں ہے۔۔شاید میری ماں آپ سے زیادہ جانتی تھیں مجھے "

اس سے پہلے کہ پروفیسر کچھ کہتے پیچھے سے لڑکا بولا

"سر بھائی کے پاس دو دماغ ہیں۔۔بندر کی طرح"اور ہنس دیا۔ قہقہے بلند ہوئے۔

قیس مڑا اور سرمئی آنکھوں سے اسے گھورا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بھائی جان یہاں آپ کی بات نہیں ہو رہی "

پھر سے قہقہے گونجے۔۔

پروفیسر نے قیس کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔

پھر اپنا لیکچر شروع کر دیا۔۔ قیس پھر بے چینی سے ٹانگ ہلانے لگا۔۔

آج لیکچرز زیادہ تھے سو چھٹی معمول سے تھوڑی دیر سے ہوئی۔وہ باہر گیٹ کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔اسی وقت لیزا نظر آئی۔۔ایک ہاتھ میں دو کینوس پکڑے،رنگ برنگے چارٹ بازو میں لیے نیچے ٹائرز اور اوپر گھٹنوں تک آتی قمیض،بالوں کو بینڈ میں جکڑے وہ باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔آج کل لاء کالج میں کوئی ایونٹ ہونے والا تھا سو آرٹ کے سٹوڈنٹس یہیں نظر آتے تھے

"لیزے"

اس نے دائیں طرف سے آتے ہوئے آواز دی۔

اس نے گردن موڑی پھر مسکرائی

"ہئے۔۔کیسے ہو؟ "

"ٹھیک۔۔تم بھی ٹھیک ہو؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"اتنا سارا سامان"اس نے اس کے ہاتھ سے کینوس لے لیے۔

"ہاں۔۔ایک ایونٹ ہے اور ایگزیبیشن بھی ہونے والی ہے۔۔اسی کی تیاریوں میں بزی ہیں "

اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔

"گھر جا رہی ہو؟ "

"نہیں۔۔ تمھاری طرف آنے والی تھی "

"کیوں؟"اس نے بھنویں اچکائیں۔

"کام تھا ایک۔۔ تمھیں ساتھ لے کر جانا تھا "

وہ متوجہ ہوا اور اس کے کان کے قریب سرگوشی کی

"کیا لڑائی ہوئی ہے کسی سے؟ "

وہ ہنس دی۔

"اگر ہوئی بھی ہوئی تو تم کیا کرو گے؟ "

"کچھ نہیں۔۔چپ کر کے دیکھوں گا۔۔بیگانی لڑائی میں قیس کیوں دیوانہ ہو "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے کندھے اچکائے۔

"رئیلی۔۔مجھے بچاؤ گے نہیں؟ "

اس نے آنکھیں ترچھی کر کے دیکھا

"اگر تم بسکٹ کا ڈبہ دینے کی حامی بھرو تو کچھ سوچ سکتا ہوں "

اور وہ ہنس دی۔

وہ بھی مسکرا دیا۔

وہ گاڑی کا لاک کھول رہی تھی اور قیس پیچھے کینوس رکھ رہا تھا۔۔

"مجھے تم سے بات کرنی ہے"

پیچھے سے ایک مردانہ آواز ابھری۔

قیس جو کہ گاڑی کے اندر کینوس رکھنے کے لیے جھکا تھا باہر نکل کر سیدھا ہوا۔

وہ مڑی۔۔پینٹ کوٹ پہنے، بال اچھے سے سنوارے، سن گلاسز پہنے، وہ سوٹڈ بوٹڈ سا فلک شیر تھا۔۔لیزا نے سینے پر بازو باندھ لیے۔۔

"اوہ۔۔تم تو لندن گئے تھے نا "

"اب آ گیا "

"اچھا"اور وہ گاڑی کا دروازہ کھولنے لگی۔۔

اس نے اسے کہنی سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے اپنی طرف موڑا۔۔ قیس اس کی طرف بڑھا

"کیا مسئلہ ہے؟ بازو چھوڑو اس کا"اس نے غصے سے کہا

"تم کون ہو؟"اس نے قیس کو دھکا دیا۔

"حد میں رہو تم"لیزا اس کے سامنے آگئی اور غرائی۔

اس نے سن گلاسز اتارے

"کون ہے یہ؟ کون ہے یہ؟ "

اس نے بازو لمبا کر کے انگلی سے قیس کی طرف اشارہ کیا اور لیزا پر چلایا۔

"آواز نیچی رکھو۔۔ تماشا مت بناؤ یہاں"وہ دانت پیستے بولی تھی

اس نے لیزا کو ایک طرف دھکا دیا اور قیس کا گریبان پکڑ لیا

"کون ہے تو۔۔ بہن ہے یہ تیری؟ "

وہ بھی غصے سے بپھرا تھا

"باپ ہوں تیرا"اور ایک جھٹکے سے گریبان چھڑایا

وہ قیس کی طرف بڑھا مگر لیزا بیچ میں آ گئی۔۔اس نے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا۔۔وہ ہکا بکا رہ گیا۔۔انگلی اٹھا کر اس نے اسے تنبیہہ کی

"آخری دفعہ کہہ رہی ہوں۔۔آئندہ میرے راستے میں آئے تو اچھا نہیں ہو گا "

اور وہ گاڑی کی طرف بڑھی، قیس کو بھی اشارہ کیا۔۔

وہ لال بھبھو کا چہرہ لیے انھیں جاتے دیکھتا رہا۔۔

اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا اور جبڑے کی رگیں تن گئیں۔۔زور سے اپنی گاڑی کے ٹائر کو پاؤں مارا اور سن گلاسز زمین پر پٹخ دیے۔۔

وہ سب کلاس میں بیٹھے لیکچر کے لیے اکٹھے ہوئے تھے۔ٹرم کمانڈر کے آنے میں ابھی کچھ ٹائم باقی تھا۔اعزاز کے ساتھ جگہ خالی تھی سو ابراہیم خوشی سے وہاں بیٹھ گیا۔۔حدید اس کے پیچھے ہی تھا اس نے ابراہیم کی کمر میں پنسل کا سکہ چبایا

"سس۔۔آہ "!

وہ جھٹ سے آگے ہو کر کراہا۔

اس نے بمشکل اپنی ہنسی دبائی۔

ابراہیم نے اسے غصے سے دیکھا تو وہ پیچھے منہ کر کے لڑکے سے باتیں کرنے لگا۔۔

"کیسی گزری چھٹیاں؟" سوال ابراہیم کی طرف سے تھا

"اچھی۔۔ تمھاری؟ "

"اچھی "

ایک دو ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد اس نے بغور اعزاز کا چہرہ دیکھا

"کیا کوئی بات ہے؟۔۔ تم چپ چپ ہو"

"نہیں بس ایسے ہی۔۔ گھر سے آیا ہوں نا تو یاد آ رہی ہے "

وہ مسکرایا۔۔

"کوئی بات نہیں۔۔ ہم سب ہیں نا" ابراہیم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر ٹرم کمانڈر آ گئے۔۔

اگلی ایکسر سائز کے بارے میں بتایا جو کہ لانگ مارچ تھی اور ایبٹ آباد کے ارد گرد کئی میل پیدل چل کر جانا تھا۔۔ اس نے محسوس کیا وہ واقعی نارمل نہیں تھا۔۔

لانگ مارچ کل تھی اور آج انھیں تیاری کر کے رکھنی تھی۔۔ کلاس ختم ہوئی اور سب لڑکے باہر نکل آئے۔۔

ناشتے کے ٹیبل پر ابرہیم اس کے ساتھ بیٹھا۔۔ایسے کہ ایک طرف حدید اور دوسری طرف اعزاز تھا۔۔اسے کھانا پلیٹ میں نکال کر دیا۔۔

"شکریہ "جی سی اعزاز مسکرایا۔

"ہابیل کو نہیں بتاؤ گے کیا مسئلہ ہے؟"(وہ اکثر ابراہیم کو ہابیل کہتا تھا)

کانٹے سے انڈے کا ٹکرا توڑا اور منہ میں رکھا۔

اعزاز نے بغور اسے دیکھا۔گلے میں ایک گلٹی ڈوب کر ابھری۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے "

وہ پلیٹ پر ہی جھکا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔رات میں ملتے ہیں۔۔گھاس پر "

ساتھ بیٹھے حدید نے اس کے پیٹ میں کہنی ماری۔وہ کراہا تھا

اور پانی کا گلاس لبوں کو لگایا۔

"یہ کون تھا،لیزے"

کچھ لمحے خاموش بیتے اور پھر قیس نے خاموشی توڑی

"کزن تھا۔۔فضول میں گلے پڑا ہوا ہے"اس کے سر جھٹکا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قیس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیوں تنگ کرتا ہے؟"

"ذلیل انسان۔۔رعب جماتا ہے "

وہ غصے میں تھی۔

وہ ہنس دیا۔

"کیا ہوا؟ "

"کچھ نہیں "

اس نے گاڑی موڑی اور ایک جوس کارنر پر رکی۔۔دماغ کافی گرم ہو چکا تھا۔۔جوس پینے کے بعد دونوں بادشاہی مسجد کے پاس پہنچے۔۔

"ایڈریس دکھاؤ "

اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔لیزا نے ایک کاغذ دیا جس پر ایڈریس لکھا تھا۔۔

"ہاں۔۔بس یہ دائیں مڑو۔۔وہاں سے پوچھتے ہیں کسی سے "

پوچھتے پوچھاتے وہ اس جگہ پر پہنچ گئے۔اب اندر جانا تھا اور گلی اتنی تنگ تھی کہ اندر گاڑی نہیں جا سکتی تھی۔۔

سو انھیں اترنا پڑا۔۔آگے بڑھتے گئے اور ایک دروازے کے سامنے جا کھڑے ہوئے۔۔

چھوٹا سا گھر تھا۔۔

قیس نے آگے بڑھ کر دروازہ کھٹکھٹایا۔کسی بوڑھے کی آواز آئی اور دروازہ کھل گیا۔۔

"یہ فقیر محمد کا گھر ہے؟ "

"جی۔۔میں ہی فقیر محمد ہوں "سفید چھوٹی داڑھی، تراشیدہ مونچھیں، سفید شلوار قمیض پہنے وہ بھلے مانس لگتے تھے۔۔

قیس نے لیزا کو دیکھا اور پھر اپنے سامنے کھڑے آدمی سے مخاطب ہوا۔۔

"ہمیں شیراز سے ملنا ہے۔۔ابراہیم نے بھیجا ہے"

"کس نے؟"انھیں سمجھ نہیں آیا تھا۔

)اف! کسی کا نام سیدھا لے گا تو زبان ٹیڑھی نہ ہو جائے(

لیزا بولی "ابراہیم نے بھیجا ہے"

وہ سر ہلاتے ہوئے ایک طرف ہوئے اور اندر آنے کا راستہ دیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک چھوٹے سے کمرے میں انھیں بٹھایا۔۔گھر بہت پرانا معلوم ہو رہا تھا۔۔وہ دونوں کرسیوں پر بیٹھے تھے۔۔دیواروں پر سے سفیدی اتری تھی، کہیں کہیں سیمنٹ بھی اکھڑ چکا تھا

"ٹھنڈا یا گرم؟"بوڑھے شخص نے پوچھا

"پانی پلا دیں بس"وہ مسکرا کر بولی جبکہ قیس تو ارد گرد گردن گھمانے میں ہی لگا تھا۔

پانی پینے کے بعد وہ ان کے سامنے بیٹھ گئے۔۔

"انکل شیراز کو بلوا دیں "

"بیٹا۔۔وہ ابھی گاؤں سے نہیں آیا "

"اوہ۔۔کب آئے گا؟ "

"پتہ نہیں۔۔شاید ایک ہفتے تک۔۔اس کا باپ فوت ہو گیا تھا۔۔ماں کی عدت کے بعد آئے گا"

لیزا کچھ سوچ رہی تھی۔۔مگر وہ بوڑھا شخص خود ہی بولا

"دو دن پہلے خط آیا تھا اس کا۔۔آپ کے آنے کی خبر نہیں دی اس نے۔۔آپ لوگ کون ہیں؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب قیس کی باری تھی۔

"چچا ہم براہیم کے دوست ہیں۔۔اس نے ہمیں بھیجا ہے"

"اچھا اچھا"

وہ اٹھ کر باہر گئے۔۔تو قیس جھٹ سے اٹھا اور پچھلی دیوار پر بنی اوپر نیچے شیلفس پر پڑی چیزیں دیکھنے لگا۔۔

"تمھیں یقین ہے لیزے ہم صحیح جگہ آئے ہیں؟"ایک چکنی مٹی کا بنا رنگ برنگا جار تھا جس کو دائیں بائیں موڑ کر دیکھ رہا تھا۔

"ہاں۔۔اس نے یہی پتہ دیا تھا "

چچا آ گئے۔۔ گرمی سے برا حال تھا۔۔

"آپ لوگ یا تو ہفتے تک انتظار کر لیں یا کوئی کام یا ضروری بات ہے تو مجھے بتا دیں۔۔میں اسے بتا دوں گا "

کچھ سوچتے ہوئے بولی

"آپ ہمیں شیراز کی پینٹنگز دکھا سکتے ہیں۔۔بس ہم دیکھیں گے اور چلے جائیں گے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انھوں نے کچھ سوچا اور پھر ہاں میں سر ہلایا۔۔وہ اٹھی اور اپنے پیچھے کھڑے قیس کو بازو سے پکڑا اور کھینچتے ہوئے لائی

"ہم یہاں یہ کرنے نہیں آئے قیس!" وہ دبا دبا سا غرائی۔

مٹی کا برتن زمین پر گرتے گرتے بچا۔۔

چھت پر ایک بڑا سا کمرہ تھا۔۔نیچے والے کمرے سے قدرے بہتر۔۔وہ اندر داخل ہوئے اور کھڑکی پر سے پردے ہٹائے۔۔

وہ کسی آرٹسٹ کا کمرہ لگتا تھا۔۔نیچے فرش پر پڑے دیوار سے لگے بہت سے کینوس، مختلف قسم کے رنگ پینٹ برش، وہ اپنا سامان اچھے سے رکھ کر گیا تھا۔۔سب کچھ سمیٹا ہوا تھا۔۔لیزا کو اپنے کمرے پر ترس آیا جو کمرہ کم اور سٹور روم زیادہ لگتا تھا۔۔اندر آتی لیزا نے گردن موڑی اور دائیں طرف والی دیوار کے ساتھ مٹی کے برتن تھے، چھوٹے چھوٹے مرتبان، گھڑے، مختلف جار، پیالے تھے جو کہ چکنی سفید مٹی سے بنائے گئے تھے، ان کو پینٹ کر کے فنش (وارنش) کیا گیا تھا۔۔وہ کسی کم عمر لڑکے کا کام ہر گز نہیں لگتا تھا۔۔لیزا کو اپنا آپ بہت چھوٹا لگا۔۔وہ اس دیوار کی جانب بڑھی جہاں سفید چکنی مٹی سے بنی چیزیں تھی ۔۔ایک چھوٹا سا پیالہ تھا جسے دیکھ کر یوں لگ رہا تھا کہ دو ہاتھ ہیں جنھوں نے اسے تھام رکھا

تھا۔۔ باقاعدہ دو ہاتھ تھے جن کے درمیان چھوٹا سا پیالہ تھا۔۔ ہاتھ نیچے سے پیالے سے جڑے تھے۔۔ بالکل فلیٹ نیچے سے۔۔ وہ بہت پیارا لگ رہا تھا۔۔ پینٹ کے بعد اسے فنش کیا گیا تھا جس سے وہ چمک رہا تھا۔۔ لیزا جھکی اور اسے ہاتھ میں پکڑا۔۔

اس نے اسے بنانے والے کو نہیں دیکھا تھا مگر اس میں اسے بنانے والے کو دیکھنے کی چاہ پیدا ہوئی تھی۔۔ قیس بھی ادھر اُدھر چکر کاٹتا چیزیں پکڑ پکڑ کر دیکھ رہا تھا۔۔ مختلف پینٹنگز تھیں جو کسی ماہر کے ہاتھ کی لگ رہی تھیں۔۔

اس نے وہ پیالہ زمین پر رکھا اور کینوس کی جانب بڑھی۔۔ کمرے میں ایک طرف الماری لگی تھی جس پر تالا لگا ہوا تھا۔۔

ایک کینوس پر دو گھوڑے تھے جو کہ بھاگ رہے تھے، کسی جنگ کا منظر پیش کر رہے تھے اور ان کی گردن پر بال ہوا سے لہرا رہے تھے۔۔ قیس نے جھک کر وہ کینوس اٹھایا اور بوڑھے آدمی سے بولا

"چچا۔۔ یہ شیراز کتنے سال کا ہے؟"

)ابراہیم نے کہا تھا چھوٹا بھائی ہے اس کا۔۔ مگر یہ کام چھوٹے بھائی کا نہیں لگ رہا تھا۔۔ لیزا مسلسل سوچ رہی تھی(

"بیٹا شیخو تم دونوں جتنا ہی ہے "

(اوہ شیخو!۔۔مطلب پیار سے شیخو کہتے ہیں)لیزا کو اس میں دلچسپی پیدا ہونے لگی تھی۔۔

الماری کے ساتھ ایک کینوس تھا۔۔لمبا سا جو کہ ایزل پر رکھا تھا جس پر سفید چادر دی گئی تھی۔۔ قیس نے بنا پوچھے چادر ہٹا دی۔۔

لیزا جس کی پشت قیس کی جانب تھی فوراً مڑی۔۔چادر پر گرد ہونے کی وجہ سے دونوں کھانسے تھے۔

وہ اس کینوس پر بنے شاہکار کو دیکھ کر اس کی جانب بڑھی۔۔آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی۔۔

"Amazing!"

اس کی آنکھیں کھل گئیں۔۔اس نے اپنی لمبی پتلی انگلیوں سے کینوس پر بڑے سفید اور سیاہی مائل سرمئی پہاڑوں کو چھوا۔۔وہ ابھرے ابھرے محسوس ہوئے تھے۔۔جیسے وہ اپنی آنکھوں سے اصل پہاڑ دیکھ رہے ہوں۔۔شاہکار ابھی نامکمل تھا

"مجھے یقین نہیں آرہا۔۔لڑکا واقعی ہماری عمر کا ہے یا چچا مذاق کر رہے ہیں "

قیس نے اس کے کام کو سراہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بیٹا ہاتھ نہ لگاؤ۔۔ شیخو اپنے کمرے میں کسی کو آنے نہیں دیتا۔۔ آپ کو ابراہیم بابا نے بھیجا ہے اس لیے لے آیا۔۔ اب چاہے شیخو مجھ سے خفا ہو جائے"

انھیں شیراز کہنے کی عادت نہیں تھی۔۔ وہ اسے "شیخو" ہی کہتے تھے اور کہہ رہے تھے۔۔

لیزا نے کپڑا دوبارہ اس پر دے دیا۔۔

اب واپسی کا وقت تھا۔۔

"انکل ایک بات کہنی ہے آپ سے"

لیزا خوش اخلاقی سے بولی تھی۔۔

"مجھے وہ گھوڑے والی پینٹنگ دے دیں" اس نے اشارہ کر کے کہا تھا۔۔

ان کا دماغ بھک سے اڑا۔۔

"نہ بچے۔۔ وہ بہت ناراض ہو گا۔۔ امانت ہے اس کی "

قیس آگے بڑھا "چچا۔۔ اس کی امانت ہمارے پاس محفوظ رہے گی۔۔ ہم بس اس لیے لے کر جانا چاہتے ہیں کہ اس سے دوبارہ مل سکیں "

"بیٹا تم جب مرضی آ کر مل لینا۔۔ شیخو بہت اچھا ہے آپ کی بات سمجھے گا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"انکل۔۔ ہمیں ابھی لے کر جانی ہے۔۔ ہم وعدہ کرتے ہیں اس پر آنچ بھی نہیں آنے دیں گے۔۔ جب وہ آئے گا واپس کر دیں گے "

چچا نہیں مان رہے تھے۔۔ انھوں نے بڑی دلیلیں پیش کیں۔۔

"ہمیں ابراہیم نے بھیجا ہے۔۔ اس نے کہا تھا کہ آپ سے اس کی ایک پینٹنگ لے جائیں۔۔ وہ ہم پر یقین کرتا ہے آپ بھی کریں "

چچا نہیں مان رہے تھے۔۔

"چچا۔۔ ہم وعدہ کرتے ہیں وہ آئے گا تو ہم خود اسے یہ پینٹنگ دینے آئیں گے۔۔ ہم اس کا کام نمائش میں دکھانا چاہتے ہیں۔۔ آپ نہیں چاہتے کہ آپ کا شیخو کامیاب ہو "

قیس کو اس سے اچھے الفاظ نہیں ملے تھے۔۔

"چچا انکل "!

لیزا ان کی طرف بڑھی۔

")چچا انکل!" قیس نے بمشکل ہنسی روکی(

"میں آپ سے وعدہ کرتی ہوں۔۔ اس کا کام اس کا ہی رہے گا۔۔ کوئی اس کو ہاتھ تک نہیں لگائے گا۔۔ کیا آپ نہیں چاہتے کہ وہ اس کمرے سے نکل کر ایک بڑی جگہ پر کام

کرے۔۔میں بھی ایک آرٹسٹ ہوں مگر یقین کریں اتنا اچھا کام تو ہمارا ٹیچر بھی نہیں کرتا۔۔

ہم اس کی پینٹنگ کسی کو نہیں دیں گے۔۔اسے ہاتھ تک نہیں لگائیں گے"

اور آخر کار گھنٹے کی بحث کے بعد وہ مان گئے۔۔

رات ہوئی اور وہ پچھلے دروازے سے باہر گیا۔۔موسم سرد تھا۔۔مگر وہ اس کے ساتھ گھاس پر پیچھے ستون سے ٹیک لگائے بیٹھ گیا۔۔

"اداس کیوں ہو کیپٹن؟ "

اس نے بمشکل تھوک نگلا۔۔

"میں دس سال کا تھا۔۔میری ماں مر گئی"

وہ خاموشی سے بولے گیا۔

"میرے باپ نے دوسری شادی کر لی۔۔میں اکلوتا ہوں۔۔باقی سب سوتیلے بہن بھائی ہیں "

اس نے اندھیرے میں اپنے ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا جو کہ سر جھکائے بیٹھا اپنی بات سنا رہا تھا۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"میں اپنی عمر سے بہت بڑا ہوں۔۔ میٹرک میں انٹر میں فیل ہو ہو کر آج یہاں آیا ہوں۔۔ میرا بھائی، مجھ سے دو سال چھوٹا بھائی، مجھ سے زیادہ کامیاب ہے۔۔ میری بہنیں اپنی اپنی یونیورسٹیوں کی ٹاپرز ہیں۔۔ میں کبھی بھی کوئی بھی کام پہلی مرتبہ نہیں کر پایا۔۔ مجھ سے نہیں ہوتا۔۔ میں کبھی بھی ان کی طرح کامیاب نہیں ہو سکتا "

اور وہ رو دیا۔

"مجھ سے نہیں ہو گا۔۔ میں چھ ماہ بعد یہاں سے بھی پاس آؤٹ نہیں ہوں گا اور سب آگے نکل جائیں گے۔۔ میں اپنے سب سے چھوٹے بھائی سے بھی چھوٹا ہوں۔۔ میری سوتیلی ماں کہتی ہے کہ میں اپنے ساتھ اپنا سیاہ بخت لایا ہوں۔۔ میری منگنی ہوئی تھی وہ بھی ٹوٹ گئی۔۔ میرا باپ کئی کئی دن مجھ سے بات نہیں کرتا۔۔ میری سوتیلی ماں مجھے نظر انداز کرتی ہے۔۔ مجھے میری ماں بہت یاد آتی ہے۔۔ میں کبھی بھی اپنے بھائیوں جیسا نہیں ہو سکتا۔۔ اپنی بہنوں کی طرح کبھی بابا کی آنکھ کا تارا نہیں بن سکتا"

وہ اب خاموش ہوا تھا۔

"اس دن تم نے میری مدد کی۔۔ مجھے بہت اچھا لگا۔۔ تم میرے ساتھ میرے لیے رات جاگے مجھے بہت اچھا لگا"

ابراہیم مسکرایا تھا۔

"کچھ بچے ذہین ہوتے ہیں اور کچھ ذہین ہو جاتے ہیں۔۔ضروری پتہ ہے کیا ہوتا ہے۔۔ کوشش کرتے رہنا۔۔ "

اس نے اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا۔

"آج نہیں مگر تم دیکھنا کل جب تم یونیفارم پہن کر گھر جاؤ گے تو سب تمھیں کھڑے ہو ہو کر دیکھیں گے "

"تمھیں نصیحت نہیں پسند۔۔"ابراہیم ہنسا تھا"چلو میں تمھیں ایک کہانی سناتا ہوں۔۔ میں چھوٹا ہوتا تھا تو اپنے ارد گرد لوگوں کو دیکھتا تھا۔۔میں لکھاری بننا چاہتا تھا۔۔جب میں کسی بڑے اور مشہور لکھاری کا نام سنتا تھا تو کئی کئی مہینے بس اسے ہی پڑھتا تھا۔۔میرے دادا مجھے کتابیں لا کر دیتے تھے اور میں ایک لکھاری کا دیوانہ ہو گیا تھا۔۔مجھے اپنا آپ اس کے سامنے کچھ نہیں لگتا تھا۔۔میں جب بھی اس کے بارے میں کچھ نیا پڑھتا تو مجھے احساسِ کم تری ہونے لگتا تھا۔۔جیسے ایک آسمان ہے بہت بڑا اور اس پر سب ستارے چمکتے ہیں۔۔میرے لیے وہ ستارے رائٹرز ہوا کرتے تھے۔۔میرے اندر یہ شوق تھا کہ میں لکھ سکوں مگر میں اتنا اچھا

نہیں لکھ سکتا تھا جتنا کہ وہ رائٹر لکھتا تھا۔۔اس کے پاس علم کا ایک سمندر ہوتا تھا اور پاس ایک قطرہ۔۔میں کئی کئی دن پریشان رہتا تھا۔۔کہ میں "وہ" لکھاری کبھی نہیں بن سکتا۔۔ "

وہ متوجہ ہو کر اسے سن رہا تھا۔۔

"پھر ایک دن میں نے اپنے پروفیسر کو سب بتا دیا۔۔مجھے کیا پریشانی ہے اور کیوں ہے۔۔ وہ میرے پاس بیٹھے اور بہت پیار سے سمجھایا۔۔کہنے لگے ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم "میں" نہیں "وہ" بننا چاہتے ہیں۔۔ہم سمجھتے ہیں کہ جو چیز اس کے پاس ہے ہمارے پاس بھی ہو۔۔وہ اچھا لکھتا ہے کیونکہ اللہ نے اسے لکھنے کے لیے بنایا تھا۔۔اس کے لیے جو ذمہ داری اللہ نے چنی تھی وہ اچھا لکھنا تھا اور وہ اپنی ذمہ داری پوری کر رہا تھا۔۔میں غلط تھا کہ میں "وہ" بننے چلا تھا۔۔ہر بندے کی اپنی ایک شخصیت ہوتی ہے۔۔ہم دوسروں کو دیکھتے دوسروں سے موازنہ کرتے اپنی شخصیت کی کشش کھو دیتے ہیں۔۔ہر بندے کے لیے نا اللہ نے دروازہ رکھا ہوتا ہے جہاں اسے جانا ہوتا ہے جہاں اس کا نصیب، اس کی زمہ داریاں ہوتی ہیں۔۔باقی دروازے اس کے لیے بند ہوتے ہیں۔۔جیسے میرے لیے اللہ نے اس ملک کا بارڈر رکھا تھا، میں نے اس ملک کا محافظ بننا تھا میں رائٹر نہیں بن سکتا تھا کیونکہ وہ دروازہ میرے لیے لاک تھا۔۔اور وہ رائٹر کبھی بھی فوجی نہیں بن سکتا تھا کیونکہ اس کے لیے فوجی والا دروازہ لاک

تھا۔۔سب کے لیے کوئی نہ کوئی دروازہ لاک ہوتا ہے اور اس کے بدلے میں کوئی اور دروازہ کھلا ہوتا ہے۔۔ہم جتنا بھی چاہ لیں بند دروازے سے نہیں جا سکتے"

ایک اطمینان سا تھا جو جی سی اعزاز کے دل میں بھر گیا تھا۔۔

"تم کبھی بھی اپنے بھائیوں جیسے نہیں بن سکتے کیونکہ تمھارے بھائی تمھارے جیسے نہیں بن سکتے۔۔تم "تم" ہو کیپٹن اعزاز۔۔کوئی تمھارے جیسا نہیں ہے۔۔نہ ابراہیم تمھارے جیسا ہے نہ ستون کے پیچھے چھپ کر باتیں سننے والا حدید" اور ستون کے پیچھے حدید کو تو کرنٹ لگا تھا۔۔

"تم اعزاز ہو۔۔تمھیں اللہ نے اس ملک کے لیے چنا ہے۔۔تم چاہے جان بھی لگا دو اس دروازے میں نہیں جا سکتے جہاں تمھارے لیے کچھ نہیں ہے۔۔ہم تمھارا گھر ہیں، تمھارا خاندان ہیں۔۔ابھی تو تم ہو آئے ہو گھر سے، کل کو دیکھنا گھر جانے کے لیے ایک دن بھی قسمت سے ملے گا "

اعزاز مسکرایا تھا۔۔

"اور کچھ۔؟۔۔۔جواب مل گیا ہو گا"

"انتظار کرو کیپٹن۔۔تم اتنا چمکنے والے ہو کہ آسمان تمھیں خود ستارہ چنے گا۔۔پھر میرے پاس روتے ہوئے نہ آنا "

آخری لائن اس نے بچوں کی طرح منہ بسور کر کہی تھی۔۔

دونوں ہنس دیے۔۔

اس نے ہونٹوں پر انگلی رکھی اور چپ رہنے کا اشارہ کیا۔۔

اس نے دائیں ہاتھ کی دو انگلیاں سیدھی کیں، شہادت کی انگلی اور ساتھ والی انگلی دونوں کو باہم ملایا اور ستون کی دوسری طرف بیٹھے لڑکے کے پیٹ کی دائیں طرف ماریں

وہ کرنٹ کھا کر کھڑا ہوا اور ڈر کر چیخا

"اللہ"!

ابراہیم ہنس دیا۔۔اعزاز بھی اس کی اس حرکت پر ہنس رہا تھا۔۔

"یہاں کیا کر رہے تھے؟ "

وہ دونوں کھڑے ہو چکے تھے۔۔

"وہ۔۔اندر گرمی بڑی ہو رہی تھی۔۔میں باہر آ گیا "

"چھپ کر کیا سن رہے تھے؟ "

Clubb of Quality Content

اس نے سینے پر ہاتھ باندھ لیے

"میرا اپنا ایمان ڈانواں ڈول ہو رہا تھا۔۔اچھا کیا تم نے۔۔اب ذرا فریش ہو گیا ہوں میں" حدید نے انگڑائی لی۔۔

تینوں مسکرا دیے۔۔

اب تینوں اندر جا رہے تھے۔۔وہ دونوں اپنے کمرے میں گئے اور اعزاز اپنے۔۔

آج جی سی اعزاز کو اچھی نیند آئے گی!

تقریباً آٹھ ساڑھے آٹھ کا وقت تھا۔ برآمدے میں چارپائی پر بیٹھی خالدہ بھابھی اپنے بیٹے سے باتیں کر رہی تھیں۔۔پاس ہی ثمر بیٹھی تھی اور بی جان روٹیاں پکا رہی تھیں۔۔آسیہ بیگم اوپر حوا اور شیخو کے ساتھ بیٹھیں کھانا کھا رہی تھیں۔۔عبدالرحمن گھر پر ہوتے تو سب مل کر دستر خوان سجاتے مگر اب چونکہ وہ گھر نہیں تھے تو سب اپنے اپنے کمرے میں کھانے لگے تھے۔۔

سچ ہی کہتے ہیں زنجیر کی سب سے پرانی کڑی ہی سب سے مضبوط کڑی ہوتی ہے۔۔

خیر اپنے بیٹے کی پیالی میں انھوں نے ایک بوٹی رکھی اور پھر شوربہ ڈالتے ہوئے بولیں

"شاہدہ آئی تھی۔۔ تمھارے رشتے کی بات کی ہے میں نے۔۔میں چاہتی ہوں کہ جانے سے پہلے تمھاری بات پکی کر دوں۔۔شادی جب مرضی کرتے رہنا "

وہ بات کب سنتی تھیں،وہ بات کب کہتی تھیں،وہ تو حکم صادر کرتی تھیں۔۔

اس نے روٹی کا ایک لقمہ توڑا اور شوربے میں بے دلی سے ہلا کر منہ میں رکھا اور چبایا

"شادی ضروری ہے کیا؟ "

سر جھکائے بولا۔

"کیا مطلب ہے اس بات کا۔۔اب تم کمانے لگے ہو،اپنے پیروں پر کھڑے ہو،صرف باہر ہی دیکھنا ہے یا گھر کی بھی کوئی فکر ہے"

وہ تو جیسے تپ گئی تھیں۔

اس نے گہری سانس لی

"کیا ضروری ہے کہ شادی خاندان سے باہر ہی ہو؟ "

اس نے ماں کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

ثمر جو ساتھ کرسی پر بیٹھی تھی اپنے بھائی کو گھورا۔

"کیا مطلب؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اماں خاندان میں ہی کوئی لڑکی دیکھ لو "

اس نے یہ بات کہہ تو دی مگر دل جس قدر ڈرا ہوا تھا۔۔وہی جانتا تھا۔۔

اسد ابراہیم سے بھی تین چار سال بڑا تھا۔۔ معمولی شکل وصورت کا۔۔اپنی ماں کا لاڈلا بیٹا تھا۔

اپنے باپ کے ساتھ مل کر وہ اچھا خاصا کاروبار چلا رہا تھا اور شاید ہی خاندان میں کوئی اتنا کماتا تھا جتنا کہ یہ دونوں باپ بیٹے کماتے تھے۔۔

خالدہ بھابھی تو اس کی بات پر کھانا چھوڑ کر بیٹھ گئیں

"خاندان ہے کتنا تمھارا۔۔اور کوئی لڑکی ہے تمھارے جوڑ کی؟ "

اب جب کہ وہ بول ہی پڑا تھا تو تھوڑی اور ہمت کی

"جوڑ کا کیا مطلب ہے اماں۔۔میں کونسا آسمان سے اترا ہوں"

"جو بھی ہے۔۔ تیرے لیے تو میں وہ لڑکی لاؤں گی کہ سارا گاؤں کھڑا ہو کر دیکھے گا "

وہ بے زار آ گیا۔۔

"بس کر دو اماں" وہ کھڑا ہوا

"اوپر نیچے دیکھ لو کوئی۔۔مجھے کوئی حور پری نہیں چاہیئے۔۔میں عام سی لڑکی کے ساتھ بھی خوش رہ سکتا ہوں "

وہ بھی کھڑی ہو گئیں۔۔اور اسے جھاڑتے ہوئے بولیں

"زبان درازی مت کر۔۔ماں ہوں تیری تیرا اچھا برا سب جانتی ہوں "

اسے غصہ آنے لگا تھا۔۔

"اماں۔۔۔آسیہ چچی سے بات کرو۔۔باہر کہیں جانے کی ضرورت نہیں ہے "

اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر چلا گیا۔۔

دونوں ماں بیٹی "ہیں ہیں" کرتی رہ گئیں۔۔

کھانا اب ان پر حرام ہو چکا تھا۔۔ثمر دانت پیستی اپنے شیطانی دماغ سے کچھ سوچ رہی تھی۔۔

وہ ابھی بھی گدھے گھوڑے بیچ کر سوتا تھا۔باہر ابھی اندھیرا تھا،ابراہیم نے اسے سوتے دیکھا تو افسوس سے نفی میں سر ہلایا۔۔پھر ایک ٹانگ اس کی کمر میں ماری۔۔وہ رضائی سمیت نیچے گرا۔۔

"آہ۔۔ابھی تو سویا تھا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابراہیم کرسی پر بیٹھا اپنے بوٹ کے تسمے باندھ رہا تھا۔۔ جھکتے ہوئے تسمے کو گرہ لگائی

"اگر پندرہ منٹ میں باہر نہ ہوئے نا تو سٹاف نے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے سلا دینا ہے "

وہ آنکھیں ملتا اٹھا اور واش روم میں چلا گیا۔۔ پانچ منٹ بعد باہر آیا تو تیار تھا۔۔ بوٹ پہنے تسمے باندھے اور باہر نکل گئے۔۔

آج انھیں لانگ مارچ پر جانا تھا مگر پہلے روٹین کے مطابق لمبے ٹریک پر دوڑنا تھا، پھر ورزش، ناشتہ اور پھر لانگ مارچ۔۔

خیر ابھی وہ اپنا فوجی یونیفارم پہنے، ہاتھ میں اپنی بھاری بندوق تھامے، کندھوں پر بھاری بھر کم بھرے بھرے بستے پہنے ایک قطار میں چلتے جا رہے تھے۔۔ منہ پر کالی کالی موٹی لکیریں چھپی تھیں جیسے انگلیاں سیاہ رنگ میں ڈبو کر منہ پر لگا دی گئی ہوں۔۔ اور سروں پر پی کیپ۔۔ ارد گرد درخت ہی درخت، پتھروں سے بھرپور کچا کھردرا راستہ اور نشیب و فراز۔۔ سورج کی روشنی چھن کر منہ پر پڑ رہی تھی۔۔

"ہائے اللہ۔۔ اس کے بدلے اگر جنت نہ ملی نا تو میں ناراض ہو جاؤں گا"

ابراہیم کے آگے چلتے حدید نے چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور دعا مانگی۔۔

وہ مسکرایا۔

"ابھی سے تھک گئے ہو؟ "

"مجھے لگتا ہے میں تو تھکا ہوا ہی پیدا ہوا تھا "

پلاٹون قدم اٹھاتی آگے بڑھ رہی تھی۔۔

ابراہیم کے پیچھے چلتے اعزاز نے بھی اس کی آواز سنی تھی۔۔

"ویسے ہم سے زیادہ وزن اس بندوق کا ہے "

"میجر جمال کی بات نہیں سنی تم نے۔۔"اس نے ان کی نقل اتاری"یہ ویپن نہیں تمھارے جسم کا حصہ ہیں، حصہ "

تینوں ہنس دیے۔

"اور میں حصہ جی سی ابراہیم کو ڈونیٹ کرنا چاہتا ہوں "

حدید پیچھے مڑا مگر فوراً گرم کمانڈر نے دیکھ لیا، جو کہ پیچھے ہی پلاٹون کے ساتھ چل کر آرہے تھے۔۔

"What happened.. don't stop"

وہ فوراً سیدھا ہوا

"موت کے فرشتے پیچھے ہی ہیں "

ناولز کلب
Clubb of Novels Clubb

حدید کی بات پر آگے پیچھے آتے ابراہیم اور اعزاز ہنس دیے۔۔

"اور کتنا چلنا ہے؟" کچھ دیر بعد حدید کی تھکی تھکی آواز آئی۔

"جنت تک "

"مجھے نہ جنت چاہیئے نہ حور۔۔اللہ میاں! میں اپنی بات واپس لیتا ہوں۔۔بس مجھے اب آرام چاہیئے "

وہ رکا تو ابراہیم نے پیچھے سے اس کی کمر میں ٹانگ ماری تو رکا ہوا حدید چل پڑا۔۔

"حور ملے نہ ملے، پیچھے آتا عزرائیل ضرور ملے گا "

اور پلاٹون چلتی رہی۔۔جب تک کہ منزل نہیں مل گئی۔۔

آج بدھ تھا اور بدھ کو وہ لائبریری آتی تھی۔آج جب وہ اندر داخل ہوئی تو اس کی توقع کے خلاف کیف وہاں نہیں تھا۔۔اس نے سوچا شاید مصروف ہو گا۔۔شیلف میں سے ایک کتاب نکال کر سامنے رکھی اور اس پر جھک کر محو سی اسے پڑھنے لگی۔۔ پچھلے تین چار دن سے اس کے سر میں درد تھا۔۔مگر وہ نظر انداز کر رہی تھی کہ شاید ایسے ہی پڑھائی کی وجہ سے ہو۔۔خیر ماتھے پر ہاتھ رکھے گردن جھکائے اس نے صفحہ پلٹا۔۔کہانی دلچسپ لگی اور وہ پڑھتی گئی۔۔وقت کیسے گزرا نہیں پتہ چلا۔۔شام ڈھلتی جا رہی تھی۔۔وہ اٹھی اور سامنے

لائبریرین کی جانب بڑھنے لگی۔۔اس نے یہ کتاب تین چار دن کے لیے ادھار لینی تھی۔۔ مگر سامنے ریسیپشن پر کوئی نہیں تھا۔۔شاید نماز پڑھنے گیا تھا۔۔وہ مایوس سی ہو کر واپس مڑنے لگی پھر خیال آیا کہ ایک بار اس نے دائیں جانب موجود کمرے میں بھی لائبریرین کو دیکھا تھا۔۔وہ مڑی۔۔وہ چھوٹا سا ایک کمرہ تھا جس کا دروازہ شیشے کا تھا۔اس نے گردن آگے کر کے دیکھا۔۔لائبریرین واقعی وہیں تھا اور ہاتھ میں کتاب لیے سامنے بیٹھے لڑکے سے کچھ پوچھ رہا تھا۔۔

ہاں میں سر ہلا کر وہ باہر آیا تو لڑکے کا چہرہ واضح ہوا۔۔وہ مسکرائی تھی۔۔کمرے کی جانب بڑھی اور انگلی کے ناخن سے ذرا سی دستک دی۔۔

"مے آئی کم ان سر؟ "

وہ جو سامنے میز پر رکھی کتاب ہر جھکا کچھ ہائی لائٹ کر رہا تھا متوجہ ہوا۔ گردن اٹھائی اور مسکرایا

"یس۔۔کم ان "

وہ اندر داخل ہوئی اور اس کے سامنے خالی کرسی پر جا بیٹھی۔

"سر۔۔ایک کتاب ادھار لینی تھی "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بڑی معصومیت سے بولی

"اوہ۔۔آپ کتابیں بھی پڑھتی ہیں؟ "

"یس سر۔۔میں کتابیں ہی پڑھتی ہوں "

وہ اس کے جواب سے محظوظ ہوا تھا۔

لیزا نے کتاب آگے کی۔۔اس نے کتاب کے گتے پر کچھ لکھا، ایک سلپ بنا کر اسے دی۔۔

"اور کچھ؟ "

"نہیں "

اس نے کتاب واپس کر دی۔

"کیسے ہو؟ "

وہ جو میز کا دراز کھول کر اندر کاغذ ڈال رہا تھا مسکرا کر سر اٹھایا۔

"پیارا ہوں" وہ ہنس دی۔

"تم تھوڑی کمزور لگ رہی ہو، سب ٹھیک ہے؟ "

وہ ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے آگے ہو کر بیٹھا۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ہاں سب ٹھیک ہے۔۔بس سر درد ہے"

"اوہ۔۔کب سے؟ "

"آ۔۔تین چار دن ہو گئے ہیں "

"کون سی میڈیسن لے رہی ہو؟ "

"چائے "کندھے اچکائے اور مسکرائی۔

"ویری بیڈ۔۔ڈاکٹر کے سامنے بیٹھ کر تم یہ نہیں کہہ سکتی۔۔کہاں سے درد ہوتا ہے سر؟ "

اس نے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔

"ہوں۔۔کتابیں کم پڑھا کرو۔۔بلکہ ایک ہفتہ مت پڑھو ورنہ تمھاری نظر کمزور ہو جائے گی "اور اپنے رجسٹر کے صفحے کی ایک طرف اس نے کچھ لکھا اور کنارے سے ذرا سا پھاڑ کر اسے دے دیا۔۔

"یہ دوا لے لینا۔۔کھانے کے بعد لینی ہے دو دن۔۔رات سونے سے پہلے۔۔اوکے؟ "

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"اور ہاں۔۔میری فیس بھی بھیج دینا" وہ سنجیدہ تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہ۔۔دوستوں سے فیس نہیں لیتے"اس نے جتاتے ہوئے کہا تھا۔

"ہاں لیکن دوستوں سے بسکٹ لینے میں کیا حرج ہے۔۔وہ بھی اس صورت میں کہ وہ بسکٹ خود بناتے ہوں اور کمال بناتے ہوں "

وہ شرمائی تھی۔گورے گال گلابی ہوئے تھے اس کی فراک کی طرح اور وہ چہرہ جھکا کر مسکرائی تھی۔

"مل جائیں گے بسکٹ۔۔اور کچھ ؟"اس نے کاغذ فولڈ کیا اور اسے اپنی مُٹھی میں دبالیا

"رزلٹ آنے والا ہے میرا۔۔بس دعا کرنا پاس ہو جاؤں "

"ہم جیسوں کی دعائیں بیچ میں ہی کہیں اٹک جاتی ہیں ڈاکٹر کیف!"ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"بری بات لیزا۔۔میں نے سنا ہے کہ دوسروں کو کھلانے والوں کی دعا جلدی قبول ہوتی ہے"اس نے سرگوشی کی تھی۔۔

وہ پھر ہنس دی۔۔

"کہاں سے سن کے آتے ہو ایسی باتیں؟ "

"پتہ نہیں۔۔خود ہی آجاتی ہیں"اس نے کندھے اچکائے۔

Clubb of Quality Content

"کب ہے رزلٹ؟ "

اور کچھ منٹ بعد لیزا اٹھ گئی۔۔

ڈاکٹروں کی پڑھائی بہت سخت ہوتی ہے۔۔انھیں تنگ نہیں کرنا چاہیئے۔۔

سافٹ بورڈ پر رزلٹ ڈسپلے کر دیا گیا تھا۔۔وہاں بچوں کا رش لگا ہوا تھا۔۔کل کلاس میں آکر اسے بہت انتظار کرنا پڑا تھا اس لیے وہ آج پندرہ منٹ لیٹ تھا۔۔آتے ہی اس نے ہجوم دیکھ لیا۔۔ایک لڑکے کے کندھے پر ہاتھ مارا

"بھائی صاحب! کیا کسی کی لاٹری نکلی ہے؟ "

"نہیں۔۔رزلٹ آیا ہے۔۔تمھیں نہیں پتہ"

اور وہ ایڑیاں اٹھاتے لسٹ دیکھنے لگا۔۔

چیونگم چباتے قیس کے چہرے پر بے زاری تھی (لو بھئی قیس! بے گھر ہونے کا وقت آگیا ہے)

اس نے ایک سانس خارج کی اور آگے ہو کر دیکھا۔۔اس نے نیچے سے دیکھنا شروع کیا تھا۔۔نظر اوپر کو اٹھ رہی تھی۔۔اور یہ۔۔

"قیس جبران "

"پاس" شکر ہے اللہ نے گھر بچا لیا۔

مگر اس کی نظر اوپر اٹھی تو اس سے اوپر بس دو لڑکے اور تھے۔۔

"مطلب میں تیسرے نمبر پر آیا ہوں۔۔ گڈ!" اسے خوشی ہوئی تھی۔۔ "شکر ہے نیچے سے تیسرے نمبر پر نہیں ہوں"

خوش ہوتے وہ کینٹین کی جانب بڑھ رہا تھا۔۔ مطلب پاس ہونے کی خوشی میں آج قیس کلاس بنک کرے گا۔۔

"آہاں، رکو ذرا۔۔ مگر میں نے کونسی نیکی کی ہے اس ہفتے" وہ سوچ رہا تھا کہ اس کے سامنے دو لڑکیاں آ کھڑی ہوئیں۔

"مبارک ہو قیس "!

"واہ۔۔ تمھاری تاریخ پکی ہو گئی" وہ مسکرایا تھا۔

بالوں کی چٹیا بنائے اور اسے آگے کیے وہ شیزہ تھی۔۔

وہ مسکرائی "نہیں! تم تھرڈ آئے ہو "

"اچھا۔۔ چلو پیچھے ہٹو۔۔ مجھے بھوک لگی ہے۔۔ کینٹین جانا ہے" وہ بے زاری سے بولا۔

"ٹریٹ دو" اس نے ہاتھ آگے کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قیس نے اسے سنجیدہ ہو کر دیکھا

" گروپ فیلو ہو۔۔ٹریٹ دو"

"قیس نہ ٹریٹ لیتا ہے نہ دیتا ہے۔۔یہ بونگیاں کہیں اور جا کر مارو" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا تھا۔

"اوہ۔۔آنکھیں دکھا رہے ہو" اس نے ابرو اٹھایا۔

اس نے ایک سانس خارج کی "راستے میں اگر کوئی کالی بلی میرا راستہ کاٹے تو میں راستہ بدل لیتا ہوں۔۔بحث نہیں کرتا"

اور وہ وہاں سے مڑ گیا۔۔آگے سے دو لڑکے آ رہے تھے۔۔وہی جو اکثر کلاس میں ٹوکا ٹوکی کرتے رہتے تھے۔۔

"ہاں بھئی۔۔ "

اسے شدید نفرت تھی کہ کوئی اس کا راستہ روکے۔۔اس نے ان کی بات کاٹی اور پیچھے شیزہ کی طرف اشارہ کیا

"ہاں۔۔وہ تمھاری بہنیں کھڑی ہیں۔۔ان سے بات کر لو۔۔میں ذرا جلدی میں ہوں" اور ان کے سامنے سے جھٹ سے چلا گیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے۔۔

"ہوں۔۔ سمجھتا کیا ہے خود کو۔۔اس کو تو میں دیکھ لوں گی "

دور کھڑی لڑکیوں نے سب سن لیا تھا۔۔ شیزہ پیر پٹخ کر چلی گئی۔۔

ادھر خالدہ بھابھی غصے میں کمرے میں بیٹھیں بولے جا رہی تھیں۔۔ ثمر ان کے پیچھے بیڈ پر چوکڑی مارے، گود میں تکیہ لیے نیل پالش لگاتی بس سن رہی تھی۔۔

"اس لڑکے کا تو دماغ چل گیا ہے۔۔یہ تربیت کی ہے میں نے اس کی "

ثمر اطمینان سے بولی

"شروع سے لگام کس کے رکھتیں تو ایسے نہ ہوتا۔۔سارے گھر میں وہ دندناتی پھرتی ہے۔۔یہ تو ہونا ہی تھا"ناخن ہونٹوں کے سامنے کر کے پھونک ماری۔

"جا جا کر پانی لے کر میرے لیے۔۔سارا دن بستر پر پڑی رہتی ہے"پیچھے بیٹھی ثمر پر چلائی تھیں۔

اس نے غصے سے گود میں رکھا تکیہ پیچھے پھینکا اور باہر چلی گئی۔۔

وہ پانی لینے گئی تو باہر حواتخت پوش پر سامنے کتاب کھولے کاپی پر جھکی ہوئی تھی۔۔

انتہائی کوئی شیطانی خصلت کی تھی، سینے پر بازو باندھے اور اس کی طرف آئی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔۔ شیخو جو کہ نئے پودے لایا تھا گملوں میں سے مٹی کھود کر اندر انھیں لگا رہا تھا۔۔ آسیہ سمیرا کی طرف گئی تھیں۔۔

"کیا کرو گی پڑھ کر؟ "

اس نے اس کی بات کو نظر انداز کیا۔۔

"سکون نہیں ہے ویسے تمھیں۔۔ پتہ نہیں کس مٹی کی بنی ہو؟ "

وہ ابھی بھی چپ رہی۔

"ایسا کیا ہے تم میں پہلے عباس، پھر حماد اور اب میرا بھائی۔۔ "

حوا نے سر اٹھایا اور نا سمجھی سے اسے دیکھا۔

باہر کا دروازہ کھڑکا اور اسد اندر آیا۔۔ چپ کر کے کمرے میں چلا گیا۔۔

"ثمر میں اس وقت مصروف ہوں۔۔ مجھے تنگ مت کرو "

اور وہ دوبارہ جھک کر لکھنے لگی۔

اس نے اس کے سامنے سے کتاب لے لی "پہلے مجھے بتاؤ۔۔ کیسے کرتی ہو یہ۔۔ کیسے میرے بھائی کو تم نے پاگل کیا ہے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کی آواز اونچی ہونے لگی تھی۔۔چارپائی پر بیٹھیں قمیض کو ٹانکا لگاتیں بی جان متوجہ ہوئیں۔۔ساتھ ہی بی جان سے باتیں کرتی چھمی نے بھی گردن موڑی۔۔گملے میں مٹی ڈالتا شیخو بھی متوجہ ہوا اور اٹھ کر اپنی بہن کے پاس آ کھڑا ہوا۔۔

حوا کے تو رنگ اڑ گئے۔۔وہ کیا کہہ رہی اس کا دماغ سمجھنے سے قاصر تھا۔۔

"کک۔۔کتاب واپس کرو اس کی؟ "

شیخو اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"تم اپنے کام سے کام رکھو۔۔میں اس سے بات کر رہی ہوں۔۔بیچ میں مت پڑو" اس نے کتاب کمر کے پیچھے کر لی۔۔

شیخو اس کے لہجے پر چپ رہا، کچھ نہ بولا

"میری کتاب واپس کرو "

حوا کاپی رکھ کر کھڑی ہوئی۔

"کیوں کروں واپس۔۔پہلے مجھے بتاؤ میرے بھائی کے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو "

شیخو کے ماتھے پر شکنیں ابھریں۔وہ پہلے سے زیادہ سنجیدہ ہو گیا

"کیا بکک۔۔کواس ہے یہ۔۔مم۔۔میری بہن سے تم۔۔میز سے بات کرو"انگلی دکھاتے ہوئے بولا تھا۔

آوازیں اندر جا رہی تھیں۔۔اسد باہر آ گیا۔۔

"کیا ہو رہا ہے یہ؟ "

"اسد۔۔یہ۔۔یہ میرے ساتھ بد تمیزی کر رہا ہے"وہ اپنے بھائی کی طرف بڑھی۔

"کیا مسئلہ ہے۔۔تمیز سے بات نہیں ہوتی تجھ سے"وہ شیخو کی طرف غصے سے بڑھا تھا مگر حوا شیخو کے سامنے آ گئی۔

"میرے بھائی کو ہاتھ نہیں لگانا۔۔آپ کی بہن نے لڑائی شروع کی ہے"ایک تنبیہہ تھی مگر آواز بلند تھی۔۔

"جھوٹی۔۔اللہ! کتنے جھوٹ بولتی ہو تم۔۔میں تو بس حال چال پوچھنے آئی تھی اور یہ پتہ نہیں کون کون سی باتیں لے کر بیٹھ گئی"وہ منہ پر ہاتھ رکھے اسے گھور رہی تھی۔۔

"جج۔۔جھوٹی۔۔یہ جج۔۔جھوٹ بول رہی ہے"شیخو نے صفائی پیش کی۔

خالدہ بھابھی بھی باہر آ گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہا۔۔حوا ایسے تو نہ بولو۔۔میں تو بس پوچھنے آئی تھی کہ پڑھائی کیسی چل رہی ہے۔۔یہ ہی بیچ میں پتہ نہیں کون کون سی کہانیاں لے کر بیٹھ گئی تھی"

"اپ۔۔اپنی بہن کی زبب۔۔بان بند کرواؤ"شیخو نے انگلی دکھا کر اسد کو تنبیہہ کی

"تم پہلے اپنی بہن کی حرکتیں دیکھو۔۔اس سے پوچھو رات ورات ایسا کیا ہوا کہ حماد واپس چلا گیا۔۔ایسا کیا ہوا کہ عباس گھر نہیں آتا۔۔اسے سب پتہ ہے۔۔سب کو پیچھے لگا کر رکھنے کا شوق ہے اسے"اتنا بہت تھا۔۔وہ بلند آواز میں منہ سے زہر اگل رہی تھی۔۔شیخو کا پارہ چڑھ گیا اور وہ آگے بڑھا۔۔اسد نے اسے گریبان سے پکڑ لیا۔۔شیخو ابھی بھی ثمر کو ہی دیکھ رہا تھا

"جھوٹی۔۔"

چھمی بیچ میں آگئی اور انھیں چھڑوایا۔۔خالدہ بھابھی تو بس کھڑیں ہو کر تماشا دیکھتی رہیں۔۔

حوا کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔۔اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔۔

"دد۔۔دیکھ لوں گا تت۔۔تم سب کو میں "

اسد اندر چلا گیا مگر ثمر ڈھیٹ بن کر دیکھتی رہی۔۔اس کے اندر کی آگ ٹھنڈی کیوں نہیں پڑتی تھی۔۔

حوا بیٹھ کر رونے لگی تھی۔۔ چھمی نے اسے کندھے سے لگایا

"دفع کر ساروں کو۔۔ ہماری بیٹی ہے ہمیں پتہ ہے کیسی ہے "

شیخو لال بھبھو کا چہرہ لیے بس بہن کو دیکھ رہا تھا۔۔ اسے غصہ تھا اور اپنی بہن پر ترس آ رہا تھا۔۔ آج اس نے اس کے کردار پر بات کی تھی۔۔ کل کو نا جانے کیا کرے۔۔ لوگ اتنے چالاک کیسے ہوتے ہیں؟

اسے اپنا باپ بہت یاد آیا

رات ساڑھے گیارہ کا وقت تھا۔۔ اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔۔ بے چینی سی بے چینی تھی۔۔ وہ اٹھی اور ننگے پاؤں ہی باہر بالکنی میں جا کھڑی ہوئی۔۔ پر سکون فضا، ہر طرف خاموشی اور ہلکی ٹھنڈی ہوا جو اس کے بالوں کے پاس سے گزرتی انھیں ہلا رہی تھی۔۔ مون سون شروع ہونے والا تھا۔۔ لیزا نے ایک سانس خارج کی اور اندر چلی آئی۔۔ وہ ٹراؤزر اور ڈھیلی ڈھالی شرٹ میں ملبوس تھی۔۔ ننگے پاؤں سیڑھیاں اتری اور کچن کی دوسری طرف لائبریری میں چلی گئی۔۔

اندر اندھیرا تھا۔۔دائیں جانب سوئچ بورڈ پر ہاتھ مار کر بتیاں روشن کیں۔۔ایک شیلف کی طرف بڑھی۔۔"کون سی کتاب لے؟ "

شہادت والی انگلی کا ناخن دانتوں میں دبائے سوچنے لگی۔۔

منہ کے زاویے بگاڑتے وہ کمرے کی ایک طرف پڑی چھوٹی الماری کی طرف گئی۔۔دائیں بائیں دونوں پٹ کھولے۔۔اندر کتابیں تھیں۔۔مسٹر سٹیفورڈ کی لکھی ہوئی کتابیں۔۔

اس کا دل دھڑک رہا تھا۔۔اس نے ایک کتاب نکالی۔۔موٹی چمڑے کی بنی بھوری جلد والی۔۔اس پر کوئی نشان تھا جیسے سٹیمپ چھپی ہو۔۔کتاب کھولی۔۔صفحے کے کنارے پیلے تھے۔۔درمیان میں عربی میں لکھا تھا

"حَیَّ عَلَی الفُلاح "

اسے عربی نہیں آتی تھی سو نیچے لکھے ترجمے کو پڑھا۔۔

"آؤ کامیابی کی طرف "!

اگلا صفحہ پلٹا۔۔کہانی شروع ہو چکی تھی۔۔اس نے الماری بند کی کتاب لی اور بتیاں بند کر کے اوپر چلی آئی۔۔

بالکنی میں جھولنے والی کرسی پر آ بیٹھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں نے سنا

ایک شخص صدا لگا رہا تھا

حَیَّ عَلَی الفَلاح!

وہ بھلائی کی طرف بلاتا تھا

ہر شام کو ہر رات کو

رات کے ایک پہر دن کے وقت

میں نے اس سے پہلے یہ صدا نہیں سنی تھی

یا ایسے نہیں سنی تھی

پھر میں نے دیکھا

ایک بازار ہے، کھلا سا

سب کام چھوڑ چھاڑ کر ایک طرف بھاگتے ہیں

ان کی دکانیں کھلی رہتی ہیں

سامان بکھرا رہتا ہے

انھیں کسی کی پرواہ نہیں ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ جاتے ہیں فلاح کی طرف

کہ ایک شخص بلاتا ہے فلاح کی طرف

حَیَّ عَلَی الفُلاح

جب میں نے آواز سنی تو میں بھی چل دیا

ان لوگوں کے پیچھے

وہ نہ کلیسا تھا نہ مندر

وہ جگہ تھی جہاں سب کھڑے تھے

کندھے سے کندھا لگائے

ایک شخص پکار رہا تھا

حَیَّ عَلَی الفُلاح

مجھے کیا معلوم فلاح کیا ہے

ایک چھوٹا بچہ تھا

سیاہ آنکھوں والا، مجھے کہتا تھا

یہ ہے فلاح، یہ ہے کامیابی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کہ اس نے بنایا سب تمھارے لیے

تم چھوڑ دو سب اس کے لیے

حَیَّ عَلَی الفَلاح

جب وہ شخص پکارتا تھا تو میری گردن خود بخود اس کی جانب مڑتی تھی

وہ مجھے مسحور کر دیتا تھا

ایک شخص بلاتا تھا

ایک شخص پکارتا تھا

حَیَّ عَلَی الفَلاح

)خواب (

وہ اس چھوٹی سی تحریر کے نیچے کا واقعہ پڑھنے لگی۔۔

دراصل یہ ایک خواب تھا جو مسٹر سٹیفورڈ اپنے آخری دنوں میں دیکھتے رہے تھے۔۔یہ تب کی بات تھی جب ابراہیم نے انھیں بتایا تھا کہ پہلے وقتوں میں جب اسلام بہت پھیلا تھا تو لوگ اپنے کاروبار اذان ہونے پر یوں ہی چھوڑ کر چلے جاتے تھے۔۔کیونکہ اللہ انھیں بلاتا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اور جب اللہ بلاتا ہے تو سب چھوڑ کر جانا پڑتا ہے۔۔وہ ہر کام ہر انسان سے زیادہ ضروری ہے۔۔

"مجھے پتہ تھا کہ ایک ذات اپنا مقام رکھتی ہے مگر وہ ذات کہاں رہتی ہے، وہ کیا ہے یہ میں نہیں جانتا تھا۔۔وہ میرے اندر سرایت کر گئی ہے۔۔تب سے جب سے اس چھوٹے بچے نے مجھے کلام سنایا ہے۔۔وہ پڑھتا جاتا ہے اور میں سحر زدہ ہوتا جاتا ہوں

پہلے پہل مجھے لگا کہ یہ جادو ہے۔۔پھر مجھے پتہ چلا کہ یہ جادو سے بہت اوپر کی چیز ہے۔۔یہ جادو نہیں ہو سکتا ہے۔۔جادو کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔۔اس کا اثر میرے اندر سرایت کرتا ہے "

وہ پڑھتی جا رہی تھی۔۔وقت بیت رہا تھا یہاں تک کہ باہر فجر کی اذان ہونے لگی۔۔۔ خاموش فضا میں آواز بلند ہوئی تھی۔۔

"حَیَّ عَلَی الفَلاح"

خالدہ بھابھی کے کمرے میں عدالت لگی ہوئی تھی۔ سمیع اللہ غصے میں تھے اور ساتھ ساتھ کرسیوں پر بیٹھے اسد اور خالدہ کو کھری کھوٹی سنا رہے تھے۔ ثمر بھی دبکی سی بیڈ پر بیٹھی تھی۔وہ درمیان میں پڑی میز کی دوسری طرف اسد اور خالدہ کے سامنے بیٹھے تھے۔

"یہ تربیت کی ہے تم نے اپنی اولاد کی۔۔ایک بن باپ کے بچوں سے کس طرح بدتمیزی کر کے آئے ہیں" وہ خالدہ بھابھی پر برس رہے تھے۔

"ابو۔۔" اسد نے کچھ بولنے کی کوشش کی۔

"تم تو چپ ہی رہو۔۔سارا فساد ہوا ہی تمھاری وجہ سے ہے۔۔اگر وہ لڑ پڑے تو تم ہی کچھ عقل کر لیتے۔۔سب سے بڑے ہو تم اور تم ہی اس کا گریبان پکڑے کھڑے تھے" وہ سر جھکائے بیٹھ گیا۔

"باتیں سنیں تم نے اپنی بیٹی کی۔۔کس قدر جاہلانہ اور بے ہودہ باتیں کہہ کر آئی ہے۔۔کس قدر خرافات ہیں اس کے ذہن میں۔۔بی جان جب مجھے بتا رہی تھیں میرا تو دل کر رہا تھا آگ لگا دوں تم سب کو۔۔بات ابا تک جا پہنچی ہے۔۔کل وہ مجھے بلائیں گے تو میں کیا منہ دکھاؤں گا۔۔کل کو اپنے مرے ہوئے بھائی کو کیا منہ دکھاؤں گا کہ اس کے بعد اس کی اولاد کے ساتھ یہ سلوک کیا میں نے" وہ چلا رہے تھے، ڈپٹ رہے تھے۔

خالدہ دانت پیستے ثمر کو دیکھ رہی تھیں جو سر جھکائے بیٹھی تھی۔۔

"آپ جو بھی کہیں۔۔میں اس لڑکی کو اپنے بیٹے کے گلے نہیں پڑنے دوں گی۔۔ارے آج اس چڑیل نے اتنا فساد ڈلوایا ہے کل کو تو نا جانے کیا کرے گی "

وہ غصے سے کھڑے ہوئے "بس کر دو خالدہ۔۔بس کر دو۔۔اس بچی سے تم بیر پال کر بیٹھ گئی ہو۔۔وہ تو جیسے تمھارے اس نکمے کے لیے مرے جا رہے ہیں نا" انگلی دکھا کر تنبیہہ کی "آج کے بعد اگر گھر میں کوئی فساد تم لوگوں کی وجہ سے ہوا تو پھر اچھا نہیں ہو گا۔۔ذلیل کروا کر رکھ دیا ہے "

اور جھٹ سے اٹھے اور ٹھاکر کے دروازہ بند کیا۔۔باہر چلے گئے

خالدہ غصے سے اٹھیں اور ثمر کے منہ پر زوردار چانٹا رسید کیا۔۔

"گندی اولاد۔۔کہاں سے عقل لاؤں میں" اور اس کی کمر پر تھپڑ برسانے لگیں۔۔

اسد آگے بڑھا اور ماں کو بہن سے الگ کیا "کیا ہو گیا ہے امی۔۔بس کر دیں" وہ اپنی ماں کے سامنے کھڑا تھا۔

"تو ہٹ میرے سامنے سے۔۔اس لڑکی کے چکر میں ذلیل کروا کر پڑ گئی ٹھنڈ تجھے" اس پر چلائی تھیں اور پھر باہر چلی گئیں۔

اسد نے اپنی بہن کو دیکھا جو کہ بستر پر جھکی ہوئی چادر میں منہ دے کر رو رہی تھی۔۔

"تم کیا بکواس کر رہی تھی۔۔حماد اور عباس کہاں سے بیچ میں آ گئے۔۔دماغ ٹھیک تھا تمھارا؟" وہ بھی اسی غصے سے بولا تھا جس غصے میں اس کا باپ ابھی بول کر گیا تھا۔

"سچ بولا تھا میں نے۔۔ تمھیں تو وہ فرشتہ لگتی ہے نا۔۔وہ دونوں بھی تمھاری طرح پاگل تھے اس کے پیچھے۔۔ڈائن ہے وہ ڈائن" سرخ آنکھیں آنسوؤں سے بھیگ کے چہرے سے وہ چلائی تھی۔

وہ پیر پٹخ کر باہر چلا گیا۔۔

)سارا خاندان ہی نفسیاتی تھا(

رات کے دوسرے پہر چھت پر ایک لڑکا کھڑا تھا۔۔چہرہ آسمان کی طرف اٹھائے ستارے گنتا ہوا۔۔ہر طرف خاموشی تھی۔دیوار کی دوسری طرف جو شور ہوا کرتا تھا بازار ہونے کی وجہ سے وہ بھی اب نہیں تھا۔۔سینے پر بازو باندھے۔۔اس کی آنکھیں بھی چمک رہی تھیں۔۔۔

منظر بدلا،لوگ بدلے،وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔

اپنے گھر کے چھوٹے سے باغ کی طرف جاتی سیڑھیوں پر کیف بیٹھا تھا۔۔یہ ان دنوں کی بات ہے جب جبران اس دنیا سے چلے گئے تھے۔۔وہ رو رہا تھا۔۔بار بار اپنی جرسی کے بازو سے اپنی آنکھیں پونچھتا۔۔پاس کوئی لڑکی آ بیٹھی تھی۔اس نے پونی میں بال باندھے ہوئے تھے۔۔سیاہ آنکھیں اور معصوم شکل۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"رو رہے ہو؟ "

اس نے نم سانس اندر کھینچی "ڈیڈی یاد آرہے ہیں "

لڑکی خاموش رہی۔

"تم روتے ہوئے اچھے نہیں لگ رہے" انتہائی معصومیت سے بولی تھی۔

اس نے ہاتھ کی ہتھیلی سے آنسو صاف کیے۔

"اب ٹھیک ہے" لڑکی مسکرائی تھی۔

"ایسا کیوں ہوتا ہے جو ہمارے دل کے سب سے قریب ہوتے ہیں، جن کے بغیر ہم نہیں رہ سکتے۔۔اللہ انھیں اپنے پاس بلا لیتا ہے۔۔وہ ہمیں اتنی جلدی کیوں چھوڑ جاتے ہیں؟"

کیف نے نم آواز سے پوچھا تھا۔

لڑکی کے پاس اس کا جواب نہیں تھا۔

اس نے کیف کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا "میں تو ہوں نا "!

کیف نے سر جھکا لیا "تم بھی چلی جاؤ گی "

"میں کہیں نہیں جاؤں گی۔۔ تمھارے ساتھ ہی رہوں گی "

کیف نے اس کا چہرہ دیکھا۔۔آنکھوں کی چمک، بچپن کی چھوٹی چھوٹی خواہشات اور کبھی نہ پورے ہوتے خواب!

موجودہ وقت میں واپس آیا۔۔وہ سچ ہی تو کہتی تھی۔۔وہ کہیں نہیں گئی۔۔سارا دن مصروف رہ کر بھی وہ میرے ذہن سے محو نہیں ہوئی۔۔اسے اب رونا نہیں آتا تھا۔

غم چاہے کتنا بھی بڑا کیوں نہ ہو۔۔ایک مدت کے بعد آنسو دینا چھوڑ دیتا ہے مگر درد۔۔اس کا کیا؟

درد نہ ہو تو غم غم نہیں لگتا۔۔غم کا مزہ نہیں آتا۔۔

آج بھی مایا کا سوچ کر اسے اتنا ہی درد ہوتا تھا جتنا کہ پہلے دن اس کے بدلنے پر ہوا تھا۔۔

اس کی زندگی میں دو ہی عورتیں تھیں۔۔پہلی اس کی ماں، دوسری مایا۔۔ایک کو قسمت نے چھین لیا اور دوسری کو حالات نے۔۔اس کے ہاتھ میں کچھ نہیں آیا تھا۔۔

محبت کرنے والوں کے ہاتھ اکثر خالی ہی رہتے ہیں۔۔

اسے اپنے پیچھے آہٹ سنائی دی۔اسے پتہ تھا کون ہو سکتا ہے۔۔

"کیفی!" وہ تھکی تھکی آواز میں بولا تھا۔اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا

"چلو نیچے۔۔تمھارے بغیر نیند نہیں آ رہی" اور اس نے جمائی لی۔

"مجھے نیند نہیں آ رہی۔۔ تم سو جاؤ" اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بالوں کو گھونسلا بنا دیا۔

"کیوں؟ جانے والوں کو لات مارو یار۔۔ میرا کیا قصور ہے "

ایک اور جمائی آئی جسے اس نے ہونٹ دانتوں تلے دبا کر کنٹرول کیا۔

اس نے اپنے بھائی کو دیکھا۔۔ آنکھوں میں نیند لیے قیس پر رشک آیا کہ کتنے خوش نصیب ہوتے ہیں وہ لوگ جنھیں نیند آتی ہے اور ترس بھی کہ ہاں بھئی۔۔ اس کا کیا قصور ہے۔

"کیفی! یہ جو جذبات ہوتے ہیں نا بڑے بڑے۔۔ جیسے دوستی، محبت۔۔ یہ بڑے حساس ہوتے ہیں۔۔ یہ وقت، انتظار، قربانی اور احترام مانگتے ہیں۔۔ ان میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو یہ احساس خود قربان ہو جاتے ہیں" وہ تھکی تھکی آواز میں بولا تھا۔

)نیند میں بھی اس کو ایسی باتیں آتی تھیں۔۔ واہ(!

کیف خاموش رہا۔ جوتا انگوٹھے والی جگہ سے زمین پر رگڑ رہا تھا۔۔

"چلو نا۔۔ سوتے ہیں۔۔ صبح ڈیٹ پہ بھی جانا ہے "

کیف فوراً سے متوجہ ہوا۔

"ڈیٹ۔۔کس کے ساتھ؟ "

وہ ہنس دیا۔قہقہہ لگا کر ہنسا۔

"کورٹ جانا ہے۔۔کورٹ جانے کو میں ڈیٹ پہ جانا کہتا ہوں"

اور پھر ہنسا۔

اس نے اس کا کان کھینچا۔

"بہت چلتا ہے تمھارا دماغ "

اور وہ دونوں نیچے جانے لگے۔۔

"مجھے لگتا ہے میں سیڑھیوں پر ہی ڈھیر ہو جاؤں گا۔۔مجھے گود میں اٹھالو "

آگے چلتے کیف نے پیچھے آتے ہوئے قیس کا بازو پکڑا اور اسے کھینچتے ہوئے نیچے لے گیا۔۔

بی جان بمشکل سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی تھیں۔آسیہ کے کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور وہ الماری کا دروازہ کھولے اندر جھکی ہوئی تھیں۔۔انھوں نے دروازے پر دستک دی۔۔الماری میں سے منہ نکالا

"ارے بی جان! آئیں نا۔۔مجھے بلا لیا ہوتا آپ کیوں آ گئیں "

اور وہ پھولی سانس سے بیڈ پر بیٹھ گئیں۔

"ایک تو یہ لڑکی ایک چیز لینے آتی ہے اور ہزار چیزیں ادھر اُدھر کر جاتی ہے" وہ حوا کو کوس رہی تھیں جو کہ کچھ دیر پہلے آئی تھی اور ان کی الماری سے دوپٹہ لے کر گئی تھی۔اب انھیں شلوار کے ساتھ کی قمیض نہیں مل رہی تھی۔

خیر انھوں نے سامان اندر رکھ کر الماری بند کی اور بی جان کو جگ سے پانی گلاس میں انڈیل کر دیا۔۔انھوں نے پانی پیا اور اسے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔

"کیا بات ہے۔۔ہم صبح کر لیتے۔۔ایک تو آپ کے گھٹنوں میں درد رہتا ہے اور دوسرا اوپر چڑھ کر آ گئی ہیں" وہ خفا ہو رہی تھیں۔

وہ ہنس دیں "جب تیری شادی ہوئی تھی نا۔۔اس سے بھی پہلے کی آئی ہوں میں یہاں۔۔نمک کھایا ہے اور کپڑا پہنا ہے اس گھر کا۔۔میری بیٹی ہے تو"

آسیہ مسکرا دیں "بس بی جان۔۔پیار ہے آپ کا "

پھر خاموش ہوئیں "میں نے تجھ سے ضروری بات کرنی ہے "

"جی جی۔۔کہیں" وہ متوجہ ہوئیں۔

"حوا میری بیٹی ہے۔۔اسے میں نے اپنی گود میں کھلایا ہے۔۔آج جو ہوا مجھے بڑا دکھ لگا ہے۔۔پہلے ہی اتنی سی شکل نکل آئی ہے اس کی اوپر سے آئے دن یہ خالدہ اور اس کی بیٹی "

آسیہ نے سر جھکا لیا "میں نے بھی ساری عمر انھیں برداشت کیا ہے۔۔وہ ایسی ہی ہیں "بی جان نے ان کی بات کاٹی

"لیکن میں انھیں اپنی بچی کے کردار پر بات کرنے نہیں دوں گی۔۔میرا خون کھولتا ہے۔۔آنے دو کل بڑے میاں کو۔۔میں خود بات کروں گی ان سے۔۔کیوں کوئی میرے بچوں کا گریبان پکڑے۔۔کیوں کوئی انھیں تکلیف دے "وہ رو دی تھیں۔آسیہ کو ان پر ترس آیا۔اپنے دوپٹے سے انھوں نے آنکھیں ملیں۔

"اچھا نا۔۔اب بس کریں۔۔دیکھ لیں گے ہم ان کو بھی۔۔۔ہمیں تو پتہ ہے نا ہماری حوا کیسی ہے "

"تب سے نیچے نہیں آئی۔۔گھبرا رہی ہو گی کہ کیسے سامنا کرے گی سب کا۔۔کیڑے پڑیں گے انھیں۔۔سمجھتے ہیں باپ مر گیا تو ہم بھی مر گئے۔۔بڑے میاں سے میں خود بات کروں گی "

آسیہ خاموش سی اداس سی زمین کو دیکھ رہی تھیں اور بی جان اپنے اندر کا غبار نکال رہی تھیں۔۔

کمرے کی بتی جل رہی تھی۔۔ شیخو ابھی بھی حوا کے کمرے میں صوفے پر سوتا تھا۔۔ سوتے ہوئے کبھی وہ ڈر جاتی تھی یا کبھی جھٹکا لگتا تھا تو اٹھ جاتی تھی۔۔اس لیے وہ صوفے پر ہی سوتا تھا تاکہ اس کے پاس رہ سکے۔۔ نماز پڑھ کر وہ کمرے میں آیا تو حوا کھڑکی کی طرف منہ کیے بیڈ کی پشت پر سر رکھے بیٹھی تھی۔۔وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کے ساتھ آ بیٹھا۔۔

"حوا۔۔ "

اس نے سیدھے ہو کر اپنے بھائی کو دیکھا۔آنکھیں سرخ تھیں اور پپوٹے سوجھے ہوئے۔

"رر۔۔رو رہی ہو؟ "

وہ ذرا سا ساتھ ہوا۔

اس نے نم سانس اندر کھینچی اور اس کے ہاتھ کو پکڑا۔۔ہاتھ سیدھا کیا اور اس کی ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھا اور ایک ہاتھ پشت پر۔۔ایسے کہ شیخو کا ہاتھ اب اس کے دو ہاتھوں کے درمیان تھا۔۔اس کا رنگ زرد پڑ چکا تھا۔۔

"جج۔۔ جگنو۔۔ "

وہ کچھ بولتا اس سے پہلے حوا نے اسے ٹوک دیا۔۔

"شیخو۔۔میں تمھیں کچھ بتانا چاہتی ہوں۔۔میں نہیں چاہتی کہ میرے بھائی کا سر کبھی میری وجہ سے جھکے یا میرا بھائی دوسروں کے سامنے شرمندہ ہو۔۔میں ہرگز نہیں چاہتی کہ میری باتیں تمھیں کوئی غیر بتائے۔۔اس لیے "ایک سانس لی

"میں تمھیں خود بتانے والی ہوں۔۔اس کے بعد چاہے تم مجھ سے نفرت کرو یا مجھے برا بھلا کہو۔۔لیکن میں اپنے بھائی کو دوسروں کے سامنے سر جھکاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی "

وہ خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"میں۔۔میں "دل بے تحاشا دھڑکا تھا"حماد کو۔۔پسند کرتی تھی "اور آنسو ٹپ ٹپ گرنے لگے۔۔

شیخو اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ محسوس کر سکتا تھا۔

"اور ابھی بھی شاید کرتی ہوں "

حوا نے آنکھیں میچ لیں۔

"یہ میرے اختیار میں نہیں تھا شیخو۔۔میرا دل اس معاملے میں بے اختیار ہے۔۔میں نہیں چاہتی کہ تمھیں دوسروں سے پتہ چلے۔۔مگر میں نے انھیں کبھی کوئی غلط بات نہیں کہی تھی۔۔ہمارے درمیان ایک فاصلہ تھا اور وہ فاصلہ آخری وقت تک قائم تھا۔۔پھر

حالات بدل گئے۔۔مجھے نہیں پتہ کیا ہوا مگر وہ مجھ سے بد گمان ہو گئے۔۔ شیخو میں نے کبھی انھیں غلط نگاہ سے نہیں دیکھا تھا۔۔میں نے انھیں نہیں کہا تھا جانے کو "

اس نے اپنے بھائی کی آنکھوں میں دیکھا جو کہ گلابی پڑتی جا رہی تھیں۔۔اس کی کپکپاہٹ مزید بڑھ گئی۔۔

"مجھے نہیں پتہ کیا ہوا تھا مگر وہ مجھے چھوڑ کر چلے گئے۔۔میرا کوئی قصور نہیں تھا شیخو!"وہ زار و قطار رو رہی تھی۔۔وہ جس جگہ کھڑی تھی، حالات نے جہاں اسے لا کھڑا کیا تھا اس نے کبھی نہیں سوچا تھا

"مجھے معاف کر دو۔۔میں بری نہیں ہوں شیخو۔۔تم بہت اچھے ہو میں نہیں چاہتی کہ لوگ تمھیں میری وجہ سے برا کہیں "

اور بس اس نے اپنی بہن کو اپنے کندھے کے ساتھ لگا لیا۔۔بالکل دل کی جگہ پر اس کا سر تھا۔۔اس کی آنکھوں میں کرب تھا۔۔وہ اپنی بہن کا محافظ نہیں بن سکا۔۔وہ کس کس راستے سے ہو کر آئی تھی اسے نہیں پتہ تھا۔۔وہ کہاں تھا؟ وہ روئے گئی یہاں تک کہ چپ ہو گئی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مم۔۔میں تمھارے ساتھ ہوں۔۔ مم۔۔مجھے پتہ ہے ممیری بہن بری نہیں ہے۔۔ مم۔۔ ممیں تمھارا محافظ بب۔۔بنوں گا۔۔ مم۔۔میں ہوں نا۔۔سب ٹٹ۔۔ٹھیک ہو جائے گا"اس نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا

وہ اپنے بھائی سے الگ ہوئی اور ہتھیلی سے آنکھیں رگڑیں۔نم آواز سے بولی

"شیخو۔۔ تمھیں پتہ ہے جب تم چلے جاتے تھے نا تو میں ابو کے پاس بہت دیر تک بیٹھ کر تمھارے بارے میں باتیں کرتی رہتی تھی۔۔جانے والے اپنا اثر چھوڑ کر جاتے ہیں۔۔میں کبھی تم سے خفگی کا اظہار کرتی کبھی پیار کا "

پھر ہنسی" کبھی ابو کو کہتی کہ میں تمھیں بہت یاد کرتی ہوں اور کبھی کہتی تھی کہ تم نہ آیا کرو جب میرا تم سے دل لگنا شروع ہوتا ہے تو تم چلے جاتے ہو۔۔تو ابو پتہ ہے کیا کہتے تھے" اس نے شیخو کی آنکھوں میں دیکھا۔وہ گلابی ہو چکی تھیں۔وہ اس کی بات متوجہ ہو کر سن رہا تھا۔۔

"ابو کہتے تھے کہ اللہ نے مرد کو عورت کا محافظ بنایا ہے۔۔چاہے باپ ہو،بیٹا ہو،بھائی ہو یا شوہر۔۔اور محافظ تب ہی اچھا ہوتا ہے جب وہ خود مضبوط ہو۔۔ابو کہتے تھے شیخو ہم سے دور اس وجہ سے جاتا ہے کیونکہ وہ وہاں مضبوط بن رہا ہے۔۔حفاظت کرنے والا خود مضبوط ہو گا تو

ہی دوسروں کی حفاظت کرے گا نا اور بہنوں کے محافظ تو بھائی ہوتے ہیں۔۔ کبھی ان کی عزت کے محافظ، کبھی ان کی نادانیوں کے محافظ، کبھی ان کے رازوں کے محافظ اور کبھی ان کی خوشیوں کے محافظ۔۔ اللہ کے بعد باپ اور بھائی ہوتے ہیں جو بہنوں بیٹیوں کو زمانے کی دھوپ سے بچاتے ہیں اور چھاؤں دیتے ہیں چاہے خود انھیں جلنا ہی کیوں نہ پڑے۔۔ اور میں سوچتی تھی کہ شاید تم جلتے ہو آگ میں یا پھر تلواریں پکڑ کر جیسے پرانے زمانے میں سپاہی ہوتے تھے نا، ویسے مضبوط بن رہے ہو "

دونوں مسکرا دیے۔

"مگر اب مجھے پتہ چلا ہے کہ بہادری اور مضبوطی تلواروں سے نہیں ملتی، بہادری کے لیے اعلیٰ ظرف ہوتا ہے۔ اخلاق ہوتا ہے اور کردار ہوتا ہے۔۔ مجھے بہت خوشی ہوتی ہے جب تم میرے لیے آگے آتے ہو"

وہ مسکرایا تھا۔۔

"ابب۔۔ بو کہتے تھے کہ غیرت کے نن۔۔ نام پر موت تو کوئی بھی دد۔۔ دے دیتا ہے شیخو۔۔ مرد وہ ہوتا ہے جج۔۔ جو غیرت کے نام پر زز۔۔ زندگی دیتا ہے۔۔ مم۔۔ میں تمھارا

رکھوالا بنوں گا۔۔ شیخو اپنی بب۔۔ بہن کے لیے بھائی بھی بنے گا، دد۔۔ دوست بھی اور بب۔۔ باپ بھی "

وہ مسکرادی۔ اس نے اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھا۔

"کل فف۔۔ فالودہ کھانے چلیں گے۔۔ آج رر۔۔ رات بہت ہو گئی ہے "

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

اگر شیخو جیسے بھائی مل جائیں تو بہت سوں کی زندگی آسان ہو جائے۔۔

کمرے کا دروازہ کھلا اور آگے پیچھے دونوں داخل ہوئے۔ حدید عادت کے عین مطابق بیڈ پر آ گرا۔ ابراہیم کپڑے بدلے، فریش ہوئے بغیر نہیں لیٹتا تھا۔ واش روم سے باہر نکلا، ہاتھ میں تولیہ لیے بالوں کو رگڑتا۔۔ بال ماتھے سے چپکے، فریش سا لگ رہا تھا۔۔ نظر سامنے سٹڈی ٹیبل پر پڑی۔۔ وہاں ایک کتاب کے نیچے ایک لفافہ پڑا تھا۔ آگے بڑھا، کتاب ہٹائی اور اسے پکڑ کر دیکھا۔ تولیہ بیڈ پر پھینکا اور خود کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔ حدید تھکا تھکا اٹھا اور واش روم میں چلا گیا۔۔

گھر کی طرف سے خط تھا۔ لفافہ چاک کیا اور صفحہ نکالا

"السلام علیکم بھائی!

کیسے ہیں آپ؟۔۔میں امید کرتی ہوں آپ ٹھیک ہوں گے۔۔یہاں بھی سب ٹھیک ہیں۔۔امی، دادا، چچی جان، شیخو اور حوا بھی۔آپ کب واپس آرہے ہیں؟میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں۔۔نہ اب کوئی ڈانٹنے والا ہے اور نہ کوئی بے جا حکم جماتا ہے۔۔میں تو سارے دن کے بعد اداس ہو جاتی ہوں۔۔امی کی طرف سے چند سوالات ہیں، لکھ دیتی ہوں بار بار پوچھ رہی ہیں "ابراہیم! بیٹا کھانا ٹائم پہ کھاتے ہو؟طبیعت ٹھیک رہتی ہے؟کوئی تنگ تو نہیں کرتا؟ دل لگ گیا ہے؟موسم کیسا ہے؟میری یاد آتی ہے؟گھر خالی خالی ہو گیا ہے ابراہیم کے بغیر!" سارا دن کہتی رہتی ہیں کہ میرا ابراہیم یہ کرتا تھا وہ کرتا تھا، اسے یہ پسند تھا اسے وہ پسند تھا۔۔ اف بھائی! بس جلدی سے آجائیں۔۔بہت سی باتیں کرنی ہیں۔۔اللہ آپ کو مزید ترقی دے (آمین)

والسلام

آپکی بہن

سکینہ خانم

پڑھ کر مسکرایا اور صفحہ لفافے میں واپس ڈالا۔۔حدید اس کے کندھے کے قریب آکر بولا

"بڑا مسکرایا جارہا ہے۔۔خیریت۔۔بھابھی کا خط تو نہیں ہے؟ "

ابراہیم نے گردن موڑ کر اسے گھورا

"گھر والوں نے لکھا ہے خط "

"اچھا اچھا" وہ بھی اب فریش لگ رہا تھا مگر نیند بلا کی آئی ہوئی تھی۔

"یار تمھیں زندگی خزاں نہیں لگتی؟" روکتی سے بال گیلے بال رگڑ رہا تھا۔

"کیوں؟" ابراہیم بستر پر بیٹھا، رضائی سیٹ کر رہا تھا۔

"مطلب یار۔۔نہ روٹھنا نہ منانا" وہ چھیڑتے ہوئے انداز میں اپنے بستر پر اس کی طرف منہ کر کے بیٹھا۔۔

"تم ہو نا۔۔میری روٹھی ہوئی محبوبہ" اور ہنس دیا۔

وہ بھی اب لیٹ رہا تھا۔۔

"میری خواہش ہے کہ کسی دن تم بھی سوئے رہو اور میں تمھیں ٹانگ مار کر اٹھاؤں "

رضائی گردن تک لیے حدید اس کی طرف منہ کیے لیٹا تھا

ابراہیم چت لیٹا، گردن تک رضائی لیے چھت کو گھور رہا تھا

"حسرت ہے تمھاری۔۔پوری نہیں ہونی بیٹا "!

منہ بسورے اس نے کروٹ لی اور سو گیا۔۔وہ ابھی بھی چھت کو گھور رہا تھا۔۔

عبدالرحمن نیچے خالدہ کے کمرے میں بیٹھے تھے۔سامنے خالدہ بھابھی اور سمیع اللہ سر جھکائے بیٹھے تھے۔ سنجیدہ سے ہو کر وہ دونوں سے مخاطب تھے۔یہ وہ والے عبدالرحمن نہیں لگ رہے تھے جو اکثر حوایا ابراہیم کے ساتھ ہوتے تھے۔۔یہ وہ پرانے والے عبدالرحمن تھے۔۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ گھر کے بچے اگر کسی بات پر جھگڑ پڑیں تو بڑے بھی بچے بن جاتے ہیں۔۔بات چیت کر کے بھی مسئلے کو سلجھایا جا سکتا ہے۔۔اسد سے بات نہیں ہوئی میری۔۔ خالدہ تم کیا کہتی ہو، کیا چاہتا ہے تمھارا بیٹا؟ "

انھوں نے ساتھ بیٹھے اپنے شوہر کو گھورا اور پھر بولیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے اس گھر میں اپنے بیٹے کو نہیں بیاہنا۔۔وہ لڑکی۔۔عبداللہ کی بیٹی۔۔مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتی۔۔انتہائی بچگانہ حرکتیں ہیں اس کی۔۔میرے بیٹے کا گھر کیا بسائے گی "

سمیع اللہ نے انھیں گھورا اور خود بول پڑے "ابا۔۔"

عبدالرحمن نے ہاتھ اٹھالیا "اسے بولنے دو پہلے "

وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے رعب سے بیٹھے تھے۔۔

"ابا میں اپنے بیٹے کے لیے کوئی اور لڑکی دیکھنا چاہتی ہوں، وہ میرے بیٹے کے لائق نہیں ہے" وہ جیسے بے زار آئی ہوئی تھیں۔

عبدالرحمن کھڑے ہوئے۔۔وہ دونوں بھی ساتھ ہی کھڑے ہو گئے

"میں نے سن لیا جو تم نے کہا۔۔اب آگے جو بھی ہوا تم دونوں کو قبول کرنا ہو گا۔۔بات رہی اس کی قابلیت کی تو واقعی تمھارے بیٹے کے قابل نہیں ہے "

اور وہ چلے گئے۔۔

خالدہ بھابھی دوبارہ بیٹھ گئیں

"میری بات سنیں۔۔آپ کا بھائی مرنے سے پہلے کیا اپنی جائیداد آپ کے نام کر کے گیا تھا۔۔جو آپ اس کی اتنی طرف داری کر رہے ہیں "

انھوں نے مڑ کر اپنی بیوی کو دیکھا اور سر جھٹک کر باہر چلے گئے

سیڑھیاں چڑھتے اوپر گئے اور آسیہ بیگم کے کمرے کے دروازہ پر دستک دی۔۔وہ جو اندر بیٹھیں قمیض پر کڑھائی کر رہی تھیں سیدھی ہو کر بیٹھ گئیں۔۔

"آسیہ بیٹی۔۔میں ہوں، عبدالرحمن "

"آجائیں ابا" وہ خود دروازہ کھولنے آئی تھیں۔

وہ سامنے صوفے پر جا کر بیٹھ گئے۔۔

"ابا آپ خود کیوں آگئے۔۔مجھے بلا لیا ہوتا" وہ مؤدب سی ان کے سامنے بیٹھ گئیں۔

"نہیں۔۔بس ایسے ہی۔۔حوا کہاں ہے۔۔نظر نہیں آرہی۔۔کمرے میں بھی نہیں ہے" وہ کچھ فکر مند ہوئے۔

"جی ابا۔۔بس شیخو کے ساتھ باہر گئی ہے۔۔رات کو کہیں وہ اسے فالودے کا کہہ بیٹھا تھا اب بس صبح سے اسے یاد دلا رہی تھی "

وہ ذرا سا مسکرائے "اچھا چلو کوئی بات نہیں "

"جی" پھر کچھ سوچا "کوئی ضروری بات تھی ابا "

گلا کھنکھارا پھر ذرا سیدھے ہو کر بیٹھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"خالدہ آئی تھی تمھارے پاس؟ کوئی بات کی اس نے تم سے؟ "

"نہیں ابا۔۔میرے سے انھوں نے کوئی بات نہیں کی۔۔آپ کس حوالے سے کہہ رہے ہیں؟"

"میری بات ہوئی ہے اس سے۔۔جو کل ہوا چھمی نے مجھے بتایا ہے۔۔تم گھبراؤ نہیں۔۔عبداللہ نہیں ہے لیکن عبداللہ کا باپ ابھی ہے۔۔اگر وہ۔۔تمھاری بیٹی کا ہاتھ مانگیں اسد کے لیے تو تم کیا کہو گی؟ "

انھوں نے جھکی ہوئی گردن اٹھا کر انھیں دیکھا۔وہ بھی انھیں ہی دیکھ رہی تھیں۔۔

"ساری زندگی میں نے ان کی میٹھی کڑوی سنی ہیں۔۔لیکن وہ حوا ہے میں اسے آسیہ نہیں بننے دوں گی "

پھر دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی۔

"اگر میں کوئی فیصلہ کروں تو تمھیں کوئی گلہ تو نہیں؟ "

"فیصلہ میری اولاد کے بھلے کے لیے ہو گا تو میں کیوں گلہ کروں گی ابا" وہ دھیمے لہجے میں بولیں۔

"ٹھیک ہے" وہ کھڑے ہوئے "تم فکر نہیں کرو۔۔اللہ بہتر کرے گا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور ان کے سر پر ہاتھ رکھ کر چلے گئے۔۔

آسیہ کو بس اسی لمحے کا انتظار تھا کہ وہ خود ہی آ کر ساری بات سمیٹ لیں ورنہ خالدہ بھابھی کو بات ہمیشہ بگاڑنا آتی تھی۔۔

آج کل وہ ایگزیبیشن کی تیاری میں مصروف تھی۔چند دن ہی رہ گئے تھے پھر ان کی ایگزیبیشن (نمائش) تھی۔وہ سب ایک کھلے سے ہال میں موجود تھے جہاں ایگزیبیشن ہونی تھی۔۔سب کلاس فیلوز ایک دوسرے کو اپنی اپنی پینٹنگز دکھا رہے تھے۔۔کسی کی ایک پینٹنگ تھی کسی کی ایک سے زیادہ۔۔کوئی کیلیگرافی کی نمائش کرنے والا تھا اور کوئی کسی قدرتی منظر کی، کسی نے کسی کا حلیہ بنایا تھا اور کسی نے اپنا خیال پینٹ کیا تھا۔۔

ایک لڑکا لیزا کے پاس آیا

"لیزا"!

لیزا کے ہاتھ میں ایک ڈسپوزیبل گلاس تھا جس میں چائے تھی۔وقفے وقفے سے وہ گھونٹ لیتی۔۔اس کی اپنی پینٹنگ مکمل تھی سو وہ دوسروں کی دیکھ رہی تھی۔۔

"یس "!

لڑکا اپنا کینوس پکڑ کر اس کے پاس آیا

"دیکھو۔۔یہ کیسی ہے؟"اپنا کینوس دکھایا

انتہائی خوبصورت کیلیگرافی تھی۔سیاہ بیک گراؤنڈ پر اس نے انتہائی مہارت سے مختلف رنگوں کے امتزاج سے عربی لکھی تھی۔۔ہر آیت کے ساتھ اس کا ترجمہ تھا۔۔

"ہوں۔۔کمال ہے۔۔لیکن مجھے عربی نہیں آتی"وہ مسکرائی تھی۔

لڑکا بھی مسکرایا"کوئی بات نہیں۔۔آسان ہے"اس نے جلدی سے آیات پڑھ ڈالیں۔

اس کی نظر اس سورت کے ترجمے پر پڑی

"کہو کہ اللہ ایک ہے "

"میری کیلیگرافی سیلیکٹ ہو گی نا؟"لڑکے نے اس سے انتہائی امید سے پوچھا تھا۔

لیزا کا دھیان ترجمے پر ہی تھا۔۔

"اللہ بے نیاز ہے "

وہ خاموش رہی،جواب نہ دیا کوئی۔۔

"لیزا؟"لڑکے نے اس کی آنکھوں کے سامنے ہاتھ پھیرا جانے۔۔کیسے کسی کو خدا حافظ کرتے وقت ہاتھ ہلاتے ہیں ویسے۔۔کینوس کا رخ اس نے اپنی طرف موڑ لیا۔

"ہاں۔۔شیور۔۔بہت اچھی ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بمشکل مسکرائی۔

اس نے اپنا سر جھٹکا اور چائے کا ایک گھونٹ لیا۔۔چائے ٹھنڈی ہو چکی تھی۔۔اس نے پاس ہی سیڑھیوں پر جھک کر چائے کا کپ رکھ دیا۔۔

"بس ڈیڈی کی کتابیں پڑھ پڑھ کر سارا دھیان عربی پر جاتا ہے اور پھر اس کے ترجمے پر۔۔اف! کیف صحیح کہتا ہے مجھے کتابیں کم پڑھنی چاہیئے" وہ سوچ رہی تھی کہ پیچھے سے لڑکی نے آواز دی

"لیزا!" اس نے گردن موڑی اور اس کی طرف چلی گئی۔۔۔

فوجی یونیفارم میں ملبوس نوجوان سامنے کھڑے پی ٹی سر کی بات سن رہے تھے۔۔

"آج کا نیا ٹاسک "اسالٹ کورس" ہے۔۔جس کا مقصد آپ کو میدان جنگ کے لیے تیار کرنا ہے۔۔میدان جنگ میں آپ کا دشمن سے سامنا ہو تو کن کن دشواریوں سے کیسے گزرنا ہے اور کیا کیا کرنا ہے۔۔یہ آپ کو فزیکلی اور مینٹلی ایکٹیو بناتا ہے۔۔آج کا آپ کا یہی ٹاسک ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ آپ سب بہترین کوشش کریں گے اور بہت ذمہ داری اور ایمانداری سے یہ ٹاسک مکمل کریں گے "

"یس سر!" تیر کی طرح سیدھے کھڑے نوجوان یک زبان ہو کر بولے تھے۔

کچھ لمحوں بعد وہ سب اس ٹاسک کے لیے تیار کھڑے تھے۔۔یہ سیٹی بجی اور یہ دوڑ شروع ہوئی۔۔

بھاگتے ہوئے انھیں مختلف رکاوٹوں اور دشواریوں کا سامنا کرنا تھا۔۔ کبھی رسیوں پر لٹکنا اور آگے بڑھنا، کبھی لکڑی کے نازک پل سے اگلے مرحلے تک بڑھنا تھا۔۔ کبھی زیر زمین سرنگ میں سے ہوتے ہوئے انھیں آگے جانا تھا اور کبھی دیوار چڑھ کر اس پر چلنا اور پھر چھلانگ لگا کر آگے کی طرف بڑھنا۔۔

نوجوان آگے پیچھے تھے۔۔ابراہیم کے پیچھے حدید تھا۔۔نازک سے پل پر سے گزرتے ہوئے حدید توازن برقرار نہیں رکھ سکا تھا اور وہ نیچے گر گیا۔۔نیچے بہت سارا گارا اور مٹی تھی۔۔آگے بڑھتا ہوا ابراہیم پیچھے مڑا تھا اور اس کی طرف بھاگا تھا

"آگے بڑھیں، آگے بڑھیں "

پاس کھڑا آفیسر بار بار تنبیہہ کر رہا تھا۔۔

حدید نے سر ہلایا تو وہ آگے کی طرف بھاگ گیا۔۔وہ بمشکل اس گڈھے سے نکلا اور دوبارہ پل پر سے گزرتے ہوئے اسے پار کیا۔۔

آخر میں انھیں پیٹ کے بل لیٹنا تھا اور لیٹ کر بندوق سے نشانہ لگانا تھا۔۔اس نے مڑ کر دیکھا۔۔

حدید دور تھا۔۔ابراہیم جھٹ سے پیٹ کے بل لیٹا اور نشانہ لگایا۔۔

پانچ نشانے لگائے اور ساتھ والے لڑکے نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا

"وہ بھی آچکا ہے۔۔گھبراؤ نہیں "!

اعزاز مسکراتے ہوئے ابراہیم کو تسلی دے رہا تھا۔۔

اس نے گردن موڑی۔۔دو لڑکے چھوڑ کر وہ پیٹ کے بل لیٹا نشانہ لگا رہا تھا۔۔

نشانہ لگایا اور یہ ٹاسک تمام ہوا۔۔

"ویل ڈن جینٹل مین کیڈٹس ! ویری ویل ڈن "کمانڈر نے انھیں داد پیش کی تھی۔

پھولے سانس، مٹی سے بھرپور چہرے لیے وہ مسکرائے تھے۔

کمانڈر چلا گیا۔۔

وہ آگے بڑھا اور حدید سے گلے ملا

"مزہ آگیا" بولنے والا حدید تھا۔

دونوں مسکرا دیے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جی سی اعزاز پاس کھڑا مسکرا رہا تھا۔۔دونوں اکھٹے اس سے گلے ملے تھے۔۔

"میں امید کرتا ہوں۔۔تم آگے بھی یوں ہی پرفارم کروگے "اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ابراہیم نے اسے سراہا تھا۔

اعزاز نے سنجیدہ ہو کر سیلیوٹ کیا۔

"یس سر "!

تینوں ہنس دیے۔۔

دور چمکتا سورج انھیں دیکھ رہا تھا۔۔آسمان ان پر رشک کر رہا تھا۔۔

عدت کے چار ماہ دس دن پورے ہو چکے تھے۔۔گھر پر آج اداس سی فضا تھی۔۔عبد الرحمن اوپر حوا کے ساتھ کمرے میں بیٹھے تھے۔۔

"داداجان !آج میں چھٹی کر لوں؟ "

"کیوں؟"سامنے صوفے پر بیٹھے عبدالرحمن نے ابرو اٹھایا تھا۔

سامنے بیڈ پر ٹانگیں لٹکائے حوا انتہائی معصومیت سے بولی تھی۔۔

"دل نہیں ہے آج پڑھنے کا۔۔اس لیے "

"اور دل کیوں نہیں ہے؟ "

اس نے کندھے اچکائے "پتہ نہیں"!

"ہوں" انھوں نے سر ہلایا

"ابو کو گئے چار مہینے ہو گئے۔۔میں ابو کے بغیر رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی اور اب رہنا پڑ رہا ہے" وہ اداس سی گردن جھکائے بولی تھی۔

وہ بھی خاموش رہے۔

نیچے کسی کے چلانے کی آواز بلند ہوئی تھی۔۔پھر مٹی کا گلاس ٹوٹنے کی۔۔

عبدالرحمن اٹھے اور سیڑھیوں پر جا کھڑے ہوئے۔۔پیچھے ہی حوا بھی تھی۔۔

خالدہ نے کسی بات پر اسد کو ڈانٹا تھا اور اس نے غصے سے مٹی کا گلاس زمین پر پٹخا تھا۔۔

"اپنی ماں سے ایسے بات کرتے ہیں" سمیع اللہ چلائے تھے۔

ان کے کمرے کے باہر تماشا لگا ہوا تھا۔۔

"یہ میری بات کیوں نہیں مانتیں۔۔انھیں لگتا ہے یہ سب کو نیچے لگا کر رکھیں گی" وہ بھی چلایا تھا اور سمیع اللہ نے ایک زناٹے دار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا۔

"آواز نیچی رکھو" گلابی آنکھوں سے دانت پیستے ہوئے بولے

"آپ انھیں سمجھادیں۔۔ورنہ میں ہی کچھ غلط کر بیٹھوں گا۔۔اگر یہ اپنی ضد پر اڑی رہیں تو میں بھی پھر انہی کا بیٹا ہوں "

اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا باہر چلا گیا۔۔ سمیع اللہ خان مڑے اور نظر اوپر پڑی تو شرمندگی سے سر جھک گیا۔۔

انھوں نے نفی میں سر ہلایا اور سیڑھیاں چڑھتے بڑی چھت پر چلے گئے۔۔حوا بھی آسیہ کے کمرے میں چلی گئی۔۔

آج وہ بیسمنٹ میں موجود تھی۔شام سے لے کر رات ہو گئی مگر وہ اپنی پینٹنگ بنانے میں ہی لگی رہی تھی۔۔بیلا کھانے کا پوچھنے آئی تھی مگر اس نے اسے یہ کہہ کر بھیج دیا کہ جب دل کرے گا وہ خود اوپر آجائے گی۔۔

ایک ایزل پر شیخو کی بنائی گئی گھوڑوں والی پینٹنگ تھی اور دوسرے کینوس پر وہ ہو بہو ویسی ہی پینٹنگ بنا رہی تھی۔۔

پینٹنگ تین گھنٹے کی کوشش کے بعد بن چکی تھی مگر وہ مایوس تھی۔۔وہ ویسی نہیں تھی جیسی شیخو نے بنائی تھی۔۔اگر کوئی عام بندہ دیکھے تو وہ ہو بہو ویسی ہی لگے گی مگر ایک آرٹسٹ دیکھے تو وہ شیخو کی پینٹنگ کو لیزا کی پینٹنگ پر ترجیح دے۔۔وہ نچلا لب دانتوں میں دبائے

دونوں کو دیکھ رہی تھی اور دل ہی دل میں موازنہ کر رہی تھی۔۔اسے شیخو کے ہنر پر رشک آیا تھا۔۔بالآخر اس نے ہتھیار ڈال دیے اور دل سے تسلیم کیا کہ وہ اس سے بڑا اور ماہر آرٹسٹ ہے۔۔باہر باغ میں پڑے جھولے پر بیٹھتے ہوئے اس نے سوچا تھا کہ وہ کیسا دکھتا ہو گا؟

ابراہیم کا بھائی ہے۔۔اس کے جیسا یا پھر۔۔اس کے ہنر سے تو لگتا تھا کہ وہ کافی شاندار انسان ہو گا۔۔بہت قدر کروانے والا، مغرور سا۔۔

اس کا اندازہ بہت جلد غلط ثابت ہونے والا تھا۔۔

ادھر دوسری طرف آج کھانا قیس نے بنایا تھا۔۔آلو مٹر میں آلو ذرا سے کچے تھے اور ماشاءاللہ وٹیاں آلوؤں سے تھوڑی زیادہ کچی تھیں۔۔کیف ایک نوالہ لیتا اور اسے گھورتا۔۔وہ ڈھیٹ بن کر کھانا کھا رہا تھا۔۔

"کھانا اچھا نہیں بنا تو تم مجھے کھا جاؤ" قیس تھک ہار کر بولا تھا۔

"نہیں۔۔ابھی اتنے برے دن نہیں آئے میرے" اور ایک نوالہ منہ میں ڈالا۔

باہر کسی نے بیل بجائی تھی۔۔کوئی بھی نہ اٹھا۔۔کیف نے قیس کو اشارہ کیا۔۔وہ پیچھے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا

"جب تم آئے تھے دروازہ میں نے کھولا تھا۔۔اب تمھاری باری ہے "

"اف!"وہ دانت پیستے ہوئے اٹھا تھا۔

دروازہ کھولا اور سامنے چھوٹا سا بچہ تھا۔۔گورا سا گلابی گالوں والا،ان کے گھر کی پچھلی طرف ہی ایک کپڑوں کی دکان تھی جس میں یہ بچہ کام کرتا تھا۔۔

"جی؟ "

"السلام علیکم بھائی"ہاتھ کنپٹی تک لے گیا۔

خالص پٹھان تھا۔۔بولنے کے انداز سے پتہ چل رہا تھا۔

"وعلیکم السلام "!

اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی گول ٹوکری تھی جو کہ خوبصورتی سے سجائی گئی تھی۔۔

اس نے وہ ٹوکری آگے بڑھائی

"تمارا(تمھارا) لیے "

کیف نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔"میں نے نہیں منگوائی "

لڑکے نے ذرا سی ٹوکری اوپر کی

"تمھارا لیے کوئی دے گیا تھا۔۔ام بہت ایماندار ہے۔۔ سنبال (سنبھال) کر رکھا۔۔ صرف تمارا (تمھارا) لیے "

"لیکن میرے لیے کوئی کیوں دے گا؟ "

"ام کو کیا پتہ۔۔لے لو "

قیس بیٹھے بیٹھے تھک گیا تھا۔۔دروازے تک آیا اور اس سے ٹوکری لے لی

"شکریہ پٹھان۔۔اللہ تمھارا بھلا کرے" اسی کے لہجے میں بولا تھا۔

اور وہ مسکراتا ہوا واپس چلا گیا۔۔

دروازہ بند ہوا اور کیف نے اسے کہنی سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا

"ایسے ہی پکڑ کے لے آئے ہو۔۔ تمھیں کیسے پتہ ہمارے لیے ہی ہے "

قیس کے کان پر جوں تک نہیں رینگی تھی۔۔ٹوکری کے اندر ایک جار تھا۔۔لکڑی کا بنا جار، جس کے اوپر لکڑی کا ہی ڈھکن تھا۔۔ڈھکن پر ایک موٹی سی زنجیر تھی۔۔جسے اگر پکڑیں تو ڈھکن نیچے والے حصے سے الگ ہو جاتا تھا۔۔زنجیر نے ڈھکن کو دائیں بائیں طرف سے پکڑا تھا۔۔ڈھکن ویسے بھی اوپر سے پکڑنے پر الگ ہو جاتا تھا۔۔ساتھ ہی ہلکے گلابی رنگ کا کاغذ تھا جو کہ رول ہو کر پڑا تھا اور اس پر ربن لگا ہوا تھا۔۔جیسے پرانے زمانے میں بادشاہوں کے

نام کوئی پیغام آتا تھا رول ہوا ہوا۔۔ بالکل ویسا ہی۔۔ کیف نے پکڑا اور ربن اتار کر کاغذ سیدھا کیا اور اوپر لکھی تحریر پڑھی۔۔

"Congratulations

Doctor to be..."

نیچے بھیجنے والے کا نام تھا۔۔

"Yours sincerely

Elizabeth Stafford "

وہ مسکرایا تھا۔۔

قیس ٹوکری ٹیبل پر رکھے جار کھول کر کھڑا تھا۔۔اندر بہت سے بسکٹ تھے۔۔ایک نکال کر اس نے منہ میں رکھا اور چبایا۔۔

آنکھیں بند کر کے مزہ محسوس کیا"قسم سے آلو مٹر کھا کے منہ ایسا بدذائقہ ہو گیا تھا نا۔۔

اب مزہ آگیا "

"تم نے بتایا نا اسے" سینے پر بازو باندھے وہ پوچھ رہا تھا۔۔

اس نے ایک اور بسکٹ نکالا اور تھوڑا سا توڑ کر چبایا

"میں نے نہیں بتایا۔۔ایسے ہی آتے ہوئے مجھ سے ملی تھی۔۔زبان پھسل گئی "

صوفے پر بیٹھااور جار پر ڈھکن دے کر اسے سامنے رکھا۔۔

"کیا بتایا تم نے اس کو؟ "

وہ بغور ٹوکری کو دیکھ رہا تھا جو کہ نازک لکڑی سے بنی تھی۔۔ہلکی بھوری اور درمیان میں ایک ربن لگا تھا۔۔اندر سرخ سار یشمی کپڑا بچھا تھا جس پر جار تھا اور اس کے ہاتھوں سے لکھا ہوا پیغام۔۔

"یہی کہ۔۔تم نے ڈسٹنکشن لی ہے۔۔بس!"اور کندھے اچکائے۔

کیف نے جار پکڑا اور اندر ہاتھ ڈال کر بسکٹ نکالا اور دانتوں سے توڑ کر منہ میں چبایا۔۔

پھر مسکرایا۔۔۔

یہ عدت ختم ہونے کے دو دن بعد کی بات ہے۔۔آسیہ اور خالدہ کی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔۔گھر میں خاموشی تھی ایسی خاموشی جیسی طوفان سے پہلے ہوتی ہے۔۔ثمر کو ابھی بھی سکون نہیں آیا تھا۔۔اسے بدلہ لینا تھا اس مار کا جو اسے اپنی ماں سے پڑی تھی(اس کے مطابق حوا کی وجہ سے)۔۔اسد بھی منہ بنائے پھرتا تھا کہ اس کی ماں نہیں مانتی تھی۔۔خیر مون سون کی آمد تھی اور دن کے وقت بارش ہوئی تھی اور رات کو ہوا میں خنکی تھی۔۔آسیہ،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

خالدہ اور بی جان کے ساتھ محلے میں اپنے کسی جاننے والے کے گھر گئی تھیں۔۔ان کی بیٹی کی شادی تھی اور وہ ایسے ہی یتیم بچی کے سر پر ہاتھ رکھنے اور کچھ رقم دینے گئی تھیں۔۔اس لڑکی کی ماں خاص طور پر انھیں کہہ کر گئی تھیں اور پھر پرانی محلے داری بھی تھی۔۔شیخو عشاء پڑھنے گیا تھا ابھی تک نہیں آیا تھا۔۔حوا چھت پر تھی۔۔ایک دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ستارے دیکھ رہی تھی۔۔ہوا بھی چل رہی تھی اور موسم اچھا تھا۔۔پاس ہی جمی بھی ادھر اُدھر ہو رہا تھا۔۔

حوا بس ایسے ہی چل پھر رہی تھی۔۔اپنی سوچوں میں گم۔۔

کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی۔۔وہ متوجہ ہوئی۔۔

"کون ہے؟"

جو بھی تھا آگے بڑھا۔۔ہاتھ میں موم بتی پکڑی سامنے کھڑی ثمر تھی۔۔

"سنو۔۔میں موم بتی پکڑتی ہوں۔۔تم سٹور روم کا دروازہ کھول دو"اس نے چابیاں آگے کیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ پہلے اس کو دیکھتی رہی پھر آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے چابیاں لیں۔۔حوا نے تالا ہاتھ میں پکڑا اور اور ایک چابی اندر ڈال کر گھمائی اور تالا کھل گیا۔۔اس نے کنڈی کھولی اور ایک ہاتھ مارا جس سے دائیں بائیں دروازہ کھل گیا۔۔

حوا نے مڑ کر اسے دیکھا اور چابی اسے تھمادی۔۔وہ جانے لگی تھی۔۔

"سنو "!

وہ دوبارہ مڑی۔۔

"وہ۔۔اندر سے چادر نکال دو۔۔میں موم بتی پکڑتی ہوں۔۔مجھے اکیلے میں ڈر لگتا ہے"

اس کا لہجہ نرم تھا اور پچھلے دو دن سے ان کے درمیان کوئی جھگڑا بھی نہیں ہوا تھا۔۔

اس نے موم بتی پکڑی اور اندر آئی۔۔حوا پیچھے ہی تھی۔۔

"کہاں سے نکالنی ہے چادر؟ "

"وہ۔۔ٹرنک سے "اب کہ ثمر پیچھے ہی رہی۔۔اور حوا آگے گئی۔۔ٹرنک کھولا اور جھک کر چادر نکالنے لگی۔۔

"کون سی والی چاہیئے؟ "

ثمر ایک ایک قدم پیچھے ہٹی۔۔یہاں تک کہ دور جانے لگی۔۔

"کون سی...؟ "

اور الفاظ منہ میں ہی رہ گئے۔۔اس نے پھونک مار کر موم بتی بجھادی اور جھٹ سے دائیں بائیں سے دروازہ پکڑا اور بند کر دیا۔۔

حواد یوانہ وار اس کی طرف بھاگی۔۔راستے میں کوئی ٹوٹی کرسی تھی جس سے پاؤں اڑا اور وہ نیچے گری۔۔شاید کرسی سے کوئی کیل تھا جو اس کی ٹانگ پر لگا تھا۔۔

"آہ!" وہ کراہی تھی۔۔

"ثمر۔۔دروازہ مت بند کرو" وہ چلائی تھی۔

سب سے بڑے دشمن ہمارے وہی اپنے ہوتے ہیں جنھیں ہماری چھوٹی چھوٹی کمزوریاں پتہ ہوتی ہیں۔۔ساری زندگی ہم اپنے بڑے ڈر یا بڑی کمزوریوں کو ختم کرنے میں لگے رہتے ہیں مگر چھوٹے ڈر یا چھوٹی چھوٹی کمزوریاں زیادہ خطرناک ہوتی ہیں۔۔

اسے اندھیرے سے ڈر لگتا تھا۔۔یہ بات گھر میں سب کو ہی معلوم تھی۔۔

"مرواب" باہر سے ثمر کی آواز آئی تھی۔۔اور پھر وہ چلی گئی۔۔

دور کھڑا جمی سب دیکھ رہا تھا۔۔

وہ دروازے کے پاس آیا "میاؤں میاؤں "

وہ چلائی تھی۔۔"جمی! جمی!"ٹانگ میں جس جگہ کیل لگا تھا وہاں درد ہو رہا تھا۔۔

وہ اٹھی اور دھیان سے قدم بڑھاتے ہوئے دروازے تک آئی اور زور سے بجایا

"دروازہ کھولو۔۔امی۔۔شیخو "

کوئی آواز نہیں آئی تھی۔۔

سٹور روم میں کھڑکی تھی مگر وہ اس دن کے بعد لکڑی لگا کر بند کر دی گئی تھی جب حوا کو کھڑکی کا ٹوٹا کانچ لگا تھا۔۔

"امی۔۔دروازہ کھولیں۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔شیخو۔۔دروازہ کھولو"وہ پوری شدت سے دروازہ بجا رہی تھی مگر کوئی آواز نہیں۔۔جمی بھی شاید جا چکا تھا۔۔

وہ آرام آرام سے پھونک پھونک کر قدم اٹھاتی کھڑکی کی جانب گئی اور لکڑی کو کھینچ کر اتارنے کی کوشش کی مگر لکڑی موٹی تھی۔۔کھڑکی کے دروازے بھی جام تھے۔۔وہ وہاں کھڑی ہو کر چلائی تھی

"امی۔۔امی۔۔دروازہ کھولیں۔۔داداجان۔۔شیخو۔۔میں یہاں ہوں۔۔دروازہ کھولیں۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔مجھے۔۔مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔داداجان۔۔امی"وہ سسکیاں کے کر رونے لگی تھی۔۔پسینے سے قمیض کمر سے چپک گئی تھی۔

مگر کوئی جواب نہیں آیا تھا۔۔

اس نے گردن موڑی۔۔ کوئی ہیولہ سا تھا جو اسے نظر آیا۔۔ شاید سامنے دیوار سے کوئی کپڑا لٹکا تھا یا پھر ٹیبل فین پر کوئی چادر تھی۔۔ اس کا دل منہ کو آگیا۔۔ پسینے سے شرابور وہ پوری شدت سے چلائی تھی۔۔

"امی۔۔ امی۔۔ شیخو۔۔ میں یہاں ہوں۔۔ دروازہ کھولیں۔۔ دادا جان مجھے یہاں سے نکالیں۔۔ مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔ امی "

کوئی جواب نہیں آیا تھا۔۔ انسان جب اندھیرے میں ہوتا ہے تو اس کی آواز کہاں کسی کی سماعت میں پڑتی ہے۔۔

وہ دوبارہ دروازے کی طرف بڑھی تھی۔۔ زور زور سے دروازے کو ہلایا۔۔

"امی۔۔ دروازہ کھولیں "

اس نے تنی زور سے دروازہ بجایا تھا کہ ہاتھ دکھنے لگے۔۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔ دروازہ کھولیں۔۔ سکینہ۔۔ امی۔۔ دادا جان۔۔ کوئی تو کھولو۔۔ مجھے سانس نہیں آرہی۔۔ دروازہ کھولیں "

)جمی سیڑھیاں اترتے نیچے گیا تھا۔۔ مگر کوئی نظر نہیں آیا(

وہ مڑی اور سامنے دیوار کو دیکھا۔۔دائیں بائیں گردن گھمائی۔۔اس کا ذہن لٹکے ہوئے کپڑوں، ٹرنک، ایزل، ٹیبل فین کو پتہ نہیں کیا کیا بنا کر دکھا رہا تھا۔۔وہ خاموش ہوئی تو اس نے آواز سنی۔۔انتہائی ہلکی۔۔شاید کپڑا کترنے کی۔۔شاید ارد گرد چوہا تھا۔۔کمرے میں گھپ اندھیرا تھا۔۔اسے گھٹن کا احساس ہو رہا تھا۔۔جیسے اس کا سانس بند ہونے والا ہو

وہ گلا پھاڑ کر رونے لگی اور اوپر چھت کو دیکھا

"اللہ"!

وہ حلق کے بل چلائی تھی۔۔اب گلا بھی خشک ہو گیا اور گلے میں درد ہونے لگا تھا۔۔

"اللہ تعالیٰ۔۔مجھے بچا لیں پلیز۔۔مجھے اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔۔میں نے کسی کا کیا بگاڑا ہے "

دروازے سے ٹیک لگائے وہ رو رہی تھی۔۔

پھر رخ موڑا اور زور سے دروازہ بجایا

"امی۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔دروازہ کھولیں" وہ درد کرتے گلے سے چلائی تھی۔۔

پھر سسکیاں لیتی دروازے سے سر لگایا "شینو۔۔دروازہ کھولو۔۔یہاں بہت اندھیرا ہے۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے" اسے لگا تھا اب اگر وہ چلائی تو گلے سے خون آنے لگے گا۔۔

Clubb of Quality Content

)عبدالرحمن نے دروازہ کھٹکھٹایا۔۔کسی نے نہ کھولا۔۔پھر کھٹکھٹایا تو ثمر نے دروازہ کھولا۔۔(

"آپ "

"ہاں "

جمی ان کے پاؤں کے آگے پیچھے پھرنے لگا تھا۔۔ثمر کے تو جیسے رنگ ہی اڑ گئے تھے۔۔

"گھر پر کوئی نہیں ہے "

وہ اوپر کی جانب بڑھ رہے تھے جب ثمر نے دھڑکتے دل سے انھیں روکا تھا۔۔

"کیوں کہاں گئے سب؟ "

)جمی ابھی بھی میاؤں میاؤں کرتا ان کے پاؤں چاٹ رہا تھا(

"شادی پر گئے ہیں "

اور وہ واپس اترے اور جمی کو پکڑ کر پیار کیا۔۔وہ مسلسل میاؤں میاؤں کر رہا تھا۔۔

"اس کی مالکن کو بولنا مجھ سے آکر لے جائے "

مسکراتے ہوئے بولے اور اسے اٹھا کر ساتھ لے گئے۔۔

)اوپر کمرے میں کھڑی لڑکی اب دروازے کے ساتھ سر لگائے۔۔آنکھیں بند کیے اپنے باپ کو یاد کر رہی تھی۔۔آنسوؤں میں تیزی آگئی(

وہ اسے لے کر ساتھ والے گھر گئے۔۔مگر وہ ان کے ہاتھ سے چھوٹ کر سیڑھیوں پر بھاگ گیا اور اوپر چڑھ کر بولنے لگا

"ارے۔۔وہ بہت ناراض ہو گی۔۔وہ اپنا بلا کسی کو بھی نہیں دیتی" سکینہ نے دیکھتے ہی تنبیہہ کی تھی۔۔

"اچھا۔۔میں اسے لے کر اوپر چلا جاتا ہوں۔۔وہاں وہ روز بیٹھ کر اپنے بھائی کے ساتھ تارے دیکھتی ہے۔۔بلے کے بہانے تھوڑی بات چیت ہو جائے گی" وہ دونوں مسکرا دیے تھے۔۔

وہ جمی کے پیچھے پیچھے اوپر آ گئے۔۔

جمی مسلسل بول رہا تھا۔۔

حوا نے جمی کی آواز سنی اور کھڑی ہوئی۔۔

"دیکھو۔۔اگر تم واپس اپنی چھت پر گئے تو میں ناراض ہو جاؤں گا "

انھوں نے جمی کو پکڑ لیا اور اس کی کمر سہلانے لگے۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حوا کا دل زور سے دھڑکا تھا۔۔فوراً سے اٹھی تھی

"دادا جان" دروازہ زور سے بجایا۔ہاتھ پہلے ہی درد کر رہے تھے اب تو جیسے ٹوٹ گئے ہوں

"دادا جان۔۔مجھے نکالیں۔۔میں۔۔۔حوا"

انھوں نے آواز سنی اور ٹھٹھک گئے۔۔

پھر سے گلا پھاڑ کر چلائی تھی "دادا جان میں یہاں ہوں۔۔یہاں بہت اندھیرا ہے۔۔مجھے نکالیں۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے"

اور ایک منٹ لگا تھا انھیں یہ جاننے میں کہ آواز کہاں سے آ رہی تھی۔۔

جمی اچھل کر اپنی چھت پر آیا اور دروازے کے پاس آ کر میاؤں میاؤں کرنے لگا۔۔

"میں آ رہا ہوں بچے۔۔ڈرنا نہیں، میں آ رہا ہوں"

وہ بلند آواز میں بولے تھے۔۔

جب کوئی نہیں سنتا اللہ سنتا ہے اور اس نے سر دروازے سے لگا لیا۔۔کانپتے وجود کی کپکپاہٹ میں کمی آئی تھی۔۔

وہ تیزی سے نیچے گئے اور دھڑادھڑ دروازہ کھٹکھٹایا اور دروازہ کھولنے والی ثمر کو غصے سے گھورا۔۔وہ سہم کر ایک طرف ہو گئی۔۔وہ تیزی سے اوپر گئے اور پاس پڑی اینٹ کو زور سے دروازے کے تالے پر مارا۔۔

ایک، دو، تین اور چوتھی ضرب پر تالا ٹوٹ گیا۔۔جلدی سے دروازہ کھولا اور کھلتے ہی وہ اپنے دادا سے لپٹ گئی اور زور زور سے رونے لگی۔۔

وہ کانپ رہی تھی۔۔وہ اس کی کپکپاہٹ محسوس کر سکتے تھے۔۔وہ زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔۔بکھرے بال، اس میں بولنے کی ہمت نہیں تھی۔۔ہاتھ بے تحاشا درد کر رہے تھے۔۔شلوار گھٹنے سے ذرا نیچے سے پھٹی ہوئی تھی اور کیل نے ماس نے اندر ایک لکیر کھینچی تھی جس سے خون نکل رہا تھا۔۔

ان کی قمیض اپنی مٹھیوں میں زور سے بھینچے وہ سسکیاں لے رہی تھی۔۔جمی بھی دکھی سا اپنی مالکن کے پاؤں سے لگ کر بیٹھا تھا۔۔

آہ! وہ جانور تھا مگر حساس تھا اور وہ انسان تھی اور بے حس تھی!

"دروازہ کھل گیا ہے۔۔اب تم باہر ہو۔۔میں آ گیا ہوں نا "!

وہ اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے اسے تسلی دے رہے تھے۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ساتھ والی چھت پر سکینہ دادا سے چائے کا پوچھنے آئی تھی۔۔اس نے جب اسے روتا دیکھا تو چھوٹی دیوار پر بیٹھی اور رخ موڑ کر چھوٹی سی چھلانگ لگائی ان کی چھت پر آ گئی

"کیا ہوا۔۔یہ کیوں رو رہی ہے؟ "

وہ زمین پر بیٹھی، دادا سے پوچھ رہی تھی۔۔

"پانی لے کر آؤ، بیٹے"

اور وہ سر ہلا کر نیچے چلے گئی۔۔

سب واپس آ چکے تھے۔۔نیچے اپنے کمرے میں وہ بیڈ پر لیٹی تھی اور عبدالرحمن پاس ہی صوفے پر بیٹھے تھے۔آسیہ اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھی تھیں۔شیخو کمرے میں آیا اور انھیں دیکھ کر رکا، پھر حوا کو دیکھا تو آگے بڑھ آیا

"کک۔۔کیا ہوا؟"

وہ فکر مند تھا۔

اس کی آواز سن کر وہ اٹھ کر بیٹھ گئی اور آنسو پھر سے بہنے لگے۔۔وہ اس کے پاس آ بیٹھا۔۔

"جگنو۔۔کک۔۔کیا ہوا ہے؟ "

وہ اس کے بازو کے ساتھ لگ کر سسکیاں لے رہی تھی۔۔

"شیخو۔۔وہاں بہت اندھیرا تھا۔۔مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا" پھر اس نے چہرہ اٹھایا تو آنکھیں سرخ تھیں "تم۔۔تم کیوں نہیں آئے؟" وہ خفا تھی۔

"مم۔۔میں۔۔" وہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا

"شیخو۔۔اس نے مجھے کمرے میں بند کیا تھا" وہ بلند آواز میں بولی تھی۔زرد رنگت اور پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی جن میں ڈر تھا۔۔

"وہ۔۔وہ بہت بری ہے شیخو "

وہ رو رہی تھی۔۔

عبدالرحمن کھڑے ہوئے

"کس نے بند کیا تھا تمھیں کمرے میں؟" وہ غصے میں تھے۔

اس نے ہتھیلی سے آنکھیں رگڑیں

"ثمر "!

بس ایک لفظ سننا تھا کہ وہ فوراً نیچے کی طرف بڑھے۔۔خالدہ بھابھی کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا۔وہ باہر نکلیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی "

"سمیع کہاں ہے۔۔بلاؤ اسے "وہ غصے سے بولے تھے۔

وہ خود ہی باہر آ گئے

"ابا۔۔خیریت؟"

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی۔۔بیٹیاں ایسا نہیں کرتیں۔۔تمھاری بیٹی نے "اشارہ خالدہ کی طرف کیا" تمھاری بیٹی نے میری بیٹی کو کمرے میں بند کیا۔۔اسے ڈرانے کی کوشش کی۔۔میں نے یہ آخری بار برداشت کیا ہے۔۔ورنہ کوئی میری بیٹی کو کمرے میں بند کرے میں اسے قبر میں بند کر کے دم لوں۔۔اور تمھیں پتہ ہے کہ میں یہ کر سکتا ہوں "وہ بلند آواز میں بولے تھے،پرانے والے عبدالرحمن واپس آ گئے تھے۔۔گھر میں سناٹا تھا،وہ بس سر جھکائے اپنے باپ کی بات سن رہے تھے،خالدہ بھی خاموش تھیں

اندر بیٹھی ثمر کا دل دھڑکا تھا۔۔اس کا برا وقت تو اب شروع ہوا تھا۔

آج صبح سے ہی کالے بادل چھائے ہوئے تھے۔ہوا چل رہی تھی اور یوں لگ رہا تھا کہ بس ابھی بارش برسنے لگے گی۔۔رات والے واقعے کے بعد اس کا گھر میں سے کسی سے سامنا نہیں ہوا تھا۔۔وہ کسی سے سامنا کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔۔

انسان اس قدر حسد میں پاگل ہو سکتا ہے اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔۔

ناشتہ بھی اوپر ہی کیا اور اب بھی وہ اوپر ہی بیٹھی ہوئی تھی۔۔عبدالرحمن آئے، تھوڑی دیر بیٹھے، تھوڑا بہت پڑھایا اور پھر چلے گئے۔۔اس کا گلہ خراب تھا۔۔بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔۔ یہاں تک کہ سانس بھی لیتی تو اندر محسوس ہوتا جیسے گلے میں چھالے پڑ گئے ہیں یا گلا پک گیا ہے۔ہاتھوں میں ابھی تک ہلکا ہلکا درد تھا اور بخار میں بھی مبتلا تھی۔۔

چند لمحے بیتے بارش شروع ہو گئی۔۔تیز بارش برس رہی تھی۔۔اسے بارش پسند تھی اور پھر گیلی مٹی کی خوشبو۔۔وہ اٹھی اور کمرے کے باہر چھوٹے سے برآمدے میں کرسی پر بیٹھ گئی۔۔ہوا ٹھنڈی تھی۔۔اس کا ذہن کھل گیا۔۔

انسان کے دیے زخموں کا مرہم آج بھی قدرت سے بہتر کوئی نہیں ہے۔۔

اس نے آنکھیں بند کیں، سانس اندر کو کھینچی اور گیلی مٹی کی خوشبو محسوس کی۔۔

"ارے۔۔تم باہر آ گئی "

آسیہ بیگم مسکراتے ہوئے اس کے پاس کھڑی ہو گئیں۔

وہ مسکرائی اور اپنی ماں کو دیکھا۔

"شیخو۔۔کہاں۔۔ہے؟ "

الفاظ توڑ توڑ کر ادا کیے۔۔

"باہر بیسن لینے گیا ہے۔۔اب دیکھنا بھیگ کر ہی آئے گا۔۔بادل بعد میں آتے ہیں۔۔ پکوڑوں کی خوشبو ان کو پہلے آتی ہے "

اور وہ جو حوا کے ساتھ کھڑیں آگے سے اس کے بالوں کی بکھری لٹوں کو انگلیوں سے پیچھے کر رہی تھیں، دروازہ کھٹکا تو وہ متوجہ ہوئیں۔

"لگتا ہے آگیا ہے "

بی جان بھاگی بھاگی گئیں اور جلدی سے دروازہ کھول کر ساتھ والے کمرے میں گھس گئیں۔۔

وہ واقعی بھیگ کر آیا تھا۔۔

اوپر آیا تو ماں اور بہن کو دیکھ کر ہنس دیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چھوٹی امم۔۔ می کپڑے نکال دیں۔۔ مم۔۔ مجھے گیلے کپڑوں سے الج۔۔ جنھن ہوتی ہے "

وہ اندر چلی گئیں تو اس نے آگے سے گیلے بالوں کو نچوڑا اور پانی کے قطرے ساتھ بیٹھی حوا پر پھینکے۔۔

وہ ہنس دی۔۔ وہ ہنستی ہوئی اچھی لگتی تھی۔۔

ساتھ والے مکان کا بھی دروازہ کھٹکا۔۔ ایک بار، دو بار۔۔ اور پھر سکینہ کو ہی بڑھ کر پوچھنا پڑا

"کون؟ "

کوئی نہیں بولا۔

پھر سے دروازہ کھٹکا "کون؟ "

پھر کوئی نہیں بولا۔

"عبدالرحمن نے دیوار سے لٹکی چھتری اتاری اور خود دروازہ کھولنے کے لیے بڑھے۔۔

دروازہ کھولا تو سامنے گیلے یونیفارم میں ابراہیم تھا۔۔

انھیں دیکھ کر ہنس دیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بارش تڑاتڑ برس رہی تھی۔۔وہ کنپٹی تک ہاتھ لے گیا۔۔

"السلام علیکم سر !

جی سی ابراہیم رپورٹنگ ٹو میجر عبدالرحمن "!

وہ مسکرائے اور اس کو گلے لگالیا۔۔

"اچھا استقبال کیا ہے" وہ مسکرا رہا تھا، بارش میں نہاتے ہوئے۔

گیلے یونیفارم میں ہی اندر سکینہ اور سمیرا سے ملا۔۔

تھوڑی دیر بعد بارش تھم گئی۔۔کپڑے بدل کر اب وہ عبدالرحمن کے ساتھ بیٹھا چائے پی رہا تھا اور ساتھ اپنی کہانیاں سنا رہا تھا۔۔

"سکینہ !" اوپر چھت سے آسیہ بیگم نے آواز دی۔وہ اپنی چھت کے کنارے کھڑی تھیں، ہاتھ میں پکوڑوں کی پلیٹ پکڑے۔

وہ بھاگی بھاگی گئی اور پکوڑوں کی پلیٹ پکڑ لائی۔

"ارے واہ۔۔میری پوتی نے بنائے ہوں گے" شرارتی لہجے میں بولے۔۔ایک پکوڑا پکڑا اور دانتوں سے آدھا کاٹ کر منہ میں چبایا۔

"جی۔۔آپ کی پوتی نے ہی بنائے ہیں" وہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولی تھی۔

"اچھا ویسے ان کی پوتی نے بنانے میں کتنا حصہ ڈالا ہے؟" پوچھنے والا ابراہیم تھا۔

سکینہ جو کہ پلیٹ سے دوسرا پکوڑا اٹھا رہی تھی

ہنستے ہوئے بولی "اس نے بس چکھ کر بتایا ہے، صحیح بنے ہیں یا نہیں "

اور تینوں ہنس دیے۔

"خبردار! کسی نے میری بیٹی کا مذاق اڑایا ہو تو۔۔میں بہت سختی سے پیش آؤں گا" وہ سنجیدہ سے بولے تھے۔

ابراہیم نے آنکھیں چھوٹی کر کے انھیں گھورا "میں یہ بے وفائی ہر گز برداشت نہیں کروں گا "

انھوں نے کندھے اچکا دیے۔۔

"دیکھتے ہیں "

وہ بھی سر ہلا کر رہ گیا۔۔

ادھر دوسری طرف کالج آف آرٹ اینڈ ڈیزائن میں سب ایگزیبیشن کی تیاری مکمل کیے، اپنا اپنا کام سجائے، آنے والوں کا استقبال کر رہے تھے۔۔کچھ یونیورسٹی کے دوسرے ڈپارٹمنٹ کے طالب علم بھی آرٹ ورک دیکھنے آئے تھے۔۔آرٹسٹ اپنے اپنے کام کو اچھے

سے پیش کر رہے تھے۔۔اگر کسی آرٹسٹ کا کام کسی کو پسند آتا تو وہ اسے اچھے داموں پر خریدنے کی بات کرتا نظر آتا مگر ابھی تک تو ایسا نہیں ہوا سوائے دائیں کونے میں دیوار پر آویزاں ایک پینٹنگ کے۔۔اس کو بنانے والا یہاں موجود نہیں تھا۔۔

جو بھی اس کے بارے میں پوچھتا لیزا اس سے اچھے سے بات چیت کر کے معاملہ ختم کر دیتی تھی۔۔وہ اس پینٹنگ کو یہاں بیچنے نہیں لائی تھی۔۔بس یہ دیکھنے کے لیے لائی تھی کہ

"یہ واقعی بنانے والے کے ہاتھ کا کمال ہے یا دیکھنے والے کی آنکھ کا "

تھوڑی ہی دیر گزری تھی، ہال میں قیس داخل ہوا تھا۔ہاتھ ہلا کر اس نے لیزا کو اشارہ کیا۔۔

اس نے اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔۔وہ پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے اس طرف آ گیا۔۔

"وہ دیکھو" لیزا نے آنکھ کے اشارے سے اسے سامنے دیکھنے کو کہا۔

تین چار لوگ کھڑے دیوار پر آویزاں پینٹنگ کو دیکھ رہے تھے۔۔یہ وہی پینٹنگ تھی جو وہ چچا سے لائی تھی

Clubb of Quality Content

"یہاں کیوں لائی ہو اسے، لیزے؟" وہ ہلکی آواز میں بولا تھا۔

اس نے کندھے اچکائے "ویسے ہی۔۔ یہ دکھانے کہ ان کا استاد آ گیا ہے "

وہ ہنس دیا، لیزا بھی ہلکا سا ہنسی۔

"اگر کسی نے اسے خریدنے کی کوشش کی تو؟" اس نے ابرو اٹھایا۔

"کوشش کی کیا؟ کوشش کر چکے ہیں "

"واقعی!" وہ حیران ہوا تھا

"میں نے منع کر دیا کہ اسی بیچنا نہیں چاہتے" لڑکی نے بے پرواہی سے شانے اچکائے

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"آدھی تو میری اپنی کلاس جمع ہے وہاں "

وہ ہنسی تھی۔

"بنتا بھی ہے۔۔ بس اب دھیان سے اسے گھر لے جانا"

اس نے محتاط انداز میں کہا تھا۔

پھر دونوں ادھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے۔۔ لیزا اسے دوسروں کی پینٹنگ دکھا رہی تھی۔۔

رات کو وہ عبدالرحمن کی ٹانگ پر اپنا سر رکھے اپنے ٹرم کمانڈر اور سٹاف کی باتیں بتا رہا تھا۔ وہ آہستہ سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر رہے تھے۔۔اس نے غور کیا کہ وہ زیادہ بات نہیں کر رہے تھے۔۔

"دادا"

"ہوں "

"کیا بات ہے؟ کوئی پریشانی ہے کیا؟" وہ مسکرائے تھے

"نہیں۔۔ایسی کوئی بات نہیں ہے" مگر ان کی آنکھیں اور چہرے کے تاثرات ان کی زبان کا ساتھ نہیں دے رہے تھے۔

"بتائیں نا۔۔ کیا بات ہے؟" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا تھا۔

ان کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے اور ان کے دائیں کندھے پر تھوڑی رکھے بڑے پیار سے پوچھ رہا تھا۔

"تم مجھے بتاؤ۔۔ کتنے دن کی چھٹی پر آئے ہو؟" وہ گردن موڑے اسے دیکھ رہے تھے

"ایک ہفتے کی چھٹی پر آیا ہوں"

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"کیوں؟میرے بغیر دل نہیں لگ رہا یا آپ کی پوتی نخرے بہت کرتی ہے "

وہ مسکرائے تھے۔سر جھکا لیا

"ایسی بات نہیں ہے"

"مطلب آپ مجھے یاد نہیں کرتے؟ "

وہ خفا ہوا تھا۔ساتھ منہ بسور کر بیٹھ گیا۔

"میں بھلا ایسا کرنے کی جسارت کر سکتا ہوں"اب کی بار انھوں نے جھکا ہوا سر اٹھایا

اس نے کندھے اچکائے

"آپ کا کیا بھروسہ "

انھوں نے اسے گھورا۔۔بدلے میں وہ صرف مسکرایا تھا

"ٹالیں نہیں۔۔بتائیں کیا بات ہے؟"سیدھا ہو کر بیٹھا،ان کے دائیں بازو پر اپنا ہاتھ رکھا۔

"میں تمھارے لیے کوئی فیصلہ کروں تو تم قبول کر لو گے؟ "

"پہلے کیا کبھی نہ کی ہے؟ "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ فرمانبردار تھا یا عبدالرحمن سے اپنی بات منوانا جانتا تھا۔۔وہ آج تک نہیں فیصلہ کر سکے تھے۔۔

"مگر اب تم بڑے ہو گئے ہو" انھوں نے اس کے گال پر ہاتھ پھیرا۔

"مگر آپ سے تو چھوٹا ہوں" وہ حاضر دماغ تھا یا ان کو جواب دینا جانتا تھا

وہ ہلکا سا ہنس دیے۔

"اچھا چلیں اب بتائیں۔۔کون سی فرمائش پوری کروں آپ کی؟ "

"فرمائش نہیں۔۔خواہش ہے۔۔باقی تمھاری مرضی ہے" وہ نرم لہجے میں بولے تھے۔

"ٹھیک ہے "

وہ خاموش رہے

"اف! دادا اتنا تجسس" وہ جیسے تنگ آیا ہوا تھا

بالآخر وہ بول پڑے تھے۔۔دھیما لہجہ، آنکھوں میں خواہش کا دیا لیے۔۔

"تم۔۔تم نکاح کر لو "

وہ ہنسا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

باقاعدہ قہقہہ لگا کر

"دادا۔۔ایسے مذاق نہیں کرتے۔۔میں سنجیدہ بھی ہو سکتا ہوں"

انھوں نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"میں مذاق نہیں کر رہا بیٹے!" وہ سنجیدہ تھے۔

وہ چپ ہوا۔

"میں نکاح کر لوں۔۔ٹھیک ہے۔۔کوئی لڑکی ہے آپ کی نظر میں؟" اس نے اپنا کندھا ہلکے سے ان کے کندھے سے مارا۔

"ہوں۔۔ایک ہے اور بس وہی ہے" وہ مسکرائے تک نہیں تھے۔

"اچھا۔۔کون ہے وہ؟" وہ بغور انھیں دیکھ رہا تھا

انھوں نے اس کی چمکتی سیاہ آنکھوں میں دیکھا

"حوا بنت عبداللہ"!

اس کی ہنسی سمٹ گئی۔۔وہ یک دم سنجیدہ ہو گیا تھا۔۔اس کا دل دھڑکا تھا۔۔ایک لمحے کے لیے سب خاموش ہو گیا تھا۔۔

اس نے سر جھکا لیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دادا۔۔ "

"سوچ لو۔۔ صبح پوچھوں گا تم سے "انھوں نے اس کی بات نہیں سنی اور اپنی بات کہہ دی اور وہ اٹھ کر چلے گئے۔۔ وہ کچھ کیوں نہیں بول پایا تھا۔۔ نہ اس کی حمایت میں نہ اس کی مخالفت میں!

رات حسین تھی اور ٹھنڈی بھی۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے مگر چاند نے ابھی تک اپنا منہ نہیں دکھایا تھا۔۔ بہت دنوں کے بعد سکینہ آج اپنے بھائی کے ساتھ بیٹھی تھی۔۔ چارپائی پر ٹانگیں لٹکائے دونوں باتوں میں مصروف تھے۔۔ ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد وہ اس موضوع پر آ گیا جس کے بارے میں وہ کافی دیر سے سوچ رہا تھا۔۔

"کچھ ہوا ہے کیا؟ "

"مطلب؟" سکینہ سمجھ نہیں پائی تھی۔

"آسیہ چچی کی بات کر رہا ہوں۔۔ سب ٹھیک ہے وہاں؟ "

وہ خاموش رہی۔ کہاں سے شروع کرے؟

"سکینہ۔۔۔ اتنا مشکل سوال نہیں ہے" اس نے گردن موڑ کر ساتھ بیٹھی بہن کو دیکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ۔۔کچھ ٹھیک نہیں ہے۔۔مطلب۔۔"اس نے ایک سانس خارج کی اور سب بتا دیا۔۔

ثمر نے کیسے بد تمیزی کی۔۔کیسے حماد اور عباس کا ذکر کیا۔۔کیسے اسد ضد پکڑ کر بیٹھا تھا اور کیسے ثمر نے حوا کو کمرے میں بند کیا تھا۔۔

سن کر خاموش رہا۔۔پھر ذرا سا مسکرایا

"پوری سیاست چل رہی ہے میرے گھر تو "

"ہاں نا۔۔اتنی مشکل کھڑی کی ہوئی ہے "

اس نے بہن کو بغور دیکھا"دادا نے پتہ ہے مجھے کیا کہا ہے؟"

"کیا؟ "

وہ مسکرایا تھا"میں نکاح کر لوں "

"دادا امی سے بات کر رہے تھے۔۔میں نے سن لیا تھا۔۔کیسا محسوس ہو رہا ہے آپ کو؟ "

"صدمے میں ہوں میں "

Clubb of Quality Content

وہ ہنس دی۔"ہاں۔۔بنتا بھی ہے۔۔ مگر آپ ہاں کر دیں۔۔ کم از کم خالدہ تائی اور اسد بھائی تو جان چھوڑیں گے۔۔آپ ہوں گے نا اس کے ساتھ تو کوئی کچھ کہہ تو دکھائے اسے" وہ فخریہ بول رہی تھی۔

اس نے ایک ٹھنڈی آہ خارج کی

"پتہ نہیں۔۔وہ۔۔شاید کسی اور کو پسند کرتی ہے"

سکینہ نے اسے گھورا تھا

"آپ کو کیسے پتہ؟"

"پتہ ہے بس۔۔اپنے مٹر کے دانے برابر دماغ پر زور نہ ڈالو" اس نے نظریں چرا کر بات گول کر دی۔

"چھوڑیں بھائی۔۔اسے آپ سے بہتر کوئی نہیں مل سکتا۔۔نادانی تھی اس کی۔۔دیکھنا کبھی ہنسا کرے گی اکیلے میں بیٹھ کے "

اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا

"دادی اماں۔۔زیادہ ہی سمجھدار نہیں ہو گئی تم؟ "

اس نے کندھے اچکائے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پوتی کس کی ہوں؟ "

"اف! سارے سمجھدار میرے ہی گھر پیدا ہوئے ہیں "

وہ ہنس دی۔

ستارے آج اکیلے مسکرا رہے تھے۔۔چاند کہیں غائب تھا۔۔

آج وہ گھر پر ہی تھی۔۔ گزرے دنوں کی نسبت کافی بہتر نظر آ رہی تھی۔۔ پچھلے کچھ دنوں سے اس نے کوئی کتاب نہیں پڑھی تھی۔۔آخری کتاب وہی مسٹر سٹیفورڈ کی لکھی تھی جس کے بعد کوئی کتاب نہیں پڑھ سکی تھی۔۔ایگزیبیشن کے بعد وہ یونیورسٹی نہیں گئی تھی۔۔لاؤنج میں بیٹھی، چہرے کے سامنے انگریزی اخبار کھولے اور دائیں ہاتھ میں چائے کا کپ تھا جس سے وقفے وقفے سے وہ گھونٹ بھر رہی تھی۔۔کپ سے بھاپ نکل رہی تھی۔۔ موسم آج کافی خوشگوار تھا۔۔وہ ڈھیلی سی شرٹ اور نیچے ٹراؤزر میں ملبوس تھی۔۔

ذرا سا آگے ہو کر اس نے کپ میز پر رکھا اور اخبار کا صفحہ پلٹا۔۔ہر طرف انگریزی چھپی تھی۔۔

ایک خبر پر اس کی نظر پڑی۔۔انگریزی میں ایک گھریلو واقعہ درج تھا جس کا ترجمہ کچھ یوں تھا کہ:

"بیٹے نے باپ کے خلاف پولیس بلوالی۔۔ مقدمہ درج ہوتے ہوتے رہ گیا۔۔ کسی امریکی ریاست میں ایک اٹھارہ برس کا لڑکا رات دیر سے گھر آیا اور باپ اس پر غصہ ہوا۔۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بیٹے کو پولیس بلوانی پڑی۔۔ بالآخر صلح صفائی ہوئی اور معاملہ رفع دفع ہو گیا "

اس نے جھرجھری لی کہ یہ وقت بھی آنا تھا کہ بیٹا ہی باپ پر مقدمہ کرے۔۔ مغربی تہذیب نے کچھ زیادہ ہی چھوٹ دے دی ہے نوجوانوں کو۔۔

وہ خود بھی لندن کی رہائشی رہ چکی تھی مگر جب سے وہ پاکستان آئی تھی کبھی لندن واپس نہیں گئی۔۔ اس کا دل یہیں لگ گیا تھا۔۔

اس نے کپ پکڑا اور ایک گھونٹ بھرا۔۔

نیچے ایک بڑی سی بلیک اینڈ وائٹ تصویر لگی تھی جس میں ایک آدمی مسکرا رہا تھا اور کچھ لوگوں نے اسے گریبان سے پکڑا تھا۔۔ ساتھ اس تصویر کی کہانی درج تھی۔۔ اس کی کمیونٹی نے اسے قتل کر دیا تھا۔۔ خبر کچھ یوں تھی کہ:

"وہ ایک بائیس سالہ نوجوان تھا جو شدید برے حالات سے گزر رہا تھا۔۔ نفسیاتی طور پر بھی اور مالی طور پر بھی۔۔ کچھ عرصے کے لیے وہ فلسطین رہ کر آیا تھا اور جب واپس اپنے ملک آیا تو پتہ چلا کہ وہ دین بدل چکا ہے۔۔ وہ یہودی تھا اور مسلمان ہوا تھا۔۔ اس کے ماں باپ

نہیں تھے اور وہ طالب علم تھا اور ایک ریسرچ پر کام کر رہا تھا۔۔کسی دوست کے ساتھ ایک کام کے سلسلے میں فلسطین گیا تھا۔۔جب اس کی کمیونٹی کو پتہ چلا کہ اس نے اپنا دین بدلا ہے تو اسے پھانسی دینے کا فیصلہ کیا گیا تھا۔۔اس کا کہنا تھا کہ وہ تین دن سے بھوکا تھا اور فلسطین کے کسی علاقے سے گزرتے وہاں کے رہائشیوں سے وہ کھانا مانگ رہا تھا کہ ایک بچے نے اپنا کھانا اسے دیا تھا۔۔پوچھنے پر اس بچے نے بتایا کہ اگر "محمد ﷺ" ہوتے تو وہ بھی یہی کرتے۔۔

مزید ریسرچ اس نے خود کی تھی۔۔اس نے دل سے تسلیم کیا تھا کہ محمد ﷺ وہ شخص ہیں کہ جن کی محبت میں ایک بچہ اپنا کھانا کسی کو بھی دے سکتا ہے، جن کے لیے خوشی خوشی جان دی جا سکتی ہے۔۔اور اس نے اسلام قبول کیا تھا۔۔اس کے آخری الفاظ بھی لکھے گئے تھے،

میں گواہی دیتا ہوں کہ

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں

اور محمد ﷺ اللہ کے آخری نبی

اور رسول ہیں۔۔

جانے سے پہلے وہ پکار رہا تھا کہ اگر اسے ایک ہزار زندگیاں بھی دی جائیں تو وہ ایک ہزار زندگیاں ان پر قربان کر سکتا ہے "

Clubb of Quality Content

اور اسے اس کے بعد ساری دنیا کے سامنے پھانسی دی گئی تھی۔۔

لیزا بغور اس کی شکل دیکھ رہی تھی۔۔موت کو سامنے پا کر بھی وہ مسکرا رہا تھا۔۔

چائے اب ٹھنڈی ہو چکی تھی۔۔

اس نے اخبار بند کر کے ساتھ رکھ دیا۔۔اپنے بالوں میں انگلیاں دیے وہ سر جھکا کر بیٹھ گئی۔۔

"لیزا۔۔تم آج کل ایسا سوچ رہی ہو اس لیے تمھاری سامنے ایسی چیزیں آ رہی ہیں۔۔ ڈیڈی کی کتاب کا تم نے زیادہ ہی اثر لے لیا ہے"

لیکن دماغ ابھی تک وہیں اڑا تھا۔۔

اس نوجوان کا مسکراتا چہرہ!

فجر کے بعد جب وہ گھر آیا تو سورج نکل چکا تھا البتہ موسم اچھا تھا۔۔اس نے ٹریک سوٹ پہنا تھا اور گول گلے والی شرٹ جس کے بازو اس کی کہنیوں سے اوپر تک تھے، پسینے سے بھیگ کر کمر سے چپک چکی تھی۔۔سانس پھولی ہوئی تھی جیسے دوڑتا ہوا آیا ہے۔۔

آتے ہی چارپائی پر لیٹ گیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں بھئی۔۔کیپٹن۔۔واک کر کے آرہے ہو"عبدالرحمن کمرے سے نکلے اور اس کے پاس باہر برآمدے میں ہی بیٹھ گئے۔

"واک نہیں۔۔دوڑ کر آرہا ہوں۔۔گھر میں زیادہ آرام کر کے جاؤں تو پھر وہاں جا کر عادتیں خراب ہو جاتی ہیں"اب وہ سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔

"لسی بناؤں؟"پاس ہی چولہے کے سامنے بیٹھیں سمیرا بولی تھیں۔

"نہیں اماں۔۔پانی دے دیں "

پانی پی کر وہ عبدالرحمن سے ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگا تھا

"میں نے تم سے کل کچھ کہا تھا "

وہ جان بوجھ کر باتیں ادھر اُدھر کر رہا تھا بالآخر انھوں نے پوچھ ہی لیا۔۔

"ہاں۔۔کیا پوچھا تھا آپ نے؟"وہ جیسے لاعلم تھا۔

"سکینہ۔۔بیٹے ڈنڈا لانا ذرا"عبدالرحمن نے اندر بیٹھی سکینہ کو آواز دی

وہ ہنس دیا۔۔

"تو پھر؟"انھوں نے ابرو اٹھایا۔

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی

" دادا۔۔ "

"اپنے مستقبل کے بارے میں کوئی بہانہ نہیں بنانا۔۔وہ تو روشن ہے "وہ جو کچھ کہنے لگا تھا سر جھکا کر ہنسا۔

"مطلب آپ رات کو مجھ سے پوچھ نہیں رہے تھے۔۔بتا رہے تھے "

وہ مسکرائے تھے "اور ابھی تم کہتے ہو کہ تم چھوٹے ہو "

سر جھکائے مسکرایا تھا(خواب لگتا ہے یہ۔۔کیا واقعی قسمت کسی انسان پر اتنی مہربان ہو سکتی ہے؟)

اس نے ذرا سی گردن اٹھائی اور ساتھ بیٹھے عبدالرحمن کو دیکھا

"کب ہے میرا نکاح؟ "

وہ ہنس دیے اور اس کا کندھا تھپکا

"یہ بھی پتہ چل جائے گا "

اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔

ہنسنا ہے،خوش ہونا ہے یا صدمے میں جانا ہے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

عصر کے بعد اور مغرب سے ذرا پہلے عبدالرحمن حوا کو پڑھانے کے بعد اب آسیہ کے ساتھ گفتگو میں مصروف تھے۔وہ بیڈ پر مؤدب سی ہو کر بیٹھیں تھیں اور عبدالرحمن سامنے بیٹھے تھے۔۔

"آسیہ۔۔زندگی میں کچھ غلطیاں ایسی ہوئی تھیں مجھ سے جن کو میں چاہ کر بھی صحیح نہیں کر سکا۔۔شاید زندگی نے مجھے اب موقع دیا ہے کہ میں کچھ بوجھ کم کر سکوں "

پھر رکے اور سانس لی

"مجھے اس کی آنکھوں میں عبداللہ نظر آتا ہے۔۔میری بیٹی ہے وہ "

"ابا۔۔مجھے آپ کی محبت میں کوئی شک نہیں ہے"

وہ ذرا خاموش ہوئے۔۔

"میں۔۔میں نے ایک فیصلہ لیا ہے۔۔لیکن آگے تمھاری مرضی ہے۔۔تم چاہو تو ہاں کر دو۔۔چاہے تو نہ کر دو" پھر خاموش ہوئے۔

جھکی ہوئی گردن اٹھائی اور ان کی طرف دیکھا وہ جو سامنے سفید چادر میں لپٹی بیٹھی تھیں۔۔

Clubb of Quality Content

"میں اپنی پوتی کا ہاتھ مانگنے آیا ہوں۔۔اپنے ابراہیم کے لیے" وہ جو بات اتنی دیر سے دل میں چھپائے بیٹھے تھے، کہہ ڈالی

کیا کہہ دینے سے بوجھ ہلکے ہو جاتے ہیں، کم ہو جاتے ہیں؟

"ابا۔۔" اب آسیہ کی باری تھی۔

"جب عبداللہ زندہ تھے تب بھی کئی بار سمیرا میرے پاس آتی رہی تھی۔۔میں نے اسے کبھی انکار نہیں کیا تھا۔۔ابراہیم میرا اپنا بیٹا ہے۔۔مجھے ویسے ہی عزیز ہے جیسے حوا اور شیخو۔۔"

پھر پھیکا سا مسکرائیں۔عبداللہ کے جانے کے بعد چپ چپ رہنے لگی تھیں۔

"مجھے آج بھی کوئی اعتراض نہیں ہے۔۔میں راضی ہوں ابا "

وہ بھی مسکرائے تھے۔۔

)ابراہیم کو کوئی نہ کہہ سکتا ہے؟(

"ایک بار بس شیخو سے پوچھ لوں۔۔" انھوں نے بیچ میں ہی بات کاٹ دی

"حوا سے بھی پوچھ لینا۔۔بلکہ ایسا کرنا رات میں میں خود اس سے بات کروں گا" وہ آسیہ کو دیکھ رہے تھے

وہ مطمئن تھیں۔

وہ جانتی تھیں وہ شخص ان کی بیٹی کو محبت دے نہ دے، عزت ضرور دے گا اور عزت ہمیشہ محبت سے بڑی ہوتی ہے۔۔زندگی گزارنے کے لیے اگر عزت مل جائے نا تو محبت ثانوی شے لگتی ہے!

شیخو سے آسیہ بیگم نے پوچھا تھا۔۔اسے کوئی اعتراض نہیں تھا سوائے اس بات کے کہ "حوا سے بھی پوچھ لیں۔۔اگر وہ راضی ہے تو پھر میں بھی راضی ہوں" اور اب رات کو سب کمرے میں تھے۔۔بیڈ پر عبدالرحمن اور حوا ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔۔سامنے آسیہ تھیں اور الماری کے ساتھ ٹیک لگا کر، سینے پر بازو باندھے کھڑا شیخو۔۔آسیہ نے حوا کو ساری بات بتا دی تھی۔۔وہ خاموش سی بیٹھی تھی۔۔

"مگر میں۔۔پڑھنا۔۔چاہتی ہوں" منہ بسورے بولی تھی (گلے میں درد تھی، الفاظ توڑ توڑ کر ادا کر رہی تھی)

"ہاں تو کس نے روکا ہے۔۔بس نکاح ہے یہ۔۔وہ واپس فوج میں چلا جائے گا اور تم جیسے چاہو جب تک چاہو پڑھ سکتی ہو۔۔رخصتی ڈیڑھ دو سال بعد جب وہ کسی بڑے عہدے پر فائز ہو گا، تب کریں گے "

وہ اسے سمجھانے کے سے انداز میں بولے تھے۔۔

)آسیہ نے اسے گھورا تھا کہ دوکان کے نیچے رکھیں گی فوراً نخرے ختم ہو جائیں گے(

"لیکن۔۔ "

اس کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔ سوچا کیا تھا اور ہو کیا رہا تھا۔۔

اس نے ایک نظر دادا کو دیکھا اور ایک نظر امی کو۔۔ پھر شیخو کو۔۔ اندر سے آواز اٹھی

)لیکن وہ ہنستے نہیں ہیں (!

"لیکن؟" ساتھ بیٹھے شخص نے ابرو اٹھایا۔ سب اس کے لیکن کے آگے کا انتظار کر رہے تھے۔

اس نے ایک سانس خارج کی۔

"جو آپ۔۔۔ کو ٹھیک۔۔ لگے "

انگلیاں مروڑتے ہاتھ پہلو میں تھے، سر جھکا ہوا تھا۔

سب مسکرائے تھے۔۔

اتوار کی شام عصر کی نماز کے بعد کا وقت طہ ہوا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"خالدہ کو میں خود بتادوں گا۔۔تم اس کی فکر مت کرو۔۔یہ بہت ضروری تھا شیطان کے شر سے بچانے کے لیے "

وہ اٹھے اور اس کے بالوں پر بوسہ دے کر چلے گئے۔۔

رات کو شیخو کافی دیر اس کے پاس بیٹھا رہا۔۔اسے سمجھاتا رہا۔۔وہ آج چھت پر نہیں تھے کمرے میں ہی بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔۔

"وہ اچھ۔۔چھالڑکا ہے۔۔تمھیں بب۔۔بہت خوش رکھے گا۔۔تت۔۔تمھارا خیال رکھے گا "

وہ بس ہاں میں سر ہلا رہی تھی۔تھوڑی دیر بعد شیخو صوفے پر لیٹ گیا اور وہ بیڈ پر لیٹی کھڑکی سے چاند کو گھور رہی تھی۔

دماغ کہیں اور الجھا ہوا تھا

"آج اگر ابو ہوتے تو کیا ہوتا؟کیا سب ایسے ہی ہوتا؟ہاں شاید، کیونکہ ایسے ہونا ہی لکھ دیا گیا تھا۔۔ابو میں آپ کو بہت یاد کرتی ہوں "

اس نے کبھی ایسا نہیں سوچا تھا اور جو سوچا تھا وہ نہیں ہوا تھا۔۔اسے حماد یاد آیا تھا۔۔(آہ! پہلی پہلی نادانی۔۔پہلی پہلی محبت) گلے میں آنسو اٹک گئے تھے۔۔اس کی چاہت نہ سہی کسی

اور کی چاہت سہی۔۔اب وقت اور حالات کے ساتھ بہنا تھا جو کہ اسے مشکل لگ رہا تھا کیونکہ اس کے مطابق ابراہیم ہنستا نہیں ہے

بیڈ پر لیٹی حوا نے کروٹ بدلی اور آنکھیں بند کر لیں۔۔وہ خواب دیکھنا چاہتی تھی۔۔وہ جس میں حالات اس کے تابع ہوں، وقت اس کا اپنا ہو۔۔

ادھر ساتھ والی چھت پر چارپائی پر لیٹا لڑکا بھی چاند کو گھور رہا تھا۔۔

"تم چاہت تھی، محبت تھی، انسیت تھی یا کیا تھی۔۔شاید میرا نصیب تھی۔۔عالم ارواح میں ہماری روحیں ایک دوسرے کے لیے بنائی گئی ہوں گی۔۔ہمارے دل توڑ کر ایک دوسرے سے جوڑ دیے گئے ہوں گے۔۔میں بس اللہ سے تمھاری مسکراہٹ کی دعا کرتا ہوں اور اللہ کرے حوا بنت عبداللہ کی مسکراہٹ ابراہیم ہو" سر تلے ہاتھوں کا تکیہ بنائے وہ سوچوں میں گم تھا۔۔دور آسمان پر چاند سب دیکھ رہا تھا

پچھلے کچھ دنوں سے وہ سوچ رہی تھی کہ بیسمنٹ کی صفائی کرے گی سو وہ آج کر رہی تھی۔۔بیلا اس کے ساتھ اس کی مدد کروا رہی تھی۔۔بیلا نے سارے کمرے کا جالا صاف کیا۔۔کینوس پکڑے اور ایک طرف لگائے۔۔جو ابھی بالکل صاف تھے ان کو ایک طرف

رکھا۔۔سٹول پر چڑھ کر دیوار میں کیل ٹھونکے اور ان پر اپنی چند پینٹنگز لگائیں۔۔جو رنگ خراب ہو چکے تھے انھیں پھینکا اور جو صحیح تھے انھیں ایک کارٹن میں ڈال کر ایک طرف رکھا۔۔پینٹ برش پھر کر ایک کھلے جار میں رکھے۔۔ایزل کمرے کی ایک طرف رکھے۔۔۔ پرانے پردے اتارے اور دھلے ہوئے نئے پردے لگائے۔۔جب سے وہ شیخو کا کمرہ دیکھ کر آئی تھی تب سے اس کے اندر کوئی چیز تھی جسے چین نہیں آرہا تھا۔۔آرٹسٹ ہونے کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ گند پھیلا کر رکھا جائے۔۔

پھر بیلا نے اچھے سے صفائی کر کے کمرے میں گیلا کپڑا لگایا اور کمرہ نیا نیا لگنے لگا تھا۔۔بڑی سی کھڑکی کے سامنے سفید رنگ کے پردے ہٹے ہوئے تھے۔۔کمرے کی سفید دیواروں پر مختلف پینٹنگز۔۔اسے ایک عجیب سی خوشی ہوئی تھی۔۔ایک اطمینان کا احساس تھا۔۔پھر نہا دھو کر اس نے کپڑے بدلے۔۔شام ہونے کو تھی۔۔وہ باہر باغ میں جھولے پر بیٹھی، ہاتھ میں چائے کا کپ لیے ساتھ ریڈیو آن کر کے بیٹھی تھی۔۔دفعتاً دروازہ بجا اور بوڑھے شخص نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔۔اندر آنے والا ایک شاندار سوٹڈ بوٹڈ آدمی تھا مگر صرف ظاہری حلیے سے۔۔اندر آتے ہی اس نے سن گلاسز اتارے اور اسے کوٹ کی جیب میں لٹکایا۔۔

لیزا نے اسے دیکھ کر منہ کے زاویے بگاڑے۔۔وہ اسی کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔مگر اس نے ریڈیو بند کیا، مگ پکڑا اور اٹھ کر جانے لگی تھی کہ وہ اس کے سامنے آ کھڑا ہوا

"تمھیں کسی نے تمیز نہیں سکھائی کہ کسی کا راستہ ایسے نہیں روکتے؟"سپاٹ لہجے میں بولی۔۔

اس نے اس کی آنکھوں میں دیکھا"مجھے سب سکھایا گیا ہے مگر۔۔کیا ہے نا کہ تمھارے سامنے آتے ہی مجھے سب بھول جاتا ہے"عجیب سے انداز میں بولا تھا۔

"تھپڑ بھول گئے اس دن کا"اس نے آنکھوں میں انگارے لے کر کہا تھا

"مجھے سب یاد ہے۔۔فلک شیر کچھ نہیں بھولتا۔۔بس تمھیں بھی سب کے درمیان ویسے ہی ذلیل کروں گا جیسے تم نے مجھے کیا تھا۔۔اکیلے میں مزہ نہیں آتا"دھیمے سے انداز میں بولا تھا اور پھر کندھے اچکائے۔

"مجھے انتظار رہے گا"وہ بھی تپانے والے انداز میں بولی تھی۔۔

اس کے جبڑے بھینچ گئے۔۔آنکھوں میں خون اتر آیا تھا

"ممی اوپر ہیں۔۔ہوپ سو تم ان کی کمپنی انجوائے کرو۔۔دونوں ایک جیسے ہو نا"ابرو اٹھا کر کہا

اور پھر اس کے ساتھ سے ہو کر اوپر چلی گئی۔۔

وہ مڑا۔۔اور اندر لاؤنج پر نظریں جمائیں

"چڑیا سے چڑیل بن گئی ہو۔۔ مگر میں بھی فلک شیر نہیں ہوں جو تمھیں ذلیل نہ کیا تو "

وہ سوچ رہا تھا اور وقت اسے سوچتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔۔

وقت بہت جلدی گزرا ہو جیسے۔۔دونوں گھروں میں نکاح کی تیاری ہو چکی تھی۔۔ صبح سے ہی کوئی آ رہا تھا اور کوئی جا رہا تھا۔۔خالدہ بھابھی نے تو جیسے شکر کیا کہ بلا ٹلی۔۔البتہ اسد نے کافی ہنگامہ کیا تھا مگر پھر چپ کر گیا۔۔فیصلہ عبدالرحمن کا تھا اور ان کے سامنے کوئی نہیں بولتا تھا۔۔کوئی غیر ضروری تیاری نہیں کی گئی تھی۔۔وہ سادگی کے قائل تھے لہٰذا نکاح سادگی سے ہونا تھا۔۔البتہ جوڑا سمیرا نے بھیجا تھا جو انھوں نے اپنے ہاتھوں سے ٹانکا تھا۔۔ان کا اکلوتا بیٹا تھا اور عام دیسی ماؤں کی طرح انھیں اپنے بیٹے کی دلہن لانے کا بڑا ارمان تھا۔۔سو وہ اکثر بیٹھ کر جوڑا ٹانکتی رہتی تھیں۔۔عبدالرحمن صبح سے ہی خوش خوش پھر رہے تھے۔۔ آتے جاتے ابراہیم کو چڑاتے تھے۔۔

"ابراہیم تمھارا سفید کرتا لٹکا ہوا ہے۔۔عصر کے بعد تیار رہنا" سمیرا اسے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

"امی۔۔اس کی بھی کیا ضرورت تھی۔۔یونیفارم میں ہی نکاح کر لیتا"اس نے سڑے ہوئے انداز میں کہا تھا۔۔پاس بیٹھے عبدالرحمن مسکرا دیے

"خیال برا نہیں ہے۔۔سڑے ہوئے کیوں ہو؟ "

وہ جو بیڈ پر سینے کے بل لیٹا تھا منہ بسور کر بولا

"دو دن۔۔بس دو دن دیے آپ نے مجھے۔۔کل میں نے چلے بھی جانا ہے۔۔ایسے کرتا ہے کوئی۔۔میرا نکاح ہے۔۔مطلب میں انسان نہیں ہوں۔۔میں نے کوئی تیاری نہیں کرنی تھی "

پاس الماری سے جیولری نکالتیں سمیرا مسکرائی تھیں۔۔

"میرا بیٹا تو شہزادہ ہے۔۔ساری تیاری ہو تو گئی ہے۔۔کیا چاہیئے بتاؤ؟ "

اس نے منہ تکیے میں دے دیا۔

عبدالرحمن بس اپنے پوتے کے نخرے ہی دیکھ رہے تھے۔

"دو سال بعد رخصتی۔۔ان کا بس چلتا تو قیامت والے دن رخصتی کرواتے۔۔ابھی لانے میں کیا حرج تھی۔۔ایک دیوار ہی تو پار کرنی تھی مگر نہیں!"دل ہی دل میں وہ جلا بھنا ہوا تھا۔۔

مگر کسی کو کیا خبر!

پھر اٹھا اور اوپر چلا گیا۔۔

سیڑھیاں چڑھتا اوپر جا رہا تھا تو ساتھ والے گھر کی رونق نظر آ رہی تھی۔۔ پھولوں سے سجا گھر اور کھانے کی اٹھتی مہک۔۔ وہ مسکرایا اور اوپر دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو گیا۔۔ موسم اچھا تھا۔۔ باہر کا بھی اور اندر کا بھی۔۔

کچھ لمحے گزرے تھے کہ اسے کسی کی آواز سنائی دی

"السلام علیکم "!

اس نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا۔۔ سلام لینے والی ثمر تھی۔۔

اس نے کوئی جواب نہ دیا اور منہ دوبارہ آگے موڑ لیا۔۔

"بڑا ظرف ہے آپ کا۔۔ ورنہ اس ماضی اور اس کردار کے ساتھ کون مرد اسے قبول کرے؟" اس نے طنز کیا تھا۔

وہ مڑا اور اسے دیکھا "مجھے وہ پھر بھی قبول ہے" اس نے دوبارہ گردن موڑی تھی۔

"ابھی آپ کو اس کا پتہ نہیں ہے ناور نہ۔۔" وہ قدم قدم چلتا چھوٹی دیوار کے قریب آیا

"ورنہ کیا۔۔" ٹھنڈا لہجہ۔

مگر ثمر بھی ڈھیٹ تھی۔۔

مسکرائی اور کندھے اچکائے "آپ یہاں نہیں ہوتے۔۔اگر ہوتے تو اب تک اس کی کرتوتوں کا پول آپ ہر بھی کھل چکا ہوتا "

اس نے ابراہیم کا سارا موڈ غارت کر دیا۔۔وہ دانت پیستے ہوئے بولا

"میں اس بات کو ہر گز پسند نہیں کرتا کہ کوئی میری ہونے والی منکوحہ کا ان الفاظ میں ذکر کرے "

"آپ۔۔"اس نے بات کاٹی مگر ابراہیم بول پڑا

"دیکھو بی بی! مجھے وہ لوگ زہر لگتے ہیں جو میری بات بیچ میں کاٹ دیتے ہیں اور آئندہ" اسے انگلی دکھائی "اس کے بارے میں کچھ بھی کہنے سے پہلے ہزار بار سوچنا۔۔میں اس کے بارے میں سب جانتا ہوں اور اسے پھر بھی قبول کرتا ہوں۔۔میرا خیال ہے اس سے زیادہ میں تمیز اور برداشت کا مظاہرہ نہیں کر پاؤں گا۔۔خدا حافظ "!

اور وہاں سے چلا گیا۔۔

اسے غصہ آیا" سمجھتا کیا ہے خود کو"اور پیر پٹخ کر نیچے چلی گئی۔۔

عصر کی نماز ادا ہو چکی تو سب جمع تھے۔۔ابراہیم نے سفید رنگ کا کرتا پہن رکھا تھا اور مسکراتا ہوا پاس بیٹھے عبدالرحمن سے کچھ کہہ رہا تھا۔۔وہ بھی اس کی بات سن کر مسکرا دیے۔۔پاس بیٹھے قاضی صاحب بھی تیار تھے۔۔سمیرا رشتہ داروں سے مل رہی تھیں۔۔ایک دو دوستیں بھی تھیں جن سے وہ مسکرا کر باتیں کر رہی تھیں۔۔سکینہ نظر نہیں آ رہی تھی۔۔خالدہ بھابھی بھی ایک طرف بیٹھیں آسیہ سے کچھ کہہ رہی تھیں۔۔پھر وہ سنجیدہ سا ہو کر بیٹھ گیا۔۔قاضی نے دعائیہ کلمات پڑھے۔۔وہ آج بڑا بڑا لگ رہا تھا۔۔

"کیا آپ ابراہیم خان ولد ظفر اللہ خان، حوا عبداللہ ولد عبداللہ خان کو۔۔۔" قاضی نے عقد نکاح کی سطور پڑھیں۔

وہ متوجہ سا سن رہا تھا۔

)تخیل میں ہلکی بھوری آنکھیں ابھری تھیں(

"قبول ہے "

)پھر وہ رات یاد آئی جب اس نے اسے آئینے میں دیکھا تھا(

"قبول ہے "

)دل عجیب ہو رہا تھا۔۔سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ خوش ہونا ہے یا قسمت پر حیران(

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"قبول ہے"

پھر چند کاغذات پر دستخط کیے گئے۔۔وہ کوئی دعا پڑھتے اٹھا۔۔

اور لڑکے والوں کی طرف سے خوشی کا اظہار کیا گیا۔۔عبدالرحمن کھڑے ہوئے اور قاضی سے ملے۔۔پھر اپنے پوتے سے گلے ملے۔۔

"You never disappointed me"

)تم نے کبھی مجھے مایوس نہیں کیا(

انھوں نے اس کے کان میں سرگوشی کی تھی۔

"You too!"

))آپ نے بھی!

اس نے بھی سرگوشی کی۔۔

سمیرا بہت خوش تھیں۔۔ساتھ کھڑی سکینہ بھی مسکرا رہی تھی۔۔

اب باری اس کی تھی۔۔وہ جو اپنے کمرے میں صوفے پر بیٹھی تھی۔۔سادہ مگر خوبصورت لگ رہی تھی۔۔سفید جوڑا تھا جس پر گولڈن رنگ سے کام کیا گیا تھا۔۔نیچے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گرارہ تھا اور اوپر کرتی۔۔دوپٹہ اچھے سے سیٹ کر کے پیچھے کی طرف کیا گیا تھا۔۔ماتھے پر ٹیکا، کانوں میں ہلکی سی بالیاں تھیں۔۔وہ پریشان سی بیٹھی تھی۔۔شیخو کمرے میں آیا۔۔

حوا کا دل بہت گھبرا رہا تھا۔۔اس کا دل کیا کہ بھاگ جائے کہیں۔۔یا کچھ ہو جائے یا پتہ نہیں۔۔اسے عجیب بے چینی ہو رہی تھی۔۔

شیخو اس کے پاس آ کر بیٹھا اور اسے دیکھ کر مسکرایا

"چچ۔۔چھوٹی سی دلہن "!

وہ بھی پھیکا سا مسکرائی۔

شاید مہمان آ رہے تھے۔۔باہر شور ابھرا تھا۔۔شیخو اٹھنے لگا تھا مگر اس نے اس کا ہاتھ زور سے پکڑ لیا۔۔ہاتھوں میں پہنی چوڑیاں کھنکی تھیں۔۔

وہ جو اٹھنے لگا تھا بیٹھ گیا۔۔اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔۔وہ فکر مند ہوا تھا۔۔

"کک۔۔کیا ہوا؟ "

"ڈر لگ رہا ہے" وہ بولی تو آواز رندھ گئی۔جیسے ابھی رونے لگے گی۔

"مم۔۔میں ہوں تمھارے پاس "

اور کھڑے ہو کر اس کے بالوں پر بوسہ دیا۔

سب سے پہلے آسیہ آئیں اور پھر عبدالرحمن۔۔پھر سکینہ مسکراتے ہوئے اندر بڑھی۔۔ چھمی بھی مسکراتے ہوئے ان کے ساتھ ہی تھی۔۔

عبدالرحمن نے اس کے سر پر پیار دیا۔۔وہ ہونقوں کی طرح سب کو دیکھ رہی تھی۔۔شیخو نے اسے گلاس میں پانی ڈال کر دیا۔۔

اس نے پانی پیا۔۔پھر عبدالرحمن اس کے ساتھ بیٹھے اور چند دعائیہ کلمات پڑھے۔۔

)منظر گڈ مڈ ہو رہے تھے۔۔اسے پین دیتا ہوا احماد نظر آیا تھا(

پھر شیخو نے اس کی گود میں چند کاغذات رکھے اور ہاتھ میں قلم دیا۔۔

(اچھی لگ رہی ہو۔۔تم نے میرا دل توڑا ہے۔۔تم بہت بری ہو۔۔اچھی لگ رہی ہو)اس نے سر جھٹکا۔

اس نے اپنے دادا کو کہتے سنا

"کیا آپ حوا عبداللہ ولد عبداللہ خان،ابراہیم خان ولد ظفراللہ خان کو۔۔"عقد نکاح کی سطور پڑھی گئیں۔

"قبول ہے"آواز ابھی تک رندھی ہوئی تھی۔

)اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔تخیل میں عبداللہ کا مسکراتا چہرہ نمودار ہوا تھا۔۔(

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"قبول ہے"

انھیں کھولیں تو وہ کہیں نہیں تھے۔۔تیسری بار کلمات ادا کیے گئے۔۔

"قبول ہے "

اور کاغذات پر دستک کرنے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور دستخط کر دیے۔۔

)بس اتنی سی بات تھی حوا (!

اندر کسی نے سرگوشی کی تھی۔۔

عبدالرحمن کوئی دعا پڑھتے اٹھے۔۔اس کے سر پر پیار دیا۔۔۔شیخو بھی مسکرا رہا تھا۔۔وہ بھی اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرائی۔۔

بہت سا بوجھ اتر گیا تھا !

سکینہ آگے بڑھی اور اس سے گلے ملی۔۔پھر اس کی ٹھوڑی کو چھوا

"بہت پیاری لگ رہی ہو "

وہ بھی مسکرا دی۔

"مبارک ہو حوا "!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے سر اثبات میں ہلایا۔۔

زندگی بدلنے والی تھی۔۔زندگی بدل گئی تھی۔۔

کل اس نے واپس پی ایم اے چلے جانا تھا۔۔وہاں جا کر دل لگ جاتا تھا مگر آج چھت پر چاندنی رات تلے بیٹھے لڑکے کا دل اداس سا تھا۔۔چارپائی پر سر جھکائے بیٹھا تھا۔۔پیچھے سے سکینہ کی آواز ابھری

"بھائی! چائے پئیں گے؟" وہ سیڑھیوں پر کھڑی پوچھ رہی تھی۔

اس نے گردن موڑ کر "ہوں" کہا۔

اس نے اوپر سے ہی گلا پھاڑ کر آواز دے دی۔۔

"پیاری امی جان۔۔بھائی اور میرے لیے بھی بنا دیں چائے۔۔اللہ آپ کو ہزاروں خوشیاں دے "

اور سمیرا کچھ بول رہی تھیں مگر وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے ہنسی دباتی ہوئی ابراہیم کے ساتھ آ بیٹھی۔۔

"کل آپ جا رہے ہیں؟ "

"ہوں" عادتاً پاؤں کے انگوٹھے کی طرف سے جوتا زمین پر رگڑ رہا تھا۔۔

"اتنا اداس سا ہوں؟" وہ چہرہ جھکائے، اس کی طرف دیکھ رہی تھی

"ہوں "

"پھر ہوں" اس نے بغور ابراہیم کا چہرہ دیکھا۔۔

"اچھا چلیں بتائیں۔۔ کیا ہوا ہے؟ "

"پتہ نہیں۔۔ بس دل اداس سا ہے "

اس نے کچھ سوچ کر سر ہلایا اور پھر بولی

"اچھا۔۔ اب سمجھ آیا۔۔ اپنی دلہن کا دیدار نہیں کیا اس لیے اداس ہیں "

اسے چھیڑتے ہوئے انداز میں بولی تھی۔۔

"کیسی لگ رہی تھی وہ؟" گردن ابھی بھی جھکی ہوئی تھی۔

"پیاری لگ رہی تھی" سکینہ نے اس کے کان کے قریب سرگوشی کی۔

وہ مسکرا دیا۔

"خوش تھی؟" اگلا سوال۔

"ہونا تو چاہیئے تھا "!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں "

پھر خاموشی چھائی رہی۔۔

اچانک سے وہ بلند آواز میں بولی "حوا۔۔تم۔۔"اور کھڑی ہو گئی

اور ابراہیم چوکنا ہو کر بیٹھ گیا۔۔ گردن دوسری چھت کی طرف مڑی اور بس بھاگنے ہی لگا تھا

وہ قہقہہ لگا کر ہنسی۔۔

"اللہ بھائی!"پھر ہنسی۔

وہ تو ایک دم تیار تھا کہ بس نیچے بھاگ جائے۔

"آپ۔۔"اس کی ہنسی بند ہونے میں نہیں آ رہی تھی۔۔

"دادی اماں۔۔ "

وہ اس کی طرف بڑھا مگر اس نے کان پکڑ لیے "اچھا اچھا۔۔سوری "!

وہ پھر بیٹھ گیا۔۔اس کا دل ابھی تک دھڑک رہا تھا۔۔

وہ اس کے پاس آ بیٹھی اور اس کے کان کے قریب آ کر بولی

"آپ ڈرتے ہیں اس سے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا

"نہیں۔۔میں کسی سے نہیں ڈرتا "

"اچھا جی۔۔ابھی میں نے دیکھا ہے" وہ اسے ایسے ہی تنگ کر رہی تھی۔

"بس وہ بات ہی نہیں کرتی مجھ سے۔۔جب بھی میں سامنے آتا ہوں بس ایسے پریشان سی ہو کر دیکھتی رہتی ہے۔۔جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو" وہ جیسے کوئی شکوہ کر رہا تھا۔

"وہ تو پہلے کی بات تھی نا۔۔اب تو کرے گی بات۔۔اب آپ ہی سے تو کرے گی بات"

وہ جو کچھ لمحے پہلے پریشان بیٹھا تھا مسکرانے لگا۔۔اس کے گال ہلکے سے لال ہوئے تھے

"اف۔۔فوجی شرماتے بھی ہیں "

اور اس نے اس کے پیٹ کی دائیں جانب ہلکی سی گدگدی کی اور بھاگ کر سامنے کھڑی ہو گئی

"سکینہ۔۔" وہ زور سے بولا تھا

"اچھا اچھا۔۔اب نہیں کرتی" اور ہنس دی۔

"اللہ بھائی۔۔آپ بھی نا!" اور پھر ہنسی۔

وہ بھی مسکرا دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ دیر بعد دونوں چائے پینے نیچے چلے گئے۔۔

حدید پہلے پہنچا اور ابراہیم بعد میں۔۔دونوں یونیفارم پہنے بس باہر جانے کے لیے تیار تھے۔۔ابھی ہی ہاسٹل آئے تھے اور رپورٹنگ کر کے سیدھا کمرے میں آئے اور سامان سمیٹا۔۔سارا سامان الماری میں سیٹ کرنے کے بعد ابراہیم جھکا اور اپنے بیگ سے ایک چھوٹا سا مٹکا نکالا۔۔جیسا اس دن دادا نے حوا کو دیا تھا۔۔

بازو لمبا کر کے مٹکا حدید کے سامنے رکھا جو کہ سٹڈی ٹیبل پر بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔

"یہ کیا ہے؟"اس نے ابرو اٹھایا۔

"منہ میٹھا کر لو"وہ اسی طرح خالی ہاتھ پہلو میں گرائے اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔

"کیوں؟"جواب جھٹ سے آیا۔

ابراہیم نے دونوں بازو سینے پر باندھ لیے"نکاح ہو گیا ہے میرا "

"کیا؟"وہ حیران اور خوش۔۔بیک وقت ہوا تھا۔

پھر کھڑے ہو کر اسے گلے لگایا۔

"مبارک ہو یار۔۔مجھے کیوں نہیں بلایا؟"اس نے منہ بسورا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شکر کرو مجھے بلا لیا تھا۔۔" وہ اسی طرح سینے پر بازو باندھے کھڑا تھا۔۔وہ طنز نہیں کر رہا تھا نہ سڑا ہوا تھا۔۔بس نارمل تھا

حدید نے چھوٹے مٹکے کے اوپر سے ڈھکن اٹھایا اور اندر گلاب جامن شیرے میں ڈوبے ہوئے تھے۔۔اس نے ایک نکال کر منہ میں رکھا اور دوسرا نکالنے کے لیے ابھی ہاتھ اندر ڈالا ہی تھا کہ دروازہ بجا۔۔

گڑبڑا کر ابراہیم نے اس کے ہاتھ سے مٹکا چھینا اور ٹیبل کے نیچے رکھ دیا۔۔دروازہ کھولا تو سامنے اعزاز تھا۔۔ مسکراتا ہوا ہشاش بشاش سا۔۔دونوں نے سکھ کی سانس لی۔۔ تیر کی طرح سیدھے کھڑے تھے،اب کندھے ڈھیلے کیے

"کیسے ہو؟" اعزاز نے ہاتھ بڑھایا تھا۔

اور ہاتھ آگے بڑھا کر اسے کھینچ کر گلے لگا۔۔

"اس کو چھوڑو تم۔۔یہ مٹھائی کھاؤ" حدید نے جھک کر ٹیبل کے نیچے سے مٹکا نکالا اور اس کے سامنے کیا۔

ابراہیم نے ہاتھ مار کر دروازہ بند کیا۔۔

"کس چیز کی ہے؟" اس نے ایک گلاب جامن نکال کر منہ میں رکھا۔

"بھائی کا نکاح ہوا ہے" اور ہنس کر ایک ہاتھ اعزاز کے ہاتھ پر مارا۔اس نے پیچھے کھڑے ابراہیم کو گردن موڑ کر دیکھا۔

وہ بھی ہنس دیا۔۔"مبارک ہو بھئی "!

وہ مسکرا دیا۔۔اس کے گال گلابی ہوئے۔۔

"یار! ناچنے کو دل کر رہا ہے" حدید پر جوش سا بولا

باہر گھنٹی بجی اور یہ ساری خوشی زائل۔۔ابراہیم نے دوبارہ مٹکا چھینا اور ٹیبل کے نیچے چھپا دیا

"پنکھے سے الٹا لٹک جاؤ۔۔چلو باہر۔۔ابھی پریڈ کریں گے نا تو سارے ناچ نکلیں گے"

حدید وہیں پتھر بنا کھڑا تھا۔۔اعزاز باہر نکلا تو ابراہیم نے زبردستی بازو پکڑ کر اسے باہر کھینچا۔۔

روٹین شروع ہو چکی تھی!

یہ نکاح کے دو دن بعد کی بات ہے جب حوا اور شیخو دوپہر کے کھانے کے لیے کمرے میں بیڈ پر بیٹھیں آسیہ کے سامنے بیٹھے تھے۔۔چوکڑی مارے دونوں آسیہ بیگم کو آم کاٹتے دیکھ رہے تھے۔۔

"شیخو۔۔لاہور کب جا رہے ہو واپس؟ "

آم کاٹ کر پلیٹ درمیان میں رکھی اور پونے میں لپیٹی روٹیاں نکالنے لگیں۔۔

حوا اور شیخو نے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔

"چھوٹی امم۔۔می۔۔بس تت۔۔تھوڑے دن تک "

پھر سر جھکائے پلیٹ میں پڑی روٹی کا لقمہ توڑا اور شوربے میں ڈال کر منہ میں رکھا۔۔

"امی۔۔شیخو کا جانا ضروری ہے؟"بولنے والی حوا تھی۔

وہ خاموش رہیں۔پھر دھیمی آواز میں بولیں

"تو کیا یہیں رہے۔۔یہاں کیا ہے؟ "

"یہاں میں ہوں امی!"معصومانہ شکل بنا کر بولی۔

آسیہ نے دل ہی دل میں حوا کو اس کے فلسفے کی داد دی۔

"میرا بیٹا ہنر مند ہے،اچھا کما سکتا ہے اور کمائے گا۔۔حالات اور زمانے کا مقابلہ بھی تو کرنا ہوتا ہے نا "!

ڈھکے چھپے لفظوں میں جو انھوں نے کہا تھا شیخو سمجھ گیا تھا۔۔سر جھکائے خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا۔البتہ حوا کے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے تھے کہ کیا جانا ضروری ہے؟

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شیخو۔۔تم مجھے بھی ساتھ لے جاؤ" تھوڑی دیر بعد کچھ سوچ کر بولی تھی۔

وہ جو کھانا کھا چکا تھا۔۔اپنی بہن کو دیکھ کر بولا

"جب ہم۔۔مم اپنا گھر لیں گے وہاں۔۔پپ۔۔پھر چلیں گے۔۔ابھی تت۔۔تم چھوٹی امی کے پاس رہو"

اس نے منہ بسور لیا پھر کچھ نہیں بولی تھی۔

جانا تو اس نے دو تین دن تک تھا مگر ارادہ بدل گیا۔۔۔

اس نے سارا سامان تیار کر لیا تھا۔۔وہ بس کل ہی لاہور کے لیے نکلنے والا تھا۔۔رات کو حوا نے اس کا سامان دیکھا تو دکھی ہو کر اس کے پاس بیٹھ گئی۔۔

"شیخو! تم چلے جاؤ گے تو میں کیا کروں گی؟ "

چھت پر سیاہ آسمان تلے بیٹھے لڑکے نے نرمی سے جواب دیا۔۔

"اور اگر مم۔۔میں نہ گیا تو مم۔۔میری بہن کی فرمائشیں کک۔۔کون پوری کرے گا؟"

وہ چپ ہو گئی۔۔پھر بولی

"میری کون سی فرمائشیں ہیں؟ "

وہ ہنس دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہیں بب۔۔بس "!

"اگر ابو ہوتے تو تم نہ جاتے؟" جیسے اس نے اس کے جانے کی وجہ دریافت کر لی تھی

"ابو ہوتے تت۔۔تو بہت پہلے چلا جاتا"

حوا نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔۔

"میں تمھیں بہت یاد کروں گی۔۔خط بھی لکھا کروں گی" وہ اسے دیکھ رہی تھی، چہرہ اترا ہوا تھا

"مم۔۔میں بھی "!

چہرہ اٹھا کر ستارے دیکھنے لگی اور پھر بولی

"لاہور میں کیا ہے شینو؟"

وہ مسکرایا۔"لاہور میں زز۔۔زندگی ہے "!

وہ مسکرائی تھی۔

اس نے اپنا سر اپنے بھائی کے بازو سے لگایا

"بادشاہی مسجد، شاہی قلعہ، گورنمنٹ کالج، مینار پاکستان۔۔میں سب دیکھوں گی شینو"

وہ جیسے اپن تصور، اپنا خیال اس کو بتا رہی تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں۔۔کک۔۔کیوں نہیں"

پھر کافی دیر ادھر اُدھر کی باتیں کرتی رہی۔۔رات قطرہ قطرہ پگھلتی رہی اور دونوں نیچے اپنے کمرے میں چلے گئے۔۔

اگلے دن وہ صبح گھر والوں سے مل کر لاہور آ گیا۔۔جس وقت وہ لاہور پہنچا سورج پورا نکل چکا تھا۔۔ہر طرف روشنی اور چمک۔۔لگتا ہی نہیں تھا کہ پچھلے کچھ دن یہاں بارش ہوئی ہے۔۔خیر، وہ اپنی گلی میں پہنچا، ہاتھ میں سفری بیگ پکڑے، گھنگریالے بال بکھرے اور چہرے پر ازلی سنجیدگی مگر قدرت نے اس کے چہرے پر ایک فکر اور معصومانہ تاثر رکھا تھا۔۔گھر پہنچا اور چچا سے مل کر اوپر چلا گیا۔۔انھیں پتہ تھا وہ آتے ہی سب سے پہلے اوپر جائے گا۔۔

وہ اس کے لیے شربت بنانے کچن میں چلے گئے۔۔نام ان کا فقیر محمد تھا مگر انھیں سب "فیکا" کہتے تھے "چچا فیکا"۔۔وہ کچھ پریشان تھے۔۔

ایک تو جن سے سب سے زیادہ محبت ہوتی ہے ان کو ہم پتہ نہیں کیوں حواس پر سوار کر لیتے ہیں۔۔وہ بھی اپنے حواس پر شیخو کو سوار کیے بیٹھے تھے۔۔حالانکہ نہ وہ غصے والا تھا نہ بے ادبی کرتا تھا۔۔وہ لحاظ کرنے والا سلجھا ہوا الجھا سا لڑکا تھا۔۔

Clubb of Quality Content

وہ پلیٹ پر سٹیل کا گلاس رکھے اوپر اس کے کمرے میں گئے، دروازہ کھلا تھا، اس نے گردن موڑ کر انھیں دیکھا۔۔ نظر شربت والے گلاس پر پڑی۔۔

"چچ۔۔چا۔۔ایک تصویر نہیں مم۔۔مل رہی "

وہ جھکا ہوا دیوار کے ساتھ لگے کینوس آگے پیچھے کر کے دیکھ رہا تھا۔۔پریشان سا !

وہ آگے بڑھے۔۔ تھوک نگلا

"تمھارے دوست آئے تھے"

وہ سیدھا ہوا

"میرے؟" وہ سیدھا کھڑا ہوا اور آنکھیں چھوٹی کر کے انھیں دیکھا۔

چچا خود بھی جانتے تھے کہ وہ غلط کہہ رہے تھے۔۔ شیخو کے کوئی دوست نہیں تھے۔۔نہ کبھی بنے تھے

ان کا دل دھڑکا "وہ۔۔ابراہیم کا نام لے رہے تھے "

"تت۔۔تو؟" وہ ان کی جانب بڑھا۔ صدمے اور پریشانی کی ملی جلی کیفیات تھیں

وہ ابھی بھی شربت کا گلاس پکڑے کھڑے تھے۔

"وہ تمھاری تصویر لے کر گئے ہیں۔۔دے جائیں گے۔۔اچھے لوگ تھے" اس سے زیادہ اچھی وضاحت نہیں آئی انھیں۔

"چچا" وہ صدمے سے بولا۔

"کک۔۔کون لوگ تھے وہ؟" وہ فکر مند تھا۔۔ان کے بالکل سامنے کھڑا، ماتھے پر پسینہ تھا۔

"بیٹا۔۔وہ اپنا پتہ دے کر گئے ہیں۔۔رات تک دیکھ لے۔۔نہ آئے تو پھر میں جاؤں گا لینے۔۔وعدہ" وہ جیسے اسے تسلی دے رہے تھے۔

"چچا!" اس نے انگلیاں بالوں میں پیچھے کی طرف پھیریں اور دائیں جانب دیکھا۔

اب کیا ہو سکتا تھا؟

"اچھا چلو شربت پیو۔۔پریشان نہ ہو" انھوں نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔

وہ پریشان تھا۔۔چچا نے شربت کا گلاس بڑھایا تو اس نے پکڑ لیا اور زمین پر بیٹھ کر پی گیا۔۔

"کھانا کھاؤ گے؟"

اس نے نفی میں سر ہلایا۔ارد گرد اپنے سامان کو دیکھ رہا تھا۔

دماغ البتہ ان "دوستوں" پر اٹکا تھا

آج کافی دن بعد وہ دونوں ملے تھے۔۔وہ اپنے کلاس فیلوز کے ساتھ کالج آف آرٹ اینڈ ڈیزائن آیا تھا۔۔ قیس نے لیزا کو کینٹین کے باہر بیٹھ کر چپس کھاتے دیکھ لیا تھا اور پھر بس لیزا کی پلیٹ اب اس کے سامنے تھی۔۔دونوں آمنے سامنے بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔۔ارد گرد شور تھا مگر ان دونوں کے پاس ایک دوسرے کو سنانے کو بہت کچھ تھا۔۔

قیس نے آلو کی بنی لمبی سی چپس اٹھائی اور منہ میں رکھی

"پتہ ہے کیا۔۔ کبھی کبھی میں سوچتی ہوں کہ کاش میں قیس ہوتی "

وہ اس کی بات پہ قہقہہ لگا کر ہنسا تھا۔

"ہاں نا۔۔لاپرواہ سا۔۔اپنی مرضی کا مالک" وہ جیسے اس سے متاثر ہوئی تھی۔

اس نے لیزا کے سامنے پڑی پانی کی بوتل پکڑی اور ڈھکن کھول کر اوپر کر کے منہ میں پانی انڈیلا۔۔

"لیزے۔۔یہ جو ہماری زندگی میں سانحے ہوتے ہیں نا۔۔ چھوٹے موٹے واقعات یا پھر حادثات۔۔یہ ہمیں ویسا رہنے ہی نہیں دیتے جیسے ہم پہلے تھے"

"اوہ۔۔گہری بات کہہ دی تم نے" اس نے ابرو اٹھایا۔

"لیکن۔۔ قیس کو صرف قیس ہی جھیل سکتا ہے یا ایک عدد کیف۔۔ آپ جیسے ہیں ویسے ہی ٹھیک ہیں۔۔ کبھی بھی کسی دوسرے کی طرح بننے کی خواہش آپ کو خود سے دور کر دیتی ہے۔۔ اپنے آپ کو قبول کرو اور آگے بڑھو۔۔ سمپل!" شانے اچکائے

چپس کی پلیٹ اب خالی تھی۔

لیزا کو وہ رات یاد آئی جب کیف نے اسے قیس کے بارے میں بتایا تھا۔۔ وہ سینے پر بازو باندھے پیچھے کرسی سے ٹیک لگائے سوچ رہی تھی۔۔

"واقعی۔۔ حادثات انسان کو پہلے جیسا نہیں رہنے دیتے۔۔ یا تو انسان کو مار دیتے ہیں یا جینا سکھا دیتے ہیں "

وہ دونوں ایک دوسرے کے سامنے بیٹھے تھے۔۔ ایک کو حادثات نے جینا سکھایا تھا ایک کو مرنا بھی نہ آیا تھا۔۔

قیس نے اس کے آگے چٹکی بجائی۔۔

"کیا ہو گیا۔۔ کہاں کھو گئی؟ "

وہ بمشکل مسکرائی۔

"کہیں نہیں۔۔ بس ایسے ہی" شانے اچکائے

"ایک خبر ہے تمھارے لیے" اس کے لہجے میں تجسس تھا

"کیا؟ "

وہ مسکرایا تھا۔ عجیب سی مسکراہٹ۔

"وہ لاہور آ گیا ہے "

لیزا کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔۔ وہ پر جوش تھی یا خوش۔۔ فیصلہ کرنا مشکل تھا۔۔

"کب چلیں؟" سوال قیس کی جانب سے تھا۔

اب انھیں بہت جلد اس "خاص" سے ملنا تھا۔۔

یہ شام کے پانچ بجے کا وقت تھا۔ لاہور کی ایک سڑک پر معمول کی گہما گہمی تھی۔۔ عصر کو بیتے اب کئی وقت گزر چکا تھا۔۔

لوگ اپنے اپنے کاموں میں لگے تھے۔۔ لیزا اسٹیفورڈ اپنے گھر سے نکلی اور گاڑی سڑک پر دوڑاتی ایک ریستوران پہنچی۔ گاڑی وہیں پاس ہی پارک کی اور شیشے کے دروازے کو پار کرتی اندر آئی۔۔ نیوی بلیو رنگ کی لمبی قمیض نیچے سفید ٹراؤزر تھا۔۔ بال کھلے تھے جن پر ہیئر بینڈ لگایا ہوا تھا۔۔ کندھے سے لٹکتا پرس اور ہاتھ میں پکڑی گاڑی کی چابی۔۔ وہ ایک کھڑکی کے

پاس بیٹھ گئی۔۔پرس اتار کر سامنے میز پر رکھا، چابیاں رکھیں اور کھڑکی کے شیشے سے باہر دیکھنے لگی۔۔یہاں سے باہر کی مصروفیات نظر آتی تھیں۔۔ریستوران میں کافی گہما گہمی تھی۔۔زیادہ تر سٹوڈنٹس ہی تھے جو کہ پاس ہی یونیورسٹی سے سیدھا ادھر آئے تھے۔۔

کھانے کی مہک، قہقہے، آوازیں ریستوران میں معمول تھا

لڑکا اس کے پاس آیا اور مینیو کارڈ اسے تھمایا۔۔

ٹانگ ہلاتی، نچلا لب دانتوں میں دبایا، کہنیاں میز پر جمائیں اور کارڈ پر نظریں جمائے بولی

"اس ریسٹورنٹ کا سب سے مزیدار شیک کون سا ہے؟ "

لڑکے نے نظریں جھکائی رکھیں۔

"سٹابری شیک "!

اس کے غلط تلفظ پر وہ ذرا سا مسکرائی اور نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

بادامی رنگ کی شلوار قمیض، آگے سے گھنگریالے بال بکھرے، نظریں جھکائے سنجیدہ سا کھڑا تھا۔۔وہ لڑکا اسے پٹھان لگا تھا۔۔دوبارہ کارڈ کو دیکھا

"لادو "

اور مینیو کارڈ اسے تھمایا۔وہ سر ہلا کر چلا گیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لیزا کو بیس منٹ میں یہاں سے نکلنا تھا۔۔اس نے ملک شیک کا گلاس لا کر اس کے سامنے رکھا۔۔اور چلا گیا۔

اس نے گلاس ذرا سا اپنے سامنے سرکایا، ملک شیک میں پڑا سٹرا ہلایا اور ہونٹ گول کر کے دونوں ہونٹوں کے درمیان سٹرا رکھا اور گھونٹ بھرا۔۔(واقعی مزیدار تھا)

لمحے سرکتے گئے۔۔گلاس اب خالی تھا۔۔لڑکا گلاس لینے آیا تو اس نے مسکرا کر پیسے دیے اور اٹھ کر آ گئی۔۔اب اسے قیس سے ملنا تھا جو کہ تھیٹر کے باہر اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔

قیس پندرہ منٹ لیٹ تھا۔۔سورج بھی ڈوب چکا تھا۔۔اب ہر طرف اندھیرا ہو رہا تھا مگر شہر لاہور کی رونق اب بھی دن کی سی تھی۔۔شور کرتی ہارن بجاتی گاڑیاں اور آنکھوں میں چبھتی روشنیاں۔۔وہ جس علاقے میں داخل ہوئے وہاں قدرے خاموشی تھی۔۔تنگ گلیوں والا چھوٹا سا علاقہ۔۔گاڑی ایک جگہ کھڑی کی اور قیس نے جھک کر پیچھے پڑی پینٹنگ پکڑی اور اس کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔۔پہنچ کر دروازہ بجایا۔۔اندر سے کسی کے آنے کی آہٹ سنائی دی۔۔

"کون؟" وہی پرانی آواز تھی۔

دروازہ کھلا اور فقیر محمد نے باہر جھانکا

"سلام چچا۔۔ شیخو گھر پر ہے؟" آگے قیس کھڑا تھا، دونوں ہاتھ پہلو میں اور دائیں ہاتھ میں کینوس پکڑے۔

"وعلیکم السلام۔۔جی۔۔آجاؤ "

اور ایک طرف ہو کر انھیں اندر آنے کی جگہ دی۔

اندھیرا تھا سو انھوں نے سامنے والی دیوار پر لگے بورڈ پر ہاتھ مار کر بٹن نیچے کیا اور بلب جلا، پیلی پیلی روشنی ہر جگہ پھیل گئی۔۔انھیں اسی کمرے میں بٹھایا جہاں پچھلی بار بٹھایا تھا۔۔

قیس کو وہ روشنی اچھی نہیں لگی۔۔اسے لگا بس ابھی اسے نیند آجائے گی۔۔

چچا شاید شیخو کو بلانے گئے تھے۔۔قیس کو سکون کہاں؟ وہ اٹھا اور کمرے سے باہر آگیا۔۔

"قیس" لیزا نے دانت پیستے اسے آواز دی۔ مگر وہ کہاں سننے والا تھا

باہر لان تھا۔۔ایک طرف کیاری تھی جس میں پودے لگائے گئے تھے۔۔لیموں کی خوشبو اس کی نتھوں سے ٹکرائی۔۔ایک جانب چھوٹا سا کچن تھا اور سامنے شاید لاؤنج تھا جس کے سامنے بڑا سا جالی دار دروازہ تھا۔۔اس کے آگے پردے گرے ہوئے تھے۔۔اندر کی نسبت باہر کا ماحول ٹھیک تھا۔۔اوپر سیاہ آسمان نظر آرہا تھا۔۔

چچا کچن سے نکلے اور ان کے ہاتھ میں ٹرے تھا جس میں دو سٹیل کے گلاس تھے۔۔ان میں پانی تھا

اندر آئے اور ٹرے میز پر رکھا۔۔ قیس جھکا اور پانی کا ایک گھونٹ بھر کے گلاس واپس رکھ دیا۔۔لیزا نے وہ بھی زحمت نہ کی۔۔ گرمی کافی زیادہ تھی اور وہ بار بار شرٹ کے گریبان کو آگے سے پکڑ کر آگے پیچھے کرتا کہ ہوا آئے۔۔پسینے سے شرٹ پیچھے کمر سے چپک چکی تھی۔۔

"چچا! شیخو کو تو بلاؤ "

"آرہا ہے۔۔میں نے بتا دیا تھا آپ دونوں کا" وہ سامنے کرسی پر بیٹھ گئے۔

"آپ دونوں تو غائب ہی ہو گئے تھے۔۔ شیخو بہت غصہ ہوا مجھ پہ" وہ خفا تھے۔ قیس بھی اپنی کرسی پر بیٹھ گیا

"ہم نے آپ سے کہا تھا کہ یہ امانت ہے اور ہم امانت میں خیانت نہیں کرتے" بولنے والی لیزا تھی۔نرم اور دھیما لہجہ۔

چچا خاموش ہوئے اور پھر باہر چلے گئے۔۔

لیزا نے آگے ہو کر گلاس پکڑا اور ایک گھونٹ بھرا۔۔پھر دونوں ہاتھوں کے درمیان گلاس پکڑے پریشانی سے بولی

"قیس۔۔وہ کچھ کہے گا تو نہیں؟ "

وہ جو ٹانگ ہلاتا کمرے کی دیواریں گھور رہا تھا یک دم بولا

"نہیں لیزے۔۔وہ گونگا ہے۔۔کچھ نہیں کہے گا" وہ تو جیسا گرمی سے سڑا ہوا تھا۔

لیزا نے اسے گھورا تو وہ علامہ اقبال کی طرح سوچتے ہوئے پھر سے ساتھ والی دیوار کے کونے کو دیکھنے لگا۔۔

سیڑھیوں سے نیچے کوئی آرہا تھا۔۔مگر نظر نہیں آیا۔۔

قیس بھی سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔

کمرے میں داخل ہوا۔۔قیس نے اسے غور سے دیکھا اور پھر اس کی پینٹنگز کے بارے میں سوچا

"لو بھئی! ہو گیا کام" اس نے دل ہی دل میں سوچا

اور لیزا وہ تو خاموشی سے اسے گھور رہی تھی،اس نے اسے دیکھا تھا کہیں۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"الس۔۔سلام علیکم!" وہ ذرا سا ہکلایا تھا۔اس نے ایک نظر قیس کو دیکھا اور بس نظریں جھکا لیں۔۔

چچا بھی ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوئے اور دو ساتھ ساتھ خالی کرسیوں میں سے ایک پر بیٹھ گئے۔۔

"وعلیکم السلام!" قیس نے اسے دیکھتے جواب دیا۔

)ابراہیم کا بھائی؟ ہیں؟(

قیس کے ساتھ والی خالی کرسی پر وہ بیٹھا تھا۔۔

"ہم تمھاری پینٹنگ لے کر گئے تھے۔۔تمھاری امانت واپس کرنے آئے ہیں" بولنے والی لیزا تھی جس نے اپنے ساتھ اس کا پینٹ کیا ہوا کینوس رکھا تھا۔۔نیچے زمین پر الٹا کر کے چارپائی سے ٹکا کر۔۔گلاس آگے ہو کر میز پر رکھ دیا۔۔۔

"جج۔۔جی۔۔چچا نے بب۔۔بتایا تھا "

قیس اس کے بولنے پر صدمے میں تھا

)یہ تو صحیح سے بول نہیں سکتا۔۔اتنا اچھا ہاتھ کیسے چلا لیتا ہے؟(

خیر،اس نے گلا کھنکھارا۔۔ذرا سا آگے ہوا،ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائیں۔

"آ۔۔بات یہ ہے کہ ہم تمھارے کام سے متاثر ہوئے ہیں۔۔تم کس کالج سے پڑھے ہو؟ "

اسے نہیں پتہ تھا کہ وہ یہ کیوں پوچھ رہا ہے مگر پوچھ رہا ہے۔۔شاید وہ جاننا چاہ رہا کہ وہ کتنا پڑھا لکھا ہے۔۔

"مم۔۔میں پڑھا لکھا نن۔۔نہیں ہوں" گردن جھکائے ہی بولا تھا۔

"پھر اتنا اچھا کام کیسے کرتے ہو؟"لیزا حیران تھی۔

"ہونج۔۔جاتا ہے "

"اوہ۔۔انٹر سٹنگ"ٹانگ پر ٹانگ جمائے،وہ اوپر والی ٹانگ پھر ہلانے لگا"ہمیں لگا شاید تم کہیں سے ڈگری کر کے ہو"وہ اسے غور سے دیکھ رہا تھا جیسے آبزرو کر رہا ہو

"آرٹ کی کوئی ڈڈ۔۔ڈگری نہیں ہوتی"

)لو بھئی لیزا۔۔تمھاری چار سال کی ڈگری کو لات مار دی اس نے (

قیس نے لیزا کو گھورا تھا اور پھر بمشکل نچلا ہونے دانتوں میں دبا کر ہنسی دبائی۔

وہ بھی ہونق بنی بیٹھی تھی۔پیچھے کھلے بال گردن پر لگ رہے تھے،اسے الجھن ہو رہی تھی۔

وہ جیسے اس کا انٹرویو کرنے آئے تھے۔

"ہمارے ساتھ کام کرو گے؟" سوال لیزا نے کیا تھا

وہ خاموش رہا پھر بولا "نن۔۔ نہیں۔۔ میں آپ کے قابل نن۔۔ نہیں ہوں "

قیس اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے وہ اس سیارے کی مخلوق نہیں ہے۔۔

"اتنا اچھا کام کرتے ہو۔۔ تمھیں پتہ ہے اگر تمہارا کام کمرے سے باہر نکلا تو تم مشہور ہو جاؤ گے۔۔ ایک بڑے آرٹسٹ۔۔ ایک نامور انسان۔۔ تم بہت جلد امیر بھی ہو سکتے ہو"

قیس جیسے اسے اس کا مستقبل بتا رہا تھا۔ آخر میں امیر ہونے کی بات اس نے کہی تو اس کا اپنا دل خوش ہو گیا تھا۔۔

اس نے ایک نظر اس سرمئی آنکھوں والے کو دیکھا

"مم۔۔ مجھے مشہور نہیں ہونا" سپاٹ لہجہ

"کیوں؟" لیزا جھٹ سے بولی تھی۔

"میڈم۔۔ لوگ دد۔۔ دشمن ہو جاتے ہیں" سر ہنوز جھکا تھا۔

)آہ! دونوں متاثر ہوئے تھے(

"یہ پینٹنگ کتنے میں دو گے ہمیں؟" سیدھا سوال

قیس نے چارپائی کے ساتھ ٹکائے ہوئے کینوس کی طرف اشارہ کیا۔

"یہ انمول ہے" ایک ہی سانس میں بولا تھا بنا ہکلائے۔

"ہر چیز کی قیمت ہوتی ہے۔۔اس کی بھی کوئی قیمت ہو گی" لیزا کے لہجے میں امید تھی۔

"نن۔۔ نہیں میڈم۔۔ مم۔۔ میں نہیں دے سکتا" اس نے ایک بار بھی نظر اٹھا کر لیزا کو نہیں دیکھا تھا۔

وہ خاموش ہو گئی پھر بولی

“But you can think about it.. think about us”

))لیکن تم اس کے متعلق سوچ سکتے ہو۔۔ ہمارے بارے میں سوچو

لہجے میں مایوسی تھی۔

جواب ان کی توقع کے خلاف تھا" میڈم۔۔ مم۔۔ مجھے انگریزی نن۔۔ نہیں آتی"

سادہ اور دھیما لہجہ۔

قیس نے پھر لیزا کو دیکھا (پڑ گئی ٹھنڈ!)

اس نے قیس کو آنکھوں سے اشارہ کیا کہ تم بھی کچھ کہو نا!

"تم ہمارے ساتھ کام کرو۔۔تم بہت ترقی کرو گے۔۔یقین کرو ہم بہت اچھے ہیں"اس نے لیزا کو دیکھتے ہوئے اپنی بائیں آنکھ دبائی اور مسکرایا۔

"ش۔۔شکریہ۔۔مگر مم۔۔میں یہ نہیں کر سکتا "

(ہاں ضد میں تو اس کا بھائی ہی لگتا ہے)لیزا بس اندازے لگا رہی تھی۔۔

انھوں نے اسے منانے کی بہت کوشش کی مگر نہیں مانا۔۔

بالآخر لیزا کھڑی ہوئی۔۔

"اوکے۔۔تمھاری مرضی۔۔اگر کبھی تمھیں کوئی پینٹنگ بیچنی ہو یا کوئی بھی کام ہو جو ہمارے لائق ہو۔۔تو تم ہم سے رابطہ کر سکتے ہو۔۔چچا کے پاس ہمارا پتہ ہے"نرم لہجہ تھا۔

اس نے سر ہلایا۔قیس اب اپنی کہنی کرسی کے بازو پر رکھ کر اپنے کان کے لو مسل رہا تھا۔۔جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔۔

پھر کھڑا ہوا اور واپسی کے لیے ہاتھ ملایا۔

انھیں مایوس ہونا پڑا تھا مگر ہر اندھیرے کے بعد روشنی ہے۔۔

واپسی پر ڈرائیونگ سیٹ پر قیس بیٹھا تھا اور ساتھ بیٹھی لیزا ابھی ہونے والی ملاقات کا تذکرہ کر رہی تھی۔۔ قیس نے کوئی ایک دو منٹ سوچا ہو گا پھر وہ نارمل ہو گیا۔۔ وہ باتیں دل کو لگانے والوں میں سے نہیں تھا۔۔

"میں نے اسے دوپہر میں دیکھا تھا۔۔ تب مجھے نہیں معلوم تھا کہ یہ شیخو ہے" وہ جیسے اپنی لاعلمی کا تذکرہ حیرت سے کر رہی تھی۔

قیس سٹیرنگ ویل گھماتا موڑ کاٹ رہا تھا۔۔ پھر سیدھا سڑک کو دیکھتے ہوئے بولا

"کہاں؟ "

دن کے بدلے میں رات اچھی تھی۔ ٹھنڈی ہوا گاڑی کی کھلی کھڑکیوں میں سے ہوتی انھیں چھو رہی تھی۔

"ریسٹورنٹ میں "

اس نے سارا واقعہ قیس کو بتا دیا۔ وہ ہنس دیا۔

"مطلب۔۔ وہ جیسا دکھتا ہے ویسا نہیں ہے" اس نے جیسے اس کی ساری شخصیت کا نچوڑ نکالا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں۔۔ابراہیم نے جب بتایا تھا تو مجھے لگا تھا کہ اسی کی طرح ہو گا۔۔ مگر وہ تو اس کے الٹ ہے "

پاس سے گزرتی گاڑیوں کا شور تھا مگر وہ ایک دوسرے کو سن رہے تھے۔

"کوئی بات نہیں۔۔ چھوڑو پرے۔۔اگر کسی شخص کو خود اپنے بدلنے کی پرواہ نہیں ہے تو ہم لوگ کون ہوتے ہیں؟"اس نے کندھے اچکائے۔

"ویسے قیس"اس نے قیس کی طرف گردن موڑی"شکل کے علاوہ تمھارے میں بھی کچھ کیف سے نہیں ملتا۔۔ مگر تم اس کے بھائی ہو"اس نے مسکراہٹ دبائی

اس نے اپنے ساتھ بیٹھی لڑکی کو گھورا اور خفگی سے بولا"تم سب کچھ میرے اوپر لے آؤ!"اس نے سر جھٹکا

وہ ہنس دی۔

"بسکٹ ختم ہو گئے ہیں تمھارے۔۔اور لا کر دو۔۔ نہیں تو مجھے کوئی اور ڈرامہ کرنا پڑے گا"وہ اسی طرح سامنے دیکھتے سنجیدگی سے کہہ رہا ہے۔

"اوہو ہو۔۔ تم ایک کام کرو ڈرامہ کر ہی لو۔۔ویسے بھی میں نے وہ بسکٹ کیف کے لیے بھیجے تھے۔۔ تم مفت کے مہمان ہو"اس نے اسے تپانے والے انداز میں کہا تھا۔

"لیزے۔۔تم مجھے مجبور کر رہی ہو کہ میں تمھارے گھر چوری کروں"اس کی شکل سے لگ رہا تھا کہ وہ واقعی چوری کر سکتا ہے۔

وہ دل کھول کر ہنسی تھی اور پھر ہنستی گئی۔۔

"قیس۔۔چور"وہ دہراتے ہوئے ہنسی تھی، قیس بس مسکرایا تھا۔۔

اس کا گھر آ گیا تھا۔۔اس نے قیس کو اتارا اور خود ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گئی۔۔وہ ہاتھ ہلا کر چلا گیا۔۔

اب اسے اپنے گھر کی طرف جانا تھا جہاں تنہائی اس کی منتظر تھی۔۔

کچھ لوگ ہوتے ہیں دنیا بھر کی رونقیں بھی دیکھ لیں تو تنہائی ان کا بخت ہوتی ہے!

وہ گھر پہنچی، گاڑی گیراج میں کھڑی کی۔۔اندر خاموشی تھی باہر اندھیرا۔۔اس نے اندر جاتے ہی آتش دان پر چابی لٹکائی۔۔اسی وقت بیلا اس کی آہٹ سن کر کچن سے باہر آئی۔۔تابعداری سے اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔۔اندر روشنی تھی۔۔اس سے پہلے کہ لیزا کچھ کہتی بیلا بول پڑی

"وہ۔۔صوفیہ میڈم آپ کو بلا رہی تھیں"اس نے سر جھکائے کہا تھا۔

اس نے نظر انداز کیا۔۔اور سنجیدہ ہو کر بولی

"مجھے ایک کپ چائے لادو۔۔میں آج بہت تھک گئی ہوں"اس نے اپنے ماتھے کو ہاتھ لگایا مگر وہ ٹھنڈا تھا۔۔

اس کی نظر سامنے اوپر اٹھی۔۔اپنے کمرے کے باہر وہیل چیئر پر صوفیہ بیٹھیں اسے دیکھ رہی تھیں۔۔اس کے چہرے پر ایک سایہ لہرایا مگر اندر برف جم چکی تھی۔۔بیلا سر ہلا کر چلی گئی تو وہ قدم بڑھاتی اوپر آئی اور اپنے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلی گئی۔۔وہ اپنی بیٹی کو دیکھتی رہیں جو انھیں نظر انداز کر کے گئی تھی۔۔ایک درد تھا جو اب انھیں سینے میں ہوتا تھا ۔۔کچھ تھا جو انھیں اندر ہی اندر ڈس رہا تھا مگر اب پرواہ کرنے کا وقت جا چکا تھا۔۔

وہ اندر آئی اور پرس بیڈ پر پھینکا،الماری کھولی، کپڑے نکالے اور واش روم میں گھس گئی۔۔

کچھ دیر بعد باہر آئی تو بال گیلے تھے جو کہ تولیے میں لپیٹے ہوئے تھے۔۔وہ نہا کر آئی تھی۔۔اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی۔۔

اس نے تولیہ اتارا اور ایک طرف کر کے بال خشک کرنے لگی"کون؟ "

"بیلا۔۔چائے لائی ہوں "

"آجاؤ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور دروازہ کھول کر اس نے چائے سائیڈ ٹیبل پر رکھی اور پھر باہر چلی گئی۔۔

بال خشک کر کے اس نے تولیہ بیڈ پر پھیلا دیا۔۔ پھر آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی۔۔اپنا آپ دیکھا تو کچھ خالی خالی لگا۔۔اس نے سر جھٹکا،ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور کپ پکڑ کر باہر بالکنی میں آگئی۔۔

ٹھنڈی ہوا گیلے بالوں میں سے گزری تو روح تک خوشگوار ہو گئی۔۔کپ کو ہاتھ لگانے سے ہی وہ محسوس کر سکتی تھی کہ چائے ابھی گرم تھی،البتہ بھاپ نہیں اڑ رہی تھی۔۔چائے پر ملائی آچکی تھی۔۔

کچھ لمحے بعد اس نے کپ ہونٹوں کو لگایا۔۔اسے ایسی چائے پسند تھی نہ ٹھنڈی نہ گرم۔۔سامنے گلی خاموش نظر آرہی تھی۔۔ہر طرف خاموشی تھی۔۔اندر بھی اور باہر بھی۔۔

اسے شیخو یاد آیا۔۔وہ کتنا عجیب تھا۔۔اس نے اس جیسا لڑکا پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔۔وہ بکھرا بکھرا الجھا الجھا سا تھا۔۔ابراہیم کے بالکل الٹ مگر وہ اپنے ہنر میں کامل تھا۔۔اس میں کچھ غیر معمولی تھا جو لیزا کو کھٹک رہا تھا مگر کیا؟

وہ اس کا اندازہ نہیں لگا پا رہی تھی !

آج سب نوجوان اپنے "ایڈونچر کورس" پر نکلے تھے۔۔اپنا اپنا ملٹری یونیفارم پہنے وہ لانگ مارچ کرتے بہت دور نکل آئے تھے۔۔رات نے ہر طرف اپنے پر پھیلا دیے تھے۔۔ آج نہ چاند رہبر تھا نہ ستارے رہنما تھے۔۔آج انھیں خود کے لیے خود سمت تلاش کرنی تھی۔۔

بھاری بھرکم بیگ اپنے کندھوں پر ڈالے اور اپنے بازوؤں میں ویپن پکڑے وہ ایک کھلے سے میدان میں پہنچے تھے۔۔نیچے گھاس تھی ارد گرد درخت ہی درخت۔۔ٹرم کمانڈر ان سے مخاطب ہوئے

"اوکے جینٹل مینز۔۔آج رات ہم یہیں کیمپ لگائیں گے۔۔کل سے اپنا سفر یہیں سے شروع کریں گے۔۔امید ہے آپ سب کو بھوک لگ چکی ہو گی" وہ ہلکا سا مسکرائے "سو۔۔ آپ سب گروپس میں تقسیم ہو جائیں اور ہر گروپ اپنے ممبر چن لے۔۔کھانا آپ خود بنائیں گے اور خود کھائیں گے "

وہ چپ ہوئے تو سب یک زبان ہو کر بولے "یس سر "!

پسینے سے بری حالت تھی۔۔ان کے چہروں پر سیاہ نشان تھے۔۔ایسے جیسے انگلیاں کالے پینٹ میں ڈبو کر ان کے منہ پر لگا دی گئی ہوں۔۔ گروپس بن چکے تو انھوں نے کیمپ لگانا

شروع کیے۔۔حدید،ابراہیم اور اعزاز نے مل کر اپنا ٹینٹ سیٹ کیا۔۔ان کی ٹیم میں تین اور لڑکے تھے جن میں سے ایک کو کھانا بنانا تھا مگر اس کے مطابق کچا پکا۔۔انھیں اتنی بھوک لگی تھی کہ وہ کچے پکے پر بھی راضی ہو گئے۔۔اور ادھر حدید نے حامی بھری تھی۔۔ابراہیم نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔۔اس کے کان میں بولا

"دیکھو۔ویسے تو مجھے تم سے کوئی اچھے کی امید نہیں۔۔لیکن چلو کوئی نہیں۔۔ویسے بھی مرنا ہی ہے۔۔تمھارا کھانا کھا کے مر جاؤں گا"اور ہنس دیا۔

اس نے منہ بسورا بالکل کسی چھوٹے بچے کی طرح"خود جاؤ۔۔میں نہیں جا رہا"وہ خفا ہو گیا تھا

"چلو نا"اس نے حدید کا گال کھینچا"میری روٹھی ہوئی محبوبہ!"ابراہیم پھر مسکرایا

حدید نے ایک گھونسا اس کے پیٹ میں مارا اور پھر بھاگ گیا۔۔

وہ کراہتا رہ گیا۔۔

اندھیرے میں آگ جلائے کچھ کیڈٹس کھانا پکا رہے تھے۔۔کچھ ادھر اُدھر پھرتے گپیں لگا رہے تھے اور کچھ بیٹھے ہوئے تھے۔۔ماحول کافی بہتر ہو چکا تھا

ایک جگہ پر اعزاز ابراہیم کے ساتھ بیٹھا زمین سے گھاس کھینچ کھینچ کر نکال رہا تھا۔۔وہ انتہائی اداسی سے بولا

"تمھارے گلاب جامن ہی لے آتا" افسوس سے منہ بنا کر بولا تھا۔

وہ جو قینچی کی طرح ٹانگیں کیے،ان کے گرد بازو حمائل کیے آسمان کو گھور رہا تھا اسے دیکھا اور ہنسا۔۔اس کی طرف اشارہ کیا

"شکل ہی گلاب جامن جیسی ہو گئی ہے" پھر دونوں دوبارہ ہنس دیے۔۔

کچھ دیر بعد حدید بڑے سے پتیلے میں کفگیر گھما رہا تھا۔۔جیسے پروفیشنل باورچی ہو اور ساتھ والا ٹماٹر چھیل رہا تھا۔۔

اس نے گردن موڑی اور دور بیٹھے ابراہیم کو آواز دی۔۔

"اوئے۔۔کیپٹن۔۔ادھر آ" اسے ہاتھ کے اشارے سے بلایا۔

وہ اٹھ کر اس کے پاس آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رہا

"ہاں بھئی۔۔آج کھانا پکے گا کہ نہیں" تھکے تھکے انداز میں بولا

اس نے اسے گھورا اور اپنے ساتھ خالی جگہ پر اشارہ کیا" ادھر بیٹھو تم "

اسے سمجھ نہیں آئی۔۔

اس نے دوبارہ ابرو سے اپنے ساتھ بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔ابراہیم چپ چاپ بیٹھ گیا

حدید ذرا سا اس کی طرف جھکا اور اس کے کان میں سرگوشی کی

"شادی شدہ مردوں کو کھانا پکانا آنا چاہیئے۔۔بیگم خوش رہتی ہے "

ابراہیم نے اسے گھورا تو اس نے اپنی بائیں آنکھ دبائی۔۔

پھر ذرا سا حدید کے کان کے پاس جھکا اور سرگوشی کی

"ہاسٹل چلو ذرا۔۔میں نے تم سے زن مریدی کی سپیشل کلاسز لینی ہیں"اب حدید نے اسے آنکھیں ترچھی کر کے دیکھا۔۔ابراہیم نے بھی اپنی بائیں آنکھ دبائی۔

دونوں مسکرا دیے۔۔

کچھ دیر بعد کھانا پک کر تیار ہوا اور اچھے سے دستر خوان لگا کر کھانا تقسیم کیا گیا۔۔کھانا اچھا تھا۔۔

پھر کھانے کے بعد درمیان میں لکڑیاں جلا کر الاؤ بھڑکایا گیا اور ارد گرد نوجوان فوجی بیٹھے تھے۔۔گنگناتے ہوئے، ہنستے مسکراتے اور رات گزارتے ہوئے۔۔

ان میں سے شاید ہی کسی نے سوچا ہو کہ راتیں ایسے بھی گزرتی ہیں۔۔

رات ہوئی تو حوا اوپر بڑی چھت پر جانے لگی، نظر اوپر چارپائی پر پڑی مگر چارپائی خالی تھی۔۔اس پر بیٹھ کر انتظار کرنا بے کار تھا۔۔ شیخو نہیں آنے والا تھا۔۔وہ لاہور چلا گیا تھا اور اب اسے چھے مہینے بعد آنا تھا۔۔اس کا دل دکھا تھا۔۔ایک درد ہوا تھا۔۔پھر اس نے سیڑھیوں پر کھڑے کھڑے ہی آسمان کو دیکھا۔۔ نگاہ بلند تھی۔۔اسے عبداللہ یاد آئے۔۔ تکلیف بڑھنے لگی تھی۔۔نہ باپ نہ بھائی۔۔ کس سے باتیں کرے؟اس نے شیخو کی آواز نہیں سنی تھی۔۔اس نے عبداللہ کو نہیں دیکھا تھا۔۔آنکھیں نم ہونے لگیں۔۔

"ابو"اس کے ہونٹ ہلے تھے مگر آواز نہیں نکلی۔۔اس نے اتنے عرصے سے اپنے باپ کو نہیں پکارا تھا۔۔آنسو آنکھ کی حدود پار کر کے گال پر پھسلے تھے۔۔

وہ وہیں بت بنی کھڑی تھی۔۔

اسے شیخو بھی بہت یاد آرہا تھا،اسے عبداللہ کی یاد آئی تھی۔۔وہ کس کو یاد کر کے روئی تھی؟

اتنی دیر میں اسے نیچے کھڑی آسیہ کی آواز آئی

"حوا"وہ پیچھے مڑی تو آسیہ نیچے کھڑی منہ اوپر کیے اسے بلا رہی تھیں۔

اس نے نم سانس اندر کھینچی اور جلدی جلدی ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑیں

"اوپر کیا کر رہی ہو۔۔نیچے آجاؤ "

وہ نیچے آگئی۔۔آسیہ وہی کھڑی تھیں اس کے چہرے کو بغور دیکھ رہی تھیں۔۔

"طبیعت ٹھیک ہے؟"انھوں نے اس کے ماتھے کو چھوا۔اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

نارمل تھا"چلو۔۔سو جاؤ "

اور وہ اسے اپنے ساتھ لیے کمرے میں چلی گئیں۔۔

وہ اب اپنی ماں کے ساتھ سوتی تھی۔۔رات کو سوتے سوتے ڈر جاتی تھی یا پھر کبھی اسے جھٹکا لگتا تھا تو ساری رات جاگتی رہتی تھی۔۔اس دن کمرے میں بند کیے جانے واقعے کے بعد سے وہ کمرے کی بتی جلا کر سوتی تھی۔۔

اس وقت وہ آسیہ کی ٹانگ پر سر رکھے لیٹی تھی۔۔ساتھ ہی جمی بھی تھا جس کی کمر پر اس نے ہاتھ رکھا تھا۔۔اسے سہلا رہی تھی

آسیہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے ہاتھوں میں تسبیح لیے کچھ پڑھ رہی تھیں۔۔وہ بار بار آنکھیں دبا رہی تھی پھر بولی

"امی۔۔میری آنکھیں درد کر رہی ہیں۔دبا دیں"آسیہ اس کے چہرے پر جھکیں۔پھر کچھ پڑھ کر پھونکا اور ہلکے سے اس کی آنکھوں پر انگلیاں رکھ دیں۔۔

"ابھی ہو جائے گا ٹھیک "

اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ لیا اور اپنی گال پر رکھا

"امی۔۔ہم بھی لاہور چلے جاتے ہیں" وہ آنکھیں بند کیے بول رہی تھی۔

وہ ہلکا سا ہنسیں۔

"کیوں؟ "

"میرا دل نہیں لگتا یہاں۔۔شیخو بھی نہیں ہے اور ابو بھی نہیں ہیں "

"میں تو ہوں نا" انھوں نے اس کا ماتھا چوما۔

عبداللہ کے جانے کے بعد وہ پہلے سے کافی کمزور ہو گئی تھی۔۔گوری گلابی رنگت اب اکثر زرد رہتی تھی۔۔

"میری حوا تو بہادر بیٹی ہے۔۔اور بہادر بیٹیاں ماؤں کا سہارا بنتی ہیں۔۔شیخو نہیں ہے تو کیا ہوا۔۔میری حوا تو ہے نا" اس نے ان کا ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگایا اور چوما۔۔پھر آنکھیں بند کر کے مطمئن سی گہرے گہرے سانس لینے لگی۔۔کچھ دیر بعد سو گئی

رمضان شروع ہونے والا تھا اور صرف دو دن ہی رہ گئے تھے۔۔وہ صبح سے جمع تفریق کر رہا تھا کہ کتنے پیسے گھر بھیجے گا۔۔اس نے سوچا کہ ریستوران کے مالک سے بات کر کے مہینے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کی آدھی تنخواہ لے لے گا اور بھیج دے گا اور باقی آدھی رقم عید سے پہلے بھیج دے گا۔۔کچھ پیسے اس نے جوڑے بھی تھے وہ بھی اندر ہی ڈال دے گا۔۔انسان کماتا کس کے لیے ہے، گھر والوں کے لیے۔۔وہ ان لوگوں میں سے تھا جو اپنا نام فہرست میں نہ پہلے رکھتے ہیں نہ آخر میں۔۔بلکہ خود کو نظر انداز کر کے دوسروں کو نظر میں رکھتے ہیں۔۔

اس وقت وہ مصروف سے ریستوران میں لوگوں کو آڈر کیا ہوا کھانا دے کر رہا تھا۔۔ مصروف سا، گھنگریالے بال بکھرے، چہرے پر مصروفیت اور معصومیت بیک وقت لیے۔۔ وہ بہت کم بولتا تھا۔۔اتنا کم کہ اس ریستوران میں کام کرنے والوں نے اسے چند ایک بار ہی سنا ہو گا۔۔وہ زیادہ لمبے جملے بولنے کا عادی نہیں تھا اور نہ فضول بات کرتا تھا۔۔

اس وقت اس نے ایک میز کے گرد بیٹھیں تین لڑکیوں کو ان کے ملک شیک سرو کیے اور وہاں سے چلا گیا۔۔شوخ اور چنچل لڑکیوں کا ایک گروپ جو اکثر یہاں آتی تھیں اور اتنے اونچے قہقہے لگاتی تھیں کہ سارا اسٹاف ان سے تنگ تھا مگر وہ ایک بارعب اور بڑے خاندان کی تھیں سو انھیں کوئی کچھ کہنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔۔

ان کے سامنے ملک شیک کے گلاس پڑے تھے۔۔اس کے آتے ہی ایک لڑکی اسے گھورنے لگتی تھی اور اسے تنگ کرنے کے لیے عجیب عجیب جملے بولتی تھی۔۔وہ اسے

نظر انداز کرتا تھا۔۔اگر کوئی اور انھیں کھانا دیتا کرتا یا آڈر لینے آتا تو وہ بد تمیزی کرتی یا جان بوجھ کر شیخو کو مخاطب کرنے کی کوشش کرتی تھی۔۔مگر وہ چپ رہ کر سہنے والوں میں سے تھا۔۔

ملک شیک ختم ہوئے، گلاس خالی تھے۔۔لڑکی نے ایک دوسرے لڑکے کو اشارہ کیا کہ "اسے" بھیجو۔۔اس نے شیخو کو ان کی طرف بھیجا۔۔

"جج۔۔جی میڈم "!

تابعداری سے ہاتھ باندھ کر نظریں جھکائے کھڑا تھا۔۔

"ایسا کرو۔۔ایک اور گلاس لے کر آؤ۔۔مینگو شیک کا" وہ تھوڑی تلے ہاتھ جمائے اسے گھور رہی تھی۔۔۔جب وہ چلا گیا تو اس کی دوست نے اسے چٹکی کاٹی

"کیوں تنگ کرتی ہو اسے۔۔بیچارا شریف سا ہے۔۔معصوم لگتا ہے" اس نے اپنی سہیلی کے کان میں سرگوشی کی۔

"ارے یار۔۔مجھے پٹھان اچھے لگتے ہیں۔۔بس اسی لیے" وہ لاپرواہی سے کہہ رہی تھی اس کی سہیلیاں معنی خیز مسکراہٹ کا تبادلہ کر رہی تھیں۔۔

شیخو ٹرے میں جوس کا گلاس لایا۔۔اس نے گلاس پکڑ کر میز پر رکھا مگر لڑکی نے جھٹ سے گلاس پکڑنے کی کوشش کی۔۔اس کی انگلیاں شیخو کی انگلیوں سے مس ہوئیں۔۔شیخو نے جھٹ سے ہاتھ پیچھے کیا۔۔لڑکے کے تو کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا۔۔رنگت بھی گلابی پڑنے لگی تھی۔۔

وہ فوراً وہاں سے مڑا اور جانے لگا تھا کہ لڑکی نے اسے آواز دی۔۔

"اے لڑکے! بات سنو"

شیخو نے گردن موڑی اور اسے دیکھا۔ہاتھوں پر پسینہ آگیا۔۔۔اس نے مٹھیاں بھینچیں ۔۔آواز اتنی اونچی نہ تھی کہ ارد گرد کے لوگ مڑ کر دیکھتے۔۔

"میں نے تمھیں سٹرابیری شیک کہا تھا اور تم مینگو شیک لے آئے۔۔نفرت ہے مجھے مینگو سے" وہ غصے سے بولی تھی۔

شیخو نے تو نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔۔البتہ خطرے کی گھنٹی بجی تھی۔۔

"یہ کیا تمھارا باپ پیے گا اب؟"

ریستوران میں اس قسم کے واقعات عام تھے سو کسی نے غور نہیں کیا

وہ خاموش رہا۔۔پھر اس کی طرف بڑھا اور بولا

"مم۔۔معاف کیجیے گا۔۔مم۔۔میں بدل کر لا دیتا ہوں "

اس نے جیسے ہی گلاس پکڑنے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا اور گلاس کو چھوا، لڑکی نے پھر ہاتھ آگے بڑھایا مگر اس بار شیخو کو نہیں چھوا۔۔لیکن لڑکی نے ہاتھ مار کر ملک شیک اپنی قمیض پر گرا لیا۔۔

"یہ کیا کیا تم نے؟ "

لڑکی کھڑی ہوئی، چلائی اور ایک زوردار تھپڑ اس کے گال پر رسید کیا۔۔

وہ ایک دم صدمے میں چلا گیا مگر بولا کچھ نہیں۔۔ایک آنسو اس کی آنکھ سے گرا اور گال پر پھسلا۔۔اسے خاموشی کی عادت تھی۔۔سب لوگ مڑ مڑ کر دیکھنے لگے۔۔ مینیجر بھی آ گیا

"آئی ایم سوری میم۔۔رئیلی سوری میم!" وہ بار بار معذرت کر رہا تھا۔۔

شیخو سر جھکائے ساتھ کھڑا تھا۔۔اس کا دل کانپ رہا تھا۔۔ایک تذلیل کا احساس تھا۔۔

"سوری؟ واٹ؟ ایسا سٹاف ہے آپ کا۔۔یہ لڑکا مجھ سے بدتمیزی کرتا ہے۔۔میرے اوپر جوس گراتا ہے اور آپ سوری کر رہے ہیں۔۔ابھی کے ابھی اسے یہاں سے نکالیں۔۔ نہیں تو آپ کو پتہ نہیں ہے میں کون ہوں" وہ چیخ رہی تھی۔ارد گرد کا ماحول بھی خراب ہو چکا تھا۔

"سوری میم۔۔رئیلی سوری۔۔آئندہ ایسا نہیں ہو گا "

مگر وہ چلائے جا رہی تھی۔۔

جو ہوا تھا بہت برا ہوا تھا۔۔اسے ریستوران سے نکال دیا گیا تھا کیونکہ بولنے والی کا تعلق ایک بارعب خاندان سے تھا۔۔

شیخو کا دل ٹوٹا تھا اور ایسا پہلے بھی کئی بار ہوا تھا

اس نے کوئی ہنگامہ نہیں کیا۔۔وہ ہنگامہ کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔۔وہ خاموشی سے نکل جانے والوں میں تھا۔۔سو وہ چلا گیا۔۔

پیچھے لڑکی کی سہیلیاں اسے دیکھ رہی تھیں کہ یہ کس حد تک چلی گئی۔۔

"تم نے اچھا نہیں کیا فاریہ" ساتھ والی لڑکی خفا سی بولی تھی۔اب معاملہ ٹھنڈا پڑ چکا تھا اور ماحول میں تناؤ کم تھا۔

"کیا مطلب؟۔۔مجھے لگا تھا کہ ابھی معافی مانگے گا، گڑگڑائے گا آ کر۔۔جو میں کہوں گی وہی کرے گا۔۔کہے گا میڈم میری نوکری بچا لیں مگر ڈھیٹ کہیں کا۔۔چپ چاپ نکل گیا" وہ اکڑ کر بولی تھی۔

سامنے بیٹھی سہیلی جو کہ ٹیبل پر بازو پھیلائے ہوئے تھی

"اب۔۔تم نے تو برا کیا نا اس کے ساتھ۔۔بیچارے کو نوکری سے ہی نکلوا دیا۔۔تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا" انتہائی افسوس سے بولی تھی۔

وہ بے زار آگئی "کیا مصیبت ہے یار۔۔اتنی ہی نوکری کی پرواہ ہوتی تو وہ جاتا ہی نہ" اس نے انگلی دکھائی اور دانت پر دانت جمائے بولی "اب اگر تم دونوں میں سے کسی نے اس کی طرف داری کی تو جو ابھی اس کے ساتھ ہوا ہے اس سے برا ہو گا"

دونوں خاموش ہو گئیں۔۔"ہوں" اس نے سر جھٹکا "تھا ہی بے کار "!

اور کچھ اور سوچنے لگی۔

وہ جب ریستوران سے نکلا تو گرمی سر پر تھی۔۔اسے رونا آرہا تھا مگر وہ یوں چلتے ہوئے بیچ بازار میں نہیں رو سکتا تھا۔۔ظہر کی اذان کان میں پڑی۔۔وہ جلدی جلدی قدم اٹھاتا اپنے گھر کی جانب جا رہا تھا۔۔اس کی عادت تھی وہ چلتے ہوئے بھی سر جھکائے ہوتے تھا۔۔محلے میں کبھی اسے بولتے یا کسی کے پاس رکتے نہیں دیکھا تھا۔۔ایک دو بار دکان پر کھڑا پایا گیا تھا وہ بھی دودھ دہی یا کوئی سامان لے کر گھر چلا جاتا۔۔اذان مسلسل کانوں میں پڑ رہی تھی۔۔وہ اپنے محلے کی مسجد میں چلا گیا۔۔جوتا اتارا، وضو کیا، دل بھرا ہوا تھا

شیخو نے چٹائی پر بچھی جائے نماز پر قدم رکھا، تکبیر باندھی

"اللہ اکبر!" اور سینے سے ذرا نیچے ہاتھ باندھے اور آنسو آنکھوں کی قید سے آزاد ہو گئے۔۔

"الحمد للہ رب العالمین "

وہ منہ میں پڑھ رہا تھا۔۔دل سے آواز آ رہی تھی۔

"میں اس مصیبت کی بھی تعریف کرتا ہوں جس میں مبتلا ہوں، جو مجھے تیری طرف کھینچ لائی ہے۔۔میں تعریف کرتا ہوں اپنے رب کی جو مجھے کھینچ لایا ہے اپنے پاس "

آنسو گالوں پر برس رہے تھے۔۔مگر وہ آنکھیں بند کیے ہونٹ ہلا رہا تھا۔۔

"اھدنا الصراط المستقیم"

"میرے اللہ۔۔میں آیا ہوں تیرے پاس۔۔مجھے راستہ دکھا۔۔سیدھا راستہ۔۔مجھے ہدایت دے میں آج آیا ہوں ہدایت مانگنے وہ ہدایت جو تو دیتا ہے۔۔اپنے بندوں کو۔۔میں کیا کروں کہاں جاؤں۔۔میری مدد کر"

وہ ارد گرد کے ماحول سے بے خبر تھا۔۔مولوی صاحب جماعت کرا رہے تھے اور نا جانے کہاں تک پہنچ گئے تھے۔۔وہ ابھی تک رکوع میں تھا۔۔

"" سبحان ربک العظیم

"تو عظیم ہے۔۔میری ہر مصیبت، ہر تکلیف سے بڑا۔۔تو بڑا ہے ان سب لوگوں سے جنھوں نے مجھے دھتکارا۔۔تو عظیم ہے تو نے مجھے اپنایا۔۔تو میرا رب ہے اور تو عظمت والا ہے کہ تو نے مجھے اپنے پاس پناہ دی وہ پناہ جو شاہ کو بھی نہیں شاہ سواروں کو بھی نہیں "

اس کی نماز لمبی ہوتی تھی۔۔اسے ایسی نماز کس نے سکھائی تھی؟

اس کے باپ نے "عبداللہ نے "

آہستہ آہستہ اس کا دل خالی ہونے لگا تھا۔۔اس کا بوجھ ہلکا ہونے لگا تھا۔۔پندرہ منٹ میں نماز ختم ہو چکی تھی مگر اسے آدھا گھنٹہ لگا۔۔

"رب جعلنی مقیم الصلواۃ "

"اللہ۔۔میرے پاس نماز نہ ہوتی تو میں کیا کرتا۔۔کہاں جاتا؟ میرے بوجھ، میرا دل، میں کہاں پناہ پاتا۔۔تو میرے لیے نماز کو آسان کر دے۔۔مجھے نماز کا پابند اور اس پر قائم رکھ۔۔میرے پاس اور ہے ہی کیا۔۔شیخو کے پاس اور کچھ نہیں ہے سوائے اللہ کے۔۔شیخو سے کسی نے پیار نہیں کیا سوائے اللہ کے۔۔تو مجھے یونہی اپنے پاس بلاتا رہ "

مسجد خالی ہوتی جا رہی تھی۔۔کچھ دیر بعد جب اس نے آنکھیں کھولیں تو منظر کچھ اور تھا۔۔کوئی ارد گرد نہیں تھا۔۔سکون تھا۔۔اسے قرآن پڑھنے میں دشواری ہوتی تھی مگر وہ پڑھتا تھا۔۔اسی طرح نماز میں بھی ہکلاتا تھا مگر چھوڑتا نہیں تھا۔۔

دعا مانگ کر اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرے اور چپ کر کے بیٹھ گیا۔۔ایک ٹانگ پر تھوڑی رکھی تھی اور دوسری ٹانگ اندر کیے ہوئے۔۔جیسے اکثر بچے سپارہ پڑھتے ہوئے بیٹھ جاتے ہیں۔۔وہ جائے نماز پر انگلی سے لکیریں کھینچ رہا تھا۔۔

"جب یوسف اپنے نفس سے بھاگے تھے تو دروازے خود بخود کھلتے گئے تھے۔۔کیوں؟ کیونکہ انھیں اللہ پر یقین تھا۔۔یہ جن کے ہاتھوں میں اللہ کا دیا ہوا ہدایت کا جگنو ہوتا ہے نا۔۔وہ اندھیرے میں بھی روشنی، ہدایت کی امید رکھتے ہیں۔۔جب کبھی نفس حاوی آنے لگے تو اللہ کے آگے جھک جاؤ" دور کہیں عبداللہ کی آواز سماعت سے ٹکرائی تھی۔

اسے یاد تھا کہ وہ لڑکی کئی بار پہلے بھی ایسی حرکتیں کر چکی تھی۔۔اسے بات بات پر چھیڑتی تھی، اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھنے کی کوشش کرتی تھی۔۔مگر اس میں ہمت نہیں تھی کی جا کر مینیجر کو اس لڑکی کے بارے میں بتائے۔۔وہ اس سے دور رہنے کی کوشش کرتا تھا مگر وہ کوئی نہ کوئی بہانہ کرتی اور معاملہ خراب ہو جاتا۔۔آج وہ بھاگ آیا تھا۔۔اگرچہ مینیجر نے نکالا تھا

مگر اسے ہر دن اس جنگ سے نہیں لڑنا پڑے گا جو اس لڑکی کی وجہ سے اس کے دل و دماغ میں شروع ہو جاتی تھی۔۔وہ تو بھاگ آیا تھا۔۔دروازہ اب اللہ نے کھولنا تھا۔۔مگر وہ ہلے جلے گا نہیں تو کام کیسے بنے گا؟

تقریباً گھنٹہ ہو چکا تھا۔۔پھر وہ اٹھا اور جوتا پہن کر باہر چلا گیا۔۔کہاں جائے۔۔کس سے بات کرے اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔

تھک ہار کر ایک باغ میں چلا گیا۔۔چھاؤں میں بیٹھا سامنے بچوں کو کھیلتے دیکھ رہا تھا جو اس گرمی میں پسینے سے شرابور بھی جھولے لے رہے تھے، جھولے دے رہے تھے۔۔

دونوں ٹانگیں قینچی کی صورت کراس کیے، دونوں بازو ان کے گرد حمائل کیے وہ چپ چاپ ان بچوں کو دیکھے گیا۔۔اسے اپنی بہن یاد آ رہی تھی۔۔

"شیخو تم نہ جاؤ۔۔میرا دل نہیں لگے گا" جب وہ گھر سے نکلنے لگا تھا تو اس نے گلابی پڑتی آنکھوں سے کہا تھا۔۔

اس نے ایک سانس خارج کی۔۔ابھی صبح تک وہ سوچ رہا تھا کہ کتنے پیسے گھر بھیجے گا اور کتنے جمع کرے گا۔۔مگر دوپہر تک معاملہ ہی پلٹ چکا تھا۔۔بس یہی زندگی ہے۔۔ایک لمحے کچھ اور دوسرے لمحے کچھ۔۔

ہلکی ہلکی ہوا چل رہی تھی۔۔اس کے ماتھے پر پسینہ تھا۔۔بال ازلی بکھرے ہوئے۔۔

باغ میں ایک لڑکی داخل ہوئی، پانچ چھے لوگوں کے ساتھ۔۔سب کے سب ایک ہی کلاس کے تھے، سب نے ہاتھوں میں کینوس پکڑے تھے اور بیگ کندھے پر لٹکائے تھے۔۔ ہاتھوں پر رنگ لگے تھے۔۔ایک جگہ پر چوکڑی مار کر بیٹھ گئے۔۔یہ سارا ایک گروپ تھا جو کہ اپنی اسائنمنٹ کی پلاننگ کے لیے بیٹھا تھا۔۔ہنستے مسکراتے ایک دوسرے سے اپنا اپنا پلان شیئر کر رہے تھے۔۔ہوا ہلکی ہلکی چل رہی تھی جس سے گرمی ذرا کم لگ رہی تھی۔۔

"منگل تک ہم اپنا کام مکمل کر لیں گے۔۔اور اس کے بعد ہم ایک ذرا سا فائنل ٹچ دیں گے۔۔بدھ کو ہم کسی سینیئر کو دکھا دیں گے تاکہ اگر کوئی غلطی ہو تو ہمیں پتہ چل جائے اور جمعرات کو جمع کروا دیں گے "

لڑکا کاپی پنسل لیے سب کو ہدایات دے رہا تھا۔۔کس نے کیا کرنا ہے اور کب کرنا ہے۔۔گھنٹے بعد سب فارغ ہوئے اور اٹھ کر چل دیے۔۔اب انھیں گھر جانا تھا۔۔

لیزا اکیلی رہ گئی تھی۔۔آج وہ جلدی فری ہوئی تھی۔۔اس کی نظر سامنے کھیلتے بچوں پر پڑی۔۔ان کی طرح ہنسنا، کھیلنا اور ماں باپ سے پیار کرنا اس کی سب سے بڑی خواہش تھی

جسے وقت اور حالات سے بری طرح کچل ڈالا تھا۔۔ نظر بچوں سے ہوتی ہوئے دائیں جانب گئی تو وہاں اسے ایک لڑکا بیٹھا ہوا نظر آیا۔۔وہ گم سم سا بچوں کو دیکھ رہا تھا۔۔

لیزا نے آنکھیں مزید چھوٹی کر کے دیکھا۔۔ہاں یہ وہی ہے۔۔اس نے جیسے تسلی اور اس کی جانب بڑھی۔۔

"ہیلو!"اس نے اپنے پیچھے کسی لڑکی کی آواز سنی تو ہڑ بڑا کر پیچھے دیکھا۔۔وہ اس کے سامنے آ بیٹھی تھی۔۔

"میں لیزا۔۔تم سے ملنے آئی تھی۔۔ایک رات پہلے۔۔اپنے دوست کے ساتھ"وہی نرم لہجہ اور خوش مزاجی۔

اس نے بس ایک نظر اسے دیکھا تھا باقی وہ آواز سے پہچان گیا تھا۔۔نظریں جھکا لیں۔

"جج۔۔جی "!

"یہاں کیوں بیٹھے ہو؟"وہ چوکڑی مارے اس کے سامنے بیٹھی تھی۔ہوا سے بال ذرا ذرا سے اڑ کر گال کو چھوتے جنھیں وہ ہاتھ سے پیچھے کر دیتی

"وو۔۔ویسے ہی"اس سے بہتر جواب نہیں تھا اس کے پاس۔ گردن ہنوز جھکی ہوئی تھی۔

"میں تو تمھارے ریسٹورنٹ جوس پینے جا رہی تھی اور تم یہاں بیٹھے ہو۔۔مجھے جوس کون سرو کرے گا؟"وہ بڑے دوستانہ انداز میں بات کر رہی تھی۔۔ نظریں اسی پر جمی تھیں۔

شیخو کی بھنویں بھینچ گئیں۔

"مم۔۔میں نہیں ہوں گا وہاں "

"کیوں؟۔۔نکال دیا انھوں نے؟"لیزا نے ایسے ہی سرگوشی کی تھی۔

شیخو نے اثبات میں سر ہلایا۔ساتھ سر جھکائے مٹی پر انگلی سے گول گول دائرے بنا رہا تھا

وہ حیران ہوئی۔اس نے تو ایسے ہی مذاق میں کہا تھا۔۔

"اوہ۔۔"اسے افسوس ہوا تھا۔"اب کیا کرو گے؟ "

اس نے نفی میں گردن ہلائی

"پتہ نہیں "

وہ بھی خاموش رہی بولی کچھ نہیں۔۔پھر کچھ سوچ کر بولی

"میں ابھی بھی وہیں کہوں گی جو ایک رات پہلے کہی تھی۔۔تم اپنا ہنر آزماؤ۔۔یہاں بیٹھنے سے کچھ نہیں ہو گا۔۔یہ لاہور ہے، بڑا شہر۔۔ تمھیں پتہ ہے تمھاری ایک پینٹنگ بیس تیس

روپے میں بکے گی۔۔میں ایسے آدمی کو جانتی ہوں جو یہ خریدے گا بھی" گھاس پر چلتی شیخو کی انگلی رکی۔

"مم۔۔میڈم۔۔آپ مم۔۔مجھے لالچ دے رہی ہیں" سر جھکائے ہی بولا تھا۔

وہ ہنس دی۔۔"اوہ کم آن شیخو۔۔لالچ نہیں دے رہی۔۔میں تمھیں بتا رہی ہوں کہ تم یہ دس بارہ روپے کی نوکری کے لیے کیوں خوار ہوتے ہو۔۔میں تمھیں سرنگ کا روشن سرا دکھا رہی ہوں۔۔جاگ جاؤ لڑکے!" وہ جیسے اسے جگا رہی تھی۔۔

وہ خاموش رہا۔۔شاید کچھ سوچ رہا تھا۔۔

"ٹھیک ہے۔۔سوچ لو۔۔میں کل تم سے یہیں ملوں گی۔۔پھر بات ہو گی" اور اٹھ گئی۔۔

"خدا حافظ"!

اور چلی گئی۔۔گردن ہنوز جھکی رہی۔۔

گھر گیا تو چپ چپ سا تھا۔۔چچا کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھا رہا تھا۔۔آگے پونے میں لپیٹی روٹیاں، پیالیوں میں گاجر آلو مٹر کا سالن تھا۔۔کھانے کے وقت خاموشی ہوتی تھی مگر آج وہ دیکھ رہے تھے وہ کھا بھی نہیں رہا تھا۔۔کہیں کھویا کھویا سا تھا

Clubb of Quality Content

"کیا ہوا ہے۔۔تم پریشان لگ رہے ہو" بالآخر انھوں نے پوچھ ہی لیا۔۔

لاؤنج میں بھی وہی پیلے رنگ والا بلب لگا تھا۔۔ہر طرف پیلی روشنی تھی۔۔زمین پر دستر خوان بچھا ہوا تھا اور وہ ساتھ ساتھ بیٹھے تھے۔۔بالکل گھڑی کے بارہ اور تین کی طرح۔۔

لاؤنج میں زیادہ کچھ نہیں بس صوفے تھے،ایک چھوٹی میز جس پر کچھ کتابیں پڑی تھیں اور سامنے مختلف سیلف تھے جو کہ تقریباً خالی تھے۔۔بائیں جانب کچن تھا اور ساتھ دو کمرے۔۔

"مم۔۔مجھے" کہنا مشکل تھا "مجھے نوکری سے نن۔۔نکال دیا ہے" سر جھکا ہوا تھا۔

انھوں نے روٹی کا نوالہ توڑا تھا وہ وہیں چھوٹ گیا۔۔ایک گہری سانس خارج کی۔

"کب؟"

"دد۔۔دوپہر میں"

پھر دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی۔۔

"اب پھر؟" وہ بھی پریشان ہوئے تھے۔

"پپ۔۔پتہ نہیں" اور وہ اٹھ کر اوپر چلا گیا۔۔

Clubb of Quality Content

اس کا دل عجیب ہو رہا تھا۔۔رونے کو دل کر رہا تھا مگر رو نہیں پا رہا تھا۔۔کیا کرے گا کیسے کرے گا۔۔ابھی پوری رات پڑی تھی سوچنے کے لیے۔۔

اس نے اپنے کمرے کا دروازہ کھولا اور ہاتھ مار کر بتی جلائی۔۔اس کمرے کی بتی سفید جلی تھی۔۔

اس نے ایزل سیدھا کیا اور اوپر کینوس سیٹ کیا۔۔پھر پیلٹ پکڑی۔۔ایک سفید ٹیوب میں سے ذرا سا پینٹ نکالا، پھر ہلکا نیلا رنگ اور پھر گہرا نیلا رنگ۔۔تینوں کو اچھے سے مکس کیا۔۔

اور کینوس پر پہلی لکیر پھیری۔۔یہ کمرہ اس کا مدار تھا۔۔اس کمرے میں بیٹھ کر اس نے بڑے بڑے مسئلوں کے حل نکالے تھے۔۔اس مسئلے سے بھی نکل آئے گا۔۔

آج کی رات اس کمرے کے نام!

آسیہ رات کا کھانا تیار کر رہی تھیں ساتھ حوا کو بھی بٹھایا ہوا تھا۔۔اسے بھی بتا رہی تھیں کہ کتنے چمچ نمک کتنے گلاس چاولوں میں ڈالنا ہے اور پانی کتنا ہونا چاہیئے۔۔موسم اچھا تھا۔۔گھر میں بھی خاموشی تھی۔۔بی جان کے گھٹنوں میں درد تھا سو وہ چارپائی پر بیٹھیں بار بار اپنے

ہاتھوں سے بایاں گھٹنہ دبا رہی تھیں۔۔ حوا چپ کر کے ماں کے پاس بیٹھی انھیں دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ دیکھو۔۔ دو گلاس چاول ہیں نا۔۔ تو میں نے دو چمک نمک کے ڈالے ہیں" تڑکا لگانے کے بعد وہ اسے ہدایات دے رہی تھیں اور وہ دونوں ہاتھ دونوں گالوں پر رکھے متوجہ تھی۔

اس نے ہاں میں سر ہلایا

"اب اگر میں تین گلاس چاول لوں گی تو نمک کتنا ہو گا؟ "

"تین گلاس" وہ معصومیت سے بولی۔

"حوا۔۔ تین گلاس چاولوں میں تین گلاس نمک ڈال دوں میں؟" وہ دبے دبے غصے سے بولی تھیں۔

وہ یک دم سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔۔ "امی۔۔ تین گلاس چاول ہیں نا تو تین۔۔ چمچ نمک"

پھر ماں کو دیکھا۔

انھوں نے ہاں میں سر ہلایا۔

اس نے سکھ کا سانس لیا

Clubb of Quality Content

"کھانا پکانا کتنا مشکل ہے۔۔میں تو اپنے گھر نوکرانی رکھوں گی" وہ سوچ سوچ کر خوش ہو رہی تھی۔

"تمھارے باپ نے تمھارے ساتھ کوئی نوکر نہیں بھیجنا۔۔کھانا لڑکی کو خود پکانا آنا چاہیئے۔۔میری عزت کا جنازہ نہ نکال دینا" اور پھر اسے گھورا۔

وہ شاکی نظروں سے ماں کو دیکھ رہی تھی "انھیں کیسے پتہ چلا "

وہ اب دیکھ رہی تھی کہ کتنے گلاس پانی کے ڈالنے ہیں۔۔بالآخر پانی ڈال کر پتیلی پر ڈھکن دے کر وہ اٹھ گئیں اور بی جان کے ساتھ جا بیٹھیں۔۔

وہ بھی اٹھی اور اوپر اپنے کمرے میں بھاگ گئی کہ کہیں امی پھر نہ بلا لیں۔۔جمی بھی اپنی مالکن کے پیچھے پیچھے تھا۔۔

صبح خوبصورت سی ہوئی تھی۔۔شیخو فجر سے تھوڑی دیر پہلے ہی سویا تھا اور پھر فجر میں اٹھ بھی گیا۔۔وہ پینٹ کر رہا ہوتا تو چچا بھی اس کے کمرے میں نہیں جاتے تھے۔۔حالانکہ صرف انھیں اجازت تھی کسی اور کو نہیں کہ وہ کام کے وقت شیخو کے کمرے میں جا سکتے تھے۔۔وہ فجر کے بعد نہیں سویا تھا۔۔کمرے کی پچھلی طرف ایک بڑا سا پنجرہ تھا جس میں کبوتر تھے۔۔زیادہ نہیں چار پانچ۔۔گہرے نیلے آسمان تلے اسے بس کبوتروں کی آواز سنائی دیتی تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے انھیں باجرہ ڈالا۔۔پانی کا پیالہ بھر کر اندر رکھا اور کچھ لمحے انھیں دیکھتے رہنے کے بعد وہ چھت پر یوں ہی چکر لگانے لگا۔۔اسے آج کیا کرنا تھا وہ رات میں ہی فیصلہ کر چکا تھا۔۔اب یہ فیصلہ صحیح تھا یا نہیں یہ وقت نے ثابت کرنا تھا۔۔

چچا اوپر آئے اور کمرے میں جھانکا، کمرے میں کوئی نہیں تھا۔۔کھڑکی کا پردہ ہٹا ہوا تھا اور سامنے ایک بڑے سے لمبے سے کینوس پر نئی نئی پینٹنگ کی گئی تھی۔۔رنگ بکھرے پڑے تھے۔۔وہ باہر آئے اور آواز لگائی

"شیخو۔۔ "

ایک آواز پر وہ کمرے کے سامنے کھڑا تھا۔

"رات سوئے نہیں کیا؟ "

اس کی عادت تھی کہ وہ سوچتے ہوئے نچلا ہونٹ دانتوں میں بار بار چباتا تھا۔۔ذرا ذرا سا ہونٹ سے ماس اتارتا اور سامنے کے دانتوں میں چباتا۔۔

"سس۔۔سویا تھا۔۔فف۔۔فجر پہ اٹھ گیا "

چچا چارپائی پر بیٹھ گئے۔۔

"آج کیا کرو گے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شیخو جو کہ کھڑا تھا،ان کے ساتھ بیٹھ گیا۔

"سس۔۔سوچا تو ہے۔۔آگ۔۔گے اللہ کی مرضی "

"کیا سوچا ہے؟"

بکھرے گھنگریالے بالوں والے کے ذہن میں بہت کچھ تھا۔۔۔

وہ اس وقت ہسپتال میں تھی۔ہسپتال کے سفید ٹھنڈے فرش پر کھڑی،اس کا دل گھبرا رہا تھا۔۔اوپر سے دوائیوں کی عجیب سی بو اور مریضوں کی حالت۔۔آخری بار وہ کیف کے ساتھ آئی تھی جب قیس یہاں داخل تھا۔شاید کسی دوست کے ساتھ آئی تھی جس کا اندر چیک اپ چل رہا تھا اور وہ باہر کھڑی تھی۔۔اندر نہیں گئی تھی۔۔تھک گئی تو سامنے پڑے بنچ پر بیٹھ گئی۔۔پاؤں فرش کے ساتھ رگڑتی ہوئی آگے لے جاتی پھر پیچھے اور پھر آگے،نیچے دیکھتی ہوئی،ذرا سا جھک کر بیٹھی تھی۔۔وہ سوچ رہی تھی کہ شیخو آئے گا یا نہیں؟اپنی مرضی کا مالک ہے۔۔سیاہ فراک پہنی ہوئی تھی جس پر سفید رنگ کے پھول بنے ہوئے تھے۔۔کندھے پر لٹکتا پرس اور بال کیچر میں بندھے ہوئے پیچھے سے کھلے تھے۔۔اس کے کان میں کچھ لڑکوں کی آواز پڑی۔۔ساتھ لڑکیاں بھی تھیں جو کہ ہنس رہے تھے۔۔اس نے گردن اوپر اٹھائی۔۔وہ سب سٹوڈنٹس تھے جنھوں نے سفید اوورال پہنے ہوئے تھے۔۔

مسکراتے ہوئے جا رہے تھے۔۔ابھی شاید بیسمنٹ میں ان کی کلاس ہوئی تھی کیونکہ کچھ ڈاکٹرز ابھی بیسمنٹ کی سیڑھیوں سے اوپر آ رہے تھے۔۔اسے کیف یاد آیا۔۔کتنے دن سے نہیں ملی اس سے۔۔خیر! وہ مصروف ہو گا۔۔اس نے دوبارہ گردن جھکالی اور ایک پاؤں بار بار گھسیٹ کر آگے کرتی پھر پیچھے کرتی۔۔

"ڈاکٹر حمزہ!" یہ جانی پہچانی آواز تھی۔اس نے جھٹ سے گردن اٹھائی مگر ایک لڑکے کی پشت نظر آ رہی تھی۔۔سفید اوورال!

"ہاں۔۔دو دن بعد وائیوا لیں گے اور کلاس میں اناؤنس کر دینا"

بولنے والے لڑکے کا چہرہ اس لڑکے کی پشت کی دوسری طرف تھا۔۔اس نے ذرا سا آگے پیچھے ہو کر بھی دیکھا مگر نہیں نظر آیا۔۔ایک دم وہ لڑکا پیچھے ہٹا(غالباً جس کا نام ڈاکٹر حمزہ تھا) ۔۔سامنے کھڑے لڑکے کا چہرہ واضح ہوا۔۔وہ "کیف" تھا مگر وہ مصروف سا تھا۔۔اس سے پہلے کہ وہ لیزا کو دیکھتا ایک لڑکی نے اسے پیچھے سے آواز دی۔۔

"کیف! نوٹس تو دکھا دو۔۔بھاگے جا رہے ہو" لڑکی نے بھی اوورال پہنا تھا اور وہ کیف سے اس کا رجسٹر لے کر جلدی جلدی صفحے پلٹانے لگی۔۔

پھر وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے کچھ ڈسکس کر رہے تھے۔۔ کیف اس کے پاس سے گزرا تھا مگر اتنی بھیڑ میں لیزا کبھی کسی کو نظر نہیں آئی تھی۔۔

اس نے سر جھٹک کر دوبارہ گردن جھکالی اور دوبارہ وہ کام شروع ہو گیا۔۔ گھسیٹ کر پاؤں آگے کرتی پھر پیچھے۔۔

دفعتاً کوئی اس کے ساتھ آکر بیٹھا تھا۔۔ اسے لگا شاید اندر سے چیک اپ ہو گیا تو اس کی دوست باہر آگئی ہو گی۔۔

مگر جب اس نے گردن موڑی تو ساتھ مسکراتا ہوا کیف تھا۔۔ لیزا کو دیکھ کر اس نے دونوں ابرو اکٹھے اٹھائے۔۔

"کیسی ہو میڈم۔۔ کہاں غائب رہتی ہو؟ "

لیزا کو خوشی ہوئی تھی مگر اداس تھی۔۔

"اچھی ہوں" اس نے کندھے اچکائے اور گردن دوبارہ جھکالی

"نہیں تو۔۔ خراب لگ رہی ہو۔۔ کیا ہوا ہے؟ "

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی "کچھ نہیں ہوا۔۔ لیزا کو سب یونہی نظر انداز کرتے ہیں۔۔ مجھے عادت ہے۔۔ کوئی بات نہیں" انتہائی سنجیدہ تھی۔ گردن ہنوز جھکی ہوئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اللہ۔۔میں نے تمھیں دیکھ لیا تھا اسی لیے واپس آیا ہوں۔۔"لیزا نے پھر اسے دیکھا

"زیادہ منہ مت بناؤ۔۔ایسا ہو سکتا ہے کہ کیف تمھیں نظر انداز کرے۔۔دی لیجنڈری لیزا کو"اور وہ اپنا نام سن کر ہنس دی۔

"ہاں نا۔۔مجھے لگا تم ناراض ہو گئی۔۔مجھے تو بسکٹ بھی نہیں بنانے آتے تمھیں کیسے مناتا"اس نے بے چارہ سا منہ بنایا۔

"کوئی بات نہیں۔۔تم مجھے سر درد کی گولی دے کر بھی منا سکتے ہو"

"ہیں۔۔سچی؟"وہ جس انداز سے بولا تھا دونوں ہنس دیے

"شکریہ۔۔بسکٹس کا۔۔قیس کی تو موجیں لگی تھیں۔۔اب ختم ہو گئے ہیں۔۔اب مجھے دوبارہ ٹاپ کرنا پڑے گا"اس نے بچوں جیسی شکل بنائی۔۔۔لیزا دوبارہ ہنسی اور اسے دیکھا (کوئی اتنا کیسے ہنسا سکتا ہے؟کوئی ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟)

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟"اس نے ابرو اٹھایا۔اب وہ ڈاکٹر کیف بن گیا تھا

"وہ کلاس فیلوز تھیں۔۔ایک کی طبیعت خراب ہو گئی اور ہم انھیں لے کر آئے ہیں۔۔وہ دونوں اندر ہیں اور میں باہر "

"اچھا اچھا۔۔"اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

دروازہ کھلا اور مریض باہر آ گئے۔۔انھوں نے لیزا کو اشارہ کیا۔۔

وہ کھڑی ہوئی تو کیف بھی کھڑا ہوا "تھینک یو" لیزا کے گال سرخ ہوئے تھے

"کیوں؟" بھنویں بھینچ کر بولا

"مجھے اتنا سارا ہنسانے کے لیے "

"میں تو نارمل بات کرتا ہوں اور تم ہنسنے لگ جاتی ہو" وہ مسکرائی تھی۔

"ہاں۔۔چلو اگر تمھیں تھینک یو کہنا ہی ہے تو۔۔" وہ مسکرایا

"اوکے۔۔اوکے۔۔بسکٹ بھیج دوں گی "

کیف نے سینے پر ہاتھ رکھا اور ذرا سا جھکا

پھر وہ چلی گئی۔۔وہ اسے جاتا دیکھتا رہا

دوپہر میں وہ اسی باغ میں پہنچ گئی جہاں کل آئی تھی۔۔اسی درخت کے نیچے وہ بیٹھا تھا جہاں کل تھا۔۔اس کا بے پرواہ سا حلیہ اور الجھا الجھا وہ خود۔۔اس کی دائیں جانب لیزا کی طرف تھی۔۔لیزا نے دور سے ہی اسے دیکھ لیا تھا۔۔مگر وہ بے خبر تھا۔۔باغ میں بچے آج بھی کھیل رہے تھے مگر بنچ خالی تھے۔۔اس کے قریب پہنچی "ہیلو!" اور اس نے گردن اوپر اٹھائی اور پھر جلدی سے کھڑا ہوا۔۔

"الس۔۔سلام علیکم! ممیڈم" وہ نظریں جھکائے کھڑا تھا۔

لیزا نے درخت کے ساتھ پیک ہوا کینوس دیکھا تھا۔۔

"وعلیکم السلام! کیا سوچا تم نے؟" اس نے دونوں بازو سینے پر لپیٹ لیے۔۔ہلکی ہوا سے گردن سے ذرا نیچے آتے بال گالوں کو چھو رہے تھے جنھیں وہ ہاتھوں سے بار بار پیچھے کر رہی تھی۔۔

وہ جھکا اور اس نے کینوس پکڑا، وہ اچھے سے پیک تھا، اس نے اوپر سے خاکی لفافہ اتارا ۔۔احتیاط سے اس کے اوپر بنی پینٹنگ دیکھائی۔۔ایک طرف سے شیخو نے پکڑی اور دوسری طرف سے لیزا نے۔۔

لیزا کے لب مسکراہٹ سے پھیل گئے۔۔اس نے ایک کشتی بنائی تھی۔۔گہرے سمندر میں ہچکولے کھاتی۔۔کیا مہارت سے سمندر پینٹ کیا گیا تھا۔۔سرمئی آسمان اور ایک بڑی سی کشتی جو کہ لہروں سے لڑ رہی تھی۔۔

"گریٹ۔۔پرافٹ نوح؟ "

اس نے سوالیہ انداز میں اسے دیکھا۔۔

"مم۔۔میڈم۔۔مم۔۔مجھے انگریزی نہیں آتی" لیزا مسکرائی تھی۔

"میں کہہ رہی ہو۔۔حضرت نوح۔۔نوح کی کشتی "

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"شیخو۔۔اسے پیک کرو "

اس نے تابعداری سے زمین پر گھٹنے رکھے اور بیٹھ کر دوبارہ کور کر لی۔۔پھر کھڑا ہوا

"کتنے روپے میں دو گے تم اسے؟ "

شیخو کے دل کو کچھ ہوا تھا

"جج۔۔جو مناسب لگے "

لیزا مسکرائی

"اسے گھر لے جاؤ شیخو۔۔پہلی بات "اس نے شہادت کی انگلی اٹھائی "اپنے ہنر کی قدر کرنا اور کروانا سیکھو۔۔ورنہ کوئی قدر نہیں کرے گا اور اگر انمول کی قدر نہ کی جائے تو وہ بے مول ہو جاتا ہے۔۔جسے تمھیں بیس تیس روپے میں بیچ رہے ہو۔۔میں اسے کئی سو روپے میں بیچ سکتی ہوں مگر نہیں۔۔ "

وہ سنجیدہ سا سن رہا تھا۔

"It's time to shine sheikhu!"

))یہ چمکنے کا وقت ہے شیخو!

"مم۔۔مجھے انگریزی نن۔۔ نہیں آتی میڈم!"وہ معصومیت سے بولا تھا۔

وہ بس مسکرائی تھی۔۔

"چلو تمھیں بتاتی ہوں کیا کرنا ہے "

اور وہ چل دی۔۔ شیخو اس کے پیچھے پیچھے کینوس پکڑے چل دیا۔۔

گاڑی کے پاس پہنچے تو لیزا نے اسے بیٹھنے کو کہا۔۔وہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔"بیٹھ جاؤ"۔۔وہ پیچھے کا دروازہ کھول کر بیٹھ گیا۔۔لیزا اس کی اس حرکت پر حیران تھی،وہ پیسنجر سیٹ کو چھوڑ کر پیچھے بیٹھا تھا، مگر پھر وہ اندر بیٹھی اور گاڑی سٹارٹ کی۔۔

"ہم۔۔ مم کہاں جا رہے ہیں مم۔۔میڈم؟"

وہ فکر مند لگتا تھا۔۔اپنا کینوس اس نے گود میں رکھا ہوا تھا۔۔

"ہم میرے کالج جا رہے ہیں"سامنے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

"ہیں۔۔کک۔۔کیوں؟"وہ ذرا سا آگے ہوا

"شیخو۔۔گھبراؤ نہیں۔۔اچھی جگہ ہی لے کر جا رہی ہوں"اس نے انتہائی نرمی سے کہا تھا

وہ خاموش رہا۔

یونیورسٹی پہنچ کر وہ اندر داخل ہوئے اور کینٹین کی جانب بڑھے۔۔دور سے ہی قیس نظر آگیا تھا۔۔لیزا مسکراتے ہوئے اس کی جانب بڑھی۔۔وہ منہ بسورے بیٹھا تھا۔۔

"کہاں رہ گئی تھی، چھپکلی؟

وہ اس کے سامنے بیٹھی اور ساتھ شیخو۔۔وہ گھڑی کی تین، بارہ اور چھے کی سوئیوں کی طرح بیٹھے تھے۔۔

"کہیں نہیں۔۔اچھا تم نے پتہ کیا جو میں نے تمھیں کہا تھا" میز پر بازو پھیلائے وہ بولی تھی

شیخو دونوں کو خاموشی سے دیکھ رہا تھا۔ قیس لاپرواہی سے ایک بازو ٹانگ پر رکھے اور ایک بازو کرسی کی پشت پر رکھے ترچھا سا بیٹھا تھا۔۔

"ایک بات بتاؤ۔۔آرٹ تمھارا ڈپارٹمنٹ ہے۔۔میں تمھارا سیکرٹری ہوں؟" وہ تو جیسے تپا ہوا تھا۔

"قیس۔۔جلدی جلدی بتاؤ۔۔پھر چپس کھائیں گے "

قیس کے چہرے پر مسکراہٹ آئی۔(یہ ہوئی نا بات!)

ذرا سا آگے ہوا "چار دن بعد ایک بڑی ایگزیبیشن ہے۔۔ شہر کے بڑے بڑے امیر کبیر لوگ آرہے ہیں۔۔ایگزیبیشن آرگنائزر سے تم بات کرو گی کیونکہ وہ تمھارا سینیئر ہے۔۔ درخواست میں نے جمع کروادی ہے۔۔ باقی سلیکشن بھی ہو جائے گی "اس نے آنکھ دبائی

وہ جو پیچھے کو ہو کر بیٹھی تھی ذرا سی آگے ہوئی

"وہ کیسے ؟ "

اس نے گلا کھنکھارا "ایک لڑکی ہے۔۔اس سے بات ہو گئی ہے۔۔پینٹنگ ڈسپلے کر دے گی وہ۔۔اس کی ٹینشن نہ لو "وہ بے پرواہی سے بولا۔

"تم نے۔۔یہ۔۔کیسے کیا؟"اس نے لفظ توڑ توڑ کر ادا کیے۔۔اور ہاتھ میز پر مارا۔۔

شیخو گود میں کینوس رکھے بس انھیں دیکھ رہا تھا۔۔نا سمجھی سے ہونق بنا

"میری آنکھیں دیکھو۔۔میرا چہرہ دیکھو "اور قہقہہ لگا کر ہنسا۔

)اس کی آنکھیں سرمئی تھیں۔۔اور گورے رنگ کے ساتھ چہرے کے نقوش برٹش تھے۔۔بلاشبہ وہ خوبصورت تھا (

لیزا نے بغور اسے دیکھا

“Unbelievable!”

))ناقابلِ یقین

وہ پھر ہنسا تھا۔لیزا بھی مسکرائی

"اچھا چلو اٹھو چھپکلی۔۔کھانے کو کچھ لاؤ۔۔بھوک لگی ہے اور باتیں نہیں ہو رہیں مجھ سے" وہ اٹھ کر کھانے کو لینے گئی کچھ۔۔

"ہاں تو شیخو۔۔ "

اور وہ اس سے باتیں کرنے میں مصروف ہو گیا۔۔

رمضان شروع ہو چکا تھا۔شیخو کے پاس جتنے پیسے تھے اس نے گھر بھیج دیے۔۔اب عید سے پہلے کیا بھیجے گا یہ اللہ ہی جانتا تھا۔۔خیر! رات چارپائی پر چت لیٹا آسمان پر تارے دیکھ رہا تھا جب کسی کے اوپر آنے کی آہٹ سنائی دی۔۔وہ چچا تھے جو اس کے پاس آ کر بیٹھ گئے۔۔وہ فوراً سے اٹھ بیٹھا

"خیریت چچا؟" بھنویں بھینچے وہ فکر مند تھا۔

"میں نے پتہ کیا ہے۔۔ایک چائے کی دکان ہے۔۔ مطلب وہ ہوٹل کی طرح ہی ہے۔۔ اس کے مالک سے بات کی ہے میں نے۔۔پیسے ذرا کم ہیں مگر جب تک تمھیں کوئی کام نہیں مل جاتا تم وہاں کام کر سکتے ہو" وہ سر جھکائے بولے تھے۔

کچھ پل خاموش گزرے پھر وہ بولا

"چچا!۔۔ مم۔۔میری فکر نہ کک۔۔ کیا کرو۔اللہ ہے نا "!

چچا نے چہرہ اٹھایا اور مسکرائے "تم میرے بیٹے ہو۔۔ تمھارے لیے پریشان ہونا تو بنتا ہے" اور اس کی گال پر ہاتھ پھیرا۔اندھیرے میں بھی ان کا مسکراتا ہوا چہرہ نظر آیا تھا۔

وہ گردن جھکا کر مسکرا دیا۔

"اچھا چلو۔۔ تم سو جاؤ۔۔ صبح بات کرتے ہیں" اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر چلے گئے۔۔

وہ کچھ دیر یونہی بیٹھا رہا پھر لیٹ گیا۔۔ کل کی فکر کس کو نہیں ہوتی؟ اسے بھی تھی کل کی فکر مگر کل انسان کے ہاتھ کبھی بھی نہیں تھا۔۔

گہری جامنی رات تھی، ہر طرف خاموشی اور ہلکی ٹھنڈی ہوا۔۔ صبح سحری کے لیے بھی اٹھنا تھا۔۔اس نے کروٹ لی، دایاں بازو سر کے نیچے رکھا اور پھر اپنی دنیا میں چلا گیا۔۔

دوسری طرف لیزا اپنی بالکنی میں کھڑی ایگزیبیشن کا سوچ رہی تھی۔۔اب آرگنائزر کو کیسے قائل کرنا ہے؟ایگزیبیشن میں کیا ہوگا؟۔۔۔دفعتاً کمرے کا دروازہ کھٹکا۔۔

"کون؟"وہ بلند آواز میں بولی۔نظریں دروازے پر ہی جمی تھی۔

"میں۔۔بیلا "

"آجاؤ"اور خود وہ کمرے کے وسط میں جا کر کھڑی ہو گئی۔

بیلا اندر آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک ڈبہ تھا۔۔بڑا سا،پیک ہوا ہوا۔۔اس نے وہ ڈبہ لیزا کی طرف بڑھایا"یہ۔۔دوپہر میں کوریئر والا دے کر گیا تھا۔۔آپ کے نام سے۔۔میں نے سائن کیے تھے اور پیسے بھیجنے والے نے پہلے ہی دے دیے تھے"اس نے ساری بات بیان کر دی۔

لیزا نے نا سمجھی سے پکڑا"ٹھیک ہے۔۔تم جاؤ "

اور وہ سر ہلا کر چلی گئی۔۔لیزا کی بھنویں بھینچیں ہوئی تھیں اور وہ کچھ سوچتے ہوئے بیڈ پر بیٹھی۔۔اوپر سے پیکنگ ہٹائی اور دیکھا تو نیچے ایک اور ڈبہ تھا،خوبصورت سا،اس پر ایک لال رنگ کا ربن لگا ہوا تھا۔۔اس نے اس کے اوپر سے ربن ہٹایا اور ڈھکن الگ کیا۔۔اندر ایک "کیمرہ"تھا۔۔اس نے نکالا،اس کے ہاتھ جتنا کیمرہ تھا اور اندر ایک کارڈ تھا۔۔کیمرہ اس نے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بیڈ پر ایک طرف رکھا اور وہ کارڈ پکڑا۔۔اس پر بھیجنے والے نے اپنا نام لکھا تھا اور ایک انگریزی سطر:

Capture your smiles, flowers and butterflies

Yours sincerely

Jessica Tenis

یہ اس کی لندن کی واحد دوست تھی۔ایک آرٹسٹ جس سے لیزا کی دوستی تب ہوئی جب وہ شام کے وقت اپنے ڈیڈی کے ساتھ باہر سیر کرنے جاتی تھی۔۔وہ مسکرائی۔

دونوں ایک دوسرے کو تحفے بھیجتی رہتی تھیں۔۔

لیزا کھڑی ہوئی اور کیمرے کو ہاتھ میں پکڑا۔۔آئینے کے قریب گئی۔۔اسے سیدھا کیا اور اس پر بنے سوراخ کو بالکل دائیں آنکھ کے سامنے لے گئی، بائیں آنکھ بند کی۔۔مگر تصویر نہیں کھینچی۔۔پھر سے مسکرائی اور کیمرہ دوبارہ ڈبے میں بند کر دیا۔۔وہ آج خوش تھی۔۔اس نے سائیڈ ٹیبل سے بھوری جلد والی کتاب اٹھائی اور باہر چلی گئی۔۔

کتاب کھولی اور کہاں سے پڑھنا شروع کرے۔۔شہادت کی انگلی کا ناخن دانتوں میں دبائے سوچ رہی تھی۔۔صفحے آگے پیچھے کیے۔۔ایک صفحے پر رکی اور پاس ہی دیوار سے ٹیک لگا کر فرش پر بیٹھ گئی۔۔مسٹر سٹیفورڈ کی لکھی کتاب! صفحہ نمبر 45

کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ کیا ہیں؟

آپ ایک خدائی خط کا نسخہ ہیں۔

آپ ایک آئینہ ہیں جو ایک شریف چہرے کی عکاسی کرتا ہے۔

یہ کائنات آپ سے باہر نہیں ہے۔

اپنے اندر جھانکیں؛

سب کچھ جو آپ چاہتے ہیں،

آپ پہلے سے ہی ہیں

~رومی

نظم پڑھ کر وہ نیچے پڑھنے لگی۔۔"انسان کے پاس آج جو کچھ بھی ہے پیسہ، عزت، شہرت، گھر، گاڑی، اولاد اور بہت کچھ یہ سب کچھ وہ اپنے سکون کے لیے لایا ہے۔۔ایسا سکون جو اس کے دل کو خوش کر سکے۔۔پھر جب دل کو وہ مل جاتا ہے جسے وہ کبھی "سکون"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سمجھتا رہا ہے وہ پھر سے بے چین ہونے لگتا ہے۔۔اسے کچھ اور چاہیئے اسے اپنا سکون کسی اور چیز میں نظر آنے لگتا ہے اور یہ دائرہ ختم نہیں ہوتا۔۔مثلاً جب میں چھوٹا تھا تو مجھے ایک کھلونا گاڑی اچھی لگی اور مجھے تب تک چین نہیں پڑا جب تک کہ وہ گاڑی میرے ہاتھ میں نہیں آ گئی۔۔پھر میں بڑا ہوتا گیا اور وہ گاڑی کہاں گئی جو کبھی میرے دل کا چین تھی۔۔نہیں معلوم! پھر میں سکول چلا گیا اور ان دنوں مجھے وہ کتاب چاہیئے تھی جسے پڑھ کر مجھے ٹاپ کرنا تھا۔۔جب وہ کتاب بھی لے لی تو چاہے اس کو پڑھا نہیں تھا مگر ایک سکون سا تھا۔۔پھر کالج چلا گیا اور اپنی مرضی کی ڈگری کی اور تب تک سکون نہیں ملا جب تک کہ میں اچھا کمانے نہیں لگا۔۔پھر مجھے محبت ہو گئی اور تب تک دل کو قرار نہیں آیا جب کہ میری شادی میری محبت سے نہیں ہو گئی۔۔یعنی ہر لمحے میرا سکون بدلتا رہا۔۔میرا دل وقت گزرنے کے ساتھ اپنی سکون کے حاصل کو بدلتا رہا اور میں ابھی تک بے سکون ہوں۔۔مجھے ابھی تک سکون نہیں حالانکہ اب مجھے کیا چاہیئے۔۔میرے پاس وہ سب ہے جو میں نے کبھی چاہا تھا کہ میرے پاس ہو مگر میرا دل خوش کیوں نہیں ہے۔۔میں دنیا گھوما ہوں، ایک ملک سے دوسرے ملک، میں انسانوں سے ملا ہوں ایک انسان سے دوسرے انسان۔۔میں نے وہ سب

پایا جو میں نے چاہا تھا مگر دل کیوں خوش نہیں۔۔"اس کی دلچسپی بڑھنے لگی تھی۔۔اپنے باپ کا یہ چہرہ اس نے پہلے کبھی ہیں دیکھا تھا۔۔

اب اس عمر میں جا کر مجھے پتہ چلا ہے کہ دل کا خوش ہونا ضروری نہیں ہے دل کا "مطمئن" ہونا ضروری ہے۔۔ مطمئن ہونا خوش ہونے سے زیادہ اہم ہے۔۔اور دل مطمئن ہوتا ہے ہماری روح سے۔۔میں نے جب پہلی بار "روح" کا لفظ سنا تھا تو میں حیران ہو گیا۔۔ کیا واقعی؟ میں نا جانے کس کس سے ملا ہوں مگر میں خود سے نہیں ملا۔۔خود سے ملنا ضروری ہے کیا؟ اور اگر ہاں تو کیسے؟ میرا اب ایک نیا سفر تھا کہ میں خود سے ملنا چاہتا تھا۔۔میرا دل تب تک نہیں مطمئن نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری روح مطمئن نہ ہو۔۔درخت کی ساری جان اس کی جڑوں میں ہوتی ہے۔۔جڑ کھوکھلی ہو جائے تو مطلب درخت تو گیا۔۔میری جڑیں کہاں تھیں۔۔میری روح کیا تھی؟ میں نے لوگوں سے پوچھا بہت سی کتابیں پڑھیں مگر کوئی جواب نہیں ملا۔۔پھر ایک دن ایک بچہ ملا "سیاہ آنکھوں" والا وہ کہنے لگا آپ کی جڑیں اس سے جڑی ہیں جس نے آپ کو بنایا ہے۔۔آپ کی روح آپ کی جڑ ہے جس کو اگر آپ فکس کر لیں تو آپ کا دل خود ہی فکس ہو جائے۔۔۔وہ چیز جو درخت کو مٹی سے ملاتی ہے بلکہ مٹی سے جوڑ دیتی ہے اور جڑ کیا ہوتی ہے؟ جڑ "بگننگ پوائنٹ" ہوتی ہے۔۔جہاں

درخت کی ساری جان ہوتی ہے۔۔جہاں سے درخت اپنی ضروریات پوری کرتا ہے اور بڑھتا چلا جاتا ہے۔۔ہماری جڑ کیا ہے؟ہم کس سے جڑے ہیں۔۔ہماری روح ہماری جڑ ہوتی ہے جو کہ ہمیں اس سے ملاتی ہے جو ہمیں مکمل کرتا ہے ہماری ضروریات پوری کرتا ہے ہمیں مطمئن کر دیتا ہے۔۔روح مطمئن تو دل مطمئن۔۔روح نہیں خوش، ہماری جڑ اگر مٹی سے نہیں مل رہی تو سمجھو ہم ویسے گرو نہیں کر رہے جیسے کرنا چاہیئے تھا۔۔اور انسان کی زندگی میں سکون تب چھنتا ہے جب وہ اپنے ٹریک سے ادھر اُدھر ہوتا ہے۔۔دل مادیت مانگتا ہے مگر روح مادیت کی طلبگار نہیں ہوتی۔۔جڑ تو زمین کے اندر ہوتی ہے اسے باہر سے کیا واسطہ۔۔سکون تو ہمارے اندر ہے ہم اسے باہر کیوں ڈھونڈیں۔۔اگر ہم اپنی روح کو اس سے جوڑ دیں جو اس کا محور ہے، جہاں سے یہ آئی ہے جہاں اسے ہونا چاہیئے تو دل بھی سکون میں ہو گا۔۔میں خود سے ملا تھا، میں نے روح کو محسوس کیا تھا جب میں نے وہ کتاب پڑھی تھی وہ کتاب جس کا ذکر بلند ہے اور وہ سچ بولتی ہے۔۔اسے میں نے قرآن کہا ہے، اسے میں نے قرآن سنا ہے۔۔"

بس، اس نے اتنا ہی پڑھا اور اس کے بعد اس نے کتاب بند کر دی۔۔اور سر دیوار سے لگا کر آسمان کو دیکھا۔۔ایک گہری سانس لی۔۔وہ جب جب کتاب پڑھتی تھی اس کے دماغ میں

جھکڑ چلنے لگتے تھے۔۔وہ کئی کئی دن سکون سے نہیں رہ پاتی تھی۔۔وہ چاہتی تھی کہ اس کا باپ زندہ ہو جو اسے سمجھائے،اس کے وہم دور کرے اور اسے دوبارہ چلنا سکھائے مگر سبھی خواہشیں پوری نہیں ہوتی۔۔اسے عربی نہیں آتی تھی اور یہی ایک دلیل جو وہ اپنے آپ کو بار بار دیتی تھی۔۔یہی ایک وجہ تھی کہ وہ قرآن نہیں پڑھتی تھی۔۔باہر کا اندھیرا گہرا ہو رہا تھا۔۔اسے اب سونا چاہیئے مگر سونے کے لیے نیند چاہیئے ہوتی ہے اور نیند عطا ہوتی ہے اور ہر کسی کو نہیں ہوتی۔۔

رمضان میں تو سارا دن یوں لگتا کہ جیسے نیند آ رہی ہے۔۔عبدالرحمن اسے عصر کے بعد پڑھانے آتے تھے۔۔آج بھی جب وہ آئے تو وہ کھڑکی کی طرف منہ کیے بیڈ پر بیٹھی، گود میں کتاب رکھے اونگھ رہی تھی۔۔دروازے کی طرف اس کی پشت تھی۔۔بار بار جمائی آتی اور وہ ہاتھ رکھ کر روکتی۔۔

"یااللہ! آج دادا چھٹی کر لیں" ساتھ ساتھ دعائیں کرتی جاتی۔

مگر دادا تو نیچے آ چکے تھے۔۔وہ اوپر آئے اور کمرے کے دروازے پر دستک دی۔۔وہ پیچھے مڑی اور کھڑی ہو گئی

"السلام علیکم "!

"وعلیکم السلام!" اور وہ صوفے پر بیٹھ گئے

حوا انھیں دیکھ کر مسکرائی، ان کے ساتھ بیٹھی اور فوراً سے کتاب آگے کر دی۔۔ پھر رٹا رٹایا مضمون سنایا۔۔ کتاب ان کی گود میں تھی

جب وہ اسے آگے پڑھا رہے تھے تو انھوں نے غور کیا کہ وہ بار بار جمائیاں لے رہی ہے۔۔ کبھی ہونٹ دانتوں تلے دے کر جمائی روکتی اور کبھی ہاتھ رکھ کر۔۔ بے چین سی بس ادھر اُدھر ہو رہی تھی۔۔

"رات کو سوئی نہیں تھیں آپ؟" بالآخر وہ پوچھ بیٹھے

"سوئی تھی دادا۔۔ پھر بھی نیند آ رہی ہے" وہ منہ بسور کر تھکی تھکی بولی تھی۔ آنکھیں ہلکی گلابی تھیں۔

"چلے جائیں۔۔ منہ دھو کر آئیں" انھوں نے کتاب بند کی اور تحکمانہ انداز میں کہا۔

اور وہ فوراً سے اٹھ کر نیچے گئی اور منہ پر چھینٹے مار کر آئی۔۔ اوپر آئی تو منہ خشک تھا مگر چند لٹیں گیلی ہو کر چہرے کے گرد چپکی ہوئی تھیں۔۔ آنکھیں بھی گیلی گیلی سی تھیں۔۔

"سحری میں کیا پیا تھا؟" وہ ساتھ آ کر بیٹھی تو انھوں نے پہلا سوال کیا۔

"میٹھی لسّی "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کل سے آپ میٹھی لسّی نہیں پیئں گی" وہ سنجیدہ تھے۔اس نے پہلے ان کے چہرے کو دیکھا،وہ کتاب کے صفحے کو دیکھتے ہوئے اسے انگریزی کا ترجمہ پڑھا رہے تھے۔۔چپ کر کے ان کو سننے لگی۔۔اسے میٹھا پسند تھا اور میٹھی لسّی کے بغیر وہ روزہ نہیں رکھتی تھی۔۔اب وہ کیا پیے گی۔۔بس سارا دھیان اسی پر لگا رہا۔۔

وقت گزرتا گیا اور ترجمہ مکمل کر کے انھوں نے کتاب بند کی

"کل ہم کہیں گھومنے جائیں گے"

اس کی بند ہوتی آنکھیں پھر سے کھل گئیں۔۔چہرے پر مسکراہٹ در آئی (نیند۔۔کون سی نیند؟)

"کہاں؟" وہ پر جوش نظر آ رہی تھی۔وہ بھی مسکرا دیے۔

"کہیں بھی۔۔عصر کے بعد چلیں گے "

اس نے ہاں میں سر ہلایا اور جلدی جلدی کتابیں بیگ میں ڈالنے لگی۔۔انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور چلے گئے۔۔

"کل کہاں جائیں گے؟" بیڈ پر لیٹی وہ سوچنے لگی۔۔آنکھیں اوپر چھت پر جمی تھیں۔۔

کل عصر کے بعد جب وہ آئے تو وہ انھیں دیکھ کر مسکرائی۔۔اس کی آنکھوں میں ایک خوشی ایک چمک تھی۔۔ جیسے وہ جانے کو تیار ہو۔۔عبدالرحمن اسے دیکھ کر مسکرائے اور پھر دونوں گھر سے باہر نکل گئے۔۔

سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا البتہ عصر کے بعد موسم اچھا ہو جاتا تھا۔۔ارد گرد کھیت تھے جن میں مرد حضرات کام کر رہے تھے۔۔کچے راستے پر چلتے دور ایک برگد کا درخت نظر آتا تھا۔۔وہ کئی سال پرانا ہو گا۔۔اس کا تنا بہت موٹا اور پتے اور شاخیں نیچے کو آ رہی تھی۔۔ ساتھ ہی ایک ٹیوب ویل تھا جو کہ اس وقت بند تھا۔۔پاس ایک سائیکل کھڑی تھی۔۔کچھ بچے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے جن کے قہقہے دور تک گونج رہے تھے۔۔اس درخت سے تو ان کی بھی بہت سی یادیں جڑی تھیں۔۔ کبھی اسی درخت کے نیچے وہ بھی کھیلتے تھے۔۔کچھ خواتین بھی تھیں جو مردوں کے ساتھ کام کر رہی تھیں۔۔اتنے دن بعد گھر سے نکلی تھی۔۔ اسے گھومنے کا شوق تھا مگر ابھی تک اس نے اپنا پورا گاؤں ہی نہیں گھوما تھا۔۔ایک نہر کے کنارے سیڑھیاں تھیں۔۔پاس درخت ہی درخت تھے۔۔آخری دو زینے پانی میں ڈوبے پڑے تھے۔۔اپنے دادا کے ساتھ نیچے اتری اور جوتا ایک طرف اتار کر پاؤں پانی میں ڈال کر بیٹھ گئی۔۔عبدالرحمن ساتھ بیٹھے تھے۔۔پانی کی آواز ہر طرف شور مچا رہی تھی۔۔اس طرف

موسم کافی اچھا تھا ٹھنڈی ہوا سے اس کا دوپٹہ اڑ کر پیچھے جا رہا تھا جسے وہ بمشکل سنبھال رہی تھی۔۔پانی بھی کافی ٹھنڈا تھا۔۔ذرا سا جھکی اور اپنا ہاتھ اندر ڈال کر لہرانے لگی۔۔پانی کے بہاو کے ساتھ ساتھ ہاتھ خود ہی ہلتا جاتا۔۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ صرف انگریزی پڑھتے وقت ہی آپ کو نیند آتی ہے" وہ شرارتی لہجے میں بولے تھے۔

اس کی رنگت گلابی پڑی۔پھر کندھے اچکا کر بولی "پتہ نہیں" پھر نظریں چرا گئی۔۔

"مجھے پتہ ہے سب" وہ اس کے تاثرات دیکھ کر بمشکل مسکراہٹ روک رہے تھے۔

وہ خاموش رہی۔۔کچھ بھی نہ بولی۔۔

"ایک بات پوچھوں؟" عبدالرحمن بولے تھے۔

اس نے ان کی آنکھیں دیکھیں "ہوں" شلوار کے پائنچے مکمل بھیگ چکے تھے۔۔

"آپ میرے آنے سے پہلے میرے بارے میں کیا جانتی تھیں؟" ان کا دل دھڑکا تھا۔

کئی دنوں سے وہ یہ سوال پوچھنا چاہ رہے تھے۔

گھٹنوں پر تھوڑی رکھ کر پانی پر جھکی ہاتھ لہراتے ہوئے بولی "یہی کہ آپ لاہور رہتے ہیں۔۔ابو سے ناراض ہیں۔۔ہم سے بھی نہیں ملنا چاہتے۔۔آپ بھی فوجی ہیں اور آپ بہت

غصے والے ہیں" وہ سادگی سے بول رہی تھی جیسے پہلے ان سے بولتی تھی۔ پھر چہرہ اٹھایا اور انھیں دیکھنے لگی۔۔ وہ بھی جوتا ایک طرف اتار کر پاؤں پانی میں ڈال کر بیٹھے تھے

"اب کیسا لگتا ہوں؟ "

اس کی بھنویں بھینچ گئیں گیلا ہاتھ اب گود میں تھا۔۔ اس نے گیلے ہاتھ کو اپنے سوکھے ہاتھ میں رکھا۔۔ ایک ٹنڈا گرم احساس ہوا "آپ غصے والے نہیں ہیں۔۔ آپ اچھے ہیں پر آپ ابو سے ناراض کیوں تھے؟" نا سمجھی سے انھیں دیکھا۔

"آپ نے اپنے ابو سے کبھی نہیں پوچھا؟" وہ سنجیدہ ہو گئے

"پوچھا تھا۔۔ دادا کیوں نہیں آتے؟ وہ کہنے لگے کیونکہ ان کو وہاں کام ہوتا ہے۔۔ جب آپ کا دل کرے گا تو آجائیں گے" کندھے اچکائے۔ ہوا سے دوپٹہ پھر پیچھے ہو رہا تھا۔ چند لٹیں نکل کر چہرے کے گرد لہرانے لگیں۔

عبدالرحمن کچھ سوچنے لگے "پھر آپ کو کس نے بتایا میں آپ کے ابو سے ناراض ہوں "

"آ۔۔ وہ میں۔۔ چپکے سے ابو کے خط پڑھتی تھی۔۔ اس میں ابو آپ کو منا رہے ہوتے تھے" اس نے کندھے اچکائے۔

انھوں نے ایک گہری سانس خارج کی "مجھے لگا آپ مجھے برا سمجھتی ہوں گی۔۔مجھ سے نفرت کرتی ہوں گی" وہ پھیکا سا مسکرائے تھے۔

"میں نے بہت سنا تھا آپ کے بارے میں۔۔آپ غصے والے ہیں۔۔آپ بہت برے ہیں آپ معاف نہیں کرتے۔۔میں سوچتی تھی آپ کیسے ہوں گے۔۔پھر سن سن کر میں نے بھی یہی سمجھ لیا کہ آپ برے ہیں لیکن جب آپ مجھ سے ملے تو آپ ویسے نہیں تھے جیسے سب کہتے تھے۔۔آپ برے نہیں ہیں۔۔ایک بار ابو نے مجھے بتایا تھا کہ انسان سب ہی اچھے ہوتے ہیں مگر کبھی کبھی ان سے کچھ ایسا ہو جاتا ہے جو نہیں ہونا چاہیے تھا۔۔کچھ اپنی غلطیاں ٹھیک کر لیتے ہیں اور پھر کچھ نہیں کر پاتے۔۔اس لیے جو ٹھیک کر لیں انھیں قبول کر لینا چاہیئے اور جو نہ ٹھیک کر سکیں انھیں معاف کر دینا چاہیئے۔۔دوسروں کی آنکھوں سے دنیا دیکھیں گے تو دوسروں جیسی ہی دکھے گی۔۔آپ شاید دوسروں کے لیے برے ہوں یا غصے والے بھی مگر میرے لیے نہیں ہیں۔۔آپ اچھے ہیں۔۔ابو نے آپ کو معاف کر دیا تھا۔۔میں نے بھی کر دیا۔۔ابو کہتے تھے کہ ہمیں ہر وقت دوسروں کی ٹوہ میں نہیں لگے رہنا چاہیئے۔۔جیسے ہماری زندگی میں مسئلے ہیں ان کی زندگی میں بھی ہوں گے۔۔ہر انسان کا ایک خول ہوتا ہے جس میں وہ بند ہوتا ہے اگر اس خول کو توڑا جائے تو انسان ٹوٹ جاتے ہیں۔۔

اس لیے میں نے کبھی آپ کے اور ابو کے خول میں داخل ہونے کی کوشش نہیں کی۔۔اس دن کے بعد سے میں نے خط بھی نہیں پڑھے" پھر جھکی اور پانی میں ہاتھ ڈالا۔۔ٹھنڈے پانی میں مسلسل ہاتھ ہلانے سے بلبلے بننے لگے تھے۔۔اسے مزہ آنے لگا تھا

"لاعلمی کتنی بڑی نعمت ہوتی ہے" پانی میں ہاتھ چلاتی لڑکی کو دیکھ کر انھوں نے سوچا تھا۔

وہ کچھ نہیں جانتی تھی۔۔۔اس کا اپنا خول تھا اور وہ اس میں خوش تھی،دوسروں کے خول میں جھانکنا اسے نہیں آتا تھا۔۔ساری بات اس تربیت کی تھی جو اس کی کی گئی تھی۔۔وہ ٹھیک ہی تو کہتی تھی۔۔ہر شخص کی اپنی دنیا ہوتی ہے،اپنا نظریہ اپنی نظر ہوتی ہے۔۔کسی اور کی نظر سے جو چیز اسی منفی لگ رہی ہو کیا پتہ اپنی نظر سے وہی چیز اسے مثبت نظر آجائے۔۔ہمارا خول دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اور ہمیں ایسے ہی بنایا گیا ہے۔۔جو لوگ دوسروں کے دائروں میں زبردستی دخل اندازی کرتے ہیں وہ کبھی سکون نہیں پا سکتے۔۔

مغرب کا وقت ہونے والا تھا۔۔پانی سے باہر پاؤں نکالے تو شلوار نیچے سے بھیگ کر ٹانگوں سے چپکی پڑی تو وہ ذرا سا جھکی اور منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھٹے مارے۔۔پھر سر پر کھڑے دادا کو دیکھ کر مسکرائی،وہ بھی مسکرائے

"اب چلیں۔۔اگر ڈوب گئی تو میں آپ کی اماں کو کیا جواب دوں گا"

وہ ہنس دی۔دوپٹہ بھی آگے سے گیلا ہو گیا تھا۔۔اس نے ہاتھ سے منہ صاف کیا البتہ منہ گیلا ہی رہا۔۔لٹیں چہرے کے گرد چپکی تھیں جن سے قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا تھا۔۔جاتے جاتے ہوا سے خود ہی سوکھ جائے گا۔۔

اب انھیں افطاری کرنی تھی۔۔اور وہ گھر کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔۔

یہ ایگزیبیشن سے ایک دن پہلے کی بات ہے۔۔عصر کے قریب وقت تھا،موسم ذرا گرم تھا۔۔قیس لیزا کے گھر آیا ہوا تھا اور وہ دونوں کسی کا انتظار کر رہے تھے۔۔قیس کو چین نہیں پڑ رہا تھا سو اٹھ کر ادھر اُدھر کی چیزیں دیکھنے لگا۔۔لیزا صوفے کے بازو پر کہنی جمائے،ہاتھ کی مٹھی بنا کر تھوڑی تلے جمائے بس اسے ادھر اُدھر ہوتا دیکھ رہی تھی۔۔سیڑھیوں کے پاس ایک بڑی سی تصویر تھی جس میں سکیچنگ کی گئی تھی۔۔ایک بڑی سی بلڈنگ تھی جس کے سامنے ایک بوڑھا ایک بچے کا ہاتھ پکڑے کھڑا تھا۔۔ان دونوں کی پشت نظر آ رہی تھی۔۔وہ سیڑھیوں پر چڑھ کر بغور اسے دیکھ رہا تھا

"یہ تم نے بنایا ہے؟" قیس اس تصویر کے سامنے کھڑا تھا اور اس کا عکس تصویر کے سامنے شیشے میں نمایاں ہو رہا تھا

"نہیں۔۔ڈیڈی کے فرینڈ نے" وہ جیسے تھک گئی تھی اور اب اپنا سر صوفے کی پشت پر رکھ کر ذرا سا آگے کو کھسک گئی یوں جیسے بیٹھی بھی ہے اور لیٹی بھی۔

"اچھا۔۔ہاں ویسے بھی تمھیں سوائے جانوروں کے کچھ اور نہیں بنانا آتا" وہ لاپرواہ سا سیڑھیوں سے نیچے اتر رہا تھا

"اسی لیے میں نے سوچا ہے کہ ایک دن تمھیں پینٹ کروں گی" اور ہونٹ دانتوں تلے رکھ کر ہنسی دبائی۔

قیس نے بس ایک نظر اسے گھورا اور منہ میں بڑبڑایا "چھپکلی"!

پھر لمبی لمبی کھڑکیوں کے بیچ میں ایک دو تصاویر تھیں۔۔ان میں بھی سکیچنگ ہوئی تھی۔۔ایک لمبی کھڑکی پھر دیوار جس پر تصویر تھی، پھر ایک کھڑکی پھر دیوار اور پھر ایک کھڑکی۔۔یعنی دو کھڑکیوں کے بیچ میں جو دیوار تھی اس پر تصویر تھی۔۔

"ویسے تمھارا گھر تو کافی بڑا ہے لیزے" اس نے گردن اٹھا کر اوپر دیکھا اور پھر گھوما۔اس کا رخ لیزا کی طرف تھا۔

"ہوں۔۔بہت بڑا ہے" جیسے طنز کیا ہو۔

پھر وہ سیڑھیوں کی دوسری طرف چلا گیا۔۔وہاں بھی سفید دیواریں تھیں، بڑی بڑی کھڑکیاں ان پر سفید پردے تھے اور ایک پیانوں پڑا تھا۔۔دیواروں کے ساتھ صوفے بھی رکھے سے۔۔دیواروں پر کوئی پینٹنگ ی تصویر نہیں تھی۔۔

"واؤ!"اور وہ پیانو کی طرف بڑھا۔۔اسے پیانو بجانی نہیں آتی تھی۔

پیچھے لیزا کھڑی تھی۔

"تمھیں کہیں سکون کیوں نہیں ہے قیس؟"وہ جیسے عاجز آگئی۔

"لیزے۔۔یہ بجا کے دکھاؤ"وہ مڑا اور ایسے بولا جیسے چھوٹے بچے پہلی بار چیز لینے پر کہتے ہیں کہ اسے کھا کر بتاؤ۔۔

وہ آگے آئی اور پیانو کے سامنے بیٹھ گئی۔۔

سفید اور سیاہ کیز پر اس نے اپنی پتلی انگلیاں رکھیں اور دبایا۔۔ایک دھن بجی۔۔پھر وہ بڑی مہارت سے ان پر اپنی انگلیاں رکھے ان کیز کو دبا رہی تھی اور دھن پیدا ہو رہی تھی۔۔

پورے گھر میں کئی سال بعد اس پیانو کی آواز گونجی تھی۔۔

"واؤ۔۔اور بجاؤ"وہ اس کے ساتھ کھڑا اس کی انگلیوں کو حرکت کرتے دیکھ رہا تھا۔

وہ دھن پیدا کرتی گئی۔۔ قیس ہنس دیا"میرا دل کر رہا ہے ناچوں"اور وہ اپنے دونوں بازو کھول کر گھوما

لیزا اس کو دیکھ کر ہنس دی۔

اسی وقت بیلا آئی۔۔اور دونوں اس کی طرف متوجہ ہوئے

"میم۔۔آپ کا مہمان آیا ہے"سر جھکائے بولی تھی۔

"اوکے"اور وہ چلی گئی۔

پھر لیزا بھی کھڑی ہوئی اور چل دی، پیچھے قیس تھا۔۔

وہ دونوں ٹی وی لاؤنج میں آئے تو وہ گھنگریالے بالوں والا صوفے پر بیٹھا تھا،انھیں دیکھ کر کھڑا ہوا

"الس۔۔سلام علیکم"!

سر ہلا کر وہ صوفے کی طرف آئی اور بیٹھ گئی۔اب وہ دونوں گھڑی کے تین،نو اور بارہ کی طرح بیٹھے تھے۔لیزا نے ٹانگ پر ٹانگ رکھی۔۔ قیس اور لیزا ایک دوسرے کے سامنے تھے۔۔

Clubb of Quality Content

"تمھاری پینٹنگ ہم نے بھجوادی ہے۔۔اب کل وہ ڈسپلے ہو گی۔۔کل بڑے بڑے لوگ آئیں گے سو۔۔تم ایسے نہیں آؤ گے" وہ جیسے ہدایات دے رہی تھی۔ٹانگ پر ٹانگ جمائے،اوپر والی ٹانگ ہلاتے ہوئے، سنجیدہ سی۔

"مم۔۔میڈم۔۔کیا جانا ضروری ہے؟"اس نے نظریں جھکائے ہی پوچھا تھا۔

قیس لاپرواہ سا ہو کر بیٹھا تھا۔ایک بازو پیچھے صوفے کی پشت پر تھا اور خود وہ ترچھا ہو کر بیٹھا تھا۔۔بیلا نظر آئی اور اس نے انگلیوں سے تین کا اشارہ کیا۔۔وہ سر ہلا کر کچن کی طرف چلی گئی۔۔

"کم آن شیخو۔۔تمھاری پینٹنگ ہے۔۔تمھارا ہونا ضروری ہے" وہ جیسے روہانسی ہو گئی تھی اور شاکی بھی۔

شیخو کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے۔۔جنھیں وہ بخوبی دیکھ اور سمجھ رہی تھی۔

"میڈم۔۔وہاں بڑے بب۔۔بڑے لوگ ہوں گے" وہ جیسے گھبرا گیا تھا۔

"تو؟"اس نے ابرو اٹھایا اور سیدھی ہو کر ذرا سا آگے کو جھکی۔

وہ خاموش رہا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمھیں پینٹ کوٹ دوں گی۔۔تم وہ پہن کر آؤ گے۔۔اوکے" وہ اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ رہی تھی۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر لیزا کھڑی ہوئی،چند قدم چلی اور اس کے صوفے کی پشت پر جا رکی۔۔سینے پر بازو لپیٹے ۔۔

"تم وہاں کسی کو نہیں کہو گے کہ تمھیں انگریزی نہیں آتی"

اس نے اس بات پر بھی اثبات میں سر ہلایا۔

"کل تم ٹھیک دس بجے یہاں آؤ گے۔۔یہاں میں اور قیس تمھیں ملیں گے۔۔پینٹ کوٹ پہن کر،اچھے سے تیار ہو کر تم وہاں جاؤ گے"اور پھر اس کے صوفے کی پشت پر دونوں ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھکی "وہاں بڑے لوگ آئیں یا چھوٹے۔۔تم ان سب سے بہتر ہو۔۔آل رائٹ؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ جیسے حکم صادر کر رہی تھی۔۔بیلاٹرے میں چائے کے تین کپ لائی اور ٹیبل پر رکھ دی۔۔

وہ جانے لگی تو قیس پیچھے سے بول پڑا "بسکٹ بھی لاؤ "

لیزا نے اسے گھورا تو اس نے سر جھٹک دیا۔

اس کے بعد وہ بیٹھ گئی۔۔کچھ دیر باتیں کیں اور پھر شیخو چلا گیا۔۔

"یہ تھوڑا عجیب نہیں ہے؟"اس نے تھوڑا سا بسکٹ دانتوں سے کاٹا اور منہ میں ڈال کر چبانے لگا۔وہ لیزا کے ساتھ کھڑا تھا۔

کھڑکی کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی لیزا باغ کو گھور رہی تھی۔

"نہیں۔۔تھوڑا نہیں بہت عجیب ہے"وہ باہر جھولے کو گھورتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

اگلی صبح روشن ہوئی تھی۔چمکیلی اور نارنجی صبح۔۔دس بج چکے تھے مگر شیخو کا کوئی اتا پتا نہیں تھا۔لیزا اور قیس دونوں اکٹھے ہی تھے۔۔لیزا لاؤنج میں پنڈولم کی طرح ادھر سے اُدھر ہو رہی تھی۔چلتے ہوئے اس کی چھوٹی ہیلز کی آواز سارے لاؤنج میں گونج پیدا کر رہی تھی۔۔قیس بیلا سے کہہ کر کبھی جوس منگواتا، کبھی بسکٹ، کبھی کیک اور تب سے دو کپ چائے بھی پی چکا تھا۔۔انھیں تقریباً گھنٹہ ہو گیا تھا۔۔بیلا تو اس کے بعد کچن سے باہر ہی نہیں آئی۔۔وہ صوفے کے بازو سے ٹیک لگائے،ٹانگیں قینچی کی صورت کیے لیٹا ہوا تھا۔۔

"بھاگ گیا ہے لڑکا، لیزے" ٹانگ کو ہلاتا وہ کھڑکی کے سامنے کھڑی لیزا سے مخاطب تھا جو کہ فکر مند تھی۔ کھڑکی سے باہر باغ کا منظر نظر آرہا تھا جہاں مالی پودوں کو پانی دے رہا تھا۔۔ گھڑی نے ساڑھے دس بجائے۔

وہ جلدی سے مڑی اور آتش دان کے اوپر لٹکی چابیاں اتاریں "چلو قیس!" اور باہر کی طرف بھاگی۔

قیس بھی جوتا پہن کر اس کے پیچھے بھاگا۔ وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے اس کے گھر کی طرف جارہے تھے۔ لیزا گاڑی چلا رہی تھی اور قیس چپ کر کے کھڑکی کے باہر دوڑتی ہوئی عمارتیں اور گاڑیاں دیکھ رہا تھا۔۔ گاڑی میں خاموشی تھی۔ لیزا کا لال ہوتا چہرہ بتا رہا تھا کہ وہ غصے میں ہے۔۔ اس کی گلی کے سامنے پہنچ کر اس نے زور سے بریک لگائی۔۔ دونوں نے آگے کو جھٹکا کھایا تھا

"خدا کا خوف کرو لڑکی۔۔ میری تو شادی بھی نہیں ہوئی اور تم مجھے بیوہ کرنے لگی تھی" وہ دل پر ہاتھ رکھے بولا تھا۔

اس نے اسے غصے سے دیکھا اور دانت پر دانت جمائے بولی "بیوہ تمھاری بیوی ہو گی۔۔ تم نہیں "اور جھٹ سے دروازہ کھول کر باہر نکلی۔۔ زور سے "کھٹ" کی آواز آئی اور دروازہ بند ہوا۔ قیس نے اپنی شرٹ کا کالر ٹھیک کیا اور باہر نکلا (آج تو مزہ آنے والا ہے)

اس وقت قیس شیخو کے گھر کا دروازہ بجا رہا تھا۔۔ پہلی دستک پر کوئی نہیں آیا۔۔ اس نے پھر دستک دی۔۔ دروازہ کھلا اور سامنے گھنگریالے بالوں والا لڑکا تھا۔۔ انھیں دیکھ کر ایک طرف ہو گیا۔۔ دونوں اندر گئے۔۔

اس نے دروازے پر کنڈی لگائی اور پیچھے مڑا تو سامنے ہی لیزا سینے پر بازو لپیٹے کھڑی تھی۔۔

"ہوں۔۔ زندہ ہو تم؟" وہ غصے سے بولی تھی۔

قیس دلچسپی سے دیکھ رہا تھا (لو بھئی۔۔ ہو گیا شروع)

"مم۔۔ میڈم۔۔ میں نن۔۔ نہیں جاؤں گا" اس نے نظریں جھکائے ہی کہا تھا، ماتھے پر بل پڑے تھے۔

"میں نے تم سے پوچھا نہیں تھا۔۔ تمھیں بتایا تھا" وہ اس کے سر پر کھڑی ہو کر چلائی تھی۔۔ وہ خاموش رہا۔

قیس چپ کر کے ساتھ پڑی کرسی پر بیٹھ گیا(ڈرامہ چل رہا ہے نا!)

"مم۔۔میڈم۔۔ "

لیزا نے اس کی بات کاٹی "دو منٹ ہیں تمھارے پاس۔۔جلدی جاؤ اور تیار ہو کر آؤ" اس نے چٹکی بجاتے ہوئے کہا تھا۔۔

"مم۔۔میڈم۔۔ "

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا لیزا نے زمین پر ساتھ پڑا چھوٹا سا گملہ اٹھایا اور اسے دونوں ہاتھوں میں پکڑے بلند کیا یوں کہ ابھی سر پر دے مارے گی۔۔

"تم جا رہے ہو یا میں تمھارا سر پھاڑوں" وہ اس حالت میں کھڑی تھی کہ ابھی وہ نہ کہے اور ابھی وہ سر پر گملہ دے مارے۔ قیس کے چہرے پر ایک شیطانی مسکراہٹ آئی(ارے واہ! جھانسی کی رانی۔۔لیزے!)

وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہوا "جج۔۔جا رہا ہوں"

اور فوراً اوپر گیا۔۔وہ جھکی اور گملہ دوبارہ نیچے رکھ دیا۔۔ نظر قیس پر پڑی تو اس نے داد دینے والے انداز میں تالیاں بجائیں۔۔

لیزا نے اسے گھور کر دیکھا پھر نیچے پڑے گملے کو(گملہ بھی یہیں ہے اور تمھارا سر بھی!)

قیس نے نفی میں گردن ہلائی اور رونی شکل بنا کر کانوں کو ہاتھ لگایا۔۔

کچھ دیر بعد وہ نیچے آیا تو تیار تھا۔۔ سفید شرٹ اوپر سیاہ ویسٹ اور سیاہ کوٹ۔۔ بوٹ بھی چمک رہے تھے۔۔ بس ٹائی گلے میں یوں لٹک رہی تھی جیسے مفلر کو گردن کے ارد گرد سے گزارا ہو۔۔ اس کے بال ازلی بکھرے تھے مگر وہ پیارا لگ رہا تھا۔۔

"ٹائی باندھو شیخو۔۔" اس نے ایک نگاہ ڈالی اور پھر حکم صادر کیا۔۔

"جج۔۔ جی!" وہ جلدی جلدی ٹائی باندھنے لگا۔۔ مگر اسے ٹائی نہیں باندھنی آتی تھی۔۔ کبھی پہنی ہی نہیں تھی۔۔ اس نے گرہ باندھ دی اور التجائیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔

"قیس۔۔ اسے ٹائی باندھنا سکھاؤ" قیس نے اسے منہ چڑھایا (قیس اسے ٹائی باندھنا سکھاؤ، قیس تو ملازم ہے نا، ہوں!) وہ دل ہی دل میں کہہ رہا تھا۔۔

اس کی ٹائی بندھی اور وہ مکمل لگ رہا تھا۔۔

اس وقت وہ تینوں گاڑی میں تھے۔۔ آگے لیزا اور قیس، پیچھے شیخو تھا۔۔ یونیورسٹی کے سامنے جا کر گاڑی رکی تو وہ باہر آئے۔۔ وہ قدرے پریشان تھا۔۔ لیزا اور قیس تیز تیز قدم بڑھاتے جا رہے تھے جبکہ شیخو پیچھے تھا۔۔

"مم۔۔میڈم!"آگے چلتی لیزا کو اس نے آواز دی۔

"جی!"وہ مڑی ساتھ کی قیس بھی مڑا

شیخو نے رونی شکل بنا کر اسے دیکھا۔لیزا نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی

"No more drama"

)مزید ڈرامہ نہیں(

اور پھر تینوں چلنے لگے۔۔اس وقت وہ ایک بڑے سے ہال میں تھے۔۔سفید دیواریں، سیاہ چھت،اونچی کھڑکیاں،پینٹنگز کے اوپر روشنی پڑ رہی تھی۔۔بہت سے لوگ جمع تھے۔۔ ہال کافی بڑا تھا۔۔وہاں بولنے پر آواز گونجتی تھی۔۔لیزا نے ایک نظر ہال میں دوڑائی۔۔وہاں ساڑھی میں ملبوس ہاتھوں میں بریسلیٹ اور انگوٹھیاں پہنے، چھوٹے بالوں والی مسز شاہین تھیں جو کہ خود ایک آرٹسٹ تھیں۔۔پھر ساتھ ہی سوٹڈ بوٹڈ احمد سلطان بھی تھے جن کے سر پر بال نہیں تھے مگر مغرور سے تھے۔۔ان کا بھی بزنس میں بہت نام تھا۔۔پھر لیزا کی ہم عمر امیر باپ کی بگڑی اولاد فروا سلیمان بھی تھی جس کو پینٹنگ کا بہت شوق تھا مگر ایک تتلی صحیح سے نہیں بنا سکتی تھی۔۔

شیخو اور لیزا ساتھ ساتھ چل رہے تھے جبکہ قیس ایک لڑکی کے ساتھ کھڑا مسکراتے ہوئے گپیں لگا رہا تھا۔۔وہ لڑکی ایونٹ آرگنائزیشن کی ٹیم میں تھی۔۔بمشکل اس سے جان چھڑا کر وہ ان دونوں کے ساتھ آ کھڑا ہوا یوں کہ لیزا درمیان میں تھی اور وہ دونوں دائیں بائیں۔۔

"ہو گیا فلرٹ؟" سینے پر بازو لپیٹے ایک پینٹنگ کو دیکھتے ہوئے اس نے قیس سے پوچھا تھا۔۔

"ہاں۔۔ویسے وہ اچھی لڑکی ہے۔۔ناک ذرا سی چپٹی اور بال ذرا سے سفید ہیں مگر کوئی نہیں" وہ تپانے والے انداز میں بولا تھا۔

لیزا نے اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھا۔

"مم۔۔میڈم!" اس نے لیزا کے قریب سرگوشی کی

"ہوں" اس نے اپنے قد سے اونچے دائیں طرف کھڑے شیخو کو دیکھا۔

"کک۔۔کیا کرنے آئے ہیں ہم۔۔مم یہاں؟" سرگوشی۔

وہ انتہائی معصومیت سے پوچھ رہا تھا۔

"چپ کر کے میرے ساتھ چلو" اور چلتے چلتے وہ اس دیوار پر پہنچے جہاں اس کی پینٹنگ ڈسپلے کی گئی تھی۔۔

"اچھی لگ رہی ہے نا" وہ مسکرا رہی تھی جیسے یہ اس کی پینٹنگ ہو۔۔ شیخو نے اسے نگاہ اٹھا کر دیکھا تھا۔۔ وہ مسکرا رہی تھی۔۔ اس نے جھٹ سے نظریں جھکا دیں۔۔

وہ اب کسی اور کی پینٹنگ کو دیکھ رہے تھے۔۔ قیس پھر غائب تھا۔۔ ساتھ ہی ایک مجسمہ (سکلپچر) پڑا تھا۔۔ سفید رنگ کا، ایک آدمی کی شکل تھی۔۔ اسے دیکھتے ہوئے لیزا نے ساتھ کھڑے شیخو سے پوچھا۔ "تمھیں سکلپچر بنانا آتا ہے؟" وہ خاموش رہا، بھنویں بھینچے اس مجسمے کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے ایک نظر لیزا جو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو (میڈم! مجھے انگریزی نہیں آتی)

لیزا نے ضبط کیا اور بڑے تحمل سے بولی "تمھیں یہ بت۔۔ میرا مطلب مجسمے بنانے آتے ہیں؟" اس نے لیزا کو بھنویں بھینچ کر گھورا، جیسے خفا ہوا ہو "مم۔۔ میں بت شکن ہوں، بت ساز نہیں "

لیزا نے اس کی بات ہر یوں سر ہلایا جیسے متاثر ہوئی ہو "ہوں "!

"ایکس کیوزمی!" پیچھے سے ایک لڑکی نے انھیں بلایا تھا۔ لیزا اور شیخو دونوں مڑے۔

"یس!"اس لڑکی نے انگریزی میں کچھ کہا جو کہ شیخو کی سمجھ سے باہر تھا۔لیزا نے سر ہلا کر اس کی بات ہر "اوکے" کہا

اس لڑکی نے ایک آدمی کی طرف اشارہ کیا جو کہ شیخو کی پینٹنگ کو غور سے دیکھ رہا تھا، دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے نظریں تصویر پر جمائے۔۔

"ہیلو سر!"لیزا کی آواز اس کی سماعت میں پڑی۔اس آدمی نے گردن موڑی تو دونوں اس کے دائیں جانب کھڑے تھے۔۔اس نے دونوں کو دیکھا اور پھر سر ہلایا

"دی بلیو کلر!"وہ کچھ سوچ رہے تھے۔آنکھیں چھوٹی کر کے غور سے پینٹنگ کو دیکھ رہے تھے۔

شیخو کو تو کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی۔اس کا دل مسلسل دھڑک رہا تھا،اس نے مٹھیاں بھینچ لیں

"غالباً آپ کا شاہکار ہے یہ"اس نے شیخو کی طرف اشارہ کیا۔وہ پینٹ کوٹ میں ملبوس جینٹل مین تھے، تیس پینتیس کے قریب مگر انتہائی فٹ اور سوٹڈ بوٹڈ۔۔

شیخو نے بس سر ہلایا۔۔البتہ وہ شکل سے ہی پریشان لگ رہا تھا۔۔

"نیلا، سفید اور سرمئی" اس نے کنکھیوں سے شیخو کو دیکھا۔ یقیناً اس کو آرٹ میں کافی مہارت تھی کہ دیکھتے ہی اس نے بتا دیا کہ کہ کون کون سے رنگ زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔

"یس مسٹر خان!" لیزا نے ذرا سا سر کو خم دے کر کہا۔

وہ مسکرائے۔

"I want to buy it.. I like his work"

))میں اسے خریدنا چاہتا ہوں۔۔مجھے اس کا کام پسند ہے

بنا تمہید باندھے وہ شیخو کو دیکھ کر بولے تھے۔یہ پہلی بار تھا کہ اتنی سی ملاقات میں وہ مسکرائے بھی تھے۔بھاری آواز اور جاذب شخصیت والے۔۔وہ لیزا کو جانتے تھے،ان کی مسکراہٹ بتا رہی تھی۔۔

وہ انگریزی بول رہے تھے۔۔شیخو نے بس ساتھ کھڑی لیزا کو دیکھا(میڈم! مجھے انگریزی نہیں آتی)

لیزا سمجھ گئی تھی لہذا بات کو سنبھالنے کے لئے بولی

"ٹھیک ہے۔۔ہمیں چند منٹ دیں ہم سوچ کر بتاتے ہیں" اور مسکرا کر ایک طرف ہو گئی۔۔

اب وہ اور شیخو آمنے سامنے کھڑے تھے "شیخو۔۔وہ پینٹنگ لینا چاہ رہے ہیں۔۔آئی ایم سو ہیپی" وہ بچوں جیسی خوشی کے ساتھ کہہ رہی تھی۔

وہ مسکرا دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ دونوں مسٹر خان کے ساتھ کھڑے ہو کر بحث کر رہے تھے، مسٹر خان کو پینٹنگ دے دی گئی۔۔وہ اسی روپے کہہ رہے تھے اور لیزا سو روپے۔۔بالآخر نوے روپے میں پینٹنگ دے دی گئی۔۔

"ہوپ سو ہماری پھر ملاقات ہو" اور وہ شیخو سے ہاتھ ملا کر چلے گئے۔۔شام ہونے کو تھی۔۔

اب وہ تینوں ہال کے باہر کھڑے تھے۔۔وہ کافی مطمئن تھا۔۔

"شش۔۔شکریہ میڈم!" وہ اس کے میڈم کہنے پر مسکرا دی۔وہ نظریں جھکائے کھڑا تھا

"تم ایسے ہی ڈر رہے تھے۔۔دیکھو کچھ بھی نہیں ہوا" وہ پرجوش سی کہہ رہی تھی۔وہ ایسے خوش تھی جیسے اس کی پینٹنگ لی گئی ہو۔۔وہ صبح غصے والی لیزا سے بہت مختلف تھی۔۔

"پارٹی دو یار!" قیس نے شیخو کے کندھے پر ہاتھ رکھا۔لیزا نے قیس کو گھورا "تم زیادہ وقت تو فلرٹ کرنے میں بزی تھے۔۔اب تمھیں پارٹی چاہیئے" سینے پر بازو لپیٹے وہ تپانے والے لہجے میں بولی تھی

"ہیلو میڈم! اگر میں نہ ہوتا نا تو تم بھی یہاں کھڑی نہ ہوتی اور یہ مجھے لڑکیوں میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔خود ہی وہ ہنس ہنس کر بات بڑھا رہی تھی۔۔شوخی کہیں کی" اسے غصہ آیا تھا۔وہ قیس کے لال ہوتے چہرے کو دیکھ کر ہنسی تھی۔

لیزا مسکراتے ہوئے بولی تھی ""چلو شیخو۔۔ہمیں آئس کریم کھلاؤ

وہ مسکرا دیا "ٹٹ۔۔ٹھیک ہے"

وہ تینوں خوش تھے،افطار کا وقت بھی ہو چکا تھا۔۔ایک ہوٹل میں بیٹھ کر کھانا کھایا اور پھر اپنے اپنے گھر چل دیے۔۔

شیخو کو اتارنے کے بعد وہ اپنے گھر کے سامنے تھی۔۔دراصل آج وہ دوسری طرف سے آئی تھی۔اس طرف سے لیزا کا گھر پہلے آتا تھا اور قیس کا بعد میں۔۔گاڑی لیزا کے گھر کے سامنے رکی،سامنے ایک اور گاڑی بھی کھڑی تھی اور وہ گاڑی کس کی تھی لیزا خوب جانتی تھی۔۔وہ اپنی گاڑی سے اتر کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا "فلک شیر "!

"ہو گئی آوارہ گردی؟" تپانے والے لہجے میں آنکھوں میں غصہ لیے فلک شیر اس کے سامنے کھڑا تھا۔لیزا نے ابھی گاڑی کا دروازہ کھولا ہی تھا کہ وہ سامنے آ کھڑا ہوا۔

"میں تم سے کوئی بات نہیں کرنی چاہتی۔۔جاؤ یہاں سے" جیسے اس نے اس کے منہ پر بنا ہاتھ لگائے تھپڑ مارا تھا۔قیس بھی باہر نکل آیا۔۔وہ آگے جانے لگی تھی کہ فلک شیر نے اس کی کہنی سے پکڑ کر اپنی طرف موڑا۔۔اس نے لیزا کا بازو اتنی زور سے تھاما تھا کہ تکلیف ابھرنے لگی۔۔

"چھوڑو مجھے" وہ گلابی آنکھیں لیے چلائی تھی۔

قیس نے آگے بڑھ کر اس کا بازو چھڑایا۔"چھوڑو اسے" وہ چلایا تھا۔اس نے لیزا کو فلک شیر سے دور کیا۔اس کا بازو کہنی سے سرخ ہو چکا تھا۔

بدلے میں اس نے قیس کے منہ پر ایک مکا مارا۔۔وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہٹا۔۔اس سے پہلے کہ کچھ اور ہوتا لیزا فلک شیر کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور اس نے اس کے منہ پر ایک زوردار تھپڑ مارا۔۔وہ ذرا سا جھکا، گال پر ہاتھ رکھا اور وہیں ساکت ہو گیا۔۔شرمندگی، غصہ نا جانے کیا کیا تھا۔۔"تم۔۔پچھتاؤ گے" آنکھوں میں خون لیے فلک شیر نے قیس کو انگلی دکھائی۔۔

پھر باری باری، پہلے لیزا اور پھر قیس کو آنکھوں میں خون لیے دیکھا "تم دونوں پچھتاؤ گے" وہ غرا رہا تھا۔

اور کہتے ہی وہ جھٹ سے گاڑی کی طرف گیا، دروازہ کھولا، بیٹھا اور زن سے گاڑی بھگا دی۔۔

وہ دونوں اسے جاتا دیکھتے رہے۔۔ قیس کی ناک سے خون بہہ رہا تھا

"قیس" وہ اس کی طرف بڑھی۔ انگلی کی پوروں نے اس نے اپنے ناک کو چھوا تھا

"آئی ایم اوکے!" مسکراتے ہوئے اس نے کندھے اچکائے۔

"نو۔۔ تم مجھ سے دور رہا کرو۔۔ میں۔۔ میں کرسڈ (لعنت رزہ) ہوں" اور کہتے ہی وہ اندر کی طرف بھاگ گئی۔ آنسو اس کی گالوں پر بہہ رہے تھے۔

وہ بھنویں بھینچے اسے دیکھتا رہ گیا۔۔ آج وہ اسے ہنسنے مسکرانے والی عام لڑکی نہیں لگی تھی۔

بس تو سٹاپ پر اتار دیتی تھی۔۔ آگے گھر تک چل کر خود آنا ہوتا تھا۔۔ اتنا لمبا راستہ نہیں تھا اور وقت بھی عصر کے بعد والا تھا۔۔ سورج بھی سر پر نہیں تھا اور گرمی بھی اتنی نہیں

تھی۔۔کندھے پر بیگ ڈالے وہ اپنے دھیان میں آرہا تھا۔۔ملٹری یونیفارم میں ملبوس تھا اور ہر آتا جاتا اسے ستائش سے دیکھتا۔۔مگر وہ عادی تھا،لوگ عموماً فوجیوں کو یونہی سراہتی نظروں سے دیکھتے ہیں۔۔اب کہ گھر زیادہ دور نہیں تھا۔۔بڑے سے بوڑھے برگد کے درخت کے نیچے ایک بوڑھی فربہہ خاتون بیٹھی پھول بیچ رہی تھی۔۔وہ اس درخت کے پاس سے گزرا تو انھوں نے پوری آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔۔وہ صرف مسکرا دیا۔۔پھر اس نے سوچا کہ روزہ بھی افطار ہونے والا ہو گا۔۔وہ رکا اور شرٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور کچھ پیسے نکالے اور جھک کر اماں کو دیے۔۔

"لو اماں۔۔آج خوش ہو جاؤ "

اماں نے اپنے سامنے جھکے ہوئے جوان کے سر پر پیار دیا۔

"اللہ تمھیں لمبی عمر دے"اس نے سینے پر ہاتھ رکھ کر دعا لی اور سیدھا ہو گیا۔یوں جیسے جانے والا ہو۔۔

"یہ پھول بھی لیتے جاؤ"اپنے سامنے پڑے گلدستوں میں سے انھوں نے ایک گلدستہ بڑھایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سفید پھولوں کا خوبصورت گلدستہ تھا، سفید پھولوں کے گرد جامنی رنگ کے پھول تھے۔۔"گل بابونہ" تھے جو کہ درمیان سے پیلے اور اس کی پتیاں سفید ہوتی ہیں۔۔ارد گرد "ایرس" کے جامنی پھول تھے۔۔وہ خوبصورت تھا، ان کے ہاتھوں کا بنا ہوا۔۔

اس نے گلدستہ ہاتھ میں پکڑا اور مسکرایا "اماں۔۔کس کے لیے لوں؟ جس کے لیے لوں گا وہ لے گی نہیں" پھولوں کو دیکھتے ہوئے بولا

"لے لے گی۔۔تم لو تو سہی "

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی اور جیب میں سے تین روپے نکال کر دیے۔

"اللہ تمھیں آباد رکھے "

دعا وصول کر کے وہ چل دیا۔۔پھول ابھی بھی اس کے ہاتھ میں تھے

"وہ نہیں لے گی "

وہ مایوس تھا، کندھے سے اپنا بیگ اتارا اور بڑے احتیاط سے پھول اندر رکھے۔۔گھر قریب تھا۔۔

جب وقت اور حالات بدل سکتے ہیں تو دل کیوں نہیں؟

شام عصر کے بعد کا وقت تھا۔ سکینہ اور سمیرا افطار کی تیاری میں لگی ہوئی تھیں۔

عبدالرحمن اندر الماری کے سامنے کھڑے کتابیں دیکھ رہے تھے۔ایک کتاب شیلف سے پکڑتے،اسے کھولتے صفحے پلٹتے اور پھر رکھ دیتے۔۔دفعتاً باہر کا دروازہ بجا۔۔سکینہ نے بیٹھے بیٹھے ہی پوچھا

"کون؟" مگر کوئی جواب نہ آیا۔

اس نے پلیٹ میں ایک کاغذ رکھا،کڑاہی میں تیل گرم ہو چکا تھا۔۔پھر دروازہ بجا۔۔

سکینہ عاجز آکر دروازے کے سامنے گلا پھاڑ کر بولی "کون؟ "

مگر کوئی آواز نہیں آئی۔۔کڑاہی میں پکوڑے تل رہے تھے۔۔سمیرا نے اسے آواز دی

"سکینہ۔۔ادھر بیٹھ۔۔میں دیکھتی ہوں" پیر پٹخ کر وہ چولہے کے پاس آکر بیٹھ گئی۔۔

اسے غصہ آرہا تھا۔(کون بدتمیز ہے؟)

سمیرا نے دروازہ کھولا تو سامنے ملٹری یونیفارم میں ملبوس ابراہیم تھا۔۔سلام کے کر اندر آیا اور ماں کو کندھے سے لگایا۔۔

گردن موڑ کر شربت میں ڈونگا ہلاتی سکینہ کو دیکھا جو کہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔۔اسے دیکھ کر اس کی ہنسی نکل آئی (تو یہ بدتمیز اس کا بھائی تھا)

وہ آنکھوں میں آنسو لیے اپنے بیٹے کا ماتھا چوم رہی تھیں۔

"نہ تنگ کیا کرا سے" ساتھ اس کے کندھے پر ایک چپت رسید کی۔وہ مسکرایا

"امی۔۔اسے تنگ کرنے کا مزہ بڑا آتا ہے" وہ بس رونے والی ہوئی تھی۔تلے ہوئے پکوڑے پلیٹ میں نکال رہی تھی۔سرخ رنگت اور خفا آنکھوں کے ساتھ

اندر سے عبدالرحمن باہر آئے۔۔وہ تیر کی طرح سیدھا اور سنجیدہ ہوا۔۔ہاتھ کنپٹی تک گیا۔۔

"السلام علیکم سر"!

"جی سی ابراہیم رپورٹنگ ٹو میجر عبدالرحمن"

اور پاؤں زور سے زمین پر مار کر سیلیوٹ کیا۔

پھر مسکرا کر ان سے گلے ملا۔۔

"اتنے دن بعد آئے ہو۔۔دل ہی نہیں لگتا تمھارے بغیر" وہ ان کے کندھے کے برابر آرہا تھا۔انھوں نے اس کا ماتھا چوما۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر کمرے میں چلے گئے۔۔یونہی باتیں کرتے رہے اور پھر روزہ افطار ہو گیا۔۔افطار کے وقت سکینہ ابراہیم کے ساتھ بیٹھی تھی۔۔وہ جب سے آیا تھا سکینہ نے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔

اس نے جان بوجھ کر سکینہ کی پلیٹ میں پڑا پکوڑہ پکڑا اور اس کی طرف دیکھتے ہوئے بولا

"لے لوں۔۔دادی اماں؟"سکینہ نے غصے سے اسے دیکھا تو وہ ہنس دیا۔

بس وہ ضبط کی انتہا پر تھی۔۔اس نے ایک زوردار مکا اس کے بازو پر مارا۔۔

"سس!"وہ کراہا اور پھر بازو ملتے ہوئے ہنس دیا۔

"تمیز کر۔۔بڑا بھائی ہے"سمیرا نے اسے گھورا اور لقمہ دیا۔۔اب کیا ہو سکتا تھا۔۔اس کو بھی ٹھنڈ پڑ گئی۔۔

وہ ہونٹ دانتوں تلے دبائے مسکرا رہا تھا۔۔بہنوں کو تنگ کرنے کا بھی اپنا ہی مزہ ہے جو صرف بھائی محسوس کر سکتے ہیں!

دوسری طرف اپنے کمرے میں فرش پر بیڈ سے ٹیک لگائے لیزا بیٹھی تھی۔گھٹنوں کو سینے سے لگائے، سر جھکائے وہ رو رہی تھی۔۔دن میں تھوڑا سا ہنس لیتی تھی تو رات بھر رونا پڑتا تھا۔۔

"زندگی نے مجھے سب دے کر چھینا ہے۔۔میں آج بھی وہیں کھڑی ہوں جہاں تین سال پہلے کھڑی تھی۔۔روتی ہوئی اداسی کا شکار،رشتوں کو کھو دینے والی اور بد قسمت "

اس نے زندگی میں دوست بہت کم بنائے تھے۔۔نویں جماعت میں اس کی بچپن کی دوست نے اسے چھوڑا تھا۔۔اسی کلاس کی کسی اور لڑکی سے اس کی دوست نے اس کے ہوتے دوستی کر لی۔۔تب سے اس نے دوست نہیں بنائے۔۔اسے لگتا تھا کہ اگر وہ دوست بنائے گی تو ایک دن پھر چھوٹ جائیں گے اور دوستوں کا ملنا اگر خوشی دیتا ہے تو ان کا بچھڑا ملنے کی خوشی سے زیادہ تکلیف دیتا ہے۔۔اب اگر اسے زندگی نے دوست دے ہی دیا تھا تو فلک شیر کی صورت میں عذاب بھی مسلط کیا تھا۔۔اسے ڈر تھا کہ فلک شیر کہیں کچھ غلط نہ کر دے کیونکہ وہ نفسیاتی مریض تھا۔۔

وہ بری طرح ڈری ہوئی تھی کہ اب اسے پھر کسی کو کھونا نہ پڑے۔۔اس نے زندگی میں کیا پایا تھا، گنتی بہت تھوڑی تھی۔۔اس نے زندگی میں کیا کھویا تھا جواب بہت آسان تھا۔۔قیس اچھا تھا، بہت اچھا تھا۔۔وہ عام لوگوں کی طرح نہیں تھا اور عام دوستوں کی طرح بھی نہیں۔۔اس نے سختی سے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں، نم سانس اندر کھینچی۔۔اس نے فیصلہ

کیا تھا کہ وہ ان سے دور رہے گی۔۔ان کی اپنی زندگی ہے اور کسی کو بھی یہ حق نہیں تھا کہ لیزا کی وجہ سے وہ اپنی زندگی خراب کرے۔۔

رات ہوئی تو حوا اپنی امی کے کمرے میں تھی۔۔انھوں نے نماز پڑھ لی تو وہ صوفے پر بیٹھ گئیں۔۔ہاتھ میں تسبیح پکڑے کچھ پڑھ رہی تھیں۔۔سامنے حوا نماز پڑھ رہی تھی مگر اسے محسوس ہوا کہ آسیہ بے چین ہیں۔۔بار بار کروٹ بدلتیں یا پھر سر صوفے کی پشت پر رکھ لیتیں۔۔اس نے دو تین بار مڑ کر بھی دیکھا تھا۔۔اس بار اس نے سلام پھیرا اور اگلی رکعت کے لیے کھڑی ہوئی،ایک بار گردن موڑ کر پیچھے دیکھا تو آسیہ اپنا سر صوفے کی پشت پر رکھے،آنکھیں بند کیے منہ میں کچھ پڑھ رہی تھیں۔۔ان کی رنگت زرد تھی اور ماتھے پر پسینہ تھا۔۔اس کا دل گھبرایا اور وہ ان کی طرف آئی۔۔صوفے پر بیٹھ کر ان کے ہاتھ پر اس نے اپنا ہاتھ رکھا۔۔

"امی۔۔"ان کے ہاتھ ٹھنڈے برف تھے۔۔

وہ سیدھی ہو کر بیٹھیں۔۔ماتھے پر پسینہ واضح نظر آرہا تھا۔۔وہ گھبرائی ہوئی لگ رہی تھیں۔۔تسبیح گود میں رکھ دی اور دوپٹے سے ماتھا صاف کیا۔۔

"امی آپ ٹھیک ہیں؟"وہ پریشان ہو گئی تھی۔

"پتہ نہیں۔۔دل بہت گھبرا رہا ہے۔۔پانی دو ذرا" وہ بے چین سی ہو کر بیٹھ گئیں۔۔ رنگت مزید زرد پڑ رہی تھی۔۔

اس نے جلدی سے انھیں پانی دیا۔۔وہ پانی کا گلاس پکڑنے لگیں تو حوا نے غور کیا کہ ان کے ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔اس نے اپنے ہاتھوں سے گلاس پکڑے انھیں پانی پلایا تھا۔۔ پانی پی کر دوبارہ صوفے کی پشت پر سر رکھے وہ ڈھے سی گئیں۔۔حوا کے خود ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔ایسے جیسے پاؤں تلے زمین نہیں ہے۔۔وہ کیا کرے؟ کس کو بلائے؟ وہ ان کا سر دبانے کے لیے اٹھی، ان کے ماتھے پر ہاتھ رکھا تو وہ بھی یخ ٹھنڈا تھا۔۔اس کو اپنا دوپٹہ تنگ لگنے لگا تھا جیسے کوئی اس کا گلہ دبانے والا ہو۔۔جوتا پہن کر وہ نیچے گئی۔۔نیچے بی جان گھٹنے پر ہاتھ رکھے دبا رہی تھیں۔۔ان سے تو دو قدم نہیں چلا جاتا تھا۔۔دروازہ کھول کر وہ باہر چلی گئی۔۔ساتھ والے گھر کا دروازہ زور سے بجایا۔۔اس سے پہلے کہ کوئی اندر سے کھولتا، اسے اپنے پیچھے سے کسی کی آواز سنائی دی

"جی؟۔۔خیریت؟ "

بولنے والا ابراہیم تھا، جس کے ہاتھ میں ٹوپی تھی، غالباً تراویح پڑھ کر آیا تھا۔۔اس زرد رنگت اور دھڑکتے دل والی لڑکی سے تو بولا بھی نہیں جا رہا تھا۔۔

"وہ۔۔دادا گھر پر ہیں؟ "

کانپتی آواز، کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی۔

"نہیں۔۔وہ مسجد میں ہیں۔۔ان کا کوئی دوست مل گیا تھا ان کے ساتھ بیٹھے ہیں" پھر اس کے چہرے کو دیکھا تو خطرے کی گھنٹی بجی شاید کچھ ٹھیک نہیں ہے "آپ کو کچھ کہنا تھا؟ "

"امی۔۔"اور آنکھوں سے آنسو گر پڑے "امی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے۔۔مجھے کچھ سمجھ نہیں آرہا کیا کروں" وہ کانپ رہی تھی، زمین نیچے تھی یا نہیں۔۔اسے بس اپنی ماں کی زرد رنگت یاد تھی۔

وہ اس کے ساتھ اندر گیا۔۔جلدی جلدی سیڑھیاں چڑھتے اوپر ان کے کمرے میں گیا۔۔ وہ ابھی تک صوفے کی پشت سے سر ٹکائے ہوئی تھیں۔۔

"چچی۔۔"اس نے انھیں آواز دی۔۔آنکھیں کھول کر انھوں نے اسے دیکھا۔۔پھر بمشکل وہ انھیں پکڑ کر نیچے لایا۔۔بار بار آنسو پونچھتی حوا ان کے پیچھے چلی آرہی تھی۔۔

ابھی وہ دروازے کے پاس ہی تھے کہ پیچھے سے اس کی سماعت میں حوا کی کانپتی آواز پڑی

"ابراہیم "!

اس نے گردن موڑی اور گلابی آنکھوں اور زرد رنگت والی لڑکی کو دیکھا۔۔

"امی۔۔"آگے اس سے بولا ہی نہیں گیا۔۔

"تم گھبراؤ نہیں۔۔ہم ابھی آتے ہیں۔۔یہ ٹھیک ہیں"اور پھر وہ انھیں لے کر چلا گیا۔۔

وہ دروازہ بند کر کے وہیں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر زمین پر بیٹھ گئی تھی۔۔گھٹنے سینے سے لگائے، سر جھکائے وہ رو رہی تھی۔۔

"اللہ تعالیٰ۔۔امی ٹھیک ہو کر واپس آ جائیں "

اسے ڈر لگ رہا تھا، بار بار چارپائی پر آنکھیں موندے اسے اس کا باپ یاد آ رہا تھا۔کتنا وقت لگتا ہے کسی کو کسی سے دور ہونے میں؟

وہ وہیں بیٹھی رہی۔۔پھر کھڑی ہو کر ادھر سے اُدھر ٹہلنے لگی۔۔دوپٹے کا ایک کونا ہاتھ میں لیے اسے مروڑ رہی تھی۔۔عجیب عجیب سے وسوسے آ رہے تھے۔۔دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔۔اس کا دل کر رہا تھا خود اڑ کر وہاں پہنچ جائے۔۔دفعتاً دروازہ بجا اور اس نے بنا پوچھے ہی لپک کر دروازہ کھول دیا۔۔سامنے ابراہیم تھا، آسیہ کا بازو تھامے ہوئے۔۔

اوپر لے جا کر انھیں بیڈ پر لٹایا۔۔

اس نے جیب سے ان کی دوائی نکال کر حوا کو دی "دودھ گرم کر کے انھیں یہ دوائی دے دینا۔۔بس ایسے ہی بلڈ پریشر لو ہو گیا تھا۔۔گھبرانے کی بات نہیں ہے۔۔صبح تک ٹھیک ہو جائیں گی "

اور ایک نظر اس لڑکی پر ڈالی جو ہاتھ میں پکڑی چند پڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔۔

وہ "اللہ حافظ !" کہہ کر چلا گیا۔۔

تھوڑی دیر بعد انھیں دودھ اور دوائی دے کر،اچھے سے سلا کر اس نے اپنی نماز مکمل کی۔۔پھر کافی دیر ان کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیے بیٹھی رہی۔۔وہ گہرے سانس لیتی سوئی تھیں۔۔پھر خود بھی جا کر ساتھ لیٹ گئی۔۔اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔۔آسیہ اندھیرے میں سوتی تھیں لیکن اس کی وجہ سے انھیں کمرے کی بتی جلا کر سونا پڑتا تھا۔۔اسے اپنے ساتھ سوئی ماں پر رحم اور پیار ایک ساتھ آیا تھا۔۔وہ اٹھی اور دوپٹہ لیا،جوتا پہنا،بتی بند کی اور اوپر جانے لگی۔۔اوپر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔۔سب سے اوپر والی سیڑھی پر پہنچ کر اسے احساس ہوا کہ ساتھ والی چھت پر بھی کوئی ہے۔۔اس کی پشت حوا کی جانب تھی۔۔وہ نیچے جانے لگی تھی کہ خیال آیا کہ شکریہ ادا کرنا چاہیئے۔۔اگر وہ نہ ہوتا تو آج اس کا کیا ہوتا؟ وہ پھر اوپر کی طرف قدم بڑھانے لگی۔۔وہ اب اس چھوٹی دیوار پر بیٹھا تھا جو دونوں گھروں کے درمیان

مشترک تھی۔۔اس کی پشت ابھی بھی حوا کی جانب تھی۔۔ گردن اٹھائے وہ آسمان کو گھور رہا تھا جو کہ ستاروں سے سجا تھا۔۔چند قدم آگے چل کر آئی پھر سوچا واپس چلی جاتی ہے۔۔پھر کبھی شکریہ ادا کر لے گی۔۔ مگر اس کے قدموں کی آہٹ ابراہیم سن چکا تھا۔۔اس نے بیٹھے بیٹھے ہی گردن موڑی اور پھر اسے پیچھے کھڑا دیکھ کر کھڑا ہوا۔۔

"جی؟ "

وہ کیا جواب دے۔۔ کہاں سے شروع کرے۔۔دوپٹے کے نیچے ہاتھوں کی انگلیاں مروڑ رہی تھی۔۔ بالآخر وہ بول پڑی۔۔

"وہ۔۔۔شکریہ "

"کس چیز کا؟"اس نے سینے پر بازو لپیٹ لیے البتہ دل دھڑک رہا تھا۔۔(وہ اس سے بات کر رہی تھی۔۔یہ خواب تو نہیں؟)

"امی کی دوائی لے کر آئے۔۔آپ نہ ہوتے تو میں اکیلی کیا کرتی" دھیمے لہجے میں بولی تھی۔

وہ مسکرایا اور کندھے اچکائے "کوئی بات نہیں۔۔وہ میری بھی چچی ہیں" وہ سادگی سے شائستہ لہجے میں کہہ رہا تھا۔

حوا اسے دیکھے جا رہی تھی (یہ مسکراتے بھی ہیں)

"ہوں" پھر وہ خاموش رہی۔

"اور کچھ؟" سوال پوچھنے والا ابراہیم تھا۔ ہر طرف سناٹا تھا، خاموشی اور اندھیرا۔

"نہیں!" اور وہ مڑی اور جانے لگی تھی کہ ابراہیم کسی خیال کے تحت بولا "حوا "

وہ رکی، گردن موڑی "جی" اس کی طرف منہ کیے کھڑی ہو گئی۔

"وہ۔۔" اس نے ہاتھ پہلو میں گرا دیے، بار بار اپنے دائیں ہاتھ کے انگوٹھے پر شہادت کی انگلی کا ناخن رگڑ رہا تھا۔ دل سے آخری بار پوچھا کہ بول دے یا نہیں؟ پھر آخر اس نے کہہ ہی دیا

"میں کچھ لایا تھا۔۔ تمھارے لیے" اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی۔۔ کیا اسے کہنا چاہیئے تھا؟ اب دل نے کہا "نہیں، شاید "

وہ چند لمحے اسے دیکھتی رہی

"کیا؟" نا سمجھی سے بس یہی نکلا۔

"رکو۔۔"اور وہ نیچے چلا گیا۔۔وہ چل کر دیوار کے پاس آئی اور ہتھیلیاں دیوار پر رکھ کر ذرا سی ایڑیاں اٹھا کر نیچے جھانکا تھا۔۔نیچے تو اندھیرا تھا۔۔(کیا یہ کوئی مذاق ہوا ہے اس کے ساتھ؟)

لیکن اگلے ہی پل وہ اوپر آتا دکھائی دیا۔۔اس کے ہاتھ میں کچھ تھا۔۔دور سے تو بس سفید سفید دکھائی دیا مگر جب وہ اس کے سامنے آیا تو گلدستہ تھا۔۔

"یہ"اس نے گلدستہ حوا کے آگے کیا۔دل اگرچہ بری طرح دھڑک رہا تھا مگر اسے پھول دینے تھے۔

اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا جیسے یقین نہ آیا ہو۔۔جیسے یہ حقیقت نہ ہو"میرے لیے؟"

ابراہیم بس سر ہلا سکا تھا۔۔حوا نے ہاتھ بڑھا کر گلدستہ لے لیا۔۔وہ اب سفید اور جامنی پھولوں والا گلدستہ دیکھ رہی تھی۔۔

"یہ۔۔آج جب میں آرہا تھا تب میں نے لیا تھا۔۔بلکہ ایک اماں تھیں انھوں نے دیا تھا۔۔میں نے کہا میری منکوحہ نہیں لے گی مگر وہ کہنے لگیں لے گی۔۔مجھے یقین تھا کہ تم

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نہیں لو گی۔۔ لیکن "اس نے کندھے اچکائے "لگتا ہے اماں تمھیں مجھ سے زیادہ جانتی ہیں"

وہ مسکرایا البتہ گھبرایا ہوا لگ رہا تھا

وہ ہنس دی۔ابراہیم اسے دیکھنے لگا۔۔وہ مسکرا رہی تھی "پھول کسے اچھے نہیں لگتے؟"

گلدستہ ابھی بھی اس کے بازو میں تھا۔

ابراہیم کی اٹکی ہوئی سانس بحال ہوئی

"بس۔۔مجھے لگا تم نہیں لو گی۔۔میں ہنستا نہیں ہوں نا تو تم مجھ سے کیسے پھول لیتی" سینے پر ہاتھ لپیٹے اس نے مسکراتے ہوئے کہا تھا۔

حوا نے حیرانی نے اسے دیکھا(یہ بات تو میں دل میں کہتی تھی)

"اب تو لے لیے "وہ ایسے بولی تھی جیسے کئی سالوں سے ابراہیم کو جانتی تھی۔

"اگر میں دوبارہ کبھی لاؤں تو بھی لے لو گی؟"اس نے بچوں جیسے تجسس سے پوچھا تھا۔

"پتہ نہیں!"اس نے کندھے اچکا دیے "یہ تو اماں نے دیے ہیں تو آپ لائے ہیں۔۔

آپ کون سا خود لانے والے تھے "جتانے والے انداز میں بولی تھی، جیسے خفا ہو گئی ہو۔

اس نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا۔۔

"اب سو جاؤ۔۔ سحری کے وقت ورنہ جاگ نہیں آئے گی" وہ سر ہلا کر مڑی اور سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔۔

نیچے جانے سے پہلے اس نے چھوٹی دیوار کے پار کھڑے لڑکے کو دیکھا تھا۔۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔ پھر نیچے چلی گئی۔۔

وہ مسکرایا تھا۔۔ یہ خواب لگ رہا تھا۔۔ اگر اس کا نکاح نہ ہوا تو نہ اس نے پھول دینے تھے اور نہ اس نے لینے تھے۔۔ اس نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی

"تھینک یو اللہ تعالیٰ! اتنی اچھی پلاننگ کرنے کے لیے"

وہ آج بہت خوش تھا۔۔ کیا نہیں ہونا چاہیئے تھا؟

یہ ایگزیبیشن کے ایک دن بعد کی بات ہے۔۔ کیف گھر پر ہی تھا وہ جلدی تراویح پڑھ کر آ جاتا تھا جبکہ قیس کو اور سو کام پڑ جاتے تھے۔۔ کبھی آئس کریم کھانی ہے تو کبھی گول گپوں پر ذرا ہاتھ صاف کر آئے لیکن کیف کو گھر جانے کی جلدی ہوتی تھی کیونکہ اس نے جا کر پڑھنا ہوتا تھا۔۔ پھر دو تین گھنٹے سو کر سحری بنانی ہوتی تھی۔۔ خیر آج قیس مسجد سے باہر نکلا اور آئس کریم لی۔۔ اسے کون پسند تھی، کون خرید کر وہ ایک گلی میں مڑا، شاید لائٹ نہیں تھی، نہ آسمان پر چاند تھا نہ ستارے ہم سفر تھے۔۔ اپنے دھیان میں کون پر لگی کریم کو زبان سے

چاٹ رہا تھا۔۔راستے میں ایک کین پڑا تھا جسے اس نے ٹھوکر ماری اور وہ اڑتا ہوا "ٹن" کی آواز سے شاید آگے کہیں دیوار سے لگا تھا۔۔

)کچھ فاصلے پر مسجد میں تراویح ہو چکی تھیں مگر ایک لڑکا ابھی بھی کھڑا الحمد شریف پڑھ رہا تھا،وہ آہستہ آہستہ پڑھتا تھا(

اتنی خاموشی پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی۔۔"کل تو کیفی کی سالگرہ ہے۔۔پرسوں موک ٹرائل اور اس کے بعد جاؤں گا ریڈیو سٹیشن۔۔ تھیڑ۔۔اونہوں! رمضان ہیں قیس۔۔ تمھارا شیطان اللہ نے قید کر لیا ہے۔۔تم تھیڑ نہیں جاؤ گے "وہ اگلے آنے والے دنوں کی روٹین کو ترتیب دے رہا تھا۔

)لڑکے نے نماز پڑھ لی۔۔شاید تسبیح پر کچھ پڑھ رہا تھا۔۔مسجد خالی ہو چکی تھی مگر وہ اس تاخیر کا عادی تھا جو اسے ہمیشہ ہوتی تھی(

دفعتاً گلی کی دوستی نکڑ پر کوئی آیا تھا۔۔شاید موٹر سائیکل پر۔۔قیس دور تھا ان سے بہت دور۔۔"اوئے!"کسی نے پیچھے سے اونچی آواز لگائی اور وہ مڑا تھا۔۔دو لڑکے تھے موٹر سائیکل پر سوار،نقاب پوش،چہرے پر سیاہ کپڑا لپیٹے۔۔وہ انھیں نہیں جانتا تھا۔۔ان کے ہاتھ میں کچھ تھا جو وہ اس کی طرف تانے تھے۔۔شاید موت کا پروانہ!

)لڑکا دونوں ہاتھ پھیلائے اللہ سے کچھ مانگ رہا تھا، سر جھکا ہوا اور آنکھیں بند تھیں۔۔ گولیوں کی آواز آئی۔۔ایک، دو، تین۔۔ لڑکے کی پلکیں پھڑ پھڑائیں اور اس نے آنکھیں کھول لیں۔۔ جلدی سے چہرے پر ہاتھ پھیرا(

قیس کو لگا کوئی گرم چیز ہے جو اس کے کندھے اور پیٹ کو چیر رہی تھی۔۔ گرم، شدید گرم، پھر درد کی ایک ٹیس تھی جو کہ کندھے اور پیٹ کی بائیں طرف اٹھی تھی، آدھی کون ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر جا گری، آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں، آنسو خود بخود درد کی شدت سے گال پر پھسلے تھے، شاید کوئی پانی کی طرح کی چیز تھی جو اس کے کندھے اور پیٹ سے نیچے کی طرف سفر کر رہی تھی۔۔ تیزی سے سفر کرتی وہ پانی سے گاڑھی تھی۔۔اس نے پیٹ سے ذرا نیچے ہاتھ رکھا اور آنکھوں کے سامنے کیا۔۔انگلیوں پر کچھ پانی سے گاڑھا لگا ہوا تھا۔۔درد حد پار کر چکا تھا۔۔وہ گھٹنوں پر گر گیا۔۔اسے سانس لینے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔۔بے یقینی سی بے یقینی تھی۔۔ہاتھ ابھی بھی آنکھوں کے سامنے تھا۔۔یہ خواب ہے؟ اسے اپنا آپ بے بس لگا تھا، ایک بوجھ سا، منظر دھندلے ہونے لگے اور وہ منہ کے بل زمین پر گرا۔۔اس کے دائیں گال پر مٹی لگ چکی تھی اور سانس لینے سے ذرا سی مٹی اڑی مگر پھر

سب ختم ہونے لگا تھا۔۔کیا بس اتنی سی زندگی تھی؟کیا یہی زندگی تھی؟آخری چیز جو اس کے ذہن میں آئی تھی وہ تھی"کل کیفی کا برتھ ڈے ہے،اسے کیا گفٹ دے؟"

اور بس آنکھیں بند ہونے لگیں۔۔سرخ مائع زمین پر پھیل رہا تھا۔۔وہ کسی اور زندگی کی طرف چلا گیا۔۔

"بابا۔۔"چھوٹا سا پانچ سال کا سرمئی آنکھوں والا بچہ جو بھاگ کر اپنے باپ کی طرف جا رہا تھا جس نے اسے اٹھایا اور دونوں بازوؤں سے پکڑ کر گول گول ہوا میں جھولایا تھا۔۔

مسجد والا لڑکا ساتھ پڑا مفلر پکڑ کر باہر کو بھاگا تھا۔۔مولوی صاحب سامنے بیٹھے اسے دیکھتے رہ گئے۔۔لڑکے نے دائیں دیکھا،بائیں دیکھا۔۔گولی کی آواز پاس سے آئی تھی مگر کہاں سے۔۔دور کہیں کوئی ادھ موئی حالت میں کراہ رہا تھا۔۔وہ دوڑتا ہوا اس کی طرف آیا۔۔اس نے جیسے ہی اس لڑکے کو قریب سے دیکھا اس کے پاؤں تلے زمین نکل گئی۔۔اس نے اسے ہلایا

"قیس!"مگر وہ بے جان ہو رہا تھا۔۔بہت سا خون بہہ چکا تھا۔۔اس نے جلدی سے قیس کو سیدھا کیا اور اپنے سر سے مفلر اتارا،اس کی شرٹ پینٹ کے اوپر سے ہٹائی،خون نکل رہا تھا،اس کے اپنے ہاتھ کانپ رہے تھے مگر یہ وقت کانپنے کا نہیں تھا۔۔اس نے اس کے پیٹ پر اپنا

مفلر رکھ دیا۔۔خون کا راستہ رک گیا مگر کندھے سے بھی خون نکل رہا تھا۔۔وہ کیا کرے۔۔

وہ جلدی سے مسجد کی طرف بھاگا اور مولوی صاحب کے پاس پڑا ان کا صافہ اٹھالایا۔۔صافے کو دو حصوں میں پھاڑا۔۔جلدی سے باہر آکر زمین پر پڑے قیس کے کندھے پر اسے زور سے باندھا۔۔مفلر رکھے اس نے صافے کا دوسرا حصہ اس کی کمر کے گرد پیٹ سے ذرا نیچے باندھا اور اب اسے ہسپتال لے کر جانا تھا۔۔جلد سے جلد۔۔اس نے ارد گرد دیکھا۔۔کچھ نہیں تھا جس پر وہ قیس کو ہسپتال لے جائے۔۔

اس نے ایک سانس خارج کی اور اسے اپنے کندھے پر اٹھالیا

"تمھیں کچھ نن۔۔نہیں ہونے دوں گا"

پسینے سے شرابور، کانپتی ٹانگوں اور دھڑکتے دل سے وہ اسے اُٹھائے ہسپتال کی طرف بھاگا تھا۔۔

رات کے ساڑھے نو کا وقت تھا۔لیزا اپنی بالکنی میں ریلنگ پر ہاتھ رکھے کھڑی تھی، باہر کی خاموش سڑک پر سٹریٹ لائٹس نے روشنی کی ہوئی تھی۔۔دفعتاً دروازے پر کوئی بھاگتا ہوا آیا تھا۔۔اس نے ذرا سا آگے ہو کر دیکھا مگر صحیح سے نظر نہیں آیا۔۔صرف یہ پتہ چل سکا کہ

کوئی لڑکا ہے۔۔دروازے پر دستک ہوئی تو بابا نے بھاگ کر دروازہ کھولا۔۔جو بھی تھا بہت جلدی میں تھا۔۔تیزی تیزی میں کچھ کہہ رہا تھا۔۔بابا اندر آئے تو لیزا نے اوپر سے ہی آواز دی

"بابا۔۔باہر کون ہے؟"وہ ذرا سا جھکتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔بال کندھوں پر سے ہوتے ہوئے آگے نیچے کی طرف ڈھلک رہے تھے۔

"بی بی جی۔۔آپ کا کوئی دوست آیا ہے۔۔وہ گھنگریالے بالوں والا"سفید بالوں والے نے بس اتنا سا کہا کہ لیزا نے بات کاٹ دی

"آپ اسے اندر بھیجیں"اور خود جلدی سے نیچے کی طرف گئی"شیخو!اس وقت۔۔سب خیر ہے؟"ایک بار دل سے پوچھا۔۔تیزی سے سیڑھیاں اترتی نیچے گئی۔۔سامنے شیخو کھڑا تھا۔۔اس کی کریم کلر کی قمیض کے دائیں کندھے پر بہت سا خون لگا تھا۔۔وہ خود بھی بے تحاشا گھبرایا ہوا تھا۔۔وہ اسے ہکا بکا دیکھ رہی تھی۔۔دماغ نے خطرے کی گھنٹی بجائی۔۔شیخو اس کی طرف بڑھا

"مم۔۔میڈم!۔۔ہسپتال چلیں مم۔۔میرے ساتھ"وہ ہکلاتے ہوئے کانپتے لہجے میں بولا تھا۔اسے لگا وہ ابھی رو دے گا۔۔

"کیا ہوا ہے؟" اس نے بمشکل تھوک نگلا۔

"وہ۔۔ قیس کک۔۔ کو گولی لل۔۔ لگی ہے "

اس کے تو پیروں تلے مانو زمین نہیں تھی۔۔ کان سائیں سائیں کرنے لگے، دل بے اختیار دھڑکا تھا۔۔ "کیا؟" وہ چلائی تھی۔۔ اس نے چیخ روکنے کے لیے ہونٹوں پر دونوں ہاتھ رکھ لیے۔۔ اس کے ہاتھ پیر کانپ رہے تھے، جلدی سے آتش دان کی طرف بڑھی اور اس کے اوپر سے گاڑی کی چابیاں اتاریں اور باہر کو بھاگی تھی۔۔

لیزا گاڑی چلا رہی تھی اور ساتھ شیخو بیٹھا تھا۔۔ وہ بار بار اپنے آنسو صاف کرتی۔۔ آنکھیں پانی سے بھر جاتیں تو منظر دھندلا ہونے لگتا وہ پھر آنکھیں رگڑتی۔۔

بالآخر وہ ایک جگہ پر رکی، باہر خاموشی تھی۔۔ وہ اتری اور بیل بجائی۔۔ دروازہ کھلا اور وہ سیڑھیاں چڑھتی اوپر گئی۔۔ ٹانگیں کانپ رہی تھیں اور دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔۔ اس نے کانپتے ہاتھوں سے اوپر دروازے کے باہر لگی بیل بجائی۔۔ ایک ہی بیل پر دروازہ کھل گیا۔۔ وہ شاید قیس کا ہی انتظار کر رہا تھا۔۔ سامنے لیزا کو دیکھ کر حیران ہوا

"لیزا۔۔ خیریت؟ "

اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے مگر جو بھی کہنا تھا جلدی کہنا تھا۔۔سامنے کیف سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"وہ۔۔تم"لیزا نے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے کھینچتے ہوئے اپنے ساتھ لے آئی۔۔

"کہاں جا رہے ہیں ہم؟۔۔لیزا۔۔قیس آنے والا ہو گا۔۔میں گھر پر نہیں ہوں گا تو وہ پریشان ہو گا"وہ اس کے پیچھے سیڑھیاں اترتے مسلسل بول رہا تھا مگر وہ کیا کہتی۔۔قیس کے نام پر اس کے آنسو بہنے لگے۔۔گاڑی کے پاس پہنچ کر اس نے آنکھیں رگڑیں۔۔

"گاڑی میں بیٹھو کیف!"اس نے نم آواز سے کہا تھا۔

اس کے دماغ نے خطرے کا الارم بجایا تھا

"لیکن۔۔"وہ کچھ کہنا چاہ رہا تھا مگر لیزا کی آواز قدرے بلند ہوئی"گاڑی میں بیٹھو"وہ چپ چاپ پیچھے بیٹھ گیا۔۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟"اس نے صرف اپنے دل سے پوچھا تھا۔۔کہا نہیں،اندر ہی اندر پیٹ میں مروڑ اٹھ رہے تھے۔۔لیزا کی گلابی آنکھیں دیکھ کر وہ فکر مند ہوا تھا۔۔کہیں کچھ گڑ بڑ تھی۔۔سامنے پیسنجر سیٹ پر بیٹھا لڑکا بھی گھبرایا ہوا تھا۔۔مگر وہ تھا کون؟

سوال وجواب کی تکرار ابھی ذہن میں جاری تھی۔۔گاڑی میو ہسپتال کے سامنے رکی تو وہ مزید پریشان ہوا

"ہم یہاں کیا لینے آئے ہیں لیزا؟" باہر نکلتے ہی وہ روہانسا ہو گیا تھا۔۔لیزا کی آنکھوں میں آنسو آئے اور ایک نظر اس نے اپنے سامنے کھڑے کیف کو دیکھا، پھر شیخو کو۔۔لیزا اور شیخو کے درمیان گاڑی تھی "ٹھک" سے دروازہ بند کیا اور وہ اندر بھاگ گئی۔۔وہ دونوں بھی پیچھے گئے۔۔ریسیپشن سے کچھ پوچھا اور وہ ایمرجنسی وارڈ کی طرف بڑھی تھی۔۔ہسپتال میں سفید روشنی لڑکے کی قمیض پر پڑی تو بہت سا خون دیکھ کر کیف کے رنگ اڑ گئے۔۔

"ہم یہاں کیوں آئے ہیں لیزا؟" وہ چلایا تھا۔۔وہ پھر بھی کچھ نہیں بولی۔۔سامنے بنچ پر سر ہاتھوں میں دیے بیٹھ گئی اور رونے لگی۔۔کیف نے ایمرجنسی کے دروازے پر بنے چھوٹے سے گول شیشے سے اندر دیکھا، اندر کوئی بستر پر پڑا تھا۔۔اس کا چہرہ واضح نہیں تھا۔۔شاید اندر روشنی بہت کم تھی اور ڈاکٹر اس کے اوپر جھکے ہوئے تھے۔۔

"اندر کون ہے؟" اس بار اس نے شیخو سے پوچھا تھا۔۔وہ دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے کھڑا تھا۔۔اس کی بات پر سیدھا ہوا۔۔

"میں گھنٹے سے کچھ پوچھ رہا ہوں۔۔ تم لوگ مجھے بتا نہیں رہے" اس نے غصے سے شیخو کا گریبان پکڑا تھا۔۔ کیف کی آنکھوں میں خوف تھا، ایک بے یقینی تھی۔۔ لیزا اٹھی اور اس کا گریبان چھڑایا

"اندر۔۔ قیس ہے۔۔ اسے۔۔ گولی لگی ہے" اس نے بھاری دل کے ساتھ کانپتی آواز میں کہا تھا۔ آنسو پھر سے بہنے لگے

"کیا۔۔ نہیں۔۔ یہ نہیں ہو سکتا۔۔ اندر۔۔ نہیں" وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا۔۔ جیسے ابھی ہوش کھو دے گا۔۔ جیسے کچھ ایسا ہوا ہے جو نہیں ہو سکتا تھا۔۔ وہ پیچھے ہٹتا جا رہا تھا۔۔ "میرا بھائی۔۔ اسے کچھ نہیں ہو گا "

لیزا آگے بڑھ رہی تھی۔۔ اس نے کیف کا ہاتھ پکڑا تھا۔۔ "کیف" وہ خود بھی رو رہی تھی۔۔

"میرا بھائی۔۔ نہیں۔۔ یہ نہیں ہو سکتا" اور وہ اپنا ہاتھ چھڑا کر بھاگ گیا۔۔

پیچھے لیزا اور شیخو بھی بھاگے تھے۔۔ وہ دیوانہ وار بھاگا تھا۔۔ اندر آتے ایک دو لوگوں سے ٹکرایا بھی تھا۔۔ باہر گیٹ کی طرف جاتے لیزا نے اسے پکڑ لیا تھا اور اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی۔۔

"کیف" اس نے اسے کندھے سے جھنجھوڑا تھا۔۔ مگر وہ رو رہا تھا "میرا بھائی نہیں ہو سکتا۔۔ قیس کو کچھ نہیں ہو سکتا" وہ زمین پر بیٹھ گیا اور روئے گیا۔۔ شیخو بھی اس کے ساتھ زمین پر بیٹھا اور اس کا سر اپنے کندھے سے لگایا۔۔ باہر کھڑا گارڈ افسوس سے انھیں دیکھ رہا تھا۔۔

کچھ پل بیتے اور اب وہ ایمرجنسی روم کے باہر تھے۔۔ لیزا بنچ پر بیٹھی تھی۔۔ سر دیوار سے ٹکائے، زرد رنگت اور سوجھے پپوٹے، سامنے کیف دیوار سے ٹیک لگائے سر پیچھے دیوار سے ٹکائے اور چہرہ اوپر اٹھائے دیوار کو گھور رہا تھا۔۔ ہاتھ پہلو میں گرے ہوئے تھے

اس کے برعکس شیخو دونوں بازو سینے پر لپیٹے کیف کی طرف منہ کیے، دایاں بازو دیوار کے ساتھ لگائے کھڑا تھا۔۔

ایمرجنسی وارڈ کا دروازہ کھلا اور ڈاکٹر باہر آیا۔۔ تینوں متوجہ ہوئے اور ڈاکٹر کے سامنے کھڑے ہو گئے۔۔

"بہت سا خون بہہ گیا ہے۔۔ آپ کو جلد سے جلد بلڈ ارینج کرنا ہو گا" اور کہہ کر چلا گیا۔۔

"میرا بلڈ اس سے نہیں ملتا۔۔۔وہ بی پازیٹیو ہے اور میرا اے نیگیٹو" وہ رونے لگا "کاش میرا خون میرے بھائی کو لگ سکتا۔۔میں سارا دے دیتا "

ساتھ لیزا کھڑی تھی۔۔وہ بھی رو دینے کو تھی۔۔اسے نہیں پتہ تھا کہ اس کا بلڈ گروپ کیا ہے، نہ شیخو اپنا بلڈ گروپ جانتا تھا۔۔تھوڑی دیر بعد بلڈ ٹیسٹ کی رپورٹس آئیں تو لیزا اے پازیٹو تھی جبکہ شیخو کا بلڈ گروپ بی پازیٹیو تھا۔۔اس کا خون لگ سکتا تھا اور وہ تیار تھا۔۔

وہ ایک تاریک جگہ تھی، اتنی تاریک کہ اس میں روشنی کا کوئی نام و نشان نہیں تھا۔۔اس جگہ پر حبس اور شدید گرمی تھی۔۔ایک لڑکی تھی جو دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔۔ آہستہ آہستہ اس نے آنکھیں کھولیں اور ارد گرد دیکھا۔۔مگر اندھیرا تھا صرف اندھیرا۔۔اتنا اندھیرا کہ اسے لگا شاید اس کی آنکھوں کی بینائی چلی گئی ہو۔

وہ ہڑبڑا کر اٹھی اور ادھر اُدھر گھورنے لگی۔۔"امی۔۔" وہ حلق کے بل چلائی تھی۔

مگر کوئی آواز نہیں تھی۔۔وہ اندھیرے میں آگے بڑھی تھی مگر پھر ایک دم لڑکھڑا کر گری "آہ!" کوئی چیز تھی جس نے اس کی ٹانگ کو نیچے سے چیرا تھا۔۔"ابو.." وہ روتے

ہوئے چلائی تھی۔۔اس سے اٹھا بھی نہیں جا رہا تھا۔۔اسے لگا ایک بار پھر وہ اسی کمرے میں بند ہے۔۔

"شیخو۔۔" وہ روتے ہوئے اونچی آواز میں چلائی تھی۔کوئی جواب نہیں۔۔روشنی کا کوئی سرا نہیں تھا۔۔

وہ ہمت کر کے اٹھی اور دو قدم آگے بڑھائے مگر وہ یک دم نیچے کی طرف گری یوں جیسے گہری کھائی ہو، کوئی کنواں ہو۔۔

ایک جھٹکے سے وہ اٹھی "امی..." ساتھ سوئی ہوئی آسیہ اٹھیں۔۔کمرے میں اندھیرا تھا۔۔انھوں نے جلدی سے بتی جلائی۔۔ساتھ حوا بیٹھی تھی، پسینے سے شرابور روتی ہوئی، وہ کانپ رہی تھی، یخ ٹھنڈی!

"امی" وہ خوفزدہ سی ہو کر اپنی ماں کو دیکھ رہی تھی۔۔

"کیا ہوا بیٹے۔۔میں ساتھ ہی ہوں" اس نے سامنے دیکھا تو گھڑی ہونے تین بجا رہی تھی۔۔یہ سحری کا وقت تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انھوں نے اسے اپنے کندھے سے لگایا"ہزار بار کہا ہے آیت الکرسی پڑھ کر سویا کرو۔۔ ماں بیمار پڑ جائے تو بچے کہاں خیال رکھتے ہیں۔۔بتی کیوں بجھائی تھی؟"پیار بھرے لہجے میں اسے ڈانٹ رہی تھی۔۔

"امی۔۔آپ مجھے چھوڑ نہیں جائیں گی نا"وہ رو رہی تھی۔بچوں کی طرح سسکیاں لیتے ہوئے۔

"میں اپنی حوا کو چھوڑ کر کہاں جاؤں گی"پھر پیار سے اس کے بالوں پر بوسہ دیا۔

"جو اللہ سے ڈرتے ہیں نا،اندھیرے انہیں نہیں ڈراتے بیٹا!"اور اسے خود سے الگ کیا۔۔بھوری آنکھیں گلابی تھیں۔۔رنگت زرد تھی البتہ سانس سب نارمل تھا۔۔اس نے بیٹھے بیٹھے دو تین گہرے سانس لیے اور خود کو نارمل کیا

سحری کا وقت تھا اور آسیہ نیچے چلی گئیں۔۔اب اسے بھی نیچے جانا تھا۔۔اس نے بستر سے ٹانگیں نیچے اتاریں تو ساتھ بیڈ سائیڈ پر گلدستہ نظر آیا۔۔اس نے سر جھٹک دیا۔۔

)اماں نے دیا ہے تو لائے ہیں ورنہ خود سے کہاں لانے والے ہیں؟(

اب وہ نیچے جانے لگی،وضو کر کے تہجد پڑھنی تھی اور پھر سحری!

اسے خون لگانے کے بعد ڈاکٹر نے اگلے چوبیس گھنٹوں کا وقت دیا تھا۔۔اس وقت وہ تینوں باہر بنچ پر بیٹھے تھے۔۔لوگ آجا رہے تھے۔۔تینوں خاموش تھے، شیخو اٹھا اور باہر چلا گیا۔۔لیزا کیف کے ساتھ بیٹھی تھی۔۔وہ سر جھکائے خاموش سا تھا۔۔

"ایک بار پہلے بھی ہم ایسے ہی بیٹھے تھے۔۔تب بھی قیس اندر ہی تھا۔۔تم دیکھنا وہ ٹھیک ہو جائے گا۔۔وہ بہت بہادر ہے" سوجھی اور سرخ آنکھوں سے لیزا پھیکا سا مسکرا دی۔

کیف نے بس ایک نظر اسے دیکھا، پھر ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے سر جھکا کر بیٹھ گیا

"پتہ نہیں۔۔لیکن مجھے لگ رہا ہے پل پل کوئی میری جان نکال رہا ہے" ایک نم سانس اندر کھینچی۔اس کی آواز بھاری تھی "میں آج وہیں بیٹھا ہوں جہاں آج سے کئی سال پہلے ممی کے انتظار میں ایمرجنسی روم کے باہر بیٹھا تھا۔۔لیکن تب میرے ساتھ قیس تھا اب نہیں ہے۔۔ممی کبھی واپس نہیں آئیں" وہ رو دیا "میری ممی کبھی واپس نہیں آئیں۔۔ممی کہتی تھیں کیفی تم بہادر ہو۔۔تم قیس سے زیادہ سمجھدار ہو۔۔تم بڑے ہو" وہ رکا اور گیلی آنکھیں رگڑیں "ممی کو کیسے بتاؤں کہ میں ابھی بھی وہی ڈرا سہما بچہ ہوں۔۔میرے پاس ابھی بھی کھونے کو ایک بھائی ہے۔۔میں سمجھدار نہیں ہوں۔۔میں اپنے بھائی کی حفاظت نہیں کر سکا" وہ بار بار ہتھیلی سے آنکھیں صاف کرتا۔۔بار بار رو دیتا۔

لیزا چپ چاپ اس کے ساتھ بیٹھی تھی۔۔وہ کیا کہتی۔۔اس کے پاس آج الفاظ ختم تھے۔۔

دفعتاً کوئی آیا تھا،اس کے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی جو اس نے لیزا کی طرف بڑھائی۔۔ اس نے ڈھکن کھول کر کیف کی جانب بڑھادی۔۔اس نے نفی میں سر ہلایا

"پی لو۔۔ابھی قیس اٹھا تو سب سے پہلے میرا سر پھاڑے گا کہ تمھیں پانی تک نہیں پوچھا میں نے "

اس نے بوتل پکڑی اور اوپر کر کے تھوڑا سا پانی منہ میں انڈیلا، پھر اٹھا اور اندر چلا گیا۔۔ لیزا نے تھوڑا سا پانی پیا اور باقی بوتل شیخو کو دے دی جو چپ چاپ اس کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا۔۔اب دونوں کے درمیان خاموشی تھی۔۔

اس کا رخ ایمرجنسی وارڈ کی جانب تھا۔۔آہستہ سے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوا۔۔ سفید فرش، سفید دیواریں، سفید بستر اور اس پر پڑا ایک وجود۔۔کمرے میں بپ بپ کی آواز تھی جو مسلسل آ رہی تھی۔۔بستر پر لیٹے قیس کے ہاتھ پر ڈرپ اور چہرے پر آکسیجن ماسک تھا۔۔وہ چھوٹے مگر بھاری قدم اٹھاتا اس کے پاس گیا۔۔وہ ہسپتال والے لباس میں ملبوس تھا۔۔کندھے اور پیٹ سے ذرا نیچے پٹی ہوئی تھی اور وہ کمزور سا لگ رہا تھا۔۔اسے اس وقت

قیس کی خاموشی زہر لگی تھی۔۔وہ پریشان ہو یا فکر مند، قیس بول بول کر اپنا اور اس کا دماغ کھاتا رہتا تھا۔۔یہ جو زیادہ بولنے والے ہوتے ہیں نا یا جن کو ہم زیادہ سنتے ہیں، انھیں خاموش نہیں ہونا چاہیئے۔۔ان کی آواز زندگی کو زندہ رکھتی ہے اور نہ ہو تو دل کو بے چین کر دیتی ہے، ویران کر دیتی ہے۔

وہ اس کے پاس جا کر کھڑا ہوا، اس کے ہاتھ کی پشت پر ہاتھ رکھا اور اس کے کان میں سرگوشی کی "قیس "!

کوئی حرکت نہیں ہوئی، کوئی جواب نہیں آیا۔۔ایک خاموشی تھی، جان لیوا خاموشی۔

اس نے بیڈ کے پاس پڑا چھوٹا سٹول خاموشی سے آگے کیا اور اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے، بیڈ پر سر رکھے بیٹھ گیا۔۔آنسو بہنے لگے اور بستر میں جذب ہوتے گئے۔۔

وہ بہت پیچھے چلا گیا تھا۔۔آٹھ نو سال کے دو جڑواں بھائی جن میں سے ایک کی ٹانگ پر چوٹ آئی تھی اور وہ کوئی چھوٹا ضدی بچہ بن گیا تھا۔۔سرمئی آنکھوں والا اپنے باپ کے ساتھ بیڈ پر لیٹا تھا۔۔ان کے سینے پر سر رکھے، بازو ان کے پیٹ کے گرد حمائل کیے۔۔اس کی ٹانگ پر پٹی بندھی تھی۔۔باپ کی دوسری طرف ایک اور بچہ بیٹھا تھا۔۔وہ پریشان سا تھا۔۔

"ڈیڈی۔۔ کیفی سے پوچھ لیں۔۔مجھے سیڑھیوں سے دھکا اس لڑکے نے دیا تھا" وہ شاید اپنی بات ثابت کر رہا تھا۔۔جبران نے اس کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کیا۔

"جی ڈیڈی۔۔وہ اچھا لڑکا نہیں ہے آپ پرنسپل سے اس کی کمپلین کریں" دوسری طرف بیٹھے لڑکے نے بھی وضاحت کی تھی۔

تب ہی دروازہ کھلا اور فریحہ اندر آئیں۔۔ سخت سردی کے دن تھے اور وہ میرون رنگ کا سویٹر پہنے ہوئے تھیں۔۔ہاتھ میں ٹرے تھا جس پر دو مگ تھے۔۔ایک مگ انھوں نے کیف کو دیا اور دوسرا قیس کو

"کیفی۔۔آپ کہاں تھے جب اس لڑکے نے قیس کو دھکا دیا تھا؟" وہ اس کے سامنے کھڑی نارمل لہجے میں پوچھ رہی تھیں۔

مگ کو منہ سے لگائے کیف نے مگ نیچے کیا۔۔اوپر والے ہونٹ کے اوپر دودھ لگا ہوا تھا

"ممی میں وہیں تھا۔۔بس تھوڑی دیر کے لیے کینٹین گیا تھا" اس نے اپنا سر جھکا لیا۔

فریحہ اس کے پاس آئیں اور ماتھے پر بکھرے بالوں کو ہاتھ کی انگلیوں سے پیچھے کیا

"آپ کو اس نے ساتھ ہونا چاہیئے تھا۔۔آپ تو بڑے ہو، سمجھدار بھی" اس نے چہرہ اوپر کیا اور اپنی ماں کو دیکھ کر مسکرایا

وہ بھی مسکرادیں۔ان کی آنکھیں قیس جیسی تھیں "سرمئی!" وہ چلی گئیں تو قیس اپنے باپ کے سینے پر سر رکھے سو گیا۔۔

کیف بڑے پیار سے اپنے باپ کے پاس آکر لیٹا اور ان کے کندھے پر سر رکھ کر بولا

"سوری ڈیڈی "!

انھوں نے اپنا ہاتھ اس کے گال پر پھیرا "کوئی بات نہیں "

وہ مسکرادیا۔

کچھ دیر بعد وہ بھی سو گیا۔۔وہ زمانہ اچھا تھا

ماں باپ کے سائے میں گزارا ہر لمحہ قیمتی اور ہر زمانہ اچھا ہوتا ہے۔۔

وقت گزرتا گیا اور لڑکے نے بستر پر سے سر اٹھایا۔آنکھیں سرخ تھیں۔۔۔اس نے سرمئی آنکھوں والے کا ہاتھ اپنے گال کے ساتھ لگایا

باہر بنچ پر لیزا اور شیخو بیٹھے تھے۔۔دونوں کے درمیان فاصلہ تھا لیکن لیزا اس گھنگریالے الجھے بالوں والے لڑکے کو دیکھ رہی تھی۔۔وہ بائیں جانب کچھ دیکھ رہا تھا۔۔ایک چھوٹا بچہ تھا جس کے کپڑے گندے تھے اور شاید پھٹے ہوئے بھی اور اس کے ساتھ اس کی چھوٹی بہن تھی، جس نے سکارف لیا ہوا تھا۔۔زمین پر بیٹھے چھوٹے لڑکے کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا

شاپر تھا جس میں بہت سے چاول تھے اور وہ چھوٹی چھوٹی انگلیوں سے نوالہ بنا کر اپنی بہن کے منہ میں ڈال رہا تھا۔۔اس لڑکی کی آنکھیں ہلکی بھوری تھیں بالکل حوا جیسی۔۔اسے بے اختیار حوا یاد آئی۔

لیزا اپنے ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھ رہی تھی "کیا کوئی ایسا شخص جو چند دن پہلے ملا ہے وہ کسی کو اپنا خون دے سکتا ہے؟ کیا کوئی اجنبی کسی کی جان بچا سکتا ہے؟ کوئی کسی کا ایسے احساس کر سکتا ہے؟ وہ جانتی تھی یہ الجھا الجھا لڑکا کچھ مختلف ہے۔۔اس میں کچھ ایسا تھا جو لیزا کو ہمیشہ سے کھٹکتا آیا تھا۔۔کچھ غیر معمولی اور وہ غیر معمولی منفی احساس نہیں دلاتا تھا۔۔سامنے سفید سی روشنی اس کی آنکھوں پر پڑ رہی تھی۔۔اس نے گردن موڑ کر لیزا کو دیکھا تو وہ کچھ گڑ بڑا گئی۔۔

"مم۔۔میڈم آپ انن۔۔ندر چلی جائیں۔۔یہاں مم۔۔مچھر بہت ہیں" شاید اس کے ہاتھ پر مچھر کاٹا تھا جہاں اسے اب خارش ہو رہی تھی۔۔بائیں ہاتھ کی پشت پر ہلکی ہلکی خارش کرتے وہ لیزا سے مخاطب تھا۔

"تم مجھے میڈم کیوں کہتے ہو؟" اسے نہیں پتہ اس نے کیوں پوچھا مگر پوچھ لیا تھا

"مم۔۔میڈم!" وہ سوچتے ہوئے بولا "آپ مم۔۔میڈم لگتی ہیں اسس۔۔س لیے"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بس پھیکا سا مسکرادی۔۔ نظریں جھکائے اپنے ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا اور پھر اٹھ کر اندر چلی گئی۔۔ وہ بھی اٹھا اور اندر چلا گیا۔۔ باہر واقعی بہت مچھر تھے۔

اندر ایمرجنسی روم کے سامنے ایک بنچ پر وہ دونوں ابھی آکر بیٹھے ہی تھے کہ اندر سے کوئی نکلا، وہ کیف تھا۔۔ روئی روئی سرخ آنکھیں، سوجھے پپوٹے اور بکھرے بال۔۔ لیزا نے اسے ہمیشہ ایک سلجھے ہوئے انسان کی طرح دیکھا تھا۔۔

"میں آتا ہوں ابھی" کہہ کر وہ چلا گیا۔

وقت گزرتا رہا۔۔ لیزا وہیں بنچ پر بیٹھی بیٹھی دیوار سے سر لگا کر سو گئی تھی۔۔ کوئی بنچ پر ساتھ بیٹھا ہلا تو اس کی آنکھ کھل گئی۔۔ اس نے اپنے دائیں طرف دیکھا شیخو نہیں تھا۔۔ بائیں طرف دیکھا تو وہ نیچے زمین پر بیٹھا تھا۔۔ اس کے بنچ کے ساتھ مگر دیوار سے سر لگائے آنکھیں بند کیے۔۔ ساتھ ایک بوڑھا آدمی اور اس کی بوڑھی خاتون بیٹھی تھی۔۔ ضرور شیخو نے جگہ دی ہو گی۔۔ وہ دائیں طرف سے دیوار کو سر لگائے سویا تھا۔۔ اس طرح کہ لیزا کو اس کا بائیں طرف کا رخ نظر آرہا تھا۔۔ وہ دیوار سے سر لگائے شیخو کی طرف منہ کر کے بیٹھ گئی۔۔

وہ ابرہیم سے مختلف تھا۔۔ بہت زیادہ مختلف۔۔ اگر ابراہیم مشرق تھا تو وہ مغرب تھا۔۔ شاید اس کا سگا بھائی نہ ہو کوئی کزن وغیرہ۔۔ اسے نہیں یاد کہ اس کی زندگی میں کوئی ایسا ہو جو

اس طرح اس کے اٹھنے کا انتظار کرے جس طرح شیخو قیس کے اٹھنے کا انتظار کر رہا تھا۔۔ قیس تو لیزا کا دوست تھا اس سے تو چند دن پہلے کی ملاقات ہوئی تھی۔۔ کوئی ایسا کیسے کر سکتا ہے؟ اس کے آگے سے گھنگریالے بال ماتھے پر بکھرے تھے اور ذرا سے بھنوؤں کو بھی چھو رہے تھے۔۔ وہ اسے باقیوں سے مختلف لگا تھا۔۔ ایک ایسا خالص شخص جو کہ اس دنیا کے جھمیلوں سے آزاد ہو۔۔ جو بہت پہلے اس دنیا کو چھوڑ چکا تھا۔۔

ساتھ والے کمرے کا دروازہ کسی نے ٹھک سے بند کیا تو وہ ہڑبڑا کر اٹھا۔۔ گردن ادھر اُدھر موڑی اور دیوار کے سہارے کھڑا ہوا۔۔

اس نے وقت دیکھا تو سوا چار بجے تھے۔۔ سحری کا وقت گزر چکا تھا اب اسے ایسے ہی روزہ رکھنا تھا۔۔ ویسے بھی کھانے کو دل نہیں تھا۔۔

"مم۔۔ میڈم! آپ یہیں بیٹھیں مم۔۔ میں نماز پڑھ کر آیا" اور وہ جانے لگا تھا کہ لیزا نے اسے روک لیا

"میں بھی ساتھ چلتی ہوں" اس نے پہلے بھنویں بھینچ کر اسے دیکھا پھر بنا کچھ بولے چل پڑا۔۔

شیخو نماز پڑھنے مسجد میں چلا گیا تو وہ سامنے ایک بڑے سے باغ میں آ گئی۔۔وہاں اس وقت اکا دکا لوگ تھے جو شاید نماز پڑھ کر ورزش کرنے آئے تھے یا صبح کی سیر۔۔ بڑا سا کھلا ہرا میدان اوپر نیلا آسمان، پرندے بھی شاید جاگ گئے تھے۔۔ ٹھنڈی ہوا اس کے بالوں کو چھو کر گزر رہی تھی۔۔وہ سینے پر بازو لپیٹے چہرہ اوپر اٹھائے آسمان کو دیکھ رہی تھی۔۔

"میں کہاں جاؤں۔۔ کس کے پاس جاؤں۔۔ان دونوں کے پاس ان کا خدا تھا وہ اس سے ملنے چلے گئے۔۔اب واپس آئیں گے تو ان کے دل ہلکے ہوں گے۔۔ مگر میرے دل کا کیا؟ گزرتے دن کے ساتھ پتھر جیسا وزنی ہوتا جا رہا ہے۔۔میں بھاگ رہی ہوں مگر کس سے بچ کر۔۔مجھے سمجھ نہیں آ رہا۔۔میں کہاں جاؤں؟ کس کے پاس جاؤں کہ میرا دل ہلکا ہو۔۔دل بھاری ہو جائے تو پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟ آنسو گلے میں اٹک جائیں تو پتہ ہے کیا ہوتا ہے؟"لیزا نے ایک سانس خارج کی مگر دل ڈوب رہا تھا"سکون چلا جاتا ہے "

اور وہ مڑی اور پیچھے فٹ پاتھ پر بیٹھ گئی۔۔ پیچھے بڑے بڑے درخت تھے جو کہ فٹ پاتھ پر سایہ کیے ہوئے تھے۔۔اس نے اپنا سر جھکا لیا۔۔اس کا دل کیا کہ وہ روئے اتنا چلا چلا کر روئے کی سارا کچھ جو اندر جمع ہے وہ باہر آ جائے۔۔ پھر چاہے لوگ جمع ہو کر اسے پاگل یا ذہنی بیمار سمجھیں۔۔

اس نے سر جھکایا اور وہ واقعی رونے لگی تھی۔۔بچوں کی طرح اونچی آواز میں جیسے میلے میں کسی کی ماں کھو گئی ہو، جیسے کوئی رستہ بھول گیا ہو، جیسے کسی کا کھلونا ٹوٹ گیا ہو۔۔

"میں اسے کھونا نہیں چاہتی۔۔وہ میرا دوست ہے۔۔سب سے اچھا دوست۔۔وہ میرے ایک بار بلانے پر آجاتا ہے۔۔پلیز اسے مجھ سے دور نہیں کرنا۔۔تم مجھے سب دے کر لے لیتے ہو۔۔اگر لینا ہوتا ہے تو دیتے ہی کیوں ہو؟ مجھے کیوں اس درد سے گزارتے ہو" اس نے چہرہ اٹھایا تو سرخ آنکھیں گیلے گال تھے۔۔آسمان کو دیکھتے ہوئے وہ چیخی تھی۔۔چلائی تھی۔۔مگر کوئی آواز نہیں آئی۔۔ایک دو لوگوں نے مڑ کر دیکھا تھا مگر وہ اپنے اپنے کام پر لگ گئے۔۔

اس نے سوچا تھا اب وہ ان سب سے دور رہے گی۔۔بہت دور۔۔وہ ان کی زندگیوں کو یوں خراب نہیں کر سکتی۔۔

ظہر ہونے کو تھی مگر وہ ابھی تک سویا تھا۔۔سمیرا کمرے میں آئیں تو بیڈ پر سینے کے بل سوئے ابراہیم پر نظر پڑی۔۔وہ گہرے سانس لیتا سویا ہوا تھا۔۔انھوں نے الماری کھولی اور اندر کپڑے رکھ کر چلی گئیں۔۔

باہر کا دروازہ کھلا اور عبدالرحمن اندر آئے۔۔

"اٹھا ہے فوجی کہ نہیں؟" اندر آتے ہی پہلا سوال۔ چارپائی پر بیٹھیں پھلیاں نکالتیں سمیرا بولیں "لگتا ہے فوج والے بس دوڑاتے ہی ہیں۔۔ فجر کے بعد کا سویا ہے ابھی تک نہیں اٹھا" دوپٹہ کانوں کے گرد اڑسے وہ نیچے پیالے میں پھلیاں نکالتی کہہ رہی تھیں۔

وہ ہنسے اور اندر بڑھے۔۔ اس کے قریب جا کر بیٹھ گئے اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر بولے

"اٹھ جاؤ۔۔ اور کتنا سونا ہے "

مگر وہ نہیں ہلا۔۔ انھوں نے اسے کندھے سے پھر ہلایا "ابراہیم۔۔ "

وہ ذرا سا ہلا اور بوجھل آواز میں اکتائے ہوئے بولا "دادا یار۔۔ سونے دیں۔۔ خود آپ لوگ نیند پوری کرتے ہیں۔۔ مجھے سونے نہیں دے رہے "

"اور کتنا سونا ہے۔۔ ظہر ہونے والی ہے۔۔ پھر رات کو تم نے چھت پر چکر کاٹنے ہیں "

اس نے ایک گہری سانس لی اور سیدھا ہو کر لیٹ گیا۔۔ ذرا سی آنکھیں کھولیں اور بولا

"ایک بات بتائیں۔۔ آپ کیا مجھے کسی دربار سے اٹھا کر لائے تھے "

وہ ہنس دیے "تمھیں کیسے پتہ چلا؟ "

وہ جھنجھلا گیا "حد ہو گئی ہے یار!" وہ اٹھ کر بیٹھ گیا "ادھر وہ والے فوجی نہیں سونے دیتے ادھر یہ فوج میرے سر پر مسلط ہے" اس نے آنکھیں ملیں۔۔ نیند ابھی بھی بہت آ رہی تھی۔ اس نے ہاتھ رکھ کر جمائی روکی

"ایسا کریں۔۔ آپ سمجھیں میں آیا ہی نہیں ہوں۔۔ ابھی وہی ہوں "

اور فوراً سے دوبارہ لیٹ گیا۔۔ اسے بس سونا تھا اور وہ سو گیا۔۔ وہ نفی میں سر ہلاتے باہر چلے گئے

"ایک تو میٹھی لسّی مت پلایا کرو انھیں۔۔ سارا دن ان کا نشہ نہیں اترتا" اور ساتھ والے کمرے میں چلے گئے۔۔

سمیرا نے ذرا سا پیچھے ہو کر دیکھا تو وہ دوبارہ سو چکا تھا

"یہ کریں گے ملک کی حفاظت" سر جھٹک کر آلو چھیلنے لگیں۔۔

ساتھ والے مکان میں لڑکی اپنی الماری کے اندر جھکی ہوئی تھی۔ وہ کوئی چیز ڈھونڈ رہی تھی اور غالباً جھنجھلائی ہوئی تھی۔ نیچے بیٹھ کر اپنی ساری کتابیں نکال کر دیکھ چکی تھی مگر اسے ابھی تک وہ کاپی نہیں ملی تھی جس پر اس نے سوالوں کے جواب لکھے ہوئے تھے۔ دادا نے کہا تھا کہ وہ ڈھونڈ کر رکھے مگر مل نہیں رہی تھی "اف!" وہ تنگ آ گئی اور کھڑی ہوئی

"یااللہ مجھے صبر دے" دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔

اور ساری کتابیں اندر سے نکال کر نیچے رکھیں۔۔ پھر کمر پر ہاتھ رکھے کھڑی ہو کر کمرے میں نظر دوڑائی۔۔ مایوس سی ہو کر الماری کا دراز کھولا۔۔ چھوٹے دراز میں تو بس چھوٹی موٹی چیزیں تھیں۔۔ اس کی پونیاں، کیچر، انگوٹھیاں، بریسلیٹ اور۔۔ اس نے وہ پین ہاتھ میں پکڑا۔۔ وہ عام پین سے بھاری تھا۔۔ سلور اور سنہرے رنگ کا پین۔۔ اسے یہ کسی نے دیا تھا۔۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر وہ پین پکڑا اور اسے کھولا۔۔ وہ ابھی تک ویسے کا ویسے تھا۔۔ وقت گزر گیا تھا، چھاپ چھوڑ گیا تھا جو کہ زیادہ تکلیف دہ تھی۔

"میں چاہتا ہوں تم جب جب اس سے لکھو یا جب جب اسے دیکھو تو تمھیں میری یاد آئے" ایک مسکراتا ہوا چہرہ جو اسے پین دے رہا تھا۔

پیچھے سے آواز کانوں میں پڑی "تم نے میرا دل توڑا ہے۔۔ میں واپس جا رہا ہوں۔۔ میں کبھی واپس نہیں آؤں گا۔۔ تم بہت بری ہو" اس کا دل ڈوب گیا، ایک بے چینی سی ہونے لگی، عجیب سا احساس تھا۔۔ اس نے جھٹ سے پین پر ڈھکن دیا اور اسے دراز میں ڈال کر الماری "کھٹ" سے بند کی۔۔ گہری سانسیں لیں اور الماری کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔۔۔ مگر آنسو آنکھوں کی قید سے آزاد ہو گئے۔۔ کچھ لمحے یونہی

گزرے۔۔وہ لمحے جو کبھی خوشی کا احساس دیتے ہیں جاتے جاتے وہ ہمیں ایسی جگہ کھڑا جاتے ہیں جہاں سے واپسی پر کبھی خوشی نہیں ملتی۔۔دکھ ہمارا انتظار کرتے ہیں اور بے چینی ہمارا استقبال۔

اس نے سختی سے آنکھیں رگڑیں "اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا" دماغ نے دل کو سمجھانا شروع کیا تھا سامنے بیڈ سائیڈ پر پڑے پھول نظر آئے۔۔اب اس کی جگہ کوئی اور آ چکا تھا۔۔قسمت نے اس کے لیے کسی اور کو چنا تھا۔۔اسے اپنے ارد گرد کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔نہ وہ پھول نہ کچھ اور۔۔

دل نے ایک آخری دہائی دی

"مگر وہ کیوں نہیں؟ "

اسے اب ایسا نہیں سوچنا چاہیئے۔۔وہ کھڑی ہوئی اور دوپٹے سے چہرہ صاف کیا۔۔وہ نیچے جا رہی تھی۔۔اسے سکینہ سے کافی لانی تھی۔۔

دوسری طرف ہسپتال میں ماحول پہلے سے بہتر تھا۔ڈاکٹر نے جیسے ہی کہا کہ " قیس خطرے سے باہر ہے، کسی بھی وقت ہوش میں آ سکتا ہے" ان تینوں کے چہرے پر ایک اطمینان سا پھیل گیا۔۔اب بس اس کے ہوش میں آنے کا انتظار تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم دونوں اگر جانا چاہو تو جا سکتے ہو۔۔میں یہاں ہوں اس کے پاس" دیوار کے ساتھ سر لگا کر کھڑے کیف نے سامنے بنچ پر بیٹھے شیخو اور لیزا کو کہا تھا۔۔ مگر وہ نہیں گئے۔۔کچھ دیر بعد کیف اندر گیا اور اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے کافی دیر بیٹھا رہا۔۔وہ بھی رات کا نہیں سویا تھا۔۔اسے بھی اب نیند آ رہی تھی مگر جب تک قیس کو بولتا باتیں کرتا اپنی آنکھوں نے نہیں دیکھ لیتا۔۔وہ نہیں جائے گا۔۔

وہ اٹھا اور کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔۔وہاں سے نظر آتا سب کچھ نارمل تھا۔۔ معمول کے مطابق۔۔گاڑیاں، ٹریفک، رش، شور لوگ اپنی اپنی زندگیوں میں مگن تھے۔۔کسی کی زندگی اگر رکی تھی تو وہ تھے۔۔کیف مسکرایا "ناشکرا کہیں کا! ایک ہی رونا روتا رہتا تھا کہ دوست نہیں ہیں۔۔دوست نہیں ہیں۔۔باہر دو بیٹھے ہوئے ہیں۔۔وہ پتہ نہیں کرائے پر اٹھوا کر لایا ہے" اس نے سر جھٹک دیا۔۔

نظر دائیں جانب بستر پر پڑے قیس پر پڑی۔۔اس کی پلکیں پھڑ پھڑا رہی تھیں۔۔اس نے ہلکی سی آنکھیں کھولیں تو فوراً اس کی جانب بڑھا

"قیس "!

قیس نے بھنویں بھینچ لیں اور خفگی سے اسے دیکھا۔۔پھر نہایت دھیمی آواز میں الفاظ توڑ توڑ کر ادا کیے

"تم۔۔۔کون۔۔ہو؟ "

کیف پریشان ہو گیا(ہائے اللہ! کہیں دماغ پر تو اثر نہیں پڑ گیا)

"کیف۔۔"کیف نے اس کا ہاتھ پکڑا اور آہستہ سا بولا

"کیا۔۔میں۔۔جنت۔۔میں۔۔ہوں؟"کیف کو پورے دو منٹ لگے سمجھنے میں۔۔اس نے اس کا ہاتھ چھوڑا اور خفگی سے بڑبڑایا

"سو جا۔۔سوتا ہوا اچھا لگ رہا تھا "

اس نے آنکھیں دوبارہ بند کر لیں۔۔وہ واقعی سو گیا تھا۔۔

اس نے ایک سکون کی سانس خارج کی اور باہر گیا۔۔وہ دونوں کھڑے ہوئے

"ہوش آ گیا؟"پوچھنے والی لیزا تھی

وہ ذرا سا ہنسا"اسے لگ رہا ہے جنت میں ہے"

وہ دونوں بھی ہنس دیے۔

"سو گیا ہے۔۔دوائی کے زیر اثر ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اب ماحول بہتر تھا۔۔وہ آگے بڑھا اور شیخو کے گلے لگا

"شکریہ۔۔میری جان بچانے کا "

اسے سمجھ نہیں آیا کہ کیا کہے۔۔پھر سر جھکائے مسکرایا

"جان بب۔۔بچانے والا تت۔۔تو اللہ ہے۔۔مم۔۔میں کون ہوتا ہوں "

وہ مسکرا دیے۔۔اب اس کے اٹھنے کا انتظار تھا۔۔

اس وقت حوا اور سکینہ باہر برآمدے میں بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں۔۔سمیرا ہمسائے کی طرف گئی تھیں جن کی اماں آج ہی عمرے سے لوٹی تھیں۔۔عبدالرحمن بھی گھر پر نہیں تھے۔۔ابراہیم اندر سویا ہوا تھا۔۔

سکینہ نے اسے کاپی ڈھونڈ کر دے دی تھی اور اب وہ کاپی کھول کر دیکھ رہی تھی۔۔۔وہ کرسی پر بیٹھی تھی جبکہ سکینہ چارپائی پر۔۔سکینہ بغور اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"تم ٹھیک ہو؟ "

وہ کاپی کے صفحے الٹ پلٹ کر دیکھ رہی تھی "ہاں۔۔مجھے کیا ہونا" نظریں کاپی پر ہی جمی رہیں۔

"نہیں۔۔ویسے ہی پوچھ رہی تھی" اس نے کندھے اچکائے۔

حوا اسے دیکھ کر پھیکا سا مسکرادی۔

"اللہ کرے۔۔اب پاس ہو جاؤں" وہ چہرہ اوپر کیے آسمان کو دیکھ کر بولی تھی۔

"آمین "

ایک گہری سانس خارج کی۔۔کاپی اب بند ہو کر گود میں پڑی تھی۔

"میں سوچ رہی تھی کچھ انسان اچھے ہوتے ہیں۔۔ مگر وہ ہمارے نہیں ہوتے" سکینہ نے اسے دیکھا تو اس کی آنکھیں اداس تھیں۔

"اچھا؟ مثال دو "

وہ گڑبڑا گئی "مثال کا کیا کرنا ہے۔۔ایسے ہی کہہ رہی تھی میں تو" اس نے بات گول کر دی۔

"نہیں۔۔مجھے پتہ ہے۔۔تم اس کی بات کر رہی تھی نا" اس نے حوا کے بازو پر اپنا ہاتھ رکھا۔حوا نے بائیں طرف گردن موڑ کر دیکھا، کمرے میں ابراہیم سویا تھا۔اس کی بند آنکھیں اور گہری چلتی سانس!

"میری قسمت میں نہیں تھا۔۔چھوڑو" آنسوؤں کا گولہ تھا جو اس کے گلے میں اٹک گیا۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سکینہ بغور اسے دیکھ رہی تھی۔۔اس نے نظریں جھکا دیں

اسے اب بات بدلنی تھی۔۔کیا بات کرے۔۔پھر بولی "میں کل رات پھر ڈری تھی"

اسے اور کوئی بات یاد نہیں آئی۔

"کمرے کی بتی بجھائی ہو گی "

"ہوں "اس کے کندھے ڈھیلے پڑ گئے۔۔

"پتہ نہیں کب تک ڈرتی رہوں گی۔۔میں نے کوشش کی تھی کہ شاید اندھیرے اب مجھے نہ ڈراتے ہوں مگر۔۔وہ میرے اندر بیٹھ چکے ہیں "اس نے شانے اچکائے "کیا فرق پڑتا ہے۔۔امی ساتھ سوتی ہیں۔۔انھیں روشنی میں بھی نیند آجاتی ہے "وہ پھیکا سا مسکرائی

"وہ ماں ہیں نا۔۔جو ہم سے پیار کرتے ہیں وہ ہمیں ہر حال میں قبول کرتے ہیں۔۔ہمیں ہماری کمزوریوں،خوف اور خامیوں کے ساتھ "

حوا نے سر ہلا دیا۔

"تمھیں پتہ ہے وہ جو خدیجہ تھی نا۔۔وہ جو ہمارے ساتھ مدرسے جاتی تھی۔۔ "

اب دونوں ادھر اُدھر کی باتیں کرنے لگیں۔۔

وہ پر سکون سو رہا تھا حالانکہ وہ اتنا سوتا نہیں تھا۔۔

شام میں افطار کے بعد قیس کو ہوش آیا۔۔پولیس نے بیان رکارڈ کیا مگر اس نے کسی سے بھی دشمنی سے صاف انکار کر دیا۔۔کیف اس کے پاس بیٹھا سیب کاٹ رہا تھا اور وہ بے زاری سے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔۔باہر شام ڈھلتی رات میں بدل رہی تھی۔۔اس کے بائیں جانب ٹیبل پر گلاب کے پھولوں کا گلدستہ پڑا تھا جس کی خوشبو کمرے میں پھیلی ہوئی تھی۔۔بستر پشت سے اونچا کیا ہوا تھا۔۔دفعتاً کمرے میں ایک نرس آئی۔۔ڈرپ چیک کی اور قیس کا بازو سیدھا کر کے ایک انجیکشن لگایا۔۔وہ تپا بیٹھا تھا۔۔ایک تو کندھے اور پیٹ سے نیچے ذرا درد تھا اور اوپر سے یہ نرس۔۔

وہ جانے لگی تھی کہ قیس نے اسے آواز دی

"سنو"

وہ اس کی طرف متوجہ ہوئی

"وہ پہلی والی نرس کہاں ہے۔۔وہ پتلی سی سبز آنکھوں والی "

نرس نے پہلے اسے گھورا اور پھر منہ کے زاویے بگاڑتے بولی

"وہ ساتھ والے کمرے میں ایک مریض ہے۔۔اس کی دیکھ بھال کر رہی ہے "

"وہ مریض کیا مجھ سے زیادہ خوبصورت ہے؟"وہ بے زار آیا ہوا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہیں؟"نرس کا تو منہ کھل گیا۔

"یہ جو میرا بھائی بیٹھا ہے نا"نرس نے بائیں جانب بیٹھے لڑکے کو دیکھا جو سٹول پر بیٹھا اس کے لیے سیب کاٹ رہا تھا"یہ یہاں پر ڈاکٹر ہے۔۔اگر تم اگلی بار آئی نا تو تمھاری چھٹی۔۔۔اب جاؤ "

اور وہ سر رکھ کر سکون سے لیٹ گیا۔۔وہ نرس ابھی دو قدم ہی آگے گئی تھی کہ قیس نے دوبارہ آواز دی"اور سنو "

اس نے گردن موڑی"وہ سبز آنکھوں والی کو ٹیکا لگانے بھیجنا۔۔تم تو ایسے لگاتی ہو جیسے میں کوئی بھینس ہوں"اور بدمزہ ہو کر اس نے منہ موڑا۔

نرس منہ میں کچھ بڑبڑائی اور پھر باہر چلی گئی۔۔

کیف نفی میں سر ہلاتے ہنس دیا

"کیفی "

"ہوں "

"چھپکلی نہیں آئی؟"وہ اب بیڈ پر سر رکھے لیٹا تھا۔

"آئی تھی۔۔پھول رکھ کر چلی گئی۔۔ تھوڑی دیر بعد پھر آئے گی" وہ سیب پر نمک چھڑک رہا تھا(قیس سیب پر نمک چھڑک کر کھاتا تھا۔۔ عجیب!)"اور وہ تمھارا گھنگریالے بالوں والا دوست بھی آیا تھا۔۔ پھل وغیرہ دے کر گیا ہے "

وہ خاموشی سے سنتا رہا۔۔بولا کچھ نہیں۔

کیف اٹھ کر اس کے پاس گیا اور ایک ٹکرا پکڑ کر اس کے منہ میں ڈالا

"یار ڈاکٹر کو بلا دو۔۔مجھے درد ہو رہا ہے" گلابی آنکھیں لیے وہ بے زاری سے بولا تھا۔

"اٹھتے ہی اتنی باتیں کرنے لگے ہو۔۔یہ کھاؤ" پلیٹ کی طرف نکھوں سے اشارہ کیا" پھر میڈیسن کھا کر سو جانا "

قیس نے منہ بسورا تھا۔۔اسے کچھ اچھا نہیں لگ رہا تھا۔۔وہ بالکل ضدی اور ہٹ دھرم بچوں کی طرح ہو گیا تھا۔۔بہر حال کیف اس کا عادی تھا۔۔

لیزا اس کے بعد قیس سے ملنے نہیں گئی تھی۔۔رات کے دس بج رہے تھے اور وہ ٹیرس پر دیوار سے ٹیک لگائے، دونوں بازو ٹانگوں کے گرد حمائل کیے بیٹھی تھی۔۔چاند آج نکلا تھا، ستارے بھی چمک رہے تھے، سب خوش تھے پھر وہ کیوں نہیں؟

وہ اداس سی اٹھی اور اندر بیڈ سائیڈ پر پڑی اپنے باپ کی کتاب اٹھالائی۔۔"آج کون سا صفحہ پڑھے؟"نچلا لب دانتوں تلے دبائے وہ سوچ رہی تھی۔۔وہ ایسے ہی کتاب کا کوئی بھی صفحہ کھول کر پڑھتی تھی۔۔ترتیب سے نہیں !

صفحہ نمبر 53

)اس نے ایک گہری سانس لی کہ آج کی کہانی کے لیے تیار ہے(

ہم سمجھتے رہے کہ ہمارا غم ہمارا ہے

ہم سمجھتے رہے کہ ہم اس راستے پر تنہا ہیں

ہم اکیلے ہیں،اجنبی اور سب سے الگ

ایسا نہیں تھا،ایسا نہیں ہے

کوئی ایسا راستہ نہیں ہوتا جس پر پہلے کوئی چلا نہیں تھا

کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہوتا جو پہلے کسی کو پیش نہیں آیا

انسان انسانوں سے ملتے ہیں

پر وہ مختلف ہیں

مجھ سے پہلے جو بھی میرے راستے سے گزرا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے منزل کی طرف جست لگائی تھی

مجھ سے پہلے میرا مسئلہ جس نے حل کیا

اس نے کوئی تو ترتیب لگائی تھی

اب میں یوں کھڑا ہوں، دیکھ رہا ہوں

وہ کر سکتے تھے تو میں کیوں نہیں

میں بھی کروں گا کیونکہ وہ کر سکتے تھے

ہم سب ایک جیسے ہیں مگر مختلف ہیں

)یہاں نظم ختم ہوئی، اسے ایسی نظمیں کم سمجھ آتی تھیں۔۔وہ نیچے نیچے پڑھنے لگی۔۔ٹیک سے ہٹ کر چوکڑی مارے بیٹھ گئی، کتاب زمین پر رکھی اور اس پر جھک گئی، بال دائیں بائیں کندھوں سے آگے کی طرف آئے(

کچھ عرصہ پہلے کی بات ہے میں ایک آدمی سے ملا۔۔وہ مختلف تھا مگر میرے جیسا تھا۔۔

کیسے؟ وہ ایک عیسائی میوزیشن تھا۔۔اپنے ہنر میں ماہر تھا مگر میں ایک عام سا استاد تھا۔۔

میرے اور اس کے شوق مختلف تھے۔۔وہ آسمان پر تھا اور آسمان ہی اس کی منزل تھا مگر میں ابھی کوشش کیے جا رہا تھا۔۔وہ ذرا پریشان سا تھا جب میں اس سے ملا تھا۔۔وہ تھوڑا عجیب تھا

مگر تھا تو انسان ہی۔۔وہ عجیب سے دور سے گزر رہا تھا بالکل ویسا دور جس سے میں گزر رہا تھا۔۔وہ خوش تھا مگر خوش نہیں تھا۔۔وہ ہنستا تھا مگر ہر ہنسی کے ساتھ اس کے دل کا بوجھ بڑھتا جاتا تھا۔۔دن میں وہ مصروف رہتا تھا مگر رات کو اسے نیند نہیں آتی تھی۔۔وہ میری طرح تھا۔۔مجھ سے مختلف ہوتے ہوئے وہ میرے جیسا تھا۔۔میں بھی اسی کی تلاش میں تھا جس کی تلاش میں وہ تھا۔۔مجھے ایک لمحہ ایسا چاہیئے تھا کہ میں ایک سانس خارج کروں اور میرے سارے غم، سارا بوجھ اس سانس کے ساتھ خارج ہو جائے مگر ایسا نہیں تھا۔۔ہم نے غم بانٹے اور وہ چلا گیا۔۔اس میں عجیب سی کشش تھی۔۔وہ چلا گیا تو میں کئی دن تک اس کے انتظار میں باغ میں بیٹھا رہتا تھا۔۔مگر وہ نہیں آیا۔۔وقت گزرتا گیا میری تلاش جاری تھی۔۔دو سال بعد اسی باغ میں وہ مجھے اسی ٹیبل پر بیٹھا ملا تھا۔۔وہ بدل چکا تھا مگر کہاں سے؟ وہ ابھی بھی آسمان پر تھا۔۔بات چیت کے دوران کہنے لگا کہ استاد بھی کبھی سٹوڈنٹ تھا، باپ بھی کبھی بیٹا تھا، ماں بھی کبھی بیٹی تھی اور۔۔اس نے توقف کیا۔۔یہ مسلمان بھی کبھی عیسائی تھا۔۔اس کی تلاش مکمل ہو گئی تھی۔۔وہ اس مقام پر پہنچا تھا جس کی مجھے تلاش تھی۔۔وہ "روح" تک پہنچا تھا۔۔اس نے کہا کہ جس راستے پر تم چل رہے ہو اس راستے پر پہلے کئی اور چل چکے ہیں۔۔وہ اپنی مراد پا سکتے ہیں تو تم کیوں نہیں؟۔۔میں نہیں سمجھا۔۔مجھے صرف

اطمینان چاہیئے اور اطمینان خود کو سمجھ لینے سے ملتا ہے۔۔خود کو خود کے پیمانے میں رکھ کر تولنے سے۔۔تم کیا چاہتے ہو؟ تمھیں کیا چاہیئے؟ تم کیوں بھاگ رہے ہو؟ کس کے پیچھے بھاگ رہے ہو؟۔۔سب کے جواب تھے میرے پاس۔۔تو بس پھر ٹھہر جاؤ۔۔اپنے آس پاس دیکھو۔۔مقابلہ کروان کا۔۔بھاگو نہیں! بھاگنے سے تم تھک جاؤ گے۔۔تم جس طرف جا رہے ہو میں بھی اسی طرف گیا تھا۔۔جس رستے پر تم چل رہے ہو میں تم سے پہلے چل چکا ہوں اور جو درد تم اٹھا رہے ہو۔۔میں اس درد کو تم سے پہلے اٹھا چکا ہوں۔۔اپنے آپ کو آئینے میں کھڑا کرو اور پوچھو کیا چاہتے ہو اور اس پر کام کرو۔۔کوئی بھی چیز تمھارے اندر یونہی پیدا نہیں ہو جاتی۔۔خود کو پڑھو اور پڑھنے کی کوشش کرو۔۔میں نے بھی ایک طویل لمبا سفر طے کیا ہے اور آغاز ہوا تھا ایک آئینہ دیکھنے سے جس میں میں نے خود کو دیکھا تھا۔۔

بس کہانی ختم تھی۔۔اس نے ایک گہری سانس لی۔۔

"یعنی ڈیڈی ان سب سے گزرے ہوں گے جن سب سے میں گزر رہی ہوں۔۔وہ بھی بے چین تھے میں بھی بے چین ہوں۔۔کیا مجھے آئینہ دیکھنا چاہیئے؟ "

خود سے سوال تھا۔۔وہ کھڑی ہوئی اور کتاب پکڑ کر اندر گئی۔۔بیڈ تک آتے اس کا عکس آئینے میں ابھرا تھا۔۔

"تم کیا چاہتی ہو لیزے۔۔تم کیوں بھاگ رہی ہو۔۔کس سے بھاگ رہی ہو؟"اس کا دل دھڑکا تھا،اسے ان سوالات کے جواب آتے تھے۔۔وہ تیزی سے آگے بڑھی اور تکیہ سیدھا کر کے لیٹ گئی۔۔اسے سونا تھا۔۔

ایک دن بعد کی بات ہے۔۔کمرے کا دروازہ کھلا اور اندر لیزا داخل ہوئی۔۔وہ اب قدرے بہتر تھا البتہ کندھے اور پیٹ سے نیچے ابھی تک پٹی بندھی تھی۔۔بٹنوں والی شرٹ پہنی تھی جس کے بٹن اوپر سے کھلے تھے۔۔نیچے ٹراؤزر پہنے وہ بیڈ پر لیٹا تھا جو کہ گردن سے اونچا تھا۔۔لیزا اندر آئی اور ایک مسکراہٹ پاس کی۔۔اس کے ہاتھ میں سرخ گلاب کے پھولوں کا گلدستہ تھا ساتھ میں ایک ڈبہ جو کہ نفاست سے پیک تھا۔۔

"ہیلو!"اور اس نے گلدستہ ساتھ میز پر رکھا جہاں بہت سی دوائیاں تھیں۔۔قیس نے منہ بسورا اور دوسری جانب پھیر لیا۔۔

لیزا نے ابرو اٹھا کے سامنے سٹول پر کتاب کھول کر بیٹھے کیف کو دیکھا(کیا ہوا ہے؟)

اس نے کندھے اچکائے(پتہ نہیں؟)

"قیس"اس نے ایک سانس خارج کی"ناراض ہو مجھ سے؟ "

وہ کچھ نہیں بولا

"قیس"

"نہیں۔۔میں کون ہوتا ہوں ناراض ہونے والا"اس نے خفگی سے کہا تھا۔لیزا دوسری جانب چلی گئی جہاں اس نے اپنا منہ موڑا ہوا تھا۔۔

"تم ہو ناراض "

"نہیں ہوں!"وہ قدرے زور سے بولا تھا۔پیٹ کے نیچے درد ہونے لگا تھا۔۔اس نے آنکھیں میچ لیں

کیف نے لیزا کو دیکھا"آج کل یہ ایسے ہی نخرے کرتا ہے۔۔میں بھی برداشت کر رہا ہوں"اور پھر کتاب پر نظریں مرکوز کر لیں۔

"ناراض تو مجھے تم سے ہونا چاہیئے "

قیس نے آنکھیں کھول لیں البتہ بولا کچھ نہیں۔۔

"تم نے پولیس کو فلک شیر کا نام نہیں بتایا۔۔بتا دینا چاہیئے تھا۔۔وہ ذلیل انسان لندن چلا گیا ہے۔۔اسے سلاخوں کے پیچھے ہونا چاہیئے تھا مگر۔۔تم۔۔"وہ خاموش ہو گئی۔

وہ خفا خفا سا دوسری جانب منہ کیے بولا "میں تمھارے لیے کوئی پیچیدگی نہیں کھڑی کرنا چاہتا۔۔میں دوستوں کے لیے راستے کھولنے والوں میں سے ہوں۔۔میں راستہ تنگ نہیں کر سکتا تھا" وہ آہستہ آہستہ بول رہا تھا۔

لیزا خاموش رہی۔۔اسے سمجھ نہیں آیا کیا بولے۔۔

کیف کو دیکھا تو وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔اس نے ایک لمحے کے لیے آنکھیں بند کیں اور ہاتھ اٹھا کر نیچے کیے جیسے کہا ہو کہ سب ٹھیک ہے۔۔گھبراؤ نہیں !

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

"میں تمھارے لیے بسکٹ لائی ہوں" اس نے گردن موڑی اور اسے دیکھا جو اس کے ساتھ کھڑی تھی۔۔وہ ابھی تک خفا تھا۔۔وہ خاموش رہا۔۔بولا کچھ نہیں

"کیفی۔۔یار مجھے پھر سے درد اٹھنے لگا ہے۔۔ڈاکٹر کو بلا دو پلیز" وہ بولا تو آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔۔کل سے ایسے ہی ہو رہا تھا اچانک سے درد شروع ہو جاتا تھا۔۔وہ اٹھا اور اس کے قریب آیا۔۔

"کہاں درد ہے؟ "

اس نے کندھے سے اوپر اشارہ کیا۔۔کیف نے شرٹ نیچے کر کے دیکھا،پٹی بالکل صاف تھی۔۔آج صبح ہی ڈاکٹر نے بدلی تھی۔۔

"کوئی بات نہیں۔۔زیادہ بولو مت۔۔اور دباؤ مت ڈالو "

قیس نے جھنجھلا کر منہ دوسری طرف موڑ لیا۔وہ کسی سے بات نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔

لیزا کیف کو دیکھ کر بمشکل مسکرائی

"میں۔۔پھر ملنے آؤں گی"اور کہہ کر وہ فوراً چلی گئی۔۔

آدھے گھنٹے بعد کیف باہر آیا تو دروازے کے ساتھ پڑے بنچ پر لیزا بیٹھی تھی۔۔اس کے باہر آنے پر اس نے سرخ متورم آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا۔۔وہ کچھ حیران ہوا

"وہ۔۔ٹھیک ہے؟"لیزا نے پریشان ہو کر سوال پوچھا تھا۔

"ہاں ہاں۔۔سو گیا تھا تو میں نے سوچا باہر چکر لگا آؤں"وہ اس کے ساتھ آ بیٹھا"تم کیوں نہیں گئی؟ "

اس نے کندھے اچکائے"دل نہیں کیا "

"اوہ۔۔چلو باہر چلیں"وہ کھڑا ہوا۔۔اس نے پہلے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر اس کے ساتھ چل دی۔

باہر ہوا چل رہی تھی۔۔آسمان پر سیاہ بادل بھی آئے ہوئے تھے۔۔وہ ایک بنچ پر بیٹھے

"تم ٹھیک نہیں لگ رہی" کیف نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔

"نہیں۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔بس ایسے ہی" وہ پھیکا سا مسکرائی۔

"اس الو کی ٹینشن نہ لو۔۔کل سے دس بار مجھ سے لڑ چکا ہے۔۔اس کا بس نہیں چل رہا اسی حالت میں اٹھ کر بھاگنے لگ جائے۔۔ہو جائے گا ٹھیک۔۔بیماری چیز ہی ایسی ہے۔۔انسان چڑچڑا ہو جاتا ہے۔۔۔ڈونٹ وری۔۔ہو جائے گا ٹھیک" وہ سمجھانے کے انداز میں بول رہا تھا۔

"ہوں۔۔مجھے پتہ ہے۔۔بسکٹ ختم کر کے پھر مانگے گا اور ٹھیک ہو جائے گا" دونوں ہنس دیے۔

پھر خاموش رہے۔

"تم ڈسٹرب لگ رہی ہو۔۔پرسوں بھی ایسا ہی تھا۔۔کوئی بات ہے کیا؟ "

اس نے ایک ٹھنڈی سانس خارج کی۔

"پتہ نہیں۔۔میں تھک گئی ہوں"

"کیوں؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے نظریں اٹھا کر آسمان کو دیکھا "مجھے لگا تھا میں ایک بار پھر ایک دوست کو کھونے جا رہی ہوں۔۔ میں نے ہمیشہ کھونے کا درد محسوس کیا ہے پانے کی خوشی نہیں "اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔۔ چہرہ جھکا لیا اور وہ ناخن سے ٹیبل پر لگا پینٹ رگڑنے لگی۔۔ ساتھ ساتھ ٹانگ بھی ہلا رہی تھی۔۔ کیف نے اس کی اس حرکت ہر غور کیا تھا

"جھوٹ مت بولو لیزا۔۔۔ تم بات چھپا رہی ہو۔۔ تم پریشان ہو "

نظریں جھکائے مسلسل پینٹ رگڑتی رہی اور پھر ٹانگ ہلتی رہی۔۔

"ہاں۔۔ میں۔۔ عجیب سی کیفیت کا شکار ہوں "

وہ خاموش رہا۔۔ اب بولنے کی باری لیزا کی تھی۔

"میں تھک گئی ہوں کیف "وہ رو دی۔۔ پھٹ پڑی تھی۔

"میں بھاگ رہی ہوں۔۔ مجھے سکون نہیں ہے کیف۔۔ میں کیا کروں؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آتا۔۔ مجھے میرے ڈیڈی بہت یاد آتے ہیں۔۔ مجھے میری دوست بہت یاد آتی ہے۔۔ میں کسی بھی نئے شخص کو زندگی میں شامل کرنے سے پہلے ڈرتی ہوں۔۔ میں سب کھو دوں گی۔۔ میں ڈرتی ہوں خوفزدہ ہوں۔۔ میں تھک گئی ہوں۔۔ مجھے آرام چاہیئے۔۔ میں نیند کی گولیاں کھا کر سوئی ہوں، کئی کئی دن جاگی ہوں مگر میرے اندر کچھ ہے جو خاموش نہیں

ہوتا۔۔آرام نہیں کرتا۔۔ہلکا نہیں ہوتا۔۔وہ کیا ہے کیف؟مجھے آرام نہیں ملتا۔۔میں کتابیں پڑھ چکی ہوں۔۔دوائیاں لے چکی ہوں مجھے۔۔۔مجھے سکون نہیں ملتا۔۔مجھے آرام نہیں ملتا۔۔کچھ ہے میرے اندر جو تھک گیا ہے مگر مجھے نہیں پتہ وہ کیا ہے"وہ روئے گئی۔۔ سسکیوں سے،آنسوؤں سے۔۔پھر کچھ لمحوں بعد چپ ہوئی۔۔پینٹ کور گڑتے ناخن رکے، ٹانگیں تھم گئیں،وہ کیف کو نہیں دیکھ رہی تھی۔

وہ سر جھکائے سنتا رہا۔۔پھر بولا

"لیزا۔۔جب سر درد ہوتا ہے تو پیٹ درد کی دوا نہیں لیتے۔۔تم تھک گئی ہو تم ٹھیک کہتی ہو۔۔تمھاری آنکھیں تھکاوٹ کا شکار ہیں۔۔رک جاؤ آرام کرو"نظر اس کی اڑی رنگت پر پڑی

"کس چیز سے بھاگ رہی ہو؟"

یہ سب سے مشکل سوال تھا۔۔

موسم صبح سے کافی خراب تھا۔۔یوں جیسے برسے گا تو خوب برسے گا۔۔تیز ہوا چلنے لگی اور وہ فٹ پاتھ پر تیز تیز قدم بڑھا رہی تھی۔۔گاڑی پر نہیں آئی تھی کیونکہ وہ سروس کے لیے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھیجی ہوئی تھی۔۔ہلکی گلابی لمبی قمیض جس کے نیچے نیلے رنگ کی پینٹ پہنی تھی۔۔بال کھلے تھے اور ہیئر بینڈ لگایا ہوا تھا جس کے ایک طرف چھوٹی سی تتلی بنی ہوئی تھی جو کہ باہر کی طرف ابھری ہوئی تھی۔۔کندھے پر پرس لٹکائے اسے بس جلد سے جلد کسی محفوظ جگہ پر پہنچنا تھا۔۔مگر موسم کو یہ منظور نہیں تھا۔۔ایک دم تیز بوچھاڑ شروع ہو گئی۔۔اس نے سر پر ہاتھ رکھ مگر کیا فائدہ۔۔کپڑوں پر بوندیں پڑنے لگیں۔۔بارش واقعی بہت تیز تھی۔۔وہ کہاں جائے ایک لمحہ گزرا ہو گا کہ اس کے اوپر کسی نے چھاؤں کی تھی۔۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا تو بائیں طرف ہلکی بھوری آنکھوں والا اس کے سر پر چھتری کیے کھڑا تھا۔۔وہ مسکرا دی،وہ بھی مسکرایا

"تم بھیگ رہے ہو"اس نے قدرے اونچی آواز میں کہا تھا۔

لڑکا سر سے پاؤں تک بھیگ چکا تھا۔۔

"میڈم!ہر کسی کے لیے تت۔۔تھوڑی نا بھیگا جج۔۔جاتا ہے"وہ بھی مسکرا رہا تھا۔۔پھر اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے چہرہ اٹھائے آسمان کو دیکھا اور اپنی انگلیاں بالوں میں سے گزاریں۔۔

لیزا اسے دیکھ رہی تھی، اس کا جملہ اس کے کانوں میں گونج رہا تھا "کیا واقعی ہر کسی کے لیے نہیں بھیگا جاتا؟ "

ایک دم سے بادل گرجنے کی آواز آئی اور اس نے ادھر اُدھر دیکھا۔۔وہ فٹ پاتھ پر ہی تھے۔۔

چند قدم چل کر وہ ایک چھوٹے سے ہوٹل میں آ گئے۔۔اکا دکا لوگ بیٹھے تھے۔۔یہ رمضان کا آخری عشرہ چل رہا تھا۔۔کھڑکی کے پاس ایک میز خالی تھی وہ اس پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔۔

"چچ۔۔چائے پیئں گی؟" اس نے چھتری کو دیوار پر لگی کھونٹی سے الٹا لٹکا دیا۔۔وہ پورا بھیگ چکا تھا۔۔لیزا نے ہاں میں سر ہلایا۔۔

شیخو نے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا اور انگلی سے ایک کا اشارہ کیا۔۔خود اس کے سامنے بیٹھ گیا۔۔

"آپ کک۔۔کیا کر رہی تھیں پی۔۔یہاں؟"

"میں۔۔دوستوں کے ساتھ بادشاہی مسجد آئی تھی۔۔وہ چلے گئے۔۔میں کچھ دیر اکیلا رہنا چاہتی تھی اور پھر "اس نے ساتھ کھڑکی کی طرف اشارہ کیا۔۔بارش پوری قوت سے ہو رہی تھی۔۔

چھوٹا بچہ چائے لے آیا اور کپ لیزا کے سامنے رکھا۔۔لیزا نے ابرو اٹھا کے چائے کی طرف اشارہ کیا اور پھر سامنے لڑکے کو دیکھا (تم؟)

شیخو نے سینے پر ہاتھ رکھ کر آنکھ سے چائے کی طرف اشارہ کیا۔۔پھر بولا

"مم۔۔میرا روزہ ہے"

وہ تھوڑا شرمندہ ہوئی

"اوہ۔۔پھر مجھے بھی نہیں پینی چاہیئے "اس نے کپ ذرا سا کھسکایا۔

"نن۔۔نہیں۔۔ایسے رر۔۔رزق کو منع نن۔۔نہیں کرتے"

وہ مسکرا دی۔۔وہ کتنا سادہ تھا۔۔

اس نے کپ پکڑ کر ہونٹوں سے لگایا،ایک چسکی لی

"وہ مسٹر خان یاد ہیں۔۔جنھوں نے تمھاری پینٹنگ لی تھی "

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"انھیں تمھارا کام بہت اچھا لگا ہے۔۔وہ ایک بڑے بزنس مین ہیں۔۔ان کا اپنا کاروبار ہے۔۔انھوں نے ابھی کچھ دن پہلے اپنا ایک ریسٹورنٹ بنایا ہے۔۔پینٹ وغیرہ سب ہو گیا ہے۔۔اب انھوں نے تمھارے حصے کا کام چھوڑا ہے" وہ مسکرائی "اس پر تم اپنا جادو دکھاؤ گے "اس نے پھر ایک گھونٹ بھرا

"مم۔۔میں؟" وہ حیران تھا۔

"ہاں تو۔۔ہم کل چلیں گے۔۔شام میں۔۔اوکے؟ "

"مم۔۔میڈم! مجھے انگ۔۔گریزی نہیں آتی" وہ پریشان تھا

"وہ انگریزی بولیں گے بھی نہیں۔۔وہ بہت اچھے انسان ہیں۔۔وہ عام امیروں کی طرح مغرور نہیں ہیں اور نہ ہی رعب جمائیں گے۔۔وہ بہت اچھے ہیں شیخو "

"میڈم "اس کے ماتھے پر لکیریں ابھریں۔

"بس میں نے کہہ دیا نا" وہ جیسے ڈانٹ رہی تھی۔۔

اس نے سر جھکا دیا "ٹھیک ہے "

وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے باہر بارش دیکھنے لگی۔۔

"ابراہیم "تھوک نگلا" تمھارا سگا بھائی ہے؟ "

"نن۔۔ نہیں۔۔ میری تائی امم۔۔ می کا بیٹا ہے۔۔ لیکن مم۔۔ میرا بھائی ہی ہے" وہ مسکرایا تھا۔

"اچھا۔۔ میرے ڈیڈی اس کے ٹیچر تھے" سرسری سا بتایا۔

"تم نے کچھ نیا پینٹ کیا؟" اس نے بات بدل دی

شیخو نے ہاں میں سر ہلایا

"چلو۔۔ آج میں تمھارے ساتھ دیکھنے چلوں گی "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ گیلے کپڑوں کے ساتھ ہی بیٹھا تھا۔۔ لیزا نے ایک نظر اسے دیکھا۔۔ وہ بھی کھڑکی کے باہر بارش دیکھ رہا تھا۔۔ اس کی ہلکی بھوری آنکھوں پر نظر ٹھہر گئی

)ہر کسی کے لیے تھوڑی نا بھیگا جاتا ہے(!

اس وقت وہ اس کے گھر میں تھے۔۔ اوپر کمرے میں ایک کینوس کے سامنے جس پر اس نے نئی پینٹنگ بنائی تھی۔۔ ذرا لمبا سا کینوس تھا اور لیزا ستائشی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔

"Amazing!"

پھر اس نے شیخو کو دیکھا

"تم یہ کیسے کرتے ہو؟ "

"بب۔۔بس ہو جاتا ہے" وہ مسکرایا تھا۔

سامنے ایک سمندر پینٹ کیا گیا تھا مگر نیلے رنگ کا نہیں۔۔ سرمئی رنگ کا جس میں گہرے نیلے رنگ کا ٹچ دیا گیا تھا اور وہ یوں پہاڑوں کی طرح اٹھا ہوا تھا جیسے شدید سمندری طوفان آیا ہو۔۔اوپر آسمان بھی سرمئی اور جامنی، ملے جلے رنگ کا تھا۔۔بیچ میں کچھ لوگ کھڑے تھے۔۔ان کی پشت نظر آ رہی تھی چہرے نہیں۔۔سب سے آگے ایک آدمی تھا جس نے سیاہ رنگ کا لمبا چوغہ پہن رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک لاٹھی تھی۔۔وہ لاٹھی اٹھائے اوپر کو دیکھ رہا تھا۔۔ پیچھے کچھ لوگ تھے جو حیرانی سے سمندر کو اپنے قد سے بھی اونچا اٹھا ہوا دیکھ رہے تھے۔۔ان کے کپڑے بھی یوں لہرا رہے تھے جیسے واقعی طوفان آیا ہو۔۔وہ بالکل اصل لگ رہی تھی۔۔دیکھنے والا کچھ لمحوں کے لیے اسے محسوس کرتے ہوئے اس میں کھو جائے۔۔لیزا نے بغور اسے دیکھا اور پھر آنکھیں چھوٹی کیے بولی

"پرافٹ موسیٰ؟ "

شیخو نے سمجھنے کے انداز میں سر ہلایا۔۔

"گریٹ۔۔تم ان سٹوریز کو پینٹ کرتے ہو۔۔امیجن کر کے۔۔مطلب پہلے ان کو تصور کرتے ہو پھر پینٹ"اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر وہ ایک سٹول پر جا کر بیٹھ گئی۔۔

"میں جب چھوٹی تھی ناتب میرے ڈیڈی مجھے ان کی سٹوریز سناتے تھے۔۔ابراہیم، موسیٰ، نوح اور وہ مچھلی والے۔۔کیا نام تھا ان کا"وہ کچھ سوچنے لگی

"یونس "

"ہاں۔۔اور اسماعیل، ہاجرہ، مریم، عیسیٰ"اس نے کندھے اچکائے"مجھے سب کی کہانیاں پتہ ہیں مگر ڈیڈی کہتے تھے ان کی سٹوریز ہماری زندگی پر اپلائی ہوتی ہیں۔۔میں کبھی سمجھ نہیں سکی"

"آپ نے کک۔۔کبھی سمجھنے کی کک۔۔کوشش نہیں کی۔۔مم۔۔میڈم!"وہ اپنے باقی کینوس سمیٹ رہا تھا۔۔جھکا ہوا ایک پینٹ کی چھوٹی ڈبی بند کر رہا تھا۔۔اس کی پشت لیزا کی جانب تھی۔

"کیا؟"وہ چونکی

Clubb of Quality Content

شیخو سیدھا ہوا اور اس کی جانب بڑھا "مم۔۔ میڈم! دوبارہ سے پپ۔۔ پڑھیں۔۔ آپ کو اپنی زندگی ان میں نن۔۔ نظر آئے گی" وہ انتہائی سادگی سے کہہ رہا تھا۔۔ وہ مسکرائی اور پھر سٹول سے اٹھ کر پیچھے کی جانب بڑھی (ذہن ابھی ان کہانیوں پر ہی الجھا ہوا تھا)

اس نے نیچے جھک کر وہی پیالہ اٹھایا جس کو دو ہاتھوں نے تھاما ہوا تھا۔۔ وہ بہت خوبصورت تھا۔۔

"تم بہت ٹیلنٹڈ ہو" وہ پیالے کو دیکھ کر بولی

"یوٹو۔۔ ممیڈم "!

اس نے گردن موڑی اور اس کی طرف دیکھا۔۔ ہنس دی۔

"یہ کہاں سے سیکھا؟ "

"کک۔۔ کل ایک لڑکا ایک لل۔۔ لڑکی کو کہہ رہا تھا۔۔ مم۔۔ میں نے مسجد میں مولوی کے بیٹے سے پپ۔۔ پوچھا تھا۔۔ اسے انگ۔۔ گریزی آتی ہے۔۔ یوٹو مطلب آپ بب۔۔ بھی" وہ مسکرا رہا تھا، سر جھکائے ہوئے۔۔ شاید شرما بھی رہا تھا۔

وہ پھر سے ہنس دی۔۔ وہ بہت سادہ تھا۔۔ زمانے سے مختلف!

ایک خوبصورت سا ریستوران تھا جہاں اس وقت لیزا اور شیخو کھڑے تھے۔۔ساتھ سوٹڈ بوٹڈ سے مسٹر خان۔۔ان کا نام تو علی خان تھا مگر لوگ انھیں مسٹر خان کہتے تھے۔۔

ریسٹورنٹ کافی بڑا اور خوبصورت تھا۔۔دو دیواریں شیشے کی بنی تھیں اور دو ویسی ہی سیمنٹ کی جیسی عام دیواریں ہوتی ہیں۔۔فرش بالکل ایسا تھا جیسے لکڑی کا بنا ہو لیکن وہ لکڑی کا نہیں تھا۔۔چھت پر بھی لکڑی کا کام کروایا گیا تھا اور خوبصورت سے گول گول فانوس لگے تھے۔۔ دیواروں پر ہلکے رنگ پینٹ کیے گئے تھے اور فرنیچر بھی اعلیٰ قسم کا تھا۔۔ایک طرف سے گول ہوتی ہوئیں سیڑھیاں اوپر جا رہی تھیں جہاں بہت سے لوگ بیٹھ کر چائے کے ساتھ اپنا کام بھی کر سکتے تھے۔۔اگر دروازہ کھول کر اندر آؤ تو سامنے نظر پڑتی تھی جہاں شیف نظر آئیں گے۔۔مینیو ابھی فائنل نہیں ہوا تھا۔۔دیواروں پر سادہ سا پینٹ تھا جس پر شیخو کو اپنا کام کرنا تھا۔۔وہ چپ چپ سا تھا۔۔حیران اور پریشان۔۔اتنی بڑی جگہ پر وہ پہلی بار آیا تھا اور وہ ریسٹورنٹ باقی ریسٹورنٹس سے مختلف تھا۔۔مسٹر خان ابھی ابھی لندن سے آئے تھے اور شاید وہاں کا کوئی پلان یہاں اپلائی کر رہے تھے۔۔

"سو۔۔کیسا لگا آپ کو میرا ریسٹورنٹ؟ "

سارا ریسٹورنٹ دکھانے کے بعد وہ ان کے سامنے کھڑے مسکرا کر بات کر رہے تھے۔

"بہت اچھا ہے۔۔یہ بہت کامیاب ہو گا۔۔مجھے ایسا لگتا ہے "لیزا سامنے ہاتھ باندھے مسکرا کر بتا رہی تھی۔

"ہم آرٹ اور آرٹسٹ لوگوں کی بہت قدر کرتے ہیں "وہ سینے کے بائیں جانب ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھکے "سو انھیں یہاں کام کرتے وقت کوئی بھی پریشانی نہیں ہو گی "وہ اب شیخو کو دیکھ رہے تھے۔وہ بس ہلکا سا مسکرایا

عید میں چند دن رہ گئے تھے اور شیخو کو عید کے بعد کام کرنا تھا۔۔وہ ایک میز کے گرد بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔۔چائے کے کپ ان کے سامنے تھے۔۔

"آپ بہت اچھے ہیں انکل۔۔آپ سے بات کرتے وقت واقعی نہیں لگتا کہ آپ غصے والے یا کھڑوس مشہور ہیں "لیزا کی اس بات پر وہ ہنس دیے۔

"کام کے وقت صرف کام ہوتا ہے۔۔آپ میری ورک پلیس پر نہیں ملی مجھے۔۔نہیں تو پہچاننے سے انکار کر دیں "

کچھ تھا ان کے انداز میں ایک کشش سی،ایک رعب سا۔۔افطار کے بعد چائے پی کر وہ لوگ واپس آ گئے۔۔اب شیخو کو گاؤں واپس جانا تھا۔۔عید کے لیے

عید میں ایک دو دن ہی بچے تھے۔۔ابراہیم بھی جب سے آیا تھا واپس نہیں گیا۔۔عید کے بعد ہی جانا تھا۔رات ہوئی اور آسمان آج خالی خالی تھا، کوئی ستارہ نہیں تھا اور نہ کوئی چاند۔۔یہاں کھڑے کھیت نظر آرہے تھے جو کہ ویران سے تھے۔۔خاموش سے، دن سے مختلف۔۔دونوں بازو دیوار پر رکھے، اپنی تھوڑی ان پر جمائے وہ دور کہیں کھڑا ہوا بوڑھا برگد کا درخت دیکھ رہی تھی۔۔کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی دی۔۔اس نے گردن موڑ کر دیکھا۔۔وہاں عبدالرحمن تھے۔۔وہ دیکھ کر مسکرا دیے اور اسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔۔وہ چھوٹی دیوار پر بیٹھی اور ٹانگیں گھما کر رخ ان کی چھت کی طرف موڑا اور ان کی طرف آگئی۔۔وہ چارپائی پر بیٹھ گئے۔۔حوا ان کے دائیں طرف ٹانگیں لٹکائے بیٹھی تھی۔۔

"یہاں کیا کر رہی تھی؟" سوال عبدالرحمن کی طرف سے تھا۔

اس نے ٹانگیں چارپائی پر کیں اور انھیں سینے سے لگائے دونوں بازو ان کے گرد حمائل کیے۔۔

"کچھ نہیں۔۔چاند دیکھنے آئی تھی۔۔وہ نکلا نہیں" وہ مایوس سی بیٹھی تھی۔

"وہ تو دو دن بعد نکلے گا۔۔پھر اگلے دن عید ہو گی "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں" اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر کچھ یاد آنے پر بولی

"جب میں چھوٹی ہوتی تھی نا۔۔ تو ایک دن بی جان میرے ساتھ اوپر بیٹھی تھیں۔۔ میں چاند کو دیکھ رہی تھی پھر مجھے ایسے محسوس ہوا کہ جہاں جہاں میں جاتی ہوں چاند بھی وہاں وہاں جا رہا ہے" وہ دلچسپی سے اس کی بات سن رہے تھے۔

"پھر میں نے بی جان سے پوچھا کہ یہ چاند میرے ساتھ ساتھ کیوں چل رہا ہے۔۔ وہ ہنسیں اور کہنے لگیں کہ چاند میں ایک بوڑھی اماں ہوتی ہیں تو چرخا چلاتی رہتی ہیں اور ان کے چرخا چلانے سے چاند چلتا جاتا ہے" پھر وہ خود ہی ہنس دی۔

"اس دن سے لے کر آج تک میں بس اس اماں کو ڈھونڈتی آئی ہوں۔۔ لیکن وہ مجھے نہیں ملیں" عبدالرحمن بھی ہنس دیے۔

"آپ کی بی جان تو ہم سے بھی زیادہ سمجھدار ہیں۔۔ کیسی کیسی باتیں پتہ ہیں نا انھیں " وہ مسکرا دی۔

"اور۔۔ اور کیا کرتی تھیں آپ بچپن میں؟" انھیں تجسس تھا اس کے بارے میں جاننے کا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اور۔۔" وہ سوچ کر بتانے لگی "ایک بار میں چھوٹی تھی۔۔ تیسری چوتھی میں پڑھتی ہوں گی۔۔ ابو سے میں نے نیا نیا انگریزی کا لفظ سیکھا تھا "پلیز"۔۔ یعنی جب کسی سے کوئی کام کہنا ہوتا جو کہ بہت ضروری ہوتا تھا اور ادب کے دائرے میں بھی رہنا ہوتا تھا تو کہتے تھے "پلیز"۔۔ میں نے اچھے سے ذہن میں بٹھا لیا۔۔ پھر ایک دن میں دعا مانگ رہی تھی، میں نے اللہ سے بھی پلیز کہہ دیا۔۔ پھر میری دعا وہیں رہ گئی اور میں سوچنے لگی کہ کیا اللہ کو پلیز کا مطلب آتا ہو گا کیونکہ یہ انگریزی تھی اور مجھے لگتا تھا میری طرح سب کو انگریزی مشکل لگتی ہے۔۔ مجھے لگا اللہ کو صرف اردو میں بات سمجھ آتی ہے۔۔" وہ ہنس دی "میں نے ابو سے پوچھا تو کہنے لگے۔۔ اللہ کو ساری زبانیں آتی ہیں۔۔ اسے ہم اردو میں بات کریں یا انگریزی میں اسے سب سمجھ آتا ہے۔۔ پھر مجھے جو بھی جیسے بھی آسان لگتا تھا میں اللہ سے کہہ دیتی تھی کیونکہ اللہ کو تو ہر زبان آتی ہے" اس نے مسکراتے ہوئے شانے اچکائے۔

وہ مسکرائے "آپ تو بچپن سے بہت سمجھدار تھیں۔۔ مجھے لگا ابھی ہوئی ہیں "

"نہیں۔۔ میں تو بالکل پاگل تھی۔۔ ایک مرتبہ پتہ کیا ہوا" وہ اب چوکڑی مار کر بیٹھ گئی تھی "جب پہلی مرتبہ میں نے نماز پڑھی نا تو میں نیچے کمرے میں تھی۔۔ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد مجھے احساس ہوا کہ میں تو کمرے میں ہوں، اللہ کو کیسے پتہ چلے گا کہ میں نماز پڑھ رہی

ہوں۔۔میں جلدی سے اوپر آئی اور چھت پر نماز پڑھی پھر بہت سی دعائیں بھی مانگیں۔۔

میں نے آسمان کو یوں دیکھا جیسے اللہ مجھے اوپر سے نیچے دیکھ رہا ہے۔۔پھر ایک دن رات کو بارش ہو رہی تھی۔۔میں اوپر کیسے آسکتی تھی۔۔اس دن میں نے ابو کو بتایا کہ آج نماز پڑھنے کا کیا فائدہ اللہ تو دیکھ نہیں رہا۔۔ابو ہنس دیے۔۔کہنے لگے اللہ تو ہر جگہ موجود ہے۔۔میں کمرے میں چھپ کر نماز پڑھوں یا چھت پر کھلے میں اللہ ہر جگہ دیکھ لیتا ہے۔۔وہ ہر جگہ ہوتا ہے اور اپنے بندے کی خبر رکھتا ہے" پھر دونوں ہنس دیے۔

"اور۔۔اور کیا کرتی تھیں آپ؟ "

"آپ کو پتہ ہے۔۔بچپن میں نا مجھے سب سے بڑا خوف ہوتا تھا کی کہیں میری دعا نیچے گر نہ جائے" اس نے دونوں ہاتھ دعا کی صورت ملائے" دونوں ہاتھوں کو زور سے ایک دوسرے سے جوڑ کر رکھتی تھی کہ کہیں میرے ہاتھوں کے درمیان ذرا سا خلا بھی نہ ہو۔۔مجھے ڈر لگتا تھا کہ اس خلا سے میری دعا پھسل کر نیچے چلی جائے گی" وہ ہلکا سا ہنس دی" پھر آہستہ آہستہ مجھے سمجھ آگئی کہ ہاتھ ہوتے جڑے ہوں یا آدھے دعا اوپر کو جاتی ہے، نیچے نہیں آتی "

"بہت اچھا بچپن تھا آپ کا۔۔کاش میں بھی ہوتا" وہ تھوڑے سے افسردہ تھے۔

"آپ اب ہیں نا" اس نے جیسے تسلی دی تھی۔۔

"حوا۔۔ حوا" ایسے لگ رہا تھا کہ آسیہ بیگم سیڑھیوں پر کھڑیں آوازیں دیتیں اوپر آ رہی ہیں۔۔ وہ جلدی سے کھڑی ہوئی

"امی آ رہی ہیں۔۔ ہم کل ملیں گے۔۔ اللہ حافظ!" اور جلدی سے دیوار پھلانگ کر اپنی چھت پر چلی گئی۔۔ وہ اسے دیکھ رہے تھے، وہ ایک لمحے کے لیے سیڑھیوں پر رکی اور انھیں دیکھا۔۔ وہ مسکرائے تھے

"کہاں رہ گئی تھی۔۔ سونا نہیں ہے آج؟" وہ اسے ڈانٹ رہی تھیں اور وہ کچھ کہتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔۔

دوسری طرف ایک روشن صبح کی چمکیلی کرنیں ایک کھڑکی کے پردے کو چیرتے ہوئے کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔۔ وہاں میٹرس پر پڑا لڑکا سو رہا تھا، دوسرا میٹرس خالی تھا۔ کچن سے چائے ابلنے کی آواز آ رہی تھی اور ساتھ توے سے ہلکا ہلکا دھواں اٹھ رہا تھا۔۔ چائے بن گئی تو اس نے کپ میں انڈیلی اور ساتھ توس لے کر کمرے میں داخل ہوا۔ پھر لڑکے کے پاس بیٹھا اور اس کے کندھے کو ہلکا سا ہلایا

"قیس۔۔ اٹھ جاؤ۔۔ ناشتہ کر لو"

مگر وہ آنکھوں پر بازو رکھے سو یا رہا۔

"قیس" اب کی بار کیف نے اس کی آنکھوں پر سے اس کا بازو ہٹایا، آنکھوں پر روشنی پڑی اور پلکیں پھڑ پھڑائیں، پھر ذرا سی کھولیں اور منظر دھندلے ہوتے ہوئے صاف ہو گئے۔۔

"کیفی" سوئی سوئی بھاری آواز۔

"اٹھ جا میرے بھائی۔۔مجھے اور بھی کام کرنے ہیں" وہ اس کے پاس چوکڑی مارے بیٹھا تھا۔

اس نے منہ بسورا اور پھر آہستہ سے اٹھنے لگا۔۔کندھے پر دباؤ نہیں ڈالنا تھا۔۔کیف اٹھا اور اس کی اٹھنے میں مدد کی۔۔وہ اب دیوار کے ساتھ تکیہ رکھے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔۔اس نے جمائی لی اور ہاتھ رکھ کر روکی۔۔

"مجھے سونے دیا کرو۔۔میں تمھیں اپنا خون معاف کر سکتا ہوں، اپنی نیند کا نہیں۔۔ آئندہ ایسی بے ہودہ حرکت کی نا تو تمھاری پراپرٹی بھی میں ہتھیا لوں گا" وہ منہ بنائے کہہ رہا تھا۔

کیف ہنس دیا۔

"اچھا چلو۔۔ناشتہ کر لو "

وہ اپنا کمرہ سمیٹ رہا تھا۔۔نیچے سے قیس کے کپڑے اٹھا کر اوپر کھونٹی پر لٹکائے اور سیدھا ہوا

"عید آ رہی ہے۔۔کچھ چاہیئے؟ "

وہ اس کے پاس بیٹھ گیا

اس نے چائے کا گھونٹ بھرا

"پہلے میں نے تمھاری سالگرہ خراب کر دی ہے۔۔میری وجہ سے تم عید بھی نہیں منا سکتے "وہ تلخ لہجے میں بولا تھا

اس نے ایک سانس خارج کی "قیس۔۔فضول باتیں نہ کیا کرو۔۔میرے لیے تم ہر سالگرہ ہر عید سے بڑھ کر ہو "

قیس نے اسے گھورا "تم سچ کہہ رہے ہو؟ "

"نہیں "جھٹ سے جواب آیا۔

"کیا کرنا ہے عید پہ۔۔بس تم ایسا کرنا کہ مجھے سونے دینا اور مجھے کچھ نہیں چاہیئے "سوئی اس کی ابھی بھی وہیں اڑی تھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اٹھا "اوکے" پھر اس نے الماری کھولی اور چند نئے نوٹ نکال کر ہوا میں لہرائے اور مڑ کر اسے دیکھا "میں تو نئی پینٹ شرٹ لاؤں گا "

وہ جھٹ سے بولا "ہاں تو میں بھی۔۔نئے کپڑے پہن کر سوؤں گا"

کیف اس کی اس حرکت پر ہنس دیا۔(اب آیا نا اصل مدعے پہ)

الماری بند کی اور کچھ یاد آنے پر بولا "ہاں وہ۔۔لیزا آئی تھی۔۔تم تب سوئے تھے۔۔ تمھارے لیے بہت کچھ دے کر گئی ہے۔۔کہہ رہی تھی کھاتے پیتے رہا کرو۔۔کمزور ہو گئے ہو "

"وہ چھپکلی تب ہی آتی ہے جب میں سویا ہوتا ہوں۔۔بڑی چالاک ہے "

وہ صرف مسکرایا تھا

یہ عصر کے بعد کا وقت تھا جب لیزا بادشاہی مسجد میں ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھے تھی۔۔اس کا رخ مسجد کی طرف تھا۔۔وہ اس طرح بیٹھی تھی کہ سامنے مسجد کے گنبد اور کھڑے ہوئے مینار نظر آرہے تھے۔۔صحن میں بہت سے لوگ تھے جو آرہے تھے، جارہے تھے۔۔وہاں ہمیشہ سے لوگوں کا ایسا ہی ہجوم ہوتا تھا۔۔وہ ٹیک لگائے ٹانگیں سامنے

کیے، گھٹنے اٹھائے ننگے پاؤں فرش پر رکھے سامنے دروازے کو گھور رہی تھی۔۔ایک نوارد ظاہر ہوا جسے اس نے ہاتھ ہلا کر اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔۔وہ اس کی طرف بڑھا

"آپ۔۔"وہ اس کے ساتھ ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گیا۔

"ہوں۔۔مجھے پتہ تھا تم یہیں ملو گے۔۔میں تمھارے گھر گئی تھی مگر چچا نے بتایا کہ تم بادشاہی مسجد میں ملو گے۔۔تم غالباً اندرا فطار کا سامان دے کر آئے ہو "

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔بال ازلی بکھرے تھے، آسمانی رنگ کی شلوار قمیض پہنی تھی، وہ آج بھی سادہ دکھتا تھا۔۔

"کل چلے جاؤ گے؟ "

"ف۔۔فجر کے بعد"وہ گردن جھکائے ہاتھ کی انگلی سے فرش پر گول گول ان دیکھے نشان بنا رہا تھا۔۔

"عید مبارک۔۔ایڈوانس میں"وہ اب ٹانگیں اوپر کیے، سینے سے گھٹنے لگائے ان کے گرد بازو حمائل کیے بیٹھی اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"خ۔۔خیر مبارک!"وہ بھی سر جھکا کر مسکرایا تھا۔

اس نے اپنی بائیں جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ہاتھ کے سائز جتنی سیپی نکالی "سمندری شیل"۔۔وہ اصل نہیں تھی،اس نے سفید چکنی مٹی سے بنائی تھی اور پھر اس پر پینٹ کر کے اس نے وارنش کیا تھا۔۔وہ نیچے سے گلابی تھی اور اوپر جاتے جاتے گلابی رنگ ہلکا ہو جاتا اور پھر اوپر سے وہ ہلکے زرد نارنجی رنگ کا تاثر دیتا تھا۔۔وہ بالکل ویسی ہی سیپی تھی جیسی سمندر سے نکلتی ہے جس کے اندر سے موتی نکلتا ہے مگر فرق صرف اتنا تھا کہ اس وقت شیخو کے ہاتھ میں جو تھی وہ ذرا بڑی اور پھولی ہوئی تھی۔۔اس کے کنارے بھی تھوڑے سے کھلے تھے۔۔اس کے اندر کوئی بلب لگا تھا اور نیچے ایک دال کے دانے کے برابر بٹن تھا۔۔

اس نے لیزا کی طرف بڑھائی

"یہ آآ۔۔آپ کے لیے "اس نے لیزے کی ظرف بڑھایا

لیزا ذرا سا مسکرائی اور اسے پکڑا "یہ کتنا پیارا ہے "اس نے اسے گردن موڑ کر دیکھا اور دائیں طرف ذرا سا نیچے کر کے جو بٹن بنا تھا اسے دبایا۔۔روشنی جل اٹھی۔۔پیلی روشنی،جو کہ پینٹ ہوئے گلابی رنگ کو اور اوپر نارنجی رنگ کو اب واضح کر رہی تھی۔۔روشنی پھیل رہی تھی۔۔

"یہ۔۔میرے لیے ہے "وہ پرجوش تھی،خوش تھی۔اس نے سر ہلایا۔

"تھینک یو" وہ ہنس دی۔

"یہ بہت خوبصورت ہے۔۔مجھے آج تک کسی نے ایسا تحفہ نہیں دیا۔۔یہ میرے لیے بہت خاص ہے" وہ خوشی سے مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

شیخو اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔

"یہ تم نے خود بنایا ہے نا "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"او مائی گاڈ۔۔یہ بہت پیارا ہے" وہ بچوں جیسی خوشی تھی۔۔

پھر لیزا نے ایک گہری سانس خارج کی۔۔

"مم۔۔مجھے لگا آپ نن۔۔۔نہیں لیں گی "

"نہیں تو۔۔میں کیوں نہیں لوں گی"

"یہ۔۔آآ۔۔آپ کے لائق نہیں ہے نا مم۔۔میڈم"

وہ کچھ خفا ہوئی "یہ انمول ہے۔۔یہ ساری دنیا سے زیادہ اچھا ہے "

شیخو مسکرا دیا۔۔اس نے لیزا کو پہلے کبھی اتنا خوش نہیں دیکھا تھا۔

شام گزر رہی تھی،افطار کا وقت قریب تھا۔۔اسے اب جانا تھا۔۔باہر جاتے ہوئے دونوں باتیں کر رہے تھے۔۔وہ آج سے پہلے پتہ نہیں کب اتنا خوش تھی؟

شیخو ایک رات پہلے ہی آ گیا تھا۔۔عید کا دن تھا مگر عام دن لگ رہا تھا بلکہ عام دن سے زیادہ نیند آ رہی تھی۔۔حوا نہا دھو کر اچھے کپڑے پہن کر عید کی نماز پڑھ کر آئی اور پھر عید ملنے کے بعد سویاں کھائیں اور سو گئی۔۔کون کون عید ملنے آیا اسے کوئی خبر نہیں تھی۔۔البتہ دوپہر آسیہ بیگم اوپر اس کے کمرے میں آئیں۔۔

"حوا۔۔اٹھ جا" وہ اس کے بستر کے کنارے پر بیٹھی تھیں۔۔اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولیں۔

"اور کتنا سونا ہے؟اٹھ جا نیچے مہمان آئے ہیں کپڑے بدل کر آ جا" وہ ذرا سا ہلی

"امی۔۔مہمان کون سا میرے لیے آئے ہیں۔۔مل لیں آپ" آنکھیں بند ہی تھیں البتہ۔

"میں نے دو جوتے لگانے ہیں۔۔اٹھ جا۔۔تیرے دادا آئے ہیں اور ساتھ میں سکینہ لوگ بھی بیٹھے ہیں۔۔دو منٹ میں نیچے آ نہیں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" وہ ڈانٹ کر نیچے چلی گئیں۔

وہ اٹھ بیٹھی اور شدید خفا تھی۔اسے غصہ آرہا تھا

"کیا ہے۔۔عید پر بھی نہیں سو سکتی"اور غصے سے بستر سے پاؤں نیچے اتارے۔۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ عید ملنے کے لیے تیار نیچے اتری۔۔سرخ رنگ، بالکل ویسا سرخ جیسا انار کا رنگ ہوتا ہے،اس کی شلوار قمیض سرخ رنگ کی تھی اور اسی رنگ کا دوپٹہ تھا جو اس نے گلے میں لے رکھا تھا۔۔ہاتھوں میں چوڑیاں تھیں اور چھوٹی چھوٹی بالیاں پہنی ہوئی تھیں۔۔لمبے بالوں کی چٹیا بنائی ہوئی تھی۔۔ہلکی ہلکی گلابی لپ سٹک وہ سب برآمدے میں بیٹھے تھے۔۔نیچے آتے ہی سکینہ سے گلے ملی"عید مبارک"اور پھر سمیرا سے بھی ملی۔۔دادا سے سر پر پیار لیا۔۔ابراہیم نہیں تھا۔۔خالدہ پاس ہی بیٹھی تھیں

"اٹھ گئی۔۔ارے بھئی صبح سے سوئی تھی۔۔اب تو اسے ذمہ دار ہونا چاہیئے۔۔اگلا گھر بھی تو سنبھالنا ہے نا"مسکراتے ہوئے طنز کر رہی تھیں۔حوا اٹھی اور سکینہ کے ساتھ اوپر چلی گئی۔۔شاید کچھ دکھانے کے لیے کے گئی تھی۔۔

البتہ کوئی کچھ نہ بولا

دفعتاً باہر کا دروازہ کھلا اور ابراہیم آیا۔۔آف وائٹ کلر کا کرتا قمیض پہنے سادہ مگر جاذب لگ رہا تھا۔۔آتے ہی سب سے ملا اور پھر بیٹھ گیا۔۔

وہ سب باتوں میں مصروف تھے جب سیڑھیوں کے پاس کسی کے بولنے کی آواز آئی تھی۔۔پہلے سکینہ نیچے آئی اور پھر وہ۔۔

اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تھا، شادی کا دن یاد آیا جب وہ اسی طرح ہرے رنگ کا جوڑا پہنے نیچے آرہی تھی اسی طرح مسکرا رہی تھی۔۔ایک پل کے لیے اس نے سیڑھیاں اترتے سامنے لڑکے کو دیکھا وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔وہ رک گئی۔۔اس کے گال گلابی پڑے۔۔ مسکراہٹ سمٹی اور وہ دوبارہ نیچے کی طرف بڑھی۔۔وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔وہ سامنے آکر بیٹھ گئی تو وہ غیر آرام دہ ہونے لگا۔۔اس کی نظر اس کے پاؤں پر تھی، اس کے بھورے جوتے پر اور وہ مسلسل پاؤں ہلائے جا رہی تھی۔۔اسے کوئی چیز اتنا غیر آرام دہ نہیں کرتی تھی جتنا کہ بیٹھے ہوئے ٹانگیں یا پاؤں ہلاتے رہنا۔۔بی جان شربت کے آئیں

اس نے آنکھیں بند کر کے ایک سانس خارج کی اور پھر گردن اٹھا کر مسکرایا۔۔چند لمحے بیٹھا رہا اور پھر کھڑا ہوا

"کہاں جا رہے ہو۔۔کھانا کھا کر جانا" آسیہ اسے روک رہی تھیں۔

"نہیں چچی۔۔ایسی بات نہیں ہے۔۔پھر کبھی"

"پھر کبھی کیا۔۔بیٹھو چپ کر کے" وہ خفا ہوئیں اور اسے بیٹھنا ہی پڑا۔اب وہ مسلسل پیچھے درخت کے موٹے تنے کو گھور رہا تھا جس پر چیونٹیاں قطار بنا کر چل رہی تھیں۔۔درخت اس کے دائیں جانب آسیہ بیگم کے پیچھے تھا۔۔

"ابراہیم کب تک ہو یہاں؟" آسیہ بیگم نے اسے اپنی طرف متوجہ کیا تھا

"بس یہی دو دن بعد چلا جاؤں گا" (خاندان والوں کا پسندیدہ سوال "کب تک ہو؟ کب آئے ہو؟ کب جاؤ گے؟")

"اور کتنے مہینے رہنا ہے اکیڈمی میں؟" پوچھنے والی خالدہ بھابھی تھیں۔

"تائی امی بس۔۔دو ہفتے ہیں۔۔پھر پاس آؤٹ ہو کر اپنے یونٹ چلا جاؤں گا "

"اچھا اچھا۔۔مطلب تھوڑی ہی دیر ہے۔۔لو بھئی آسیہ ایک سال کے اندر اندر تمھاری حوا پرائی ہونے والی ہے۔۔ابھی سے تیاری شروع کر دو "

عبدالرحمن کی اس بے تکی بات ہر انھیں گھورا۔۔وہ نظریں جھکا کر بیٹھ گئیں۔

حوا وہاں سے اٹھ کر چلی گئی۔۔ابراہیم نے اسے دیکھا،اس کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔۔

وہ بھی اداس سا ہو گیا(کیا وہ خوش نہیں ہے اس نکاح سے؟)

ابراہیم نے سکینہ کو آنکھوں سے اشارہ کیا وہ بھی اس کے پیچھے اوپر چلی گئی۔۔

شیخو رات کو چھت پر تھا اور ابراہیم کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کر رہا تھا۔۔دونوں عبداللہ کی چھت پر چارپائی پر بیٹھے تھے۔۔اس نے ساری باتیں اسے بتائیں۔۔ قیس، کیف، لیزا۔۔کیسے قیس کو گولی لگی اور کیسے لیزا نے اس کی مدد کی۔۔

"تم لیزا کو میڈم کہتے ہو؟ "

وہ دل کھول کر ہنسا"وہ تمھارے جتنی ہے شیخو "

وہ بھی مسکرایا"لل۔۔ لگتی تو مم۔۔میڈم ہی ہیں"

وہ پھر سے ہنسا"اف! میڈم لیزا۔۔ویسے قیس بھی اچھا ہے۔۔ تھوڑا لاپرواہ سا لگتا ہے مگر دل کا اچھا ہے۔۔اس کی مزے کی بات پتہ ہے کیا ہے؟ "

شیخو نے بھنویں بھینچ گئیں

"وہ۔۔پیارا ہے "

وہ پھر سے ہنس دیا

"نہیں یار۔۔اسے انسانوں کی پہچان ہے۔۔اچھے لوگوں کے ساتھ وہ بہت اچھا ہے اور جس میں اسے ذرا سا بھی کچھ کھٹکے وہ فوراً چھوڑ دیتا ہے"(لاہور میں ایک دن قیس نے اپنا یہ فلسفہ جھاڑا تھا..ابراہیم نے جب تھوڑا وقت گزارا تو اندازہ ہو گیا وہ اپنے فلسفے پر پورا اترتا ہے)

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں" شیخو نے سمجھتے ہوئے سر ہلایا۔

"تمھیں تو میں پہلے ہی کہتا تھا کہ تم ایک آرٹسٹ ہو۔۔ تم ہی نہیں مانتے تھے "

وہ پھر سے مسکرایا "وہ سس۔۔ سب بہت اچھے ہیں "

ابراہیم اسے بس دیکھ رہا تھا "دیکھنا تم ترقی کرو گے۔۔ تمھاری صحبت اچھی ہے۔۔ تم ان لوگوں کے ساتھ رہتے ہو جنھوں نے اپنا آپ خود بنایا ہے اور خود بنا رہے ہیں۔۔ انھوں نے اپنے راستے خود تلاش کیے ہیں۔۔ تم بھی کرو گے "

"تت۔۔ تم کیسے جج۔۔ جانتے ہو انھیں؟" شیخو کچھ یاد آنے پر بولا تھا

"لیزا کے ابو میرے استاد تھے (کچھ چبھا تھا اندر، وہ اب نہیں تھے) اور قیس سے میں ایسے ہی ملا تھا۔ سمجھو اللہ نے اسے آسمان سے میرے لیے پھینکا تھا۔ کیف سے میری اتنی بات نہیں ہوئی ایک بار ہی ملا تھا "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

باقی ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے اور رات گزرتی رہی۔۔

پھر حوا چھت پر آئی۔۔ پیچھے سے اس کی آہٹ سن کر اس نے ہاتھ اٹھا دیے اور ابراہیم چھلانگ لگا کر اپنی چھت پر چلا گیا۔۔

ایک نظر اس نے حوا کو دیکھا جو شیخو کی طرف متوجہ تھی۔

وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ اس نکاح سے خوش ہے یا نہیں۔۔ مگر وہ نہیں پوچھ سکا اور اسی طرح عید گزر گئی اور وہ واپس چلا گیا۔۔ زندگی پھر معمول پر آ گئی۔۔

رات ہوئی اور وہ پھر بالکنی پر کھڑی تھی۔۔ خاموش سامنے سڑک کو دیکھتی ہوئی جسے سٹریٹ لائٹس سے روشن کیا گیا تھا۔۔ لمبے کھمبوں پر لگی روشنی جو کہ گول گول نیچے پڑ رہی تھی اور ارد گرد پھیلی ہوئی تھی۔۔ آج کا دن قدرے بہتر تھا مگر ابھی اسے نیند نہیں آ رہی تھی۔۔ وہ خود سے مخاطب تھی۔۔ خود سے باتیں کرنے لگی تھی

"ڈیڈی کی کتاب کا جو بھی صفحہ کھولتی ہوں مجھے لگتا ہے کہ میں اسی راستے پر ہوں جہاں کبھی ڈیڈی بھی تھے۔۔ وہ گزر گئے اور میں کھڑی رہ گئی ہوں۔۔ ہاں لیزا! آج سب بول لو۔۔ ہاں یہ سچ ہے کہ میں ڈر رہی ہوں، اگر میں نے ڈیڈی کے راستے پر چلی تو میں وہاں تک پہنچ جاؤں گی جہاں تک وہ پہنچے تھے۔۔ میں اگر ان کے قدم پر اپنا قدم رکھوں تو راستے کھلتے جائیں گے مگر ہر راستہ اس کتاب تک جا کر رکتا ہے۔۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ میں خود سے بھاگ رہی ہوں۔۔ میں ڈر رہی ہوں کہ کہیں وہ مجھے بھی نہ بدل دے وہ ایک کتاب ہی تو

ہے۔۔صرف ایک کتاب۔۔مگر وہ بدل گئے تھے۔۔میں ڈرتی ہوں اسی بدلنے سے کیونکہ جب ڈیڈی بدلے تھے تو ان کے ہاتھ رہا کچھ نہیں تھا۔۔"اس کی گرفت ریلی ہر مضبوط ہوئی "میں خالی ہاتھ ہونے سے۔۔میں چھن جانے سے، کھو دینے سے ڈرتی ہوں۔۔میں ڈرتی ہوں کہ میں اکیلی رہ جاؤں گی۔۔مگر میرے اندر یہ جو شور ہے یہ بھی تو جینے نہیں دے رہا۔۔کیا کروں میں؟"اس نے ایک گہری سانس لی اور آسمان کو گھورنے لگی۔۔ہونٹ گول کر کے سانس خارج کی۔۔اس کے قدم کمرے میں پڑی کتاب کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔اس نے ایک دو صفحے پلٹاتے ایک بڑی سی ہیڈنگ پڑھی تھی "دستبرداری"آج وہ یہ والا عنوان پڑھے گی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ اس کا باپ بھی کبھی اس حالت سے گزرا تھا جس سے آج وہ دوچار تھی۔۔کتاب کھولی اور زمین پر بیٹھ گئی۔۔کتاب زمین پر کھول کر رکھی اور چوکڑی مار کر اس پر جھک گئی۔۔

صفحہ نمبر 61

"دستبرادری"

ہم کیسے آزاد ہوا کرتے تھے

پھر ہمیں ہماری خواہشات نے قید کر دیا

رشتوں نے جکڑ لیا، محبت نے روند دیا

ہم اتنے بے توقیر نہیں تھے جتنے ہو گئے

ہم دل کے ہاتھوں مجبور تھے اور بے بس بھی

ہم ڈرنے لگے خوف ہم پر طاری ہو گیا

ہم ڈرتے تھے کہ ہم وہ کھو نہ دیں

جو کبھی حاصل ہی نہیں کیا، کبھی پایا ہی نہیں

ہم اسے کھونے سے ڈرتے تھے جو ہمارا تھا ہی نہیں

یہی خوف ہمیں دباتا گیا اتنا زیادہ

کہ ہم زمین میں دھنس گئے، چھوٹے ہو گئے

پھر ایک دن ہمیں ہوش آیا اور ہم نے دیکھا کہ

ہماری روحیں میلی ہو گئی ہیں، ہم سے ناراض

پھر ہم بے قرار پھرنے لگے، بے چین اور اداس

پھر ایک دن قید بری لگنے لگی، آزادی یاد آنے لگی

ہر وہ چیز جس نے ہمیں بے آرام کیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہم نے اسے ترک کر دیا، ہم نے اسے چھوڑ دیا

ہم آہستہ آہستہ اس خوف کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالنے لگے

ڈر سے لڑنے لگے اور آزاد ہونے لگے

پھر ہم نے سیکھا کہ آزادی حاصل ہوتی ہے

اپنی پسندیدہ شے کو چھوڑ دینے سے

آزادی نام ہے دستبرادری کا، جانے دینے کا

جس پر تمھارا دل للچائے اسے جانے دو

روح کو آزادی دو اور آرام سے رہو

تم دستبردار ہو جاؤ محبت سے، دنیا سے

میں نے اپنے ارد گرد بہت سی چیزوں کا ڈھیر لگا رکھا تھا۔۔پیسے، رشتے، دوست، خواہشات اور پتہ نہیں کیا کیا۔۔ پھر ایک دن میں نے محسوس کیا کہ جتنی زیادہ چیزیں جمع ہو رہی ہیں اتنا زیادہ بوجھ بڑھ رہا ہے مثلاً میں نے کبوتر پالنا شروع کر دیے تھے لیکن اس سے ہوا یہ کہ مجھے اب انھیں وقت دینا پڑتا تھا، انھیں دانہ ڈالنا، پانی کا خیال رکھنا وغیرہ۔۔ میں تھکا ہارا آتا تو کبھی ان کا خیال آتا کبھی نہیں آتا۔۔ پھر صبح میں کالج جانے سے پہلے ان کا خیال خود

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سے پہلے آتا۔۔میری یہ خواہش بوجھ بن گئی تھی۔۔بعض خواہشات پوری ہو جائیں تو ہمیں غلام بنالیتی ہیں یا پھر خود بوجھ بن جاتی ہیں۔۔ایک دن میں نے بڑا سوچ سمجھ کر انھیں آزاد کر دیا اور اس دن کے بعد سے مجھے ان کی فکر نہیں ہوئی۔۔میں ایک طرف سے آزاد ہو گیا۔۔ اسی طرح بہت سی فضول چیزیں تھیں جن سے میں دستبردار ہوا تو آزاد ہو گیا۔۔سکون میں آگیا لیکن پھر مجھے احساس ہوا کہ اگر میں اسی طرح چیزوں سے دستبرداری دیتا رہا تو میں ایک دن اکیلا پڑ جاؤں گا۔۔دوست، رشتے دار نہیں ہوں گے تو میں اکیلا پڑ جاؤں گا"

ہوا چل رہی تھی۔۔اس کے بال لہرا کر گال پر آئے تو اس نے کتاب پر دیکھتے ہی انھیں کان کے پیچھے اڑسا جیسے وہ کتاب میں محو تھی۔۔

"اکیلے رہ جانے کا خوف زیادہ خطرناک ہوتا ہے اکیلے رہ جانے سے۔۔میں اس خوف کے زیر اثر رہا اور میں نے پھر سے اور بکھیڑے پال لیے۔۔میری روح جو آزاد ہونا شروع ہوئی تھی پھر سے پھنس گئی۔۔پھر میں نے سیکھا کہ نہیں! میں ہر چیز پر دستبرداری نہیں دے رہا بلکہ میں ہر اس چیز پر دستبرداری دے رہا تھا جو کہ ایسے ہی میرے ساتھ بندھی تھی اور بوجھ بن رہی تھی۔۔مثلاً میں بیوی اور بیٹی سے دستبردار نہیں ہو سکتا ہاں لیکن میں مہنگے کپڑے اور جوتے لینے سے دستبردار ہو سکتا ہوں کیونکہ مسئلہ بیوی یا بیٹی نہیں۔۔مسئلہ اوقات سے بڑھ

کر خواہش ہے۔۔اچھے لوگوں سے دستبردار نہیں ہوتے۔۔میں نئے رشتے بناتا تھا مگر جو مجھے تنگ کریں انھیں چھوڑ دیتا تھا۔۔کیونکہ مجھے میری آزادی عزیز تھی۔۔میں نے سیکھا کہ اکیلے رہنا آرٹ ہے، بوجھ نہیں۔۔اکیلے رہنے سے ہم خود کو وقت دیتے ہیں خود سے بات کرتے ہیں خود سے پوچھتے ہیں کہ ہاں بھئی کیا چاہیئے، کہاں کمی ہے؟ دوسری چیز یہ تھی کہ جو لوگ ہم سے واقعی محبت کرتے ہیں وہ ہمیں نہیں چھوڑتے کچھ بھی ہو جائے۔۔ہمیں صرف خود کی آنکھوں سے خود کو دیکھنا ہوتا ہے۔۔دستبردار ہونا ہوتا ہے ان چیزوں سے جو ہمیں خوف دلاتی ہیں، ڈراتی ہیں اور ڈر سے دستبردار کیسے ہوا جاتا ہے۔۔اس میں ڈبکی لگا کر، اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر۔۔ڈر ایک بار سامنے جائے اور ہم اس میں سے گزر جائیں تو ہم بہادر ہو جاتے ہیں۔۔اگر ہم بھاگتے ہی رہیں گے تو ڈر ہمارے پیچھے پڑا رہے گا۔۔ہمیں بڑا نہیں ہونے دے گا اور ہمیں اندر ہی اندر غیر محفوظ کر دے گا جو ہماری شخصیت کو کچل دیتا ہے "

بس! اس نے کتاب زور سے بند کر دی اور گھٹنے سینے سے لگا کر چہرہ جھکا لیا۔۔اس کا دل دھڑک رہا تھا۔۔ہاتھ ٹھنڈے تھے۔۔

"نہیں! میں ڈیڈی جتنی بہادر نہیں ہوں۔۔میں۔۔میں کبھی بھی ان کے جیسی نہیں بن سکتی۔۔میں ڈرتی ہوں ان کو کھونے سے جو میرے پاس ہیں۔۔میرے پاس ہے ہی کیا؟ چند ایک دوست جن کے ساتھ میں خوش رہتی ہوں۔۔میں نے سب کچھ تو کھویا ہے اور شاید اتنا کچھ کھو دیا ہے کہ اب کچھ پا بھی لوں تو لگتا ہے کہ کھو دوں گی۔۔مجھ سے نہیں ہو گا۔۔میں ڈیڈی جیسی نہیں ہوں"

اس نے اپنا گیلا چہرہ اٹھایا اور سختی سے آنکھیں رگڑیں، اٹھی اور اندر چلی گئی۔۔اسے سو جانا چاہیئے۔۔ہاں سونا فرار ہے۔۔سو جانا چاہیئے اور کتاب ساتھ پھینک کر تکیے میں منہ دے کر آنکھیں میچ لیں۔۔کیا واقعی نیند فرار ہے؟

اس وقت باکسنگ ارینا میں کافی شور تھا۔۔لڑکے پر جوش سے باکسنگ رنگ میں ہوتے مقابلے کو دیکھ رہے تھے۔۔ایک لڑکے نے نیلے رنگ کے باکسنگ (گلوز) دستانے پہنے تھے اور دوسرے نے سرخ رنگ کے۔۔اوپر ڈھیلی ڈھالی سی بنیان اور نیچے شارٹس پہنے تھے۔۔ سب ہی جینٹل مین کیڈٹس پی ایم اے کے تھے مگر ان کے آپس میں مقابلے کروائے جا رہے تھے۔۔یعنی دو ٹیمز تھیں ریڈ (لال) اور بلیو (نیلی)۔۔اتنا کوئی سنجیدہ مقابلہ نہیں تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لیکن چونکہ انھیں میدان جنگ کے لیے تیار کیا جارہا تھا سو ہر قسم کا جسمانی مقابلہ کرنے کی پریکٹس ہونی چاہیئے۔۔درمیان میں باکسنگ رنگ تھی اور ارد گرد کچھ تماش بین بیٹھے تھے اور کچھ کھڑے تھے۔۔شور مچاتے اپنے ساتھیوں کا حوصلہ بڑھا رہے تھے۔۔دو تین آرمی آفیسرز بھی وہیں بیٹھے تھے جو وقتاً فوقتاً کاپی پر کچھ نوٹ کر رہے تھے۔۔مقابلہ دیکھنے والوں میں ابراہیم اور حدید بھی تھے، پاس بیٹھے مقابلہ دیکھتے ہوئے۔۔اعزاز دوسری ٹیم میں تھا۔۔چند سیکنڈز کا مقابلہ ہوتا تھا اور پھر اگلے فریق۔۔

"تم دعا کرو میرا منہ نہ ٹوٹے بس" اس نے تھوک نگلا اور پریشانی سے ابراہیم کو دیکھ کر بولا

وہ ہنس دیا" تمھارے منہ میں ایسا ہے کیا جو ٹوٹے گا اور کسی کا دل ٹوٹ جائے گا "

اس نے اسے گھورا اور پھر دکھی منہ بنایا" میری بیوی کو بس میرا منہ ہی تو اچھا لگتا ہے۔۔ٹوٹ گیا تو میرا گھر ٹوٹ جائے گا"

اس کی بات سن کر اس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا" قسم سے! بہت بڑے ڈرامے باز ہو تم۔۔پچھلی بار بھی تو تمھارا منہ ٹوٹا تھا۔۔گھر بچ گیا؟ "

اس نے منہ بسورا" وہ تو۔۔بس ایسے ہی۔۔اس نے غور نہیں کیا ہو گا ورنہ گھر تو میرا تب بھی خطرے میں ہی تھا "

"کچھ نہیں ہوتا" اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا" تم تو میری روٹھی ہوئی محبوبہ ہو۔۔تمھیں کچھ نہیں ہوتا۔۔بڑے ڈھیٹ ہو تم" اور وہ سامنے دیکھنے لگا۔

"اللہ کرے تمھارا بھی منہ ٹوٹے" اور کہہ کر وہ اٹھا اور چل دیا۔

ابراہیم منہ میں بڑبڑاتا رہ گیا۔۔

ادھر گھنٹی بجی اور ادھر مقابلہ شروع ہوا۔۔وہ اپنے منہ کے سامنے باکسنگ گلوز (دستانے) کیے کھڑا تھا۔۔

کچھ دیر کے بعد وہ دونوں باکسنگ ارینا سے نکلے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیے۔۔

حدید کا دایاں گال ہلکا سا نیلا ہوا تھا اور ابراہیم کا ہونٹ دائیں طرف سے ذرا سا پھٹا تھا۔۔

"اللہ نے گھر بچا لیا" وہ ہنستے ہوئے کہہ رہا تھا اور ابراہیم اس کی طرف دیکھ کر پھر مسکرا دیا۔۔

اب پی ایم اے کی سڑک پر چلتے ہوئے وہ ہاسٹل جا رہے تھے۔۔

روشن صبح کی کرنیں شیشے کے دروازے پار کرتیں اندر داخل ہوئی تھیں۔۔اندر بہت سا سامان بکھرا تھا۔۔فرنیچر جو تھوڑا بہت رہتا تھا وہ لایا جا رہا تھا۔۔کہیں کہیں مزید بتیاں لگائی جا رہی تھیں اور کہیں کچن اور بیک ڈور کا انتظام دیکھا جا رہا تھا۔۔اسی سب میں ایک لڑکا اوپری منزل پر موجود تھا۔۔بڑے سے سٹول پر کھڑا، ہاتھ میں پینٹ برش پکڑے کچھ پینٹ کر رہا تھا۔۔کپڑوں اور ہاتھوں پر بھی پینٹ لگا ہوا تھا۔۔وہ ارد گرد سے بے پرواہ تھا اپنے کام میں مگن، ہلکی سرمئی سی دیوار پر ایک کھڑکی تھی جسے وہ پینٹ کر رہا تھا۔۔بکھرے بال، سادہ آنکھیں اور الجھا الجھا حلیہ۔۔سیڑھیوں پر چڑھتا کوئی قہقہے لگاتا اوپر آیا تھا مگر شیخو نے مڑ کر نہیں دیکھا۔۔کئی آ رہے تھے کئی جا رہے تھے، وہ کسی پر توجہ نہیں دیتا تھا۔۔کوئی اس کے پیچھے کھڑا تھا اور اس کا کام دیکھ رہا تھا۔۔

"ہیلو مسٹر پینٹر!" وہ نہیں مڑا، مکمل اپنے کام میں محو تھا۔

اس نے سٹول کو ایک ٹانگ سے پکڑ کر زور سے ہلایا۔۔وہ ہڑبڑا گیا اور کھڑے کھڑے پیچھے مڑا۔۔

"جج۔۔جی؟"

وہ گھبرایا ہوا لگ رہا تھا۔نیچے ایک لڑکا کھڑا تھا۔۔اس سے عمر میں بڑا تھا، پینٹ کوٹ پہنے، بال اچھے سے بنائے وہ کافی پڑھا لکھا لگ رہا تھا۔۔

"نام کیا ہے تمھارا؟" ساتھ ایک اور آدمی کھڑا تھا جس کے کپڑوں پر بھی پینٹ لگا تھا۔ غالباً باہر کی کوئی دیوار پینٹ کر کے آیا تھا۔۔

"شش۔۔شیراز" ہاتھ میں پیلیٹ اور پینٹ برش ویسے ہی پکڑا تھا۔

وہ قہقہہ لگا کر ہنسا "اس کو رکھا ہے ڈیڈ نے میری جگہ" ساتھ کھڑے پینٹر کے ہاتھ سے ہاتھ مارا (تالی بجائی)

"اسے تو صحیح سے بولنا بھی نہیں آتا۔۔ڈیڈ بھی نا" اس کے لہجے میں ایک طنز تھا، ایک مذاق تھا

وہ خاموش رہا بولا کچھ نہیں۔۔

پیچھے سے ایک اور صاحب سیڑھیاں چڑھتے اوپر آئے، وہ بھی پینٹ کوٹ میں ملبوس تھے

"ابرار۔۔نیچے چلو" وہ سختی سے بولے تھے

وہ مسٹر خان کے مینیجر تھے۔۔ابرار نے ایک کینہ توز نظر اوپر کھڑے شیراز پر ڈالی اور پھر کوٹ صحیح کرتا چلا گیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر خاموشی ہو گئی۔۔وہ مڑا اور اپنی پینٹنگ مکمل کرنے کے لیے ہاتھ اوپر اٹھایا مگر کہیں سے قہقہے بلند ہوئے

"اسے تو بولنا نہیں آتا صحیح سے۔۔یہ کہاں پڑھے گا" کسی لڑکے کی آواز تھی۔

اس نے سر جھٹکا اور پیلیٹ میں پڑے گہرے نیلے رنگ میں برش کو ایک دفعہ رنگا۔۔پھر ہاتھ بڑھایا

"اپنا نام تو بول کر دکھاؤ" ایک اور آواز آئی۔پھر قہقہے۔

اس نے ہاتھ پہلو میں گرا لیا اور پھر آنکھیں بند کر کے ناک سے ایک گہری سانس اندر کھینچی اور ہونٹ گول کر کے سانس خارج کی۔

آنکھیں کھولیں،ہاتھ بلند کیا اور پینٹ کرنے لگا۔۔دماغ ابھی بھی وہیں الجھا تھا۔۔دل کا کوئی زخم ہرا ہوا تھا مگر اسے کام کرنا تھا۔۔

دوسری طرف لاہور کی ایک دوسری جگہ ایک خوبصورت سفید بنگلے میں خاموشی تھی۔۔وہی روشنی گھر کی کھڑکیوں دروازوں کو پار کرتی ایک کچن میں داخل ہوئی جہاں چھوٹی گول میز کے گرد ایک خاتون وہیل چیئر پر بیٹھیں،چولہے کے سامنے کھڑی انڈہ بناتی ہوئی ملازمہ سے مخاطب تھیں۔۔تب ہی کچن میں ایک لڑکی آئی،صوفیہ نے گردن موڑی

اور اسے دیکھا۔۔وہ رف سے حلیے میں تھی،ٹراؤزر شرٹ پہنے بالوں کو ہیئر بینڈ میں جکڑے ۔۔ماں بیٹی کی نظر ملی اور اس نے سرد مہری سے انھیں نظر انداز کیا

"بیلا۔۔مجھے کمرے میں میرا ناشتہ دے جانا"اور فوراً سے مڑی۔۔ابھی دو قدم ہی بڑھائے ہوں گے کہ صوفیہ کی آواز اس کے کانوں میں پڑی

"مجھے تم سے بات کرنی ہے "

"مگر مجھے نہیں کرنی"اس نے چہرہ نہیں موڑا۔صوفیہ کی طرف اس کی پشت تھی۔

"لیزا۔۔مجھے۔۔تم سے۔۔بات کرنی۔۔ہے"وہ لفظ توڑ توڑ کر بولی تھیں۔

اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور باہر نکل آئی۔۔لاؤنج میں سینے پر بازو لپیٹے وہ مڑی اور پیچھے وہیل چیئر پر آتی خاتون کو دیکھا جن کے چہرے پر جھریاں پڑ رہی تھیں۔۔بال سفید ہونے لگے تھے۔۔

"کہیے"سرد سپاٹ لہجہ۔

"فلک شیر سے بات ہوئی تمھاری۔۔وہ غصے میں لندن کیوں گیا ہے۔۔تم نے کچھ کہا ہے اسے؟ "

"پہلی بات وہ آپ کا بھتیجا ہے۔۔میرا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے اور دوسری بات یہ سوال آپ اپنے بھتیجے سے کیوں نہیں پوچھ لیتیں کہ آخر ایسی کیا قیامت آگئی تھی کہ اسے راتوں رات بھاگنا پڑا" وہ اونچا نہیں تلخ بول رہی تھی۔

صوفیہ نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا "کیوں۔۔کیا کیا ہے اس نے؟ "

"اس نے میرے دوست کو گولیاں ماری تھیں" اب کی بار آواز ذرا اونچی تھی۔

"کم آن لیزا۔۔وہ جیسا بھی ہے۔۔کسی کو مار نہیں سکتا"

وہ طنزیہ ہنسی "ممی۔۔آپ کا مسئلہ پتہ ہے کیا ہے۔۔آپ کو ہمیشہ اپنا آپ نظر آتا ہے۔۔اپنا بھائی اور اس کا نفسیاتی بیٹا۔۔ڈیڈی اور میں تو کبھی تھے ہی نہیں آپ کی زندگی میں۔۔جو آپ کا دل کیا آپ نے وہی کیا اور اب بھی آپ وہی کر رہی ہیں" تیز تیز بولتے اس کی سانس پھولنے لگی تھی۔۔اس کی آنکھیں گلابی ہونے لگیں

"پتہ ہے کیا۔۔آپ سمجھیں کہ لیزا مر گئی ہے اپنے باپ کے ساتھ۔۔کیونکہ میں تو مر چکی ہوں۔۔ایک زندہ لاش ہوں جو سانس لیتی ہے "

"لیزا۔۔" انھوں نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر اس نے بات کاٹ دی

"ممی۔۔ڈیڈی کے جانے کے بعد ایک دن بھی آپ نے مجھے پیار کیا۔۔ایک دن بھی آپ رات میں میرے پاس آئیں اور پوچھا کہ لیزا آج سارا دن کہاں رہی۔۔لیزا تم بیمار تو نہیں۔۔لیزا رات کو دیر سے سوتی ہو اور صبح جلدی اٹھتی ہو۔۔تم ٹھیک ہو؟"آنسو اس کی آنکھوں سے جاری ہو گئے۔۔وہ آگے بڑھی اور اپنی ماں کے گھٹنوں میں بیٹھ گئی۔

"آپ کو مجھ پر ترس نہیں آتا۔۔ممی میں آپ کی اولاد ہوں نا؟"اس کی آواز ہلکی تھی، دھیمی آواز۔سرخ آنکھیں اور ٹوٹی کرچیاں۔

"ممی۔۔میں ساری ساری رات نہیں سوتی۔۔مجھے لگتا ہے میں نفسیاتی مریضہ ہوں مگر ڈاکٹر کے پاس نہیں جاتی۔۔ممی"اس کی آواز رندھ گئی"میرے اندر کوئی جنگ ہے۔۔آپ مجھ سے پیار کیوں ہیں کرتیں۔۔ایک دن بھی آپ نے مجھے پیار سے نہیں دیکھا۔۔میرا دل کرتا ہے میں ایک چھوٹی بچی اڈاپٹ کر لوں اور اس کا نام لیزا رکھوں اور اس کے ساتھ خوب کھیلوں،اسے کہانیاں سناؤں،اس کے ساتھ جھولا جھولوں،اس کے ساتھ کھانا کھاؤں،اس کے بال بناؤں،ساری رات اسے سوتا دیکھوں اور صبح اس کے ساتھ اٹھوں"آنسو اس کے گال پر پھسل رہے تھے۔وہ قابل رحم حالت میں تھی۔اس کی ماں شاکی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

پھر کھڑی ہوئی اور اپنے آنسو صاف کیے۔۔پھر بیلا کو آواز لگائی

"بیلا۔۔مجھے بیسمنٹ میں چائے دے جانا "

اور وہاں سے چلی گئی۔۔

صوفیہ وہیں خاموش بیٹھی رہیں۔۔ان کے کانوں میں کسی نے آواز لگائی

"تمھاری بیٹی نفسیاتی مریضہ ہو گی "

وقت بہت تیزی سے گزرا تھا۔۔۔

سرمئی آنکھوں والا اب ٹھیک ہونے لگا تھا۔۔چلنا بھی شروع ہو گیا تھا مگر نشان رہ گیا تھا۔۔ہر چیز اپنا نشان چھوڑتی ہے۔۔کچھ نشان وقت گزرنے کے ساتھ مٹ جاتے ہیں اور کچھ مزید گہرے ہو جاتے ہیں۔۔یہ نشان گہرا ہونے والا تھا۔۔وہ سفید شرٹ اور بلیک پینٹ پہنے آئینے کے سامنے کھڑا تھا۔۔اس نے ذرا سی شرٹ اوپر کی اور گولی کا نشان دیکھا۔۔ایک درد سا ابھرا جو اسے پہلی بار گولی لگنے پر محسوس ہوا تھا۔۔کمرے میں کیف آیا تو اس نے جھٹ سے شرٹ نیچے کی اور کنگھی پکڑ کر بال سنوارنے لگا۔۔

"قیس۔۔آج جلدی آجانا۔۔ڈاکٹر کے پاس جانا ہے" وہ الماری سے اپنی کتابیں نکال رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں کیفی!" ساتھ کھونٹی پر ٹنگا سیاہ کوٹ اتارا اور اسے پہننے لگا۔

وہ اپنے میٹرس کے پاس پڑے بیگ پر جھکا اس میں کتابیں ڈال رہا تھا "میں نے پوچھا نہیں ۔۔بتایا ہے "

اس نے گہری سانس لی اور کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے۔۔اس کے پاس کوئی چارہ نہیں تھا سوائے اس کے کہ وہ اپنے بھائی کی بات مان لے۔۔

اب اسے یونیورسٹی جانا تھا، کئی دن بعد۔

وہ کلاس میں پہنچا تو کبھی کوئی کبھی کوئی اس سے حال پوچھنے آجاتا۔۔بے زاری سے اس نے لیکچر لیا اور اب اسے بس بھاگ کر کینٹین جانا تھا۔۔جلدی جلدی اس نے ساری کتابیں بیگ میں ٹھونسیں اور باہر بھاگنے کے کے لیے تیار۔ایک گھنٹے کی بریک کے بعد موک ٹرائل کے لیے عدالت جانا تھا۔۔

"ہیلو! گرے آئیز" وہ شیزہ تھی جو کلاس کے باہر اس کا راستہ روک کر کھڑی تھی

قیس نے بے زاری سے منہ موڑ لیا اور پھر اسے دیکھا

"Not interested"

وہ بائیں طرف سے گزرنے لگا تھا مگر وہ آگے آگئی۔۔

"میں نے پوچھا نہیں" وہ مسکرا کر بولی تھی۔

"سنا ہے کسی لڑکی کے چکر میں گولی لگی ہے۔۔کیا یہ سچ ہے؟ "

"ہاں۔۔ تمھیں مسئلہ ہے۔۔ہٹو پیچھے" مگر وہ ہٹنے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

"کون ہے وہ؟" وہ دانت پیستے ہوئے بولی تھی۔

"یار! کیا مصیبت ہے۔۔ تمھیں ایک بار سمجھ نہیں آتا۔۔میں تم میں کوئی دلچسپی نہیں رکھتا۔۔عورت کو چاہیئے کہ وہ اپنی اس عزت کو سب سے اوپر رکھے جو اسے اللہ نے دی ہے۔۔تم کیوں اسے روندرہی ہو۔۔ تمھاری ماں نے تمھیں کچھ نہیں سکھایا؟" وہ اب تلخ ہوا تھا(بیماری کا اثر)

"کیا ہو گیا ہے تمھیں۔۔ تم مجھ سے ایسے بات نہیں کر سکتے" وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

"سوری۔۔ مگر میرے دماغ میں گولی نہیں لگی جو میں تمھیں جانتا نہ ہوں "

وہ تپ گئی تھی۔۔چہرہ لال بھبھوکا ہونے لگا تھا۔

قیس اس کی ایک طرف سے ہو کر چلا گیا" پتہ نہیں۔۔ ممی کی طرح کیوں نہیں ہے یہ عورت۔۔ سیلف رسپیکٹ نام کی کوئی چیز نہیں ہے، ہوں" بڑبڑاتے ہوئے اس نے سر جھٹکا تھا۔اس کا رخ کینٹین کی جانب تھا۔۔

عصر کے بعد کا وقت تھا۔ شہر لاہور کی رونق ویسے ہی تھی جیسے بھری دوپہر میں ہوتی ہے۔ لڑکی ہلکی جامنی فراک پہنے جس پر سفید بڑے بڑے نقطے بنے تھے، پرس کندھے پر لٹکائے، کندھے سے ذرا سے نیچے آتے بالوں پر ہیئر بینڈ لگائے اس سرخ سی بلڈنگ کے اندر داخل ہوئی جس کے سب سے اوپر صلیب کا نشان بنا تھا۔۔ اندر اکا دکا لوگ تھے۔۔ عمارت کے اندر کوئی بتی نہیں جلائی گئی تھی۔۔ بڑی بڑی کھڑکیوں سے روشنی اندر آ رہی تھی۔۔ سامنے بڑا سا صلیب کا نشان تھا اور ایک بوڑھا" فادر" بیٹھا تھا جس کی رنگت سفید تھی بالکل اپنی داڑھی جیسی۔۔ لڑکی اندر داخل ہوئی اور فادر سے نہیں ملی اور پیچھے کے تین ڈیسک چھوڑ کر بیٹھ گئی۔۔ ایک دو اور عورتیں تھیں جو کہ اٹھ کر جا رہی تھیں۔۔ ایک لڑکا جو کہ اس سے عمر میں بڑا تھا دائیں طرف کے آگے سے بنے تیسرے ڈیسک پر بیٹھا تھا۔۔ خاموش سا صلیب کو گھورتا ہوا۔۔ لیزا خاموشی سے بیٹھ گئی اور خود کو محسوس کرنے لگی۔۔

اسے کچھ بھی غیر معمولی محسوس نہیں ہوا۔۔سب معمول کے مطابق تھا۔۔اس نے آنکھیں بند کیں۔۔وقت بہت پیچھے چلا گیا اور منظر یک دم بدلے

"ڈیڈی۔۔آپ کیسا محسوس کرتے ہیں؟" باغ میں بیٹھی چھوٹے بالوں والی لڑکی نے اپنے باپ سے پوچھا تھا۔

"جیسے کوئی سمندر تھا، ٹھہرا ہوا اور اس میں کسی نے پتھر پھینکا تھا اور ہر طرف ہلچل مچ گئی۔۔میں بے چین ہونے لگا اور دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔۔ایسے جیسے کوئی چیز ہے میرے اندر اتاری گئی ہے اور میں ہوش میں آیا ہوں۔۔میں اب جاگا ہوں۔۔کچھ سپر نیچرل تھا جو چند لمحے کے لیے میرے ساتھ ہوا تھا اور پھر سب بدل گیا تھا۔۔میں نے ایک فیصلہ کیا تھا" وہ آرام سے مطمئن لہجے میں بولے تھے۔

یہ مسٹر سٹیفورڈ کے بیمار ہونے سے دو دن پہلے کی ملاقات تھی۔۔لیکن لیزا نہیں جانتی تھی کہ وہ فیصلہ کیا تھا؟اب اسے معلوم تھا کہ وہ فیصلہ کیا تھا۔۔

پیچھے سے کسی نے آواز لگائی "لیزا "!

لڑکی نے آنکھیں کھولیں اور گردن موڑی۔۔وہ ہمیشہ کی طرح چھوٹے بھورے بالوں والی روبی تھی۔۔نام اس کا روبینہ تھا مگر "روبی" کہتے تھے۔۔وہ چلتی ہوئی لیزا کے قریب آئی۔

وہ کھڑی ہوئی اور دونوں ایک دوسرے سے گلے ملیں۔

"کیسی ہو؟" وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

"اچھی ہوں "

"کہاں غائب رہتی ہو؟" ایک لمحے کے لیے بھی روبی کے چہرے سے مسکراہٹ غائب نہیں ہوئی۔

"کہیں نہیں۔۔پینٹنگ، یونیورسٹی۔۔بزی ہوتی ہوں "

"اوہ اچھا۔۔تمھیں بچپن سے ہی پینٹنگ کا شوق تھا" لیزا نے بس ہاں میں سر ہلایا۔

"تم یہاں کیوں نہیں آتی اب؟" اس نے لیزا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے

"تم یہاں کیوں آتی ہو؟ "

"میں۔۔میں تو یسوع مسیح کو یاد کرنے آتی ہوں۔۔مجھے یہاں آکر اچھا لگتا ہے۔۔ایک سکون ملتا ہے "

"جو مجھے چاہیئے وہ مجھے یہاں نہیں ملتا سو میں یہاں نہیں آتی" اس نے سادگی سے کہا اور کندھے اچکائے۔

روبی نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا اور کچھ سوچنے لگی۔۔

"تم بدل گئی ہو "

لیزا نے اپنے ہاتھ کھینچ لیے "ہاں، سب بدلتے ہیں "

روبی خاموش ہو گئی۔

لیزا کھڑی ہوئی۔۔وہ بھی ساتھ ہی کھڑی ہوئی "میں تم سے ملنے آؤں گی۔۔اپنا خیال رکھنا" اور اس سے گلے ملی۔۔

پھر وہ چلی گئی اور روبی اسے جاتا دیکھتی رہی۔۔سامنے بیٹھے لڑکے نے گردن موڑ کر دیکھا تھا۔۔روبی نے اس لڑکے کو دیکھا۔۔دونوں کی نظریں ملیں، کچھ تھا ان نظروں میں۔۔

ہر طرف سیاہی نے پر پھیلائے تھے۔۔روشنی کہیں چھپ گئی تھی اور اس مکان میں خاموشی کا بسیرا تھا۔۔ہوا چل رہی تھی۔۔موسم بدل رہا تھا۔۔گرمی کا دور جانے والا تھا اور جاڑے کا موسم آنے والا تھا۔۔لڑکا چارپائی پر لیٹے آسمان کو گھور رہا تھا۔۔چند ستارے تھے اور باریک سا چاند۔۔دونوں بازو موڑے ہاتھوں کا تکیہ بنائے وہ کہیں گم تھا۔۔

منظر بدلا لوگ بدلے وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔

ایک چھوٹا پانچ سال کا لڑکا تھا، ہلکی بھوری آنکھیں اور چھوٹے گھنگریالے بال۔۔ چہرے پر معصومیت اور انداز میں سادگی۔۔ وہ گراؤنڈ کے ایک کونے میں خاموشی سے کھڑا تھا، دوپہر کا وقت تھا اور بلا کی دھوپ تھی۔۔ ساتھ ایک درخت تھا اور وہ اپنے سامنے بچوں کو کھیلتے دیکھ رہا تھا۔۔ اس کی بھنویں بھینچیں ہوئی تھیں مگر وہ خاموش تھا۔۔ گھنٹی بجی اور بریک ختم ہو گئی۔۔ اب سب بچے کلاس کی طرف دوڑ رہے تھے۔۔ وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا کلاس میں گیا اور ایک نکڑ میں بیٹھ گیا۔۔ سامنے کاپی کھولی اور پہلے صفحے پر تین غبارے بنائے اور ان میں پنسل کا سرمئی رنگ بھرنے لگا۔۔ کلاس میں ٹیچر آئی اور سب نے ادب سے کھڑے ہو کر سلام کیا۔۔ انھوں نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔

سب بیٹھ گئے تو اردو کی کتاب نکالی۔۔ اس کے ساتھ کوئی نہیں بیٹھا تھا۔۔ وہ اسی طرح روز سب سے آخر میں بیٹھتا تھا۔۔

اُستانی صاحبہ نے پڑھانا شروع کیا۔۔ وہ کہیں کھویا ہوا تھا۔۔ شاید ان غباروں کے خیال میں تھا جو اسے کل اس کے باپ نے لے کر دیے تھے اور اسد نے پھاڑ دیے۔۔

دفعتاً استانی صاحبہ نے اس کی طرف اشارہ کیا اور وہ گھبرایا ہوا کھڑا ہوا۔۔وہ اسے نظم پڑھنے کو کہہ رہی تھیں۔۔اس نے غائب دماغی سے سامنے پڑی کتاب پکڑی اور اپنے سامنے کی۔۔اوپر بہت سی تصاویر بنی تھیں۔۔اس نے چھوٹے سے ہاتھ کی انگلی رکھی اور پڑھنے لگا۔۔

"بب۔۔بلبل کا بب۔۔بچہ "

کلاس میں قہقہہ بلند ہوا۔استانی صاحبہ نے ڈانٹا تو کلاس میں خاموشی ہوئی۔وہ اسی طرح بھنویں بھینچ کر انھیں دیکھے گیا البتہ ننھا سا دل ڈوب گیا تھا۔۔اسے بہت تکلیف ہوئی تھی مگر اس نے آنسو گھر کے لیے سنبھال لیے۔۔آگے پڑھنا شروع کیا۔۔

"کک۔۔کھاتا تھا۔۔کک۔۔کھچڑی "چند ایک بچوں نے اپنی ہنسی دبالی مگر وہ سب کو دیکھ سکتا تھا۔۔سب سمجھ سکتا تھا۔۔اس کی آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔۔

چھٹی ہوئی اور وہ گھر چلا گیا۔۔رات کو آسیہ کی گود میں سر رکھ کر وہ بہت رویا تھا۔۔

اللہ اسے بھی ویسے ہی بنا سکتا تھا جیسے سب کو بنایا تھا۔۔اگر اس کے پاس عام لوگوں کے جیسی زبان نہیں تھی تو اس میں اس کا کیا قصور تھا۔۔

موجودہ وقت میں چارپائی پر لیٹے شیخو نے کروٹ بدلی اور بازو کا تکیہ بنالیا۔۔ایک آنسو آنکھ سے نکلا اور کان کی طرف سفر کرتا گیا۔۔

پھر سے منظر بدلا لوگ بدلے اور وہ بہت پیچھے چلا گیا۔۔

اب وہ تیسری جماعت میں تھا۔۔ایک ستون کے ساتھ ٹیک لگائے بیٹھا سامنے لڑکوں کو گیند کے ساتھ کھیلتے دیکھ رہا تھا۔۔وہ یونیفارم میں ملبوس تھا اور تھوڑی تلے ہتھیلی جمائے مگن سا میدان میں لڑکوں کو کھیلتے دیکھ رہا تھا۔۔اسے اپنے قریب ایک آواز سنائی دی اور اس نے بائیں گردن موڑ کر اوپر دیکھا۔۔اسی کی جماعت کے دو لڑکے تھے۔۔نئے آئے تھے۔۔

"ہاں بھئی۔۔نام کیا ہے تمھارا؟"ایک لڑکا سامنے آ کھڑا ہوا اور دوسرا اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔۔

وہ گھبرا گیا اور ان دونوں کو دیکھا۔۔پھر تھوک نگلا

"شش۔۔شیراز"دونوں ہنس دیے۔

ساتھ بیٹھے لڑکے نے اس کی نقل اتاری"شش۔۔شیراز"اور دونوں نے تالی مار کر ایک قہقہہ لگایا۔

شیخو نے نظریں جھکا دیں اور اس کی آنکھیں گلابی پڑنے لگی تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تو بچپن سے ہی ایسا ہے یا کسی نے زبان کاٹی تھی تیری؟ "

ساتھ والے لڑکے نے سوال کیا تھا.

"نہیں یار۔۔ سوہنا ہے۔۔ کوئی زبان کیوں کاٹے گا اس کی۔۔ کوئی اٹھا کر لے گیا ہو گا"

اور وہ دونوں پھر ہنسے تھے۔

شیخو کھڑا ہو گیا اور گہرے سانس لیے۔۔

"ارے بھئی۔۔ برا نہ منا۔۔ ہم تو ایسے ہی کہہ رہے تھے" لڑکے نے ساتھ والے لڑکے کو آنکھ ماری اور ہنس دیے۔

وہ وہاں سے بھاگ گیا اور سکول کی پچھلی طرف جہاں کاٹھ کباڑ تھا وہاں جا کر چھپ گیا۔۔

بار بار آنسو آنکھوں سے نکلتے اور وہ بار بار اپنی ہتھیلی رگڑ کر صاف کرتا۔۔

چارپائی پر لیٹے لڑکے نے ایک گہری سانس لی اور سیدھا لیٹ گیا۔۔ اب دونوں آنکھوں سے آنسو نکلے تھے اور کنپٹی سے ہوتے کانوں تک گئے تھے۔۔

پھر ایک اور منظر آنکھوں کے سامنے دوڑنے لگا۔۔

"دیکھو چچا۔۔یہ لڑکا صحیح سے بولتا نہیں ہے۔۔میں تمھیں زیادہ پیسے دیتا لیکن میرے بھی گاہک آتے ہیں۔۔ان میں عزت ہے میری۔۔پیسے ذرا تھوڑے ملیں گے لیکن میں اسے رکھ لوں گا "

وہ جب پہلی بار لاہور آیا تھا تو چچا اسے ایک چائے کی دکان پر چھوڑ کر آئے تھے۔۔دکان کے مالک نے اسے رکھ لیا مگر کم پیسوں میں۔۔چچا کے پاس خاموش کھڑے شیخو نے سر جھکایا ہوا تھا اور اس آدمی کی باتیں اس کے اندر دل کو زخمی کر رہی تھیں۔۔

اسے وہ چھوٹا سا لڑکا یاد آیا جس نے مسجد میں جھاڑو بھی دیا تھا، ہیڈ ورکس کی دکان پر مالک سے ڈانٹ بھی کھائی تھی، چائے کی دکان کے مالک کا تھپڑ بھی کھایا تھا اور اپنے دادا کے ہاتھوں مار بھی کھائی تھی۔۔

موجودہ حال میں چارپائی پر پڑے لڑکے سے اور برداشت نہیں ہوا اور وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔۔سینے پر زور سے ہاتھ ملا، جیسے سانس گھٹ رہا ہو، پھر منہ کھول کر بہت سی ہوا اندر کھینچی اور سانس لی۔۔تکیہ زور سے مٹھی میں دبا لیا اور دبی دبی سسکیوں سے رونے لگا۔۔

اسے سکول کا ہیڈ ماسٹر یاد آیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دوپہر کا وقت تھا اور ان کی کھڑکی کا کسی نے شیشہ توڑا تھا۔۔لڑکوں نے پاس کھڑے شیخو پر الزام لگایا تھا۔۔ماسٹر صاحب نے سکول کے گراؤنڈ میں کھڑے ہو کر اسے اتنی زور کا تھپڑ مارا تھا کہ وہ نیچے گرا۔۔چھے سالہ بچے سے دوبارہ اٹھا نہیں گیا اور وہ ہچکیوں سے رو رہا تھا۔۔ اس کے ناک سے خون بہہ رہا تھا۔۔ماسٹر صاحب آگے بڑھ رہے تھے اور وہ رینگتے ہوئے پیچھے ہو رہا تھا۔۔انھوں نے اسے گریبان سے پکڑا اور اپنے سامنے کھڑا کیا۔۔وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ جوڑ رہا تھا۔۔ساری جماعت کے بچے وہاں کھڑے تھے مگر کوئی کچھ نہ بولا سب کو ماسٹر صاحب کے غصے کا علم تھا۔۔انھوں نے اس کے بال کھینچے، نا جانے اسے کیا کچھ کہا اور ایک جھٹکے سے چھوڑا، وہ لڑکھڑایا مگر گرا نہیں۔۔وہ پھر آگے بڑھ رہے تھے مگر کوئی آگے آیا تھا اسے بچانے۔۔سیاہ آنکھوں والا غصے سے انھیں دیکھ رہا تھا۔۔اس کے آگے ڈھال بن کر کھڑا تھا۔۔

"میرے بھائی نے آپ کی کھڑکی نہیں توڑی۔۔آپ کو خود بھی پتہ ہے مگر آپ پھر بھی اسے مار رہے ہیں" وہ چلایا تھا۔شیخو اس کے بازو کی شرٹ پکڑے ڈرا سہما رو رہا تھا۔

"وہ کوئی لاوارث جانور نہیں ہے جو آپ اسے پیٹ رہے ہیں۔۔اب آپ نے میرے بھائی کو مارا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا" اور اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے لے گیا۔

ایک طرف بیٹھ کر ابراہیم نے اس کا منہ دھلایا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر بیٹھا رہا۔۔اس کا یونیفارم گندا ہو چکا تھا اور اسے بخار بھی ہو رہا تھا۔۔۔وہ گھر جاتے ہی آسیہ سے لپٹ گیا۔۔ان کے ساتھ بیٹھ کر وہ کافی دیر روتا رہا۔۔

آسیہ اور ابراہیم علاوہ اس نے کبھی کسی کو اپنا ہمدرد نہیں پایا تھا۔۔اگر دنیا گرم آگ تھی تو آسیہ اس کے لیے ٹھنڈی چھاؤں بن گئی تھیں۔۔عبداللہ رات کو جب آتے تو اسے سویا ہوا پاتے تھے۔۔

موجودہ رات میں وہ اسی طرح رو رہا تھا جس طرح اس دن ناک سے خون نکلنے پر رویا تھا۔۔دونوں پاؤں چارپائی پر رکھے،ان کے گرد بازو حمائل کیے وہ سر جھکائے رو رہا تھا۔۔وقت کبھی کبھار ہمیں ہماری عمر سے بڑے دکھ دے جاتا ہے۔۔ہم بڑے ہو جاتے ہیں مگر کبھی بھی ان دکھوں اور زخموں کے درد سے نہیں نکل پاتے!

ساتھ پنجرے میں پڑے کبوتر اسے یاسیت سے دیکھ رہے تھے۔۔

رات کا پہلا پہر گزر رہا تھا۔۔کمرے کی بڑی سی دیوار گیر کھڑکی کھلی تھی،پردے ہٹے تھے۔۔سفید دیواریں اور سفید فرش،ایک طرف ایزل کے اوپر رکھے کینوس کے سامنے لڑکی کھڑی تھی۔ایک ہاتھ میں پیلٹ اور دوسرے میں پتلا سا پینٹ برش پکڑے۔بال

چھوٹی پونی میں مقید تھے اور ملگجا سا حلیہ تھا۔۔ہاتھوں پر بھی سبز رنگ لگ چکا تھا۔۔دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور بیلا اندر آئی۔۔سامنے ٹیبل پر پڑے دو خالی کپ اٹھائے جن میں پڑی ذرا سی چائے کپ کے ساتھ تقریباً جم چکی تھی۔۔بیلا اس کے بائیں طرف آ کھڑی ہوئی۔۔

"میم۔۔کھانا لاؤں آپ کے لیے؟ "

نچلا لب دانتوں تلے دبائے وہ پینٹ برش پر سبز رنگ لگا رہی تھی۔۔

"نہیں۔۔چائے کا ایک کپ لا دو" کینوس پر ہاتھ چلاتے ہوئے بولی

اور وہ پلٹ گئی۔

کچھ دیر بعد بیلا آئی اور چائے کا کپ رکھ کر چلی گئی۔۔اس میں سے بھاپ اڑ رہی تھی۔۔

تھوڑی دیر بعد وہ اس میز کی جانب آئی اور چائے کا کپ اٹھایا اور لبوں سے لگایا۔۔نہ زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈی۔۔

وہ اب سٹول پر ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھی تھی۔۔کچھ سوچ رہی تھی۔۔پھر اٹھی اور خالی کپ میز پر رکھا۔۔

دوبارہ کینوس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔۔دو گھنٹے بعد پینٹنگ تیار تھی۔۔ایک ہرا بھرا اور سرمئی سا جنگل تھا۔۔درخت اور پتے اور ان پتوں کے بیچ و بیچ ایک جگہ خالی تھی، جس کے

گرد جنگلی جھاڑیاں تھیں۔۔درمیان میں ایک آدمی کرسی پر بیٹھا تھا۔۔لمبا کوٹ پہنے، مسکراتے ہوئے،اس کی آنکھیں سرمئی پینٹ کی گئی تھیں اور بال سیاہ۔۔سامنے ایک چھوٹی سی لڑکی تھی جس کے بالوں پر ہیئر بینڈ لگا تھا اور وہ اپنے ننھے ننھے ہاتھ اس آدمی کے ہاتھوں میں دیے گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھی تھی۔۔لڑکی کا چہرہ اداس تھا مگر آدمی مسکرا رہا تھا۔۔جیسے اسے کچھ سمجھا رہا ہو۔۔اوپر آسمان بھی سرمئی سا پینٹ کیا گیا تھا۔۔نہ اندھیرا تھا نہ اجالا۔۔وہ ایک بیٹی تھی اپنے باپ کے ساتھ۔۔

لیزا کچھ دیر کھڑی اسے دیکھتی رہی پھر اسی طرح زمین پر لیٹ گئی۔۔چت لیٹی سفید چھت کو گھور رہی تھی۔۔ہاتھوں پر پینٹ لگا تھا۔۔اس نے کروٹ بدلی اور اپنے آپ میں سمٹتی چلی گئی۔۔ٹانگیں سمٹیں اور گھٹنے پیٹ سے لگا لیے۔۔بازو سمٹ گئے اور آنکھوں میں خوف اور دکھ تھا جو کہ آنسو بن کر بہہ رہا تھا۔۔وہ رو رہی تھی مگر کیا ہر مسئلے کا حل آنسو تھے۔۔اس نے آنکھیں بند کیں۔۔وہ اس فینٹسی میں جانا چاہتی تھی جہاں اس کا باپ تھا۔۔حقیقت سے دور خیالی دنیا میں۔۔

دفعتاً کمرے کی کھڑکی سے روشنی آئی، بے پناہ روشنی۔۔اتنی روشنی کہ زمین پر لیٹی لیزا ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی۔۔اس نے آنکھیں ملیں اور سامنے مسٹر سٹیفورڈ تھے۔۔ مسکراتے ہوئے،اس کی طرف بڑھ رہے تھے۔۔

"ڈیڈی" وہ روتے ہوئے ان کے گلے لگی۔

وہ پیار سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیر رہے تھے "کیا ہوا؟ "

"آپ مجھے چھوڑ کر کیوں گئے تھے۔۔میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتی" وہ اسی طرح ان کے گلے لگے ہوئے ہچکیوں سے رو رہی تھی

"مگر تم رہ رہی ہو" ایک دم سے اس کے آنسو تھمے اور وہ سیدھی ہو گئی۔ان کی آنکھوں میں دیکھا تو ایک اطمینان تھا۔وہ آگے بڑھے اور ایزل پر لگی پینٹنگ کو دیکھنے لگے۔۔

"یہ تم نے بنائی ہے؟" وہ پوچھ رہے تھے۔

لیزا مسکراتے ہوئے آگے بڑھی اور کینوس کو دیکھا۔۔اس کی مسکراہٹ تھمی، وہاں اس کی بنائی پینٹنگ نہیں تھی، وہاں شیخو کی پینٹنگ تھی۔۔ سمندر والی جس میں سمندر پہاڑ کی طرح کھڑا تھا۔۔

"میری؟" اس کی بھنویں بھینچ گئیں۔

اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔وہ مسکرائے۔

"یہ۔۔یہ میں نے نہیں بنائی۔۔یہ شیخو نے بنائی ہے" وہ حیران تھی کہ شیخو کی پینٹنگ اس کے پاس کیسے آئی۔

"تم کتاب نہیں پڑھتی لیزا" وہ ہنوز اس کی طرف دیکھتے ہوئے مسکرا رہے تھے۔

"ڈیڈی۔۔میں پڑھتی ہوں۔۔آپ نے جو لکھی تھی وہ پڑھتی ہوں "

"تم کتاب کیوں نہیں پڑھتی لیزا "

"ڈیڈی۔۔" وہ واپس مڑ گئے۔لیزا ان کے سامنے جا کھڑی ہوئی جیسے جانے نہیں دے گی

"کتاب پڑھا کرو لیزا "

"ڈیڈی۔۔میں پڑھتی ہوں" وہ رو رہی تھی اور وہ جا رہے تھے۔۔

وہ روہانسی ہو گئی اور ان کے پیچھے بھاگی مگر وہ روشنی میں غائب ہو گئے تھے۔۔پتہ نہیں کہاں گئے تھے "ڈیڈی!" وہ چلائی تھی

وہ ایک دم ہڑبڑا کر اٹھی، پسینے سے شرابور گھبرائی ہوئی اور کھڑی ہو گئی۔۔بھاگ کر کھڑکی کے پاس آئی، اس کے باہر جھانکا۔۔وہاں کوئی نہیں تھا۔۔پاس پڑی کرسی کو تھام کر وہ

رونے لگی اور روتے ہوئے اس کی نظر کینوس پر پڑی۔۔وہ جلدی سے کینوس کے پاس آئی مگر وہاں وہی پینٹنگ تھی جو اس نے سونے سے پہلے بنائی تھی۔۔پھر اپنے باپ کا دہرایا جانے والا فقرہ یاد آیا

"میں کتاب پڑھتی ہوں "

اس نے خود کو خود سے کہتے سنا۔۔مگر خواب ٹوٹ چکا تھا۔۔اس کا باپ جا چکا تھا۔۔

وہ جلدی سے باہر آئی اور کمرے کا دروازہ ٹھک سے بند کیا اور بھاگتی ہوئی اوپر جانے لگی۔۔

اس کا رخ اپنے کمرے کی طرف تھا۔۔

یہ اس دن سے ایک ہفتے بعد کی بات ہے جب ابرار شیخو کا مذاق اڑا کر گیا تھا۔۔اوپر والے حصے میں اس نے پینٹنگ مکمل کر لی تھی اور اب وہ نیچے والے حصے میں تھا۔۔رش قدرے کم ہو گیا تھا،اب فرنیچر والے اور پینٹ والے نہیں آتے تھے،بس ذرا سا بجلی کا کام تھا جو ابھی تک ہو رہا تھا۔۔موسم ذرا سا خراب تھا مگر وہ سٹول پر چڑھا دیوار پر پینٹنگ کر رہا تھا۔۔دیوار پر سینڈ کلر کا پینٹ ہوا تھا اور شیخو بھورے رنگ سے اس پر ایک کھلی کتاب بنا رہا تھا۔۔دفعتاً اندر کوئی آیا تھا۔۔قہقہے اور آواز سے پہچان گیا تھا کہ کون اندر آیا ہے مگر وہ کام میں مگن رہا۔۔

دل دھڑک رہا تھا مگر اسے کام کرتے رہنا تھا۔۔ساتھ کھڑے مینیجر سے ابرار نے کچھ کہا اور وہ اوپر چلا گیا۔۔اب وہ سٹول کی جانب بڑھا تھا۔۔

"ہیلو مسٹر پینٹر!"اور کہتے ہی اس نے زور سے سٹول ہلایا۔

وہ اپنا توازن برقرار نہیں رکھ سکا اور زور سے نیچے گرا۔

"آہ!"وہ کراہا تھا۔پیلیٹ اس کے اوپر گری اور سارا پینٹ کپڑوں پر لگ گیا۔برش کہیں دور جا گرا،اس کی کہنی نیچے لگی تھی اور ایک کرنٹ سا تھا جو اس کے دائیں بازو میں دوڑ گیا۔۔کمر اور ریڑھ کی ہڈی میں ایک درد کی لہر گزری تھی۔۔اس کی آنکھیں گلابی ہو گئیں،اس سے اٹھا نہیں جا رہا تھا۔۔اس نے اپنے سر پر کھڑے سرمئی پینٹ کوٹ میں ملبوس لڑکے کو دیکھا جو کہ اسے گھور رہا تھا۔۔اوپر سے مینیجر دوڑتا ہوا آیا تھا

"ابرار"وہ غصے سے چلایا تھا اور ابرار دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔۔

وہ بمشکل کہنی اور بازوؤں کے سہارے اٹھا تھا،کمر میں شدید درد تھا۔۔وہ رونا نہیں چاہتا تھا مگر آنسو گالوں پر پھسل گئے اور اس نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔۔دو قدم چل کر کرسی کے پاس آیا مگر اسے محسوس ہوا تھا کہ اس کے لیے چلنا بھی مشکل ہے۔۔وہ کرسی پر

بیٹھا تو "آہ!" اس کے منہ سے خود بخود کراہ نکلی، وہ جھٹ سے کھڑا ہوا۔۔ کھڑے ہونا بہتر تھا بیٹھ جانے سے۔۔

"تم ٹھیک ہو؟" مینیجر اس کے قریب آیا مگر وہ کچھ نہیں بولا۔

"مم۔۔ میں۔۔ گھر جج۔۔ جا رہا ہوں۔۔ کک۔۔ کل آؤں گا" آواز کانپ رہی تھی، سرخ ہوتی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے

اور وہ اسی طرح کمر پر ہاتھ رکھے چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا باہر چلا گیا۔۔ درد شدید تھا مینیجر نے افسوس سے نفی میں سر ہلایا، سچ میں برا ہوا تھا

یہ ستمبر کی ایک ڈوبتی شام تھی۔۔ سورج ڈوبنے کے قریب تھا اور ہر طرف اب یاسیت سی پھیلی ہوئی تھی۔۔ عبدالرحمن حوا کو پڑھا کے جا چکے تھے اور اب وہ دبے پاؤں نیچے آ رہی تھی۔۔ آسیہ اور بی جان ساتھ چارپائی پر بیٹھ کر باتیں کر رہی تھیں، ساتھ ساتھ آسیہ کوئی جوڑا بھی ٹانک رہی تھیں۔۔ خالدہ بھابھی بھی ایک طرف بیٹھیں ثمر کے سر پر تیل لگا رہی تھیں اور وقتاً فوقتاً ان کی باتوں میں حصہ ڈال رہی تھیں۔۔ اسد تو حوا کے نکاح کے ایک دن بعد ہی چلا گیا البتہ سمیع اللہ ابھی ادھر ہی تھے۔۔ حوا سیدھی باورچی خانے میں گئی اور گردن

ذرا سی لمبی کر کے ادھر اُدھر دیکھا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا۔۔ مگر نہیں۔۔اس نے پاؤں اونچے کر کے اوپر سے ڈبہ اتارنا چاہا جس میں املی تھی۔۔اسے املی کا بڑا شوق تھا اور اس کے اسی شوق کے نتیجے میں بی جان نے ڈبہ بہت اوپر کر کے رکھا تھا۔۔اس نے ایڑیاں اٹھائیں مگر شیلف بہت اونچی تھی۔۔ڈبے تک ابھی بس انگلیاں پہنچ پائی تھیں۔۔انگلیاں لگاتے ہوئے ڈبہ ذرا سا ساتھ سرکا۔۔ساتھ کپ بھی پڑے تھے مگر اس کا دھیان صرف ڈبے پر تھا۔۔دو تین بار اور ڈبے کو انگلیاں لگیں اور ڈبہ ذرا سا اور ساتھ سرکا مگر اس کے ساتھ سرکنے سے ایک کپ اپنی جگہ سے ہلا اور سیدھا اس کے پاؤں پر لگا۔۔پاؤں پر لگتے ہی وہ ٹوٹ گیا اور چھن کی آواز باہر گئی۔۔وہ جو باتوں میں لگی تھیں ایک دم پیچھے منہ کر کے دیکھا تو حوا ٹوٹے کپ کے ساتھ بیٹھی اپنے پاؤں پر جھکی تھی۔۔سرخ رنگ کا مائع بہنے لگا تھا اور ٹوٹے کپ کی انتہائی باریک کرچیاں اس کی جلد میں پیوست تھیں۔۔

"امی۔۔"درد کے مارے بس یہی ایک آواز نکلی تھی۔۔وہ روئے جا رہی تھی۔۔درد بہت زیادہ تھا اور خون دیکھ کر تو اس کا دل کانپنے لگا۔۔

وہ دوڑتے ہوئے اندر آئیں اور اس کے پاؤں پر جھکیں "یہ کیا کر لیا تم نے "اپنے ہاتھ سے اس کی جلد میں سے کرچیاں نکالیں، آنسو بہتے جا رہے تھے۔۔

بی جان بھی آ گئیں "آسیہ پیچھے ہٹ جا۔۔ورنہ اور لگ جائیں گی" وہ فکر مندی سے بولی تھیں۔

سونے پر سہاگا اس نے جوتا بھی نہیں پہنا تھا۔۔آسیہ نے اسے بازو سے پکڑا اور ایک طرف لے گئیں پھر اپنا دوپٹہ اس کے پاؤں پر زور سے رکھا

"امی۔۔" وہ درد سے کراہی تھی۔۔

انھوں نے ایک افسوس بھری نگاہ اس پر ڈالی اور پھر دوبارہ اس کے پاؤں پر جھک گئیں۔۔

اپنا دوپٹہ ایک طرف سے پھاڑا اور اچھے سے اس کے پاؤں پر لپیٹ دیا۔۔خون رک چکا تھا مگر درد ابھی بھی ویسے ہی تھا

انھوں نے دانت پیستے ہوئے اسے دیکھا مگر اس نے اپنی ماں کا ہاتھ زور سے تھام لیا تھا

"میں تیرا کیا کروں حوا" اور اس کا بازو پکڑ کر باہر لے گئیں۔۔

لنگڑاتے ہوئے وہ بمشکل چارپائی تک پہنچی اور ٹانگیں اوپر کر کے بیٹھ گئی۔۔اس نے دائیں جانب دیکھا تو ثمرا اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی اور خالدہ بھابھی نے نفی میں سر ہلا کر ایک سانس خارج کی "اللہ ہی حافظ ہے" اور خود اندر چلی گئیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آسیہ اندر سے روئی اٹھالائیں اور کپڑا کھول کر اچھے سے زخم پر روئی رکھی اور تھوڑا سا اور دوپٹہ پھاڑ کر پاؤں پر اچھے سے لپیٹ دیا۔۔

"کیا کرنے گئی تھی کچن میں؟" اب کہ اس کے آنسو رک چکے تھے مگر آنکھیں گلابی تھیں۔ایک نم سانس اندر کھینچی

"وہ۔۔میں۔۔" ساتھ ہی بی جان کھڑی ہو گئیں جنھیں پتہ تھا کہ حوا کیا لینے گئی تھی۔۔

"اچھا چلو۔۔کچھ نہیں ہوتا۔۔ہو جاتا ہے کبھی کبھی۔۔میں دودھ لاتی ہوں تمھارے لیے" بی جان نے بات سنبھال لی اور کچن کی طرف بڑھ گئیں۔۔

آسیہ نے اسے دیکھتے ہوئے سانس خارج کی اور کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے "میرا تو دل کانپ گیا تھا۔۔کوئی انسانوں والا کام نہیں ہے تم میں" پیار بھری ڈانٹ تھی اور پھر وہ اٹھ کر اس کے پاس آئیں اور اس کے چہرے کے گرد چند جھولتی لٹوں کو اچھے سے پکڑ کر چٹیا میں ڈال دیا۔۔

بی جان ہلدی والا دودھ بنا رہی تھیں۔۔باہر مغرب کی اذان گونجنے لگی تھی۔۔

دوسری طرف چارپائی پر شیخو سینے کے بل لیٹا سو رہا تھا، بالکل کسی بچے کی طرح گہری نیند۔۔ چچا اوپر آئے، ان کے ہاتھ میں کھانے کی ٹرے اور دودھ کا گلاس تھا مگر اسے سوتا دیکھ کر وہ وہیں اس کے پاس بیٹھ گئے۔۔ وہ گہری سانسیں لے رہا تھا۔۔ چھت پر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔۔ انھوں نے اسے دیکھا اور تھوڑی دیر پہلے کے منظر سوچنے لگے۔۔

وہ تھوڑی دیر پہلے گھر پہنچا تھا اور اس کی آنکھیں گلابی تھیں۔۔ چچا دیکھ کر پریشان ہوئے مگر اس سے پہلے کہ کچھ پوچھتے وہ باتھ روم میں گھس گیا۔۔ باہر آیا تو چہرہ گیلا تھا مگر آنکھوں کے پپوٹے سوجے تھے۔۔ وہ لاؤنج میں پڑے تخت پوش پر بیٹھنے لگا تھا کہ درد کی ایک ٹیس اٹھی۔۔ درد شدید تھا "آہ!" وہ کراہا تھا۔۔ آنکھیں بند کر لیں اور بیٹھے بیٹھے ذرا سا آگے کو جھکا۔

"کیا ہوا ہے۔۔ کہیں سے گر کر آئے ہو؟" چچا جو کہ اپنی کتاب کو جلد کر رہے تھے، اس کے پاس آ کھڑے ہوئے۔

"دد۔۔ درد ہو رہا ہے" اس نے کمر پر ہاتھ رکھا۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ کہیں گرا ہے مگر وہ بتائے گا نہیں۔۔ اندر گئے ایک چھوٹی سی ڈبی لائے جس میں سیاہی مائل جامنی رنگ کا مرہم باہر سے نظر آ رہا تھا۔

Clubb of Quality Content

"لیٹ جاؤ۔۔لگا دیتا ہوں "

وہ کچھ بھی نہ بولا

"لیٹ جاؤ نا۔۔ورنہ اور درد ہو گا۔۔نیند بھی نہیں آئے گی "

وہ اوپر ہوا اور لیٹ گیا۔۔

وہ تکیے پر تھوڑی جمائے الٹا لیٹا تھا اور چچا اس کی کمر پر دوا لگا رہے تھے۔

"کیا بہت درد ہے؟ "

"ہوں" آنسو آنکھ سے نکلا اور تکیے میں جذب ہو گیا۔

"گرے ہو کہیں سے یا کسی نے دھکا دیا؟" انھیں شیخو کا جواب معلوم تھا مگر پھر بھی پوچھ بیٹھے۔

"سس۔۔سٹول سے گگ۔۔گرا تھا "

اور پھر خاموش ہو گیا۔

"چلو۔۔لیٹے رہو۔۔میں کھانا لاتا ہوں۔۔پھر سو جانا "

مگر وہ اٹھا اور قمیض پہن کر اوپر جانے لگا۔۔"شیخو۔۔ "

وہ کچھ کہتے وہ خود ہی بول پڑا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چچا۔۔اواو۔۔اوپر نن۔۔ نیند آتی ہے"اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اوپر چلا گیا۔

حال میں چارپائی پر بیٹھے چچا نے سانس خارج کی۔۔وہ آج بھی چھوٹا بچہ ہی تھا۔۔رو دھو کر سو جانے والا!

صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔۔لیزا آج جلدی فارغ ہو گئی تو وہ یونہی ایک گھنے سے درخت کے نیچے بیٹھ گئی، ساتھ چائے کا کپ رکھا تھا اور سامنے سیڑھیوں پر کچھ طالب علم گا رہے تھے۔۔ایک گٹار بجا رہا تھا اور باقی سب اس کے ساتھ گنگنا رہے تھے۔۔لیزا بھی سر ہلاتی انھیں سن رہی تھی، ان کے مسکرانے کے ساتھ مسکرا رہی تھی۔۔دفعتاً کسی کی آواز کانوں میں پڑی"اچھا گنگنا رہے ہیں"اس نے چونک کر گردن موڑی تو سرمئی آنکھوں والا ساتھ بیٹھا تھا، اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔۔وہ پہلے تو حیران ہوئی پھر پھیکا سا مسکرائی۔

"ناراض ہو؟"سوال قیس کی جانب سے تھا۔

اس نے نفی میں سر ہلایا"میں تم سے کیوں ناراض ہوں گی؟ "

"پھر؟"اس نے چائے کا کپ ساتھ رکھ دیا۔

"بس ایسے ہی "

"ایسے ہی کچھ نہیں ہوتا مس لیزا۔۔کیا تم پچھتا رہی ہو کہ تمھاری وجہ سے مجھے گولی لگی ہے؟"اس نے ابرو اٹھایا تھا۔

"نہیں"اس نے نظریں چرائیں۔

"یہی بات ہے۔۔اب تم مان نہیں رہی"لیزا نے گردن دوسری طرف موڑلی، قیس اس کو دیکھ لیتا تو جان لیتا کہ واقعی وہ پچھتا رہی ہے۔۔

"یہ جو دوست ہوتے ہیں نا یہ خدا نہیں ہوتے اور نہ ان میں خدا والی خصوصیات ڈھونڈنی چاہیئے"اس نے گردن موڑ کر ساتھ بیٹھے قیس کو دیکھا۔

لیزا کی آنکھیں گلابی تھیں،اس نے اپنی بات جاری رکھی"مجھ سے کسی نے کہا تھا اور تب سے میں نے یہ بات حفظ کر لی۔۔دوست انسان ہوتے ہیں، قربانی مانگتے ہیں قربانی دینی پڑتی ہے،ان سے بھی غلطیاں ہوتی ہیں انھیں معاف کرنا ہوتا ہے،وہ بھی ہمارا دل دکھا جاتے ہیں ہمیں سہنا پڑتا ہے۔۔انھیں چانس پر چانس دینا پڑتا ہے۔۔"اس نے ایک گہری سانس لی

"اگر تم اسی طرح رہی تو تم دوستوں کو کھو دو گی۔۔دوست چھوڑ جاتے ہیں کیونکہ وہ خدا نہیں ہوتے۔۔یا کبھی ہم سے چھوٹ بھی جاتے ہیں۔۔مگر میں نہ چھوڑنے والوں میں سے ہوں نہ چھوٹ جانے والوں میں سے۔۔اس لیے میں تمھیں چانس دینا چاہتا ہوں۔۔اپنے آپ کو

گلٹ میں مت ڈالو۔۔وہ گولی میرے نصیب میں تھی تم نہ بھی ہوتی تو بھی مجھے ہی لگنی تھی۔۔کسی اچھے دوست کو کھو دینا ایک بڑا خسارہ ہوتا ہے اور کچھ خسارے کبھی نہیں بھولتے۔۔ان کا کفارہ نہیں ہوتا۔۔اس لیے اپنی رونی شکل ٹھیک کر لو۔۔آج میں نے گولیاں کھائی ہیں کیا پتہ کل کو تمھیں میرے لیے کھانے پڑ جائیں"گلابی آنکھیں لیے مسکرا دی۔

" تمھیں پتہ ہے قیس کے لیے سب سے آسان بات کیا ہے؟ "

لیزا نے لب کھولے مگر اسے کوئی جواب نہیں آیا"دستبردار ہونا۔۔مجھے کوئی چیز ہرٹ کرے،تکلیف پہنچائے تو میں فوراً اس چیز سے دستبردار ہو جاتا ہوں۔۔کیونکہ میرے لیے میرا دل،میرے ذہن کی اچھی صحت بہت ضروری ہے۔۔پہلے میں دوستی کرتا تھا اور پھر آزماتا تھا مگر پھر میں اپنے آپ کو ہرٹ کرتا تھا لیکن پھر میں بدل گیا۔۔اب میں پہلے آزماتا ہوں اور پھر دوست بناتا ہوں "

لیزا اس کی باتیں محو ہو کر سن رہی تھی،یہ کوئی اور قیس تھا

"میں نے تمھیں بھی آزمایا تھا مگر میں نہیں بتاؤں گا کیسے "اس نے شانے اچکائے "لیکن تم ایک بہت اچھی دوست ہو، اس لیے میں تمھیں ایک اور چانس دینا چاہتا ہوں۔۔اس بار میں دستبردار نہیں ہونا چاہتا۔۔ باقی تمھاری مرضی "اور وہ اٹھ کر چل دیا۔

لیزا اٹھی اور اس کے پیچھے گئی۔۔"قیس "

قیس رکا اور مسکرایا، پھر پلٹا

وہ اس کے پیچھے ہی تھی "سوری "اس کی آنکھوں میں آنسو تھے

"یار۔۔رونے والی لڑکیاں زہر لگتی ہیں مجھے "وہ جھنجھلا گیا۔

وہ ہنس دی اور آنکھیں رگڑیں۔

"اتنی انرجی ویسٹ ہوئی ہے میری۔۔اس کیفی سے تو میں پوچھوں گا، الٹے مشورے دیتا ہے سارے، چلو جوس پلاؤ مجھے "اور وہ دونوں گیٹ تک ساتھ جانے لگے۔۔

"مطلب یہ سب تمھیں کیف نے کہا تھا مجھ سے کہنے کے لیے؟ "

اس نے کندھے اچکا دیے۔

گاڑی میں بیٹھے قیس نے لیزا سے سوال کیا۔"کیا ہم کہیں جا رہے ہیں

"" ہوں۔۔ شیخو سے ملنے۔۔وہ مسٹر خان کا نیا ریسٹورنٹ بنا ہے نا وہیں ہوتا ہے آج کل

وہ گاڑی چلاتے سامنے دیکھتے ہوئے بتا رہی تھی۔۔ریسٹورنٹ کے سامنے گاڑی روکی اور پیچھے بیگ سے ڈبہ نکال کر اندر کی طرف بڑھی۔۔ قیس اس کے ساتھ تھا۔۔

اندر شیخو کہیں نہیں تھا۔۔

پاس ایک لڑکا سیڑھی پکڑ کر اوپر لے جا رہا تھا۔"آ۔۔شیراز کہاں ہے؟ "

لیزا کے پوچھنے پر اس نے بھنویں بھینچیں پھر بولا"وہ گھنگریالے بالوں والا "

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

"وہ تو کل گرا تھا یہاں سے"سامنے سٹول پر نظر تھی اس کی"آج صبح آیا تھا مگر پھر مینیجر اسے ساتھ لے کر چلا گیا "

وہ کچھ سوچ رہی تھی۔۔اس کی بھنویں بھینچی ہوئی تھیں۔

وہ باہر آ گئی اور گاڑی کی طرف بڑھی، قیس نے اس کے ہاتھ سے ڈبہ لے لیا اور اسے کھولا،اندر فروٹ کیک تھے۔۔ایک نکال کر اس نے دانت سے کاٹا اور پھر چبایا

"یہ ڈبہ تم نے اپنے تھیلے میں ڈالا تھا،اسی لیے تھیلا بھرا بھرا الگ رہا تھا "

لیزا نے اسے دیکھ کر منہ بسورا۔

" کبھی کبھی نا مجھے لگتا ہے کہ تم میں نا کوئی چیز ہے جو چوبیس گھنٹے تم پر سوار رہتی ہے۔۔ کبھی کبھی نکل جاتی ہے تو تم نارمل ہو جاتے ہو "

قیس نے سر ہلایا اور کیک کا بچا ہوا ٹکرا منہ میں ڈال لیا

" صحیح کہہ رہی ہو تم۔۔ مجھے بھی ایسے ہی لگتا ہے" وہ ڈھیٹ بنا بیٹھا تھا

اب ان کا رخ بادشاہی مسجد کی پچھلی طرف تھا۔۔

اگلی صبح کاکول میں بارش ہوئی تھی جس سے سڑک اور ٹریک گیلا گیلا سا تھا۔۔ البتہ ہوا چل رہی تھی اور موسم اب خوشگوار تھا۔۔ ایک لمبے ٹریک پر دوڑنے کے بعد وہ ایک طرف کھڑے ہو کر ہانپ رہے تھے، کچھ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے یوں جھکے تھے جیسے رکوع میں ہوں اور کچھ بیٹھ کر پانی پی رہے تھے۔۔ دفعتاً پی ٹی سر نے سیٹی بجائی اور وہ سب تیر کی طرح سیدھے کھڑے ہو گئے۔۔

" پاس آؤٹ ہونے میں دو ہفتے رہ گئے ہیں۔۔ اور آپ ہیں کہ تھوڑا سا بھاگ کر یوں ہانپ رہے ہوتے ہیں جیسے کے ٹو سر کر لیا ہو" سب لڑکے ٹریک سوٹ پہنے پسینے سے شرابور سیدھا دیکھ رہے تھے۔۔

"پانچ منٹ کا بریک ہے اور مجھے سب ایکٹیو نظر آئیں۔۔پھر ہم پی ٹی شروع کرتے ہیں "

"یس سر!"سب یک زبان ہو کر بولے تھے۔

"تھوڑا سا۔۔ہم تھوڑا سا بھاگے ہیں"حدید ابھی تک صدمے میں تھا"پانچ منٹ۔۔

صرف پانچ منٹ بریک"وہ سر پکڑ کر زمین پر بیٹھا تھا۔

ایک جھٹکے سے کھڑا ہوا اور اپنے ساتھ کھڑے ابراہیم کا منہ اپنی طرف موڑ کر بولا"میں بے ہوش ہونے لگا ہوں "

ابراہیم نے منہ بسورا"اللہ کا واسطہ ہے تمھیں۔۔بے ہوش نہ ہونا۔۔میرا کوئی ارادہ نہیں ہے مرغا بننے کا "

حدید ہنس دیا۔

"بڑا مزہ آتا ہے قسم سے تمھیں تپانے کا۔۔میری زندگی کا مشن یہی ہے کہ تمھیں وقتاً فوقتاً تپاتا رہوں"اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا۔اس نے معصومیت سے پلکیں جھپکائیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سامنے سے پی ٹی سر آرہے تھے، گلے میں لٹکی سیٹی ہونٹوں میں دبائی اور ایک سیٹی بجنے کی آواز آئی "چل بھئی۔۔اپنا وقت آگیا ہے۔۔عزرائیل نازل ہوگئے ہیں" اور چپ کر کے سیدھے کھڑے ہوگئے۔۔

ایک گھنٹے کی پی ٹی کے بعد وہ سب فریش ہونے کے لیے ہاسٹل آئے تھے۔۔آتے ہی نظر سافٹ بورڈ پر پڑی تھی۔۔اوپر ایک نیا نوٹس چپکا پڑا تھا جہاں سب لڑکے کھڑے ہو کر دیکھ رہے تھے۔۔

حدید پہلے لپکا اور پیچھے ابراہیم تھا۔۔وہاں ایک لسٹ لگی ہوئی تھی۔۔کچھ لڑکے مسکرا مسکرا کر دوسرے کو تھپکی دے رہے تھے۔۔ہجوم میں سے حدید نکلا تھا، ہنستا ہوا، ایک دم شیطانی مسکراہٹ۔۔

وہ ابراہیم کے سامنے کھڑا معنی خیز مسکراہٹ لیے گنگنا رہا تھا "راجہ کی آئے گی بارات" اس نے ابراہیم کا گال کھینچا۔

"کیا ہے؟" اس نے تپ کر اس کا ہاتھ جھٹکا۔

حدید نے ہونٹ گول کیے اور سیٹی بجاتے ہوئے سافٹ بورڈ کی طرف ابرو سے اشارہ کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بھنویں بھینچے لسٹ دیکھنے لگا۔۔دیکھ کر اس کی آنکھیں پوری کھل گئیں۔۔

ساتھ حدید کھڑا ہوا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، سنجیدہ ہو کر لسٹ دیکھتے ہوئے بولا

"میرا خیال ہے تین دیگیں کافی ہوں گی۔۔ایک ہاسٹل والوں کے لیے،ایک تمھارے خاندان والے کھالیں گے اور ایک غریبوں میں بانٹ دیں گے "اس نے ایک نظر ابراہیم کو دیکھا جو کہ ابھی بھی لسٹ پر نظریں جمائے کھڑا تھا" چالیسویں پہ پھر دیکھ لیں گے "اور قہقہہ لگا کر ہنسا۔

اس نے گردن موڑ کر اسے گھورا۔

"ہاں۔۔اپنا یاد ہے۔۔کتنا رویا تھا میں کہ مجھے ابھی نہ بھیجیں۔۔تم تو سوئے تھے۔۔چلو اب تمھاری باری "اور اس کے کندھے کو تھپک کر چلا گیا۔

وہ منہ میں بڑبڑاتا رہ گیا۔۔

دوبارہ لسٹ کو دیکھا۔۔وہ پیراگلائڈنگ کی لسٹ تھی۔۔چند جینٹل مین کیڈٹس پچھلے ہفتے اپنا یہ ٹاسک پرفارم کر کے آئے تھے اور چند اب کل جائیں گے۔۔جن میں جی سی ابراہیم کا نام آیا تھا۔۔

اب یونیفارم بدل کر ناشتہ کرنا تھا اور پھر کلاس۔۔آج کا دن تو ابھی شروع ہوا تھا۔۔

تیز بارش ہوئی تھی اور لاہور کی سڑکیں گیلی تھیں۔۔دوپہر کا وقت تھا مگر بادل ابھی بھی چھائے تھے،مزید برسنے کو تیار۔۔ایک بڑے سے بنگلے میں اگر جھانکیں تو لاؤنج میں صوفے پر ایک لڑکا بیٹھا تھا۔۔اس کے پیچھے بڑی سی کھڑکی تھی جس کے سامنے سے پردے ہٹے تھے مگر کھڑکی بند ہی تھی،ایک صوفہ سیٹ تھا درمیان میں ایک شیشے کی چوکور میز تھی۔۔وہ خاموشی سے بیٹھا ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا،سامنے ایک ڈائننگ ٹیبل تھا اور ساتھ ہی کھلا سا کچن جو کی آدھا نظر آتا تھا۔۔مختلف ڈیکوریشن پیس گھر کی خوبصورتی کو بڑھا رہے تھے۔۔دفعتاً ایک دروازہ بند ہونے کی آواز آئی اور وہ اس کے سامنے کھڑے تھے،عام سے حلیے میں ٹراؤزر شرٹ پہنے،وہ آفس سے قدرے مختلف تھے۔۔ان کے آتے ہی شیخو کھڑا ہوا لیکن انھوں نے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔

"حکمت خاتون۔۔چائے لائیں"ایک بھاری آواز تھی اور ملازمہ باہر سے سیدھا کچن میں چلی گئی۔۔

"کیسے ہو تم؟"ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہ مسکراتے ہوئے پوچھ رہے تھے۔

اس نے سر ہلایا"ٹٹ۔۔ٹھیک"

ہاتھ پر ہاتھ رکھا "کمر درد ٹھیک ہے اب؟ "

شیخو نے ہاں میں سر ہلایا۔

"معاف کرنا۔۔میرا بیٹا ہے وہ۔۔اسے پینٹنگ کا کافی شوق ہے لیکن اس کے شوق کے چکر میں، میں اپنا ریسٹورنٹ نہیں خراب کروا سکتا" وہ پھر سے مسکرائے تھے۔

شیخو نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"تمھیں پتہ ہے مجھے تم کیوں اچھے لگتے ہو؟ "

وہ کچھ پریشان ہوا

"میں بتاتا ہوں۔۔ تمھاری آنکھوں سے۔۔ان میں روشنی ہے وہی روشنی جو مجھے ہمیشہ سے فیسینیٹ (گرویدہ) کرتی ہے" وہ خاموش ہوئے۔

"جب میں نے تم سے کام کا کہا تو تم نے سر ہلا دیا۔۔تم نے مجھ سے نہیں پوچھا کہ میں تمھیں کتنے پیسے دوں گا یا تم کتنے پیسے لو گے۔۔تم پروفیشنل نہیں ہو، تم میں پیشن ہے اور پیشن ہی پروفیشن ہوتا ہے"

وہ ناسمجھی سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

وہ بس سن رہا تھا، وہ کم ہی بولتا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حکمت خاتون چائے لے آئیں، ساتھ بسکٹ اور کیک بھی تھے، علی خان نے ایک چائے کا کپ پکڑا اور لبوں سے لگایا

"تمھارا پسندیدہ رنگ کونسا ہے؟ "

"نن۔۔نیلا "

"اداس رہتے ہو؟"اگلا سوال۔

وہ کچھ نہیں بولا۔

"چلو۔۔آج میں تم سے دوستی کرتا ہوں۔۔تم میرے دوست بنو گے؟ "

شیخو حیرانی سے انھیں دیکھ رہا تھا۔وہ پھر سے مسکرائے۔

"کسی کا اعتبار جیتنے کے لیے انسان کو اپنا آپ تھوڑا سا کھول کر دکھانا پڑتا ہے۔۔میں جب تمھاری عمر کا تھا تو میرا ایک ایکسیڈنٹ ہوا۔۔شدید ایکسیڈنٹ تھا۔۔میری بینائی چلی گئی اور میں اندھا ہو گیا تھا۔۔اس دن مجھے سمجھ آیا کہ روشنی، سفر روشنی سے شروع ہوا تھا۔۔جہاں روشنی ختم وہیں سفر ختم۔۔روشنی کسی کی میراث نہیں ہے۔۔ہاں لیکن روشنی سب کے پاس ہے، روشنی سب کے اندر ہے۔۔کوئی جانتا ہے کوئی نہیں جانتا"

وہ اٹھے اور آگے بڑھتے ہوئے کھڑکی کے شیشے کے پاس کھڑے ہوئے، باہر بادل برسنے والے تھے۔۔

کوئی اسے ڈھونڈ لیتا ہے اور اپنے راستے کے اندھیرے مٹاتا جاتا ہے، اپنے خوف سے لڑتا ہے اور منزل تلاش کرتا ہے۔۔

)دور ایبٹ آباد میں ایک اونچی جگہ پر بہت سے جینٹل مین کیڈٹس کھڑے تھے، پیرا گلائڈنگ کے لیے تیار، ساتھ ٹرینرز بھی تھے اور یونیفارم میں ملبوس فوجی آفیسر بھی۔۔اب بس انھیں فضا میں اڑنا تھا، پیٹ پر بندھی بیلٹ کو مضبوطی سے کسے، سر پر ہیلمٹ سیدھا کیے اس نے ایک نظر آسمان کو دیکھا "سب کر سکتے ہیں تو ابراہیم تم بھی کر سکتے ہو" اندر سے کوئی آواز آئی تھی۔

ساتھ کھڑے اعزاز نے بھی ایک سانس خارج کی "تم کر سکتے ہو، لگنے اور ہونے میں فرق ہوتا ہے۔۔ تمھیں لگتا ہے نہیں ہو گا مگر تم کر لو گے "

پیچھے سے سیٹی بجی اور اگلے لمحے وہ فضا میں جھول رہے تھے، اپنی منزل کی طرف جاتے ہوئے، ساتھ ساتھ ہدایات بھی دی جا رہی تھیں اور کچھ دیر بعد انھوں نے زمین پر قدم رکھا، بھاگتے ہوئے آگے گئے، پیراشوٹ کنوپی پیچھے زمین پر رینگ رہی تھی اور وہ آگے دوڑ رہے

تھے، یہاں تک کہ وہ رک گئے، ایک گہری سانس لی۔۔انھوں نے کر لیا تھا۔۔کیونکہ انھیں کرنا تھا(

کوئی اسے پالیتا ہے اور اپنا آپ دیکھتا ہے، اپنی آنکھوں سے۔۔روشنی اندر سے نکلتی ہے اور ارد گرد کو روشن کرنے لگتی ہے۔۔ہمیں بتاتی ہے کہ ہم کون ہیں۔۔ہمیں سکھاتی ہے کہ جینا کیسے ہے۔۔ہمیں کھڑا ہونے کی صلاحیت دیتی ہے اور ہماری ہم سفر ہوتی ہے۔۔

)دور لاہور کے ایک ریڈیو سٹیشن میں قیس ریکارڈنگ کروا رہا تھا۔۔کانوں پر ہیڈ فونز لگائے سامنے مائیک لٹکائے ہوئے۔۔ریوالونگ چیئر پر بیٹھا خوش مزاجی سے بول رہا تھا۔۔

"السلام علیکم! سامعین"

"امید کرتا ہوں آپ سب خیریت سے ہوں گے۔۔میں ہوں آپ کا میزبان۔۔قیس جبران"

"مجھے آنے میں کافی دیر ہو گئی۔۔آپ میں سے کچھ ایسے ہوں گے جنھوں نے مجھے مس کیا ہو گا اور کچھ بھول گئے ہوں گے "

"مگر کوئی بات نہیں۔۔میں ہوں نا۔۔آج میں آپ کے لیے لایا ہوں ایک سرپرائز "

"آج میرے ساتھ بہت ہی معزز شخصیت ہیں جن کو آپ سنتے ہیں، سراہتے ہیں اور دل و جان سے چاہتے ہیں۔۔ سوچیں وہ کون ہیں "

"توسامعین میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا۔۔ وہ مہمان ہیں، سکندر حبیب "

"توآج ہم آپ کے پسندیدہ شاعر کا انٹرویو کرنے جارہے ہیں، ان سے ان کی پسند ناپسند جاننے جارہے ہیں اور ان کے الفاظ کے جادو کا راز جاننے جارہے ہیں۔۔ تو۔۔(

پھر کچھ ایسے ہوتے ہیں جو روشنی کو تلاش کرتے رہتے ہیں۔۔ کبھی پالیتے ہیں کبھی کھو دیتے ہیں۔۔ کبھی دل بڑا کر کے چل پڑتے ہیں اور کبھی راستے کے خوف انھیں ڈرا دیتے ہیں۔۔ مگر وہ بہادر ہوتے ہیں اور اپنا راستہ نہیں بدلتے۔۔ روشنی انھیں منزل دکھا دیتی ہے اور وہ پھر سے سفر شروع کر دیتے ہیں۔

) کیف نہا کر آیا تھا، بال ابھی تک گیلے تھے اور چند قطرے سامنے بکھرے بالوں سے ٹپکے اور نیچے گر گئے۔۔ اس نے تولیے سے بال رگڑے اور بال خشک کر کے تولیہ کھونٹی کے ساتھ لٹکا دیا۔۔ پھر آگے بڑھا اور الماری کھولی۔۔ چند ایک کپڑے آگے پیچھے کیے اور نیچے سے چند کاغذات نکالے، کاغذات کے نیچے ایک تصویر تھی۔۔ تصویر نیچے زمین پر گری، وہ جھکا اور الٹی تصویر کو سیدھا کر کے دیکھا۔۔ بلیک اینڈ وائٹ تصویر تھی جس میں ایک لڑکی اور

ایک لڑکا بیٹھے تھے۔۔لڑکا چھوٹی لڑکی کو غبارے دے رہا تھا اور وہ مسکرا رہی تھی۔۔اس کی آنکھوں میں کرچیاں سی چبھی تھیں اور گلابی آنکھوں میں پانی آیا تھا۔۔اس نے آنکھیں بند کیں تو پانی گالوں پر پھسل گیا۔۔اس نے ایک سانس لی، ہونٹ گول کر کے سانس خارج کی اور پھر اس تصویر کو دو ٹکروں میں بانٹ دیا۔۔دو ٹکروں کو مزید ٹکروں میں اور ڈسٹ بن میں پھینک دیے۔۔ماضی تحلیل ہو گیا۔۔ایک کمزور لمحہ آیا تھا، گزر گیا۔۔ہاتھ میں پکڑے نوٹس کے صفحے پلٹتے وہ باہر کی طرف بڑھا۔۔،اسے ٹیسٹ کی تیاری کرنی تھی(

کچھ ایسے بھی ہیں جو اس سفر پر نکلنے سے ڈرتے ہیں۔۔وہ روشنی کو ڈھونڈتے ہیں مگر جیسے ہی ایک جھلک نظر آتی ہے ڈر کر بھاگتے ہیں۔۔مگر پھر روشنی انھیں ڈھونڈ لیتی ہے کیونکہ وہ ہمارے اندر ہوتی ہے۔۔ہمیں پہچان لیتی ہے۔۔

)کچن میں ایپرن پہنے ڈھیلی چٹیا کیے کھڑی لیزا کیک کا آمیزہ تیار کر رہی تھی۔۔اس میں تھوڑی سی چاکلیٹ ملائی اور پھر اس نے اس میں انگلی لگائی اور چکھ کر دیکھا، یہ نئی ریسیپی تھی، اس میں کیلے ڈال کر کیک بنا رہی تھی۔۔کیک کو بیک ہونے کے لیے رکھا اور خود ساتھ کھڑی ہو گئی، کھڑکی سے روشنی منہ پر پڑ رہی تھی۔۔رات والی باتیں اس کے دماغ میں چل رہی تھیں۔۔

"تم کتاب نہیں پڑھتی لیزا "

"تم کتاب پڑھا کرو لیزا "

کچن کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے وہ سوچ میں مگن تھی "کون سی کتاب؟" دل نے اندر سے ایک صدا لگائی تھی مگر اس نے فوراً سے دلیل پیش کی "مجھے عربی نہیں آتی۔۔ عربی نہیں آتی تو ترجمہ کیا آئے گا۔۔ شاید وہ اپنی کتاب کی بات کر رہے تھے۔۔ خواب ہی تو تھا۔۔ میں سارا دن ڈیڈی کو یاد کرتی رہتی ہوں اسی لیے وہ میرے خواب میں آئے تھے اور رات کو سونے سے پہلے میں کتاب پڑھتی تھی اسی لیے خواب میں بھی کتاب کا ذکر کر رہے تھے "مگر دل بار بار کہہ رہا تھا کہ نہیں! تم جانتی ہو اس کا مطلب۔۔ وہ نظر انداز کر رہی تھی۔۔ پھر جلدی سے بکھرے برتن سمیٹے۔۔ کیک بن گیا تو اس کی خوشبو پورے کچن میں پھیلی ہوئی تھی۔۔ نرم سا مزیدار کیک! وہ اسے فریج میں رکھنے جا رہی تھی(

ایک قسم ایسی بھی ہوتی ہے جن کے اندر اندھیرے سرایت کر جاتے ہیں مگر روشنی ان میں بھی ہوتی ہے۔۔ انھیں ایک انگارہ چاہیئے ہوتا ہے اور وہ انگارہ ان کے اندر اس روشنی کو جلا دیتا ہے جو ان لوگوں کے اندھیرے کھا جاتی ہے۔۔ مگر وہ لاعلم ہوتے ہیں لیکن کہانا روشنی خود انھیں ڈھونڈ لے گی۔۔

)ایک دوسری طرف چھت پر ایک لڑکی بیٹھی تھی۔۔ٹانگیں چارپائی پر رکھے،ایک پاؤں پر لال رنگ کا کپڑا بندھا تھا۔۔اوپر آسمان دیکھتی ہوئی۔آج چاند کو بادلوں نے ڈھکا ہوا تھا اور ستارہ بھی کوئی نہیں تھا۔۔سامنے سٹور کے دروازے پر نظر پڑی تو اس کا دل یونہی گھبرایا۔۔ اس نے جلدی سے نظریں پھیر لیں مگر نظر پھیر لینے سے اندر کے خوف نہیں پھرتے۔۔ اسے وہ رات یاد آئی اور اس رات کا اندھیرا۔۔وہ اس خوف سے کبھی نہیں نکل پائی تھی۔۔وہ جلدی سے چارپائی سے اتری اور لنگڑا کر نیچے جانے لگی۔۔نیچے روشنی دیکھی تو کچھ دل کو قرار آیا۔۔وہ کمرے میں چلی گئی اور بیڈ پر لیٹ گئی۔۔آسیہ ساتھ کھڑی نماز پڑھ رہی تھیں۔۔اس نے سکون سے روشنی میں آنکھیں موند لیں(

ایک آخری قسم ہوتی ہے جو بہت خاص بھی ہوتی ہے اور خطرناک بھی۔۔انھیں اندھیرے کی عادت ہو جاتی ہے۔۔روشنی نظر آئے تو وہ نظر انداز کرتے ہیں،خود کو خول میں بند رکھتے ہیں،بڑھنے نہیں دیتے مگر روشنی اپنا راستہ خود بناتی ہے۔۔ذرا سی آنچ آتی ہے اور خول ٹوٹ جاتا ہے۔۔جب ایسے لوگ چمکتے ہیں نا تو روشنی ہر طرف ہوتی ہے۔۔دوسرے لوگ ان سے روشنی لیتے ہیں۔۔ان کی کرنوں سے روشن ہوتے ہیں کیونکہ وہ خود کو کنٹرول کرتے ہیں اور بڑھتے چلے جاتے ہیں۔

وہ اپنے پیچھے صوفے پر بیٹھے لڑکے کی طرف متوجہ ہوئے۔۔"تمھیں پتہ ہے تم کون سی قسم ہو؟تم آخری قسم ہو، شیخو۔۔تم میں روشنی ہے اتنی روشنی کہ تم ارد گرد بھی دوسروں میں روشنی بانٹ دو۔۔"پھر رکے "مگر اندھیرے کی عادت بہت بری ہوتی ہے،انسان کو بڑھنے نہیں دیتی،اندھا کر دیتی ہے"

وہ ہکا بکا انھیں دیکھ رہا تھا۔وہ اس کے چہرے کی معصومیت دیکھ کر پھر سے ہنس دیے

"یار۔۔چائے تو پیو"وہ ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گئے

اسے کپ میں چائے ڈال کر دی۔۔"اپنا ہنر یوں کسی کو نہیں دیتے شیخو۔۔اللہ ہر کسی کو ہنر نہیں دیتا اور جسے دیتا ہے وہ ہر کسی کی طرح نہیں ہوتا۔۔اپنے ہنر کی خود قدر کرو ورنہ دنیا تو تیار بیٹھی ہے شکار کے لیے۔۔اپنا ہنر ہیرے کے دام دکھایا کرو "

اس نے سمجھ کر سر ہلایا۔

"میں بڑی مشکل باتیں کرتا ہوں "

پھر اٹھے اور اس کے ساتھ باہر چلے گئے۔۔وہ گہرے بادلوں تلے ٹہل رہے تھے۔۔

"تم میرے ساتھ رہو کچھ دن، دوست بن کر دن گزاریں گے۔۔میں بھی تھک گیا ہوں دشمنوں میں رہتے رہتے اب ایک دوست چاہیئے" وہ مسکرائے تو بکھرے بالوں الجھے حلیے والا شیخو بھی مسکرا دیا۔

بادل ذرا سے ہٹے تھے۔۔روشنی بکھرنے کو تیار تھی !

لیزا آج گھر پر ہی تھی۔۔یونیورسٹی میں آج کوئی بڑا ایونٹ تھا اور کوئی کلاس نہیں تھی اسی لیے وہ گھر پر ہی رہی اور دیر تک سوتی رہی۔۔دوپہر کے تین بجے کا وقت تھا جب بیلا لائبریری میں آئی۔۔کھڑکی سے روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی اور وہ سامنے ہی کرسی پر بیٹھی سامنے کتاب پر جھکی تھی۔۔کمرے کی ساری بتیاں بند تھیں، کھڑکی سے آتی روشنی کافی تھی۔۔کتاب عربی میں لکھی گئی تھی۔۔وہ اس کا ترجمہ پڑھ رہی تھی۔۔بار بار ضمیر کے ملامت کرنے پر وہ یہاں آئی تھی۔۔

"میم۔۔آپ کی دوست آئی ہیں۔۔روبی "!

وہ کچھ سوچ رہی تھی۔۔پھر نظر اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

"ہوں۔۔اسے بٹھاؤ۔۔میں آتی ہوں ابھی"

اور بیلا سر ہلا کر چلی گئی۔۔

اسی طرح ہوا،اور ہم نے ان چیزوں کا بنی اسرائیل کو وارث بنایا

پھر سورج نکلنے کے وقت ان کے پیچھے پڑے۔

پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسٰی کے ساتھیوں نے کہا ہم تو پکڑے گئے۔

کہا ہر گز نہیں، میرا رب میرے ساتھ ہے وہ مجھے راہ بتائے گا۔

پھر ہم نے موسٰی کو حکم بھیجا کہ اپنی لاٹھی کو دریا پر مار، پھر پھٹ گیا پھر ہر ٹکڑا بڑے ٹیلے کی طرح ہو گیا۔

اور ہم نے اس جگہ دوسروں کو پہنچا دیا۔

اور ہم نے موسٰی کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو نجات دی

پھر ہم نے دوسروں کو غرق کر دیا۔

البتہ اس میں بڑی نشانی ہے اور ان میں سے اکثر ایمان لانے والے نہیں

))سورہ الشعراء

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ موسیٰ اور فرعون کا قصہ پڑھ رہی تھی۔۔ شیخو کی بات اس کے دماغ میں کہیں اٹک گئی تھی کہ ان کہانیوں میں اس کی زندگی کی نظر آتی ہے، مگر اسے کچھ سمجھ نہیں آیا اور اس نے وہ کتاب بند کر دی۔۔

کچھ دیر بعد وہ باہر آئی اور لاؤنج میں بیٹھی روبی سے گلے ملی۔۔ وہ رات والے ٹراؤزر شرٹ میں ہی ملبوس تھی، بالوں پر ہیئر بینڈ لگائے ہوئے۔۔

"کیسے آنا ہوا؟ "

اس کے سامنے چائے کا کپ اور بسکٹ تھے۔ روبی نے چائے کا کپ پکڑا اور ایک گھونٹ بھرا

"ایسے ہی۔۔ گزر رہی تھی سوچا تم سے مل لوں "

"ہوں" وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گئی۔

"آج فارغ ہو تم؟" سوال روبی نے کیا تھا۔

"ہاں۔۔ کیوں؟" اس نے ابرو اٹھایا

"چلو پھر کپڑے بدل کر آؤ۔۔ باہر کھانے چلتے ہیں "

لیزا نے اسے حیرانی سے دیکھا (یہ کب ہوا؟ کیا میں اس کی بہترین دوست ہوں؟)

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں۔۔باہر جانے کو دل نہیں ہے۔۔تم خود چلی جاؤ"

روبی نے ایک بسکٹ پکڑا اور آدھا توڑ کر منہ میں رکھا۔

"یار۔۔گھر پر بور ہی ہونا ہے تم نے۔۔باہر چلتے ہیں۔۔تھوڑی دیر میں آجائیں گے نا واپس۔۔میرا بھی اکیلے کھانے کو دل نہیں کرتا"وہ معصوم سی شکل بنا کر بولی تھی۔

لیزا نے ایک سانس خارج کی

"اوکے۔۔لیکن ہم زیادہ دیر نہیں کریں گے۔۔مجھے اور بھی کہیں جانا ہے "

روبی مسکرائی تھی"ٹھیک ہے "

تھوڑی دیر بعد لیزا سیڑھیاں اترتی نیچے آئی۔اس نے آسمانی رنگ کی لمبی قمیض اور نیچے جینز پہن رکھی تھی، بالوں پر ہیئر بینڈ لگائے وہ تیار تھی، کندھے سے پرس لٹک رہا تھا۔۔وہ اس کے ساتھ باہر بڑھی۔۔روبی اپنی گاڑی لے کر آئی تھی۔۔

روبی گاڑی ڈرائیو کر رہی تھی اور لیزا ساتھ خاموشی سے بیٹھی تھی۔کھڑکی سے باہر بھاگتی گاڑیوں اور عمارات کو دیکھ رہی تھی۔ذہن اس کا ابھی وہیں الجھا ہوا تھا۔۔

"کیا مطلب ہے؟موسیٰ کے پیچھے تو فرعون پڑا تھا پھر موسیٰ کو اللہ نے بچا لیا تھا کیوں کہ موسیٰ کو اللہ پر یقین تھا کہ وہ اسے بچا لے گا۔۔اس میں مسٹری کیا ہے؟شاید وہ جو سمندر

پھٹ گیا تھا اور پہاڑ کی طرح کھڑا ہوا تھا۔۔ سمندر ہر کسی کے لیے نہیں کھڑا ہوتا شاید یہ ہے کوئی مسٹری" وہ اپنی ہی دنیا میں تھی جب روبی نے گاڑی روکی۔

اس نے گردن موڑی اور سامنے دیکھا۔ وہ کسی ریسٹورنٹ کے سامنے نہیں رکے تھے، سامنے تو ایک بڑا سا باغ تھا، بائیں جانب لمبے لمبے دو ستون اور دائیں گردن گھمانے پر اسے ایک بڑا سا بنگلہ نظر آیا جو کہ سفید ہی تھا۔۔ اس نے حیرت سے روبی کو دیکھا جو کہ اطمینان سے سیٹ بیلٹ کھول رہی تھی۔۔

"ہم کہاں آئے ہیں؟ "

"وہ۔۔ میں نے ایک دوست کو بھی ساتھ لینا تھا۔۔ بس اسے ہی لینے آئی ہوں "

لیزا کے ماتھے پر بل پڑے، بھنویں بھینچ گئیں "تم نے کسی دوست کا ذکر نہیں کیا تھا "

روبی گاڑی سے باہر نکل چکی تھی، کھڑکی کے سامنے چہرہ کر کے بولی "آجاؤ تم بھی۔۔ بس پانچ منٹ لگیں گے۔۔ یہاں بیٹھ کر کیا کرو گی "

لیزا نے دروازہ کھولا اور وہ باہر آئی۔۔ روبی اندر جا چکی تھی۔۔ وہ اس کے پیچھے لپکی۔۔

اندر بھی سفید ہی پینٹ ہوا تھا مگر جب اس نے لاؤنج میں قدم رکھا تو اس کا دل منہ کو آگیا۔۔ اس کے قدم تھم گئے اور آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔۔ وہ کہاں تھی؟

بڑے بڑے صوفے تھے جن پر کچھ آدمی بیٹھے تھے، سگریٹ کا دھواں اڑاتے قہقہے لگاتے ہوئے۔۔پانچ آدمی تھی، شلوار قمیض پہنے مونچھوں والے اور عجیب سی نظروں سے دیکھنے والے عجیب سے مرد۔۔وہ ہکا بکا دیکھ رہی تھی کہ وہ کہاں آئی ہے۔۔روبی سامنے کمرے کی طرف بڑھی تھی۔۔وہ واپس جانے لگی تھی کہ روبی نے اسے کہنی سے تھاما اور اندر لے گئی۔۔اس نے ایک جھٹکے سے بازو چھڑایا

"یہ تم مجھے کہاں لے کر آئی ہو؟"وہ غرائی تھی۔۔

"ریلیکس۔۔بس ایک دوست سے ملنے آئی ہوں۔۔پھر چلتے ہیں "

کمرے میں ایک صوفہ تھا جس کے سامنے ایک شیشے کی میز اور ایک بیڈ تھا۔۔وہ گھبرائی ہوئی تھی اور غصے میں بھی تھی۔۔

"مجھے واپس چھوڑ کر آؤ "

اس سے پہلے کہ روبی کچھ کہتی دروازہ کھلا اور ایک لڑکا اندر آیا۔۔لمبا سا، پینٹ شرٹ پہنے، اس کے گلے میں ایک چین تھی اور صلیب کا نشان جھول رہا تھا۔۔کان میں بالی تھی۔۔اس کے بائیں ابرو پر ایک کٹ لگا تھا۔۔لیزا نے اسے دیکھا، خطرے کا الارم بج اٹھا۔۔

"مجھے واپس جانا ہے، چلو" وہ اٹھی اور غصے سے روبی کو دیکھا جو کہ لڑکے کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

لڑکا سامنے بیٹھ گیا، ملازم آیا اور ایک ٹرے رکھ کر چلا گیا جس میں تین جوس کے گلاس تھے۔۔

"یہ بہت غصہ کر رہی ہیں" وہ مسکراتے ہوئے روبی سے مخاطب تھا۔

"ہاں۔۔انھیں جلدی ہے" اس نے لیزا کو گھورا "ہم بس پانچ منٹ تک چلے جائیں گے" وہ دانت پیستے ہوئے روبی کو دیکھ رہی تھی۔ہاتھوں کی مٹھیاں زور سے بھینچی ہوئی تھیں جیسے ضبط کر رہی ہو۔۔

روبی نے ایک جوس کا گلاس پکڑا اور لبوں سے لگایا، لڑکے نے گلاس پکڑ کر لیزا کی طرف بڑھایا "آپ بھی لیں" اس کی نظریں عجیب تھیں، بے چین اور بے سکون کر دینے والی

"نو تھینکس" اس نے تلخی سے جواب دیا۔

"یہ پینٹر ہیں نا" لڑکا روبی سے مخاطب تھا

روبی نے ہاں میں سر ہلایا۔

"اوہ۔۔میرا چہرہ پینٹ کریں گی؟" وہ دوستانہ لہجے میں بولا۔

لیزا سے اور برداشت نہیں ہوا اور وہ اٹھ کر جانے لگی تھی کہ لڑکا دروازے کے سامنے آگیا

"کیا کر رہی ہیں آپ؟ "

"میں باہر جا رہی ہوں" وہ روہانسی ہو گئی تھی۔

روبی اٹھی اور اس لڑکے کے ساتھ آ کھڑی ہوئی

"اسے جانے دو۔۔میں بعد میں ملتی ہوں تم سے" اور ابرو سے اسے پیچھے ہٹنے کا اشارہ کیا۔

لڑکے نے بائیں جانب گردن موڑی اور اپنے کندھے سے چھوٹی روبی کو گھورا،اس کی گردن پر ایک صلیب کا نشان تھا(اس نے یہ نشان کہاں دیکھا تھا؟)وہ پیچھے ہٹ گیا۔روبی باہر آئی اور پھر لیزا۔۔

وہ سخت غصے میں تھی۔۔روبی نے گاڑی ریسٹورنٹ کی طرف موڑی۔۔

"مجھے کچھ نہیں کھانا۔۔گھر چلو" وہ پھر سے چلائی تھی

جواب میں روبی بھی چلائی "کیا ہو گیا ہے۔۔دوست سے ملنا تھا نا میں مل آئی ہوں۔۔ تمھیں وہ کھا نہیں گیا اور نہ اس نے تمھیں کچھ کہا ہے۔۔کیوں غصہ کر رہی ہو" اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔۔عجیب لڑکی ہے۔۔ریسٹورنٹ آگیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ جھٹ سے باہر آئی، پھر پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا

"آؤ "

لیزا باہر آئی۔۔بس کھانا کھائے اور گھر جائے۔۔اس کی تو ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔۔ کیسی عجیب جگہ تھی۔۔

عصر کی اذان ہوئے کئی ساعتیں بیت چکی تھیں، لیزا نے بمشکل تھوڑا سے دال چاول زہر مار کیے اور بس۔۔اسے جلد سے جلد گھر آنا تھا۔۔اس کا دل یونہی گھبرا رہا تھا۔۔روبی کے ساتھ گاڑی میں بیٹھی اور اب بس اسے گھر پہنچنا تھا۔۔گاڑی میں خاموشی تھی وہ شدید غصے میں تھی اور خفا بھی۔۔سورج ڈوب رہا تھا، اس نے گاڑی ایک دوسرے راستے موڑ دی، لیزا کا ماتھا ٹھنکا

"اب ہم کہاں جا رہے ہیں؟" وہ پوری روبی کی طرف گھومی

"وہ۔۔میں نے اپنی بہن کی دوائی لینی ہے۔۔ڈسپنسری جا رہی ہوں" وہ آرام سے بولی تھی۔

"کیا مذاق ہے یہ۔۔کبھی تمھیں ایک دوست کو لینا ہے اور کبھی دوائی لینی ہے" اس کی آواز اونچی ہونے لگی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شٹ اپ۔۔میں تمھارا ہاتھ پکڑ کر نہیں لائی تمھیں، تم اپنی مرضی سے آئی ہو۔۔اب چپ کر کے بیٹھ جاؤ۔۔گھر ہی جائیں گے ہم" وہ چلائی تھی۔

وہ گھبرا گئی، ایک دم سے وہ بدل گئی تھی یا شاید اصل چہرے کے ساتھ سامنے آئی تھی۔۔

گاڑی ایک قدرے ویران جگہ پر رکی تھی، ارد گرد درخت تھے اور چند ٹوٹے پھوٹے آدھے بنا کر آدھے چھوڑے گئے مکان جو کہ خالی تھے۔۔شاید ویران تھے، سامنے ایک سفید رنگ کی چھوٹی سے ڈسپنسری تھی جس پر سرخ رنگ کا پلس (+) کا نشان تھا۔۔

وہ خود اتری اور پھر ساتھ ہی پیسنجر سیٹ کا دروازہ کھولا

"آجاؤ" اس نے کچھ کہنے کے لیے لب کھولے مگر روبی وہاں سے چلی گئی۔۔

بھاری دل سے وہ باہر آئی "یہ کوئی ڈسپنسری نہیں ہے لیزا" دل نے صدا لگائی

ارد گرد دیکھا، کٹے ہوئے درخت، سفیدے کے درخت کی گری ہوئی لکڑیاں، مکان ٹوٹے پھوٹے، کسی کی دیوار ٹوٹی ہے کسی کا گیٹ نہیں ہے کوئی ابھی زیر تعمیر ہے اور کسی کو آدھا بنا کر چھوڑ دیا گیا۔۔بہت عجیب جگہ تھی۔۔کندھے پر لٹکا پرس گردن پر سے گزار کر دوسری طرف لے گئی۔۔اس نے ایک قدم بڑھایا تو زمین پر پڑے سوکھے پتوں سے "چرر"

کی آواز آئی۔۔ سڑک چند قدم دور تھی اور دوسری طرف یہ ویران جگہ۔۔ یہ کونسی جگہ ہے لاہور کی، جو وہ نہیں جانتی۔۔ روبی اندر چلی گئی اور وہ اس کے پیچھے اندر داخل ہوئی تو خاموشی تھی، ایک کمرے کے سامنے روبی کھڑی تھی

"تم ادھر بیٹھ جاؤ، میں ابھی آتی ہوں "

لیزا غصے سے دانت پیستے ہوئے بولی تھی "ایسی ہوتی ہے ڈسپنسری؟ "

اس نے کندھے ڈھیلے چھوڑے "تمھیں پولیس میں ہونا چاہیے تھا، سوال بہت کرتی ہو" اور خود سامنے والے کمرے میں چلی گئی۔۔

لیزا اب ایک ایک قدم سوچ سوچ کر اٹھا رہی تھی، ہر کمرے کا دروازہ سفید تھا۔۔ سامنے دیوار کے ساتھ دو گملے پڑے تھے جن میں چھوٹے پودے سوکھ چکے تھے۔۔ دو کمروں کے دروازے بند تھے اور دونوں کے سامنے ایک بڑی سی بھورے رنگ کی لکڑی کی بنی الماری تھی۔۔ ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور اس میں جھانکا، وہاں صوفے پڑے تھے اور کھڑکی پر سے پردے ہٹے تھے، درمیان میں دو خالی شیشے کے گلاس تھے۔۔

سامنے والا کمرہ کھلنے کی آواز آئی اور اس نے جھٹ سے گردن موڑی

)پھر سورج نکلنے کے وقت ان کے پیچھے پڑے(

"ویلکم اگین!" یہ وہی تھا،اس کی گردن پر صلیب کا نشان بنا تھا۔۔وہ لیزا کو مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔۔شیطانی مسکراہٹ۔(یہ صلیب کا نشان کہاں دیکھا تھا؟)

وہ دو قدم پیچھے ہٹی اور پھر ہٹتی چلی گئی۔۔یہاں تک کہ وہ دیوار کے ساتھ آ لگی۔۔لمبا سا لڑکا قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔۔

وہ اس سے چند قدم دور تھا،(دماغ بھک سے اڑا۔۔گردن پر صلیب کا نشان اس نے اس دن کلیسا میں دیکھا تھا،بنچ پر بیٹھا وہ جو سامنے صلیب کو گھور رہا تھا۔۔یہ اسی کی گردن تھی اور یہ وہی نشان تھا)وہ آگے آیا جب لیزا نے آگے بڑھ کر اسے دھکا دیا اور جھٹ سے شیشے کا گلاس اٹھایا۔۔وہ مڑا اور لیزا نے کھینچ کر گلاس دے مارا۔۔گلاس اس کے ماتھے پر جا لگا اور خون بھل بھل بہنے لگا۔۔وہ کراہا تھا"آہ!"اور وہیں صوفے پر بیٹھ گیا۔۔اس نے دروازہ کھولا اور باہر نکل گئی۔۔

مگر مصیبت تو سامنے ہی تھی۔۔سامنے کمرے سے ایک لڑکا نکلا،اسی لڑکے کی طرح کا تھا مگر بالوں کی پونی کیے ہوئے،وہ اسے غصے سے گھور رہا تھا۔

"مم۔۔مجھے جانے دو"وہ منمنائی تھی۔

اس نے لیزا کو پیچھے بالوں سے پکڑا اور دیوار سے اس کا سر دے مارا "آہ!" وہ کراہی تھی۔۔ سر گھوم گیا تھا اور ماتھے سے خون بہنے لگا تھا۔۔

اس نے اپنے ناخن اس کے ہاتھ میں پیوست کیے کہ چھڑا سکے مگر بے سود۔۔

"چھوڑو مجھے!" وہ چلائی تھی۔۔ پیچھے کمرے سے روبی نکلی تھی اور دوسرے کمرے میں غائب ہو گئی۔۔ لڑکے نے مڑ کر اسے دیکھا اور اسی لمحے لیزا نے اپنا پرس اس کے منہ پر دے مارا۔۔ لڑکے نے ایک زوردار تھپڑ اس کے منہ پر رسید کیا، گال پر ہاتھ رکھے وہ جھکی تھی۔۔ لڑکے نے دوسرے ہاتھ سے جھکی ہوئی لیزا کی گردن دبوچی۔۔ اس نے ساتھ پڑے گملے کو دیکھا، اس کو اٹھایا اور لڑکے کو دے مارا۔۔ اس کے کندھے پر جا لگا، گردن ہاتھ کی گرفت سے آزاد ہوئی، دوسرا ہاتھ کندھے پر رکھا اور وہ درد سے کراہا۔۔ وہ وہاں سے بھاگ گئی۔۔ سامنے کمرے میں خود کو بند کر لیا۔۔ لڑکے کی آواز سن کر روبی باہر آئی۔۔ اب وہ زور زور سے دروازہ بجا رہے تھے، اس کے سر پر ہتھوڑے برس رہے تھے۔۔

"یہ میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔۔ میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے۔۔ میں کیا کروں؟" وہ انگلیاں بالوں میں دیے ادھر سے اُدھر چکر کاٹ رہی تھی۔۔ روبی سامنے کمرے میں بیٹھے

لڑکے کی طرف متوجہ ہوئی جو کہ ماتھے پر ہاتھ رکھے بیٹھا تھا، خون بھل بھل بہہ رہا تھا، وہ اس کے ساتھ جا بیٹھی۔۔ لڑکے ایک ٹانگ زور سے بند دروازے پر ماری

دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔

)پھر جب دونوں جماعتوں نے ایک دوسرے کو دیکھا تو موسٰی کے ساتھیوں نے کہا ہم تو پکڑے گئے (

"تم تو گئی لیزا!" ایک صدا آئی تھی۔۔

وہ قدم قدم پیچھے ہٹتی چلی گئی اور وہ اس کے مزید قریب آتا گیا۔۔اس کی مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں اور آنکھیں سرخ جیسے وہ آج اس لڑکی کو مار دے گا۔۔

ایک دم وہ لیزا پر جھپٹا اور اس نے اپنے پیچھے کھڑکی پر لٹکے پردے کو زور سے کھینچا، وہ اوپر ڈنڈے سمیت نیچے آیا اور وہ اس نے لڑکے پر پھینکا۔پردے کے پیچھے دروازہ تھا کوئی کھڑکی نہیں۔۔اس نے پیچھے اس بند دروازے کو دیکھا

)پھر ہم نے موسٰی کو حکم بھیجا کہ اپنی لاٹھی کو دریا پر مار، پھر پھٹ گیا پھر ہر ٹکڑا بڑے ٹیلے کی طرح ہو گیا(

)کیا اس دروازے سے جائے؟(

لیکن نہیں۔۔دل میں ناجانے کیا بات آئی کہ وہ اس دروازے کی طرف بڑھی تھی جہاں سے وہ آیا تھا،اس نے خود پر سے پردہ ہٹایا اور اس کے پیچھے بھاگا تھا۔۔دائیں طرف سے روبی نکل رہی تھی،وہ ہڑ بڑا کر پاس ایک الماری کے پیچھے چھپ گئی۔۔ایک آنکھ سے اس نے دیکھا کہ پردے کے پیچھے دروازہ تو تھا مگر چھوٹا سا کمرہ تھا،وہ اگر اندر چلی جاتی تو باہر کیسے آتی۔۔ راستہ بند تھا۔۔

وہ باہر کی طرف بھاگی تھی،اندھا دھند،ایک جوتا ٹوٹ گیا۔۔اس نے وہ جوتا ایک جھٹکے سے پھینکا اور بھاگنے لگی۔۔بھاگتے ہوئے دور نکل آئی۔۔ہر جگہ سوکھے پتے تھے،ارد گرد سفیدے کے لمبے درخت۔۔نہیں پتہ چلا کہ جس جگہ پتے بکھرے ہیں وہاں ایک کھڈا ہے بھاگتے ہوئے اچانک پاؤں پھسلا اور وہ اس میں جا گری۔۔ایسے کہ اس نے زمین سمجھ کر ہی پاؤں رکھا تھا مگر وہ زمین نہیں تھی۔۔اس کا دایاں بازو بری طرح رگڑا گیا تھا۔۔

وہ کہاں پھنس گئی تھی۔۔

"کہاں ہے وہ۔۔ڈھونڈو اسے"کسی لڑکے کے چیخنے کی آواز آئی تھی۔

اس نے اپنے منہ کے آگے دونوں ہاتھ رکھ لیے کہ چیخ دبا سکے۔۔

اندھیرا چھا چکا تھا۔۔

اس بیابان میں کہاں آئی ہو گی وہ۔۔"دوسری طرف دیکھو"ایک اور اونچی غصیلی آواز اور وہ وہاں سے بھاگ گئے مگر وہ وہیں بیٹھی رہی،خاموش اور روتی ہوئی۔۔اسے ڈر تھا کہ ابھی وہ وہاں سے نکلے گی اور ابھی وہ اسے لے جائیں گے۔۔کئی ساعتیں بیت گئیں اور اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔۔گہرے بادل تھے،جامنی رات تھی۔۔اس نے اپنی انگلیاں سامنے مٹی میں گاڑھیں اور ایک قدم اوپر رکھا،پھسلی اور بہت برا نیچے گری۔۔پھر دوبارہ سے اس نے ہمت کی مگر گر گئی۔۔اب اسے اپنا آپ اس چیونٹی جیسا لگ رہا تھا جو بار بار اوپر چڑھتی گر جاتی۔۔دونوں پاؤں ننگے تھے اور اس نے گہری سانس خارج کی اور ہاتھ مٹی میں گاڑھ کر پاؤں رکھا اور اوپر کی طرف بڑھی۔۔اوپر آئی مگر اندھیرا تھا۔۔کوئی نہیں تھا۔۔وہ وہیں اوندھے منہ پتوں پر گر گئی اور رونے لگی۔۔

دور کہیں سے عشاء کی اذان کی آواز آ رہی تھی۔۔وہ اٹھی اور پھر سے بھاگنے لگی۔۔اسے گھر پہنچنا تھا۔۔اس کے پاؤں زخمی تھے مگر وہ بھاگ رہی تھی۔۔ایک دم پاؤں مڑا اور وہ منہ کے بل زمین پر گری۔۔زمین پر پڑے پڑے اس نے چیخ ماری۔۔اور پھر رونے لگی۔۔گھر کونسا گھر؟

اس نے زمین پر بہت سے مکے برسائے اور روتی گئی۔۔بارش برسنے لگی۔۔وہ دوزانو بیٹھ گئی اور رونے لگی۔۔ہیئر بینڈ کھینچ کر اتارا اور اسے دور پھینکا۔۔بارش کا پانی منہ پر پڑ رہا تھا۔۔ اس نے دونوں ہاتھ منہ پر رکھے۔۔وہ اکیلی تھی۔۔وہ واقعی اکیلی تھی۔۔اپنی بقا کے لیے اکیلی لڑی تھی،وہ جو اکیلا رہنے سے ڈرتی تھی اب اکیلی اس بیاباں میں بیٹھی تھی۔۔

)اور ہم نے موسٰی کو اور جو اس کے ساتھ تھے سب کو نجات دی(

اسے خیال آیا کہ اگر وہ اس دروازے سے اندر جاتی تو دیوار تھی،وہ پھنس جاتی،اگر دوسرے راستے پر جاتی تو وہ لوگ پکڑ لیتے مگر وہ کھڈے میں گر گئی۔۔کوئی تھا آس پاس۔۔ کون تھا۔۔دل بے قرار دھڑکا تھا۔۔وہ نظر نہیں کیوں نہیں آ رہا تھا۔۔

دل نے دلیل پیش کی۔۔ابھی تو نظر آیا تھا جب کوئی نہیں آیا تھا۔۔اسے خوف محسوس ہوا اور اس نے ارد گرد گردن گھمائی۔۔کتنا عجیب احساس تھا۔۔

"جیسے کوئی سمندر تھا،ٹھہرا ہوا اور اس میں کسی نے پتھر پھینکا تھا اور ہر طرف ہلچل مچ گئی۔۔میں بے چین ہونے لگا اور دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔۔"پروفیسر کے الفاظ ذہن میں گونج رہے تھے،اس نے دل پر ہاتھ رکھا،دھڑک رہا تھا۔۔"ایسے جیسے کوئی چیز ہے میرے اندر اتاری گئی ہے اور میں ہوش میں آیا ہوں۔۔میں اب جاگا ہوں۔۔کچھ سپر نیچرل

تھا جو چند لمحے کے لیے میرے ساتھ ہوا تھا اور پھر سب بدل گیا تھا۔۔میں نے ایک فیصلہ کیا تھا"اس نے ارد گرد دیکھا، کوئی تھا جو اس کو دیکھ رہا تھا، مدد کر رہا تھا اسے صحیح سمت دکھا رہا تھا۔۔

"میڈم! دوبارہ سے پڑھیں۔۔آپ کو اپنی زندگی ان میں نظر آئے گی "

"لیزا تم کتاب نہیں پڑھتی "

"کہا موسیٰ ہم تو گئے "

"لیزا وہ سچ بولتی ہے "

کئی آوازیں تھیں جو اس کی سماعت سے ٹکرائیں۔۔کئی منظر تھے جو گڈمڈ ہو رہے تھے۔۔

وہ چیخی "بس کر دو۔۔بس کر دو۔۔میں اب مزید بھاگ نہیں سکتی۔۔میں ہار گئی ہوں۔۔میں اور نہیں بھاگ سکتی۔۔میں تھک گئی ہوں"اپنے کانوں پر ہاتھ رکھے آنکھیں زور سے میچے وہ چلائی تھی، پھر ہر جگہ خاموشی صرف بارش کے پتوں پر گرنے کی آواز تھی۔۔اس نے آنکھیں کھول کر ادھر اُدھر دیکھا مگر عجیب بات ہے، اسے خوف محسوس نہیں ہوا۔۔وہ تو ڈرتی تھی اکیلے ہونے سے، ڈرتی تھی کہ کسی دن اس کے ساتھ کوئی نہیں ہو گا۔۔مگر اب وہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

یہاں اکیلی بیٹھی تھی کوئی نہیں تھا اب ڈر کہاں گیا۔۔وہ کانپ رہی تھی، بالوں کی لٹیں چہرے کے گرد چپٹ گئی تھیں۔۔ایک سناٹا سا تھا جس نے ہر سو اپنا قبضہ جمایا تھا۔۔وہ بس خاموشی سے ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔۔کہنی سے خون نکل رہا تھا، سر الگ پھٹا تھا، ٹانگوں میں جان نہیں رہی تھی مگر وہ خاموش ہو گئی تھی۔۔

سر ایسا درد کر رہا تھا جیسے کوئی ہتھوڑے برسا رہا ہو۔۔حواس واپس آنے لگے تھے۔۔وہ گھر سے دور تھی مگر گھر کا سوچتے ہی اسے بے چینی ہونے لگی۔۔

کتنا بھاگی تھی وہ اس دن سے اور اس دن نے اسے لپیٹ میں لے لیا تھا، اب وہ بھاگ نہیں سکتی تھی، وہ لمحہ بیت چکا جب وہ بھاگی تھی۔۔وہ رینگتے ہوئے پاس درخت کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔آنکھیں بند تھیں۔۔

"آپ دوبارہ سے پڑھیں، آپ کو ان کہانیوں میں اپنی زندگی نظر آئے گی"

خاموشی سے گہری سانس لیتی وہ گیلی مٹی کی خوشبو ہر سانس کے ساتھ اندر اتار رہی تھی۔۔وہ کسی سے ملنا نہیں چاہتی تھی، اسے کسی کی ضرورت نہیں تھی، اتنے دن بعد بلکہ اتنے سالوں بعد آج سکون ملا تھا۔۔اس کا دل کیا کہ چند لمحوں کے لیے سب دماغ سے غائب ہو جائیں اور وہ سب بھول جائے۔۔کون تھا اس کی زندگی میں، کیا کیا ہوا تھا اس زندگی

میں۔۔سب بھول کر وہ یہیں سر لگائے بیٹھی رہے۔۔کیونکہ یہاں سکون تھا۔۔بارش اب ہلکی ہو چکی تھی۔۔

رات اپنے تیسرے پہر میں داخل ہونے والی تھی۔۔

سفید دھاری ابھی نیلی دھاری سے جدا نہیں ہوئی تھی۔۔دور کہیں فجر کی اذان گونجی، آسمان گہرا نیلا اور شفاف تھا۔۔بارش ابھی تک رک چکی تھی اور ٹھنڈی ہوا پتوں پر سے گزرتی سرسراہٹ پیدا کر رہی تھی۔۔وہ اسی طرح درخت سے سر لگائے آنکھیں بند کیے نڈھال سی ہو کر بیٹھی تھی۔۔گردن ایک طرف لڑھکی ہوئی تھی۔۔ایک ہاتھ گھٹنے پر تھا اور دوسرا سوکھے پیلے پتوں پر۔۔اسے محسوس ہوا کوئی اس کے ہاتھ کو ہلانے کی کوشش کر رہا ہے۔۔کوئی نرم سا نازک سا وجود، اس نے جھٹ سے آنکھیں کھولیں اور ایک دم کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔۔لیکن وہ چھوٹا بلی کا بچہ تھا جو اس کے ہاتھ کو زبان سے کبھی چاٹ رہا تھا اور کبھی اس کے ساتھ کھیل رہا تھا۔۔ایک دم سے دل دھڑکا مگر پھر سنبھل گیا۔۔کالی رات گزر چکی تھی۔۔سامنے سے کوئی آ رہا تھا۔۔کوئی چھوٹا سا وجود جس کے کندھے پر بڑا سا تھیلا تھا۔۔وہ قریب آیا اور بلی کا بچہ پکڑ لیا۔۔پھر کسی درخت کے پیچھے سے ایک چھوٹی لڑکی بھی نکلی جس

کے بھورے بال بکھرے تھے مگر اس نے سر پر سکارف باندھا تھا جس کی گرہ اس کی گردن کے نیچے تھی۔۔ فجر کی اذان ابھی بھی ہو رہی تھی۔۔ لیزا اسی طرح زمین پر بیٹھی ان دونوں کو گھور رہی تھی۔۔ لڑکی کی آنکھیں بھوری تھیں اور گوری گلابی رنگت تھی جس پر جگہ جگہ مٹی کے داغ لگے تھے مگر وہ ایسے بھی پیاری لگ رہی تھی۔۔ اس کی فراک بہت گندی ہو چکی تھی اور جگہ جگہ سے پھٹی بھی تھی۔۔ اپنے بھائی کے کندھے کے پیچھے چھپی سامنے لیزا کو دیکھ رہی تھی اور پھر اس نے اپنے بھائی کے کان میں سرگوشی کی۔۔ جواب میں لڑکے نے کچھ کہا تو وہ پیچھے سے نکلی اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی لیزا تک آئی۔۔ اس کے ہاتھ میں لیزا کا ہیئر بینڈ تھا۔۔ وہ سامنے آئی اور اپنا ہاتھ آگے کیا۔۔ لیزا بس اسے دیکھ رہی تھی خالی نگاہوں اور رکی سانسوں سے۔۔ اسے لگ رہا تھا یہ خواب ہے۔۔ دل ماننے کو تیار نہیں تھا کہ وہ بچ گئی ہے۔۔ ایک درد کی شدید ٹیس اس کے سر میں اٹھی، اس نے آنکھیں میچ لیں۔۔ کل والے منظر گڈ مڈ ہونے لگے۔۔ کوئی اس کا سر دیوار سے مار رہا تھا، ویلکم ایگین، وہ ایک دم کھڈے میں آ گری تھی۔۔ کسی کے اوپر اس نے پردہ پھینکا تھا۔۔ اس کا تنفس بھاری ہونے لگا اور اس نے آنکھیں کھول دیں۔۔

سامنے لڑکا اور لڑکی ابھی بھی کھڑے تھے۔۔اسے دیکھتے ہوئے،اس کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔۔

"میں نے گھر جانا ہے "

فجر کی اذان ہو چکی تھی۔۔آسمان ابھی بھی گہرا نیلا تھا۔۔لڑکی نے ہیئر بینڈ جھک کر اس کی گود میں رکھا اور اپنے بھائی کی طرف بھاگ گئی۔۔وہ ذرا سا لیزا کے قریب آیا اور پوچھا

"تمارا (تمھارا) گھر کہاں ہے؟" لہجے سے وہ پٹھان لگتا تھا۔

دماغ نے سوال کیا،لیزا گھر کہاں ہے؟ پھر پوچھا لیزا گھر کہاں ہے؟ تیسری بار پوچھنے پر حواس واپس آئے

"گھر۔۔"اور اس نے اپنا ٹوٹا پھوٹا اڈریس بتایا۔

"چلو!" چھوٹا لڑکا آگے تھا اور چھوٹی لڑکی ہاتھ میں بلی کا بچہ پکڑے پیچھے تھی۔۔لیزا ان کے پیچھے چل رہی تھی۔۔اس کی کہنی اور بازو پر خون جما تھا،ماتھے پر بھی چوٹ کا نشان تھا مگر خون وہاں بھی جم چکا تھا۔۔سارا جسم درد کر رہا تھا اور اس کی آنکھیں بار بار بند ہو رہی تھیں۔۔کچھ لمحے صحیح نظر آتا پھر ڈبل۔۔آنکھیں زور سے میچتی اور پھر کھولتی تو منظر صحیح ہوتا۔۔سر اس قدر درد کر رہا تھا جیسے کوئی ہتھوڑے برسا رہا ہو۔۔تھوڑی ہی دور چلے تھے کہ

سڑک آگئی۔۔وہاں ایک گدھاگاڑی کھڑی تھی۔۔لڑکا گدھاگاڑی پر بیٹھ گیااور لڑکی اس کے پیچھے۔۔لڑکے نے گدھے کی لگام پکڑی۔۔لیزا خاموشی سے اسے دیکھ رہی تھی۔۔وہ کیسے سوار ہو؟کیاوہ اس پر گھر جائے گی؟مگر گھر جانے کا احساس گدھاگاڑی پر سواری سے زیادہ پر سکون تھا۔۔سنبھل کر وہ اوپر بیٹھی اور گدھاگاڑی سڑک پر دوڑنے لگی۔۔اتنا سنسان علاقہ اس نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔چپ کر کے گھٹنے سینے سے لگائے، بازوان پر جمائے وہ ارد گرد دیکھ رہی تھی۔۔سڑکیں خالی تھیں، کوئی اکادکا ٹریفک، خاموش سالاہور تھا۔۔گورنمنٹ کالج کے سامنے سے گزرے تو اسے احساس ہوا کہ بس گھر اب تھوڑی ہی دور ہے۔۔لڑکی خاموشی سے بلی کے بچے کو پیار کرتی لیزا کو دیکھ رہی تھی۔۔

ایک خاموش گلی میں داخل ہوئے تو لڑکا رک گیا۔۔

"باجی۔۔آگے کا تم کو مالوم (معلوم) ہے؟"لڑکے نے گردن موڑی۔۔

لیزا نے ہاں میں سر ہلایا اور اسے آگے کا رستہ بتایا۔۔چند منٹ بعد وہ گھر کے سامنے تھی۔۔فوراً نیچے اتری اور لڑکی کو دیکھا، وہ اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔۔پھر لڑکا اپنی گدھا گاڑی بھگا کر لے گیا۔۔دور جاتی چھوٹی لڑکی اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھ ہکاتی اسے خدا حافظ کر رہی تھی۔۔خاموشی سے دروازہ بجایا اور دروازہ کھل گیا۔۔بابا تو اسے دیکھ کر حیران

ہو گئے۔۔وہ اندر داخل ہوئی تو سامنے ہی وہیل چیئر پر صوفیہ بیٹھی تھیں۔۔اسے دیکھ کر چونکیں اور پھر پیر سے سر تک دوبارہ نظر دوڑائی۔۔وہ خاموشی سے اوپر بھاگ گئی اور ٹھک سے دروازہ بند کیا۔۔

کاکول میں یہ صبح روشن اتری تھی۔۔خوشگوار اور چمکیلی صبح جس کی کرنیں پی ایم اے کے بڑے سے گراؤنڈ پر پڑ رہی تھی جہاں اس وقت فوجی بڑی مستعدی سے ڈھول کی تاپ اور باجوں کے بین پر پریڈ کرتے آ رہے تھے۔۔سامنے ناظرین میں بڑے آرمی آفیسرز اور نوجوانوں کے گھر والے بیٹھے تھے، بڑے فخر اور آنکھوں میں چمک لیے وہ پریڈ دیکھ رہے تھے، کچھ دیر بعد پریڈ ختم ہوئی اور ان سے حلف اٹھوایا گیا۔۔پھر اعزازت کی باری تھی۔۔مائیک پر بولتے یونیفارم میں ملبوس آفیسر نے ایک نام لیا تھا، اس کے گھر والے گردن اٹھا اٹھا کر اسے دیکھ رہے تھے۔۔

یونیفارم میں ملبوس ابراہیم مارچ کرتا آگے آیا اور ایک سیلوٹ پیش کیا، سامنے کھڑے آفیسر نے اعزازی تلوار اس کی طرف بڑھائی، اس نے تلوار نیام سے باہر نکالی پاؤں زور سے

زمین پر مارا، ہاتھ کنپٹی تک گیا اور تلوار دوبارہ نیام میں رکھ دی۔۔پھر واپس مڑا اور مارچ کرتا اپنی جگہ پر کھڑا ہوا، ساتھ کھڑے حدید کے سینے پر بھی ایک تمغہ لگایا گیا۔۔

جی سی اعزاز کو صدارتی تمغہ دیا گیا تھا۔۔

آج وہ پاس آؤٹ ہو گئے تھے اور اب زندگی پہلے جیسی نہیں رہے گی۔۔وہ تینوں جانتے تھے۔۔پاسنگ آؤٹ پریڈ کے بعد وہ اپنے اپنے والدین سے ملے۔۔

وہ اپنے دادا کے سامنے کھڑا تھا جن کی آنکھوں میں ایک چمک تھی۔۔وہ بھی یونیفارم میں ملبوس تھے، کندھے پر ستارے اور سینے پر بہت سے تمغے سجے تھے۔۔اس نے اپنی تلوار اتاری اور نیام سمیت ان کے سامنے بڑھائی۔۔وہ مسکرا دیے اور واپس رکھنے کا اشارہ کیا۔۔وہ ارد گرد دیکھ رہے تھے، مسکراتے ہوئے۔۔پھر دونوں گلے لگے

"قسم سے زندگی میں پہلی بار آپ کو اس طرح دیکھا ہے۔۔پتھر میں دراڑ کیسے آئی؟ "

اور وہ ان سے الگ ہوا تو وہ مسکرا دیے "اچھے لگ رہے ہو "

ساتھ کھڑیں سمیرا بار بار آنسو صاف کر رہی تھی اور پھر اپنے بیٹے کے ماتھے کو چوما، اپنی ماں سے بڑا لگ رہا تھا۔۔سامنے سکینہ کھڑی تھی جو کہ مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔۔پی ایم اے کی سڑک پر چلتے ہوئے ابراہیم نے اسے گھورا "کیا ہے؟" وہ بڑبڑائی۔

"اسے نہیں لائے ساتھ" ایک سرگوشی تھی۔

وہ مسکرائی اور پھر ابرو اٹھایا۔

"کسے؟ "

"بتاؤں تمھیں" وہ دانت پیستے ہوئے بولا تھا۔

وہ ہنس دی "اس کے پاؤں پر چوٹ لگی تھی۔۔زیادہ چل نہیں سکتی تھی "

اس نے یاسیت سے سر اثبات میں ہلایا اور بائیں طرف دیکھنے لگا۔دائیں بائیں بڑے بڑے درخت تھے۔۔

"ویسے۔۔میں صبح اسے بتا کر آئی تھی کہ تمھارے کچھ لگتے نے آج پاس آؤٹ ہو جانا ہے"

اس نے گردن موڑ کر اپنے ساتھ چلتی بہن کو دیکھا "کیا کہتی؟ "

حوا کی طرح منہ بنایا "ہوں" اور پھر ہنس دی۔

وہ بھی مسکرا دیا۔

بڑے سے ہال میں اس وقت بہت سے فوجی تھے اور ساتھ ان کے ماں باپ، گھر والے۔۔ہلکی بھوری آنکھوں والے کے پیچھے کھڑے ہو کر اس نے گلا کھنکھارا تو وہ پیچھے مڑا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور اسے دیکھ کر مسکرایا۔سامنے ایک لڑکی کھڑی تھی،اس نے سیاہ چادر لی ہوئی تھی مگر اس کی گہری سیاہ آنکھیں اور رنگت اجلی تھی۔۔

"السلام علیکم بھابھی"ابراہیم مسکرایا اور سینے پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا آگے کو جھکا

اس نے سر ہلا کر وعلیکم السلام کہا۔۔ساتھ حدید کے دادا بھی کھڑے تھے۔۔

"دادا جی۔۔آپ کا پوتا ملک کا نام روشن کرے گا۔۔ماشاءاللہ سے چھے مہینے میں نے اسے جھیلا ہے اب بارڈرز کی باری"وہ ہنس دیے۔

حدید نے ذرا سی اسے کہنی ماری مگر وہ کہاں رکنے والا تھا"بھابھی۔۔آپ مجھ سے ایک وعدہ کریں"سامنے کھڑی لڑکی نے بھنویں بھینچیں

"اس کا منہ ٹوٹے یا ٹانگ۔۔آپ گھر نہیں توڑیں گی۔۔اس کا دل اس کے منہ سے بھی زیادہ خوبصورت ہے"اور وہ سمجھ کر مسکرا دی۔

وہ بمشکل مسکراتا ہوا اسے دیکھ رہا تھا،ابراہیم نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا اور مسکراتے ہوئے چلا گیا۔۔

دروازے کے پاس کھڑے اعزاز کے سامنے اس کا بڑا بھائی اور باپ کھڑے تھے۔۔ان کی آنکھوں میں خوشی اور ایک چمک تھی۔۔اسی ایک چمک کے لیے وہ ہمیشہ ترسا تھا۔۔جب

وہ یہاں آیا تھا تو بات بات پر غصہ کرتا تھا اور اب جا رہا تھا تو مسکرا رہا تھا۔۔اس کا باپ اسے کچھ کہہ رہا تھا اور پھر اسے گلے لگا لیا۔۔پھر ان سے جدا ہوا تو انھوں نے آنکھیں صاف کیں۔۔

دور کھڑا ابراہیم دیکھ رہا تھا۔۔اعزاز کی نظر پڑی، مسکراتے ہوئے ہاتھ ماتھے تک لے گیا اور پھر مسکراتے ہوئے ایک سیلوٹ کیا۔۔وہ بھی مسکرا دیا۔۔

پھر تصاویر کھینچی گئیں اور قصہ تمام ہوا۔۔اب اگلے مگر مشکل سفر کی تیاری تھی۔۔

دوسری طرف لیزا اپنے کمرے میں پڑے بڑے سے صوفے کے ہتھ پر سر رکھے لیٹی تھی۔۔آنکھیں سامنے کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتی ہوئیں۔۔کھڑکی پر پردے گرے ہوئے، کمرہ نیم روشن تھا۔۔اسے نیند نہیں آ رہی تھی مگر وہ بے چین بھی نہیں تھی۔۔اس نے بھی ایک فیصلہ کیا تھا۔۔اس کا حلیہ پہلے سے بہتر تھا۔۔شاید وہ نہا کر آئی تھی۔۔ماتھے پر اس نے مرہم لگایا ہوا تھا، کہنی کو بھی اچھے سے صاف کر کے وہاں پٹی ہوئی تھی۔۔دفعتاً دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا تھا۔۔وہیل چیئر کے پہیوں کی آواز اس کے کانوں میں پڑی مگر وہ ہلی تک نہیں۔۔

وہ اس کے پاس آچکی تھی "لیزا" نرم آواز۔۔ کئی سالوں بعد سنی تھی مگر اب خواہش نہ تھی۔

وقت گزر جانے پر کچھ خواہشات بھی تو دم توڑ دیتی ہیں۔ کبھی جن کے پورا ہونے پر ہم رات دن دعائیں مانگتے ہیں ایک وقت آتا ہے پوری نہ ہونے پر بھی ہمیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔

وہ خاموش رہی۔

"کیا ہوا ہے بیٹے۔۔ کہاں سے آئی ہو؟ "

وہ فکر مند ہوئی تھیں مگر یہاں کسی کو کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔

وہ اٹھ کر بیٹھ گئی، ان کے سامنے، آنکھوں میں آنکھیں ڈالے

"ممی۔۔ میں بہت سکون میں ہوں۔۔ پلیز یہاں سے چلی جائیں۔۔ میں ٹھیک ہوں" وہ دھیما بول رہی تھی مگر سر ابھی بھی درد سے پھٹا جا رہا تھا۔۔ پھر سر جھکا دیا

"لیزا" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں، لیزا اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل کا دراز کھولا اور گولیوں کا ایک پیکٹ نکال کر دو گولیاں ہتھیلی میں لیں، باقی ویسے ہی دراز میں پھینکیں اور بیڈ کی طرف آئی، پانی کا گلاس پکڑا اور گولیاں منہ میں پھانکیں۔۔ پھر چند گھونٹ پانی پیا اور لیٹ گئی۔۔

اسے سونا تھا۔۔بہت زیادہ،اتنا زیادہ کہ خواب حقیقت سے حسین لگے،خواب ہی حقیقت لگے۔۔

صوفیہ چند لمحے اسے دیکھتی رہیں،انگلی کی پوروں سے آنکھ کے گیلے کنارے صاف کیے اور پھر چلی گئیں۔۔

شام کے چھے بج رہے تھے جب لیزا کی آنکھ کھلی۔۔جسم گرم انگارے جیسا تھا اور سر پر ابھی بھی ہتھوڑے برس رہے تھے۔وہ اٹھی اور پاؤں زمین پر رکھے،سب کچھ ڈبل ڈبل نظر آرہا تھا،اس نے زور سے آنکھیں میچیں اور پھر کھولیں،اب کچھ واضح نظر آیا تھا۔۔وہ بمشکل اٹھی اور واش روم تک گئی۔۔منہ پر چھٹے مارے،کنگھی کر کے ڈھیلی سی چٹیا کی،ماتھے کے زخم پر سنی پلاسٹر لگایا،کھونٹی سے لٹکا پرس اتارا اور نیچے کی طرف بڑھی۔سیڑھیاں اترتے اسے بیلا ملی تھی۔۔اس کی گلابی آنکھیں اور سرخ ہوتی گالوں کو دیکھ کر پوچھ بیٹھی

"آپ ٹھیک ہیں؟"

"ہوں" وہ آگے بڑھی اور اس نے گاڑی کی چابیاں اتاریں اور باہر کی طرف جانے لگی

"میم۔۔وہ گھنگریالے بالوں والا آیا تھا "

باہر جاتی لیزا مڑی "شیخو؟ "

"جی "

"تم نے کیا کہا؟" وہ تکلیف میں تھی، درد کا احساس بڑھ رہا تھا

"آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔ پھر وہ چلا گیا "

اس کا سر پھر گھوم رہا تھا "اوہ۔۔ کوئی بات نہیں۔۔۔ دوبارہ آئے تو اسے بٹھانا۔۔ شاید کوئی بات کرنی ہو" اور پھر چلی گئی۔

گاڑی لائبریری کے سامنے رکی تھی۔

ابھی ساڑھے چھے ہوئے تھے، آدھا گھنٹہ تھا، کیف یہیں ہو گا۔۔ وہ اندر گئی اور ریسیپشن سے اس کا پوچھا۔۔ اس نے ساتھ والے کمرے کی طرف اشارہ کیا۔۔ شیشے کا دروازہ کھلا تھا، اندر وہ کسی سے کچھ بات کر رہا تھا، لیزا کو دیکھا تو سامنے بیٹھے لڑکے کی کتاب پر ڈیٹ لکھی، ایک سلپ بنائی اور وہ چلا گیا۔۔ لیزا کو دیکھ کر مسکرایا۔۔ وہ پھیکا سا مسکرائی اور سامنے کرسی پر جا بیٹھی

"کیسی ہو؟" وہ آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھ رہا تھا۔

"اچھی ہوں۔۔ تم ٹھیک ہو؟ "

"تم نہیں ٹھیک "اس نے ابرو سے لیزا کے ماتھے کی طرف اشارہ کیا" کیا ہو؟ کہیں گری ہو؟"

لیزا نے کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے، آنکھیں بند کیں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے کنپٹی کو مسلا۔

"ہوں۔۔ گری تھی مگر اٹھ گئی۔۔ میرے سر میں بہت درد ہے کیف۔۔ میں نے میڈیسن لی تھی مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا" دھیمے لہجے میں بتا رہی تھی۔ دماغ پھٹ رہا تھا۔

"اوہ۔۔ کب سے ہے؟ "

لیزا کا دماغ گھوما تھا۔ ایک لمحے کے لیے منظر آنکھوں کے سامنے سے گھوم گئے، اس کا سر دیوار سے بجا تھا، ایک درد کی لہر اٹھی تھی

"کل سے ہے" ایک تھوک نگلا۔

"ہوں" اس نے سوچ کر سر ہلایا اور پھر کاغذ پر کچھ لگنے لگا۔۔ کاپی پر سر جھکائے قلم کاغذ پر رگڑ رہا تھا" کھانے میں کیا کھایا ہے؟ "

"کھانا؟۔۔ کھانا کھایا ہے؟" لیزا خود سے سوال کر رہی تھی" کھانا بھول گئی ہوں" مگر کیف سے کچھ نہیں کہا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"لیزا"اس نے نظر اٹھائیں اور اسے دیکھا"تم ٹھیک ہو؟ "

اس نے ہاں میں سر ہلایا"وہ۔۔کچھ نہیں کھایا۔۔دل نہیں تھا "

وہ پیچھے کرسی کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا،دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی ہونٹ پر رکھے اسے دیکھتا رہا"تم نے میڈیسن لے لی۔۔مگر کھانا نہیں کھایا "

اس نے ایک سانس خارج کی اور سر جھکا دیا۔

سامنے لگی گھڑی کو دیکھا،سات بج چکے تھے۔۔وہ اٹھا اور کاپی بند کی

"چلو۔۔کھانا کھاتے ہیں،پھر میڈیسن لیں گے"لیزا نے حیرانی سے اسے دیکھا اور پھر اس کے ساتھ باہر آئی۔اس نے ریسیپشن پر اپنے جانے کی خبر دی اور باہر نکلا۔

وہ گاڑی پر آئی تھی مگر اب کیف کے ساتھ پیدل چل رہی تھی،بارش ہوئی تھی اور سڑک گیلی تھی،ہوا میں خنکی بھی تھی۔۔

"تم ٹھیک ہو نا؟ "

جیبوں میں ہاتھ ڈالے سڑک کنارے چلتے کیف نے گردن موڑ کر لیزے کو دیکھا

اس نے فقط ہاں میں سر ہلایا تھا۔۔مگر وہ ابھی بھی مطمئن نہیں ہوا تھا۔۔ایک چھوٹا سا ڈھابہ تھا جہاں وہ دونوں بیٹھ گئے تھے۔۔

"کیا کھاؤ گی۔۔ چلی کباب یا مٹن کڑاہی؟ "

وہ خاموش رہی پھر کندھے اچکا کر بولی "جو دل کرے "

"ویسے۔۔ مینیو میں میرا دماغ بھی ہے۔۔ آپ اس سے بھی پیٹ بھر سکتی ہیں "اور یہ پہلی مرتبہ تھا کہ لیزا مسکرائی تھی

ایک چھوٹے بچے کو کیف نے اشارہ کیا اور وہ بھاگتا ہوا آیا۔۔

اسے آرڈر دیا اور اب وہ پیچھے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔ لیزا ساتھ گیلی سڑک کو گھور رہی تھی جس پر بکھرے پانی میں سڑک پر آتی جاتی گاڑیوں کی روشنیوں کا عکس تھا۔۔

"سر میں درد کیوں رہتا ہے؟" کیف نے ابرو اٹھایا

لیزا نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"نہیں مطلب۔۔ دماغ تو نہیں بڑا ہو رہا "

اب کی بار وہ ہنس دی تھی۔

حالات کیسے بھی ہوں وہ اسے ہنسانا جانتا تھا۔۔

کھانا آ گیا اور کھانے کے بعد انھوں نے چائے منگوائی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم بیٹھو۔۔میں دو منٹ میں تمھاری میڈیسن لے کر آیا"اور وہ جھٹ سے کھڑا ہوا

"میں بھی چلوں؟"وہ بھی ساتھ ہی کھڑی ہوئی

"یہ بری بات ہے۔۔بیمار کی خدمت کرنی چاہیئے۔۔مجھے اپنی خدمت کا موقع دو۔۔کل کو میں جنت جاؤں گا تو اللہ سے درخواست کر کے تمھیں بھی بلا لوں گا"اس نے سر ہلایا اور مسکرا کر بیٹھ گئی۔۔

ہر طرف لوگوں کا رش تھا۔۔کباب اور کڑاہی کی خوشبو ہر طرف پھیلی ہوئی تھی۔۔سر کا درد ویسے ہی تھا،ارد گرد کے شور سے اسے گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔۔اس نے سر ہاتھوں میں دے دیا اور آنکھیں بند کر لیں۔۔وہ لمبی لمبی سانسیں لے رہی تھی۔۔

"لیزا"کیف کی آواز پر اس نے جھٹکے سے آنکھیں کھول دیں اور کھڑی ہو گئی۔۔

"کیف"اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔ارد گرد شور مزید بڑھ گیا،لوگوں کے قہقہے سامنے سڑک،سب کچھ عجیب اور بڑا بڑا نظر آ رہا تھا۔

"ہاں"وہ اس کے ساتھ کھڑا تھا۔چائے آ چکی تھی۔۔

"کیف"وہ ارد گرد دیکھ رہی تھی جیسے بہت گھبرائی ہوئی ہو۔کہیں سے کسی لڑکے کے ہنسنے کی آواز آئی تھی۔۔

"لیزا۔۔تم ٹھیک ہو؟"وہ فکر مندی سے پوچھ رہا تھا۔۔

وہ سامنے سے گزرتی گاڑیوں کو دیکھ رہی تھی۔۔گاڑیاں ایک دم بہت تیز چلنے لگی تھیں

وہ میز تک آیا اور پانی گلاس میں انڈیلا۔۔

"بیٹھ جاؤ۔۔پانی پیو "

وہ کرسی پر بیٹھی اور گلاس منہ کو لگالیا۔۔پھر دوائی لی۔۔

واپسی پر گاڑی کیف چلا رہا تھا اور وہ بس کھڑکی کے ساتھ سر لگائے گم سم سی تھی۔۔وہ صرف جسمانی بیمار نہیں تھا کہیں کچھ ہوا تھا، کچھ ایسا جس نے اس کے ذہن پر اثر کیا تھا۔۔

اس کے گھر کے آگے گاڑی رکی اور وہ اترے۔۔

"اپنا خیال رکھنا "

اور وہ اندر چلی گئی۔۔

وہ ابھی تک سوچ میں مگن تھا، کچھ غیر معمولی ہوا تھا۔۔

رات ہوئی اور ہر طرف سناٹا چھا گیا۔۔دوپہر میں وہ گھر پہنچے تھے اور آسیہ بیگم خالدہ بھابھی کے ساتھ سمیرا کو مبارکباد دے کر آئی تھیں، ابراہیم حوا کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ نہیں

آئی۔۔رات ٹھنڈی تھی اور حسین بھی۔۔حوا چھت پر ہی تھی، چارپائی پر بیٹھی ساتھ سٹور روم کی دیوار پر لگی کھونٹی سے لیمپ لگا جل رہا تھا۔۔پاؤں سے پٹی اتار دی تھی، پاؤں اب کافی بہتر ہو چکا تھا۔ بار بار گردن پیچھے موڑ کر دیکھتی مگر کوئی نہیں تھا، ساتھ والی چھت خالی تھی۔۔اس نے سر جھٹکا اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔۔چند پل اور بیتے اور پھر اس نے اٹھ کر کھونٹی سے لیمپ اتارا۔۔وہ نہیں آئے گا۔۔اس کے لیے کوئی نہیں آتا اور وہ پیچھے مڑی، ساتھ والی چھت پر کوئی سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا، اسے لگا کہ اسے صرف لگ رہا ہے کہ وہاں کوئی کھڑا ہے، ذرا سا لیمپ اس نے اپنے آگے کیا تو یقین ہوا کہ وہ وہاں واقعی کھڑا تھا، ہلکے بھورے رنگ کی شلوار قمیض پہنے۔۔

"کیسی ہو؟"

وہ چل کر دیوار کے پاس گئی۔۔اور لیمپ چھوٹی دیوار پر رکھا۔

"ٹھیک ہوں۔۔آپ ٹھیک ہیں؟"

"تمھیں کیا لگے۔۔تم کونسا حال پوچھنے آئی تھی؟" کندھے اچکائے اور لیمپ کے ساتھ دیوار پر چڑھ کر بیٹھ گیا۔۔حوا ابھی بھی کھڑی رہی، دونوں کے درمیان جلتا لیمپ تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں بھی دوپہر میں چھت سے آپ کو دیکھنے کے لیے کھڑی رہی مگر آپ نہیں آئے"

اس نے بھی بدلے میں گلہ کیا تھا۔

"کب؟" ابراہیم نے آنکھیں چھوٹی کیں

"دوپہر میں" جواب جھٹ سے آیا تھا۔

اس کے دل کو عجیب سا اطمینان محسوس ہوا تھا، (سکینہ نے اسے صبح بتایا تھا کہ آج ابراہیم آئے گا اور وہ چھت پر اسے دیکھنے کے لیے انتظار کرتی رہی) اس نے گلا کھنکھارا" وہ اس لیے کہ "وہ اٹھا اور ذرا سا جھکا، زمین پر دیوار کے ساتھ گلدستہ رکھا ہوا تھا، وہ اٹھایا اور اس کے سامنے کیا" میں یہ لے رہا تھا "

حوا نے پہلے گلدستے کو دیکھا اور پھر اس کو۔۔لیمپ کی روشنی اس کی آنکھوں میں چمک رہی تھی۔۔

وہی "گل بابونہ" درمیان سے پیلے اور باقی سفید پتیوں والے، ساتھ میں ایرس کے جامنی پھول۔۔وہ مسکرائی تھی اور ہاتھ بڑھا کر پکڑا

"یہ اماں کے کہنے پر لائے ہیں" اس نے جتایا تھا مگر وہ بھی ابراہیم تھا

"نہیں! اس بار دل کے کہنے پر لایا ہوں "

رات زیادہ حسین تھی یا یہ منظر۔۔وہ چند لمحے اسے یونہی دیکھتی رہی۔۔وہ دوبارہ دیوار پر لیمپ کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔

"اگر تم تھوڑی دیر اور انتظار کرتی تو میں دوپہر میں ہی آجاتا" سینے پر بازو لپیٹ لیے۔

اس نے گلدستہ دیوار پر رکھا "آپ کو مبارک ہو"

"مبارک موصول۔۔پاؤں کیسا ہے؟" پاؤں کی طرف آنکھوں سے اشارہ کیا۔

"ٹھیک ہے" ایک نظر اس نے اپنے پاؤں پر ڈالی جس پر چند بھورے چھوٹے کٹ تھے۔

"اس بار تو آگیا ہوں۔۔مگر آئندہ شاید کافی دیر بعد آیا کروں، ہفتوں بعد، مہینوں بعد" سینے پر بازو لپیٹے وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"کیوں؟"

"اب یونٹ میں جاؤں گا۔۔وہاں اور پریکٹس، اور کام۔۔اب بڑی پوسٹ پر جانا ہے"

"اچھا" اور وہ دوبارہ نیچے دیکھنے لگ گئی۔۔پاؤں مسلسل ہلکا ہلکا زمین سے رگڑ رہی تھی۔

"تم میرا انتظار کرو گی؟"

حوا نے جھٹکے سے سر اٹھایا پھر اسے دیکھا۔۔کیا تھا اس میں؟

"آپ پھول لانے کا وعدہ کریں میں انتظار کرنے کا وعدہ کروں گی" جانے کیا خیال میں آیا تھا کہ اس نے یہ کہہ دیا۔

وہ ہنس دیا "اللہ" آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی "لڑکی! ویسے پھول مرجھا جاتے ہیں" اس نے پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا

حوا نے منہ بسورا پھر اس نے بھی شانے اچکائے "میں سنبھال کر رکھوں گی "

وہ ہنس دیا "ٹھیک ہے۔۔وعدہ رہا"

"میں بھی آپ کا انتظار کروں گی" نظریں ہنوز جھکی تھیں۔

"میں کل چلا جاؤں گا۔۔اگر تم چاہو تو مجھے خط لکھ سکتی ہو۔۔جنگ میں ہوں یا امن میں، تمھارا جواب مجھ پر فرض ہے "

اب کی بار اس کی نظریں اٹھی تھیں اور اس پر ٹھہر گئی تھیں، اس کی آنکھیں اس کا انداز، اس کی باتیں اس کا خیال کرنا سب کسی خواب کی طرح تھا، شہزادیوں کی کہانیوں جیسا مگر ہر کہانی میں ایک دیو ہوتا ہے اور وہ اسی دیو سے ڈرتی تھی۔۔

"ہوں۔۔اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے" وہ بس یہی کہہ سکی تھی۔۔(کیا وہ کبھی اسے خط لکھے گی؟ پتہ نہیں!)

چند پل یونہی بیتے اور پھر ابراہیم کھڑا ہو گیا۔۔

"چلو لڑکی۔۔ سو جاؤ۔۔ صبح جاگ نہیں آئے گی ورنہ "اس نے اثبات میں سر ہلایا اور لیمپ پکڑنے لگی، پھر رکی

"صبح کتنے بجے جائیں گے آپ؟ "

"فجر کے بعد "

"اللہ حافظ !" پھر مسکرائی اور لیمپ ہاتھ میں پکڑا اور گلدستے کو بازو میں لیا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔۔ آخری بار اسے دیکھا تو وہ مسکرا رہا تھا، پھر ایک قدم نیچے رکھا اور پھر نیچے چلی گئی۔۔ وہ بھی اسے دیکھتا رہ گیا۔۔

ایک گہری سانس خارج کی، اس کا دل مطمئن تھا اور وہ خوش تھا، چلو اس نے انتظار تو کیا!

اگلی صبح فجر پڑھ کر ابراہیم تیار ہونے لگا تھا، ملٹری یونیفارم پہنے بستر پر بیٹھے ذرا سا جھکا ہوا بھاری سے بوٹوں کے تسمے باندھ رہا تھا۔ سمیرا اس کی چیزیں سفری بیگ میں رکھ رہی تھیں اور ساتھ ساتھ اپنے بیٹے سے باتیں بھی کر رہی تھیں۔۔

"میں نے چنے، بادام اور اخروٹ کی پنجیری بنادی ہے، ڈبہ سب سے اوپر رکھا ہے، وہاں سردی ہوتی ہے تو رات کو سونے سے پہلے کھالیا کرو۔۔ تمھیں سردی جلدی لگ جاتی ہے، بلکہ دودھ ملتا ہے وہاں سے؟ "

اب دوسرا بوٹ آگے کیے وہ اس پر جھکا تھا "اماں سب ملتا ہے وہاں۔۔ آپ کا بیٹا کوئی بچہ نہیں رہا اب ویسے بھی "

ڈریسنگ تک گیا اور پی کیپ سر پر لی آئینے میں اپنا عکس دیکھا "پرفیکٹ!" اور پھر مڑا، پیچھے بستر پر سکینہ فجر پڑھ کر لیٹی تھی اور اسے ہی گھور رہی تھی "جاتے ہوئے اپنا صدقہ دیتے جانا بھائی۔۔ خالدہ تائی کل آپ کو دیکھ گئی ہیں" اور پھر خود ہی ہنس دی۔

وہ بھی مسکرایا "میں نے سورہ فلق پڑھ لی تھی "

عبدالرحمن کمرے میں داخل ہوئے "ہو گئے تیار؟ "

اور وہ بازو پھیلائے ان کے گلے لگا "میں آپ کو یاد کروں گا۔۔ ایک دن کی چھٹی اور اس میں بھی آدھا دن سفر میں، کاش میں چھوٹا ہی رہتا مگر آپ کے پاس تو رہتا "

انھوں نے اسے خود سے الگ کیا"ابھی بھی تم چھوٹے ہی ہو۔۔چلو آجاؤ۔۔باہر انتظار کر رہا ہوں"اور وہ باہر چلے گئے۔۔صبح صبح ہی بارش ہو گئی تھی اب اور بادل چھا رہے تھے۔۔باہر صحن گیلا تھا اور وہ سب اندر تھے

"چلو۔۔میری جان"سمیرا نے اس کے ماتھے کو چوما"اپنا بہت خیال رکھنا اور خط لکھتے رہنا۔۔ایک پل بھی دن کا ایسا نہیں گزرتا جب تمھاری یاد نہ آتی ہو"اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں لیے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

"امی!"اس نے انھیں سینے سے لگایا،وہ اس کے کندھوں تک آتی تھیں"آپ ایسے کریں گی تو میں نہیں جا رہا"اور اس نے سکینہ کو پاس آنے کا اشارہ کیا۔وہ اٹھ کر آ گئی۔

"چلیں اب بس کریں۔۔یہ شیطان کی خالہ آ گئی ہے۔۔۔۔دن بھر اسے کوستی رہا کریں دل اور دن دونوں اچھے رہیں گے"اور پھر دونوں ماں بیٹا ہنس دیے۔

"میرا مذاق بنا لیں آپ"وہ خفا ہوئی تھی۔

"چلو خیال رکھنا،خط لکھتی رہنا،اللہ حافظ!"اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر وہ باہر برآمدے میں نکلا تھا۔سمیرا پیچھے کھڑی کچھ پڑھ رہی تھیں۔

دروازے سے باہر نکلا تو عبدالرحمن جیپ کے پاس کھڑے تھے، سامنے والے گھر سے کوئی آدمی آیا تھا اس سے بات کر رہے تھے، اس نے بیگ پیچھے پھینکا اور خود بیٹھنے لگا کہ پیچھے مڑ کر گردن اٹھائی، نظر سیدھی چھت پر گئی۔۔

وہ چھت پر کھڑی اسے دیکھ رہی تھی، دونوں بازو سینے پر لپیٹے، ہلکی گلابی چادر لیے، اطمینان سے اسے دیکھ کر مسکرائی تھی، وہ بھی مسکرایا تھا۔۔اپنا ہاتھ کنپٹی تک لے گیا اور ایک سیلیوٹ کیا۔۔اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔۔

ابراہیم نے ایک ہاتھ اٹھایا اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں کو یوں کیا جیسے کوئی قلم پکڑا ہو اور دوسرے ہاتھ کی ہتھیلی پر چلایا۔۔یوں جیسے کچھ لکھنے کا انداز ہو۔۔وہ سمجھ گئی اور اس نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا۔۔

پھر عبدالرحمن آ گئے اور وہ بیٹھ گیا۔۔اب اسے جانا تھا اور پھر نا جانے کب آنا تھا۔۔وہ دور جا رہا تھا اور وہ پیچھے کھڑی دیکھ رہی تھی۔۔

"کیا وہ اسے خط لکھا کرے گی؟ پتہ نہیں!" دل کے سوال اور دماغ کے جواب۔۔

وہ اس کے لیے کھڑی تھی جسے اس کے مقدر میں لکھا گیا تھا، ایک گہری سانس خارج کی اور نیچے چلی گئی۔۔

دوسری طرف لیزا سٹیفورڈ اٹھی تو ادھر اُدھر نظریں دوڑائیں، وہ اپنے کمرے میں ہی تھی۔ آنکھیں ملیں اور اٹھ کر بیٹھ گئی، سامنے گھڑی گیارہ بجا رہی تھی۔۔ سر درد ٹھیک تھا مگر ہلکا سا بخار تھا، اس نے بائیں گردن موڑی تو دیکھا کہ وہاں ایک چھوٹا سا ہاتھ سے تھوڑا بڑا گلدان پڑا تھا جس میں سفید گلاب تھے، ساتھ ایک صفحہ تہہ ہو کر پڑا تھا، اس نے گلدان ہاتھ میں پکڑا اور ٹیک لگا کر بیٹھ گئی، ناک تک لے کر گئی اور پھول سونگھے، خوشبو اندر تک اتر گئی۔۔ گلدان کو ادھر اُدھر کر کے دیکھا، یہ شیخو نے بنایا تھا، چھوٹا سا سفید رنگ کا جس کے درمیان میں تین سرخ رنگ کے چھوٹے پھول بنے تھے، نیچے سے ہلکا ہلکا گلابی تھا اور اوپر سے ذرا سا نیلا رنگ جھلکتا۔۔ وہ بہت خوبصورت تھا، اس نے ساتھ پڑے کاغذ کو پکڑا اور کھولا، اندر انگریزی میں بڑا بڑا لکھا تھا۔۔

Get Well Soon, Madam

اس کے چہرے پر ایک مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔

اس نے کاغذ سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور پھر گلدان اس پر رکھ دیا اور خود اٹھ کر ڈریسنگ ٹیبل تک آئی، آئینے میں اپنا عکس دیکھا۔۔ پہلے سے کمزور ہو گئی تھی، ماتھے پر چوٹ کا نشان تھا۔۔

اس نے گہری سانس لی اور کھڑکی پر سے پردے ہٹائے، روشنی اندر داخل ہوئی اور اندھیرے دور ہو گئے۔۔ نیا دن تھا اور وہ نئے دن کا نیا آغاز چاہتی تھی۔۔ نہا کر کپڑے بدل کر باہر آئی، بالوں کو خشک کر کے تولیہ کھونٹی سے لٹکایا اور نیچے چلی گئی۔۔ ابھی وہ سیڑھیاں اتر رہی تھی کہ بیلا سامنے آ گئی "میم۔۔ اب آپ کیسی ہیں؟ "

وہ مسکرائی "اچھی ہوں" اور صوفے پر بیٹھ گئی۔

"میم۔۔ وہ گھنگریالے بالوں والا لڑکا آیا تھا اور اس کے ساتھ ایک چھوٹی بچی بھی تھی۔۔ آپ سوئی تھیں اس لیے وہ صرف پھول دے کر چلے گئے۔۔ شام کو آئیں گے "اس نے مسکرا کر اس کی بات سنی اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

"مجھے ناشتہ لا دو" وہ صوفے کی طرف بڑھی

بیلا سر ہلا کر چلی گئی اور سامنے جھک کر میز پر پڑا اخبار پکڑا اور اس کے صفحے پلٹانے لگی۔۔

)کچھ وقت پیچھے آؤ۔۔ جب لیزا قیس سے ہسپتال میں مل کر باہر آئی تھی۔۔ قیس اندر سو رہا تھا۔۔ کیف اور لیزا باہر بیٹھے تھے۔۔ "تم کس سے بھاگ رہی ہو؟"

اس نے نظریں اٹھائیں اور بھیگی پلکوں سے اسے دیکھا۔۔ "شاید۔۔ خود سے "آواز کانپی تھی۔۔ کیف نے ایک گہری سانس لی

"انسان چاہے جتنا مرضی بھاگ لے اپنے باطن سے نہیں بھاگ سکتا۔۔اس کا باطن اس کے سامنے آکر ہی رہتا ہے("

ناشتہ کرنے کے بعد وہ اٹھی اور قدم بڑھاتی لائبریری کی طرف جا رہی تھی۔۔اس رات نے اسے ہمت دی تھی، خود کو پڑھنے کی خود کو جاننے کی اور اسے بزدل سے بہادر بنایا تھا۔۔

حادثات ہماری زندگی میں ہوتے رہتے ہیں اور ہم چاہے جتنا بھی بھاگ لیں پکڑے جاتے ہیں۔۔کتنا بھی پرہیز کر لو، سمجھدار ہو جاؤ زندگی ہر بار ایک نئے روپ میں ہم سے ملتی ہے اور یقین جانو زندگی کا ہر روپ ہمیں سنوارنے، بنانے اور نکھارنے آتا ہے۔۔فرق یہ ہے کہ کوئی نکھر کر اپنے راستے طے کرتا ہے اور کوئی بکھر کر واپس پلٹ جاتا ہے۔۔واقعات، حادثات یہ نہ ہوں تو ہمیں ہوش ہی نہ آئے، کوئی چیخ چیخ کر تھک جائے ہمیں سمجھ ہی نہ آئے۔۔ایک چوٹ لگتی ہے اور ہمیں ہوش آجاتی ہے۔۔ہم انسان بننے لگتے ہیں۔۔

)تم کسی سے نہیں بھاگ رہی مگر اپنے باطن سے۔۔اس کا سامنا کرو دیکھو وہ کیا کہتا ہے، اسے سنو گی نہیں تو وہ تمھیں تھکا دے گا(

لائیبریری کا دروازہ کھولا اور اندر جھانکا، ابھی اندھیرا تھا۔ کھڑکی کے سامنے پردے تھے۔۔ وہ بڑھی اور پردے ہٹائے، روشنی کا رکا ہوا راستہ کھل گیا اور وہ ہر طرف پھیلتی گئی، اندھیرے کاٹنے لگی اور اپنا راستہ بنانے لگی۔۔

)جس چیز کا علاج یہاں ڈھونڈ رہی ہو وہ یہاں کی چیز نہیں ہے۔۔ وہ دور بہت دور، اوپر بہت اوپر سے آئی ہے، اس کا علاج بھی وہیں ہے کیونکہ اس کی جڑیں وہاں ہیں(

وہ بائیں جانب مڑی اور بک شیلف کے سامنے کھڑی آنکھوں سے کتابوں کے نام پڑھ رہی تھی۔۔ کچھ سمجھ نہیں آیا تو دوبارہ پلٹ گئی۔۔ سامنے کی جانب ایک چھوٹی الماری تھی، اسے کھولا اور کتاب باہر نکالی۔۔

"اسی سے بھاگی تھی نا تم۔۔ اسی کو نظر انداز کیا تھا۔۔ دیکھو تو کیا ہے اس میں، اگر وہ بدل سکتے تھے تو اس میں کچھ ایسا ہو گا کہ تم بھی بدل جاؤ کیونکہ جس راستے پر لیزا ہے اسی راستے پر کبھی سٹیفورڈ کرپس بھی تھے۔۔ جن کو کھونے سے ڈرتی تھی اس رات وہ نہیں تھے سواب کیسا ڈر؟" وہ خود سے مخاطب تھی۔ بڑی سی میز کے گرد ایک کرسی کھینچی اور کتاب رکھ کر بیٹھ گئی۔۔

)تم اسے خاموش نہیں کرا سکتی۔۔یہ تب تک بولتا رہے گا جب تک کہ اسے اس کا حاصل نہیں مل جاتا۔۔اسے چپ نہیں کرا سکتی اور جب یہ بولتا ہے تو تم بے چین ہو جاتی ہو۔۔(

ایک گہری سانس لی"لیز اب کر ڈالو"اور اس نے کتاب کھولی۔روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی اور انتہائی چھوٹے ذرات ہوا میں تیرتے دکھائی دے رہے تھے،روشنی سیدھا کتاب پر پڑ رہی تھی۔۔

ایک صفحہ پلٹا،اسے عربی نہیں آتی تھی اور وہ صرف ترجمہ پڑھ رہی تھی

)جب اسے اس کا حاصل ملے گا یہ چپ ہو جائے گا۔۔خود بخود۔۔سمجھو یہ الارم ہے جب جب یہ بجتا ہے تم بے چین ہو جاتی ہو۔۔تم اس کا گلا نہیں دبا سکتی(

سورہ فاتحہ کے بعد سورہ البقرہ کا ترجمہ پڑھا اور آگے بڑھتی گئی۔۔تھوڑی باتیں اس کی سمجھ میں آ رہی تھیں اور جو سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں،انھیں ایسے ہی سر کے اوپر سے گزار رہی تھی۔۔

)اسے مطمئن کرنا ہوتا ہے اور یہ خود ہی مطمئن ہوتا ہے۔۔تمھیں پتہ ہے کہ تم کیوں بھاگ رہی ہو۔۔جس سے بھاگ رہی ہو اس کا سامنا کرو۔۔یہ خاموش ہو جائے گا اور تم سکون میں آ جاؤ گی۔۔(

اندر کا شور تھم گیا تھا،اب خاموشی تھی اور سکون بھی۔وہ ایک جگہ بیٹھ گئی تھی۔۔کتاب کا دوسرا صفحہ پلٹا اور اسے جمائی آئی،منہ پر ہاتھ ہاتھ رکھ کر اسے روکا اور پھر دونوں بازو کھلی کتاب کے گرد رکھے اور سر کتاب پر رکھ دیا،آنکھیں بند کر لیں اور اب وہ سو چکی تھی۔۔ سکون کی نیند۔۔

منظر بدلا لوگ بدلے اور وقت پیچھے چلا گیا۔۔

اس نے ایک بڑے سے چرچ کا دروازہ کھولا،دروازہ ایک ہلکی سی "چرر" آواز کے ساتھ کھل گیا اور اندر خاموشی تھی۔کوئی بتی نہیں جل رہی تھی اور بڑی بڑی کھڑکیوں سے روشنی اندر آ رہی تھی۔۔روشنی میں ذرات تیرتے محسوس ہو رہے تھے،سامنے آج فادر بھی نہیں تھے بس ایک بڑا سا صلیب کا نشان تھا۔وہ قدم بڑھاتی اندر گئی۔۔خاموشی میں اس کی ذرا سی ہیل شور پیدا کر رہی تھی "ٹک ٹک ٹک" اور وہ اسی بنچ پر آ بیٹھی تھی،جہاں آخری بار بیٹھی تھی۔۔خاموشی سے سامنے دیکھتی ہوئی۔۔اچانک اسے محسوس ہوا کہ اس کے ساتھ اسی بنچ پر کچھ فاصلے پر کوئی بیٹھا ہے،اسی کی طرف منہ کیے اسے دیکھ رہا ہے۔۔اس نے گردن موڑی اور وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی۔۔اس کا دل گھبرایا اور تنفس تیز ہو گیا۔۔کسی کی آہٹ محسوس ہوئی تھی اور اس نے دائیں طرف گردن موڑی۔۔ایک لمبا سا لڑکا تھا جس کی گردن

میں چین تھی اور "صلیب" کا لٹکتا ہوا نشان تھا، وہ مسکرا کر دیکھ رہا تھا اور اس کے لب ہلے تھے "ویلکم اگین!" اور وہ اس کے قریب آ رہا تھا۔۔ پیچھے کسی کے بھاری بوٹ "ٹک ٹک" کی آواز پیدا کر رہے تھے۔۔ بیٹھی بیٹھی وہ مڑی، دایاں ہاتھ بنچ کی پشت پر رکھ دیا، اس کی آنکھوں میں خوف تھا، ایک ڈر تھا، درد کی لہر سر سے پاؤں تک دوڑ گئی، پیچھے سے پونی والا لڑکا آ رہا تھا مسکراتے ہوئے، لیز اسیدھی ہوئی اور بائیں دیکھا وہ روبی تھی، دائیں دیکھا لمبا لڑکا اس کی طرف آ رہا تھا اور پیچھے دیکھا تو ایک اور مصیبت "نہیں۔۔ اب نہیں۔۔ پلیز۔۔ میں اب نہیں بھاگوں گی" اس کے لب ہلے تھے مگر آواز کہیں گم گئی تھی۔۔ آنسو بہنے لگے اور دل بے تحاشا دھڑکا تھا۔۔

"پلیز!" وہ دائیں دیکھ رہی تھی اور وہ لڑکا اس کے سر پر پہنچ چکا تھا، بائیں طرف سے روبی اس کے بالکل ساتھ بیٹھ چکی تھی، پیچھے سے لڑکے نے بنچ کی پشت پر ہاتھ رکھے تھے،

"پلیز!" وہ التجا کر رہی تھی مگر کس سے۔۔ وہ جو نظر نہیں آتا اس سے!

لمبے لڑکے نے بازو آگے بڑھایا اور ہاتھ اس کے گلے تک لے گیا۔۔ روبی دانت پیستی اس کی طرف دیکھ رہی تھی، پیچھے سے لڑکے نے اس کے بال پکڑنے چاہے مگر کوئی اس کو چھو

نہیں پار رہا تھا، تینوں کے چہروں پر دہشت اور خوف بیک وقت تھے، بھنویں بھینچے وہ اس کی طرف ہاتھ بڑھا رہے تھے مگر وہ اسے چھو نہیں پا رہے تھے، کوئی روک رہا تھا انھیں۔۔

کہیں سے کسی نے اسے صدا لگائی تھی "لیزا "!

اور لیزا کرنٹ کھا کر اٹھی، روشنی ویسے ہی کتاب پر پڑ رہی تھی۔۔اس نے گھبرا کر ادھر اُدھر دیکھا، کوئی نہیں تھا وہ لائبریری میں تھی۔۔ تنفس بے تحاشا تیز تھا اور دل بے پناہ دھڑک رہا تھا، اس نے اپنے ہاتھ دیکھے جو کہ کانپ رہے تھے۔۔

"اب نہیں "!

اس نے کہنیاں میز پر رکھیں اور سر دونوں ہاتھوں میں دے دیا۔

"اوہ خواب تھا۔۔اس دن اگر۔۔میں نہ بچتی تو کیا ہوتا۔۔کیا کرتے وہ لوگ تمھارے ساتھ "سوچ سوچ کر وہ اور گھبرا رہی تھی۔

دفعتاً دروازہ بجا "میم "بیلا کی آواز تھی۔

"یس "!

وہ دروازہ کھول کر اندر آئی "میم۔۔آپ کے مہمان آئے ہیں۔۔ایک چھوٹی بچی اور وہ بھوری آنکھوں والا "

"اوکے۔۔آرہی ہوں "

وہ قدرے سنبھل چکی تھی۔۔کتاب بند کردی اور دوبارہ الماری میں رکھ کر باہر چلی گئی۔۔

دوسری طرف قصور کے ایک گاؤں کے ایک دو منزلہ مکان میں خاموشی تھی۔۔آسیہ برآمدے میں چارپائی پر بیٹھیں حوا کا جوڑا ٹانک رہی تھیں اور حوا خود چولہے کے سامنے بیٹھی بی جان کے ساتھ پکوڑے بنا رہی تھی، سارا مکسچر تیار تھا اور کڑاہی میں تیل بھی گرم ہو چکا تھا۔۔

"بی جان۔۔آپ بیٹھ جائیں جا کر۔۔میں یہیں بیٹھی ہوں "

مگر وہ موڑھے پر بیٹھی رہیں، حوا نے چھوٹے چھوٹے پکوڑے تیل میں ڈالے اور "شرر" کی آواز آئی، بلبلے بننے لگے، ہاتھ لگے بیسن کو اس نے پاس پیالے میں پڑے پانی سے دھویا۔بی جان بار بار گھٹنہ دبا رہی تھیں۔

"بی جان! امی کے ساتھ بیٹھ جائیں۔۔میں ہوں ادھر "

بی جان مسکرائیں "تو ادھر ہے اسی لیے تو میں بیٹھی ہوں"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حوا نے منہ بسورا۔۔بی جان اٹھیں اور باہر چارپائی پر آسیہ کے ساتھ جا بیٹھیں۔حوا اب پکوڑے پلٹ رہی تھی، موسم ویسے ہی سرمئی سا بادلوں والا ہی تھا۔۔دفعتاً ثمر اس کے ساتھ آ بیٹھی اور چائے کے برتن زمین پر رکھے موڑھے پر بیٹھ گئی۔

حوا پکے ہوئے پکوڑے پلیٹ میں نکال کر رکھ رہی تھی، کڑاہی خالی ہوئی اور اس نے اور پکوڑے ڈالے

وہ ذرا سا آگے آئی اور اس کے کان میں سرگوشی کی "بڑی گھر داری سیکھ رہی ہو۔۔ بدکردار لڑکیوں کے گھر نہیں بستے "

حوا خاموش رہی اور پلیٹ اٹھا کر باہر لے آئی، آسیہ کے پاس رکھی اور دوبارہ باورچی خانے میں آئی۔۔

"کیا ہی مزہ آئے تمھارے اکڑو شوہر کو تمھاری حقیقت بتا دوں" وہ اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی۔

اس نے ثمر کی بات کاٹی اور مسکرا کر بولی "ارے یاد آیا۔۔۔ تمھارا رشتہ آیا ہے نا خالدہ تائی کے دور کے رشتے داروں میں سے" پھر نیچے بیٹھی اور پکوڑے پلٹے "میں تو کہتی ہوں کہ

تم بھی گھر داری سیکھ لو، زبان دراز لڑکیوں کے بھی گھر نہیں بستے "اب وہ پکوڑے نکال رہی تھی۔

ثمر کے تو کانوں سے دھوئیں نکل رہے تھے، اس نے حوا کی کہنی کو زور سے پکڑا اور دانت پیستے ہوئے بولی "تمھارے گھر کو میں نے آگ نہ لگائی نا تو میرا نام بھی ثمر نہیں "

اور جھٹکے سے اس کی کہنی چھوڑی۔اس نے آگ بند کی۔۔

ثمر پیر پٹخ کر چلی گئی۔۔

حوا نے ماتھے کو چھوا جس پر پسینہ آیا ہوا تھا مگر وہ ٹھنڈی پڑ چکی تھی (اگر اس نے ابراہیم کو کچھ بتا دیا تو؟) یہ تصور بہت خطرناک بہت بھیانک تھا۔۔

اس نے سر جھٹکا، سکینہ سے بات کرے گی۔۔کچھ نہیں ہو گا اور وہ پلیٹ پکڑ کر باہر آ گئی۔۔

لیزا کمرے سے باہر نکلی اور لاؤنج کی جانب بڑھی، صوفے پر شیخو کے ساتھ بیٹھی چھوٹی بچی کو دیکھ کر مسکرائی۔۔دو پونیوں والی چھوٹی بچی مسکراتے ہوئے لیزا کی طرف بھاگی

"لیزا!" اس کی ٹانگوں سے لپٹ گئی

شیخو اسے دیکھتے ہی کھڑا ہو گیا۔۔

اور لیزا نے اسے اٹھالیا اور اس کا گال چوما "پری۔۔ تم شیخو کے ساتھ آئی ہو؟" اور صوفے تک آئی اور اس کے ساتھ بیٹھ گئی۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ چھوٹے سے سیاہ بال دو پونیوں میں جکڑے تھے، اس نے فراک پہنی تھی اور بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے لیزا کو دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

"آپ کک۔۔ کیسی ہیں؟"

"میں ٹھیک ہوں۔۔ تم کیسے ہو؟ "

پری اٹھی اور شیخو کے ساتھ جا کر بیٹھ گئی۔۔

"ٹھیک "!

لیزا نے پری کو دیکھا اور مسکرا کر بولی "اوہ۔۔ نیا فرینڈ بنالیا ہے "

شیخو نے گردن موڑ کر ساتھ بیٹھی بچی کو دیکھ جو کہ اسے دیکھ کر شرما رہی تھی۔

"یہ کک۔۔ کہہ رہی تھی کہ آآ۔۔ آپ کو جانتی ہے۔۔ کک۔۔ کل سے ضد کر رہی تھی کک۔۔ کہ آپ سے ملواؤں" وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں۔۔یہ تو میری دوست ہے۔۔سر علی ڈیڈی کے دوست تھے ناتو انھیں میں تب سے جانتی ہوں جب میں لندن میں تھی۔۔یہ بھی لندن ہی ہوتی ہے آج کل اپنے بابا کے پاس آئی ہوئی ہے"نرمی سے اس کا گال چھوا۔

بیلا چائے اور بسکٹ لے آئی

"بیلا۔۔پری کے لیے کیک بھی لاؤ"اور بیلا سر ہلا کر چلی گئی۔

اس نے پری کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا اور وہ دوڑ کر آئی۔۔وہ لیزا کے ساتھ بیٹھی تھی،چائے کا کپ لیزا نے پکڑا تھا اور وہ اس میں بسکٹ ڈبا کر کھا رہی تھی

"شینخو آپ کا نیا فرینڈ ہے؟"اس نے ذرا سا جھک کر اس کے ہونٹوں کے نیچے لگے بسکٹ کو ہاتھ سے صاف کیا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"لیکن شینخو صرف میرا فرینڈ ہے۔۔وہ کسی سے دوستی نہیں کرتا"پھر شینخو کو دیکھا"ہے نا شینخو؟ "

گول گلے والی شرٹ اور پینٹ پہن کر بیٹھے شینخو کے چہرے پر مسکراہٹ تھی۔

Clubb of Quality Content

پری نے منہ بنا کر لیزا کو دیکھا اور پھر شیخو کے پاس بھاگ گئی "شیخو۔۔تم نے کہا تھا تم میرے دوست ہو"

"لو بھلا۔۔شیخو تو نا سمجھ ہے۔۔اسے کیا پتہ کہ پری تو صرف لیزا کی دوست ہے "

اس چھوٹی لڑکی نے دونوں بازو شیخو کی ٹانگ پر رکھے اور منہ بنا کر اسے دیکھا۔۔لیزا ہنس دی۔

"اللہ۔۔یہ بہت بڑا ڈرامہ ہے۔۔تمھیں ابھی پتہ نہیں ہے شیخو "

وہ بھی مسکرا دیا۔

"پھولوں کا شکریہ "

اب وہ شیخو کی طرف متوجہ تھی۔

"کک۔۔کوئی بات نہیں۔۔مم۔۔میڈم "

"اف۔۔میڈم نہ کہا کرو۔۔مجھے لگتا ہے کہ پتہ نہیں کتنی بڑی ہوں میں "اس نے آگے جھک کر اپنے اور شیخو کے کپ میں چائے ڈالی،ایک کپ ہر چ میں رکھ کر اس کے آگے سرکایا اور اپنا کپ لبوں تک لے گئی۔

"ریسٹورنٹ کا کام ہو گیا؟ "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

شیخو نے اثبات میں سر ہلایا۔آگے جھک کر کپ پکڑا۔

"میں نے آنا تھا مگر ٹائم ہی نہیں ملا۔۔کل چکر لگاؤں گی "

"شیخو۔۔چلیں۔۔بابا آگئے ہوں گے "اس نے شیخو کے بازو کو ہلا کر کہا تو وہ متوجہ ہوا۔

"ابھی تو آئی ہو پری۔۔ابھی جانا ہے "لیزا خفا ہوئی تھی۔

"اصل ممیں اس کے قق۔۔قاری صاحب نے آنا تھا۔۔یہ ضض۔۔ضد کر کے آئی ہے "شیخو نے ہاتھ میں پکڑا کپ سامنے میز پر رکھا۔

"اوہ۔۔چلو میں بھی چلتی ہوں پری کو چھوڑنے "وہ اوپر گئی اور پرس لے کر آئی۔

پری کو گھر چھوڑ کر اس نے بادشاہی مسجد کی طرف رخ کیا۔

"تمھیں کہیں جانا تو نہیں شیخو؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"مطلب ہم شاہی قلعہ جا سکتے ہیں؟ "

وہ مسکرایا "مم۔۔مرضی ہے آپ کی "

Clubb of Quality Content

عصر کی اذان ہو رہی تھی، آسمان نارنجی تھا اور موسم اچھا تھا، ہوا بھی ہلکی ہلکی چل رہی تھی۔۔ بادشاہی مسجد میں اس نے نماز ادا کی۔۔ وہ خاموشی سے دیوار سے ٹیک لگائے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ پھر رخ شاہی قلعہ کی طرف تھا۔۔

وہ دونوں گھاس پر بیٹھے تھے، ساتھ ایک بڑا سا درخت تھا، کچھ لوگ پکنک پر آئے تھے اور کچھ سیر کر کے جا رہے تھے۔۔

ایک جگہ پر وہ دونوں بیٹھ گئے

"مجھے تم سے بات کرنی تھی اس لیے۔۔ مجھے یہ جگہ ٹھیک لگی" وہ چوکڑی مارے پرس گود میں رکھے بول رہی تھی۔

شیخو نے اس کی بات پر سر ہلایا۔

"یہ مت سمجھنا کہ سر علی سے میں نے تمھاری سفارش کی تھی، ہاں میں انھیں جانتی تھی اور یہ بات میں نے تم سے چھپائی تھی لیکن سر علی سے اگر تم مل چکے ہو تو تمھیں پتہ ہو گا کہ وہ اچھی چیزوں پر سمجھوتا نہیں کرتے، وہ آرٹسٹ اور آرٹ دونوں کی قدر کرتے ہیں، وہ اچھے انسان ہیں اور اس سے بھی اچھے انسان شناس ہیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شیخو مسکرایا"آپ پریشان نن۔۔نہ ہوں، میں ان سے مم۔۔مل چکا ہوں اور وہ اکثر مم۔۔مجھے اپنے پاس بلو لیتے ہیں۔۔مم۔۔مجھے دوست بنالیا ہے انھوں نے"

لیزا پر جوش ہوئی"ارے واہ۔۔یہ تو بہت اچھا ہو گیا۔۔اب تم بہت آگے جاؤ گے"اس نے ایک چٹکی بجائی

وہ سر جھکائے مسکرایا تھا۔

"اور گھر میں سب کیسے تھے؟ "

"ٹٹ۔۔ٹھیک "

"تمھارے گھر میں کون کون ہوتا ہے؟"دونوں ٹانگیں سینے سے لگائے، بازو ان کے گرد حمائل کیے وہ شیخو کو دیکھ رہی تھی۔۔اب ساتھ رکھ دیا تھا۔

"ایک چچ۔۔چھوٹی بہن ہے، امم۔۔می ہیں اور ہم اپنی تت۔۔تائی امی کے ساتھ رہتے ہیں"

"تمھاری بہن بھی ہے۔۔کتنے سال کی ہے وہ؟ "

"مم۔۔میٹرک کک۔۔کر لیا ہے"

"واہ۔۔کبھی مجھے ملوانا اس سے۔۔تمھاری طرح ہو گی وہ۔۔بھوری آنکھوں والی "

وہ مسکرایا اور اثبات میں سر ہلایا۔

"ابراہیم کہاں رہتا ہے۔۔مطلب آپ کے ساتھ نہیں رہتا؟ "

"نن۔۔نہیں۔۔وہ ساتھ والے گگ۔۔گھر رہتا ہے"

"اچھا" پھر کچھ یاد آنے پر بولی تھی

"تم گرے تھے۔۔مجھے یاد آیا۔۔میں تمھارے گھر بھی گئی تھی مگر تم گھر نہیں تھے۔۔ کہاں سے گرے تھے؟" وہ تیزی تیزی میں بولی تھی۔دوبارہ چوکڑی مار لی۔

"جی بب۔۔بس وہ سٹول سے گگ۔۔گر گیا تھا۔۔پپ۔۔پینٹ کرتے ہوئے پتہ نن۔۔نہیں چلا

"اوہ۔۔اب ٹھیک ہو؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ابرار نے تمھیں گرایا تھا شیخو۔۔مجھے سر علی کے مینیجر نے بتایا تھا، میں سر علی کے آفس گئی تھی تمھارا پوچھنے مگر سر نہیں تھے تو مینیجر نے بتایا تھا۔۔تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا؟"

شیخو کی مسکراہٹ غائب ہوئی تھی

Clubb of Quality Content

"کیا فرق پڑتا ہے۔۔کک۔۔کچھ نہیں ہوتا۔۔وہ پینٹ کک۔۔کرنا چاہتا تھا میں نے اس کی جج۔۔جگہ لے لی، شراکت کسے مم۔۔منظور ہے۔۔ویسے بھی مم۔۔مجھے لوگوں سے زیادہ فرق نہیں پپ۔۔پڑتا۔۔یہ لوگ کچھ نہیں ہوتے۔۔آتے ہیں چچ۔۔چلے جاتے ہیں ۔۔کچھ اچھی یادیں دے کر جج۔۔جاتے ہیں۔۔یہ ہمیں آنے بس میں نہیں کر سس۔۔سکتے اس لیے کچھ غصہ نکال کر جاتے ہیں اور کک۔۔کچھ چپ چاپ چلے جاتے ہیں۔۔زندگی میں سس۔۔سب سے زیادہ عارضی شے لوگ ہوتے ہیں۔۔جج۔۔جب انھوں نے چلے جانا ہے تو ان کی فکر کک۔۔کیوں کریں، ان کو دل سے کیوں لگائیں۔۔ہم۔۔مم بھی جانے دیتے ہیں"

وہ متوجہ ہو کر سن رہی تھی "لیکن۔۔اپنے ہنر پر غرور نہ کرنے کا اور عاجز ہونے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ خود کو لوگوں کے پاؤں کی خاک ہی بنا دیں۔۔اپنے ہنر کی ریسپیکٹ کیا کرو۔۔اس کے ساتھ تو دو دو ہاتھ کروں گی میں، ایک بار مل لے مجھے" وہ دبے دبے غصے سے بولی تھی۔

شیخو حیرانی سے اسے دیکھ رہا تھا، کوئی تھا جو اس کے لیے لڑ سکتا تھا۔۔

"آپ کک۔۔کو پھول اچھے لگے؟" اس نے بات گھما دی۔

وہ ہنس دی "تم بھی نا۔۔ہاں بہت اچھے تھے۔۔شکریہ پھر سے "

"آپ نے بب۔۔بھٹے کھائے ہیں کک۔۔ کبھی؟"

"کم آن شیخو۔۔میں یہیں لاہور کی ہی ہوں، بھٹے کھائے ہیں۔۔بلکہ اٹھوا بھی کھاتے ہیں"اور وہ کھڑی ہو گئی

"لیکن۔۔ "

"لیکن نہیں نا۔۔اٹھو"وہ ضدی لڑکی لگ رہی تھی۔

دور کہیں ایک آدمی بھٹے بنا رہا تھا۔۔بھٹے لینے کے بعد وہ دونوں چلتے ہوئے بھٹے کھا رہے تھے۔۔

"میری چچ۔۔چھوٹی بہن ہے نا۔۔وہ ایسے نن۔۔نہیں کھاتی۔۔اسے دانے علیحدہ کک۔۔کر کے دینے پڑتے ہیں پھر وہ کک۔۔کھاتی ہے"

"اچھا۔۔اور تم علیحدہ کر کے دیتے ہو "

وہ سر جھکا کر مسکرایا تھا

"اور اگر میں بھی ویسے ہی کھاتی ہوتی تو تم مجھے بھی علیحدہ کر کے دیتے "

اس نے اثبات میں سر ہلایا تو وہ ہنس دی۔

"تم بھی نا "!

وہ بھول گئی تھی کہ پچھلے کچھ دنوں سے وہ ٹھیک نہیں تھی، وہ بھول گیا تھا کہ دنیا نے اسے احساس دلایا تھا کہ وہ نارمل نہیں ہے۔۔ لیکن اللہ نے ہمارے لیے بھی کچھ لوگ بنائے ہوتے ہیں جن کے ساتھ ہوتے ہم یہ بھول جاتے ہیں کہ ہمارا تعلق اسی دنیا سے ہے، ہمیں لگتا ہے کہ ہم جیسے ہیں اچھے ہیں ٹھیک ہیں مگر جب اس دنیا میں واپس آتے ہیں تو ہمیں اپنی ذات کی خامیاں اور عیب نظر آنے لگتے ہیں۔۔

سامنے ڈوبتا سورج انھیں دیکھ رہا تھا، وہ شاہی قلعہ کی طرف اشارہ کر کے پرجوش سی اسے اپنے بچپن کا کوئی قصہ سنا رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے سن رہی تھی۔۔

آج ان کا اپنے یونٹ میں پہلا دن تھا۔۔ گارڈز نے مستعدی سے دروازہ کھولا اور گاڑی اندر داخل ہوئی۔۔ وہ جیسے ہی باہر نکلا یونیفارم میں ملبوس دو فوجیوں نے اسے سیلیوٹ کیا، اس نے سر کے خم سے جواب دیا۔۔ ارد گرد نظر دوڑائی۔۔ اچھی جگہ تھی ارد گرد ہریالی پودے خوشگوار موسم اور سامنے سے نظر آتے چند آفس۔۔ وہ فوجی یونیفارم میں ملبوس تھا

اور ایک فوجی افسر کے ہمراہ اندر تک گیا۔۔ایک آفس میں داخل ہوا اور سامنے کرسی پر بیٹھے آفیسر کو سیلوٹ کیا۔۔

"السلام علیکم سر "!

"جی سی ابراہیم رپورٹنگ "!

انھوں نے سر ہلایا اور ایک کاغذ پر دستخط کیے۔۔

"جینٹل مین کیڈٹ۔۔یو آر ناؤ ان یور یونٹ۔۔لیکن آپ پہلے ہی دن بیس منٹ لیٹ ہیں "اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کو دیکھا۔وہ سنجیدہ سے آدمی تھی اور وقت ابرو اٹھائے اسے گھور رہے تھے۔۔

"سوری سر لیکن مجھے یہی ٹائم بتایا گیا تھا "وہ پر اعتماد تھا

"اوہ۔۔یعنی میں جھوٹ بول رہا ہوں؟"وہ آگے کو جھکے تھے۔

"نو سر!"وہ ذرا سا گڑبڑایا۔

"یعنی آپ جھوٹ بول رہے ہیں؟ "

"نن۔۔نو سر "!

"ایک آرمی آفیسر جو کہ پی ایم اے کا سوارڈ آنر ہے، اسے یہ نہیں پتہ کہ وقت کی پابندی کرنی ہے اور پھر وہ مجھ پر جھوٹ بولنے کا الزام بھی لگا رہا ہے" دبے دبے غصے سے بولے اور پھر کھڑے ہو گئے۔

وہ دروازے کی جانب بڑھے اور اسے حکم دیا "کم ودمی "!

اور وہ مستعدی سے ان کے پیچھے جانے لگا۔

ایک بڑے سے شاندار آفس میں وہ پہنچ کر ایک صوفے پر بیٹھ گئے۔۔ کمرے میں ایک بڑا سا صوفہ سیٹ تھا، دیوار کے ساتھ ایک تلوار لٹک رہی تھی، سامنے والی دیوار پر قائدِ اعظم کی تصویر تھی اور فرش پر کارپیٹ بچھا تھا۔۔ کھڑکی سے روشنی اندر آ رہی تھی۔۔ وہاں تین اور آفیسر تھے جن کے کندھوں پر ستارے لگے تھے اور سینے پر کئی اعزازات نمایاں تھے۔۔

"سو۔۔ آپ کو یہاں کس نے بھیجا ہے؟" ایک بھاری آواز والا آفیسر ٹانگ پر ٹانگ جمائے بولا تھا۔

"سر۔۔ میجر جمال۔۔" اور اس کی بات ادھر ہی کاٹ دی گئی۔

"یعنی میجر جمال نے آپ کو دیر سے بھیجا ہے۔۔ اس کا الزام آپ میجر جمال پر لگا رہے ہیں "

)ایک بیس منٹ لیٹ آنے پر عدالت لگا کر بیٹھے ہیں،اف (!

"سوری سر آپ غلط سمجھ رہے ہیں "

"واٹ"وہ کھڑے ہوئے اور اس کے سامنے جا کر بولے"ہم غلط سمجھ رہے ہیں۔۔ مطلب ہمیں عقل نہیں ہے "

وہ بھی گڑ بڑا گیا"نو سر۔۔میرا یہ مطلب نہیں تھا "

"ایاز۔۔اس کی تلاشی لو"دروازے کے پاس کھڑے گارڈ کو حکم دیا اور وہ پھرتی سے آگے بڑھا اور اس کی جیبیں ٹٹولنے لگا۔۔

وہ آفیسر اب صوفے پر بیٹھ چکے تھے۔۔اس کی پینٹ کی جیب سے ایک والٹ نکالا،جسے اس نے کھولا،اندر چند نوٹ تھے۔۔

"سر۔۔تین سو روپیہ ہے۔۔اچھے گھرانے کا ہے"وہ مسکراتے ہوئے پیچھے دیکھ کر کہہ رہا تھا۔۔

"اسے جانے دو"آفیسر نے آڈر دیا اور جیسے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھا تینوں ہنس دیے۔۔وہ حیرانی سے انھیں دیکھنے لگا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جینٹل مین۔۔ویل کم ٹو یور یونٹ" وہ جس کا ہاتھ دروازے کی ناب پر تھا وہ پہلے حیران ہوا پھر ان کے چہرے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"آج رات ڈنر اچھا ہو گا" بھاری آواز والے میجر بولے تھے۔

اور کمرے کا ماحول اچھا ہو گیا۔۔اب اس کا والٹ اسے کبھی نہیں ملے گا، یہ بات وہ پہلے دن ہی جان گیا تھا۔۔

راہداری میں چلتے ہوئے ایک ستون کے پاس سے گزرا تو ٹھٹھکا اور پھر مڑا، وہاں حدید کھڑا مسکرا رہا تھا۔۔

ابراہیم کو دیکھ کر مسکرایا اور پھر بازو پھیلا کر آگے بڑھا اور دونوں گلے لگے۔۔

"بیٹ مین سے ملے؟ "

"ہاں" اور دونوں ہنس دیے۔

"مجھ سے والٹ لے لیا" اس نے منہ کے زاویے بگاڑے۔۔

"اور میں نے پورا جگ پیا ہے پانی کا۔۔اب مجھے کبھی پانی کی کمی نہیں ہو گی "

اور دونوں پھر ہنس دیے۔۔اب دونوں آگے بڑھ رہے تھے۔۔پہلا دن ساری زندگی یاد رہنے والا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

آج کا دن اچھا رہا تھا۔۔ کیف ٹھیک کہتا تھا کہ ایک بار ہمارے اندر کا الارم مطمئن ہو جائے تو یہ تنگ کرنا چھوڑ دیتا ہے، خاموش ہو جاتا ہے اور ہمیں سکون آ جاتا ہے۔۔ بالکنی کا دروازہ کھلا تھا، کھڑکیوں سے پردے ہٹے تھے اور آسمان پر چودھویں کا چاند چمک رہا تھا، اس کی روشنی اتنی زیادہ تھی کہ کھڑکی سے چھن کر اندر آ رہی تھی۔۔ بیڈ پر بیٹھی، بالوں پر ہیئر بینڈ لگائے، ٹراؤزر شرٹ پہنے وہ اپنی گود میں رکھے لکڑی کے بڑے سے تختے پر جھکی ہوئی تھی، جس پر ایک بڑا سا آرٹ پیڈ تھا اور ہاتھ میں ایک گریفائٹ پنسل تھی جسے وہ سفید کورے کاغذ پر رگڑتی سکیچنگ کر رہی تھی۔۔ کہنیاں تختے پر ٹکائے، اس کے بال دائیں کندھے کی طرف لڑھکتے ہوئے تختے کی بالائی سطح کو چھو رہے تھے۔۔ ساتھ ساتھ اس کا ہاتھ چل رہا تھا اور ساتھ ساتھ وہ باتیں کرنے لگی تھی، اس کا مخاطب اس کا باپ تھا، دل ہی دل میں وہ ان سے باتیں کر رہی تھی۔۔

"ڈیڈی۔۔ وہ بات جو ساری زندگی مجھے سمجھ نہیں آئی وہ ایک رات میں سمجھ آ گئی۔۔ بعض لمحات ہوتے ہیں جو زندگی کا حاصل ہوتے ہیں، زندگی ان کے گرد گھومتی ہے، وہ زندگی کا سب سے بڑا سبق ہوتے ہیں۔۔ ڈیڈی! میں نے سیکھا ہے کہ انسان کی لمیٹیشنز

(حدود)ہوتی ہیں۔۔ہم کتنے بے وقوف ہوتے ہیں جو انسانوں میں خدا والی خوبیاں ڈھونڈتے ہیں۔۔ قیس نے صحیح کہا تھا کہ دوستوں میں خدا کی خصوصیات ڈھونڈیں گے تو انھیں کھو دیں گے۔۔ بالکل اسی طرح باقی انسانوں کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا ہے۔۔ کوئی انسان ہمارے ساتھ ساری عمر نہیں رہتا، ہمارا ساتھ ہمیشہ نہیں دیتا۔۔ایک وقت آتا ہے انسان ہم سے چھوٹ جاتے ہیں، دور ہو جاتے ہیں یا ہمارا ساتھ نہیں دے سکتے۔۔ان کی اپنی زندگیاں ہیں اور ہر ایک کی زندگی کے اپنے مسائل، کوئی ایک بار بلانے پر تو آسکتا ہے مگر ہر بار کوئی نہیں آتا۔۔نہ ہمیں مصیبت سے نکالنے، نہ ہمیں بار بار سمجھانے، ہمارے ساتھ ہر بار کھڑے ہونے کوئی نہیں آتا ہے۔۔ہمارے لیے ہر بار صرف ایک خدا آتا ہے۔۔اس خدا کی کوئی حدود نہیں ہیں۔۔ صرف وہی اس وقت بچانے آتا ہے جب کوئی نہیں آتا۔۔ میں نے جان لیا ہے ڈیڈی کہ آپ سچے تھے، آپ کیوں بدلے تھے آپ کے آدھے رستے پر چل کر مجھے کچھ کچھ معلوم ہوا ہے۔۔مجھے قرآن نہیں آتا مگر میں کوشش کروں گی یہ مجھے آجائے۔۔اس کتاب نے اس وقت سچ بولا تھا، جب میں خود سے جھوٹ بول رہی تھی۔۔ شیخو نے صحیح کہا تھا کہ اس کہانی میں مجھے میرا عکس ملے گا اور مجھے بچانے صرف اللہ آیا تھا۔۔ڈیڈی میں کوشش

کروں گی کہ اپنے باطن اپنے اصل کو یاد رکھوں تاکہ دوبارہ میرے اندر کا الارم بج کر مجھے پریشان اور بے سکون نہ کرے"

کاغذ پر دوڑتے ہاتھ رکے تھے، اس نے گردن اٹھا کر دیکھا، ایک بڑی سی بلڈنگ تھی "جی سی کالج" اور اس کے سامنے ایک باغ میں ایک آدمی بیٹھا تھا جس کے ساتھ ایک لڑکی بیٹھی مسکرا رہی تھی۔۔

کام مکمل ہوا اور اس نے ساری چیزیں سمیٹ دیں، باہر بالکنی میں کھڑی ہوئی، ہوا کا جھونکا پاس سے گزرا تھا اور وہ مسکرائی تھی۔۔ کچھ پل بیتے اور وہ اندر آ گئی۔۔ پہلی بار لیزا خوش دلی سے سکون کی نیند سونے جا رہی تھی۔۔ کندھوں پر سے بوجھ اتر چکا تھا۔۔

عبدالرحمن عصر پڑھ کر حوا کو پڑھانے بیٹھے تھے، اب بس دو ہفتے ہی رہ گئے تھے اور پھر پیپر تھا۔۔ تیاری تو مکمل تھی مگر ایک بار دہرائی ضروری تھی۔۔ آسمان نارنجی تھا اور پرندے گھروں کو جا رہے تھے۔۔ چھت پر چارپائی پر بیٹھی حوا کاپی پر جھکی قلم رگڑ رہی تھی اور عبدالرحمن دیوار کے ساتھ کھڑے باہر جھانک رہے تھے، دور ہرے بھرے کھیت نظر رہے تھے اور ٹیوب ویل چلنے کی آواز کانوں میں پڑ رہی تھی۔۔ دفعتاً حوا نے آواز دی

"داداجان! آجائیں۔۔ہو گیا ٹیسٹ "

وہ اس کی طرف آئے اور سامنے پڑے موڑھے پر بیٹھ گئے۔۔اس نے کاپی آگے بڑھائی اور وہ اس کا لکھا ہوئے چیک کر رہے تھے۔۔

"ہوں۔۔سب کچھ اچھا ہے مگر اپنی رفتار تھوڑی تیز کرو۔۔پیپر میں سب کچھ آتا بھی ہو لیکن رفتار اچھی نہ ہو تو پیپر چھوٹ جاتا ہے۔۔دس منٹ کا کام پانچ منٹ میں کرتے ہیں" وہ متوجہ ہو کر سن رہی تھی۔

"بلکہ ہم ایسا کرتے ہیں کہ کل سے ہی اسے عمل میں لاتے ہیں۔۔دو منٹ کا سوال ایک منٹ میں کریں تو کافی وقت بچ جائے گا۔۔ٹھیک؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ مسلسل ٹانگیں ہلا رہی تھی۔عبدالرحمن نے اسے دیکھا "کچھ کہنا ہے؟ "

"ہوں۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔اگر پھر نہ ہوا تو؟" اس کے لہجے میں یاسیت تھی۔

"ہوں۔۔" انھوں نے کاپی بند کر کے اسے پکڑائی "ڈر تو سب کو لگتا ہے مگر دیکھو گھر سے پھر بھی سب ہی نکلتے ہیں۔۔جو نہیں نکلتے وہ کبھی منزل پر نہیں پہنچتے۔۔ایک بار تو خطرہ مول لینا پڑتا ہے پھر ہی بات بنتی ہے۔۔ہمیشہ خطرہ مول لینے والے ہی کامیاب ہوتے ہیں، ورنہ

کام کرنے سے پہلے ہی نتیجہ اخذ کر لینے والے، ڈر کر بیٹھ جانے والے کامیاب نہیں ہوتے۔۔

اب دیکھو اللہ تو آسمان سے میٹرک کی ڈگری پر حوا بنت عبداللہ لکھ کر نیچے نہیں پھینکے گا نا۔۔

اس کے لیے تو حوا کو خود ہی ہلنا پڑے گا۔۔گھر سے باہر قدم رکھ کر امتحان گاہ جانا ہو گا پھر لکھنا ہو گا اور پوری محنت کرنے کے بعد اللہ سے دعا کرنی ہو گی۔۔اچھا مسافر یہی کرتا ہے۔۔لیکن جو ڈر کر گھر بیٹھ جاتے ہیں وہ کبھی منزل تک نہیں پہنچتے۔۔ہم فیل بھی ہوتے ہیں، گرتے بھی ہیں لیکن پیچھے نہیں ہٹتے۔۔اور جو پیچھے نہیں ہٹتے منزل انہیں کا استقبال کرتی ہے" انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور وہ مسکرا دی۔

"ایک ہی دن کی تو بات ہے، یوں حوا نے جانا ہے اور یوں پیپر دے کر آ بھی جانا ہے۔۔

پھر ہم شام میں بیٹھ کر چائے بسکٹ کھایا کریں گے" اب وہ بھی مسکرا رہے تھے۔

ہمیں ہفتوں کا سفر منٹوں میں کروانے والے اور مشکل سفر کو آسان بنا کر دکھانے والے بھی عجیب ہوتے ہیں۔۔بیٹھے بیٹھے منزل دکھا دیتے ہیں۔

سورج غروب ہونے کو تھا۔۔

"آپ کو گڑ والی چائے پلاؤں؟ "

وہ سیڑھیاں اتر رہے تھے جب حوا نے ان سے پوچھا تھا

"نیکی اور پوچھ پوچھ "

اب وہ نیچے برآمدے کی طرف جا رہے تھے۔۔

ابراہیم اور حدید کو استقبالیہ ڈنر "ڈائننگ" دے دیا گیا تھا۔۔رات کا وقت تھا اور "ایکسر سائزنگ ایریا" میں سردی تھی مگر فوجیوں کو شاید سردی نہیں لگتی۔۔گھاس بھی گیلی تھی، آرڈر بتیس جل رہی تھیں۔۔اپنے سامنے کھڑے جوانوں سے وہ مخاطب تھا۔۔

"آرمی چاہے کوئی بھی ہو، چاہے انفینٹری ہو یا آرمر۔۔مقصد ایک ہی ہوتا ہے۔۔اگر انفنٹری مضبوط نہیں ہے تو آرمر اکیلی اپنا کام نہیں کر پائے گی۔۔اس لیے ہمیں مضبوط بننا ہے تاکہ میدان جنگ میں فتح ہماری ہو۔۔ازاٹ کلیئر "

"یس سر!" سب یک زبان ہو کر بولے تھے۔۔

ایک لمبا راستہ طے کر کے ایک کھلے میدان میں جانا تھا، راستے میں لمبے لمبے درخت اور جھاڑیاں تھیں۔۔

"اگر آپ اسی رفتار سے چلے تو جنگل کے جانوروں سے آپ جو کوئی نہیں بچا سکتا۔۔ جلدی چلیں "

لیفٹیننٹ ابراہیم کے تحکمیہ انداز پر نفری کے قدم تیز ہوئے تھے۔۔

میدان میں پہنچ گئے تھے۔۔اب وہاں خیمے لگانے تھے۔۔اس نفری کو لیفٹیننٹ ابراہیم کمانڈ کر رہا تھا۔۔وہ اس وقت لیڈر بھی تھا اور بلا کا سنجیدہ تھا۔۔

"دس منٹ کے اندر اندر اگر آپ نے اپنا کام ختم نہ کیا تو ساری رات آپ کو ٹھنڈے پانی میں گزارنی ہو گی۔۔موو فاسٹ "اونچی آواز اور تحکمیہ انداز۔

خیمے لگانے کے بعد وہاں چائے بنائی جا رہی تھی،رات تک بس اتنا ہی ٹاسک تھا باقی صبح کرنا تھا۔۔دو تین گروپ بنائے گئے تھے اور وہاں آگ جلا کر نوجوان آگ کے گرد گروپس کی شکل میں بیٹھے تھے۔۔

"آج سٹاف کی روح تم میں آگئی ہے "چائے کا گھونٹ بھرتے ابراہیم نے حدید کو گھورا۔

"ہاں نا۔۔آج مجھے احساس ہوا ہے کہ میں واقعی ہی تمھاری محبوبہ ہوں "

اور سنجیدہ سا ابراہیم مسکرا دیا۔

"اگر میں چلاتا نہ تو تمھاری ہڈیاں بھی نہ ملتیں۔۔ایک تو رات اوپر سے سردی اور دھند ہے۔۔جتنا بڑا عہدہ اتنی بڑی ذمہ داری "

حدید نے اس کے کندھے کو تھپتھپایا۔۔"اب مزہ آرہا ہے نا"سر جھٹک کر مسکرا دیا۔

رات لمحہ لمحہ سرک رہی تھی۔۔ صبح لمبا راستہ طے کرنا تھا۔۔

موسم صبح سے خراب تھا اور اب تو خراب موسم ایک معمول تھا، کالے بادل اور سرمئی فضا، ٹھنڈی ہوا اور تیز بارش۔۔ البتہ ابھی تک بارش نہیں ہوئی تھی مگر قوی امکان تھا کہ ابھی تھوڑی دیر میں ہونے لگی گی۔۔ لیزا کندھے پر بیگ لٹکائے، ہاتھ میں کینوس پکڑے یونیورسٹی داخل ہوئی۔۔ کھلے بال اڑ کر گالوں کو چھوتے جنھیں وہ انگلیوں سے پیچھے کر دیتی۔۔ باغ میں ایک بنچ پر بیٹھ گئی، بیگ ساتھ رکھا اور ٹانگ پر ٹانگ جمائے ادھر اُدھر دیکھنے لگی۔۔ شاید کسی کا انتظار کر رہی تھی اور جس کا انتظار کر رہی تھی وہ تھوڑی ہی دیر بعد کلاس سے نکلا اور تیزی سے کینٹین کی جانب بڑھنے لگا۔۔ وہ اسے دیکھ رہی تھی اور پھر سر جھکائے مسکرا بھی رہی تھی۔۔ نظریں زمین پر تھیں۔۔ وہ لیزا کے سامنے سے گزرا مگر اسے نہیں دیکھا۔۔ اس نے اسے جوتوں سے پہچان لیا تھا اور پھر اس کی نظروں نے اس کے قدموں کا تعاقب کیا۔۔ اس نے منہ بسور کر دائیں جانب دیکھا جہاں وہ گیا تھا مگر وہ وہاں نہیں تھا۔۔ شاید آگے بڑھ گیا ہو مگر قیس کے بارے میں اکثر لوگوں کی رائے غلط ثابت ہوتی ہے۔۔ کسی نے اس کے

کندھے پر تھپتھپایا اور پھر وہ "کسی "اس کے ساتھ آ بیٹھا۔۔لیزا نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور اس نے لاعلمی سے کندھے اچکا دیے۔۔

"آج چھپکلی ہمارے کالج آئی ہے۔۔ خیریت؟"کندھے پر بیگ لٹکائے وہ آگے کو جھکا گردن موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔

"ہوں۔۔کافی دن ہو گئی تمھاری نورانی شکل دیکھے۔۔میں نے سوچا حال پوچھ آؤں" اس نے بھی تپانے والے انداز میں کہا تھا۔

"اوہ۔۔شکریہ۔۔چلو اب کام بتاؤ جو تم مجھ سے کہنے والی ہو"اب وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا لیزا مسکرا دی"تم نے شیخو کا شکریہ ادا کیا؟ "

اس نے ابرو اٹھایا"کیوں؟ "

"وہ تمھیں ہاسپٹل لے کر گیا تھا۔۔اس نے تمھیں خون بھی دیا۔۔تمھارے لیے وہ کئی گھنٹے باہر بیٹھا رہا۔۔شکریہ کرنا چاہیئے تھا تمھیں"تیز تیز بولتے سانس چڑھ گیا تھا۔

"اس کی ساری نیکیاں یاد ہیں۔۔میری تمھیں صرف برائیاں یاد رہتی ہیں۔۔اس سے پہلے میں تمھیں ملا تھا مگر تم ایسی ناشکری ہو کہ بس!"اس نے منہ بنایا اور پھر سامنے دیکھنے لگا۔

لیزا نے ایک سانس خارج کی "اوکے۔۔میں آپ کی احسان مند ہوں کہ آپ میری زندگی میں تشریف لائے ہیں" پھر اداس سا منہ بنایا اور آسمان کو دیکھتے ہوئے بولی "خدا آپ کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ قائم رکھے"

قیس اس کی شکل دیکھ کر ہنس دیا" تمھیں بھی تھیٹر میں کام کرنا چاہیئے۔۔پیسے چاہے تم مجھے دے دو لیکن تم اداکاری اچھی کر سکتی ہو "

لیزا نے منہ بسورا اور اسے گھورا۔

"اوکے "اس نے ہاتھ اٹھا دیے "میں اس سے ملنے گیا تھا مگر وہ ملا نہیں۔۔بھائی بڑا آدمی ہے ہم جیسوں سے کہاں ملے گا "

لیزا مسکرا دی" بڑا آدمی۔۔کہہ کون رہا ہے۔۔آج چلیں گے "

"ہاں لیکن پہلے چائے پکوڑے کھلاؤ۔۔موسم اچھا ہو رہا ہے "اس نے آسمان کو دیکھا اور جیسے ہی نظر نے نیچے کا سفر کیا وہ منہ بسور کر بولا" چلو۔۔بجلی گرجنے والی ہے "

اور وہ کھڑا ہو گیا لیکن بجلی سر پر پہنچ چکی تھی اور اب گرنے والی تھی" یہ کیا حرکت تھی قیس؟ "

سینے پر بازو لپیٹے وہ دانت پیستے بولی تھی۔

قیس نے کندھے اچکائے "کون سی حرکت؟" وہ جیسے لاعلم تھا۔

"تم نے مجھے گروپ سے کیوں نکلوایا۔۔اور تو اور تم نے مجھ پر چیٹنگ کا الزام بھی لگایا ہے" وہ چلا رہی تھی۔

لیزا کبھی اسے دیکھتی کبھی قیس کو۔

وہ ابھی بھی لاپرواہ سا کھڑا تھا "ہاں تو۔۔کیا تم نے سارا جواب ڈیسک کے نیچے نہیں لکھا تھا۔۔کیا تم نے چیٹنگ کے لیے کھڑکی پر کاغذ نہیں چپکایا تھا؟ اور ویسے بھی میں گروپ لیڈر نہیں ہوں۔۔اپنے مسئلے گروپ لیڈر کے پاس لے کر جاؤ" اور پیچھے بیٹھی لیزا کو آنکھوں سے کھڑے ہونے کا اشارہ کیا۔۔وہ اٹھی اور بیگ کندھے سے لٹکایا، کینوس پکڑا اور چلنے کو تیار تھی۔۔شیزہ نے ایک نظر لیزا کو دیکھا

"اوہ" ابرو اٹھایا اور بازو سینے پر لپیٹے "اس کی خاطر گولیاں کھائی تھیں؟ "

قیس نے پوری گردن موڑی اور اسے غصے سے دیکھا "تمھاری ماں نے تمھیں نہیں سکھایا کہ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے سے آپ کی ٹانگ ٹوٹ بھی سکتی ہے" اور کہتے ہی مڑ گیا۔۔لیزا بھی چل دی۔

وہ منہ میں بڑبڑاتی رہ گئی۔۔

"کیا کہہ رہی تھی یہ۔۔تم اس پہ کونسا الزام لگا کر آئے ہو؟"ساتھ چلتے لیزا نے پوچھا تھا۔

"یہ عورت مجھے زہر لگتی ہے۔۔اس کو قتل کر کے میں اپنا کیس خود لڑوں گا"اس نے قیس کو پہلی بار اس طرح غصے والے انداز میں دیکھا تھا،ہنس دی۔

"ہنس لو چھپکلی!"اس نے نظریں ترچھی کر کے اسے دیکھا

"سوری"اور اس نے ہونٹ دبا کر اپنی ہنسی روکی۔

ان کا رخ کینٹین کی جانب تھا۔۔بارش برسنے کو تیار تھی۔۔

شام ہوئی اور وہ دونوں ریسٹورنٹ پہنچے۔۔دروازہ کھولا اور سامنے ٹیبل پر پری جھکی اپنا ہوم ورک کر رہی تھی،لیزا کو دیکھ کر اس کی طرف لپکی۔۔

"بٹر فلائی!"پری کو دیکھتے ہی قیس کے منہ سے نکلا۔

لیزا نے مسکرا کر اسے اٹھایا اور اس کا گال چوما۔۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟ "

"میں شیخو کے ساتھ آئی تھی "

"شیخو کہاں ہے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوپر" اس نے انگلی سے سیڑھیوں کی طرف اشارہ کیا

لیزا نے اسے نیچے اتارا تو قیس جھکا "ہیلو بٹر فلائی" اس نے اپنا ہاتھ آگے کیا۔

اس نے شرما کر چھوٹا سا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ملایا۔

اس نے فراک پہنی تھی جس میں بہت سے رنگ ملے جلے تھے، آج بھی دو پونیاں کی ہوئی تھیں۔

دفعتاً علی خان ساتھ ان کا مینیجر اور شیخو باتیں کرتے نیچے آئے۔۔لیزا مڑی اور انھیں دیکھ کر سلام کیا۔۔انھوں نے مسکرا کر سر کے خم سے جواب دیا۔۔ مینیجر کے ساتھ وہ باہر چلے گئے اور شیخو ان کی طرف بڑھا۔۔اس نے پینٹ، اوپر گول گلے والی شرٹ جس پر آفس کوٹ لے رکھا تھا، بال ازلی بکھرے تھے۔

"السلام علیکم" اس نے ہاتھ بڑھا کر قیس سے سلام لی اور پھر گلے لگا۔

"آپ کک۔۔۔ کیسی ہیں؟ "

"میں ٹھیک ہوں" ساتھ والی دیوار دیکھی جہاں پینٹ ہوا تھا

"یہ تم نے بنایا ہے؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"واؤ" دیکھ کر لگ رہا تھا جیسے کسی نے لاہور کی اوپر سے تصویر کھینچی ہے اور پھر یہاں بنا دی ہے۔۔درمیان میں بادشاہی مسجد، ساتھ شاہی قلعہ۔۔ان سے دور گورنمنٹ کالج لاہور کے بڑے مینار نظر آرہے تھے۔۔ارد گرد چھوٹے بڑے گھروں کی چھتیں تھیں۔۔پھر لائبریری، میوزیم، مینار پاکستان غرض کہ پورا لاہور کسی نے یہاں کھینچ کر بنا دیا تھا۔۔مختلف رنگ مختلف شیڈز۔۔وہ واقعی کمال تھا۔۔دیکھنے والا دیکھتا رہ جائے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ساری پینٹنگ دیوار سے ابھر رہی ہے۔۔انسان ہاتھ لگائے مگر وہ ایک ہموار سی دیوار معلوم ہو۔۔

شہادت کی انگلی کا ناخن دانتوں میں دبائے وہ غور سے پینٹنگ دیکھ رہی تھی "میں دیکھ رہی ہوں میرا گھر کہاں ہے؟" اور پھر شیخو کو دیکھ کر ذرا سا ہنس دی

شیخو بھی سر جھکائے مسکرایا تھا۔

"شیخو مجھے بھی ڈرائنگ سکھا رہا ہے" پری نے اپنی بات کا اضافہ کیا۔

لیزا نے مسکرا کر اسے دیکھا جو کہ شیخو کی انگلی پکڑ کر کھڑی تھی۔ قیس ذرا سا جھکا اور اس کی پونی کا چھوا۔

"دیکھو میرے بال بھی بڑے ہو گئے ہیں۔۔ایک پونی مجھے دے دو"اس نے منہ بسورا اور نفی میں سر ہلایا۔

قیس نے اس کی پونی کو دوبارہ چھوا تو وہ شیخو کی دوسری طرف کھڑی ہو گئی۔

وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

اب وہ اوپر کی جانب بڑھ رہے تھے۔۔اوپر پیچھے اور دائیں دیوار پر نظر پڑی۔۔پہلی بار دیکھنے پر تو لگا تھا کہ جیسے کسی نے اصل کتابیں کھول کر چپکا دی ہیں مگر وہ پینٹ تھا۔۔کئی کتابیں اوپر نیچے آگے پیچھے بنائی گئی تھیں جو کہ کھلی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔

"ایسے ہی انھوں نے تمھیں دوست نہیں بنایا"وہ مسکراتے ہوئے ستائشی انداز میں کہہ رہی تھی۔

وہ سر جھکائے مسکرا دیا۔

قیس اور پری کا الگ معاملہ چل رہا تھا۔۔قیس دائیں ہوتا تو پری بائیں،اب وہ بائیں جاتی تو قیس دائیں۔۔پھر وہ شیخو کی انگلی پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔۔

"بٹر فلائی"اس نے پیچھے سے آ کر اس کر پونی کو چھوا تو اس نے چیخ ماردی اور پھر رونے لگی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قیس قہقہہ لگا کر ہنسا۔۔لیزا نے دانت پیستے ہوئے اسے گھورا اور اس کے بازو پر ایک چپت لگائی۔۔

"بس کر دو۔۔بچی ہے وہ" مگر وہ بھی اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا

"سوری۔۔۔سوری "

شیخو اس پر جھکا اور اسے کچھ کہا تو وہ چپ کر گئی۔۔اب وہ خفا خفا سی قیس کو گھور رہی تھی۔

"تھینک یو۔۔تم نے میرے لیے جو کیا وہ کوئی بھی نہیں کر سکتا" اب وہ ایک میز کے گرد بیٹھے تھے۔

"ایسی کک۔۔کوئی بات نہیں ہے "

"اگر تم نہ ہوتے تو شاید آج میں بھی یہاں نہ بیٹھا ہوتا" وہ نارمل سے انداز میں کہہ رہا تھا۔

پری ابھی بھی شیخو کے ساتھ بیٹھے اسے گھور رہی تھی۔

"پچھلے دنوں میں بہت کچھ خراب ہوا ہے۔۔اور میں چاہتی ہوں کہ ہم۔سب ایک بار اکٹھے بیٹھیں" اس نے شیخو کو دیکھا "تم سنڈے کو فری ہو؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"تو پھر ٹھیک ہے۔۔اتوار کو ہم سر علی کے نئے ریسٹورنٹ جا رہے ہیں،ڈنر کے لیے۔۔

قیس کی طرف سے ڈنر ہے"اور قیس جو کہ آرام سے بیٹھا تھا ایک دم چوکنا ہو گیا۔

اس نے لیزا کو گھورا(یہ کب ہوا؟ مگر وہ بھی قیس تھا)

"ہاں لیزا کے پیسوں کا"وہ مسکرا دیا۔

اب لیزا کی باری تھی"اور ہاں وہ پیسے میں قیس سے لوں گی "

"اور قیس تمھیں کیوں دے گا؟"قیس پورے مقابلے کے موڈ میں تھا۔

"اور قیس مجھے کیوں نہیں دے گا؟ "

قیس جل بھن گیا"میں غریب ہوں یار!"وہ منہ بنا کر بولا تھا۔

شیخو اور لیزا دونوں ہنس دیے۔

"اوکے فائن۔۔سنڈے کو سب تیار رہیں،رات آٹھ بجے"دونوں نے سر ہلا دیے۔

قیس نے پری کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا مگر وہ شیخو کے ساتھ ہو کر بیٹھ گئی۔۔

باہر گاڑی میں بیٹھتے وقت قیس نے دوبارہ اس کی پونی کو چھوا"بٹر فلائی "!

وہ پھر سے چلائی تھی۔۔وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا۔لیزا نے اسے کہنی ماری"قیس "!

"اوکے"ہونٹ دبا کر ہنسی روکی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ یونٹ میں جانے کے پانچ دن بعد کی بات ہے۔۔رات اسی طرح سردی تھی بلکہ اب تو دھند بھی ہونے لگی تھی۔۔سانس لیتے یا منہ سے بولتے تو منہ سے ہلکا ہلکا دھواں نکلتا۔۔ہر طرف خاموشی تھی،ایک سڑک پر دو نوجوان باتیں کرتے جا رہے تھے۔۔ملٹری یونیفارم میں ملبوس ابراہیم اور حدید بڑے بڑے ٹینکوں کی جانب بڑھ رہے تھے۔۔رات کے اس پہر ٹینکوں کے پاس کوئی کھڑا ان کا انتظار کر رہا تھا۔۔وہ بھی سردی سے بار بار ہاتھ مل رہا تھا۔۔وہ دونوں قریب پہنچے تو اعزاز دیکھ کر ہنس دیا۔۔پھر باری باری گلے ملے۔۔

"کیسے ہو تم؟"سوال ابراہیم کی طرف سے تھا۔۔

"میں ٹھیک۔۔آپ دونوں کیسے ہیں؟"

چلتے ہوئے ایک درخت کے قریب گئے۔۔نیچے تین کرسیاں تھیں درمیان میں لکڑیاں جلا کر آگ جلائی گئی تھی،ایک کرسی پر ایک بوڑھا آدمی بیٹھا تھا،ٹوپی پہنے آگ سے ہاتھ تاپ رہا تھا۔۔ان کے پہنچنے پر وہ کھڑا ہوا اور کنپٹی تک ہاتھ لے گیا۔۔اعزاز نے سر کو خم دیا تو وہ چلا گیا۔۔

"سردی کافی بڑھ گئی ہے۔۔بارش نے اور کام خراب کیا ہے"حدید ہاتھ ملتے بولا تھا

"مجھے تو آتے ہی انھوں نے لوٹا ہے پھر ٹینک صاف کروائے۔۔اب جا کر کوئی ٹاسک شروع ہوا ہے "اعزاز مسکراتے ہوئے انھیں اپنی روداد سنا رہا تھا،دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا دیے

"ہمارے ساتھ بھی یہی ہوا ہے۔۔مجھ سے والٹ لے لیا اور اسے "حدید کو دیکھا "جی بھر کر پانی پلایا ہے "

یہ سب عام تھا،جب بھی کوئی جینٹل مین کیڈٹ پاس آؤٹ ہو کر اپنے یونٹ آتا تھا تو اس کے ساتھ پرینک ہوتا تھا۔۔

بوڑھا آدمی چائے لے آیا تھا اور انھوں نے ایک ایک کپ پکڑا

"پی ایم اے میں مزہ آتا تھا۔۔اتنی ذمہ داری نہیں تھی مگر اب ہے۔۔اب انھیں کمانڈ دو،سب انڈر کنٹرول رکھو،لیڈر شپ۔۔اللہ خیر کرے!"اعزاز نے ایک چسکی لی۔

"ہوں۔۔اب پتہ نہیں کب ملیں کب نہ ملیں۔۔آج بھی بڑی مشکل سے شیڈول سیٹ کیا ہے "

"تم نے کیوں انفنٹری چھوڑی۔۔ہمارے ساتھ ہوتے "حدید نے شکوہ کیا تھا۔

"بس مجھے ٹینک اچھے لگتے ہیں "اس نے کندھے اچکائے۔

"یہ بھی صحیح ہے "!

"اور۔۔کوئی ٹاسک ملا؟"اعزاز نے کپ کرسی کے نیچے رکھا

"دو تین ٹاسک کر چکے ہیں"حدید نے ساتھ بیٹھے ابراہیم کی بات کاٹی"تمھیں نہیں پتہ۔۔اب اسے غصہ آنے لگا ہے۔۔پوری میجر جمال کی کاپی ہے۔۔اس کی موجودگی میں سانس سوکھے ہوتے ہیں سب کے "

وہ اپنی تعریف پر سر جھکائے مسکرا دیا۔

"اچھی بات ہے۔۔کمانڈر سنجیدہ ہو تو نفری کنڑول میں رہتی ہے "

رات قطرہ قطرہ پگھلتی رہی۔۔کچھ دیر مزید بیٹھے اور پھر چل دیے۔۔پھر نا جانے کب زندگی یہ وقت لائے؟

یہ ریسٹورنٹ میں ملاقات کے تین دن بعد کی بات ہے۔۔لیزا آج فارغ تھی تو علی خان کے گھر آگئی۔۔اندر داخل ہوئی تو گاڑی گیراج میں ہی کھڑی تھی یعنی وہ گھر ہی تھے۔۔اندر لاؤنج میں داخل ہوئی تو خاموشی تھی۔۔ملازمہ نے سر کے خم سے سلام کیا اور پھر انھیں بلا لائی۔۔

وہ سیڑھیاں اتر رہے تھے جب لیزا انھیں دیکھ کر کھڑی ہوئی۔۔ہاتھ کے اشارے سے اسے بیٹھنے کو کہا اور پھر خود اس کے ساتھ آ بیٹھے۔۔

"ہوپ سو۔۔میں نے آپ کو ڈسٹرب نہیں کیا "

"کیا بھی تو کیا ہوا۔۔کسی کسی کو اجازت ہوتی ہے" وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گئے۔

وہ مسکرائی تھی "پری کہاں ہے؟ "

"اپنی ماں کے ساتھ شاپنگ پر گئی ہے۔۔تھوڑی دیر تک آتی ہی ہو گی "

"شیخو کے ساتھ کافی اچھی دوستی ہو گئی ہے اس کی "

لیزا کی بات پر وہ ہنس دیے "وہ تو اسے اپنے ساتھ لندن لے جانے کے پلان بنا رہی ہے "

وہ بھی ہنس دی "رئیلی۔۔ہم اپنا آرٹسٹ نہیں دینے والے "

ملازمہ ٹرے اٹھا لائی اور اسے میز پر رکھا، پھر کپ میں دودھ انڈیلنے لگی۔۔لیزا نے اسے منع کر دیا اور جانے کا اشارہ کیا۔۔وہ چلی گئی تو وہ خود گھٹنوں کے بل بیٹھی چائے بنانے لگی۔۔

"جی جی۔۔ہمارا تو وہ کچھ نہیں لگتا "

"ویسے کیسا لگا آپ کو؟" اس نے چینی کا ایک چمچ ڈالا اور اسے ہلانے لگی۔

"پتہ نہیں کہاں سے تعریف شروع کروں۔۔لیکن وہ واقعی اچھا انسان ہے "

لیزا ہنس دی، کپ ان کے سامنے رکھا۔۔

"وہ لوگوں سے کافی گھبراتا ہے۔۔اسے شاید ہجوم میں لوگوں سے گھلنے ملنے میں مسئلہ ہے۔۔آپ کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟"اب وہ اپنے کپ میں دودھ انڈیل رہی تھی۔

"ہوں"کپ پکڑا اور لبوں سے لگایا"اسے لگتا ہے کہ وہ صحیح سے بول نہیں سکتا تو لوگ اسے قبول نہیں کریں گے۔۔میں نے اسے سمجھایا ہے، میرے ساتھ کافی وقت گزارتا ہے اب وہ۔۔وہ خود کو قبول کرنا سیکھ رہا ہے، خود کو قبول کرلے تو لوگوں سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔۔وہ فطرتاً اپنی ذات میں مگن رہتا ہے۔۔میں اس کی عادت بدل سکتا ہوں فطرت نہیں "

لیزا نے چائے کا کپ پکڑا اور صوفے پر بیٹھ گئی۔۔

"لیکن آپ اس کی مدد کریں نا۔۔کوئی پی اے کوئی مینیجر؟ "

"اوہوں"انھوں نے نفی میں سر ہلایا"میں اسے انگلی پکڑ کر چلنا سکھاؤں گا تو اسے میری عادت ہو جائے گی۔۔اسے اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گا تو وہ مڑ کر میری طرف دیکھے گا۔۔اسے خود کے پیروں پر کھڑا ہونا ہو گا اور وہ کھڑا ہو گا۔۔تم بھی دیکھو گی اور میں بھی دیکھوں گا "

"اسے انگریزی نہیں آتی۔۔یہ بھی ایک مسئلہ ہے اس کے لیے "

"ہوں۔۔میں جانتا ہوں۔۔ہر ہنر کی اپنی زبان ہوتی ہے اور جب ہنر اپنی زبان بولتا ہے تو باقی تمام زبانیں خاموش ہوتی ہیں۔۔اسے ہنر کی زبان آتی ہے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ اسے انگریزی نہیں آتی" وہ آگے جھکے اور کپ میز پر رکھا "میں نہیں چاہتا کہ اس پر کوئی بوجھ پڑے۔۔کبھی میں بھی اس کی جگہ پر تھا۔۔ایک ٹپ دیتا ہوں تمھیں" ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھوں میں ڈالیں اور ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے "آپ کے پاس جو ہوتا ہے پہلے اس پر کام کرو۔۔اسے مکمل کرو اور پھر اگر کسی چیز کی ضرورت ہو تو اس کی طرف جاؤ۔۔لیکن پہلے جو اللہ نے آپ کو دیا ہے اس کو رگڑو، اس کو نکھارو اس کو سنوارو۔۔ہمارا مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ جو ہمارے پاس ہوتا ہے ہم اسے چھوڑ کر اس طرف بھاگتے ہیں جو دوسروں کے پاس ہوتا ہے۔۔غلط بات، جو آپ ہو وہ کوئی دوسرا نہیں"!

لیزا نے ایک گہری سانس لی "آپ کو ماہر نفسیات ہونا چاہیے تھا"

"کیا میں اسے اپنی تعریف سمجھوں؟" وہ مسکرائے تھے

وہ بھی مسکرا دی۔

"وہ آپ کا دوست ہے۔۔آپ جانیں اور آپ کا دوست جانے۔۔میں آپ سے اجازت لینے آئی تھی۔۔سنڈے کو میں پری کو ساتھ لے کر جاؤں گی۔۔ہم سب ڈنر کر رہے ہیں اور وہ بھی آپ کے ریسٹورنٹ میں، پری بھی آجائے "

وہ پھر سے مسکرا دیے "میری طرف سے اسے جب چاہے لے جایا کرو۔۔زبردستی لاہور آگئی ہے اور اب مجھے بھی کام نہیں کرنے دیتی "

وہ مسکرائی تھی۔۔باہر شام ڈھل چکی تھی۔۔اب مغرب ہونے والی تھی۔

نیچے برآمدے میں سب بیٹھے تھے۔۔آسیہ بیگم، خالدہ بھابھی ثمر اور بی جان بھی۔۔حوا بھی آسیہ کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔۔موسم کافی ٹھنڈا تھا، چائے کا دور چل رہا تھا اور روزمرہ کی باتیں۔۔

"بھابھی آپ نے پھر کیا سوچا۔۔کب آرہے ہیں ثمر کو دیکھنے؟" بات آسیہ نے شروع کی تھی۔ساتھ کرسی پر بیٹھی ثمر متوجہ ہو کر بیٹھ گئی۔

"کل آرہے ہیں۔۔لڑکا تو بڑا اچھا ہے۔۔خاندانی لوگ ہیں" خالدہ بھابھی نے چائے کا کپ ہونٹوں سے لگایا۔

حوا ٹانگیں ہلاتی آسمان پر چمکتے چاند کو گھور رہی تھی۔۔اس کا دھیان ارد گرد کی باتوں پر نہیں تھا۔۔

"اللہ نصیب اچھا کرے" مسکرا کر انھوں نے دعا دی۔

"آمین" پھر حوا کو دیکھا جو ابھی بھی چاند کو گھور رہی تھی "حوا کی رخصتی کب کر رہی ہو؟ "

اس نے گردن موڑ کر اپنی تائی کو دیکھا۔۔ایک تھوک نگلا اور پھر اپنی ماں کو دیکھا۔

"بس چند ایک سال میں "

"ہاں بھئی۔۔اب وہ آیا تو بات چلا دینا تم۔۔وہ تو فوجی ہے اپنے دادا پر گیا ہے۔۔ ٹکتا ہی نہیں ہے گھر۔۔بات تو گھر کی ہے مگر کرنی تو ہے نا "

حوا کا دل عجیب ہوا تھا "کوئی اور بات نہیں کر سکتے؟" دل ہی دل میں کہا۔

آسیہ سر ہلا کر رہ گئی۔۔

"اور لڑکا کیا کرتا ہے۔۔کتنا پڑھا ہے؟ "

"کاروبار کرتا ہے اپنے ابا کے ساتھ۔۔پڑھے لکھوں سے زیادہ کماتا ہے۔۔اس کے ابا نے بھی پتہ کروایا ہے، خاندانی لوگ ہیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

باتیں جاری تھیں مگر حوا اٹھی اور اوپر چلی گئی، اس کا دل عجیب ہو رہا تھا۔۔

عشاء کی نماز پڑھی اور پھر کافی دیر یونہی بیٹھی رہی۔۔ جائے نماز پر بیٹھی گھٹنے سینے سے لگائے، تھوڑی گھٹنوں پر جھکائے وہ کھڑکی کو گھور رہی تھی۔۔ اس کے خیال میں ابراہیم کا چہرہ آیا تھا۔۔ وہ ویسا نہیں تھا جیسا وہ سمجھتی تھی۔۔ وہ اسے برا نہیں لگتا تھا مگر کیسا لگتا تھا؟ اس نے کبھی دل سے نہیں پوچھا تھا۔۔ وہ اس کا نصیب تھا اور یہ بات اس نے تسلیم کر لی تھی۔۔ اب دن بھر وہ مصروف رہتی تھی تو ماضی تنگ نہیں کرتا تھا۔۔ ایک جمائی آئی اور اس نے ہاتھ رکھ کر روکی۔۔ پھر دعا مانگ کر اٹھی اور بیڈ پر لیٹ گئی۔۔ ساتھ ہی جمی بھی آ لیٹا۔۔ اسے مالکن کے بغیر چین کہاں۔۔!

لیزا گھر آئی تو لاؤنج میں سامنے صوفے پر فلک شیر بیٹھا تھا۔۔ صوفیہ کے ساتھ مسکرا کر باتیں کرتا ہوا، سامنے چائے کا کپ۔۔ لیزا کو سامنے دیکھ کر سیدھا ہو کر بیٹھ گیا اور مسکرا دیا۔۔ وہ مسکرا بھی نہ سکی۔۔ اس نے چابی دیوار سے لٹکائی اور چند قدم چل کر اس کے ساتھ والے صوفے پر آ بیٹھی۔۔ انھیں لگا تھا وہ نظر انداز کر کے اوپر جائے گی۔۔

"بیلا۔۔ پانی لانا میرے لیے" اور ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھ گئی۔۔

"کیسی ہو لیزا؟ "

"مجھ سے اس کا حال پوچھو جس کو تم نے گولی ماری تھی" وہ جلانے والے انداز میں بولی تھی۔

بیلا پانی لے آئی اور اس نے گلاس پکڑ کر لبوں سے لگایا۔۔ پھر آگے بڑھ کر میز پر رکھا۔

"تم الزام لگا رہی ہو "

صوفیہ نے لیزا کو گھورا مگر اسے فرق نہیں پڑا۔۔

"ایک بات بتاؤ" اس نے پیچھے ٹیک لگالی" یہ تم نے قسم کھائی ہے کہ ہر دو تین ہفتے بعد آؤ گے۔۔ جینا حرام کرو گے اور پھر کوئی عذاب برپا کر کے بھاگ جاؤ گے "

اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔۔ "مطلب؟ "

"اوہ کم آن" وہ بے زار ہوئی۔ جھٹ سے کھڑی ہوئی" آئندہ اگر اسے دیکھا بھی تو تمھیں حساب دینا پڑے گا" اس نے فلک شیر کو انگلی دکھائی تھی۔

"باقی تم اور ممی ایک دوسرے کی کمپنی اچھی انجوائے کرتے ہو" اور وہ سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔

"بھائی لگتا ہے وہ تمھارا؟" فلک شیر کی آواز اس کے کانوں میں پڑی اور اس کے اوپر جاتے قدم رکے۔۔ پیچھے مڑی اور جتانے والے انداز میں بولی

"باپ لگتا ہے وہ تمھارا "

اور کندھے اچکا کر کمرے میں چلی گئی۔۔

صوفیہ بس دیکھتی رہ گئیں۔۔

"اس پر نظر رکھیں پھوپھو!" وہ کوٹ سیدھا کر کے بیٹھ گیا۔۔ کافی حد تک اس نے خود کو نارمل رکھا ہوا تھا مگر اندر آگ جل رہی تھی۔۔

یہ حوا اور ابراہیم کا گاؤں تھا، خاموش سا پر سکون سا۔۔ رات کی چاندنی جھیل پر اپنا عکس بناتی ستارے بکھیر رہی تھی۔۔ کھیت ہلکی ہوا سے ذرا سے جھول رہے تھے۔۔ دور کھڑا بڑا سا برگد کا درخت خاموش تھا، یہ وہی بوڑھا درخت تھا جس کے ساتھ لمبی رسی لگا کر کبھی وہ جھولے لیتے تھے، یہ درخت حوا کی نادانیوں اور ابراہیم کی مسکراہٹوں کا گواہ تھا۔۔ وہ پیدل چل رہی تھی اس کچے راستے پر جو اس کے گھر سے سیدھا برگد کے پیڑ تک جاتا تھا۔۔ اس کے ساتھ اس وقت کوئی نہیں تھا مگر وہ اکیلی کیا کر رہی تھی یہاں۔۔ رات کے اس پہر شاید کوئی

بلا رہا تھا اسے یا شاید کوئی گمان ہوا تھا۔۔وہ سہج سہج کر قدم اٹھا رہی تھی، سفید بڑی سی چادر نیچے چپلی جوتا، چہرے پر حیرانی اور خوف تھا، چند لٹیں چٹیا سے نکل کر چہرے کے گرد جھول رہی تھیں۔۔درخت کے قریب پہنچی تو وہاں کوئی بیٹھا تھا۔۔نہیں بلکہ لیٹا تھا، برگد کے موٹے تنے سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کیے مگر وہ اس طرح کیوں لیٹا تھا، اس کی گردن ایک طرف لڑھکی ہوئی تھی۔۔چاند کی روشنی پڑی اور وہ ذرا سا قریب ہوئی تو اس کا لباس واضح ہوا تھا۔۔کوئی ملٹری یونیفارم میں تھا۔۔ہلکا ہلکا کراہ رہا تھا اور اس نے پیٹ کے دائیں طرف ہاتھ رکھا تھا۔۔

"کک۔۔کون ہے؟" تھوک نگلا اور انتہائی دھیمی اور کانپتی آواز نکلی۔

وہ پھر سے کراہا تھا، اس کا دل بے تحاشا دھڑکا تھا۔۔وہ اس لڑکے کے پاس جا بیٹھی

"ابراہیم" اس کے پاس زمین پر جا بیٹھی۔۔اس نے آواز دی تو اس نے ذرا سی آنکھیں کھولیں۔

"کیا ہوا ہے آپ کو؟" اسے نہیں پتہ کہ آنسو کیوں نکل پڑے تھے۔۔اس کی نظروں نے اس کے بازو سے ہاتھ اور پھر ہاتھ سے پیٹ کی دائیں طرف سفر کیا۔۔وہاں سے شرٹ پھٹ

چکی تھی اور سرخ رنگ کا مائع بہہ رہا تھا۔۔خون دیکھ کر اس کے رنگ اڑ گئے۔۔کانپتے ہاتھوں سے اس نے اسے کندھوں سے ہلایا

"آپ کو۔۔۔کیا ہوا ہے؟ "

مگر وہ کچھ نہیں بولا۔۔خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

اس نے ارد گرد دیکھا مگر کوئی نہیں تھا۔۔

"کسے بلائے؟"دل نے سوال کیا تھا۔

وہ کھڑی ہوئی، کھیتوں کی طرف رخ کیا اور اونچی آواز لگائی "ابو۔۔ابو" مگر آواز واپس آ گئی۔

"ابو؟ابو تو نہیں ہیں" دماغ نے جواب دیا تھا۔

"ہاں۔۔ابو نہیں ہیں۔۔ابو کیسے آ سکتے ہیں وہ تو نہیں ہیں" اور وہ واپس مڑی اور اس جوان کے پاس جا بیٹھی جس کی سانسوں کی رفتار کم تھی۔۔

"ابراہیم" حوا نے اس کے خون والے ہاتھ کو پکڑا تو دل منہ کو آ گیا

"آپ کو کیا ہوا ہے؟"مگر وہ کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔۔وہ ذرا سا قریب ہوئی اور اس کے منہ کو ہاتھ لگایا۔۔دھیمے سے اس نے آنکھیں کھولیں

"تم میرا۔۔انتظار۔۔کرو گی؟"ٹوٹے پھوٹے لفظ تھے، بمشکل ادا ہوئے۔

"میں۔۔میں آپ کا انتظار کر رہی ہوں۔۔آپ مجھے چھوڑ کر کیوں جا رہے ہیں؟"وہ روئی تھی مگر کوئی جواب نہیں آیا۔

جوان نے آنکھیں بند کر لیں اور سانسیں ہلکی ہونے لگیں

"ابراہیم"!

ایک جھٹکے سے وہ اٹھی اور ارد گرد دیکھا۔۔آج بھی بتی بند تھی اور ہر طرف اندھیرا تھا۔۔ساتھ لیٹی آسیہ بھی اٹھ بیٹھیں۔۔

"کیا ہوا بیٹے۔۔میں ساتھ ہی ہوں؟ "

اس کا تنفس بہت تیز تھا، ہاتھ کانپ رہے تھے اور بال بکھرے تھے۔۔اس نے سر ہاتھوں میں دے دیا۔۔آسیہ اٹھیں اور موم بتی جلا دی

"کیا ہوا؟"انھوں نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا، یخ ٹھنڈا تھا

"امی۔۔میں نے۔۔بہت برا خواب دیکھا ہے"کانپتی مگر دھیمی آواز سے بولی تھی۔

"آیت الکرسی پڑھ کر سویا کرو۔۔کچھ نہیں ہوتا خواب تھا"انہوں نے اسے کندھے سے لگایا مگر خوف کم نہیں ہوا۔۔

وہ خواب تھا مگر انتہائی ڈراؤنا خواب تھا،اس کے تخیل میں ابھی بھی برگد کا درخت تھا۔۔ کچھ لمحے یونہی بیٹھی رہی پھر لیٹ گئی۔۔ نیند اس سے دور بھاگ گئی تھی۔۔

دوسری طرف ایک دوسری جگہ لاہور میں ایک بڑے سے سفید بنگلے کے ایک کمرے میں ایک لڑکی سوئی تھی۔۔ سکون سے گہری سانس لیتی۔۔ دفعتاً کسی نے آواز لگائی تھی

"ویلکم اگین "!

اس کی پلکیں پھڑ پھڑائیں مگر اس نے کھولی نہیں۔۔

پھر کسی مرد کے قہقہے اس نے ہاتھ میں لیا تکیہ زور سے پکڑ لیا تھا، کہیں آزادی ایک خواب نہ ہو اور کہیں وہ اس جگہ پر آج بھی کہیں چھپی بیٹھی نہ ہو۔۔

"ویلکم اگین !" پھر وہی آواز پھر وہی چہرہ تھا۔۔

وہ ایک جھٹکے سے اٹھ بیٹھی، تنفس تیز تھا۔۔ گردن گھما کر ادھر اُدھر دیکھا مگر وہ اپنے کمرے میں تھی،اس نے اپنے گالوں کو چھوا پھر ایک سکھ کی سانس لی، وہ ایک خواب تھا وہم اور گُمان، وہ گھر پر ہی تھی۔۔ باہر کہیں بہت دور اذان ہو رہی تھی۔۔ آسمان گہرا نیلا تھا۔۔ وہ بیڈ سے اتری اور باہر بالکنی میں آگئی، فجر کا وقت تھا اور ہلکی ہوا چل رہی تھی۔۔ اس نے بال

کانوں کے پیچھے اڑسے "میں بھاگ نہیں رہی، میں بھاگ نہیں رہی۔۔ریلیکس، ریلیکس"
اور پھر وہ پرسکون ہوئی۔

سینے پر بازو لپیٹے سامنے دیکھنے لگی، سڑک ویران تھی اور خاموش بھی۔۔کچھ پل وہاں کھڑی رہی اور پھر ہاتھ ریلنگ پر جما لیے۔۔سامنے سے کوئی گزر رہا تھا۔۔ایک آدمی جس نے ٹوپی پہنی تھی اور ساتھ ایک چھوٹا بچہ اور چھوٹی سی لڑکی جس نے سکارف لیا ہوا تھا۔۔دایاں بازو سینے پر لپیٹے بیچ میں اس نے سپارہ سینے سے لگایا تھا اور اپنے باپ کی انگلی پکڑی تھی۔۔ خاموشی سے جا رہے تھے۔۔وہ مسجد جا رہے تھے یا شاید سپارہ پڑھنے۔۔اس نے ایک سانس خارج کی۔۔اور مڑی، اس کی پشت ریلنگ کی طرف تھی

وہ اندر چلی گئی اور دوبارہ لیٹ گئی مگر نیند نہیں آ رہی تھی۔۔اوپر چھت کو گھور رہی تھی پھر اٹھ کر بیٹھ گئی اور ڈریسنگ ٹیبل تک گئی، اپنا حلیہ دیکھا، ماتھے پر اب چوٹ کا بس ذرا سا نشان تھا۔۔اس نے انگلی لگا کر چھوا پھر سر جھٹک دیا۔۔باتھ روم میں گئی اور منہ ہاتھ دھو کر آئی۔۔ڈریسنگ تک آئی اور وہاں پڑی کتاب اٹھائی۔۔عموماً وہ یہ کتاب رات کو پڑھتی تھی مگر آج فجر کے وقت ہی پکڑ لی۔۔باہر ٹیرس پر جا کر ٹھنڈے فرش پر چوکڑی مارے کتاب گود میں رکھے بیٹھ گئی۔۔ہلکی ہوا چل رہی تھی اور آسمان اب نیلا پڑ رہا تھا، فجر کا وقت گزر رہا تھا۔۔

اس نے کتاب کے صفحے پلٹنا شروع کیے، کہاں سے پڑھے۔۔ایک صفحے پر رکی اور سامنے فرش پر کتاب رکھ کر اس پر جھکی۔۔بال کندھے پر سے ہوتے ہوئے آگے کو ڈھلکے۔۔

صفحہ نمبر 64

ہمیں بنایا گیا تھا انسان

اور تھمایا گیا تھا ایک راز

مگر ہم ہو گئے باغی اور

بھول بیٹھے اپنا مقام

اک ذرا سا اختیار ملا

اور ابن آدم خدا بن بیٹھا

پھر کھو دی اپنی شناخت

اور ہو گیا دربدر سوالی

کبھی مرتبے کی چاہ

کبھی بھوک اور لالچ

ہم کھو گئے اپنے آپ میں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور گم ہو گئے اسی دنیا میں

ہم نے چاہا سب ہمارے ہاتھ میں ہو

اور یہی چیز ہمیں لے ڈوبی تھی

میں اور تم، ہم اب بھی قید ہیں

بھوک، دولت، شہرت اور لالچ

ہماری قید کے رکھوالے ہیں

اگر ہمیں سمجھ آجاتی کہ

ہم ہیں بے بس اور لاچار

مگر ہم ہیں آزاد

تو آج ہمارے قیدی ہوتے

بھوک، شہرت، دولت اور لالچ

نظم ختم ہوئی اور اس نے ایک سانس خارج کی۔۔اسے ایسا لگتا تھا کہ اس کا باپ اس سے مخاطب ہے۔۔ہوا سے صفحہ پلٹا اور اس نے دوبارہ صفحہ موڑا اور کتاب گود میں رکھ لی۔۔

کہنیاں گھٹنوں پر جمائی اور انگلیاں کنپٹی پر جمائے سر جھکائے اس نے پھر پڑھنا شروع کیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ ان دنوں کی بات ہے جن دنوں ہم بڑے پر امید ہوتے تھے۔۔اتنے پر امید کہ رات ورات پہاڑ سر کر سکتے تھے، زندگی بدل سکتے تھے۔۔ خیر ہر انسان پر ایسا وقت آتا ہے، فطرت انسانی ہے کبھی پر امید اور کبھی ناامید۔۔میں کماتا تھا کھاتا تھا، کھلاتا بھی تھا، اس کے علاوہ اچھی نوکری تھی گھر بھی خوشحال تھا اور میں صحت مند تھا۔۔میں سمجھتا تھا کہ سب کچھ میرے بس میں ہے۔۔انسان تھا اور گمراہ بھی تو یہی سمجھتا تھا کہ میں نے سب کنٹرول میں رکھا ہوا ہے۔۔پھر ہوا یہ کہ برٹش حکومت آئی اور ہمارا ادارہ اپنی تحویل میں لیا۔۔وہ اس کی جگہ اور ادارہ کھڑا کرنا چاہ رہے تھے جس میں کافی وقت درکار تھا، ان دنوں بہت سے لوگ دربدر ہوئے۔۔میرا ایک نام تھا، میں ایک اچھا استاد تھا سب مجھے جانتے تھے کم از کم مجھے ایسا لگتا تھا۔۔لیکن اب میری نوکری چلی گئی تھی۔۔پھر گھر گیا تو یاد آیا کہ ایک بیوی بھی ہے جو کہ امید سے ہے، گھر ہے تو اخراجات بھی ہیں۔۔اب مجھے لگا کہ کنٹرول ہاتھ سے جا رہا ہے۔۔ میں بے بس ہونے لگا تھا کیونکہ میرا زور نہیں چل رہا تھا۔۔پورے ملک کے حالات ٹھیک نہیں تھے۔۔برٹش گورنمنٹ ایسے ہی کر رہی تھی، اداروں کو تحویل میں لیتی اور پھر اپنی مرضی کرتی۔۔کچھ بھی میرے کنٹرول میں نہیں رہا، جگہ جگہ پھرنے کے بعد بھی نوکری نہیں ملی اور میں مایوس ہو چکا تھا۔۔رزق کے لیے مارے مارے پھرا تھا۔۔اب جو جمع پونجی

تھی وہ زیر استعمال تھی۔۔ پھر ایک وقت آیا کہ ایک دوست کے کہنے پر میں لاہور آ گیا حالانکہ میں سخت خلاف تھا اس بات کے کہ میں لاہور جاؤں۔۔ نیا شہر تھا نئے لوگ تھے، لاہور بالکل ہندوستان کے دہلی آگرہ جیسا لگا مجھے۔۔ ہم اسی دوست کے گھر ٹھہرے تھے جس نے ہمیں یہاں بلایا تھا۔۔ تھوڑا عجیب لگ رہا تھا کہ میرے ہوتے میری بیوی میرے گھر میں نہیں رہ رہی۔۔ میں کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔۔ ایک بار میں تھک ہار کر ایک باغ میں بیٹھ گیا اور ارد گرد ہنستے مسکراتے لوگوں کو دیکھنے لگا۔۔ ایک بوڑھا فقیر تھا جو میرے ساتھ آ بیٹھا، میں بار بار ساتھ پڑی فائل کھولتا اور پھر مایوس ہو کر اسے رکھ دیتا۔۔

غالباً مغرب کی اذان ہو رہی تھی جب سب مسلمان نماز کی تیاری کر رہے تھے، باغ آہستہ آہستہ خالی ہو رہا تھا۔۔ وہ جو میرے ساتھ بیٹھا تھا بولا "گھر نہیں جانا؟" میں طنزیہ ہنسا "بابا کوئی گھر نہیں ہے" وہ بھی ہنس دیے اور کہنے لگے "آئندہ میں تمھیں تمھارے گھر ملنے آؤں گا" اور چلے گئے۔۔ میں نے ان کی بات کو نظر انداز کیا۔۔ اب ہوا یہ کہ ٹھیک دو دن بعد گورنمنٹ کالج لاہور میں انگلش کے استاد کی حیثیت سے مجھے نوکری ملی اور وہاں ایک پروفیسر تھے جن سے میری اچھی جان پہچان تھی۔۔ وہ اپنا بڑا سا بنگلہ بیچنا چاہ رہے تھے، تھوڑا بہت ادھار پکڑ کر، تھوڑی اپنی زمین بیچ کر اور تھوڑا اپنی ماں اور بیوی کا زیور بیچ کر میں نے وہ بنگلہ لیا

تھا اور آج تک میرے پاس ہے۔۔بات مجھے یہ سمجھ میں آئی تھی کہ کچھ بھی ہمارے کنٹرول میں نہیں ہوتا۔۔ہمیں لگتا ہے کہ ہم کنٹرول کر رہے ہیں مگر لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے۔۔نہ میری نوکری چھوٹتی،نہ میں لاہور آتا اور نہ مجھے یہ بنگلہ ملتا۔۔میں کبھی لاہور آنا نہیں چاہتا تھا مگر آنا پڑا کیونکہ یہ میں کنٹرول نہیں کر رہا تھا۔۔وہ کوئی اور تھا جو کنٹرول کر رہا تھا۔۔میرا مسئلہ یہ تھا کہ رزق،دولت،اولاد ان سب کی فکر مجھے کھا رہی تھی اور میں خود انھیں اپنے کنٹرول میں سمجھتا تھا جبکہ یہ سب میری فکر نہیں تھی۔۔یہ اللہ کے کام تھے۔۔اس نے رزق دینا ہے،اس نے میری نوکری لگوانی ہے،اس نے میری اولاد کو رستے دکھانے ہیں اور اسی نے مجھے خوشیاں دینی ہیں تو پھر میرے حصے کا کیا کام ہوا؟میرے حصے کا کام بس اتنا ہے کہ اس پر یقین کرنا ہے اور جہاں وہ لے کر جا رہا ہے وہیں جاتے جانا ہے۔۔سمجھ آئے نہ آئے بس اپنا آپ اس کو دے دینا ہے۔۔ہم کیا کرتے ہیں کہ سب کچھ خود کنٹرول کرنے بیٹھے ہوتے ہیں۔۔رزق کہاں سے کمانا ہے،اولاد کو کیسے پالنا ہے،نوکری کون سی اچھی ہے،شہر کون سا آباد ہے۔۔یہ سب کام تو اللہ کے ذمے ہیں اور وہ کنٹرول کر رہا ہے۔۔ہمارا کام تو بس اتنا ہے کہ اس پر یقین کریں اور اللہ اللہ کریں۔۔شہرت،عزت،ہنر،کامیابی،اچھی نوکری،اولاد،اچھی زندگی سب اللہ دیتا ہے ہم چاہ کر بھی اپنی مرضی سے کچھ نہیں

کر سکتے۔۔ ہمیں اسی کے اشاروں پر چلنا ہے اور مسئلہ تب آتا ہے جب ہم اپنا چھوٹا سا کام بھول بھلا کر اللہ کے حصے کے کام کرنے بیٹھ جاتے ہیں۔۔ خود ہی کنٹرول کرنے بیٹھے ہوتے ہیں اور جب نہیں ہوتا تو پریشان ہوتے ہیں اور غیر ضروری فکر دماغ کو کھا جاتی ہے۔۔ وہ کنٹرول کر رہا ہے اسے کرنے دو، تم بس اپنا کام کرو۔۔ وہ اپنا کام کرے گا اور تم اپنا، تو تم دیکھو گے کہ سب ٹھیک ہو رہا ہے، زندگی مطمئن گزر رہی ہے۔۔ یہ چیز ہمیں آزاد اور پر سکون کر دیتی ہے۔۔ کیسے بھلا؟ میرا سب کچھ اللہ ہی کنٹرول کر رہا ہے اور میں نے بس وہاں جانا ہے جہاں اللہ لے کر جا رہا ہے تو میری مشکل تو آسان ہے۔۔ راستے بنانا اور راستے چننا مشکل کام ہے اور میرا مشکل کام تو اللہ کر رہا ہے۔۔ کہاں جا کر مڑنا ہے اور کہاں رکنا ہے یہ اللہ فیصلہ کر رہا ہے تو بس پھر تم بے فکر رہو اور جہاں اللہ کے کر جا رہا ہے۔۔ چلتے جاؤ "!

اس نے ساری کہانی پڑھی اور کتاب بند کر کے آسمان کو دیکھا جو کہ ہلکا نارنجی ہو رہا تھا، شفق پھیل چکی تھی اور اب دن چڑھ چکا تھا۔۔ اس نے ایک سانس خارج کی اور دل ہی دل میں اپنے باپ کو سراہا تھا۔۔ کاش اللہ اسے بھی ایسا یقین اور ایسا اطمینان نصیب کرے۔۔

دل ہی دل میں دعا کرتی لڑکی نے "خدا" کی جگہ "اللہ" بولا تھا، مسافر آگے بڑھ رہا تھا۔۔

حوا آج کمرے میں ہی بیٹھی تھی۔۔نیچے ثمر کے رشتے والے آئے تھے اور اس نے اوپر رہنا ہی بہتر سمجھا تھا۔۔ صبح سے اداس سی تھی اور خاموش خاموش بھی۔۔چند منٹ بیٹھ جاتی تو رات والا خواب سوچنے لگتی۔۔اس وقت وہ اون کے دھاگے سے ایک پھول بن رہی تھی۔۔ سورج مکھی کا پھول جس کے نیچے ایک تیلا لگا تھا اور اوپر بھورے پیلے رنگ کا پھول۔۔ سبز دھاگہ بھی پاس ہی تھا جو اس نے پتلے پر بننا تھا۔۔دفعتاً آسیہ بیگم کمرے میں آئیں اور الماری کھول کر اپنا دوپٹہ اندر رکھا۔۔ پھر حوا کو دیکھا۔۔

"حوا۔۔کیا کر رہی ہو؟"

"امی۔۔"اس نے گردن موڑی "بس ایسے ہی پھول بن رہی تھی۔۔آج دادا نے چھٹی دی ہے تو میں نے سوچا فارغ بیٹھ کر کیا کرنا"

اس کی چٹیا سے بال نکل نکل کر گردن کو چھو رہی تھے۔۔انھوں نے سنگھار میز سے کنگھی اٹھائی اور اس کی طرف بڑھیں۔۔پونی اتاری اور چٹیا کھولنے لگیں۔۔

"اللہ نے بال دیے ہیں تو خیال بھی رکھنا ہوتا ہے۔۔میں نہ کہوں تو اس لڑکی نے تیل بھی نہیں لگانا ہوتا "

چٹیا کھل چکی تھی اور اب وہ اس کی کنگھی کر رہی تھیں۔اس نے گود میں رکھا سامان ایک طرف رکھ دیا

"امی۔۔ ثمر کے رشتے والے چلے گئے؟ "

"ہوں "

کچھ سوچ کر بولی "امی۔۔اگر ہم برا خواب دیکھیں تو کیا کرنا چاہیئے؟ "

انھوں نے اس کے بال اچھے سے کنگھی کر کے اپنے ہاتھ میں لیے "تو اللہ سے رحم مانگنا چاہیئے اور صدقہ دے دینا چاہیئے "

"امی کیا خواب سچ ہو جاتے ہیں؟"دل ایک دم دھڑکا تھا۔

"بیٹا یہ تو اللہ ہی جانتا ہے "چٹیا کے بل بنانے لگیں

"کچھ خواب اشارہ ہوتے ہیں، کچھ نوید اور کچھ ایسے ہی "

اس نے سمجھ کر سر ہلا دیا "تو جس کے بارے میں برا خواب دیکھیں اسے کہیں کہ وہ اپنا صدقہ دے کیونکہ صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے "

"ہوں "وہ اب دوبارہ پونی پہنا رہی تھیں۔

پھر وہ ڈریسنگ کے پاس گئیں اور کنگھی رکھ کر اس کی طرف مڑیں "کھانا کھا لینا نیچے آ کر" اور پھر چلی گئیں۔

اس نے بس سر ہلایا۔۔دھیان اس کا کہیں اور تھا۔۔(کیا اسے خط لکھنا چاہیئے؟)

سورج کی کرنیں آج لاہور کو گرما رہی تھیں۔۔ پچھلے دنوں بارشیں تو ہوئی تھیں مگر اب حبس ہونے لگی تھی۔۔ تھوڑا سفر کر کے اگر سفید بنگلے میں جھانکیں تو ایک لڑکی اپنی شرٹ کی آستینیں موڑے، بالوں کا ڈھیلا سا جوڑا بنائے اپنے چھوٹے باغ کے گملے ایک طرف رکھ رہی تھی۔۔ ساتھ میں مالی بھی تھا اور کئی اور نئے پودے بھی لائے گئے تھے۔۔ دفعتاً دروازہ بجا اور کوئی اندر آیا تھا۔۔اس کی نظر لیز اپر پڑی اور وہ ایک گملہ اٹھا کر دوسری طرف لے جا رہی تھی۔۔ شیخو کو دیکھ کر اس نے گملہ نیچے رکھا اور ہاتھ جھاڑے۔۔ کندھے اچکا کر مسکرائی "کیسے ہو؟ "

وہ گیراج میں کھڑا تھا "ٹھیک۔۔آپ؟ "

"میں بھی ٹھیک ہوں" اور پھر آنکھوں نے بکھرے باغ کی طرف اشارہ کیا۔

"مم۔۔میں آپ کی مم۔۔مدد کروں؟ "

اور کہتے ہی اس نے آسمانی رنگ کی قمیض کی آستینیں موڑیں اور ایک گملہ اٹھالیا"کہاں رکھنا ہے؟ "

وہ ہنس دی"چھوڑو اسے۔۔ایسے اچھا تھوڑی لگتا ہے۔۔میں مہمانوں سے کام نہیں کرواتی "

"پہلی بات میں مم۔۔ مہمان نہیں ہوں۔۔دوسری بات مم۔۔مجھے آپ کے کام کرنا اچھا۔۔ اچھا لگتا ہے"

اور اس کے کہنے سے پہلے ہی وہ گملہ اٹھا کر گیراج میں رکھنے لگا جہاں اور بھی گملے پڑے تھے۔۔

پھر ایک دو گملوں میں اچھے سے مٹی کھود کر اس میں پودے لگانے لگے۔۔

"یہ پپ۔۔پودینے کا ہے۔۔اس کی خخ۔۔خوشبو اچھی ہے"اب وہ دونوں گھڑی کی بارہ اور نو کی سوئی کی طرح بیٹھے پودے لگا رہے تھے۔

"ہاں۔۔مجھے بڑا شوق ہے کہ میرے گھر ایک بڑا سا باغ ہو جس میں ہر طرح کا پودا، ہر طرح کا پھول ہو"ہاتھوں سے پودے کے تنے کو اچھے سے مٹی میں گاڑھا اور پھر اس پر ہاتھوں سے مٹی دبانے لگی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ارے واہ۔۔بب۔۔باغبانی شوق ہے آپ کا؟ "

"شاید۔۔لیکن مجھے اچھا لگتا ہے"اب وہ کھڑی ہوئی تھی اور اچھے سے گملے سیٹ کرنے لگی

شیخو نے بھی ہاتھ جھاڑے اور اسے دیکھا"میڈم! آپ مم۔۔مجھے بتائیں مم۔۔میں رکھتا ہوں۔۔چوک پپ۔۔پڑ جائے گی آپ کو"

وہ رکی اور دونوں ہاتھ کمر پر باندھ کر اس کو گھورا۔۔"میڈم نہیں کہنا مجھے۔۔لیزا کہو اور کمزور نہیں ہوں میں۔۔تم نہ آتے تب بھی تو میں نے ہی کرنے تھے "

وہ مسکرا دیا"مم۔۔مجھے بتا دیں۔۔مم۔۔میں کر دیتا ہوں"

اس نے نفی میں سر ہلایا"اف"!

اب وہ ہدایات دے رہی تھی اور شیخو پودے لگا رہا تھا۔۔دو گملے ابھی بھی خالی تھے۔۔ان میں مٹی ڈال کر اب وہ پودا لگا رہے تھے۔۔ایک لیموں کا پودا تھا اور دوسرا گلاب کا۔۔

"میری وجہ سے تمھارے کپڑے بھی خراب ہو گئے"اس نے بازو سے ماتھے پر آیا پسینہ صاف کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کک۔۔کوئی بات نہیں۔۔ایک اور ایسا جج۔۔جوڑا ہے میرے پاس۔۔وہ میں نے ابراہیم کے نن۔۔نکاح پر پہنا تھا" وہ اپنے دھیان میں جڑوں پر مٹی ڈال کر تنا دباتے ہوئے بولا تھا مگر لیزا کے ہاتھ رک گئے،ایک کرنٹ تھا جو اس کے اندر دوڑ گیا۔۔

"کب پہنا تھا؟" اس نے چہرہ نہیں موڑا۔اس لگا وہ چہرہ موڑے گی تو شیخو اس کا دل پڑھ لے گا۔

"ابراہیم کے نن۔۔نکاح پر"

اس کے ہاتھ تھم گئے،دماغ ایک دم سن ہو گیا۔۔چہرے کا سارا رنگ نچڑ گیا۔۔اسے لگا اسے سانس نہیں آئے گی۔۔

"ابراہیم کا نکاح ہو گیا؟" سامنے کھڑکی کے شیشے پر اس کا عکس پڑ رہا تھا۔اسے اپنی آنکھیں گلابی ہوتی نظر آئیں۔

اس نے تنے کو اچھے سے دبایا اور آخری آخری بار اس پر مٹی ڈال کر اچھے سے برابر کر دی

"جی۔۔مم۔۔میری بہن سے۔۔کچھ مم۔۔مہینے پہلے ہوا ہے"

اس کے ہاتھ کی گرفت گملے کے کناروں پر اور مضبوط ہو گئی اور آنسو گال پر پھسل گیا۔۔

اس نے کبھی لیزا سے کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔۔اس نے کبھی اسے جھوٹا دلاسہ نہیں دیا تھا پھر اسے اس سے ایسی امید کیوں تھی؟اس کا دل کیوں دکھا تھا؟

شیخو کھڑا ہوا اور ہاتھ جھاڑے

"اور کچھ ؟"اس نے ارد گرد نظر دوڑائی۔

لیزا ابھی تک سن ہوئی تھی۔ شیخو اس کے پاس بیٹھا "لیزا" تو اس نے چہرہ موڑ لیا جلدی سے آنسو صاف کیے۔۔گالوں پر مٹی لگ گئی۔

"آپ ٹٹ۔۔ٹھیک ہیں؟" وہ کھڑی ہوئی تو شیخو بھی کھڑا ہو گیا۔

"ہوں۔۔شاید آنکھ میں مٹی چلی گئی" وہ بمشکل مسکرائی تھی "میں منہ دھو کر آئی" اور وہ اندر چلی گئی۔

شیخو بس اسے دیکھتا رہ گیا۔۔وہ چلی گئی تو اس نے گملے اٹھا کر ایک طرف رکھ دیے۔۔اب باغ اچھا لگ رہا تھا۔۔

باتھ روم میں واش بیسن کے سامنے کھڑی لیزا نے یکے بعد دیگرے اپنے منہ پر پانی کے چھٹے مارے۔۔پھر ہاتھ بیسن پر رکھ کر رو دی۔۔ ہچکیوں سے آنکھیں میچے، گرم گرم آنسو

گالوں پر پھسل رہے تھے۔۔کچھ لمحے ایسے ہی بیتے پھر اس نے ایک آخری بار پانی کا چھٹا مارا اور آئینہ دیکھے بغیر باہر آگئی۔۔تولیے سے منہ صاف کیا اور پھر نیچے آگئی۔۔اس کی سرخ آنکھیں دیکھ کر شیخو حیران ہوا

"آپ کی آنکھیں سس۔۔سرخ ہو رہی ہیں "

"ہاں۔۔پتہ نہیں کیا چلا گیا ہے۔۔تم منہ دھولو۔۔پھر بیٹھ کچھ کھاتے ہیں۔۔تھک گئے ہیں" بڑی مشکل سے اس نے جذبات کو قابو کیا۔آنسو گلے میں جمع تھے۔

وہ سر ہلا کر چلا گیا۔

اس کے بعد لاؤنج میں بیٹھے،سامنے جگ میں لیموں پانی اور ٹرے میں کیک تھا۔کھاتے پیتے بات چیت جاری تھی۔۔

"وہ۔۔سس۔۔سر میری پپ۔۔پینٹنگ اسلام آباد بب۔۔بھیج رہے ہیں" لیموں پانی کا ایک گھونٹ بھرا۔

"کیوں؟ "

"نن۔۔نمائش ہے کوئی"

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اوہ اچھا۔۔اچھی بات ہے یہ۔۔اب آگے کا سوچا کرو شیخو" اس نے کیک کا ٹکڑا پکڑا، دانتوں سے کاٹا اور منہ میں رکھا۔

"جی۔۔لیکن مم۔۔مجھے زیادہ لوگوں میں گگ۔۔گھبراہٹ ہوتی ہے" وہ سر جھکائے بولا تھا

"کوئی بات نہیں۔۔چند منٹ ہوتے ہیں۔۔بس لوگوں سے ہائے ہیلو کرو اور اپنا کام۔۔آہستہ آہستہ تم سیکھ جاؤ گے" وہ سر ہلا کر رہ گیا۔۔

اب وہ دونوں کسی اور موضوع پر بات کر رہے ہیں۔۔صوفے پر بیٹھی لڑکی کا دل ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ڈوب رہا تھا مگر اسے مسکرانا تھا بولنا تھا۔۔یہی زندگی تھی!

دوسری طرف گھر میں کافی خاموشی تھی۔۔اقصیٰ آئی ہوئی تھی اور جب سے آئی تھی کمرے میں ہی گھسی ہوئی تھی۔۔بظاہر مسکرا رہی تھی مگر انداز ذرا کھچا کھچا سا تھا۔۔حوا نے زیادہ دلچسپی نہیں لی اور تخت پوش پر بیٹھی اپنا کام کرنے لگی۔۔اندر سے اقصیٰ کے رونے اور چلانے کی آواز آنے لگی، اس کا دل زوروں سے دھڑکا تھا اور وہ کمرے کے دروازے کی جانب دیکھنے لگی۔۔آسیہ بیگم اوپر تھیں اور بی جان نیچے چارپائی پر بیٹھیں تھیں۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اماں میں کیا کروں، مجھ سے نہیں ہوتا وہاں گزارا "

"آہستہ بول بیوقوف انسان!" خالدہ بھابھی نے اسے ڈپٹا تھا۔

"کیوں۔۔کیوں آہستہ بولوں" آسیہ نیچے آتے آتے دو منٹ کے لیے رکیں، آواز سنی اور پھر نیچے کی طرف قدم بڑھا دیے

"اماں۔۔بیٹی ماں کا عکس ہوتی ہے۔۔اس کی تربیت اس کی ماں کی زندگی کا حاصل ہوتی ہے۔۔اماں تم نے مجھے بس حکم دینا سکھایا تھا کیونکہ تم نے خود حکم دیا تھا۔۔اولاد وہی کرتی ہے جو اپنی ماں کو کرتا دیکھتی ہے، وہی بولتی ہے جو اپنی ماں کے منہ سے سنتی ہے اور وہی کہتی ہے جو سیکھتی ہے۔۔میں نے تم سے بس حکم دینا اور لوگوں کو خود سے نیچے دیکھنا ہی سیکھا تھا۔۔وہاں کوئی آسیہ چچی اور بی جان جیسا نہیں ہے۔۔وہاں اپنا کام بھی کرنا ہے اور ساتھ ہوتے خاندان کا بھی۔۔میں کیا کروں۔۔مجھ سے نہیں ہوتا وہاں گزارا" وہ رو رہی تھی اور اس کے چلانے کی آوازیں باہر تک آ رہی تھیں۔

بی جان نے آسیہ کو دیکھا مگر خاموش رہیں۔

"سارا دن میں اپنی ساس کے کام کروں اور شوہر صاحب کو راضی کرتے رہو۔۔ایسے کرو ایسے نہ کرو، ایسے کیوں کیا ویسے کیوں نہیں کیا۔۔میں تنگ آ گئی ہوں اماں۔۔جس نے

ساری زندگی ماں کو دوسروں کو حکم دیتا دیکھا وہ خود کیسے محکوم بنے، میں تھک گئی ہوں اماں مجھ سے گھر داری نہیں ہوتی۔۔ شہزادی بنا کر رکھا تھا تو کوئی شہزادہ یا بادشاہ ڈھونڈ کر لاتی، ایک عام انسان کے ساتھ میں کیسے گزارا کروں" وہ ابھی بھی رو رہی تھی۔

"اوپر جا کر پڑھ لے۔۔ چل اٹھ جا" آسیہ نے حوا کو اٹھا دیا اور خود بی جان کے پاس بیٹھ گئیں۔

اب آوازیں مدھم ہونا شروع ہوئی تھیں۔۔ کوئی ان کے بیچ نہیں گیا تھا کیونکہ ان کی بیٹی صحیح ہی تو کہہ رہی تھی۔۔ بیٹی ماں کا عکس ہوتی ہے مگر ہر بیٹی کا اپنا نصیب ہوتا ہے، ماں اپنا اچھا نصیب اپنی اولاد کو نہیں دے سکتی!

حوا تو آج کل اپنے امتحان کی تیاری میں مصروف تھی اس لیے مدرسے بھی نہیں جا پا رہی تھی۔۔ صبح فجر کے بعد ہی قرآن پڑھ لیتی اور پھر زیادہ وقت انگریزی لے کر بیٹھی رہتی لیکن ساتھ والے مکان میں سکینہ کی مصروفیات کچھ خاص نہیں تھیں۔۔ وہ عصر کے وقت مدرسے جاتی تھی، دن بھر کام کاج، کڑھائی یا کوئی اخبار یا رسالہ پکڑ کر کوئی کہانی پڑھ لی۔۔ آگے کیا کرنا ہے یہ اس نے نہیں سوچا تھا۔۔ گاؤں میں کوئی کالج نہیں تھا سو آج کل ایسے ہی

گھر میں دن گزر جاتا۔۔آج عصر کے وقت عبدالرحمن اسے مدرسے چھوڑ کر چلے گئے۔۔بیٹھ کر باجی سے سبق سنتی رہی اور آگے لیا،اب شام ڈھل رہی تھی مگر عبدالرحمن لینے نہیں آئے تھے۔۔شاید کہیں مصروف تھے یا بھول گئے ہوں۔۔گل بانو بھی جلدی چلی گئی تھی نہیں تو اس کے ساتھ چلی جاتی۔۔اسے فکر ہونے لگی تھی،پھر اٹھی اور مایوسی سے دروازے کے پاس پڑے جوتے پہنے

"سکینہ "سامنے سے آتیں باجی کی آواز تھی"اکیلی جا رہی ہو؟ "

"جی۔۔دادا کو دیر ہو گئی۔۔امی بھی پریشان ہوں گی "

دفعتاً اندر کوئی آیا تھا،سکینہ نے ایک نظر دیکھا اور پھر نظر انداز کر دیا۔لڑکا آگے بڑھ رہا تھا ،مدرسہ خالی تھا ورنہ یہاں مردوں کا داخلہ ممنوع تھا۔۔

"ادیب۔۔تم چھوڑ آؤ "

وہ باجی کا چھوٹا بھائی تھا،اندر جاتے ادیب نے مڑ کر دیکھا اور پھر اپنی بہن کو

"نہیں نہیں۔۔میں چلی جاؤں گی باجی "!

"شام ہو رہی ہے۔۔اکیلی نہیں جانے دوں گی میں تمھیں"وہ بضد تھیں۔

بالآخر سکینہ خاموش ہو گئی۔۔اب وہ آگے آگے چل رہی تھی اور لڑکا پیچھے پیچھے۔۔ بچپن میں اس نے کئی بار ادیب کو دیکھا تھا وہ ان کے ساتھ ہی مسجد جاتا تھا مگر اب کبھی نہیں دیکھا تھا، آج یوں اچانک باجی نے بھیج دیا تو وہ تھوڑی شرمندہ بھی تھی اور خفا بھی کہ دادا کیوں نہیں آئے۔۔

گلی سنسان تھی کیونکہ مغرب کا وقت ہوا چاہتا تھا، نکڑ پر ایک دو کتے بیٹھے اسے گھور رہے تھے۔۔وہ ڈر کر رک گئی، یہی مصیبت ہے کہ باپ بھائی کے ساتھ آنا پڑتا ہے۔۔لڑکوں سے زیادہ تو ان سے بچنا ہوتا ہے۔۔

ادیب آگے ہوا اور ایک پتھر پکڑ کر پھینکا، وہ ذرا سا سہم کر پیچھے ہٹے مگر بھاگے نہیں۔۔وہ پتھر پکڑ کر ذرا سا آگے ہوا تو وہ بھاگ گئے۔۔

اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ پریشانی سے دیکھ رہی تھی

" بھاگ گئے "

اس نے ایک سانس خارج کی۔۔چند قدم دور ہی گھر تھا۔۔

وہ اب پیچھے چل رہا تھا اور سکینہ آگے "میں نے سنا تھا جن کے بھائی فوج میں ہوتے ہیں ان کی بہنیں بڑی نڈر ہوتی ہیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پیچھے چلتا ادیب بولا تھا۔۔اس نے منہ نہیں موڑا اور سامنے دیکھتے ہی بولی تھی "جی بالکل۔۔وہ تو ایسے ہی رک گئی تھی میں، ورنہ ڈرتی تو میں بھی نہیں ہوں "

وہ سر جھکا کر ہنسا تھا

"جی۔۔میں نے دیکھا آپ کسی سے نہیں ڈرتیں "اس کا گھر آ گیا تھا۔

اس نے مڑ کر پیچھے لڑکے کو دیکھا جو کہ مسکرا رہا تھا۔اس نے منہ بسور کر آگے دیکھا

"آپ روز آتی ہیں؟ "

اس کے ابرو بھینچ گئے

"نہیں میرا مطلب۔۔یہ محافظ تو روزانہ یہاں ہوتے ہیں"

"میں اپنا محافظ ساتھ لے کر آتی ہوں "وہ جتاتے ہوئے بولی

"جی۔۔جیسے آج میں آپ کا محافظ تھا "

"شکریہ"

دروازہ بجایا جو کہ سمیرا نے کھولا تھا۔۔اندر جاتے ہی وہ دروازے کے پاس برس پڑی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دادا کہاں ہیں۔۔اتنی دیر کر دی انھوں نے۔۔باہر اتنے کتے تھے مجھے اتنا ڈر لگ رہا تھا کہ اللہ کی پناہ۔۔میں نہیں بولتی ان سے "اور باہر کھڑے لڑکے نے ساری بات سنی تھی۔وہ مسکرا دیا اور پھر چلا گیا

"وہ منشی کی زمینوں پر کوئی جھگڑا ہو گیا تھا۔۔وہ انھیں بلا کر لے گیا" مگر وہ جلی بھنی بیڈ پر بیٹھی رہی۔۔

(کیا وہ میرا مذاق اڑا رہا تھا؟)اسے انتہائی شرمندگی ہو رہی تھی۔۔

رات کا پہر تھا اور سردی کا دور، باہر دھند بھی تھی اور خاموشی بھی۔۔ابھی ابھی فارغ ہو کر وہ آفس میں آیا تھا اور کرسی پر بیٹھا۔۔سامنے بہت سے کاغذات تھے جن پر اس نے ایک نظر دوڑائی اور پھر کہنی کرسی کے بازو پر رکھی، اپنا ماتھا ہاتھ کی انگلیوں سے مسلا۔۔اس کے سر میں درد تھا۔۔باہر کوئی آیا تھا جس نے انگلی سے دروازے پر دستک دی۔۔اس نے آنکھیں کھول دیں اور اندر آنے کا اشارہ کیا۔۔باباچائے لے کر آئے تھے اور آتے ہی کپ سامنے ٹیبل پر رکھا۔۔

"شکریہ "

انھوں نے سر ہلایا۔۔ساتھ ہی جیب سے ایک لفافہ نکالا اور اس کی جانب بڑھایا"آپ کے لیے آیا تھا۔۔آپ شاید باہر مصروف تھے"اس نے ٹیبل پر رکھنے کا اشارہ کیا"کیپٹن سرور کہاں ہیں؟ "

انھوں نے کچھ سوچا پھر بولے"وہ لیفٹیننٹ حدید کے ساتھ باہر بیٹھے تھے۔۔ابھی پتہ نہیں کہیں گئے ہیں "

"ان کو فوراً میرے پاس بھیجیں"اور بابا سر ہلا کر چلے گئے۔۔

پچھلے دو دنوں سے وہ اپنی نفری کو شوٹنگ کی پریکٹس کروا رہا تھا اور آج یہ ٹاسک بھی ختم ہوا۔۔اس کے سر میں شدید درد تھا۔۔چائے کا کپ پکڑا اور لبوں کو لگایا ساتھ ہی میز پر پڑا لفافہ اٹھایا۔۔اوپر نام دیکھا اور پھر لفافہ چاک کیا۔۔اندر سے خط نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔۔

"السلام علیکم !

ابراہیم آپ کیسے ہیں؟امید کرتی ہوں آپ ٹھیک ہوں گے۔۔میں آپ کو تنگ نہیں کرنا چاہتی تھی مگر کافی دیر سوچنے کے بعد آپ کو یہ خط لکھ رہی ہوں۔۔میں نے رات کو ایک خواب دیکھا تھا اور وہ ایک ڈراؤنا خواب تھا۔۔امی کہتی ہیں کہ برا خواب نہیں بتانا

چاہیئے۔۔مجھے آپ کی فکر ہو رہی ہے۔۔آپ تھوڑا سا وقت نکال کر اپنا صدقہ دے دیں۔۔
صدقہ بلاؤں کو ٹالتا ہے۔۔اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے (آمین)

والسلام

حوا بنت عبداللہ

اس نے خط پڑھا اور چہرے پر ایک مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔سارے دن کی فکر اتر گئی اور وہ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔۔لفافہ آنکھوں کے سامنے تھا۔۔دفعتاً آفس میں کوئی آیا تھا اور اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔۔اس نے چائے کا کپ پکڑا اور لبوں کو لگایا۔۔ابراہیم نے خط دوبارہ لفافے میں ڈالا اور اپنی شرٹ کی جیب میں رکھ دیا۔۔

"کہاں تھے تم؟ "

حدید نے کپ دوبارہ میز پر رکھا

"کیپٹن کے ساتھ تھا۔۔بنکر دیکھنے گیا تھا "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میری بس ہو گئی ہے۔۔ چلو سونے چلیں "

ابراہیم اٹھ گیا اور پھر پیچھے حدید۔۔ باہر دھند کا زور بڑھ رہا تھا۔۔ ہلکی ہلکی بوندا باندی ہو رہی تھی۔۔

ایک روشن دوپہر تھی، اگر ہسپتال کی راہداری پر نظر دوڑائیں تو معمول کے مطابق مریض آجا رہے تھے۔۔ کوئی تندرست ہو کر جا رہا تھا اور کوئی ابھی آ رہا تھا۔۔ سفید ٹھنڈا فرش اور دوائیوں کی بو، وہی ہسپتال کا عملہ اور مریضوں کا رش۔۔ آج کیف کی ڈیوٹی تھی اور ساتھ اس کے کچھ کلاس فیلوز بھی تھے۔۔ صبح سے ایک دو لیکچرز لیے اور پھر یہیں ہسپتال آ گئے۔۔ اب دوپہر کے تین بج رہے تھے اور پانچ بجے تک اس کی ڈیوٹی ختم تھی۔۔ اپنے ساتھی ڈاکٹر سے ہنستے ہوئے بات کر رہا تھا کہ ساتھ سے سینیئر ڈاکٹر گزرا تو وہ محتاط ہو گئے۔۔ مریضوں کے بستر ساتھ ساتھ لگے تھے۔۔ ایک بوڑھی خاتون تھیں جن کا شوگر چیک کیا، انھیں ڈرپ لگی ہوئی تھی جو کہ بس ختم ہونے کو تھی۔۔ انھیں دیکھ کر وہ باہر آیا تو ایک ہلکی بڑھی شیو والا آدمی ان سے ملا جو کہ غالباً ان خاتون کا بیٹا تھا۔۔ اس سے بات کرتے کیف کو احساس ہوا کہ اس نے اسے کہیں دیکھا ہے مگر کہاں دیکھا ہے یاد نہیں آ رہا تھا۔۔ خیر اس نے

سمجھا کہ شاید کسی کی شکل اس سے ملتی ہو یا آج کل مریضوں میں زیادہ وقت گزارنے سے شاید اسے ایسا محسوس ہوتا ہے۔۔ پیچھے کسی لڑکی کے بلانے کی آواز آئی "افضل "!

کیف سے بات کر کے وہ مڑا اور اس نے پیچھے دیکھا۔۔اس آدمی سے بات ختم ہو چکی تھی۔۔اسے جانا تھا اور وہ بھی پاس سے گزرنے والا تھا کہ رکا۔۔اس آواز کو وہ پہچانتا تھا، یہ آواز، وہ عورت اپنے شوہر کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔۔ کیف کی نظر نے پیر سے سر تک سفر کیا۔۔اسے لگا اس کا سینہ تنگ ہو رہا ہے، اس کی ٹانگوں میں شاید جان نہیں ہے یا سر میں کچھ سن ہو رہا ہے۔۔ بمشکل اس نے تھوک نگلا، لڑکی نے بھی اسے دیکھا اور دیکھ کر اس کے بھی رنگ اڑ گئے۔۔

"ہاں "!

لڑکی اپنے شوہر کی طرف متوجہ ہوئی مگر وہ بھی حواس باختہ ہو گئی تھی۔

"وہ۔۔امی "وہ اس آدمی سے بس اتنا ہی کہہ سکی تھی۔

"ہاں بس تھوڑی دیر میں چلے جائیں گے۔۔وہ "اس نے کیف کو دیکھا "کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ ڈاکٹر عافیہ کا روم کونسا ہے؟ "

Clubb of Quality Content

لڑکی کی ظاہری حالت دیکھ کر یہی کہا جا سکتا تھا کہ وہ ماں بننے والی ہے، کیف نے دائیں جانب اشارہ کیا" وہاں۔۔رائٹ سائیڈ۔۔سکینڈ روم "!

اور پھر فوراً سے وہاں سے چلا گیا۔۔اس کو لگا مزید ضبط نہیں کر سکتا،اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور وہ واش روم میں چلا گیا۔۔دروازہ ٹھک سے بند کیا اور لمبی لمبی سانسیں لیں۔۔دل بے تحاشا کانپ رہا تھا اور دونوں گال بھیگ چکے تھے۔۔چند لمحے پہلے اس کے سامنے ماریہ کھڑی تھی اور وہ پھر سے اس جگہ آ کھڑا ہوا تھا جہاں وہ اس کو چھوڑ کر گئی تھی۔۔ کاش اس کا کبھی اس سے سامنا نہ ہوتا، بڑی مشکل سے اس نے خود کو سنبھالا تھا۔۔ٹونٹی کھول کر اس نے کئی چھٹے مارے، آئینے میں اپنا عکس دیکھا، گلابی آنکھیں ساری روداد سنا رہی تھیں۔۔اس نے مضبوطی سے واش بیسن کو کنارے سے تھام لیا اور آنکھیں میچ لیں۔۔اسے یہاں سے چلے جانا چاہیئے، دل نے فرار کا راستہ بتایا تھا۔۔ڈیوٹی ختم ہونے میں بھی تھوڑا ہی وقت تھا۔۔اسے بس یہاں سے جانا تھا آگے وہ کہیں بھی جاتا۔۔بس یہاں نہیں رہنا تھا

شام ڈھل چکی تھی، اسے اب لائبریری جانا تھا اور وہ گردن جھکائے چھوٹے چھوٹے قدم بڑھاتا فٹ پاتھ پر چل رہا تھا۔۔لائبریری داخل ہوا تو ریسیپشن پر کھڑے لڑکے سے سلام

دعا کی، پھر سامنے دیکھا تو لڑکی کتاب سامنے رکھے اس پر جھکی ہوئی تھی۔۔ کہنیاں میز پر رکھے ہتھیلیاں گالوں پر جمائے۔۔ وہ پاس پہنچا اور گلا کھنکھارا

"کیا میں آج لیٹ ہو گیا؟" کرسی پیچھے کرتے ہوئے بولا تھا۔

لڑکی نے چہرہ اٹھایا تو آنکھیں گلابی تھیں۔۔ جیسے روئی ہو۔۔ مسکرادی

"شاید میں جلدی آگئی "

اس نے اس کی آنکھیں دیکھیں "اوہ" ابرو اٹھائے "باہر چلیں۔۔ آج پڑھنے کو دل نہیں ہے "

اس نے سر ہلایا اور کھڑی ہو گئی۔۔ کتاب بند کی اور اس کے ساتھ باہر چل دی۔۔ پاس ہی باغ جناح میں بیٹھ گئے۔۔ اس وقت رات ہو چکی تھی اور ہر طرف مصنوعی روشنیاں جل رہی تھیں۔۔ باغ میں کئی لوگ جمع تھے، بچوں کے کھیلنے کی آوازیں، قہقہے ہنسی۔۔ مگر کسی کو کیا فرق پڑے۔۔ سب کی اپنی زندگی تھی اور اپنی زندگی کے مسئلے تھے۔۔

ایک بنچ کے دو کناروں پر وہ بیٹھے تھے، بیچ میں فاصلہ تھا مگر اتنا نہیں کہ سن ہی نہ سکیں۔۔ کیف آگے کو جھکا ہوا تھا۔۔ لیزا نے کہنا شروع کیا۔۔

"مجھے لگا تھا کہ میں اسے بھول جاؤں گی مگر ڈیڈی کہتے تھے کہ لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے" آنسو گالوں پر پھسل گئے۔

"مجھے لگا تھا کہ میں آگے بڑھ چکا ہوں مگر تم نے کہا نا کہ لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے" کیف پیچھے ٹیک لگا تھا بیٹھا چہرہ اوپر اٹھائے آسمان گھور رہا تھا۔

"نادانی میں کی گئی محبت سمجھداری میں کیوں نہیں بھلائی جا سکتی "

"بچپن میں کیے گئے وعدے جوانی میں کیوں نہیں نبھائے جا سکتے "

ایک جملہ لیزا بولتی اور دوسرا کیف۔۔وہ سامنے کسی غیر مرئی نقطے کو گھور رہی تھی۔۔

"مجھے لگا تھا ایک دن اسے میرا احساس ہو گا مگر وہ میرا نصیب نہیں تھا"

"مجھے لگتا تھا کہ وہ میرے بغیر نہیں جی پائے گی مگر وہ آگے بڑھ گئی۔۔میں کبھی تھا ہی نہیں "

"اب میں کیا کروں کیف؟ "

"اب میں کیا کروں لیزا؟ "

اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا، بھیگی پلکوں گیلے گالوں سے۔۔ایک مسکراہٹ ابھری اور دونوں ہنس دیے۔

پھر ایک نم سانس اندر کھینچی اور آنسو صاف کیے۔۔

وہ ذرا سا ساتھ ہوئی، وہ ذرا سا ساتھ ہوا۔۔

"ہم بڑے ہو گئے ہیں کیف "

"سمجھدار بھی" اور پھر دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس دیے۔

"مجھے لگتا تھا کہ یہ جو میرے بہت قریب ہیں یہ اگر کسی دن یہ میرے ساتھ نہ ہوئے تو میرا کیا ہو گا۔۔اور تمھیں پتہ ہے کیف میں بہت بری پھنسی تھی اور میرے ساتھ کوئی نہیں تھا۔۔مجھے احساس ہوا کہ جیسا ہم سوچتے ہیں ویسا نہیں ہوتا۔۔خوف کا خیال خود خوف سے زیادہ خطرناک تھا۔۔اس دن میں آزاد ہو گئی تھی اپنے اس ڈر سے اور میں نے کھل کر سانس لی تھی" وہ پرجوش سی بتا رہی تھی اور کیف اسے دیکھ رہا تھا

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا تھا میں نے اگر اسے کھو دیا تو میں مر جاؤں گا۔۔سانس لینا مشکل ہو گا مگر خوف کے خیال نے مجھے زیادہ بزدل بنا دیا تھا خود خوف سے۔۔آج میں نے خود کو آزاد کیا ہے اور میں بہت ہلکا محسوس کر رہا ہوں "

اس نے ہتھیلیوں سے رگڑ کر آنکھیں صاف کیں اور پھر کیف کو دیکھا۔۔

"اف۔۔ڈیڈی صحیح کہتے تھے کہ لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے"

کیف نے اثبات میں سر ہلا کر اس کی تائید کی۔

"آئس کریم کھانے چلیں" کیف کی پیش کش پر اس نے ہاں میں سر ہلایا

وہ دونوں باغ جناح سے باہر نکلے، مال روڈ پر چلتے، پنجاب پبلک لائبریری کے سامنے سے گزر رہے تھے

"تھینک یو"

"کس لیے؟" کیف نے ابرو اٹھایا

"تم نے اس دن مجھے اتنا اچھا سمجھایا تھا۔۔ تم نہ ہوتے تو میں کیا کرتی؟" اس نے منہ بنایا تھا

"اف۔۔ بس منہ سے تعریفیں کرتی رہا کرو یہ نہیں کہ ایک تعریف کے بدلے ایک کیک بیک کر دو، کچھ بسکٹ کھلا دو" کیف نے بے چارہ سا منہ بنایا، وہ اسے دیکھ کر ہنس دی۔

"اوکے۔۔ آپ کا کیک آپ تک پہنچ جائے گا "

"آپ کا بہت شکریہ شہزادی صاحبہ!" وہ سینے پر ہاتھ کر ذرا سا آگے کو جھکا تھا۔

"شہزادی۔۔ میں شہزادی ہوں؟ "

"اور نہیں تو کیا۔۔ رو رو کر آنکھیں سرخ کرنے والی شہزادی "

"اور تم؟ "

"میں ایک ادنی سا غلام جو شہزادی کو ہنساتا ہے اور اسے بتاتا ہے کہ وہ کتنی اہم ہے۔۔ کتنی خاص ہے" وہ شاعروں والے انداز میں بولا تھا۔

"او مائی گاڈ۔۔ تم مجھے صرف مجھے ہنساؤ گے۔۔ آئی سمجھ؟" اس نے حکم دیا تھا۔

"جو حکم شہزادی صاحبہ!" سینے پر ہاتھ رکھ کر آگے کو جھکا۔

وہ ہنس دی "قیس کہاں ہے؟ "

"تھیڑ ہے۔۔ رومیو جولیٹ پلے کرنا ہے مگر میرے رومیو کو جولیٹ کے بال نہیں پسند لہذا ان کا اپنا الگ ہی معاملہ چل رہا ہے "

"قیس صحیح ہے۔۔ دنیا جائے بھاڑ میں۔۔ اسے وہی کرنا ہے جو اس کا دل کرے "

"اور اس کے دل کی قیمت مجھے ادا کرنی پڑتی ہے" اس نے دکھ سے کہا تھا

آئس کریم کارنر پر پہنچ کر آئس کریم لی اور وہیں پاس ایک بنچ پر بیٹھ گئے۔۔

"شہزادی کا حکم ہے کہ ایک اور لائی جائے "

"جو حکم شہزادی صاحبہ!" وہ اس کے سامنے کھڑا ہوا اور سینے پر ہاتھ رکھ کر آگے کو جھکا۔

"یہاں تمھارے کسی مریض نے دیکھ لیا نا تو وہ کیا سوچے گا "

"لیزا کے لیے۔۔کچھ بھی!"اور وہ یہ کہہ کر چلا گیا۔۔

وہ اسے دیکھتی رہی یہاں تک کہ وہ آئس کریم لے کر واپس آ گیا

"کیف "

"ہوں "

"مجھے قرآن نہیں آتا۔۔میں اسے پڑھنا چاہتی ہوں"آئس کریم کی کون کھا رہی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔۔ہم بھی جب چھوٹے تھے تو قرآن سیکھا تھا۔۔پیدا ہوتے ہی ہمیں بھی نہیں آیا تھا۔۔میں دیکھتا ہوں، تم فکر نہیں کرو۔۔ایک دو دن میں تمھیں بتاتا ہوں "

"اوکے "!

"تمھیں پتہ ہے بچپن میں ہمیں قاری صاحب پڑھانے آتے تھے تو قیس چھپ جاتا تھا "

"کیوں؟ "

"کیونکہ اسے قاری صاحب کی اورنج نہیں وائٹ داڑھی پسند تھی "

اور دونوں ہنس دیے۔۔رات اچھی لگنے لگی تھی۔۔

یہ اتوار کا دن تھا اور پلان کے مطابق مغرب کے بعد انھیں آنا تھا۔۔ریسٹورنٹ میں کافی رش تھا، کھانوں کی مہک اٹھ رہی تھی اور روشنیوں کا بسیرا تھا۔۔لیزا گاڑی سے اتری، ساتھ شیخو اور پری بھی تھے۔۔شیخو نے گول گلے والی شرٹ اوپر آفس کوٹ اور نیچے پینٹ پہن رکھی تھی، پری نے لال اور سفید رنگ کی فراک پہنی تھی اور لیزا ہلکے نیلے اور جامنی رنگ کی فراک میں ملبوس تھی۔۔شانے پر پرس لٹکا تھا اور ایک تتلی والا ہیئر بینڈ بالوں پر لگایا تھا۔۔

اوپر بڑا سا ریسٹورنٹ کا نام لکھا تھا "سفرا"

SUFRA

گلاس وال کے سامنے کھڑے ہو کر شیخو نے اپنے بکھرے بالوں میں انگلیاں پھیریں، اس کا عکس شیشے میں جھلک رہا تھا، نیچے جھک کر پری کے جوتے کا سٹریپ بند کرتی لیزا کھڑی ہوئی اور سامنے نظر پڑی۔۔شیخو اسے ہی دیکھ رہا تھا، چند لمحوں کے لیے اس کی نظر لیزا سے ملی ،وہ مبہوت سا اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"شیخو!" پری نے اس کا ہاتھ ہلایا تو لمحوں کا فسوں ٹوٹا۔۔

"ہاں" اور وہ جھک کر اس کی بات سن رہا تھا۔۔

اندر داخل ہوئے اور دیوار کے ساتھ ایک میز پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔۔کچھ پل گزرے ہوں گے سامنے سے کیف اور قیس بھی آتے دکھائی دیے۔۔ہاتھ ہلا کر (جیسے ہائے یا بائے کرتے ہیں) لیزا نے انھیں اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا۔۔مسکرا کر اس کی جانب بڑھے۔۔

شیخو اور قیس کے درمیان پری بیٹھی تھی۔۔ایک طرف کیف تھا اور ساتھ لیزا

"چلو یار۔۔آڈر کرو۔۔بھوک لگی ہے" قیس بس بے چینی سے ٹانگ ہلاتے ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔۔

لیزا نے سر ہلایا اور مینیو کارڈ پکڑا "ہوں۔۔تو کیا کھانا چاہیں گے آپ؟" وہ نچلا لب دانتوں میں دیے کارڈ دیکھتے پوچھ رہی تھی۔

"آئس کریم!" پری جھٹ سے بولی

قیس نے اسے مسکرا کر دیکھا "تم مجھے اپنی یہ پونی دے دو۔۔میں تمھیں آئس کریم کھلاؤں گا" اس نے منہ بسورا اور ذرا سا شیخو کے اور ساتھ ہو کر بیٹھ گئی۔۔

اس نے اس کی پونی کو چھوا "بٹر فلائی!" اس نے رونی شکل بنائی اور سامنے بیٹھے لڑکے کو دیکھا جو کہ ہو بہو قیس جیسا تھا

"ہندوستانی بریانی۔۔یہ نئی ڈش ہے" اس کے مینیو کارڈ کیف کی جانب بڑھایا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں۔۔آئس کریم بھی منگوائیں گے "اور وہ پری کو دیکھ کر مسکرایا"ساتھ اور کچھ ؟"

دوبارہ لیزا کو دیکھا

"مجھ سے بھی پوچھ لو۔۔میں تمھارا سوتیلا بھائی نہیں ہوں۔۔دونوں بس ایک دوسرے سے لگے ہوئے ہو" قیس جل کر بولا اور مینیو کارڈ کیف کے ہاتھ سے لے لیا

"یار یہ کباب بھی ٹرائی کرو،اس کی کچھ زیادہ ہی خوشبو آرہی ہے "

"شیخو؟"لیزا نے ابرو اٹھایا،اسے دیکھا،وہ جو گم سم سا بیٹھا تھا متوجہ ہوا

"ہاں۔۔جج۔۔جو آپ کو ٹھیک لگے "

"وہ تو بیبا بچہ ہے۔۔اس کو تم ابلے چاول بھی کھلا دو نا لیزے تو وہ اف تک نہ کرے۔۔یہ تو تم ہی ہو گرمی میں بریانی کھلانے پر تلی ہو "

"گرمی میں تم بھی تو قیمے کے کباب کھانے کی رٹ لگا رہے ہو "

"لیزے۔۔ "

دونوں میں سے کوئی اب کچھ اور بولتا کیف نے ٹیبل پر پڑا کارڈ پکڑا اور ویٹر کو اشارہ کیا۔۔

وہ آیا تو کیف نے آڈر لکھوا لیا

"شکر ہے تم دونوں نے بیکری نہیں کھولی "

وہ سینے پر بازو لپیٹ کر پیچھے ہو بیٹھی اور قیس یوں لاپرواہ سا بیٹھا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔۔

تھوڑی دیر بعد کھانا لگایا گیا اور مٹی کے مٹکے کے اوپر سے ڈھکن ہٹایا گیا، نیچے سے بھاپ اٹھی اور وہ گرما گرم ہندوستانی بریانی تھی۔۔خوشبو تو اچھی تھی ذائقہ بھی اچھا ہی ہو گا۔۔ کباب بھی اچھے لگ رہے تھے۔۔

سب نے تھوڑا تھوڑا سب کھایا تھا اور پھر آئس کریم کی باری تھی۔۔

قیس ذرا سا ساتھ ہوا اور پری کی پونی کو پھر سے چھیڑا "بٹر فلائی۔۔تم نے تو بس خوشبو ہی سونگھی ہے۔۔تمھارے بابا کا ریسٹورنٹ ہے جو دل میں آئے کھاؤ "

اس نے پھر سے منہ بسورا

"اچھا۔۔مجھے یہ بتاؤ شیخو زیادہ پیارا ہے یا میں؟ "

"شیخو" جواب جھٹ سے آیا تھا

قیس نے شرٹ کی جیب سے چاکلیٹ نکالی "اب بتاؤ شیخو زیادہ پیارا ہے یا میں؟ "

"شیخو "

اس نے چاکلیٹ دوبارہ جیب میں رکھی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"شیخو!"اور اسے منہ چڑھایا۔

سامنے کیف لیزا سے کچھ کہہ رہا تھا

"کل عصر کے بعد تیار رہنا۔۔ کہیں جانا ہے "

"کہاں؟"ابرو بھینچے۔

"تم نے ایک کام کہا تھا "

اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا جیسے کچھ سوچ رہی ہو پھر پوری آنکھیں کھول لیں اور مسکرائی"تھینک یو "!

"لیزا کے لیے کچھ بھی!"اس نے کندھے اچکائے

آئس کریم آچکی تھی۔۔ مل کر بل ادا کیا اور اب واپسی تھی۔۔

"میں چھوڑ دوں آپ کو؟"لیزا نے کیف سے پوچھا جو کہ منع کرنے والا تھا

"شیور۔۔ تم کیف سے پوچھو گی تو وہ منع کر دے گا۔۔ مجھ سے پوچھا کرو چھپکلی!"لیزا نے مسکرا کر کندھے اچکائے

انھیں ڈراپ کرنے کے بعد پری کو گھر پر اتارا اور اب بس لیزا اور شیخو تھے۔۔

"چائے پیئیں؟ "

ساتھ بیٹھے شیخو نے اسے دیکھا اور مسکرایا "آئس کریم۔۔ "

"وہ تو ہضم بھی ہو گئی "اور اس نے گاڑی چائے کے ڈھابے کی طرف موڑ دی۔

رات کے وقت وہ جس ڈھابے کے پاس رکے وہ پرانے طرز کا تھا، ایک بڑی سے جھونپڑی جس کے باہر میز لگے تھے، مٹی کے گلاس، پیالوں میں چائے دی جا رہی تھی۔۔ وہ آمنے سامنے بیٹھ گئے۔۔

درمیان میں میز تھی، مٹی کے پیالوں میں چائے سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔۔ موسم بھی اچھا ہو گیا تھا، دن کی گرمی کے برعکس اب ہوا چل رہی تھی۔۔

"کوئی بات ہوئی ہے شیخو؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا

"چپ چپ کیوں ہو؟ "

"وو۔۔ ویسے ہی "

لیزا نے چائے کی چسکی لی

"طبیعت ٹھیک ہے؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کھانا اچھا نہیں تھا کیا؟ "

وہ مسکرا دیا"نن۔۔ نہیں کھانا تو اچ۔۔ چھا تھا"

"پھر؟ "

وہ سر جھکائے بیٹھا تھا۔

"مم۔۔ مجھے کبھی کسی نے اتت۔۔ تنی اہمیت نہیں دی۔۔ اس لیے تت۔۔ تھورا عجیب لگ رہا ہے۔۔ ایک خخ۔۔ خواب سا لگ رہا ہے"

وہ مسکرا دی۔

"میرے لیے بھی بارش میں کبھی کوئی بارش میں نہیں بھیگا تھا"اس نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا، لیزا کی نظر اس سے ملی، شیخو نے جھٹ سے پھر نظر جھکا لی۔۔

چائے کا دور ختم ہوا اور اب وہ شیخو کے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔۔

"شیخو! "وہ جو خدا حافظ کہہ کر آگے بڑھا تھا اس کی آواز پر مڑا۔

"لیزا اسٹیفورڈ آج بھی اور کل بھی اور آنے والے ہر زمانے میں تمھارے لیے تمھارے ساتھ کھڑی ہے اور کھڑی ہو گی۔۔ تم لیزا کے لیے کبھی عام نہیں تھے"وہ یہ کہنا چاہتی تھی مگر نہیں کہہ پائی۔ ڈرائیونگ سیٹ کے پاس کھڑی لڑکی مسکرائی تھی۔۔"اپنا خیال رکھنا "!

دروازے کے پاس کھڑا لڑکا مسکرا بھی نہیں سکا تھا۔۔اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

الفاظ ختم تھے،وہ کیا کہتا۔۔ گردن موڑ کر اندر چلا گیا۔۔وہ بھی گاڑی سٹارٹ کر رہی تھی۔۔

اگلے دن عصر کے وقت کیف سفید بنگلے کے باہر کھڑا لیزا کا انتظار کر رہا تھا۔۔چند منٹوں بعد وہ باہر نکلی تو کیف دیکھ کر مسکرا دیا۔۔

"اندر کیوں نہیں آئے؟ "

"کیونکہ تم باہر آنے والی تھی"اس نے شانے اچکائے

وہ مسکرا دی۔

"سمارٹ بوائے "!

"شکریہ "

وہ سیدھی گلی جا رہے تھے۔۔اس نے مسٹرڈ رنگ کی فراک پہنی تھی اور ایک طرف پرس لٹک رہا تھا۔۔دوسری گلی مڑے اور ساتھ ہی چھوٹے گھر میں داخل ہوئے جس کی بیلیں اندر سے باہر آتیں دیوار پر پھیلی تھیں۔دروازہ کھلا تھا اور وہ ذرا سی دستک دے کر اندر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

چلے گئے۔۔سامنے دائیں طرف ایک تخت پوش پر خاتون بیٹھی تھیں،سفید بالوں والی مسکراتی ہوئیں۔۔ایک طرف چھوٹا سا باغیچہ تھا اور پھر درمیان میں لاؤنج کا دروازہ تھا۔۔ خاتون اخبار پڑھ رہی تھیں،وہ اندر آئیں تو انھوں نے مسکرا کر دیکھا۔۔چل کر ان کے قریب آئیں

"السلام علیکم!"کیف مسکرا کر ذرا سا جھکا۔

لیزا نے سر کو خم دیا اور وہ وہیں لاؤنج میں تخت پوش پر بیٹھ گئے،خاتون اندر سے موڑھا لائیں اور ان کے سامنے بیٹھ گئیں۔۔

"بچے آئے تھے،پڑھ کر چلے گئے ہیں"وہ مسکراتے ہوئے بول رہی تھیں۔

کیف نے لیزا کی طرف اشارہ کیا"یہ لیزا ہیں۔۔یہ آپ کے پاس آئیں گی کل سے۔۔ امید ہے آپ کا وقت اچھا گزرے گا"انھوں نے ایک نظر اسے دیکھا اور مسکرا دیں۔

اندر سے ایک لڑکی آئی اور جوس کا گلاس تھما کر چلی گئیں۔

اندر سے چھوٹی سی لڑکی باہر آئی جس نے سر پر سکارف لے رکھا تھا،دوڑتی ہوئی خاتون کے پاس آ کھڑی ہوئی اور سپارہ ان کی طرف کیا اور انگلی رکھ کر بولی

"نانو۔۔یہ کیا ہے؟ "

انھوں نے لفظ دیکھا اور بولیں "الف ر بر آ، الف ز یر ای۔۔" اور آدھا جملہ لڑکی نے پورا کیا

"الف پیش او۔۔ آ ای او" اور اس نے مسکرا کر لیزا کو دیکھا اور پھر اندر بھاگ گئی۔۔

"یہ میری نواسی تھی، آج کل یہیں آئی ہوئی ہے" پھر ذرا سا مسکرائیں "آپ کل سے عصر کے وقت آسکتی ہیں۔۔ میرے دروازے آپ کے لیے ہمیشہ کھلے ہیں "

کچھ دیر اور بیٹھے اور پھر چلے گئے۔۔ گلی میں چلتے لیزا بولی

"کیف۔۔ وہاں چھوٹے بچے ہوں گے "

"وہاں سب قرآن پڑھنے والے ہوں گے۔۔ چھوٹا بڑا نہیں دیکھنا" وہ مسکرایا تھا، لیزا بھی مسکرا دی۔

اب اندر کی آواز خاموش تھی، باطن مطمئن ہونے لگا تھا۔۔

دوسری طرف رات ہو چکی تھی، حوا چولہے کے سامنے بیٹھی چائے بنا رہی تھی۔۔ ایک کپ پلیٹ میں رکھا اور چائے کے ابلنے کا انتظار کرنے لگی۔۔ دفعتاً باہر دروازہ بجا اور بی جان نے بڑھ کر دروازہ کھولا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جی؟"ڈاکیا تھا جس نے بڑا سا بیگ کندھے سے لگایا تھا۔

"حوا بنت عبداللہ؟ "

اپنا نام سن کر کپ میں چائے ڈالتی حوا چوکنا ہوئی۔

بی جان نے منہ موڑ کر حوا کو آواز دی۔وہ چائے کی پتیلی وہیں چھوڑ کر آئی

"جی"

"آپ کے نام خط آیا ہے"اور اس نے ایک سفید رنگ کا لفافہ آگے بڑھایا، جسے اس نے تھام لیا

"یہاں دستخط کر دیں"اس نے رجسٹر آگے کیا، جہاں حوا نے دستخط کیے۔

پھر دروازہ بند کر کے اندر آئی اور چائے کا کپ پکڑا اور اوپر چلی گئی۔۔

اندر جاتے ہی بیڈ سائیڈ پر کپ رکھا اور لفافہ چاک کیا۔۔اندر سے صفحہ نکالا اور پڑھنا شروع کیا۔۔

"وعلیکم السلام!(اس کے سلام کا جواب تھا)

اس لڑکی کے نام جو خواب دیکھتی ہے!

تمھارا خط ملا اور میرے پاس الفاظ نہیں ہیں اپنی کیفیت بیان کرنے کے لیے۔۔میں بالکل ٹھیک ہوں اور دوسروں کو ٹھیک کر رہا ہوں (وہ مسکرائی تھی) امید کرتا ہوں تم بھی ٹھیک ہو گی۔۔مجھے تمھارا میرے لیے فکر کرنا اچھا لگا۔۔میں نے کچھ پیسے بھیجے ہیں، میرا ہاتھ لگا ہے ان کو، صدقے کے لیے دے دینا۔۔اس کی دو وجوہات ہیں، پہلی وجہ یہ کہ یہاں سارے نواب ہیں کوئی صدقہ نہیں لیتا اور دوسرا میری منکوحہ کو چونکہ میری فکر ہے اس لیے اس کی تسلی کے لیے وہ خود اپنے ہاتھوں سے میرا صدقہ دے دے۔۔مجھے بھی اچھا لگے گا اور تمھاری بھی تسلی ہو گی۔۔ساتھ میں میں نے اپنی تصاویر بھیجی ہیں دیکھ کر بتاؤ پیارا لگ رہا ہوں؟ (وہ پھر مسکرائی تھی) اور تمھیں خط ملنے کے ٹھیک دو دن بعد عصر کے وقت میں گھر واپس آ رہا ہوں۔۔اپنا بہت سا خیال رکھنا۔۔اللہ حافظ !

والسلام

تمھارا ابراہیم

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے خط پڑھا اور مسکراتے ہوئے لفافے میں جھانکا، پھر دو انگلیاں اندر ڈالیں اور تصاویر باہر نکالیں، بلیک اینڈ وائٹ تصاویر تھیں۔۔ایک تصویر میں وہ جیپ کے سامنے کھڑا ملٹری یونیفارم پہنے مسکرا رہا تھا اور پی کیپ ہاتھ میں پکڑی ہوئی تھی۔۔دوسری تصویر میں وہ دو لڑکوں کے سامنے سنجیدہ سا سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا جو کہ کان پکڑ کر سر جھکائے کھڑے تھے۔۔وہ ہنس دی۔۔

اس نے خط اور تصاویر دونوں لفافے میں ڈالیں اور الماری کا دراز کھول کر اندر رکھ دیا۔۔ پھر واپس آئی اور سائیڈ ٹیبل سے چائے پکڑی، کپ لبوں سے لگایا۔۔کسی کی آواز کانوں میں گونجی تھی

"جنگ میں ہوں یا امن میں، تمھارا جواب مجھ پر فرض ہے "

وہ پھر سے مسکرائی تھی۔۔

یہ اس رات والے ڈنر کے تین دن بعد کی بات ہے۔۔شیخو اور لیزا لاؤنج میں کھڑے تھے، شیخو سر جھکائے کھڑا تھا اور لیزا اس کے سامنے غصے میں سینے پر بازو لپیٹے کھڑی تھی۔۔ لاؤنج کی کھلی کھڑکیوں سے روشنی اندر آ رہی تھی۔۔یہ دن کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔۔

"تم نے مجھے یہ بات کیوں نہیں بتائی؟" وہ اونچی آواز میں بولی تھی۔

وہ پھر بھی سر جھکائے خاموش رہا۔ آج وہ معمول کے حلیے میں تھا، بکھرے بال اور شلوار قمیض۔

"شیخو" وہ چلائی تھی۔

وہ سہم کر ذرا سا پیچھے ہوا "مم۔۔ مجھے گگ۔۔ گھبراہٹ ہوتی ہے لل۔۔ لوگوں میں" وہ ہکلاتے ہوئے گھبرائی آواز میں بولا تھا۔

"اف۔۔ شیخو لوگ کھا نہیں جاتے۔۔ کچھ نہیں ہو گا وہاں۔۔ سر علی کا مینیجر ساتھ ہے تمھارے اور تم کب تک ایسے ہی رہو گے؟" اس کا انداز التجائیہ تھا ایسے جیسے سمجھا بھی رہی ہو اور فکر مند بھی ہو۔

"مم۔۔ میں ایسے ہی ٹٹ۔۔ ٹھیک ہوں "

"شیخو" وہ صوفے پر بیٹھ گئی اور سر دونوں ہاتھوں میں دیا۔ پھر سر اٹھایا اور اسے دیکھا

"تمھیں نہیں پتہ۔۔ اگر تمھاری پینٹنگ وہاں سیلیکٹ ہو گئی تو تم کہاں سے کہاں پہنچ جاؤ گے۔۔ تم اس قابل ہو کہ تمھیں سراہا جائے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مم۔۔مجھے نہیں جج۔۔جانا لیزا" وہ ابھی بھی نہ جانے پر بضد تھا۔۔یہ اسی نمائش کی بات ہو رہی تھی جو اسلام آباد میں ہونی تھی۔شیخو نے جانے سے انکار کیا تھا اور مینیجر نے لیزا کو اطلاع کر دی تھی۔

وہ ایک دم اٹھی اور پاس صوفے پر پڑا چھوٹا دوپٹہ پکڑا اور اس کے پاس گئی،اس کی گردن میں دوپٹہ ڈالا اور زور سے گرہ لگائی یہاں تک کہ گرہ گلے کو چھونے لگی یوں جیسے گلا دبا رہی ہو۔۔وہ خوفزدہ ہو کر اسے دیکھنے لگا اور ہاتھ گردن پر پڑے دوپٹے تک گئے،وہ غصے میں تھی

"یہ یہ۔۔کک۔۔کیا کر رہی ہیں آپ؟"اس نے دوپٹے کو گرہ سے پکڑا اور اسے پیچھے کرنا چاہا

وہ روہانسی ہو گئی تھی

"اگر تم نہ گئے تو میں تمھارے گلے میں ایسے ہی رسی ڈال کر تمھیں پنکھے سے لٹکا دوں گی۔۔آئی سمجھ؟"اس نے ہاں میں گردن ہلائی اور اس نے دوپٹہ چھوڑ دیا۔یہ والی لیزا کا چھوٹا سا روپ اس نے اس دن دیکھا تھا جس دن اس نے گملہ اٹھایا تھا۔۔

"گڈ!"وہ اب اطمینان سے بیٹھ گئی تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بیلا۔۔پانی لاؤ۔۔دو گلاس"اس نے اونچی آواز لگائی اور کچن کے دروازے کے پاس سے باہر لاؤنج میں جھانکتی تماشہ دیکھتی بیلا اندر بھاگی تھی۔

شیخو نے سامنے بیٹھی لیزا کو دیکھا تو اس نے آنکھوں سے صوفے پر سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔

وہ دوپٹہ ساتھ رکھ کر خاموشی سے بیٹھ گیا۔۔دل ہی دل میں اسے خوب ہنسی آئی تھی،وہ واحد شخص تھا جس پر لیزا کا زور چلتا تھا۔۔۔

دو دن بہت جلدی گزرے تھے۔۔آج دھوپ نہیں نکلی تھی اور بارش کا قوی امکان تھا، خراب موسم معمول تھا۔۔حوا کے بس تین دن رہ گئے تھے اور پھر پیپر تھا۔۔تیاری تو پوری تھی اور عبدالرحمن نے بھی اسے یہی تین دن دیے تھے کہ اچھے سے ہر چیز ایک بار پھر دیکھ لے۔۔وہ چھت پر بیٹھی پڑھ رہی تھی،چارپائی بچھائے سامنے کتابیں بکھیرے۔۔ظہر کی اذان ہوئی تو جھٹ سے نماز پڑھ آئی،آج وہ اپنے کام بڑی پھرتی سے کر رہی تھی۔۔اب اسے لاشعوری اور شعوری طور پر عصر کا انتظار تھا،اگر اس نے کہا تھا کہ عصر کے وقت آئے گا تو مطلب عصر کے وقت ہی آئے گا۔۔عصر ہونے میں تین گھنٹے تھے اور اس نے کتابیں بند کر

لیں اور پچھلی دیوار کے ساتھ جا کھڑی ہوئی۔۔وہاں سے لہلہاتے کھیت نظر آرہے تھے، پاس کچھ بچے کھیل رہے تھے اور ٹیوب ویل چلنے کی آواز آرہی تھی۔۔کچھ دیر چھت پر ٹہلی اور پھر نیچے چلی گئی۔۔بیڈ کی پشت کے ساتھ بایاں بازو اور سر لگائے سامنے کھڑکی کو دیکھ رہی تھی، انتظار آخری لمحات میں سب سے زیادہ محال ہوتا ہے۔۔اسے ایک جمائی آئی اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔

لمحے سرکتے رہے، وقت گزرتا رہا، شام عصر کی نشان دہی کر رہی تھی۔۔آسیہ کمرے میں آئیں اور اس کے قریب بیٹھیں، اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھا۔۔

"حوا۔۔"اور وہ ایک کرنٹ کھا کر اٹھی۔

"ہوں"اور پاؤں بیڈ سے نیچے اتار لیے۔۔

"کیا ہوا؟"

اس کا دل دھڑکا تھا، شاید دیر ہو گئی "امی۔۔عصر ہو گئی؟ "

آسیہ نے اثبات میں سر ہلایا

"اوہو۔۔میں ابھی آتی ہوں"اور وہ اوپر چلی گئی۔۔

آسیہ ناسمجھی سے اسے دیکھتی رہیں پھر الماری کی طرف بڑھ گئیں۔۔اگر اوپر دیکھیں تو پرندے گھروں کو سفر کر رہے تھے، آسمان ابھی بھی سرمئی تھا اور ہوا چل رہی تھی۔۔اس نے سامنے دیکھا مگر کوئی نہیں تھا۔۔اس نے مایوسی سے گردن پھیر لی "شاید اس نے دیر کر دی، شاید وہ آ گیا تھا، اس نے ادھر دیکھا ہو گا مگر وہ یہاں نہیں ہو گی۔۔اس نے تو بڑے دھڑلے سے کہا تھا کہ انتظار کروں گی اور اب؟" وہ دل ہی دل میں خود کو کوس رہی تھی۔۔

پھر منہ بنائے دوبارہ سامنے دیکھنے لگی۔۔سامنے بڑا سا برگد کا درخت نظر آ رہا تھا، بچے اب درخت کی شاخ سے رسی لٹکائے جھولا جھول رہے تھے۔۔وہ چھوٹی دیوار پر بیٹھ گئی جس پر ایک رات ابراہیم بیٹھا تھا۔۔نیچے ایک چھڑی سی گری تھی جسے اس نے جھک کر پکڑا اور اوپر سے لکڑی کا گہرا بھورا چھلکا اتارنے لگی۔۔دھیان ادھر اُدھر تھا۔۔"کیا کروں؟ سکینہ سے پوچھ لوں یا پھر۔۔بی جان کے ساتھ ان کے گھر جاتی ہوں، پتہ چل جائیگا کہ ابراہیم آئے ہیں یا نہیں۔۔اور اگر آ گئے ہوئے تو" اس نے منہ بنا کیا "اور اگر نہ آئے ہوئے تو؟"

چھڑی کے اوپر سے بھورا چلکا اترا تو نیچے سے ہلکی پیلے رنگ کی لکڑی واضح ہونے لگی۔۔

دفعتاً ساتھ والے گھر کا دروازہ بجا تھا۔۔بھنویں بھینچے، سنجیدگی سے چھڑی کے اوپر سے چھلکا

اتارتے اس کے ہاتھ تھمے تھے،اس نے چھڑی ایک طرف پھینکی اور ذرا سا آگے ہوئی۔۔

دوسرے گھر کا دروازہ اور برآمدے کا سامنے والا حصہ واضح ہوا،سکینہ آگے بڑھی تھی

"کون؟ "

کوئی آواز نہیں آئی تو وہ مسکرائی اور دروازہ کھولا۔۔ملٹری یونیفارم میں ملبوس کندھے پر بیگ لٹکائے ابراہیم اندر آیا تھا،اندر آتے ہی نظر اوپر ذرا سی دائیں طرف اٹھی،وہاں لڑکی کھڑی اسے دیکھ رہی تھی۔۔سکینہ نے اپنے بھائی کی اٹھے چہرے کو دیکھا اور اس کی نظروں کے تعاقب میں مڑی،ساتھ والے گھر کی مکین حوا بنت عبداللہ مسکرادی۔۔

سکینہ نے مسکراتے ہوئے گردن نفی میں ہلائی اور اندر چلی گئی۔۔

اوپر دیکھتے ابراہیم کا ہاتھ سینے کی بائیں طرف گیا اور وہ ذرا سا جھکا،جیسے مشکور ہو۔۔اس نے بھی سر کو ذرا سا خم دیا اور واپس پلٹ گئی۔۔اندر سے سمیرا باہر آرہی تھیں۔۔

آج اس کا پہلا دن تھا اور پانچ بجے کے قریب وہ گھر سے نکلی اور ان کے کھلے دروازے سے اندر داخل ہوئی،اندر چٹائی بچھی تھی جس پر چھوٹے بچے اپنے آگے لکڑی کی ریل رکھے، اوپر سپارہ رکھے اس پر جھکے،ہل ہل کر آگے پیچھے ہوتے اپنا سبق دہرا رہے تھے،اندر جاتے ہی

بچے دیکھ کر اسے پہلے تو شرمندگی ہوئی کہ اتنی چھوٹی چھوٹی بچیاں دوپٹہ لیے قرآن پڑھ رہی تھیں اور وہ بنا دوپٹہ لیا منہ اٹھا کر یوں ہی آ گئی ہے "اف! مجھے واپس لوٹ جانا چاہیئے" مگر نہیں نور جہاں نے اسے دیکھ لیا اور دیکھ کر مسکرائیں۔۔وہ نیچے چٹائی پر ہی بیٹھی تھیں بچوں کے ساتھ، وہ بمشکل مسکرائی اور ان کے قریب جا کر سلام کیا۔۔انھوں نے سر کے خم سے جواب دیا۔۔

وہ ان کے دائیں طرف ایک چھوٹی بچی کے ساتھ بیٹھ گئی۔۔وہ جھک کر نور جہاں آنٹی کو سبق سنا رہی تھی۔۔لیزا خاموش رہی اور انھیں سنتی رہی۔۔کچھ دیر بعد ایک سات آٹھ برس کی لڑکی اندر سے دوپٹہ لائی جسے اس نے سر پر اوڑھا۔۔اب ذرا شرمندگی میں کمی آئی تھی، وہ دوزانو بیٹھی ہوئی تھی۔۔

تقریباً پندرہ منٹ بعد سب بچے چلے گئے، انھیں چھٹی ہو گئی تھی۔۔نور جہاں پھر اسے دیکھ کر مسکرائیں اور اسی سات آٹھ سال کی بچی کے ساتھ اسے بھیجا جو کہ اس وقت وضو کر رہی تھی اور لیزا اسے دیکھ رہی تھی۔۔اس کے لیے سب نیا تھا مگر اندر کہیں دل ڈول رہا تھا، وہ تو قرآن کے بارے میں جاننے آئی تھی، یہ کیا ہو رہا ہے؟ مگر چپ رہی۔۔

اب وہ تخت پوش پر ان کے سامنے بیٹھی تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تم مجھے خالہ کہہ سکتی ہو "

اس نے فقط سر ہلایا۔"مجھے عربی سکھادیں"

"" کیوں سیکھنا چاہتی ہو عربی؟

"تاکہ قرآن سمجھ آجائے،لوگ کہتے ہیں اگر عربی سمجھ آجائے تو مجھے قرآن کی سمجھ آسکتی ہے۔۔میرا دل بھی ویسے بدل سکتا ہے جیسے میرے ڈیڈی کا بدلا تھا "

نور جہاں مسکرائیں اور پھر بولیں

" عربی سیکھنا تو ایک قدم ہے قرآن کی طرف،یہ تو علم ہے، تمھیں پتہ عرب کے بڑے بڑے شاعر جن کو عربی پر مہارت حاصل تھی انھوں نے قرآن کا انکار کیا تھا،ابو جہل جو محمد ﷺ کے چچا تھے انھیں تو قرآن سمجھ آتا تھا،ابو لہب کی عربی بڑی زبردست تھی مگر وہ ایمان نہیں لائے تھے۔۔۔عربی ایک زبان ہے اور زبان سیکھ لینے سے آپ کے علم میں اضافہ تو ہو سکتا ہے مگر ہدایت اللہ دیتا ہے۔۔علم حاصل کرنا یا عربی سیکھنا عقل کا کام ہے، قرآن تو دلوں پر اثر کرتا ہے اس کا تعلق دل ہے،روحانی دل سے۔۔ابو جہل ابو لہب اور عربی کے ماہر، کافر کیوں تھے۔۔کیونکہ ان کے پاس علم تھا مگر وہ دل نہیں تھا جو قرآن پر ایمان لاتا۔۔ایمان لانے کے لیے دل چاہیئے ہوتا ہے"صاف دل "

اگلا سوال "اور دل صاف کیسے ہوتا ہے؟"

"اللہ کو یاد کرنے سے"

ہونٹ گول کیے "اوہ"

اثبات میں سر ہلایا "چھوٹی چھوٹی نیکیاں کرتی رہا کرو، اللہ خوش ہوتا ہے اور دل صاف ہوتا ہے "

"ہم عربی بھی سیکھیں گے اور قرآن بھی" اب وہ مسکرائیں

وہ چوکڑی مارے بیٹھی تھی۔۔ فضا ایک دم بدلنے لگی تھی، زندگی دلچسپ ہو رہی تھی

"میرے ڈیڈی۔۔ وہ اپنی کتابوں میں ذکر کرتے تھے کہ قرآن نے انھیں بدلا تھا، ڈیڈی نے بھی کبھی عربی کا ذکر نہیں کیا تھا، انھوں نے ہمیشہ یہی لکھا تھا کہ انھوں نے یہ سیکھا اور ایسے سیکھا۔۔ ایک لڑکا تھا (گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری) وہ جب قرآن پڑھتا تھا تو وہ ان پر ایک عجیب سی کیفیت طاری ہوتی تھی، اسی کیفیت کے زیر اثر وہ قرآن کی طرف آئے تھے "

(وہ سمجھتی تھی عربی نہیں آئے گی تو قرآن نہیں آئے گا۔۔ یہ مسئلہ بھی حل ہوا آج)

"میرے ڈیڈی مجھے قرآن کی کہانیاں سناتے تھے، کسی نے مجھ سے کہا کہ یہ کہانیاں میری زندگی بیان کرتی ہیں، میں نہیں مانتی تھی مگر جب جب میں ڈیڈی کی کتاب کھولتی تھی، ڈرتی تھی ایک خوف تھا کہ یہ مجھے بھی بدل دے گی۔۔آپ بتائیں کیا باپ دادا کا دین چھوڑنا اتنا آسان ہوتا ہے؟ "

انھوں نے نفی میں سر ہلایا "یہ آسان نہیں ہوتا مگر یہ اعزاز ہوتا ہے کہ آپ نے غلط چھوڑ کر صحیح کی طرف رجوع کیا ہے۔۔کسی بھی چیز کو چھوڑنا مشکل ہوتا ہے یہ تو پھر دین ہے"

"میں بھاگتی رہی بھاگتی رہی یہاں تک کہ ایک دن موسیٰ کا قصہ پڑھ کر جب نکلی تو فرعون میرے پیچھے پڑ گیا" گردن جھکائے تخت پوش کی چادر پر انگلی سے گول گول دائرے بنا رہی تھی "پھر میرے لیے وہ آیا جو موسیٰ کے لیے آتا تھا، میرے سارے خوف سارے خدشات دور ہو گئے اور میں رک گئی، بھاگنا چھوڑ دیا۔۔مجھے یقین آ گیا تھا کہ وہ جو بھی کہتا ہے سچ کہتا ہے۔۔نا سمجھ میں تھی جسے اس کی بات کی سمجھ نہیں آتی تھی۔۔میرے اندر کا شور تھم گیا کیونکہ میں نے باطن کو پا لیا۔۔اور اب میں یہاں ہوں، مزید سب جاننے آئی ہوں، وہ سچ جس نے میرے باپ کو بدلا تھا۔۔ایک بیٹی کے لیے باپ ایک ہیرو ہوتا ہے، وہ ہیرو جس کو

ہر خوشی ہر غم کے وقت وہ سب سے پہلے دیکھتی ہے۔۔میں ابھی بھی اپنے باپ کو دیکھتی ہوں خواہ وہ نہیں ہیں مگر ماں باپ مر بھی جائیں تو اولاد کی رہنمائی کرتے ہیں "

وہ خاموش ہوئی تھی۔۔

انھوں نے سمجھ کر سر ہلا دیا۔۔

"مجھے کوئی کہانی سنائیں نا۔۔کسی ستارے کی کسی چاند کی۔۔کسی نبی کی کسی پیغمبر کی"اس نے دونوں ٹانگیں سینے سے لگا دیں، بازو ان کے گرد حمائل کیے اور گھٹنوں پر دایاں گال رکھے بائیں طرف منہ کیے انھیں دیکھے گئی۔۔وہ مسکرائی تھیں،اب ان کی باری تھی۔۔باہر عصر مغرب میں بدل رہی تھی مگر لڑکی محو تھی، کسی اور دنیا میں۔۔

مغرب کو بیتے کئی ساعتیں ہو چکی تھیں، کھانا کھا کر ابراہیم اپنی ماں کے پاس لیٹا تھا،ان کی ٹانگ پر سر رکھے ان کے ایک ہاتھ کو اپنے سینے پر رکھے، وہ اس کے بالوں میں انگلیاں پھیر رہی تھیں۔۔

"تم خیال نہیں رکھتے اپنا، پہلے سے کمزور ہو کر آئے ہو "

"امی۔۔میں جب آتا ہوں آپ کہہ کہتی ہیں، مجھے نہیں لگتا میں کمزور ہوا ہوں "

انھوں نے اس کے کندھے پر ہلکی سی چپت رسید کی۔

"ماں کی نظر سے دیکھ۔۔اتنی دیر بعد آیا ہے، پتہ نہیں ماں اداس ہو جاتی ہے"

"ماں نے نکاح کرا دیا ہے لیکن بہو نہیں لا رہی، لے آئیں تو دل لگا رہے گا" وہ انھیں ایسے ہی تنگ کر رہا تھا

سمیرا ہنس دیں۔

"اس بار بس تم نے دو خط لکھے۔۔ہر ہفتے لکھا کرو۔۔میں اداس ہو جاتی ہوں "

"دو؟" وہ چونکا تھا

"ہوں۔۔جب وقت ملے لکھ دیا کرو"

وہ خاموش رہا، کچھ سوچ رہا تھا۔۔(دو خط؟) پھر ان کا ہاتھ چوما۔

"اماں "

"ہوں "

گلا کھنکھارا" وہ۔۔اٹیچمنٹ آ گئی ہے۔۔بلتستان جا رہا ہوں اگلے ہفتے "

اس کے بالوں میں سے انگلیاں گزارتا ان کا ہاتھ رکا۔

"اتنی جلدی؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہوں" وہ اب ان کے ہاتھ کو گال تک لے گیا اور آنکھیں اوپر کر کے ان کا چہرہ دیکھا۔

"آجاؤں گا واپس۔۔بس دعا کرتی رہا کریں "

"مجھے پتہ تھا۔۔یہ دن تو آنا تھا لیکن اتنی جلدی یہ نہیں پتہ تھا "

وہ اٹھا اور ان کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا، اپنی ماں کے کندھے پر سر رکھا "کیا ہو گیا امی؟" انھوں نے اپنی آنکھیں پونچھیں "فوجیوں کی مائیں بڑی بہادر ہوتی ہیں۔۔جو بچپن میں اپنی امی سے تھپڑ، جوتے، ڈنڈے، بیلٹیں کھا لیتے ہیں ان کو دشمن کچھ نہیں کہہ سکتا "

اور وہ نم آنکھوں نے ہنس دیں۔

وہ بھی مسکرا دیا۔

"یہ دادا آج کل زیادہ نہیں آوارہ ہو گئے۔۔جب میں آیا تھا تب بھی گھر پر نہیں تھے، اب بھی پتہ نہیں کہاں ہیں۔۔خیال رکھا کریں نہیں کوئی نئی دادی لاتے ہیں" وہ بڑی رازداری سے بولا تھا

وہ ہنس دیں "شرم والے دن ہی نہیں پیدا ہوا۔۔دادا ہیں تیرے چھوٹے بھائی نہیں "

وہ پھر سے مسکرا دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

رات نے ہر طرف پر پھیلائے تھے،اندھیرا خاموشی اور سکون، قصور کے ایک علاقے کے دو منزلہ مکان کی بڑی چھت پر ایک لڑکی دیوار کی کھونٹی سے لیمپ لٹکائے،چارپائی پر بیٹھی تھی، کسی کی منتظر تھی اور وہ "کسی" ابھی نہیں آیا تھا۔۔وہ اٹھی اور سٹور کے پچھلی دیوار کے ساتھ جا کھڑی ہوئی، کھیت اس رات بھی لہلہا رہے تھے، سکون تھا ٹیوب ویل کی آواز بھی بند تھی۔۔کوئی آیا تھا چھت پر کسی قدموں کی چاپ اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی مگر وہ مڑی نہیں۔۔اس "کسی" نے گلا کھنکھارا تو اس نے گردن موڑی، ہلکی نیلی شلوار قمیض پہنے کوئی اسے دیکھ رہا تھا۔۔وہ مڑی اور لیمپ اٹھا لائی،اسے چھوٹی دیوار پر رکھا اور سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا جس نے فوجی کٹنگ کروائی تھی۔۔وہ سینے پر بازو لپیٹے اس کے سامنے کھڑا تھا

"کیسی ہو؟ "

"اچھی ہوں۔۔آپ ٹھیک ہیں؟"اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"وہ۔۔نماز پڑھنے گیا تھا، وہیں دیر ہو گئی، زیادہ انتظار تو نہیں کرنا پڑا؟ "

"کوئی بات نہیں۔۔جب انتظار کرنا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے زیادہ کرنا ہے یا تھوڑا"وہ مسکرا دیا۔

وہ ذرا سا دیوار کے قریب آیا، لیمپ کی روشنی آنکھوں میں پڑی، حوا زمین پر جگمگاتے چھوٹے سے جگنو کو دیکھ رہی تھی جو سامنے (دو دیواروں کے درمیان) نکڑ میں تھا۔۔

"آنکھیں بند کرو "

"ہاں؟ "

"آنکھیں بند تو کرو" اس نے التجا کی تھی

حوا نے پہلے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا پھر آنکھیں بند کیں، اسے اپنے سر پر کوئی گول سی شے رکھی محسوس ہوئی تھی، اس نے آنکھیں کھول دیں اور سر کے اوپر ہاتھ رکھا، جو بھی تھا اسے ہاتھوں میں لیا

وہ ایک چھوٹا سا اس کے سر جتنا گول گل بابونہ اور موتیے کے پھولوں کا بنا تاج سا تھا جسے ابراہیم نے اس کے سر پر رکھا تھا، وہ ہاتھوں میں لیے مسکرائی تھی۔۔

اس نے دوبارہ سر پر رکھا اور پھر بولی "کیسی لگ رہی ہوں؟ "

"ملکہ "

وہ ہنس دی۔ وہ اسے دیکھے گیا (وقت رک نہیں سکتا؟)

وہ دیوار پر بیٹھ گیا "تم نے خواب کیا دیکھا تھا؟ "

"برے خواب نہیں بتاتے "اس نے کندھے اچکائے

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں نے سنا تھا تم مجھ سے ڈرتی ہو؟ "

حوا نے اسے دیکھا پھر آنکھیں چھوٹی کیں "آپ سے کس نے کہا؟ "

"نہیں۔۔میں زیادہ ہنستا نہیں ہوں نا۔۔اور جب بھی میں تمھارے سامنے آتا تھا تم یوں ڈر جاتی تھی جیسے میں کوئی بھوت ہوں"

اس نے گردن جھکالی "ہوں۔۔مجھے ڈر لگتا تھا آپ سے۔۔کیونکہ آپ زیادہ وقت سنجیدہ رہتے تھے"

"سنجیدہ رہنے والوں کے پاس بھی دل ہوتا ہے۔۔اور بہت اچھا دل ہوتا ہے "

اس بار وہ مسکرائی اور اسے دیکھا، پھر آنکھیں اوپر اپنے سر کی جانب کیں "جی۔۔مجھے یقین ہے آپ کی بات پر "

وہ مسکرایا تھا، رات پھر سے حسین ہو گئی تھی

"وہ۔۔میرے لیے دعا کرنا۔۔سب خیریت سے ہو۔۔میں آپریشن پر جا رہا ہوں۔۔ گلگت بلتستان "

"اوہ۔۔اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے" پھر اسے دیکھا

"آمین "

اس نے گردن جھکادی، پاس جگنو کی دم میں نور جل کر بجھ گیا تھا، سر پر پڑے پھولوں کے تاج کی مہک مدھم ہوئی تھی۔۔

"تم میرا انتظار کرو گی؟ "

حوا کے دل کو کچھ ہوا تھا۔۔اس نے تھوک نگلا۔۔اس کی طرف دیکھا

"آپ کا انتظار مجھ پر فرض ہے "

جگنو کی دم دوبارہ جلی تھی، مہک پھر سے اٹھی تھی۔۔ابراہیم گردن موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔۔دونوں کے درمیان لیمپ تھا۔

"میں خط لکھتا رہوں گا" وہ اب پاؤں کے نیچے آئے چھوٹے سے پتھر کو جوتے سے مسل رہا تھا۔اس نے بھی سر جھکا لیا۔۔وہ جگنو کی جلتی بجھتی روشنی دیکھ رہی تھی۔

دونوں کے درمیان خاموشی حائل تھی۔۔زندگی اب حقیقت میں بدل رہی تھی۔۔اس نے دوبارہ اسے دیکھا، لڑکی ابھی بھی جگنو دیکھ رہی تھی۔۔جلتا بجھتا جگنو !

"تم تو اداس ہو گئی؟"

اس نے سر نہیں اٹھایا

"دو دن بعد پیپر ہے، مجھے نیند آ رہی ہے" جھٹ سے لیمپ اٹھایا اور واپس سیڑھیوں کی طرف بڑھی۔۔

اپنے کمرے میں جا کر اس نے پھولوں کا تاج سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔۔اس کا دل کیوں دکھ رہا تھا، وہ جاتا ہے تو وہ اس کا انتظار کیوں کرتی ہے۔۔کیوں اس سے پھول لیتی ہے اور جب وہ بات کرتا ہے تو غور سے سنتی اور مسکرا دیتی ہے۔۔دماغ جو کہہ رہا تھا دل نہیں مان رہا تھا۔۔وہ چپ کر کے لیٹ گئی۔۔۔

اوپر لڑکا ویسے ہی کھڑا تھا۔۔جگنو اب دیوار پر چڑھ رہا تھا۔۔اسے اس سے اس رویے کی امید نہیں تھی، شاید وہ چڑ گئی تھی کہ اسے اور انتظار کرنا ہے یا۔۔پتہ نہیں کیا؟

ہوا ایک دم رک سی گئی تھی، دل اداس ہو گیا تھا۔۔وہ نیچے چلا گیا

دوسری طرف آج سورج نے منہ دکھایا تھا اور یہ ایک دوپہر تھی، چمکیلی نہ سہی مگر دوپہر تھی، لیزا یونیورسٹی سے آئی اور پھر فریش ہو کر نیچے لاؤنج میں آ بیٹھی۔۔

"کھانے میں جو بھی ہے لے آؤ بیلا "

بیلا اس کی طرف بڑھ رہی تھی اور اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی وہ بول پڑی تھی۔۔وہ صوفے پر پیچھے ٹیک لگائے ٹانگیں قینچی کی صورت کیے پاؤں سامنے ٹیبل پر رکھے ہوئے تھی۔۔دفعتاً کوئی آیا تھا اندر جسے اس نے نظر انداز کیا۔۔

وہ صوفے پر آ بیٹھا اور ذرا آگے کو جھکا۔۔

"لیزا۔۔ "

"ممی۔۔اوپر ہیں" اس نے بے زاری سے کہا تھا۔

وہ پیچھے کو ہو کر بیٹھ گیا۔۔

"میں تم سے بات کرنے آیا ہوں "

"فلک شیر۔۔میں بہت تھکی ہوئی ہوں۔۔پلیز" التجائیہ انداز تھا، وہ بس اس کی آنکھیں دیکھ کر رہ گیا۔۔

"لیزا۔۔ تمھیں مجھ پر ترس نہیں آتا؟ "

"آتا ہے۔۔مگر میں تمھیں نفسیاتی ہسپتال نہیں جمع کروا سکتی۔۔مجبور ہوں" اب وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی تھی۔

بیلاٹرے میں کھانا سجا کر لائی تھی۔وہ آگے ہوئی اور پلیٹ میں پڑے چاولوں میں چمچ ڈالا۔

"لیزا۔۔میں تم سے محبت کرتا ہوں۔۔تم کیوں نہیں سمجھتی؟"آج نا جانے کیوں وہ اتنے تحمل سے بات کر رہا تھا

لیزا نے چنے والے پلاؤ کا چمچ بھرا اور منہ میں ڈالا۔

"میں تمھیں کسی کاغذ پر کوئی سائن نہیں کر کے دوں گی "

اس نے جیسے نظر انداز کیا۔

"دیکھو۔۔ہم واپس لندن جاتے ہیں۔۔وہاں رہتے ہیں۔۔ہنسی خوشی "

لیزا نے پانی کا گلاس لبوں سے لگایا،چند ایک گھونٹ اندر اتارے۔

"دیکھو۔۔شہر بھرا پڑا ہے۔۔تم میرے کزن ہو اس لیے میں تمھیں ایک اچھا مشورہ دوں گی۔۔"چاول کا چمچ منہ میں ڈالا،چاول چبائے اور اندر نگلے

"تمھارا دماغ خراب ہے،میں یہ بات کسی کو نہیں بتاؤں گی۔۔پکا!"اس نے ابرو اٹھایا

"باقی تم شکل سے اچھے ہو۔۔۔ہزاروں لڑکیاں ملیں گی تمھیں،تم ایک بار لندن کا نام لو گے تو کئی لڑکیاں تمھارا پاگل پن بھی سر آنکھوں پر لیں گی۔۔۔میرے پیچھے نہیں آیا کرو "

اس نے پھر ایک چمچ بھرا اور منہ میں ڈالا۔

"میں تم سے محبت کرتا ہوں لیزا۔۔اور میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ تم میرے علاوہ کسی اور کو چنو" وہ اب ضبط کر رہا تھا۔

لیزا نے ایک سانس خارج کی اور پانی کا گلاس لبوں کو لگایا۔

"میں تم سے۔۔کوئی محبت۔۔نہیں کرتی" اس کا انداز سپاٹ تھا

سامنے سے وہیل چیئر پر بیٹھیں صوفیہ آ رہی تھیں۔

وہ جھٹ سے کھڑا ہوا اور اسے کلائی سے پکڑا، وہ کھڑی ہوئی "تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔۔تم جھوٹ بول رہی ہو "

"فلک شیر۔۔مجھے درد ہو رہا ہے" وہ کراہی تھی، اپنا ہاتھ اس کی گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرنے لگی۔

"نہیں۔۔میں تمھیں نہیں چھوڑ سکتا "

"چھوڑو مجھے" وہ چلائی تھی

اس نے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا اور ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"آئی ایم سوری۔۔میں۔۔میں یہ نہیں کرنا چاہتا تھا" اس کی آنکھیں سرخ پڑ گئی تھیں۔

پھر لیزا کے پاس آیا اور اسے کندھے سے تھاما "دیکھو۔۔لیزا مجھے نہیں برداشت ہوتا۔۔ تم مجھے نظر انداز کرتی ہو، میری محبت کو ٹھکراتی ہو۔۔ایسے نہیں کرو پلیز" وہ رو دینے کو تھا۔ اس کی آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں۔

اس کا یہ روپ اس نے پہلی بار دیکھا تھا، لیزا نے گردن موڑ کر اپنی ماں کو دیکھا جو کہ خود حیران تھیں۔۔

اس نے فلک شیر کو دھکا دیا اور اوپر کی طرف جانے لگی "آپ بھگتیں اپنے پاگل بھتیجے کو" اور سیڑھیاں پھلانگتی اوپر چلی گئی

"لیزا" وہ چلایا تھا، گردن اس کے کمرے کی جانب اٹھی تھی

پھر صوفیہ کی طرف بڑھا اور اس کے گھٹنوں میں بیٹھ گیا "آپ اسے سمجھائیں نا۔۔۔پلیز۔۔میں اس سے محبت کرتا ہوں۔۔آپ تو سمجھیں نا" وہ سرخ آنکھیں لیے گڑگڑا رہا تھا۔۔

وہ بس اسے دیکھیں گئیں، حالات کیسے بدلے تھے۔۔

یہ ظہر کے بعد کا وقت تھا مگر روشن نہیں تھا، سرمئی سا ٹھنڈا سا۔۔ خیر اب تو معمول تھا اور وہ عادی تھے۔۔ ابراہیم کمرے میں بیڈ پر بیٹھا کوئی کتاب پڑھ رہا تھا، سنجیدہ سا۔۔ باہر برآمدے میں سکینہ بیٹھی لکڑی کے فریم میں کپڑا لگائے کڑھائی کر رہی تھی، دفعتاً ساتھ والے کمرے سے سمیرا نکلیں اور چادر سر پر اوڑھی

"میں ذرا تمھاری چچی کی طرف جا رہی ہوں، ابھی تھوڑی دیر تک آجاؤں گی "

سکینہ نے گردن اثبات میں ہلائی، البتہ سر جھکا رہا۔۔ وہ چلی گئیں تو کچھ لمحے مزید بیتے۔۔

ابراہیم نے آواز لگائی

"سکینہ "!

"جی "

وہ ہنوز کتاب پر جھکا تھا۔

" بات سنو ذرا "

وہ فریم وہیں رکھ کر اندر گئی "جی "

"وہ مجھے خط دکھاؤ ذرا جو میں نے بھیجا تھا" اس نے کتاب پر سے سر اٹھایا

اس نے کمر پر ہاتھ رکھا "کیوں؟ "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"جس دن میں نے خط لکھا تھا اس دن مجھے اٹیچمنٹ لیٹر آیا تھا۔۔تاریخ دیکھنی ہے "

وہ مطمئن ہو کر الماری کی جانب بڑھی، دروازہ کھولا اور درمیان والے ڈبے میں پڑے کپڑوں کے نیچے سے خط نکالا مگر صرف ایک ہی خط تھا، اس کا دل دھڑکا، آنکھیں پوری کھل گئیں (یہیں رکھا تھا) اور آگے ہاتھ مارا مگر نہیں ملا۔۔

"ملا نہیں؟" پیچھے سے اس کی آواز کانوں میں پڑی

وہ خط پکڑ کر لائی، ابراہیم کو دیا اور اس نے لفافہ کھولا۔۔

وہ واپس آئی اور کپڑے اوپر نیچے کیے۔۔ہاتھ ادھر ادھر مارا۔دراز کھولا، اوپر بھی دیکھا مگر کہیں نہیں تھا، اس کے رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔۔

ابراہیم نے کتاب ایک طرف رکھی، اٹھا اور کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا، اس کے ہاتھ میں لفافہ تھا "یہ لو" اس نے سامنے دیکھتے سکینہ کی طرف لفافہ بڑھایا۔

سکینہ پھر بھی نہیں مڑی، اس کی پشت ابراہیم کی طرف تھی۔۔

"سکینہ" وہ سنجیدہ تھا

وہ مڑی اور اس کی طرف قدم بڑھائے، اس کے انگوٹھے اور انگلی کے درمیان دو سفید لفافوں پر نظر پڑی، دوپٹے میں چھپے ہاتھوں پر پسینہ آیا تھا، گردن کے بال تک کھڑے ہو گئے

تھے۔۔اس نے کانپتا ہوا ہاتھ آگے بڑھایا مگر ابراہیم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا،اس کی سپاٹ آنکھیں اور بلا کا سنجیدہ چہرہ تھا،اپنے بھائی کو دیکھ کر اسے لگا پیروں تلے زمین نہیں ہے، دماغ سن ہو رہا ہے اور خون ابل رہا ہے،دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔۔(ابھی لوگ پوچھتے ہیں کہ قیامت کب آئے گی؟ کوئی سکینہ سے پوچھے)

اس نے دانت پیستے ہوئے لفافے اس کے سامنے اچھال دیے۔۔

پاس کھڑی سکینہ نے آنکھیں زور سے میچ لیں

"لعنت ہو مجھ پر" وہ بولا تو زمانے بھر کا ملال تھا۔

"بھائی۔۔"ایک آنسو اس کی گال پر بہہ گیا تھا

"بھائی"اس نے طنزیہ ست جھٹکا اور بیڈ کی طرف منہ کیے کھڑا ہو گیا،بازو سینے پر لپیٹے تھے"بھائی،باپ،دوست۔۔کیا کیا سمجھتا تھا میں خود کو۔۔بڑا مان تھا کہ میں ایک بھائی ہوں، ایک بڑا پن تھا کہ میں باپ ہوں تمھارا سب سے اچھا دوست ہوں"اس نے آنکھیں میچ لیں

"مجھے ایک بار بتایا ہوتا سکینہ"اس کی آواز میں دکھ تھا

"بھائی"وہ آگے بڑھی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔۔اس کا ہاتھ یخ ٹھنڈا اور ذرا سا کانپ رہا تھا

اس نے آنکھیں کھولیں اور اس کی طرف دیکھا، دونوں کی گلابی ہوتی آنکھیں ایک دوسرے سے ملیں "یہ غلط ہے سکینہ۔۔یہ دھوکا ہے۔۔ماں کو پتہ چلا تو وہ ٹوٹ جائیں گی "

"ماں" وہ رونے لگی "امی کو نہیں بتانا بھائی" اس نے اپنا ہاتھ چھڑایا اور بیڈ پر بیٹھا، سر دونوں ہاتھوں میں دیا

"ادیب کون ہے؟ "

سکینہ خاموش رہی۔وہ برف جیسی ٹھنڈی ہو چکی تھی

"کچھ بولو گی؟" وہ جھٹ سے کھڑا ہوا، اس کے سر پر کھڑا ہو کر چلایا تھا۔

وہ سسکیوں سے رو رہی تھی، سر جھکایا "بھائی۔۔میں اسے۔۔پسند کرتی ہوں" اس نے گالوں پر پھیلے آنسو صاف کیے "میں آپ کو۔۔بتانے والی تھی "

"تب بتاتی جب بات پورے زمانے میں پھیل جاتی یا تب جب میں مر جاتا" وہ پھر سے چلایا تھا۔

"مجھے معاف کر دیں۔۔۔بھائی"

"مت بولو مجھے بھائی۔۔ نہیں ہوں میں تمھارا بھائی" اس کی آواز رندھ گئی تھی۔اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا اور کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا، ٹھنڈی ہوا چہرے سے ٹکرائی تھی۔

"بھائی۔۔امی کو نہ بتانا۔۔وہ ایک اچھا لڑکا ہے" وہ اب دوبارہ اس کے پاس گئی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر منت بھرے لہجے میں بولی تھی۔

اس نے ایک بار پھر اپنی روتی ہوئی بہن کو دیکھا تھا۔۔

"یہ وہی ادیب ہے نا۔۔ جس کی خالہ کی بیٹی سے بات چل رہی تھی" اس نے طنز کیا تھا۔

اس نے زور سے آنکھیں میچیں (وہ اسے جانتا تھا) اس نے دھیرے سے اثبات میں سر ہلایا۔

"سکینہ" اس نے پھر سے ہاتھ بالوں میں پھیرا "محبت کرتے وقت تم لڑکیوں کا دماغ گھٹنوں میں کیوں چلا جاتا ہے" اس نے اب کی بار ذرا ہلکی پست آواز میں اپنی بہن کے جھکے سر کو دیکھا۔

وہ ہچکیوں سے رونے لگی تھی۔اس نے اسے کندھے سے تھاما اور بیڈ پر بٹھایا ساتھ خود بیٹھا

"کسی اور کو پتہ ہے اس بات کا؟" وہ دھیمی آواز میں بولا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"سکینہ۔۔بچے" وہ بھائی سے اب باپ بنا تھا" جو مرد آپ سے محبت کرتا ہے وہ ساری دنیا کے سامنے آپ کا ہاتھ پکڑ کر آپ کو قبول کرتا ہے۔۔رات کی تاریکی یا چوری چھپے بات کرنا غلط ہوتا ہے۔۔اسے اپنے ماں باپ سے بات کرنی چاہیئے تھی، تمھیں مجھے یا امی کو بتانا چاہیئے تھا، دادا کو بتا دیتی" اس نے ایک سانس خارج کی اور پاس بیڈ سائیڈ پر پڑے جگ سے پانی انڈیل کر اسے دیا۔اس کے ہاتھ ابھی بھی کانپ رہے تھے۔

اس کے کانپتے ہاتھوں کو دیکھ کر ابراہیم کو رحم آیا تھا۔۔

"مجھے آپ سے۔۔ڈر لگ رہا تھا"

"کیا میں نے کبھی تمھیں مارا؟ کبھی کسی بات پر ایسے ہی ڈانٹا؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

کچھ لمحوں کی خاموشی تھی

"وہ اچھا لڑکا ہے بھائی "

"مسجد میں شب و روز حاضری دینے سے کوئی مومن نہیں بن جاتا "

وہ خاموش رہی۔۔

"اس کی اپنی خالہ کی بیٹی سے بات چل رہی تھی۔۔اس نے اپنے ماں باپ سے تمھارا ذکر نہیں کیا۔۔ تمھیں اس نے خط لکھا اور اب تم یہاں میرے سامنے بیٹھ کر رو رہی ہو کہ وہ اچھا لڑکا ہے۔۔تم اتنی بے وقوف تو نہیں تھی "

وہ پھر بھی خاموش رہی۔۔کیا بولتی؟

"میں اب اس سے خود بات کروں گا" وہ کھڑا ہوا، سکینہ نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا

"بھائی" ساتھ ہی کھڑی ہوئی اور منت بھرے انداز میں بولی تھی۔

"سکینہ۔۔کسی کو پسند کرنا غلط نہیں ہے لیکن جو تم نے کیا وہ غلط ہے "

"بھائی۔۔اس کی اپنی خالہ داز سے بات ختم ہو چکی ہے۔۔وہ میرے ساتھ مخلص ہے "

وہ ابھی بھی اسی کی طرف داری کر رہی تھی، اسے حوا، لیزا اور سکینہ تینوں ایک ہی دائرے میں کھڑی نظر آئیں، محبت کے معاملے میں انتہا درجے کی بیوقوف۔۔

"تم اس بھائی کا درد نہیں سمجھ سکتی جس کی بہن کی الماری سے نامحرم کے خط ملیں" دکھ ملال افسوس کیا کچھ نہیں تھا اس کے لہجے میں۔۔اور بس کسی نے سکینہ کا دل آرے سے چیرا تھا، اس سے زیادہ تلخ بات اس نے ساری زندگی نہیں سنی تھی۔

وہ خاموش رہی۔

"امی کو یا کسی اور کو کچھ نہیں بتانا۔۔اب میں خود دیکھوں گا" اور وہ باہر چلا گیا۔۔

وہ وہیں بیٹھی رہی، ایک بار بھی اس نے اپنی صفائی پیش نہیں کی تھی، بار بار اس کے کردار کی گواہی دیتی رہی، اس کی طرف داری کرتی رہی تھی، محبت سب سے پہلے خودداری مارتی ہے اور اس کی خودداری اس سے چھن چکی تھی۔۔

شام کے چار بجے کا وقت تھا، جگہ تھی اسامہ کا اصطبل۔۔اسامہ تو وہاں نہیں تھا مگر آمنے سامنے دو کرسیوں پر دو نفوس بیٹھے تھے، ایک لڑکا ٹانگ پر ٹانگ جمائے دوسرے کو گھور رہا تھا جس کی گردن جھکی ہوئی تھی۔۔

"تم تو سمجھدار لگتے ہو، پڑھے لکھے بھی ہو، وہ تو نادان ہے ابھی چار دیواری میں رہنے والی لڑکی اور تم۔۔چار دیواری تک محدود نہیں تھے "

وہ انتہائی سنجیدہ تھا، سپاٹ سا۔

سامنے بیٹھے لڑکے نے پلکیں اٹھائیں، اس کی آنکھیں گہری سرمئی تھیں، ایسے لگتا تھا کہ سرمئی رنگ میں ذرا سا سیاہ شامل ہے، سیاہی مائل سرمئی!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے معلوم ہے۔۔ہم نے غلط کیا ہے۔۔لیکن اس میں اس کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔وہ بارہا مجھے کہتی رہی تھی کہ آپ کو بتا دیتے ہیں مگر۔۔ہم صحیح وقت کا انتظار کر رہے تھے"اس کی آواز دھیمی تھی اور لہجہ شکستہ۔

وہ ضبط کی انتہا پر تھا،وہ جھٹ سے کھڑا ہوا اور چلایا تھا"تمھاری بہن کی الماری سے تمھیں کسی نامحرم کے خط ملیں، تمھیں پتہ چلے کہ تمھاری بہن کسی نامحرم سے تمھاری غیر موجودگی میں بات کرتی ہے"سامنے بیٹھے لڑکے کی گردن مزید جھک گئی،آنکھیں زور سے میچ لیں

"تمھیں دھوکا دے رہی ہے۔۔تو تمھیں کیسا لگے گا؟"آخر میں اس کی آواز مزید بلند ہوئی تھی۔۔

کرسی پر بیٹھے لڑکے نے اپنا دایاں ہاتھ بائیں ہاتھ میں دے دیا، سختی سے۔۔

وہ اب غصے میں تھا،شدید غصے میں۔۔

"میں معافی چاہتا ہوں۔۔ہمیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا"اس کی آواز میں غم تھا، شرمندگی تھی۔

"میری بہن کے ساتھ نبھا نہیں سکتے تو چھوڑ دو۔۔وہ میری بیٹی ہے میرا سب کچھ ہے، میں اسے درد میں نہیں دیکھ سکتا۔۔میرا بس نہیں چل رہا میں تمھاری یہیں قبر بنادوں" وہ دانت پیستے بولا تھا

(چھوڑنے کی بات؟)اس کے دل کو کسی نے الٹی چھری سے ذبح کیا تھا،وہ جھٹ سے کھڑا ہوا

"ایسا نہ کریں۔۔میں۔۔میں مخلص ہوں اس سے" وہ التجا کر رہا تھا"آپ جو کہیں گے میں کروں گا۔۔میں اسے نہیں چھوڑ سکتا "

ابراہیم کی پشت اس لڑکے کی طرف تھی۔۔

"تمھاری تو اپنی خالہ زاد سے بات چل رہی تھی،میری بہن کو بیچ میں کیوں لائے؟"

دانت پیستے اسے گھور رہا تھا۔

"نہیں۔۔ایسا کچھ نہیں ہے۔۔میں ایسا لڑکا نہیں ہوں۔۔میری۔۔میری خالہ زاد سے کب کی بات ختم ہو چکی ہے۔۔آپ چاہیں تو پتہ کروالیں "

"پتہ تو میں کروا کے رہوں گا" دو قدم آگے بڑھا تھا"تمھیں پتہ ہے کسی کے دل،کسی کے جذبات کی کیا قیمت ہوتی ہے؟ "

ادیب نے آنکھیں میچ لی تھیں۔

"آپ جو کہیں گے میں کرنے کو تیار ہوں۔۔ لیکن۔۔ میں اسے نہیں چھوڑ سکتا "

"ٹھیک ہے۔۔ دو دن ہیں" دائیں ہاتھ کی دو انگلیوں کا وی بنایا تھا" اپنے ماں باپ کو بھیجو" پھر اس کے قریب جا کر اس کی آنکھوں میں جھانکا" ورنہ میری بہن ساحل پر بکھری ریت نہیں ہے۔۔ مجھے اسے سنبھالنا آتا ہے "

اور کہہ کر رکا نہیں چل دیا۔۔ گہری سرمئی آنکھوں میں زمانے بھر کا دکھ اور ملال تھا

یہ اگلی صبح کی بات ہے، قصور کے ایک گاؤں میں بڑے سے مکان کا منظر ہے، جہاں باہر بڑے سے برآمدے میں ایک چارپائی پر چادر بچھی تھی، ایک طرف تکیہ پڑا تھا البتہ بیٹھا کوئی نہیں تھا۔۔ صحن کے بیچ و بیچ ایک درخت تھا جس کی چھاؤں میں ایک چھوٹی سائیکل تھی جو کہ تنے کے ساتھ لگا کر کھڑی کی گئی تھی۔۔ ایک طرف کیاری تھی جس میں پودے لگے تھے اور ساتھ ہی ایک تخت پوش پڑا تھا۔۔ ایک طرف بیسن بھی لگا تھا اور اگر اندر جھانکو تو بتیاں ابھی تک بجھی ہوئی تھیں، گھر کے مکین گھر پر نہیں تھے، کچن سے کسی کے برتن سمیٹنے کی آواز آ رہی تھی۔۔ اندر کچن میں جھانکو تو ایک پچیس سالہ لڑکی چولہے کے سامنے کھڑی

دودھ کی پتیلی میں ڈونگا ہلا رہی تھی۔۔ بالوں کا جوڑا بنایا ہوا تھا جس میں سے چند بال نکل کر گردن کو چھو رہے تھے اور چند اس نے کان کے پیچھے اڑسے تھے۔۔ دوپٹہ بائیں کندھے سے کراس کر کے دائیں جانب گرہ لگا کر سمیٹا تھا۔۔ کچن کی اونچی کھڑکی سے روشنی اندر داخل ہو رہی تھی، سیدھی سامنے کچن کے دروازے پر پڑ رہی تھی۔۔

کچن میں کوئی آیا تھا اور اس نے گلاس پکڑ کر پاس پڑے مٹکے سے گلاس میں پانی انڈیلا اور لبوں کو لگانے لگا تھا کہ لڑکی کی آواز کانوں میں پڑی

"ادی۔۔ بیٹھ کر پیو" اور وہ پاس پڑے چھوٹے سٹول پر بیٹھ گیا۔۔ لڑکی آٹا گوندھنے کے لیے آستینیں موڑ رہی تھی۔۔ پانی پی کر گلاس سلیب پر رکھ دیا۔۔

پھر ذرا سا چل کر اس کی دائیں جانب آ کھڑا ہوا "باجی۔۔ ابو اور آپا کہاں گئے ہیں؟ "

لڑکی نے سوکھے آٹے میں پاس پڑے چھوٹے پیالے سے تھوڑا سا پانی انڈیلا۔

"ابو تو باغ چلے گئے فجر پڑھتے ہی۔۔ آپا مدرسے میں ہوں گی "

اب لڑکی ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر آٹے میں دبا کر آٹا گوندھ رہی تھی۔

"باجی۔۔ وہ" اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا "بات کرنی تھی آپ سے "

"ہوں" تھوڑا مزید پانی ڈالا۔

مگر وہ خاموش رہا" بولو ادی" اس کی طرف دیکھا جو کہ سینے پر بازو لپیٹے پریشان سا دروازے کو گھور رہا تھا۔

"کچھ چاہیئے؟" لڑکی نے خود ہی سوال کیا تھا۔

"باجی وہ۔۔ایک مسئلہ ہو گیا ہے" اس کی آواز جیسے کانپ رہی تھی۔

"ہوں" ساتھ ساتھ آٹا گوندھ رہی تھی۔

"باجی۔۔" وہ اب اپنی بہن کو دیکھ رہا تھا، ساتھ ساتھ دائیں ہاتھ کے انگوٹھے کے ناخن کو شہادت کی انگلی کی پور پر رگڑ رہا تھا" وہ۔۔میں کسی کو پسند کرتا ہوں "

لڑکی نے اسے دیکھا، پھر خود ہی بولیں" اچھا۔۔آگے؟ "

آٹا گوندھ لیا تھا، ایک بڑا سا پیالہ لائی اور اس میں ڈال دیا۔۔اوپر ایک ذرا سا گیلا کپڑا دے دیا

"باجی۔۔اس کے گھر والوں سے بات کرو" لڑکی اب ٹونٹی کھولے ہاتھ دھو رہی تھی۔

"ادی۔۔پوری بات بتاؤ" ڈوپٹے سے ہاتھ صاف کر رہی تھی۔

اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور غور سے اسے دیکھا" اس کے بھائی کو پتہ چل گیا "

لڑکی نے ایک سانس خارج کی، دودھ ابلنے والا تھا، آنچ ہلکی کر دی

"میں آپا سے بات کرتی ہوں" وہ اب دوبارہ اس کے سامنے کھڑی تھی۔

"ابو۔۔مان جائیں گے؟ "

"جواب تمھیں پتہ ہے ادی۔۔پھر بھی میں بات کروں گی "

وہ مزید گھبرا گیا اور اپنی باجی کا ہاتھ پکڑ لیا" باجی۔۔کچھ کرو۔۔میرے پاس دو دن کا وقت ہے بس "

لڑکی کی بھنویں بھینچ گئیں "پوری بات بتاؤ ادی" اس نے ہاتھ چھوڑ دیا۔

اور لڑکے نے ساری بات بتا دی۔۔سٹول پر بیٹھی لڑکی نے ایک سانس خارج کی اور اپنے بھائی کو دیکھا" صحیح کہتا ہے اس کا بھائی۔۔شکر کرو اس نے تمھیں دو جوتے نہیں لگائے" اٹھی اور آگ بند کر دی۔۔اوپر جالی دے دی۔

"عقل کہاں تھی تمھاری۔۔اب بھی تو مجھ سے بات کر رہے ہو نا۔۔پہلے کر لیتے" انھوں نے اس کے سر پر چپت لگائی

"باجی۔۔پلیز کچھ کرو۔۔میں اسے کھونا نہیں چاہتا" لڑکی اپنے بھائی کو دیکھ کر مسکرائی اور پھر مسکراہٹ دبالی۔۔باہر دروازہ بجا تھا

"جاؤ۔۔ابو آئے ہیں" وہ پھر بھی انھیں دیکھے گیا "پہلے تمھاری کوئی بات ٹالی ہے جواب ٹالوں گی۔۔کچھ نہیں ہو گا۔۔میں دیکھ لوں گی سب"

اور وہ باہر چلا گیا۔۔

ایک بڑا سا بنگلہ تھا، جس کے اندر داخل ہو تو سامنے گیراج میں گاڑی نظر آئے گی، بائیں طرف بڑے بڑے درخت اور خوبصورت گھاس تھی، جس پر چار کرسیاں اور درمیان میں ایک میز تھی، ایک کرسی پر کوئی بیٹھا مسکرا رہا تھا اور اندر داخل ہونے والے کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کر رہا تھا، لڑکا کرسی کی جانب بڑھا اور سلام لے کر بیٹھ گیا۔۔

"کیا حال ہے؟"

"ٹٹ۔۔ٹھیک" ہلکا سا مسکرایا تھا۔

انھوں نے سر اثبات میں ہلایا

"تم ایگزیبیشن میں نہیں جانا چاہتے۔۔وجہ پوچھ سکتا ہوں؟" ٹانگ پر ٹانگ جمائے وہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

"میں زیادہ لل۔۔لوگوں سے نن۔۔نہیں ملنا چچ۔۔چاہتا" اس نے سر جھکایا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے نہیں پتہ کہ تمھارا بچپن کیسا تھا۔۔تم کیسے تھے لیکن میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ تم لوگوں سے خوفزدہ ہو،اس بات سے خوفزدہ ہو کہ لوگ تمھاری خامی تمھاری کمزوری پر ہنسیں گے، تمھیں پرکھیں گے، تم آگے نہیں آنا چاہتے کیونکہ آگے آکر پیچھے جانا بہت تکلیف دہ ہوتا ہے" حکمت خاتون چائے لائیں تو انھوں نے چائے رکھ کر انھیں جانے کا اشارہ کیا۔

"تم نہیں چاہتے کہ لوگ تمھیں جانیں۔۔اور یہ سب پتہ ہے کیوں ہے؟ "

لڑکے نے جھکی ہوئی گردن اٹھائی تھی "کیونکہ تم نے اپنی خامی کو خوبی پر سوار کیا ہے "

وہ سچ کہہ رہے تھے "بیٹا۔۔تب تم چھوٹے تھے، تمھارے اعصاب کمزور تھے" وہ بڑے تحمل سے آرام سے بات کر رہے تھے

"تم روتے تو ماں چپ کرا لیتی تھی، لوگوں کے خوف سے تم چھپ گئے اور پھر نہیں نکلے "

انھوں نے ایک گہری سانس لی

"ہر انسان میں ایک خوبی ہوتی ہے اور خامی بھی، کسی کے پاس اچھی رنگت ہو گی تو اس کے بال نہیں اچھے، کوئی اچھا لکھ سکتا ہے مگر اس کو بولنا نہیں آتا، کوئی اچھا پڑھ سکتا ہے مگر اسے

لکھنا نہیں آتا۔۔سب ادھورے ہیں شیخو۔۔یہاں کوئی پورا نہیں ہے۔۔میں بھی ادھورا ہوں،مجھے پینٹنگ کا شوق ہے مگر میں تمھارے جیسا نہیں بن سکتا "

"ٹھیک ہے۔۔اگر تم چاہتے ہو تو میں تمھیں نہیں بھیجتا"اس نے انھیں دیکھا تو علی خان نے چائے کی طرف اشارہ کیا۔اس نے کپ لے لیا۔۔

"اگر تم چاہتے ہو کہ لیزا تمھاری بے ساکھی بنے اور میں تمھارا سہارا تو پھر ٹھیک ہے۔۔ایک کمزوری اللہ دیتا ہے اور باقی ہم خود بنا لیتے ہیں اس کمزوری کو خود پر سوار کر کے۔۔فیصلہ تمھارا ہے،نہ لیزا ہمیشہ رہنے والی ہے اور نہ میں "

وہ پریشان سا ان کو دیکھ رہا تھا

"تم سوچ لو،ابھی دن پڑے ہیں۔۔اگر تم کہو گے کہ تمھیں نہیں جانا تو میں ہٹ جاؤں گا،اگر تم کہو گے کہ تمھیں جانا ہے تو میں تمھیں راستہ دکھا سکتا ہوں،ہاتھ پکڑ کر منزل تک نہیں لے جا سکتا،فیصلہ تمھارا اپنا ہے "

"مم۔۔مجھے لوگوں۔۔"

"کم آن۔۔بس کرو یار"وہ غصے میں آئے تھے"کیا بگاڑ لیں گے یہ تمھارا۔۔تمھیں کھانے کو یہ نہیں دیتے،کوئی ہاتھ اٹھائے گا تو تمھارے بھی ہاتھ ہیں،اب بڑے ہو جاؤ،وہ دور

گزر گیا جب تم چائے کے ڈھابے پر کام کرتے تھے۔۔اب تم آگے بڑھو" ایک سانس خارج کیا

"کوئی مریض تب تک صحت یاب نہیں ہو گا جب کہ وہ نہ چاہے، ڈاکٹر کیا ہی کر لے گا"

اور پھر وہ کھڑے ہوئے، کوٹ کے بٹن بند کیے

"مجھے ٹوٹا ہوا اور لاچار آرٹسٹ نہیں پسند۔۔آرٹسٹ کے پاس اتنا ہنر تو ہونا چاہیئے کہ اسے اپنے رنگوں کے لیے دوسروں کا محتاج نہ ہونا پڑے، جو بے جان کینوس پر رنگ بھر سکتا ہے وہ خود کی زندگی میں رنگ کیوں نہیں بھر سکتا؟" پھر وہ مڑ گئے

"شب بخیر "!

لڑکا وہیں بیٹھا تھا ٹھنڈی چائے ہاتھ میں پکڑے۔۔

یہ کالج آف آرٹ اینڈ ڈیزائن کا منظر تھا۔۔طلبہ کا ایک بڑا سا ہجوم باہر بڑے سے درخت کے پاس جمع تھا جہاں فارغ وقت میں بیٹھ کر وہ گنگناتے یا قہقہے لگا رہے ہوتے تھے، آج منظر مختلف تھا۔۔درمیان میں کوئی پینٹ کوٹ پہنے کھڑا تھا اور ہاتھ ہلا ہلا کر کچھ کہہ رہا تھا، لیزا ابھی کینٹین سے بسکٹ لائی اور وہیں کھڑی ہو گئی۔۔پیچھے سے صحیح سے نظر نہیں آ رہا تھا سو وہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

مڑ کر دوسری طرف آئی اور جگہ بناتے ہوئے ذرا سا آگے کھڑی ہو گئی۔۔منظر اب کہ واضح تھا۔۔سر علی درمیان میں کھڑے کسی بڑی ایگزیبیشن کا بتا رہے تھے اور جن کی پینٹنگ ایگزیبیشن کے لیے چنی گئی تھی انھیں سراہ رہے تھے اور باقیوں کی محنت تعریف کرتے ہوئے مزید کام کرنے کا کہہ رہے تھے۔۔فائنل ایئر کا ایک لڑکا تھا جس کی پینٹنگ چن لی گئی تھی،ان کی پشت لیزا کی جانب تھی۔۔ساتھ ان کا مینجر تھا اور ایک لڑکا بھی۔۔پیچھے سے ہلکے سے گھنگریالے بال نظر آئے،وہ جان گئی تھی کہ یہ کون ہو سکتا ہے۔۔وہ وہاں سے نکل کر بائیں طرف آئی کچھ اس طرح سے کہ شیخو کا بایاں رخ اس کی جانب تھا۔۔وہ سنجیدہ سا کھڑا سن رہا تھا اور ایک آدھی بات پر سر بھی ہلا دیتا۔۔اس نے ذرا سی گردن موڑی اور پھر سیدھا دیکھنے لگا۔۔پھر ارادتاً اس نے اپنے بائیں جانب دیکھا۔۔لیزا نے اسے دیکھ کر ابرو اٹھائے اور مسکرائی۔۔وہ ہلکا سا مسکرایا اور سامنے دیکھنے لگا۔۔ماحول کا تناؤ کم ہوا تھا،اب موسم اچھا اور ٹھنڈا لگنے لگا تھا۔۔کچھ پل بیتے اور وہ واپس جانے کے لیے مڑے۔۔ہجوم ہٹتا چلا گیا،وہ دروازے کے پاس تھا جب لیزا اس کی بائیں طرف سے آئی "شیخو "!

اس نے گردن موڑی

"آ۔۔میری کلاس ہے۔۔تم کہاں جا رہے ہو؟ "

"سس۔۔سٹوڈیو "

"ٹھیک ہے۔۔بعد میں ملتے ہیں"اور وہ وہاں سے بھاگ گئی

وہ اس لڑکی کو جاتا دیکھتا رہا پھر مڑا اور باہر چلا گیا۔۔

صبح دوپہر میں داخل ہو چکی تھی۔۔ایک سٹوڈیو کا منظر تھا جس میں بہت سے لڑکے لڑکیاں اپنے سامنے ایزل پر کینوس رکھے پینٹ کر رہے تھے،ایک طرف شیخو بھی تھا جو کہ اپنے کینوس پر رنگ بکھیر رہا تھا۔اس نے آیت الکرسی لکھی تھی اور اب اسے آخری ٹچ دے رہا تھا۔۔پچھلے دنوں ایک آرٹ ایگزیبیشن اور سفر امیں پینٹ کرنے سے اس نے اتنے پیسے کما لیے تھے جتنے وہ پہلے ایک دو مہینے کام کر کے بھی نہیں کماتا تھا۔اس نے پینٹ برش پانی میں ڈبویا،لال رنگ پانی میں گھل گیا اور بے رنگ پانی بھی ہم رنگ ہو گیا۔۔پھر اوپر اٹھا اور چونک گیا۔۔ساتھ کوئی کھڑا تھا۔۔نہیں بلکہ کھڑی تھی اور وہ لیزا سٹیفورڈ تھی۔۔لمبی فراک پہنے،وہ شیخو کی کیلی گرافی کو دیکھ رہی تھی۔۔

"آآ۔۔آپ۔۔ "

"ہوں"اب شیخو کو دیکھا"میں فارغ ہو گئی تھی سو یہاں آ گئی"وہ مسکرائی تھی۔

وہ بھی سر جھکا کر مسکرا دیا۔وہ پہلے دن والا شیخو لگ رہا تھا۔۔

"ہو گیا؟"اس نے کینوس کی طرف اشارہ کیا۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

ایک لڑکا آیا جو کہ لیزا سے ملا اور پھر مسکرا کر آگے بڑھ گیا

شیخو کچھ سوچتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

"کم از کم لیزا کو آدھا لاہور تو جانتا ہے"اس نے فخریہ انداز میں کہا تھا

وہ سر ہلا کر رہ گیا"جی "!

وہ سٹوڈیو سے باہر آ رہے تھے

"ہم کک۔۔کہاں جا رہے ہیں؟ "

گاڑی میں بیٹھتے ہوئے شیخو نے پوچھا تھا۔

" بادشاہی مسجد۔۔مجھے وہ جگہ اچھی لگتی ہے"گاڑی میں بیٹھی اور دروازہ ٹھک سے بند کیا

"سب کلاس فیلوز مینار پاکستان گئے ہیں گھومنے، لیکن میں بادشاہی مسجد جانا چاہ رہی ہوں۔۔

تمھیں کوئی کام تو نہیں؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔

"اوکے۔۔آج ہم لاہور گھومیں گے "اور گاڑی بادشاہی مسجد کی طرف رواں تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ادھر دوسری طرف ادیب کے گھر کا منظر صبح سے بہت مختلف تھا۔۔اس کی دو بڑی بہنیں اور ایک بڑا بھائی تھا۔۔وہ سب سے چھوٹا تھا، بڑی بہن عدیلہ تھی جو کہ مدرسے میں ہوتی تھیں، ان کا ایک بیٹا تھا ان کی شادی ان کے تایا زاد سے ہوئی تھی جو کہ یہاں پاس ہی رہتے تھے، آج کل وہ میکے آئی ہوئی تھیں، پھر ایک بھائی تھا فراز جو کہ شہر ہوتا تھا اور وکیل تھا، پھر ایک بہن جسے وہ "باجی" کہتا تھا، اس کا نام ندا تھا اور وہ سب سے زیادہ ندا کے قریب تھا، ندا کا نکاح ہوا تھا اور رخصتی ایک آدھ سال میں ہو جانی تھی، فراز کی شادی ہو چکی تھی اور اپنی بیوی کے ساتھ ان دنوں شہر ہی تھا۔۔گاؤں میں آتا تو اپنے ابا کے ساتھ زمینوں کے مسئلے سلجھاتا تھا، ان کی ماں نہیں تھی۔۔بچپن میں ہی فوت ہو گئی تھیں، تب ادیب آٹھ نو سال کا تھا۔۔احمد مرزا جو کہ ان کا باپ تھا، اس نے دوسری شادی نہیں کی۔۔

اور اس وقت برآمدے میں پنچایت لگ چکی تھی۔۔سرپنچ اس کے ابو تھے اور عدیلہ آپا ان کی وزیر بنی ہوئی تھیں۔۔ادیب اندر بیٹھا ساری آوازیں سن رہا تھا۔۔

"تو کیا ہو گیا آپا اس نے اپنی پسند کا اظہار ہی کیا ہے۔۔اس میں اتنی آخرت اٹھانے کی کیا بات ہے" ندا اپنے بھائی کی وکیل بنی ہوئی تھی۔

"ہاں تو پہلے اپنے پیروں پر تو کھڑا ہو لے۔۔پھر عشق بھی کرتا پھرے "

"ابو۔۔آپ بھی کچھ بولیں۔۔ایسے چپ بیٹھے ہیں جیسے اس نے آپ کی ساری زمین ہڑپ کر لی ہو" وہ جدی پشتی زمیندار تھے اور زمینوں کے معاملے میں بڑے سنجیدہ تھے۔ آئے روز مسئلوں کی وجہ سے انھوں نے فراز کو وکالت پڑھائی تھی کہ وکیل تو اپنا ہو۔۔

"باہر بلاؤ اسے" پاس پڑے حقے کا انھوں نے ایک کش لگایا۔

وہ اٹھیں اور اندر آئیں، وہ اندر صوفے پر بیٹھا تھا

"ادی۔۔آجاؤ" اس نے گھبرا کر بہن کو دیکھا۔

اس نے بس اسے آنے کا اشارہ کیا۔

وہ باہر آکر تخت پوش کے سامنے رکھے موڑھے پر بیٹھ گیا

"بڑے پر پرزے نکل آئے ہیں۔۔کب سے چل رہا ہے یہ سب؟" بڑی آپا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے تھپڑ ہی لگا دیتیں۔

"باجی۔۔آرام سے بھی بات ہو سکتی ہے۔۔اس نے کوئی گناہ نہیں کیا ہے" پاس کھڑی ندا نے لقمہ دیا تھا

"تمھارے اس لاڈ پیار نے اسے بگاڑا ہے "

وہ بس ایک سانس لے کر رہ گئیں (بڑی بہن مطلب آدھی پھوپھو، آدھی ساس۔۔اور پوری سوتیلی ماں)

"عبدالرحمن کی پوتی ہے وہ "

وہ بولے تو آپا خاموش ہوئیں

"جی ابو" اس کا سر جھکا رہا تھا

وہ سیدھے ہو کر بیٹھ گئے۔

"اس کا باپ ایک اچھا آدمی تھا" ادیب نے نظریں اٹھائیں، ایک امید اٹھی تھی دل میں

"تم ابھی کماتے نہیں ہو، اسے کیسے رکھو گے؟ "

اب دونوں بہنیں خاموش تھیں۔

"ابو آپ بس ایک بار بات پکی کر آئیں۔۔رخصتی بعد میں ہو جائے گی۔۔میرے بھی ایک دو سال ہی رہ گئے ہیں" وہ بظاہر نارمل تھا دل البتہ منہ کو آیا ہوا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔کل ہم جا رہے ہیں "

تینوں حیران تھے، فراز کی بار تو ابا نے اسے گھر سے نکالنے کی دھمکی دی تھی۔۔مگر پھر وہ بھی ڈٹا رہا تھا یہاں تک کہ اپنی مرضی سے لڑکی بیاہ لایا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ندا اور ادیب اندر چلے گئے۔۔

"ابو۔۔ "

عدیلہ کچھ بولتی وہ بول پڑے

"میں دوسرا فراز نہیں پیدا کرنا چاہتا "

اور وہ چپ ہو گئیں۔۔

بادشاہی مسجد پہنچ کر وہ سامنے ایک ستون کے ساتھ بیٹھے تھے، لیزا کے ہاتھ میں چاکلیٹ تھی جسے وہ تھوڑی سی دانت سے کاٹتی اور پھر منہ میں رکھتی۔۔

"" کالج میں تمھیں دیکھ کر ایک عجیب سی خوشی ہوئی تھی، تم اچھے لگ رہے تھے لیزا نے اثبات میں سر ہلایا"" وہ آپ کک۔۔ کا کالج ہے؟

"تم اسلام آباد جاؤ گے تو دیکھنا دنیا ہی بدل جائے گی "

)ایک گلٹی سی ڈوب کر ابھری تھی، وہ فیصلہ نہیں کر پایا تھا کہ جائے یا نہیں۔۔ مگر لیزا کو نہیں پتہ تھا اس بات کا۔۔ اس کے مطابق وہ جائے گا(

"کک۔۔ کیوں؟ "

"کیونکہ "اس نے چاکلیٹ دانت سے کاٹی، منہ میں ڈالی "وہاں پہاڑ ہیں شیخو، قدرت ہے۔۔وہاں تمھیں بہت کچھ سیکھنے کو ملے گا "

وہ بس سر ہلا رہا تھا۔

"اچھا۔۔تم نا مجھ سے کیمرہ لے جانا اور بہت سی تصویریں بنانا" پھر ایک دم چونکی

"کیمرہ؟" ہاتھ گود میں گرا، گردن اٹھی

"اوہ نو" اور کھڑی ہو گئی۔بیگ کندھے پر ڈالا۔

"شیخو۔۔میرا یہیں پر انتظار کرنا میں بس ابھی آتی ہوں" اور وہ بھاگ گئی۔۔وہ بس اسے جاتا دیکھتا رہا، پھر وہیں ایک ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

بڑے سے دروازے سے لوگ اندر آتے دکھائی دے رہے تھے، اسے کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی اسلام آباد جانے میں مگر اسے جانا تھا۔۔

وقت ظہر سے عصر میں بدل گیا، آسمان پر نارنجی رنگ پھیلنے لگا، جو آئے تھے وہ واپس جانے لگے۔۔وہ ادھر ہی بیٹھا رہا کبھی ادھر دیکھتا کبھی اُدھر کہ ابھی وہ آتی ہی ہو گی۔۔عصر کی اذان ہوئی اور نماز پڑھ کر وہیں بیٹھ گیا، ارد گرد کی دنیا سے بیگانہ وہ انتظار کرتا رہا۔۔وہ نہیں آئی یہاں تک کہ وقت مغرب میں داخل ہو گیا۔۔اندھیرا پھیل رہا تھا، اسے بے چینی ہونے لگی

کہ کہیں کچھ ہو نہ گیا ہو ورنہ لیزا ایسی تو نہیں ہے کہ اسے ایسے ہی چھوڑ کر چلی جائے، پھر وہ اسے انتظار کرتے رہنے کا کہہ کر گئی تھی۔۔وقت نہیں رکا تھا، مغرب کی اذان ہوئی اور اس نے مغرب کی نماز ادا کی۔۔مسجد کی روشنیاں جل اٹھیں، ہر طرف چراغاں ہو گیا تھا، وہ اسی ستون کے ساتھ ٹیک لگائے آسمان گھور رہا تھا، جامنی سا آسمان جس پر سرمئی بادل تھے، اندھیرے کی نشان دہی۔۔اس کا دل گھبرا رہا تھا کہ وہ آئی کیوں نہیں، اسے کیا کرنا چاہیئے؟ چلے جائے یار کے؟ اونہوں! وہ کہہ کر گئی ہے کہ وہ بیٹھا رہے تو وہ بیٹھا رہے گا، ورنہ ایسا نہ ہو کہ کہیں وہ آئے اور اسے یہاں نہ پائے، وہ مایوس ہو گی۔۔وہ سر ستون سے ٹکائے سامنے دیکھے گیا یہاں تک کہ آنکھیں بند ہو گئیں۔۔

کچھ دیر بعد شیخو کو اپنے ہاتھ پر کسی کے ہاتھ کا لمس محسوس ہوا تھا، پھر کسی کی آواز اور اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں

"مجھے معاف کرنا" وہ اس کے سامنے بیٹھی تھی۔

وہ ہڑبڑا کر سیدھا ہو بیٹھا، وہ واپس آ گئی تھی مگر رات ہو چکی تھی۔۔

"کک۔۔کوئی بات نہیں" اس نے آنکھیں ملیں اور ہلکا سا مسکرایا۔

"وہ۔۔میرا گروپ میرا کیمرہ لے گیا تھا۔۔ان سے واپس لانا تھا، میں جب لینے گئی تو ریل ختم ہو چکی تھی۔۔پھر ریل ڈلوانے گئی اور دیر ہو گئی "اس کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا چھوٹا کیمرہ تھا، وہ مایوسی سے بتا رہی تھی

"کک۔۔کوئی بات نہیں "وہ چوکڑی مار کر بیٹھا تھا۔

"مجھے لگا تم چلے گئے ہو گے۔۔پھر ایک بار ایسے ہی چیک کرنے آئی تھی "

"آپ بب۔۔بٹھا کر گئی تھیں۔۔مم۔۔میں کیسے جا سس۔۔سکتا تھا "

"اچھا۔۔اگر صبح تک آتی تو تم صبح تک یہیں بیٹھے رہتے؟"وہ تھوڑی تلے ہاتھ رکھے پوچھ رہی تھی۔

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ ہنس دی۔

“Sheikhu , you are so special”

"ہیں۔۔کک۔۔کیا؟"اسے سمجھ نہیں آئی

وہ پھر ہنسی

"مم۔۔مجھے انگریزی نہیں آتی "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لیزا نے اثبات میں سر ہلایا پھر اپنے ہاتھ ہونٹوں کے گرد یوں گول کیے جیسے کسی کو اونچی سے آواز دیتے وقت کرتے ہیں

"شیخو۔۔میرا انتظار کرنے کا شکریہ "

وہ مسکرا دیا۔

"چلو اٹھو اب۔۔کھانا کھاتے ہیں "

اور وہ کھڑی ہو گئی۔۔شیخو بھی کھڑا ہوا اور قمیض جھاڑی

"کیا کھائیں؟ "

لیزا اب چلتے ہوئے اس سے پوچھ رہی تھی اور وہ کچھ بتا رہا تھا

مسجد کی دیواریں اور ستون خاموشی سے شیخو کا انتظار اور لیزا کے قہقہے دبائے انہیں جاتا دیکھ رہے تھے۔۔

ملک کے ایک دوسرے حصے "قصور" میں رات نے پر پھیلائے تو یہاں بھی چراغ جل اٹھے، عشاء کے بعد وہ چراغ بجھا دیے گئے اور بستر سنبھال لیے گئے، ایک گھر کے برآمدے میں تین چارپائیاں بچھی تھیں، ایک پر ایک چھوٹا بچہ سو رہا تھا باقی دو خالی تھیں۔۔ایک

دوسری طرف تخت پوش پر ساتھ لیمپ رکھے ایک لڑکا سامنے کتابیں پھیلائے بیٹھا تھا،ایک کتاب پر سر جھکائے پین سے کوئی نشان لگا رہا تھا،اندر سے ایک لڑکی باہر آئی اور اس کے سامنے آ بیٹھی۔۔اس کے ہاتھ میں دودھ کا گلاس تھا جو اس نے لڑکے کے سامنے رکھا،لڑکے نے ایک نظر دودھ کو دیکھا پھر برا سا منہ بنایا

"باجی چائے بنا دیتیں" گردن ہنوز کتاب پر جھکی تھی۔

"چپ کر کے دودھ پیو۔۔چائے پینے سے معدہ جل جلتا ہے اور ویسے بھی شہر میں پتہ نہیں کیا کھاتے کیا پیتے ہو گے "اس نے گردن اٹھا کر بہن کو دیکھا۔

"یہ کہاں پڑھا آپ نے کہ چائے پینے سے معدہ جلتا ہے "

ندا باجی تو چوکڑی مار کر بیٹھ گئیں "اپنی ڈاکٹری نا مجھ پر نہ جھاڑو۔۔زیادہ چائے نہیں پیتے، کالے ہو جاؤ گے "

وہ ہنس دیا" باجی۔۔بھوک نہیں ہے ابھی "اس نے ایک لفظ پر گرد گول دائرہ بنایا تھا

"کھانا بھی نہیں کھایا،دودھ بھی نہیں پینا۔۔میں پھر کل نہیں جا رہی" وہ اب خفا ہوئی تھیں۔

اس نے دودھ کا گلاس پکڑا اور آنکھیں بند کر کے پی گیا۔۔پھر ہتھیلی سے ہونٹ صاف کیے

"لیں۔۔اب تو جائیں گی نا "

وہ اس کو دیکھ کر ہنس دیں "اب تو تمھاری کمزوری میرے ہاتھ لگ چکی ہے بچو!" وہ اسے چھیڑ رہی تھیں۔

اس نے پین کتاب پر رکھی اور دونوں گھٹنے سینے سے لگائے ان کے گرد بازو حمائل کیے بولا

" باجی۔۔تم بات سنبھال لینا،اس کا بھائی بڑے غصے میں تھا "

اس نے ذرا سا آگے ہو کر اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھا "ادی۔۔اچھا سوچو سب۔۔اگر اس کا بھائی اتنا ہی برا ہوتا تو وہ تمھیں کیوں کہتا کہ اپنے گھر والوں کو لاؤ "

" پتہ نہیں باجی۔۔میرا دل گھبرا رہا ہے "اس نے گردن جھکا دی "میری وجہ سے اس کے بھائی نے پتہ نہیں اسے کیا کچھ کہا ہو گا۔۔اس کی اپنے بھائی کی نظر میں عزت بھی چلی گئی۔۔مجھے ہی احتیاط کرنی چاہیئے تھی "وہ مایوس ہوا تھا

"ادی۔۔محبت میں سب نادان ہی ہوتے ہیں،اگر وقت پر عقل آجائے تو یہ خسارے کا سودا کون کرے "

وہ اس کی ہمدرد تھی،اس کی دوست تھیں۔۔

"باجی۔۔اللہ سے دعا کرنا سب ٹھیک ہو جائے "

"آمین"اور سامنے پڑی کتاب پکڑی"یہ اتنی موٹی موٹی کتابیں پڑھ لیتے ہو "

"بس باجی۔۔نگلنی پڑتی ہیں"وہ برا سا منہ بنا کر بولا تھا

وہ ہنس دیں۔۔سامنے سے باجی عدیلہ آرہی تھیں

"کھی کھی کھی کم کرو۔۔۔اور سونے آجاؤ"اور وہ اپنی چارپائی پر لیٹ گئیں۔

ندا باجی نے انھیں گھورا پھر سرگوشی کی

"یہ ان کا شہزادہ رات بھر تمھیں ٹانگیں مارتا ہے،ایک دن اسے اپنی اماں کے ساتھ سلاؤ۔۔ادی "

وہ مسکرا دیا۔

"باجی بچہ ہے۔۔کوئی نہیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور وہ گلاس اٹھا کر اندر کی طرف چل دیں۔۔ لڑکا دوبارہ کتابوں پر جھک گیا مگر دماغ کہیں اور تھا

)وہ کیسی ہو گی؟(

اور دوسری طرف چند فاصلے پر عبدالرحمن کے گھر میں ابھی بھی چراغ جل رہا تھا۔۔ آسیہ چائے بنا رہی تھیں، ابراہیم ابھی باہر سے آیا تھا

"امی۔۔ سکینہ کہاں ہے؟ "

انھوں نے دودھ پتی میں ڈونگا ہلایا "اس کے سر میں درد تھا، سو گئی ہے "

اور وہ برآمدے میں پڑی چارپائی پر بیٹھ گیا

"یہ تم دونوں لڑے ہو؟" انھوں نے گردن موڑی تو دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے ابراہیم کی طرف دیکھا

"نہیں تو۔۔ کوئی لڑائی نہیں ہوئی"

"اچھا" اور دوبارہ چولہے کی طرف منہ کر لیا "وہ بھی چپ چپ ہے اور تم بھی، یہ معجزہ کیسے ہو گیا "

وہ اٹھا اور ماں کے پاس بیٹھ گیا "زیادہ نہ سوچا کریں" اور کپ پلیٹ میں رکھا۔۔

چند لمحے گزرے اور چائے کو کپ میں انڈیلا۔۔کپ پکڑا اور اوپر چلا گیا۔۔

چارپائی پر بیٹھا کافی دیر انتظار کرتا رہا مگر وہ نہیں آئی۔۔اسے مایوسی ہوئی تھی۔۔خدا جانے کیا بات بری لگی تھی، بازوؤں کا تکیہ بنائے آسمان کو گھورتے اس کی آنکھ لگ گئی۔۔

کیف رات دیر تک پڑھتا تھا جبکہ قیس کے لیے رات اللہ نے صرف آرام کے لیے بنائی تھی، "اس کے آرام کے لیے"، کیف اپنے سامنے بہت سے کاغذات پھیلائے کچھ لکھ رہا تھا۔۔

قیس ایک دم کرنٹ کھا کر اٹھا

"ممی!" اور ہڑبڑا کر ادھر اُدھر دیکھا، اس کا تنفس تیز تھا۔

"ممی کا بیٹا یہیں ہے" کیف تحمل سے بولا تھا البتہ سر ابھی بھی کتاب پر ہی جھکا تھا۔

اس نے ایک سانس خارج کی اور بالوں میں ہاتھ پھیرا

پھر الٹا لیٹ گیا، کیف نے ایک نظر اسے دیکھا

"مجھے تو لگتا تھا تم خواب میں بھی پیسے بنانے کے طریقے سوچتے ہو مگر میں غلط تھا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ سینے کے بل لیٹے، آنکھیں بند کیے ہی بولا "او نہوں! یہ بہت چھوٹا خواب ہے۔۔پیسے بنانا تو بہت آسان ہے۔۔میری کلاس میں کمشنر کی بیٹی پڑتی ہے موم کی گڑیا، دو دن اس کے آگے پیچھے پھروں گا تو بات بن جائے گی۔۔پیسے کے ساتھ ساتھ حکومت بھی" وہ ایسے بول رہا تھا جیسے عام سی بات ہو۔

وہ بس نفی میں سر ہلا کر رہ گیا۔۔کچھ دیر بعد دوبارہ اس کی آواز کانوں میں پڑی

"کیفی "

"ہوں"

"اس لڑکے کا پتہ کروانا یاد سے"

"ہوں" وہ کتاب پڑھنے میں مصروف تھا "نام اور ایئر بتا دینا "

"نام۔۔" وہ سیدھا ہوا۔ چھت کو گھور رہا تھا

"ادیب احمد، تھرڈ ایئر" پھر کچھ سوچا "تمھارا کلاس فیلو تو نہیں؟ "

کیف کچھ سوچ رہا تھا "آ۔۔اس کے ابو کا نام بتاؤ "

"احمد مرزا "

اس نے سر دوبارہ کتاب پر جھکایا تھا۔۔"صبح پتہ کر دوں گا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قیس مطمئن سا ہو کر دوبارہ الٹا لیٹا (اسے ایسے ہی نیند آتی تھی)

"وہ جو تمھارے دوست نے پیسے بھیجے ہیں نا۔۔ صبح میرے لیے ان کے سموسے لیتے ہوئے آنا۔۔ نہیں تو کوئی انفارمیشن نہیں دوں گا"

"تم میری پراپرٹی پر نظر رکھتے ہو؟" وہ صدمے سے بولا تھا۔

کیف ہنس دیا۔ وہ اسے گھورتے ہوئے بولا

"You too , Brutus"

وہ ابھی بھی صدمے میں تھا۔۔

اپنے بیڈ پر بیٹھی ایک ٹانگ موڑے اور دوسری ٹانگ کے گھٹنے پر اپنا گال رکھے، خاموشی سے نیچے بستر پر پڑے فریم میں لگے کپڑے پر کڑھائی کر رہی تھی۔۔ خاموش اتنی خاموش کہ اس دن کے بعد سے ابراہیم سے کچھ نہیں بولی تھی جس دن سے اس کا ابراہیم سے اس معاملے میں سامنا ہوا تھا۔۔ ابراہیم کمرے میں آیا اور الماری سے ایک کتاب پکڑی مگر دھیان بیڈ پر بیٹھی لڑکی کی طرف تھا۔۔ یہ عصر کے قریب کا وقت تھا اور باہر موسم اب مرجھایا مرجھایا لگتا تھا۔۔

"سکینہ "

اس نے سر اٹھایا۔

"جی "

اس کی آنکھیں ہلکی گلابی تھیں، روئی روئی سی اور گال بھی ہلکے لال پڑ چکے تھے، ویسے ہی جیسے بخار کے وقت ہوتے ہیں۔

"کھانا کھایا تم نے؟" وہ اس کے پاس بیٹھ گیا تھا۔

"جی "

ابراہیم نے اس کے ہاتھ کو چھوا، پھر کلائی سے پکڑا، اسے بخار تھا۔۔

"دوائی لی ہے؟ "

"جی "

دفعتاً باہر کا دروازہ بجا تھا، اس نے گردن موڑ کر دیکھا تھا۔۔ پھر اٹھا اور باہر کی طرف گیا۔۔ دروازہ کھولا اور ایک طرف کو ہو گیا۔۔ ایک آدمی اندر آیا تھا، ساتھ دو خواتین تھیں۔۔ ساتھ والے کمرے میں بیٹھے عبدالرحمن بھی باہر آئے اور چھت پر سے سوکھے کپڑے اتارتیں سمیرا نے بھی نیچے جھانکا تھا۔۔ اندر آتے ہی عبدالرحمن سے ملے تھے اور پھر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ساتھ والے کمرے میں بیٹھ گئے۔۔ سمیرا نے نیچے آتے ہی ابراہیم کو سوالیہ نظروں سے دیکھا۔۔اس نے انھیں اندر آنے کا اشارہ کیا تھا اور خود بھی چلا گیا۔۔وہ سامنے والے صوفے پر بیٹھے تھے اور ابراہیم اپنے دادا کے ساتھ جا بیٹھا۔۔

ساتھ والے کمرے میں لڑکی کا دل گھبرا رہا تھا، ہاتھ کانپ رہے تھے، اس نے سوئی کو کپڑے میں گاڑھا اور نیچے سے نکالا، سوئی اس کے دائیں ہاتھ کی شہادت کی انگلی کی پور پر جا لگی اور خون کا ننھا سا قطرہ ابھرا تھا۔۔اس نے آنکھیں میچ لیں۔۔وہ جان گئی تھی کہ ابراہیم اس سے مل چکا ہے۔۔

قیس اپنی یونیورسٹی سے سیدھا ہاسپٹل گیا تھا اور پھر گھر آ گیا۔۔بیگ صوفے پر پھینکا، کچن میں گیا پانی پیا اور پھر لاؤنج میں صوفے پر بیٹھ کر سفید کورے کاغذ پر قلم رگڑنے لگا۔۔

السلام علیکم !

مجھے کھانا کھلانے والے براہیم کے نام !

جتنی جلدی ممکن ہو سکا میں نے تمھارا کام کرنے کی کوشش کی ہے۔۔لڑکا جس کا نام "ادیب احمد" ہے، ایم بی بی ایس کے تیسرے سال میں کیف کا کلاس فیلو ہے۔۔اس کی گہری

سرمئی آنکھیں ہیں شاید یہ وہی ہے جس کا تم نے پتہ کرنے کو کہا تھا۔۔زیادہ دوست نہیں ہیں ایک ہی دوست ہے جو کہ اس کے ساتھ ہاسٹل بھی رہتا ہے۔۔کم گو ہے اور کام سے کام رکھتا ہے۔۔ پچھلے دو دنوں سے وہ کالج نہیں آیا۔۔پڑھائی میں اچھا ہے باقی اب تم جانو تمھارا کام جانے۔۔مجھے کھانے کے پیسے بھیجنے کا شکریہ،لاہور آؤ تو یونیفارم میں آنا، مجھ سے ضرور ملنا

والسلام

قیس جبران

صفحہ موڑ کر لفافے میں ڈالا،لفافہ پینٹ کی جیب میں اڑسا اور پنسل وہیں ٹیبل پر رکھ کر باہر چلا گیا۔۔ڈاک خانے میں خط ڈال کر اسے تھیڑ جانا تھا۔۔وہ مصروف آدمی تھا!

ایک دوسری جگہ ایک گھر میں سناٹا تھا۔۔لڑکے نے اپنا سامان باندھ لیا تھا، صبح جانے کی تیاری مکمل تھی مگر دل بہت بوجھل تھا۔۔وہ سونا چاہتا تھا۔۔اتنا زیادہ سونا چاہتا تھا کہ ماہ و

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سال چٹکی میں گزر جائیں۔۔ مگر اسے نیند نہیں آ رہی تھی، سامنے کتابیں کھولے کل کی طرح بیٹھا تھا، ساتھ لیمپ جل رہا تھا اور وہ کتاب کے کنارے کو بار بار موڑتا اور سیدھا کرتا، یہاں تک کہ صفحے کا کنارہ نازک پڑ چکا تھا اور اس پر بہت سے سلوٹیں نمایاں تھیں۔۔ کتاب سامنے پڑی تھی اور وہ اپنے گھٹنے پر تھوڑی جمائے کسی اور دنیا میں تھا۔۔

وقت بدلا، منظر بدلا اور وہ کچھ گھنٹے پیچھے چلا گیا۔۔

وہ اور ابراہیم اسی اصطبل میں موجود تھے جہاں ایک روز پہلے تھے، یہ عصر کا وقت تھا اور ادیب کی طرف اس کی پشت تھی۔۔ وہ اسی طرح سنجیدہ تھا، بازو سینے پر لپیٹے وہ کھڑا تھا، پاس دو کرسیاں بھی تھیں مگر وہ دونوں کھڑے تھے

"تم اس کے لیے کیا کر سکتے ہو؟"

"جو آپ کہیں"

چند پل بیتے۔

"تمھیں پتہ ہے ہر جذبے ہر رشتے کی آزمائش ہوتی ہے" اس کی طرف مڑا اور اسے دیکھا۔۔ وہ ناسمجھی سے اسے دیکھ رہا تھا "اور محبت کی آزمائش کیا ہوتی ہے؟"

وہ خاموش رہا۔

"میں بتاتا ہوں" پھر اس کے کندھے کے قریب جا کھڑا ہوا، ایسے کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ ہی کھڑے تھے مگر ایک کا رخ سامنے والی دیوار کی طرف تھا اور ایک کا پچھلی دیوار کی طرف۔۔

"انتظار" پھر رکا۔

"انتظار محبت کی آزمائش ہے" اسے دیکھا جو کہ ابھی تک خاموش تھا۔

"تمھیں پتہ ہے ایک انسان کامیاب کیسے ہوتا ہے، وہ کیسے وہ سب پالیتا ہے جو وہ چاہتا ہے؟" ادیب اب بھی خاموش رہا۔

"ثابت قدمی "

ایک سانس خارج کیا "Consistency"

"اس کے لیے اس سے دور رہ سکتے ہو؟ "

ادیب نے جھٹ سے گردن موڑی اور اسے دیکھا، ابراہیم نے اس کی آنکھوں میں دیکھا اور ابرو اٹھایا۔

"اس کے لیے" گہری سرمئی اداس آنکھوں والے خاموش لڑکے کا دل بے پناہ دکھا تھا۔

"آج یکم اکتوبر ہے،پت جھڑ شروع ہونے کو ہے۔۔وہ عورت ہے وہ تو انتظار کرے گی۔۔تم قیامت تک کہو گے وہ قیامت تک تمھارے لیے بیٹھی رہے گی۔۔تم مرد ہو،امتحان تمھارا ہے "

"پنجرہ کھلا ہے،اڑنا چاہو تو اڑ سکتے ہو۔۔قید بھی تمھاری اپنی مرضی ہو گی،ایک سال تین ماہ،اگلے پت جھڑ کا اختتام "پھر اسے گھورا

"اس سے پہلے مجھے بھنک بھی پڑی تو میرا دروازہ بند ہے تمھارے لیے "

اور وہ پلٹ گیا۔۔

وہ بس سننے آیا تھا اور سن چکا تھا،دل خون کے آنسو رویا تھا۔۔یہ آزمائش تھی تو وہ پورا اترے گا۔۔ایک عہد کیا تھا ایک وعدہ نبھانا تھا

پاس ندا باجی آکر بیٹھیں تو وہ موجودہ رات میں واپس آگیا۔۔

"ادی۔۔چائے بنا دوں؟"اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"مطلب بنا دوں "وہ خاموش رہا۔

پھر خود ہی بولا "باجی۔۔وہ کیسی تھی؟ "

وہ ہلکا سا مسکرائیں "اچھی تھی۔۔ بچپن سے دیکھتی آئی ہوں اسے۔۔ چائے دے کر چلی گئی تھی۔۔ شاید اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی "

اس نے سر جھکا لیا۔

"ادی۔۔ انھوں نے وقت مانگا ہے۔۔ وہ تمھارا مقدر ہوئی تو تمھیں ضرور ملے گی۔۔ اپنی پڑھائی پر توجہ دو "

اس نے صرف سر ہلا دیا۔

وہ اندر چائے بنانے چلی گئیں۔۔ اس نے ایک تھوک نگلا، آنسو گلے میں اٹک گئے تھے۔۔ وہ اٹھا اور لیمپ بجھایا، چارپائی پر سوئے بچے کو ذرا سا ساتھ کیا اور ساتھ لیٹ گیا۔۔ آسمان کو گھور رہا تھا

)پت جھڑ کا اختتام، ایک سال تین ماہ(!

تھوڑا سا دور چلتے جاؤ تو عبدالرحمن کے گھر میں چھت پر چارپائی پر بیٹھی لڑکی اداس سی تھی۔۔ رات ٹھنڈی تھی اور وہ بخار میں مبتلا تھی۔۔ اپنے گھٹنے پر گال ٹکائے وہ چارپائی پر بے جا انگلی چلا رہی تھی۔۔ کسی کے اوپر آنے کی آہٹ سنائی دی تھی مگر وہ ایسے ہی بیٹھی رہی۔۔

Clubb of Quality Content

اس نے اپنی ہتھیلی آگے بڑھائی جس میں دوائی تھی، سکینہ نے گردن اٹھائی اور اس کو دیکھا جو ہاتھ میں پانی کا گلاس پکڑے کھڑا تھا۔۔اس نے دوائی لی اور منہ میں پھانکی، اوپر سے پانی پیا۔۔اس کے ساتھ بیٹھ گیا، دونوں کے درمیان خاموشی تھی۔۔

"ہمارے گھر کے پاس نا ایک اماں رہتی تھیں، انھوں نے طوطے پالے تھے۔۔تب میں چھوٹا ہوتا تھا اور وہ ہمیں چھلی کے دانے بنا کر دیتی تھیں۔۔پنجرے کا دروازہ کھلا ہوتا تھا مگر مجال ہے جو طوطے اڑ جائیں" اپنی بہن کو دیکھا جو گھٹنے سے گال لگائے بیٹھی تھی۔

"پھر مجھے سمجھ آنے لگی کہ طوطے اماں کے وفادار تھے، سارا زمانہ بھی پھر آئیں واپس یہیں آئیں گے۔۔جو وفادار ہوتا ہے وہ آپ کا ہوتا ہے۔۔پنجرہ بند رکھو یا کھلا وہ اپنی مرضی سے آپ کی قید میں رہیں گے، یہی ان کی آزادی ہوتی ہے "

سکینہ پھر بھی خاموش رہی۔

وہ اپنی بہن کو دیکھ رہا تھا "اس کا بھی پنجرہ کھلا ہے، وہ چاہے تو اڑ جائے چاہے تو قید رہے۔۔چاہے تو انتظار کرے چاہے تو پلٹ جائے "

"تم بھی چاہو تو آزاد ہو سکتی ہو۔" اس کی بات اُدھوری رہ گئی، وہ جھٹ سے بولی تھی

"مجھے انتظار قبول ہے" اس نے اپنے بھائی کو دیکھا تھا

اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"محبت کمزور نہیں کرتی، یہ اگر ہو جائے تو طاقت دیتی ہے۔اتنی طاقت کہ کوئی پہاڑ کھود سکتا ہے، آگ میں جل سکتا ہے اور قیامت تک انتظار بھی کر سکتا ہے "

وہ خاموش رہی تھی۔

پھر ذرا سا آگے بڑھی اور اس کے بازو سے سر لگایا۔۔

"آپ ناراض ہیں؟ "

"سکینہ۔۔کوئی باپ بیٹی سے کتنی دیر ناراض رہ سکتا ہے۔۔"توقف کیا" تمھیں سمجھنا چاہیئے تھا، یقین سنگ مرمر کی بنی دیوار ہوتا ہے جس میں اگر دراڑ آجائے تو وہ ریت کی دیوار بن جاتا ہے اور پل بھر میں ڈھے جاتا ہے "

خاموشی۔۔۔طویل خاموشی

"وہ خود آئے گا اگر اسے آنا ہوا تو۔۔میں تم پر بند نہیں باندھ سکتا نہ تمھیں زنجیروں میں جکڑ کر گھر میں قید کر سکتا ہوں۔۔اتنا یاد رکھنا کہ تمھارا ایک خط اس کے لیے مشکل کھڑی کر سکتا ہے "وہ اپنے بھائی کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔چمکتی سیاہ آنکھیں، اٹھی اور نیچے چلی گئی۔۔

ابراہیم نے گردن موڑ کر ساتھ والی چھت کو دیکھا۔۔اندھیرا تھا،نہ جگنو نہ چراغ۔۔وہ نہیں آئی تھی،اس نے ایک سانس خارج کی

عشاء پڑھنے کے بعد گھر آیا تو چچا نے اسے خط دیا،ایک دو بات کر کے وہ اوپر چلا گیا۔اس کے اندر شور سا تھا جو کہ اسے بے چین کر رہا تھا،اوپر گیا اور کمرے کا دروازہ ٹھک سے بند کیا۔۔

پھر سٹول پر بیٹھا اور لفافہ چاک کیا،اندر سے خط نکال کر پڑھنا شروع کیا۔۔

"السلام علیکم !

شیخو ! تم کیسے ہو؟ میں اور امی بالکل ٹھیک ہیں اور میں تمھیں بہت یاد کرتی ہوں،تم مجھے لاہور کب بلاؤ گے؟ بہت سے پیسے بھیجنے کا شکریہ۔۔ تمھیں پتہ ہے میں بازار گئی تھی اپنے لیے بہت کچھ لائی ہوں،امی کا بہت کچھ ادھورا تھا وہ پورا ہو گیا،تمھارے لیے بھی بہت کچھ لائی ہوں،تم آؤ گے تو تمھیں دکھاؤں گی۔۔میں رات دن دعا کرتی ہوں کہ اللہ تمھیں بہت ترقی دے۔۔میرا پیپر ہونے والا ہے،تم دعا کرنا اچھا ہو۔۔ تمھیں رنگ بہت پسند ہیں نا، میری دعا ہے کہ اللہ تمھاری زندگی کو سب سے اچھے رنگوں سے بھر دے۔۔جب تم گھر بنالو

گے تو مجھے بھی لاہور بلانا، امی بھی سلام کہہ رہی ہیں۔۔ تمھیں بہت یاد کرتی ہیں، اپنا بہت سا خیال رکھنا (اللہ حافظ !)

والسلام

تمھاری بہن

حوا

بنت عبداللہ

اور الفاظ ختم ہو گئے، اسے سب سے زیادہ خط حوا کے آتے تھے جن میں ایک بات عام تھی، اس کے لاہور آنے کی خواہش۔۔ شیخو کی طرح اسے بھی رنگ اچھے لگتے تھے مگر وہ ویسے نہیں بھرتی تھی جیسے شیخو بھرتا تھا، ویسے کوئی نہیں بھرتا تھا جیسے شیخو بھرتا تھا۔۔ پہلی بار اس نے بہت سے پیسے بھیجے تھے اور اسے سب سے زیادہ اس کی خوشی عزیز تھی جس کا خط آیا تھا، اس نے خط کو دوبارہ لفافے میں ڈال دیا، اب وہ سٹول پر بیٹھا ہاتھوں کی لکیروں کو دیکھ رہا تھا۔۔

پھر اٹھا اور ایزل پر کینوس رکھا، پینٹ برش پکڑا، کارٹن سے اپنی چیزیں نکالیں، پیلیٹ میں رنگ ڈالے، برش ان میں ڈبویا اور اس کا ہاتھ چلنے لگا، وہ اسی طرح تھا جب بھی اسے کوئی فیصلہ کرنا ہوتا یا سوچنا ہوتا تھا تو وہ رنگ کرتے ہوئے سوچتا تھا، ادھر پینٹنگ مکمل ہوتی تھی اور اُدھر وہ فیصلہ لے لیتا تھا۔۔ باہر رات لمحہ لمحہ سرک رہی تھی، اب ایک ہفتہ ایک دن رہ گیا تھا، کل وہ علی خان سے ملے گا۔۔ یہ طے تھا! اتنے دن جس بات کو سوچا تھا اس کا اختتام کرنا تھا۔۔

)شور پیدا ہوتا ہے "ٹریگر" سے۔۔ وہ چیز جو مجبور کرتی ہے، ایکشن پیدا کرتی ہے، کچھ ہونے کی وجہ بنتی ہے، کھیل سارا "ٹریگر" سے شروع ہوتا ہے۔۔(

وہ کینوس پر سیاہ رنگ پھیلا رہا تھا، اس نے اپنا برش آلسی کے تیل میں ڈبویا اور اسے کینوس پر پھیر دیا۔۔ ایک برش پر سفید رنگ لگا تھا مگر جب اس نے اسے سیاہ کینوس پر لگایا تو وہ سفید رنگ نیلا ہو گیا۔۔ ایک نیلی آبشار جو بہتی جا رہی تھی، جسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا کہ راستے میں کوئی پتھر ہے یا کوئی اور رکاوٹ، وہ سب کو اپنے ساتھ بہا رہی تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے ذہن میں ایک منظر لہرایا، وہ دبک کر کھڑا تھا، معصوم اور پریشان تھا۔۔وہ بچوں کے ساتھ نہیں کھیل سکتا تھا، وہ پڑھ نہیں سکتا تھا کیونکہ لوگ اس کا مذاق بناتے تھے، اس نے کینوس پر ہر ارنگ پھیرنا شروع کیا۔۔۔

)ٹریگر کیا ہوتا ہے۔۔ٹریگر ایک لمحہ ہوتا ہے، وقت کے ایک حصے کا بھی ہزارواں حصہ ہوتا ہے۔۔جو آپ کو کوئی کام کرنے پر مجبور کرتا ہے، کوئی قدم اٹھانے پر اکساتا ہے، کسی چیز کی طرف راغب کرتا ہے(

اسے لیزا کا مسکراتا چہرہ نظر آیا تھا، ایگزیبیشن جیتنے پر وہ، لیزا اور قیس یونیورسٹی میں کھڑے تھے اور وہ اس کی کامیابی پر اس سے زیادہ خوش تھی۔۔

حوا کا خط یاد آیا، اس نے اپنے بھائی کے بھیجے پیسوں سے اپنی ساری چیزیں لی تھیں، وہ چاہتی تھی کہ وہ شیخو اور آسیہ کے ساتھ لاہور رہے، بادشاہی مسجد دیکھے اور اپنے بھائی کے ساتھ لاہور گھومے

باہر بیٹھے علی خان کی آواز سماعت سے ٹکرائی تھی

" آرٹسٹ کے پاس اتنا تو ہنر ہونا چاہیئے کہ اپنے رنگوں کے لیے دوسروں کے پاس نہ جائے، جو بے جان کینوس پر رنگ بھر سکتا ہے وہ خود کی زندگی میں رنگ کیوں نہیں بھر سکتا؟"

)سگریٹ کا دھواں ٹریگر ہے جو سموکر کو سگریٹ پینے پر اکساتا ہے، لوگوں کا برا رویہ ٹریگر ہے جو غصہ کرنے پر اکساتا ہے، موسیقی ایک ڈانسر کا ٹریگر ہے جو اسے ناچنے پر اکساتا ہے(

وہ سنجیدہ سا کینوس پر ہاتھ چلاتا درخت پینٹ کر رہا تھا، اوپر گہرا نیلا جامنی سا آسمان تھا جس میں سیاہی مائل تھی، آبشار بہتی جا رہی تھی، اس نے برش کو پانی میں ڈبویا، سیاہ رنگ پانی میں پھیل گیا۔۔اس نے آنکھیں بند کر کے ایک سانس خارج کی

)پھر اس ٹریگر سے لوگوں کی خامی سامنے آتی ہے یا خوبی، وہ خوفزدہ ہو سکتے ہیں، وہ کرنٹ کھا کر جاگ جاتے ہیں، وہ ہوش میں آتے ہیں اور کام کرنے لگتے ہیں، ٹریگر ایک لمحہ ہی تو ہے۔۔(

وہ سٹول پر بیٹھ گیا، دل دھڑکنا شروع ہوا تھا۔۔وہ ٹھیک کہہ رہے تھے، نہ لیزا نہ سر علی، کوئی ہمیشہ کسی کا سہارا نہیں بنتا۔۔اگر کل کو وہ چلے گئے تو وہ مڑ کر کسے دیکھے گا۔۔اسے کل کو انھیں چھوڑنا تھا اور اس کے لیے خود کو اپنانا تھا، بہت مشکل تھا !

اس نے آنکھیں بند کیں اور گہری سانس لینا شروع کی، کھڑکی سے ہوا اندر آئی تھی، انھیں چھوڑنا مشکل ہوتا ہے جو آپ کو آپ سے ملوانے میں مددگار ثابت ہوئے ہوں۔۔ آنکھیں کھول دیں، سفر امیں، یونیورسٹی میں ایگزیبیشن سے، اس نے پینٹنگ سے اتنا کمایا تھا کہ وہ دو تین مہینوں میں بھی کام کر کے اتنا نہیں کما سکتا تھا، خوشیاں آئی تھیں۔۔اس کی بہن خوش تھی، اس کا گھرانہ مطمئن تھا، پہلے تو عبداللہ تھے۔۔اب کون ہو گا؟ اس کی حسیات جاگی تھیں۔۔

)پھر کچھ اپنے خوف کو سوار کرتے ہیں اپنے اعصاب پر، پھر کچھ اپنی خوبی کو سوار کرتے ہیں خامی پر۔۔ٹریگر کے بعد اٹھایا گیا قدم زندگی پلٹ سکتا ہے، زندگی بدل سکتا ہے۔۔اور ٹریگر ایک لمحہ ہی تو ہے(

رات گزر گئی تھی، ایک سنہری صبح ایک دھڑکتا دل لیے طلوع ہوئی تھی، وہ ایک بڑے سے بنگلے میں داخل ہوا تھا، حکمت خاتون نے اسے اندر لاؤنج میں بٹھایا، کچھ پل بیتے اور علی خان نمودار ہوئے، ہشاش بشاش سے ٹریک سوٹ پہنے ہوئے۔۔

"خوش آمدید "!

کھڑے ہو کر گلے ملا

"میں جج۔۔جاؤں گا۔۔پیچھے نن۔۔نہیں ہٹوں گا"

وہ مسکرائے تھے،ٹریگر کام کر گیا تھا۔۔مریض مان گیا تھا اب علاج ممکن تھا۔۔

اب وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے۔۔انھوں نے کانٹے چھری سے انڈہ کاٹا اور منہ میں رکھا۔۔وہ بول رہا تھا کہ اسے بولنے میں مسئلہ ہے اور اسی وجہ سے وہ گھبراتا ہے۔۔

"کوئی بات نہیں،زیادہ بولنے سے ویسے بھی وقار چلا جاتا ہے۔۔اچھا ہے تم کم بولو" پھر مسکرائے۔

"انگریزی کی فکر نہیں کرنی،اس کو دیکھ لیں گے "

جوس کا گلاس منہ سے لگایا

"اب تم ڈریسنگ اچھی کرتے ہو،گڈ!۔۔" نیپکین سے منہ تھپتھپایا

"ایسا ہے کہ تم جب بولتے ہو تو پہلے کے دو لفظ اکثر صحیح بولتے ہو،بنا ہکلائے" وہ متوجہ سا سن رہا تھا

"تو اب تم یہ کرو گے کہ جن سے ملو گے ایک یاد و لفظ۔۔بات ختم!" وہ پیچھے کو ہو کر بیٹھ گئے۔۔

"وہ لفظ کیا ہوں گے یہ بھی پتہ چل جائے گا، دوسرا" ہاتھ اٹھایا اور دو انگلیاں دکھائیں، آگے کو ہوئے "جب تم کسی اجنبی سے، بڑے سے ملتے ہو تو کیا ہوتا ہے؟ "

اس نے انھیں دیکھا اور کچھ سوچ رہا تھا۔۔

"پہلے دل دھڑکتا ہے، سانس تیز ہوتی ہے، خوف آتا ہے، ہاتھ ٹانگیں بھی کانپتی ہیں، خون بھی کبھی کبھار ابلتا ہے، تم پریشان ہو جاتے ہو جس سے پہلا لفظ بولتے بھی کبھی کبھی ہکلاتے ہو "

اس نے ہاں میں سر ہلایا "یہی ہہ۔۔ ہوتا ہے"

"ہوں۔۔ اب جو بھی ہو، تم مسکراؤ گے، کچھ بھی ہو تم مسکراؤ گے۔۔ دل دھڑکے یا ہاتھ کانپے تم مسکراؤ گے۔۔ مسکرانا اعتماد بحال رکھتا ہے، اعتماد رہے گا تو تم پہلے لفظ پر نہیں اٹکو گے "

"اوکے؟" اس نے اثبات میں سر ہلایا

وہ اور بھی باتیں بتا رہے تھے مگر وہ متوجہ تھا، اس کے حواس چست تھے۔۔

)جو خوف کو سوار کرتے ہیں خود پر، جو خامی کو بٹھاتے ہیں خوبی پر وہ لاچار ہو جاتے ہیں، وہ چل نہیں پاتے، لنگڑے بہرے گونگے ہو جاتے ہیں (

وہ ایک ہوٹل روم میں تھے، کھڑکی کے سامنے کھڑے، ساتھ علی خان کا مینیجر تھا۔۔

"وہ تمھیں بلائیں گے، تمھیں تین کام کرنے ہیں، جو سر علی نے تمھیں بتائے تھے۔۔

یاد ہیں نا؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور یاد کیا۔۔

وہ ڈائننگ ٹیبل پر بیٹھے تھے

"نمبر ایک، تم نے مسکرانا ہے۔۔ نمبر دو "دو انگلیاں دکھائیں "اعصاب کو قابو میں رکھنا ہے، جتنی دیر میں تم لوگوں کو دیکھو گے مسکراؤ گے اتنی دیر میں تم نے دماغ کو کہنا ہے کہ نارمل ہو جاؤ اور تم نے خود کو کنٹرول کرنا ہے۔۔ یہ مشکل لگے گا تھوڑا سا مگر تم پریکٹس کرو گے۔۔ اوکے؟ "

"تیسرا۔۔ کم بولنا ہے "اس نے اثبات میں سر ہلایا

)جو خوف کو سامنے بٹھا کر اس پر بندوق تان دیتے ہیں، جو خوبی کو سوار کرتے ہیں خامی پر، وہ آزاد ہو جاتے ہیں(

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے پورا ہفتہ اس کی پریکٹس کی تھی، سٹوڈیو میں مختلف لوگ اس سے ملتے تھے، وہ لوگوں سے ملتا تھا تو بس سلام دعا یا ہائے ہیلو اور کچھ نہیں۔۔ سانس پھولتی تھی، دل بھی دھڑکتا تھا مگر وہ مسکراتا تھا دماغ کو کہتا تھا کہ بس! اب نارمل ہو جاؤ، اعتماد سے بولو "

مینیجر اسے کھڑکی کے پاس کھڑا کہہ رہا تھا

"وہ تمھارے آگے مائیک کرے گی کہ تم کچھ بولو مگر تم مائیک نہیں لو گے، تم ذرا سا سر کو خم دو گے، آگے کو جھکو گے، مسکراؤ گے اور تھینک کیو کہہ کر نیچے آ جاؤ گے، نہ زیادہ تیزی سے نہ زیادہ آرام سے "

اس نے سر ہلایا تھا

)وہ جگنو بن جاتے ہیں، وہ اندھیروں سے ڈرتے نہیں ہیں، وہ دوسروں کے محتاج نہیں ہوتے، وہ خود میں روشنی پیدا کرتے ہیں، اندھیروں میں رہ کر بھی وہ جل اٹھتے ہیں اور اپنا راستہ بناتے ہیں۔۔ اندھیروں سے کیا ڈرنا جب روشنی خود میں ہے تو(!

یہ ایگزیبیشن کے دو دن بعد کی بات ہے، انعام مل رہا تھا اور اس کا نام لیا گیا تھا۔۔ وہ اٹھا، ٹانگیں کانپی تھیں مگر وہ چلتا گیا، زینے پار کرتا سٹیج پر گیا، ہاتھ کانپ رہے تھے، دل دھڑک رہا تھا، سانس پھول رہی تھی، وہ مسکرایا (دماغ کو پیغام بھیجا، بس نارمل ہو جاؤ) لڑکی نے اسے

انعام دیا،ایک پھولا خاکی لفافہ اور ایک سرٹیفیکیٹ۔۔لڑکی نے مائیک آگے کیا مگر اس نے سر کو خم دیا،ذرا سا آگے کو جھکا اور "تھینک یو" کہا،اس نے مسکرا کر مائیک پیچھے کر لیا۔۔وہ ہکلایا نہیں تھا۔۔لوگوں نے تالیاں بجائیں،اس نے ایک نظر خود کو سراہتے لوگوں کو دیکھا تھا۔۔کسی نے تنقید نہیں کی تھی،کوئی اس پر طنز نہیں کر رہا تھا،سب مسکرا رہے تھے وہ بھی مسکرا دیا اور نیچے کی طرف آیا۔۔

خول ٹوٹ گیا تھا،روشنی نکل رہی تھی۔۔ساتھ بیٹھے مینیجر نے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں لیا،یخ ٹھنڈا

"نارمل ہو جاؤ۔۔سب ٹھیک ہے "!

اور وہ انھیں دیکھ کر مسکرا دیا۔۔آنکھیں بند کر کے پیچھے ٹیک لگا لی۔۔"تو بس اتنی سی بات تھی "

ایک ہفتے کی پریکٹس کام آئی تھی۔۔

وہاں خاموشی تھی،انتہائی خاموشی۔۔اتنا سناٹا کہ سانس بھی لو تو آواز آئے۔۔وہ ایک عجیب سی جگہ تھی جہاں کچرا پھیلا ہوا تھا۔۔ایک بڑی سی کھڑکی تھی جس میں سے نیلی نیلی

روشنی چھن کر اندر آ رہی تھی۔۔زمین پر کاغذ پھینکے گئے تھے ایسے جیسے کسی کاپی سے پھاڑ کر، سختی سے مروڑ کر پھینکے گئے تھے۔۔ہر چیز پر دھول تھی،اس نے ارد گرد نظر دوڑائی۔۔ کمرے میں ٹوٹی الماری تھی اور ایک میز جس پر دھول تھی۔۔لڑکی نے قدم آگے بڑھایا اس کے پاؤں میں چپلی جوتا تھا اور اس نے ٹراؤزر شرٹ پہنا تھا۔۔بال کھلے تھے اور وہ سہمی ہوئی تھی، مٹھیاں بھینچی ہوئی تھیں۔۔ڈر ڈر کر قدم اٹھا رہی تھی کہ اچانک سے آواز ابھری

"اووووووں۔۔اووووووں" جیسے کسی گہرے سمندر میں کسی وہیل کی آواز ہو، جیسے کسی بڑے سے جنگل میں کسی کے بلانے کی آواز ہو، کسی چمگادڑ یا کسی الو کی اونچی اور لمبی آواز۔۔وہ ڈر گئی اور سہم کر پیچھے دیکھا۔۔

کھڑکی کے عین سامنے جا کھڑی ہوئی تھی۔۔باہر آسمان پر پورا چاند نکلا تھا،اس کی نیلی نیلی روشنی آنکھوں میں پڑی تھی۔۔مگر وہ محو ہو کر دیکھ رہی تھی۔۔باہر دروازہ بجا تھا،اتنی زور سے کہ اس کا دل باہر آ گیا۔۔اس نے کرنٹ کھا کر مڑ کر دیکھا تو کوئی ہیولہ سا تھا جو اس کی طرف بڑھ رہا تھا۔۔

"ویلکم اگین" پھر وہی آواز۔

وہ رونے لگی تھی "مجھے جانے دو" ہیولہ سا اس کے قریب آ رہا تھا، اس کے بھاری بوٹ "ٹک ٹک" کی آواز ابھر رہی تھی۔ اس نے ٹوٹی کھڑکی کو تھام لیا

"مجھے جانے دو "

مگر وہ اس کے قریب آ چکا تھا۔۔ اس کا ہاتھ لیزا کی گردن تک گیا تھا اور وہ اس کی گردن دبا رہا تھا۔ کھردرا مردانہ ہاتھ، وہ اپنے دونوں ہاتھوں سے اس کے ہاتھ کو پکڑ کر گردن سے الگ کر رہی تھی۔۔

وہ کرنٹ کھا کر اٹھی تھی، تنفس تیز تھا اور وہ پسینے سے شرابور تھی۔۔ اس نے اپنی گردن پر ہاتھ لگایا تو وہ ٹھیک تھی، ارد گرد دیکھا، اپنے کمرے میں تھی۔۔ وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں میں دے کر بیٹھ گئی۔۔ پاس پڑے جگ سے تھوڑا سا پانی گلاس میں انڈیلا اور گلاس لبوں سے لگایا پھر گہری سانس لے کر خود کو نارمل کیا اور باہر بالکنی میں چلی گئی۔۔ ٹھنڈی ہوا پڑی تو تھوڑا نارمل ہوئی، اوپر پورا چاند چمک رہا تھا جس کی روشنی آج نیلی تھی۔۔ وہ بڑبڑائی "بلیو مون" اور سینے پر بازو لپیٹے آسمان کو تکتی رہی۔۔ رات تیسرے پہر میں تھی!

اگلے دن حوا کا پیپر تھا، عبدالرحمن اسے امتحانی مرکز چھوڑ کر گئے تھے اور اب ساڑھے گیارہ ابراہیم باہر کھڑا اس کا انتظار کر رہا تھا۔۔اس نے دور سے ہی دیکھ لیا اور چلی آئی۔۔آتے ہی پہلا سوال

"دادا نہیں آئے؟ "

"نہیں" شانے اچکائے "وہ مصروف تھے تو مجھے بھیج دیا "

اس نے سر ہلایا اور آگے بڑھی۔اب وہ آگے آگے چل رہی تھی اور ابراہیم اس کے پیچھے تھا۔۔

اس نے گلا کھنکھارا "تم۔۔خفا ہو؟ "

"نہیں تو" وہ سیدھا چل رہی تھی۔

"مجھے لگا" وہ اب اس کے برابر آ چکا تھا "اس دن تم خدا حافظ کہے بنا ہی چلی گئی تھی "

حوا کو شرمندگی ہوئی تھی (اب کیا کہے؟ دماغ خراب ہو گیا تھا)

"بس۔۔پیپر کی پریشانی تھی "

"کیسا ہوا پیپر؟" وہ ساتھ چلتے بات کر رہے تھے۔ٹیوب ویل کی آواز کانوں میں پڑ رہی تھی، آج کھیتوں میں کوئی کام نہیں کر رہا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اچھا "

اب وہ برگد کے پیڑ کے پاس پہنچ چکے تھے۔

"ایک بات بتاؤں "

"ہوں"

وہ ابراہیم کے دائیں طرف تھی،اس نے بازو لمبا کر کے دائیں جانب چلتے ٹیوب ویل کی طرف اشارہ کیا"وہاں سے میں تمھیں دیکھا کرتا تھا "

اس نے پہلے ٹیوب ویل کو دیکھا پھر اسے۔

پھر ذرا سا پیچھے مڑا اور برگد کے پیڑ کی طرف اشارہ کیا"تم وہاں کھیل رہی ہوتی تھی"

ٹیوب ویل کی طرف اشارہ کیا"اور میں وہاں سے تمھیں دیکھتا تھا"

اس نے کمر پر ہاتھ باندھے"کیوں دیکھتے تھے مجھے؟"وہ گردن اٹھا کر ابراہیم کو گھور رہی تھی۔

"منکوحہ ہو۔۔دیکھ سکتا ہوں تمھیں"اس نے بھی ڈھیٹ بن کر کندھے اچکائے۔

"تب تو نہیں تھی "

پھر چلنے لگے "ہاں لیکن۔۔تم مجھے اچھی لگتی تھی "اس نے گردن موڑی اور اسے دیکھا جو کہ بائیں جانب منہ موڑے کھیت دیکھنے کی ناکام اداکاری کر رہا تھا۔۔وہ بس مسکرائی تھی۔

گھر کے سامنے پہنچ چکے تھے "خدا حافظ "کہا اور اندر آ گئی۔۔

رات نماز کے بعد عبدالرحمن کمرے میں صوفے پر بیٹھے تھے اور ساتھ ابراہیم تھا،اس نے اپنا سر ان کے بازو سے ٹکایا تھا اور ان کے ہاتھ کی پشت پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔۔وہ اس سے کچھ کہہ رہے اور وہ سن رہا تھا

"آپ یہاں ٹھیک ہیں، جانا ضروری ہے کیا؟ "

"ہاں۔۔میرے بہت سے کام ہیں۔۔عبدل کے تین خط آ چکے ہیں، جانا تو تھا میں نے "

اس نے انھیں خفگی سے دیکھا

"آپ اچھا نہیں کر رہے "

انھوں نے ایک سانس خارج کی

"تم چھوٹے تھے تو آ جاتے تھے،لاہور بھی اچھا لگتا تھا،اب تم بھی نہیں ہو گے میرا گھر تو گھر دل بھی ویران ہے"

سمیرا چائے لے آئی تھیں اور سامنے میز پر ٹرے رکھا، پھر چلی گئیں۔

"وہ جو لوگ آئے تھے، ان کے بارے میں کیا سوچا؟"

وہ ان کے ہاتھ کی پشت پر انگلی سے گول گول دائرے بنا رہا تھا "واپس آؤں گا، پھر کچھ سوچتے ہیں "

وہ آگے کو جھکے اور چائے کا کپ پکڑا، لبوں کو لگایا

"دادا۔۔ باپ بننا کتنا مشکل ہوتا ہے نا "

"میں پہلے ہی جانتا تھا، تمھاری اور سکینہ کی کسی بات پر بگڑی ہے"

انھوں نے اسے دیکھا جو کہ ابھی تک ان کے بازو سے سر لگائے بیٹھا تھا۔۔ وہ خاموش رہا پھر خود ہی بول پڑے

"یہ جو ہماری بیٹیاں ہوتی ہیں نا، چار دیواری میں ہمارے سامنے رہنے والی، ہنستی مسکراتی قہقہے لگانے والی۔۔ باپ بھائی کے ساتھ ہی ایسی ہوتی ہیں بعد میں اللہ جانے کیسے نصیب ہوں، بیوی ہوتی ہے تو شوہر کے سارے دکھ خود پر لے لیتی ہے۔۔ ماں ہوتی ہے تو اولاد کا غم، پھر ایسے قہقہے نہیں بکھیرتیں اور ہم دنیا والے انھیں ام- میچور کہہ دیتے ہیں۔۔ کبھی تم

انھیں اکیلا دیکھو، گھر سنبھالتا اور گھر بناتا ہوا، یہ بڑی سیانی ہوتی ہیں۔۔ لیکن کوئی سمجھتا نہیں ہے"

اس نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا

"خوش قسمت ہو، اتنی جلدی اٹیچمنٹ آگئی "

وہ جو آگے جھک کر کپ پکڑ رہا تھا، مسکرا دیا۔

"خط لکھا کروں گا آپ کو "

انھوں نے ایک گھونٹ بھرا

"تم نہیں لکھو گے تو میں خود آجاؤں گا "

وہ مسکرایا تھا، دونوں کی باتیں جاری تھیں۔۔ رات ٹھنڈی پڑتی جا رہی تھی۔۔

عصر کی اذان ہوئی اور اس نے اچھے سے سٹالر سر پر اوڑھا اور قرآن پڑھنے چلی آئی۔۔ دروازہ کھلا تھا اور بچے جا چکے تھے۔۔ وہ باقی بچوں کے بعد ہی آتی تھی۔۔ تخت پوش پر خالہ کو سلام کہہ کر بیٹھ گئی۔۔ پھر کچھ دیر سبق دہراتی رہی اور پھر اگلا سبق لے کر سپارہ ایک طرف رحل پر رکھ دیا۔۔

"ہم تو پیدائشی مسلمان ہیں، سلام تو ان مسلمانوں پر جنھوں نے اپنا دین اپنا صحیح راستہ خود ڈھونڈا تھا۔۔ ہمارے ماں باپ نے تو ہمارے کان میں اذان دی اور ہم مسلمان ہو گئے مگر ان کی کیا بات ہو گی جو اذان سن کر لبیک کہہ کر آئے "

وہ مسکرائی تھی "خالہ۔۔ آپ بھی بہت خوش نصیب ہیں۔۔ آپ کو نہیں پتہ کتنا کچھ جھیل کر کیا کچھ سہہ کر یہاں آنا پڑتا ہے، اپنا آپ خود ڈھونڈنا پڑتا ہے۔۔ اللہ نے آپ کو اس آزمائش سے بچایا ہے "(اب وہ خدا کی بجائے اللہ کہتی تھی)

"جتنی بڑی آزمائش ہوتی ہے اتنا بڑا صلہ ہوتا ہے۔۔ امتحان تو ان کا بھی ہے جن کو وراثت میں روشنی تھما دی گئی اور ان کا بھی امتحان ہے جو خود روشنی ڈھونڈتے ہیں اور اس پر قائم رہتے ہیں "

وہ گھٹنے سینے سے لگا کر بیٹھ گئی۔۔ "مطلب؟"

"تم نے ابراہیم (علیہ السلام) کا قصہ سنا ہوا ہے۔۔ آج میں تمھیں ایک اور کہانی سناتی ہوں، حضرت یاسر (رض)، حضرت عمار (رض) اور حضرت سمیہ (رض)۔۔ یہ محمد ﷺ کے زمانے میں تھے، یہ ایمان لائے تھے اسلام قبول کیا تھا انھوں نے۔۔ سارا دن انھیں تپتی دھوپ، گرم ریت پر لٹا دیتے تھے، ریت میں دھنسا دیتے تھے۔۔ مگر وہ پھر بھی اسلام پر

قائم رہے تھے۔۔ حضرت سمیہ (رضی اللہ عنہ) کا دایاں بازو اور دائیں ٹانگ ایک جنگلی اونٹ سے باندھ دیتے تھے اور بایاں بازو اور بائیں ٹانگ ایک دوسرے جنگلی اونٹ سے۔۔ اور ان اونٹوں کو مخالف سمت میں دوڑایا جاتا تھا۔۔ جب ان کا جسم پورا کھینچا جاتا ہے اور وہ شدید تکلیف میں ہوتی تھیں تب ابو جہل انھیں اسلام چھوڑنے کو کہتا تھا مگر وہ قائم رہتی تھیں، انھوں نے اسلام نہیں چھوڑا یہاں تک کہ ابو جہل نے ایک نیزہ مارا اور ان کا جسم دو حصوں میں بٹ گیا۔۔ مگر وہ مسلمان رہیں۔۔ انھوں نے روشنی خود ڈھونڈی تھی اور پھر اس روشنی کی حفاظت کرتے رہے۔۔ روشنی کی حفاظت روشنی پا لینے سے زیادہ کٹھن ہوتی ہے۔۔ اسلام لانا کوئی چھوٹی بات نہیں ہے۔۔ جو ایمان لاتا تھا وہ قائم رہتا تھا، جان مال کی فکر کسے تھی، ایک بار وہ لبیک کہتے تھے تو بس پھر اللہ کے ہو جاتے تھے۔۔ انھوں نے روشنی کی حفاظت اپنے ایمان سے کی تھی وہ ایمان جو وہ اللہ پر لائے تھے محمد ﷺ پر لائے تھے "

"محمد ﷺ دلوں پر اتنا اثر کرتے ہیں؟" خالہ بس مسکرا دیں۔

اس کے ذہن میں وہ اخبار آیا جس پر خبر چھپی تھی، ایک بچے نے ایک اجنبی کو کھانا دیا تھا کیونکہ اگر محمد ﷺ ہوتے تو وہ بھی یہی کرتے۔۔ لوگ آج بھی ان کی بات مانتے ہیں۔۔

وہ گھٹنوں پر گال رکھے بائیں طرف منہ کیے انھیں دیکھ رہی تھی، ان کے لب ہل رہے تھے شاید وہ کچھ کہہ بھی رہی تھیں مگر اس کا دماغ کہیں اور تھا۔۔

"ایک شخص کہتا ہے ایمان لاؤ اور وہ ایمان لاتے ہیں یہاں تک کہ وہ جان سے بھی چلے جاتے ہیں۔۔ محمد ﷺ دلوں پر اتنا اثر کرتے ہیں "

پاس پڑے مٹی کے چھوٹے پیالے میں ایک چڑیا اپنی چونچ ڈالے پانی پی رہی تھی۔۔

اکتوبر 1963

یہ پت جھڑ کی ایک شام تھی۔۔لاہور بھی اداس اداس سا لگ رہا تھا، لوگوں کا ہجوم تھا مگر پھر بھی کچھ مرجھایا مرجھایا سا لگتا تھا۔۔رات سات بجے لڑکا اپنے ہاسٹل سے نکلا، پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے سر جھکائے پندرہ منٹ کی واک پر فٹ پاتھ پر چلتے باغ جناح پہنچا۔۔ دور پڑا بنچ خالی تھا، اس پر بیٹھ گیا۔۔آسمان بھی خالی خالی سا تھا، اسے ذرا سی خنکی محسوس ہو رہی تھی، گھاس پر سوکھے پتے بکھرے تھے۔۔اس نے اپنا چہرہ آسمان کی طرف اٹھایا اور آنکھیں بند کیں، ایک سانس ناک کے ذریعے اندر کھینچی، خود سے کلام کیا، دل سے آواز آئی "اب

ایک یہی طریقہ ہے تم سے ملنے کا" اور بنچ کی پشت سے ٹیک لگا دی۔۔ہاتھ جیبوں میں ہی تھے

منظر بدلا لوگ بدلے وقت بہت پیچھے چلا گیا۔۔

ایک خوبصورت سا باغ تھا، عصر سے ذرا پہلے کا وقت تھا، آسمان نارنجی تھا، ہر طرف کلیوں کی خوشبو پھیلی تھی۔۔دور دیکھو تو عبدالرحمن احمد مرزا کے ساتھ کھڑے کسی موضوع پر بات کر رہے تھے، اس کی طرف ان کی پشت تھی۔۔کیاری میں لگے پودے پھولوں سے بھرے پڑے تھے، کہیں کہیں پیلے رنگ کے لیموں بھی لٹکے نظر آ رہے تھے، بڑے درخت پر انار لٹک رہے تھے ایک آدھے ابھی کچے بھی تھے۔۔دور دور تک باغ میں ہری گھاس تھی جس پر بوڑھا آدمی لان موور (گھاس کاٹنے والی مشین) چلا رہا تھا۔۔سیب کے درخت کے نیچے ایک لڑکی کھڑی تھی جس نے ہلکے گلابی رنگ کا بڑا سا دوپٹہ اوڑھا تھا اور اس نے افرا (مالی کی بیٹی) کا چھوٹا بچہ اٹھایا ہوا تھا اور مسکراتے ہوئے افرا سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔

لڑکا گردن موڑے اسے دیکھ رہا تھا، اس کے اپنے ہاتھ میں بیجوں کا ایک ننھا سا تھیلا تھا۔۔

چھوٹے بچے نے اس کے کان کی لو میں موجود چھوٹی گول سی بالی کو اپنے ننھے سے ہاتھ میں لیا، مضبوطی سے اس بالی کو پکڑ لیا اور وہ اسے چھڑا رہی تھی۔۔

افرا نے اس کی بالی کھول دی اور وہ کان کی لو کو انگلی سے مسل رہی تھی، کان سرخ پڑ چکا تھا۔۔ بالی بچے کے ہاتھ میں ہی تھی، عبدالرحمن نے آواز دی اور اسے آنے کا آشارہ کیا، اس نے افرا سے کچھ کہا اور ان کے پاس چلی گئی۔۔ لڑکے نے افرا کو ہاتھ سے پاس آنے کا اشارہ کیا۔۔ وہ بچہ پکڑے ہی اس کے پاس آئی۔۔ لڑکے نے اس کے بچے کی گال کو نرمی سے چھوا اور پھر بولا

"بالی دو" ہتھیلی آگے بڑھائی۔

"جی؟ "

"بالی دو"

افرا نے نا سمجھی سے بالی اس کی ہتھیلی میں رکھ دی۔۔ لڑکے نے چند لمحے اس بالی کو دیکھا پھر مٹھی بند کر لی

"اب تم گم ہو جاؤ۔۔ جب تک وہ چلی نہ جائے مجھے نظر نہ آنا "

"میں۔۔ "

اس نے اس کی بات کاٹ دی "باجی بلا رہی ہیں، گھر جاؤ" اور وہ سر ہلا کر چلی گئی۔۔

لڑکا مڑا، رخ پودوں کی جانب تھا، بیج کا ننھا سا تھیلا نیچے گھاس پر پڑا تھا۔۔اس نے ایک نظر اس بالی کو دیکھا، پھر جیب میں رکھ لی۔۔لڑکی اپنے دادا کے جواب میں مسکرا رہی تھی۔۔

اس نے آنکھیں کھول دیں، ہوا کا جھونکا منہ سے ٹکرایا تھا۔۔منظر بدلے ہوئے تھے، ماضی سے حال میں سفر کیا تھا۔۔پھر اٹھا اور اسی طرح جیبوں میں ہاتھ ڈالے سر جھکائے چل دیا۔۔سڑک کنارے ایک فقیر صدا لگا رہا تھا جس کے کٹورے میں اس نے جیب سے ایک ٹکا نکال کر رکھا اور پھر چل دیا۔۔

دوپہر میں نماز کے بعد جب وہ گھر آیا تو سمیرا چولہے کے سامنے سکینہ کے ساتھ بیٹھیں بیسن والی روٹیاں بنا رہی تھیں، اس نے سلام کیا اور سیدھا اندر چلا گیا۔۔دادا صبح ہی واپس چلے گئے تھے اور اب گھر خاموش خاموش سا لگ رہا تھا۔۔وہ اندر گیا اور سینے کے بل بستر پر لیٹ گیا۔۔

ساتھ والے مکان میں لڑکی اپنی الماری صاف کر رہی تھی، تازہ تازہ آسیہ بیگم سے عزت افزائی ہوئی تھی، کپڑے اچھے سے تہہ کر کے رکھے تھے، نیچے والے خانے میں ایک چھوٹا سا لکڑی کا ڈبہ پڑا تھا جس میں اس نے ابراہیم کی دی ہوئی ساری چیزیں رکھی تھیں، اس کے

پھول جو کہ سوکھ چکے تھے،اس کا خط، پھولوں کا تاج۔۔اس نے احتیاط سے ڈبہ بند کیا اور اندر رکھ دیا۔۔اب دراز کھولا اور چیزیں سمیٹنے لگی،وہ پین پھر سے سامنے آیا تھا،اس کا دل پھر سے گھبرایا تھا اور اس نے بڑے تحمل سے ماتھے پر آئے ذرا سے پسینے کو ہاتھ کی پشت سے پونچھا تھا۔۔

"اچھی لگ رہی ہو" سامنے ایک جھمکا دیکھ کر اسے کسی کی آواز سنائی دی۔

اس نے وہ جھمکا پکڑا اور ڈریسنگ ٹیبل پر پڑے ڈبے میں پھینکنے کی صورت رکھا اور دوبارہ وہاں آگئی۔۔

"میں چاہتا ہوں۔۔"اس نے سر جھٹکا اور زور سے دراز بند کیا۔۔

دوسرے گھر میں سمیرا ابراہیم کو آواز لگا رہی تھیں۔۔توے پر سے دھواں اٹھ رہا تھا

"ابراہیم۔۔آجاؤ بیٹے" وہ سستی سے اٹھ کر آرہا تھا۔

انھوں نے دو روٹیاں پونے میں ڈال کر پلیٹ اس کی طرف بڑھائی

"یہ چچی کو دے آؤ "

"پہلے چچی کے داماد کو تو دے دیں" اور اس نے پونا کھولا اور روٹی کا نوالہ توڑا،منہ میں ڈال کر چبانے لگا۔۔

سمیرا نے ساتھ چارپائی پر بیٹھے ابراہیم کو گھورا جو کہ ڈھیٹ بن کر کھا رہا تھا۔۔انھوں نے ایک اور روٹی بنائی، وہ اپنی روٹی کھا چکا تو حوا کا دروازہ کھٹکھٹایا۔۔بی جان نے دروازہ کھولا، اسے پیار دیا

"چچی کہاں ہیں؟ "

"اوپر "

اور وہ سیڑھیاں پھلانگتا اوپر چلا گیا۔۔پہلے حوا کا کمرہ آتا تھا پھر آسیہ کا، اس نے ذرا سا اس کے کمرے میں جھانکا وہ الماری کا دروازہ کھولے کھڑی تھی۔۔آسیہ اپنے کمرے میں تھیں، بیڈ پر بیٹھیں سامنے بہت سے کپڑے پھیلائے۔۔سلام دعا کر کے اس نے پونے میں لپیٹیں روٹیوں کی پلیٹ آگے بڑھائی

"امی نے بیسن والی روٹیاں بنائی تھیں، آپ کے لیے بھی بھیجی ہیں "

وہ مسکرا کر بتا رہا تھا، انھوں نے پلیٹ لی "تم بیٹھو "

"نہیں نہیں۔۔بس میں چلا۔۔کوئی تکلف کی ضروت نہیں ہے چچی "

انھوں نے اس کو کہنی سے تھاما اور بیڈ پر بٹھایا

"بیٹھو چپ کر کے "

اور وہ چپ کر کے بیٹھ گیا، وہ نیچے چلی گئیں تو وہ خاموشی سے باہر آیا اور ساتھ والے کمرے میں ذرا سا جھانکا، وہ زمین پر بیٹھی گیلے کپڑے سے ہاتھ میں پکڑے شیشے کو صاف کر رہی تھی۔۔اس نے دستک دی، حوا نے گردن موڑی اور اسے دیکھا، کہا کچھ نہیں۔۔

"کیسی ہو؟ "

وہ خاموش رہی۔

اسے اپنا آپ بے معنی لگا تھا۔وہ اسی طرح شیشہ صاف کرتی رہی۔

ایک گیلی سانس اندر کھینچی تو وہ چونکا، شاید وہ رو رہی تھی، شاید اس کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی۔۔

"تم ٹھیک ہو؟" دماغ کو چپ کروا کر اس نے ایک بار پھر اس سے سوال کیا تھا۔

وہ پھر بھی کچھ نہ بولی۔

یہ کیسی بے عزتی تھی، دماغ نے حکم صادر کیا تھا کہ وہ وہاں سے چلا جائے، محبت ہو کہ نفرت، عزت نفس پر وہ سمجھوتا نہیں کرتا۔۔اور ایک لمحہ اور گزرا تھا اور وہ وہاں سے واپس مڑ گیا۔۔لڑکی نے گردن موڑ کر دیکھا تھا مگر وہ جا چکا تھا۔۔اس نے شیشہ زمین پر رکھ دیا اور گلابی آنکھیں ہتھیلی سے صاف تھیں۔۔

سیڑھیوں پر سے اتر رہا تھا، قدم آخری زینے پر تھے کہ آسیہ بیگم سامنے سے آ گئیں

"جا رہے ہو؟ "

"جی" بمشکل مسکرایا "چچی کام تھا پھر آؤں گا ملنے "

اور وہ آگے بڑھنے لگا تھا کہ وہ بولیں "اچھا یہ دلیہ لیتے جاؤ، صبح بنایا تھا، سکینہ شوق سے کھاتی ہے "

اس نے سر ہلا کر ڈبہ پکڑا اور خدا حافظ کر کے آ گیا۔۔

گھر آتے ہی ڈبہ سمیرا کو دیا اور کمرے میں گھس گیا۔۔ بیڈ پر بیٹھ گیا، وہ شدید اضطراب کا شکار تھا

"وہ مجھ سے ملنے سے احتراز برت رہی ہے اور میں ہوں کہ۔۔ اف" اس نے ماتھے کو چھوا۔

دل اداس سا تھا، اسے واپس اپنے یونٹ جانا تھا، وہ فرار کا راستہ ڈھونڈ چکا تھا۔۔ بس کل کا دن ہی بچا تھا اور پھر وہ واپس چلا جائے گا۔۔ مگر وہ ایسی کیوں ہو گئی ہے؟ کبھی بہار ہوتی ہے اور کبھی خزاں!

صبح معمول کے مطابق کلاس ہو رہی تھی اور پروفیسر لیکچر ختم کر کے جا رہے تھے، تب ہی کلاس میں تین لڑکیاں آئیں۔۔دونے عبایہ اوڑھا تھا اور ایک چادر میں تھی۔۔لیزا نے اپنی چیزیں سمیٹ کر بیگ میں ڈالیں اور بیگ کندھے سے لٹکایا، وہ کسی مجلس کی بات کر رہی تھیں، کوئی محفل شاید مگر اسے ان چیزوں کی سمجھ نہیں تھی نہ وہ ان کو اتنی اہمیت دیتی تھی، کچھ ہفتے پہلے بھی وہ ایک ایسی ہی مجلس میں چلی گئی تھی جہاں حلال حرام جائز ناجائز کی بحث شروع تھی، وہ اٹھ کر آ گئی۔۔آج بھی اس کے سامنے کھڑی لڑکی اسے ایک پمفلٹ پکڑا رہی تھی، اس نے ایک نظر اسے دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا۔۔اٹھ کر جانے لگی تھی کہ اس کے سامنے ساتھ والی لڑکی کا پمفلٹ پڑا تھا اور بڑا سا نام لکھا تھا "خاتم النبیین محمد ﷺ" تو اس نے پکڑ لیا، وقت اور جگہ پڑھی اور باہر چلی گئی۔۔کافی دیر سوچنے کے بعد وہ اٹھی اور اس جگہ پر پہنچی جہاں خواتین جمع ہو رہی تھیں، وہ لیٹ تھی مگر کیا فرق پڑتا ہے۔۔اندر کارپیٹ بچھا تھا، بڑی بڑی کھڑکیوں سے روشنی اندر آ رہی تھی اور سامنے ایک عورت بیٹھی کچھ بول رہی تھی۔۔وہ اپنا سٹالر اوڑھ کر گئی تھی، پیچھے جا کر بیٹھ گئی، کافی زیادہ خواتین تھیں۔۔اس کے آگے دو تین کلاس فیلوز نے مڑ کر اسے دیکھا، وہ جیسے شرمندہ سی ہوئی۔۔یہ اس کا مذہب نہیں تھا مگر اس نے سر جھٹک دیا۔۔خالہ یا بچوں نے کبھی ایسے محسوس نہیں کرایا تھا، خیر وہ

سامنے بیٹھی عورت کو سننے لگی۔۔وہ بلال (رضی اللہ عنہ) کا قصہ سنا رہی تھیں،ان کی قربانی، ان کی ثابت قدمی اور ان کی رسول ﷺ سے محبت۔۔

دونوں ٹانگیں سینے سے لگائے وہ محو سی سامنے دیکھتی سن رہی تھی۔۔وہ کسی اور دنیا میں تھی یہاں نہیں تھی،اس کی آنکھیں گلابی پڑنے لگی تھیں۔۔

ایک بار پھر وہ اس مقام تک لائی گئی تھی جہاں وہ سن رہی تھی کہ کوئی ایسا ہے جو پھر سے محمد ﷺ پر ایمان لایا ہے اور قائم رہا ہے، کچھ بھی ہو جائے وہ پیچھے ہٹنے والا نہیں ہے، بھوک سے آزمایا جا رہا ہے،اسے ریت پر لٹا کر جان سے آزمایا جا رہا ہے۔۔اسے لگا وہ تھوڑی دیر اور یہاں بیٹھی تو اونچی آواز میں رونے لگے گی۔۔اس نے آنکھیں ہتھیلی سے رگڑیں اور اٹھ کر باہر آ گئی۔۔

)میں نے آج تک ایسا انسان نہیں دیکھا جس کے لیے کوئی اس حد تک چلا جائے، جس پر کوئی اس حد تک ایمان لائے(

وہ چلتی جا رہی تھی، تیز تیز قدم اٹھاتی۔۔فٹ پاتھ پر چڑھی اور بازو سینے پر لپیٹ لیے۔

)آج بھی اور کل بھی، وہ ایسے ہی تھے کہ لوگ ان پر ایمان لانے کے بعد اپنا آپ بھول جایا کرتے تھے (

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ قرآن کو ڈھونڈنے نکلی تھی اور قرآن سنانے والے کو سن رہی تھی، قرآن لانے والے کی طرف بڑھ رہی تھی۔

)اور پتہ نہیں کتنے لوگ ہیں جو جان دیتے ہیں، جو ایک باران کی آواز پر لبیک کہتے ہیں، "احد" کہتے ہیں تو "احد" کے ہو جاتے ہیں(

اس کے قدم لائبریری کی جانب اٹھ رہے تھے، راستے میں نظر اٹھائی تو ایک بچہ بڑی حسرت سے فٹ پاتھ پر بیٹھا سامنے کون والے آدمی کو دیکھ رہا تھا، اس سے کون لے کر چھوٹے بچے کھا رہے تھے مگر وہ اپنے دونوں ہاتھوں میں اپنا چہرہ لیے انھیں دیکھ رہا تھا۔۔ اسے بے پناہ رحم آیا تھا، وہ بڑھی اور کون لے کر اسے دی۔۔ لڑکا پہلے تو گھبرایا پھر مسکرا کر لے لی۔۔ اس نے ایک نم سانس اندر کھینچی اور اسے مسکرا کر دیکھا

)اگر محمد ﷺ ہوتے تو وہ بھی یہی کرتے؟(

تھوڑی دیر بعد قریباً چھے بجے کے قریب بڑی سی لائبریری میں نظر دوڑاؤ۔۔ سامنے ایک لڑکی کرسی پر بیٹھی کہنیاں میز پر رکھے سامنے ایک اخبار پر جھکی تھی۔۔ اس کا پرس ساتھ پڑا تھا۔۔ وہ انگریزی اخبار پڑھتی تھی مگر آج ایسے ہی وہ بیٹھی تو سامنے اردو اخبار پڑا تھا اس نے پکڑا اور صفحے پلٹا کر ایک آرٹیکل پڑھنے لگی۔۔ اندر آتے شخص کو اس کا چہرہ نہیں دکھا تھا، وہ

سٹالر اوڑھے بیٹھی تھی مگر آگے سے نظر آتے بھورے بال اس بات کی نشاندہی کر رہے تھے کہ وہ لیزا سٹیفورڈ ہے۔۔ مغرب کا وقت تھا، فضا میں سوگواریت تھی۔۔اس نے کرسی نکالی، لڑکی نے سر اٹھایا، پھر اسے دیکھ کر مسکرائی۔۔اس کی آنکھیں گلابی اور پلکیں نم تھیں، ایک نم سانس اندر کھینچی۔۔ کیف کی نظر اخبار کے صفحے پر پڑی جہاں پر جگہ جگہ پانی کے قطرے پڑنے سے گول گول نشان پڑ چکے تھے، کاغذ ان جگہوں سے کافی نرم تھا اور الفاظ پھیلے پھیلے لگ رہے تھے۔۔وہ سنجیدہ تھا

"کیا ہوا؟ لیلیٰ مجنوں کی کہانی پڑھ رہی ہو؟ "

لیزا نے نفی میں سر ہلایا۔۔اس کی آنکھیں مزید گلابی پڑیں اور اس نے اپنے بازو پر سر رکھ دیا۔۔

اس نے نا سمجھی سے دیکھا اور اس کے بازو کے نیچے سے اخبار لیا۔۔پڑھنا شروع کیا، ایسا کچھ تھا تو نہیں پھر وہ کیوں ایسے رو رہی تھی، دور لڑکے کو اس نے شہادت کی انگلی اور انگوٹھے کو لبوں تک کے جا کر پانی کا گلاس لانے کا اشارہ کیا۔۔

پانی پینے کے بعد وہ نارمل ہوئی تھی۔۔کچھ لمحے خاموش بیتے

"یہ تم نے رونے میں پی ایچ ڈی کی ہوئی ہے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ مسکرادی۔ نفی میں سر ہلایا

"پھر؟ "

اس نے اس کے سامنے سے اخبار لیا اور دائیں طرف لمبے سے لکھے کالم کی طرف اشارہ کیا، اس کی آخری سطور پر انگلی رکھی۔۔ کیف نے وہ سطور پڑھنا شروع کیں

سلام ہو ان ﷺ پر

جو بیٹھ گئے تھے گھٹنوں کے بل

اور تعزیت کی تھی

ایک اداس بچے سے

جو غمگیں تھا

کیونکہ

اسکی چڑیا مر گئی تھی۔۔

اس نے پڑھ کر ایک سانس خارج کی۔۔

"یہ آپ ﷺ کی سیرت ہے، اسے پڑھ کر رو رہی ہو؟" وہ مسکرایا تھا

"ہاں" اس نے انگلی کی پور سے آنکھ کے کنارے صاف کیے "خود ہی رونا آگیا تھا "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ اسے دیکھ کر پھر مسکرایا" تمھارا کچھ نہیں ہو سکتا "

"تم۔۔انھیں جانتے ہو؟ "

کیف ہنس دیا۔

"انھیں یہاں سب جانتے ہیں، یہ آخری نبی ﷺ ہیں ہم ان کی امت "

وہ خاموش رہی، نم سانس اندر کھینچا

"یہ تو چھوٹی چھوٹی بات پر آنکھیں لال کرنے والی لیزا کو بھی جانتے ہیں"

وہ حیران ہوئی تھی

"واقعی؟ "

"ہوں "

اس کی لاعلمی پر وہ اسے نرم سی مسکراہٹ لیے دیکھے گیا تھا

"سوری۔۔مجھے نہیں پتہ تھا "

"اٹس اوکے۔۔یہ محمد ﷺ ہیں۔۔کائنات کے سب سے زیادہ رحم دل اور اچھے انسان۔۔ان سے زیادہ تمھیں کوئی محبت نہیں کر سکتا "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس کے لیے یہ باتیں نئی تھیں، کیف اسے مزید باتیں بتا رہا تھا اور وہ اپنی ہتھیلی گال سے لگائے سن رہی تھی۔۔کاش اسے پہلے پتہ ہوتا

وہ باہر کی طرف بڑھ رہے تھے"" کتنی انرجی ضائع کرتی ہو رونے میں؟

اس نے شانے اچکائے"" پتہ نہیں۔۔ کبھی توجہ نہیں دی

کیف ہنس دیا"آؤ۔۔لیزا کو آئس کریم کھلاتے ہیں"

خزاں شروع ہو چکا تھی، ہوا میں خنکی تھی۔۔

پچھلے کئی دن وہ چھت پر نہیں آئی تھی، اس ایک دن ہی آئی تھی جب ابراہیم واپس آیا تھا اور پھر نہیں آئی، نا جانے کس بات پر خفا تھی۔۔وہ بھی ابراہیم تھا زبردستی کسی پر کچھ نہیں تھوپتا تھا، سو آج وہ دیوار کے ساتھ کھڑا تھا۔۔کل اس نے فجر کے بعد نکل جانا تھا اور تیاری مکمل تھی، دیوار کے ساتھ کھڑے سینے پر ہاتھ لپیٹے اس نے ایک موٹی پوری آستینوں والی میرون گول گے والی شرٹ اور نیچے سیاہ پینٹ پہن رکھی تھی، خاموشی سے دور کھیتوں کو دیکھ رہا تھا جہاں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا۔۔بہت عجیب سا لگ رہا تھا، اس کا دل موسم کی طرح اداس تھا، دفعتاً کسی کی آہٹ سنائی دی تھی اور پھر روشنی بھی۔۔وہ لیمپ لیے سیڑھیوں پر

چڑھ رہی تھی،اوپر آتے ہی چند لمحے خاموشی سے ساتھ والی چھت پر کھڑے لڑکے کو دیکھا اور پھر چھوٹی دیوار پر لیمپ رکھا اور اس جگہ کھڑی ہوئی جہاں پہلے ہوتی تھی، جہاں سے ابراہیم اور اس کا دونوں کا گھر نظر آتا تھا، جہاں بیٹھ کر برگد کا پیڑ دکھائی دیتا تھا،اس نے خاموشی سے اسے دیکھا مگر وہ نہیں مڑا،اس نے حوا کو جیسے نہیں دیکھا، جیسے وہ یہاں ہے ہی نہیں۔۔حوا نے تھوک نگلا اور سنجیدہ چہرے والے لڑکے کو دیکھا جو سپاٹ انداز میں سامنے دیکھ رہا تھا،(دماغ کیوں خراب ہو جاتا ہے تمھارا، بگھتو اب!)اس نے خود کو ملامت کیا اور چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی دوسری طرف جانے لگی یعنی پچھلی دیوار کی جانب۔۔پھر چھوٹی دیوار پر لیمپ رکھا،اب ابراہیم اس کے سامنے، کئی فاصلے پر مگر رخ اس کا دیوار کی طرف تھا، حوا اس کی طرف منہ کیے اسے دیکھ رہی تھی پھر دل بڑا کر کے بولی

"آپ خفا ہیں؟"وہ کچھ بھی نہیں بولا۔

اس نے سر جھکا لیا،ایک ہاتھ سے مضبوطی سے دیوار تھام لی

"مجھے معاف کر دیں "

اس کا سر ابھی بھی جھکا تھا،ابراہیم نے گردن موڑ کر اسے دیکھا،اس نے بھی لمحے چہرہ اٹھایا اور نظر اس پر پڑی

"مجھے ڈر لگ رہا ہے آپ سے" وہ بولی تو آواز ہلکی سی کانپ رہی تھی۔

اس نے سینے پر لپیٹے بازو آزاد کیے، پہلو میں گرا دیے اور اس کے پاس دیوار پر آ کر بیٹھ گیا، دونوں کے درمیان لیمپ تھا

"جب کوئی مجھ سے دور ہونا چاہتا ہے تو میں اس کے لیے آسانی پیدا کر دیتا ہوں، ابراہیم کسی کے لیے بے جا مشکل نہیں کھڑی کرتا "

مانو حوا کے دل کو کسی نے دبایا تھا

"پھر آپ پوچھتے ہیں کہ تمھیں مجھ سے ڈر کیوں لگتا ہے؟" اس کی آواز ابھی بھی کانپ رہی تھی، ہاتھ دیوار پر ہی جمے تھے۔

ابراہیم نے اسے دیکھا تو اس کی آنکھوں کے کٹورے ذرا سے بھرے ہوئے تھے جیسے ابھی کوئی سخت بات بولے گا اور ابھی وہ ناراض ہو کر روتے ہوئے چلی جائے گی۔۔

"میں خفا ہو سکتا ہوں تم سے؟" اب کی بار لہجہ نرم تھا، پہلے والا

"ہاں" اور ایک آنسو گال پر لڑھک گیا "مجھ سے ہر کوئی خفا ہو کر چلا جاتا ہے، میں بہت بری ہوں" اس نے گال پر لڑھکے آنسو صاف کیے۔

"آئندہ میرے سامنے رونا نہیں۔۔عبداللہ چچا کی بیٹی، میری امان میں ہو اور رو دے، خواب میں چچا جوتے لگائیں گے "

اس نے جھٹ سے آنسو صاف کیے۔

"اب بتاؤ کیا ہوا تھا؟ تم الجھی الجھی کیوں تھی؟"اس نے دوبارہ سینے بازو لپیٹ لیے، ایک ہاتھ ہونٹوں تک لے گیا، اس کی طرف متوجہ تھا

حوا بھی اب دیوار پر بیٹھ گئی تھی "وہ۔۔مجھے غصہ بہت آتا ہے" گردن جھکائے بائیں ہاتھ کی انگلیاں دائیں ہاتھ میں باہم ملائے بولی تھی۔

"کیوں؟ "

"پتہ نہیں۔۔جب بھی کچھ ایسا ہوتا ہے جو میری مرضی خلاف ہوتا ہے، یا کچھ ایسا جس کے لیے میں تیار نہیں ہوتی تو غصہ آجاتا ہے"اس نے اب ابراہیم کو دیکھا جو کہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

اس نے سمجھ کر سر ہلایا

"تو اس لیے جب میں آیا تھا میں نے آتے ہی دوبارہ جانے کی بات کر دی اور حوا بنت عبداللہ کی مرضی کے خلاف تھا یہ، آپ تیار نہیں تھیں اس کے لیے۔۔ تو سب سے پہلے غصہ آیا اور پھر ملال۔۔ ہوں "!

اس نے سمجھنے والے انداز میں دوبارہ سر ہلایا۔ وہ خاموشی سے اسے سن رہی تھی۔

"چلو آئندہ۔۔ تم سے اجازت لے کر جاؤں گا" اس نے پلکیں اٹھائیں اور ہلکا سا مسکرا دی

"کمرے میں کیوں خفا بیٹھی تھی؟ "

"امی نے ڈانٹا تھا "

وہ ہنس دیا۔

"میری امی نے بھی مجھے ڈانٹا تھا مگر فوجی بڑے ڈھیٹ ہوتے ہیں، کیونکہ فوجیوں کو منانے والے نہیں ہوتے نا "

حوا نے ایک سانس خارج کی تھی، دل ہلکا ہو گیا تھا

"چلو۔۔ ایک کہانی سناتا ہوں، مجھے کہانیاں بہت پسند ہیں "

وہ متوجہ ہو گئی۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اکیڈمی میں ہمارے ساتھ میجر جمال ہوتے تھے۔وہ پٹھان تھے اور کیا رعب تھا ان کا۔ ان کی موجودگی میں کیا مجال کوئی پرندہ بھی پر مار جائے۔ان کا کمال ضبط سبحان اللہ کوئی کام انکی کی مرضی کے بغیر نہیں ہوتا تھا۔وہاں ہمارے ساتھ برہان ہوا کرتا تھا،امیر باپ کی بگڑی ہوئی اولاد،اس کے کرنل باپ نے اسے زبردستی ہمارے ساتھ بھیجا تھا۔اسے مرچیں بہت لگتی تھیں یعنی اسے چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ آتا تھا۔یوں نہیں یوں یوں نہیں یوں اور یوں نہیں ہوا تو برہان صاحب کا پارا ہائی۔یہ ہمارے شروع کے دن تھے میجر جمال کے ساتھ ایک مرتبہ ہم مارچ پر نکلے تھے،سارا دن جنگل میں بھوکے گزارا اگلے دن اسی جنگل میں پتے پھل جو ملا کھا لیا مگر برہان تھا نازوں پلا کسی سلطنت کا شہزادہ۔اسے میجر جمال کی چھوٹی چھوٹی بات پر غصہ آتا مگر وہ پی جاتا۔کبھی من پسند کھانا نہ ملنے پر کبھی درختوں پر چڑھنے پر اور کبھی ان کی ٹوکا ٹوکی پر،رات ہوئی اور برہان اور میجر جمال کے درمیان تلخ کلامی ہو گئی۔وہ مزید آگے نہیں جانا چاہتا تھا مگر میجر جمال کی منزل ابھی دور تھی۔ہم سب خاموش تھے اور برہان کا پارا ہائی۔ہم اس وقت ایک ندی کے قریب تھے۔ایبٹ آباد کی یخ بستہ رات تھی۔میجر جمال نے اسے گردن سے پکڑا اور ندی کے کنارے کھڑے ہو کر اسے پیچھے سے ٹانگ ماری اور وہ اس ندی میں گر گیا۔کسی کی کیا مجال جو آگے بڑھے۔وہ باہر نکلنے کو بڑھا مگر انھوں نے اسے سر کے

بالوں سے پکڑا اور پانی میں غوطے لگوائے۔"اب بول۔۔کرے گا غصہ؟"اور برہان کو بولنے کا موقع نہیں ملتا کہ دوسرا غوطہ اور اس طرح کئی غوطے کھلانے کے بعد میجر جمال نے کھینچ کر باہر نکالا اسے ساری رات وہ کانپتا رہا مگر اس نے اف نہیں کی۔جب بھی کوئی غصہ کرتا یا من مانی کرتا تو میجر جمال اسے ٹھنڈے پانی میں غوطے لگواتے تھے۔اس کا فائدہ یہ ہوا کہ ہمیں غصے کو ضبط کرنا آگیا۔کہا کرتے تھے کہ اگر بہت غصہ آتا ہے تو دسمبر میں ٹھنڈے پانی میں ڈبکی لگالو۔سارا غصہ منٹوں میں ختم ہو گا"وہ ہنس دی۔

رات خوبصورت ہو گئی تھی

"آپ۔۔جہاں جائیں گے وہاں بھی سردی ہو گی؟ "

ابراہیم نے کچھ سوچتے ہوئے کہا"ہاں۔۔سکردو جاؤں گا،بہت ٹھنڈا علاقہ ہے "

حوا کے ہونٹ"اوہ"میں سکڑے"ایک منٹ"اور وہ نیچے چلی گئی۔۔کچھ لمحے بیتے اور وہ اوپر آتی دکھائی دی،اس کے ہاتھ میں کچھ تھا جو اس نے ابراہیم کی طرف بڑھایا تھا

"یہ۔۔میرے لیے؟ "

وہ ایک سرمئی رنگ کا گول گلے والا سویٹر تھا،ابراہیم نے تہہ لگے سویٹر کو کھولا اور پہن لیا

"اچھا لگ رہا ہوں؟ "

وہ مسکرائی تھی

"ہوں" اثبات میں سر ہلایا

وہ بھی مسکرا دیا۔

اس نے پھر اتار دیا اور تہہ کر کے ہاتھوں میں پکڑ لیا

"میرا خیال کیسے آ گیا؟ "

"وہ۔۔ کچھ دن پہلے بازار گئی تھی بی جان کے ساتھ، وہاں مجھے یہ اچھا لگا تھا "

وہ پھر سے مسکرایا تھا "شکریہ "

اس نے سر کے خم سے شکریہ قبول کیا۔۔

رات کافی ٹھنڈی ہو رہی تھی

"اب تم جاؤ، سو جاؤ۔۔ ویسے بھی ٹھنڈ ہو رہی ہے "

حوا کا دل ڈوبا تھا، وہ صبح چلے جائے گا۔۔ اس نے ڈھیلے ہاتھوں سے لیمپ پکڑا۔۔

"فجر کے بعد میں چلا جاؤں گا، اپنا بہت سا خیال رکھنا" اب وہ آمنے سامنے کھڑے تھے۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے بس سر ہلایا تھا، ابراہیم جانے کے لیے مڑا تھا، اس کی پشت حوا کی طرف تھی۔۔

پیچھے سے آواز کانوں میں پڑی

"میں آپ کا انتظار کروں گی "

اس کے قدم زنجیر ہوئے اور اس نے گردن موڑ کر دیکھا، مسکرایا تھا۔۔

"میں آپ کو یاد رکھوں گا" ہاتھ سینے پر بائیں جانب دل کی طرف رکھا اور ذرا سا سر کو خم دیا۔۔وہ بھی مسکرادی۔۔

کچھ پل بیتے اور دونوں نیچے چلے گئے۔۔رات اب حسین ہوئی تھی مگر اسے تو گزرنا تھا۔۔

صبح فجر کی نماز پڑھی اور چھت پر بیٹھا تلاوت کرتا رہا، پھر ناشتہ کیا اور اب جانے کا وقت تھا۔۔اپنا سفری بیگ ایک مرتبہ اور دیکھا، پھر آئینے کے سامنے کھڑا ہوا اور اپنے اوپر ایک سرسری سی نگاہ ڈالی۔۔ سمیرا اس کے لیے باہر بیٹھیں بادام اور کئی چیزیں ڈبے میں ڈال رہی تھیں۔۔ساتھ والے کمرے میں داخل ہوا جہاں سکینہ خاموشی سے صوفے پر پاؤں رکھ کر بیٹھی تھی، کمرے میں اندھیرا تھا، دروازہ کھلا تھا جس سے روشنی اندر آرہی تھی۔۔ابراہیم کو آتا دیکھ کر سیدھی ہوئی، وہ اس کے ساتھ جا بیٹھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آج مجھے خدا حافظ بھی نہیں کہو گی؟ "

وہ خاموش رہی، گود میں رکھے ہاتھ کو دیکھ رہی تھی۔

وہ ذرا سا آگے جھکا، وہ بولی تو آواز دھیمی تھی

"میں نے آپ کا دل دکھایا ہے، مجھے چاہیئے کہ آپ کے معاملات سے دور رہوں "

وہ ذرا سا مسکرایا "ایسی باتیں تم کہاں بیٹھ کر سوچتی؟ میرے دماغ میں ایسی باتیں کیوں نہیں آتیں؟ "

وہ خاموش رہی۔ کچھ لمحوں کا توقف

"ٹھیک ہے پھر میں جا رہا ہوں۔۔ مجھے خط لکھ کر یہ نہ پوچھنا کہ میں کب آ رہا ہوں نہ یہ کہنا کہ تمھیں میری یاد آ رہی ہے "اس نے سنجیدگی سے کہا تھا اور وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

دو قدم ہی آگے بڑھائے تھے کہ وہ جھٹ سے اٹھی اور اس کا ہاتھ پکڑ لیا، وہ مڑا

"مجھے معاف کر دیں "اس کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے۔

"رونا نہیں "

ہاتھ کی پشت سے اس نے آنسو صاف کیے "میں آپ کو خط بھی لکھوں گی اور یہ بھی کہوں گی کہ آپ کی یاد آ رہی ہے اور یہ بھی پوچھوں گی کہ کب آ رہے ہیں "

"تم بھی میری طرح بہت ڈھیٹ ہو" اور وہ نم آنکھوں سے ہنس دی۔

"ہاں۔۔یہ تو ہے "

باہر سمیرا آواز لگا رہی تھیں "ابراہیم۔۔بیٹا یہ ڈبہ۔۔ "

"اف۔۔امی تو ایسے چیزیں بند کر رہی ہیں جیسے کشتی لڑنے جا رہا ہوں "

اور دونوں مسکراتے ہوئے باہر برآمدے میں آئے تھے۔۔

آخری بار ماں سے گلے ملا تھا اور پھر سکینہ کو کندھے سے لگایا "امی کا خیال رکھنا اور امی آپ کو جب بھی غصہ آئے، جب بھی رونا آئے یا جب بھی میری یاد آئے اسے دو لگا دیا کریں۔۔دماغ فریش ہو جائے گا" وہ ہنس دیں۔

اور سفری بیگ پہنے باہر نکلا تھا، دروازے کے باہر قدم رکھے اور دروازہ بند ہوا، اس نے ارادتاً گردن اوپر کو اٹھائی، وہ وہاں کھڑی تھی، دیوار کے پاس، بازو لپیٹے چادر لیے

ابراہیم نے مسکرا کر ہاتھ سینے کے بائیں طرف رکھا اور سر کو خم دیا، وہ بھی مسکرا دی۔۔

وہ تب تک کھڑی رہی جب تک کہ وہ آنکھوں سے اوجھل نہیں ہو گیا۔۔دل اور دن اداس ہو گئے، پھول دینے والا خزاں کے موسم میں چلا گیا تھا۔۔

لڑکا گیا تھا تو گھر ویران کر گیا تھا، رات کا پہر، ہر طرف خاموشی اور اندھیرا، باہر کھونٹی سے ایک لیمپ ٹنگا ہوا تھا جو کہ جل رہا تھا۔۔ کمرے میں جھانکو تو سمیرا نماز پڑھ کر سو چکی تھیں، گہرے سانس لیتی ماں کے ساتھ لیٹی سکینہ جاگ رہی تھی، دائیں کروٹ لیے، دایاں ہاتھ گال تلے رکھے وہ سوچ میں مگن تھی۔۔ کسی اور دنیا میں کسی اور وقت میں۔۔

منظر بدلا، لوگ بدلے، وقت بہت پیچھے چلا گیا

ایک باغ کا منظر تھا جہاں گھاس پر بوڑھا آدمی لان موور (گھاس کاٹنے والی مشین) چلا رہا تھا، ستون کے پاس عبدالرحمن کھڑے تھے اور ساتھ احمد مرزا، کلیوں کی مہک پھیلی تھی، تازہ پھل درختوں سے لٹک رہے تھے۔۔ عبدالرحمن کے ساتھ کھڑی لڑکی بار بار مڑ کر سیب کے درخت کو دیکھتی، اس کے نیچے کوئی نہیں تھا۔۔ پھر سامنے دیکھتی، کچھ سوچ رہی تھی۔۔ اپنے دادا سے کچھ کہا اور سیب کے درخت کے نیچے آ کھڑی ہوئی، دائیں دیکھا بائیں دیکھا، پھر مڑ کر نظر دور تک دوڑائی مگر نظر مایوس واپس آئی۔۔ اپنی پشت پر اسے کسی کی آواز سنائی دی، اس نے گلا کھنکھارا تھا۔۔ لڑکی نے مڑ کر اسے دیکھا

"کسی کو ڈھونڈ رہی ہیں؟" لڑکے کے ہاتھ میں گہرا سرخ سیب تھا جس میں اس نے دانت گاڑھے اور سیب کا ٹکڑا منہ میں چبانے لگا

"وہ۔۔افرا تھی یہاں۔۔اس کے پاس میری بالی تھی"کان کی لو کو ہاتھ لگایا،وہ کچھ ہچکچا رہی تھی۔

لڑکے نے پھر دانت گاڑھے اور تھوڑا سا سیب کا ٹکڑا منہ میں ڈال کر چبانے لگا،مڑ کر دور کھڑے اپنے باپ کو دیکھا جس کی پشت درخت کی جانب تھی اور وہ درخت کے نیچے کھڑے تھے،سکینہ اسے گھور رہی تھی

"ہیرے کی تھی؟ "

"جی؟"اس نے نا سمجھی سے دیکھا۔

" بالی۔۔ہیرے کی تھی یا سونے کی؟ "

وہ ہلکا سا مسکرائی

"نہیں۔۔وہ تو عام سی تھی۔۔لیکن میری پسندیدہ تھی"پھر ادھر اُدھر گھاس پر دیکھا، جیسے دیکھ رہی ہو کہ نیچے تو نہیں گر گئی"آپ افرا کو بلا دیں "

لڑکا ابھی بھی سیب کھا رہا تھا

"عام سی تھی۔۔بھول جائیں"وہ لاپرواہی سے بولا تھا

سکینہ نے بھنویں بھینچ کر اسے دیکھا"وہ میری بالی تھی،عام نہیں تھی "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"آپ تو غصہ کر گئیں۔۔یہ ہمارا باغ ہے، آپ فکر نہ کریں، ملی تو دے دیں گے" وہ بڑے مطمئن انداز میں کہہ رہا تھا

"افرا کے پاس ہے۔۔میں اس سے لے لوں گی" اور وہ اپنے دادا کے پاس جا کھڑی ہوئی۔ لڑکے کی نگاہوں نے اس کا تعاقب کیا

کچھ پل بیتے تھے کہ وہ واپس جانے لگے۔۔دادا باہر جا چکے تھے، لڑکی اپنی ٹوکری لینے اندر آئی تھی، دروازے کے قریب پہنچی تو کسی کی آواز کانوں سے ٹکرائی

"سنیں"

وہ رکی اور مڑ کر دیکھا۔وہ اس کے کندھے کے پیچھے تھا

"ہیرے موتی تو نہیں دے سکتا، تازہ پھل دے سکتا ہوں" اور اس نے ایک گہرا سرخ سیب اس کی طرف بڑھایا، لڑکی نے اس کو دیکھا پھر سیب کو

لڑکے نے سیب اس کی ٹوکری میں رکھ دیا "آپ کے دادا بلا رہے ہیں" اور وہ وہاں سے چلا گیا۔۔

سکینہ بھی باہر کی طرف بڑھی، لال مرچوں کے اوپر ایک خوبصورت سا گہرا سرخ سیب تھا۔۔وہ اسے دیکھے گئی۔۔

حال میں واپس آؤ تو لڑکی کے تکیے کا غلاف گال کے نیچے سے بھیگا پڑا تھا،اس نے آنکھیں بند کر لیں مگر کیا آنکھیں بند کرنے سے نیند آجاتی ہے؟

شیخورات کو اسلام آباد سے واپس آیا تھا اور اسے اب بس جلدی تھی کہ کب صبح ہو اور کب جا کر لیزا کو سارا قصہ سنائے،وہ ایگزیبیشن جیت کر آیا تھا اور اس کی پینٹنگ چن لی گئی تھی،لندن میں ہونے والی سال کی سب سے بڑی نمائش کے لیے،اسے فرق نہیں پڑتا تھا کہ وہ جیتے گا یا ہارے گا مگر فرق پڑتا تھا تو اس بات سے کہ وہ کتنا خوش ہو گی اور کیا کہے گی۔۔رات کے دوسرے پہر وہ بازوؤں کا تکیہ بنائے چارپائی پر لیٹا خالی آسمان گھور رہا تھا،اس نے ابھی تک وہ خاکی لفافہ بھی نہیں کھولا تھا جو کہ اسے حکومت کی طرف

سے انعام ملا تھا۔۔وہ بس پر جوش تھا کہ لیزا کا ردِ عمل کیا ہو گا اور یہی سوچ سوچ کر اسے نیند نہیں آرہی تھی۔۔

دوسری طرف پورے تین دن بعد ابراہیم بلتستان پہنچا تھا،یہ جگہ سکردو سے ذرا پیچھے تھی مگر جہاں اس کی پوسٹنگ ہوئی تھی وہ جگہ کئی کلو میٹر کے فاصلے پر تھی،بلا کی سردی اور

دھند تھی۔۔اس نے وہی سویٹر پہنا ہوا تھا جو حوا نے اسے دیا تھا۔۔درمیان میں آگ جلائے کچھ مقامی لوگ بیٹھے تھے۔۔اس کے ساتھ ایک اور جونیئر آفیسر آیا تھا۔۔

"صاحب، صبح سفر کرنا۔۔یہاں بوت (بہت) حادثہ ہوتا ہے" وہ پٹھان تھا بلکہ زیادہ تر پٹھان ہی تھے۔۔

"اچھا۔۔مطلب کیسے حادثات؟" وہ آگے کے سامنے ہاتھ کیے آگ تاپ رہا تھا

اب وہ پتہ نہیں کون کون سے قصے کھول کر بیٹھ گیا تھا، سڑک کنارے جہاں وہ بیٹھے تھے وہاں بہت سی دکانیں تھیں، ایک دو کھلی تھیں باقی بند تھیں۔۔پاس ان کی جیپ کھڑی تھی، زیادہ رات نہ ہوتی تو وہ آگے نکل چکے ہوتے مگر یہاں رکنا ہی محفوظ لگا۔۔

"پھر؟" اس کے ساتھی آفیسر نے پوچھا تھا

"پھر کیا۔۔بچانے میں کئی دن لگتا ہے "

ایک آدمی چائے لے آیا "شکریہ" اس نے کپ لبوں سے لگایا۔

دھند اور سردی، تاریکی اور خاموشی تھی۔۔دور بڑے بڑے پہاڑ نظر آرہے تھے جیسے آسمان جھک کر انھیں سلام کر رہا ہو۔۔صبح ہونے میں کافی وقت تھا۔۔

یہ اتوار کی روشن صبح تھی، آج اسے ہر طرف سے چھٹی تھی اور وہ صبح جلدی اٹھ گئی تھی۔۔ پھر لائبریری میں گھس گئی اور کتابیں ایک طرف کیے شیلف صاف کرنے لگی تھی۔۔ شرٹ کی آستینیں موڑے، بالوں کی پونی کیے وہ مصروف سی تھی، بڑی سی کھڑکی کا پردہ ہٹا ہوا تھا، روشنی اندر آ رہی تھی۔۔ صبح کے ساڑھے دس کا ٹائم تھا، بیلا نے دروازے پر دستک دی۔۔

"یس!" وہ کتابیں کارٹن میں ڈال رہی تھی۔

"میم۔۔ وہ براؤن آنکھوں والا آیا ہے "

اس نے ماتھے کو چھوا اور ارد گرد اپنا بکھیڑا دیکھا "بھیج دو "

اور وہ سر ہلا کر چلی گئی۔۔

کچھ پل بیتے اور گھنگریالے بالوں والا اندر آیا تھا۔۔ سامنے ہی لیزا کتابیں سیٹ کر رہی تھی، شیلف میں کتاب لگاتے ہوئے اسے دیکھا اور مسکرائی۔

وہ شلوار قمیض میں آیا تھا، جیسا پہلے دن لگتا تھا ویسا لگ رہا تھا۔۔ لیزا اس کی طرف بڑھی اور اس نے جیب سے ایک پھولا ہوا خاکی لفافہ نکال کر اس کے سامنے کیا۔۔ اس نے ابرو

اٹھایااور اس کے ہاتھ سے لے لیا۔۔پھر کھولا،اندر بہت سے نوٹ تھے،اس نے منہ کھول کر اسے دیکھا،وہ حیران تھی وہ خوش تھی

"او۔۔مائی۔۔گاڈ "

وہ مسکرایا تھا

"تم۔۔تم جیت گئے "وہ پر جوش ہوئی تھی "اومائی گاڈ "

ایسے خوش ہو رہی تھی جیسے وہ یہ انعام جیت کر آئی ہو۔۔

پھر خفگی سے اسے دیکھا"میرے لیے کچھ نہیں لائے؟"دونوں ہاتھ کمر پر باندھ لیے

"جج۔۔جو چاہیں لے لل۔۔لیں "

"اچھا۔۔"اس نے لفافے میں سے نوٹ نکالے "یہ رکھ لوں "

شیخو نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔۔وہ ہنس دی

"نہیں۔۔یہ تمھارا انعام ہے،بس تم مجھے کچھ اچھا سا کھلا دو"اور اس نے شرارتی مسکراہٹ سے لفافہ اسے واپس کیا۔

"ٹٹ۔۔ٹھیک ہے "اور وہ اس نے دوبارہ جیب میں رکھ لیا

وہ بڑی سی میز کی طرف بڑھی اور شیخو اس کے پیچھے تھا "مزہ آیا؟" وہ پھر آمنے سامنے کھڑے ہو گئے

اس نے جیب سے کیمرہ نکالا اور اسے دیا "تت۔۔ تصویریں ہیں اس مم۔۔ میں "

اس نے کیمرہ لے لیا "چلو بعد میں دیکھتے ہیں "

"آپ مم۔۔ مصروف تھیں؟" اس نے ارد گرد دیکھا۔

"ہاں۔۔ لائبریری سمیٹ رہی تھی "

"چلیں۔۔ مم۔۔ مل کر کرتے ہیں" وہ آستینیں موڑ رہا تھا۔

وہ مسکرائی اور پاس پڑا کارٹن اٹھایا

"مجھے پتہ تھا تم یہی کہو گے "

اب دوسرا کارٹن اس نے اٹھایا تھا "ہاں۔۔ تت۔۔ تو اچھا تت۔۔ تھوڑی لگتا ہے۔۔ آپ کک۔۔ کام کریں اور میں مم۔۔ منہ دیکھوں"

گیلا کپڑا پکڑ کر شیلف صاف کیں اور پھر کتابیں لگائیں، دو گھنٹے بعد فارغ ہوئے۔۔

"اف۔۔ میں تھک گئی" اور کرسی پر بیٹھ کر لیزا نے سر سامنے میز پر جھکا دیا۔۔

شیخو بھی ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گیا۔۔ چند پل بیتے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"چلو آؤ چائے پیتے ہیں" وہ کھڑی ہو گئی۔

"مگر۔۔ "

"مگر نہیں۔۔ باقی بیلا آ کر جھاڑو لگا دیتی ہے" وہ دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی اور شیخو پیچھے تھا۔۔

اگر کچن میں جھانکو تو چولہے پر پڑی پتیلی میں شیخو پتی ڈال رہا تھا اور وہ سلیب پر ہتھیلیاں جمائے، ٹیک لگائے سامنے شیخو کو دیکھ رہی تھی۔۔

"تمھیں کڑک چائے بنانی آتی ہے؟ "

"جی۔۔ سس۔۔ سب سے پہلے یہی سس۔۔ سیکھی تھی" وہ مسکرا کر بتا رہا تھا۔۔

"اچھا۔۔ کب؟ "

"جب پپ۔۔ پہلی بار لاہور آیا تت۔۔ تھا "

)آنکھوں کے سامنے ایک ڈھابے کا منظر گھوم گیا جس میں وہ کھڑا رو رہا تھا اور اس کے دائیں ہاتھ کی پشت بھی ذرا سی جلی ہوئی تھی۔۔ اس سے چائے گر گئی تھی اور مالک نے اسے مارا تھا۔۔ اس نے سر جھٹک دیا (

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ارے واہ۔۔مجھے بھی سکھاؤ" کھانے پینے کی نئی نئی ریسیپیز ٹرائی کرنا اسے ویسے بھی اچھا لگتا تھا، وہ پرجوش ہوئی۔۔اب وہ اسے غور سے سن رہی تھی۔۔

لاؤنج سے اندر آنے کے لیے دو تین زینے بنے تھے اور وہ انہی زینوں پر بیٹھے تھے، سامنے باغ تھا اور دائیں طرف بڑی سی لاؤنج کی کھڑکی تھی جس کے سامنے پودے پڑے تھے۔۔

دونوں کے ہاتھ میں ان کے چائے کے کپ تھے، درمیان میں ایک زینے پر پلیٹ میں بسکٹ تھے اور دو کیک کے ٹکرے بھی۔۔لیزا نے ایک بسکٹ پکڑا اور دانتوں سے توڑ کر آدھا ٹکرا منہ میں رکھا

"شیخو۔۔تمھیں میٹھا پسند ہے؟"

وہ جو چائے میں بسکٹ ڈبو رہا تھا، متوجہ ہوا

"ہوں۔۔تت۔۔تھوڑا بہت" نرم سا بسکٹ اس نے منہ میں رکھا۔

"مجھے تو میٹھا پسند ہے، بس بسکٹ اور کیک والا میٹھا۔۔جلیبیوں والا نہیں" پھر ذرا سا ہنس دی۔

"یہ آپ نن۔۔نے بنائے ہیں" اس نے ابرو سے ساتھ پڑی پلیٹ کی طرف اشارہ کیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے اثبات میں سر ہلایا" مجھے اپنے ہاتھ کے بسکٹ اور کیک پسند ہیں۔۔مجھے زیادہ میٹھا کھانے سے اتنا کوئی بڑا مسئلہ نہیں ہوا کبھی،نہ وزن کا مسئلہ نہ سکن کا۔۔کیف یا قیس کو کبھی گفٹ دینا ہو تو میں یہی دیتی ہوں،ان کو بھی عادت ڈال دی ہے میں نے" مسکرا کر آدھا بچا ہوا بسکٹ منہ میں ڈالا۔

"آپ چچ۔۔چچینی کی بجائے گڑ ڈ۔۔ڈالتی ہیں نا "

اور لیز انے اسے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا" تمھیں کیسے پتہ؟ "

وہ مسکرا دیا

"میں گگ۔۔گاؤں سے ہوں۔۔ہمم۔۔مارے گھر زیادہ چچ۔۔چینی نہیں گڑ ہی استعمال کک۔۔کرتے ہیں "

"اوہ۔۔مجھے تو کبھی تم نے کوئی چیز نہیں کھلائی اپنے گاؤں کی" وہ ذرا سا خفا ہوئی تھی۔

"اب گگ۔۔گیا تو لاؤں گگ۔۔گا"

اس نے سر ہلا دیا۔چائے بس تھوڑی سی بچی تھی۔

"چائے بھی بہت اچھی ہے۔۔بالکل اندرون والی کڑک چائے جیسی" وہ آنکھیں بند کیے اس چائے کا ذائقہ محسوس کرتے ہوئے کہہ رہی تھی اور وہ اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"باہر چلیں۔۔تم نے مجھے کچھ کھلانا بھی ہے"لیزا نے اسے آنکھیں ترچھی کر کے دیکھا۔۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔

یہ خزاں کی سنہری شام تھی،آسمان ہلکا نارنجی تھا اور فضا کچھ زرد سی محسوس ہوتی تھی،اس وقت وہ بادشاہی مسجد کے عین درمیان میں کھڑے تھے،لیزا نے سر پر سٹالر لیا ہوا تھا،پیلے اور سفید رنگ کی فراک پہنی تھی اور وہ گردن میں کیمرہ اور کندھے پر پرس لٹکائے ادھر اُدھر دیکھتی شیخو کے ساتھ چل رہی تھی۔۔وہ سیڑھیوں پر دائیں جانب بیٹھ گئے کہ آنے جانے والوں کا راستہ نہ رکے۔۔لیزا کیمرہ کو غور سے دیکھ رہی تھی،دونوں ہاتھوں میں لیے۔۔پھر شیخو سے بولی

"شیخو۔۔میں کھڑی ہوتی ہوں تم میری تصویر بناؤ "

اس نے سر ہلا کر اس سے کیمرہ لیا،لیزا سامنے جا کر کھڑی ہو گئی اور ایک ہاتھ کمر پر رکھا اور دوسرے ہاتھ کو ماتھے تک لے جا کر چھجا سا بنایا جیسے آسمان پر سورج دیکھ رہی ہے۔۔اسی پل کوئی لڑکی پاس سے گزری تھی جس کے ہاتھ میں سفید اور پیلے پھول تھے۔۔

"ایک منٹ ایک منٹ "اس نے شیخو کو روک دیا جو کہ کیمرے کا لینز بالکل آنکھ کے سامنے کیے دوسری آنکھ دبائے کھڑا تھا۔۔

لیزا نے لڑکی سے ایک پھول لیا اور بھاگ کر سامنے آئی، پھول ذرا سا بالوں میں اڑسا مگر وہ ٹک نہیں رہا تھا، اس نے پھول کو انگوٹھے اور انگلی سے پکڑ لیا، وہ بالوں میں ہی رہا اور اس نے شیخو کو مسکرا کر دیکھا، اسی لمحے "کلک" ہوا تھا اور تصویر کھینچی گئی تھی۔۔ پھولوں والی لڑکی دور کھڑی دیکھ رہی تھی، اس کی چھوٹی بہن کو لیزا نے اشارے سے بلا لیا، وہ گلدستہ پکڑے اس کی طرف آئی، لیزا اپنا پھول بالوں میں ٹکا کر وہ اس کے ساتھ گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔۔ اب اس چھوٹی لڑکی کے ہاتھ میں گلدستہ تھا اور لیزا اس کے گال کو چھوتے ہوئے مسکرا رہی تھی "کلک" اور دوسری تصویر کھینچی۔۔

"شیخو "

اس نے آنکھ سے کیمرہ ہٹایا۔

لیزا نے اسے پاس آنے کا اشارہ کیا اور وہ آیا۔۔ اس نے شیخو سے کیمرہ پکڑ کر سامنے کھڑی لڑکی کو دیا اور اسے سمجھانے لگی کہ کیسے تصویر کھینچنی ہے۔۔ اس نے سمجھ کر سر ہلایا۔۔

وہ شیخو کے ساتھ کھڑی تھی اور شیخو اسے خفا سا دیکھ رہا تھا

"مم۔۔میں صحیح نہیں بب۔۔بنا رہا تھا؟"لیزا نے دونوں ہاتھ کمر پر باندھے اور اپنے سامنے کھڑے بھوری آنکھوں والے کو خفگی سے دیکھا۔۔

لڑکی نے "کلک" کیا تھا، تیسری تصویر۔۔

"اچھا چچ۔۔چلیں کوئی نن۔۔نہیں "شیخو مسکرایا تھا، اسے دیکھتے ہوئے اور وہ ہنس کر دیکھ رہی تھی، وہ خفا زیادہ اچھا لگتا ہے یا مسکراتے ہوئے؟

اور یہ چوتھا کلک تھا۔۔

لڑکی نے کیمرہ واپس کر دیا۔۔لیزا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہ چلی گئی۔۔

آسمان پر اب سرمئی رنگ چھانے لگا تھا۔۔مغرب کی نماز پڑھ کر آیا تب تک لیزا باہر بیٹھ کر اس کا انتظار کرتی رہی۔۔واپس انہی سیڑھیوں پر آ کر بیٹھا تھا، اب رات ہونے لگی تھی اور چراغ جلنے لگے تھے۔۔

"یہ تصویریں ڈویلپ ہوں گی پھر میں اپنے کمرے میں لگاؤں گی "وہ مسکرا کر بتا رہی تھی۔۔

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"تم لاہور کب آئے تھے شیخو؟" وہ اب تھوڑی تلے ہاتھ کی مٹھی رکھے کہنی ٹانگ پر جمائے اسے دیکھ رہی تھی

"چچ۔۔ چھوٹا تھا تب "

"کیا کرنے آئے تھے؟ "

"کک۔۔ کام "

"کون سا کام؟" وہ جیسے انٹرویو لینے بیٹھی تھی۔

"جج۔۔ جو بھی مم۔۔ مل جائے"

"تم نے پڑھائی کیوں نہیں کی؟ "

اس کے دل کو کچھ ہوا تھا "بس۔۔ کک۔۔ کوئی پڑھنے نن۔۔ نہیں دیتا تھا۔۔ مم۔۔ مجھ سے بولا نن۔۔ نہیں جاتا تھا" اس نے سر جھکایا تھا۔۔

"ایسے ہی سب جھوٹ بولتے ہیں، تمھارا تو آرٹ بولتا ہے، ایک دن دیکھنا ایک بڑا سا پوسٹر لگا ہو گا" اس نے دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کیے بازو لمبے کر کے دونوں ہاتھ کی شہادت کی انگلی اور انگوٹھے سے ایک چوکور سا بنایا، جیسے "رول کیمرہ ایکشن" کے وقت کہتے ہیں۔۔

"The Sheraz Khan"

اس نے شیخو کو دیکھا"اس دن دیکھنا سب تمھارے پاس آئیں گے، پر تم کسی سے نہیں ملو گے "اس نے مسکرا کر شیخو کو دیکھا

شیخو مسکرایا"مم۔۔مجھے مشہور نن۔۔ نہیں ہونا،لوگ دد۔۔دشمن ہو جاتے ہیں"

لیزا کھڑی ہوئی اور کمر پر ہاتھ رکھے "تمھارے دشمنوں کو میں دیکھ لوں گی۔۔آئے بڑے"ذرا سے غصے سے بولی

اور وہ ہنس دیا،وہ بھی ہنسی تھی، پھر وہ بیٹھ گئی۔۔ تھوڑی تلے ہتھیلی رکھے وہ سامنے آسمان دیکھ رہی تھی

"شیخو۔۔میں نا تمھیں "اس نے آسمان پر چاند کو دیکھا،آدھے چاند کو، بازو لمبا کر کے انگلی سے اشارہ کیا"وہاں دیکھنا چاہتی ہوں "

شیخو نے اس کے اشارے کے تعاقب میں آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھا"چاند پر"وہ ہنس دی۔۔

"نہیں۔۔اس سے بھی اوپر،سب سے اوپر "

اس نے گردن موڑ کر اس لڑکے کو دیکھا جو کہ آسمان کو دیکھ رہا تھا

"وہاں جج۔۔جانے کا کیا فف۔۔فائدہ جہاں آپ نن۔۔نہ ہوں"

"میں ہوں گی نا۔۔میں تمھیں بیٹھ کر دیکھا کروں گی "

اس نے خفگی سے منہ موڑا"کیا فف۔۔فائدہ اتنی اوپر جج۔۔جانے کا جب آپ کو نن۔۔نیچے دیکھنا پڑے"

وہ ہنس دی"تم بھی نا"

وہ مسکرا بھی نہ سکا۔

"اچھا چلو،مجھے کچھ کھلاؤ"

"کیا؟ "

اس نے گال پر انگلی رکھ کر آسمان کو دیکھا

"گول گپے"آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا

اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔۔

وہ اٹھے اور چل دیے۔۔بادشاہی مسجد ان کے اچھے وقت کی گواہ تھی۔۔

ایک لمبا سفر طے کرنے کے بعد وہ سکردو پہنچے تھے،ابھی مزید آگے جانا تھا مگر بازار کے قریب جیپ خراب ہو گئی،اب وہ اور اس کا ساتھی افسر جیپ کے پاس کھڑے اسے صحیح ہوتا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دیکھ رہے تھے، پٹھان جیپ کے ٹائروں پر مکے برسا رہا تھا اور وہ کمر پر ہاتھ باندھے اسے سنجیدگی سے دیکھ رہا تھا۔۔

"کیا مسئلہ ہوا ہے اسے؟"

ٹائر کے پاس بیٹھے پٹھان نے سر اٹھایا اور اسے دیکھا "اس کا انجن خراب ہے "

"ہاں۔۔اور انجن ٹائر میں ہے، ہے نا؟ "

وہ گڑبڑا گیا "صاحب، وہ تو ہم ہوا چیک کر رہا تھا" اور پھر ہاتھ جھاڑ کر کھڑا ہوا۔۔

"جلدی کرو۔۔ ہمیں شام سے پہلے نکلنا ہے" اور وہ سر ہلا کر سامنے دکان میں اپنا سامان لینے چلا گیا، ایک بڑا سا ڈبہ لے کر باہر آیا اور کام کرنے لگا۔۔ابراہیم نے نظر دوڑائی، لوگ آ جا رہے تھے، سرمئی سی فضا تھی، سردی بلا کی تھی۔۔وہ آگے بڑھا اور بازار دیکھنے لگا، وہاں مختلف دکانیں تھیں پتھروں سے بنی دکانیں جن کے آگے لکڑی کا شیڈ تھا تاکہ کوئی برفباری یا بارش ہو تو آگے کا راستہ صاف رہے۔۔عابد (ساتھی آفیسر) اس پٹھان کے ساتھ کھڑا گاڑی صحیح کروا رہا تھا۔۔بھاری بوٹ اٹھاتا وہ دلچسپی سے ارد گرد دیکھ رہا تھا، کچھ لوگ راستے میں کناروں پر اپنا ٹھیلا لگائے کھڑے تھے، کپڑے جرسیاں مفلر، ایک ٹھیلے کے پاس رکا اور رک کر جرسی دیکھی، دکاندار قیمت بتا رہا تھا مگر اسے دلچسپی نہیں تھی۔۔اس کے لیے جو اس نے

سرمئی رنگ کا سویٹر پہنا تھا وہ سب سے قیمتی تھا، چند قدم پر ایک خاتون کی دکان تھی، پتھر کی دیواریں اور سامنے لکڑی کے بنے دو ستون کھڑے تھے جن پر لکڑی کا شیڈ تھا، ایک بڑا شیشہ دیوار میں نسب تھا جس سے دکان کا اندرونی حصہ نظر آتا تھا۔۔اس میں خواتین کے کپڑے ان کا زیور تھا، اس نے دائیں جانب گردن موڑی وہاں جوتوں کی دکان تھی۔۔دفعتاً اسے کوئی آواز سنائی دی۔۔

" خپلہ°°ہ راغلاست"

)خوش آمدید(!

اس نے گردن کو ذرا سا جھکا کر دیکھا، لڑکی اس کی ٹانگ جتنی تھی، اس نے فراک کے اوپر سویٹر اوڑھ رکھا تھا، فلیٹ کیپ لی ہوئی تھی اور دائیں بائیں کندھوں پر دوچٹیا گر رہی تھیں۔۔ لڑکی مسکرائی

"تاسو خپلہ°°رہ°لپارہ°ہ بہ اخلی؟"

)آپ اپنی خاتون کے لیے کیا لیں گے؟(

ابراہیم مسکرایا تھا اور ذرا سا جھک گیا، وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا۔۔

"ستاسہ°دکان کا°تر°ولو°کلہ°شی°ہ دی"

)جو تمھاری دکان کی سب سے خوبصورت چیز ہے(

"آیاھغہ ٔکلی دہ؟"

)کیا وہ خوبصورت ہے؟(

لڑکی کو تجسس ہونے لگا تھا

ابراہیم مسکرایا تھا اور پھر ایک سانس خارج کی

"ھغہ تر ٔولو ٔکلی"

)وہ سب سے خوبصورت ہے(

لڑکی مسکرائی تھی اور پھر بائیں جانب اپنی دکان میں چلی گئی، ابراہیم اس کے پیچھے گیا تھا، وہ اب ادھر اُدھر ہوتی اس کے اپنی دکان کی سب سے خوبصورت چیز ڈھونڈ رہی تھی، وہ کمر پر ہاتھ رکھے ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا، وہاں خواتین کے جوڑے، زیور، ان کے سنگھار کی چیزیں تھیں۔۔

لڑکی پھر اس کے قریب آئی

"د ٔتر ٔولو ٔکلی ٔہ شی دی؟"

)اس میں سب سے خوبصورت کیا ہے؟(

فوراً بولا "دھغہ ستر oo"

)اس کی آنکھیں(

لڑکی سر ہلا کر چلی گئی،اس کی ماں ساری کارروائی دیکھ رہی تھی،وہ بس دیکھ کر مسکرا دی۔۔

اب جبکہ وہ اس کے پاس آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک لڑکی کا ڈبہ تھا،گہری بھوری لکڑی۔۔وہ ڈبہ اس کی ہاتھ سے بڑا تھا۔۔اس نے ابراہیم کی طرف بڑھایا،وہ ڈبہ تھوڑا سا بھاری تھا خالص لکڑی کا بنا ہوا،اس کے سامنے ایک بکل سا لگا ہوا تھا ہلکے گولڈن رنگ کا،اس نے بکل کو نیچے کیا اور ڈبہ کھول دیا،ڈھکن ساتھ جڑا تھا الگ نہ تھا،اندر ابراہیم نے اپنا عکس دیکھا تھا،وہ مسکرا دیا۔۔پھر بچی کو دیکھا وہ بھی مسکرا رہی تھی،وہ جھکا اور انگلی سے ذرا سا اس کا گال چھوا

"زما ر من oo ره خوشبخته ده"

)میری خاتون بہت خوش قسمت ہے (

وہ ذرا سا شرمائی تھی،ابراہیم نے اس کی قیمت پوچھی اور اس کی ماں کو ادا کی۔۔

اب کہ وہ دکان کے دروازے پر کھڑا تھا،پہلا قدم باہر رکھا اور لڑکی کی آواز آئی

"آیا ھغہ ٔ کلی دہ؟"

)کیا وہ خوبصورت ہے؟(

وہ مسکرایا اور مڑا

"ھغہ تر ٔ ولو ٔ کلی"

)وہ سب سے خوبصورت ہے(

اور پھر وہ چلا گیا۔۔ لڑکی اسے دور جاتا دیکھ رہی تھی۔۔ جیپ ٹھیک ہو چکی تھی اب آگے کا راستہ طے کرنا تھا

رات کے سات بجے کا وقت تھا، دروازہ کھلا اور کسی کی آہٹ سنائی دی، لاؤنج میں صوفے پر سینے کے بل پڑے لڑکے نے مڑ کر نہیں دیکھا، وہ جانتا تھا کون ہو گا۔۔ اندر آتے ہی کیف نے دروازے کے ساتھ دیوار پر لگی کھونٹی سے چابی لٹکائی، اسے مڑ کر دیکھا۔۔

"السلام علیکم!" وہ اس کی قدم بڑھا رہا تھا۔۔

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔۔ کیف جھکا اور اس کے بالوں میں ہاتھ مار کر بال بکھیر دیے

"کیا ہوا۔۔ پیسے گم ہو گئے؟ "

قیس سیدھا ہوا اور اٹھ کر بیٹھ گیا، پھر ہلکا سا مسکرایا

کیف نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا اور ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا۔۔

"تھیڑ جانا تھا تم نے تو۔۔ جلدی آ گئے؟ "

وہ ذرا سا آگے کو سرکا اور سر صوفے کی پشت پر ٹکا دیا

"نہیں جانا اب۔۔ جان چھوٹی" ایک سانس خارج کی۔

وہ حیران ہوا تھا "کیوں؟۔۔ جھگڑا ہوا ہے کیا؟ "

"نہیں" اس نے اپنے پاؤں اس کے ٹانگ پر رکھ دیے۔

"پھر "

"غلط بیانی کر رہا تھا، مجھے عاجز کر رہا تھا۔۔ بڑے دن ہو گئے پچھلے دو شو کیے تھے ان کے پیسے نہیں دے رہا تھا، میں نے زبردستی لے لیے تو سب کے سامنے بات بات پر ذلیل کرنے کی کوشش کرتا تھا۔۔ بھاڑ میں جائے میری طرف سے" اس نے سر جھٹکا اور سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔۔

"چلو کوئی بات نہیں" اس نے اب اپنا سر پیچھے پشت پر ٹکا لیا۔

"قیس کے لیے بہت آسان ہے ہر اس چیز کو چھوڑ دینا جو تنگ کرے، دماغ خراب کرے، ناک بھی رگڑے گا نا تو نہیں جاؤں گا" وہ خفا خفا سا کہہ رہا تھا، پھر سر جھٹک دیا

"غصہ نہیں کرو۔۔ کھانے میں کیا بنایا ہے؟" وہ تھکا ہوا تھا

"باہر چل کر کھاتے ہیں" اور وہ کھڑا ہوا تھا

"کیوں؟" وہ چونکا

"خوشی مناتے ہیں، جو نک چڑی تھی دفعان ہوئی ہے "

اور کیف ہنس دیا

اپنی بات پر اسے خود بھی ہنسی آئی تھی

"لیکن میں دال چاول کھانے نہیں جا رہا" کیف اٹھا اور کمرے کی طرف بڑھا

"ہاں۔۔ نان ٹکی اور آئس کریم کھائیں گے" وہ اونچی آواز میں بولا تھا اور دوبارہ بیٹھ گیا

دروازہ کھلا اور کیف نے اندر سے منہ نکالا، باہر جھانکا، اونچی آواز میں بولا "نان ٹکی بدلو، ورنہ میں تمھیں طلاق دینے والا ہوں "

اور ٹھک سے دروازہ بند۔۔ وہ منہ بسور کر بیٹھ گیا

"ایک رشتہ بچانے کے لیے کیا کیا کرنا پڑتا ہے" اور وہ سینے پر بازو لپیٹے اس کا انتظار کرنے لگا

اسے لاہور آئے یہ تیسرا ہفتہ تھا مگر وہ گھر نہیں گیا تھا، پہلے ہر دو ہفتے بعد جاتا تھا مگر اب نہیں گیا تھا۔۔اپنے کمرے میں زمین پر بچھے میٹرس پر بیٹھا لڑکا دیوار سے ٹیک لگائے کچھ لکھ رہا تھا، کمرے میں اور کوئی نہیں تھا، دو میٹرس اور تھے، جن پر چادر بچھی تھی، تکیے پڑے تھے مگر وہ خالی تھے، کھڑکی کھلی تھی اور ہوا سے باریک پردے ہل رہے تھے۔۔پوری آستینوں کی گول گلے والی شرٹ نیچے پینٹ پہنے وہ تیزی سے قلم چلا رہا تھا۔۔

چادر میں لپٹی سیاہ آنکھوں والی کے نام !

مجھے نہیں پتہ یہ ماہ و سال کیسے گزریں گے، یہ ایک جان لیوا کیفیت ہے۔۔مجھے نہیں معلوم کہ تم کیسی ہو مگر میں تمھارے لیے دعا کرتا ہوں کہ تم بہار جیسی رہو، کبھی خزاں تم پر نہ گزرے۔۔میرا دل کرتا ہے اس برگد کے درخت کے پاس کھڑا رہوں اور تم سے بات کروں، تم سیاہ چادر میں آؤ اور مجھے وہاں دیکھتے ہی گھبرا جاؤ، ادھر اُدھر دیکھو اور پھر مجھے فوراً جانے کو کہو مگر میں جانے کے لیے نہیں آیا تھا۔۔یہ کیسا امتحان ہے کہ میں تمھیں خط لکھتا

ھوں اور سنبھال کر رکھ دیتا ہوں، تمھیں بھیج نہیں سکتا۔۔ایک درد ہے دل میں مگر تمھیں پتہ ہے جب تم مجھے ملو گی میں تمھیں یہ سارے خط پڑھواؤں گا۔۔ تمھیں مسکراؤ گی اور پھر ہنستی جاؤ گی۔۔ میں اس لمحے کو قید کر لوں گا۔۔ میں تمھیں کہیں جانے نہیں دوں گا

تمھارا منتظر

ادیب

اس نے لکھنا چھوڑا اور قلم ایک دوسری طرف رکھ دیا، آنکھیں بند کیں اور تھوک نگلا، آنسوؤں کا گولہ گلے میں اٹکا ہوا تھا اور دل سے خون رس رہا تھا۔۔ یہ بہت مشکل تھا مگر اسے کرنا تھا۔۔اس نے خط لفافے میں ڈالا اور پھر اٹھا، الماری کا دروازہ کھولا اور دراز میں رکھ کر دراز کو تالا لگا لیا، پھر الماری کا دروازہ بند کر کے اس نے اس کے ساتھ ٹیک لگائی اور سر پیچھے دروازے سے ٹکا لیا۔۔آنکھیں بند کیں اور بڑبڑایا۔۔

"ایک سال دو ماہ سات دن تین گھنٹے"

ایک سانس خارج کی!

اکتوبر کا آخر چل رہا تھا، سردی آہستہ آہستہ بڑھ رہی تھی، وقت پیچھے کو سرک رہا تھا، دن لمبے اور راتیں چھوٹی ہونے لگی تھیں۔۔ یہ حوا کے کمرے کا منظر تھا جہاں اس وقت سکینہ اس کے ساتھ بیٹھی باتیں کر رہی تھی، وہ چھوٹی کلیوں کو پرو رہی تھی، شاید سر کا تاج بنا رہی تھی، سارے کمرے میں ان کلیوں کی خوشبو پھیلی تھی۔۔ سکینہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اداسی سے مسکرائی

)خود پر جب تک نہیں بیتی مجھے بھی سمجھ نہیں آئی، میں کیسے تمھیں دلاسے دیتی تھی امیدیں دلاتی تھی، اب؟ کہاں وہ باتیں وہ دلاسے، محبت کے مریض کو باتیں یا دلاسے شفایاب نہیں کر سکتے (

حوا مسکرائی "کیا ہوا؟ "

اس نے اس کا ہاتھ چھوڑا "کچھ نہیں۔۔ بس ایسے ہی دیکھ رہی ہوں، اچھی بات ہے تم آگے بڑھ رہی ہو "

مسکراتے ہونٹ سنجیدہ سے ہو گئے "یہ ایک اداکاری ہوتی ہے جو ہر اس شخص کو کرنی ہوتی ہے جس کا دل اس کے بس میں نہیں ہوتا "

کہا حوانے تھا محسوس اس نے بھی کیا تھا، وہ بھی اتنے دنوں سے یہی اداکاری کر رہی تھی۔۔

"نکاح میں بہت طاقت ہوتی ہے" اس نے جیسے ایک امید دلائی تھی، شاید خود کو شاید اس کو۔۔

"پتہ نہیں۔۔ لیکن جب ابراہیم میرے لیے پھول لاتے ہیں، مجھ سے اداسی کی وجہ پوچھتے ہیں تو میں سوچتی ہوں ان کا کیا قصور؟ وہ تو ایک اچھی وفادار لڑکی کے حقدار ہیں، میں انھیں مل گئی اور اب میں کوشش کرتی ہوں کہ وفادار رہوں۔۔ کسی کے ساتھ تو وفادار رہوں" اس نے طنز سے سر جھٹکا، آدھا بنا تاج گود میں تھا

سکینہ نے اسے غور سے دیکھا، اسے اس کی بے بسی پر آج رحم آیا تھا جب وہ کہہ رہی تھی کہ اسے حماد سے ملنا ہے ایک دفعہ ہی سہی، ایک دفعہ اسے اپنے درست ہونے کا احساس دلانا ہے اور وہ اسے روک رہی تھی، سمجھا رہی تھی۔۔

"صبر آجاتا ہے؟ "

"صبر کرنا پڑتا ہے پھر ہی آتا ہے، خود بخود کچھ نہیں ہوتا "

وہ پھیکا سا مسکرائی تھی، وہ بھی تو صبر ہی کر رہی تھی۔۔ کتنا مشکل اور اذیت ناک ہوتا ہے اس شخص کی جگہ کسی اور کو اپنانا جس کو آپ نے اپنا زمین اور آسمان مان رکھا ہو۔۔ وہ سوچتی بھی تو تکلیف ہوتی تھی اور وہ جو سامنے بیٹھی تھی وہ اس کی زندہ مثال تھی، صبر کرنے سے صبر آنے تک کا سفر کرتے دو مسافر تھے۔۔

وہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی مگر سکینہ خاموش تھی۔۔ پھر وہ خود ہی بولی

"تم اتنی چپ چپ کیوں ہو؟ "

"ویسے ہی۔۔ طبیعت ٹھیک نہیں ہے نا شاید اسی لیے "

اور وہ مطمئن ہو گئی، وہ کسی کے خول میں زبردستی نہیں گھستی۔۔

"تمھیں پتہ ہے ثمر کی بات پکی ہونے جا رہی ہے، وہ جو اس کے رشتے والے آئے تھے ہاں کر گئے ہیں۔۔۔ "

اور اب معمول کی باتیں شروع تھیں۔۔ شام لمحہ لمحہ مزید اداس ہو رہی تھی

لاہور کے مختلف حصوں میں ایک ہی آواز ایک ہی وقت پر گونج رہی تھی، وہ بولتا ہی ایسا تھا کہ لوگ چلتے پھرتے کام کرتے اٹھتے بیٹھتے یا پھر ٹھہر کر اسے سنتے تھے۔۔ رات کا وقت،

آٹھ بج چکے تھے، سفید بنگلے کے ایک چھوٹے سے باغیچے میں رکھے جھولے پر ہاتھ میں چپس کا پیکٹ لیے بیٹھی لیزا سٹیفورڈ کے دائیں طرف ایک چھوٹی میز تھی جس پر ریڈیو تھا۔۔اسی شہر کی ایک اور گلی جو کہ اس وقت خاموش سی تھی،ایک گھر کے بالا خانے کے لاؤنج میں لڑکا صوفے پر بیٹھا تھا،اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا اور بائیں طرف صوفے کے ساتھ چھوٹی میز پر ریڈیو پڑا تھا۔۔

اگر فیروز پور روڈ پر دیکھیں تو ایک چھوٹے سے ہاسٹل کے ایک کمرے کی بالکنی میں ایک لڑکا ریلنگ سے لگ کر کھڑا تھا،نیچے دیکھتا ہوا، پاس ہی ریڈیو پڑا تھا۔۔ریڈیو اس کے دوست کا تھا جو کہ اس سے کچھ فاصلے پر کمرے میں اپنی شرٹ کا ٹوٹا بٹن سوئی دھاگے سے دوبارہ لگا رہا تھا،ایک لڑکا اپنے کپڑے سمیٹ رہا تھا کیونکہ وہ آج ہی گھر سے لوٹا تھا۔۔

لاہور شہر کے ریڈیو سٹیشن سے نکلیں آواز کی شعاعوں نے مختلف سمت میں سفر کیا، چھوٹے باغیچے میں،لاؤنج میں اور بالکنی میں ایک ہی آواز گونجی۔۔

"آداب سامعین

وقت ہوا ہے آٹھ بج کر دو سیکنڈ

اور یہ ہے لاہور ریڈیو سٹیشن

میرے نام سے میرے کام سے

آپ سب واقف ہیں

میں ہوں آپ کا میزبان

قیس جبران"!

ریڈیو سٹیشن میں دیکھو تو لڑکا اپنی ریوالونگ چیئر پر ذرا سا آگے کو ہو کر بیٹھا سامنے مائیک میں بول رہا تھا، خوش مزاجی سے مسکراتے ہوئے اپنی آواز بکھیر رہا تھا۔۔

"آج کافی دن بعد میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں

لیکن ذرا رکیں!

آج میں آپ کو کسی سے ملوانے والا ہوں

جنھیں آپ نے بھی دیکھا ہے

میں نے بھی دیکھا ہے

ہمارے بچپن کے قہقہے

اور جوانی کی سنجیدگی

ان کی موجودگی کی گواہ ہے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تو۔۔آج میرے ساتھ بلکہ میرے سامنے موجود ہیں

آپ کے پسندیدہ "افتخار ہمدانی" صاحب"

اس کے سامنے ایک ساٹھ ستر برس کا سفید داڑھی والا مرد بیٹھا تھا۔۔اس نے ان کی طرف اشارہ کیا تو وہ مسکرا دیے

"جی تو آج ہم ان سے بات کرتے ہیں

انھیں جاننے کی کوشش کرتے ہیں" پھر افتخار صاحب کی طرف متوجہ ہوا

"جی تو افتخار صاحب، کیسے ہیں آپ؟ "

"اللہ کا شکر ہے "

"آپ کے لاکھوں مداح ہیں، لاکھوں چاہنے والے ہیں۔۔آپ کیسا محسوس کرتے ہیں؟ "

"میں نے یہ سب کبھی سوچا نہیں تھا، مجھے اتنی محبت ملے گی، اتنے چاہنے والے ملیں گے، یہ سب اللہ کی عطا ہے بندہ کچھ نہیں "

وہ مسکرا کر انھیں دیکھ رہا تھا، پھر اس نے انھیں آنکھ ماری

"کیا بات ہے آپ کی۔۔"انھیں سراہ رہا تھا"آپ نے کہا محبت، محبت کیا ہے آپ کے نزدیک؟ "

ایک گہری سانس لی"محبت کوئی افسانوی جذبہ نہیں ہے، شہزادے کو شہزادی نہیں ملتی مگر پھر بھی وہ اسے چاہتا ہے، محبت قربانی ہے، مسلسل دیتے جانے کا نام، یہ انتظار ہے۔۔ایک لمبا انتظار "

بالکنی میں کھڑے لڑکے نے آنکھیں میچ لیں۔

باغیچے میں بیٹھی لڑکی قربانی کے نام پر اداس ہوئی تھی۔

لاؤنج میں بیٹھے لڑکے نے اپنا سر صوفے کی پشت پر ٹکا لیا

"ماشاءاللہ سے آپ ہمیشہ سے بہت قابل رہے ہیں، آپ نے آدھی زندگی لکھنؤ اور دہلی میں گزاری۔۔پھر آپ لاہور آ گئے۔۔کیا کبھی آپ کو بھی محبت ہوئی؟ "

"ہوئی تھی "

"پھر۔۔شادی ہو گئی؟ "

وہ ہنس دیے"نہیں۔۔محبت نے قربانی مانگی تھی اس نے جان دے دی، مجھ سے انتظار مانگا تھا میں نے زندگی ہی دے دی "

"کیا آپ ابھی بھی انتظار کرتے ہیں ان کا؟ "

وہ پھر ہنسے "نہیں۔۔وہ میری منتظر ہے، ہم ملیں گے مگر کہیں اور سہی "

"کچھ کھویا آپ نے؟ "

ایک گہری سانس لی "سن 1947 کی بات ہے۔۔میں پہلے پاکستان آگیا تھا اور لاہور میں تھا۔۔اس کا منتظر تھا، پھر ہوا یہ کہ سکھوں نے مسلمانوں پر حملہ کیا تھا۔۔انھوں نے لاکھوں مسلمان قتل کر دیے، ایک قربانی اس نے بھی دی تھی۔۔ایک قربانی میں نے دی تھی، اس کو کھونے کے بعد میں نے کبھی کچھ نہیں پایا "

ایک خاموشی تھی۔

باغ میں بیٹھی، لاؤنج میں بیٹھا، بالکنی میں کھڑا تینوں اداس تھے، لاہور سارا اداس تھا

"آپ نے کئی کتابیں لکھی ہیں، کبھی ان کا ذکر کیا؟ "

"نہیں۔۔میں نہیں چاہتا تھا کہ اس کا افسانہ بنے اور لوگ پڑھتے پھریں "

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"تمھیں نہیں ہوئی محبت؟" سوال افتخار صاحب کی طرف سے قیس سے کیا گیا تھا

وہ مسکرایا "محبت کسے نہیں ہوتی صاحب؟ "

لیزا اور کیف دونوں چونک گئے (ہمیں نہیں بتایا؟)

"اوہ۔۔ کہاں ہے وہ اس وقت؟ "

"وہ۔۔ جیب میں ہیں" اس نے پینٹ کی جیب پر ہاتھ رکھا اور وہ ہنس دیے "تم بہت آگے جاؤ گے "

باغ میں بیٹھی لیزا اور لاؤنج میں بیٹھا کیف، دونوں مسکرائے تھے

"میرا بھی یہی خیال ہے "

پھر کچھ دیر اور سوالات کیے جن کے وہ جوابات دیتے رہے۔۔

"نوجوانوں کے لیے کوئی پیغام، جو آپ دینا چاہیں "

"یہی کہ خودداری پیدا کریں اور خوب محنت کریں۔۔ منزل آپ کی منتظر ہے "

"اور میرے لیے؟" وہ شرارتی لہجے میں بولا

وہ ہنس دیے

"آپ کے لیے کوئی پیغام نہیں ہے، میرا آپ سے سوال ہے "

"جی؟ "

"چونکہ آپ کے ساتھ کافی دیر گفتگو رہی ہے میری سو مجھے یہ جاننے کا تجسس ہے کہ کیا کوئی ایسا ہے جس کو آپ خود سے پہلے رکھتے ہیں؟"

اب قیس ہنسا تھا "جی بالکل، میں اسے اوپر نیچے نہیں ساتھ رکھتا ہوں اور اس وقت وہ سن رہا ہے اور مسکرا بھی رہا ہے" لاؤنج میں بیٹھا کیف مسکرا رہا تھا

وہ پھر سے مسکرا دیے

"تو جی ہمیں اجازت دیں، میں دعا کرتا ہوں کہ آپ خوش رہیں اور خوشیاں بکھیریں

مجھے یعنی قیس جبران کو اب اجازت دیں

پھر ملاقات ہوتی ہے

شب بخیر لاہور

شب بخیر پاکستان" !

پورا لاہور کچھ دیر انھیں سنتا رہا پھر خاموشی پھیل گئی۔۔

ملک کے ایک دوسرے کونے جہاں اس وقت سردی انتہا پر تھی، آفیسرز میس میں وہ اپنے سینیئر سے مل چکا تھا اور اب کل اسے مزید اوپر کی طرف جانا تھا مگر ابھی وہ ایک لکڑی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کے بنے چھوٹے سے کاٹیج کی بالکنی میں کھڑا برفباری دیکھ رہا تھا۔۔زمین کیا درخت کیا، ہر شے سفید تھی، برف والی سفید۔۔سانس لینے پر منہ سے دھند نکل رہی تھی، یہ رات کا دوسرا پہر تھا اور اسے نیند نہیں آرہی تھی، اس نے سیاہ کوٹ پہن رکھا تھا اور پیروں میں بھاری بوٹ تھے، سینے پر بازو لپیٹے وہ سامنے دیکھ رہا تھا جہاں دو تین کاٹیج اور بنے تھے، اس نے ایک گہری سانس خارج کی، سیاہی مائل جامنی آسمان کو گردن اٹھا کر دیکھا

"زندگی کتنے امتحان لیتی ہے، کبھی صبر کا کبھی شکر کا، محبت کرو یا عبادت امتحان تو ایمان کا بھی ہوتا ہے۔۔اگر میں فوجی نہ ہوتا اللہ تعالیٰ تو میں کیا ہوتا، شاید یہ باتیں میرے سوچنے کی نہیں ہیں، ایسے ہی کبھی کبھی سوچنے بیٹھ جاتا ہوں۔۔" وہ واپس مڑا اور دروازہ کھول کر اندر جھانکا، عابد سو رہا تھا اور اس کا بستر خالی تھا۔۔وہ اندر آیا اور چپ چاپ لیٹ گیا

"کیا وہاں بھی اس وقت رات ہو گی؟ کیا وہ بھی سو چکی ہو گی؟" اس نے ایک کروٹ لی

"مجھے پتہ ہے کہ تمھارا دل کیوں بات بات پر خراب ہو جاتا ہے، کیوں تم چڑ جاتی ہو۔۔ جنگوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ہم بھی چڑ جاتے ہیں غصہ ہو جاتے ہیں، تمھاری تو پھر خود سے جنگ ہے۔۔اگر وہ تمھیں یوں دکھ دے کر نہ جاتا اور تمھارے لیے کھڑا رہتا تو میں پیچھے ہٹ جاتا، باہر گرتی برف اور میرے دھڑکتے دل کی قسم، ابراہیم تمھارے لیے پیچھے ہٹ

جاتا مگر میں تمھیں ہارا ہوا نہیں دیکھنا چاہتا، میں چاہتا ہوں کہ تم مضبوط رہو، محبت تو مضبوط کرتی ہے فولاد کی طرح نہ کہ کمزور روئی کے گالوں کی طرح۔۔میری اللہ سے دعا ہے کہ وہ تمھارے دل پر سے خزاں کی چھائی ویرانی ہٹا دے "

اور اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔فجر ہونے میں ابھی کئی گھنٹے تھے۔۔

لیزا آج قرآن پڑھ کر سیدھا ہوٹل جا رہی تھی، اس ہوٹل جو اس کے ڈیڈی اور ان کے دوست کا تھا۔۔راستے میں چلتے اسے وہم ہوا تھا کہ کوئی پیچھے ہے، وہ مڑی مگر کوئی نہیں تھا۔۔ چند قدم چلی اور پھر مڑ کر دیکھا مگر کوئی نہیں تھا، گلی خاموش سی تھی۔۔پھر آگے سڑک آگئی تو وہ فٹ پاتھ پر چڑھ گئی، اس کا دل دھڑکا تھا مگر وہ چلتی رہی، تیز تیز قدم بڑھاتی وہ ہوٹل میں داخل ہوئی تو ایک حفاظت کا احساس ہوا۔۔وہاں مینیجر سے ملی اور ارد گرد کا جائزہ لیا۔۔ایک آدھا مینیو ہٹا کر اس کی جگہ نیا لانے کو کہا تھا، وہ گول میز کے گرد مینیجر کے ساتھ بیٹھی تھی

"ہوں۔۔اب موسم بدل رہا ہے۔۔آپ چائے کی مختلف اقسام رکھوائیں بلکہ کڑک چائے "

اس نے سر ہلا کر اپنے سامنے رکھے نوٹ پیڈ پر لکھ دیا

"اور۔۔ کھانے میں بھی دو تین ڈشز بدل دیں، کچھ نیا لے کر آئیں۔۔ سیٹ اپ بھی چینج کروائیں۔۔ 1947 سے یہی ہے شاید" اس نے طنز کیا تھا

مینیجر نے سر ہلایا "اور میرا خیال ہے پچھلی چار دفعہ سے میں یہی کہہ رہی ہوں، اب سیدھا انکل کے پاس جاؤں گی، پھر آپکی خیر نہیں "

وہ غصے سے نہیں رعب سے کہہ رہی تھی۔۔

تھوڑی دیر اور بات کی اور پھر اٹھ کر چلی آئی، اب مغرب ہونے والی تھی، اندھیرا بڑھ رہا تھا، وہ تیز تیز قدم اٹھا رہی تھی۔۔ اسے پھر یہ احساس ہوا کہ کوئی ہے پیچھے حالانکہ وہ ایک ایسی جگہ تھی جہاں لوگوں کا رش تھا۔۔ وہ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتی اور پھر چلتی، ایک جگہ تو وہ گرنے بھی لگی تھی مگر پھر سنبھل گئی۔۔ اسے عجیب سا ڈر والا احساس ہو رہا تھا جیسے کوئی ابھی آئے گا اور کہے گا

"ویلکم اگین"!

مال روڈ پر چلتے اسے لائبریری نظر آئی اور وہیں سے تحفظ کا خیال۔۔ وہ اندر داخل ہوتی اس سے پہلے کیف باہر آ رہا تھا

"ارے نہیں۔۔ سات بج چکے تھے" اس کے دماغ نے کیف کے باہر آنے کی وجہ بتائی۔

وہ مڑنا نہیں چاہتی تھی کیونکہ شاید پیچھے کوئی تھا، سامنے آتے کیف کو دیکھ کر مسکرائی

"کیسی ہو؟ "

وہ اب اس کے سامنے تھا

"اچھی ہوں "

وہ مسکرایا اور کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی "سوری۔۔ تم لیٹ ہو گئی "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ گھبرائی ہوئی تھی "سب ٹھیک ہے؟ "

"ہاں۔۔ مجھے لگا کوئی میرے پیچھے ہے "

اس نے بھنویں بھینچ کر اس کے پیچھے دیکھا، چلتا ہوا روڈ تھا

"کوئی نہیں ہے"

"ہاں۔۔ مجھے وہم ہوا ہو گا" شانے اچکائے۔

"میں تمھیں گھر چھوڑ دیتا ہوں، آؤ" اور وہ اس کے ساتھ چلنے لگی

فٹ پاتھ میں چلتے اسے نصیحت کی تھی "اکیلی گھر سے نہیں نکلا کرو، شہزادیوں کے پیچھے اکثر دیو پڑ جاتے ہیں"

وہ مسکرائی تھی

)کیف نہیں جانتا تھا شہزادی کے پیچھے دیوپڑ چکا تھا(

تھوڑی ہی آگے چل کر گئے تھے کہ ایک چھوٹا لڑکا بہت سے گجرے لے کر ان کی طرف بڑھا

"آپی گجرے لے لو "

ایک معصوم مسکراہٹ سے بولا تھا، وہ جھکی اور اس کے گال کو چھوا تھا

"کتنے کا ہے ایک ؟ "

"دو روپے کا "

اس نے سر ہلا کر پرس کندھے سے اتارا اور اندر جھانکا، پھر پیسے نکال کر اسے دیے۔۔۔

"میرے پاس ٹوٹے پیسے نہیں ہیں آپی"

"ہاں تو تم مجھے سارے دے دو"اس نے مسکرا کر نرمی سے اس کا گال چھوا تھا۔۔

لڑکا حیران ہوا تھا پھر اس نے ایک لکڑی کی چھوٹی چھڑی پر لگے چھے گجرے اتار کر اسے دے دیے۔۔پیسے پھر بھی زیادہ تھے

"اب تم جا کر آئس کریم کھانا"اس نے انگلی سے اس کے گال کو چھوا تو وہ ہنس دیا۔

کیف مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔۔وہ چلا گیا تو لیزا نے گجرے کیف کو پکڑائے اور ایک پکڑ کر دائیں کلائی میں ڈالا اور دوسرا بائیں کلائی میں۔۔

"اور باقی؟ "

"باقی۔۔"اس نے سوچا پھر بولی "آگے دیکھتے ہیں "

وہ دونوں ساتھ چل رہے تھے،روڈ لوگوں سے بھرا پڑا تھا،پیدل چلنے والے گاڑیوں پر سوار پھیری والے۔۔

راستے میں آنے والی ایک چھوٹی لڑکی،ایک بوڑھی اماں،آئس کریم کے پاس کھڑی چھوٹی لڑکی اس نے سب کو بانٹ دیے۔۔ایک بچ گیا تھا

"ایک رہ گیا ہے "

"وہ۔۔کسی لڑکی کو دے دینا"اس نے شرارتی لہجے میں اسے کہا تھا

وہ بھی مسکرایا"میں کس کو دوں گا؟ "

"کوئی بھی۔۔ڈاکٹر کیف پر تو لاکھوں مرتی ہوں گی "

وہ ہنس دیا"کم آن۔۔میں ایسا نہیں ہوں "

وہ بھی ہنس دی

"میں نے تمھیں پہلی بار شرماتے دیکھا ہے، ایسے ہی رہا کرو "

اس نے سر ہلا دیا۔۔

گجرہ ابھی بھی ہاتھ میں ہی تھا، اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا، اس نے ساتھ چلتی لڑکی کی کلائی دیکھی تھی پھر سر جھٹک دیا، اس کا گھر آ گیا تھا۔۔ کیف نے آخری بار گجرے کو دیکھا پھر اسے، وہ سمجھ گئی تھی، ہنس دی۔۔

"کاش میرے تین بازو ہوتے "

کیف نے ایک گہری سانس خارج کی "کوئی بات نہیں "

وہ مسکرائی اور اندر چلی گئی، وہ اسے جاتا دیکھتا رہا۔۔

گجرہ پہلو میں گرے ہاتھ میں تھا، واپس جاتے اس نے شرٹ کی جیب میں رکھ لیا، اب گھر جانا تھا۔

آسیہ بیگم نماز پڑھ کر نیچے چلی گئی تھیں، پھر اوپر آئیں تو ہاتھ میں گرم دودھ کا گلاس تھا، وہ بستر پر لیٹی تھی، زور سے آنکھیں میچ لیں

" اٹھ جا۔۔ نہیں تو اڑتا ہوا تھپڑ آئے گا "انھوں نے ڈانٹا تو وہ اٹھ کر بیٹھ گئی۔۔

پھر دودھ کا گلاس پکڑا اور آنکھیں بند کر کے جلدی سے پی گئی، گلاس بیڈ سائیڈ پر رکھا اور لیٹ گئی۔۔

آسیہ کی عادت تھی عشاء کے بعد وہ تسبیح کرتی تھیں سو وہ بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں، وہ ذرا سا ساتھ ہوئی اور ان کی ٹانگ پر سر رکھ دیا۔۔ایک ہاتھ سے ساتھ لیٹے جمی کو سہلا رہی تھی۔۔

"امی "

"ہوں "

"اقصیٰ آپی کو ان کے شوہر لینے نہیں آئے؟ "

انھوں نے آنکھیں کھول دیں

"آجائیں گے "

"امی۔۔وہ تو امید سے بھی ہیں۔۔ان کے شوہر نے ان پر ہاتھ بھی اٹھایا تھا "

تسبیح کے دانے گراتے انگلیاں رکیں۔۔"تم نے ان کی باتیں سنی تھیں؟ "

"امی۔۔گھر میں کس کو نہیں پتہ "آسیہ نے اپنا ہاتھ اس کے سر پر رکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"امی۔۔مجھے ڈر لگتا ہے اب" ایک گہری سانس لی "سب مرد ہمارے باپ بھائی جیسے نہیں ہوتے "

"مگر سب مرد ایک سے بھی نہیں ہوتے "

"مگر ہوتے تو مرد ہی ہیں نا "

وہ اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہی تھیں "ابراہیم بہت اچھا ہے، تمھارا بہت خیال رکھے گا"

ایک اطمینان کی سانس خارج کی "ہوں "

"تمھارے ابو جب آتے تھے نا میری دن بھر کی تھکاوٹ اور پریشانی انھیں دیکھ کر ہی ختم ہو جاتی تھی۔۔ان کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانا، ان کا انتظار کرنا، صبح ان کے لیے ناشتہ خود بنانا۔۔ان کی پسندیدہ گڑ کی چائے اور جمعے والے دن ان کے سفید کپڑے نکالنا، میری زندگی کے سب رنگ ان سے تھے۔۔انھوں نے مجھے ایک بار نہیں جھڑکا تھا۔۔کچھ اچھا نہیں لگتا تھا تو منہ بنا لیتے تھے مگر کہتے کچھ نہیں تھے۔۔ تمھارے ابو بہت اچھے تھے "

"وہ میرے ابو تھے، ان کے جیسا کوئی ہو ہی نہیں سکتا" اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر پیار سے گال سے لگایا تھا۔۔

"ابراہیم بھی دیکھنا تمھارا بہت خیال رکھے گا، وہ بہت محبت کرنے والا بہت سمجھدار ہے "

اس نے آنکھیں بند کرلی تھیں، انھوں نے اس کے بالوں پر بوسہ دیا اور پھر دوبارہ تسبیح کرنے لگیں۔۔رات ہر گزرتے دن کے ساتھ ٹھنڈی ہوتی جارہی تھی۔۔

نومبر 1963

عیدالاضحیٰ آئی تھی اور بیت گئی۔۔اکتوبر جاچکا اور اب نومبر کا آغاز تھا

سفید برفیلی زمین کے بیچ وبیچ ایک جھیل سی تھی، یخ ٹھنڈے پانی کی جھیل جس پر ایک جوان جھکا تھا، پانی سے مسح کررہا تھا، پھر کھڑا ہوا اور پاؤں دھوئے۔۔کچھ پل بیتے۔۔

گہرے نیلے آسمان تلے ایک جوان دونوں ہاتھ دائیں بائیں کانوں پر رکھے اذان دے رہا تھا

"حی علی الفلاح "

اس وقت شدید سردی تھی اور برفباری بھی ہورہی تھی، ہر طرف اس کی آواز گونج رہی تھی

"اللہ اکبر، اللہ اکبر "

ساتھ ایک ٹینٹ لگا تھا جس میں چار آدمی گھسے پڑے تھے۔۔لحاف میں دبکے ہوئے اذان سن رہے تھے۔۔اندر ذرا سی گرمائش تھی

"الصلوۃ خیر من النوم "

اذان دی جا چکی تھی۔۔کچھ لمحے توقف کیا اور پھر نماز کی نیت باندھی "اللہ اکبر" کہا اور اب وہ ہاتھ باندھے کھڑا تھا۔۔نماز ختم ہوئی، دعا پڑھ کر چہرے پر ہاتھ پھیرا، پھر ٹینٹ کے اندر چلا آیا۔۔

چاروں ایک دم چست ہو کر بیٹھ گئے۔۔

"جاؤ! تم لوگ بھی پڑھ لو، میں یہیں ہوں "

اور وہ اٹھ گئے۔۔ایک عابد تھا، باقی تینوں اس کے جونیئر ساتھی تھے۔۔

پھر وہ بیٹھا اور سامنے پڑا سفید لفافہ کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔۔

سلام کے ساتھ دعا !

کیسے ہو ہیرو؟ پہنچ تو چکے ہو گے۔۔ٹھنڈ سے دانتوں کی بانسری بج رہی ہو گی، میں تمھیں بہت یاد کر رہا ہوں۔۔لیکن سکون بڑا ہے کوئی ٹانگ مار کر نہیں اٹھاتا، میں نے یہاں ایک

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ملازم کی ڈیوٹی لگادی ہے وہی مجھے صبح میں اٹھاتا ہے اور واللہ بہت تمیز سے اٹھاتا ہے۔۔ایک خوش خبری ہے وہ تم آؤ گے تو بتاؤں گا۔۔ویسے میں بھی وزیرستان جارہا ہوں، جب تم آؤ گے اللہ کرے میں بھی آچکا ہوں۔۔باقی اپنی خیریت کے بارے میں لکھنا

والسلام

تمھاری روٹھی ہوئی محبوبہ

حدید خان

وہ مسکرادیا۔۔تاریخ دیکھی تو واحساس ہوا کہ اس نے خط اٹھائیس دن پہلے لکھا تھا یعنی کہ کافی وقت لگا تھا خط آتے آتے، اس نے خط اپنے بیگ میں ڈالا، اسے جواب لکھنا تھا، باہر دن طلوع ہورہا تھا۔۔آج اسے پہاڑ کی طرف بڑھنا تھا، اس کی قیام گاہ برف سے ڈھکے پہاڑ کا سینہ تھی۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

سکینہ اب مدرسے بھی نہیں جاتی تھی کہ اس کی بہن سے کیسے سامنا کرنے گی،اس دن کے بعد اس نے کوئی خط نہیں لکھا تھا۔۔حوا کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتی رہتی اور جب گھر آتی تو پھر وہی اداسی، سردی شروع ہو چکی تھی اور اب وہ برآمدے کی بجائے کمرے میں ہی زیادہ وقت ہوتی تھی، سمیرا ساتھ بیٹھ کر کوئی جوڑا ٹانک رہی ہوتیں، کبھی سلائی کر رہی ہوتیں اور وہ ساتھ بیٹھ کر بس کڑھائی کرتی۔۔ کبھی کبھی کہانیاں بھی پڑھ لیتی،گھر کے کاموں میں اپنی ماں کا ہاتھ بٹا دیتی۔۔اس وقت بھی اس کے ہاتھ میں لکڑی کا فریم تھا جس میں کپڑا لگا تھا اور وہ کڑھائی کر رہی تھی۔۔دماغ بار بار ادھر جا رہا تھا،وہ سر جھٹک دیتی مگر پھر سے وہی خیال۔۔

"کیا وہ بھی میرا انتظار کرے گا؟اسے کیسے پتہ میں اس کی منتظر ہوں،اگر وہ پلٹ گیا تو؟ اگر وہ واپس نہ آیا تو؟ "

وہ اپنا آپ خود ہلکان کر رہی تھی۔۔یہ جو "اگر" تھا سارا مسئلہ یہی تھا۔۔اس نے فریم گود میں رکھا اور آنکھیں بند کر کے ایک گہری سانس لی۔۔

منظر بدلا لوگ بدلے وقت پیچھے چلا گیا۔۔

یہ مدرسے کا منظر تھا جس میں اس وقت سب جا چکے تھے،عبدالرحمن اسے لینے باہر کھڑے تھے مگر وہ اندر تھی اور باجی اسے کچھ کہہ رہی تھیں جسے وہ غور سے سن رہی تھی،پھر

جلدی جلدی باہر آئی اور ادھر اُدھر نظر دوڑائی، دروازے کی دوسری طرف جہاں ایک پتلی سی گلی تھی جس میں موٹر لگی ہوئی تھی، وہاں تھا اس کا جوتا، شاید کسی بچے کا پیر لگا ہو۔۔ وہ چند قدم چل کر وہاں گئی جوتوں کا رخ دوسری طرف تھا، اس نے پیر اٹھایا کہ ان کا رخ اپنی طرف کر سکے تاکہ پاؤں جوتے میں چلا جائے مگر کوئی آیا تھا جس نے جھک کر ہاتھوں سے اس کے اٹھا کر اس کے جوتے اس کے سامنے رکھے، اس رخ میں کہ اس کا پاؤں اندر چلا جائے۔۔ اس کے سامنے جھکے ہوئے لڑکے نے اپنی گردن اٹھائی اور اسے دیکھا، وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔ پہلی بار جو اس نے دیکھا جو اس نے سوچا

"سیاہی مائل سرمئی"!

اور وہ سیدھا ہو گیا۔۔ وہ اب جوتا پہن رہی تھی اور وہ اسے گردن ذرا سی جھکائے دیکھ رہا تھا۔۔ جوتا پہن کر وہ چلی گئی، دروازے سے باہر نکلتے ایک لمحے کے لیے مڑی تھی، وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

آنکھیں کھولیں وہ دوبارہ حال میں آ گئی۔۔ دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔۔ اس نے ایک سانس خارج کی مگر نارمل ہونے میں ناکام رہی

"پتہ نہیں۔۔ لیکن مجھے انتظار قبول ہے"

سوئی کپڑے میں گاڑھی مگر ہاتھ ہلکے ہلکے کانپ رہے تھے۔۔

یہ وسط نومبر کی ایک ٹھنڈی رات تھی، برآمدے سمیت سارا گھر خاموش تھا۔۔وہ ایک کمرے میں موجود تھی اور باہر سے روشنی اندر آ رہی تھی، کس چیز کی روشنی تھی۔۔وہ یہ طے نہیں کر پائی تھی، پھر بھی وہ فریم پر جھکی کڑھائی کر رہی تھی، وہ ایک سٹول پر بیٹھی تھی اور اس کے بال کھلے تھے، بال گھنگریالے نہ تھے مگر بل کھا رہے تھے جیسے مسلسل چٹیا کرتے رہنے سے ہو جاتے ہیں۔۔اس کی پشت دروازے کی طرف تھی، اسے کسی کی آہٹ سنائی دی تھی مگر وہ کون تھا؟ ابو، شیخو، ابراہیم، دادا؟ نہیں۔۔وہ ان قدموں کی چاپ پہچانتی تھی، جیسے ہی دماغ نے جسم کو پیغام بھیجا اس نے فریم پھینکا، پلٹی اور دروازے کی جانب بڑھی مگر دروازہ بند ہو رہا تھا۔۔وہ کون تھا؟ اسے اس کی شکل نہیں دکھائی دیتی تھی، زور لگا کر دروازے کو بند ہونے سے روک رہی تھی، دروازے کے دونوں پٹ آہستہ آہستہ بند ہو رہے تھے اور اس نے دروازوں پر اندر کی طرف لگے کنڈے اپنے ہاتھوں میں لیے تھے، وہ خوفزدہ تھی، ہاتھوں میں درد اٹھنے لگا تھا، روشنی کم ہوتی جا رہی تھی۔۔ایک جھٹکے سے دروازہ بند ہوا اور اس کے ہاتھ دروازے کے کنڈے میں جمے رہ گئے۔۔خوف، ڈر، یہ کیسا احساس تھا۔۔وہ پھر

سے کمرے میں بند تھی اور بری طرح رو رہی تھی، اس کے جسم میں لرزش تھی اور وہ دیوانہ وار کمرے میں لگی کھڑکی کی طرف بھاگی، مگر کھڑکی بند تھی، کمرے میں اتنا اندھیرا تھا کہ اسے لگا کہ وہ اندھی ہو چکی ہے۔۔

وہ چلا رہی تھی اور مدد کے لیے بلا رہی تھی "ابو۔۔ شیخو۔۔ میں یہاں ہوں" وہ آگے بڑھی اور زور زور سے دروازے کو پیٹا مگر بے سود، ہاتھوں میں جان نہیں تھی جیسے اگر اور دروازہ بجایا تو ہاتھ ٹوٹ جائیں گے

"ابراہیم؟" دماغ نے کہا کہ اسے پھول دینے والے کو بلانا چاہیئے مگر نہیں۔۔ وہ خوفزدہ تھی، وہ کیا کہیں گے؟ نہیں! ابراہیم نہیں۔۔

وہ سہج سہج کر قدم اٹھا رہی تھی اور کھڑکی کی جانب بڑھ رہی تھی کہ اس نے ایک قدم اٹھایا اور اس کے ننگے پاؤں پر کچھ چبھا تھا، کچھ اتنی زور سے چبھا تھا کہ وہ کراہ اٹھی، اسے لگا جیسے کوئی چاقو ہے جو اس کے پاؤں کے نیچے کھبا ہے اور اوپر سے نکلا ہے۔۔

"آہ"!

ایک دم زور سے کراہی اور اٹھ بیٹھی۔۔ ساتھ جمی سویا تھا وہ بھی اٹھ گیا

آسیہ بیگم نے خود پر سے لحاف اتارا اور اس کی طرف مڑیں

"کیا ہوا؟ "

وہ ہونقوں کی طرح انھیں دیکھ رہی تھی اور وہ اس کے سامنے بیٹھی تھیں، سامنے والی دیوار پر لیمپ لٹک رہا تھا

اس نے جلدی سے اپنے اوپر سے لحاف اتارا اور پاؤں دیکھا، وہ ٹھیک تھا

"امی۔۔وہ۔۔مجھے کچھ چبھا تھا "

اس کے گال گیلے تھے جیسے روئی ہو اور اس نے اپنی ماں کے ہاتھ کو پکڑ لیا، یخ ٹھنڈا ہاتھ

"امی۔۔مجھے کسی نے سٹور میں بند کر دیا تھا۔۔وہاں بہت اندھیرا تھا" وہ روتے ہوئے بتا رہی تھی

انھوں نے ساتھ جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا، اس نے کانپتے ہاتھوں سے گلاس منہ کو لگایا

"یہاں بس میں ہوں، روشنی ہے یہاں۔۔کوئی اندھیرا نہیں ہے "

اور وہ اسے کندھے سے لگائے اس کے چہرے کے گرد بکھرے بالوں کو سمیٹ رہی تھیں۔۔

وہ ایک بار پھر ڈر گئی تھی۔۔

یہ اس دن سے دو ہفتے بعد کی بات ہے جب شیخو اور لیزا ملے تھے، عصر کے بعد جب لیزا نور جہان خالہ کی طرف سے ہو کر گھر آئی تو کوئی لاؤنج میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا تھا، دور سے ہی اس نے دیکھ لیا تھا دو پونیوں والی، فراک پہنے ایک خاتون کے ساتھ بیٹھی ٹانگیں ہلا رہی تھی، اس کی ٹانگیں زمین کو نہیں چھو رہی تھی۔۔لیزا کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ اس کی طرف بھاگی، لیزا ذرا سا رکی اور اس کے گال چومے، اس نے لیزا کی انگلی پکڑی اور صوفے تک آئی، سامنے حکمت خاتون بیٹھی تھیں

"یہ ضد کر رہی تھی کہ آپ سے ملنا ہے، علی صاحب نے میرے ساتھ بھیج دیا "

اس نے مسکرا کر سر کو خم دیا۔

بیلا چائے اور بسکٹ لے آئی، ہمیشہ کی طرح کپ لیزا نے پکڑا تھا اور وہ بسکٹ اندر ڈبو ڈبو کر کھا رہی تھی۔۔ نظر اس کی سامنے بیٹھی حکمت خاتون پر تھی، وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر نہیں کہہ سکی۔۔اگر وہ کہہ دیتی تو حکمت خاتون اس کے باپ کو بتا دیتی۔۔

وہ مسکرا کر اس سے باتیں کر رہی تھی

"آپ نے نئی ڈرائنگ نہیں بنائی؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"بنائی ہے "

"چلو میں دیکھنے آؤں گی آپ کے گھر "

دو چار ادھر اُدھر کی باتیں کیں اور پھر حکمت خاتون اٹھ گئیں

"چلو پری۔۔ تمھاری ٹیوشن کا ٹائم ہو رہا ہے "

اور پری بے دلی سے اٹھی تھی، اس نے لیزا کی انگلی زور سے پکڑی ہوئی تھی اور بار بار چہرہ اٹھا کر اسے دیکھ رہی تھی جیسے کچھ کہنا چاہتی ہو۔۔

دروازے پر پہنچ کر وہ خفا خفا سی لگ رہی تھی۔۔

"تم اچھی دوست نہیں ہو لیزا" اس نے سرگوشی کی تھی۔

لیزا نے ابرو بھینچے اسے دیکھا

"کیا؟ "

"تم اچھی دوست نہیں ہو لیزا "

اس نے دہرایا۔۔ وہ نا سمجھی سے اسے دیکھ رہی تھی۔

Clubb of Quality Content

باہر گاڑی تھی اور حکمت خاتون دروازہ کھولے کھڑی تھیں، وہ اسے دیکھ رہی تھی۔۔اس کی آنکھیں کچھ کہہ رہی تھیں

پھر ایک دم مڑی اور حکمت خاتون کو دیکھا "میرا پرس "

اور اندر بھاگ آئی مگر لیزا اس کے پیچھے نہیں آئی، وہ وہیں کھڑی گاڑی دیکھتی رہی۔۔پری دروازے کے پاس آ کھڑی ہوئی، وہ اس طرح کھلے دروازے کے بائیں جانب دروازے سے جڑ کر کھڑی تھی کہ حکمت خاتون کو نظر نہیں آئی۔۔اس نے لیزا کو اپنی طرف آنے کا اشارہ کیا، وہ اس کی طرف بڑھی

"تمھیں نہیں پتہ شینو کہاں ہے؟ "

لیزا نے اسے نا سمجھی سے دیکھا

"اچھے دوست اپنے دوستوں کا خیال رکھتے ہیں، تمھیں پتہ ہونا چاہیئے کہ شینو کہاں ہے "

اور وہ خفا خفا سی باہر بڑھ آئی۔۔گاڑی میں بیٹھی اور چلی گئی، وہ وہیں کھڑی رہی

)شینو کہاں ہے؟ (

اس نے دروازہ بند کیا اور سوچتے ہوئے اندر گئی۔۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ ایک نئی صبح تھی، عبدالرحمن باہر سے آئے تھے اور لاؤنج میں آتے ہی عبدل نے انھیں بتایا تھا کہ ان کے لیے خط آیا ہے، لفافہ ان کے ہاتھ میں تھا اور سامنے میز پر پڑا چائے کا کپ جھک کر اٹھایا، پھر لبوں تک لے گئے۔۔ کپ میز پر رکھا اور پھر لفافہ چاک کیا۔۔

"السلام علیکم !

میرے دل کے بہت قریب مجھے چھوڑ کر جانے والے کے نام !

میں امید کرتی ہوں کہ آپ ٹھیک ہوں گے۔۔ میں بالکل بھی ٹھیک نہیں ہوں اور سخت خفا ہوں۔۔ آپ مجھ سے ملے اور پھر چلے گئے، آپ ایک بار مجھے بتا دیتے کہ آپ جا رہے ہیں تو میں آپ کو کبھی نہ جانے دیتی یا پھر خود آپ کے ساتھ لاہور آ جاتی مگر آپ نے مجھے نہیں بتایا۔۔ یہ بہت بری بات ہے، آپ کو ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔ آپ نے تو میرے ساتھ شام کی چائے پینی تھی، کہاں گئی وہ چائے؟ میں نے ڈھیروں باتیں کرنی تھیں کس سے کروں وہ باتیں؟ اپنا خیال رکھیے گا (اللہ حافظ)

والسلام

آپ سے خفا

حوابنت عبداللہ

اور لکھے الفاظ ختم ہو گئے تھے، وہ مسکرا رہے تھے، آگے جھک کر چائے کا کپ اٹھایا اور لبوں سے لگایا، چائے نیم گرم تھی۔۔وہ اس کا خفا سا چہرہ یاد کر کے پھر مسکرائے

)اگر وہ بتا دیتے تو کیا وہ آنے دیتی؟(

دوسری طرف سفید بنگلے میں لڑکی اپنے کندھے پر پرس لٹکاتی ہوئی باہر کی جانب بڑھ رہی تھی۔۔دفعتاً دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا تھا۔۔لیزا پہلے دیکھ کر حیران ہوئی اور پھر ابرو اٹھایا

"تم۔۔یہاں؟ "

اندر آنے والا آگے بڑھا تھا "کیا ہم بات کر سکتے ہیں؟ "

لیزا نے کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے "میں اس وقت کہیں جا رہی ہوں۔۔ کوئی ضروری بات ہے کیا؟ "

لڑکے نے اثبات میں سر ہلایا "ایک بار سن لو شاید تمھاری مدد ہو جائے"

اس نے اسے اندر جانے کا اشارہ کیا اور خود اس کے پیچھے چل دی، لاؤنج میں دونوں گھڑی کی تین اور بارہ کی سوئیوں کی طرح صوفے پر بیٹھے تھے

"وہ۔۔" وہ سر جھکائے بیٹھا تھا "مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے "

لیزا نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔

لڑکا سر جھکائے سب بتا رہا تھا

منظر بدلا لوگ بدلے وقت بہت پیچھے چلا گیا

یہ سر علی کے گھر کا منظر تھا۔۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا پری کو کوئی ڈرائنگ سکھا رہا تھا، سر علی نے اسے بلایا تھا مگر وہ شاید کسی میٹنگ میں پھنس گئے تھے، دیر ہو گئی تھی۔۔ وہ پری کی کسی بات پر مسکرا رہا تھا۔۔ دونوں صوفے پر بیٹھے تھے اور درمیان میں ایک شیشے کی میز تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اندر کوئی آیا تھا، پینٹ کوٹ پہنے، اس کے ابرو بھینچے تھے، شاید غصے میں بھی تھا۔۔ شیخو نے سر اٹھایا

"تم کیا کر رہے ہو یہاں؟" وہ اس کے سر پر کھڑا غصے سے بولا تھا

اس نے تھوک نگلا اور جواب دینے کے لیے لب کھولے مگر اس سے پہلے ہی پری بول پڑی

"شیخو کو بابا نے بلایا ہے "

لڑکے نے اپنی ٹانگ سے چھوٹی بہن کو انگلی دکھا کر ڈانٹا "تم چپ رہو "

اس نے ایک بری سی شکل بنائی تھی۔۔

وہ اس کی طرف بڑھا اور اسے گریبان سے پکڑ کر کھڑا کیا

"پہلے میرا حق چھینا تم نے۔۔ اب میرے گھر پر ڈاکا ڈالو گے "

اس کی آنکھوں میں گلابی پن اترا تھا "آآ۔۔ آپ غلط سس۔۔ سمجھ رہے ہیں" اس نے اپنا گریبان چھڑانے کے لیے ہاتھ اس کے ہاتھوں پر رکھ دیے۔

"دفع ہو جاؤ" اس نے ایک جھٹکے سے اسے پیچھے دھکا دیا اور پیچھے کانچ کی میز سے وہ ٹکرایا، سنبھل نہیں پایا اور درمیان سے کانچ ایک چھناکے سے ٹوٹا تھا، ارد گرد کرچیاں بکھر گئیں،

کارپیٹ پر گرے شیخو کا دایاں ہاتھ کانچ پر تھا،اس نے "سس!" کراہ کر آنکھیں بند کر لیں۔

کرچیاں ماس میں کھب گئی تھیں اور خون بہنے لگا تھا،اس نے ہاتھ آنکھوں کے سامنے کیا، خون کی کئی دھاریں کہنی کی طرف سفر کرنے لگیں تھیں۔۔

اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے،شاید آنسو خود ہی آ گئے تھے،درد شدید تھا

"مما۔۔خون" وہ چیخی تھی اور پھر شیخو کے پاس جا بیٹھی، گھٹنوں کے بل بیٹھی اس کے بازو پر بہتے خون کو دیکھتی اور روتی ہوئی۔

اس کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے،اس نے اوپر دیکھا تو سکول کا پرنسپل کھڑا تھا۔۔ اس سے سانس نہیں لی گئی۔۔اب ابراہیم کیوں نہیں آیا بچانے؟

لڑکے نے اپنا ہاتھ بالوں میں سے گزارا "اوہ نو" حکمت خاتون کچن سے باہر دوڑی تھیں اوپر سے کوئی تیس بتیس سال کی عورت نیچے آئی تھی،وہ سامنے کھڑے لڑکے پر چیخ رہی تھیں مگر وہ زمین پر بیٹھا تھا۔۔عورت اس کے پاس آئی اور اسے اٹھا رہی تھی۔۔

شیخو نے کچھ کہا تھا اور وہ اس کے پیچھے جا رہے تھے۔۔وہ باہر بھاگ رہا تھا، خون والا ہاتھ پہلو میں تھا، اس کی آنکھیں سرخ تھیں، فرش پر خون کے قطرے گرتے جا رہے تھے اور وہ اس سکول کے میدان سے بھاگ جانا چاہتا تھا "

ابرار نے سارا قصہ لیزا کو سنایا تو وہ غصے میں دانت پیس رہی تھی

"تمھاری انا خوش ہو گئی؟ "

اس نے ماتھے کو مسلا، لیزا کو دیکھا "میں۔۔مجھے نہیں پتہ یہ سب کیسے ہوا۔۔میں باہر سے جھگڑ کر آیا تھا اور غصہ اس پر نکل گیا۔۔میں شرمندہ ہوں "

"تمھیں اس پر ذرا ترس نہیں آیا؟"لیزا نے اسے پتلیاں سکیڑ کر دیکھا

"لیزا۔۔میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔۔میں اس سے معافی مانگنے کو تیار ہوں "

اس نے طنزیہ سر جھٹکا

"لیزا۔۔مجھے اس سے جیلسی تھی، میں اس کا دشمن نہیں تھا، اس کے ہاتھ سے نکلتا خون اور چہرے کی معصومیت دیکھ کر۔۔میرا دل بدل گیا۔۔میں۔۔میں اس سے معافی مانگ لوں گا "

لیزا نے ایک سانس لی۔۔

"اس کی لندن سے سکالرشپ آئی ہے۔۔ڈیڈ نے مجھے دو دن کا وقت دیا ہے۔۔وہ نہ آیا تو میں بھی لندن نہیں جاؤں گا "

وہ بس اسے دیکھ رہی تھی،(خوش ہونا ہے یا حیران؟)اس کی سانس رک گئی،وقت تھم گیا تھا۔۔وقت بہت جلدی گزرا تھا

رات کو ذرا سی سردی تھی،لیزا کے بال کھلے تھے اور اس نے کندھوں پر شال اوڑھی ہوئی تھی۔۔ساتھ بیٹھا قیس گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا،لیزا اداس سی سیٹ کی پشت سے سر لگائے باہر دوڑتی گاڑیاں دیکھ رہی تھی۔۔گاڑی میں بسی خاموشی قیس کی آواز نے توڑی تھی

"اگر وہ وہاں نہ ہوا تو؟ "

"تو ہمیں پتہ چل جائے گا کہ وہ کہاں ہے"اسی طرح باہر دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

قیس نے ایک نظر اداس سی لڑکی کو دیکھا تھا

"وہ"اس نے گلا کھنکھارا"ایک بات پوچھوں؟ "

"ہوں "

"تم"ایک لمحے کا توقف"اسے پسند کرتی ہو؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اداس سا مسکرائی "کوئی اسے جان لے اور پسند نہ کرے۔۔یہ ممکن نہیں ہے" سر ہنوز سیٹ کی پشت سے لگایا ہوا تھا

ایک سانس خارج کی اور ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا "مجھے اس میں اپنا عکس نظر آتا ہے، وہ ادھورا ہے اور اسے ادھورا چھوڑ دیا گیا، میں اسے کبھی پورا کر بھی نہیں سکتی مگر میں اسے زندگی میں رنگ بھرنا سکھا سکتی ہوں، زندگی میں سب کچھ تو پورا نہیں ملتا۔۔ایک اچھی شکل سے بہتر ایک اچھا دل ہے اور اس کے پاس اچھا دل ہے "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

گاڑی اب گلی کے سامنے تھی، انھیں دروازے تک جانا تھا۔۔

یہ اسی کمرے کا منظر تھا جہاں آج سے کئی مہینے پہلے وہ بیٹھے شیخو کا انتظار کر رہے تھے۔۔ آج بھی بلب سے پیلی روشنی نکل رہی تھی اور قیس آج بھی بے زار تھا۔۔پانی کے گلاس سامنے میز پر ان چھوئے پڑے تھے۔۔لیزا چچا سے بات کر رہی تھی اور وہ بے زار سے تھے

"مگر وہ گاؤں کیوں چلا گیا؟ "

"تین دن پہلے جب وہ آیا تھا تو اس کے ہاتھ سے خون بہہ رہا تھا، اس کا دامن سرخ رنگ سے رنگا ہوا تھا، میرے بہت اصرار پر بھی وہ کچھ نہیں بولا تھا۔۔ کہنے لگا کچھ دنوں کے لیے گاؤں جا رہا ہے اور پھر فجر کے بعد نکل گیا"

قیس مسلسل دائیں ٹانگ ہلا رہا تھا "کسی سے جھگڑا ہوا تھا کیا؟" کان کی لو مسلی

"نہیں۔۔ شیخو کسی سے نہیں لڑتا "

"آپ ہمیں اس کے گھر کا ایڈریس دے دیں ہم اس سے وہاں مل لیں گے" لیزا نے بڑے اعتماد سے کہا تھا

"جب آئے گا مل لینا۔۔ میں اس کا پتہ نہیں دے سکتا "

ان کا انداز قطعی تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ میں اس کے دادا سے لے لوں گی "

اور وہ اٹھ گئی۔۔

گاڑی میں بیٹھ کر قیس نے ٹھک سے دروازہ بند کیا اور اسے دیکھا

"اس کے دادا تمھیں ایڈریس دے دیں گے؟"

لاپرواہی سے کندھے اچکائے "میں لے لوں گی "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔۔کچھ پل مزید بیتے پھر وہ خود ہی بول پڑا

"تمھیں میری عقل پر شک نہیں کرنا چاہیئے تھا "

لیزا نے چونک کے اسے دیکھا"مطلب؟ "

"میں یہ کام آسانی سے کر سکتا ہوں، تم آگے گا سوچو۔۔کل تک ایڈریس تمھارے پاس ہو گا"وہ سٹیر نگ پر ہاتھ رکھے سامنے دیکھ رہا تھا۔۔

اس نے پہلے قیس کو دیکھا اور پھر سامنے سڑک کو۔۔

رات مزید ٹھنڈی پڑ رہی تھی

دن کے گیارہ بجے کا وقت تھا، سورج نے ذرا سا منہ دکھایا تھا جو کہ کبھی کبھی بادل اپنے پیچھے چھپا لیتے۔۔گھر میں اس وقت خاموشی تھی، بی جان چارپائی پر بیٹھیں چاول چن رہی تھیں اور پاس ہی درخت کے نیچے تخت پوش پر چار نفوس بیٹھے تھے، سکینہ جس کی گود میں بہت سی کلیاں تھیں اور وہ انھیں پرو رہی تھی، اس کا ایک تہائی تاج بن چکا تھا اور اس کے ساتھ ہی حوا بیٹھی جس کی گود میں گل بابونہ تھے، کلیوں کا تاج بنانا اس کے لیے آسان تھا اور وہ دو تین پہلے ہی بنا چکی تھی (پچھلے ایک ہفتے کی کوشش کا نتیجہ) تیسرا فرد سامنے بیٹھا شیخو تھا

جو کہ گل بابونہ اور موتیے کے پھول دونوں کو ایک ساتھ پرو رہا تھا، اس کا تاج سب سے خوبصورت تھا اور وہ آدھے سے زیادہ بن چکا تھا۔۔اور چوتھا حوا کا بلا تھا جو کہ اس کے ساتھ بیٹھا تھا، کبھی اس کی گود میں چڑھ جاتا کبھی اس کے گھٹنے سے اپنی کمر لگا کر لیٹ جاتا اور کبھی درخت پر بیٹھی چڑیوں کو اچھل اچھل کر تنگ کرتا تھا۔۔

گل بابونہ پرونا اسے کافی مشکل لگ رہا تھا اور وہ شیخو کو غور سے دیکھتی کہ وہ کیسے کر رہا ہے، پھر شروع ہو جاتی۔۔ابھی اس نے ایک سبز پتلا سا تنا موڑا اور وہ ٹوٹ گیا۔۔

"شیخو مجھ سے نہیں ہو رہا" اور اس نے ہاتھ گود میں گرا دیئے۔

اس نے اس کی گود سے پھول پکڑے اور ان کے سبز تنے موڑ کر چند لمحوں میں دو تین پھول پرو دیے۔

اس نے واپس لے لیا اور اب خود پرو رہی تھی، ادھر اس نے ذرا سا تنا موڑا اور پھر ٹوٹ گیا۔۔

اس نے پھول پکڑ کر غصے سے شیخو کی گود میں پھینکا، وہ جو موتیے کے پھول پرو رہا تھا، اسے دیکھا

"ایک تو تت۔۔تم غصہ بڑا کک۔۔رتی ہو" اس نے اسے ڈانٹا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ منہ پھلائے بیٹھی تھی "مجھ سے نہیں ہو رہا۔۔ تھوڑا سا موڑو تو ٹوٹ جاتا ہے" وہ رو دینے کو تھی۔

وہ مسکرایا اور سر جھکا کر اپنی گود میں پڑے گل بابونہ کو پکڑا

"تم ہنس لو" اسے اور غصہ آیا

سکینہ نے اسے دیکھا تو وہ بھی مسکرا دی "اچھا ادھر دکھاؤ۔۔ میں بتاتی ہوں "

اس نے گل بابونہ پکڑا اور اس کا تنا موڑا "یہ دیکھو، یہ جو چھوٹی انگلی ہے نا اس کو تنے کے آخر پر رکھنا ہے، اور باقی تین انگلیوں کو اوپر۔۔ اتنا سمجھ آ گیا؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا "اور پھر آرام سے تم اسے موڑ کر دوسرے تنے سے اس طرح لگا دو گی" اس نے دوسرا تنا پکڑ کر اسے اس کے اوپر رکھا اور پہلا تنا اس کے اوپر سے گزارا

"یہ نہیں ٹوٹا۔۔ بس آرام سے کرنا ہے۔۔ تم زور ڈالتی ہو اور وہ ٹوٹ جاتا ہے "

اس نے سمجھ کر سر ہلایا

پھر اس نے سکینہ کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق کیا تو وہ ہو گیا، تنا نہیں ٹوٹا تھا۔۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائی۔۔ شیخو نے دیکھا تو اس نے اسے زبان دکھائی اور پھر ہنس دی۔۔

اس کا تاج مکمل تھا اور اب وہ اسے دیکھ رہا تھا، باہر کا دروازہ بجا اور وہ اٹھا، جوتا پہنا اور دروازے کی طرف گیا۔۔

"کون؟ "

دروازہ پھر سے بجا تو اس نے کھول دیا۔

سامنے قیس کو دیکھ کر وہ حیران ہوا، پھر پیچھے لیزا تھی اور ساتھ ابرار بھی۔۔وہ بس آنکھیں کھولے انھیں حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔

"اندر نہیں بلاؤ گے؟ "

بولنے والی لیزا تھی اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔۔

تینوں اندر آئے اور تخت پوش پر بیٹھی دونوں لڑکیوں نے درخت کے پیچھے سے گردن نکال کر دیکھا، جمی فوراً تخت پوش سے اتر آیا۔۔چارپائی پر بیٹھیں بی جان بھی چاولوں پر ہاتھ روکے انھیں دیکھ رہی تھیں۔

"یہ کون ہیں؟"سکینہ نے سرگوشی کی

"پتہ نہیں۔۔شہر کے لگ رہے ہیں"حوا نے اپنا خیال پیش کیا۔

قیس اور ابرار نے پینٹ شرٹ پہن رکھی تھی جبکہ لیزا نے ہلکی گلابی اور سفید پھول دار فراک اور گلے میں سٹالر گول کر لیا ہوا تھا ایسے کہ وہ سامنے کندھوں پر دائیں بائیں کو آرہا تھا۔۔ بالوں پر ہیئر بینڈ لگائے، کندھے پر پرس لٹکائے وہ ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔۔ شیخو نے بیٹھک کا دروازہ کھولا، لیزا نے سامنے دیکھا تو دو لڑکیاں اسے دیکھ رہی تھیں۔۔ ایک کی آنکھیں شیخو جیسی تھیں اور دوسری کی ابراہیم جیسی اور وہ تینوں اندر چلے گئے۔۔

منظر چھپ گیا اور پھول وہیں پڑے رہ گئے۔

"واہ۔۔ یہ لاہور سے آئے ہیں؟ لڑکی تو بڑی پیاری ہے" حوا بولی تو وہ دونوں ہنس دیں۔۔

ڈرائنگ روم میں بٹھا کر شیخو باہر آیا اور تخت پوش کی طرف بڑھا "چائے بب۔۔ بنا دو "

"یہ لڑکی کون تھی؟ "

شیخو نے تھوڑی کھجائی "یہ وہ لل۔۔ لاہور والی "

"اچھا وہ پینٹنگ والی" شیخو نے سر ہلا دیا۔

"اچھا۔۔ شیخو، اسے بولو تھوڑی سی انگلش بول کر دکھائے۔۔ شکل سے تو انگریزنی لگ رہی ہے" وہ بڑے جوش سے کہہ رہی تھی

شیخو نے ماتھے پر ہاتھ مارا "میری مم۔۔ ماں۔۔ چائے بب۔۔ بنا دو ان کو"

وہ پھول اس کے آس پاس سے اکٹھے کر کے کہہ رہا تھا۔

اس نے منہ بسورا اور اٹھ گئی۔۔ سکینہ وہیں سنجیدہ سی بیٹھی تھی۔۔ قیس کی سرمئی آنکھیں کسی سے ملتی تھیں۔۔

اگر اندر جھانکو تو قیس اٹھ کر کمرے میں ادھر اُدھر چکر کاٹتا چیزیں دیکھ رہا تھا، چھوٹے شیلف جن میں مختلف شوپیس تھے، گلدان، کتابیں، پیالے۔۔

"یہ لوگ کتنے سادہ گھروں میں رہتے ہیں نا" کرسی پر بیٹھی لیزا نے تبصرہ کیا تھا

"ہوں" ابرار بھی گردن اٹھا کر ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں ایک صوفہ سیٹ تھا اور کچھ فاصلے پر ایک میز جس کے گرد کرسیاں تھیں، جہاں وہ بیٹھے تھے

"تمھیں آئی ڈی کارڈ کا خیال کیسے آیا؟" وہ اب قیس سے بات کر رہی تھی

اس کے ہاتھ میں ایک گلدان تھا جس میں وہ اس وقت جھانک رہا تھا" ظاہر ہے۔۔

تمھارے پاس میرے جیسے دماغ ہوتا تو تم یہاں ہوتی "

اس نے منہ بسور لیا۔

"کہاں سے لیا اس کا آئی ڈی کارڈ؟ "

"یونیورسٹی میں ایگزیبیشن کے لیے میں نے ہی ہاتھ پیر مارے تھے اور تم نے ہی مجھے اس کے ڈاکومنٹس لا کر دیے تھے" گلدان ابھی بھی ہاتھ میں تھا۔

اس نے سمجھ کر سر ہلایا

"پھر وہاں کی کچھ لڑکیاں مجھ پر فدا بھی تھیں تو نکلوالیا" اس نے لیزا کو مسکرا کر دیکھا، گلدان واپس رکھ دیا

"واپس جا لینے دو۔۔کچھ لڑکیوں سے میں بھی ملنا چاہتی ہوں" اس نے طنز کیا تھا اور اگر باہر آؤ تو چولہے کے سامنے شیخو اور حوا بیٹھے تھے، شیخو نمکو کھول کر پلیٹ میں ڈال رہا تھا اور وہ چائے کے ابلنے کا انتظار کر رہی تھی

"شیخو"

"ہوں "

"یہ منہ پر کیا لگاتی ہے۔۔اتنی پیاری ہے" شیخو نے اسے گھور کر دیکھا پھر نفی میں سر ہلایا

"یہ جو صابن لگاتی ہے نا وہ تم میرے لیے بھی لے کر آنا "

شیخو نے تھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر اسے دیکھا "تم بھی پپ۔۔پیاری ہو۔۔اس کی جن۔۔جان نہیں چھوڑ سس۔۔سکتی؟"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے منہ بسورا"ہوں"چائے کو ابالا آگیا اور وہ چائے کپ میں ڈال رہا تھا

"شیخو۔۔تم نا اسے کہنا کہ میری ایک بہن بھی ہے۔۔پھر اسے مجھ سے ملوانا، میں خود ہی پوچھ لوں گی۔۔ساتھ میں اس کی انگلش بھی سنوں گی"اور پھر وہ مسکرادی

"ہوش مم۔۔میں آجاؤ"اس نے اس کی کنپٹی پر ہلکی سی چپت لگائی تو وہ بیٹھی بیٹھی ہل گئی، گرتے گرتے بچی مگر ابھی بھی خیالوں میں تھی

وہ چائے لے کر اندر گیا تو قیس اور ابرار نے چائے کی پیالیاں پکڑیں مگر لیز اٹانگ پر ٹانگ جمائے سینے پر بازو لپیٹے مسلسل اسے گھور رہی تھی اور وہ سامنے بیٹھا تھا۔۔

"آپ بب۔۔بھی لیں"اس نے چائے کی پیالی آگے سرکادی۔

مگر وہ اسی طرح اوپر والی ٹانگ ہلاتے ہوئے اسے گھورتی رہی

"تم نے مجھے کچھ بھی بتانا گوارہ نہیں کیا؟ "

"وہ بب۔۔بس اب۔۔"

"کیا؟"وہ زور سے بولی تھی اور ٹانگ سیدھی کرلی

"تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیئے تھا۔۔مجھے بتانا چاہیئے تھا۔۔ایک چھوٹی سی بات ہوتی ہے اور تم سب چھوڑ کر بھاگ آتے ہو۔۔اتنے بزدل ہو تو زندہ کیسے ہو؟ "

قیس نے چائے کی پیالی میز پر رکھ دی اور اب ٹانگ پر ٹانگ جمائے دیکھنے لگا (یہ موقع پھر کبھی نہیں ملنا)

"مم۔۔میں نے آپ سے کہا تھا کہ مجھے مشہور نہیں ہونا، لوگ دشمن ہو جاتے ہیں "

"اور میں نے بھی کہا تھا کہ میں تمھارے دشمنوں کو دیکھ لوں گی"

ایک خاموشی۔۔وہ سر جھکائے بیٹھا تھا، لیزا نے آنکھوں سے ابرار کو اشارہ کیا

ابرار نے گلا کھنکھارا "وہ۔۔تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو، میں تمھارا دشمن نہیں ہوں۔۔بس ذرا سی جیلسی تھی۔۔میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں، کیا تم مجھے معاف کر دو گے؟ "

شیخو نے اپنا دایاں ہاتھ دیکھا، ابھی بھی نشان گہرے بھورے تھے، ہاتھ درد کرتا تھا

"کک۔۔کر دیا معاف" اس نے سر جھکائے رکھا تھا

ابرار کھڑا ہوا "چلو پھر ہمارے ساتھ "

شیخو نے سر اٹھایا اور لیزا کو دیکھا، وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی "مم۔۔میں نہیں۔۔ "

اسے پتہ تھا وہ یہی کرے گا "تمھیں کیا لگتا ہے ہم سب پاگل ہیں، فارغ ہیں۔۔ہمیں کوئی کام نہیں۔۔ہم اپنی یونیورسٹی چھوڑ کر سارے کام چھوڑ کر آئے ہیں اور تم اپنی ضد پر اڑے ہو" وہ اب کھڑی ہو گئی تھی

"شیخو۔۔مت بھاگا کرو، مقابلہ کیا کرو" وہ اب نارمل ہو چکی تھی۔

پھر بیٹھ گئی "تمھیں پتہ ہے ملک میں کتنے اور آرٹسٹ ہیں لیکن قسمت نے تمھیں موقع دیا ہے۔اللہ نے تمھیں چنا ہے، ہر کسی کے پاس لیزا اور قیس نہیں ہوتے۔۔تم ایسے ناشکری نہیں کر سکتے، زندگی موقع دے رہی ہے تو کیوں بھاگ رہے ہو۔۔یہ موقع مجھے نہیں ملا، تمھیں ملا ہے تو کیوں ناشکری کر رہے ہو؟ "

اس نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا "کون سا موقع؟ "

لیزا نے گردن موڑ کر ساتھ بیٹھے ابرار کو دیکھا

"تمھاری سکالرشپ آئی ہے، لندن سے "

اور وہ آنکھیں پھاڑے سن دماغ سے اسے دیکھ رہا تھا (کیا یہ خواب ہے؟)

"یہ سب آآ۔۔آپ نے کک۔۔کیا ہے"

وہ ہنس دی "لیزا اسٹیفورڈ صرف لاہور کو جانتی ہے، لندن پر میرا زور نہیں چلتا"

ایک خاموشی۔وہ جیسے اس خبر کو ہضم کر رہا تھا

"مم۔۔میں کیسے؟ "

اس نے ایک سانس خارج کی

"تمھاری پینٹنگ جو تم اسلام آباد میں جیت کر آئے تھے، وہی لندن میں ڈسپلے ہوئی۔۔ انھیں اچھی لگی اور تمھیں سکالرشپ دے دی، اب وہاں جا کر اور سیکھنا اور آگے بڑھنا "

اس نے کچھ بولنے کے لیے لب کھولے کہ لیزا جھٹ سے بولی

"منع مت کرنا۔۔" پھر آہستہ سے بولی "منع۔۔ مت۔۔ کرنا "

وہ بس ایک سانس لے کر رہ گیا

"بس لاہور واپس چلو پھر کچھ سوچ لیں گے "

وہ کھڑا ہوا پھر کچھ بولنے کے لیے لب کھولے اور پھر وہ بول پڑی

"کیا ہم باہر انتظار کریں؟ "

تینوں ایک ساتھ کھڑے ہوئے

"ایک دو دد۔۔ دن تک آجاؤں گگم۔ گا۔۔ آپ بے فف۔۔ فکر رہیں "

اس نے سکون کی سانس خارج کی۔

وہ باہر کی طرف آرہے تھے، سکینہ اور حوا تخت پوش پر بیٹھیں باتیں کر رہی تھیں

"اب دیکھو بھلا ایسے کون کرتا ہے؟" وہ ٹانگوں کے گرد بازو حمائل کیے بیٹھی تھی

"چلو اقصیٰ آپی چلی تو گئی نا" سکینہ نے لقمہ دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ شیخو کے ساتھ آگے بڑھ رہی تھی، عین ان کے سامنے کھڑی تھی

"السلام علیکم "اس نے سر کو خم دے کر سلام کیا۔

لیزا نے سر کے خم سے جواب دیا

"یہ تمھاری بہن ہے اور یہ ابراہیم کی بہن "

وہ دونوں کو پہچان گئی۔ شیخو نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ٹھیک ہے۔۔ تم جاؤ قیس کے ساتھ گاؤں دکھاؤ، میں ان کے ساتھ بیٹھی ہوں"

شیخو نے اپنی بہن کو گھورا، اس نے کندھے اچکائے اور سر ہلا کر چلا گیا۔

وہ اب تخت پوش پر بیٹھ گئی تھی، جمی اس کے ساتھ بیٹھ گیا

"یہ میرا بلا ہے، اس کا نام جمی ہے "وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

"اوہ۔۔ یہ بہت پیارا ہے، اس کی آنکھیں بھی تمھارے جیسی ہیں، پیاری سی "وہ اس کی کمر سہلا رہی تھی۔

حوا نے کندھے اچکائے "لوگ کہتے ہیں کہ میری اور شیخو کی آنکھیں بہت پیاری ہیں۔۔ کیونکہ یہ بھوری ہیں۔۔ مگر مجھے سیاہ پسند ہیں، کیونکہ سیاہ ہر رنگ کو جذب کر لیتا ہے "

اس نے جمی پر جھکا ہوا سر اٹھایا اور اس کی طرف دیکھا جو اسے دیکھ کر مسکرائی تھی

(ابراہیم کی آنکھیں بھی سیاہ ہیں۔۔کیا اس کی بات کر رہی ہے؟)ایک لمحے کے لیے برا لگا تھا پھر سر جھٹک دیا(اسے حق ہے کہ وہ اس کی تعریف کرے،اسے سراہے)پھر مسکرا دی۔

"شیخو آپ کی بہت تعریف کرتا ہے "

"کیا کہتا ہے؟"اس نے تجسس سے پوچھا

"کہتا ہے آپ کی انگلش بہت اچھی ہے۔۔وہ کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی بھی آپ کے جیسا نہیں ہو سکتا"وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

وہ ہنس دی۔

"کیا واقعی؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

"آپ کی امی کہاں ہیں؟ "

"امی تو تائی امی کے ساتھ بازار گئی ہیں۔۔شام میں آجائیں گی واپس"

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔جمی پھر اس کے پاس آبیٹھا۔

"ابراہیم کا گھر کونسا ہے؟ "

سکینہ ٹھٹھکی اور مڑی،پھر پیچھے اشارہ کیا"ساتھ والا گھر ہمارا ہے "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے چھت پر دیکھا کیونکہ چھت ہی نظر آرہی تھی

"آپ بھائی کو کیسے جانتی ہیں؟"اب سکینہ کی باری تھی۔

"میرے ڈیڈی اس کے ٹیچر تھے،جب وہ انٹر کر رہا تھا تب ملی تھی "

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"وہ بہت اچھا ہے"وہ کچھ اور بھی کہتی مگر حوا نے بات بدل دی"لاہور کیسا ہے؟ "

"اچھا ہے "

)اس نے بات کیوں بدلی؟کیا اسے برا لگا؟(

حوا اب پہلے کی طرح مسکرا نہیں رہی تھی

"آپ کا گھر بہت اچھا ہے۔۔سادہ سا "

اسے وہاں "خالص پن" کی خوشبو آرہی تھی۔

کچھ دیر اور بیٹھی اور پھر قیس آگیا۔۔آخری مرتبہ قیس کی آنکھیں اس نے تب دیکھیں جب وہ دوبارہ اندر آرہا تھا،اس کے دل کو کسی نے مٹھی میں لیا تھا(اسی طرح کسی دن وہ بھی آتا دکھائی دے گا)اور سکینہ گم صُم سی دروازے کو تک رہی تھی۔۔

وہ چلے گئے۔۔شام ہونے کو تھی جب آسیہ اور سمیرا، ثمر اور خالدہ کے ساتھ آتی دکھائی دیں۔۔

واپسی کا راستہ خاموش کٹ رہا تھا"گاؤں تو بڑا پیارا ہے اس کا۔۔تم بھی آجاتی"وہ جو گاڑی چلا رہا تھا ساتھ بیٹھی لڑکی کو دیکھا۔

وہ پشت سے سر لگائے کھڑکی سے باہر دیکھ رہی تھی

"دل نہیں تھا "

واپسی پر حوا نے اسے موتیے کے بنے گجرے پہنائے تھے۔

وہ ہاتھ گود میں رکھے انھیں دیکھ رہی تھی"وہ اس کے بارے میں سوچتی ہو گی، وہ اسے خط لکھتا ہو گا، پھول دیتا ہو گا، وہ اس کی آنکھوں کی تعریف کرتی ہو گی اور وہ ہنس دیتا ہو گا، وہ روٹھتی ہو گی اور وہ منا لیتا ہو گا، وہ اس کا انتظار کرتی ہو گی اور وہ مسکراتا ہو گا"اس نے تھوک نگلا"وہ اس کا انتظار کر سکتی ہے، وہ اس کی تعریف کر سکتا ہے، وہ اسے خط لکھ سکتی ہے اور وہ اسے پھول دے سکتا ہے"آنسو آنکھوں کے کنارے پر تھے، دل کے ٹوٹے ہر حصے سے خون رس رہا تھا۔۔

اس نے آنکھیں بند کر لیں مگر کیا آنکھیں بند کرنے سے نیند آجاتی ہے؟

دسمبر 1963

دن چھوٹے راتیں لمبی، سردی کا راج تھا۔۔آتے جاتے نفوس کوٹ اور سویٹر میں ملبوس، فصلوں پر دھند کا راج اور ٹیوب ویل بند تھا۔۔خاموشی سی خاموشی، ایسے میں ایک کمرے میں اپنے بیڈ پر رضائی میں بیٹھی لڑکی کے ہاتھ میں کچھ تھا۔۔ایک چاندی کی انگوٹھی جس پر کسی کا نام لکھا تھا، اپنی شہادت کی انگلی میں ذرا اوپر پہن کر اسے انگوٹھے سے گھما رہی تھی۔۔تین ماہ ہو گئے تھے اور کوئی خیر خبر نہیں، مگر اس کا دل اس بات کا گواہ تھا کہ کہیں نہ کہیں وہ بھی منتظر ہے۔۔

انگوٹھی اس کی اانگلی میں بہت کھلی تھی، جیسے کسی مرد کی ہو۔۔اس نے اس پر لکھے الفاظ پر اپنا انگوٹھا پھیرا

منظر بدلا لوگ بدلے وقت بہت پیچھے چلا گیا

یہ ایک خوبصورت شام تھی جس میں سورج غروب ہونے کے قریب تھا، عصر کا وقت تھا اور نارنجی آسمان۔۔فصلوں کے پاس بہت سے بچے کھیل رہے تھے، چند فاصلے پر عبدالرحمن سفید پگڑی والے تین چار مردوں سے بات کر رہے تھے، برگد کے درخت پر

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

جھولے کی رسی لگی تھی مگر وہ تختہ جس پر بیٹھ کر جھولتے تھے وہ ٹوٹ چکا تھا، سکینہ اور حوا، گل بانو کے ساتھ کھڑی کسی بات پر ہنس رہی تھیں۔۔ گل بانو کی بکری نے بچہ دیا تھا اور اب حوا اس کے بچے کو دیکھ رہی تھی، سکینہ البتہ برگد کے درخت کے پاس ہی کھڑی تھی، حوا کو بکری کا بچہ اٹھاتے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔ سکینہ نے سیاہ چادر لی ہوئی تھی۔۔ پاس بچے آنکھ مچولی کھیل رہے تھے۔۔ دفعتاً کسی نے اس کا نام لیا تھا مگر اس نے ان سنا کر دیا، پھر نام لیا تو وہ چونک گئی۔۔ اس نے گھبرا کر دائیں بائیں دیکھا، پھر ایک نظر اوپر بھی دیکھا (کہیں درخت پر سایہ تو نہیں؟)

مگر آواز درخت کے پیچھے سے آ رہی تھی۔۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا، وہ مڑی اور مٹھیاں بھینچے درخت کی طرف بڑھی مگر آواز دینے والا موٹے تنے کے پیچھے سے نکل آیا تھا، اس کی گہری سرمئی آنکھیں تھیں۔۔ سکینہ اس کو دیکھ کر گھبرا گئی اور ادھر اُدھر دیکھا پھر کانپتی آواز میں بولی

"آآ۔۔ آپ۔۔ آپ یہاں سے چلے جائیں۔۔ دادا۔۔ اگر کسی نے دیکھ لیا تو "

وہ دونوں فاصلے پر کھڑے تھے۔۔ وہ ذرا سا تنے کے پیچھے تھا، اس کا آدھا رخ نظر آتا تھا۔۔

"میں تم سے بات کرنے آیا ہوں۔۔پھر چلا جاؤں گا"اس نے تیز تنفس سے جلدی میں کہا تھا

"دادا نے اگر دیکھ لیا تو وہ کیا سوچیں گے۔۔آپ چلے جائیں"وہ گھبرائی ہوئی تھی۔۔ ماتھے پر پسینہ بھی تھا۔۔

اس کی شکل دیکھ کر ادیب نے ہاتھ اٹھائے"اچھا۔۔اچھا۔۔تم نہیں گھبراؤ۔۔میں جا رہا ہوں۔۔میں جا رہا ہوں"اور وہ پیچھے ہٹتا گیا

"سکینہ۔۔"حوا نے آواز دی تو وہ چونکی،دل جیسے باہر ہی آ گیا تھا،ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔

وہ مڑی اور اسے دیکھا،مسکرایا بھی نہیں گیا

"میں گل بانو کے ساتھ چنے لینے جا رہی ہوں،تم سبزیوں کے پاس رکنا،یہ بچے لے جاتے ہیں نہیں تو"اس نے درخت کے ساتھ لگی ٹوکری میں سبزیوں کی طرف اشارہ کیا۔۔

سکینہ چند قدم چل کر آگے آئی،دل ابھی بھی بری طرح دھڑک رہا تھا۔۔وہ تنے کے پاس ہی کھڑی تھی،چند لمحے گزرے اور اسے آواز سنائی دی

"مجھے نہیں پتہ یہ کیا ہے مگر کوئی وظیفہ کوئی دم، کوئی آیت کوئی سورت میرے دل کو شفا نہیں دیتی۔۔میں جانتا ہوں کہ میری موجودگی میں تم گھبراجاتی ہو مگر تم موجود نہ ہو تو میں گھبراجاتا ہوں۔۔مجھے نہیں پتہ کہ کب میں قید ہوا ہوں مگر مجھے یہ قید کائنات کی ہر آزادی سے زیادہ عزیز ہے" سانس لینے کا وقفہ، وہ سن سکتی تھی کہ اس کا تنفس تیز ہے، اس کی آواز گیلی ہے "مجھے نہیں پتہ کہ کب میں ایک لڑکی کو گھر تک چھوڑنے آیا اور کب میں خود کو کھو بیٹھا" اس نے اپنی انگوٹھی اتاری اور برگد کے بڑے سے زمین پر پھیلے تنے پر رکھ دی "میں اپنی نشانی تمھارے لیے چھوڑ کر جارہا ہوں، میں خود کو یہیں چھوڑ کر جارہا ہوں۔۔میں تمھارا منتظر رہوں گا، صرف تمھارا رہوں گا "

اور پھر وہ چلا گیا۔۔اس نے چند گہری سانسیں لیں، اب کوئی آواز نہیں آئی تھی۔۔وہ مڑی اور نظر نے اوپر سے نیچے تک سفر کیا۔۔برگد کے زمیں پر پھیلے موٹے تنے پر ایک انگوٹھی پڑی تھی، چاندی کی انگوٹھی جس پر چار لفظ الگ الگ کندہ تھے۔۔اس نے زیر لب دہرائے

"ادی ب "

پھر جوڑا "ادیب" اور ان الفاظ پر اپنا انگوٹھا پھیرا۔

وہ جا چکا تھا مگر وہ یہیں تھا،اس کی خوشبو ابھی تک تازہ تھی

رضائی میں بیٹھی لڑکی اسی طرح ان الفاظ پر انگوٹھا پھیر رہی تھی۔۔وہ چلا گیا تھا مگر وہ وہیں تھا

ثمر کا رشتہ طے ہو گیا تھا اور اب اس کی اماں بس جہیز بنانے لگی تھیں۔۔اپنے کمرے کی ایک بار اچھے سے صفائی کروائی،ایک نئ لڑکی تھی جو پچھلے ہفتے سے کام کرنے آ رہی تھی، اسے خالدہ تائی نے کام پر رکھا تھا۔۔اس نے کمرے میں اچھے سے جھاڑو لگایا اور سارے شیلف اچھے سے صاف کیے۔۔بہت سا گند گھٹا مٹی کمرے سے نکلی تھی۔۔وہ جھاڑو سے ساری مٹی باہر لے کر آ رہی تھی جب حوا بہت سے کپڑے نیچے لے کر آئی اور تخت پوش پر رکھ دیے۔۔

"عذرا۔۔"اس کی طرف دیکھا جو سارا گند جھاڑو سے باہر لے کر آ رہی تھی

"جی "

"یہ کچھ کپڑے ہیں۔۔تم انھیں لے جانا اور جرسی بھی پہن کر آنا۔۔سردی ہے اور تم آتی بھی دور سے ہو"اس نے کھڑے کھڑے ہدایات دیں۔

اس نے کھلی سی قمیض جس کے بازو آگے جا کر بند ہوتے تھے، قمیض گھٹنوں تک آ رہی تھی اوپر جرسی پہنے جو کہ سامنے سے کھلی تھی، سر پر سٹالر سا لیا ہوا تھا اور چند لٹیں چہرے کے گرد جھول رہی تھیں۔۔ پیچھے سے لمبی سی چٹیا دوپٹے سے باہر نظر آ رہی تھی۔۔

"باجی۔۔ یہ کاغذ دیکھ لیں کچھ چاہیئے یا پھر انھیں پھینک دوں؟" اس نے کمرے میں جھانکا مگر کوئی نہیں تھا، دونوں ماں بیٹی بیٹھیں تھیں۔۔ وہ خود ہی آگے بڑھی اور زمین پر جھک کر کاغذ اٹھانے لگی۔۔ سب کھول کر دیکھتی اور پھر پھینک دیتی۔۔ ایک کاغذ کھولا اور اسے پڑھنے لگی۔۔

اس پر اس کا نام لکھا تھا اور وہ عباس نے اسے لکھا تھا۔۔ اس کا دل باہر آ گیا اور وجود کانپنے لگا تھا۔۔ (یہ خط؟)

کوئی آیا تھا اور کھینچنے کی صورت میں اس سے خط جھپٹا تھا۔۔ وہ ثمر تھی اور مسکرا رہی تھی، حوا کی آنکھیں گلابی پڑ چکی تھیں۔۔

"ابھی تو یہ تمھارے مغرور شوہر کو بھی دکھانا ہے" اس نے اسے تہہ کر کے اپنی جرسی کی جیب میں رکھ لیا۔

اس کی آنکھ سے آنسو نکلا اور گال پر پھسل گیا "یہ۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ہاں۔۔یہ عباس نے تمھیں لکھا تھا۔۔یاد کرو"اور پھر ہنس دی

اس کے کان کے ذرا قریب سرگوشی کی "تمھارے سیالکوٹ والے محبوب کو بھی یہی پڑھایا تھا، بے چارہ، دل ٹوٹ گیا اس کا۔۔چچ"اور وہ سامنے آئی اور مسکرائی

"اپنا گھر بسانے سے پہلے تمھارا گھر اجاڑ کر جاؤں گی۔۔ان شاءاللہ"اور وہ وہاں سے چلی گئی۔۔

وہ کانپتی ٹانگوں سے اوپر چڑھی اور پھر رضائی میں بیٹھ گئی۔۔پھر آنسو صاف کیے اور بیڈ کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔

شام آہستہ آہستہ سرک رہی تھی۔۔

"حواجی"وہ لڑکی آئی تھی

اس نے گردن موڑی اور دیکھا، عذرا تھی

"وہ جی۔۔نیچے ڈاکیا آیا ہے۔۔آپ کا خط لایا ہے "

وہ اٹھی اور جوتا پہن کر نیچے آئی، پھر دروازے کے پاس گئی اور ڈاکیے نے ایک خط اور اچھے سے پیک ہوا ڈبہ پکڑایا، اس نے دستخط کیے اور اوپر آگئی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دوبارہ رضائی میں بیٹھی اور ڈبہ ایک طرف رکھ کر لفافہ چاک کیا۔۔پھر خط پڑھنا شروع کیا

"السلام علیکم !

مجھے بھول جانے والی بھوری آنکھوں والی کے نام !

کیسی ہو؟تم تو بھول ہی گئی ہو،بندہ ایک خط ہی لکھ دیتا ہے۔۔میں ٹھیک ہوں اور ٹھنڈ میں ہوں۔۔گاؤں میں بھی دسمبر پہنچ چکا ہو گا اور تمھیں سردی جلدی لگ جاتی ہے۔۔اپنا بہت سا خیال رکھنا اور چھت پر جانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔میں جب آنے والا ہوں گا، تمھارا دروازہ کھٹکھٹا کر اجازت طلب کروں گا اور پھر گھر جاؤں گا۔۔پتہ لگے حوابنت عبداللہ چھت پر اپنے پھول دینے والے کا انتظار کرتی رہی اور نمونیا ہو گیا۔۔چچی نے جوتے لگانے ہیں مجھے۔۔تمھارے لیے تحفہ بھیجا ہے اور ساتھ اپنی تصویر بھی۔۔دیکھ کر بتاؤ پیارا لگ رہا ہوں؟تم دعا کرتی رہنا کہ میں اپنا کام خیریت سے ختم کر کے واپس آجاؤں۔۔چچی کو سلام کہنا

(اللہ حافظ !)

والسلام

تمھارا ابراہیم

اس نے خط پڑھا اور مسکرا دی، اس کی آنکھیں گلابی تھیں اور نم بھی مگر وہ دھیرے سے ہنس دی۔۔اس نے لفافے میں انگلی ڈالی اور پھر اس کی تصویر نکالی۔۔

سفید زمین پر ہر طرف برف تھی اور درمیان میں وہ کھڑا تھا، اس نے ملٹری یونیفارم پہن رکھا تھا اور اوپر اس کی دی ہوئی جرسی۔۔نیچے بھاری بوٹ، بال بکھرے ہوئے اور وہ مسکراتا ہوا اچھا لگ رہا تھا۔۔وہ مسکرا دی

پھر اس نے ساتھ پڑے ڈبے کے اوپر سے شاپر اتارا اور پھر نیچے کئی اخبار تھے۔۔نیچے ایک گہرے بھورے رنگ کا ڈبہ تھا جس کے کناروں پر لکڑی کو کرید کر پھول بنائے گئے تھے، اس نے ڈبہ کھولا اور اندر پڑی چیز پکڑی۔۔وہ ایک آئینہ تھا۔۔اس کے ہاتھ جتنا لمبا بیضوی شکل کا جس کے اطراف میں لوہے کا کام تھا، لوہے کا ڈیزائن بنا تھا اور اس کے درمیان میں آئینہ، یعنی آئینے کے گرد لوہے کا کام تھا اور اس پر گولڈن رنگ تھا۔۔اس نے وہ نکالا اور اندر اپنا عکس دیکھا، وہ ذرا سا بھاری تھا مگر اس نے اپنا عکس دیکھا تو مسکرا دی۔۔کافی دیر اس کو

کھول کر بیٹھی رہی پھر دوبارہ ڈبے میں رکھ کر اسے الماری میں رکھ دیا۔۔اس کا دل دھڑک رہا تھا اس نے ایک سانس خارج کی

باہر برآمدے میں سردی ہوتی تھی تو خالہ اور لیز اندر بیٹھ کر قرآن پڑھتی تھیں۔۔تخت پوش بھی اندر ہی تھا، جالی دار دروازے کے آگے پردہ گرا ہوا تھا اور اندر ذرا سی گرمائش تھی، مخالف سمت میں ایک آتش دان بھی جل رہا تھا۔۔

وہ خالہ سے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ سن رہی تھیں

"لیکن مجھے ابھی بھی ڈر لگتا ہے، میں جانتی ہوں اللہ مجھے تھام لیتا ہے لیکن میں کسی حد تک خوفزدہ ہوں۔۔رات کو بالکنی میں کھڑے ہو کر میں پریشان ہو جاتی ہوں۔۔میں موسیٰ یا ابراہیم نہیں ہوں جو فوراً سمعنا واطعنا کہہ اٹھیں۔۔مجھے لگتا ہے میں اللہ کی بات نہیں مان پاؤں گی اور پھر الٹے پاؤں واپس پھر جاؤں گی "

وہ ہنس دیں

"چونکہ تم نے موسیٰ علیہ السلام کا ذکر کیا ہے تو ہم موسیٰ علیہ السلام کی ہی بات کر لیتے ہیں۔۔موسیٰ علیہ السلام سے جب قتل ہوا ایک غلطی ہو گئی تو وہ مصر سے بھاگ گئے، کئی سال

بھاگے اور پھر کوہ طور پر گئے تو اللہ سے ہم کلام ہوئے تھے۔۔کیا کہا تھا اللہ نے۔۔اللہ نے کہا کہ واپس جاؤ اس ظالم قوم کے پاس۔۔موسیٰ تو اسی قوم سے بھاگ کر آئے تھے اور اب انھیں وہیں واپس جانے کا کہہ رہے تھے، وہی ظالم قوم، قوم فرعون۔۔واپس جاؤ انہی لوگوں کے پاس جن سے تمھیں ڈر تھا۔۔پھر واضح بھی کیا کہ قوم فرعون کے پاس۔۔اللہ فرماتا ہے "کیا وہ اپنے آپ کو ڈر کے مارے بچائیں گے نہیں؟ "

اللہ کے مطابق تو ڈرنا فرعون کو چاہیئے اس کی فوج کو ڈرنا چاہیئے اور موسیٰ علیہ السلام سے کہا جا رہا ہے کہ آپ جائیں آپ کو ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔اب انبیاء کی صفت ہے کہ وہ اللہ کے حکم پر کیا کہتے ہیں؟ "

"سمعنا واطعنا" وہ فوراً بولی تھی۔

"لیکن موسیٰ نے پانچ باتیں بیان کیں۔۔وہ کیا تھیں؟" انھوں نے انگلیوں پر گنوانا شروع کیں

"میرے رب مجھے ڈر ہے وہ مجھے جھوٹا کہیں گے

میرا سینہ تنگ ہو جاتا ہے

میری زبان نہیں چلتی

پھر کہا کہ ہارون کو بھیج دیں"

"یہ تو چار باتیں ہیں۔۔ان میں کیا سمعنا واطعنا ہے؟" وہ اب اس سے پوچھ رہی تھیں۔

اس نے نفی میں سر ہلایا

"آخری خوف تھا کہ وہ مجھے قتل کر دیں گے" پھر وہ خاموش ہوئیں۔

"یہاں پر کیا نہیں کہا انھوں نے 'سمعنا واطعنا'۔۔حالانکہ یہ تو موسیٰ علیہ السلام تھے، موسیٰ علیہ السلام جن کا ذکر سب سے زیادہ قرآن میں آیا ہے، جو اللہ سے ہم کلام ہو رہے ہیں اور وہ اللہ سے کہہ رہے ہیں کہ حکم تو آپ کا ہے لیکن میں خوفزدہ ہوں۔۔یہاں اللہ نے ہمیں سکھایا کہ جب ہم پر اللہ کا کوئی حکم آتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہمارے جذبات، ڈر خوف پریشانی ایک دم سے غائب ہو جانی چاہیئے۔۔یہ سب بھی ہمارے ساتھ رہیں گی۔۔ ہم گھبرائیں گے بھی خوف بھی کھائیں گے مگر۔۔" چھوٹی لڑکی تخت پوش پر چڑھ کر اپنی نانی کی گود میں بیٹھ گئی۔

"مگر ہم اللہ سے اپنے خوف کا اظہار کریں گے، اسے بتائیں گے کہ ہمیں کیا ڈر ہے، ہم کیوں خوفزدہ ہیں اور پھر وہ ہمارے لیے راستہ نکال لے گا جیسے اس نے موسیٰ کے لیے نکالا تھا

۔۔موسیٰ علیہ السلام کا کلام اللہ نے قرآن میں بند کر دیا تاکہ ہمیں سبق ملے اور ہم اس سے سیکھیں۔۔"

"تو میں بھی اللہ کو بتاؤں کہ مجھے کیا ڈر ہے۔۔مجھے کیا خوف ہے اور بتا دینے سے وہ میرے خوف کا حل نکال دے گا" وہ گھٹنے سینے سے لگائے ان پر بازو رکھے بیٹھی تھی۔

"سمعنا واطعنا کوئی جادو کی چھڑی نہیں ہے جس سے سارے دکھ غم ایک طرف ہو جاتے ہیں اور ہم کہنے لگتے ہیں کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ میرے ساتھ ہے۔۔ہمیں اپنے خوف اپنے غم کے ساتھ اللہ کا حکم قبول ہے اور اللہ کو بتا دینا ہے کہ اللہ فلاں فلاں مسئلہ ہے اسے حل کر دو، کیا وہی نہ جانے جس نے پیدا کیا ہے؟ "

اس نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا

"تم پاؤں بڑھاؤ تو اللہ تھام لے گا۔۔ہم بھی دودھ کے دھلے نہیں ہیں، دن میں لاکھوں گناہ کرتے ہیں پھر اسی کے پاس جاتے ہیں۔۔کلمہ پڑھنے کے بعد ہم پر کوئی جادو نہیں ہوتا کہ ہم گناہ نہیں کریں گے۔۔گناہ تو ہوتا ہے ہم کرتے رہتے ہیں مگر اللہ سے پھر کہتے ہیں "

"اھدنا الصراط المستقیم" وہ مسکراتے ہوئے بتا رہی تھی۔

)پچھلے دنوں قرآن سننے کا اثر(

باہر شام ڈھل رہی تھی،اس کے جانے کا وقت ہو رہا تھا

وزیرستان میں اس وقت رات تھی، جگہ جگہ چراغ جل رہے تھے۔۔ایک جگہ ایک ٹینٹ لگا تھا جس کے باہر بیٹھے تین فوجی کسی بات پر ہنس رہے تھے۔۔دفعتاً کوئی آیا تھا اور اس نے ایک آفسر کی طرف ایک لفافہ بڑھایا،اس نے مسکرا کر وہ لفافہ پکڑا اور اسے جانے کا اشارہ کیا۔۔لفافہ اس نے شرٹ کی جیب میں رکھ لیا،ایک لڑکا آیا اور اس نے چائے کی ٹرے اس کے سامنے کی اور اس نے چائے کا کپ پکڑ لیا۔۔

پھر اٹھ کر ٹینٹ میں چلا گیا اور اندر جا کر جوتے اتارے،اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔۔باہر سے پیلی پیلی روشنی اندر آ رہی تھی۔۔ایک چسکی لی اور لفافہ چاک کیا اور خط پڑھنا شروع کیا۔۔

"وعلیکم السلام!

میری روٹھی ہوئی محبوبہ کے نام !

میں ٹھیک ہوں اور تم کیسے ہو؟اس وقت میری قلفی جم رہی ہے لیکن کوئی بات نہیں ملک کے لیے یہ بھی سہی۔۔تم بتاؤ وزیرستان کیسا ہے؟کتنے مہینے رہنے کا ارادہ ہے؟مجھے تو تمھاری بہت یاد آتی ہے کیونکہ مجھے بھی یہاں کسی کو ٹانگ مار کر جگانے کی ضرورت نہیں پڑتی۔۔

میری دعا ہے کہ تم اسی طرح حسین رہو اور میرے ساتھ رہو، پھر ملتے ہیں۔۔اپنا خیال رکھنا

(اللہ حافظ!)

والسلام

ابرہیم خان

وہ مسکرایا اور چائے کا ایک اور گھونٹ بھرا۔۔پھر خط لفافے میں ڈالا اور بستر میں گھس گیا۔۔بازوؤں کا تکیہ بنائے وہ اپنی زندگی کے سب سے یادگار دن یاد کر رہا تھا، جب وہ اس کے لیے گلاب جامن لایا تھا اور جب اس کے روٹھنے پر وہ اسے مناتا تھا۔۔وہ دن حسین تھے۔۔

وقت بہت جلدی گزرا تھا

عبدالرحمن لاؤنج میں بڑے صوفے پر ٹانگ پر ٹانگ جمائے شام کی چائے پی رہے تھے، ہاتھ میں اخبار تھا اور وہ صفحہ پلٹتے نظروں سے پڑھنے لگے۔۔آگے جھک کر چائے کا کپ میز پر

رکھا اور ایسے ہی دل میں خیال آیا کہ آج کیا تاریخ ہے، پھر سوچنے لگے "تین مہینے ہو گئے، کوئی خط نہیں آیا۔۔ خیریت سے ہو "

اور وہ سیدھا ہو کر بیٹھ گئے، اخبار کا صفحہ پلٹا اور پڑھنے لگے، نیچے جاتے جاتے ان کی بھنویں بھینچی اور وہ غور سے خبر پڑھنے لگے، پھر ایک سانس خارج کی۔۔ دل نے صدا لگائی "شاید بہت دیر ہو چکی ہے، اب جانے کا کیا فائدہ۔۔ جب اسے ضرورت تھی تب تم نے اسے دھتکارا تھا۔۔ اب وقت اس کا ہے اور زمانہ بھی۔۔ بہت دیر ہو گئی ہے" اور سینے میں ایک درد سا اٹھا، سانس لینے میں بھی دشواری ہوئی مگر انھوں نے سینے پر ہاتھ ملا اور پھر اٹھ کر باہر چلے گئے۔۔ کھلی فضا میں سانس لیا تو سب ٹھیک ہو گیا۔۔

"شاید بہت دیر ہو گئی تھی "

شام ڈھل رہی تھی اور سردی کا زور بڑھ رہا تھا، دروازے کو دیکھا تو انھیں ابراہیم بے تحاشا یاد آیا، وہ اس وقت واپس آیا کرتا تھا اور آتے ہی گیراج میں سائیکل کا سٹینڈ لگاتے ہوئے پہلا سوال

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"دادا کہاں ہیں؟"اور جیسے ہی عبدل کہتا کہ "اندر ہیں"تو وہ دوڑتا ہوا آتا،بیگ صوفے پر رکھتا اور ان کے پیچھے سے ان کی گردن کے گرد بازو حمائل کرتا اور اپنا گال ان کے گال سے ملا کر سلام لیتا۔۔

وہ نم آنکھوں سے مسکرائے تھے،اس کی چھوٹی سائیکل ابھی بھی وہیں تھی مگر وہ بڑا ہو گیا تھا۔۔لاؤنج اور باغ دونوں خاموش تھے۔۔وقت بہت جلدی گزرا تھا

دور پہاڑوں میں برفباری ہو رہی تھی،رات نے سیاہ پردہ ہر طرف پھیلا دیا تھا اور ننھے ننھے جگنو جلتے دکھائی دے رہے تھے،روشنی کے چراغ نور کا منبع،ٹینٹ میں بیٹھے ابراہیم کے ہاتھ میں دو تصاویر تھیں،بلیک اینڈ وائٹ۔۔ایک میں ایک چھوٹا لڑکا کسی مرد کے بازوؤں کے حصار میں بیٹھا مسکرا رہا تھا،اس نے اس مرد کا بازو پکڑا ہوا تھا اور وہ تراشیدہ مونچھوں والا مرد بھی مسکرا رہا تھا۔۔دوسری تصویر میں لڑکا ذرا سا بڑا تھا اور اس کے ساتھ ایک آدمی کھڑا تھا جس نے عینک لگائی تھی اور سفید شرٹ کے اوپر سیاہ کوٹ پہن رکھا تھا،پیچھے ایک بڑا سا درخت تھا جو صرف نام کا درخت تھا،پتے اس کے جھڑ گئے تھے اور صرف تنا اور شاخیں ہی

تھیں۔۔مرجھایا ہوا اجڑا سا درخت جس کے نیچے وہ لڑکا ان کے ساتھ کھڑا مسکرا رہا تھا، انھوں نے اپنا بازو اس کے کندھے کے گرد حمائل کیا ہوا تھا۔۔

ساتھ بیٹھا عابد بار بار کبھی ابراہیم کو دیکھتا اور کبھی ان تصاویر کو جو اس کے ہاتھ میں تھیں۔۔باقی دو باہر ڈیوٹی دے رہے تھے اور ایک چائے بنا رہا تھا۔

"سر۔۔ایک بات پوچھوں؟ "

اس کی نظر پہلی تصویر پر ہی تھی "ہوں "

"یہ آپ کے دادا جی ہیں؟" وہ درخت کے نیچے کھڑے آدمی کو دیکھ کر بولا تھا۔

اس نے اس تصویر کے نیچے سے ایک اور تصویر نکالی جس میں صوفے پر لڑکا آدمی کے بازوؤں کے حصار میں بیٹھا تھا

"یہ میرے دادا ہیں"

اس نے دیکھا "کافی جوان دکھتے ہیں۔۔فوج میں تھے؟"

اس نے اثبات میں سر ہلایا "اب ریٹائر ہو گئے ہیں، میجر جنرل عبدالرحمن غازی "

عابد نے ستائشی نظروں سے دیکھا "یہ ابھی بھی ہیں یا تھے؟ "

ابراہیم نے نظر اٹھا کر اسے گھورا "ابھی بھی ہیں" (اور "ہیں" پر زور ڈالا)۔

وہ گڑبڑا گیا "سوری سر۔۔اللہ ان کو لمبی عمر دے۔۔اور یہ دوسری تصویر "

اس نے دوسری تصویر سامنے کی "یہ میرے دوست تھے، سب سے اچھے دوست" وہ مسکرایا تھا

"یہ تو کافی بڑے ہیں آپ سے؟ "

"دوستی عمر دیکھ کر ہوتی ہے کیا؟" اس نے پھر اسے گھورا

"نن۔۔نو سر"

پھر سنبھل گیا "سر۔۔یہ بھی ہیں؟ "

")ہیں" پر زور ڈالا(

"نہیں" نظر تصویر پر تھی "یہ جا چکے ہیں "

"اوہو۔۔بڑے اچھے آدمی ہیں سر۔۔دیکھنے میں بھی کافی اچھے ہیں، عمر سے کیا ہوتا ہے عمر تو ایک ہندسہ ہے۔۔یہ اچھے ہیں، پیارے ہیں" وہ مسکرایا، بتیسی نظر آ رہی تھی

"ایکٹنگ سے زیادہ کام پر دھیان دو تو ترقی ہو سکتی ہے تمھاری" اس نے سنجیدگی سے کہا اور تصویر بیگ میں رکھ کر باہر آ گیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"پتہ نہیں کب ان کا دماغ شارٹ ہو جاتا ہے۔۔اللہ بس جلدی سے دن نکال دے"اس نے رونی شکل بنا کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے تھے۔

ابراہیم آیا اور اس نے فوراً ہاتھ نیچے کر لیے۔۔"آ جاؤ "

اور وہ اٹھ کر چلا گیا

یہ ایک آفس کا منظر تھا، سامنے آتش دان جل رہا تھا، ساتھ ایک کاؤچ اس کے سامنے شیشے کی میز، کھڑکی میں رکھا ایک سبز سا چھوٹا پودا، سفید پینٹ اور اپنی کرسی پر براجمان علی خان۔۔وہ کوئی فائل چیک کر رہے تھے جب سیکرٹری اندر آئی

"سر۔۔لیزا اسٹیفورڈ آئی ہیں "

فائل پر دیکھتے ہوئے بولے تھے"ہوں۔۔آنے دیں "

اور شیشے کا دروازہ بند کر کے چلی گئی۔چند پل بیتے اور لیزا اسٹیفورڈ اندر آتی ہوئی دکھائی دی، اس نے لمبا سیاہ کوٹ پہن رکھا تھا، کانوں میں چھوٹی بالیاں تھیں، جوڑے سے چند بال نکل کر گردن کو چھو رہے تھے، گھٹنوں تک آتی شرٹ اور نیچے ٹراؤزر۔۔وہ آگے بڑھی اور ان کے سامنے آ بیٹھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ مسکرائے۔

"ہوپ سو ڈسٹرب نہیں کیا ہوگا "

"کسی کسی کو اجازت ہے" فائل ٹیبل پر پڑی تھی۔

"آپ نے مجھے نہیں بتایا؟" وہ خفا ہوئی تھی

"اسے تمھیں خود بتانا چاہیئے تھا" وہ پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔

"ہوں۔۔واپس آ گیا ہے وہ "

وہ پھر سے مسکرائے "مجھے پتہ تھا "

"ابرار نے غلط کیا تھا "

" صحیح بھی اسے ہی کرنا تھا" جواب جھٹ سے آیا تھا۔

"ہم اپنے بچوں کو گرنے نہیں دیتے، گرنے نہیں دیتے تو پھر انھیں اٹھنا نہیں آتا۔۔ہر بار گرنے پر وہ پیچھے مڑ کر ماں باپ کو دیکھتے ہیں کیونکہ انھیں لگتا ہے کہ ماں باپ ان کی غلطیاں ٹھیک کر دیں گے۔۔ہمیں انھیں گرنے دینا چاہیئے تاکہ انھیں اٹھنا آئے۔۔ماں باپ ہمیشہ ساتھ نہیں رہتے، اولاد کو ان کی غلطیاں خود ٹھیک کرنے دینی چاہیئے۔۔غلط یا صحیح انھیں ان کے فیصلے لینے دینے چاہیئے۔۔اس نے جو کیا غلط کیا تھا، میرا کام تھا اسے غلطی کا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

احساس دلانا، جو میں نے کیا۔۔اس کا کام تھا غلطی کو ٹھیک کرنا اس نے بھی کیا۔۔بچے ہمیشہ بچے نہیں رہیں گے، انھیں بڑھنے دینا چاہیئے"

وہ سمجھ گئی، اثبات میں سر ہلایا۔

پھر ساتھ پڑے انٹر کام پر دو کپ چائے کا آرڈر دیا اور دوبارہ مخاطب ہوئے۔۔

"آپ کو نہیں لگتا یہ بہت جلدی ہوا ہے، وہ لندن رہ لے گا؟"

وہ ہنس دیے۔

"وہ کہیں پر بھی رہ لے گا، وہ پاکستان رہ سکتا ہے تو کہیں بھی رہ سکتا ہے۔۔ہمیں آگے بڑھنے کے لیے اپنے ایک مخصوص دائرے سے نکلنا پڑتا ہے، وہ دائرہ جس میں پاگلوں کی طرح چکر کاٹ رہے ہیں، صبح شام رات دوپہر، کھانا پینا سونا۔۔بس؟ اس مخصوص دائرے کو توڑنا پڑتا ہے کیونکہ وہ دائرہ ہمارا سکون بن جاتا ہے، ایسا سکون جو ہمیں بڑھنے نہیں دیتا، ہماری گروتھ نہیں ہونے دیتا۔۔اسے بھی نکلنے دو، مزید روشنی پھیلے گی "

اس نے نا سمجھی سے دیکھا۔۔چائے کے کپ آ چکے تھے۔۔انھوں نے کپ پکڑا اور لبوں سے لگایا

"اسے ایک دھکا چاہیئے ہوتا ہے اور پھر وہ اپنا کام کرنے لگتا ہے، کچھ لوگ ہوتے ہیں جنھیں بچپن سے بتایا جاتا ہے کہ انھیں بڑھنا ہے ان کی نظر ستاروں پر ہوتی ہے، آسمان پر۔۔ لیکن کچھ ہوتے ہیں جنھیں زمین کا باسی کہا جاتا ہے اور مٹی کر دیا جاتا ہے، ان کے لیے آسمان معنی نہیں رکھتا۔۔ لیکن ایک تیسری قسم بھی ہوتی ہے لوگوں کی جو کہتے ہیں "چائے کا کپ پکڑا اور گھونٹ بھرا

"ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" وہ ہنس دیے۔

"تمھیں پتہ ہے یہ کون سے لوگ ہوتے ہیں۔۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے جو آگے دیکھتے ہیں، جو گرنے کے بعد اٹھ پڑتے ہیں اور بنا کسی سہارے کے چلتے ہیں دوڑتے ہیں رینگنا پڑے تو رینگتے ہیں، میں چاہتا ہوں شیخوان جیسا بنے "

"وہ۔۔ مشکل ہے" وہ مسکرا دی

"تم نے شاید وہ کہانی نہیں سنی جس میں ایک لڑکا اپنے باپ کو کہتا ہے کہ وہ تیرنا نہیں جانتا اور پانی دیکھ کر بہت گھبراتا ہے، تیرنے کے بارے میں اپنے خوف بتاتا ہے مگر اس کا باپ سنتے ہی اسے پانی میں دھکا دے دیتا ہے۔۔ اس کی ماں بھی چیختی چلاتی ہوئی آتی ہے مگر وہ اسے بچانے نہیں جاتا۔۔ بچہ خود تیرتا ہے اور تیر کر دوسرے کنارے تک جاتا ہے۔۔ پھر کھڑا ہو

کر مسکراتا ہے اور اپنے باپ سے کہتا ہے "یہ اتنا مشکل نہیں تھا"۔۔کوئی خوف آپ سے بڑا نہیں ہوتا، خوف بڑا نہیں ہوتا خوف کا احساس بڑا ہوتا ہے۔۔اسے کسی نے نہیں سراہا تھا مگر جب اسے سراہا تو اس کے اندر سے شعاعیں نکلی ہیں۔۔لندن میں بھی انسان ہی رہتے ہیں، کوئی اسے کھا نہیں جائے گا۔۔انسان کی یہی بات سب سے اچھی ہے کہ وہ اپنا سروائول جانتا ہے، ہر حال میں زندہ رہنا سیکھ لیتا ہے "

وہ خاموش رہی پھر بولی

"مگر۔۔وہ کیسے کرے گا؟ "

"تمھیں بڑی چنتا (پرواہ، فکر) ہے" ان کے ہندی بولنے پر وہ ہنس دی۔

"وہ کمزور نہیں ہے، اسے کمزور بنایا گیا تھا۔۔اس کا ٹریگر ہے کہ اسے بار بار یاد دلایا جائے کہ وہ کون ہے اور وہ ایک آرٹسٹ ہے "

اس نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا۔

"اس نے دو زندگیاں گزاری ہیں، ایک ہم سے ملنے سے پہلی کی اور ایک اب۔۔اور تم یقین کرو اس نے اپنی مرضی سے چنی ہے یہ زندگی، جس میں ہم ہیں۔۔وہ فیصلے لے سکتا ہے۔۔اسے لینے دو، بے بی کی طرح سپون فیڈنگ نہیں کرو، اس کی گروتھ رک جائے گی،

اسے جانے دو، بار بار تم اس کو اٹھانے جاؤ گی تو وہ ہر بار گرنے پر تمھیں دیکھے گا، وہ اٹھنا جانتا ہے اور اٹھے گا "

وہ مسکرادی۔ کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے۔

"شکریہ۔۔ ہر اس چیز کے لیے جو آپ نے کی "

وہ مسکرائے "میں اس میں خود کو دیکھتا ہوں، میں بھی کبھی آرٹسٹ بننا چاہتا تھا مگر نہیں بن پایا۔۔ وہ بن سکتا ہے تو کیوں نہیں۔۔ لوگوں کے راستے آسان کرنے چاہیئے "

باہر شام پھسل رہی تھی اور سردی بڑھ رہی تھی، اندر بیٹھے دو نفوس ادھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے

وہ علی خان کے آفس سے نکلی تھی تو شام ہو چکی تھی، وہ لائبریری چلی آئی۔۔ کیف ابھی تک نہیں آیا تھا، وہ خاموشی سے آگے بڑھی اور آخری میز پر بیٹھ گئی جہاں وہ ہمیشہ بیٹھتی تھی۔۔ بک شیلف سے کتاب لی اور اسے سامنے کھول کر بیٹھ گئی، ساتھ ہی میز پر اس کا سیاہ پرس بھی پڑا تھا۔۔ کتاب پر جھکی تھی اور وقت سرکتا رہا، پانچ سے ساڑھے پانچ، چھے سے ساڑھے چھے۔۔ رات ہو چکی تھی اور وہ کہانی میں ایسی گم تھی کہ وقت کا پتہ ہی نہیں چلا، پھر

گھڑی دیکھی تو جلدی سے کتاب واپس رکھی اور پرس کندھے پر لٹکائے باہر کی جانب بڑھی۔۔ایک نظر کیف کے آفس پر ڈالی مگر وہ نہیں تھا،وہ ریسیپشن تک آئی اور اس کا پوچھنے والی تھی کہ وہ اندر آتا دکھائی دیا۔۔اس نے دیوار پر لگی گھڑی کی طرف دیکھا اور پھر ابرو اٹھا کر کیف کو۔۔اس نے کندھے اچکا دیے پھر ریسیپشن پر کھڑے لڑکے سے بات کی اور مسکرا کر واپس آگیا۔۔وہ باہر ہی کھڑی تھی، بازو سینے پر لپیٹے،اسے دیکھ کر مسکرائی

"خیریت؟ "

اب وہ سیڑھیوں سے اکٹھے اتر رہے تھے،اس نے سانس خارج کی "ایک پیشنٹ آگیا تھا، وہیں دیر ہو گئی "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

ہلکی ہلکی دھند تھی، سانس لینے پر منہ سے بھاپ نکلتی، فٹ پاتھ پر چل رہے تھے، ساتھ گاڑیاں آجا رہی تھیں۔۔وہ ہاتھ رگڑ کر بازو سینے پر لپیٹ رہا تھا۔۔لیزا نے اسے دیکھا

"مجھے لگا تھا کہ ڈاکٹر بھی انسان ہی ہوتے ہیں" وہ سامنے دیکھتے ہوئے بولی تھی۔

اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا اور پھر رکی، وہ بھی اس کے ساتھ رک گیا۔۔اس نے اپنے ہاتھ سے دستانے اتارے اور اس کی طرف بڑھائے، کیف نے سوالیہ نظروں سے دیکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"یہ گرم ہیں، تمھارے ہاتھ ٹھنڈے ہیں"

"اور اگر میں نے پہن لیے تو تمھارے ہاتھ ٹھنڈے پڑ جائیں گے "

وہ مسکرادی اور اپنے پرس میں جھانکا، گلابی رنگ کا ایک اور دستانے کا نیا جوڑا نکالا

"تم پنک کلر کے پہن لو گے ؟" کیف نے گلابی دستانے دیکھے جن پر روشنی پڑ رہی تھی، درمیان میں تین سرخ رنگ کے چھوٹے پھول بنے تھے۔۔

وہ بھی ہنس دیا۔

پھر سیاہ دستانے پکڑے اور پہن لیے۔۔اب وہ دوبارہ ساتھ چل رہے تھے "تم ہر چیز ایکسٹرا رکھتی ہو؟"

"نہیں۔۔یہ تو جب میں آ رہی تھی تب ایک بچے سے لیے تھے، سوچا شاید کسی ضرورت مند کے کام آج اس نے گردن گھما کر اسے دیکھا۔

"میرا مریض بہت چالاک ہو رہا ہے۔۔میڈیسن بدلنی پڑے گی "

وہ ہنس دی۔

رات مزید سرد پڑ رہی تھی، اسے گھر چھوڑ کر وہ جیبوں میں ہاتھ ڈالے واپس آ رہا تھا۔۔

دستانے ہنوز ہاتھوں پر تھے

یہ جاتے ہوئے دسمبر کی ایک اداس شام تھی، گھر میں بھی خاموشی تھی۔۔سب اپنے اپنے کمروں میں دبکے پڑے تھے۔۔سوائے آسیہ بیگم اور بی جان کے جو کہ کھانا بنانے میں مصروف تھیں۔۔حوا اپنی رضائی میں لیٹی اونی دھاگے سے دستانے بن رہی تھی۔۔سر جھکا ہوا تھا، اس کے ہاتھ مسلسل چل رہے تھے۔۔دفعتاً دروازہ بجا اور اس نے سر اٹھا کر دیکھا، آنے والے نے اجازت طلب نہیں کی اور اندر آ گیا۔۔اس نے ایک سانس خارج کی اور سر نفی میں ہلایا، آنے والا حوا کے سامنے بیٹھا تھا۔۔

"کیا کر رہی ہو؟ "

"میرا خیال ہے کہ تمھاری آنکھیں کام کرتی ہیں" سر ہنوز جھکا تھا، وہ نارمل لہجے میں ہی بولی تھی۔

ثمر ڈھٹائی سے ہنسی تھی۔

"دیکھو۔۔ "

حوا نے سر اٹھایا، اس کی بات کاٹ دی "اگر تو تم مجھے ڈرانے دھمکانے آئی ہو تو جا سکتی ہو، میں مصروف ہوں" اور پھر دوبارہ سر جھکا لیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے ٹانگ پر ٹانگ جمائی اور بولی "ارے واہ۔۔ بڑی ہمت آگئی ہے۔۔ چلو کچھ دن گزار لو خوشی کے۔۔ پھر تو ساری زندگی کا رونا ہی ہے "

وہ خاموش رہی کچھ بھی نہیں بولی، ہاتھ پھر چلنے لگے

"حماد سے تو تمھارا کوئی رشتہ نہیں تھا، وہ چلا گیا تو کسی کو خبر نہیں ہوئی۔۔ ابراہیم سے تو ہے نا، وہ چھوڑے گا تو تکلیف ہو گی" بڑے افسوس سے کہہ رہی تھی۔

وہ ہنسی۔

"پاگل وا گل تو نہیں ہو گئی کہیں؟" وہ حوا کی ہنسی سن کر سنجیدہ ہو گئی

"تمھیں پتہ ہے ثمر عورت مرد سے محبت نہیں مانگتی، محبت تو بہت بعد کی بات ہے۔۔ وہ مرد سے عزت مانگتی ہے، اعتبار، بھروسہ اور یقین مانگتی ہے۔۔ جو اس پر یقین کرتا ہے اس کی عزت کرتا ہے وہ محبت بھی کرتا ہے۔۔ جو یقین نہیں کر سکتا وہ محبت بھی نہیں کر سکتا۔۔ اس نے تمھاری بات سنی تمھارا خود سے گڑھا ہوا جھوٹا خط پڑھا اور مجھ سے بد ظن ہو گیا۔۔ وہ ایک بار بھی میرے پاس نہیں آیا۔۔ اس نے ایک بار بھی مجھ سے نہیں کہا کہ اسے کیا چیز تنگ کر رہی ہے۔۔ اگر وہ مجھے بتا دیتا کہ اس نے یہ خط پڑھا ہے تو آج وہ حوا بنت عبداللہ کو نہ

کھوتا۔۔ مگر دیکھو تمھاری سازش نے کیا کیا۔۔ حماد میرے قابل نہیں تھا چلا گیا۔۔ اللہ نے ابراہیم دے دیا" وہ اطمینان سے کہہ رہی تھی۔

اس کے اندر لاوا سا بھڑکنے لگا، جھٹ سے کھڑی ہوئی اور غرائی تھی

"بڑا غرور ہو رہا ہے اپنے مغرور شوہر پر۔۔ ایک بار اسے میں نے یہ خط پڑھا یا نا تو طلاق تمھارے منہ پر مارے گا۔۔ حماد ہو یا ابراہیم سب مرد ایک سے ہوتے ہیں "

اور فوراً وہاں سے چلی گئی۔۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور رضائی ہاتھ میں نوچ لی، ایک عجیب سا احساس ہو رہا تھا۔۔ اسے پتہ تھا جب تک وہ سخت الفاظ نہیں استعمال کرے گی وہ اسے ہراساں کرتی رہے گی۔۔ بڑے دن پہلے سے ہی وہ یہ سوچ کر بیٹھی تھی کہ کیا کہنا ہے مگر اب جب کہہ دیا تو اسے بہت رونا آ رہا تھا۔۔ دل بے تحاشا کانپ رہا تھا۔۔ اس نے چند لمحوں چند گھنٹوں یا چند دنوں کے لیے ہی سہی اسے چاہا تھا، اسے اس کے پاس آنا چاہیئے تھا۔۔ مگر وہ نہیں آیا تھا۔۔ اسے دکھ تھا اور اب گلابی پڑتی آنکھوں سے آنسو نکلے اور گالوں پر بہہ نکلے۔۔ ایک اور خوف تھا "سب مرد ایک سے ہوتے ہیں" اور شام مزید اداس ہو گئی۔۔

یہ کیف سے ملنے کے تین دن بعد کی بات ہے۔۔آج اتوار تھا اور وہ خالہ کے پاس بھی نہیں گئی تھی اور یونیورسٹی سے بھی آف تھا، آدھا دن تو سوتے ہوئے گزارا اور دوپہر ظہر کے بعد وہ نیچے لائبریری میں چلی گئی، موسم اچھا نہیں تھا سو باہر جانے کا بھی دل نہیں تھا۔۔وہ شیخو سے بھی نہیں ملی تھی شاید اس لیے کہ وہ اسے تھوڑا وقت دینا چاہتی تھی، وہ خود سے سب سیکھے اور خود سے آگے بڑھے۔۔لائبریری میں کچھ خاص دل نہیں لگا تو کچن میں آگئی، شاید اسے کچھ بنانا تھا۔۔کچھ نیا ٹرائی کرنا تھا اور اس نے ایپرن باندھا۔۔بالوں کو اچھے سے جوڑے میں بند کیا اور اب وہ بیلا کے ساتھ کچن میں کھڑی کام کر رہی تھی۔۔شام پانچ بجے کے قریب اس کے سامنے ایک کیک پڑا تھا جس پر وہ شہد میں ڈوبے بادام لگا رہی تھی۔۔ کیک تیار تھا اور وہ دیکھ کر مسکرائی، اس کا دل خوش ہو گیا اور ساری اداسی ختم ہو گئی۔۔ایک ٹکڑا کاٹا اور پلیٹ میں ڈال کر بیلا کو دیا۔۔اس کے صحیح مزے تھے کہ وہ جو بھی نئی چیز ٹرائی کرتی تھی سب سے پہلے بیلا ہی چکھتی تھی۔۔

وہ توکھا کر کھل اٹھی۔۔ابھی وہ کچن میں ہی تھی کہ لاؤنج میں ایک خاتون اندر آتی نظر آئیں۔۔پیچھے ان کا بیٹا بھی تھا۔۔اس نے انھیں دیکھ کر ایک سانس خارج کی اور ایپرن اتار دیا۔۔پھر مصنوعی مسکراہٹ لیے باہر آئی اور ان سے ملی

"تم تو پہلے سے بھی پیاری ہو گئی ہو لیزا" باب کٹ اور اوور کوٹ والی خاتون اس کے گالوں کو چھوتے ہوئے بولی تھی

"جی ممانی۔۔آئی نو" پھر سے مسکرائی۔

پھر اس نے بیلا کو آواز دی "بیلا۔۔ ممی کو نیچے لے آؤ۔۔ان سے مہمان ملنے آئے ہیں" اور خود وہ باہر باغ کی طرف جانے والی تھی جیسے جان چھڑوا رہی ہو

"تم بھی بیٹھو" اور انھوں نے بازو پکڑ کر اسے اپنے ساتھ زبردستی بٹھانا چاہا۔وہ منہ بسورے بیٹھ گئی۔۔سامنے فلک شیر بیٹھا اسے گھور رہا تھا جسے اس نے مکمل نظر انداز کیا۔کچھ پل بیتے اور وہیل چیئر پر صوفیہ آتی دکھائی دیں

وہ اٹھ کر ملیں "کیسی ہو؟ "

لیزا ٹانگ پر ٹانگ جمائے بے زار سی ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔

چند ایک باتیں کر کے وہ اپنے اصل مدعے پر آ گئیں

"بس اب تم دونوں بھی لندن آ جاؤ۔۔کب تک یہاں اکیلی رہو گی؟ "

انھوں نے بات صوفیہ سے کی تھی مگر دیکھ لیزا کو رہی تھیں

بیلا چائے اور بسکٹ لے آئی

"جی بالکل۔۔ ممی کو لے جائیں آپ، ویسے بھی سارا دن کمرے میں رہتی ہیں، کتابیں پڑھتی ہیں۔۔آپ کے ساتھ دل لگا رہے گا "

"اور تم؟ تم تو اکیلی رہ جاؤ گی "

وہ ہنس دی "میں پہلے بھی اکیلی ہی رہتی ہوں۔۔مجھے عادت ہے" وہ لاپرواہ سی کہہ رہی تھی

"ہاں تو یہ اکیلا پن ختم کر لو۔۔ فیملی بنا لو نا" وہ سنجیدہ سی تھیں جبکہ لیزا ان کے بالکل الٹ چل رہی تھی۔۔

"شکریہ لیکن میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں ہے" اور وہ اٹھ گئی۔۔اور برداشت نہیں کر سکتی تھی۔اس کا رخ سیڑھیوں کی جانب تھا

"سارا دن آوارہ گردی ہے، اسے کیا لگے فیملی سے" صوفے کے ہتھ پر بازو رکھے ذرا سا پیچھے کو ہو کر بیٹھے فلک شیر کی آواز کانوں میں پڑی تو اس کی مسکراہٹ مزید گہری ہو گئی

"جی بالکل!" پہلے زینے پر کھڑی تھی، رخ ان کی جانب تھا

"اور کوئی بھی اچھا لڑکا ایک آوارہ گرد لڑکی کو کبھی اپنی ہمسفر نہیں چن سکتا "

اور پھر کندھے اچکا کر اوپر چلی گئی۔۔

اس کی ماں ان سے کچھ کہہ رہی تھی مگر اس نے نظر انداز کیا۔۔ کمرہ بند کر کے چند گہرے سانس لیے اور آئینے کے سامنے کھڑے ہو کر خود کو کمپوز کیا

)کیا وہ کبھی اپنی ماں کو معاف کرے گی؟

نہیں۔۔ کبھی نہیں (

وقت گزرتا رہا اور وہ چلے گئے، رات کا کھانا کھایا اور اب وہ اپنے بستر پر کمبل اوڑھے بیٹھی تھی۔۔ گود میں کتاب تھی اور بیڈ سائیڈ پر چائے کا کپ جس میں سے بھاپ اٹھ رہی تھی۔۔ اس کا رخ دروازے کی جانب تھا، دایاں بازو اور سر بیڈ کی پشت سے لگایا تھا۔۔ وہ روز سونے سے پہلے ان کی کتاب پڑھتی تھی، کبھی کبھار ناغہ ہو جاتا ورنہ وہ اپنے باپ کو اسی طرح یاد کرتی تھی۔۔ کتاب کے صفحے پلٹے، صفحہ نمبر 83

دل میلا ہو اور روح اداس

دولت شہرت بھوک اور پیاس

علم محبت اور ان دیکھا خواب

یہ سب ہوں تب بھی یار

ہدایت نہیں ملتی !

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

روح ہو میلی اور دل اداس

تم چاہے ہو جاؤ جہاں شناس

عقل نادان ہے دامن داغدار

پیاس نہ ہو تو

ہدایت نہیں ملتی!

گھر گھر پھر لو دنیا گھومو

نگر نگر تم دنیا دیکھو

ہر قسم کا علم بھی سیکھو

مگر وہ ایک نظر نہ ہو تو

ہدایت نہیں ملتی!

یہ قریب کے زمانے کی بات ہے جب مجھے کچھ حد تک قرآن سمجھ آنے لگ گیا تھا۔۔مجھے سمجھ آنے لگا تھا کہ یہ کوئی ایسا کلام ہے جو مجھے میرے اندر جھانکنے پر مجبور کرتا ہے، مجھے میرا عکس دکھاتا ہے، وہ عکس جو میں عام آنکھ سے نہیں دیکھ سکتا تھا۔۔میں پیشے کے لحاظ سے استاد تھا اور علم میری میراث تھی، میرے پاس بہت سا علم تھا۔۔زیادہ تر چیزوں کے بارے میں

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مجھے زیادہ نہیں تو تعارف تک تو پتہ ہوتا تھا۔۔ خیر انگلش میں مجھے مہارت تھی کیونکہ مجھے شروع سے ہی انگلش پسند تھی۔۔ لیکن مجھے کچھ دنوں سے ایک عجیب سی بات پتہ چلی کہ عقل ہمیں راستہ دکھا سکتی ہے مگر اس راستے پر دل چلاتا ہے۔۔ ہم اپنی عقل سے صحیح راستہ تو منتخب کر سکتے ہیں لیکن "ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں" انھیں دیکھنے کے لیے کوئی اور آنکھ چاہیئے ہوتی ہے۔۔ عقل یہاں مفلوج تھی، اس کی حد یہاں ختم تھی۔۔ میری پسندیدہ جگہ ایک باغ ہوا کرتا تھا، شاید اب وہ نہیں ہے۔۔ وہاں ایک بنچ تھا جہاں بیٹھ کر میں اذان سنا کرتا تھا، وہاں اذان کی آواز ذرا اچھی آتی تھی۔۔ سو ہوا یہ کہ فرید الدین جو کہ جی سی کالج کے باہر ٹھیلا لگایا کرتا تھا اور شام میں سبزی، وہ مجھے آتے جاتے سلام کرتا تھا۔۔ وہ پانچ وقت کا نمازی تھا اور میں اکثر دیکھا کرتا تھا کہ اگرچہ وہ خود بھی غریب تھا مگر جب بھی کوئی مانگنے والا بچہ آتا تھا تو وہ مفت میں اسے سموسیاں یا چپس دے دیتا تھا حالانکہ وہ خود غریب تھا، ضرورت مند تھا۔۔ میں نے اس آدمی میں عاجزی بڑی دیکھی تھی، وہ بلا کا شکر گزار تھا۔۔ ایک دن میں سبزی لینے اس کے پاس کھڑا ہوا تو یوں ہی پوچھ بیٹھا کہ تم کتنا پڑھے ہو؟ وہ ہنس دیا اور کہنے لگا کہ "ماسٹر جی، الف بے بھی مشکل سے آتی ہو گی" میں بھی مسکرایا مگر میرا دل ڈوب کر ابھرا تھا۔۔ مجھے اس سے عجیب سی روشنی پھوٹتی محسوس ہوئی تھی۔۔ میں نے پوچھا کہ

ایک تو تم کماتے اتنا کم ہو اور اوپر سے روزانہ دو تین بچوں کو مفت میں کھانا دیتے ہو، گزر بسر کیسے ہوتا ہے؟ سبزی بھی کبھی کم کبھی بہت کم لگاتے ہو۔۔ وہ کہنے لگا "ماسٹر جی! کماتا تو میں اپنے لیے ہوں، کھلاتا میں اللہ کے لیے ہوں" میں خاموش ہو گیا اور سارے راستے سوچتے آیا کہ ایک ان پڑھ انسان وہ دیکھتا ہے جو میں نہیں دیکھتا۔۔ میرے پاس علم تھا اس کے پاس عمل تھا، عمل ہمیشہ علم سے جیت جاتا ہے۔۔ اس نے جتنا سیکھا اتنے پر عمل کیا اور میرے پاس دریا جتنا علم تھا اور عمل قطرے سے بھی تھوڑا۔۔ دوسری بات یہ تھی کہ اس کے پاس ہدایت تھی (یہ بات اب آ کر پتہ چلی ہے جب میں نے اھدنا الصراط المستقیم پڑھا) اور میرے پاس علم، ہدایت کا تعلق دل سے ہے اور علم عقل سے ملتا ہے، دل کی آنکھ ہمیشہ عقل سے آگے دیکھتی ہے، وہ ستاروں کے پار اور جہان دیکھتی ہے۔۔ مجھے سمجھ میں آیا کہ اگر ہدایت نہیں تو سب کچھ بے معنی ہے۔۔ ہدایت ہے تو میں جی سی کے باہر مفت کھانا کھلا کر بھی سیر رہوں گا، ہدایت نہیں تو میں ہزاروں کما کر بھی بھوکا رہوں گا۔۔ ہدایت کو کبھی بھی ہم اپنے اختیار میں نہیں لے سکتے جیسے علم کو لیتے ہیں۔۔ علم دسترس میں ہوتا ہے ہدایت دسترس میں نہیں ہوتی۔۔ علم حاصل کر کے اسے ہم اپنا بنا لیتے ہیں جبکہ ہدایت بار بار مانگنے سے ملتی ہے۔۔ جیسے پیاسے کو پانی، جس کو جتنی شدت سے پیاس لگتی ہے اسے اتنی شدت سے ہدایت ملتی

ہے۔۔یہ اللہ دیتا ہے ہم اسے کتابوں سے پیسے سے یا گھوم پھر کر حاصل نہیں کر سکتے۔۔یہ مانگنے سے ملتی ہے اللہ سے مانگنے سے ملتی ہے۔۔یہ انسان نہیں دے سکتا، یہ اللہ کے اختیار میں ہے۔۔ہدایت آتی ہے تو عاجزی اور شکر لاتی ہے۔۔ہدایت جاتی ہے تو غرور، بے سکونی اور گمراہی دے جاتی ہے۔۔کئی ایسے تھے جو علم والے تھے جو اندھے تھے، کئی ایسے عمل والے تھے جو کامل تھے، بات ہدایت کی تھی بات ہدایت کی ہے۔۔ "

اسے اب نیند آنے لگی تھی، ہاتھ رکھ کر جمائی روکی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔۔چائے نیم گرم تھی اور اسے ایسی ہی پسند تھی۔۔کتاب بند کر کے گود میں رکھی اور سامنے دیوار کو گھورتے ہوئے کپ منہ کو لگایا، وہ اب تصور میں تھی

"وہ کیسے لوگوں کو چن لیتا ہے۔۔اس کے پاس ایک لمبی لسٹ ہو گی اور اس میں سب کے نام لکھیں گے۔۔سٹیفورڈ کرپس کو چن لیا ہو گا اور پھر "ایک سانس خارج کی

“Daughter of Stafford

Elizabeth Stafford “

کپ اس نے سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور کمبل میں کھسک گئی، چند پل بیتے اور وہ گہری سانس لیتی سو چکی تھی۔۔ باہر پھیلی دھند اور ساتھ پڑی کتاب اسے دیکھ رہے تھے۔۔ سکون کی نیند نعمت ہے!

دو دن بعد:

یونیورسٹی سے سیدھا وہ سٹوڈیو گئی تھی۔۔ سامنے ایزل پر کینوس سجائے بہت سے لڑکے لڑکیاں اپنا کام کر رہے تھے، ایک قطار دائیں جانب تھی اور دوسری قطار بائیں جانب۔۔ اندر داخل ہوتے ہی اس کی نظروں نے دائیں سے بائیں اسے تلاش کیا مگر وہ کہیں نظر نہیں آیا (کیا وہ نہیں آیا تھا؟)

وہ ذرا سا مایوس ہوئی پھر سامنے سے آتی چھوٹے قد اور لمبی پونی والی لڑکی سے اس نے بارے میں پوچھا۔۔ اس نے مڑ کر سامنے اشارہ کیا، چھوٹے قدم اٹھاتی وہ اندر کی جانب بڑھ رہی تھی، اس کی آواز کانوں سے ٹکرائی تھی۔۔ وہ وہیں رک گئی اور دروازے کے دائیں جانب لگی کھڑکی کی طرف بڑھی، پھر اس میں سے جھانکا تو وہ اس کی پشت نظر آئی، اس نے جرسی نما موٹی گول گلے والی گہری نیلی شرٹ پہنی ہوئی تھی اور نیچے پینٹ اور جو گرز بال البتہ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بکھرے ہوئے تھے اور اس کا لمبا کوٹ سامنے کھونٹی سے ٹنگا تھا۔۔وہ اپنے سامنے رکھی پینٹنگ کی طرف اشارہ کر کے اپنے ساتھ کھڑے دو لڑکوں کو کچھ بتا رہا تھا۔۔بلکہ سمجھا رہا تھا، ہکلا بھی رہا تھا مگر وہ سنجیدہ سا ہو کر سن رہے تھے۔۔

"بب۔۔بالکل "

"پہلے السی کا تت۔۔تیل لگانا ہے پھر سس۔۔سیاہ رنگ"

اور وہ سر ہلا کر سن رہے تھے، وہ مڑ گئی۔۔وہ مسکرائی تھی اور سر جھکائے باہر کی جانب بڑھی۔۔وہ صحیح کہتے تھے، وہ اسے لیزا سے زیادہ جانتے تھے۔۔

گھر آ کر اس نے چائے بنائی اور بال کھول کر بالکنی میں بیٹھ گئی، ہلکی سی دھوپ نکلی تھی اور اچھی لگ رہی تھی، کپ سے بھاپ نکل رہی تھی اور وہ اپنی انگلی کپ کے کناروں پر گول گول پھیر رہی تھی۔۔چوکڑی مارے فرش پر سر جھکائے بیٹھی لڑکی کچھ سوچ رہی تھی۔۔

دفعتاً باہر سے کوئی آیا تھا جسے دیکھ کر وہ مسکرائی تھی، نیچے کھڑے لڑکے نے بھی اوپر دیکھ کر ایک مسکراہٹ پاس کی۔۔لیزا نے ہاتھ سے اوپر آنے کا اشارہ کیا اور وہ سر ہلا کر اندر بڑھا۔۔کچھ لمحے گزرے اور اب وہ بالکنی میں آ چکا تھا۔۔ایک طرف دیوار کے ساتھ جو گرز

اتارے اور اس کے نے ساتھ چوکڑی مارے آ بیٹھا۔۔ بکھرے بالوں اور بھوری آنکھوں والا اسے دیکھ رہا تھا، لیزا نے نا سمجھی سے ابرو اٹھائے۔۔ اسے نا سمجھی سے دیکھا

"آپ خ۔۔ خفا ہیں؟"

اس نے گردن دائیں بائیں ہلائی "نہیں تو"

"پھر آآ۔۔ آپ مجھ سے ملے بغیر کک۔۔ کیسے آ گئیں؟ "

وہ مسکرا دی "تمھیں کیسے پتہ میں آئی تھی؟ "

اس نے ایک سانس خارج کی اور سامنے سورج کو دیکھا جو کہ بادلوں کے بیچ میں سے ذرا سا اور باہر نکلا تھا، اس کی روشنی اس کی بھوری آنکھوں میں پڑی تو وہ شہد رنگ ہو کر کانچ سی لگ رہی تھیں، وہ چند لمحے اس کی آنکھوں کے سحر میں کھوئی رہی

"میں آپ کے قق۔۔ قدموں کے چاپ بھی پپ۔۔ پہچانتا ہوں" پھر اسے دیکھا "آپ مم۔۔ میرے پیچھے کھڑی تھیں پپ۔۔ پھر چلی کیوں گئیں؟ "

وہ گڑبڑا گئی "تم مصروف تھے "

وہ ہلکا سا مسکرایا "تو؟ "

"تو میں تمھیں پریشان کیوں کرتی؟" اس نے شانے اچکائے

"آپ کک۔۔کر سکتی ہیں" اس نے سر جھکایا اور اس کے سامنے سے چائے کا کپ لے لیا، چائے پر ملائی جم چکی تھی اور وہ تقریباً ٹھنڈی ہو چکی تھی۔

اس نے اپنے لبوں سے لگائی

"ٹھنڈی کیوں پی رہے ہو؟ "

اس نے شانے اچکائے "کک۔۔کیا فرق پڑتا ہے۔۔رر۔۔رزق ضائع نہیں کک۔۔کرتے"

وہ مسکرادی۔۔پھر دونوں ٹانگیں سینے سے لگا کر گھٹنوں پر تھوڑی جمالی۔۔کچھ لمحے اسے دیکھتی رہی اور وہ سورج کو۔۔اس نے ایسی آنکھیں پہلے کبھی نہیں دیکھی تھیں۔۔وہ ایسی آنکھیں دوبارہ کبھی نہیں دیکھے گی

"تم مجھے یاد کرو گے؟" اس نے ہاتھ میں کپڑا کپ فرش پر رکھ دیا۔۔چائے ختم تھی

اس نے اثبات میں سر ہلایا، سر جھکا دیا۔

"میں بھی تمھیں بہت یاد کروں گی"

اس نے سر اٹھایا اور اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔۔وہ دونوں آج چپ چپ تھے۔۔سورج کی روشنی دونوں کے درمیان تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگر۔۔میں تمھیں کہوں کہ تم نہ جاؤ تو تم نہیں جاؤ گے "

بمشکل ایک لمحہ گزرا ہو گا "نن۔۔نہیں جاؤں گا"

"تم چلے جاؤ" اس نے دوبارہ چوکڑی مار لی۔

"چلا نجح۔۔جاؤں گا"

"میں تمھارا نام اخبار پر دیکھ کر بہت خوش ہوں گی۔۔میں تمھیں آسمان پر دیکھ کر فخر محسوس کروں گی" پھر مسکرائی تو آنکھیں نم تھیں۔۔اس نے گردن موڑی اور آسمان کو دیکھا "میں سب کو بتاؤں گی" اور آسمان کی طرف بازو لمبا کر کے انگلی سے اشارہ کیا "وہ دیکھو۔۔شیخو۔۔سب سے اوپر "

اور ہنس دی۔۔گردن پیچھے پھینک کر ہنسی، اتنا ہنسی کہ آنکھوں کے کناروں سے آنسو بہہ نکلے اور اس نے سر جھکا کر ناک سے سانس اندر کھینچا اور منہ سے خارج کیا۔۔آنکھیں صاف کر لیں۔۔پھر شیخو کو دیکھا

"مم۔۔میں نہیں نجح۔۔جانا چاہتا" دل ڈوب گیا

اس نے انگلیاں باہم ملائی ہوئی تھیں، سر جھکا ہوا

"میں چاہتی ہوں تم جاؤ کیونکہ تمھیں جانا چاہیئے۔۔تم بہت اچھے ہو اور ابھی تم بھی بہت کچھ باقی ہے جو باہر آنا ہے۔۔تم روشنی پھیلاؤ گے،اندھیرے دور کرو گے "

اس نے لیزا کو دیکھا،اس کی آنکھیں گلابی تھیں

"لندن لاہور نن۔۔نہیں ہے"

وہ خاموش ہو گئی۔۔اس نے بھی سر جھکا لیا"کیوں؟"

عجیب سا لمحہ تھا،دل دھڑک رہے تھے آنکھیں بول رہی تھیں کان سن رہے تھے مگر ایک خاموشی تھی

(کیونکہ لندن میں لیزا نہیں ہے)وہ کہنا چاہتا تھا مگر کہا نہیں

"بس نن۔۔نہیں ہے"

چند پل بیتے،وہ مسکرا دی اور وہ کھڑی ہوئی۔۔وہ جھکی،اس کا بازو پکڑا اور اسے بھی کھڑا کرنے لگی

"چلو اٹھو۔۔باہر گھوم کر آتے ہیں۔۔اٹھو نا"وہ کھڑا ہوا۔

"اور تصویریں ڈویلپ ہو گئی ہیں۔۔وہ بھی دکھاتی ہوں "

وہ اندر چلی گئی تو شیخو جو گرز پہن رہا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ تصاویر لائی اور اب مسکرا کر اسے دکھا رہی تھی۔۔وہ بھی انھیں دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔۔

وقت گزر رہا تھا، وقت کتنی جلدی گزرتا ہے نا!

دسمبر ختم ہونے والا تھا، سردی کا زور بڑھتا جا رہا تھا۔۔ایسے میں ایک چھوٹے مکان میں اگر جھانکیں تو چھت پر بنے کمرے میں ایک لڑکا فرش پر بیٹھا تھا، اس کے لباس اور ہاتھوں پر مٹی لگی تھی۔۔ مٹی کے برتن بنانے والا گول پہیہ (پوٹرز وہیل) اس کے سامنے گھوم رہا تھا اور اس کے اوپر سفید چکنی مٹی لگی تھی، لڑکا پاس پڑے پیالے میں پانی میں ذرا سا ہاتھ ڈالتا اور پھر اسے پہیے کے ساتھ گول گول گھماتا اور اس کے کنارے ذرا سے اوپر کھینچتا۔۔وہ ایک پیالہ بنا رہا تھا، شلوار قمیض پہنے بھورے بال بکھرے اور سنجیدہ سی بھوری آنکھیں۔۔کمرے کی کھڑکی بند تھی، دروازہ بند تھا مگر کمرہ چونکہ اوپر تھا اس لیے ٹھنڈا تھا۔آج کل وہ نیچے ہی سوتا تھا بس کام کرنے اوپر آتا تھا۔۔کچھ دن پہلے اسے سٹوڈیو میں ایک لڑکے نے مسکرا کر ایک اخبار دکھایا تھا جس پر اس کا نام لکھا تھا، ساتھ اس کی مسکراتی وئی تصویر اور اس تقریب کا ذکر تھا جو اسلام آباد میں ہوئی تھی مگر وہ بے پرواہ تھا، اسے صرف اتنی خوشی تھی کہ اس کی کامیابی سے "لیزا اسٹیفورڈ" خوش ہوئی تھی۔۔کمرہ کسی حد تک سمیٹا ہوا تھا مگر اس کے ارد گرد بہت

پھیلا وا تھا، چکنی مٹی، ایک بڑی سی بالٹی، مختلف قسم کے چھریوں جیسے چھوٹے نوکیلے اوزار اور پینٹ کی چھوٹی ڈبیاں بھی۔۔ وہ اپنے ہاتھوں سے اس پیالے کو شکل دے رہا تھا جب کمرے کا دروازہ کھلا، اس نے ایک نظر اٹھا کر دیکھا پھر دوبارہ نیچے نظر جھکالی۔۔ چچا آئے تھے

"شیخو "

"ہوں "

"وہ۔۔ تم سے ملنے کوئی آیا ہے "

پہیہ رک گیا اور اس نے بڑی مہارت سے اپنا گیلا نازک پیالہ پہیے سے اتارا، دوسری طرف رکھا اور کھڑا ہوا "کک۔۔ کون؟ "

وہ ناسمجھی سے ابرو اچکائے دیکھ رہا تھا۔۔

وہ کچھ نہیں بولے تھے، پیچھے سے کوئی اندر آیا تھا، ایک مرد جس کی تراشیدہ مونچھیں تھیں، بوڑھے تھے مگر چست تھے، قلمیں سفید ہونے لگی تھیں۔۔ آنکھیں ابراہیم جیسی سیاہ تھیں۔۔ شلوار قمیض اوپر سیاہ کوٹ پہنے، آج بھی ان سے رعب محسوس ہوتا تھا

وہ بس انھیں دیکھے گیا، گیلی مٹی والی ہاتھ پہلو میں ہی گرے رہے، دل کے دھڑکنے کی آواز کانوں سے سنی تھی۔۔ دماغ شاید سن ہو رہا تھا یا خون کی گردش اوپر کو تھی۔۔ پتہ نہیں مگر وہ آج بھی اس پر اثر رکھتے تھے۔۔ اس نے سر جھکا لیا

وہ ذرا سا آگے بڑھے، سر مزید جھک گیا، انھوں نے ہاتھ اٹھایا، اس نے آنکھیں ترچھی کر کے دیکھا، ہاتھ اس کے کندھے پر رکھا اور وہ سہم کر ذرا سا پیچھے ہوا، آنکھیں بند کر لیں۔۔ مٹھیاں بھینچ گئیں، تنفس تیز ہو گیا، سینہ تنگ ہونے لگا تھا۔۔

"کیسے ہو؟ "

اس نے ذرا سا سر اٹھایا، آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔۔ وہ بس دیکھے گیا، وہ اس سے ملنے آئے ہیں۔۔ کیا یہ خواب ہے؟

)وہ بڑے سے فوجی بوٹ پہنے کمرے میں کھڑا تھا اور وہ اسے کندھے سے پکڑ کر جھنجھوڑ رہے تھے۔۔ وہ رو رہا تھا

وہ عبداللہ کو کسی بات پر ڈانٹ رہے تھے "جہاں آرا کا بیٹا مجھ سے برداشت نہیں ہوتا" چھے سال کے بچے نے سنا تھا اور وہ پردے کے پیچھے سے چھپا دیکھ رہا تھا، وہ رو رہا تھا

عید کا دن تھا اور ابراہیم ان کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا، مسکرا رہا تھا، وہ اسے عیدی دے رہے اور چھوٹا لڑکا دیوار کے پیچھے سے چھپ کر ایک آنکھ سے دیکھ رہا تھا، وہ رو رہا تھا(

"کیسے ہو؟ "

وہ دوبارہ بولے تو وہ ایک دم سے کرنٹ کھا کر واپس حال میں آیا

"ٹٹ۔۔ ٹھیک" سر دوبارہ جھکا لیا۔

انھوں نے گردن گھما کر اس کا چھوٹا کمرہ دیکھا۔۔ پھر اسے جو مٹھیاں بھینچے سر جھکائے کھڑا تھا۔۔

کچھ پل بیتے اور وہ سیڑھیاں اترتے نیچے آئے، لاؤنج میں صوفے پر آمنے سامنے بیٹھے تھے

"مجھے۔۔ سمجھ نہیں آ رہا کہ کہاں سے شروع کروں۔۔ میں اس وقت آیا ہوں۔۔ "

اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتے وہ خود ہی بول پڑا

"مم۔۔ میں نے آپ کو مم۔۔ معاف کیا "

اور اٹھ کر اوپر چلا گیا۔۔ اس سے اور برداشت نہیں ہوا تھا۔۔

وہ وہیں سر جھکائے بیٹھے رہے۔۔وقت ہر زخم نہیں بھرتا، بھر بھی دے تو نشان چھوڑ دیتا ہے جو بار بار زخم کی یاد دلاتا ہے۔۔وہ وقت گزر چکا جب انھیں آنا تھا، کبھی کبھی وقت کبھی نہیں پلٹتا۔۔پلٹ بھی جائے تو ہم ویسے نہیں رہتے، کچھ ویسا نہیں رہتا

اوپر جا کر لڑکے نے دروازہ بند کیا اور پھر الماری سے ٹیک لگائے بیٹھتا چلا گیا۔۔اسے درد ہو رہا تھا، اس کا دل پھٹ رہا تھا۔۔اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ وہ ایسے اس کے سامنے خود آئیں گے، قسمت نے کیا پلٹا کھایا تھا

"اس دن سب دیکھنا تمھارے پاس آئیں گے مگر تم کسی سے نہیں ملو گے" لیزا کی آواز گونجی تھی۔۔

وہ سر اٹھائے سامنے والی سفید دیوار کو گھور رہا تھا، کونے سے سفید کلی اکھڑ چکی تھی۔۔ منظر بدل رہے تھے، زندگی دوڑ رہی تھی، وقت جلدی جلدی گزر رہا تھا بالکل کسی فلم کی طرح۔۔

وہ جی سی یونیورسٹی کے سامنے سے گزر رہا تھا، سترہ سالہ شینخو جس کے ہاتھ پر سیاہ رنگ کا تیل لگا تھا جیسے ابھی کسی گاڑی کا کام کر کے آیا ہو، شدید گرمی تھی اور کام کے بدلے میں پیسے

نہیں ملے تھے، وہ خاموشی سے آنسو پونچھتے وہاں سے گزر رہا تھا، سامنے قمیض پر کالک لگی تھی اور بال پسینے سے ماتھے پر چپکے تھے۔۔

وہ ایک ہوٹل میں تھا ایک لڑکی نے اس کے گال پر تھپڑ رسید کیا تھا، اسے ہوٹل سے نکال دیا گیا تھا، وہ سر جھکائے وہاں سے نکلا تھا

ایک آدمی نے چھوٹے لڑکے کو تھپڑ مارا تھا، اتنی زور سے کہ وہ ہل گیا تھا، اس کے ہاتھ پر جلنے کا نشان تھا جیسے چائے گری ہو اور وہ میز صاف کر رہا تھا

لڑکا صبح صبح اٹھا تھا اور سردی میں ساری مسجد میں جھاڑو لگا رہا تھا، ایک آدمی راستے سے گزرا تھا اور اس کے جوتے کے نیچے مٹی تھی، اسے پھر سے جھاڑو لگانا تھا

گھنگریالے بالوں والا ایک فٹ پاتھ پر بیٹھا ایک عورت کو دیکھ رہا تھا جو اپنے بیٹے کے ماتھے سے اپنے دوپٹے سے پسینہ صاف کر رہی تھی اور وہ آئس کریم کھا رہا تھا، اس نے تھوک نگلا "اس کی ماں ہوتی تو وہ بھی یونہی پیار کرتی، کسی کی ہمت نہیں تھی کہ اسے گھور کر دیکھے" اس نے اپنے آنسو پونچھے تھے

وہ گھر سے نکل رہا تھا اور مڑ مڑ کر آسیہ کو دیکھ رہا تھا، اس کی اپنی ماں ہوتی تو وہ جانے دیتی۔۔ جہاں آرا اسے خود سے دور کرتی؟

چھوٹا لڑکا پرنسپل کے سامنے ہاتھ جوڑ رہا تھا، رو رہا تھا، اس کا یونیفارم گندا تھا

اس کا استاد عبداللہ سے کہہ رہا تھا "آپ کا بیٹا نہیں پڑھ سکتا، یہ کلاس میں کچھ نہیں بولتا۔۔ خاموش رہتا ہے، پتہ نہیں کون سی دنیا میں رہتا ہے" وہ اپنے باپ کی انگلی پکڑے خاموشی سے دائیں طرف بچوں کو جھولا جھولتے دیکھ رہا تھا

الماری سے ٹیک لگائے لڑکے کی گردن ایک طرف ڈھلکی تھی اور وہ سوچکا تھا، آنسو آنکھ سے نکل کر گال پر پھسلا تھا۔۔ کتنی ہی بار وہ ایسے رو کر سویا تھا

وقت بہت جلدی گزرا تھا۔۔

آج حوا کچن میں بیٹھی کھیر بنا رہی تھی، جرسی پہنے نیچے شلوار قمیض سر پر دوپٹہ لیے وہ سفید چاولوں والی کھیر بنا رہی تھی۔۔ ڈبہ کھولا اور چینی کا چمچ ڈالا، پھر کچھ سوچا اور چارپائی پر پالک بناتیں آسیہ کو آواز لگائی

"امی۔۔ چینی کتنے چمچ ڈالوں؟ "

آسیہ کے ہاتھ میں بہت سے پتے تھے، سر جھکائے کام کرتی بولی تھیں "تین چمچ ڈال کر چکھ لینا، کم ہوئی تو اور ڈال دینا "

اس نے تین چمچ ڈالے پھر چمچ پتیلی کے اندر ڈال کر گھمایا، ہتھیلی پر ذرا سا دودھ رکھ کر چکھا

"اور اگر چینی زیادہ ہوئی تو؟" بائیں جانب گردن گھما کر اونچی آواز میں بولی

"تو پھر آج تمھارا باپ بھی نہیں تمھیں مجھ سے بچا سکتا" وہ ایسے ہی مصروف سی بولی تھیں۔

وہ ہنس دی، آسیہ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ تھی۔۔

دفعتاً ثمر آئی تھی، ساتھ پڑے بڑے سے پتیلے میں سے کچے چاول نکال کر منہ میں رکھے اور چبانے لگی۔۔ پھر اس کے ساتھ آ بیٹھی

"اگر میں اس میں زہر ملا دوں تو؟ "

"جس کے پاس جو ہوتا ہے وہ وہی دیتا ہے" وہ اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

اس کی مسکراہٹ سمٹی "بڑی نڈر ہو گئی ہو، کیا بات ہے؟"

وہ کچھ بھی نہ بولی، چھوٹی مٹی کی پیالیاں نکالیں

" تمھیں ڈر نہیں لگتا کہ وہ تمھیں طلاق دے دے گا"

اس نے اندر چمچ گھمایا اور کھیر پیالیوں میں ڈالی۔

"کس بات کا غرور ہے۔۔کوئی جواب تو دو "

اس نے ایک پیالی اس کے سامنے رکھی "یہ کھالو۔۔شاید کچھ میٹھا بول سکو "

اور دو پیالیاں پکڑ کر باہر آ گئی۔۔وہ وہیں بیٹھی رہی۔۔پھر منہ بسور کر اٹھ گئی، کھیر وہیں پڑی رہ گئی۔۔

---

30 دسمبر 1963

یہ ایک خوبصورت سی شام تھی، دھند سے پاک۔۔البتہ سردی تھی، یہ ایک ایئرپورٹ کا منظر تھا۔۔ابھی جانے میں کافی دیر تھی، قیس اور کیف آ چکے تھے، البتہ لیزا کو دیر ہو گئی تھی، تھوڑی ہی دیر بعد وہ بھی آتی ہوئی دکھائی دی۔۔اس نے آج سرخ رنگ کی فراک پہن رکھی تھی، اوپر چھوٹا سیاہ کوٹ، بالوں پر سرخ ہیئر بینڈ لگا رکھا تھا۔۔ہلکی سی سرخ لپ سٹک اور کندھے پر پرس، دور سے ہی اس نے ہاتھ ہلا دیا۔۔بنچ پر بیٹھا کیف کھڑا ہوا البتہ قیس چیونگم چبانے میں مصروف تھا، ٹانگ پر ٹانگ جمائے ادھر اُدھر دیکھتا ہوا، وہ بیٹھا رہا

پاس آ کر مسکرائی "وہ نہیں آئے ابھی تک؟ "

اس نے دائیں بائیں سر ہلایا "آ جاتے ہیں "

سردی بڑھ رہی تھی اور اس نے دونوں بازو سینے پر لپیٹ لیے۔۔ذرا سا فاصلے پر چل کر آگے گئے

اب وہ تینوں کھڑے ایک جہاز کی لینڈ نگ دیکھ رہے تھے۔۔ سردی سے اس کی ناک سرخ ہو گئی تھی اور وہ خاموشی سے جہاز کو لینڈ کرتے ہوئے دیکھ رہی تھی، کیف نے گردن موڑ کر اسے دیکھا، چند پل گزرے اور قیس نے اسے کہنی ماری

"میں دیکھ رہا ہوں تمھیں" اس نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا تھا

اس نے منہ بسور لیا "تو دیکھ لو "

"تم صرف میرے ہو، خبر دار!" اس نے کیف کے بازو پر چٹکی کاٹی تو وہ کراہ کر رہ گیا۔۔ لیزا نے فوراً گردن موڑی

"کیا ہوا؟ "

وہ ابھی تک بازو مل رہا تھا

"کچھ نہیں۔۔ تم خواب دیکھ رہے تھے میں ہوش میں لایا ہوں "

کیف نے اسے گھور کر دیکھا تو وہ مسکرا دیا، لیزا بس انھیں ناسمجھی سے دیکھ رہی تھی۔۔

پیچھے سے کسی لڑکی کی آواز آئی تھی "لیزا "!

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور وہ مڑی، پری دوڑتی ہوئی اس کی طرف آ رہی تھی۔۔وہ مسکرائی اور جھک کر اس کے گال کو چوما

"کہاں رہ گئی تھی تم؟ "

"وہ میرا ہیئر بینڈ نہیں مل رہا تھا" اس نے اپنے سر پر سرخ رنگ کے ہیئر بینڈ کو ہاتھ لگایا جس پر ایک تتلی بنی تھی۔

وہ سیدھی ہوئی تو شیخو سامنے تھا، مسکراتا ہوا۔۔اس نے سرمئی رنگ کی جرسی نما شرٹ پہنی تھی، نیچے سیاہ ہی پینٹ، سیاہ جوگرز اور اوپر سیاہ لمبا کوٹ۔۔بال ذرا سے چھوٹے کروائے تھے

"کک۔۔کیسی ہیں آپ؟ "

"اچھی ہوں۔۔تم کیسے ہو؟ "

"اچھا "

پیچھے ہی ابرار تھا، وہ بھی ساتھ ہی جانے والا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اب دوبارہ اندر کی طرف آ گئے تھے، آدھا گھنٹہ رہ گیا تھا اور اس کا دل گھبرا رہا تھا۔ شیخو خاموشی سے بیٹھا تھا اور پری کیف کے گھٹنے پر بیٹھی تھی، آج قیس کی ہر بات کا فر فر جواب بھی دے رہی تھی

"یہ بٹر فلائی مجھے دے دو" اس نے اس کے سر پر لگی تتلی کو چھوا۔

"نہیں" سر دائیں بائیں ہلایا، اس نے دونوں ہاتھوں سے ہیئر بینڈ پکڑ لیا

"شیخو پیارا ہے یا میں؟ "

"شیخو "

اس نے منہ بسور لیا، پھر بولا

"اچھا چاکلیٹ کھاؤ گی؟ "

اس نے ہاں میں سر ہلایا

"پہلے کہو کہ میں پیارا ہوں "

وہ خاموش رہی۔

"شیخو پیارا ہے کہ میں؟ "

"شیخو "

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ ابھی بھی اڑی ہوئی تھی

اس نے ایک سانس خارج کی "جاؤ۔۔میں نہیں بولتا تم سے "اور اس نے کوٹ کی جیب سے چاکلیٹ نکالی اور کھول کر کھانے لگا۔۔وہ اسے منہ پھلائے دیکھ رہی تھی۔۔

اب وہ کیف سے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے سن رہا تھا۔۔

وقت گزر گیا،اب اسے جانا تھا ایک ہاتھ میں سوٹ کیس پکڑا تھا اور وہ مسکراتے ہوئے لیزا کو دیکھ رہا تھا،دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے

"اپنا خیال۔۔خیال رکھیے گا "

لیزا کی آنکھوں میں آنسو تھے مگر وہ ضبط کیے کھڑی تھی،دل ڈوب رہا تھا،اس کا دل کر رہا تھا کہ اس کا ہاتھ پکڑے اور اسے روک لے۔۔مگر اسے مسکرانا تھا،کم از کم ابھی تو مسکرانا تھا

"مجھے نہیں پتہ تھا،یہ وقت بھی آئے گا "آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں "ایک سال کی تو بات ہے،ایک سال بہت جلدی گزرتا ہے "وہ جیسے خود کو تسلی دے رہی تھی۔

پھر جھکی اور پری کے گال کو چوما اور بولی "آپ نے شیخو کا بہت خیال رکھنا ہے۔۔یہ نا بہت لاپرواہ ہے اور اسے ڈانٹ کر رکھنا ہے۔۔یہ پیار سے بات نہیں مانتا۔۔اوکے ؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ساتھ کھڑے شیخو کی انگلی پکڑ لی پھر اوپر شیخو کو دیکھ کر مسکرائی۔

شیخو بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا پھر مسکرایا، نظر لیزا کے سرخ نیل پینٹ پر گئی۔۔

کیف اور قیس سے گلے ملا اور دوبارہ لیزا کو دیکھا

)میں نہیں جانا چاہتا(

(اگر میں کہوں کہ تم نہ جاؤ تو تم نہیں جاؤ گے)وہ مسکرائی

ایک آخری مسکراہٹ۔۔ سردی بڑھ گئی تھی، دھند ہونے لگی تھی، ایئرپورٹ پر شور بڑھ رہا تھا، آسمان سیاہ ہو چکا تھا

"مم۔۔ میڈم مجھے انگریزی نہیں آتی" الفاظ تھے یا نشتر اس کا دل کسی نے زور سے دبایا۔۔ لیزا کے جاؤں میں ماضی سرگوشی کر رہا تھا

"شیخو تم نہ جاؤ" مگر وہ نہیں کہہ سکی۔۔ ایئرپورٹ کی رونق مدھم پڑی تھی، شور کم ہونے لگا تھا، وہ دونوں بس ایک دوسرے کے سامنے کھڑے تھے۔۔ آنکھیں کچھ اور کہہ رہی تھیں مگر زبان بند تھی

ایک دوسرے کو گلابی نم آنکھوں سے دیکھا،ایک لمحہ اور گزرا تو وہ اسے روک دے گی اور وہ رک جائے گا۔۔وہ کہہ دے گی کہ اس کے جانے سے وہ تنہا ہو جائے گی، کوئی اس کے لیے بارش میں نہیں بھیگے گا، کوئی اس کے لیے سفید پھول نہیں بھیجے گا، کوئی بادشاہی مسجد میں اس کا انتظار نہیں کرے گا۔۔مگر نہیں کہہ سکی۔۔آنکھیں مکمل بھیگ چکی تھی مگر اس نے پلک نہیں جھپکی۔۔

لب ہلے تھے اور وہ خدا حافظ کہہ کر چلا گیا۔۔اس نے اسے اندر جاتے دیکھا۔۔ایک ہاتھ سے سوٹ کیس کو رینگتا ہوا اور دوسرے ہاتھ کی انگلی کو پری نے پکڑا تھا۔۔ایک آخری بار مڑا

)شاید وہ روک لے، شاید وہ کہہ دے کہ شیخو! نہ جاؤ، شاید وہ آواز دے اور شیخو سارا کچھ چھوڑ دے مگر شاید حقیقت نہیں ہوتی (

ایک نظر ملی، وہ غائب ہوا اور لیزا نے پلک جھپکی، آنسو گال پر پھسل گیا۔۔پھر کئی آنسو آئے،اس نے حساب نہیں رکھا، قیس نے اسے افسوس سے دیکھا مگر کہا کچھ نہیں۔۔کیف وہاں نہیں تھا،اسے ہنسانے والا نہیں تھا۔۔وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی اور آگے بڑھ رہی تھی، ہتھیلی سے آنسو پونچھتے ہوئی۔۔ابھی اس نے دونوں ہتھیلیاں آنکھوں پر سے ہٹائیں اور اسے

کوئی نظر آیا تھا، کوئی ایسا جو اس کے ساتھ کھڑا تھا، وہ ذرا سا آگے کو جھکا ہوا تھا اور گردن موڑ کر روتی ہوئی لڑکی کو دیکھ رہا تھا۔۔اس نے سرخ آنکھوں سے اسے دیکھا، لڑکے کے ہاتھ میں گلابی رنگ کی کاٹن کینڈی تھی، ایک دائیں اور ایک بائیں ہاتھ میں اور اس نے دائیں ہاتھ میں پکڑی کاٹن کینڈی اس کے سامنے کی

"لیزا کے لیے کچھ بھی!" اس نے شانے اچکائے

اور وہ نم آنکھوں سے ہنس دی۔

اسے ہنسانے والا آ گیا تھا

اس نے کاٹن کینڈی لے لی۔۔ تھوڑی دور چل کر گئے تو اس کے آنسو پھر سے بہہ نکلے

"یار۔۔ تم رو نہیں۔۔ میری کاٹن کینڈی بھی لے لو مگر چپ ہو جاؤ"

وہ خاموش تھی، اس نے انگلی ہونٹ پر رکھی اور اسے چپ رہنے کو کہا، وہ خاموش رہا۔۔

پیچھے عشاء کی اذان گونج رہی تھی۔۔ پھر اذان ختم ہو گئی

اس نے مسکرا کر اس کے ہاتھ سے اس کی کاٹن کینڈی بھی لے لی اور اب وہ کبھی دائیں ہاتھ والی کھا رہی تھی اور کبھی بائیں ہاتھ والی۔۔ وہ بس اسے دیکھ رہا تھا

"مجھے اس کی بہت یاد آئے گی "

"مجھے بھی"اس نے دونوں ہاتھ کوٹ کی جیبوں میں ڈال رکھے تھے۔۔

"قیس کہاں ہے؟"اس نے گلابی آنکھوں سے گردن موڑ کر اسے دیکھا

"وہ بھی دکھی تھا، گاڑی میں ہے "

اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔۔وقت گزر رہا تھا،وہ آگے بڑھ رہے تھے۔۔

کیا واقعی وقت جلدی گزرتا ہے؟

راستہ خاموشی سے کٹ رہا تھا۔۔لاہور میں مال روڈ پر سے گزرتے قیس نے گاڑی روکی تھی،اسے بھوک لگی تھی۔۔اسے دکھ میں سب سے زیادہ بھوک ہی لگتی تھی۔۔اس نے دروازہ کھولا اور چپ چاپ باہر نکل گیا

"یہ کہاں گیا ہے کیف؟"پیچھے بیٹھی لیزا نے پوچھا تھا

"کھانا لینے "

وہ چپ کر کے بیٹھ گئی۔۔باہر دیکھنے لگی

کچھ منٹ گزرے اور وہ روٹی اور کباب لے کر آیا،لیزا نے منع کر دیا

"کھالو چھپکلی،ویسے بھی رونے کے علاوہ تمھیں کچھ نہیں آتا "

اس نے چپ کر کے روٹی اور کباب پکڑ لیا، بمشکل آدھی روٹی کھائی ہو گی کہ ایک بچہ گاڑی کی کھڑکی کو بجانے لگا، شاید مانگنے والا تھا۔۔

اس نے دروازہ کھول دیا اور اسے روٹی دے دی۔۔اس نے صرف ایک بنیان پہن رکھی تھی، اس کے سینے کی ہڈیاں تک نظر آ رہی تھیں۔۔اسے بے پناہ رحم آیا

"تمھارا کوٹ کہاں ہے؟" وہ باہر نکل کر جھک کر اس سے پوچھ رہی تھی

وہ خاموش رہا، لیزا نے اپنا کوٹ اسے دے دیا۔۔

"آئندہ یہ کوٹ پہن کر باہر نکلنا "

پھر اندر سیٹ پر پڑا پرس پکڑا اور اس میں سے چند پیسے نکال کر اسے دیے

"یہ شوز بھی لے لینا۔۔اوکے" اس کے جوتے بھی ٹوٹے تھے

اور وہ مسکرا کر چلا گیا۔۔

وہ گاڑی میں بیٹھی، چند پل بیتے اور قیس بول پڑا

"چھپکلی! تمھیں میرے منہ پہ کوئی رحم نظر نہیں آتا؟"

وہ مسکرا دی "اگر تم مجھے چھپکلی کہنا چھوڑ دو گے تو مجھے رحم آ جائے گا"

"اوکے چھپکلی!" اس نے سر اثبات میں ہلایا

اور وہ مسکرادی۔۔ساتھ بیٹھا کیف بھی اسے بیک ویو مرر سے دیکھ کر مسکرایا تھا

---

31 دسمبر 1963

وہ خالہ کے گھر سے نکلی تو شام ہو چکی تھی، مغرب ہونے کو تھی، ہلکی دھند پھیل چکی تھی اور سردی بھی تھی۔۔شلوار قمیض پر لمبا نیوی بلیو کوٹ پہنا تھا، اندر کراس کر کے ایک چھوٹا پرس ایک طرف لٹک رہا تھا۔۔وہ بار بار آنسو پونچھ رہی تھی۔۔شاید ہچکیوں سے رو بھی رہی تھی۔۔گلی سنسان تھی، اسے لگا پیچھے کوئی ہے

)وہ خالہ کے گھر میں داخل ہوئی تھی، سامنے چھوٹی لڑکی اپنے سامنے چھوٹی کرسی پر اپنی پلاسٹک کی گڑیا کو بٹھائے کچھ کہہ رہی تھی۔۔وہ اسے انگلی دکھا رہی تھی اور شاید کچھ پڑھا رہی تھی۔۔جیسے ٹیچر بچے کو کچھ سکھا رہی ہے(

اس نے مڑ کر دیکھا مگر کوئی نہیں تھا۔۔پھر نم سانس اندر کھینچی اور آگے بڑھی مگر اسے لگا پیچھے کوئی ہے، وہ پھر مڑی۔۔اب دل گھبرانے لگا تھا، اس کے قدم تیز ہوئے۔۔اب تو لائبریری بھی پاس نہیں تھی جو وہ اندر چلی جاتی۔۔کیف ہوتا تو ایک تحفظ کا احساس ہوتا

)کہہ دو کہ اللہ ایک ہے،اللہ بے نیاز ہے،نہ اس نے کسی کو جنا نہ وہ کسی سے جنا گیا اور اس کا کوئی ہمسر نہیں۔۔چھوٹی لڑکی اپنی گڑیا کو پڑھا رہی تھی(

اسے لگا پیچھے کوئی ہے مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی گردن موڑتی ایک بھاری ہاتھ تھا جس نے اس کی گردن کو پیچھے سے دبوچا تھا،پھر رومال اس کے منہ پر رکھا،گلی سنسان تھی۔۔اس کی مزاحمت کام نہ آئی،وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔۔مغرب کی اذان گونج رہی تھی۔۔وہ اذان سنا کرتی تھی

")خالہ آپ کو پتہ ہے جب ہدایت مل جاتی ہے تو کیا ہوتا ہے؟آپ کو پتہ ہے جب سمندر میں طوفان آتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟جب دل بے قرار ہوتا ہے تو کیا ہوتا ہے؟"وہ گھٹنے پر گال رکھے انھیں دیکھتے ہوئے کہہ رہی تھی(

اسے جس وقت ہوش آئی وہ ایک کمرے میں بند تھی،اندھیرا تھا اور خاموشی بھی۔۔اس نے پلکیں جھپکائیں اور ادھر اُدھر دیکھا پھر اٹھی اور چند قدم مزید چلی۔۔اوپر روشن دان سے ہلکی روشنی اندر آ رہی تھی۔۔وہ سنبھل سنبھل کر آگے بڑھ رہی تھی

)میں بتاتی ہوں کیا ہوتا ہے۔۔جب ہدایت ملتی ہے،جب سمندر میں طوفان آتا ہے، جب دل بے قرار ہوتا ہے۔۔تو اللہ یاد آتا ہے(

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں کہاں ہوں؟"اس کا دل خوفزدہ تھا

)کوئی آئے گا اور کہے گا"ویلکم ایگین("

ایک دیوار کے سہارے اسے ہاتھ لگاتی آگے بڑھی تھی۔۔باہر عشاء کی اذان گونج رہی تھی۔۔وہ دیوار کے ساتھ لگی خاموشی سے نیچے بیٹھتی چلی گئی۔۔گرم گرم آنسو گالوں پر پھسل رہے تھے۔۔وہ کہاں تھی؟

)خالہ مجھے سورت مریم سنائیں نا۔۔مجھے وہ آیات سنائیں جو میرے باپ نے سنی تھیں"

وہ محو سی ہو کر کہہ رہی تھی۔۔وہ ترجمہ پڑھتی جا رہی تھیں اور وہ سنتی جا رہی تھی۔۔(

کمرے کا لاک کھلا اور وہ کھڑی ہو گئی۔۔ایک دم سے روشنی جل اٹھی اور دروازہ بند ہوا، وہ شاک کے عالم میں تھی

"تم"وہ چلائی

"ہاں میں"اور وہ سامنے پڑے صوفے پر آ بیٹھا تھا

"کیسی ہو؟"وہ پر سکون سا ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا

"تم۔۔گھٹیا انسان"وہ اس پر جھپٹی تھی مگر وہ جھٹ سے اٹھا اور اسے گلے سے پکڑ کر دیوار سے لگایا، وہ کھانسنے لگی۔۔وہ اس کا گلا دبا رہا تھا اور وہ چھڑا رہی تھی

"کتنا پیار کرتا تھا میں تم سے مگر دیکھو تم نے مجھے جانور بنا دیا۔۔مجھے بھی تکلیف ہو رہی ہے، تمھیں میں تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا مگر تم میری بات کیوں میں مانتی؟ "

اس کا سانس گھٹنے لگا تھا، آنکھیں سرخ ہونے لگی تھیں، وہ کھانس رہی تھی

)اور سلامتی ہے مجھ پر

جس دن میں پیدا ہوا

اور جس دن میں وفات پاؤں گا

اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا

یہ مریم علیہ السلام کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام ہیں

یہی سچی بات ہے جس میں لوگ شک کرتے ہیں (

وہ اسے دھکا دے کر چلا گیا تھا۔۔اب وہ کمرے میں بیٹھی تھی، خاموش سی۔۔اسے یہاں سے نکلنا تھا، کیا کرے؟

اس نے ارد گرد نظر دوڑائی، ایک میز پر گلدان پڑا تھا، ایک طرف بڑا صوفہ، ایک دوسرا دروازہ جو کہ بند تھا، ایک باتھ روم، ایک الماری، کھڑکی کے سامنے پردہ۔۔اس کا دماغ تیزی سے کام کر رہا تھا

)اللہ کی یہ شان نہیں کہ وہ

کسی کو بیٹا بنائے

وہ پاک ہے اس سے

جب وہ کسی چیز کا ارادہ فرماتا ہے

تو اس سے یہی فرماتا ہے

کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے(

کچھ گھنٹے گزرے اور دروازہ کھلا، وہ اندر آیا اور اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔۔ مگر لیزا وہاں نہیں تھی، پہلا دھیان اس کا پردے کی طرف گیا اور وہ قدم اٹھاتا پردے کی جانب بڑھا

"لیزا۔۔" وہ آرام آرام سے بول رہا تھا۔

اس نے پردہ ہٹایا اور لیزا پیچھے نہیں تھی، وہ صوفے کے پیچھے سے نکلی، سہج سہج کر قدم اٹھاتی اس کے پیچھے تھی۔۔ وہ جیسے ہی مڑا لیزا نے اس کے سر پر گلدان مارا۔۔ وہ کراہا "آہ!" ماتھے پر دونوں ہاتھ رکھ کر جھکا اور فائل ہاتھ سے گر گئی۔۔ خون بھل بھل بہنے لگا، گلدان اس کے ماتھے پر لگا تھا۔۔ ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر وہ وہاں سے بھاگ گئی۔۔ یہ فلک شیر کا اپنا گھر تھا، وہ باہر کو بھاگی مگر باہر گارڈ تھا۔۔ اس نے ایک بڑا گملہ اٹھایا اور سیکیورٹی گارڈ کو

دے مارنے کی صورت میں ڈرایا۔۔وہ پیچھے ہو گیا۔۔ گملہ اس پر پھینکا اس نے جلدی سے دروازہ کھولا اور باہر کو بھاگی۔۔وہ بچ نکلی تھی۔۔کیا وہ واقعی بچ نکلی تھی؟

)بے شک اللہ میرا اور تمہارا رب ہے

تو اسی کی عبادت کرو

یہی سیدھا راستہ ہے

اس نے آنکھیں میچ لی تھیں، گرم گرم آنسو گالوں پر بہہ نکلے تھے اور وہ روئے جا رہی تھی(

گارڈ پیچھے بھاگا تھا، فلک شیر کے ماتھے سے خون نکل رہا تھا مگر وہ پھر بھی پیچھے آیا تھا۔۔

"پکڑو اسے!" وہ پیچھے سے چلایا تھا۔۔

وہ بھاگتے بھاگتے گری بھی تھی، گھٹنا چھل گیا تھا، وہ کھڑی ہوئی، گارڈ پاس آ رہا تھا۔۔اس نے پاس پڑی اینٹ اٹھائی اور اسے دے ماری، وہ بال بال بچا تھا۔۔وہ بھاگتی جا رہی تھی۔۔

اسے سانس چڑھ چکا تھا، ٹانگیں کانپ رہی تھیں مگر اسے جان بچانی تھی

)خالہ۔۔میں ایمان لاتی ہوں

اللہ پر

اس کے رسول محمد ﷺ پر

خالہ نے کلمہ پڑھا تو اس نے زیر لب دہرایا، وہ روئے جا رہی تھی، وہ ہدایت اسی کو دیتا ہے جس میں نیکی کا مادہ دیکھتا ہے(

وہ ایک سڑک کی طرف بھاگی تھی۔۔رات شاید دوسرے پہر میں تھی مگر یہ سردی کی رات تھی، اس نے پیچھے دیکھا، گارڈ اسی کی طرف آ رہا تھا۔۔

اس نے سامنے دیکھا اور پھر سڑک کراس کرنے کے لیے قدم بڑھائے، دھند تھی، سردی تھی اور شاید براوقت بھی۔۔وہ بھاگی، تیز روشنی آئی اور اس کی آنکھیں چندھیا گئیں۔۔اس نے اپنے بچاؤ کے لیے کراس کی صورت میں بازو چہرے کے آگے کر لیے، بڑے سے ٹرک نے شاید بریک بھی لگائی تھی، آواز بھی آئی تھی

)میں ایمان لاتی ہوں

اللہ پر

اس نے رسول محمد ﷺ پر

اس کا کوئی شریک نہیں

اور محمد ﷺ اللہ کے آخری رسول ہیں(

وہ دور جا کر گری تھی، اوندھے منہ سڑک پر گری لڑکی کے آس پاس خون تھا، سر سے نکلتا خون۔۔اس نے سانس لینے کی کوشش کی مگر ناکام۔۔درد شدید درد، اس نے دیکھنے کی کوشش کی مگر منظر دھندلا تھا۔۔اس نے اٹھنے کی کوشش کی مگر بے سود۔۔

"ڈیڈی۔۔" اسے ایک شخص اوور کوٹ میں نظر آیا تھا، اس کی طرف بڑھ رہا تھا

اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔۔جسم سے جان جا رہی تھی، سردی لگ رہی تھی، وہ اپنے باپ سے لپٹ کر کھڑی تھی، کیف اسے کاٹن کینڈی دے رہا تھا، شیخو اس کے لیے بارش میں کھڑا تھا، قیس اس کے سامنے فلک شیر سے لڑ رہا تھا اور ابراہیم جا رہا تھا۔۔دھڑکن گھٹ چکی تھی، ایک آنسو آنکھ سے گرا اور زمین میں جذب ہو گیا

بس، ختم! اس کی آنکھیں بند ہو گئیں، اندھیرا چھا گیا

---

31 دسمبر 1963

(لیزا کے ایکسیڈینٹ سے چار گھنٹے پہلے یعنی جب وہ اندھیرے کمرے میں تھی)

باہر سردی تھی اور لاؤنج میں چھوٹا سا دیوار میں نصب آتش دان جل رہا تھا۔۔اندر حرارت تھی اور ایک لڑکا چوکڑی مارے صوفے پر اپنی گود میں ایک موٹی کتاب رکھ کر بیٹھا

تھا۔۔ سر کتاب پر جھکا ہوا تھا اور وہ مسلسل دائیں ہاتھ پکڑی اپنی پنسل کی پشت بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر مار رہا تھا، جیسے وہ کسی اور دنیا میں ہے۔۔ ساتھ والے صوفے پر بیٹھا لڑکا دھڑا دھڑ کچھ لکھ رہا تھا۔۔ کتاب سے مطلوبہ صفحہ نکال کر ایک کاغذ پر الفاظ اتار رہا تھا، گاہے بگاہے اپنے بھائی کو بھی دیکھ لیتا۔۔ اس نے اپنا کام ختم کیا اور ایک انگڑائی لی۔۔ ساتھ والا لڑکا جیسے ہوش میں آیا تھا، فوراً سے کتاب پر نظر پڑی، سطر پڑھی اور اپنی کتاب پر پنسل سے نشان لگایا۔۔

قیس نے اپنی چیزیں اپنے بیگ میں گھسائیں اور اٹھ گیا، پانی پی کر باہر آیا اور پیچھے سے کیف کی گردن کے گرد بازو حمائل کیے

"دھیان نہیں ہے تمھارا پڑھائی میں "

وہ مسکرایا "ہے تو "

اس نے کیف کے سر سے اپنا سر ذرا سا ٹکرایا "نہیں تو "

کیف نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا، اس نے سرمئی رنگ کی وی شیپ گلے والی جرسی پہن رکھی تھی۔۔ کیف نے نفی میں سر ہلایا اور دوبارہ ذرا سا سر جھکایا

"پسند کرتے ہو اسے؟" اس نے ذرا سی اس کے کان میں سرگوشی کی۔

ایک سرد سی لہر اس کی ریڑھ کی ہڈی میں دوڑ گئی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کسے ؟" وہ چونکا تھا

قیس پیچھے سے ہٹ کر اب آگے آرہا تھا،اس کے ساتھ دھپ سے بیٹھا

"وہ جسے بیک ویو مرر میں دیکھتے ہو، جس کے لیے کاٹن کینڈی لاتے ہو، جس کے آنے پر کھڑے ہو جاتے ہو" اس نے پیچھے سے چھوٹا کشن اٹھایا اور گود میں رکھا، پھر کیف کو دیکھا وہ بس اسے دیکھ رہا تھا" ایسے مت دیکھو مجھے۔۔کلاس میں کس لڑکی کے دماغ میں کس لڑکے کے لیے کیا کھیر پک رہی ہے، مجھے سب پتہ ہوتا ہے۔۔اپنے بھائی کو کیسے نظر انداز کر سکتا ھوں میں ؟ "

کیف مسکرا دیا" ہاں۔۔میں اسے پسند کرتا ہوں" پھر اسے دیکھا" محبت بھی کرتا ہوں" قیس نے منہ بسورا" کہہ دو اسے "

"ڈر لگتا ہے، منع کر دے گی تو جو دوستی ہے وہ بھی ختم ہو جائے گی" دوبارہ سر جھک گیا قیس نے ایک سانس خارج کی" اف ! نہیں کرتی۔۔چھپکلی دل کی اچھی ہے۔۔منع نہیں کرے گی "

پھر اس نے کہنی صوفے کی پشت پر جمائی، ہتھیلی پر سر رکھا اور سامنے پردے کو دیکھا

"ویسے جب محبت ہوتی ہے تو کیا ہوتا ہے۔۔مطلب کیسے پتہ چلتا ہے ؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ ہنس دیا"بس پتہ چل جاتا ہے۔۔میں اس کے لیے بدھ کا انتظار کرتا ہوں کیونکہ وہ بدھ کو لائبریری آتی ہے،بدھ کا دن بہت مشکل سے گزرتا ہے اور جب شام میں وہ آتی ہے تو میں سانس روکے اسے دیکھتا ہوں

جب وہ روتی ہے،اداس ہوتی ہے تو سارا زمانہ بے کار لگتا ہے فضا اداس ہو جاتی ہے،جب وہ میری کسی بات پر ہنستی ہے تو زمانہ ٹھہر جاتا ہے۔۔وہ دوسروں کی مدد کرتی ہے،خاموشی سے اذان سنتی ہے،اس کے پاس ایک اچھا دل ہے۔۔وہ عام لڑکیوں جیسی نہیں ہے،وہ ہمیشہ اپنوں کے لیے کھڑی ہوتی ہے۔۔وہ کسی سلطنت کی شہزادی لگتی ہے جسے سب نے چھوڑ دیا تھا،میں اسے اپنانا چاہتا ہوں "

قیس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا"وہ تمھاری مریض تھی۔۔تمھارے جیسے ڈاکٹر بننے لگے نا تو پھر اللہ ہی حافظ ہے "

اور پھر اٹھا اور گود میں پڑا کشن اسے مارا"کل نیا سال شروع ہو گا۔۔تم اسے پرپوز کر دینا۔۔کم از کم بسکٹ اور کیک تو کھانے کو ملا کریں گے "

اور پھر اندر چلا گیا۔۔پھر ایک دم دروازہ کھلا اور وہ منہ نکال کر بولا"اور سونے آجاؤ، لڑکیوں کو نیند پوری کرنے والے لڑکے بھی اچھے لگتے ہیں"اور ٹھک سے دروازہ بند کیا۔۔

وہ وہیں بیٹھا بیٹھا مسکرایا، سامنے والی دیوار پر نظر جمی تھی، اسے کاٹن کینڈی کھانے والی لڑکی یاد آئی ہے جس پر سرخ رنگ بہت جچ رہا تھا۔۔اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا

)وہ انکار تو نہیں کر دے گی؟(

دھند کا زور بڑھ رہا تھا اور دور کہیں لیزا اسٹیفورڈ اندھیرے کمرے میں بیٹھی اللہ کی پناہ مانگ رہی تھی۔۔

یکم جنوری 1964

ٹھنڈی صبح نیا دن، اس نے سفید شرٹ پہنی تھی جس کے کالر وی شیپ جرسی سے باہر جھلک رہے تھے، نیچے سیاہ پینٹ۔۔اس کی اجلی رنگت پر ہر گہرا رنگ جچتا تھا، وہ خوش باش سا نیچے بیسمنٹ سے اوپر آ رہا تھا، ساتھ ایک ساتھی کلاس فیلو بھی تھا۔۔دونوں نے سفید اوورال پہن رکھے تھے، ہسپتال کی راہداری مزید ٹھنڈی تھی مگر روشن بھی تھی۔۔

"کیف "!

لڑکا بائیں طرف سے بھاگتا ہوا آیا تھا، اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی، آگے چلتے ہوئے وہ رکا تھا، گردن موڑی

"یار! یہ ڈاکٹر زیدی کو دے دینا، میں دوں گا تو وہ غصہ کریں گے" اس نے فائل آگے بڑھائی۔اس نے مسکرا کر لے لی

"مجھ پر غصہ نہیں کریں گے؟" اس نے ابرو اٹھایا

وہ ہنس دیا" یہ تو تم بھی جانتے ہو اور میں بھی جانتا ہوں" اس نے ایک آنکھ دبائی اور وہاں سے چلا گیا۔۔

اب وہ چلتا ہوا ایک آفس کے قریب پہنچا، اندر سے کسی کی آواز آ رہی تھی، وہ شاید کسی سے بات کر رہے تھے۔۔وہ وہیں رک گیا اور سامنے دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔۔ آج وہ خوش بھی تھا اور تھوڑا گھبرایا ہوا بھی۔

دفعتاً دروازہ کھلا، وہ سیدھا ہو گیا اور ایک ڈاکٹر باہر آئے، وہ چلے گئے تو کیف اجازت لے کر اندر گیا۔۔فائل ان کے سامنے رکھ دی، دفعتاً کمرے میں نرس آئی تھی۔۔ڈاکٹر زیدی ایک ساٹھ برس کے سفید بالوں والے معمر سے ڈاکٹر تھے، جن کے چہرے پر سنجیدگی تھی۔۔

"سر، وہ اس لڑکی کے پاس سے ایک پرس ملا ہے"

اس نے پرس میز پر رکھ دیا اور چلی گئی۔۔

"ہاں۔۔تو تم ایسا کرنا کہ اٹینڈنس لے لینا، باقی شیڈول لگ چکا ہے۔۔اپنی اپنی ڈیوٹی دیکھ لیں سب۔۔کل کو کوئی منہ اٹھا کر میرے پاس نہ آئے" انھوں نے سنجیدگی سے کہا تھا اور وہ سر ہلا کر وہاں سے جانے لگا۔۔

ڈاکٹر زیدی پرس کھول رہے تھے، اندر سے آئی ڈی کارڈ، کچھ پیسے اور بھی بہت کچھ نکلا تھا۔۔کیف جانے والا تھا پھر مڑا، ان کی میز تک آیا" سر۔۔وہ احمد یار کے مارکس کا ایشو۔۔ "

"ہاں ہاں۔۔وہ اسے کہہ دینا کہ لسٹ ایک بار پھر دیکھ لے"

ان کے ہاتھ میں ایک آئی ڈی کارڈ تھا اور وہ کرسی پر بیٹھے پیچھے کو ٹیک لگائے اسے دیکھ رہے تھے۔۔

مڑتے ہوئے کیف کو کچھ ٹھٹھکا تھا، میز پر کچھ پڑا تھا، وہ کرنٹ کھا کر مڑا تھا اور اس نے گلابی رنگ کے دستانے دیکھے تھے، جن پر تین چھوٹے لال رنگ کے پھول بنے تھے۔۔

ڈاکٹر صاحب نے آئی ڈی کارڈ میز پر رکھا اور اسے دیکھا جو میز پر پڑے دستانوں کو گھور رہا تھا

ابرو اٹھایا "Anything else?"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"سر۔۔یہ آپ کو کہاں سے ملے؟"اس نے بمشکل پوچھا تھا،اس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔۔آگے نہیں بڑھا وہیں کھڑا تھا

"یہ ایک لڑکی ہے۔۔اس کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے رات کو۔۔اس کے پرس سے ملا ہے۔۔ الیز بتھ سٹیفورڈ"اور انھوں نے اپنے سامنے پڑے چائے کے کپ کو منہ لگایا

وہ جہاں تھا وہی رہا،ساری دنیا بت بنی تھی،سردی جسم کے اندر سے گزری تھی۔۔منہ کھلے کا کھلا تھا۔۔اس سے سانس نہیں لیا جا رہا تھا۔۔وہ الٹے قدموں مڑا تھا،پھر بھاگا،راستے میں ایک نرس سے ٹکرایا،اس کی چیزیں گر گئیں۔۔وہ نہیں مڑا،ایک لڑکی نے پیچھے سے آواز لگائی تھی"ڈاکٹر کیف"وہ نہیں مڑا۔۔وہ بس بھاگ رہا تھا۔۔

اسے پتہ تھا کہ اسے کہاں جانا ہے اور اس نے سفید سا دروازہ کھولا،اندر کھڑکی کے آگے پردے گرے ہوئے تھے،بپ بپ کی آواز تھی،سفید پینٹ،سفید ٹائلز،سفید بستر اور بستر پر سفید پٹیوں اور نالیوں میں کون تھا؟

اسے اپنی دھڑکن خود سنائی دے رہی تھی،اس کا دل کیا کہ ابھی قیامت آجائے،ابھی سب نیست و نابود ہو جائے،وہ کیوں زندہ ہے؟اور اس نے اس کے بھورے بال دیکھے،سر پر سفید پٹی،منہ پر آکسیجن ماسک،ٹانگ پر پٹی،ایک بازو ٹوٹا تھا اور دوسرے پر ڈرپ تھی۔۔یہ

لیزا نہیں تھی۔۔یہ لیزا نہیں ہو سکتی۔۔وہ تو بہت اچھی تھی،اچھے لوگوں کے ساتھ برا نہیں ہوتا۔۔

وہ ابھی لائبریری جائے گا وہ سامنے سے آئے گی،اس نے ہیئر بینڈ لگایا ہو گا اور وہ کیف کی کسی بات پر مسکرا اٹھے گی۔۔

یہ لیزا نہیں ہے۔۔یہ تو خواب ہے،کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی آیا،وہ ایک نرس تھی جو اس سے کچھ پوچھ رہی تھی مگر کیا؟

"کیا آپ انھیں جانتے ہیں؟ "

اس کی آنکھ سے ایک آنسو گرا اور گال پر بہہ گیا

کیف نے پہلے نرس کو دیکھا اور پھر پٹیوں میں لپٹی لڑکی کو

)میں اسی کو تو جانتا تھا (

اور وہ رو دیا،وہ اس کے قدموں میں سر رکھے،بستر میں منہ دیے رو دیا تھا،ساری دنیا رو رہی تھی۔۔نرس کو اس پر رحم آیا تھا مگر وہ وہاں سے چلی گئی تھی۔۔رو لینے سے دل ہلکا ہوتا ہے اور جب دل ہلکا ہوتا ہے تو انسان ہلکان نہیں ہوتا۔۔

دوسری طرف ملک کے دوسرے حصے میں موسم ٹھنڈا تھا، اتنا ٹھنڈا تھا کہ خون جم جائے۔۔وہ ایک اونچی جگہ پر کھڑا دوربین لگائے گردن اٹھائے سامنے دیکھ رہا تھا، سانس لینے پر منہ سے بھاپ نکل رہی تھی۔۔ تھوڑی دیر بعد نیچے اترا، عابد نے ایک لفافہ تھمایا اور وہ آگے بڑھ رہا تھا

"اور اوپر جانا پڑے گا" اس نے چلتے ہوئے دوربین عابد کو تھمائی۔

"سر۔۔موسم خراب ہے "

ابراہیم نے گردن موڑ کر ساتھ چلتے آدمی کو دیکھا "موسم کو گولی مارو، اگلے ہفتے سے شروع کریں گے "

اور وہ سر ہلا کر چلا گیا۔۔ٹینٹ میں داخل ہوا، ایک آدمی چائے لایا اور وہ بستر پر بیٹھ گیا۔۔ جیب سے لفافہ نکالا اور اسے چاک کیا، اندر سے خط نکالا اور پڑھنا شروع کیا، کپ منہ سے لگایا

"السلام علیکم !

مجھے یاد کرنے والے سیاہ آنکھوں والے کے نام !

میں بالکل ٹھیک ہوں اور الحمد للہ سردی لگوا چکی ہوں (کپ منہ کو لگاتے وہ مسکرایا) آپ کیسے ہیں؟ کیا پہاڑوں میں بہت سردی ہے؟ آپ واپس کب آئیں گے؟ آپ کا تحفہ بہت

خوبصورت ہے، شکریہ!۔۔میرا نتیجہ آنے والا ہے، دعا کیجئے گا۔۔آپ کی تصویر بھی بہت اچھی آئی ہے، وہاں کی سب سے خاص بات کیا ہے؟ اللہ کو آپ کو مزید ترقی دے۔۔اللہ آپ کو اپنی حفاظت میں رکھے

والسلام

آپ کی منتظر

حوا بنت عبداللہ

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

چائے بھی ختم اور خط بھی، وہ مسکرا رہا تھا، اس نے دوسری بار بھی خط پڑھا مگر خوشی برابر تھی، اس نے آنکھیں بند کر کے کاغذ کو ناک سے لگایا، سانس اندر کھینچی۔۔گاؤں کی خوشبو، اس کے گھر کی یاد اور حوا کی لکھائی۔۔اس نے مسکرا کر خط کو تہہ کیا اور لفافے میں ڈالا۔۔پھر بیگ میں رکھ کر باہر چلا گیا۔۔

رات جب وہ گھر آیا تو تالا لگا تھا، اس نے پینٹ کی جیب سے چابی نکالی۔۔ابھی تک تو کیف آجاتا تھا پھر اس نے سوچا شاید مصروف ہو۔۔اندر گیا تو گھر خالی دیکھ کر دل ڈوب رہا تھا، لاؤنج میں پڑے خالی صوفے، ساڑھے آٹھ کا وقت تھا اور وہ دروازہ لاک کر کے باہر آگیا۔۔اب اس کا رخ ہسپتال کی جانب تھا، اندر جاتے ہی اس نے ریسیپشن سے اس کا پوچھا۔۔اس کی ڈیوٹی پانچ بجے ہی ختم ہو گئی تھی مگر اتنے گھنٹے کہاں رہا؟

پھر خیال آیا شاید لیزا کے ساتھ ہو، آج وہ اسے پرپوز کرنے والا تھا۔۔(پھر وہ ہسپتال کیا کر رہا ہے؟) وہ واپس جانے کو تھا کہ نرس نے پیچھے سے آواز لگائی

"ایکس کیوزمی "

وہ مڑا "جی "

"ڈاکٹر کیف؟ "

اس نے سمجھ کر سر ہلایا اور نرس اسے ساتھ لیے مطلوبہ کمرے کی طرف بڑھ رہی تھی۔۔اس نے دروازہ کھولا تو دل منہ کو آگیا، ایک طرف ایک لڑکا دیوار سے ٹیک لگائے دونوں گھٹنوں پر بازو رکھے سر جھکائے زمین پر بیٹھا تھا۔۔اوورال ایک طرف پڑا تھا۔۔ سامنے بستر پر کوئی تھا، کمرے کی روشنی، بپ بپ کی آواز، نالیوں میں جکڑا وجود۔۔وہ نا سمجھی

سے آگے بڑھا تھا۔۔اسے اس حالت میں دیکھ کر اس کا دل کانپ گیا، آنکھیں گلابی پڑ گئیں۔۔اس نے گردن موڑ کر زمین پر بیٹھے لڑکے کو دیکھا اور سر جھکائے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کے ساتھ آ بیٹھا۔۔ بمشکل تھوک نگلا اور اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا۔۔اس نے سر اٹھایا تو اس کی آنکھیں سرخ تھیں، گال گیلے تھے

"وہ اٹھ نہیں رہی" وہ روتے ہوئے بولا تھا۔

قیس پہلے نہیں رویا مگر اسے دیکھ کر رو دیا تھا، اسے کوئی نہیں رلا سکتا سوائے ایک شخص کے، کوئی ہنسا نہیں سکتا سوائے ایک شخص کے۔۔

کیف جبران کے !

اس نے اپنا منہ اس کے سینے میں دیا ہوا تھا اور اس سے لپٹ کر رو رہا تھا، چھوٹے بچوں کی طرح، گڑگڑاتے ہوئے کچھ بولتے ہوئے رو رہا تھا۔۔وہ اس کی کمر کو سہلا رہا تھا، سر اس کے سر پر تھا

"وہ اٹھ نہیں رہی قیس "!

پھر اس نے اپنا چہرہ اٹھایا اور اسے دیکھا، بھاری آواز گیلی آنکھیں "اسے اٹھاؤ، وہ تمھاری بات مان جاتی ہے "

ایسا آخری بار کب ہوا تھا؟ شاید فریحہ کی موت پر یا شاید یہ پہلی بار ہو رہا تھا۔۔وہ رو رہا تھا اور کچھ کہہ رہا تھا۔۔ قیس غائب دماغی سے سر اثبات میں ہلا رہا تھا۔۔ پھر وہ اٹھا اور اس کے لیے پانی لے آیا، پانی پینے کے بعد اب وہ دونوں خاموشی سے بیٹھے تھے۔۔وہ ابھی بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا، گردن موڑے بستر پر پڑے بے جان سے وجود کو۔۔

قیس اٹھا اور اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھا تھا، اس نے ماتھے پر چپکے اس کے بال ہاتھ سے پیچھے کیے، اس کے آنسو صاف کیے اور اس کے ساتھ بیٹھ گیا۔۔اس نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھا اور سو گیا۔۔وہ اسی طرح بیٹھا رہا، قیس کو پریشانی میں بھوک لگتی تھی اور کیف کو نیند آتی تھی۔۔وہ گہری سانسیں لیتا ایک چھوٹا بچہ لگ رہا تھا، وہ دونوں اسی طرح تھے، ایک چھوٹا بنتا تھا تو دوسرا بڑا بن جاتا تھا۔۔اس نے کیف کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور سر دیوار سے لگا کر سامنے سفید دیوار کو دیکھنے لگا۔۔وقت گزرتا گیا اور وہ کرنٹ کھا کر اٹھا، ارد گرد دیکھا اور کھڑا ہو گیا۔۔

قیس بھی اس کے ساتھ ہی کھڑا ہوا تھا، وہ اب لیزا کے بیڈ کے ساتھ کھڑا تھا۔۔اسے دیکھ رہا تھا

"یہ سب کیسے ہوا؟ "

بھاری آواز "رات کو کسی ٹرک نے ٹکر ماری ہے۔۔پتہ نہیں بھاگ رہی تھی، شاید کوئی پیچھے تھا "

قیس کی بھنویں بھینچ گئیں "رات کو؟"

"ہاں۔۔بھاگتی تو رہتی تھی۔۔اب سکون سے سو رہی ہے" اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔

"ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟ "

"سویئر ہیڈ انجری۔۔سرجری ہو گئی ہے۔۔ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ شاید ابھی ہوش میں آجائے یا شاید کبھی۔۔" اور وہ رو دیا

قیس نے ایک گہری سانس لی، اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا اور اس کے کندھے پر سر رکھا "چھپکلی بہت بہادر ہے، اسے کچھ نہیں ہو گا "

وہ اسے دیکھ رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔۔

باہر سردی بڑھ رہی تھی۔۔

کمرے میں خاموشی تھی،اندھیرا تھااور سردی بھی۔۔تین میٹرس پڑے تھے جن میں سے دو پر لڑکے اپنی رضائیوں میں دبکے سو رہے تھے۔۔گہرے سانس لینے کی آواز یا شاید ایک ہلکے ہلکے خراٹے لے رہا تھا جس سے خاموشی ٹوٹ جاتی،دیوار کے ساتھ لگے میٹرس پر بیٹھا لڑکا ابھی تک سویا نہیں تھا،اس کے پاس ایک لیمپ جل رہا تھا،روشنی صرف اس تک ہی تھی اور وہ دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ٹانگوں پر رضائی تھی اور وہ کچھ لکھ رہا تھا،سفید کورے کاغذ کے ایک طرف گھٹنے پر ایک بالی پڑی تھی اور وہ کاغذ پر قلم چلا رہا تھا

"اس لڑکی کے نام جسے میں نے خواب میں دیکھا !

آج تین مہینے ایک دن ہو گیا۔۔کبھی کبھی لگتا ہے وقت بہت جلدی گزر رہا ہے اور کبھی کبھی لگتا ہے وقت گزر ہی نہیں رہا۔۔تمھیں پتہ ہے اس وقت سب سو رہے ہیں اور میرا تم سے بات کرنے کو دل کر رہا ہے مگر تم بات ہی نہیں کرتی۔۔پتہ نہیں کیوں مجھے دیکھ کر گھبرا جاتی ہو،باجی تو کہتی ہیں کہ ادی سب سے پیارا ہے مگر تم ہو کہ۔۔تمھاری ایک بالی میرے گھٹنے پر پڑی ہے اور مجھے اس کی قسمت پر رشک آرہا ہے کہ اس کو تمھارے ہاتھوں نے چھوا ہے،اس نے تمھارے بالوں کو چھوا ہے اور تمھیں آئینے میں مسکراتے دیکھا ہے۔۔اتنی سردی ہے مگر میرا سینہ جل رہا ہے،میرے اندر آگ ہے جو روز بھڑکتی ہے روز ٹھنڈی کرنی

پڑتی ہے۔۔تم کیسی ہو؟گاؤں میں بہت سردی ہوتی ہے کیونکہ وہاں کھیت ہیں،درخت ہیں۔۔کچھ دن پہلے باجی کا خط آیا تھا کہہ رہی تھیں کہ ادی گھر آجاؤ۔۔مگر میں نہیں گیا،میں نہیں جانا چاہتا۔۔بڑی مشکل سے دل کو سنبھالے ہوئے ہوں،میں اپنے اور تمھارے لیے مشکل کھڑی نہیں کرنا چاہتا۔۔مجھے ڈر لگتا ہے کہ میں تمھیں کہیں کھو نہ دوں۔۔میں روز اس لمحے کو محسوس کرتا ہوں جب تم میرے لکھے خط پڑھو گی اور ہنس دو گی۔۔اللہ تمھارے دل پر بہار قائم رکھے،تمھارے حصے کے آنسو بھی میری آنکھوں کو لگ جائیں۔۔بس تم خوش رہو جہاں بھی رہو۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

والسلام

تمھارا ادیب

اور اس نے قلم رکھ دیا،پیچھے کو ٹیک لگا لی اور بالی ہاتھ میں پکڑ لی،انگلیوں پر بالی رکھے اسے دیکھ رہا تھا،بالکل آنکھوں کے سامنے۔۔تصور میں وہ لڑکی تھی جس کی ٹوکری میں اس نے سیب رکھا تھا اور جاتے ہوئے اسے دیکھ کر گئی تھی۔۔اس نے دیکھا تھا اور وہ وہیں پتھر ہو گیا

تھا۔۔ سردی بڑھنے لگی تھی۔۔اس نے بالی اور خط اپنی الماری میں رکھا اور تالا لگا کر رضائی میں دبک گیا۔۔ نیند آنا محال تھا!

یہ تین دن بعد کی بات ہے۔۔رات کا تیسرا پہر گزر رہا تھا، کمرے میں نیم اندھیرا تھا۔۔ مکمل اندھیرا یا مکمل روشنی دونوں نہیں۔۔وہ سویا ہوا تھا، میٹرس پر الٹا لیٹا ہوا اوپر کمبل تھا۔۔ منہ دونوں بازوؤں میں چھپائے گہری سانسیں لیتا

دفعتاً اسے کوئی آواز آئی تھی، وہ آواز جو اس نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی، کسی کے گڑگڑانے کی آواز کسی کے رو دینے کی آواز۔۔ قیس کی پلکیں پھڑپھڑائیں اور وہ پھر کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھا۔۔ گردن ادھر اُدھر موڑی اور دیکھا تو الماری کے سامنے کوئی بیٹھا رو رہا تھا۔۔ گڑگڑا رہا تھا، قیس نے آنکھیں ملیں اور پھر سیدھا ہو کر بیٹھا۔۔سامنے بیٹھے کیف پر نظر پڑی ۔۔اس کے ہاتھ اٹھے ہوئے تھے اور وہ دوزانو بیٹھا تھا۔۔کچھ کہہ رہا تھا اور رو رہا تھا، قیس نے ایک سانس خارج کی اور سر جھکا دیا

"فجر پر نہ اٹھنے والا کیف تہجد میں بیٹھا رو رہا تھا "

وہ اپنے بھائی کو دیکھے گیا اور اس کی آنکھیں نم ہونے لگیں۔۔وہ محبت نہیں کرتا تھا یا ہونے نہیں دیتا تھا کیونکہ اس نے کیف کو اس کے سب سے برے حال میں دیکھا تھا، وہ محبت نہیں کرتا تھا یا ہونے نہیں دیتا تھا کیونکہ اس نے کیف کو اس وقت اٹھتے دیکھا تھا جب ساری دنیا سوئی تھی۔۔اس نے کیف کو بے بس ہوتے دیکھا تھا اور اسے بے بس ہونا زہر لگتا تھا۔۔ وہ اسے روکنا چاہتا تھا مگر نہیں روک سکتا تھا، وہ اللہ اور اس کے بیچ رکاوٹ نہیں بنے گا۔۔وہ خاموشی سے لیٹ گیا اور کروٹ اسی کی طرف پلٹ دی۔۔چند لمحے بیتے اور وہ اٹھ کر آ گیا۔۔ اپنے بستر میں لیٹا تو قیس اٹھ گیا، اس نے اس کا کمبل کھینچا اور اپنا کمبل اتار کر اس پر دیا اور اس کے سرہانے بیٹھ گیا

"ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے والے کے لیے اللہ گرم بستر بھیج دیتا ہے" وہ مسکرا دیا۔۔ کیف نے اس کا ہاتھ پکڑا تو وہ ٹھنڈا تھا۔۔ قیس اب اپنی ٹانگوں پر کمبل لپیٹے اس کے سرہانے بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا

(بچپن میں بھی جب کیف روتا تھا تو ممی اس کے پاس ایسے ہی بیٹھ جاتی تھیں، پھر وہ ان کا ہاتھ پکڑ کر سو جاتا تھا) اور وہ سو گیا تھا۔۔آج قیس فجر پڑھے گا۔۔

دنیا کے کسی دوسرے کونے میں اس وقت دوپہر کے تین بج رہے تھے،ایک کمرے میں ایک لڑکا ہائی نیک نما میرون رنگ کی موٹی شرٹ پہنے،نیچے سیاہ پینٹ۔۔اپنے بستر پر بیٹھا ذرا سا جھک کر اپنے سیاہ بوٹ کے تسمے باندھ رہا تھا۔۔اجلی رنگت بھوری آنکھیں،اس پر چھوٹے کٹے ہوئے گھنگریالے بال بچ رہے تھے۔۔اسے یہاں آئے ایک ہفتے سے زیادہ وقت ہو چکا تھا،وہ کم بولتا تھا،زیادہ سے زیادہ تین الفاظ یا کم سے کم ایک۔۔کمرے کی کھڑکی کے آگے سے پردے ہٹے تھے مگر کھڑکی بند تھی۔۔سامنے ایک لکڑی کی بنی الماری تھی،ساتھ ایک اور بستر لگا تھا۔۔باتھ روم سے کوئی نکلا تھا اور نکلتے ہی اس نے جھٹ سے الماری کا پٹ کھولا اور اندر سے پرفیوم نکال کر دھڑا دھڑ خود پر چھڑک لی،پھر مڑ کر لڑکے کو دیکھا جو کہ دوسرے بوٹ کا تسمہ باندھ رہا تھا۔اس نے ہونٹ گول کر کے سیٹی بجا کر اسے متوجہ کیا، اس نے ذرا سا سر اٹھایا،لڑکے نے پرفیوم کی چھوٹی شیشے کی بنی بوتل اس کی طرف بڑھائی مگر اس نے انکار کر دیا۔۔لڑکے نے کندھے اچکائے،پرفیوم اندر رکھی اور ایک بار باتھ روم میں لگے آئینے میں خود کو دیکھا۔۔وہ معمولی شکل کا تھا،پاکستانی نہ تھا،نیپال سے آیا تھا اور اس کی آنکھیں ذرا سی چھوٹی تھیں اور سر کے بال بہت گھنگریالے اور چھوٹے تھے۔۔

بستر پر بیٹھے لڑکے نے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی دیکھی اور کھڑا ہوا، اس کے کمرے کا دروازہ کھلا، باہر ایک لڑکی تھی۔۔دوسرا لڑکا باہر نکل رہا تھا اور لڑکی نے ذرا سا اندر جھانکا، پھر مسکرائی۔۔لڑکے نے منہ بسور کر اسے دیکھا اور کہنی سے پکڑ کر اسے نیچے لے جانے لگا، لڑکی سانولی رنگت اور چھوٹے سیاہ گھنگریالے بالوں والی تھی جیسے وہ بھی نیپال سے ہی آئی ہو۔۔

لڑکے نے کھونٹی سے ٹنگا اپنا سیاہ کوٹ اتارا اور اسے پہنا، دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی اور وہ مسکرا کر آگے بڑھا، دروازہ کھولا اور سامنے لڑکے سے ہاتھ ملایا، چھوٹی لڑکی پر جوش ہوئی "شیخو!" اور وہ جھک کر اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا، لڑکی نے اس کا گال کھینچا اور اب وہ نیچے جا رہے تھے۔۔لکڑی کے بنے زینوں پر سے اترتے آواز آتی تھی، چھوٹی لڑکی نے اس کی انگلی پکڑی ہوئی تھی، اس نے لال رنگ کا کوٹ پہنا ہوا تھا اور بالوں کی دو پونیاں بنائی ہوئی تھیں۔۔

پاس ہی ایک بیکری سی بنی ہوئی تھی جس کے باہر میز تھے ساتھ کرسیاں، وہ ان پر بیٹھ گئے۔۔ابرار نے آڈر لکھوایا اور ویٹر چلا گیا

"کیسا گزر رہا ہے سب؟" کہنیاں میز پر جمی تھیں۔

"اچھا" لڑکی شیخو کے ساتھ بیٹھی تھی۔

"سٹوڈیو؟"اس نے ابرو اٹھایا

"اچ۔۔ چھاہے سب۔۔ایک لل۔۔ لڑکا ہے اسے انگریزی بب۔۔ بھی آتی ہے اور اردو بب۔۔ بھی۔۔ باقی میں چچ۔۔چپ ہی رہتا ہوں"

اس نے سر ہلا دیا اور ویٹر تین کپ لے آیا،ان میں سے بھاپ اڑ رہی تھی

شیخو نے اپنا کپ پکڑا، سردی بلا کی تھی، شام ہو رہی تھی، آس پاس روشنیاں جل رہی تھیں،لوگ آجا رہے تھے مگر اسے کسی سے مطلب نہیں تھا۔اس نے کپ منہ کو لگایا اور برا سا منہ بنایا۔۔پاس بیٹھی لڑکی ہنس دی

"یہ چائے کک۔۔کڑوی کیوں ہے؟"

ابرار بھی ہنس دیا

"کیونکہ یہ چائے نہیں ہے۔۔یہ کافی ہے "

اس نے منہ بسور کر کپ سامنے رکھ دیا۔یہ تو طے تھا وہ اب یہ نہیں پیے گا،لاہور کی چائے پینے والا لندن کی پہلی کافی پر ہی منہ بنائے بیٹھا تھا۔۔

ابرار اسے اور بھی کچھ بتا رہا تھا اور وہ متوجہ سا سن رہا تھا۔۔

---

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ جاتے ہوئے جنوری کی ایک سرد شام تھی، دوپہر گزر چکی تھی اور اب شام ہونے کو تھی، بی جان نے ساگ بنایا تھا اور وہ ساگ دینے کھیتوں کی طرف آئی تھیں، جہاں گل بانو اور کئی عورتیں تھیں۔۔ حوا اپنے ساتھ سکینہ کو بھی زبردستی لے آئی تھی، اب وہ خاموشی سے بیٹھی ہنستی مسکراتی خواتین کو دیکھ رہی تھی، گل بانو کے پاس اب کئی چھوٹی چھوٹی بکریاں تھیں جو اس کی چارپائی کے پاس ہی منڈلا رہی تھیں۔۔ حوا بس انھیں پکڑنے اور کھلانے میں مصروف تھی، تازہ تازہ دوسرے گاؤں سے گڑ آیا تھا اور سکینہ اسے چھوٹی بوری میں بند کر کے گرہ لگا رہی تھی۔۔ اس نے پورا زور لگایا مگر نہیں ہوا، بوری ضرورت سے زیادہ چھوٹی تھی ایک چھوٹے تھیلے جیسی اور گڑ باہر نکل نکل پڑ رہا تھا، اس نے دونوں بازوؤں میں بوری کو پکڑا اور برگد کے درخت کے پاس لے گئی، اس کے تنے کے ساتھ بوری ٹکا کر اس نے گرہ لگائی اور جلدی سے رسی باندھنے لگی۔۔ رسی باندھ کر ایک سانس لی، اب شام گہری ہو رہی تھی، سورج تو ویسے بھی نہیں منہ دکھاتا تھا، دھند پھیلنے لگی تھی اور وہ کھڑی ہو گئی، یہ وہی برگد کا درخت تھا۔۔ اس نے ایک سانس خارج کی اور سینے پر بازو لپیٹ کر سامنے کھیت دیکھ رہی تھی، خواتین اپنا سامان سمیٹ رہی تھیں اور بی جان ایک خاتون سے اس کے بیٹے کا حال پوچھ رہی تھیں جو کراچی چلا گیا تھا۔۔ اس نے پیچھے دیکھا اور گڑ کی بوری اٹھانے کے لیے

بڑھی، دونوں بازوؤں میں بوری لی مگر ٹھٹھک گئی، خوشبو اس کی نتھوں سے ٹکرائی تھی، اس کا دماغ جاگا تھا، اس کی آنکھیں پوری کھل گئی تھیں۔۔ بازوؤں سے بوری چھوٹ کر زمین پر جا گری تھی۔۔ ہاتھ پہلو میں تھے اور تنفس تیز تھا، دل کی دھڑکن اس نے خود سنی تھی۔۔ وہ کانپتی ٹانگوں سے واپس مڑی تھی اور وہیں بت بن گئی تھیں، کوئی برگد کے درخت کے موٹے تنے کے پیچھے سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ دونوں کے بیچ دھند تھی مگر وہ دیکھ سکتی تھی، اس نے پلک نہیں جھپکی کہ خواب ٹوٹ جائے گا، ٹھنڈی ہوا آنکھوں میں پڑ رہی تھی۔۔ مگر سب کچھ سن ہو چکا تھا، ہر طرف خاموشی تھی وہ بس گہری سرمئی آنکھوں کے سحر میں تھی، پتھر بن گئی تھی کہ اچانک سردی کی ایک ظالم لہر اس کے اندر سے گزری تھی اور اس نے ایک سانس لی، آنکھیں بند کیں، آنسو گالوں پر پھسل گئے اور اس نے جب آنکھ کھولی تو منظر غائب تھا، وہ جا چکا تھا۔۔ کیا وہ آیا تھا؟ سب جھوٹ بول سکتے ہیں مگر خوشبو جھوٹ نہیں بولتی، اس نے ناک سے سانس اندر کھینچی اور اتنے دنوں بعد وہ گلابی آنکھوں نم پلکوں اور دھڑکتے دل سے مسکرائی تھی، بوری نیچے اس کے قدموں میں تھی مگر وہ نہیں مڑی۔۔ اس کی نگاہوں نے برگد کے تنے سے نیچے سفر کیا، جہاں کبھی ایک انگوٹھی پڑی ہوئی تھی وہاں ایک سفید گلاب پڑا تھا، کھلا ہوا سبز ڈنڈی والا سفید گلاب، وہ مسکرا دی مگر مسکراہٹ دھیمی سی تھی، آنسو

گالوں پر بہہ نکلے۔۔وہ آیا تھا،وہ کیسے نہ آتا؟اس نے جلدی سے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کیے اور آگے بڑھی،نیچے جھکی اور پھول پکڑا۔۔وہ وہاں نہیں تھا،وہ جا چکا تھا مگر وہ وہیں تھا۔۔ اس نے پھول اپنی سیاہ چادر میں چھپا لیا اور بوری پکڑ کر مڑی۔۔اسے گھر جانا تھا،اس کے سلگتے دل پر نرم پھوار پڑی تھی،وہ آج مطمئن تھی،خوش تھی،شکر گزار تھی۔۔کیا نہیں ہونا چاہیئے؟

فروری1964

یہ ایک شام کا منظر تھا،ٹھنڈی شام۔۔ہسپتال کی راہداری کو عبور کر کے ایک کمرے کا منظر،جس میں سفید روشنی میں ہلکا سا پیلے پن کا تاثر تھا۔۔بستر پر لیٹا وجود بس سانس لے رہا تھا اور سانس ہے تو آس ہے۔۔ساتھ ہی اس کے قدموں کے پاس ایک لڑکا بیٹھا تھا،لڑکے نے ایک ٹانگ موڑ کر بستر پر رکھی تھی،جس کا پاؤں دوسری ٹانگ کے گھٹنے کو چھو رہا تھا۔۔ اس کے ہاتھ میں چند تصاویر تھیں،جنھیں وہ غور سے دیکھ رہا تھا۔۔ایک لڑکی تھی جس نے سلیولیس قمیض پہن رکھی تھی،چھوٹے کھلے بالوں پر ایک گل بابونہ کا بنا تاج رکھا تھا،وہ مسکرا رہی تھی اور اس کے منہ پر سورج کی روشنی پڑ رہی تھی،مسکراتے ہوئے ذرا سا سائیڈ پوز

کیے،اس کی آنکھوں میں سورج کی روشنی پڑ کر ذرا سا گہری بھوری آنکھوں کا تاثر دے رہی تھی۔۔اس نے ایک ہاتھ سے اپنے سر پر پڑے تاج کو تھاما ہوا تھا۔۔

دوسری تصویر جس میں وہ ایک چھوٹی لڑکی کے ساتھ بادشاہی مسجد کے بڑے سے صحن کے ایک طرف بیٹھی تھی، چھوٹی لڑکی کے ہاتھ میں گلدستہ تھا اور لیزا اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔۔اس کے بالوں میں ایک طرف پھول لگا تھا

دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور اندر کوئی آیا تھا،اس نے ایک سفید سا ہینڈ بیگ میز پر رکھا اور لڑکے کے ساتھ آ کھڑا ہوا،اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے،ذرا سا جھکا اور تصویر کو دیکھا

"یہ کہاں سے ملی؟"

"اس کے پرس میں تھی، شاید ڈویلوپ کروا کر بیگ میں رکھی تھی اور نکالنا بھول گئی"

قیس ذرا سا ہٹا اور بیگ سے ایک لال سیب نکال کر لایا، کیف کے سامنے کیا

کیف نے اسے دیکھا پھر سیب کو، بولنے کے لیے لب کھولے "منع مت کرنا، تم نے کل سے کچھ نہیں کھایا"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے تصویریں دوبارہ اس کے بیگ میں رکھ دیں اور پاس پڑے سٹول پر بیٹھ گیا، سیب ہاتھ میں ہی تھا، سر جھکائے سیب کو دیکھ رہا تھا

"مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں میں اٹھ کر جاؤں اور یہ نہ ہو کہ اسے ہوش آجائے۔۔اٹھتے ہی وہ ارد گرد دیکھے گی، کوئی اپنا نہ ہوا تو اسے برا لگے گا" پھر رکا، سانس لینے کا وقفہ "ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ وہ کومہ میں ہے مگر میں جانتا ہوں کہ وہ روز مجھے سنتی ہے، دل ہی دل میں مسکراتی ہے۔۔وہ سب محسوس کر سکتی ہے "

قیس چپ کر کے اس کے سامنے کھڑا اسے سن رہا تھا، باہر شام رات میں بدل رہی تھی

آج اتوار تھا اور شیخو پیدل چلتا چالیس منٹ کی واک پر ایک خاموش سی گلی میں داخل ہوا، بڑے چھوٹے مختلف قسم کے گھر تھے کسی کسی کے آگے گاڑی کھڑی تھی، وہ دائیں طرف کی قطار میں بنے تیسرے نمبر والے سرخ اور سفید گھر کی طرف بڑھا۔۔دائیں بائیں گھاس اگی تھی جیسے چھوٹے باغیچے ہوں، دائیں طرف والے باغیچے میں ایک درخت بھی تھا جو کہ زیادہ لمبا اور زیادہ گھنا نہ تھا، درمیان میں راہداری تھی، لکڑی کی باڑ عبور کر کے وہ چھوٹی راہداری پر چلتا زینوں پر چڑھا، چوتھے زینے پر کھڑا اب دروازے کی بائیں طرف لگی بیل بجائی، چند

لمحے بیتے اور دروازہ کھلا۔۔سامنے سفید فراک اور سیاہ بلاؤز والی ملازمہ کھڑی تھی، پیچھے سے پری نے گردن نکال کر دیکھا تو پورا منہ کھل گیا "شیخو!" اور وہ اس کی طرف بڑھی۔۔اس نے جھک کر اس کا گال کھینچا، وہ اسے مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔۔سیدھا چل کر دائیں طرف مڑا اور لاؤنج میں آ گیا، پھر صوفے پر بیٹھی سفید بالوں اور جھریوں زدہ چہرے والی خاتون کو سلام کیا۔۔ان کی گود میں کشن تھا اور وہ اون کا دھاگہ لیے کچھ بن رہی تھیں۔۔وہ ان کے ساتھ بیٹھ گیا اور سلام دعا کی، یہ اس کا ان کے گھر میں پچھلے دو مہینے میں دوسرا چکر تھا۔۔گھر میں اور کوئی نہیں تھا، ملازمہ اس کے لیے جوس لے آئی، پری ساتھ بیٹھ کر شاید کوئی ہوم ورک کر رہی تھی۔۔خاتون اب ساتھ میں اپنے ہاتھ چلاتیں سویٹر بن رہی تھیں اور ساتھ ساتھ شیخو سے باتیں کر رہی تھیں

"یہاں ناحرام بھی بہت ملتا ہے، تم ان سے دور رہنا۔۔حلال کھانا دیکھ کر کھانا، کچھ بھی لینے سے پہلے دیکھ لیا کرو "

وہ علی خان کی والدہ اور پری کی دادی تھیں۔

شیخو بس سر ہلا کر جی جی کر رہا تھا، انھوں نے آنکھیں چھوٹی کر کے اسے دیکھا

"ایک بات تو بتاؤ لڑکے"

"جی"

"تم شادی شدہ ہو؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا"نن۔۔نہیں "

"منگنی ہوئی ہے؟ "

"نن۔۔نہیں "

"تم تو دکھتے بھی پیارے ہو،اوپر سے آنکھیں بھی بھوری ہیں، یہاں نا لڑکیاں بڑی تیز ہیں،ان سے بچ کر رہنا۔۔کوئی فضول بات نہ کرنا،پیارے لڑکے دیکھ کر پیچھے پڑ جاتی ہیں "

وہ بس اثبات میں سر ہلاتا رہا"جی "

پھر ملازمہ آئی اور ان کے کان میں کچھ کہا،وہ اونی دھاگہ اور آدھا بنا ہوا سویٹر وہیں چھوڑ کر باہر چلی گئیں۔۔

شیخو کچھ دیر پری کے ساتھ بیٹھا رہا پھر اس سے آئندہ آنے کا وعدہ کر کے باہر کی طرف بڑھا۔۔باہر بوڑھی خاتون ملازمہ سے گملے اٹھوا رہی تھیں جو کہ مالی دروازے کے سامنے رکھ کر چلا گیا تھا۔۔وہ زینے اتر کر راہداری میں آیا تو انھوں نے اسے دیکھ کر اسے آواز دی

"ارے لڑکے،ادھر آؤ "

وہ دائیں طرف مڑا اور ان کی طرف بڑھا" یہ تین چار گملے ہیں، انھیں کیاری کے ساتھ ساتھ رکھ دو۔۔مالی نکما ہے میرا "

اور وہ سر ہلا کر آگے بڑھا، وہ ایک جگہ رکھتا تو خاتون کو وہاں پسند نہیں آتے تھے، پھر وہ ان کے کہنے پر دوسری جگہ رکھتا تو انھیں وہ بھی پسند نہیں آتا تھا" یہاں نہیں وہاں۔۔او نہوں، یہاں دھوپ نہیں ہے وہاں۔۔اوہو۔۔یہاں دھوپ سے جل جائیں گے، ایسا کرو وہاں رکھ دو" پندرہ منٹ کا کام گھنٹے میں ہوا، اب پتہ چلا تھا کہ مالی کیوں نکما تھا۔۔ان کی مرضی کے مطابق اس نے گملے رکھ دیے تو وہ جانے کے لیے کھڑا تھا، ہاتھ دھو کر انھیں خشک کر رہا تھا جب انہوں نے اس کی کمر پر تھپکی دی

"اللہ تمھیں عرش کے بھاگ لگائے "

وہ ناسمجھی سے انھیں دیکھ رہا تھا" آتے جاتے رہا کرو "

وہ مسکرا رہی تھیں، وہ بھی مسکرا دیا۔۔پھر وہ چلا گیا۔۔

رات ہونے کو تھی اور لندن برج (ٹاور برج) روشن ہو رہا تھا۔۔اونچا سا ٹاور برج جسے وہ نیچے کھڑا گردن اُٹھائے دیکھ رہا تھا، پھر پانی پر پڑتی روشنیوں کو دیکھتا رہا۔۔رات ہوئی تو رش بڑھنے لگا تھا مگر اسے کسی کی پرواہ نہیں تھی، وہ یہاں اجنبی تھا اور اسے اجنبی رہنا پسند تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سامنے تیرتے پانی کو دیکھتے ریلنگ پر ہاتھ رکھے وہ کسی خیال میں مگن تھا۔۔وہ مطمئن سا تھا، چہرے پر ایک سکون سا دکھتا تھا

وہ ہمیشہ سے تنہا تھا مگر یہ تنہائی اسے اب کیوں محسوس ہو رہی تھی۔۔شاید اسے لیزا کی عادت ہونے لگی تھی۔۔اس نے آتے ہی لیزا کو پہلا خط لکھا تھا مگر اب تیسرا مہینہ شروع ہونے والا تھا مگر جواب نہیں آیا تھا۔۔کیا وہ اسے یاد کرتی ہو گی؟

اور دنیا کے ایک دوسرے کونے میں ایک ہسپتال کے بستر کے دائیں طرف ایک سٹول پر لڑکا ایک کتاب پکڑے بیٹھا تھا، آنسوؤں کا گولا گلے میں اٹکا ہوا تھا اور آنکھیں گلابی تھیں

)وہ شام کو خالہ سے ملنے گیا تھا جب اس نے لیزا کا بتایا، وہ افسوس کر رہی تھیں اور اس کے لیے دعا گو تھیں "بہت اچھی بچی تھی، اسے کہانیاں بہت پسند تھیں۔۔مجھ سے کہانی سنتے وقت مختلف سوال کرتی، کہانی کو محسوس کرتی کبھی ہنستی، کبھی مسکراتی، کبھی رشک کرتی اور کبھی حیران ہوتی۔۔وہ قرآن کو سنجیدہ لیتی تھی اور مجھے کہتی تھی کہ رات کو وہ اس کہانی کو سوچتی ہے جو مجھ سے سنتی ہے۔۔اس کے سوال اس کے جواب۔۔بہت اچھی لڑکی تھی، میرا کوئی بھی شاگرد ایسا نہیں تھا، ایک بار میں نے کہا کہ اللہ انھیں ہدایت دیتا ہے جن میں نیکی

دیکھتا ہے،اس کے دل پر شاید یہ سطر نقش ہو گئی تھی۔۔مجھے بہت یاد آئے گی وہ۔۔اللہ اسے جلدی سے ٹھیک کر دے("

ان کے الفاظ اس کے گرد گونج رہے تھے اور اس نے کتاب کھولی،ایک گہری سانس لی۔۔پھر اسے کہانی سنانے لگا،وہ گہری سانسیں لے رہی تھی۔۔کمرے کی دیواریں بھی کہانی سن رہی تھیں۔

مارچ 1964

موسم بدل رہا تھا مگر سردی ابھی مکمل نہیں گئی تھی لیکن سکردو کو کیا فرق پڑے۔۔وہاں کے مکین تو سردی کے عادی تھے۔۔برف کے بیچ و بیچ ایک پہاڑ کے سینے پر وسط میں ایک جوان کھڑا 'واکی-ٹاکی' کو ہونٹوں کے سامنے کیے کمانڈ دے رہا تھا

"آواز آرہی ہے آپ کو۔۔آواز آرہی ہے آپ کو "

دوسری طرف سے آواز آرہی تھی "یس سر۔۔سر "

آواز بیچ بیچ میں رک جاتی تھی۔

"ہیلو۔۔ہیلو۔۔کامران۔۔ہیلو "

اور رابطہ کٹ چکا تھا۔

اس نے بے زاری سے واکی-ٹاکی پہلو میں گرے ہاتھ میں پکڑا تھا اور آگے چل رہا تھا، کچھ لمحے بیٹھا، گہری سانس لی۔۔

کچھ پل بیتے اور ایک بوڑھا ہاتھ میں ایک لفافہ لیے ٹینٹ میں گیا تھا، اس نے دائیں جانب دیکھا تو لیفٹیننٹ ابراہیم نماز پڑھ رہا تھا۔۔

نماز ادا کی اور اندر آیا۔۔ سردی بڑھ رہی تھی، شام گہری ہو رہی تھی

"آپ کے نام خط آیا ہے" اور وہ سر ہلا کر بیٹھ گیا۔۔ آج اسے مزید اوپر جانا تھا مگر تین آفیسرز نیچے ہی تھے، موسم خراب ہونے کے ڈر سے وہ اوپر نہیں بڑھے تھے۔۔ اس کا موڈ خاصا بگڑ چکا تھا۔۔ اس نے لفافہ چاک کیا اور خط پڑھنا شروع کیا۔۔ خط ڈھائی مہینے پہلے لکھا گیا تھا

"السلام علیکم !

میرے ساتھ کھڑے ہونے والے میرے بھائی کے نام !

کیسے ہو؟ میرے اوپر تو احسان کر گئے ہو، تم نہیں بھی ہو مگر تم ہو۔۔ میں ایک آرٹسٹ بن گیا ہوں، لوگوں سے ملنے لگا ہوں، خوش ہونے لگا ہوں اور جینے لگا ہوں۔۔ میرے اندر

سے لوگوں کا خوف اور کم تری کا احساس ختم ہو رہا ہے۔۔ تمھارا شکریہ کیسے ادا کروں؟ لاہور میں بہت اچھے لوگ ہیں اور وہ میرے نصیب میں لکھ دیے گئے ہیں، لیزا، قیس اور اس کا بھائی ڈاکٹر کیف سب نے میرا بڑا ساتھ دیا ہے۔۔ میری لندن سے سکالرشپ آئی ہے اور نئے سال کا آغاز میں وہاں کروں گا۔۔ ہائے ہیلو تک تو انگریزی بھی آ گئی ہے (وہ ہلکا سا ہنس دیا) وہاں کے لوگ کیسے ہوں گے؟ مجھے بہت تجسس ہے مگر میں اپنے کام سے کام رکھوں گا۔۔ تمھیں پتہ ہے میرا نام اخبار میں آیا ہے، حوا اور اماں تو بڑی خوش تھیں۔۔ مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا کہ میں واقعی اس قابل تھا۔۔ اصل احسان تو انھوں نے کیا ہے جنھوں نے کوئلے کو تراشا ہے اور ہیرا بنایا ہے۔۔ اللہ تمھیں عرش کی زینت بنائے، تم کامیاب ترین ہو۔۔ جہاں رہو محفوظ رہو (اللہ حافظ!)

والسلام

تمھارا بھائی

Clubb of Quality Content

شیخو

اس نے خط پڑھا اور مسکرا دیا، ایک سانس خارج کی۔۔ موڈ تھوڑا بہتر ہوا تھا۔۔ لفافے میں کچھ اور بھی تھا، اس نے اندر جھانکا اور اندر پڑا صفحہ باہر نکالا، وہ ایک اخبار کا پھٹا ہوا صفحہ تھا جس میں شیخو کا نام اور اس کی تصویر تھی، ساتھ لکھی تحریر پڑھ کر وہ ہنس دیا۔۔ یہ فخر کا لمحہ تھا، شکر کا لمحہ تھا۔۔ وہ خوش تھا، مطمئن تھا۔۔ باہر چراغ جل چکے تھے، رات نے اپنے پر پھیلا دیے تھے۔۔

یہ ایک سٹوڈیو کا منظر تھا، خوبصورت سا سفید دیواروں اور چار ستونوں والا سٹوڈیو جس کی دیواروں پر پینٹنگز لگی تھیں۔۔ پینٹرز اپنے سامنے ایزل پر رکھے کینوس پر رنگ پھیر رہے تھے۔۔ اندر داخل ہوتے ہی دو قطاریں دائیں بائیں نظر آتی تھیں، ساتھ ہی بڑے سے سٹوڈیو میں چار بڑی کھڑکیاں تھیں، دو دائیں دیوار اور دو بائیں دیوار میں نصب تھیں، اندر داخل ہوتے ہی بائیں قطار میں پانچویں نمبر پر بیٹھا لڑکا سنجیدہ سا کینوس پر رنگ بکھیر رہا تھا، اس کا دل بہت اداس تھا، اسے نہیں آنا چاہیئے تھا، وہ کیوں آیا؟ اس کے دل میں ایک عجیب

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سی بے چینی تھی عجیب سا درد اٹھ رہا تھا۔۔اسے رونا آرہا تھا،لیزا کا کوئی جواب نہیں آیا تھا۔۔ کیا خط اس تک نہیں پہنچا تھا؟وہ خط بہت تکلیف دیتا ہے جس کا جواب نہ آئے اور وہ اسی تکلیف سے گزر رہا تھا۔۔ارد گرد کیا ہو رہا تھا اسے کچھ نہیں پتہ تھا۔۔اس نے ایک شام کا منظر پینٹ کیا تھا،نیچے ٹھاٹھیں مارتا سمندر تھا جس کے نیلے رنگ میں ہلکا سا لال رنگ ملا تھا اور اوپر آسمان جو کہ نارنجی سا تھا،کہیں کہیں سرمئی بادل مگر وہ بھی سرخ تھا۔۔آسمان سرخ تھا۔۔

اس کا دھیان بار بار لیزا کے سرخ نیل پینٹ پر جاتا مگر وہ سر جھٹک دیتا۔۔آج اس نے سرخ رنگ پینٹ کیا تھا حالانکہ اس کی پینٹنگز میں نیلا،سفید،سیاہ زیادہ ہوتا تھا۔۔پاس سے انڈین لڑکا گزرا تو وہ رک گیا

"واؤ۔۔"

اس نے شیخو کے کندھے پر تھپک کر پینٹنگ کو غور سے قریب سے دیکھا

"یہ تم نے کیسے کیا؟یہ بہت خوبصورت ہے "

وہ ستائشی نظروں سے دیکھ رہا تھا،اس نے تعریف کی تو باقی ارد گرد والے بھی متوجہ ہو گئے۔۔وہ اب اٹھ اٹھ کر اس کی پینٹنگ دیکھنے آرہے تھے اور وہ بس خاموش سا تھا۔۔اس نے ایک کونے میں اپنے نام کے دستخط کیے(انگریزی میں جو اس نے تازہ تازہ ابرار سے سیکھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھے)اور کھڑا ہو گیا۔۔چند پل اور بیتے اور اسے گھٹن سی ہونے لگی تھی۔۔اس کا دل گھبرا رہا تھا اور وہ پریشان ہو رہا تھا، گھبراتے ہوئے لڑکے کو دیکھ کر وہ انڈین قریب آیا

"تم ٹھیک ہو؟ "

اس نے اسے دیکھا تو اس کی آنکھیں گلابی تھیں

"نن۔۔نہیں۔۔وہ "

"اوکے۔۔فائن۔۔۔تم جانا چاہتے ہو۔۔اوکے۔۔جا سکتے ہو "

وہ تحمل سے اسے سمجھا رہا تھا۔۔اس نے سارا جمگھٹا منٹوں میں ہٹایا اور شیخو نے اپنا سارا سامان اچھے سے سمیٹا، پینٹنگ ایک جگہ رکھی اور وہ باہر کی جانب لپکا تھا، اس کا تنفس تیز ہو رہا تھا اور ہاتھ کانپ رہے تھے۔۔وہ باہر نکلا تو شام ہونے کو تھی، وہ چند قدم چل کر گلی میں آ گیا جہاں ایک کیفے تھا، اوپر سے نیچے جاتی ڈھلوان دار سڑک تھی۔۔پاس ہی کچھ بلڈنگز تھیں جو کہ ابھی تو ویران تھیں، موسم گرما میں آباد ہوتی تھیں۔۔وہ تیز تیز قدم اٹھا رہا تھا، اسے سردی لگ رہی تھی، اس کا کوٹ؟(وہ وہیں بھول آیا)اور وہ سینے پر بازو لپیٹے چل رہا تھا، دل بھر آیا تھا۔۔گلی کے کنارے کچھ فاصلے پر رک رک کر درخت لگے تھے، ایک چیری

بلاسم کے نیچے وہ درخت سے ٹیک لگائے بیٹھ گیا،اس کا رخ دیوار کی طرف تھا،آتے جاتے لوگ اسے نہیں دیکھ رہے تھے۔۔ویسے بھی اندھیرا ہونے کو تھا۔۔

اس نے اپنی گردن جھکالی، سر اتنا جھک گیا کہ تھوڑی سینے کو جا لگی اور وہ رونے لگا تھا،کافی دنوں سے جو آنسو روکے تھے وہ اب بہہ نکلے تھے،وہ تو عادی تھا تنہائی کا پھر یہ کیوں؟وہ تو اکیلا ہی رہا تھا پھر یہ کیوں؟اس نے تو دوست ہی نہیں بنائے تھے کبھی پھر یہ کیوں؟

ایک خط کا جواب نہیں آیا تھا،وہ لیزا کو نہیں بھولا تھا اور دنیا میں کوئی بھی کہیں بھی لیزا جیسا نہیں تھا،ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا

وہ جی بھر کر رویا تھا،دل ہلکا ہو گیا تھا اور اب اس نے درخت کے تنے سے سر لگالیا اور خاموشی سے آنکھیں بند کر کے گہرے سانس لیے۔۔

"شیخو!"کسی کی آواز آئی تھی۔۔وہ لیزا کی آواز تھی

اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول دیں،کرنٹ کھا کر ادھر اُدھر دیکھا

وہ نہیں تھی،وہ کہیں نہیں تھی۔۔اس نے سر جھکالیا

اب اسی کے ساتھ جینا تھا، یہی زندگی تھی، اس کے خط کا انتظار کرے گا۔۔اس نے ہتھیلی سے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں، ایک ملک سے دوسرے ملک خط آنے جانے میں وقت لگتا ہے۔۔آجائے گا خط۔۔

ایک تسلی دی خود کو اور جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اندھیرے میں اوپر کی طرف جا رہا تھا، اس کا راستہ اوپر کی طرف تھا۔۔

رات جب شیخو کھانا کھا کر آیا تو وہ لڑکا کمرے میں تھا، شاید ابھی آیا تھا۔۔شیخو نے اسے دیکھا اور چپ کر کے باتھ روم میں چلا گیا، اس نے سرمئی رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی، چھوٹا آتش دان جل رہا تھا جس سے کمرہ گرم تھا۔۔جب باہر آیا تو بازو کہنی تک گیلے تھے، آستینیں مڑی ہوئی تھیں، شلوار کے پائنچے ٹخنوں سے اوپر تھے اور سامنے ماتھے پر چپکے بالوں سے پانی سے قطرے گر رہے تھے۔۔وہ وضو کر کے آیا تھا اور تولیے سے منہ صاف کر کے اپنے بیڈ کے پاس جائے نماز بچھائی۔۔اس پر کھڑا ہوا اور آستینیں نیچے کرنے لگا۔۔لڑکا بیڈ پر لیٹا اسے دیکھ رہا تھا پھر اس نے خاموشی توڑ دی

"یار! یہ تم نمازیں پڑھتے رہتے ہو، ملتا کیا ہے اس سے؟ "

شیخو نے اسے دیکھا مگر بولا کچھ نہیں۔۔وہ بحث نہیں کرنا چاہتا تھا،وہ بحث نہیں کرتا تھا۔۔

وہ جائے نماز سے اترا،آگے بڑھا اور لڑکے سے پوچھا"لیمپ آف کک۔۔کردوں؟ "

لڑکے نے منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکی"ہاں!کردو "

ایک لیمپ آف تھا ایک جل رہا تھا،اتنی روشنی تھی کہ بس اس کے تکیے تک جا رہی تھی۔۔

اس نے نیت باندھی اور اب وہ خاموشی سے کھڑا لب ہلا رہا تھا،یہ وہ جگہ تھی جہاں وہ کچھ نہیں چھپاتا تھا،جہاں اسے ہکلانے پر کوئی شرمندگی نہیں ہوتی تھی۔۔اس کا دل اداس تھا،رو بھی لیا تھا مگر بوجھ پھر بھی تھا،باہر کی رونق اس کے اندر کو متاثر نہیں کرتی تھی۔۔

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ

)شیخو آپ کا بندہ ہے اور آپ کے پاس ہی آئے گا۔۔اپنی پوری کوشش کرنے کے بعد شیخو آپ کے پاس آتا ہے،آپ کے پاس آیا ہے۔۔لاہور ہو یا لندن آپ کو خط لکھ نہیں بتانا پڑتا،آپ کو پکارنے کے لیے الفاظ نہیں جوڑنے پڑتے،میرا کام تو رنگ بھرنا تھا میں تو رنگ بھرتا ہوں۔۔مگر رنگریز تو آپ ہی ہیں،میرے وجود میں رنگ بھرنے والے۔۔میں آپ کا

شیخو ہوں، مدد مانگنے آیا ہوں، میں کیا کروں۔۔میں نے بہت کوشش کی ہے مگر اب میں پھر بے بس ہونے لگا ہوں، میرا ذہن پھر بے اختیار ہونے لگا ہے، میرا دل بے قابو ہونے لگا ہے۔۔آپ میری مدد کریں، میرے ہاتھوں کو مضبوط کر دیں، میرا سینہ کھول دیں۔۔میں اقرار کرتا ہوں کہ میں آپ کا بندہ ہوں، میں چاہ کر بھی اپنی مدد خود نہیں کر سکتا، آپ میری مدد کریں(

اھدنا الصراط المستقیم

)میں قصور سے لاہور آیا، لاہور سے لندن اور اب آگے کا سفر ہے۔۔لوگ میرے رنگریز ہونے پر مجھے سراہتے ہیں مگر میں جانتا ہوں کہ مجھ میں رنگ سب آپ کے ہیں۔۔ اب آگے کہاں جانا ہے؟اب آگے کیا کرنا ہے؟میں یہاں آ تو گیا ہوں مگر مجھے کرنا کیا ہے؟ مجھے راستہ دکھا دیں، سیدھا راستہ۔۔مجھے رنگ بھرنے آتے ہیں اور میں یہی کر سکتا ہوں، آپ مجھے راستہ دکھائیں، مجھے بتائیں کہاں جاؤں، میں تو نا سمجھ ہوں، میرے قدم اس راستے کی طرف موڑ دیں جہاں خیر ہو، مجھے کچھ سمجھ نہیں ہے آپ مجھے بتا دیں کہاں جاؤں؟ (

یہ نماز اسے کس نے سکھائی تھی، وہ دنیا کے سامنے بولتا ہی نہیں تھا اور اللہ کے سامنے چپ نہیں ہوتا تھا، یہ نماز اسے عبداللہ نے سکھائی تھی۔۔اس کے باپ نے اسے اللہ کو تھامنا سکھایا تھا اور وہ آج تک اسے تھامے ہوئے تھا۔۔

وہ تشہد میں بیٹھا تھا، دعا مانگ رہا تھا جو اسے اس کے بابا ابراہیم علیہ السلام نے سکھائی تھی۔۔

ربی جعلنی مقیم الصلواۃ

)میرے سے نماز نہ چھیننا، میں کہاں جاؤں گا۔۔ شیخو ہر درد سہہ لے گا کیونکہ اللہ اسے ہمت دے دے گا۔۔ مگر شیخو کہاں جائے گا اگر نماز چلی جائے گی تو۔۔مجھے تھام لیں، مجھے بچا لیں، میں نماز نہیں چھوڑتا آپ مجھے نہ چھوڑنا۔۔مجھے توفیق عنایت کریں کہ نماز کو پکڑے رکھوں۔۔اسے تھامے رکھوں اور میں چاہ کر بھی نہیں چاہ سکتا آگر آپ نہ چاہیں (

اس کی نماز آہستہ ہوتی تھی، بہت آہستہ۔۔ باہر سردی بڑھ رہی تھی، شور اور روشنی بھی بڑھ رہے تھے مگر اندر سکون تھا

اس نے دعا مانگی اور پھر جائے نماز تہہ کر کے کمبل میں لیٹ گیا، لیمپ آف کیا اور سو گیا۔۔اب اطمینان تھا۔۔

صوفیہ صبح کے وقت آتی تھیں۔۔کافی دیر بیٹھی رہتیں، ساتھ بیلا بھی ہوتی تھی، فلک شیر پھر لندن مفرور ہو گیا تھا۔۔وہ بھاگ جانے والوں میں سے تھا، صوفیہ کمرے میں کافی دیر بیٹھ کر اسے دیکھا کرتی تھیں، کبھی کبھار رو دیتیں یا پھر مایوس ہو کر چلی جاتیں۔۔کیف کی ڈیوٹی ختم ہوتی تھی تو وہ فوراً یہاں آتا تھا، اس کے ساتھ بیٹھا اسے کہانیاں سناتا، اس سے باتیں کرتا تھا۔۔اس کا کہنا تھا کہ وہ سنتی ہے، وہ سب محسوس کرتی ہے۔۔خیر یہ جاتی ہوئی سردیوں کی ایک شام تھی۔۔کیف فارغ ہوا تو سیدھا کمرے میں آگیا، ابھی وہ سٹول پر بیٹھا ہی تھا کہ قیس آگیا، اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا اور کتاب پکڑ کر دیکھی۔۔وہ کوئی انگریزی کتاب تھی، اس میں مختلف قسم کی کہانیاں تھیں اور سب کا ایک ہی موضوع تھا اور وہ تھا

"امید "

"Hope"

مرنے کے بعد جی اٹھنے کی امید، جدائی کے بعد ملنے کی امید، خزاں کے بعد بہار کی امید اور رات کے بعد دن کی امید۔۔اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا، کیف مسکرا کر

اسے دیکھ رہا تھا۔۔اس نے ایک سانس خارج کی اور دونوں بازو پیچھے سے اس کی گردن کے گرد حمائل کیے اور اس پر سر کے دائیں طرف اپنی تھوڑی رکھی

"اتنا بوجھ نہ ڈالو دل پر، تھک جاؤ گے۔۔اپنی آنکھیں دیکھو کیسی خالی ہو گئی ہیں" پھر اس نے تھوڑی ہٹائی اور اس کے کان کے قریب جا کر بولا

"رو لو کیفی۔۔مجھے پتہ ہے تم تھکے ہوئے ہو، زبردستی کا مسکرانا انسان کو تھکا دیتا ہے۔۔ رونا تو بری بات نہیں ہے "

کیف نے گردن جھکا دی، آنکھیں گلابی ہونے لگی تھیں۔۔وہ سب سے جھوٹ سے بول سکتا تھا مگر ایک شخص سے نہیں، وہ سب سے چھپ سکتا تھا مگر ایک شخص سے نہیں، اور وہ شخص تھا۔۔

قیس جبران !

اس نے قیس کی کلائی کو پکڑا، اس کے ہاتھ ٹھنڈے پڑ چکے تھے۔۔

"یہ کہانیاں تو میں خود کو سناتا ہوں، روز خود کو امید دلاتا ہوں، رونے سے بچاتا ہوں۔۔ مگر تم بہت برے ہو۔۔میری خوشی کے لیے میرے اطمینان کے لیے تم مجھ سے سچ چھپا سکتے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

تھے، جھوٹ بول سکتے تھے۔۔ہر بار آئینہ دکھانا ضروری ہے؟"اس نے اب ذرا سی گردن موڑ کر قیس کو دیکھا تھا

اس نے ایک سانس خارج کی اور اس کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا، ہلکے سے کتاب اس کے سر پر ماری اور سینے پر بازو لپیٹے اسے گھورنے لگا۔۔بولا کچھ نہیں، وہ صرف اسے سننے آتا تھا

"تمھیں پتہ ہے یہ کتنا تکلیف دہ ہوتا ہے کہ ہم مسلسل کسی سے بات کریں مگر وہ ہمیں کوئی جواب نہ دے"اس نے ہتھیلی سے اپنی آنکھیں رگڑیں، نم سانس اندر کھینچی، وہ خاموش پڑی لیزا کو دیکھ رہا تھا

"مجھے ڈر لگتا ہے کہ ایک دن لیزا اٹھے گی اور مجھے ایسے نا سمجھی سے دیکھے گی، بالکل کسی اجنبی کی طرح۔۔اسے میرا نام بھی نہیں آتا ہو گا۔۔وہ سب بھول چکی ہو گی۔۔وہ خالی خالی آنکھیں لیے ادھر اُدھر دیکھے گی اور پوچھے گی کہ میں کون ہوں؟"اس نے انگلی سے سینے پر دستک دی"کیف کون ہے؟اور میں وہیں مٹی ہو جاؤں گا۔۔سب ختم ہو جائے گا"اور اس نے پھر سر جھکا دیا۔۔

قیس نے اس کے سر کے دائیں بائیں ہاتھ رکھے اور اس کا چہرہ اٹھایا

"ایسے بیٹھ کر تو تم خود ہی کھچڑی پکاتے رہتے ہو، دماغ خراب مت کرو۔۔آؤ آج باہر سے کھانا کھاتے ہیں" اس نے گلابی آنکھوں سے سامنے کھڑے قیس کو دیکھا

"اف! کیفی۔۔وہ ٹھیک ہو جائے گی۔۔میں کہہ رہا ہوں نا "

اس نے کیف کا بازو کھینچا اور اسے اپنے ساتھ باہر لے گیا۔۔

لیزا خاموشی سے گہری سانسیں لیتی سو رہی تھی۔۔۔

یہ شام کا ایک خوبصورت منظر تھا۔۔صبح ٹھنڈ تھی مگر پھر ہلکا سا سورج نکل آیا تھا، آج رش بھی کافی زیادہ تھا۔۔بھانت بھانت کی بولیاں، مختلف قسم کے لوگ۔۔وہ سب سے بے پرواہ ٹاور برج کے نیچے سے گزرتا پانی دیکھ رہا تھا، ریلنگ پر بازو جمائے کھڑا پانی پر ستارے دیکھ رہا تھا، ٹاور اس کے سامنے تھا مگر اسے پانی میں دلچسپی تھی، آج اس نے ہلکے سرمئی سفید رنگ کی جرسی نما شرٹ اور نیچے خاکی رنگ کی پینٹ پہنی تھی، بال ازلی بکھرے تھے۔۔اس کا رخ پانی کی طرف تھا مگر وہ کسی اور دنیا میں تھا، وہ کچھ سوچ رہا تھا جب اسے اپنی کمر پر کسی کی تھپکی محسوس ہوئی، اس نے گردن موڑی اور وہ سٹوڈیو والا لڑکا تھا۔۔وہ اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا اور مسکرایا۔۔وہ ریلنگ سے کمر لگائے اکی طرف رخ لیے کھڑا تھا،

"میں نے تمھیں دیکھ لیا، سوچا کچھ دیر اپنے جیسے سے بات کر لوں۔۔ان انگریزوں سے انگریزی بول بول کر تھک گیا ہوں "

وہ مسکرایا تو شیخو بھی مسکرا دیا۔

"تمھارا نام کیا ہے؟ "

شیخو نے بھنویں بھینچ کر اسے دیکھا "شیراز"

ساتھ کھڑا لڑکا مسکرایا تھا "اس دن وہ جو لڑکا آیا تھا۔۔ابرار، وہ تمھیں شیخو کہہ رہا تھا "

"وہ۔۔وہ تت۔۔تو پیار سے کک۔۔کہتے ہیں "

اس نے سمجھ کر سر ہلایا

"اکبر بادشاہ کا بیٹا ہوتا تھا، سلیم۔۔وہ اسے پیار سے شیخو کہتا تھا۔۔تمھارے ابا نے بھی پیار سے رکھا ہو گا" وہ اس سے پوچھ رہا تھا، وہ کافی خوش اخلاق تھا۔

شیخو کے گلے میں گلٹی ڈوب کر ابھری "پتہ نن۔۔نہیں "

اور وہ بھی اب ریلنگ پر بازو جمائے پانی دیکھنے لگا، پانی پر ستارے تیر رہے تھے۔۔جیسے چھوٹی چھوٹی لہریں ہوں جن پر روشنی کھیل رہی ہو اور رنگ بنا رہی ہو۔۔اس نے کبھی غور نہیں کیا تھا مگر آج اس پانی میں سرخی کا تاثر بھی تھا۔۔

"میری بھی ایک اماں ہوتی تھیں" شیخو نے اسے آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا

"ہوتی تھیں مطلب اب نہیں ہیں" اس نے ہاتھ اٹھا کر وضاحت کی

شیخو نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"انھوں نے میرا نام اکبر کے دور کا رکھ دیا "

شیخو نے نا سمجھی سے دیکھا

"مطلب؟ "

لڑکا ہنس دیا

"تمھیں میرا نام نہیں آتا؟ "

شیخو نے دائیں بائیں گردن ہلا دی

"میرا نام ہے دسوانت راج۔۔پیار سے داس کہہ سکتے ہو" اس نے شانے اچکائے۔

"میری اماں کو مصوری پسند تھی اور انہوں نے اپنی طرف سے میرا نام بڑا ماہان رکھا مگر ان کے جانے کے بعد کہاں کا داس کہاں کا نام"

شیخو متوجہ سا سن رہا تھا

"تم اسکالر شپ پر آئے ہو؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے اثبات میں سر ہلایا، داس ہنس دیا

"مجھے پتہ تھا، پچھلے ایک ہفتے سے دیکھ رہا ہوں، تم بنا تھکے بنا کچھ پیے رنگ بکھیرتے ہو، تمھیں اپنے کام سے بڑی محبت ہے "

شیخو مسکرا دیا اور اسے دیکھ کر بولا "مم۔۔مجھے کچھ اور خاص آآ۔۔آتا جو نہیں ہے "

اس لڑکے نے شیخو کے کندھے پر تھپکا "لندن آئے ہو، یہاں آنے کے لوگ خواب دیکھتے ہیں، یہاں آکر لوگ خواب پورے کرتے ہیں۔۔گھومو پھرو، کھاؤ پیو "

شام ڈھل رہی تھی، آسمان نارنجی پڑ رہا تھا۔۔ایک سانس خارج کی

"خواب توتت۔۔توڑ آیا سس۔۔سارے"

لڑکا خاموش رہا "میں تمھیں پیار سے شیخو کہہ سکتا ہوں؟ "

شیخو نے اثبات میں سر ہلایا۔

پھر وہ سیدھا ہوا، رخ کی شیخو کی طرف تھا

"چلو آج آوارہ گردی کرتے ہیں" شیخو کچھ نہ بولا اور سر اثبات میں ہلا دیا

اور وہ دونوں ساتھ چلتے ہوئے دور جا رہے تھے۔۔کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی ہمارے لیے ہوتا ہے!

اپریل1964

اپریل شروع ہوا تو رونق پھیل گئی، گھر میں ثمر اور حوا کے جہیز کے جوڑے ٹانکے جا رہے تھے، بی جان اور عذرا ساتھ ساتھ بیٹھیں ایک جوڑے پر کام کر رہی تھیں اور ساتھ آسیہ "کوپر کلر" کے جوڑے پر ہاتھ سے ہلکی پھلکی سی کڑھائی کر رہی تھیں۔۔ حوا ایک طرف تخت پوش پر بیٹھی آسیہ بیگم سے عزت افزائی کروا کر آلو چنے کھا رہی تھیں، اور جمی اس کے پاس بیٹھا تھا۔۔ایک نظر ثمر اور خالدہ کو دیکھیں تو وہ ٹرنک کھول کر بیٹھیں کپڑے نکال رہی تھیں۔۔

"بی جان۔۔یہ دیکھیں ذرا" انھوں نے قمیض ان کی طرف بڑھائی اور ساتھ شفون کا گلابی دوپٹہ دکھایا

"یہ ٹھیک رہے گا؟ "

منہ سے دھاگہ کاٹتیں بی جان نے دیکھا اور پھر مسکرا دیں "ہماری حوا پر تو خوب جچے گا "

انھوں نے سر ہلا کر جوڑا پیچھے کر لیا اور اب باقی کی کڑھائی کر رہی تھیں۔۔ ثمر اور حوا کی رخصتی اکٹھی رکھی گئی تھی اور اب بس ابراہیم کا انتظار تھا، اس نے کچھ دن پہلے جو سمیرا کو خط

لکھا تھا اس میں تو کہہ رہا تھا کہ جولائی تک آجائے گا سو اس کے حساب سے تیاریاں تھیں۔۔

(حوا نے سنا اور منہ میں بڑبڑائی "تین مہینے ہو گئے خط کا جواب تو آیا نہیں۔۔خود آئیں گے، ہونہہ!)

خالدہ بیگم بہت سے کپڑے اٹھا کر باہر لائیں، جن میں کچھ سلے تھے اور کچھ ان سلے بھی۔۔ ثمر بھی باہر آئی اور آکر تخت پوش پر لیٹ گئی، ٹانگیں نیچے ہی لٹکائے رکھیں۔۔

"حوا۔۔ادھر آ" آسیہ بیگم نے مڑ کر دیکھا

وہ ان کے پاس گئی، انھوں نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا، اس کے ہونٹ سرخ ہوئے تھے اور مرچوں سے "سی سی" کر رہی تھی، انھوں نے غصے میں دانت کچکچاتے ہوئے اسکی چٹیا کھینچی "اگر تیرا اگلہ خراب ہوا یا بخار ہوا تو تیرا حشر میں کروں گی "

وہ منہ بسور کر ایک طرف کھڑی ہو گئی، چٹیا گھوم کر کندھے کے آگے آگئی تھی

"ادھر آؤ اب" انھوں نے غصے سے اسے بلایا تو وہ رونی شکل بنا کر ان کے پاس کھڑی ہوئی

انھوں نے قمیض کا بازو اس کے بازو سے لگایا، اچھے سے ملایا اور پھر قمیض واپس رکھ دی، منہ بنائے تخت پوش پر واپس آئی تو ثمر مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔۔اس کے ساتھ فریم پڑا تھا جس پر اسے کڑھائی کرنی تھی

"بات سنو" ثمر اٹھ بیٹھی تھی۔

"مجھے کوئی فضول بات نہیں کرنی" وہ غصے سے بولی تھی

غصہ سارا ثمر پر نکل گیا تھا۔۔

آسیہ نے مڑ کر اسے دیکھا اور بی جان نے ایک نگاہ اٹھا کر دیکھا، پھر دوبارہ قمیض پر جھک گئیں

"اپنی حد میں رہو، آئی سمجھ؟" وہ بھی بدلے میں کھڑی ہوئی اور چلائی تھی

اب بس لڑائی ہونے ہی والی تھی

"حد میں ہی ہوں "

اس نے اپنا فریم پکڑا اور اوپر جانے لگی تھی کہ اس نے اسے کہنی سے پکڑا اور اپنی طرف موڑا "میں تمھارے کرتوت سب کو دکھا دوں گی" وہ دانت پیستے ہوئے بولی تھی

"کیا ہے؟" اس نے اپنی کہنی چھڑوائی "جو کرنا ہے کر لو۔۔ جان چھوڑو میری "

آسیہ بیگم نے اسے آواز دی "حوا "

مگر اس نے نہیں سنا، جلدی سے اوپر چلی گئی۔۔ اندر جا کر دروازہ زور سے بند کیا

دل بے تحاشا کانپ رہا تھا، وہ خود بھی تھک گئی تھی، اس نے کچھ غلط نہیں کیا تھا تو پھر کیوں ڈرے؟ اگر ابراہیم کو بھی چھوڑ کر جانا ہے تو جا سکتا ہے، جو اس کا نصیب۔۔ ایک وقت آتا ہے جب انسان اس چیز سے بھی عاجز آ جاتا ہے جس سے وہ ڈرتا ہو، وہ بھی عاجز آ گئی تھی، اب بس! حماد کے چھوڑنے پر نہیں مری تھی تو ابراہیم کے چھوڑنے پر بھی نہیں مرے گی۔۔ اس نے سختی سے گلابی آنکھیں ہتھیلی سے رگڑیں اور بیڈ کی طرف بڑھی۔۔ آج اس کا دل بہت خراب تھا، ابراہیم کے خط کا جواب بھی نہیں آیا تھا اور وہ کافی دنوں سے منتظر تھی۔۔ کئی ہفتے ہو چکے تھے اور آج اس کا غصہ بھی اتر گیا تھا۔۔ موسم واقعی بدل رہا تھا

وقت جیسے بھاگ رہا تھا مگر کسی کے لیے آج بھی رکا ہوا تھا، ڈیڑھ سال رہ گیا تھا اور اس کی پڑھائی مزید سخت ہو گئی تھی۔۔ اتوار بھی اتوار نہیں تھا، اس وقت کتابوں سے ذرا دھیان ہٹا کر وہ باہر بالکنی میں بیٹھا سفید کورے صفحے پر قلم رگڑ رہا تھا۔۔ دیوار سے ٹیک لگائے ساتھ موٹی موٹی تین کتابیں پڑی تھیں اور وہ ایک کتاب کے اوپر صفحہ رکھے اس پر جھکا تھا، موسم کافی حد تک نارمل ہونے لگا تھا۔۔ ہلکی ہلکی سی ہوا چل رہی تھی، وہ اپنے تصور میں کسی سے ہم کلام تھا

"السلام علیکم !

اس لڑکی کے نام جو میری منتظر ہے !

پچھلے کئی ہفتوں سے نہیں لکھ سکا، بہت مصروف تھا۔۔دن بھر اتنا بھگاتے ہیں کہ رات کو ہڈیاں ٹوٹ رہی ہوتی ہیں۔۔دماغ کا دہی ہو جاتا ہے مگر یہ تو ہونا ہی تھا، خیر ! میں پچھلے کئی دنوں سے اس دن سے بھاگ رہا تھا، میں لکھ نہیں پا رہا تھا مگر آج دل کیا ہے تو لکھ رہا ہوں۔۔ میں گاؤں نہیں آنا چاہتا تھا مگر حالات ہی ایسے ہو گئے تھے۔۔باجی اور ابو گھر پر اکیلے تھے، فراز بھائی سے پھر جھگڑا ہوا تھا۔۔ان کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی اور باجی پریشان تھیں، ابو نے مجھے قمر چچا کے گھر بھیجا تھا مگر واپسی پر میں نے بی جان کو دیکھا۔۔میں نے دل کو بہت سمجھایا مگر وہ دل ہی کیا جو سمجھ جائے، پھر میں اس درخت کے پیچھے کھڑا ہو گیا، وجود سارا کانپ رہا تھا اور دل ہی دل میں اللہ سے دعا گو تھا کہ وہ سب سنبھال لے، میں بس تمھیں دیکھنے آیا تھا مگر تمھیں میری خبر ہو گئی، تم پہلے سے کتنی کمزور ہو گئی ہو۔۔آنکھیں خالی اور اداس سی تھیں، میں نے پھول رکھا تھا کہ تمھیں اداسی نہ ہو، تمھیں پتہ ہو کہ میں بھاگنے والوں میں سے نہیں ہوں۔۔بس آٹھ مہینے چھے دن سات گھنٹے رہ گئے ہیں، یہ بھی گزر جائیں گے۔۔میں روز

رات کو سونے سے پہلے سوچتا ہوں کہ تمھیں ملوں گا تو سب سے پہلے کیا کہوں گا اور سوچتے سوچتے ہی سو جاتا ہوں۔۔اللہ تمھاری ہنسی برقرار رکھے (اللہ حافظ!)

والسلام

تمھارا منتظر

ادیب احمد

اس نے خط مکمل کیا اور سر گود میں پڑی کتاب پر رکھ دیا، گہری سانس خارج کی اور سر اٹھایا، نارنجی آسمان پر پرندے اڑتے اپنے گھروں کو جا رہے تھے۔۔

)ہر بار لوگ ہی ہمیں آکر کیوں بتائیں کہ ہم کون ہیں؟ لوگ ہی ہمارا ٹریگر کیوں بنیں؟ اگر روشنی خود میں ہے تو باہر کیوں بھٹکتے پھریں؟(

اس نے اپنے آپ کو مصروف کر لیا تھا۔دن کا زیادہ تر وقت کینوس کے سامنے رنگوں کے ساتھ گزرتا تھا۔داس کے ساتھ اس کی اچھی دوستی ہو گئی تھی اور وہ اس کے ساتھ بیٹھا باتیں کرتا رہتا تھا۔وہ مسلمان نہیں تھا مگر ان کی کبھی اس بات پر بحث نہیں ہوئی تھی۔وہ رنگ بھرنے میں ماہر تھا،جو بھی پینٹنگ بناتا تھا شاہکار ہوتی تھی،اپنی مثال آپ ہوتی تھی۔

)ہمارے ساتھ ہمیشہ ہم ہی رہے ہیں،اچھے وقت،برے وقت غرض کہ ہر وقت ہم ہی ہمارے ساتھ تھے(

اس کے ساتھ سٹوڈیو میں داس کھڑا تھا اور شیخو مسکرا کر اسے اپنی نئی پینٹنگ کے بارے میں بتا رہا تھا۔اس نے ٹاور برج بنایا تھا،وہ لندن برج جس کے سامنے اس نے کئی شامیں گزاری تھیں۔

)ہمارا ٹریگر ہمارے ارد گرد ہے،ہمارے آس پاس،وہ ہمیں جھنجھوڑ رہا ہے،ہمیں بتا رہا ہے کہ ہم بہت کچھ کر سکتے ہیں۔۔لوگ آتے ہیں تو جانے کے لیے ہی آتے ہیں مگر نقصان تب ہوتا ہے جب ان کے جانے سے ہم کمزور پڑنے لگ جاتے ہیں(

یہ ایک دوسرا دن تھا اور باہر کی برف پگھل چکی تھی،بہار کا موسم تھا،کھڑکی سے نرم دھوپ اندر جھانک رہی تھی۔رنگ اس کے جذبات کو جھنجھوڑتے تھے،وہ جذبات جو اس کی

پینٹنگ کو شاہکار بناتے تھے،اس نے سرخ رنگ کینوس پر لگایا تو ایک درد سا اٹھا۔۔لیزا کا جواب نہیں آیا تھا، کیا وہ اسے یاد نہیں کرتی؟ کیا پتہ وہ یہاں سے واپس جائے اور وہ مکمل بدل چکی ہو۔۔اس نے ایک تھوک نگلا

)بجائے اس کے کہ کمزوری پر قابو پائیں، یہ مشکل ہو گا۔۔کیوں نہ اس کے ساتھ ہی جی لیں۔۔عادت ہو جائے گی تو محسوس نہیں ہو گا(

ساتھ ہی داس آ کھڑا ہوا اور سرخ سی شام دیکھی لیکن ابھی وہ نامکمل تھی، وہ اس کی تعریف کر رہا تھا مگر دکھی دل سے وہ مسکرایا تھا، سرخ رنگ ہر رنگ پر بھاری تھا۔

)ہم کمزور نہیں ہوتے بس ہم صحیح وقت پر گر کر اٹھتے نہیں ہیں، اٹھ جائیں تو گر جانے کا خوف پھر بھی رہتا ہے۔۔خوف انسان کو بڑھنے نہیں دیتا۔۔جس دن یہ خوف نکل گیا اور تم بے پرواہ ہو گئے تو تم فولاد ہو جاؤ گے، مضبوط ہو جاؤ گے(

اس نے بہت سی پینٹنگز بنائی تھیں اور اس کی پینٹنگز کی ایک ایگزیبیشن ہونی تھی، اسے کوئی خاص احساس محسوس نہیں ہوتا تھا۔۔وہ ہوتی تو شاید ہوتا مگر وہ نہیں تھی، داس تھا جو اس کو سراہتا تھا۔۔باقی بھی سٹوڈیو میں لوگ اسے سراہتے تھے مگر اسے انگریزی نہیں آتی تھی۔

)ہمیں تو جگنو ہونا چاہیئے نا،اپنی روشنی خود پیدا کریں،چاہے تھوڑی ہی کیوں نہ ہوں۔۔
لوگوں سے مانگنے لگیں گے تو محتاج ہو جائیں گے،معتوب ہو جائیں گے(

یہاں سر علی نہیں تھے،یہاں لیزا اسٹیفورڈ نہیں تھی مگر یہاں وہ خود تھا۔۔یہاں تنہائی تھی اور تنہائی بڑے بڑے لوگوں کو جنم دیتی ہے۔اندھیرا جگنو کو جلنے کا موقع دیتا ہے۔۔
وقت ریت کی طرح ہاتھ سے نکل رہا تھا،دو مہینے بعد ایک آرٹیکل شائع ہوا تھا جس میں اس کے بارے میں لکھا گیا تھا

"Artist with an attitude"

وہ لوگوں سے نہیں ملتا تھا،وہ اکیلا رہتا تھا،سٹیج پر جانے کی اس کی پریکٹس پرانی تھی،وہ پبلک میں نہیں بولتا تھا،کوئی اسے پہچان بھی جاتا تو وہ خاموشی سے کنارہ کر لیتا،اسے اپنے کام سے محبت تھی بس اور وہ کام کرتے رہنا چاہتا تھا۔۔شہرت دولت سے وہ بے پرواہ تھا

)ہماری خوبیوں کے ساتھ تو ہمیں کوئی بھی قبول کر لے،مسئلہ تو خامیوں کا ہوتا ہے۔۔
ہماری خوبی ہی نہیں خامی بھی خاص ہوتی ہے،سب سے خاص جو ہمیں سب سے الگ بناتی ہے اور الگ بننے کا موقع دیتی ہے (

اس ہفتے ایک آرٹیکل چھپا تھا جس میں بہت سے مصوروں کا ذکر ہوا تھا، اس کا نام سب سے اوپر تھا۔۔اسے ایک دوسرے نام سے بلایا گیا تھا

"The Introverted Icon"

لیکن اسے قدرے دلچسپی نہیں تھی، جہاں لندن میں ایک بڑے سے ہوٹل میں بڑے بڑے لوگ آئے تھے وہ چند لمحے وہاں گزار کر واپس آ گیا تھا۔۔وہاں سے کئی فاصلے پر اپنے کمرے میں بستر میں لیٹا اوپر والی چھت کو گھور رہا تھا۔۔وہ بے پرواہ تھا ہر اس شے سے جو عام انسان کو اپنی طرف کھینچتی ہے

شام اب پہلے سے زیادہ خوبصورت ہونے لگی تھی، یہ باہر کے موسم کا اثر تھا مگر شام اب واقعی شام ہونے لگی تھی، یہ اندر کے موسم کا اثر تھا۔۔وہ چھوٹی دیوار پر بیٹھی تھی اور اس کے ہاتھ میں ایک صفحہ تھا، وہ سنجیدگی سے پڑھ رہی تھی

اس لڑکی کے نام جو جگنو چنتی ہے !

مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ کیا لکھوں؟ میں جانتا ہوں جب تمھیں میرا خط ملے گا تو موسم بدل چکا ہو گا، وقت گزر چکا ہو گا اور تمھارا نتیجہ آ چکا ہو گا۔۔یہاں سب بہتر ہے، بس تم دعا کرتی

رہنا، حالات بدلتے وقت نہیں لگتا۔۔میں کب تک آؤں گا یہ نہیں بتا سکتا مگر جلد آؤں گا۔۔ اپنا خیال رکھنا اور مجھے خط لکھتی رہا کرو، یہاں سردی سے دل جم جاتا ہے، اسے دھڑکن چاہیئے حرارت چاہیئے، جنگ ہو یا امن تمھارا جواب مجھ پر فرض ہے

والسلام

تمھارا ابراہیم

اس نے صفحہ موڑ کر اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور ایک سانس خارج کر کے ادھر اُدھر دیکھا۔۔ اسے رونا آرہا تھا مگر کیوں؟ دادا نہیں تھے، شیخو نہیں تھا، ابو بھی نہیں ہیں اور اب ابراہیم۔۔ اس نے سر جھٹک دیا اور سر جھکائے پاؤں میں پہنا جوتا فرش پر مسلنے لگی۔۔وہ کوشش کر رہی تھی کہ اس کا دل کبھی بھی ابراہیم کے ساتھ نہ لگے کیونکہ جب ثمر اسے خط دکھائے گی تو اسے دکھ ہو گا، جب دل میں کوئی جذبات نہیں ہوں گے تو درد نہیں ہو گا مگر وہ بھول گئی تھی کہ دل ہمارے سینے میں چھپا ہمارا اپنا قاتل ہے۔۔

دوسری طرف لاہور میں باغ جناح میں ایک بنچ پر ایک لڑکا بیٹھا تھا، سر جھکائے ایک لڑکی کی تصویر دیکھتا ہوا جس نے سر پر پھولوں والا تاج پہن رکھا تھا۔۔

"یہی دن تھے جب تم مجھے ملی تھی، روتی ہوئی لیزا کو ہنستا دیکھنا کیف کی زندگی کا سب سے حسین لمحہ ہوا کرتا تھا "

اس نے نم سانس کھینچ کر اپنے ساتھ خالی جگہ کو دیکھا جہاں کبھی وہ اس کے ساتھ بیٹھی ہوتی تھی، کوئی بات بتا رہی ہوتی تھی اور کسی چھوٹی سی بات پر ڈھیروں آنسو بہا رہی ہوتی تھی، وہ اسے کچھ کہتا اور ہنس دیتی۔۔آج کیف رو رہا تھا تو وہ ہنسانے کے لیے نہیں تھی۔۔اس کا دل بہت گھبرایا اور اس نے تصویر جیب میں ڈالی اور چل دیا۔۔اسے ہسپتال جانا تھا، اگر اسے ہوش آ گیا تو وہ سب سے پہلے کسی اپنے کو ڈھونڈے گی۔۔امید پر دنیا قائم ہے!

رمضان بھی گزرا تھا اور چھوٹی عید بھی مگر سب وہیں ٹھہرا تھا۔۔لیزا سٹیفورڈ ابھی تک خواب میں تھی، کیف جبران امید ہارنے کو تیار نہ تھا

ابراہیم ابھی تک نہیں آیا تھا، حوا نے اسے خط لکھا تھا مگر جواب ندارد۔۔وہ پہلے سے سنجیدہ ہو گئی تھی، چپ چاپ کام کرتی رہتی، اب سوچتی بھی بہت کم تھی

ایک سال میں کتنا کچھ بدلا تھا، مگر ادیب احمد ابھی بھی وہیں تھا۔ برگد کے پیڑ تلے کھڑا کسی کا منتظر۔۔ماہ و سال کیسے گزرتے ہیں یہ کوئی ادیب سے ہو چھے

شیخو بھی جواب کا منتظر تھا مگر جواب نہیں آتا تھا، ہر صبح وہ بڑی امید سے جاگتا اور رات دعا مانگ کر سو جاتا، اس کی دنیا اس دنیا سے مختلف تھی۔ آج بھی اس کا پسندیدہ منظر پانی کے پاس کھڑے ہو کر ریلنگ پر بازو جما کر لندن ٹاور دیکھنا تھا اور اپنے اچھے دن یاد کرنا تھا، وہ اکثر اپنی اور مسکراتی لڑکی کی تصاویر دیکھتا تھا اور دن گزارتا تھا

سکینہ اپنے بستر پر بیٹھی سامنے کیلنڈر کھولے اسے گھور رہی تھی، کتنے موسم کتنی بار شیں اور کتنے مہینے گزرے، اسے سب حفظ تھے

یکم ستمبر 1964

اسے اس صبح ایک خط موصول ہوا تھا، سردی ابھی بھی تھی، ہلکی ہلکی دھند بھی اور اس نے وہ خط پڑھ کر اپنی جیب میں رکھا۔۔اس کی منکوحہ نے ناراضگی کا اظہار کیا تھا اور اس کا دل بجھ گیا تھا، کچھ حالات بھی خراب تھے۔۔عبدالرحمن کو کچھ ہی دن پہلے اس نے اپنی خیریت کا خط لکھا تھا مگر اس کا جواب ابھی تک نہیں آیا تھا، اس نے ایک گہری سانس لی اور اونچی جگہ پر پہنچ

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

گیا، عابد نے واکی—ٹاکی اس کی طرف بڑھایا اور وہ اسے ہونٹوں کے قریب کیے بات کر رہا تھا۔۔وہ شدید جھنجھلایا تھا

)یہ ایک عام سا دن تھا، خزاں پھر سے آنے والی تھی مگر وہ اداس تھا۔۔کلاس لینے کے بعد وہ مریضوں کے پاس تھا، دفعتاً کمرے میں نرس آئی تھی۔۔وہ ایک مریض کے بستر کے پاس کھڑا اس کی ڈرپ دیکھ رہا، پھر اس نے سر ہلا کر مریض سے کچھ کہا(

"میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ حالات انڈر کنٹرول ہیں مگر کسی بھی وقت کچھ بھی ہو سکتا ہے "

"آپریشن انڈر کنٹرول۔۔انڈر۔۔"آواز کٹ کٹ کر آ رہی تھی۔

اسے شدید غصہ آ رہا تھا اور اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور بولنے کے لیے لب ہلائے مگر سگنل نہیں تھا

)نرس اس کے قریب آئی تھی اور پھولی سانس سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔اس لگا یہ خواب ہے مگر نہیں! وہ وہاں سے جلدی میں گیا تھا، بھاگا تھا اور راستے میں آتے جاتے لوگوں میں بج رہا تھا، اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا(

اس نے وا کی ٹا کی جیب میں رکھا اور عابد کو آواز دی، وہ دوربین لے کر آیا اور ابراہیم نے اسے آنکھوں سے لگا کر دور دیکھا۔۔ایک گہری سانس خارج کی اور سر نفی میں ہلایا تھا

)ایک ڈاکٹر اس کے بستر کے قریب کھڑا اس کے پپوٹے اٹھا کر اس کے آنکھیں دیکھ رہا تھا، بپ بپ کی آواز بڑھی تھی اور لیزا اسٹیفورڈ کی دھڑکن تیز ہوئی تھی

آکسیجن ماسک اترا ہوا تھا اور چند لمحے گزرے تھے کہ اس نے اپنی آنکھیں کھول لی تھیں، ڈاکٹر اب ضروری ہدایات دے کر چلا گیا تھا اور نرس وہاں کیف کے ساتھ کھڑی تھی(

مغرب کی نماز ادا کی تو ہر سو اندھیرا پھیلنے لگا تھا، اس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا اور وہ پاس پڑے ریڈیو کو سن رہا تھا، چند گولیوں کی آواز آئی تھی اور وہ کپ وہیں رکھ کر باہر کی طرف دوڑا تھا

جس بات کا ڈر تھا وہی ہوا تھا، وہ بھاگ کر اس اونچی سی جگہ پہنچا جہاں چڑھ کر وہ دوربین سے دیکھا کرتا تھا، ایک آدمی جیکٹ پہنے فائر کر رہا تھا

اس نے اس سے بندوق کھینچی اور اسے گریبان سے پکڑا

"تمھارا دماغ خراب ہے "

"سر انھوں نے فائر کیا تھا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"جاہل آدمی! وہ اسی وقت کا انتظار کر رہے تھے" ابراہیم غصے میں چلایا تھا۔ کنپٹی کی رگیں تک واضح تھی۔

)وہ آنکھیں گھما گھما کر ارد گرد دیکھ رہی تھی، پھر اس نے ساتھ کھڑے کیف کو دیکھا، بھنویں بھینچ گئیں۔۔نا سمجھی سے دیکھ رہی تھی اور پھر اس نے گردن آہستہ سے دوسری طرف موڑ دی(

عابد فوراً سے دوربین لایا تھا، وہ ابھی پیچھے تھا کہ پھر سے فائرنگ ہوئی تھی۔۔بدلے میں اس طرف سے بھی فائر کیا گیا تھا، اس نے یکے بعد دیگرے دو بار وہ دشمن کی جانب پھینکے تھے۔۔موسم خراب تھا اور حالات بھی۔۔ظالم پہاڑ بھی جاگ گیا تھا۔۔اس نے ایک نظر اوپر دیکھا جہاں شدید دھند تھی جیسے برف نیچے کو آ رہی ہے، اس نے گردن موڑی، اوپر دیکھا اور پیچھے عابد کو کچھ کہنے کے لیے لب کھولے کے فائر ہوا تھا

")کیا کہتا ہے ڈاکٹر؟" قیس کمرے کے باہر بنچ پر بیٹھے کیف سے پوچھ رہا تھا

وہ سر ہاتھوں میں دیے بیٹھا تھا، آنکھیں گلابی تھیں" پتہ نہیں، اس کی ہیڈ انجری تھی، جب سے ہوش میں آئی ہے کچھ نہیں بولی۔۔ڈر ہے کہیں میموری لوس نہ ہو" ایک آنسو آنکھ سے گرا تھا۔(

عابد کچھ کہہ رہا تھا،اس کے لب ہل رہے تھے مگر اس کے کان سن ہوئے تھے

"بھاگ جاؤ" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔۔اسے لگا کوئی گرم سی شے ہے جو اس کے کندھے میں لگی ہے،اس کے بازو میں لگی ہے اور وہ بندوق پر چاہتے ہوئے بھی گرفت مضبوط نہیں کر پا رہا تھا۔۔اسی لمحے ایک دھماکہ ہوا تھا،ان کے ٹینٹ کے پاس۔۔ایک اور دھماکہ،وہ لوگ بڑے سے پتھر کے پیچھے چھپ گئے،ابراہیم بھی بازو پر ہاتھ رکھے وہیں نیچے جھک کر بیٹھا تھا، اوپر سے برف کا طوفان آ رہا تھا اور وہ وہاں سے بھاگا۔۔عابد پہلے ہی جا چکا تھا مگر آج اس کا دل ہی نہیں دن بھی خراب تھا

) قیس نے اندر کا دروازہ کھولا تو وہ بستر پر ٹیک لگائے بیٹھی تھی،اس کے آنے پر ذرا سا اس کو دیکھا مگر پھر دائیں دیوار دیکھنے لگی

"لیزے" وہ اس کے قریب گیا

لیزا اسے بھنویں بھینچے دیکھ رہی تھی،نا سمجھی سے۔۔کچھ سوچتے ہوئے

پیچھے ہی کیف آیا تھا مگر وہ خاموش رہی۔۔کچھ نہیں بولی،بس انھیں گھور رہی تھی۔۔(

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

نیچے جاتے وہ پھسلا تھا،اس نے خود کو سنبھال لیا تھا،ایک پتھر کے پیچھے چھپا تھا،واکی ٹاکی ہر کچھ کہہ رہا تھا مگر اوپر سے آتی برف سے نہیں بچ سکا اور وہ اسے اپنے ساتھ بہت دور نیچے تک لے گئی تھی۔۔

"سر!"اس نے سر پکڑے ایک اونچی صدا لگائی تھی

وہ بہت نیچے تھا،اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھیں،دل بند ہو رہا تھا،اس نے آواز لگانے کوشش کی مگر سب برف بن چکا تھا۔۔ساتھ پڑے واکی ٹاکی سے آواز کٹ کٹ کر نکل رہی تھی۔۔اس کے بازو سے سرخ مائع نکلتا برف کو رنگ رہا تھا۔۔اس کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں۔۔

)اس کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر دبایا تھا،وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے اپنے آنسو روک رہا تھا۔۔اس سے مزید برداشت نہیں ہوا اور وہ وہاں سے چلا گیا۔۔قیس وہیں کھڑا رہا(

آخری چیز جو تصور میں آئی تھی وہ سرمے سے لبریز بھوری آنکھیں تھیں

"میں آپ کا انتظار کروں گی "

وہ اٹھنا چاہتا تھا،بھاگنا چاہتا تھا مگر ٹھنڈ بہت ظالم ہوتی ہے۔۔ہمت ہار گئی اور وہ بے جان سا پڑا ہوا تھا

کیف آج جلدی فارغ ہو گیا تھا اور وہ لیزا کے کمرے میں آیا، بستر ذرا پشت سے اوپر اٹھا ہوا تھا مگر وہ گردن تکیے پر رکھے لیٹی تھی، پاس ہی صوفیہ اور بیلا بھی کھڑی تھیں۔۔ بیلا اس کے لیے سیب کاٹ رہی تھی اور صوفیہ وہیل چیئر پر بیٹھیں اسے دیکھ رہی تھیں، کیف آیا اور سلام کر کے اس کے ساتھ پڑی میز پر ایک سرخ گلابوں کا گلدستہ رکھا۔۔ کمرے میں پہلے ہی کلیوں کی خوشبو تھی اب گلاب بھی شامل ہو گئے۔۔ اس نے مسکرا کر صوفیہ اور بیلا کو دیکھا

"یہ کب تک چلنے پھرنے لگے گی؟" صوفیہ نے بستر کی دوسری طرف کھڑے کیف سے پوچھا تھا

"آنٹی۔۔ ابھی کچھ کہہ نہیں سکتے، شاید چند ہفتے یا پھر چند مہینے" اس نے لیزا کو دیکھا جو اوپر دیوار کو گھور رہی تھی، رنگت کملائی ہوئی تھی اور وہ پہلے سے بہت کمزور ہو گئی تھی۔۔

چند لمحے گزرے، اس نے تھوک نگلا، اسے اپنی موجودگی بے کار لگ رہی تھی، ایک نظر پھر اس لڑکی کو دیکھا کہ شاید کچھ کہہ دے مگر نہیں!۔۔ کیف وہاں سے جا رہا تھا، وہ تین دن سے ایک لفظ نہیں بولی تھی۔۔ کیف ابھی اس کے پاؤں کے قریب ہی پہنچا ہو گا کہ اس کے کانوں میں ایک کمزور سی آواز پڑی

"کیف "

وہ رکا تھا،اس کے مایوس سے دل پر امید کا ایک قطرہ پڑا تھا،دل بے اختیار دھڑکا،اس کی سانس تھم گئی،پاؤں رک گئے اور اس نے جھٹ سے گردن موڑی،ایک آواز کیسے زندگی بخشتی ہے کوئی کیف سے پوچھے۔۔وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔اسے لگا کہ ساری دنیا خالی ہے، ہر طرف خاموشی ہے اور وہ اس کی آواز دوبارہ سننے کا منتظر تھا،دل تھا کہ ایک دلیل چاہتا تھا

"ہاں۔۔تم نے بلایا"وہ بے یقینی سے آگے بڑھا اس کے ساتھ پڑی میز کے سامنے کھڑا ہو گیا

"میرا دل۔۔گھبرا رہا ہے"اس نے تھوک نگلا اور ہلکی آواز میں الفاظ توڑ توڑ کر ادا کیے۔۔ اس کے چہرے پر ایک بے زاری تھی

"ڈاک۔۔ڈاکٹر کو بلا کر لاؤں "

اس نے کتنے دن کتنے مہینے اس لمحے کو تصور کیا تھا،اس نے کئی راتیں اس لمحے کے خواب دیکھے تھے۔۔سارے اندیشے مر چکے تھے امید کو زندگی ملی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے نم آنکھیں لیے اسے دیکھ رہا تھا،وہ باہر کو بھاگا تھا اور ہسپتال کی راہداری میں چلتے ہوئے اس نے سختی سے ہاتھ کی ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑیں تھیں۔

سینئر ڈاکٹر آیا تھا اور اس نے چیک کیا، بس ایک نارمل سا تاثر دیا پھر چلا گیا، وہ خود بھی ڈاکٹری کے آخری سال میں تھا مگر اس وقت دماغ کہیں اور تھا۔۔ وہ اس کے پاس بیٹھا رہا اور اس کے چھوٹے موٹے سوالوں کا جواب دیتا رہا، اس نے ایک بار بھی گردن موڑ کر اپنی ماں کو نہیں دیکھا تھا

"کیف۔۔ ان سے کہو۔۔ یہ چلی جائیں۔۔ میں ٹھیک ہوں "

کمرے میں ایک خاموشی چھا گئی، اس نے ایک نظر صوفیہ کو دیکھا اور پھر لیزا کو جس کی آنکھوں میں اپنی ماں کے لیے بے حسی اور ٹھنڈک تھی۔۔ انھوں نے وہیل چیئر گھمائی اور بیلا انھیں باہر لے گئی

وہ کچھ نہ کہہ سکا، وہ کچھ نہیں کہہ سکتا تھا۔۔ شام ڈھل رہی تھی اور وہ اس سے باتیں کر رہا تھا، لیزا نے منہ پر ہاتھ رکھ کر جمائی روکی اور پھر مسکرائی

"تمھیں نیند آ رہی ہے" ہلکی سی مسکراہٹ سے اس نے شانے اچکائے

اس نے نفی میں سر ہلایا

"دوا کا اثر ہے، سو جاؤ۔۔ پھر ملتے ہیں "

بستر پر پڑی لیزا نے آنکھیں بند کر لی تھیں اور وہ کمرے میں لگی کھڑکی کے پاس کھڑا باہر سیاہی مائل جامنی آسمان دیکھ رہا تھا۔۔چند لمحے گزرے اور وہ پر سکون سی سو رہی تھی

اس کا دل بہت خوش تھا، بہت اطمینان تھا اور وہ یہ بات اب قیس کو بتانے والا تھا۔۔شام رات میں بدل چکی تھی

رات میں جس وقت اس آنکھ کھلی ہسپتال کے سفید سے کمرے میں ایک طرف پڑے صوفے پر ایک لڑکا بیٹھ کر کچھ پڑھ رہا تھا، اس کے سامنے کتاب کھلی تھی اور وہ ہائی لائیٹر سے مختلف سطور رنگ رہا تھا۔۔اس نے پلکیں جھپکائیں اور ادھر اُدھر دیکھا، لڑکے کی نظر پڑی تو وہ اٹھ کر پاس آیا

"کچھ چاہیئے؟ "

اس نے ارد گرد دیکھا "میرا دل۔۔گھبرا رہا ہے "

وہ جیسے شدید بے زار تھی، جھنجھلاہٹ کے آثار چہرے پر نظر آ رہے تھے۔

کمرے کا دروازہ کھول کر قیس اندر آیا تھا، شرٹ کا اوپر والا بٹن کھلا تھا اور آستینیں کہنیوں تک موڑ رکھی تھیں

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"لیزے۔۔ کیسی ہو؟ "

وہ اس کے قریب پڑی میز تک آیا اور جگ سے پانی گلاس میں انڈیل کر اسے منہ سے لگایا

"اچھی ہوں" وہ بمشکل مسکرائی

وہ بھی مسکرا دیا۔

"تم نے تو ڈرا ہی دیا تھا" اب وہ اس کے ساتھ پڑے سٹول پر بیٹھ گیا

وہ اداس ہو گئی "مجھے خود نہیں پتہ تھا یہ ہو گا "

"کوئی بات نہیں۔۔ برا وقت تھا گزر گیا" اس نے شانے اچکائے جیسے ہر برے حالات میں اسے اچھے کی امید ہوتی ہے۔

"مجھے۔۔ باہر جانا ہے، میرا دل گھبرا رہا ہے" اس نے گردن موڑ کر ساتھ کھڑے کیف کو دیکھا تھا، اس نے قیس کو دیکھا اور پھر لیزا کو ..

کچھ پل بیتے تھے اور وہ وہیل چیئر پر نیچے ہسپتال کے باہر تھے۔۔ مریض آ جا رہے تھے مگر وہ اس سے قدرے دور تھے، وہ وہیل چیئر پر تھی اور کیف اس کے ساتھ بنچ پر بیٹھا تھا۔۔

قیس ابھی ابھی ریڈیو سٹیشن سے آیا تھا اور اسے کھانے کی جلدی تھی، سو وہ کھانا لینے چلا گیا۔۔

ہوا کا جھونکا اس کے بالوں کے پاس سے گزرا تھا، عشاء کی اذان گونج رہی تھی اور دونوں خاموش تھے، پھر ہر طرف خاموشی ہوئی، اذان ختم ہو گئی تو اس نے اپنے گال پر آئے بالوں کی لٹ انگلی سے کو ہٹایا اور کان کے پیچھے اڑسا، پھر کیف کو دیکھتے ہوئے ہلکا سا مسکرائی

"تھینک یو۔۔ تم نے جو میرے لیے کیا وہ میرے لیے کوئی بھی ہوتا تو نہ کرتا "

وہ جو خاموش بیٹھا تھا، کندھے اچکا کر بولا "لیزا کے لیے کچھ بھی"!

اس نے گردن اٹھائی، آسمان دیکھا اور چند لمحے بیتے، آسمان پر چاند تھا، آدھا چاند

"شیخو کو گئے چار دن ہو گئے ہیں، اس کا دل لگ گیا ہو گا؟ "

کیف نے گردن موڑ کر اسے دیکھا اور بس دیکھتا ہی رہ گیا، اس کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا (چار دن؟) دل بے قرار دھڑکا تھا، ہوا چل رہی تھی مگر اسے پسینے آنے لگے تھے

"لیزا" بدقت تھوک نگلا

اس نے کیف کو دیکھا جس کے چہرے کا سارا رنگ نچڑ گیا تھا

"ہوں "

"وہ۔۔" اس نے گلا کھنکھارا "آج چار ستمبر ہے "

اس نے ناسمجھی سے کیف کو دیکھا اور پھر جیسے ہی سمجھ آیا اس کی سانس تھم گئی

"میں۔۔"اس نے سامنے دیکھا جہاں سفید رنگ کا بلب جل رہا تھا،روشنی بے تحاشا تیز تھی"ہاں۔۔تب سردیاں تھیں"آواز جیسے کھائی سے آئی تھی

ایک آنسو آنکھ سے گرا اور گال پر بہہ گیا

"کیا میں اتنا عرصہ سوئی رہی ہوں؟"وہ کیف سے سوال کر رہی تھی

"میں۔۔اتنا عرصہ۔۔کیسے رہی؟"وہ بے یقینی سے کیف کو دیکھ رہی تھی،آنکھوں میں شاک تھا

"لیزا۔۔اب تم ٹھیک ہو۔۔وہ بس ایک حادثہ تھا "

پھر وہ خاموش رہی،سر جھک گیا۔۔کیف اسے دیکھ رہا تھا،گلے میں ایک گلٹی ڈوب کر ابھری(کیا میں نے ٹھیک کیا؟)

"اس دن۔۔میں واپس آ رہی تھی۔۔پھر۔۔فلک شیر نے مجھے پکڑ لیا تھا"آنسو آنکھوں سے بہہ نکلے تھے"اس نے میری گردن دبائی،مجھے مارا تھا لیکن میں بھاگ گئی"اس نے گلابی آنکھوں سے کیف کو دیکھا جو کہ گردن جھکائے اسے سن رہا تھا،لیزا نے اپنا رخ دوسری سمت موڑ لیا۔۔وہ مسلسل جوتے سے زمین رگڑ رہا تھا

"پھر۔۔بہت دھند تھی۔۔میں بھاگی، بہت تیز روشنی آئی تھی"اس نے آنکھیں بند کر لیں"پھر میری اس ٹرک سے ٹکر ہوئی۔۔مجھے لگا میں مر گئی ہوں۔۔اتنا درد ہوا تھا، مجھے لگا میں سانس نہیں لے سکتی، میری ٹانگوں سے جان نکل گئی۔۔مجھے بہت تکلیف ہوئی تھی "

لڑکی نے نم سانس اندر کھینچی اور سر جھکا دیا، نیچے گھاس نظر آ رہی تھی، گیلی ٹھنڈی گھاس۔۔اس نے نم گلابی آنکھیں اٹھائیں اور کیف کو دیکھا اور چونک گئی۔۔وہ بھی گلابی نم آنکھیں لیے اسے دیکھ رہا تھا

"تم رو رہے ہو؟ "

"ہاں۔۔کیونکہ تم رو رہی ہو"شانے اچکائے

اس نے غور سے اس لڑکے کو دیکھا، گلابی آنکھیں دھندلی ہونے لگی تھیں، وہ سر جھکائے ہنس دی۔۔آنسو گال پر بہہ گئے۔۔لڑکا بھی ہنس دیا اور اس نے ہتھیلیوں سے آنکھیں صاف کیں

مزید کچھ پل خاموشی کی نذر ہوئے۔۔

"اس کا کوئی خط نہیں آیا؟"اب بولی تو آواز پہلے سے بھی دھیمی تھی

"دو خط آئے ہیں۔۔ہم نے نہیں پڑھے وہ امانت تھے، ہم نے خیانت نہیں کی "

وہ مسکرادی، آنکھیں گلابی تھیں اور ان میں نمی کی چمک تھی "وہ سوچتا ہوگا کہ میں خط نہیں لکھتی اسے، میں اسے بھول گئی" پھر خود ہی ہنسی "لیزا بھلا شیخو کو بھول سکتی ہے؟"

کیف کے دل کو کچھ ہوا تھا، اس کے منہ سے کسی اور کا نام سننا کتنا تکلیف دہ تھا مگر وہ ضبط کیے بیٹھا رہا، بمشکل تھوک نگلا، مٹھیاں بھینچ گئیں

"کل خط پڑھنا تم۔۔اور جواب بھی لکھنا، وہ منتظر ہوگا" وہ جس ضبط سے بولا تھا وہ بس دل ہی جانتا تھا، جیسے کوئی اس کے دل کو بے رحمی سے دبا رہا ہو

اس نے ہاں میں سر ہلایا اور اپنی آنکھیں رگڑیں

"آئس کریم کھاؤ گی؟ "

اور روتی ہوئی شہزادی مسکرادی۔۔کیف نے پلکیں جھپکا کر اس منظر کو آنکھوں میں قید کیا

"تمھیں پتہ ہے جب سے تم سوئی تھی میں نے آئس کریم نہیں کھائی؟ "

"کیوں؟" بھنویں بھینچ گئیں

"شہزادی سوئی تھی، غلام کس کی غلامی کرتا؟" اس نے دل کی جگہ پر ہاتھ رکھا تھا

وہ ہنس دی۔۔

وہ کتنے دن بعد ہنسی تھی، وہ کتنے دن بعد مسکرایا تھا۔۔وہ کتنی کمزور ہو گئی تھی، وہ کتنا اداس ہو گیا تھا۔۔شہزادی کی غلامی میں ایک غلام دل و جان ہارے بیٹھا تھا

دور سے قیس آتا دکھائی دیا تھا، وہ اس سے کچھ کہہ رہا تھا اور وہ پھر سے ہنس دی۔۔اسے ہنسانے والا آ گیا تھا۔

اس نے جب آنکھیں کھولیں تو وہ برف میں نہیں تھا، دل دھڑک رہا تھا اور روح پر سکون تھی۔۔اس نے پلکیں جھپکائیں اور ادھر اُدھر دیکھا، لکڑی کی بنی چھت جس پر چھوٹے چھوٹے فانوس لٹک رہے تھے، وہ ذرا سا ہلا اور اٹھنے کی کوشش کی۔۔اس کے بائیں بازو اور کندھے میں شدید درد اٹھا، وہ کراہ اٹھا اور پھر بے بسی سے سر تکیے پر گرا دیا۔۔ارد گرد دیواریں دیکھیں تو احساس ہوا کہ وہ ایک گھر میں ہے، جس کی دیواریں بھی لکڑی کی تھیں اور ان پر مختلف ہاتھ کی بنی چیزیں لٹک رہی تھیں

اس نے ایک سانس خارج کی اور پھر اٹھنے کی کوشش کی، دفعتاً عابد کمرے میں آیا تھا

"ارے سر!" وہ آگے بڑھا مگر اس نے ہاتھ اٹھا کر منع کر دیا۔

بستر کی پشت سے ٹیک لگائی اور دائیں ہاتھ کو پیچھے موڑ کر تکیہ سیدھا کیا، اب کسی حد تک آرام دہ تھا، نیم دراز سا لیٹا تھا۔۔ پھر اس نے گردن اٹھا کر آنکھیں بند کیں اور سانس خارج کر کے عابد کو دیکھا

"آپریشن؟ "

"کامیاب ہو گیا۔۔ انھیں موقع ہی نہیں ملا "

اس نے اثبات میں سر ہلایا، پھر ایک خیال آنے پر چونکا

"مجاہد؟ "

وہ خاموش رہا تو اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیے

"تم جاؤ عابد" کہنیاں ران پر جمائے وہ منہ پر ہاتھ رکھے سر جھکائے اسی طرح بیٹھا رہا۔۔ کمرے کے کھلے دروازے سے کوئی چھپ کر اندر جھانک رہا تھا، شاید کوئی چھوٹی لڑکی تھی، اس نے چہرے سے ہاتھ ہٹائے اور دروازے کو دیکھا تو اندر جھانکنے والا فوراً سے غائب ہو گیا، وہ ابھی تک وہیں جھانک رہا تھا۔۔ کچھ پل بیتے اور وہ بستر سے اٹھ کر آگے بڑھا، اس نے کھدر کا بنا چغہ سا پہن رکھا تھا، پیٹ پر ایک رسی سی تھی جو کہ کمر سے ہوتی ہوئی آگے کو گرہ لگا کر بند کی گئی تھی، لحاف سے نکلتے ہی اسے سردی لگنے لگی تھی۔۔ جرابیں پہنے قدم آگے بڑھائے اور

دروازے کے باہر جھانکا، برف سے ڈھکی زمین تھی اور کچھ لوگ بھی۔۔ایک چھوٹی لڑکی جس نے چھوٹا سکارف لیا ہوا تھا، گردن کے نیچے سکارف کی گرہ تھی اور اس کے بال پیچھے سے کمر پر پھیلے ہوئے تھے،اس کے بھورے بال دیکھ کر اسے اپنی بھوری آنکھوں والی حوا یاد آئی۔۔ایک ٹیس سی دل میں اٹھی اور وہ دوبارہ بستر پر آکر بیٹھ گیا،اس کا بایاں بازو ایسے درد کر رہا تھا جیسے کوئی بار بار ہتھوڑا مار رہا ہے۔۔اس نے درد سے آنکھیں میچ لیں،دروازہ کھلا تھا اور ایک چھوٹی لڑکی اندر آئی تھی،اس کے ہاتھ میں ایک پیالہ تھا۔۔وہ اس کے سامنے آکھڑی ہوئی اور مسکرا کر پیالہ آگے بڑھایا،وہ اسے یک ٹک دیکھے جا رہا تھا۔۔

)رات ہوئی اور ایک چھوٹی لڑکی کی آنکھوں میں جگنو چمکے تھے،اس لڑکی کا نام حوا بنت عبداللہ تھا،اس کی آنکھیں ہلکی بھوری تھیں اور اس کے بال کمر تک آتے تھے (

وہ چھوٹی حوا تھی اور وہ اسے کچھ کہہ رہی تھی،وہ بس اسے دیکھ رہا تھا

"تاسویخہ°احساسوی؟"

)کیا آپ کو سردی لگ رہی ہے؟ (

اس نے ایک تھوک نگلا اور اس کے ہاتھوں میں پکڑے پیالے کو دیکھا جس میں شاید شوربہ سا تھا اور ہلکی ہلکی بھاپ اٹھ رہی تھی۔۔ابرو سے نیچے پیالے کی طرف اشارہ کیا

"دا°ہ دي؟ "

)یہ کیا ہے؟ (

اس نے بستر کے ساتھ چھوٹی میز پر رکھ دیا، پیالہ لکڑی کا بنا تھا

"دا یخني دہ؟ "

)یہ یخنی ہے (

وہ مسکرائی اور اس کے ساتھ بیٹھ گئی، ماتھے پر آئی چھوٹی گھنگریالی لٹ چھوٹے ہاتھ سے پیچھے کی

"لہ د°°خہ بہ یخ نہ ا°°°ي "

)اس سے سردی نہیں لگے گی (

وہ مسکراتی تو اس کی آنکھیں چھوٹی ہو جاتی تھیں۔ گھنگریالی لٹ پھر ماتھے پر آئی اور اس نے ہاتھ سے پیچھے کی، اس نے اپنے چھوٹے بازو میں چوڑیاں پہن رکھی تھیں جو کہ کھنک رہی تھیں، نیچے پٹھانی فراک پہن رکھی تھی اور اس کے ساتھ بیٹھی مسلسل ٹانگ ہلا رہی تھی، اسے شدید جھنجھلاہٹ ہوئی (وہ اسے چھوٹی حوالگ رہی تھی)، گردن موڑے وہ اسے دیکھ رہا تھا

"پ°°ہ°وروہ"

)ٹانگ نہیں ہلاؤ(

اور وہ رک گئی، پھر اسے دیکھے گئی، گھنگریالی لٹ بار بار ماتھے پر آتی اور وہ بار بار پیچھے ہٹاتی۔۔اس نے چہرہ سامنے کیا اور پیالہ ہاتھ میں پکڑ کر ایک چمچ گھمایا اور منہ میں رکھا، پھیکی یخنی مگر اسے پینی تھی۔۔ باہر سے لڑکی کی ماں آوازیں لگا رہی تھیں اور وہ اٹھ کر باہر چلی گئی۔۔اس نے ایک گہری سانس خارج کی

)ایک سال ہونے والا ہے، وہ بہت غصہ کرے گی، خفا بھی ہو گی (

ایک آخری چمچ حلق میں اتارا اور پیالہ میز پر رکھا، بازو میں درد ابھی بھی جاری تھا

خزاں کا موسم پھر سے آنے والا تھا، شام نارنجی تھی اور باغ جناح میں رش گھٹتا جا رہا تھا۔۔ایک طرف ایک چھوٹی لڑکی جھولا جھول رہی تھی، آگے پیچھے آگے پیچھے، اس نے بالوں پر ربن لگا کر ایک چھوٹی پونی کی ہوئی تھی اور باقی بال کمر پر بکھرے تھے۔۔اس نے ایک سفید فراک پہن رکھی تھی جو کہ گھٹنوں تک آ رہی تھی۔۔اس کے ہاتھ میں گل بابونہ کا چھوٹا سا گلدستہ تھا اور وہ مسکرا رہی تھی، دور درخت کے نیچے اس کی ماں بیٹھی تھی، انھوں نے

اسے آواز دی تو لڑکی جھولے سے اتری اور بھاگ کر جانے لگی کہ اس کا پاؤں مڑا اور وہ گر گئی، چند پھول زمین پر گر گئے اور وہ اٹھی تو اس کے گھٹنے چھلے تھے، ذرا سا خون بھی نکل رہا تھا۔۔وہ روتے ہوئے اپنی ماں کے پاس جا رہی تھی اور بار بار "مما مما" پکار رہی تھی۔۔اس کی ماں نے پیار سے اس کا بازو پکڑا اور اپنی گود میں بٹھایا، اس کے گھٹنے کو دیکھا اور اس کے گال پر پھیلے آنسوؤں کو صاف کیا، اب وہ اسے کچھ کہہ رہی تھیں اور وہ چپ ہو گئی تھی۔۔

دور وہیل چیئر پر بیٹھی لیزا نے سارا منظر دیکھا تھا، اس کا دل خراب ہو گیا اور آنکھوں کے کنارے بھیگ گئے۔۔اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولا اٹک گیا۔۔اسے اپنے بائیں کندھے پر کسی کا ذرا سا ہاتھ محسوس ہوا اور اس نے بائیں طرف دیکھا مگر وہ دائیں طرف بیٹھ چکا تھا۔۔

لیزا نے اسے دیکھا تو اس نے دونوں ابرو اٹھا کر اسے دیکھا (کیا ہوا؟)

اس نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں جلدی فارغ ہو گیا، سو یہاں آ گیا۔۔بیلا کہاں گئی؟" اس نے گردن کو ادھر اُدھر گھمایا

"میں نے بھیج دیا اسے" اس نے انگلی کی پور سے آنکھوں کے کنارے صاف کیے "مجھے پتہ تھا تم آ جاؤ گے "

"کیسے پتہ تھا؟" وہ ہتھیلی تھوڑی تلے جمائے اسے دیکھ رہا تھا

اس نے ایک گہری سانس لی اور سامنے دیکھا

"پچھلے آٹھ ماہ سے آپ کی عادت ہو گئی ہے" پھر مسکرا کر ساتھ بیٹھے کیف کو دیکھا جو حیران سا اسے دیکھ رہا تھا۔۔وہ مسکرا دی

"غلام کو لگتا ہے کہ شہزادی بے پرواہ ہے، شہزادی احسان فراموش ہے مگر ایسا نہیں ہے" شانے اچکائے

اس نے سر جھٹکا اور مسکرا دیا" تمھیں پتہ تھا میں تمھارے پاس ہوتا تھا؟ "

"ہوں۔۔میں خوشبو محسوس کر سکتی ہوں "

اس نے اثبات میں سر ہلایا، پھر لیزا کو دیکھا تو ہلکا سا ہنس دیا

"Strange"

بدلے میں لیزا اب اس درخت کے نیچے دیکھ رہی تھی جہاں پر کچھ لمحے پہلے ایک بیٹی اور ماں تھی

"رو کیوں رہی تھی؟" وہ باتیں نہیں بھولتا تھا۔

"وہاں ایک بچی تھی، چھوٹی سی "اس نے آنکھوں سے اشارہ کیا تو کیف وہیں دیکھنے لگا" وہ گر گئی تھی، اس کے گھٹنے پر چوٹ آئی تھی اور اس کی ممی اسے پیار کر رہی تھیں "ایک سانس خارج کی

"زندگی ہمیں کتنا محروم رکھتی ہے نا کیف "

اس نے لیزا کی پھیکی مسکراہٹ اور خالی آنکھوں کو دیکھا، گردن جھکا دی، وہ پاؤں کے نیچے آئی گھاس جوتے سے مسل رہا تھا

"میری ممی نہیں ہیں۔۔میں بھی انھیں بہت مس کرتا ہوں۔۔زندگی ہمیں کتنا محروم رکھتی ہے نا لیزا" نظر اٹھا کر اسے دیکھا

لیزا نے خفگی سے اسے دیکھا" تمھارے ممی ہیں تو۔۔بلکہ تمھارے پاس تو سپر ممی ہے "

اس نے لیزا کو بھنویں بھینچ کر دیکھا اور پھر ہنس دیا

"ہاں۔۔ہے تو" شانے اچکائے

"کہاں ہے وہ؟ "

"وہ۔۔ایک نئے تھیٹر گیا ہے "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ اب بہتر ہونے لگی تھی، وہ اب مسکرانے لگا تھا، خزاں کا موسم آنے والا تھا

ملک کے اس سرد علاقے میں سردی کی انتہا تھی، شاید ابھی ابھی برفباری بھی ہوئی تھی۔۔اس نے عشاء کی نماز ادا کی اور باہر آ گیا، باہر مختلف جگہوں پر مختلف چراغ جل رہے تھے، ایک جگہ گول دائرہ بنا کر لوگ ایک ستار بجانے والے کے پاس بیٹھے تھے۔۔ کھانے کی خوشبوئیں اٹھ رہی تھیں، یہ "وادیٔ چندہ" تھی جو کہ پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھی۔۔ویسے یہ ایک گاؤں تھا اور یہاں کے لوگوں کی طرح یہ بھی بہت خوبصورت تھا، سفید برف پر مختلف جگنو سے تھے جو ہر طرف روشنی کیے ہوئے تھے۔۔وہ دائرے میں موجود لوگوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا، یہاں کے لوگ نمکین کھانا کھاتے تھے یا پھیکا (اسے تو پھیکا ہی لگتا تھا) مرچیں نہ ہونے کے برابر شاید اسی لیے انتہائی ملنسار اور خوش اخلاق تھے۔۔وہ اب تک جس سے ملا تھا وہ اس سے خوشی سے ہی ملا تھا اور فوجیوں کا وہ ویسے بڑا احترام کر رہے تھے۔۔اس وقت وہ یونیفارم میں ملبوس نہیں تھا، اس نے نیچے ایک شرٹ پہن رکھی تھی جس کے کالر باہر کو جھلک رہے تھے اور اوپر سرمئی سویٹر، ٹھنڈ ابھی بھی بہت تھی

وہ لوگ اپنا کوئی روایتی گیت گنگنا کر آگ کے گرد رقص کر رہے تھے اور دائرے میں بیٹھے لوگ انھیں سراہ رہے تھے، سیٹیاں بجا رہے تھے، رات ٹھنڈی تو تھی مگر حسین بھی تھی۔۔رات کے کھانے میں دنبہ تھا، اس نے دو تین نوالے لیے اور بس کر دیا، بغیر مسالے کے پھیکا سا، چاول بھی ایسے ہی تھے۔۔اس کا پیٹ اور دل دونوں بھر گئے تو وہ اٹھ کر اندر آ گیا، درد کی وجہ سے نیند ویسے ہی نہیں آ رہی تھی اور وہ کمرے میں سامنے لگی چھوٹی کھڑکی کے سامنے کھڑا چاند دیکھ رہا تھا۔۔اسے عبدالرحمن بہت یاد آ رہے تھے، دل تھا کہ اداس تھا۔۔

کمرے کا دروازہ بجا اور اس نے اندر آنے کی اجازت دی۔۔ایک معمر سی خاتون تھیں جن کے ہاتھ میں ایک پیالی تھی، مٹی کی بنی چھوٹی پیالی جس میں چائے تھی اور اس میں سے دھواں اٹھ رہا تھا، وہ اسے دیکھ کر مسکرائیں اور پیالی چھوٹی میز پر رکھ دی

"یہ دیسی گھی کی نمکین چائے ہے "

فربہ خاتون مسکرا کر اسے دیکھ رہیں تھیں، پھر اس کے قریب جا کر کندھے پر ہاتھ رکھا

"گھر یاد آ رہا ہے؟ "

)وہ پشتو میں بات کر رہی تھیں (

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور گہری سانس خارج کی۔۔پھر بستر پر جا بیٹھا

"میرا بھی ایک بیٹا تھا، ولی محمد۔۔ فوج میں تھا" وہ اس کے ساتھ آ بیٹھیں اور چائے کی طرف اشارہ کیا جیسے کہہ رہی ہوں کہ پی لو

"شہید ہو گیا" اس نے گھونٹ بھرتے انھیں دیکھا، چہرے کی طمانیت میں ذرا فرق نہ آیا۔

چھوٹی لڑکی کمرے میں آئی تھی اور عورت کے ساتھ بیٹھ گئی

"اس کا باپ تھا" نرمی سے اس کے بالوں پر ہاتھ پھیرا۔

"اللہ جنت نصیب کرے" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا تھا۔

عورت کچھ اور بھی کہہ رہی تھیں مگر چھوٹی لڑکی بار بار اپنی دادی کی کمر کے آگے سے منہ نکال کر اسے دیکھ رہی تھی، پتہ نہیں کیا سوچتی ہو گی اس کے بارے میں

پھر چند لمحات اور گزرے اور وہ خالی پیالی لے کر چلی گئیں۔۔

وہ بستر میں لیٹ گیا مگر نیند کوسوں دور تھی۔۔

صبح جس وقت اس کی آنکھ کھلی باہر کوئی فجر کی اذان دے رہا تھا، قدرے مشکل سے اٹھا تھا ۔۔ نماز پڑھنے کے بعد اس نے یونیفارم پہنا اور جانے کی تیاری کر رہا تھا۔۔ باہر نکلا تو چھوٹی لڑکی اپنی دادی کے ساتھ کچھ بنا رہی تھی، آسمان ہلکا نیلا تھا اور سورج نے ابھی منہ نہیں دکھایا

تھا۔۔وہ ایک بکری کا بچہ پکڑ رہی تھی مگر وہ آگے بھاگ جاتا،وہ مسکرایا اور اس کے ساتھ بکری کا بچہ پکڑنے لگا،چند منٹ بعد ایک چھوٹا سا سفید اور بھورے رنگ کا بکری کا بچہ اس کی گود میں تھا اور وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا لڑکی کو پکڑا رہا تھا۔۔وہ مسکرائی اور اس کے کان کے قریب بولی

"تہ°ا°خو°و°؟"

)کیا آپ کو تحفے پسند ہیں؟ (

وہ مسکرایا اور سیدھا ہوا

"سہ تہ یہ°را کو°نوزہ بہ یہ°واخلم"

)اگر تم دو گی تو میں لے لوں گا(

اس کی گلابی سپید رنگت مزید گلابی پڑ گئی اور وہ وہاں سے چلی گئی۔۔

ناشتے میں بھلے (مختلف دالوں کا سوپ)اور دیسی گھی کی چائے تھی جسے کھانے کے بعد وہ اس فربہی خاتون سے مل رہا تھا،وہ مسکرا مسکرا کر اسے الوداع کر رہی تھیں۔۔چھوٹی لڑکی دروازے کے باہر کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی اور جیسے ہی وہ باہر نکلا چمڑے کی بنی ایک

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

چھوٹی سی پوٹلی اس نے آگے بڑھائی، وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا اور اس پوٹلی میں پڑی چیز باہر نکالی، اس نے ابرو اٹھائے اور ستائشی انداز میں دیکھا۔۔ وہ مسکرا دی

"زہ بہ تاتل یاد ساتم"

)میں تمھیں ہمیشہ یاد رکھوں گا(

وہ مسکراتے ہوئے بہت اچھی لگ رہی تھی، لڑکی نے اس کے سینے پر لگے سیاہ سے بیج پر انگلیاں پھیریں جس پر انگریزی میں ابراہیم لکھا تھا

"IBRAHIM"

اس کا باپ بھی فوج میں تھا وہ سمجھ سکتا تھا، وہ کھڑا ہو گیا اور اس کے سر پر ہاتھ پھیرا اور پھر واپس مڑ گیا، مسافر زیادہ دیر منزل سے دور نہیں رہتا، اس نے گردن موڑی اور وہ مسکرا کر ہاتھ ہلا رہی تھی۔۔ وہ بھی مسکرا دیا اور ہاتھ ہلا کر جیپ میں بیٹھا، ساتھ عابد تھا۔۔ وہ واپس جا رہا تھا، شاید کسی کا انتظار اختتام کو پہنچنے والا تھا

اب وہ تندرست ہو رہی تھی، ایک دو دن میں ڈسچارج بھی ہونے والی تھی۔۔ بستر پر لیٹی ایک صفحہ ہاتھ میں پکڑے مسکرا کر پڑھ رہی تھی، ساتھ اخبار کے کچھ صفحے اور ایک سفید صفحہ

اس کی گود میں پڑا تھا، دروازہ کھلا اور کیف اندر آیا تھا۔۔اس نے صفحہ نیچے کر کے اسے دیکھا، اس نے سفید اوورال پہنا تھا اور ہاتھ میں بہت سی کتابیں تھیں، صوفے پر بیٹھا اور کتابیں ساتھ رکھیں پھر ایک سانس خارج کر کے دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ لیے

"کیسا ہوا ٹیسٹ؟ "

اس نے چہرے پر سے ہاتھ ہٹائے اور مسکرایا "اچھا ہوا ہے" پھر اٹھ کر ٹیبل تک آیا اور پانی گلاس میں انڈیل کر سٹول پر بیٹھ گیا، گلاس لبوں کو لگایا اور دوبارہ اٹھ کر میز تک گیا، نظر اس کے پاس بکھرے کاغذات پر پڑی

"یہ کیا ہیں؟ "

"یہ شیخو کے خط ہیں۔۔ قیس نے دیے تھے کل "

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور ایک صفحہ پکڑا

"کیا میں دیکھ سکتا ہوں؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"میرے ساتھ ہمیشہ کھڑی رہنے والی کے نام "!

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے بس ایک دو سطریں ہی پڑھیں اور مسکرا کر کاغذ واپس رکھ دیا۔۔اس کے دل کو کچھ ہو رہا تھا، تھوک نگلنا بھی محال تھا

"یہ دیکھو" اس نے اخبار کا پھٹا ہوا صفحہ دکھایا جس میں ایک لڑکے کی پشت تھی اور وہ پینٹ کر رہا تھا، ساتھ انگلش میں آرٹیکل لکھا تھا اور اس کا ٹائیٹل تھا

"The introverted icon"

لیزا مسکراتے ہوئے اس اخبار کو دیکھ کر اسے کچھ بتا رہی تھی مگر وہ اس کی آنکھوں کی چمک دیکھ رہا تھا، اس کی مسکراہٹ اس کا جوش دیکھ رہا تھا

"مجھے پہلے ہی پتہ تھا شیخو بہت آگے جائے گا۔۔میں نے اللہ سے بہت دعائیں کی تھیں "

پھر اس نے ایک دوسرا اخبار پکڑا جس میں شیخو کی تصویر تھی اور وہ ایک اونچے سٹول پر بیٹھا تھا، ایک ٹانگ اوپر اور دوسرا پاؤں زمین کو چھو رہا تھا، سنجیدہ سا کٹے گھنگریالے بالوں والا، اس نے میرون شرٹ اور اوپر چمڑے کی جیکٹ لی ہوئی تھی، نیچے پینٹ اور خوبصورت سے بھورے جوگرز

"کتنا بدل گیا ہے نا، پہلے سے بھی پیارا ہو گیا ہے" اور وہ خود ہی کہہ کر ہنس دی۔

کیف کو دیکھا تو وہ بمشکل مسکرایا تھا۔۔سانس لینے میں دشواری تھی، بمشکل تھوک نگلا، شاید دل دکھ رہا تھا وہ اخبار پر لڑکے کی تصویر دیکھ رہا تھا، کمرے کا دروازہ کھلا اور نرس اندر آئی تھی

وہ کھڑکی کے پاس بازو سینے پر لپیٹے کھڑا ہو گیا تھا، آنکھیں گلابی ہونے لگی تھیں۔۔اس نے ایک سانس لی اور انگلی کی پوروں سے آنکھ کے کنارے صاف کیے (گھر جا کر رولوں گا) دل کٹ رہا تھا اور مسکراتا ہوا لیزا کے ساتھ آ کھڑا ہوا

ابراہیم دوپہر میں لاہور پہنچا تھا، دائیں کندھے پر بیگ لٹکائے، سرمئی سویٹر اب اتر چکا تھا۔۔یہ دوپہر کے تین بجے کا وقت تھا جب اس نے دروازے پر بیل بجائی، بڑے بڑے پودے باہر کی دیوار سے نظر آ رہے تھے۔۔چند پل بیتے اور عبدل دروازہ کھول کر ایک طرف کھڑا ہو گیا، وہ اندر گیا اور مسکرایا

"کیسے ہو؟ "

وہ بھی مسکرایا "ٹھیک ہوں" ساتھ ہی اندر جانے کا اشارہ کیا "دادا جی اندر ہی ہیں "

اور وہ سر ہلا کر اندر بڑھا، وہ لاؤنج میں بڑے صوفے پر بیٹھے عینک لگائے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے، وہ چھپکے چھپکے بلی کی سی چال چلتا اندر آ رہا تھا، بڑی سی کھڑکی سے دھوپ چھن کر اندر آ رہی تھی۔۔وہ ابھی سیڑھیوں کے پاس ہی پہنچا ہو گا کہ انھوں نے جھٹ سے گردن موڑی اور اسے دیکھ کر مسکرا دیے۔۔ابراہیم کے تنے ہوئے کندھے ڈھیلے پڑ گئے اور بیگ وہیں سیڑھیوں میں رکھ کر آگے بڑھا

"یار! آپ میرا سرپرائز خراب کر دیتے ہیں "

انھوں نے کتاب ایک طرف رکھی اور بانہیں پھیلا کر کھڑے ہو گئے۔

وہ آگے بڑھا اور ان کے گلے لگ گیا، وہ آنکھیں بند کیے اپنے کندھے سے ذرا اونچے پوتے کے لمس کو محسوس کرتے رہے، پھر الگ ہو کر ماتھا چوما "تمھاری تو مجھے خوشبو آ جاتی ہے "

جونہی ہاتھ کندھے تک گیا وہ ٹھٹھک گئے، پھر ہاتھ ذرا سا نیچے بازو تک لے کر گئے تو ان کی بھنویں بھینچ گئیں، چہرے کے پٹھے تن گئے

"کیا ہوا ہے؟ "

وہ مسکرایا اور ان کے ہاتھ کو بازو سے ہٹا کر اپنے ہاتھ میں لیا "کچھ نہیں۔۔بس ایسے ہی چوٹ لگ گئی تھی"

"چوٹ لگ گئی تھی۔۔کون سی چوٹ؟ "

ان کا ہاتھ تھامے وہ صوفے کی طرف بڑھا اور انھیں بٹھانے لگا "کچھ نہیں ہوا۔۔آپ بیٹھیں میں بتاتا ہوں"

عبدل جھٹ سے گیا اور جوس کا گلاس لے آیا، سامنے میز پر رکھا۔۔وہ ابھی تک اسے گھور رہے تھے "اتنے بڑے نہیں ہوئے ابھی تم "

اور کھڑے ہو گئے

"دادا۔۔ "

وہ کچھ بولتا اس سے پہلے ہی وہ غصے سے ڈپٹ کر بولے "خبردار! چپ۔۔ "

اور وہ کندھے ڈھیلے کیے خاموش ہو کر بیٹھ گیا۔۔اب بس وہ بے بسی سے سانس لے رہا تھا

انھوں نے اس کی شرٹ کے اوپر والے بٹن کھولے اور کندھے سے شرٹ ہٹائی، وہاں پٹی ہوئی تھی اور گہرے لال رنگ کا نشان بھی تھا۔۔انھوں نے غصے سے اسے دیکھا جو بے بسی سے بیٹھا نیچے زمین دیکھ رہا تھا

پھر ایک اور بٹن کھولا اور شرٹ ذرا سی بازو سے اور اتاری وہاں بھی ایک ایسی ہی پٹی تھی

انھوں نے اس کا بازو ذرا سا اٹھایا تو وہ اس نے آنکھیں بند کر لیں، درد کی ایک ٹیس اٹھی تھی۔۔ پھر کندھے سے شرٹ اوپر کر کے انھوں نے دوبارہ اس کا ماتھا چوما

"ڈاکٹر کو دکھایا؟" وہ اب اس کے ساتھ بیٹھ گئے تھے۔

دوبارہ بٹن بند کرتے اس نے نفی میں سر ہلایا "شام میں جاؤں گا "

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا "کب ہوا یہ سب؟ "

"یکم ستمبر کو" پھر تنے نقوش والے آدمی کو دیکھا جو پہلے سے کمزور نظر آ رہے تھے "آپ نہ پریشان ہوں، میں ٹھیک ہوں "

وہ بس ایک سانس خارج کر کے رہ گئے۔۔ آگے کو جھکے اور میز پر پڑا جوس کا گلاس اسے دیا۔۔

شام کو جب وہ ہسپتال گیا تو قیس اسے وہیں مل گیا، اس وقت وہ دونوں لیزا کے کمرے کے باہر تھے۔۔ یہ مغرب کے بعد کا وقت تھا اور ہسپتال کی راہداری ٹھنڈی تھی، لوگ آ جا رہے تھے، وہ دونوں ساتھ ساتھ بیٹھے تھے

"ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ڈاکٹر نے اس کی پچھلی پٹی اتار دی تھی اور اب نئی پٹی کی تھی مگر وہ شرٹ کے نیچے چھپی ہوئی تھی

"کچھ نہیں۔۔بس بازو زیادہ ہلانا نہیں ہے "

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"میں تو تمھیں یونیفارم میں دیکھنا چاہتا تھا "

ابراہیم مسکرا دیا، پھر اپنا دایاں بازو اس کے کندھے کے گرد حمائل کیا"یونیفارم پہن کر کون سے سرخاب کے پر لگ جاتے ہیں مجھے، تمھارے لیے تو میں دوست ہوں۔۔فوجی ہوں گا دشمنوں کے لیے "

قیس نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا"زیادہ سمجھدار نہیں ہو گئے "

ابراہیم نے کندھے اچکائے"کھانا کھا لیا؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا"وہ تو تمھارے پیسوں کا کھاؤں گا "

اس نے مسکراتے ہوئے نفی میں سر ہلایا جیسے کہا ہو تم نہیں بدلے۔۔

دفعتاً کمرے کا دروازہ کھلا اور نرس باہر آ گئی، قیس پہلے ہی لیزا کے بارے میں بتا چکا تھا

"ٹھیک ہے۔۔تم لیزے سے ملو، میں کیف کو بلا کر لایا "

وہ اس کا کندھا تھپک کر چلا گیا۔۔

اندر کمرے میں لیزا کا بستر پشت سے ذرا اٹھا ہوا تھا، وہ دائیں جانب چہرہ کیے لیٹی تھی، اوپر لحاف لیا ہوا تھا اور بال کھلے ہو کر تکیے پر پڑے تھے۔۔ کمرے کا دروازہ کھلا اور وہ اندر داخل ہوا، اس کے قدموں کی چاپ سن کر لیزا نے گردن موڑی، سامنے دیکھا اور پھر ذرا سا اٹھنے کی کوشش کی۔۔ وہ اس کے قریب پہنچ چکا تھا، وہ آج بھی اس کے دل پر اثر کرتا تھا، وہ آج بھی اسے پہچانتی تھی

"لیٹی رہو" اور وہ ساتھ پڑے سٹول پر بیٹھ گیا۔

اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی جیسے اسے یقین نہ آیا ہو کہ وہ واقعی آیا ہے

"کیسی ہو؟"

"اچھی ہوں" وہ یک ٹک اسے ہی دیکھ رہی تھی

وہ ہلکا سا مسکرایا "اصولاً تو مجھے پھول لانے چاہیئے تھے لیکن مجھے تمھارے بارے میں یہاں آ کر پتہ چلا"

کچھ پل خاموشی میں بیت گئے، اس نے تھوک نگلا اور مسکرائی "کوئی بات نہیں۔۔ تم خود آ گئے یہی کافی ہے"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے لیزا کو دیکھا، وہ آج بھی وہی تھی، سحر زدہ اور اسے خط لکھنے والی، اس نے سر جھٹکا

"تم نے جو میرے لیے کیا، وہ ناقابل فراموش ہے "

"تم شیخو کی بات کر رہے ہو؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"میں نے کچھ نہیں کیا۔۔وہ بہت قابل تھا، اسے سب سے آگے ہونا چاہیئے تھا" وہ ٹھیک لگ رہی تھی مگر اندر دل نے تباہی مچا رکھی تھی

"لیکن تمھارے بغیر یہ ممکن نہیں تھا "

وہ بس مسکرا دی۔چند پل خاموشی کے گزرے، اس کا دل بے اختیار تیزی سے دھڑک رہا تھا، کیا وہ چلا جائے گا؟

"بہت مبارک ہو" اب بولی تو آواز دھیمی تھی

"کس لیے؟" اس نے ابرو اٹھایا، نا سمجھی سے دیکھا

"حوا بہت پیاری ہے اور اچھی بھی "

اس کے کانوں نے اس کے دل کی دھڑکن سنی تھی۔

وہ ٹھٹھک گیا "تم نے کہاں دیکھا اسے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ۔۔میں شیخو سے ملنے گئی تھی،تب ملی مجھے "

"اچھا" وہ بس اتنا ہی کہہ سکا۔

)کیا اب وہ جانے والا ہے؟ (

"میری اللہ سے دعا ہے کہ تم ہمیشہ اس کے ساتھ خوش رہو" آنکھوں کے کنارے گیلے تھے مگر اسے مسکرانا تھا

"آمین" وہ کھڑا ہو گیا۔

لیزا کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کھڑی ہو کر سکا ہاتھ پکڑے،اسے روک دے

"پھر ملیں گے،اپنا خیال رکھنا" اور وہ پلٹنے والا تھا کہ لیزا بول پڑی "تم پھر آؤ گے؟ "

"پتہ نہیں" وہ سنجیدہ سا تھا۔

اب وہ جانے کے لیے مڑا،پہلا قدم،دوسرا قدم اور تیسرے قدم پر اس کی سماعت سے ایک بے بس آواز ٹکرائی

"ابراہیم۔۔تھوڑی دیر رک جاؤ "

Clubb of Quality Content

وہ رکا تھا۔۔آنکھیں میچ لیں(وہ ابھی بھی وہیں تھی)پھر گردن موڑ کر ایک نظر اسے دیکھا، جس کی آنکھوں کے کناروں سے پانی بہہ کر کان کی طرف جا رہا تھا، کچھ گالوں پر بھی تھا۔۔

)اندر سے آواز آئی تھی، تمھیں نہیں آنا چاہیئے تھا، تم نے اسے اس کی جگہ سے ہلا دیا (

اور وہ باہر چلا گیا، بستر پر لیٹی لڑکی نے بستر پر بچھی سفید چادر کو اپنی مٹھیوں میں جکڑا تھا، ایسے جیسے سانس اکھڑ رہی تھی

"کیسے ہو؟" جاتے ہوئے اسے کیف ملا تھا

"اچھا ہوں "

حال چال دریافت کر کے وہ کمرے میں آیا تھا، تب لیزا نے آنکھیں بند کی ہوئی تھیں۔۔ مگر چادر زور سے ہاتھوں میں لیے نوچی ہوئی تھی، آنکھوں کے کناروں سے ابھی بھی تازہ پانی بہہ رہا تھا، اس نے ایک نظر اسے دیکھا اور کمرے میں کھڑکی کے سامنے آ کھڑا ہوا، وہ اکثر سوچا کرتا تھا کہ وہ کون ہے جس کے بارے میں لیزا نے اس دن باغ جناح میں اس سے بات کی تھی، وہ کون ہے جو آگے بڑھ گیا اور آج وقت نے ان سب کا جواب دے دیا تھا۔۔اس کی

آنکھیں ابھی بھی بند تھیں، وہ خاموشی سے صوفے پر کتاب کھولے بیٹھ گیا مگر اب پڑھا کہاں جانا تھا؟

عشاء کے بعد جب وہ گھر پہنچا تو عبدالرحمن اپنے کمرے میں تھے، بستر پر دوائیوں کا ایک چھوٹا ڈبہ اپنی گود میں کھولے بیٹھے تھے۔۔ابراہیم نے انگلی کی ہڈی سے دروازہ بجایا اور دروازہ کھول دیا، سامنے ان کی پشت نظر آرہی تھی، وہ ان کے قریب آیا تو انھوں نے ڈبہ بند کر کے تکیے کے نیچے رکھ دیا۔۔اس نے ان کی یہ حرکت دیکھی تھی مگر پھر انھیں دیکھ کر مسکرا دیا اور ساتھ بیٹھ گیا

"ڈاکٹر کے پاس گئے تھے؟" بایاں ہاتھ اس کے دائیں گال پر رکھا

اس نے اثبات میں سر ہلایا "کہہ رہا تھا جلد ٹھیک ہو جائے گا، زیادہ ہلانا نہیں ہے"

انھوں نے اثبات میں سر ہلایا، اسنے اپنا دایاں بازو ان کے کندھے کے گرد حمائل کیا جیسے اپنے دوست کے ساتھ کرتا ہے "آپ ٹھیک ہیں؟ "

انھوں نے اسے دیکھا، ان کی آنکھیں ابراہیم کے جیسی تھیں "اب تم آگئے ہو نا، اب ٹھیک ہوں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"نہیں"اس نے ان کی آنکھوں میں جھانکا"آپ پہلے سے کمزور ہو گئے ہیں۔۔بتائیں کونسی دوائی لے رہے تھے؟ "

انھوں نے ایک گہری سانس لی"میری جان! میں ٹھیک ہوں،بس ایسے ہی طبیعت ذرا سی خراب تھی تو دوائی ڈھونڈ رہا تھا "

"دادا"اس نے انھیں گھورا"آپ ایسے نہ کریں۔۔میں آپ سے بہت محبت کرتا ہوں، آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا"ان کا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر بیٹھ گیا۔

"ابراہیم۔۔تم ایسے ہی پریشان ہو رہے ہو "

"نہیں دادا۔۔آپ پہلے ایسے نہیں تھے۔۔کیا ہوا ہے آپ کو؟ "

"کچھ نہیں ہوا مجھے "

اس نے اثبات میں سر ہلایا"ٹھیک ہے۔۔سامان تیار رکھیں صبح آپ بھی میرے ساتھ جا رہے ہیں "

اس نے جیسے فیصلہ سنایا تھا۔

"میں نہیں جا رہا "

"میں نے آپ کو بتایا ہے،پوچھا نہیں ہے"اور وہ اٹھ گیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بس آج میں آپ کے ساتھ سونے والا ہوں، عبدل سے کہتا ہوں آپ کا سامان تیار کرے بس" وہ کہتے ہی باہر چلا گیا، وہ بس ایک سانس خارج کر کے رہ گئے۔ پوتا بھی انہی کا تھا، باہر رت گہری ہو رہی تھی۔

ادھر دوسری طرف لاؤنج میں ایک لڑکا سامنے کتاب کھول کر بیٹھا کچھ پڑھ رہا تھا، اسے شاید زکام تھا جو بار بار نم سانس اندر کھینچتا اور پھر کتاب پر ایک سطر ہائی لائیٹر سے رنگ دیتا، ساتھ ایک کاپی بھی تھی جس پر وہ گاہے بگاہے کچھ لکھ رہا تھا۔ کوئی سیٹی بجاتا کمرے سے باہر نکلا تھا، رخ اس کا لاؤنج کی طرف ہی تھا۔ اس کے ہاتھ میں سیب تھا جس میں اس نے دانت گاڑھے اور بے پرواہ سا ہو کر پاؤں قینچی کی سی صورت کیے سامنے میز پر رکھ دیے اور دیوار گھور رہا تھا۔ ساتھ صوفے پر بیٹھے کیف نے گردن گھما کر اسے دیکھا پھر دوبارہ کتاب پر جھک گیا

"کیفی "

"ہوں "

"تم نے اسے بتا دیا؟" دانت سیب میں گاڑھا اور ٹکڑا کاٹ کر چبانے لگا

"نہیں "

"کیوں؟" وہ جھٹ سے سیدھا ہوا۔

"ایک بات بتاؤ قیس۔۔ابراہیم کا کبھی کوئی تعلق رہا ہے لیزا سے؟" وہ اب رخ موڑ کر اپنے بھائی کو دیکھ رہا تھا

"نہیں" کاٹا ہوا ٹکرا اچھے سے چبایا، گلے میں اتارا" تھا ایک زمانے میں مگر ایک طرفہ تھا، براہیم نے کبھی پہل نہیں کی، لیزے کو وہ اچھا لگتا تھا۔۔اس نے بات ختم کر دی تھی اور اب وہ شادی شدہ ہے "

اس نے جیسے ساری روداد سنا دی "اوہ" پھر ایک دم چونکا

"تمھیں کیسے پتہ؟" اس نے ابرو اٹھایا

"میرا تعلق سی آئی ڈی ڈیپارٹمنٹ سے ہے" پھر ایک ٹکرا کاٹا

"بکو مت "

وہ ہنس دیا۔

"شروع شروع میں جب براہیم سے دوستی ہوئی تھی، تب میں نے لیزے کو دیکھ کر اندازہ لگایا تھا "

"تو یہ تم نے اتنی بڑی کہانی جو سنائی ہے مجھے۔۔یہ صرف اندازہ ہے؟" وہ جل بھن گیا تھا

"اف" وہ آگے کو جھکا "تم دیکھ لینا ایسا ہی ہے "

پھر اس نے ماتھے کو سہلایا "تم نہ پریشان ہو، براہیم ایسا لڑکا نہیں ہے "

"اور شیخو؟ "

سیب کا ٹکڑا اس کے حلق میں پھنس گیا تھا

"اس کے بارے میں اس کے خیال بس دوست تک ہی ہیں۔۔میں نے پوچھا تھا لیکن ایسا ویسا کچھ نہیں ہے "

کیف نے بس سر ہلا دیا

"تم نہ پریشان ہو، وہ اچھی لڑکی ہے اور تم میرے بھائی ہو، غلط مشورہ نہیں دوں گا تمھیں "

پھر کھڑا ہوا، سیب ختم ہو گیا تھا اس کی چھوٹی ڈنڈی اس نے ڈسٹ بن میں اچھالی

"آجاؤ سونے۔۔آنکھیں سرخ ہو رہی ہیں مگر سونا نہیں ہے "

اور سر جھٹک کر اندر چلا گیا۔۔

چھوٹے موٹے خدشات ختم ہوئے تھے مگر کیا واقعی؟

وہ اٹھا اور کتاب بند کر کے اندر چلا گیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صبح سیر کے بعد وہ گھر لوٹا تو عبدالرحمن باہر باغ میں بیٹھے تھے،ان کے ہاتھ میں اخبار تھا اور صفحے پلٹاتے پڑھ رہے تھے۔۔وہ پیچھے سے گیا اور ان کی گردن کے گرد بازو حمائل کر کے ان کے سر سے سر لگایا

"کیا پڑھ رہے ہیں؟"

"ملک کے حالات "

"چلیں آئیں،ناشتہ کریں۔۔پھر چلتے ہیں "

انھوں نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا"تم میرے باپ بن رہے ہو؟ "

وہ ہنس دیا"آپ کا بیٹا بن رہا ہوں"پھر ان سے الگ ہوا اور اندر جاتے ہوئے پکارا

“Ten seconds only”

وہ بس سانس لے کر رہ گئے،بچے اب بڑے ہو گئے تھے۔۔اخبار میز پر رکھا،وہ اٹھ کر اندر چلے گئے۔۔

ایک لمبا سفر تھا اور جیپ ابراہیم چلا رہا تھا،وہ ساتھ بیٹھے تھے،اس کی کسی بات پر ہنس رہے تھے

"میں تو ابھی بھی چھوٹا ہوں، آپ ہی بوڑھے ہو گئے ہیں "

"ہاں اب تو تمھیں میں بوڑھا ہی لگوں گا۔۔ عمر ہی کیا ہے ابھی میری، بس ساٹھ برس۔۔ ابھی میں نے دیکھا ہی کیا ہے "

وہ ہنس دیا اور گردن موڑ کر اپنے ساتھ بیٹھے دادا کو دیکھا

"ساٹھ برس کے نہیں ہیں آپ، پینسٹھ کے ہونے والے ہیں "

انھوں نے اسے گھور کر دیکھا "تم میری عمر کا حساب رکھتے ہو "

شانے اچکائے "میں تو آپ کی جیب کا بھی حساب رکھتا ہوں "

انھوں نے ہاتھ بڑھا کر اس کے کندھے پر چپت لگائی، وہ ایک طرف ہو کر پھر سے ہنس دیا۔

سڑک خالی خالی سی تھی، دوڑتی ہوئی جیپ اور اس کے بالوں کو بکھیرتی ہوا، وہ مطمئن تھا۔

"میں سوچ رہا ہوں اب تمھارا گھر بسا دوں۔۔ بیگم لے آؤں تمھاری"

"سچی؟" وہ پر جوش ہوا۔

پھر گردن موڑ کر انھیں دیکھا "نہ کریں دادا۔۔ میں چلتی گاڑی سے کود جاؤں گا "

"چلو ٹھیک ہے۔۔ نہیں کرتے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"ارے آپ تو سنجیدہ ہی ہو گئے۔۔میں کہہ رہا تھا کہ خوشی کے مارے چھلانگ ہی نہ لگا دوں "

انھوں نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا "گھر کے کام کاج آتے ہیں تمھیں؟ "

اس نے بھنویں بھینچ کر دیکھا

"ہاں تو اب تم میری بیٹی سے کام کرواؤ گے؟" دبے دبے غصے میں بولے

"آپ کو اپنی بیٹی کے آگے یہ چھے فٹ ایک انچ کا مرد نظر نہیں آتا؟ "

"اور یہ چھے فٹ ایک انچ کا مرد ابھی مجھے کہہ رہا تھا کہ یہ چھوٹا ہے "

وہ سر جھٹک کر رہ گیا "بس ٹھیک ہے، میں ناراض ہوں"

گھر کے سامنے جیپ رکی تو وہ اترا، عبدالرحمن دروازے کی طرف بڑھے تو وہ اپنے دادا کے کان کے قریب جا کر آہستہ سے بولا

"آپ چلیں، میں ذرا اپنی منکوحہ کو منالوں۔۔خفا ہے مجھ سے "

وہ مسکرائے اور اس کا کان کھینچ کر بولے "جورو کے غلام "!

وہ بس ہنس دیا۔

دروازہ کھٹکھٹایا تو بی جان نے کھولا، کندھے پر بیگ لٹکائے وہ اندر داخل ہوا۔۔وہ سامنے درخت کے تنے کے پیچھے تخت پوش پر بیٹھی تھی، پشت ابراہیم کی طرف تھی، وہ اس کی خوشبو پہچانتی تھی، دل بے قرار دھڑکا تھا، اس نے کتنے ہی دن خود کو اس دن کے لیے تیار کیا تھا، فریم میں لگے کپڑے پر چلتی انگلیاں رکی تھیں۔۔

سلام دعا کے بعد اس نے ادھر اُدھر گردن گھمائی "چچی کہاں ہیں؟ "

"وہ تو تمھاری اماں کے ساتھ لنڈے گئی ہے "

اس نے سر ہلایا اور چلتا ہوا تخت پوش تک آیا، حوا کی نظریں اس کے جو گرز ہوتی ہوئیں اوپر اٹھیں اور دل کی دھڑکن مزید بے ترتیب ہوئی تھی، تنفس بھی تیز تھا

"کیسی ہو؟" اور وہ اس کے ساتھ کچھ فاصلے پر بیٹھ گیا۔۔

اس کا ہاتھ کپکپا رہا تھا، دماغ مسلسل کوئی اشارہ دے رہا تھا

(ابراہیم بھی تمھیں چھوڑ دے گا) دل نے نفی کی

"اچھی ہوں، آپ کیسے ہیں؟ "

ہلکا سا مسکرائی تھی، اگرچہ وہ چھت پر اکثر بات کرتی تھی مگر دن میں گھر کے بیچ و بیچ بیٹھے ابراہیم کو اپنے ساتھ بیٹھے دیکھنا ایک الگ احساس تھا، اس کے ہاتھوں پر پسینہ آ رہا تھا اور وہ

مسلسل تخت پوش پر بچھی چادر کو اس کے کنارے سے رگڑ رہی تھی، ابراہیم نے اس کی یہ حرکت دیکھی تھی۔۔

"میں بھی اچھا، ٹھیک ہوں" پھر گلا کھنکھارا" وہ۔۔آخری خط کا جواب نہیں دیا کیونکہ مجھے خود آنا تھا" پھر غور سے اسے دیکھا" تم خفا تو نہیں ہو؟ "

اس نے دائیں بائیں گردن ہلائی (تم خفا ہو حوا) دل نے پھر نفی کی تھی۔

اس نے بیگ کی زپ کھولی اور اس کے لیے پھول نکالے، یہ پہلے گلدستے سے نسبتاً چھوٹا تھا مگر بے حد خوبصورت تھا، سفید اور سرخ گلاب، زیادہ سفید تھے اور بیچ بیچ میں سرخ لگے تھے، ارد گرد ایرس کے جامنی سیرس کے پھول تھے، خوشبو بکھر گئی

(گلاب دینے والا ایک دن کانٹے دے گا، حوا)

دل نے پھر نفی کی

"یہ بہت خوبصورت ہے" اس نے ناک کے قریب لے جا کر سونگھا۔

وہ مسکرا دیا

"مجھے لگا تم خفا ہو گی، میرا خط بہت دیر سے آتا تھا، ہمارے درمیان فاصلہ بہت تھا "

(ہاں حوا، تم نے انتظار کیا تھا۔۔خفا ہو تم)

دل نے نفی کر دی

"خفا تھی مگر آپ کا خط آتا تھا تو سب ٹھیک ہو جاتا تھا "

پھول اس نے گود میں رکھ لیے، جمی تخت پوش سے اتر کر ابراہیم کے پاؤں چاٹ رہا تھا۔۔اس نے اسے نیچے سے پکڑا اور گود میں بٹھا لیا

"میں نے تمھیں بہت یاد کیا" وہ جو ایک سفید گلاب نکال رہی تھی، ٹھٹھک گئی

(مجھے بھی کوئی یاد کر سکتا ہے؟) بمشکل تھوک نگلا۔۔وہ کچھ کہتی اس سے پہلے خالدہ تائی کمرے سے باہر آئیں

"ارے ابراہیم آیا ہے "

جمی کو تخت پوش پر بٹھا کر وہ کھڑا ہوا تھا۔ان سے سلام دعا کر کے وہ مڑا، حوا کو دیکھا جیسے کہہ رہا ہو کہ میں جاؤں؟

"یہ پھول۔۔"تائی جان کی نظر سرخ و سفید پھولوں پر گئی تھی

"یہ میں لایا ہوں، حوا کے لیے "

(وہ چھوڑ کر جانے والوں میں سے نہیں تھا، وہ ہاتھ پکڑ کر سب کے سامنے اسے اپنا کہنے والوں میں سے تھا) وہ ابراہیم کو دیکھ رہی تھی

"اچھا۔۔اچھا" وہ بدقت مسکرائی تھیں

"ٹھیک ہے" پھر دوبارہ حوا کو دیکھا اور گردن ہلا کر پوچھا "اب میں جاؤں؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا، تائی جان تو منہ کھولے دیکھ رہی تھیں

اور وہ چلا گیا۔۔اس نے تائی جان کو دیکھا اور مسکرائی، دل ابھی تک دھڑک رہا تھا اور وہ اوپر جا رہی تھی، کچن کے دہانے پر کھڑی ثمرا اسے گھور رہی تھی۔۔

کمرے میں جا کر دروازہ بند کیا اور دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر آنکھیں بند کیں، گہری سانس لی اور پھولوں کو دیکھا

وہ اس کے دل پر اثر کرتا تھا، اس کا دیکھنا، اس کا لہجہ، اس کا اخلاق اور اس کا اقرار سب اس کے دل پر اثر کرتا تھا، وہ چاہ کر بھی خود کو اسے چاہنے سے نہیں روک سکی تھی، اس نے گلدستہ بیڈ کے ساتھ پڑی میز پر رکھ دیا۔۔خوشبو پھیل چکی تھی

یہ قصور پہنچنے کے دو دن بعد کی بات ہے، وہ واہگہ بارڈر پہنچا تھا۔ سامنے سے آتا اعزاز اسے دور سے ہی نظر آ گیا تھا، یونیفارم میں ملبوس اعزاز اس سے گلے ملا اور پھر الگ ہوتے ہی مسکرایا

"ٹھیک ہو؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

ابراہیم نے ادھر اُدھر دیکھا پھر سوالیہ ابرو اٹھایا"دوسرا کہاں ہے؟ "

"آتا ہو گا ابھی "

آگے بڑھ کر کرسی پر بیٹھ گیا، ساتھ ہی اعزاز تھا۔درمیان میں میز تھی، وہ جس جگہ موجود تھے وہاں دور دور تک گھاس اگی ہوئی تھی، بڑے بڑے درخت تھے اور پاس دو جیپ کھڑی تھیں، پیچھے سفید رنگ کے دو ستون تھے اور دو کمرے جن کے دروازے بند تھے، ملازم چائے لے آیا۔چند لمحے بیتے ہوں گے کہ دور سے حدید چلتا نظر آیا تھا، یونیفارم میں ملبوس وجیہہ سا۔وہ قریب آیا اور ایک پنجہ بڑھایا، بدلے میں ابراہیم نے بھی پنجہ بڑھا کر اسے سینے سے لگایا

"کیسا ہے ہیرو؟ "

"اچھا ہوں" بیٹھا اور آگے جھک کر چائے کا کپ پکڑا اور ہونٹوں سے لگایا

وہ پیچھے کو ٹیک لگائے، ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے تھے

"پورے یونٹ میں مشہور تھا کہ لیفٹیننٹ ابراہیم کو گولی لگی ہے، قسم سے یار دل باہر آ گیا تھا "

حدید اس کے گھٹنے پر ہاتھ رکھے اسے بڑے جوش سے بتا رہا تھا۔

"ہاں۔۔ ہمیں بھی پتہ چلا تھا مگر مجھے پتہ تھا تمھیں کچھ نہیں ہو سکتا" اعزاز نے بھی لقمہ دیا۔

وہ ہنس دیا" لگا تو ایسا ہی تھا کہ مر گیا ہوں۔۔ مگر نہیں مرا "

دفعتاً کوئی آیا تھا اور یونیفارم میں ملبوس اور اس نے آتے ہی سیلیوٹ کیا" کیپٹن اعزاز۔۔ میجر عبید رضا از کالنگ یو "

اور وہ اٹھ کھڑا ہوا" چلو بھائیو۔۔ لگے رہو "

ابراہیم کھڑا ہوا اور اس کے سینے لگا" میں تمھیں بہت یاد کروں گا "

چھوٹتے ہی بولا تھا، اب اس کی اٹیچمنٹ آنے والی تھی

"میں امید کرتا ہوں کہ اگلا آپریشن ہم تینوں ساتھ کریں "

اور وہ سر ہلا کر چلا گیا۔

"ہاں بھئی، تم بتاؤ۔۔کیا خوشخبری ہے؟"ٹانگ پر ٹانگ جمائے کہنی کرسی کے ہتھ پر رکھ کر بولا

حدید جس کے ہاتھ میں چائے کا کپ تھا، آگے رکھ کر ذرا سا مسکرایا، اس کی سفید رنگت گلابی پڑی

"دوسری شادی تو نہیں کرلی؟ "

"توبہ کرو۔۔ایک سنبھالی نہیں جارہی"وہ جھٹ سے منہ بسور کر بولا تھا

وہ ہنس دیا"پھر؟"

"میں باپ بن گیا ہوں"وہ سر جھکائے شرماتے ہوئے بولا تھا

"سبحان اللہ۔۔میں چچا بن گیا ہوں"وہ بھی بہت خوش تھا"میری بھتیجی ہوئی ہے یا بھتیجا؟ "

"بھتیجا "

وہ بہت خوش تھا"مبارک ہو تمھیں، وہیں بتادیتے، میں کچھ لیتا ہوا آتا۔۔کیا نام ہے اس کا؟ "

"صلاح الدین "

"ارے واہ" پھر تھوڑی تلے ہاتھ کی مٹھی رکھ کر اسے مسکراتے ہوئے دیکھ رہا تھا "بھابھی نے رکھا ہے؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"زھے نصیب۔۔ کب ملوا رہے ہو پھر؟ "

"بس ابھی گھر جاؤں گا تو ساتھ لے آؤں گا۔۔ میرا خود اس کے بغیر دل نہیں لگتا" اس کے کان اور گال سرخ ہو گئے تھے

وہ اسے دیکھ کر ہنس دیکھ رہا تھا

"تم بتاؤ۔۔ شادی ہو گئی؟ "

"نہیں۔۔ نکاح پر ہی ٹنگا ہوں" وہ منہ بسورے بولا تھا۔

"آئے ہائے۔۔ تمھارا دکھ۔۔ چلو کوئی نہیں، آزادی کے چند دن ہیں، گزار لو پھر دونوں بھائی بیٹھ کر رویا کریں گے "

دونوں ہنس دیے، کافی دیر بیٹھ کر وہ ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے، شام انھیں مسکراتا دیکھ رہی تھی۔۔

لیزا اسٹیفورڈ اپنے گھر کے چھوٹے باغ میں وہیل چیئر پر بیٹھی کوئی کتاب پڑھ رہی تھی، سر پر چھوٹا سکارف تھا اور بال پونی میں مقید تھے۔۔وہ اب بہتر ہو رہی تھی مگر پہلے سے کمزور لگتی تھی، ارد گرد کی بتیاں جل رہی تھیں جس سے باہر روشنی تھی، اس نے پیلے سفید رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی، دفعتاً باہر کا دروازہ بجا اور بابا نے بڑھ کر کھولا، کوئی اس کے بارے میں پوچھ رہا تھا، اس نے کتاب پر سے سر اٹھا لیا

"آجائیں" اس کے بولنے پر باہر سے لڑکا اندر آیا تھا، آتے ہی دیکھ کر مسکرایا تھا۔

وہ بھی مسکرا دی، لڑکا آگے بڑھا اور اس کے سامنے دو بند مٹھیاں الٹی کر کے کیں، ایسے کہ ہاتھ کی پشت لیزا کی طرف تھی

لیزا نے اسے نا سمجھی سے دیکھا تو اس نے ابرو سے نیچے دیکھنے کا اشارہ کیا

لیزا نے کچھ سوچتے ہوئے دائیں مٹھی پر انگلی رکھ دی تو اس نے وہ کھول دی، ہتھیلی اس کے سامنے تھی اور اس میں ایک ٹافی تھی۔۔وہ مسکرا دی اور ٹافی ہاتھ سے پکڑ لی وہ بھی مسکرایا اور گھاس پر بیٹھ گیا

"ارے۔۔نیچے کیوں بیٹھے ہو؟ میں چیئر منگواتی ہوں "

اس نے ارد گرد گردن گھمائی کہ کسی کو کہے کہ کرسی لاؤ اندر سے۔۔

"نہیں۔۔میں ٹھیک ہوں"اس نے ہاتھ ہلا کر منع کر دیا۔

پینٹ شرٹ پہنے وہ گھاس پر دونوں بازوؤں سے ٹانگوں کے گرد حلقہ سا بنائے بیٹھا تھا

"کیا پڑھ رہی ہو؟ "

لیزا نے اپنے سامنے گھاس پر بیٹھے لڑکے کو دیکھا

"سٹوری "

"اوہ۔۔لاؤ دکھاؤ"اس نے کتاب اس کی طرف بڑھا دی۔

لڑکے نے کتاب کے کھلے ہوئے صفحے کو دیکھا پھر پڑھنے لگا

"اور صبح کو

موسٰی کی ماں کا دل

بے قرار ہو گیا،

قریب تھی کہ بے قراری ظاہر کر دے

اگر ہم اس کے دل کو صبر نہ دیتے

تاکہ اسے ہمارے وعدے کا یقین رہے

اس کی بہن سے کہا اس کے پیچھے چلی جا،

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر اسے اجنبی ہو کر دیکھتی رہی

اور انہیں خبر نہ ہوئی

اور ہم نے پہلے سے اس پر

دائیوں کا دودھ حرام کر دیا تھا،

پھر بولی میں تمہیں ایسے گھر والے بتاؤں

جو اس کی تمہارے لیے پرورش کریں

اور وہ اس کے خیر خواہ ہوں

پھر ہم نے اسے اس کی ماں کے پاس پہنچا دیا

تاکہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں

اور غمگیں نہ ہو

اور جان لے کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے

لیکن اکثر آدمی نہیں جانتے "

لڑکے نے کتاب پر لکھی تحریر پڑھ ڈالی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے گلا کھنکھارا "ڈاکٹر کیف کیا آج کی کہانی میں آپ کو سناؤں؟ پچھلے کئی مہینے سے آپ ہی یہ کام سرانجام دے رہے ہیں "

کیف نے سر ہلا کر کتاب بند کر دی اور چوکڑی مار کر دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں بنا کر تھوڑی تلے رکھا

"شروع کریں لیزا اسٹیفورڈ"

اور وہ مسکرا دی، سر کو خم دیا۔۔

"ہم اپنی کہانی شروع کرتے ہیں موسیٰ علیہ السلام کی ماں سے۔۔ سورہ القصص آیت نمبر دس سے۔۔ موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل میں اللہ نے وحی ڈال دی کہ اس بچے کو ایک ٹوکری میں ڈال دیں اور ٹوکری پانی میں ڈال دیں اور وہ پانی کوئی عام پانی نہیں ہے، وہ دریا کا پانی ہے جس میں انسان ڈوب سکتا ہے۔۔ اس کے لیے قرآن میں لفظ آیا ہے "الیم" اور الیم ہوتا ہے گہرا دریا، اتنا گہرا دریا جس میں کوئی تیراکی کرنے والا بھی جائے تو ڈوب جائے۔۔ ایسے پانی میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام کو ڈال دینے کا حکم دیا اور وہ بھی ٹوکری میں، ٹوکری چاہے تو الٹ جائے یا کوئی مگرمچھ اس کو کھا جائے یا پانی اس میں آ جائے، کچھ بھی ہو سکتا ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی ماں نے اللہ کے حکم کو مانا اور اپنے بچے کو ایک ٹوکری میں ڈال کر

دریا میں ڈال دیا۔۔اس وقت موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل "فُ۔وَادُ" تھا، جذبات سے بھرپور۔۔ٹوکری وہاں رکی نہیں دریا کے بہاؤ کے ساتھ بہنے لگی، دریا کے درمیان میں پہنچ گئی اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں ساحل پر کھڑی تھیں، وہ نہ تو اب انھیں بچانے جا سکتی تھیں نہ شور مچا سکتی تھیں، شور مچاتیں تو فرعون کے سپاہی آتے اور بچے کو مار دیتے۔۔اس وقت اس ماں کے کیا جذبات ہوں گے؟ایک ماں اگر اپنے ساتھ بازار میں اپنے چھوٹے سے بچے کو چند لمحے اپنے ساتھ نہ پائے تو اس کا دل منہ کو آجاتا ہے اور یہ تو موسیٰ علیہ السلام کی ماں تھیں، اپنے بچے کو خود سے دور جاتا دیکھ رہی تھیں، کیسے ممکن تھا کہ ان کے جذبات نہ ہوں؟ وہ خوف نہ کھائیں، گھبرائیں نہ، اپنے بچے کی فکر نہ کریں۔۔اس وقت ان کے جذبات کا امتحان تھا، وہ جذبات جو ان کے اپنے کنٹرول میں نہیں تھے۔اللہ نے فرمایا کہ 'اگر ایسا نہ ہوتا کہ ہم اس کے دل کو باندھ کر رکھتے' یعنی انھیں صبر نہ دیتے تو۔۔شروع میں کہا کہ موسیٰ کی ماں کا "فُ۔وَادُ" اتنا بھرا ہوا تھا کہ اس میں جو کچھ تھا وہ پھٹ کر باہر آجاتا، وہ بالکل خالی ہو جاتا، جذبات باہر آجاتے لیکن اللہ نے اسے باندھ کر رکھا، جو اس دل کے اندر تھا اندر ہی رہا۔۔جو قلب تھا قلب ہی رہا، یہاں اللہ نے بتایا ہے کہ کچھ جذباتی صلاحیتیں ہوتی ہیں جو اللہ کی طرف سے آتی ہیں، جذبات کو تھامے رکھنے کی، دل کو باندھ کر رکھنے کی، یہ صلاحیتیں اللہ کی

طرف سے آتی ہیں کسی تھراپی سے نہیں آتیں، نہ کسی انسان کے بس میں ہوتی ہیں۔۔اس لیے جب بھی لگے کہ جذبات بے قابو ہو رہے ہیں یا ہمارے کنٹرول میں نہیں تو ہمیں اللہ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہمارے دل کو اس طرح باندھ دے جس طرح موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کے دل کو باندھا تھا "

سحر ٹوٹ گیا، وہ خاموش ہو گئی

وہ فوراً بولا تھا " It's amazing "

وہ مسکرا دی۔۔

"اور پھر آگے کیا ہوا؟ آگے بھی بتاؤ" کیف چھوٹے بچے کی طرح کہانی سن رہا تھا

اب وہ انگریزی میں باقی داستان سنا رہی تھی، اس کا انگریزی لہجہ اردو سے بھی زیادہ پرکشش تھا

"موسیٰ علیہ السلام کی ماں جنھوں نے انھیں ٹوکری میں ڈالا تھا، ان کی ایک نو دس سال کی بیٹی تھی۔۔ لیکن وہ بہت سمارٹ تھی، ان کی ماں نے اپنی بیٹی سے کہا کہ وہ ٹوکری کا پیچھا کرے، دریا کے ساتھ ساتھ چلے مگر وہ شور نہیں مچائے گی کہ یہ میرا بھائی ہے کیونکہ اگر فرعون کی فوج نے سن لیا تو وہ کیا کریں گے؟ "

کیف جھٹ سے بولا "ماردیں گے" وہ مسکرادی۔

"بالکل اگر وہ شور مچائے گی تو وہ ماردیں گے، سو وہ ٹوکری کا چپ چاپ پیچھا کرتی رہی، پیچھا کرتی رہی جب تک کہ ٹوکری دریا میں تیرتی ہوئی محل کے اندر نہ چلی گئی۔۔وہ باہر کھڑی رہی اور انتظار کرتی رہی کہ دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے؟ "

"پھر؟ "

"پھر کچھ پل بیتے اور اندر سے خواتین باہر آئیں "ہمیں ایک خاتون چاہیئے بچے کو دودھ پلانے کے لیے "اور باہر کون تھا؟" وہ ایک کہانی سنانے والے کی طرح چہرے کے مختلف زاویے بناتی اور ہاتھ کے اشاروں سے بتا رہی تھی۔

کیف مسکرایا "موسیٰ علیہ السلام کی بہن "

"ہاں۔۔وہاں وہ لڑکی کھڑی تھی جس نے ٹوکری کا پیچھا کیا تھا، بولی "ہاں میں ایک خاتون کو جانتی ہوں "اور وہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی بات کر رہی تھی مگر لڑکی نے ظاہر نہیں کیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی بات کر رہی ہے۔۔پھر اس خاتون کو لایا گیا اور اس نے بچے کو دودھ پلایا، ملکہ اس خاتون سے ملیں اور پھر انھیں موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کے لیے رکھ لیا۔۔اس طرح اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ سے ملوادیا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بھی مسکرا رہا تھا

“Oh! It’s a happy ending”

وہ ہنس دی

"ہاں۔۔اللہ پر یقین کرنے والوں کی اینڈنگ ہیپی ہی ہوتی ہے "

اس نے ایک سانس خارج کیا اور اسے دیکھے گیا، ہر بار اسے دیکھنے پر ایک نئے طریقے سے محبت ہوتی تھی۔۔

اب وہ کچھ اور بھی کہہ رہی تھی اور وہ سن رہا تھا

کھڑکی کے اس پار وہیل چیئر پر بیٹھیں خاتون نے بھی سارا قصہ سنا تھا، وہ سنجیدہ سی سپاٹ سی بیٹھی تھیں۔۔ہر دل لیزا اور سٹیفورڈ کرپس کی طرح نہیں ہوتا، کچھ دل صوفیہ کی طرح بھی ہوتے ہیں، پتھر سے!

اکتوبر شروع ہو چکا تھا، پت جھڑ سے شامیں زرد سی ہونے لگی تھیں۔۔ابراہیم اور حوا کی تاریخ طے ہو گئی تھی اور اب شادی کی تیاریاں شروع تھیں، ساتھ ہی ثمر کی بھی رخصتی تھی۔۔یہ ایک سیاہ رات تھی، ہلکی ہلکی ہوا اور سناٹا، گھر میں خاموشی تھی۔۔سمیرا کا بلڈ پریشر

ذرا لو تھا اور وہ جلدی سو گئی تھیں، عبدالرحمن ابھی تک واپس نہیں آئے تھے، چھت پر لڑکا جائے نماز بچھائے دوزانو بیٹھا تھا، نم سانس بار بار اندر کھینچتا اور پھر گال صاف کرتا، کوئی چھت پر آیا تھا اور جوتا اتار کے اس کے ساتھ بیٹھ گیا، ایک ٹانگ اس کی جائے نماز پر تھی اور دوسری زمین پر مگر اسے کوئی فرق نہیں پڑتا تھا، اوپر آنے والے نے سیاہ چادر اوڑھی تھی اور وہ ابراہیم کے بازو سے سر لگائے بیٹھ گئی، اس کی بازو کو اپنے دونوں ہاتھوں میں حمائل کیا اور بولی

"کیا ہوا ہے، اداس کیوں ہیں؟ "

لڑکا کچھ نہ بولا بس آنسو صاف کیے اور نم سانس اندر کھینچی

"آپ جب سے آئے ہیں چپ چپ ہیں، آپ کی شادی ہونے والی ہے مگر آپ پر جوش نہیں ہیں۔۔آپ حوا سے محبت کرتے ہیں، اس کے قہقہے آپ کے گھر گونجیں گے، وہ آپ کی الماری سمیٹا کرے گی۔۔آپ خوش نہیں ہیں؟ "

دونوں ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے وہ سر جھکائے بیٹھا رہا۔۔

"آپ تو کبھی نہیں روئے، ابو کی یاد آ رہی ہے؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا

"امی نے ڈانٹا ہے؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا

"حوا سے جھگڑا ہوا ہے؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا

"دادا نے کچھ کہا ہے؟ "

اس نے گلابی نم آنکھوں سے ساتھ بیٹھی لڑکی کو دیکھا

"بولیں نا۔۔میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے "

لب ہلے تھے اور شاید بولتا بھی مگر آواز رندھ گئی "دادا۔۔ "

"ہوں"

پھر خاموشی

"ایک تو نماز پڑھنے جاتے ہیں اور سارے گاؤں کے مسئلے حل کر کے آتے ہیں "

اس نے اپنی آنکھیں پونچھیں

"دادا۔۔ٹھیک نہیں ہیں "

"ہاں۔۔وہ تو میں دیکھ رہی ہوں، کافی بگڑ گئے ہیں، سارا دن آوارہ گردی کرتے ہیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ مسکرادیا،وہ بھی مسکرائی

"بھائی،نہ روئیں۔۔آپ روتے ہوئے اچھے نہیں لگ رہے۔۔بلکہ میں کوئی الٹی سیدھی حرکت کرتی ہوں آپ مجھے ڈانٹیں "

اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا،پھر بولا تو اداس سا لگا تھا

"دادا کو۔۔ٹی بی ہے "

سکینہ خاموش ہو گئی۔اس کے بازو پر گرفت مضبوط ہوئی

"ڈاکٹر نے کہا ہے کہ پاکستان میں اتنا اچھا علاج نہیں ہے "

ڈھیروں آنسو اس کی آنکھوں سے بہے تھے،ہاتھ کی پشت بھی گیلی تھی

"میں دادا سے بہت محبت کرتا ہوں،میں سب سے زیادہ دادا سے محبت کرتا ہوں،میں ان کے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔میں مر جاؤں گا،میں نہیں رہ سکتا ان کے بغیر "

"بھائی"اس کی آواز کانپی تھی"ایسے نہ کہیں۔۔اللہ سے دعا کریں،وہ ٹھیک ہو جائیں گے"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا،کانوں میں بس ایک ہی آواز گونج رہی تھی۔۔دو دن پہلے وہ واہگہ گیا تھا،دوستوں سے ملنے۔۔سب سے پہلے گھر گیا تھا اور ان کے دراز،الماری،شیلف ہر

چیز چیک کی تھی۔۔ایک فائل ملی تھی جس پر دو ہفتے پہلے کی تاریخ تھی۔۔وہ ان کی فائل اور دوائیاں لے کر ہسپتال گیا تھا،وہاں کیف سے ملا تھا۔۔پھر ایک سینیئر ڈاکٹر سے جن کا کہنا تھا کہ عبدالرحمن کو ٹی بی ہے اور اس کا علاج ابھی پاکستان میں اتنا اچھا نہیں ہے۔۔کیف نے اسے تسلی اور مشورہ دے کر بھیج دیا تھا مگر دماغ نے انکار کیا تھا،اسے یہ بات قبول کرنے میں بہت وقت لگا تھا

"انھیں ٹی بی ہے۔۔پاکستان میں اتنا اچھا علاج نہیں ہے۔۔مریض چند مہینے ہی رہتا ہے مگر میں آپ کو باہر سے پتہ کر کے بتا دیتا ہوں۔۔اگر آپ افورڈ کر سکتے ہیں باہر کا ضرور سوچیں، باہر اس کا اچھا علاج ہے،ایک لمبا عرصہ لگتا ہے مگر مریض ٹھیک ہو جاتا ہے "

وہ سارا راستہ آنکھیں پونچھتا آیا تھا،اس کا دل ٹوٹ گیا تھا،وہ بے پناہ دکھی تھا(

"تم ابھی تک سوئی نہیں تھی؟ "

"نیند نہیں آ رہی تھی "

اس نے ایک گہری سانس خارج کی،اب مسئلے کا حل ڈھونڈنا تھا

"حوا کو یا کسی اور کو مت بتانا،میں نہیں چاہتا بات پھیلے"

"ہوں"اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

رات لمحہ بہ لمحہ گزر رہی تھی، نیچے دروازہ بجا تھا، عبدالرحمن آئے تھے

ایک خاموش سا کمرہ تھا جس میں اس وقت اندھیرا تھا، وہ اس وقت خط لکھا کرتا تھا جب سب سو جاتے تھے، باہر بالکنی کی بتی جل رہی تھی جس سے کہ روشنی اندر بھی آ رہی تھی، کھڑکی کے آگے پردہ گرا ہوا تھا مگر ذرا سا پردہ ہٹا کر وہ دیوار سے ٹیک لگائے گھٹنوں پر موٹی کتاب رکھے، اس پر رکھے سفید کورے کاغذ پر قلم رگڑ رہا تھا

اس لڑکی کے نام جس کے نام سے میرا دل دھڑکتا ہے !

آج ایک سال گیارہ دن بائیس گھنٹے ہو گئے ہیں، انتظار جیسے جیسے اپنے اختتام کو پہنچ رہا ہے یہ محال ہوتا جا رہا ہے، اندر لگی آگ مزید سلگتی ہے اور میں سوچتا ہوں کہ تم سے ملوں گا تو تم میں کیا کچھ بدل گیا ہو گا؟ کیا تم ویسی ہی ہو گی سیاہ چادر میں لپٹی، مسکراتی ہوئی۔۔ مجھے اب رات میں نیند بھی نہیں آتی، تمھیں اپنے سامنے دیکھ کر پتہ نہیں میرا کیا حال ہو گا۔۔ پچھلے کئی ہفتوں سے تمھیں اتنا تصور کیا ہے کہ اب لگتا ہے کہ حقیقت خواب ہے اور خواب حقیقت، بس تھوڑے دن رہ گئے ہیں، پھر میں تم سے مل کر تمھیں بتاؤں گا کہ میں نے کیسے کیسے اور کہاں کہاں تمھیں یاد کیا؟ کیسے میرے دن اداس اور راتیں طویل ہوتی تھیں۔۔ اللہ

تمھاری دلکش ہنسی کو آباد رکھے، تم ہمیشہ مسکراتی رہو۔۔آج میرے سر میں بہت درد ہے اور کچھ طبیعت بھی ناساز ہے،اس لیے جلدی لیٹنے جارہا ہوں۔۔اللہ حافظ

والسلام

تمھارا منتظر

ادیب

اس نے صفحہ تہہ کیا اور الماری میں رکھ دیا، پھر دراز کھولا اور دوائی ہتھیلی میں رکھ کر منہ میں پھانکی، ساتھ پانی کا گلاس منہ سے لگایا۔۔بستر میں خاموشی سے لیٹا چھت گھور رہا تھا، باہر کی روشنی اب بند تھی۔۔

---

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

صبح صبح وہ ناشتہ کرنے کے لیے بیٹھے تھے، سمیرا اور سکینہ ناشتہ بنا رہی تھیں اور وہ عبدالرحمن کے ساتھ بیٹھا باتیں کر رہا تھا، چارپائی پر چوکڑی مار کر بیٹھا لڑکا اپنے دادا کے ہاتھ پر ہاتھ مار کر ہنسا تھا

"دادا۔۔مجھے وہاں جا کر اتنا غصہ آتا ہے نا۔۔پتہ نہیں کہاں کہاں سے نکل نکل کر غصہ برس رہا ہوتا ہے" وہ گھٹنوں کے گرد بازوؤں کا حلقہ بنائے بیٹھ گیا

"کنٹرول کیا کرو، یہ اچھی بات نہیں ہے "

"مجھے لگتا ہے یہ بیماری جدی پشتی ہے" اس نے پتلیاں سکیڑ کر انھیں دیکھا۔

انھوں نے سوالیہ ابرو اٹھایا "کیا تم مجھ پر چڑھائی کر رہے ہو؟ "

وہ مسکرا دیا، شانے اچکائے

دفعتاً باہر کا دروازہ کھلا اور وہ اٹھ کر گیا، باہر ڈاکیا تھا اور عبدالرحمن کے نام کا خط لے کر آیا تھا۔۔دستخط کرنے کے بعد وہ خط اندر لے آیا

"یہ آیا ہے، سیالکوٹ سے" وہ لفافے کو الٹا کر کے دیکھ رہا تھا، پھر خط عبدالرحمن کی طرف بڑھایا

انھوں نے لفافہ چاک کیا اور صفحہ نکال کر پڑھنا شروع کیا، وہ سنجیدہ سے ہو گئے تھے

"ان للہ وانا الیہ راجعون "

سمیرا نے گردن موڑ کر دیکھا "خیریت ابا؟ "

"اشفاق کا انتقال ہو گیا "

وہ بھی اداس سی ہو گئیں، پھر ان للہ پڑھ کر روٹی توے پر رکھی

"یہ اشفاق کون ہیں؟" دیوار سے ٹیک لگائے ابراہیم نے تجسس سے پوچھا تھا

"حماد کا چچا "

وہ خاموش رہا۔

"چلو۔۔میں آسیہ اور خالدہ کو بتا آؤں، ناشتہ کر کے نکلتے ہیں "

اور وہ اٹھ کر چلے گئے۔۔وہ تکیہ گود میں رکھے اس کے دھاگے کھینچ رہا تھا۔

ناشتے کے بعد وہ جانے کی تیاری کر رہے تھے، ابراہیم اور سکینہ نہیں جا رہے تھے۔۔وہ عبدالرحمن کے ساتھ صوفے پر بیٹھا ان سے کسی بات پر ضد کر رہا تھا

"آپ کو دوائی دے رہا ہوں، آپ مجھ سے وعدہ کر کے جائیں کہ آپ دوا لیں گے۔۔ نہیں تو میں آپ کو نہیں جانے دے رہا "

"ابراہیم۔۔"

"آپ وعدہ کر رہے ہیں یا نہیں؟ "

انھوں نے ایک سانس خارج کی "اچھا ٹھیک ہے۔۔بہت ضدی ہو گئے ہو "

"بد تمیز اور ہٹ دھرم بھی "وہ ڈھٹائی سے مسکراتے ہوئے بولا تھا

اور ادھر ساتھ والے گھر میں حوا کی عزت افزائی ہو رہی تھی

"چپ کر کے رہنا ہے، کوئی الٹی سیدھی خبر ملی یا تو نے کوئی کارنامہ انجام دیا تو میں نے تیر حشر کر دینا ہے "

وہ الماری سے چادر نکالتے ہوئے مسلسل اسے ہدایات دے رہی تھیں۔۔

"جی اچھا "صوفے پر خاموشی سے جمی کو گود میں بٹھائے اس کی کمر سہلا رہی تھی

ثمر ساتھ جا رہی تھی اور بی جان حوا کے ساتھ سمیرا کی طرف رہنے والی تھیں۔۔

ظہر کے وقت وہ لوگ نکل گئے تھے اور اب حوا کے گھر تالا لگا تھا۔۔سکینہ اور حوا چارپائی پر بیٹھ کر سارے زمانے کی کہانیاں ایک دوسرے کو سنا رہی تھیں، گود میں فریم بھی پڑا تھا مگر انھیں باتیں کرنے میں مزہ آ رہا تھا۔۔

"میں نے ابھی تک اس کا ہونے والا دلہا نہیں دیکھا۔۔آتے جاتے زہرا گلتی ہے "

"یہ نہیں سدھرے گی، تم اس سے کم ہی بات کیا کرو، بس جانے ہی والی ہے گھر سے"

سکینہ نے لقمہ دیا تھا

کتاب ہاتھ میں پکڑے اندر بیٹھا ابراہیم سنجیدہ سا تھا۔۔

رات کو بی جان کے گھٹنے میں درد تھا اور وہ چارپائی پر بیٹھا ان کے گھٹنے دبا رہا تھا

"رہنے دے۔۔لوگ دیکھیں گے تو کیا کہیں گے۔۔اتنا بڑا فوجی ہے، میں تجھ سے ٹانگیں دبوا رہی ہوں" وہ بار بار اسے منع کر رہی تھیں اور وہ ڈھیٹ بنا ہوا تھا

"بس کر دیں۔۔ بچپن میں نوالے بنا بنا کر جب میرے منہ میں ڈالتی تھیں تب یہ لوگ کہاں تھے۔۔چپ کر کے بیٹھ جائیں"

پاس ہی چولہے کے سامنے بیٹھی حوا اور سکینہ کھانا بنا رہی تھیں، سکینہ نے سالن بنایا تھا اور حوا روٹیاں بنا رہی تھی

"سکینہ، مجھے زیتوں کا تیل لگا دے، بڑی درد ہے" سکینہ نے سالن میں ڈوئی ہلائی اور اٹھ گئی

"چلیں آئیں، میں آپ کو تیل لگا دوں۔۔شاید آرام آ جائے"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور وہ انھیں لے کر اندر چلی گئی، باہر اندھیرا بڑھ رہا تھا، کھونٹی پر چراغ بھی ٹنگا تھا۔۔وہ آخری دو زینوں پر بیٹھا اسے روٹیاں بناتا دیکھ رہا تھا، حوا کی پشت اس کی جانب تھی، کبھی روٹی اتنی لمبی ہو جاتی کہ وہ پھٹ جاتی اور کبھی چھوٹی اور پتلی ہوتی، وہ بے زار آ گئی تو وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے اس کی طرف بڑھا اور ساتھ بیٹھ گیا

"ادھر لاؤ۔۔میں بناتا ہوں "

وہ حیرانی سے ساتھ بیٹھے ابراہیم کو دیکھ رہی تھی

اس نے ایک پیڑا پکڑا اور روٹی بنانا شروع کی

"آپ کو روٹی بنانا آتی ہے؟ "

"ہاں۔۔مجھے باتیں بنانے کے علاوہ اور بھی بہت کچھ آتا ہے" اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا جو سر جھکائے بیلن سے روٹی بڑی کر رہا تھا۔۔وہ شرمندہ ہوئی تھی، بمشکل تھوک نگلا تو اگر مم ہوا تو اس نے روٹی ڈال دی

"آپ رہنے دیں، میں بنالوں گی۔۔بی جان کیا سوچیں گی؟ "

وہ اب دوسری روٹی بنا رہا تھا

"کیا سوچیں گی؟ "

"کہ آپ نے روٹیاں بنائی ہیں "

"میں نے روٹیاں بنائی ہیں، تم تو بہت اچھے نقشے بنا رہی تھی "

اب کی بار اس نے بڑی مشکل سے اپنی مسکراہٹ دبائی۔

اس کا دل کیا یہیں رو دے، یہ اچھا ہے ہر بات پر بے عزتی ہو رہی ہے۔۔وہ منہ بسور کر بیٹھ گئی

اس نے روٹی کو دوسری طرف پلٹا، پھر اچھے سے اسے بنا رہی تھی۔۔ایک روٹی بن گئی، دوسری روٹی حوا نے اپنے ہاتھوں میں لی اور اسے توے پر رکھا مگر ساتھ ہی چھوٹی انگلی گرم گرم توے پر لگی

"سس!"وہ کراہی تھی

اس نے ایک گہری سانس لی"دکھاؤ ادھر"اس نے ہاتھ بڑھایا مگر حوا نے ہاتھ پیچھے کھینچ لیا

"رہنے دیں۔۔پھر اور باتیں سنائیں گے"آنسوؤں کا گولا اس کے گلے میں پھنس گیا تھا

اس نے پھر سے ہنسی دبائی"اچھا نہیں سناتا۔۔ہاتھ تو دکھاؤ، چھالہ بن جائے گا "

اسے غصہ آ رہا تھا"کوئی بات نہیں، ایک چھالے سے کوئی مر نہیں جاتا "

"ایویں۔۔ایک چھوٹا سا چھالہ بنتا ہے اور پھر تمھیں پتہ ہے برسات کے موسم میں تو ویسے بھی زخم اتنی جلدی صحیح نہیں ہوتا تو وہ چھالہ بڑھتا جاتا ہے۔۔یہاں تک کہ وہ ہتھیلی اور پھر انگلیوں تک پھیل جاتا ہے۔۔پھر سارا ہاتھ جامنی رنگ کا ہو جاتا ہے اور درد تو۔۔اف! اللہ دشمن کو بھی بچائے۔۔پھر ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں اور ڈاکٹر کہتا ہے آئی ایم سوری، ان کا ہاتھ کاٹنا پڑے گا" وہ روٹی بناتے ہوئے بول رہا تھا

اس نے فوراً اپنے ہاتھ کو دیکھا، ایک تھوک نگلا، سارا غصہ ختم ہو گیا تھا

"پھر کیا ہوتا ہے؟ "

وہ اب تیسری روٹی توے پر ڈال رہا تھا

"پھر۔۔پھر آپ کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔۔لیکن صرف یہیں تک نہیں، وہ جو کٹا ہوا ہاتھ ہوتا ہے اس کے کچھ جراثیم آپ کے بازو تک چلے جاتے ہیں اور یہ مرض آپ کے بازو میں پھیلنے لگتا ہے "

"کون سا مرض؟ "

"یہی" وہ گڑبڑایا "چھالے والا مرض "

"اچھا۔۔پھر کیا ہوتا ہے؟ "

اس نے حوا کو گھورا

)بڑا مزہ آرہا ہے کہانی سننے میں، بی بی تمھارے اپنے ہاتھ پر چھالہ بن جائے گا مگر نہیں!

کہانی تو سن لے پہلے (

"پھر۔۔وہ مرض پھیلتا جاتا ہے اور دل تک پہنچ جاتا ہے "

"پھر کیا ہوتا ہے؟"

اب اسے ہنسی آرہی تھی

"پھر۔۔بندہ اپنے گھر والوں سے معافی مانگتا ہے "

"کیوں۔۔اس نے کیا کیا ہے؟ "

"ارے۔۔وہ مرنے والا ہوتا ہے"اس نے ایک گہری سانس لی

"ہیں۔۔ایک چھالے سے موت۔۔ایسے بھی ہوتا ہے "

"ایسے ہی ہوتا ہے"چار روٹیاں بن چکی تھیں اور اب یہ آخری روٹی تھی

"اب میں کیا کروں؟ "

"اب آپ ہاتھ دھوئیں اور کھانے کے لیے بیٹھ جائیں۔۔یہ آپ کا خاندانی ملازم ہے نا۔۔

آپ کے لیے کھانا لا رہا ہے "

اس کا سارا تجسس ختم ہوا، ایک اور بار بے عزتی ہو گئی

"میری روٹی نہ بنایئے گا۔۔مجھے بھوک نہیں ہے "

اور وہ فوراً اٹھ کر چلی گئی

اس نے آگ بجھادی، اب اسے بھی بھوک نہیں تھی

کھانے کے وقت وہ چھت پر تھی، وہ نیچے نہیں آئی۔۔اس کی اپنی بھوک اڑی ہوئی تھی

"حوا کو بلا لاؤ۔۔اس نے دوپہر میں بھی کچھ نہیں کھایا" بی جان نے سکینہ کو دیکھا

سکینہ جانے لگی تھی مگر وہ خود کھڑا ہو گیا "میں بلا لاتا ہوں "

وہ اپنی چھت پر تھی، سٹور کی پچھلی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھی، آسمان دیکھ رہی تھی۔۔وہ اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا

"آج کیا ہوا کھانے کا ارادہ ہے؟ "

وہ بھی دیوار کے ساتھ ٹیک لگائے آسمان دیکھ رہا تھا

"جو بھی کھاؤں۔۔آپ کو کیا؟ "

"ہاں بھئی، تم جو بھی کھاؤ، چاہے میرا دماغ کھا جاؤ۔۔میں تمھیں کچھ نہیں کہوں گا "

اس نے گردن موڑ کر ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا

"کچھ نہیں کہوں گا۔۔اتنی باتیں سنائی ہیں اور کچھ نہیں کہوں گا "

"کون سی باتیں؟"جھٹ سے بولا

"یہی کہ میں نے نقشے بنائے ہیں، میں باتیں بناتی ہوں، آپ میرے ملازم ہیں اور۔۔ "

"اور؟ "

"اور یہ کہ میرے ہاتھ پر چھالہ بن جائے گا"وہ دوبارہ منہ پھلا کر بیٹھ گئی

وہ چوکڑی مارے مٹھی تھوڑی تلے رکھے اسے دیکھ رہا تھا"اور؟ "

"مجھ سے بات نہ کریں"اور وہ سر جھکائے بیٹھ گئی

"کھانا کھائیں؟ "

"مجھے بھوک نہیں ہے "

اس نے سر ہلایا اور اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا

وہ ساتھ پڑے ایک چھوٹے پتھر سے فرش پر لکیریں کھینچ رہی تھی۔۔

"ابھی بھی بھوک نہیں ہے؟"چند پل بیتے تھے اور وہ دوبارہ بولا

"نہیں "

وہ پھر خاموش ہو گیا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"باہر چلیں؟ "

"نہیں "

"چائے پیتے ہیں؟"سامنے دیکھے بول رہا تھا

"نہیں "

"تم خفا ہو؟ "

"نہیں"پھر اس کی طرف دیکھا۔۔ذرا سا گڑبڑائی"ہاں "

"ابھی تو تم نے نہیں کہا تھا؟ "

وہ اٹھ گئی اور اس کے سر پر کھڑی ہو کر چلائی

"مجھے تنگ نہ کریں، میرا دل بہت دکھا ہوا ہے، مجھے اکیلا چھوڑ دیں "

اور کہتے ہی وہ وہاں سے چلی گئی۔۔وہ وہیں بیٹھا رہا

)اف! میں رو رہا تھا کہ مجھے غصہ آتا ہے، یہاں مجھ سے بھی بڑے مریض ہیں (

وہ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی تھی، رو رہی تھی، بار بار آنسو پونچھتی اور نم سانس اندر کھینچتی۔۔(وہ اس کے پیچھے نہیں آیا۔۔وہ اسے منانے نہیں آیا، وہ اسے کہے گی کہ چھوڑ دو تو کیا وہ اسے چھوڑ دے گا؟۔۔یہ نیا دکھ تھا، آنسو اور بہنے لگے)

وہ دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑی خاموش سے کھیت دیکھ رہی تھی، قدموں کی آہٹ سنائی دی تھی مگر وہ پلٹی نہیں

"سوری" وہ چھوٹی دیوار پر بیٹھ گیا

وہ کچھ بھی نہ بولی

"سوری۔۔مجھے نہیں پتہ تھا میری باتیں تمھیں اتنی بری لگیں گی۔۔آئندہ نہیں بات کروں گا" وہ سینے پر بازو لپیٹے اسے دیکھ رہا تھا

اس کے آنسو تھم گئے (وہ اب کبھی بات نہیں کرے گا؟) دل دھڑکا تھا

"آپ چلے جائیں، میں غصے میں ہوں، کچھ برا بول دوں گی "

"کوئی بات نہیں۔۔میں سن لوں گا "

ایک خاموشی

"مجھے بھوک لگی ہے، کھانا کھائیں؟ "

وہ خاموش رہی، پھر ذرا سا پلٹی "کھالیں، میں نے روکا نہیں ہے "

"مگر تم رو رہی ہو" چھوٹی دیوار پر بیٹھ گیا

"میری عادت ہے"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"بہت بری عادت ہے "

"میں بھی بہت بری ہوں "

"وہ تو میں بھی ہوں "

پھر ایک خاموشی

"میرے لیے کوئی نہیں آتا، آپ بھی جائیں "

اس نے اب منہ دیوار کی طرف موڑ لیا

"میں تو آؤں گا "

"ایک بار آئے ہیں، کل کو نہیں آئیں گے" منہ پھلائے کھیتوں پر ہر جمائے بول رہی تھی

"ہر بار آؤں گا "

اس نے آنکھیں پونچھ لیں

"باتیں بہت بناتے ہیں "

"اپنی منکوحہ کے لیے روٹیاں بھی بناتا ہوں "

وہ مسکرا دی، پھر پلٹی اور اسے دیکھا

"کھانا کھا لیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابراہیم نے گردن اٹھا کر آسمان کو دیکھا اور دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے "یا اللہ تیرا شکر ہے" اور ہاتھ چہرے پر پھیر لیے

وہ ہنس دی۔۔وہ بھی مسیرا یا

اب دونوں سیڑھیوں سے نیچے اتر رہے تھے۔۔

وہ دن بھر مصروف رہتا تھا یا شاید خود کو مصروف رکھتا تھا،اس کی زندگی میں جگہ جگہ سوراخ تھے،ایک خلا تھا اور وہ اس خلا کو کبھی بھرنا نہیں چاہتا تھا۔۔اسے عادت تھی،اسکی فطرت تھی،جو چیز اسے ادھوری ملتی تھی وہ اسے کبھی پورا نہیں کرتا تھا،وہ سب کچھ فکس نہیں کر سکتا تھا اور نہ اس نے کبھی کوشش کی تھی مگر زندگی میں اصل بدلاؤ تو تب آیا تھا جب وہ آئی تھی،وہ جس کے ہونے سے لاہور میں زندگی نظر آتی تھی۔۔

یہ ایک مصروف سا فٹ پاتھ تھا،لوگ آ رہے تھے جا رہے تھے،کوٹ پہنے جیبوں میں ہاتھ دیے مسکراتے ہوئے لوگ،دوسری جانب بہت سے کیفے زاور بیکریاں تھیں،باہر شیشے کی دیوار سے اندر کا سب نظر آ رہا تھا،پیلی پیلی روشنیاں،وہ ایک فٹ پاتھ پر بیٹھا تھا،سیاہ کوٹ

پہنے، پہلے سے زیادہ خوبصورت ہو گیا تھا مگر بال ابھی بھی الجھے تھے۔۔ پیچھے ذرا سا فاصلے پر ایک آدمی اپنے گروپ کے ساتھ گٹار بجا رہا تھا، اس کی تاروں کو چھیڑتا سر پیدا کر رہا تھا

اس کے ہاتھ میں ایک تصویر تھی، ایک لڑکی اسے دیکھتے ہوئے مسکرا رہی تھی، اس تصویر میں وہ بھی تھا مگر آج سے بہت پہلے والا، وہ اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا، یہ بادشاہی مسجد کا کھلا صحن تھا۔۔ پیچھے سورج غروب ہوتا دکھائی دے رہا تھا، دل بے پناہ اداس تھا، اس کا کوئی خط نہیں آیا تھا، کیا لیزا شیخو کو بھول سکتی ہے؟ اس نے تصویر پر ہاتھ پھیرا، آنکھیں گلابی پڑنے لگیں، ہاتھ کانپ رہا تھا اور اسے ٹھنڈ لگنے لگی تھی، اس نے تصویر کوٹ کے اندر والی جیب میں ڈال لی اور اٹھ کھڑا ہوا، موسیقی کا شور پیچھے رہ گیا۔۔ کچھ فاصلے پر چل کر وہ لندن برج کے پاس آ کھڑا ہوا، ریلنگ پر بازو جمائے پانی میں دیکھتا ہوا، پانی میں شہر الٹا نظر آ رہا تھا، روشنی لہروں کے ساتھ رقص کر رہی تھی۔۔ اس نے گردن اٹھا کر آسمان کو دیکھا، وہ دل کی عادت تھی اور وہ عادت سے مجبور تھا۔۔ ایک گہری سانس لی

"آپ مجھے ایک آواز دیں گی میں آسمان پر بھی ہوا تو سب چھوڑ دوں گا۔۔ لوگ کہتے ہیں میں کامیاب ہوں۔۔ میں کہتا ہوں میں کامیاب بنا ہوں اور آپ نے مجھے کامیاب بنایا ہے۔۔ اگر شیخو کی زندگی میں لیزا نہ ہوتی تو شیخو آج کسی چائے کی ڈھابے یا کسی ہوٹل میں لوگوں کی

باتیں سن رہا ہوتا۔میں آپ کا ادب کرتا ہوں اور بہت ادب کرتا ہوں۔۔"اس سے آگے حقیقت کا اقرار وہ نہیں کر پاتا تھا،دل ڈرتا تھا اور وہ اس حقیقت سے بھاگتا تھا جو بہت خطرناک ہوتی ہے۔۔

یہ وسط اکتوبر کی ایک شام تھی،درخت سے جھڑے ہوئے پتوں کی طرح زرد شام۔۔

اس شام ایک لڑکی باغ جناح میں کھڑی ایک درخت سے تھوڑے فاصلے پر لگے جھولے پر بچوں کو جھولتا دیکھ رہی تھی۔۔اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا پیکٹ تھا جس میں بہت سی جیلیز تھیں اور وہ رنگ برنگی جیلی نکالتی اور منہ میں رکھتی،انھیں چباتے ہوئے بچوں کو دیکھ رہی تھی۔۔اس کے بال کندھوں تک آتے تھے اور نفاست سے یو شکل میں کٹے ہوئے تھے،اس نے مسٹرڈ کلر کی گھٹنوں سے ذرا نیچے آتی قمیض پہن رکھی تھی جس کے نیچے سفید ٹراؤزر تھا، کندھے پر ایک پرس لٹکا تھا جس کے ایک طرف سفید رنگ ایک ربن لگا تھا۔۔گلے میں سفید سٹالر لیا ہوا تھا

کچھ پل بیتے تھے اور اسے اپنے پیچھے کسی کے گلا کھنکھارنے کی آواز آئی اور وہ مڑی

پیچھے شلوار قمیض میں ملبوس ایک لڑکا کھڑا تھا، جو کہ اس کے آگے ذرا سا جھکا ہوا تھا، ہاتھ میں گل بابونہ تھے جو وہ اسے دے رہا تھا، وہ مسکرا دی اور پھول لے لیے

"شکریہ "

لڑکا سیدھا ہوا اور سر کو ذرا سا خم دیا۔

لڑکی نے ہاتھ میں پکڑے جیلی کا پیکٹ اس کی طرف کیا اور اس نے ایک جیلی لے کر منہ میں رکھی، میٹھی سٹرابری فلیور والی جیلی۔

"بہت اچھا لگ رہا ہے، تمھیں یوں دیکھ کر "

لڑکی نے گردن موڑی اور اپنے کندھے سے ذرا اونچے لڑکے کو گردن اٹھا کر دیکھا، وہ دونوں ساتھ ساتھ چل رہے تھے

"مجھے بھی"

"یونیورسٹی کب سے جا رہی ہو؟" اب وہ بنچ پر بیٹھے ہوئے تھے، ساتھ ساتھ درمیان میں تھوڑے فاصلے پر۔۔

"اب تک تو ڈگری بھی پوری ہو جاتی" وہ مایوس ہوئی تھی، سر جھکا دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کوئی بات نہیں۔۔تم اتنی اچھی پینٹنگ کرتی ہو، جہاں سے چھوڑا تھا وہیں سے شروع کرو "

اس نے سر اٹھایا اور ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا، جس نے ہلکے بھورے رنگ کی شلوار قمیض پہن رکھی تھی، کلائی پر بندھی گھڑی تھی۔۔اثبات میں سر ہلایا، ہلکا سا مسکرائی۔

ساتھ بیٹھے لڑکے نے مطمئن سی لڑکی کو دیکھا جو کہ سامنے دیکھ رہی تھی۔۔

"لیزا"اس نے گلا کھنکھارا

دل بے پناہ دھڑکا۔۔

"ہوں"وہ اسے دیکھ رہی تھی

"وہ۔۔آ"اس نے ایک گہری سانس لی مگر دل نارمل نہیں ہوا، دھڑکنے میں شدت آئی تھی

"کیا ہوا؟"وہ اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہی تھی

"وہ۔۔"اس نے اپنی دائیں جیب میں ہاتھ ڈالا اور مٹھی باہر نکالی، اس میں کچھ تھا جو اس نے بنچ پر رکھا۔۔

لیزا نے گردن جھکا کر اسے دیکھا، کیف نے پہلے بنچ پر پڑی انگوٹھی کو دیکھا پھر اس لڑکی کو جو سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی۔۔ لڑکے نے دوبارہ انگوٹھی کو دیکھا

"تم آزاد ہو، چاہے تو مجھے انکار کر دو۔۔ میں قطعاً برا نہیں مناؤں گا مگر۔۔"

اس نے لڑکی کو دیکھا "میں۔۔ تمھارے ساتھ ہر موسم دیکھنا چاہتا ہوں۔۔ خزاں بھی بہار بھی۔۔ تمھیں چاہنا میرے بس میں نہیں تھا، تمھیں نہ چاہنا میرے بس میں نہیں ہے۔۔ میں تمھارے معاملے میں بے بس ہوں "

پھر خاموش ہو گیا، ساتھ بیٹھی لڑکی کوئی خواب دیکھ رہی تھی، کوئی طلسم سا سحر سا، دل دھڑک رہا تھا، سانس رکی ہوئی تھی۔۔ اس کی آنکھیں گلابی پڑنے لگی تھیں

اس نے رخ موڑ لیا، بایاں ہاتھ بنچ کے کنارے پر رکھے اسے زور سے تھاما تھا، آنکھیں بند کیے گہری سانس لی۔۔

ساتھ بیٹھے لڑکے کا دل ڈوب گیا تھا، اس نے شاید اسے کھو دیا گیا، شاید بہت جلدی کر دی تھی یا شاید بہت دیر۔۔ وہ سر جھکائے بیٹھا تھا، ہر طرف خاموشی تھی.. کوئی قہقہہ، کوئی شور کچھ نہیں تھا۔۔ درخت کے پتے بے جان اور زرد ہو گئے تھے، شام مزید اداس تھی۔۔ پھول لڑکی کی گود میں تھے

لڑکی نے لڑکے کو دیکھا، وہ سر جھکائے بیٹھا تھا، خاموش سا۔۔لیزا نے کانپتا ہوا ہاتھ بے تحاشا دھڑکتے دل سے آگے بڑھایا، ہاتھ اب بنچ پر رینگ رہا تھا، اس نے انگشت شہادت سے انگوٹھی اس کی طرف سرکا دی، انگوٹھی کیف کے قریب ہو گئی، لیزا سے دور ہو گئی۔۔کیف نے آنکھیں بند کر لیں، دل سے خون بہہ رہا تھا جس کے آثار آنکھوں میں نظر آ رہے تھے۔۔

لیزا آہستہ آواز میں بولی تھی

"یہ۔۔تم مجھے ہمارے نکاح کے بعد دینا "

ایک لمحہ آیا تھا اور گزر گیا تھا، ڈوبتا دل اچھل کر باہر آیا تھا، اس نے جھٹ سے آنکھیں کھول لیں اور گردن اٹھا کر لڑکی کو دیکھا، گلابی نم آنکھیں گلابی نم آنکھوں سے ملی تھیں۔۔لیزا مسکرائی تھی۔۔وہ بس اسے دیکھتا رہا پھر وہ بھی مسکرایا، آنسو آنکھ سے ٹوٹ کر گال پر بہا تھا مگر وہ مسکرایا تھا، دوبارہ زندگی ملنا کیا ہوتا ہے کوئی اس سے پوچھے، گھٹن زدہ ماحول میں اسے آکسیجن ملی تھی۔۔باغ میں خزاں کے موسم میں بھی پھول کھلے تھے، بچے مسکرا رہے تھے، پھولوں کی خوشبو ہر طرف تھی

اس نے نم سانس اندر کھینچی

"قبول ہے "

یہ اقرار کا لمحہ تھا، یہ اظہار کا لمحہ تھا

اور اس نے انگوٹھی دوبارہ جیب میں رکھ لی۔۔

لڑکی اب تھوڑی تلے مٹھی رکھے اسے دیکھ رہی تھی، کیف نے آنکھیں صاف کیں، منظر واضح ہوا

"تمھیں میں کب اچھی لگی؟ "

"تم مجھے کب اچھی نہیں لگی "

اس کے اظہار پر اس کے گال گلابی ہوئے، پھر مسکرا دی، وہ پھر سے مسکرایا تھا

لیزا نے ساتھ پڑے پرس کو گود میں رکھا، اس کے ساتھ سے سفید ربن کی گرہ کھول کر اسے پرس سے علیحدہ کیا اور ربن ہاتھ میں پکڑ کر کیف کو دیکھا

"اپنا ہاتھ دکھاؤ "

لڑکے نے اپنا ہاتھ بڑھایا، اجلا ہاتھ جس میں سبز اور نیلی سی بہت سی رگیں نظر آ رہی تھیں، کلائی سے ذرا پہلے ذرا سے بال تھے، لمبی انگلیاں اور نفاست سے کٹے ناخن۔۔ وہ بہت نفیس سا تھا

لیزا نے اس کی تیسری انگلی پر ربن باندھ دیا، گرہ ہتھیلی کی طرف لگائی

"اب تم مجھ سے بھاگ نہیں سکتے، میں نے تمھیں قید کر لیا ہے "

وہ انگلی کو دیکھ کر ہنسا" مجھے یہ قید تاعمر منظور ہے، شہزادی "

لڑکی ابھی تک مسکرا رہی تھی، اس کی زندگی بدل رہی تھی۔۔

شام ڈھل رہی تھی، وقت مغرب کی طرف بڑھ رہا تھا

وہ اس کے ساتھ پیدل چلتا آ رہا تھا، وہ اسے بتا رہا تھا کہ کس طرح قیس نے اسے کہا کہ اسے اظہار کر دینا چاہیئے، کس طرح وہ ہمت کر کے آیا تھا اور اب وہ اپنا گھر بھی بدلنے والے تھے، جس میں خاص طور پر اس نے باغ دیکھا تھا کیونکہ لیزا کو پودے اور باغ کا بہت شوق تھا۔۔

وہ گھر کے سامنے کھڑا تھا، کیف کا دل کیا کہ وہ ابھی نہ جائے، وہ کبھی نہ جائے مگر اسے جانا تھا۔۔

"اچھے سے پیپر زدو۔۔ پھر ہم مل کر ہمارا گھر سجائیں گے "

Clubb of Quality Content

اس نے جھک کر سر کو خم دیا، وہ دروازے کے سامنے دوسرے زینے پر کھڑی تھی، اس نے مسکرا کر ہاتھ ہلایا اور وہ اندر چلی گئی۔۔ وہ بھی واپس جا رہا تھا، کچھ شامیں کتنی حسین ہوتی ہیں نا مگر وہ چھوٹی ہوتی ہیں!

پورے گھر میں سناٹا تھا اور اندھیرا ابھی، باہر کھونٹی سے صرف ایک لیمپ ٹنگا تھا۔۔ حوا اور سکینہ بیڈ پر سوئی تھیں جبکہ ابراہیم پاس ہی صوفے پر پڑا سو رہا تھا، بی جان ایک طرف چارپائی پر سو رہی تھیں۔۔ صرف گہری سانس کی آواز تھی، آسمان پر ستارے تھے مگر چاند غائب تھا۔۔

اس کی پلکیں پھڑپھڑائی تھیں، اسے پر طرف اندھیرا نظر آ رہا تھا، ہاتھ پیر ہلانے کے باوجود وہ ہل نہیں پا رہی تھی، کسی نے اسے جیسے باندھ دیا تھا، اس کا تنفس تیز ہونے لگا تھا

"ابو"!

وہ ایک دم چلائی تھی اور پھر اٹھ بیٹھی، ساتھ ہی سکینہ بھی نیند سے جاگ گئی، صوفے پر لیٹے ابراہیم بھی یک دم اٹھا تھا

"کیا ہوا؟" سکینہ اس کو کندھے سے تھامے پوچھ رہی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور وہ ہونقوں کی طرح اسے دیکھ رہی تھی۔۔اس کے ماتھے پر پسینے کے قطرے تھے اور سانس تیز تھی،ہاتھ یخ ٹھنڈے تھے اور وہ رو رہی تھی

"یہاں۔۔اندھیرا کیوں ہے؟ "

وہ اٹھا اور باہر جلتا چراغ لے آیا،کمرے میں روشنی ہوئی تو اسے اندازہ ہوا کہ وہ اس وقت ابراہیم کے گھر ہے

"حوا۔۔یہاں ہم ہیں۔۔کچھ بھی نہیں ہوا "

سکینہ اس کا ہاتھ تھام کر اسے تسلی دے رہی تھی۔۔

"مگر اس نے مجھے کمرے میں بند کر دیا تھا۔۔وہاں اندھیرا تھا" وہ ٹوٹے پھوٹے لفظوں میں اسے بتا رہی تھی۔۔

وہ اٹھا اور مٹی کے گلاس میں پانی انڈیلا،اسے دیا۔۔اس نے کانپتے ہاتھوں سے پانی پیا تھا

"حوا۔۔کیا ہوا بیٹے؟ "

بی جان بھی اٹھ چکی تھیں

"کچھ نہیں۔۔ویسے ہی کوئی خواب دیکھا ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اوہو" وہ اس کے ساتھ بستر پر بیٹھ گئی تھیں اور اس کے چہرے کے گرد بکھرے بالوں کو کان کے پیچھے اڑسا

"یہ اکثر ڈر جاتی ہے۔۔کوئی بات نہیں ہوتی، آیت الکرسی پڑھو اور سو جاؤ "

اب تنفس نارمل ہوا تھا، اس نے اثبات میں سر ہلایا

پھر وہ چلی گئیں، سکینہ بھی دوبارہ لیٹ گئی۔۔اس نے سائیڈ ٹیبل سے لیمپ پکڑ کر سامنے دیوار سے لٹکا دیا، وہ آنکھوں میں خوف لیے اسے ہی دیکھ رہی تھی، وہ مڑا اور ان کی نظر ملی

"تم ٹھیک ہو؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور لیٹ گئی، وہ بھی صوفے پر دوبارہ آ گیا

کچھ دیر بعد وہ اٹھی اور دیوار سے لٹکا لیمپ اتارا اور دوپٹہ لے کر اوپر چلی گئی، اوپر ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔۔اس نے چھوٹی دیوار پر لیمپ رکھا اور ساتھ پڑی چارپائی پر بیٹھ گئی، ٹانگیں سینے سے لگائے گھٹنوں کے گرد بازوؤں کا حلقہ بنائے، آسمان کو دیکھ رہی تھی۔۔اسے نیند نہیں آئی تھی اور ابھی رات کا دوسرا پہر تھا۔۔کوئی اوپر آیا تھا اور اس کے سامنے چند فاصلے پر بیٹھ گیا، وہ کچھ بھی نہ بولی، خاموش رہی

"نیند نہیں آ رہی؟ "

ابراہیم کے پوچھنے پر اس نے دائیں بائیں سر نفی ہلایا

"کیوں؟ "

"ویسے ہی" آواز ہلکی تھی

"تمھیں ڈر لگ رہا ہے؟ "

اس نے سر جھکا دیا

"اچھا چلو میں تمھیں کچھ دکھاتا ہوں "

اور وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔

ابراہیم نے قمیض کی جیب سے ایک چمڑے کی چھوٹی پوٹلی نکالی (وہی جو چندہ وادی میں اسے چھوٹی لڑکی نے دی تھی)

وہ غور سے اسے دیکھ رہی تھی، ابراہیم نے اس کی چھوٹی سی تسموں کی طرح کی رسیاں الگ کیں اور گرہ کھل گئی، اس نے اندر ہاتھ ڈالا اور ایک چمکتی چیز باہر آئی، اس نے چمکتی گول سی گیند نما چیز ہتھیلی پر رکھ کر اس کی طرف بڑھائی، وہ بس آنکھیں کھولے اسے دیکھ رہی تھی، وہ مسکرایا

"یہ کیا ہے؟ "

"یہ ایک گیند ہے،ایک بال،اس میں سے روشنی نکلتی ہے،پلاسٹک نما شیشے کی بنی گیند ہے،جتنا زیادہ اندھیرا ہوتا ہے یہ اتنی چمکتی ہے۔۔جب صبح ہو گی تو اس میں روشنی بہت کم ہو گی مگر اب دیکھو جتنی گہری رات ہے اس میں سے اتنا زیادہ نور نکل رہا ہے "

"یہ آپ کو کس نے دیا؟"وہ اب اسے دیکھ رہی تھی،اس نے ہتھیلی پیچھے کر لی۔

"یہ مجھے۔۔ایک لڑکی نے دی تھی "

"کیوں دی تھی لڑکی نے؟"وہ اپنا ڈر بھول کر جھٹ سے بولی تھی

وہ مسکرا دیا"کیونکہ میں اسے اچھا لگا تھا "

وہ منہ بنا کر دوبارہ گھٹنوں پر بازو رکھے بیٹھ گئی

"کیا ہوا؟ "

وہ کچھ بھی نہ بولی

"ایک تو تم خفا بہت ہوتی ہو"وہ مٹھی تھوڑی تلے رکھے اسے دیکھ رہا تھا

"کہاں ملی آپ کو وہ لڑکی؟ "

وہ محظوظ ہو رہا تھا"وہ۔۔ایک بہت پیارا سا گاؤں تھا،وہاں ملی "

"اچھا"وہ جل بھن گئی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے چھوٹی گیند اس چمڑے کی چھوٹی تھیلی میں ڈالی اور اس کی طرف بڑھائی "یہ تمھارے لیے "

"مجھے نہیں چاہیئے۔۔لڑکی نے آپ کو دی ہے، آپ ہی رکھیں "

اور وہ اٹھ کر دیوار کے پاس جا کھڑی ہوئی، دونوں بازو سینے پر لپیٹے باہر لہلہاتے کھیت دیکھتی ہوئی۔

اس نے گلا کھنکھارا "تم جیلس ہو رہی ہو؟ "

"نہیں۔۔میں کیوں جیلس ہوں گی" وہ سامنے ہی دیکھ رہی تھی

"ہاں۔۔تم کیوں جیلس ہو گی، کوئی مجھے آئینہ دے یا بال، تم تو جیلس نہیں ہو گی "

"ہا۔۔وہ آئینہ بھی آپ کو اس لڑکی نے دیا تھا؟" وہ اب کمر پر ہاتھ باندھے کھڑی تھی

"نہیں، وہ کسی اور لڑکی نے دیا تھا "

وہ آنکھیں پھاڑے اسے دیکھ رہی تھی "یہ کون سی لڑکیاں ہیں؟ "

"ہیں نا۔۔دیکھو کیسے مجھے تحفے دیتی ہے۔۔ابھی تم سے نہیں ملی نا" وہ سینے پر بازو لپیٹے اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھ رہا تھا

"آپ نے کیوں لیے؟ "

"اگر کوئی آپ کو اچھا تحفہ دے تو اسے کیسے انکار کریں "

اس نے منہ پھلا لیا اور دوبارہ چارپائی پر جا کر بیٹھ گئی، نیچے سیڑھیاں دیکھتے ہوئے، وہ مسلسل ٹانگ ہلا رہی تھی

)اف! ٹانگ نہ ہلاؤ (

وہ اس کے ساتھ آ بیٹھا، وہ ابھی بھی ٹانگ ہلا رہی تھی مگر وہ کچھ نہیں بولا

"وہ ایک چھوٹی لڑکی تھی، میری ٹانگ سے بھی چھوٹی، اس کا باپ آرمی میں تھا اور شہید ہو گیا تھا، اس نے مجھے یہ بال (گیند) دی تھی"

"کوئی بھی دے۔۔ مجھے فرق نہیں پڑتا" ہلتی ٹانگ رکی تھی مگر وہ دبے دبے غصے میں بولی تھی۔

)اف! پھر غصہ (

"اور وہ آئینہ میں نے خود خریدا تھا تمھارے لیے "

"میں امی کے آتے ہی آپ کو واپس کر دوں گی"

وہ ایک سانس لے کر رہ گیا۔

"حوا۔۔"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے پریشان نہ کریں، میں پہلے ہی بہت پریشان ہوں۔۔چلے جائیں یہاں سے" وہ چلائی تھی، رات کی تاریکی میں اس کی آواز گونجی تھی، شاید نیچے بھی کسی نے سن لی ہو۔۔آخر میں اس کی آواز رندھ گئی تھی

وہ اس کے پاس سے اٹھی اور اس کی پشت پر پیچھے دیوار کی طرف جا کھڑی ہوئی، سختی سے آنکھیں رگڑیں۔۔وہ چپ کر کے بیٹھا رہا، ایک تو سب کچھ الٹ ہو جاتا ہے۔۔

اس نے چھوٹی تھیلی جیب میں رکھ لی۔۔کچھ پل بیتے اور ہوا کے چلنے سے چھوٹی دیوار پر پڑا لیمپ زمین پر گرا اور چھناکے سے ٹوٹ گیا، اندر جلتی روشنی بجھ گئی۔۔اب ہر سو اندھیرا تھا، چاند بھی نہیں تھا اور ستارے بھی غائب تھے۔۔

وہ اس کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔وہ رو رہی تھی

"رومت "

"آپ کو کیا مسئلہ ہے میرے رونے سے؟" نم سانس اندر کھینچی۔

وہ بس سانس لے کر رہ گیا

"اگر تمھیں میری کوئی بات بری لگی ہے تو میں معافی چاہتا ہوں" وہ سر جھکائے آہستہ سے بول رہا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"اگر آپ کو کوئی کہے کہ آپ مجھے چھوڑ دیں تو آپ مجھے چھوڑ دیں گے؟" وہ روتے ہوئے بولی تھی

وہ بس ہکا بکا اسے دیکھ رہا تھا، وہ سارا دن کیا سوچتی رہتی ہے

"میں اپنی زندگی کے فیصلے دوسروں کے کہنے پر نہیں کرتا "

وہ خاموش ہو گئی

"آئندہ ایسا مت سوچنا" وہ اب سنجیدہ ہو گیا تھا۔

اس کے آنسو تھمے تھے "مطلب آپ اپنی مرضی سے چھوڑیں گے؟ "

لڑکے نے گردن موڑ کر لڑکی کو دیکھا ایک کے چھوڑنے پر اسے لگتا تھا کہ اسے ہر آنے والا مرد چھوڑ دے گا، کیا وہ سارا دن یہی سوچتی رہتی ہے کہ میں اسے چھوڑ دوں گا؟

"حوا۔۔ میں تمھیں نہیں چھوڑنے والا۔۔ میں جسے اپناتا ہوں اسے اچھے اور برے دونوں کے ساتھ اپناتا ہوں" لڑکی نے آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا "میں نے تمھیں تمھارے غصے اور تمھاری نادانیوں کے ساتھ قبول کیا ہے، نکاح کیا ہے۔۔ اللہ اور رسول ﷺ کو گواہ بنا کر قبول کیا ہے۔۔ چھوڑنے کے لیے نہیں، نبھانے کے لیے تھاما تھا "

وہ اب چپ ہو گئی تھی، سارا غصہ تو اتر گیا تھا

"وہ چھوٹی لڑکی پیاری تھی؟" بولی تو آواز زکام زدہ تھی

)وہ ابھی بھی وہیں تھی(

وہ مسکرایا "نہیں۔۔حوابنت عبداللہ سے پیاری نہیں تھی "

وہ مسکرادی

"اتنا غصہ کرتی ہو پھر رونے لگتی ہو "

"میں تو ایسی ہی ہوں، آپ کو کوئی مسئلہ ہے "

"نہیں۔۔مجھے کیا مسئلہ ہو گا۔۔میں تو پلاسٹک کا ہوں، لوہے کا دل ہے میرا تم جتنا مرضی غصہ کر لو میں اف تک نہیں کروں گا" وہ جس انداز سے بولا تھا وہ ہنس دی۔

"اندھیرے سے ڈر لگتا ہے؟ "

اب وہ چھوٹی دیوار پر بیٹھا تھا

اس نے اثبات میں سر ہلایا "ثمر نے کمرے میں بند کر دیا تھا۔۔تب سے ڈر لگتا ہے "

"ثمر کا منہ نہیں توڑا تم نے؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا

"آئندہ کچھ کہے تو سمجھنا میں تمھارے سامنے کھڑا ہوں، سارا غصہ اتار دینا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ پھر مسکرائی تھی

"تمھیں پتہ ہے ہم سب لوگ اندھیرے میں ہوتے ہیں، کوئی آگے کوئی پیچھے، کوئی زیادہ اندھیرے میں نور سے بہت دور اور کوئی کم اندھیرے میں نور کے قریب مگر کہیں نہ کہیں ہم اندھیرے میں ہوتے ہیں۔۔اندھیرے سے وہی نکلتا ہے جو نکلنا چاہتا ہے اور اندھیرے سے نکلنے کے لیے ہمیں روشنی چاہیئے ہوتی ہے اور وہ روشنی باہر سے مل جائے تو ٹھیک ہے ورنہ خود میں پیدا کر لو "

"کیسے ؟ "

"جیسے جگنو پیدا کرتا ہے "

وہ مسکرا دیا۔

"اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اللہ مسلمانوں کا ولی ہے انہیں اندھیروں سے نور کی طرف نکالتا ہے اور جو کافر ہیں ان کے حمایتی طاغوت ہیں وہ انہیں نور سے اندھیروں کی طرف نکالتے ہیں"

وہ متوجہ سی سن رہی تھی

"اس کا مطلب ہوا کہ اللہ مسلمانوں کو اندھیروں سے نکالتا ہے اور کہاں لے جاتا ہے "

"نور کی طرف" اب وہ نارمل تھی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"بالکل لیکن اگر ہم یہ آیت پڑھیں تو ہمیں پتہ چلتا ہے کہ اس آیت میں اندھیروں کے لیے لفظ الظلمات آیا ہے یعنی زیادہ اندھیرے اور نور کے لیے لفظ آیا ہے النور یعنی نور۔۔نور ایک ہے مگر اندھیرے کے مختلف درجے ہیں، کوئی انسان اندھیرے میں، کسی بہت نچلے درجے پر ہو سکتا ہے اور کوئی بہت اوپر والے درجے پر لیکن اللہ اپنے ہر بندے کو نور کی طرف لے کر جاتا ہے "

پھر بھنویں بھینچ گئیں

"لیکن دیکھو کفار کے لیے اللہ نے یہ کیوں کہا کہ طاغوت انھیں نور سے اندھیرے کی طرف نکالتے ہیں۔۔کفار تو اندھیرے میں ہی ہوتے ہیں پھر نور سے کیسے نکلے؟ "

وہ سوچ رہی تھی مگر پھر کندھے اچکائے "آپ بتائیں "

"کیونکہ ہر انسان کی اصل نور ہوتی ہے، اس کی منزل، اس کی فطرت نور ہے۔۔اللہ آسمانوں اور زمین کا نور ہے اور اس نے انسان میں اپنی روح پھونکی ہے۔۔تو انسان کی اصل نور ہوتی ہے اور کفار اپنی اصل سے بھاگتے ہیں اور اندھیرے میں جاتے ہیں جبکہ اللہ اپنے مسلمانوں کا ولی ہے، ان کا دوست ہے، حمایتی ہے۔وہ مسلمان کو اندھیرے سے نکالتا اور نور

میں لاتا ہے،اس کے اصل کی طرف۔۔ہم بار بار پٹڑی سے اترتے ہیں اور اللہ ہمیں بار بار راستے پر لاتا ہے "

ایک خاموشی

"میں بھی اندھیرے میں ہوں "

"ہم سب ہیں مگر بھاگنا نہیں چاہیئے۔۔اگر آپ کوئی خوف ہے تو اس سے بھاگنا نہیں چاہیئے۔۔بعض دفعہ خوف اتنا بڑا نہیں ہوتا مگر ہم اسے اپنے پیچھے لگا لیتے ہیں اور بڑا بنا لیتے ہیں،اپنے قد سے بڑا۔۔تم نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔۔تم اندھیرے سے ڈر رہی ہو اور بھاگ رہی ہو،وہ بڑا ہوتا جا رہا ہے اور تم اس کے آگے چھوٹی "

"ہوں "

"ہوں "اس نے حوا کی نقل اتاری تو وہ ہنس دی۔

"زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا، تمھیں ڈر لگے گا،خوف محسوس ہو گا اور پھر۔۔پھر تم نکلنے کا سوچو گی اور پریشانی میں راستہ نظر نہیں آتا،آئے بھی تو ہم اس رستے پر چلنے سے ڈر رہے ہوتے ہیں۔۔یہ سب اس لیے ہوتا ہے کیوں کہ ہم سوچتے ہیں کہ ہم اس اندھیرے میں اکیلے ہیں،اگر ہم سوچیں کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے،ہم اکیلے نہیں ہیں،وہ ہمیں نکال لے گا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیونکہ وہ خود کہہ رہا ہے کہ وہ ہمیں اندھیرے سے نکال لے گا، تو نکال لے گا بس اللہ کا ہاتھ پکڑو اور دیکھو کہاں سے نکلنا ہے، اور نکل جاؤ۔۔ کیونکہ اللہ آپ کو راستہ دکھائے گا آپ کا ہاتھ پکڑے گا، آپ کا ڈر سب ختم کر دیتا ہے، آپ اسے ختم کر دیں "

"ہوں" پھر کچھ سوچ کر بولی "آئندہ مجھے ثمر کمرے میں بند کرے گی تو میں باہر نکلنے کا راستہ ڈھونڈوں گی "

"ہاں اور باہر نکل کر ثمر کا منہ بھی توڑوں گی" آدھی بات اس نے پوری کر دی تھی وہ ہنس دی۔۔ ہنستی ہوئی اچھی لگتی تھی

"اور اندھیرے کیا کیا ہو سکتے ہیں؟" وہ ہونٹوں پر انگلی رکھے اسے دیکھ رہا تھا

"اندھیرے ہمارے خوف، ہماری پریشانیاں جو ہمیں بہت بڑی لگتی ہیں "

"اور؟"

"اور ہر وہ مشکل جو ہمیں لگتا ہے کہ حل نہیں ہو گی، کوئی بہت بڑا نقصان جو ہمیں لگتا ہے کہ کبھی پورا نہیں ہو گا۔۔ اور اللہ کے پاس ہمارے مسئلے کا حل ہوتا ہے، مشکل کے ساتھ آسانی ہوتی ہے۔۔ ہم ایسے ہی گھبراتے ہیں "

وہ مسکرا رہا تھا

"تم تو جگنو ہو، تمھارے اپنے اندر نور ہے۔۔اندھیرے میں نور پیدا کر لیا کرو "

وہ اس کا دیکھتے مسکرائی تھی پھر کچھ سوچنے لگی "لیکن میں نے دروازہ بجایا تھا بہت بجایا تھا ۔۔جب دروازہ کھلا تھا میں بہت بری طرح ڈر گئی تھی، وہاں سے نکلنے کا راستہ نہیں تھا"

"راستہ تھا۔۔تم نے دروازہ بجایا، بجانا چاہیئے بھی تھا۔۔اس کے بعد تم خوفزدہ ہوئی تھی، تم ڈر گئی تھی مگر اندھیرے سے نہیں اکیلے ہونے سے۔۔انسان سب سے زیادہ اکیلے ہونے سے ڈرتا ہے اور اس لیے اس کا خوف اسے کھاتا ہے۔۔تم بھی خواب میں ڈرتی ہو کیونکہ تم وہاں اکیلی ہوتی ہو"

"ہوں۔۔آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں، ایک تو اندھیرا اوپر سے میں اکیلی ہوتی ہوں۔۔مجھے سمجھنا چاہیئے کہ میں اکیلی نہیں ہوں اور دوسرا اندھیرا میرا کچھ نہیں کر سکتا کیونکہ نور میرے اندر ہے۔۔ایک نہ ایک دن دروازہ کھل جائے گا اور میں باہر ہوں گی "

وہ اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا

"" نور میرے اندر ہے۔۔مطلب؟

"مطلب یہ کہ اندھیرے کو دور کرنے کے لیے ہمیں روشنی چاہیئے ہوتی ہے۔۔نور آتا ہے تو اندھیرا چلا جاتا ہے۔۔لیکن نور ہمارے اندر بھی تو ہوتا ہے، اگر ہم خود نہیں چاہیں گے

کہ ہمارے اندھیرے دور ہوں تو ہمارے اندھیرے دور نہیں ہوں گے۔۔ہم خود نہیں چاہیں گے تو ہمارے اندر سے نور نہیں باہر آئے گا۔۔بالکل ایسے جیسے ڈاکٹر کی دوا اثر نہیں کرے گی اگر مریض خود نہیں چاہتا۔۔ہم اپنی کمزوریوں اور خوف کو خود ختم نہیں کریں گے تو کوئی بھی نہیں کرے گا۔۔ساری عمر ہمارا خوف اور ہمارے باقی اندھیرے ہمیں کھاتے رہیں گے۔۔جیسے جگنو ہے وہ اندھیرے میں رہتا ہے مگر وہ اپنے اندھیرے اپنی روشنی سے خود مٹاتا ہے،اپنے راستے اپنی روشنی سے خود بناتا ہے"

اس نے سانس خارج کی اور اثبات میں سر ہلایا

"چلو اب نیچے چلیں،سو جاؤ۔۔نہیں تو فجر میں آنکھ نہیں کھلے گی"

اور وہ اسے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے سن رہا تھا،وہ سیڑھیاں اتر رہے تھے

یہ ایک ٹھنڈی مگر اداس شام تھی،وہ سٹوڈیو سے فارغ ہو کر ایک کیفے گیا،بیٹھ کر جوس پیا اور پھر ہوٹل چلا گیا۔۔کمرے میں داخل ہوا تو لڑکا پہلے ہی آ چکا تھا،بیڈ پر بیٹھا ایک چپس کا پیکٹ کھولے دھڑا دھڑ اندر سے چپس نکال کر کھا رہا تھا،شیخو اندر آیا اور کپڑے بدلنے کے

بعد باتھ روم سے باہر نکلا، بال گیلے تھے جنھیں وہ تولیے سے رگڑ کر خشک کر رہا تھا، لڑکا چپس کھاتے بولا تھا

"سنو "

"ہوں "

"تمھارے نام خط آیا ہے، پاکستان سے۔۔ تمھارے دراز میں پڑا ہے، دیکھ لو" کہہ کر اس نے ایک کین کھولا اور منہ کو لگایا

شیخو نے تولیہ بستر پر پھینکا اور دراز کھول کر خط نکالا، اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا، ہاتھ جلدی جلدی لفافہ چاک کر رہے تھے اور وہ بستر پر بیٹھا، خط نکال کر پڑھا

"السلام علیکم !

بھوری آنکھوں والے شیخو کے نام !

کیسے ہو؟ میں معذرت خواہ ہوں، ایک برا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور میں کئی دن ہاسپٹل میں رہی تھی اس لیے تمھارے خط کا جواب نہیں لکھ سکی، سوری! (وہ مسکرایا) میں نے تمھارے سارے خط پڑھے ہیں اور میں تمھیں روز آسمان پر دیکھتی ہوں، تم بہت آگے جاؤ گے ان شاء اللہ۔۔ تم اخبار میں کتنے پیارے لگ رہے ہو، بالکل بدل گئے ہو۔۔ تم مجھے بتاؤ دل لگ گیا

تمھارا؟ کوئی مسئلہ تو نہیں ہوا؟ ابرار نے کچھ کہا تو نہیں؟ پاکستان کب آؤ گے؟ میں تمھیں بہت یاد کرتی ہوں، لاہور آؤ گے تو ہم لاہور پھر سے گھومیں گے، اکیلے دل نہیں کرتا۔۔اپنا بہت سا خیال رکھنا اور مجھے خط لکھتے رہنا۔۔میں اب بالکل ٹھیک ہوں اور تمھارا انتظار کر رہی ہوں۔۔اللہ تمھیں بہت کامیابیوں سے نوازے (آمین)

والسلام

لیزا اسٹیفورڈ

اس نے خط پڑھا اور اتنے مہینوں کا درد بغیر کسی دوا کے ٹھیک ہو گیا۔۔کسی کا جواب آنا اگر دوا تھی تو شیخو صحت مند ہوا تھا، اگر خوشی تھی تو شیخو بہت خوش تھا اور صبر کا پھل تھا تو وہ بہت خوش بخت تھا۔۔۔وہ بہت خوش تھا اتنا خوش کہ اس کا دل کیا اڑ کر لاہور پہنچ جائے اور اسے بتائے کہ اس نے اسے کتنا یاد کیا۔۔اس نے لفافے میں خط ڈالا اور جائے نماز بچھائی، وہ بہت خوش تھا اسے اللہ کو بتانا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

یہ نومبر کے آخری ہفتے کی بات ہے، شام سرد تھی اور خاموش سی بھی۔۔وہ دونوں ایک گھر کے برآمدے میں کھڑے تھے جس کی ایک طرف خوبصورت سا باغ تھا، دیواروں کے ساتھ گملے اور ٹوکریاں لگی تھیں جن میں پودے لگے تھے۔۔وہ لیزا کو گھر دکھا رہا تھا اور وہ مسکرا کر کسی بات کا جواب دے رہی تھی، پھر اندر کی طرف بڑھے اور اس نے ایک چھوٹا سا لاؤنج دکھایا جہاں سامنے آتش دان تھا، ایک صوفہ سیٹ اور دائیں طرف اوپن کچن تھا، دو کمرے اور ایک ڈرائنگ روم تھا۔۔سارا گھر دیکھنے کے بعد وہ مالک مکان سے ملا اور اس سے ایک دو دن کا وقت لیا، اب وہ دونوں باہر نکل آئے تھے اور باہر کی طرف جاتے بات کر رہے تھے، گھٹنوں سے اوپر تک آتی قمیض اور کھلی سی شلوار پر اس نے ایک سویٹر پہنا ہوا تھا، بال چھوٹی پونی میں مقید تھے اور وہ سکارف پہنے اس کے ساتھ چل رہی تھی، کندھے پر پرس لٹک رہا تھا۔۔

"تمھیں کیسا لگا؟ "

"اچھا تھا "

"پھر ہم لے لیں؟"اس نے کیف کو دیکھا جو کہ سنجیدہ سا تھا

"جیسا تمھیں ٹھیک لگے"اس نے شانے اچکائے

وہ مسکرایا تھا"رہنا تم نے بھی ہے "

اس کے گال سرخ ہوئے تھے اور وہ شاید شرمائی بھی تھی۔۔

"میں نے بہت سے سے گھر ریجیکٹ کیے کیونکہ ان میں باغ نہیں تھے "

وہ بس اسے دیکھ رہی تھی، کوئی اسے ایسے اہمیت دے گا اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔۔

وہ کسی سلطنت کا شہزادہ لگتا تھا۔۔اس نے اقرار کیا تھا، پھر کیف نے دیکھا تو وہ گڑبڑا گئی

"تم جہاں رہو گے، میں بھی وہیں رہ لوں گی"

وہ ہنس دیا

"چائے پیئیں؟"ہلکی ہلکی دھند سی تھی

اس نے ہاں میں سر ہلایا۔

تھوڑے قدم چل کر وہ ایک ہوٹل میں پہنچے، آمنے سامنے بیٹھے تھے، چائے کا کپ ان کے سامنے تھا اور ان میں سے بھاپ اڑ رہی تھی

"لیزا "

"ہوں"اس نے کپ لبوں سے لگایا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ۔۔میں اور قیس کچھ سوچ رہے تھے" وہ بغور اسے دیکھ رہا تھا، چائے کا کپ ان چھوا تھا

"ہوں" وہ متوجہ ہوئی تھی

"اسلام آباد میں ہمارا گھر تھا، جہاں ہم ممی اور ڈیڈی کے ساتھ رہتے تھے۔۔پھر ہم لاہور آئے تو وہ ہم نے رینٹ پر دے دیا "

"ہاں۔۔تم نے بتایا تھا" کپ منہ سے لگایا

"ہم سوچ رہے ہیں کہ اسلام آباد واپس چلے جائیں "

وہ بغور اس کے تاثرات کو دیکھ رہا تھا

"ہوں۔۔جیسے تمھیں ٹھیک لگے" اس نے پھر ایک گھونٹ بھرا

اس نے گلا کھنکھارا، لیزا نے دیکھا جیسے وہ کچھ اور بھی کہنا چاہ رہا ہو

"وہ۔۔آ۔۔ "

"ہاں ٹھیک ہے" اس نے کیف کی بات کاٹی "میں تمھارے ساتھ اسلام آباد رہ لوں گی "

وہ اپنے سامنے بیٹھی لڑکی کو دیکھتا رہ گیا۔۔پھر مسکرایا

"ہمارا گھر بہت پیارا ہے۔۔ ممی کو بھی پودوں کا بہت شوق تھا، تم دیکھو گی تو رشک کرو گی" اس نے کپ منہ سے لگایا

"مجھے یقین نہیں آتا "

کیف نے بھنویں بھینچ کر دینا

"کیوں؟ "

"مجھے۔۔" اس نے ایک سانس لی، ہاتھ گود میں رکھے تھے جو کہ ٹھنڈے پڑ چکے تھے

"کوئی مجھے اس طرح چاہ سکتا ہے" اس کی آنکھیں گلابی پڑی تھیں

وہ خاموش رہا" یہ میرے بس میں نہیں ہے، میرا دل کرتا ہے میں تمھارے لیے شاپنگ کروں، تمھارے ساتھ شام کی چائے پیوں، تمھارے ساتھ ڈھیروں کتابیں پڑھوں، صبح کی سیر کروں، بہار دیکھوں، بارش دیکھوں، ڈھلتا سورج دیکھوں، ساری رات باتیں کروں، تمھارے ساتھ کھانا بناؤں، اپنا گھر سجاؤں اور۔۔۔ بس تم میرے ساتھ رہو "

اس کے گال پھر گلابی پڑے تھے، اس نے سر جھکا کر بال کان کے پیچھے اڑسے، وہ اس کے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ کر مسکرا رہا تھا، پھر چائے کا گھونٹ بھرا

کچھ پل بیتے اور وہ بولی

"ایک بات پوچھوں؟ "

"ہوں "

"وہ رنگ (انگوٹھی) تمھاری ممی کی تھی نا "

وہ مسکرایا"ہاں "

"تمھیں کیسے پتہ؟ "

شانے اچکائے"تم اپنی ممی سے بہت پیار کرتے ہو۔۔مجھے لگا کہ تمھاری ممی کی ہے "

"ہاں۔۔میں اپنی ممی سے بہت پیار کرتا ہوں۔۔اس گھر سے ان کی خوشبو آتی ہے، بس اس لیے میں اسلام آباد جانا چاہتا ہوں، نئی زندگی وہاں شروع کریں گے "

وہ مسکرادی"ان شاءاللہ"

اب وہ دونوں باہر نکل آئے تھے، پاس ہی ایک پرفیومز کی دکان تھی اور وہ لیزا کے ساتھ کھڑا کوئی پرفیوم دیکھ رہا تھا۔۔وہ مسکرا رہی تھی

آسیہ واپس آگئی تھیں اور حوا اپنے گھر واپس آچکی تھی، شادی کی تیاریاں شروع تھیں اور آئے دن بازار کے چکر لگ رہے تھے، یہ بھی ایک مصروف سا دن تھا جب حوا کمرے میں

بیٹھی کلیوں کا تاج بنا رہی تھی، کمرے میں پھولوں کی خوشبو پھیلی تھی، دفعتاً کمرے میں کوئی آیا تھا، اس نے ایک نظر اسے دیکھا پھر نظر انداز کیا

"کیسی ہو؟"

وہ مسکرائی "نظر تو آ رہا ہو گا، پیاری ہوں"

بدلے میں ثمر نے ابرو اٹھائے "بڑی زبان چل رہی ہے"

"تمھیں۔۔مسئلہ؟" پھول اس نے گود میں رکھ دیے

"بات یہ ہے کہ تمھارے محبوب سے ملی میں۔۔چچ۔۔بیچارہ! میں نے بتایا کہ تمھارا نکاح ہو گیا۔۔مانو تو گونگا ہی ہو گیا۔۔مجھے تو بڑا ہی دکھ ہوا"

"اچھا" وہ دوبارہ تاج بنانے لگی تھی

"اس کی منگنی ہو گئی ہے۔۔مگر تمھارا نام لینے پر ایسے اس کے رنگ بدلتے ہیں کہ بس۔۔پہلی محبت تھی نا تم"

حوا نے کوئی جواب نہ دیا، دل کو کچھ ہوا تھا پھر سنبھل گئی

"جب میں نے بتایا کہ ابراہیم سے نکاح ہوا ہے تو اس کا منہ دیکھنے والا تھا، اس کی آنکھیں گلابی پڑ گئیں۔۔مجھے تو بڑا رحم آیا"

"رحم آیا تھا تو وہیں رہتی نا۔۔میرا جینا کیوں محال کرنے آئی ہو؟"ناچاہتے ہوئے بھی اسے غصہ آیا تھا

"رہ لیتی مگر میری بھی شادی ہے۔۔ویسے تمھارا شوہر بھی اچھا ہے، میں نے سوچا تھا اس کے بارے میں، دل کا برا نہیں ہے، تم سے خاصا ہنس کر بات کر رہا تھا۔۔مسکراتا بھی ہے اب تو۔۔پہلے عباس، پھر حماد "

"کون حماد؟"وہ غرائی تھی"میرا نکاح ہو چکا ہے، تمھیں شرم نہیں آتی کبھی کسی کبھی کسی سے میرا نام ملاتی ہو۔۔میں تمھارا نام ملاؤں تو؟ "

"کس سے ملاؤ گی۔۔ابراہیم سے۔۔ملا دو"اور پھر قہقہہ لگا کر ہنسی

ایک دم کھڑی ہوئی"اللہ جانے کیا مسئلہ ہے۔۔میرا ہر اس چیز پر دل آتا ہے جو تمھارے پاس ہوتی ہے۔۔اب دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے "

وہ کچھ کہنا چاہتی تھی مگر وہ باہر کی طرف جا رہی تھی

"ناگن کہیں کی، ہوں!"سر جھٹکا

اس کا دل اٹھ گیا تھا، وہ ایسے ہی تھی آتی تھی اور اس کی زندگی میں زہر گھول کر چلی جاتی تھی۔۔وہ بس ایک سانس لے کر رہ گئی تھی، تھوڑے دن ہی ہیں پھر وہ یہاں سے چلی جائے گی، جان چھوٹے گی!

ایک مصروف سا دن تھا، لیزا واپسی پر آتے ہوئے تھوڑی بہت شاپنگ کر کے آئی تھی سو وہ سامان سیٹ کر رہی تھی، عصر کی اذان ہو چکی تھی اور وہ حجاب کر کے جائے نماز پر کھڑی نماز پڑھ رہی تھی، آہستہ آہستہ ٹھہر ٹھہر کر۔۔دعا پڑھ کر چہرے پر ہاتھ پھیرے اور پھر دوپٹہ اتار کر ایک طرف رکھا، اسے مہندی اچھی لگی تھی اور وہ کون مہندی لے آئی، اب اسے یہ چیزیں اچھی لگنے لگی تھیں، اس نے مسکرا کر دراز میں رکھی اور دراز بند کیا۔۔دفعتاً بیلا آئی تھی

"میم۔۔نیچے آپ سے ملنے آیا ہے "

وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی

"وہ۔۔بھوری آنکھوں والا"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسے لگا اس نے غلط سنا ہے، اس نے نا سمجھی سے بیلا کو دیکھا اور پھر خود باہر آئی، نیچے صوفے پر کوئی ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا تھا، اس کی کلائی میں سیاہ قیمتی گھڑی تھی، سیاہ چمکتے جوتے اور اس نے سیاہ پینٹ کوٹ پہنا تھا، وہ قدم بڑھاتی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی، سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی، اس کی ہلکی بھوری آنکھیں اور کٹے گھنگریالے چھوٹے بال، میرون رنگ کی ٹائی، اس کے وجود سے اٹھتی قیمتی پرفیوم کی مہک، لیزا کے سامنے آنے پر وہ کھڑا ہوا اور مسکرایا

"کیسی ہیں۔۔آآ۔۔آپ؟ "

وہ بس سانس روکے، خوشی سے اسے دیکھ رہی تھی، اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا تھا، اس نے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیے

"اللہ۔۔شیخو۔۔تم "

وہ سر جھکا کر مسکرایا تھا

"تم کتنے بدل گئے ہو، کتنے اچھے لگ رہے ہو "

وہ اسے دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔چند لمحے اسے ایسے ہی دیکھتی رہی پھر اس کے سامنے بیٹھ گئی،

"کیا لو گے۔۔چائے یا جوس؟ "

"جو آپ پیپ۔۔پسند کریں" بازو صوفے کے ہتھ پر تھا

اس نے سر ہلایا اور بیلا کو جوس اور کیک لانے کا کہا، خود ٹانگ پر ٹانگ رکھے ہتھیلی تھوڑی تلے رکھے اسے دیکھنے لگی

"میں تمھیں ہمیشہ سے ایسے دیکھنا چاہتی تھی، ایک خواب لگ رہا ہے "

پھر خود ہی ہنس دی۔۔

"میں آج جج۔۔جو بھی ہوں آپ کک۔۔کی وجہ سے ہوں "

اس نے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا "اف! آئندہ یہ کہا تو میں ناراض ہو جاؤں گی" اس نے تنبیہہ کی تھی۔۔

وہ سر ہلا کر رہ گیا، جوس اور کیک سامنے میز پر پڑے تھے

وہ اس سے سب کچھ پوچھ رہی تھی، کیا کھاتے تھے، کیسے رہتے تھے، روم میٹ کیسے تھے، کسی نے تنگ تو نہیں کیا؟

کچھ لمحے بیتے اور وہ اس کے ساتھ باغ میں چلتے ہوئے باتیں کر رہی تھی

"کوئی لڑکی تو پیچھے نہیں پڑی؟" اس نے ابرو اٹھا کر اسے دیکھا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ مسکرادیا"نن۔۔نہیں "

وہ ہنس دی۔۔

وہ اسے دیکھ رہا تھا،وہ آج بھی ویسی ہی تھی،اس کی کامیابی پر اس سے زیادہ خوش، مسکراتی ہوئی قہقہے لگاتی ہوئی۔۔باغ کا ہر پھول خوشبو بکھیر رہا تھا،تتلیاں رقص کر رہی تھیں اور ہر طرف بہار محسوس ہوتی تھی۔۔جیسے زندگی تو لاہور میں ہی محسوس ہوتی ہے

عصر کو بیتے کئی ساعتیں بیت چکی تھیں،وہ لاؤنج کی طرف جاتے زینوں پر بیٹھے تھے،وہ اپنا گال گھٹنوں پر رکھے گھٹنوں پر جھکی ہوئی تھی،اس کے طرف چہرہ موڑے،بازو ٹانگوں کے گرد حمائل کیے بیٹھی تھی،وہ اسے دیکھ رہا تھا

"شیخو"

"جی "

"وہ۔۔میں شادی کرنے والی ہوں "

اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا،باغ میں اڑتی تتلیاں گر کر مر گئی تھیں،پھول مرجھا گئے تھے،خزاں نے باغ کو اجاڑ دیا تھا۔۔الفاظ منہ میں ہی گم گئے تھے،سانس لینے میں

Clubb of Quality Content

دشواری ہو رہی تھی، ٹائی گلے کا پھندا لگ رہی تھی، پینٹ کوٹ میں گھٹن محسوس ہو رہی تھی

"کک۔۔کس سے؟ "

"کیف سے "اس نے لیزا کو دیکھا، اس کے گال گلابی پڑ گئے تھے، ہلکا سا مسکرا رہی تھی، سر ہنوز گھٹنوں پر تھا

وہ مسکرایا نہیں تھا، مسکرانا کیا ہوتا ہے؟ دل ٹوٹ جائے تو ہر رنگ سرمئی اور سیاہ کیوں نظر آتا ہے؟

لیزا کی گوری گلابی رنگت دیکھ کر وہ مسکرا دیا، اندر کسی کے قتل کا سماں تھا، اداسی اور دکھ

"آپ خ۔۔خوش ہیں نا؟"

"میں بہت زیادہ خوش ہوں۔۔میں خود کو بہت خوش نصیب سمجھتی ہوں" پھر اس نے سر اُٹھایا

"مجھے نہیں یاد میں آخری بار کب اتنا خوش ہوئی تھی، شاید کبھی ہوئی ہی نہیں تھے" وہ اپنے ہاتھ کے ناخن دیکھ رہی تھی، سامنے کیاری میں پودے دھندلے نظر آ رہے تھے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے، مجھے وہ بہت اچھا لگتا ہے۔۔میں نے پچھلے دنوں میں اللہ سے اس کی اتنی باتیں کی ہیں کہ مجھے لگتا ہے کہ وہ میری زندگی کا مرکز بن رہا ہے۔۔میں اس کے ساتھ خود کو تصور کرتی ہوں، مجھے لگتا ہے مجھے اس سے محبت ہو گئی ہے "اور پھر خود ہی ہلکا سا ہنس دی۔۔

ساتھ بیٹھا لڑکا بس اسے دیکھ رہا تھا، اس کے سر میں کوئی ہتھوڑے مار رہا تھا، دل کو کوئی ذبح کر رہا تھا۔۔اس کے ہاتھوں پر پسینہ آیا تھا اور جسم ٹھنڈا ہو گیا تھا۔۔پھر بھی مسکرایا کیونکہ اس نے مسکرانا سیکھا تھا

"اللہ آپ کو خ۔۔خوش رکھے۔۔آآ۔۔آباد رکھے"

وہ بس اتنا ہی کہہ سکا، وہ اسے بد دعا نہیں دے سکتا تھا، وہ اتنا خوش کبھی نہیں ہوئی تھی، اس کا بھی حق تھا خوشیوں پر، اس کے چہرے کی رونق پہلے کبھی ایسی نہیں تھی، اگر کوئی اسے خوشیاں دے رہا تھا تو شیخو کو بھی خوش ہونا تھا، اس نے شیخو کے لیے کتنا کچھ کیا تھا۔۔بہاروں پر حق تو لیزا کا بھی تھا، وہ اس لائق تھی کہ اسے چاہا جائے، اس سے محبت کی جائے، اس کے لیے سب کچھ چھوڑ دیا جائے، اس کے لیے سب حاصل کیا جائے۔۔

شیخو مسکرا دیا

"تمھیں پتہ ہے۔۔میں نے یہ بات کسی کو بھی نہیں بتائی۔۔صرف تمھیں بتائی ہے۔۔ میرے پاس فیملی یا دوست نام کا کوئی رشتہ نہیں ہے سوائے تمھارے،اب تم آ گئے ہو نا۔۔ میں بہت خوش ہوں "

وہ پھر سے مسکرائی تھی،ہوتے دل سے مسکرائی تھی۔۔

دل ٹوٹ گیا تھا،ایک اور سوراخ ہوا تھا جس سے خون رس رہا تھا مگر وہ مسکرایا تھا،اسے مسکرانا تھا کیونکہ اس نے مسکرانا سیکھا تھا

وہ اپنے گاؤں اپنے گھر واپس آ گیا تھا،سارا زمانہ پھر کر بھی وہ اپنے گھونسلے ہی واپس پلٹا تھا، سفر یہیں سے شروع ہوا تھا،وہ یہیں لوٹا تھا۔۔گھر میں شادی کی تیاریاں شروع تھیں،ایک دن بعد ثمر کا نکاح تھا اور آج مہندی کی رسم تھی،سارے گھر کو زرد بتیوں اور پیلے پھولوں سے سجایا گیا تھا،ہر طرف قہقہے اور رونق تھی۔۔ثمر نے پیلے نارنجی رنگ کا سوٹ پہن رکھا تھا اور تخت پوش پر بیٹھی تھی،خواتین اٹھ اٹھ کر اسے مہندی لگا رہی تھیں،حوا ابھی تک نہیں آئی تھی،اوپر کمرے میں ثمر کے ساتھ تیار ہو رہی تھی۔۔اس نے "کوپر کلر" کی گھٹنوں سے ذرا اوپر آتی کرتی اور نیچے ہم رنگ گرارہ پہنا تھا،کرتی کے گلے،گھیرے اور آستینوں پر

کڑھائی ہوئی تھی۔۔وہ بالوں کو اچھے سے کنگھی کر کے بیٹھی تھی اور سکینہ اس کے بالوں کی چوٹی بنا کر، چٹیا کے بلوں میں چھوٹی کلیاں لگا رہی تھی، نہ آنکھوں میں سرما تھا نہ ماتھے پر ٹیکا۔۔ٹی پنک کلر کا دوپٹہ گلے میں لیا ہوا تھا اور جھمکے کانوں میں لٹک رہے تھے، اس نے ہاتھ میں آئینہ پکڑا اور باہر برآمدے میں نکل آئی، آنکھوں میں سرما لگایا اور اب وہ ٹیکا سیٹ کر رہی تھی، وقت نے خود کو پھر دہرایا تھا، اس بار چہرے کے سامنے آئینہ کرنے پر اسے اپنے پیچھے مسکراتا ہوا ابراہیم نظر آیا تھا، وہ سانس روکے اسے دیکھ رہی تھی، نیچے سے آتے قہقہے اور شور کی آواز تھم گئی تھی، کان صرف "دھک، دھک" سن رہے تھے۔۔ابراہیم نے دونوں ابرو ایک ساتھ اٹھائے اور مسکرا دیا، وہ فوراً پلٹی اور اسے دیکھا، وہ سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا

"آپ؟"

"ہاں میں"

"کیا کر رہے ہیں یہاں؟"

"کیا کر سکتا ہوں یہاں؟"

"چلیں جائیں"

"ہر وقت جانے کا کہتی رہتی ہو، کبھی رکنے کا بھی کہا کرو"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے کمر پر ہاتھ باندھ لیے "اگر کسی نے دیکھ لیا تو؟ "

"تو دیکھ لے" پھر وہ ذرا سا آگے ہوا، وہ اپنے سے لمبے لڑکے کو گردن اٹھا کر دیکھ رہی تھی "تمھیں دیکھنے ہی آیا ہوں، کونسا اغوا کرنے آیا ہوں" اس سے زیادہ دیر اس کی آنکھوں میں نہیں دیکھا جاتا تھا، اس نے سر جھٹک دیا "ویسے بھی میں کسی سے ڈرتا نہیں ہوں "

اس نے سینے پر بازو لپیٹے اور اسے گھورا پھر بلند آواز میں اپنے کمرے کی طرف منہ کر کے بولی "امی۔۔ "

اور وہ بھاگ کر سیڑھیوں کے پاس پہنچ گیا اور وہ قہقہہ لگا کر ہنسی اور اس کو دیکھ کر ہنستی چلی گئی، وہ بس مسکرا دیا

پھر اس نے شانے اچکائے اور نیچے چلا گیا۔۔

شیخو چپ چپ سا تھا، اندر کا ماحول اداس تھا تو باہر کی رونق کیا اثر کرے، دروازے کے پاس سینے پر بازو لپیٹے گم صُم سا کھڑا تھا۔۔ وہ اوپر جاتے آخری دو زینوں میں بیٹھی تھی، مسکراتے ہوئے خواتین کو ڈھولک بجاتے دیکھ رہی تھی، سکینہ کو سمیرا نے اشارہ کیا تو وہ اٹھ کر چلی گئی، جگہ خالی تھی اور اب وہاں عبدالرحمن آ کر بیٹھ گئے تھے۔۔ اس نے منہ پھلا لیا اور گود میں ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی

"ابھی بھی خفا ہو؟ "

وہ خاموش رہی، کچھ بھی نہ بولی

"ماشاءاللہ سے نخرے پورے اپنی دادی کی طرح کرتی ہیں آپ۔۔وہ زندہ ہوتیں تو بہت خوش ہوتیں "

اس نے پتلیاں سکیڑ کر انھیں دیکھا "آپ بنا بتائے آتے ہیں، بنا بتائے جاتے ہیں۔۔ میرے خفا ہونے سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے "

"فرق تو پڑا ہے، دیکھو پہلے سر کے بال سفید تھے اب مونچھوں کے بھی ہونے لگے ہیں "

وہ مسکرا دی "میں نے آپ کو اپنے پاس ہونے کا بتایا، پھر میں نے آپ کو واپس آنے کا بھی کہا مگر آپ نہیں آئے "

"آیا تو ہوں، دیکھو آپ کے ساتھ بیٹھا ہوں "

"آپ ابراہیم کے کہنے پر آئے ہیں "

وہ طنزیہ ہنسے "لو۔۔ابراہیم، میں اس کی کوئی بات نہیں مانتا" وہ بڑی رازداری سے کہہ رہے تھے "ہر کام میں زبردستی کرتا ہے، مجھے تو میٹھے چاولوں کی طرح لیتا ہے "

اس نے گردن موڑ کر انھیں دیکھا "یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ آپ ان کی بات نہ مانیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

انھوں نے ایک گہری سانس لی "ٹھیک ہے۔۔میں سزا بھگتنے کے لیے تیار ہوں "

"ہوں "اس نے تھوڑی تلے ہتھیلی رکھی اور انھیں دیکھا "آپ وعدہ کریں، مجھے چھوڑ کر نہیں جائیں گے۔۔جہاں بھی جائیں گے بتا کر جائیں گے اور آنے کا وعدہ کر کے جائیں گے "

ان کے دل کو کچھ ہوا تھا، وہ کب سے اتنی عزیز ہو گئی، اس کی شکل ہی نہیں باتیں بھی اپنے باپ سے ملتی تھیں، انھیں عبداللہ بے پناہ یاد آیا، بمشکل تھوک نگلا، کبھی نہ جانے کا وعدہ کون کرتا ہے؟

"بتائیں بھی "

انھوں نے ایک گہری سانس خارج کی، دل بہت تیز دھڑک رہا تھا

"میرا آپ کے بغیر دل نہیں لگتا۔۔ابو بھی نہیں ہیں، شیخو بھی چلا جاتا ہے، ابراہیم بھی نہیں ہوتے۔۔آپ تو رکیں نا میرے لیے "وہ کسی ضدی بچے کی طرح بات کر رہی تھی

"ٹھیک ہے۔۔میں آپ کے لیے رک جایا کروں گا، جب آپ کہیں گی تب جاؤں گا "

وہ مسکرا دی۔۔وہ کچھ اور بھی کہہ رہے تھے اور وہ اسے دیکھ رہے تھے، ایک ملال سا دل میں اٹھتا تھا، ایک افسوس ایک حسرت، زندگی کتنی لاحاصل اور لاپرواہ سی چیز ہے۔۔

دروازہ کھلا ہوا تھا اور ابراہیم اندر آ رہا تھا، سیدھا سیڑھیوں میں بیٹھے دادا کی طرف آیا تھا، انھوں نے سفید سوٹ اور اوپر بھوری شال لی ہوئی تھی، وہ ان کے سامنے تھوڑی تلے مٹھی رکھ کر بازو سینے سے لپیٹ کر کھڑا ہو گیا

"پیچھے ہٹو، ہمیں شادی دیکھنے دو "

اس نے ذرا سا آگے کو جھک کر انھیں گھورا "شادی میری ہے یا آپ کی؟ "

"میرے پوتے کی شادی ہے، میری بیٹی کی ہے۔۔ تمھیں کیا مسئلہ ہے؟ "

حوا ان دونوں سے محظوظ ہو رہی تھی

"اچھا۔۔" وہ مسکرایا "بڑے تیار شیار ہو کر بیٹھے ہیں، میرے بڑے بھائی لگ رہے ہیں" وہ ان کی دوسری طرف آیا اور ان کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا، پھر ذرا سا جھک کر ان کے کان کے قریب جا کر بولا

"کیا چغلیاں کر رہے تھے میری؟ "

"میں تمھاری منکوحہ کو بتا رہا تھا کہ میرا پوتا بہت بگڑ گیا ہے، اس کی طبیعت اچھی طرح درست کرنا"

وہ بس مسکرایا، سکینہ واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں مہندی تھی، حوا کو لے کر چلی گئی

وہ اسی طرح ان کے کندھے پر بازو حمائل کیے جھکا رہا

"دوائی لی ہے آپ نے؟ "

انھوں نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا

"ہاں کہ نہ؟ "

"لی ہے" انھوں نے منہ بسورا تھا

"گڈ بوائے" وہ ساتھ بیٹھ گیا تھا اور اب سامنے کا منظر واضح ہو رہا تھا، جیسے جیسے رات گزر رہی تھی، سردی ہوتی جا رہی تھی۔۔ شیخو حوا کے ساتھ آ بیٹھا تھا، کسی بات پر مسکرا رہا تھا

"آپ شیخو سے ملے ہیں؟ "

"ہوں۔۔ سلام دعا ہوئی ہے "

"بس؟ "

"یہی میری سزا ہے" وہ دکھی ہوئے تھے۔

اس نے ایک گہری سانس خارج کی "سب ٹھیک ہو جائے گا دادا "

اور انھیں دیکھتے وہ مسکرایا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دور دروازے کے پاس کھڑا اسد حوا کو گھور رہا تھا، ابراہیم نے اسے دیکھا تھا۔۔ پھر اٹھا اور دروازے کے پاس جا کھڑا ہوا

"اسد بھائی۔۔ "

وہ کچھ اور بھی کہتا مگر وہ منہ بنا کر وہاں سے چلا گیا، وہ عجیب تھا بلکہ عجیب ہو گیا تھا۔۔ ثمر کو مہندی لگائی جا رہی تھی۔۔ ہر طرف رونق تھی ارد گرد کے ہمسائے رشتے دار دوست سب آئے تھے، عبدالرحمن کو دیکھا جو کہ کسی دوست سے ہنس کر باتیں کر رہے تھے، وہ اداسی سے مسکرایا

)سب ٹھیک ہو جائے گا (

اور وہ وہاں سے چلا گیا۔۔

نیچے حوا کو مہندی لگائی جا رہی تھی اور وہ مسکراتے ہوئے چھت سے اسے دیکھ رہا تھا، اس نے گجرے پہن رکھے تھے اور آسیہ اسے مٹھائی کھلا رہی تھیں، ساتھ شیخو بیٹھا تھا۔۔ چھت کی دیواروں پر دیے جل رہے تھے، کوئی چھت پر آیا تھا اور چھوٹی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ہوا تھا،اس کی چوڑیوں کی کھنک گونج رہی تھی،گلاب کی خوشبو تھی،ابراہیم نے گردن موڑ کر دیکھا پھر ایک گہری سانس خارج کی۔۔وہ ثمر تھی جو اس کے مقابل کھڑی تھی

"شادی کی مبارک ہو "

اس نے کوئی جواب نہ دیا اور نیچے دیکھے گیا

"مجھے آپ کافی سمجھدار لگتے تھے مگر کوئی بات نہیں۔۔انسان زندگی میں کچھ فیصلے غلط لے لیتا ہے،پھر اسے چاہیئے کہ وہ اپنے غلط فیصلے صحیح کر لے "

اس نے آنکھیں ترچھی کر کے اسے دیکھا،ثمر نے ایک صفحہ اس کی طرف بڑھایا۔۔

اس نے پہلے صفحے کو دیکھا پھر ثمر کو،وہ صفحہ لیا اور بنا پڑھے دیے پر رکھ دیا۔۔صفحہ درمیان سے جلنا شروع ہو گیا

"مجھے میری منکوحہ کے کردار کی گواہی اس سے لینے کا شوق نہیں ہے جس کا اپنا کوئی کردار نہ ہو "

"حد میں رہیں" وہ غرائی تھی

Clubb of Quality Content

"دوسروں کی عزت خراب کرو گی تو یہ تو سننا پڑے گا۔۔اپنی مہندی کی رات تم ایک نامحرم کے ساتھ چھت پر کھڑیں کسی اور کا گھر خراب کرنے کی ناکام کوشش کر رہی ہو۔۔کیا میں تمھیں تمھارا کردار بتاؤں؟ "

"ویسے بڑے ہی بے غیرت ہیں آپ، آنکھوں دیکھی مکھی نگل رہے ہیں" وہ ڈھیٹ بنی رہی

"شکریہ۔۔میں بے غیرت ہونے کے ساتھ ساتھ بدمزاج، بداخلاق اور بے لحاظ بھی۔۔ اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں اپنی خوبیاں آپ پر ظاہر نہ کروں تو آپ جا سکتی ہیں" کاغذ جل کر سیاہ ہو گیا، راکھ بن گیا اور پھر اس نے پھونک مار کر اڑا دیا

"تم پچھتاؤ گے" اس نے دانت پیستے ہوئے کہا تھا

وہ مسکرایا" شوق سے" اور کندھے اچکا کر نیچے چلا گیا۔۔اس نے سامنے پڑا دیا پکڑا اور زمین پر دے مارا، آگ بجھ گئی، تیل گر گیا اور مٹی کا دیا ٹوٹ گیا۔۔

نیچے بیٹھی سکینہ بہت دیر تک دروازے کو گھورتی رہی، وہ نہیں آیا تھا۔۔اس کی بڑی بہنیں آئی تھیں مگر وہ نہیں آیا۔۔اس کے ہاتھ پر لگی مہندی پھیکی پڑ گئی تھی، بتیاں بجھ گئی

تھیں، چوڑیوں والی کلائی سونی پڑ گئی تھی۔۔اس نے بہت سے آنسو اندر اتارے اور ایک تھوک نگلا۔۔یہ مشکل تھا، یہ بہت مشکل تھا، انتظار بہت مشکل ہوتا ہے۔۔وہ مسکرا بھی نہیں پا رہی تھی، اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اٹھے اور جا کر اس کی بہن سے کم از کم اس کا حال ہی پوچھ لے۔۔مگر نہیں وہ خاموش رہی۔۔

ساتھ ہی افرا آ کر بیٹھی تھی، اس کی گود میں اس کا بیٹا تھا جو کہ بڑا ہو گیا تھا۔۔سکینہ نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا اور اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لیا

"یہ بڑا ہو گیا ہے ماشاءاللہ، اسے ہمارے گھر بھی لایا کرو "

وہ مسکراتے ہوئے اسے کہہ رہی تھی

"جی۔۔لیکن بال بڑے کھینچتا ہے" اس کے ہاتھ سکینہ کے ہاتھ میں تھے

"ہاں۔۔مجھے وہ بالی آج تک نہیں ملی۔۔لیکن کوئی بات نہیں۔۔چھوٹا بچہ ہے، بالی اور لے لوں گی" اس نے چھوٹے بچے کا گال چوما تھا

"آپ کو بالی نہیں ملی باجی؟ "

سکینہ نے نفی میں گردن ہلائی اور پھر بچے کے بال درست کیے اور اس کی شرٹ کا کالر ٹھیک کرنے لگی

"مجھے لگا آپ کو مل گئی ہو گی "

"نہیں ملی افرا۔۔میں نے وہاں بہت دیکھا تھا مگر نہیں ملی۔۔مجھے لگا تم لے گئی ہو گی "

افرا بمشکل مسکرائی "نہیں باجی۔۔میں نے کیا کرنی تھی۔۔آپ نے ادیب بھائی سے پوچھا "

)ادیب، یہ نام بھی اس پر اثر کرتا تھا، دل بے اختیار دھڑکا تھا، ایک سرد ہوا سی چلی تھی (

"ہاں۔۔لیکن وہ کہہ رہے تھے کہ ملے گی تو دے دیں گے "

"اچھا۔۔"پھر وہ کچھ سوچ کر بولی "مجھ سے آپ کی بالی ادیب بھائی نے لے لی تھی۔۔تب آپ وہیں تھیں۔۔انھوں نے پتہ نہیں آپ کو کیوں نہیں دی؟ "

وہ ہکا بکا اسے دیکھ رہی تھی، بچے کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں ہی رہ گیا تھا، اسے سیب دینے والا لڑکا یاد آیا تھا، کان سائیں سائیں کر رہے تھے، دماغ جیسے سن ہو گیا ہے۔۔بتیاں جل اٹھی تھیں، ستارے چمک رہے تھے، چوڑیوں کی کھنک سے اس کی سماعت واپس آئی تھی، خوشبو اس کے ناک سے ٹکرائی تھی اور آنکھوں کو روشنی پھر سے ملی تھی۔۔سب رنگ واپس آئے تھے، دل دھڑکا تھا اور حرارت پیدا ہوئی تھی۔۔وہ کچھ بھی نہ بولی بس دروازہ دیکھتی رہی، یہ انتظار کرنے والے ہمیشہ دروازہ ہی کیوں تکتے ہیں؟

یہ اگلے دن کا منظر تھا، گھر میں مہمانوں سے رونق لگی ہوئی تھی، ہر طرف چہل پہل تھی۔۔ ناشتے کے بعد سب تیار ہو رہے تھے، آج دو دلہنیں رخصت ہونے والی تھیں، ایک نیچے تیار ہو رہی تھی اور ایک اوپر۔۔ سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جاؤ تو لڑکی نے سرخ جوڑا پہن رکھا تھا، بالوں کا جوڑا بنایا ہوا تھا اور اس کی سہیلی اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا رہی تھی۔۔ اس نے سکینہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ بٹھایا

"کیا ہوا؟ "

"مجھے ڈر لگ رہا ہے" وہ رو دینے کو تھی

"اوہو۔۔ کیا ہو گیا ہے۔۔ کچھ نہیں ہوتا۔۔ یہ ساتھ والا گھر ہے تمھارا، میں بھی ادھر ہی ہوں گی اور میرے بھائی بہت اچھے ہیں "

مگر اس نے اپنے ٹھنڈے ہاتھ سے اس کا ہاتھ پکڑے رکھا

"مجھے ابو یاد آ رہے ہیں" آنسو اس کی آنکھ سے لڑھکا تھا

اس نے مسکرا کر اسے دیکھا "اچھا تم رو نہیں۔۔ میں شیخو کو بلا کر لاتی ہوں "

اور وہ سرمے دانی وہیں رکھ کر نیچے آئی تھی۔۔وہ کمرے میں اکیلی تھی،گلاب کے پھولوں کی مہک کمرے میں رچ بس گئی تھی،اپنا بھاری جوڑا اٹھا کر وہ آئینے تک آئی اور اپنا عکس دیکھا،سرمہ ذرا سا پھیل گیا تھا،اس نے صوفے پر پڑا اپنا دوپٹہ ڈریسنگ پر پڑے پانی میں ڈال کر ذرا سا گیلا کیا اور اسے آنکھ کے نیچے ذرا سا رگڑا،اب تھوڑا بہتر تھا مگر اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا،وہ باہر آئی اور برآمدے میں سیڑھیوں کے ساتھ لگی ٹونٹی کھول کر منہ پر چھٹے مارے،اوپر کوئی بھی نہیں تھا،آسیہ بھی نیچے ہی تھیں۔۔

اب دوبارہ آئینہ دیکھا تو سرمہ ہلکا سا مٹ چکا تھا وہ مسکرائی اور ذرا سا جھک کر نچلے خانے سے ایک ڈبہ نکالا،اوپر ہوئی اور آئینے میں اپنا عکس دیکھا مگر وہ ٹھٹھک گئی،دل دھک سے رہ گیا،وہاں ایک دوسرا عکس بھی تھا۔۔اس کے ہونٹ ک-پکپائے

وہ بھاگتی ہوئی اپنے گھر آئی تھی،اندر داخل ہوتے ہی سامنے والے کمرے میں چلی گئی جو کہ خوبصورت سا پھولوں سے سجا ہوا تھا،لڑکا سنگھار میز کے سامنے کھڑا اپنے گریبان کے بٹن بند کر رہا تھا،سفید رنگ کا ٹو پیس سوٹ جس کی قمیض کے بائیں جانب سینے کی طرف گولڈن رنگ سے ہلکی سی کڑھائی کی گئی تھی،اس کی سانس پھولی ہوئی تھی اور وہ گھبرائی ہوئی تھی

"بھائی"

"کیا ہوا؟" اس کی بھنویں بھینچ گئیں

"حوا نہیں مل رہی۔۔ پتہ نہیں کہاں چلی گئی ہے" وہ رو بھی رہی تھی

"کیا؟" وہ اس کی طرف بڑھا "حوا۔۔ کہاں جا سکتی ہے "

وہ جلدی سے اپنے چچا کے گھر آیا اور سیڑھیاں پھلانگتا اس کے کمرے میں آیا جہاں بستر پر آسیہ بیٹھ کر رو رہی تھیں

"چچی۔۔ حوا کہاں ہے؟ "

"پتہ نہیں بیٹے۔۔ میں تو یہیں کمرے میں چھوڑ کر گئی تھی"

اس کا تنفس تیز تھا اور وہ اس کے سنگھار میز تک آیا تھا، وہاں اس کی چوڑیاں اور زیور پڑا تھا، ایک ڈبہ جو کہ کھلا تھا، اس کا سجا ہوا عروسی دوپٹہ، سب وہیں تھا۔۔ وہ کہاں تھی؟

"آخری بار کس کے ساتھ تھی؟ "

"میرے ساتھ تھی" سکینہ کی کانپتی ہوئی آواز آئی تھی

"وہ۔۔ گھبرا رہی تھی، کہہ رہی تھی کہ اسے ڈر لگ رہا ہے۔۔ پھر میں شیخو کو بلانے گئی تھی، جب واپس آئی تو وہ یہاں نہیں تھی "

"تم "اس نے اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرا "اکیلا کیوں چھوڑا اسے سکینہ "

"بھائی میں بس چند منٹوں کے لیے گئی تھی "

سارا گھر چھان لیا، یہاں تک کہ سٹور روم بھی کھلا پڑا تھا، وہ کہیں نہیں تھی

اس نے نفی میں سر ہلایا اور تیزی سے زینے اترتا نیچے گیا، خالدہ تائی کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھولا

"یہ کیا بد تمیزی ہے؟ "خالدہ تائی غصے سے بولی تھیں

ثمر آئینے کے سامنے اپنا عروسی جوڑا پہنے بیٹھی تھی

"اپنی بیٹی سے پوچھیں۔۔میری بیوی کہاں ہے؟ "وہ غصے سے چلایا تھا۔۔بی جان اور باقی گھر والے وہاں جمع ہو گئے تھے

"واہ بھئی۔۔بیوی تمھاری گمی ہے اور پتہ ہم بتائیں "

"تائی جان "اس کا رنگ سرخ پڑ چکا تھا، کنپٹی کی رگ واضح دکھائی دے رہی تھی "اپنی بیٹی سے پوچھیں۔۔میری بیوی کہاں غائب کروائی ہے۔۔ورنہ آج۔۔اس کی بارات بھی۔۔نہیں جائے گی "وہ دانت پیستے غصے سے غرا رہا تھا، سمیع اللہ تایا بھی آ گئے تھے

وہ آئینے میں اس کا عکس دیکھ رہی تھی، پھر بڑے اطمینان سے اٹھی "مجھے کچھ نہیں پتہ۔۔ میں تو صبح سے کمرے میں ہوں، یقین نہیں آتا تو امی سے پوچھ لیں، بی جان گواہ ہیں، میں کمرے سے نہیں نکلی" پھر ذرا سا آگے آئی "آپ عباس سے پوچھیں نا۔۔ بلکہ حماد سے بھی پوچھ لیں۔۔ آپ کی بیوی کافی باکردار تھی "

"میں تمھارا۔۔" وہ چلاتا ہوا آگے بڑھا تھا مگر عبدالرحمن آگے آگئے تھے۔۔

"بس کرو۔۔" اور وہ پیچھے ہٹ گیا۔

"اپنی زبان سنبھال کر رکھو لڑکی، اپنی بہن کے بارے میں ایسی نہیں کہتے "

انھوں نے ثمر کو دیکھ کر تنبیہہ کی تھی

"چلو تم باہر، کسی سہیلی کی طرف ہو گی" اور وہ اس کی کہنی پکڑ کر اسے باہر لے آئے

"دادا۔۔ یہ جھوٹ بول رہی ہے۔۔ اسے سب پتہ ہے" وہ بار بار کسی ضدی بچے کی طرح انھیں سمجھا رہا تھا

)اس نے آئینے میں ایک سیاہ سوٹ والے کا عکس دیکھا تھا، وہ سنجیدہ سا کھڑا تھا، اس کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے۔۔ اس سے پہلے کہ وہ مڑتی اس نے اس کی ناک پر رومال رکھا، اس نے مزاحمت کی تھی مگر بے سود، چند سیکنڈز میں وہ بے ہوش ہو چکی تھی۔۔

اس نے لڑکی کو اٹھایا اور سیڑھیوں پر جلدی جلدی چڑھتے اوپر لے گیا، کسی لڑکی کی آواز آئی تھی

"حوا۔۔ کہاں ہو تم؟ "

وہ ٹھٹھک گیا، سٹور کی پچھلی طرف جلدی سے بھورے رنگ کی موٹی بوری اس پر چڑھاتے ہوئے اسے بوری میں بند کر رہا تھا۔۔اس کا تنفس بڑھا تھا، ساتھ والی چھت سے کوئی آیا تھا اور اس نے سیاہ سوٹ والے کو دیکھا، پھر جلدی جلدی دیوار کی طرف بڑھا "جلدی کر، جلدی کر "

نیچے کسی لڑکے کی آواز آ رہی تھی، وہ ہکلا رہا تھا اور لڑکی سے اپنی بہن کے بارے میں پوچھ رہا تھا

سیاہ سوٹ والے نے لڑکے کی مدد سے بوری دوسری چھت پر رکھوائی اور خود بھی چھلانگ لگا کر دوسری چھت پر چلا گیا۔۔ کوئی اوپر آیا تھا مگر وہ دونوں ساتھ والی دیوار کے ساتھ لگ کر بیٹھے تھے، جو چھت پر آیا تھا نیچے چلا گیا تھا اور انھوں نے بوری اٹھائی اور نیچے چلے گئے۔۔)

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری بیٹی ایسی نہیں ہے، میری حوا ایسی نہیں ہے۔۔ضرور اس کے ساتھ کچھ ہوا ہے"

تخت پوش پر بیٹھیں آسیہ مسلسل رو رہی تھیں۔۔ سمیرا ساتھ پریشان سی بیٹھیں چپ کروا رہی تھیں۔۔

سفید سوٹ والا لڑکا باہر کھڑے لڑکے سے پوچھ گچھ کر رہا تھا مگر کسی نے اسے نیچے آتے نہیں دیکھا تھا، وہ نیچے آئی ہی نہیں تھی، کمرے میں عروسی لباس میں بیٹھی لڑکی آئینے میں اپنا عکس دیکھ رہی تھی، اس کے ساتھ ایک لڑکی کھڑی تھی جس کی گود میں ایک بچہ تھا جو کہ مسلسل رو رہا تھا

"تم نے تو نہیں کچھ کیا۔۔بتا دو"

ثمر جل کر بولی "بس کر دو آپی۔۔میں تمھیں اغوا کار لگتی ہوں"

اقصیٰ نے نفی میں سر ہلایا اور بچے کو لے کر باہر آ گئی۔۔

باہر دروازے سے سمیع اللہ اور ان کا بیٹا اسد آ رہے تھے، ابراہیم نے ایک نظر دیکھا پھر سر جھٹک دیا۔۔

باہر کا بڑا دروازہ بند تھا، چھوٹا کھلا تھا، سامنے سے ایک گاڑی گزری تھی جس میں بہت سے بوریاں رکھی تھیں۔۔

اسے کچھ کھٹکا تھا، سر اٹھایا اور اسد کے سامنے جا کھڑا ہوا

"آپ کہاں تھے؟ "

"میں۔۔"اس نے ادھر اُدھر دیکھا"میں ابو کے ساتھ تھا "

اس نے ساتھ کھڑے سمیع تایا کو دیکھا جنھوں نے سر ہلا دیا عبدالرحمن اٹھے اور اس کا کندھا تھپتھپایا

"آرام سے بیٹھ کر سوچو۔۔یہیں کہیں ہو گی "

"دادا میں آپ کو بتا رہا ہوں"پھر سامنے کمرے کی طرف بازو لمبا کر کے اشارہ کیا"وہ لڑکی جانتی ہے۔۔اس نے ہی کچھ کیا ہے حوا کے ساتھ"پھر آگے بڑھا اور خالدہ تائی کے سامنے کھڑا ہو کر انھیں دکھائی

"اگر میری بیوی پر ایک آنچ بھی آئی نا۔۔تو میں آپ سب کو آگ لگا دوں گا "

کہہ کر رکا نہیں باہر چل دیا

) ساتھ والے مکان کے نچلے بند کمرے میں گڑ کی خوشبو پھیلی تھی، بہت سے گڑ کی بوریاں تھیں۔۔وہ ایک گودام سا تھا، لڑکے نے آگے بڑھ کر بڑا دروازہ کھولا اور بوریاں سامان لے جانے والی گاڑی کے پیچھے رکھنا شروع کیں۔۔پھر گاڑی سٹارٹ کی، سیاہ سوٹ

والا پاس سے گزر گیا تھا۔۔گاڑی آگے بڑھ گئی،انھیں بوریوں میں سے ایک بوری میں لڑکی سانس لے رہی تھی، مگر کون جانے وہ بوری کون سی تھی؟(

صبح دوپہر میں بدل گئی تھی،وہ چھت پر تھا، کنپٹی سہلاتا ادھر سے اُدھر چکر کاٹ رہا تھا، سکینہ سٹور روم پھر سے دیکھ رہی تھی، شیخو نیچے دیکھ رہا تھا۔۔سٹور روم کی پچھلی دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہوا تو پاؤں کے نیچے کچھ چبھا تھا،ایک "کھڑک" کی آواز تھی،وہ ٹوٹی ہوئی چوڑی تھی، سرخ رنگ کی۔۔وہ جھکا اور اسے پکڑ لیا

"سکینہ۔۔اس کی چوڑیوں کا رنگ کیا تھا؟"سٹور روم کے دروازے کے پاس کھڑا پوچھ رہا تھا

"بھائی۔۔جوڑے کی ہم رنگ تھیں۔۔سرخ اور سنہری "

اس کے دماغ میں ایک سرخ بتی جلی،وہ چھت پر تھی مگر کسی کو نہیں پتہ چلا۔۔وہ بھاگا اور پچھلی دیوار سے جھانک کر نیچے دیکھا

(نہیں۔۔اتنی اوپر سے نہیں کود سکتی، چھلانگ لگائے گی تو اس کی ٹانگ یا بازو ٹوٹ سکتا ہے)ساتھ والی چھت پر نگاہ ڈالی اور وہ اس دیوار پر کھڑا ہوا اور ان کی چھت پر پہنچ گیا مگر وہاں کچھ نہیں تھا،نیچے کا دروازہ بھی بند تھا

)بائیں چھت میرے گھر کی ہے،وہاں نہیں گئی وہ۔۔دائیں طرف یہ چھت ہے،نیچے اسے کسی نے نہیں دیکھا،پیچھے دیوار اتنی اونچی ہے کہ چھلانگ لگانے والا آگے بھاگ نہیں پائے گا۔۔جو بھی تھا اسے یہیں لے کر آیا تھا۔۔وہ سیڑھیاں اتر رہا تھا،مکان خاموش تھا، کوئی اندر نہیں تھا۔۔نیچے سے گڑ کی تیز خوشبو اس کی نتھوں سے ٹکرائی تھی،اس نے نیچے جا کر بڑے کمرے کا دروازہ کھولا،اندر چند بوریاں تھیں اور اس کے سوا کچھ نہیں۔۔اس نے دائیں بائیں گردن گھمائی،کچھ نہیں ملا۔۔

اسے کچھ کھٹک رہا تھا مگر کیا؟ٹوٹی چوڑی ہاتھ میں تھی۔۔وہ دوبارہ سیڑھیاں اوپر چڑھ رہا تھا کہ رکا،دوبارہ مڑ کر دیکھا،جب اسد اندر آیا تھا پیچھے سے گاڑی گزری تھی،اس میں بہت سی بوریاں تھیں۔۔اس نے اسد سے پوچھا تھا کہ وہ کہاں تھا تو اس نے کہا کہ وہ اپنے ابو کے ساتھ تھا مگر جب اس کا خالدہ تائی کے کمرے میں ثمر سے جھگڑا ہوا تھا تو سمیع اللہ تایا تھے اسد نہیں تھا،اس کا دماغ بھک سے اڑا،اسد نہیں تھا۔۔اسد کہاں تھا؟جب ابراہیم باہر سے گھر آیا تھا تب بھی وہ نہیں تھا۔۔وہ باہر اپنے باپ سے ملا تھا،وہ صبح سے کہاں تھا؟

اسے کل کی رات یاد آئی، وہ حوا کو گھور رہا تھا۔۔وہ اس سے ملنے گیا تھا مگر اس نے منہ پھیر لیا، وہ ابراہیم کو شروع سے نہیں پسند کرتا تھا۔۔اس کا دل کانپا تھا۔۔وہ بھاگا اور اپنی چھت پر چھلانگ لگائی، جلدی سے زینے اترا اور برآمدے میں ادھر اُدھر دیکھا

"خالدہ تائی۔۔ثمر۔۔کہاں ہے؟ "

وہ پھولی ہوئی سانس سے پوچھ رہا تھا

"بیٹے۔۔وہ تو چلے گئے۔۔دو بجے بارات تھی" سمیرا نے جواب دیا تھا

"بھائی۔۔کچھ پتہ چلا" گلابی آنکھوں والی سکینہ اس سے پوچھ رہی تھی۔۔

)وہاں ہر طرف خاموشی تھی، بہت سے لوگ تھے مگر وہ جگہ پھر بھی سنسان تھی۔۔

ایک درخت کے ساتھ عروسی جوڑے میں ملبوس لڑکی بندھی تھی، اس کے ہاتھ پیچھے درخت کے تنے سے بندھے تھے، منہ پر بھی کپڑا بندھا تھا اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ رہے تھے، وہ ادھر اُدھر ہل رہی تھی، درخت کے کھردرے تنے سے بازو رگڑا جا رہا تھا اور وہ مسلسل کچھ بول رہی تھی۔۔کچھ فاصلے پر ایک اور درخت کے ساتھ ایک بوڑھا آدمی بندھا تھا، اس کے منہ میں بھی کپڑا ٹھونسا ہوا تھا اور ہاتھ پیچھے کو بندھے تھے، اس کی چھوٹی سفید داڑھی تھی اور وہ ایک لڑکے کو زمین کھودتے دیکھ رہا تھا، ایک جگہ مٹی کا ڈھیر لگ چکا تھا اور وہ

گہری زمین کھودے جارہا تھا، عام قبر سے زیادہ گہری۔۔ارد گرد ایسے بہت سے مٹی کے ڈھیر تھے جن میں سوئے وجود خاموش تھے۔۔

لڑکا رکا اور لڑکی کی طرف بڑھا، اس کے منہ سے کپڑا ہٹایا، اس نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھی "شش!" اسے چپ رہنے کا اشارہ کیا "تمھیں کسی نے بتایا ہے کہ تم آج خوبصورت لگ رہی ہو، یہ عروسی سرخ جوڑا تم پر کتنا جچ رہا ہے" گلابی آنکھیں اور بڑھی شیو والا مرد

"اسد بھائی مجھے جانے دیں۔۔میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے" وہ رو رہی تھی، گرم گرم آنسو گالوں پر بہہ رہے تھے

"مجھے بھائی مت بولو" وہ اتنی زور سے چلایا تھا کہ وہ سہم گئی اور خاموش ہو گئی

"مجھے بہت دکھ ہے۔۔ تمھیں آج میرے لیے سجنا چاہیئے تھا۔۔مگر تم۔۔اتنی پیاری لگو وہ بھی اس ابراہیم کے لیے۔۔" اس نے نفی میں سر ہلایا

"ابراہیم آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔۔انھیں پتہ چل چکا تھا ہو گا کہ آپ مجھے کہاں لائے ہیں" وہ روتے ہوئے بولی تھی

اس نے اپنا سخت سا ہاتھ اس کی گردن پر رکھا، اس کی گردن دبائی اور اس کا سر تنے سے لگایا "اس کا نام۔۔ میرے سامنے مت لو۔۔ وقت سے پہلے مر جاؤ گی" اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں اور وہ غصے سے زہر اگل رہا تھا

وہ کراہی اور ادھر اُدھر گردن ہلا رہی تھی، درخت کا کھردرا تنا اس کی گردن سے بری طرح رگڑا جا رہا تھا، اس کا رنگ سرخ ہو گیا تھا اور آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا، اسے سانس نہیں آ رہی تھی، ایک جھٹکے سے اس نے چھوڑا اور کپڑا اس کے منہ پر دوبارہ باندھ دیا۔۔

پھر جلدی جلدی قبر کھودنے لگا(

اس نے جلدی سے جیپ نکالی

"کہاں جا رہے ہو؟" عبدالرحمن جلدی سے اس کے پیچھے لپکے مگر وہ کچھ نہ بولا اور زن سے جیپ بڑھا کر لے گیا۔۔

ایک بڑی سی کھلی جگہ پر ٹینٹ لگے ہوئے تھے، اس کی بارات آ گئی تھی اور وہاں لوگوں کا رش تھا۔۔ وہ خالدہ تائی کی طرف بڑھا

"اسد کہاں ہے؟" ساتھ کھڑی عورتوں نے اسے گھورا تھا

"میں پوچھ رہا ہوں اسد کہاں ہے؟" آس پاس کے لوگ گردن موڑ موڑ کر اسے دیکھ رہے تھے، وہ غصے سے چلایا تھا

"کیا بدتمیزی ہے یہ" وہ بھی چلائی تھیں

اسی وقت سمیع اللہ آئے تھے اور ابراہیم کو کہنی سے پکڑ کر اپنی طرف رخ موڑا "ہوش میں ہو تم۔۔ یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے؟ "

"تایا جان۔۔ آپ کا بیٹا میری بیوی کو اغوا کرے گا تو یہ تماشا تو ہو گا" بال بکھرے تھے، آستینیں کہنیوں تک مڑی تھیں اور وہ غرا رہا تھا

"اپنی بیوی سے پوچھیں، آپ کا بیٹا۔۔۔ کہاں ہے؟" وہ لفظ توڑ توڑ کر اونچی آواز میں بول رہا تھا

"وہ۔۔ یہیں ہے۔۔ کھانے کا انتظام دیکھ رہا ہے" خالدہ تائی نے آگے بڑھ کر وضاحت دی تھی

"وہ میرا دل چیر رہا ہے اور آپ کہہ رہی ہیں وہ کھانے کا انتظام دیکھ رہا ہے" بلند آواز میں چلایا تھا، ارد گرد خاموشی چھا گئی۔۔ وہ اسٹیج تک گیا اور دلہن بنی ثمر کے عین سامنے آ کھڑا ہوا

"کہاں ہے وہ؟" ثمر کھڑی ہو گئی

Clubb of Quality Content

وہ گڑبڑا گئی، ساتھ کھڑے شخص نے ابراہیم کا بازو پکڑا تھا مگر اس نے چھڑا لیا "تم بیچ میں مت پڑو" اسے انگلی دکھا کر تنبیہہ کی اور وہ ایک طرف کھڑا ہو گیا۔۔

وہ شدید غصے میں تھا، اسے کسی کا لحاظ نہیں تھا، اسے نہیں پتہ وہ کہاں کھڑا ہے، بس اتنا پتہ تھا کہ کس کے سامنے کھڑا تھا

"بھائی کہاں ہے تمھارا؟" وہ ڈھیٹ بنی رہی۔۔

اس نے اپنی جیب سے بندوق نکالی اور اس کی کنپٹی پر تان دی۔۔ "تین تک گنوں گا۔۔ نہیں تو یہاں سے بارات نہیں جنازہ اٹھے گا "

خالدہ آگے بڑھی تھیں، سمیع اللہ بھی چلا رہے تھے مگر وہ بے پرواہ تھا۔۔

"ایک۔۔دو۔۔ "

"بتاتی ہوں" اس کی رنگت اڑ چکی تھی

"وہ۔۔بس یہ کہہ رہ تھا کہ "اس نے تھوک نگلا" پچھلے زمانے میں جو لوگ بیٹیوں کو پسند نہیں کرتے تھے، وہ انھیں دفنا دیتے تھے تاکہ وہ اس دنیا کے عذاب سے نکلیں اور دوسری دنیا میں خوش رہیں "

اس کا دماغ بھک سے اڑا (دفنا دیتے ہیں) اس کی جیسے جان ہی نکل گئی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مجھے آج صبح پتہ چلا تھا، جب وہ حوا کے کمرے میں جا رہا تھا۔۔ میں نے اسے روکا تھا، وہ ۔۔وہ پاگل ہو چکا ہے" وہ جلدی جلدی بول رہی تھی

"اگر اس کو۔۔ایک آنچ بھی آئی۔۔ تو تمھارا خون مجھ پر حلال ہے" کنپٹی پر بندوق رکھ کر اسے ایک جھٹکا دیا۔

اور وہ وہاں سے بھاگا تھا۔۔اسے پتہ تھا اسے کہاں جانا تھا۔۔

)وہ حوا کے پاس بیٹھا تھا، اسے روتے دیکھ رہا تھا

"تمھیں عبداللہ چچا سے محبت تھی نا، میں تو تمھارا کام آسان کر رہا ہوں۔۔ وہ تمھارا خیال نہیں رکھ سکتا۔۔ تم اپنے باپ کے ساتھ خوش رہو گی "

اس نے حوا کے منہ سے پٹی ہٹائی "میں تم سے بہت محبت کرتا ہوں" اس کی آنکھوں میں پانی تھا، سرخ انگارہ آنکھیں اس نے حوا پر گاڑھی ہوئی تھیں، وہ جیسے دیوانہ ہو گیا تھا

"میں تمھیں اس کے ساتھ نہیں دیکھ سکتا۔۔اس کی طرف میرے بہت سے حساب ہیں، آج میں وہ سب چکا دوں گا۔۔ میں نے تمھیں بچپن سے چاہا ہے مگر تم نے۔۔ تم نے اس خبطی کو مجھ پر فوقیت دی۔۔ میں نے سوچا تھا تمھیں اپنا کر میں یہاں سے چلا جاؤں گا، ہم دونوں اس گھر سے دور ایک اچھی زندگی گزاریں گے مگر تم۔۔ تمھارے دادا نے سب ختم کر

دیا۔۔میرا کیا قصور جو میں تمھیں کسی اور کا ہوتے دیکھوں۔۔میں تو تمھیں آزاد کر رہا ہوں، وہ تمھیں تکلیف سے گا تو مجھے بھی تکلیف ہو گی "

وہ اٹھا اور اس نے تنے سے لگے اس کے بازو کھول دیے، وہ اس کے پاؤں میں بیٹھی گڑ گڑا رہی تھی

"ایسا نہ کریں۔۔میں مر جاؤں گی۔۔آپ کو اللہ کا واسطہ ایسا نہ کریں۔۔میں ابراہیم کو کہوں گی وہ آپ کو کچھ نہیں کہیں گے۔۔مجھے جانے دیں "گلابی آنکھوں والی لڑکی جس کے بال بکھرے ہوئے تھے، روتے ہوئے گڑ گڑا رہی تھی

اس نے اسے کہنی سے پکڑا اور اوپر اٹھایا، اپنے سامنے کھڑا کیا اور اس کے چہرے کو دیکھا، گلابی آنکھیں، سوجے پپوٹے

"حوا" وہ اس کے قریب آیا تو وہ پیچھے ہوتی چلی گئی

"میں تمھیں بہت یاد کروں گا۔۔میں کبھی شادی نہیں کروں گا۔۔تم میری پہلی اور آخری محبت ہو" وہ اس کے قریب آ رہا تھا اور وہ روتے ہوئے سہم کر پیچھے ہو رہی تھی "مجھے معاف کرنا" اور اس نے اسے کندھوں سے تھاما، پیچھے کو دھکا دیا، وہ زمین کے اندر جا گری۔۔ جلدی سے سنبھل کر اٹھی مگر وہ دیوانہ وار اوپر سے مٹی پھینک رہا تھا، وہ جگہ اتنی گہری کھودی

گئی تھی کہ وہ سیدھی کھڑی اوپر دیکھ رہی تھی اور وہ اسے اونچائی پر کھڑا لگ رہا تھا مگر اونچائی اتنی تھی کہ اگر وہ ایڑیاں اٹھا کر بازو لمبا کرے تو اس کے جوتوں کو ہاتھ لگے۔۔درخت کے ساتھ بندھا قبرستان کا محافظ آنکھوں میں آنسو لیے عبداللہ کی بیٹی کو زندہ دفن ہوتے دیکھ رہا تھا

"ایسا نہ کریں۔۔مجھے باہر نکالیں۔۔اسد بھائی، مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔آپ کو اللہ کا واسطہ" مگر وہ بہرہ ہو گیا تھا، بار بار نم سانس اندر کھینچتا

پھر اس کے سر پر کھڑا قبر میں جھانک رہا تھا

"تمھیں پتہ ہے مجھے کتنی تکلیف ہو رہی ہے" وہ رو رہا تھا "کسی اپنے پیارے کو اپنے ہاتھوں سے مارنا کتنا مشکل ہے، کتنا دردناک ہے" پھر اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں "لیکن جب تم مر جاؤ گی تو میں خود کو ایک سزا دوں گا، میں ہر روز پل پل مروں گا، تمھاری موت کا پچھتاوا لے کر میں ہر روز گھٹ گھٹ کر جیوں گا۔۔کیا گھٹ گھٹ کر جینا آسان ہوتا ہے؟ "

"ابراہیم آپ کو نہیں چھوڑیں گے۔۔وہ آپ کو بھی مار دیں گے۔۔وہ مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں" وہ روتے ہوئے ہچکیاں لے رہی تھیں اور اونچی اونچی بول رہی تھی

وہ پھر سے اس پر مٹی ڈالنا شروع ہو گیا تھا،اس کے سینے تک مٹی آچکی تھی اور اب وہ چل بھی نہیں پا رہی تھی،وہ اور مٹی پھینک رہا تھا

"اللہ جی۔۔مجھے بچا لیں"

"ابراہیم۔۔شیخو"وہ رو رہی تھی"مجھے بچا لیں،میں مر جاؤں گی"وہ چلا رہی تھی

اس کے سر پر مٹی پھینکی جا رہی تھی اس کے ہونٹوں تک مٹی آئی تو اس کی آنکھیں پھٹ گئیں،موت اتنی دردناک ہوتی ہے،اس کی آنکھوں کے سامنے سارے منظر گھوم گئے،وہ خاموش ہو گئی تھی۔۔وقت ختم ہو گیا تھا،آخری چیز جو اسے یاد آئی تھی وہ رات کو آئینے میں اس شخص کا مسکراتا عکس تھا۔۔(

"حوا۔۔"وہ دور سے پکارتا ہوا آ رہا تھا

"حوا۔۔میں آ گیا ہوں،کہاں ہو تم؟"اس نے آنکھیں کھول دیں۔۔اس نے بازو ہلائے مگر بے سود،ٹانگیں نہیں ہل رہی تھیں۔۔

اس نے گردن پیچھے کو پھینکی اور بڑی مشکل سے آواز نکالی

"ابراہیم۔۔"اس نے اس کے سر پر مٹی پھینکی اور آواز گھٹ گئی

وہ چونکا،اس کا دل زور سے دھڑکا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"حوا۔۔" وہ پھر سے چلایا

وہ بہت قریب تھا، اتنا قریب کی اسے سیاہ قمیض والا نظر آ گیا، وہ بھاگتا ہوا آیا اور اس نے اسد کو گریبان سے پکڑ کر ایک طرف دھکا دیا، اس کا دل باہر آ گیا، کیا وہ اس مٹی میں ہے، کیا وہ سانس لے رہی ہے۔۔ اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔۔ وہ جلدی جلدی مٹی ہٹا رہا تھا، اسد آیا اور اس نے اسے دھکا دیا، وہ ایک طرف کو گر گیا تھا مگر اٹھا اور بیلچا اٹھا کر اس کی کمر میں مارا، وہ ایک طرف کراہ کر جا گرا

وہ جلدی جلدی مٹی کھود رہا تھا، ایک جگہ اسے اس کا سر نظر آیا، اس کے بازوؤں میں تیزی آ گئی تھی۔۔ اس کی بند آنکھیں، اس کی ناک، اس کے ہونٹ، وہ خود مٹی پر اتر آیا تھا اور مٹی کھودتے اسے باہر نکالا، اس کی ٹانگیں ابھی بھی مٹی میں تھیں۔۔

"حوا۔۔ آنکھیں کھولو" اس کا سر ابراہیم کے بازو میں تھا اور وہ اس کا چہرہ تھپتھپا رہا تھا، وہ شاید رو رہا تھا،

"حوا۔۔ آنکھیں کھولو۔۔ دیکھو میں آ گیا ہوں" وہ ہوش میں نہیں آئی تھی، اس نے اس کی نبض دیکھی، وہ چل رہی تھی۔۔ اس کا دل بے تحاشا کانپ رہا تھا، تنفس تیز تھا

اس نے ایک سانس خارج کی اور اسے اٹھا کر باہر لے آیا۔۔

باہر زمین پر لٹا کر اس کا چہرہ تھپتھپایا "حوا۔۔دیکھو ابراہیم آگیا۔۔تمھارے لیے ابراہیم آیا ہے، آنکھیں کھولو" اس کا دل پھٹنے کو تھا

اس نے تھوک نگلا اور دھیرے سے پلکیں الگ کیں، اس کی جان میں جان آئی۔۔اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں اور اسے زمین پر لٹایا

وہ اب اسد کے سر پر کھڑا تھا، اس کی ریڑھ کی ہڈی پر بیلچہ لگنے سے درد کی ایک شدید ٹیس اٹھی تھی، وہ اٹھ نہیں پایا تھا

"اب میں تمھیں بتاتا ہوں، موت کیا ہوتی ہے"

اس نے درخت کے ساتھ بندھے چچا کی رسی کھول دی۔۔

پھر اس کی کمر پر اپنا پاؤں رکھ کر اس کے بازو پیچھے کو کھینچے اور انھیں باندھ دیا۔۔اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اسے بھی زندہ دفن کر دے۔۔اس نے اس کے پیٹ میں ایک ٹھڈا مارا۔۔وہ کراہا۔۔پھر ایک اور ٹھڈا اور وہ زمین پر بیٹھا، اس کے بال نوچے

"بے غیرت۔۔۔شرم مر گئی تمھاری۔۔تمھارا تو میں وہ حشر کرنے والا ہوں کہ قبر کے مردے بھی کانپ اٹھیں گے" دانت پیستے وہ غرایا تھا

اس نے زمین پر گرے لڑکے کو کندھے سے جھٹکا دیا اور وہ سیدھا ہو گیا۔۔غصے سے اس کی آنکھیں سرخ تھیں، کنپٹی کی رگ واضح ہو رہی تھی۔۔اس نے اسے گریبان سے پکڑا اور ایک زوردار مکا مارا، اس کے ناک سے خون بہنے لگا "میری بیوی کو ہاتھ کیسے لگایا تم نے؟" اور اس نے اسے اتنے مکے مارے کہ وہ خون میں لت پت بے ہوش ہو گیا

چچا پانی کی بالٹی لائے، اسے اس سے الگ کیا "چھوڑ دو بیٹا، وہ مر جائے گا "

"مر جائے چچا۔۔اس نے میری بیوی کو ہاتھ کیسے لگایا؟" وہ چلایا تھا

اس نے حوا کو اٹھایا اور اپنے کندھے سے لگایا، وہ نیم بے ہوش تھی، منہ پر پانی کے چھٹے پڑنے سے اسے ہوش آئی اور پھر رونے لگی

"ابراہیم۔۔" اس کے کندھے سے لگی ہچکیوں سے رو رہی تھی

"مجھے لگا تھا آپ نہیں آئیں گے" گلابی آنکھوں سے اس نے ابراہیم کو دیکھا

"میں تمھارے لیے بار بار آؤں گا، ہر بار آؤں گا "

وہ اس کے چہرے پر آئی لٹوں کو کان کے پیچھے اڑس رہا تھا، کچھ پل بیتے اور کندھے کے ساتھ لگی لڑکی خاموش ہوئی تھی

وہ کھڑا ہوا اور ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھایا، سر سے لے کر پاؤں تک وہ مٹی مٹی ہوئی تھی

اس کا دوپٹہ بھی کہیں غائب تھا، بازو کہنی کے نیچے سے رگڑا ہوا تھا اور وہاں سے خون بہہ رہا تھا جس پر مٹی لگی ہوئی تھی، بار بار نم سانس اندر کھینچتی آنکھیں پونچھ رہی تھی۔۔

چچا اپنی سیاہ چادر لائے تھے اور اس نے چادر اس کے کندھوں کے گرد اوڑھ دی تھی، پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر دونوں ہاتھوں میں تھاما

"اب تم ٹھیک ہو۔۔ میرے ہوتے کوئی تمھیں کچھ نہیں کہہ سکتا۔۔ اب رونا نہیں۔۔ مجھے تم ایسے بھی سب سے حسین لگ رہی ہو" اور وہ آنسو صاف کرتی مسکرا دی۔۔

جیپ دروازے پر آکر رکی تھی، وہ جلدی سے اترا اور پھر دوسری طرف مڑ کر آیا، دروازہ کھولا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر نیچے اتارا۔ گھر کا دروازہ کھلا تھا، عبدالرحمن باہر آئے تھے اور حوا کو دیکھتے ہی اس کی طرف بڑھے، وہ ان کے سینے سے سر لگائے رو رہی تھی، ایسے جیسے دوبارہ زندگی ملی تھی اور اس نے پچھلا دروازہ کھول کر اسے گردن سے دبوچا اور باہر نکالا، پھر گریبان سے پکڑ کر اسے اندر لے گیا اور برآمدے میں جاتے ہی ایک جھٹکے سے چھوڑا، وہ لڑکھڑا کر گرا اور پھر نہیں اٹھا۔ سب گھر والے اسے دیکھ رہے تھے۔ خالدہ تائی اور سمیع تایا نہیں تھے۔۔

حوا اندر آتے ہی اپنی ماں کے گلے لگ گئی، شیخو باہر سے اندر آیا تھا اور اسے دیکھ کر اس کی آنکھیں گلابی پڑ گئیں۔۔

وہ سب کا مجرم تھا، اگر وہ تھوڑی سی بھی دیر کر دیتا تو آج حوا اس کے ساتھ نہ ہوتی۔۔ سوچ سوچ کر اسے اور غصہ آ رہا تھا، اس کی غیر موجودگی ابراہیم کی جان لے رہی تھی۔۔ لوگ کہتے تھے وہ اپنے دادا پر گیا ہے ہٹ دھرم اور غصے والا مگر آج سب نے دیکھا تھا کہ پوتا دادا سے کئی ہاتھ آگے ہے۔۔ وہ حوا کو دیکھ رہا تھا اور وہ تخت پوش پر سر جھکائے بیٹھی تھی۔۔ بالآخر اسے سانس لیتے دیکھ کر اس نے ایک اطمینان کی سانس خارج کی تھی

رات کے وقت عشاء سے ذرا پہلے آسیہ اور ابراہیم کے گھر والے سب حوا کے کمرے میں تھے، وہ بیڈ پر رضائی میں نیم دراز سی تھی، ایک ہی دن میں کمزور سی نظر آنے لگی تھی، سکینہ اس سے باتیں کر رہی تھی مگر وہ ہوں ہاں میں جواب دے رہی تھی۔ کسی بات پر مسکرا بھی دیتی۔ گود میں جمی تھا جس کی کمر آہستہ آہستہ سہلا رہی تھی۔۔ ساتھ گرم دودھ کا گلاس تھا، جس میں سے بھاپ اڑ رہی تھی، آسیہ کے کہنے پر اس نے جلدی سے دودھ ختم کیا اور پھر بیڈ پر نیم دراز سی لیٹ گئی۔۔ کچھ پل اور بیتے اور وہ وہاں سے چلے گئے۔۔ کمرے میں خاموشی تھی،

وہ چھت کو گھور رہی تھی، دروازے پر بھی نظر پڑ جاتی۔۔ابراہیم نہیں آیا تھا اور وہ آنکھیں بند کیے سر تکیے پر رکھے بائیں طرف کروٹ کیے لیٹ گئی، پیچھے سے گردن میں درد تھا۔۔

دفعتاً کوئی کمرے میں آیا تھا اور اس نے اس کی بیڈ سائیڈ پر گلاب کے پھول رکھے تھے، وہ جھٹ سے اٹھ گئی

"میں ہوں" وہ پھول رکھ کر سیدھا ہوا اور مسکرایا

اس کی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں جیسے نیند آ رہی ہو۔۔پھر بھی اٹھ کر بیٹھ گئی

"لیٹی رہو" وہ ذرا سے فاصلے پر اس کے پاؤں کے پاس بیٹھا تھا

"نہیں۔۔میں ٹھیک ہوں" ایک نحیف سی آواز تھی۔

اس کے گال آنکھوں کی طرح سرخ پڑ رہے تھے

(اف! غلط وقت پر آیا ہوں، وہ سوئی تھی)

"آپ۔۔کہاں تھے؟"

"میں نماز کے لیے گیا تھا، دیر ہو گئی"

"اچھا" اسے جمائی آئی تھی جو اس نے ہاتھ رکھ کر روکی

"تم سو جاؤ۔۔میں پھر آ جاؤں گا" وہ کھڑا ہوا تھا

وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی "میری گردن میں درد ہے۔۔ پیچھے سے "اس نے بازو اٹھا کر گردن کی طرف بڑھایا، وہ رو دینے کو تھی

بازو پر رگڑ آئی ہوئی تھی، جس پر پیلے رنگ کی کوئی دوا لگی تھی

"دوائی لی ہے؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا "پھر بھی درد ہے "اس کی آنکھوں میں آنسو تھے، آواز رندھ گئی

"اچھا۔۔ میں ابھی آیا "

وہ چلا گیا اور جب وہ آیا تو اس کے ہاتھ میں دوا تھی

"میں پچھلے دنوں گر گیا تھا، تب ڈاکٹر نے یہ دوا دی تھی "

اس نے دوا لی اور پانی کے ساتھ نگل گئی، پھر خاموشی سے لیٹ گئی اور آنکھیں میچ لیں

ایک سخت دن کا پر سکون اختتام۔۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ خود بھی اس سے بے پناہ محبت کرتا ہے، سارا دن اس نے کس سے کیا کہا، کہاں کہاں اس نے کیا بد تمیزی کی، اسے نہیں یاد۔۔ بس یہ یاد تھا کہ وہ مٹی کے نیچے تھی اور سانسیں اس کی اٹکی تھیں۔۔ "تم میری زندگی کا محور ہو "اس نے سرگوشی کی تھی مگر وہ گہری سانس لیتے سو گئی تھی۔۔ اس کا دل چاہا کہ وہ

ساری رات اسے سوتا دیکھتا رہے اور صبح اٹھ کر جب وہ کہے کہ وہ ٹھیک ہے تو وہ چلا جائے مگر آج اسے جانا تھا، پھر دن کے آغاز اور اختتام دونوں حوا کے ساتھ ہونے تھے۔۔وہ مطمئن ہو گیا تھا

اسے سوتا دیکھ کر اس نے بتی بجھا دی اور چپ چاپ وہاں سے پلٹ آیا

یہ حوا کی رخصتی کے دو دن بعد کی بات ہے، ایک سرد رات تھی اور برآمدے میں جلتی لکڑیوں کے گرد دو نفوس بیٹھے تھے، حوا اور ابراہیم کی دعوت کی گئی تھی اور اب وہ اندر بیٹھ کر باتیں کر رہی تھی، ساتھ سمیرا اور سکینہ بھی تھیں۔۔

وہ دونوں ادھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے، وہ مسکراتے ہوئے بتا رہا تھا کہ اس کے رات دن کیسے گزرے تھے۔۔

"یہ تو اچھی بات ہے کہ تمھیں وہاں بھی ایک اچھا دوست مل گیا، آسانی ہو گئی" ابراہیم مسکراتے ہوئے اس کی تائید کر رہا تھا۔

"ہوں" اس نے بھی سر ہلایا

اس نے گلا کھنکھارا "ایک بات کرنی تھی تم سے "

"ہوں۔۔جی"

"تم دادا کو معاف کر دو"اس نے گردن موڑ کر ابراہیم کو دیکھا

"میں مم۔۔معاف کر چچ۔۔چکا ہوں"وہ سنجیدہ سا بولا تھا

"میں جانتا ہوں مگر۔۔کیا تم مجھ پر ایک احسان کرو گے؟ "

"تم حکم کک۔۔کرو۔۔احسان کک۔۔کیا ہوتا ہے "

ابراہیم مسکرا دیا۔

"وہ۔۔دادا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔۔انھیں"اس نے آنکھیں میچ لیں، سینے میں ایک درد کی ٹیس اٹھی"ٹی بی ہے"

شیخو نے جھٹ سے گردن موڑ کر اسے دوبارہ دیکھا، آگ کی حرارت بڑھ گئی تھی، کچھ تھا جو دل کو جا کر لگا تھا

پھر اس نے سر جھکا لیا، اسے اپنا باپ یاد آیا تھا"کک۔۔کب سے؟ "

"انھوں نے مجھے بھی نہیں بتایا۔۔میں ان کی طرف گیا تھا۔۔تب پتہ چلا"ایک خاموشی

"وہ نہیں جانتے کہ میں جانتا ہوں "

دونوں خاموش رہے، پھر ابراہیم بولا

"میں ڈاکٹر سے ملا تھا، پاکستان میں اس کا اچھا علاج نہیں ہے" اس نے شیخو کو دیکھا" باہر اس کا علاج اچھا ہے۔۔ مریض جلد ہی ٹھیک ہو جاتا ہے "

شیخو نے سر اٹھایا، تھوک نگلا، دھڑکتے دل سے اسے دیکھا، وہ اداس سا تھا، آگ کو دیکھتا ہوا۔ اس کی آنکھیں گلابی ہونے لگی تھیں

"مم۔۔ میں انھیں اپنے سس۔۔ ساتھ لے جاؤں؟ "

ابراہیم نے اسے دیکھا تھا، اس کی آنکھوں میں آنسو تھے

"میں تم پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا۔۔ تمھاری اپنی مرضی ہے۔۔ پیسوں کی فکر نہیں کرنا، میں بھیجتا رہوں گا" پھر اس نے شیخو کو التجائیہ نظروں سے دیکھا" لیکن۔۔ دادا کو کچھ نہیں ہونا چاہیئے۔۔ تم تھوڑی دیر انھیں رکھ سکتے ہو؟ وہ ٹھیک ہو جائیں گے تو واپس بھیج دینا "

شیخو نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا" وہ مم۔۔ میرے بھی کک۔۔ کچھ لگتے ہیں۔۔ تم گھبراؤنن۔۔ نہیں "

"شکریہ" وہ نم آنکھیں لیے اسے دیکھ رہا تھا" میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ ان کے پاس کوئی اپنا ہو، انھیں اکیلا پن محسوس نہ ہو۔۔ میں تم پر اعتبار کرتا ہوں"

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شیخو پھر سے مسکرایا تھا"تم مم۔۔میرے بھائی ہو،تت۔۔ تمھارا غم مم۔۔میرا غم ہے "

وہ کھڑے ہوا تھااور شیخو کے گلے لگا تھا"اللہ تمھیں بہت کامیاب کرے "

رات ٹھنڈی مگر حسین ہو گئی تھی،وہ اب مطمئن تھا،امید کی کرن نظر آئی تھی۔دونوں اکٹھے کمرے میں آئے تھے اور بیڈ پر بیٹھی حوا اپنے ہاتھ میں موجود انگوٹھی شیخو کو دکھا رہی تھی اور وہ مسکرا رہا تھا،اسے مسکرانے کی عادت تھی۔۔

سردیوں کے دن تھے،شام جلدی ہو جاتی تھی۔عصر کے بعد وہ گھر آئی تو اس کے ہاتھ میں ایک پھولوں کا چھوٹا گلدستہ تھا،پانچ چھے سفید گلاب تھے اور ایک ہاتھ میں دو ہینڈ بیگ تھے جن پر ایک مشہور دکان کا نام لکھا تھا،معلوم پڑتا تھا وہ شاپنگ کر کے آئی ہے۔کمرے میں آتے ہی بیگ اور گلدستہ ساتھ رکھے،پرس اور دوپٹہ اتار کر بیڈ پر لیٹ گئی،ٹانگیں نیچے جھول رہی تھیں اور وہ بالوں کی ایک لٹ انگلی کے گرد گھماتے چھت کو مسکراتے ہوئے گھور رہی تھی،اب چند دن ہی رہ گئے تھے۔پھر وہ یہاں سے جانے والی تھی،ایک سکون کا احساس تھا۔ساری زندگی جس نے روتے گزاری تھی قدرت اب اسے مسکراہٹیں نواز رہی تھی،وہ

خوش تھی، مطمئن تھی۔وہ ہمیشہ دوسروں کے پیچھے بھاگتی آئی تھی، قدموں کی خاک بنتی آئی تھی اوراب اسے کسی نے دل کے تخت پر بٹھایا تھااور بڑے مان سے بٹھایا تھا۔باہر مغرب کی اذان گونج رہی تھی، وہ اسی طرح خاموش لیٹی رہی، پھر اٹھی اور وضو کر کے نماز پڑھی، کافی دیر گھٹنوں پر سر رکھے بیٹھی رہی۔خاموش سی، پر سکون سی۔باہر شاید موسم خراب تھا، سردی اندر آرہی تھی، وہ اٹھی اور کھڑکی کے پردے برابر کر دیے۔پھر آئینے کے سامنے کھڑی ہوئی اور اپنا عکس دیکھا، اچھے سے بال سمیٹے کمرے سے باہر نکل گئی۔۔اس کا رخ صوفیہ کے کمرے کی طرف تھا، وہ وہیل چیئر پر بیٹھیں چائے پی رہی تھیں، آدھا پردہ ہٹا ہوا تھا اور آدھا بند تھا۔۔دروازہ بجایا اور پھر ناب گھما کر اندر آئی، اس کے ساتھ بستر پر بیٹھ گئی

"کیسی ہیں آپ؟" ٹانگ پر ٹانگ رکھے بیٹھ گئی

انھوں نے ایک گھونٹ بھرا اور گردن موڑ کر اسے دیکھا "کہو۔۔کیوں آئی ہو؟ "

لیزا نے ایک گہری سانس لی، دل میں درد ہوا تھا، آنسو آنکھ کے کنارے پر تھے مگر وہ مسکرائی

"ممی۔۔میں آپ سے کوئی شکوہ گلہ نہیں کرنے آئی، اس کا وقت گزر چکا ہے "

"میں سن رہی ہوں" وہ جیسے پتھر تھیں، سپاٹ تاثرات سے کھڑکی کو دیکھ رہی تھی۔

"میں کسی کو پسند کرتی ہوں" ایک سانس خارج کی مگر دل دھڑکتا رہا، وہ اپنے ناخن دیکھ رہی تھی، نیل پالش سے پاک اچھے سے کٹے ہوئے "اور اس سے شادی کرنا چاہتی ہوں "

ایک خاموشی "اچھا "

اس کا دل چاہا کہ وہ آتی ہی نہ، اس کا دل کیا رو دے، ایک تھوک نگلا۔۔ وہیل چیئر پر بیٹھی پتھر سی خاتون کو دیکھا

"آپ کو۔۔ آنا چاہیئے" اس کی آنکھیں گلابی پڑنے لگی تھیں، کیا وہ ان کے لیے اتنی بھی اہمیت نہیں رکھتی کہ وہ اس کی خوشی میں خوش ہوں

"کیا وہ مسلمان ہے؟ "

"میں مسلمان ہوں" دل کی دھڑکن تیز ہوئی تھی، ہاتھوں پر پسینہ بھی آیا تھا

وہ خاموش رہیں، اس کا آنا فضول تھا۔ وہ اٹھ گئی

"سوری۔۔ آپ کو پریشان کیا" اور وہ وہاں سے جا رہی تھی، چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا رہی تھی کہ شاید وہ پیچھے سے آواز دے دیں، ایک خوشی کا، تسلی کا بول بول دیں مگر نہیں۔۔

دروازہ بند ہو گیا اور اس نے نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبایا اور منہ پر ہاتھ رکھ لیا، سیڑھیوں پر

چڑھتی بیلا نے اسے روتے دیکھا تھا مگر وہ خاموش رہی۔۔کمرے میں جا کر وہ کتنی ہی دیر روتی رہی پھر چپ ہو گئی، کمبل میں لیٹی چھت گھور رہی تھی

"آنے والی زندگی ایسی نہیں ہو گی، وہاں اس کی اپنا گھر ہو گا، اس کی بات مانی جائے گی۔ اس کی بات کا مان رکھا جائے گا۔اس کی خواہش کا خیال رکھا جائے گا۔اسے محبت، احترام اور نئے رشتے ملیں گے۔آنے والے دن گزرے دنوں سے اچھے ہوں گے "

سوچتے سوچتے وہ سو گئی تھی، پر سکون خاموش سی نیند۔۔اس بات سے بے پرواہ کہ وقت کبھی بھی ہمارے خیالات کے مطابق نہیں چلتا!

دسمبر کے آخری دن تھے، کمرے میں روشنی تھی۔ کھڑکی کے پردے ہٹے ہوئے تھے۔ وہاں ایک عورت تھی اور بستر پر بیٹھا ایک مرد

"آپ نے اسے کچھ نہیں کہا؟ "

"نہیں" سپاٹ لہجہ

"کون ہے وہ؟" وہ غصے میں چلایا تھا، کھڑا ہو گیا

"پتہ نہیں۔۔میں نے نہیں پوچھا "

عورت کھڑکی کے باہر ریکنگ کو گھور رہی تھی، باہر دھند کا راج تھا۔

"ابھی بھی وقت ہے، اسے یہاں سے لے جاؤ "

"ہوں۔۔لے تو میں جاؤں گا" پھر ایک دو قدم چل کر کھڑکی کے سامنے کھڑا ہو گیا، ذرا سا جھکا اور خاتون کے کان میں سرگوشی کی "آج ہی لے جاؤں؟ "

انھوں نے کندھے اچکائے "مرضی ہے "

مرد مسکرایا تھا، ایک شیطانی مسکراہٹ "ٹھیک ہے، پاسپورٹ کہاں ہے اس کا؟ "

اور وہ اسے کچھ بتا رہی تھیں، کمرے کا دروازہ بجا اور بیلا دو چائے کے کپ اندر میز پر رکھ کر چلی گئی۔۔

لڑکی نے پیچ کلر کی لمبی قمیض اور نیچے ہم رنگ ٹراؤزر پہن رکھا تھا، اوپر سیاہ لمبا گھٹنوں سے ذرا نیچے تک آتا سیاہ کوٹ تھا، سر پر سکارف تھا اور پرس کراس کر کے لیا ہوا تھا جو کہ کوٹ کے اندر تھا۔۔وہ نارمل سی لگتی تھی، ابھی گھر کے قریب ہی پہنچی ہو گی کہ بیلا اسے راستے میں ہی مل گئی، وہ اس کی گاڑی کے پاس کھڑی تھی۔لیزا نے گاڑی روکی اور وہ گاڑی کی کھڑکی کے قریب جھکی

"میم۔۔آپ یہاں سے چلی جائیں" وہ گھبرائی ہوئی تھی

"کیوں؟"ابرو بھینچ گئے

"میم۔۔آپ کی جان کو خطرہ ہے، فلک شیر آپ کو یہاں سے لے جائے گا "

اس کے دماغ میں ایک سرخ بتی جلی تھی، وہ گاڑی سے اتر گئی

"کک۔۔کہاں ہے وہ؟"وہ گھبرا گئی

"گھر پر۔۔آپ چلی جائیں "

اس کا تنفس تیز ہوا تھا، اس نے بیلا کو دیکھا اور جلدی سے گاڑی کی چابی اسے دے دی، وہ کہاں جائے۔۔یہاں سے کیا چیز قریب تھی، وہ آگے بڑھی اور مڑ کر اسے دیکھا"شکریہ "

اور تیز تیز قدم اٹھانے لگی۔۔بار بار پیچھے مڑ کر دیکھتی تھی، اسے پچھلا دسمبر یاد آیا کہ کیسے وہ اس کو اغوا کر کے لے گیا تھا، اب پھر؟اس کا دل کانپ اٹھا، قدم تیز ہوئے، دھند میں وہ آگے بڑھتی جا رہی تھی۔۔مطلوبہ جگہ پر پہنچی اور دروازہ بجایا، خالہ نے دروازہ کھولا اور وہ جھٹ سے اندر چلی گئی۔۔دروازہ فوراً بند کر لیا، خالہ کے ساتھ اندر گئی اور انھیں سب بتا دیا۔ انھوں نے اسے تسلی دی تھی مگر وہ انگلیاں مروڑتی باہر کی جانب ہی دیکھ رہی تھی، اس کا دل بے پناہ ڈرا ہوا تھا۔۔رو بھی رہی تھی، بار بار آنسو پونچھتی۔۔وہ کمرے میں پلنگ پر بیٹھی ایک ٹانگ مسلسل ہلا رہی تھی۔۔

دوسری طرف دو بج چکے تھے، تین بجے، چار بجے اور پھر پانچ

بیلا کچن میں کھانا بنا رہی تھی، ساتھ ساتھ لاؤنج میں بھی دیکھ لیتی

فلک شیر پنڈولم کی طرح ادھر سے اُدھر چکر کاٹ رہا تھا۔۔

"لیزا کتنے بجے آتی ہے؟" سوال کچن میں کھڑی بیلا سے تھا

"سر۔۔اب تک تو آجاتی ہیں" اس نے پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا اور پھر باہر کی طرف

بڑھا، گاڑی نکالی اور اس کی یونیورسٹی کی طرف موڑ دی۔۔

کچھ دیر بعد خالی ہاتھ لوٹا تھا، اس کی گاڑی گھر کے باہر مگر ذرا دور کر کے کھڑی تھی۔۔کچن

میں کھڑی بیلا نے سالن میں ڈوئی گھمائی اور جیسے ہی پلٹی پیچھے گلابی آنکھیں لیے فلک شیر کھڑا

تھا، وہ ایک دم ڈر گئی، کرنٹ کھا کر پیچھے ہٹی۔

"کہاں ہے وہ؟" وہ ایک قدم آگے بڑھا اور بیلا پیچھے ہوتی گئی

"کک۔۔کون؟ "

اسے ٹھنڈے پسینے آرہے تھے اور وہ کانپ رہی تھی

فلک شیر نے اسے گردن سے پکڑا اور دیوار سے لگایا، جتنا زور تھا اس نے آزمایا، ہاتھ کی رگیں پھول گئیں۔۔اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، آنکھوں سے پانی بھی آ رہا تھا اور وہ گردن چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی

"کہاں ہے وہ؟" وہ غصے سے دانت پیستا اس کے کان کے قریب آ کر بولا تھا

اس سے بولا نہیں جا رہا تھا، اس نے ایک جھٹکے سے بیلا کو چھوڑا اور کوٹ کی اندر والی جیب سے بندوق نکال لی اور وہ زمین پر ڈھیر ہوئی بیلا کی طرف تان دی، پھر اس کے قریب زمیں پر بیٹھا

"تمھیں پتہ ہے نا میں کتنا بڑا پاگل ہوں۔۔ تمھاری جان لے کر تمھیں یہیں دفنا دوں اور تمھیں خبر بھی نہ ہو۔۔بتاؤ کہاں ہے وہ؟" اس نے بندوق اس کے ماتھے پر رکھی تھی، وہ بری طرح رو رہی تھی۔۔

لڑکی نے مغرب کی نماز ادا کی اور دعا مانگ کر ہاتھ چہرے پر پھیرے، دفعتاً باہر کا دروازہ بہت زور سے بجا تھا۔۔اس کا دل دھک سے رہ گیا، وہ اٹھی اور خالہ کو دیکھا۔۔وہ رونے لگی تھی "خالہ۔۔وہ آ گیا "

"کچھ نہیں ہوتا بیٹے، میرے ہوتے وہ تمھیں کچھ نہیں کہے گا "

"آپ کو نہیں پتہ، وہ جلاد ہے۔۔وہ مجھے مار دے گا خالہ" اس کے ہاتھ کانپ رہے تھے اور وہ رو رہی تھی، دل کی دھڑکن بے قابو تھی، تنفس تیز تھا۔۔باہر پولیس کا سائرن بھی بجنے لگا تھا۔۔اس نے زرد پڑتے چہرے سے خالہ کو دیکھا

دروازہ کھلا اور وہ اندر آیا

"وہ یہیں آئی تھی، انہی لوگوں نے اسے اغوا کیا ہے" اندر آتے ہی وہ غصے سے بولا تھا

پولیس والے ادھر اُدھر تلاشی لے رہے مگر وہ کہیں نہیں تھی، کمرے کے وسط میں فلک شیر کھڑا تھا، ادھر اُدھر گردن گھماتا ہوا۔۔اس نے ناک سے ایک سانس اندر کھینچی، لیزا کی خوشبو۔۔وہ مسکرایا

"وہ یہیں تھی، وہ یہیں ہے۔۔اچھی طرح تلاشی لیں"

مگر کچھ نہیں ملا تھا۔۔سخت سردی میں لڑکی ساتھ والے گھر کی چھت پر تھی اور کانپتے ہوئے اس سے اگلے گھر کی چھت پر پھلانگنے کی کوشش کر رہی تھی، انگلیاں دیوار پر رکھیں مگر وہ یخ ٹھنڈی ہو کر درد کر رہی تھیں۔۔اسے بس بھاگنا تھا، جان بچا کر بھاگ جائے یہی غنیمت ہے۔۔وہ رو بھی رہی تھی۔۔دو گھروں کی چھتیں پھلانگنے کے بعد اب وہ جس گھر کی چھت پر تھی اس کے ساتھ سے ایک اور گلی شروع ہو جاتی تھی۔اگر وہ اس گلی میں چلی جائے

تو سڑک تک جا سکتی تھی۔اس نے چھت سے جھانکا،نیچے سنسان گلی نظر آئی تھی۔۔یہ ایک منزلہ مکان تھا،اس نے تھوک نگلا اور ایک آخری بار گلی کو دیکھا۔۔دیوار کے ساتھ ایک موٹا سا پائپ تھا اور نیچے گٹر،اگر وہ اس گٹر کے ڈھکن پر چڑھ جائے تو بچ سکتی ہے۔۔وہ دیوار پر چڑھ گئی،اس کے پاؤں اور ہاتھ کانپ رہے تھے مگر مجبوری انسان سے کچھ بھی کروا لیتی ہے۔۔وہ سنبھل کر بیٹھی اور دونوں ہاتھوں سے دیوار کو پکڑا اور پاؤں نیچے پھینک دیے،اب وہ کپڑے کی طرح دیوار سے لٹکی جھول رہی تھی،اس کا پیٹ دیوار کے ساتھ لگا ہوا تھا اور اسے درد ہو رہا تھا۔۔

"اللہ پلیز "اور اس نے ہاتھ چھوڑ دیے،سیدھا نیچے گٹر کے ڈھکن پر جا گری،پھر پائپ کو پکڑ کر خود کو نارمل کیا۔۔مگر نارمل نہیں ہوا جا رہا تھا،اس کے دونوں پاؤں میں جیسے کرنٹ دوڑ گیا تھا مگر اسے بھاگنا تھا،وہ اس سنسان گلی میں بھاگ رہی تھی۔سڑک بس تھوڑی ہی دور تھی۔بار بار مڑ کر پیچھے دیکھتی،دھند بھی بڑھتی جا رہی تھی۔۔ایک تانگہ گلی میں سے گزر رہا تھا جس پر دو خواتین بیٹھی تھیں

"باجی۔۔فیروز پور روڈ۔۔فیروز پور روڈ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور آگے بیٹھ گئی۔۔ بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ رہی تھی، ہاتھ پیر کانپ رہے تھے، تنفس تیز تھا، انگلیاں ہتھیلی کی طرف سے چھل گئی تھیں مگر وہ بچ گئی تھی کیا وہ واقعی بچ گئی تھی؟

میو ہسپتال کے آگے جا کر اتر گئی، اس کے آنسوؤں میں تیزی آگئی تھی کیونکہ اس کا ہمدرد قریب تھا۔۔ ریسیپشن پر گئی اور اس کے بارے میں پوچھا۔۔ وہ ابھی ہاسپٹل میں ہی تھا، نرس اسے اندر لے آئی۔ قطار میں بستر لگے تھے اور وہ اندر داخل ہوتے کیف کو ڈھونڈ رہی تھی۔ وہ دوسرے نمبر والے بستر پر پڑے مریض کو دیکھ رہا تھا۔ وہ چپ کر کے ایک سٹول پر بیٹھ گئی۔ چہرے پر ہاتھ رکھ لیے اور گردن جھکائے روئے گئی۔۔۔ وہ ابھی تک کانپ رہی تھی

نرس نے کیف سے کچھ کہا اور اس نے مڑ کر پیچھے دیکھا اور ٹھٹھک گیا، وہ اسے پہچان گیا تھا

مریض کو کچھ کہا، پھر نرس کو اجلت میں کوئی حکم صادر کر کے وہ جلدی سے مڑا اور اس کے قریب آیا

"لیزا" اس نے سر اُٹھایا۔

گلابی آنکھیں، زرد رنگت، وہ ڈری ہوئی لگتی تھی، وہ اس کو حیرانی سے دیکھ رہا تھا

"کیا ہوا؟ "

آواز گلے میں ہی رہ گئی تھی، آنسوؤں کی روانی میں تیزی آئی تھی، اس نے ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کیے تو اس کی زخمی انگلیوں پر کیف کی نظر پڑی، وہ مزید پریشان ہو گیا

"لیزا" وہ اس سے پریشانی سے پوچھ رہا تھا مگر وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔

اس نے اسے کلائی سے پکڑا اور باہر لے گیا، ایک جگہ خاموش سی راہداری تھی، وہ بنچ پر بیٹھی تھی اور وہ اس کے سامنے زمین پر دوزانو بیٹھا تھا، وہ مسلسل رو رہی تھی، وہ اٹھا اور چند لمحے بعد آیا تو اس کے ہاتھ میں پانی کی بوتل تھی

"لو۔۔ پانی پیو "

کانپتے ہاتھوں سے اس نے پانی کی بوتل پکڑی تھی۔۔ پانی پی کر تھوڑا نارمل ہوئی تھی

اس نے جیب سے رومال نکال کر اسے دیا اور اس نے اپنا منہ اچھے سے صاف کیا۔۔ اب وہ خاموش سی بیٹھی تھی

وہ زمین پر بیٹھا اسے دیکھ رہا تھا، وہ گردن جھکائے بیٹھی تھی

"تھوڑا اور پانی پیو "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کچھ پل بیتے اور اب وہ ٹھیک تھی، اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ پکڑا اور ہتھیلی دیکھی، انگلیاں چھلی ہوئی تھیں دوسرا ہاتھ دیکھا تو وہ بھی ایسا ہی تھا، ہتھیلی میں بھی خون جما ہوا تھا۔۔ دائیں بازو کی ایک طرف رگڑ لگی ہوئی تھی۔۔اس نے اس لڑکی کو دیکھا جو ابھی تک گردن جھکائے بیٹھی تھی، اس کے گھٹنوں پر بھی مٹی لگی تھی

"کہیں سے بھاگ کر آئی ہو؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔

وہ ایک سانس لے کر رہ گیا۔۔پھر کھڑا ہوا "میں ابھی آتا ہوں "

اور وہ وہاں سے چلا گیا۔۔اب بس وہ سانس لے رہی تھی، پلکیں گیلی تھیں مگر آنکھیں آنسو نہیں بہا رہی تھیں

کچھ لمحے بعد وہ آیا تو اس کے ہاتھ میں روئی اور مرہم تھا۔۔اس کے ساتھ بیٹھا اس کے ہاتھ کو اپنی ٹانگ پر رکھے وہ آہستہ آہستہ دوا لگا رہا تھا

"کھانا کھایا ہے؟ "

اس نے نفی میں سر ہلایا

"بھوک لگی ہے؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس نے گردن اٹھا کر اسے دیکھا

وہ خاموش رہی

"یہ تھوڑی دیر میں ٹھیک ہو جائے گا" وہ ہلکا سا مسکرایا تھا، وہ مسکرا بھی نہ سکی

"کیا ہوا ہے لیزا۔۔ مجھے بتاؤ "

اس نے پلکیں اٹھائیں اور آنکھیں پھر گیلی ہونے لگی تھیں

"فلک شیر۔۔ "

ساری بات سننے کے بعد وہ ایک سانس لے کر رہ گیا

"وہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔۔ میں ہوں نا "

اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں، کیف نے اسے دیکھا "اس کا کوئی مستقل حل ڈھونڈنا پڑے گا۔۔ تمھیں گھبرانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے "

وہ اب خاموش ہو گئی تھی۔۔ کچھ پل بیتے اور وہ کھڑا ہوا

"آجاؤ۔۔ کھانا کھانے چلتے ہیں "

اس نے اسے نا سمجھی سے دیکھا "کیف۔۔ وہ بہت خطرناک ہے "

وہ مسکرادیا"تو میں کون سا اس سے کھانا لینے جارہا ہوں۔۔اٹھو چلو آؤ۔۔رونے میں اتنی انرجی ضائع ہو گئی ہے تمھاری "

اور وہ کھڑی ہو گئی،اب کیف کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی

وہ ایک گھر کے سامنے کھڑے تھے،کیف نے چابی سے دروازہ کھولا اور وہ سیڑھیاں چڑھتے اوپر آئے۔۔پھر بیل بجائی اور چپ کر کے کھڑے ہو گئے،کوئی بھی نہ آیا اور اس نے دوبارہ بیل بجائی

"صبر کرلو یار"اندر سے قیس کی بے زار سی آواز آئی تھی

اور پھر دروازہ کھل گیا،پہلے کیف اندر گیا اور پھر لیزا

"ماشاءاللہ۔۔بڑے بڑے لوگ آئے ہیں آج تو"دروازہ بند کرتے ہی وہ ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔۔اس نے ایپرن پہنا ہوا تھا اور گھر میں کھانے کی خوشبو بھی پھیلی ہوئی تھی

"زھے نصیب۔۔مجھے تو بلا لیا ہوتا"اس نے ابرو اٹھا کر کیف کو دیکھا

کیف نے ایک سانس خارج کی۔۔لیزا اسے ہی دیکھ رہی تھی

"تم بیٹھو"مگر وہ کھڑی رہی

"یہ کیا ہو رہا ہے۔۔مجھے بھی تو بتاؤ"وہ نا سمجھی سے کبھی لیزا اور کبھی کیف کو دیکھ رہا تھا

"پانی تو پلا دو۔۔آتے ہی کان کھانے لگ گئے ہو"اور وہ صوفے کی جانب بڑھا

"آجاؤ۔۔یہاں نہیں آسکتا وہ"اب کی بار لیزا نے قدم بڑھائے اور صوفے پر بیٹھ گئی

قیس دو گلاس پانی کے لایا تھا،وہ دونوں پانی پی رہے تھے اور وہ انھیں گھور رہا تھا

"میرے پیٹ میں چوہے دوڑ رہے ہیں۔۔جلدی بتاؤ کیا ہوا ہے؟ "

کیف نے ایک گہری سانس لی"وہ۔۔"ایک نظر لیزا کو دیکھا جو کہ خاموشی سے بیٹھی تھی

"فلک شیر۔۔وہ آوارہ پھر رہا ہے "

ساری بات سن کر قیس نے پتلیاں سکوڑ کر لیزا کو دیکھا،وہ سر جھکائے بیٹھی تھی

"اوکے۔۔اس کا انتظام میں کر لوں گا "

"تم کیا کرو گے؟"اس نے گردن موڑ کر ساتھ بیٹھے لاپرواہ سے لڑکے کو دیکھا

"انتظام "

"وہ کیسے؟ "

اس نے شانے اچکائے"ظاہر ہے میں نہیں بتاؤں گا "

اور وہ اندر چلا گیا۔۔نیچے کا دروازہ بجا تھا اور لیزا نے خوف سے کیف کو دیکھا تھا،آنسو پھر سے بہہ نکلے

"وہ آگیا ہے" وہ کھڑی ہو گئی جیسے بھاگنے کو تیار ہو

"لیزا۔۔وہ نہیں ہے" وہ کھڑا ہوا

"کیف۔۔وہ آگیا" وہ ڈرتے ہوئے بولی تھی۔۔اس کی آنکھوں سے اس کا ڈر جھلک رہا تھا

"میں دیکھتا ہوں" قیس باہر کی طرف گیا تھا اور وہ خوف سے اسے دیکھ رہی تھی، چند پل بیتے اور وہ دودھ کا شاپر لے کر اوپر آیا تھا

"دودھ والا تھا لیزے" کہتے ہی وہ کچن میں چلا گیا۔

کیف نے اسے مسکرا کر دیکھا مگر وہ صوفے پر بیٹھ کر منہ ہاتھوں میں دیے رونے لگے گی

"کتنا روتی ہو تم۔۔ تمھیں میرا ذرا خیال نہیں ہے "

وہ لیزا کے ساتھ آ بیٹھا تھا، اس نے ہاتھ ہٹائے اور نم آنکھوں سے اسے دیکھا "اتنا زیادہ رو گی تو میرے لیے ہنسنا مشکل ہو جائے گا "

اس نے ایک سانس خارج کی اور اسے دیکھا "میں ہوں نا۔۔ تمھارے سارے مسئلے میرے ہیں، تم آرام کرو، مسئلے مجھے دے دو۔۔اوکے "

اس نے اثبات میں سر ہلایا، چند پل بیتے تھے اور وہ تینوں بیٹھ کر کھانا کھا رہے تھے

"کیسا بنا ہے لیزے؟" قیس نے چاول کا چمچ منہ میں ڈالا

"اچھا ہے" وہ ہلکا سا مسکرائی تھی

مرغی کا پلاؤ بنا تھا اور ساتھ سلاد اور دہی تھا

" کبھی تم کیف کے ہاتھ کے چاول کھاؤ۔۔ تمھیں اس سے بہتر داتا دربار کے لگیں گے "

اور وہ دونوں ہنس دیے

کیف منہ پھلائے بیٹھ گیا "اب ایسا بھی نہیں ہے۔۔ کوشش تو کرتا ہوں نا میں۔۔ اور تم کبھی اس کے آلو مٹر کھاؤ۔۔ ایسے لگتا ہے جیسے پانی میں آلو جان بچا کر تیر رہے ہیں اور مٹر بیچاروں نے خودکشی کر لی ہے "

اب کیف اور لیزا ہنسے تھے، قیس منہ بنا کر بیٹھا تھا۔۔

"اب لیزا آئے گی تو مجھے بھی اچھا کھانا بنانا آ جائے گا "

اس کے گال گلابی ہوئے تھے اور وہ مسکرائی تھی

"ہاں نا۔۔ کم از کم کڑاہی کے نام پر ڈبکی لگا کر مرغی تو نہیں ڈھونڈنی پڑے گی" قیس کے کہنے پر تینوں ہنسے تھے۔۔

رات گزرتی جا رہی تھی، قیس اندر سویا تھا اور لیزا باہر صوفے پر۔۔ کیف رات دیر تک پڑھتا تھا، وہ دوسرے صوفے پر بیٹھا پڑھ رہا تھا، گاہے بگاہے نظر اٹھا کر کمبل میں لیٹی لڑکی کو

بھی دیکھ لیتا جو گہرے سانس لیتی خاموشی سے سوئی تھی۔۔اس کے سامنے میز پر دودھ کا گلاس خالی پڑا تھا

یہ سال بھی جانے والا تھا، چند ایک دن ہی رہ گئے تھے۔ باہر ایک سرد سی دوپہر نے دستک دی تھی اور دن کے کام کرنے کے بعد حوا اپنے کمرے میں بیٹھی تھی جبکہ ساتھ والے کمرے میں لڑکی اپنی الماری کھولے فرش پر ایک لکڑی کا ڈبہ کھولے بیٹھی تھی۔اس میں ایک مرجھایا سفید پھول، ایک سفید لفافہ، کسی کی انگوٹھی اور بہت سی یادیں تھیں۔۔اس کے ہاتھ میں ایک سفید صفحہ تھا جس کے کنارے پیلے پڑ چکے تھے، لفافہ ڈبہ میں ہی تھا۔ وہ اس خط کو اتنی بار پڑھ چکی تھی کہ اسے اب حفظ تھا مگر دل تھا کہ وہ اسے ہاتھوں میں لیتی تو دھڑکن بڑھ جاتی تھی، آنکھیں نم ہو جاتی تھیں اور ہاتھ یخ ٹھنڈے۔اسے اس خط سے کسی عزیز کی خوشبو آتی تھی۔

اس نے خط لفافے میں ڈالا اور پھر انگوٹھی پکڑی "ایک سال سے زیادہ کا وقت ہو گیا۔۔ آپ نے میری کوئی خبر نہیں لی۔بس چپ کر کے آئے تھے اور دیکھ کر چلے گئے۔ کوئی دلاسہ، کوئی تسلی کچھ بھی نہیں۔آپ کیسے ہیں؟ کہاں ہیں؟ کوئی خبر نہیں ہے۔میرا دل اداس

رہتا ہے اور میں ویران ہوتی جا رہی ہوں۔انتظار اور صبر آگ ہیں جسے میں ہاتھ میں پکڑے بیٹھی ہوں۔نہ میں مکمل جلتی ہوں نہ مکمل بجھتی ہوں" پھر انگوٹھی رکھ دی "اللہ آپ کو آباد رکھے۔آپ جہاں بھی ہوں اچھے سے ہوں، خوش ہوں "

"سکینہ۔۔"حوا کی آواز آئی تھی اور اس نے جلدی سے ڈبہ بند کیا، الماری میں رکھا۔ آنکھیں صاف کیں

"ہاں"اس کی طرف مڑی

"بادام کہاں رکھے ہیں؟ مجھے مل نہیں رہے"وہ کمرے کے دروازے میں کھڑی تھی اور وہ اس کے ساتھ باہر آگئی۔

کچھ دیر بعد وہ سمیرا اور سکینہ کے لیے گاجر کا حلوہ لائی تھی

"یہ کس سے سیکھا؟"ایک چمچ لے کر بستر پر بیٹھیں سمیرا مسکرائی تھیں

"تھوڑا سا امی سے، تھوڑا سا بابی جان سے اور تھوڑا سا شیخو سے"وہ مسکرا رہی تھی

"بہت اچھا بنا ہے"سمیرا ہاتھ میں مٹی کی پیالی لیے اسے سراہ رہی تھیں

"دادا کہاں ہیں؟"وہ سامنے موڑھا رکھ کر بیٹھی تھی۔

"پتہ نہیں۔۔کوئی لڑکا آیا تھا انھیں بلا کر لے گیا ہے" سکینہ نے حلوے کا ایک چمچ منہ میں رکھا۔

کچھ پل بیتے تھے، سمیرا ساتھ والے گھر چلی گئیں۔سکینہ کمرے میں حوا کے ساتھ بیٹھی تھی، وہ فریم میں کپڑا لگائے کڑھائی کر رہی تھی جبکہ حوا ہاتھ کے ناخنوں پر سرخ نیل پالش لگا رہی تھی۔باہر کا دروازہ بجا اور سکینہ نے کھولا تھا، ابراہیم اندر آیا تھا اور آتے ہی ابرو اٹھائے

"امی؟ "

"چچی کی طرف گئی ہیں "

کہہ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔۔

اس نے شلوار قمیض پر سویٹر پہن رکھا تھا۔برآمدے میں حلوے کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی، وہ اندر گیا اور گلا کھنکھارا، ناخن پر جھکی لڑکی نے سر اٹھایا۔وہ بستر پر اس کے سامنے بیٹھا تھا

"کیا کر رہی ہو؟ "

"کچھ نہیں۔۔نیل پالش لگا رہی ہوں "

اس نے نیل پالش ساتھ پڑی میز پر رکھ دی "میں آپ کے لیے حلوہ لاتی ہوں" وہ جوتا پہن رہی تھی، پھر گئی اور پیالی میں اس کے لیے گاجر کا حلوہ لائی

"تم نے بنایا ہے؟" اس نے پہلے حلوے کو دیکھا پھر اسے

"ہوں "

وہ اب اس کے سامنے بیٹھی اس کے چہرے کے زاویے دیکھ رہی تھی، ایک چمچ، دوسرا چمچ پھر تیسرا چمچ

"کیسا بنا ہے؟" اس نے تجسس سے پوچھا تھا

"مجھے یقین نہیں آرہا یہ تم نے بنایا ہے "

اس نے منہ بسورا "جی۔۔مجھے نقشے اور باتیں بنانے کے علاوہ اور بھی بہت کچھ بنانا آتا ہے "

وہ ہنس دیا

"میں تو بس ایسے ہی یقین کرنے کی کوشش کر رہا تھا "

اس نے دوبارہ نیل پالش پکڑی اور دوسرے ہاتھ کے ناخنوں پر لگانے لگی

"بہت اچھا بنا ہے "

وہ خاموش رہی

"خفا ہو گئی ہو؟ "

وہ خاموش رہی۔۔اس نے ایک سانس خارج کی

پھر خالی پیالی ایک طرف رکھ کر اس نے قمیض کی جیب میں ہاتھ ڈالا،ایک میرون مخملیں تھیلی باہر نکالی

"یہ دیکھو۔۔میں نے تمھارے لیے کیا سنبھال کر رکھا ہے؟ "

اس نے ایک نظر اسے دیکھا"یہ کس لڑکی نے دیا ہے؟ "

وہ پھر ہنس دیا"تم ایسا سمجھتی ہو؟ "

اس نے سر جھٹک دیا۔۔اس نے تھیلی کی گرہ کھولی اور اس کے ہاتھ کو پکڑا، ہتھیلی پر تھیلی رکھ دی

اس نے نیل پالش بند کی اور تھیلی میں جھانکا، پھر انگشت شہادت اور انگوٹھے سے اندر جو تھا نکالا،وہ حیران ہو گئی

"یہ کہاں سے ملیں آپ کو؟ "

وہ ابھی تک حیران تھی،اس نے ساری تھیلی بستر پر الٹ دی،ساری بالیاں اب اس کے پاؤں میں پڑی تھیں

"یہ بالیاں تمھارے کانوں میں بہت جچتی ہیں۔۔میں انھیں واپس لے آیا "

اس نے مسکرا کر ایک بڑی والی بالی ہتھیلی پر رکھی "یہ میں نے ابو کے لیے دے دی تھیں۔۔آپ کو کہاں سے ملیں؟ "

"جس کو دی تھیں،اس سے خرید لایا "

وہ خاموش ہو گئی۔۔

"چلو اب پہن کر دکھاؤ "

وہ اٹھی اور سنگھار میز تک گئی،باری باری بالیاں پہنیں،دونوں کان چار چار سونے کی بالیوں سے بھر گئے،وہ مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہا تھا،وہ آئینے میں اس کا عکس دیکھ سکتی تھی

"کیسی لگ رہی ہیں؟ "

"بہت اچھی "

وہ سر جھکا کر مسکرا دی،اس کے گال سرخ ہوئے تھے۔۔ماتھے پر جھولتی لٹ کانوں کے پیچھے اڑسی اور پیالی پکڑ کر باہر چلی گئی

وہ بستر پر لیٹ گیا، ٹانگیں اس کی نیچے جھول رہی تھیں۔۔یہ ایک حقیقت سا خواب لگتا تھا

یہ تقریباً ایک سال پہلے گرمیوں کے دنوں کی بات ہے، جب ابراہیم عباس سے ملا تھا اس سے کچھ ہفتے بعد۔۔ان دنوں وہ پی ایم اے سے چھٹیوں پر آیا تھا، اندر پڑا سو رہا تھا جب سمیرا نے اسے آکر اٹھایا

"ابراہیم۔۔ "

انھوں نے اس کے بالوں میں انگلیاں ڈال کر سر ذرا سا سہلایا

"اٹھ جانا"

وہ ذرا سا ہلا "ہوں "

"اٹھ جا۔۔باہر عباس آیا ہے "

اس کی آنکھیں کھل گئیں "کیوں آیا ہے؟" نیند بھری آواز تھی

"کہہ رہا ہے کوئی بہت ضروری بات ہے۔۔جا سن لے۔۔بیچارہ گرمی میں کھڑا ہے" وہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیرتے کہہ رہی تھیں

ایک گہری سانس لے کر وہ اٹھ گیا، گریبان کے بٹن بند کیے اور جوتا پہن کر باہر گیا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ ایک طرف کو ہو کر چھاؤں میں کھڑا تھا، اسے دیکھ کر سیدھا ہوا

"السلام علیکم! بھائی"

اس نے سر کو خم دیا

"ضروری بات کرنی تھی آپ سے "

"میں سن رہا ہوں" باہر گرمی بہت تھی، ہر طرف دھوپ کا راج تھا

اس نے جیب سے ایک میرون مخملیں تھیلی نکالی اور اس کی طرف بڑھائی، اس نے نا سمجھی سے اسے دیکھا اور پکڑ لیا

"جن دنوں عبداللہ چچا بیمار تھے، چچی نے مجھے یہ بالیاں دی تھیں۔۔ بیچ کر دوائیاں لانی تھیں" وہ سینے پر بازو لپیٹے پتلیاں سکیڑے دور سنہرے کھیت دیکھ رہا تھا۔

"میں نے نہیں بیچیں۔۔ یہ۔۔" وہ ہچکچایا "حواجی کی تھیں۔۔ میں نے کچھ سامان اور سائیکل بیچ کر ان کو دوائیاں لا دی تھیں۔۔ سوچا تھا یہ ان کو واپس کر دوں گا کیونکہ یہ بہت قیمتی ہیں۔۔ لیکن اب مجھ میں ہمت نہیں ہے کہ ان کا سامنا کروں" وہ سر جھکائے بول رہا تھا

"آپ یہ انھیں دے دیجیئے گا۔۔ ان کی امانت تھی میرے پاس اب آپ کی ہوئی" پھر خاموش ہو گیا

"کتنے پیسے لگائے تھے دوائیوں پر؟" وہ ابھی بھی سنجیدہ سا ہو کر سنہرے کھیت دیکھ رہا تھا

"نہیں جی۔۔ایسی بات نہیں ہے "

مگر وہ اسے نظر انداز کر کے پینٹ کی جیب سے بٹوا نکال رہا تھا، پھر جتنے بٹوے میں پیسے تھے سارے اس کی طرف بڑھائے

"یہ رکھ لو۔۔کم ہوئے تو بتا دینا۔۔زیادہ ہوئے تو خیر ہے "

اس نے ہچکچاتے ہوئے پکڑے تھے، بٹوہ دوبارہ جیب میں رکھا

"اور کچھ؟"

وہ خاموش رہا، ابراہیم اندر جانے کو مڑا تھا۔۔اس کی آواز کانوں میں پڑی

"ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجیے گا" وہ گلابی آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

اس نے بس سر ہلایا اور اندر چلا گیا

وہ کچھ پل زخمی دل لیے کھڑا رہا، گردن اٹھا کر حوا بنت عبداللہ کی چھت دیکھی، دل میں ایک سوز سا تھا، ایک چبھن سی۔۔اس نے سر جھٹکا اور آنکھیں پونچھ کر چل دیا

"شہزادی کی محبت میں اکثر غلام سولی چڑھتے ہیں "

وقت بہت جلدی گزرا تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

دن کے دس بج رہے تھے اور گھر میں خاموشی تھی۔اس کی پلکیں پھڑ پھڑائیں اور پھر وہ اٹھ بیٹھی، سامنے بڑے صوفے پر کیف کتابیں پھیلائے بیٹھا تھا۔ گود میں ایک رجسٹر تھا جس پر وہ قلم رگڑ رہا تھا۔اٹھتے ہی اس نے گردن ادھر اُدھر گھمائی اور کھلے بال پونی میں بند کیے۔ پھر صوفے کی پشت پر سر رکھ کر کیف کو دیکھے گئی، جس کی پشت لیزا کی طرف تھی

"یونیورسٹی نہیں گئے؟"اس کی دھیمی سی آواز کیف کے کانوں میں پڑی تو وہ مڑا

"اٹھ گئیں۔۔ نہیں،اب چھٹیاں ہیں۔۔پندرہ دن بعد پیپرز ہیں،ایک بار دہرانا چاہتا ہوں "

"ہوں"وہ اسی طرح لیٹی رہی

"اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟ "

وہ ہلکا سا مسکرائی"ٹھیک ہوں"

وہ اٹھ کر کچن میں چلا گیا، کچھ وقت گزرا اور وہ چائے اور ابلا ہوا انڈہ ساتھ توست لے آیا

"منہ ہاتھ دھولو، ناشتہ کرتے ہیں"ٹرے ٹیبل پر رکھتے ہوئے بولا تھا

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اسے بہت عجیب لگ رہا تھا مگر حالات ایسے تھے کہ اسے رہنا تھا، منہ دھو کر وہ باہر آئی تو چائے کے کپ ویسے ہی تھے، وی گھٹنے پر کتاب رکھے اس پر جھکا ہوا تھا

آہٹ پر اس نے کتاب واپس رکھ دی اور چائے کا کپ اس کی طرف بڑھایا

اس نے خاموشی سے تھام لیا

"قیس چلا گیا؟ "

"ہاں۔۔ساڑھے آٹھ بجے اس کی کلاس تھی، آٹھ بج کر پچیس منٹ پر نکل گیا "

لبوں کو کپ لگاتی لڑکی مسکرائی تھی

اس نے گلا کھنکھارا "میں نے تم سے بات کی تھی نا کہ ہم گھر بدل رہے ہیں "

اس نے اثبات میں سر ہلایا "تو وہ۔۔آج دوپہر میں سامان اٹھا لیں گے، رات تک نئے گھر چلے جائیں گے۔۔یہ مہینہ ختم ہو رہا ہے "

لیزا نے خاموشی سے سنا اور سر ہلایا

"میں آج گھر چلی جاؤں گی، فلک شیر جا چکا ہو گا "

آنسوؤں کا گولہ گلے میں اٹک گیا تھا، وہ کپ کو گھور رہی تھی جس میں اس کی ادھوری چائے تھی

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔۔میں کچھ اور بھی کہنا چاہ رہا ہوں "

لیزا نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا

"اگر تمھاری مرضی ہو تو۔۔"اس نے تھوک نگلا"ہم کل نکاح کر لیں؟ "

وہ خاموش ہی رہی

"تم جیسا چاہو گی، ویسا ہی ہو گا لیکن میں صرف اس لیے کہہ رہا ہوں تاکہ تم محفوظ رہو۔۔ جہاں رہو میرے ساتھ رہو، کوئی تمھیں نقصان نہ پہنچائے "

اس نے اثبات میں سر ہلایا، پھر ہلکا سا مسکرا کر اس لڑکے کو دیکھا جو کہ قدرے کنفیوز تھا

"ٹھیک ہے"پھر ایک سانس خارج کی"میں نے تمھارے لیے مشکلات کھڑی کر دی ہیں، تمھارے پیپرز ہیں، گھر بدل رہے ہو اور پھر اب میرا مسئلہ "

وہ تھوڑی تلے ہتھیلی جمائے اسے دیکھ رہا تھا"اور کچھ؟۔۔جو دل میں ہے کہہ لو "

اس کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، اس نے آنکھوں پر ہتھیلیاں رکھ کیں، سر جھکا لیا وہ اس کے ساتھ آ بیٹھا"لیزا۔۔میں صرف تمھیں محفوظ دیکھنا چاہتا ہوں، تم وہاں محفوظ نہیں تھی، مجھے ہر وقت ڈر لگا رہتا کہ پتہ نہیں تم کس حال میں ہو۔۔پہلے اس نے تمھیں اغوا کیا، کل وہ تمھارے پیچھے پڑ گیا اور آئندہ پتہ نہیں کیا کرے گا۔۔میں صرف تمھیں ایک گھر، ایک

چھت ایک تحفظ کا احساس دینا چاہتا ہوں۔۔میں "فریحہ جبران" کی حفاظت نہیں کر سکا تھا، میں "لیزا اسٹیفورڈ" کی حفاظت کرنا چاہتا ہوں۔۔میں تمھیں بتانا چاہتا ہوں کہ میں تمھارے ساتھ ہوں، مجھے لیزا اسٹیفورڈ سارے مسئلوں ساری خامیوں اور ہر طرح کے حالات کے ساتھ قبول ہے "

روتی ہوئی لڑکی خاموش ہوئی تھی۔۔اس نے ہتھیلی سے آنکھیں صاف کیں "اب اگر تم روئی تو میں تمھاری آنکھیں نکال لوں گا "

وہ سختی سے بولا تھا، اس کے تاثرات دیکھ کر وہ ہنس دی

"چائے ٹھنڈی کر دی تم نے۔۔لاؤ میں گرم کر کے لاتا ہوں"

اس کے سامنے سے کپ اٹھایا اور وہ کچن میں چلا گیا۔۔

وہ بس اس کو دیکھتی رہ گئی۔۔وہ کس مٹی کا بنا تھا؟

دن کے ساڑھے گیارہ بجے

یہ ایک بڑی سی بلڈنگ کا منظر تھا۔باہر بڑے سے دروازے پر بندوق تانے گارڈ کھڑا تھا اور اندر بہت سی گاڑیاں، موٹر سائیکل قطار میں لگی تھیں۔ایک مصروف دن شروع ہو چکا

تھا۔گارڈ بے چینی سے بار بار اندر دیکھتا پھر باہر جیسے کسی کا منتظر ہو، کچھ ہونے والا ہو۔دفعتاً پولیس موبائل آئی اور گارڈ سے کچھ پوچھتے ہوئے اندر کی جانب بڑھی، گارڈ ساتھ تھا۔۔وہ بار بار ماتھے کو چھوتے پریشانی سے کچھ بتا رہا تھا اور وردی پہنے پولیس انسپیکٹر بات سمجھ کر سر ہلا رہا تھا۔دو تین پولیس اہلکار اندر گئے اور کچھ دیر بعد جب باہر آئے تو ان کے ساتھ ایک سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس نوجوان تھا۔وہ اس کی گاڑی کی طرف بڑھے تھے

"تلاشی لو اس کی گاڑی کی" وہ سختی سے حکم دے رہا تھا اور اہلکار اس کی گاڑی کی تلاشی لے رہے تھے۔

نوجوان بار بار پولیس سے کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ نفی میں سر ہلا رہا تھا، دفعتاً اس کی پیسنجر سیٹ کی موٹی گدی کے نیچے سے دو تین بڑے بڑے پیکٹ نکلے۔ایک میں سفید سا پاؤڈر تھا اور باقی دو میں سرمئی رنگ کا۔انسپیکٹر سے ذرا سا پاؤڈر انگلی کی پوروں پر لگایا اور اسے مسلا، پھر ناک کے قریب لے جا کر سونگھا۔

پھر ایک تیکھی نظر اس نوجوان پر ڈالی، پیچھے گاڑی کی ڈگی میں سے ایک آدمی سیاہ رنگ کے دو بیگ برآمد کر کے لا رہا تھا جن میں سے ایک میں اسلحہ تھا اور دوسرے میں اسی طرح کا پاؤڈر۔۔پولیس نے اسے ہتھکڑی لگائی

"اب تو تم لمبا اندر گئے ہو" انسپیکٹر اس کے کان میں پھنکارا تھا۔ وہ سرخ ہوتی آنکھوں اور غصے سے چیختے چلاتے کچھ کہہ رہا تھا۔

پولیس اسے لے گئی تو کچھ دیر بعد ایک سرمئی آنکھوں والا آیا، گارڈ سے ہاتھ ملایا اور بڑی معصوم سی شکل بنا کر بولا تھا

"کیا کہہ رہے تھے انسپیکٹر؟ "

"یہی کہ گاڑی سے اسلحہ اور بارودی مواد نکلا ہے، لمبا اندر گیا ہے "

اس نے نفی میں سر ہلایا "چچ۔۔ بڑا افسوس ہوا۔۔ شکل سے لگتا بھی دہشت گرد ہی تھا "

اور پھر ہنس دیا، گارڈ سے مصافحہ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔۔

دوپہر میں وہ گھر پہنچا تو بڑا دروازہ کھلا تھا۔ لڑکے سامان ٹرک میں رکھ رہے تھے۔ چھوٹا موٹا سامان ہی تھا، صوفے اور الماری تو پہلے ہی مالکان مکان نے رکھوائے تھے۔ وہ سیڑھیاں چڑھتا اوپر آیا اور سیدھا کمرے میں گیا، کمرہ خالی تھا۔۔ کتابوں کے کارٹن اور دیگر چیزیں تھیں جو اچھے سے پیک کی گئی تھیں۔

"کیا بنا؟" آتے ہی کیف کی طرف سے پہلا سوال

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لیزا ساتھ کھڑی تھی، وہ پریشانی سے قیس کو دیکھ رہی تھی۔۔اس نے لاپرواہی سے شانے اچکائے

"چوڑیاں پہنا کر سسرال چھوڑ آیا ہوں" شانے اچکائے

"مطلب؟" سوال کیف کی جانب سے تھا

"لمبا اندر گیا ہے۔۔اب ریلیکس ہو جاؤ "

دونوں حیرانی سے اسے دیکھ رہے تھے

"کیا ہے؟" وہ جھنجھلا گیا

"تم نے یہ کیسے کیا؟" لیزا کو اب ہوش آئی تھی

"کیا مطلب کیسے کیا؟ وکیل ہوں اتنا تو کر ہی سکتا ہوں" وہ اب پر سکون تھی، اس نے کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے، اب باقی کا کام کرنا تھا۔۔گھر خالی ہو چکا تھا

شام کو کیف لیزا کے ساتھ اس کے گھر گیا۔۔جو جو اسے ضروری سامان لگا اس نے لے لیا، اپنے باپ کی کتابیں، ان کے ساتھ لی گئیں تصاویر، وہ زخمی دل کے ساتھ سب بڑے احتیاط سے کارٹن میں ڈال رہی تھی۔یہ سب کچھ اتنی جلدی ہو گا اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔گہری سانس لی اور سانس خارج ہوتے ہی آنسو آنکھوں کے کٹوروں میں بھر گئے۔۔اس

نے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں اور سیڑھیاں اترتی نیچے آئی۔۔ کیف باغ میں کھڑا تھا، اس کا سارا سامان گاڑی میں رکھوا دیا تھا۔۔ وہ اس کے سامنے کھڑی تھی اور وہ پتلیاں سکیڑے اسے دیکھ رہا تھا، پھر منہ بنا کر بازو سینے سے لپیٹ لیے

"کیا ہوا؟" سوال لیزا کی طرف سے تھا

"ہم ہاسپٹل جا رہے ہیں "

"کیوں؟" بھنویں بھینچ گئیں

"تمھاری آنکھیں نکلوانی ہیں "

اور سنتے ہی وہ ہنس دی، وہ بھی مسکرا دیا۔

باہر گیٹ تک آئے اور باہر کھڑی گاڑی دیکھ کر وہ کیف سے مخاطب ہوئی جو کہ گاڑی والے کو جانے کا اشارہ کر چکا تھا

"کیف "

"ہوں" وہ پلٹا

"وہ۔۔ میں آج گھر رکنا چاہتی ہوں "

"ہوں۔۔ٹھیک ہے۔۔جیسے تم چاہو۔۔ویسے خطرے کی کوئی بات نہیں ہے،پریشان نہیں ہونا "

وہ مسکرائی تھی،سورج غروب ہو چکا تھا،سردی بھی بڑھ گئی تھی

"اپنا خیال رکھنا "

اور وہ چلا گیا،دھند میں کہیں دور غائب ہو گیا

وہ بھاری دل کے ساتھ اندر آئی تھی،سیڑھیاں چڑھتا ایک ایک قدم بھاری تھا،دل تھا کہ دس حصوں میں بٹا تھا،ہر حصے سے خون رس رہا تھا مگر یہ تو ہونا ہی تھا۔۔وہ کمرے میں آئی، چٹکی چڑھائی اور بیڈ پر سینے کے بل لیٹ گئی،تکیے میں منہ دیے وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی، اونچی آواز کے ساتھ ہاتھوں سے تکیہ نوچے ہوئے۔۔

وہ چاہتی تھی کہ آج اسے کوئی چپ نہ کروائے،اپنی گزری زندگی کا ہر غم وہ آنسوؤں سے بہادے اور کل کو نئی زندگی شروع کرے،آنسوؤں سے دھلی ہوئی نئی زندگی۔۔وہ کس کو رو رہی تھی۔۔

ادھوری محبت کو

ادھوری خواہشات کو

ادھورے رشتوں کو

ٹوٹے خوابوں کو

ٹوٹے دل کو

چھلنی روح کو

ماں کی ماموتا کو

باپ کی موت کو

دوست کی جدائی کو

وہ اپنی گزری زندگی کو رو رہی تھی، وہ زندگی جہاں اسے سب ادھورا ملا تھا مگر کیا گارنٹی تھی کہ آگے سب پورا ملے گا؟

بات ادھورے یا پورے ملنے کی نہیں ہوتی، بات ملنے یا نہ ملنے کی ہوتی ہے۔۔ادھوری خواہشات ادھورے رشتے ادھوری محبت، ٹوٹے خواب غم پورا دے کر جاتے ہیں۔کچھ ادھورا ملنے سے اچھا ہے کہ نہ ملے، نہیں ملے گا تو ایک ہی دفعہ کا رونا ہے مگر ادھورا ملے گا تو روز روز کا رونا ہے۔۔بالکل اسی طرح جیسے شیشے کی چھوٹی سی کرچی پاؤں کے نیچے بار بار چبھتی اور تکلیف دیتی ہے، نکال دو تو ایک ہی بار تکلیف دے گی پھر ہم چل تو سکیں گے نا !

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ کافی دیر روتی رہی پھر گیلے تکیے پر گال رکھے دائیں طرف منہ کیے پردے کو گھورتے ہوئے سو گئی۔۔ باہر دھند کا زور تھا!

1965

یہ جمعے کا دن تھا، نئے سال کا پہلا دن۔ دوپہر کے دو بج چکے تھے پیچھے سفید جالی دار دوپٹہ لٹک رہا تھا جو کہ اس کی ایڑیوں سے اوپر تک آ رہا تھا، اس نے دھڑکتے دل سے اپنی ماں کے کمرے کا دروازہ کھولا، وہ پردے ہٹائے سامنے وہیل چیئر پر بیٹھی تھیں۔ کتاب گود میں رکھے اس پر جھکی ہوئیں۔ لیزا کمرے میں آئی اور گردن گھما کر کمرے کو دیکھا، آنسوؤں کا گولہ سا گلے میں اٹک گیا۔ تھوک نگلنا بھی مشکل تھا۔ اس کے ہاتھ ٹھنڈے پڑ چکے تھے، دونوں ہاتھوں کی پشت پر مہندی لگی تھی جو کہ دھل کر گہری سرخ رنگت دے رہی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے اس نے کانپتی آواز سے انھیں پکارا تھا

"ممی "!

انھوں نے ایک نظر اسے دیکھا پھر سر جھکا دیا

"اللہ حافظ "!

انھوں نے ایک سانس خارج کی اور نفی میں سر ہلایا۔

وہ چند لمحے کھڑی رہی۔ان کے بولنے کا انتظار کرتی رہی مگر پتھر کبھی نہیں بولتے۔پھر وہ پلٹی اور روتے ہوئے دل سے ایک قدم آگے بڑھایا۔کوئی خوشی کا بول، کوئی تسلی، کوئی دعا، کوئی تعریف، کوئی شکوہ وہ کچھ تو کہیں مگر پتھر کبھی نہیں بولتے۔۔اس نے ہاتھ سے ناب گھمایا، یخ ٹھنڈا ہاتھ کانپ رہا تھا اور دروازہ کھل گیا، وہ باہر آگئی، گردن گھما کر اپنے باپ کے بند کمرے کو دیکھا۔۔ایک سانس خارج کی

انگلی کی پوروں سے آنکھوں کے کنارے صاف کیے اور مسکراتے ہوئے سیڑھیاں اتر رہی تھی۔دوپٹہ پیچھے سے سیڑھیوں پر رینگ رہا تھا۔نیچے آئی اور درمیان میں کھڑی ہو کر ایڑیوں پر گھومی، سارا گھر ایک نظر میں سمالیا۔۔دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا۔وہ اداس ہو گئی تھی مگر وہ خوش بھی تھی۔دیوار پر بہت کم تصاویر لگی رہ گئی تھیں۔تب ہی کچن سے بیلا باہر آئی اور اسے پیر سے سر تک دیکھا

"آپ کتنی پیاری لگ رہی ہیں" گالوں پر ہاتھ رکھے وہ مسکراتے ہوئے بولی تھی

لیزا مسکرائی تھی، پھر اس کے گلے لگی

"خداوند آپ کو خوش اور آباد رکھے۔۔ہمیں نہ بھولیے گا "

وہ الگ ہوئی۔ میک اپ والی لڑکی خدا حافظ کہہ کر چلی گئی۔ باہر سے قیس اندر آیا تھا اس نے مڑ کر دیکھا

"آ بھی جاؤ چھپکلی" وہ لاؤنج کے زینوں پر کھڑا تھا۔

اس نے کریم کلر کی شلوار قمیض اور اوپر بھورا کوٹ پہن رکھا تھا۔ لیزا نے سر ہلایا اور باہر کی طرف بڑھی۔ سنبھل کر گاڑی میں پیچھے بیٹھی اور وہ گاڑی بھگا کر لے گیا۔۔ ماضی پیچھے رہ گیا۔۔

سورج نے بادلوں میں سے ذرا سا جھانکا تھا۔۔ جمعے کے بعد مسجد خالی ہو چکی تھی۔ بڑی سی مسجد کے اندر کارپیٹ بچھے تھے۔ بڑی بڑی کھڑکیوں سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ روشنی کی ایک دھار کھڑکی سے اندر آتی اور درمیان میں آ کر کارپیٹ پر بجتی، دھار میں ننھے ننھے ذرات تیر رہے تھے۔ گہرے بھورے دراز قد دروازے کھلے تھے۔ تین زینے پار کیے، اوپر آئی اور میرون رنگ کا کھسا اتارا۔ پھر سفید فرش پر پاؤں رکھے اور ہاتھوں کی انگلیاں مروڑتے، دھڑکتے دل کے ساتھ وہ اندر بڑھی تھی۔ مولوی صاحب کے سامنے کوئی بیٹھا تھا۔ اس کی پشت لیزا کی طرف تھی۔ اس نے سفید ٹو پیس سوٹ اور اوپر سرمئی کوٹ پہن رکھا تھا۔ وہ مولوی صاحب سے کچھ کہہ رہا تھا پھر اچانک اس نے گردن موڑی اور اسے دیکھتا رہ گیا،

نظریں اس پر جمائے وہ کھڑا ہوا تھا۔وہ اس کے آنے پر ہمیشہ کھڑا ہو جاتا تھا۔لیزا نے دھڑکتے دل، ٹھنڈے ہاتھوں اور رکی سانس سے اسے دیکھا تھا۔سیاہ گہری آنکھیں، سفید سوٹ، سرمئی کوٹ، شفاف رنگت اور معصوم سی مسکراہٹ سے وہ لیزا کو دیکھ رہا تھا۔۔کیا کوئی ارد گرد تھا؟ نہیں تو۔۔کیا کوئی ان کے درمیان تھا؟ نہیں تو۔۔دن تھا یا رات تھی، وقت تو ٹھہر گیا تھا، وہ پتھر کا مجسمہ بن گئی تھی۔۔

کیف اسے بنا پلک جھپکائے دیکھ رہا تھا۔اس نے میرون ویلوٹ کا گاؤن پہنا تھا جس پر گولڈن کڑھائی ہوئی تھی، نیچے گھٹنوں سے اوپر تک آتی سادہ مخمل کی بنی قمیض تھی۔۔ماتھے پر ٹیکا تھا اور کانوں میں چھوٹی بالیاں، بال کھلے تھے جنھیں آگے سے ایک ہلکا پھلکا سٹائل بنا کر قید کیا گیا تھا۔۔سفید جالی دار دوپٹہ سر پر تھا۔۔گرارہ پہنے نیچے شفاف سے پیر جھلک رہے تھے۔۔اس کے ملائم سے ہاتھوں پر مہندی سج رہی تھی۔سرخ گلاب کے گجرے اس کے ہاتھوں کی خوبصورتی بڑھا رہے تھے۔۔ناخن کسی بھی نیل پالش سے پاک تھے۔۔وہ اسے اس کائنات کی سب سے خوبصورت اور دلکش عورت لگی تھی، وہ آج شہزادی نہیں ملکہ تھی۔۔وہ اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، دل نے اقرار کیا تھا۔۔دونوں آمنے سامنے کھڑے تھے،

اسے لگا اگر اس نے پلک جھپکی تو خواب ٹوٹ جائے گا مگر خواب نہیں ٹوٹا تھا۔۔وہ اس کے عین سامنے تھی اور اس نے شرما کر سر جھکایا تھا، گال گلابی ہوئے تھے

وہ بھی مسکرایا تھا اور پھر ذرا سا پیچھے ہو کر اس نے بازو لمبا کر کے مولوی کے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا، وہ بیٹھ گئی، تھوڑے فاصلے پر وہ بھی بیٹھ گیا۔۔کیف کے ساتھ قیس بیٹھا تھا۔۔ایک دو کلاس فیلوز تھے اور مولوی صاحب نکاح کے کلمات پڑھ رہے تھے۔۔اس کا دل بے تحاشا دھڑکا تھا

کیا کوئی اسے بھی اپنا سکتا ہے؟ کیا وہ بھی اس لائق ہے کہ اسے چاہا جائے؟ اس نے گلابی آنکھوں سے کیف کو دیکھا وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا، پھر سر جھکا کر اس نے رضامندی کا اظہار کیا۔۔وہ سنجیدہ سا ہو کر اس کے کانپتے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا جو کہ مطلوبہ جگہوں پر دستخط کر رہے تھے۔۔

دستخط ہو گئے اور پھر کیف کی باری تھی۔لڑکے نے اسے قبول کیا تھا۔اسے اپنا لیا تھا اس کے آنسوؤں، اس کی مسکراہٹوں اور اس کے ہر غم ہر خوشی کے ساتھ کیف جبران نے ایک شہزادی کو ملکہ کا درجہ دے دیا تھا۔۔نکاح ہو گیا تھا اور اب وہ اس زندگی کے لیے ہمسفر، ہمدرد اور ہمنوا تھے

کیف نے گردن گھما کر اس لڑکی کو دیکھا جس کے ہاتھ ابھی تک کپکپا رہے تھے، سر جھکا ہوا تھا، وہ بار بار انگلیاں مروڑ رہی تھی۔۔اس نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا ٹھنڈے ہاتھ پر ایک گرم سا تاثر پڑا تھا۔۔اس نے گردن اٹھادی تھی، وہ مسکرایا تھا

"نکاح مبارک ہو "

لڑکی مسکرائی تھی، مسجد میں روشنی ہو گئی تھی، ہر طرف خوشبو پھیلی تھی، ایک سکون سا اطمینان سا دل میں اترا تھا، ایک تحفظ کا احساس، وہ تحفظ جس کے لیے وہ ساری عمر ترستی رہی تھی۔۔

وہ کھڑا ہوا اور کیف کے گلے لگا، سب ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔۔

قیس نے لیزا کو دیکھا اور مسکرایا، پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر ذرا سا جھکا

"خوش آمدید "

وہ ہنس دی

گھر پہنچے تو پانچ بج رہے تھے۔ سردی اور دھند تھی۔ گھر کا دروازہ کھلا اور کیف اندر داخل ہوا پھر ہاتھ بڑھایا، لڑکی نے اپنا ہاتھ تھمایا

"خوش آمدید، ملکہ !" وہ ذرا سا آگے کو جھکا تھا

لڑکی مسکرائی اور اندر داخل ہوئی، لاؤنج کو خوبصورت پھولوں سے سجایا گیا تھا۔۔یہ واقعی خواب لگ رہا تھا اور کچھ خواب حقیقت میں بھی بدل جاتے ہیں۔۔وہ بہت خوش تھی اور مسکراتی ہوئی ادھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔۔کیف نے کچھ کہا تو وہ مسکرا دی۔۔

باہر رات ہر گزرتے لمحے گہری ہو رہی تھی

رات کا وقت، سردی کا دور، خاموشی کا پہر اور گھپ اندھیرا۔۔عشاء کی اذان ہو چکی تھی اور ایک کمرے میں بستر پر ایک لڑکی بیٹھی ایک چھوٹے بچے کو ہوم ورک کروا رہی تھی، سامنے صوفے پر ایک لڑکا گود میں کتاب رکھے اس پر جھکا ہوا تھا۔۔نیچے اس کے پاؤں کے قریب چائے کا کپ تھا جس میں سے بھاپ اڑ رہی تھی۔۔چھوٹا بچہ بار بار لفظ لکھ رہا تھا اور لڑکی مٹا کر اسے صحیح کرنے کو کہہ رہی تھی

"ایسے نہیں۔۔سیدھا لکھو" پھر مٹایا اور بچہ کاپی پر جھک گیا

صوفے پر بیٹھے لڑکے نے گلا کھنکھارا "باجی "

"ہوں "

"فراز بھائی کیوں نہیں آئے؟" بات کرتے کان کی لو مسل رہا تھا

"انھیں دنیا میں بیوی کے علاوہ کچھ اور نہیں نظر آتا" طنز سے کہہ کر انھوں نے سر جھٹکا۔

وہ خاموش ہو گیا

"چلو۔۔اب ہم سو جاتے ہیں" لڑکی نے اس کی کاپی اس کے بیگ میں ڈالی اور اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔۔وہ مسکرا کر لیٹ گیا اور رضائی اوڑھ لی

"ابو کی طبیعت کیسی ہے؟" لڑکا ہاتھ میں پکڑی پنسل گھما رہا تھا

"کیسی ہو سکتی ہے؟" چھوٹے بچے کے کندھے پر تھپک کر اسے سلا رہی تھی "سارا دن تو اکیلے لگے رہتے ہیں۔۔اللہ آگ لگائے ان جاٹوں کو" منہ بسورتے ہوئے انھیں بد دعائیں دے رہی تھیں

وہ سر جھکا کر پڑھنے لگا مگر دھیان کہیں اور تھا

"باجی" اس نے پھر سر اُٹھایا

"ہوں" بچہ سو گیا تھا، وہ ہاتھ میں کوئی رسالہ پکڑے بیٹھی تھیں

"باجی۔۔ایک سال تین ماہ ہو گئے ہیں" اس نے جیسے کچھ یاد دلانے کی کوشش کی تھی

اس نے نظر اٹھا کر دیکھا پھر ایک سانس خارج کی "ادی۔۔ تمھیں پتہ ہے نا گھر کے حالات کیسے چل رہے ہیں "

"باجی میں کون سا کہہ رہا ہوں کہ آج ہی بارات لے جاؤ۔۔ایک بار بات۔۔ "

ندا نے بیچ میں ہی اس کی بات کاٹ دی "ہم گئے تھے ادی۔۔انھوں نے کوئی جواب نہیں دیا۔۔اس کے بھائی کی شادی تھی تب بھی اس کی امی نے کوئی ذکر نہیں کیا" وہ جیسے شکوہ کر رہی تھی

لڑکے کا دل اُچاٹ ہو گیا "ٹھیک ہے۔۔نہ جائیں۔۔میں خود ہی چلا جاؤں گا" کتاب بند کر کے پھینکنے کی صورت میں صوفے پر رکھی اور کھڑا ہو گیا

"چائے تو پی لو"

"دل نہیں ہے باجی" اور منہ بنا کر باہر چلا گیا۔۔

لڑکی نے ایک سانس خارج کی اور کھڑی ہو گئی، چائے کا کپ پکڑا اور اس کے پیچھے گئی۔۔

وہ باہر سردی میں تخت پوش پر بیٹھا تھا، چوکڑی مارے گردن جھکائے شاید کچھ بڑبڑا بھی رہا تھا۔انھوں نے اس کے سامنے چائے کا کپ رکھا اور ساتھ بیٹھ گئیں

"سردی لگ جائے گی، اندر چلو "

وہ چپ رہا، کچھ بھی نہ بولا

"ادی۔۔ "

"باجی میں ٹھیک ہوں۔۔ نہیں لگتی سردی" وہ خفا خفا سا بول رہا تھا

وہ جھٹ سے کھڑی ہوئی "میں تین تک گنوں گی، اگر تم اندر نہ گئے تو میں صبح نہیں جا رہی "

اس نے گردن اٹھا کر لڑکی کو دیکھا

"ایک۔۔دو"

اور چائے کا کپ پکڑ کر فوراً کھڑا ہوا، مسکرا دیا "شکریہ باجی"

اور اندر چلا گیا۔۔ یہ تو بس باجی کو پتہ تھا کہ کس طرح ابا اور آپی کو قائل کرنا ہے۔۔اس کا رخ ابا کے کمرے کی طرف تھا

دوپہر کے ایک بجے کا وقت تھا، عبدالرحمن کمرے میں بیٹھے تھے، کچھ کاغذات دیکھ رہے تھے۔ سکینہ کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی سو وہ سوئی ہوئی تھی، محلے میں کوئی فوتگی ہوئی تھی اور سمیرا وہاں گئی تھیں اور حوا چولہے کے سامنے بیٹھی پلاؤ بنانے کی تیاری کر رہی تھی۔ باہر کا دروازہ بجا اور اس نے اٹھ کر کھولا، ابراہیم آیا تھا۔۔ سلام لے کر اندر کی طرف بڑھا۔۔ وہ دوبارہ چولہے کے سامنے بیٹھ گئی۔۔ پیاز کا چھلکا اتارتے ایک آواز لگائی

"ابراہیم۔۔ "

وہ جو الماری کھولے اندر کچھ ڈھونڈ رہا تھا، باہر آیا

"جی بیگم "!

اندر بیٹھے عبدالرحمن نے سنا تھا اور مسکرا دیے

وہ مڑے بغیر بولی تھی "یہ پیاز کاٹ دیں"

"ہیں "اس کا منہ کھل گیا

اب کی بار عبدالرحمن ہلکا سا ہنسے تھے

"ہاں نا۔۔میری آنکھوں میں پانی آجاتا ہے "وہ معصوم سی شکل بنا کر اسے دیکھ رہی تھی۔

اس نے ایک بے بس سی سانس خارج کی اور اسے ساتھ بیٹھ گیا، اب وہ پیاز کاٹ رہا تھا

"ویسے اللہ نے مجھے بھی انسانوں والی آنکھیں ہی دی ہیں۔۔میری کونسا آنکھوں کی جگہ کنچے لگے ہیں "

وہ ٹماٹر کاٹ رہی تھی "فوج میں آپ نے چاول بنانا نہیں سیکھے تھے؟ "

وہ بے بسی سے اسے دیکھ رہا تھا" محترمہ میں فوج میں روٹیاں بنانے اور پیاز کاٹنے نہیں گیا تھا" ساتھ ساتھ پیاز کاٹ رہا تھا، آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں۔۔ حوا نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر ہونٹ دانتوں تلے دبا کر ہنسی روکی۔

آگ پر رکھی پتیلی میں پڑا تیل شر رشر رکی آواز کے ساتھ گرم ہونے کا اشارہ دے رہا تھا، اس نے پتیلی کے کنارے کو انگلیوں سے پکڑا اور کرنٹ کھا کر چھوڑا" سس!" وہ کراہی اور ساتھ ہی ساتھ بیٹھے ابراہیم کے بازو پر ایک چپت رسید کی

"کیا ہے۔۔ مجھے کیوں مار رہی ہو؟" گلابی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا، وہ چھری ٹوکری میں رکھ کر بازو مل رہا تھا

وہ غصے سے اسے دیکھ رہی تھی" آپ کی وجہ سے میرا ہاتھ جلا ہے۔ اتنی دیر سے پیاز کون کاٹتا ہے؟" اس نے کٹے ہوئے پیاز کی ٹوکری پکڑی اور پیاز گرم تیل میں ڈالا

وہ بس تھوڑی تلے مٹھی رکھے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ وہ غصے میں منہ میں بڑبڑا رہی تھی

"ایک چھوٹا سا کام کہا تھا وہ بھی نہیں ہوا۔۔ ہاتھ میرا جل گیا ہے۔۔ باتیں کروالو، غصہ کروالو، ایک پیاز نہیں کاٹنی آتی" وہ غصے سے بڑبڑاتے ہوئے ہنڈیا میں کفگیر ہلا رہی تھی

وہ بس گہری سانس لیے اسے دیکھ رہا تھا۔۔وہ عبدالرحمن پر بھی غصہ ہوتا تھا، سکینہ کو بھی ڈانٹ دیتا تھا، سمیرا سے بھی کبھی غصے میں بات ہو جاتی تھی۔۔خالدہ تائی تو اب ویسے بھی منہ نہیں لگاتی تھیں اور ایک ساتھ بیٹھی لڑکی تھی جو کب سے اس پر غصہ ہو رہی تھی اور وہ چپ چاپ اسے سن رہا تھا۔۔وہ حکم دینے والوں میں سے تھا مگر یہاں اسے حکم ماننا پڑتا تھا۔۔وہ اس کے معاملے میں بے بس تھا

"اچھا ہاتھ دکھاؤ۔۔زیادہ تو نہیں جلا "

وہ خاموش ہوئی تو اس نے اس کا ہاتھ پکڑ کر دیکھا، دو انگلیاں پوروں سے اور انگوٹھا سرخ ہوا تھا

"اتنا غصہ کرتی ہو، میں پیاز کاٹ رہا تھا نا۔۔چپ کر کے بیٹھ جاتی" وہ سر نفی میں ہلا رہا تھا حوا نے اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ کھینچ لیا" باتیں کیوں سنا رہے ہیں۔۔میں دادا کو بتاؤں گی ایک تو آپ کی وجہ سے میرا ہاتھ جلا ہے اور اوپر سے آپ غصہ کر رہے ہیں "

وہ اب خفا سی ہو کر ادرک کاٹ رہی تھی

اس کا دل کیا یہیں سر پیٹ لے، آئندہ اگر اسے زندگی ملی تو وہ کبھی شادی نہیں کرے گا۔۔دن میں دو تین بار تو وہ خفا ہوتی تھی اور اسے ہی منانا ہوتا تھا

"اچھا سوری۔۔میری وجہ سے تمھارا ہاتھ جل گیا ہے۔۔اور آئندہ میں غصہ نہیں کروں گا "

وہ بے بس سا ہو کر بیٹھا تھا،وہ منہ بنائے لہسن چھیلتی رہی۔۔

کمرے سے کسی کے کھانسنے کی آواز آرہی تھی،وہ ٹھٹھک گیا۔۔کھانسی شدید ہو رہی تھی۔حوا نے چھری پلیٹ میں رکھی اور کھڑی ہو گئی،وہ بھی ساتھ ہی کھڑا ہوا

"دادا۔۔کھانس کیوں رہے ہیں؟ "

اس کے چہرے کے رنگ اڑے تھے،سارا غصہ ساری خفگی سب کچھ اڑ گیا تھا

"تم بیٹھو۔۔میں دیکھتا ہوں "

"نہیں۔۔میں جاتی ہوں"اس نے دوپٹے سے ہاتھ صاف کیے

"حوا۔۔ہنڈیا جل جائے گی۔۔میں ہوں نا۔۔میں دیکھتا ہوں "

اور وہ فوراً اندر چلا گیا،اس کا دل ڈر رہا تھا،ایک بار دو سال پہلے اس نے یہی آواز سنی تھی اور اس کی دنیا بے رنگ سی ہو گئی تھی۔

وہ بے دھیانی میں بھگے چاولوں میں ہاتھ ڈال رہی تھی۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کمرے کا دروازہ کھلا اور ابراہیم اندر گیا، عبدالرحمن نظریں چرا گئے اور کاغذات پر جھکے حساب لکھ رہے تھے

وہ ان کے پاس بستر پر جا بیٹھا، دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا اور ان کا بایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا "جب میں چھوٹا ہوتا تھا تو آپ مجھے اپنے سینے سے لگاتے تھے، بخار مجھے ہوتا تھا اور پریشان آپ ہوتے تھے، پیٹ میں درد مجھے ہوتا تھا اور سوتے آپ نہیں تھے۔۔" وہ ان کے بازو میں بازو ڈالے بڑے آرام سے بول رہا تھا "مجھے نہیں پتہ ابو ہوتے تو میں کیسا ہوتا۔۔ لیکن میرے لیے میرے باپ تو آپ ہی تھے۔۔ ماں باپ یہ کیوں سمجھتے ہیں کہ اولاد نا سمجھ ہے، ان سے باتیں کیوں چھپاتے ہیں کہ انھیں تکلیف نہ ہو۔۔ میں کہتا ہوں کہ ماں باپ کو بار بار بتانا چاہیئے کہ انھیں کہاں درد ہے، ان کے ساتھ کیا مسئلہ چل رہا ہے۔۔ تاکہ اولاد کو بھی احساس ہو کہ تکلیف ہونا کیا ہوتا ہے" اس نے گلابی آنکھوں سے اپنے دادا کی کملائی ہوئی رنگت دیکھی "آپ کو کیوں لگا کہ جس ابراہیم کو آپ نے سینے سے لگایا تھا، جس کا سر آپ کے سینے پر ہوتا تھا تو تب وہ سوتا تھا، آپ کے سینے میں منہ دے کر جو ابراہیم رویا تھا وہ آج آپ کے سینے کا درد محسوس نہیں کر سکتا، اسے نہیں پتہ ہوگا کہ اس کا باپ کس درد سے گزر

رہا ہے۔۔اسے سانس لینے میں تکلیف ہے اور ابراہیم کھل کر سانس لے رہا ہے۔۔آپ نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ میں کچھ نہیں سمجھتا؟ "

وہ شکوہ کر رہا تھا اور وہ خاموشی سے سن رہے تھے

"میں تو آپ کا بیٹا ہوں۔۔باپ کو بیٹے سے تو کچھ نہیں چھپانا چاہیئے، میں تو آپ کا دوست بھی تھا، دوست سے درد بانٹ لینا چاہیئے "

"میں تمھیں پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا" ان کی آواز نم تھی، ایسی آواز جو اس نے پہلے کبھی نہیں سنی تھی۔

"مجھے نہیں پتہ تھا کہ محبت کیا ہوتی ہے؟ لیکن جب میں نے دیکھا کہ آپ میرے بیمار ہونے پر رات رات تک میرے سرہانے بیٹھے رہتے ہیں، چاہے جتنی بھی سردی ہو یا بارش آپ میرا انتظار کرتے ہیں، میرے آنے سے پہلے کھانا نہیں کھاتے ہیں، میرے ساتھ بالکل بچے بن جاتے ہیں اور میری ساری خطائیں ساری غلطیاں اپنے سر لے لیتے ہیں تو میں نے کہا یہی محبت ہے۔۔آپ کو کیوں لگتا ہے کہ آپ ہی ہمیشہ مجھ سے محبت میں جیتیں گے۔۔میں کیوں نہیں؟ "

وہ پھر بھی خاموش رہے۔

"اب آپ وہی کریں گے جو میں کہوں گا "

انھوں نے گردن موڑ کر اسے دیکھا "کیا؟ "

"شیخو آپ سے ملنا چاہتا ہے "

انھوں نے گردن جھکالی

"میں۔۔ "

"نہیں دادا۔۔ماں باپ بھی انسان ہوتے ہیں۔۔آپ نے غلطیاں کی تھیں شاید گناہ بھی مگر آپ نے معافی مانگی تھی۔۔میں نے دیکھا تھا آپ عبداللہ چچا سے نہیں ملتے تھے، نظریں نہیں ملاتے تھے کیونکہ آپ پشیماں تھے، آخری بار بھی آپ معافی مانگنے معاف کر دینے آئے تھے مگر زندگی نے مہلت نہیں دی۔۔یہ آپ کا عبداللہ چچا کا معاملہ ہے، میرا اس میں کیا قصور۔۔میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا، اس میں میرا کیا قصور "

وہ ان کے کندھے پر سر رکھے بیٹھ گیا تھا۔۔انھوں نے ایک سانس خارج کی

وہ خاموش رہے، باہر پلاؤ کی خوشبو پھیل رہی تھی

"یہ کون سے کاغذات نکال کر بیٹھے ہیں؟ "

وہ اب نارمل ہو گیا تھا

"یہ مرزا کی زمین پر جھگڑا چل رہا ہے۔۔جاٹ آجاتے ہیں اور اپنا حق جتاتے ہیں،اس کے باپ کی زمینیں ہیں اس کا حق ہے۔۔بس وہی حساب کتاب کر رہا تھا "

"اچھا۔۔"اس کا ذہن ادیب پر تھا،آج یا کل وہ آئے گا۔۔وہ جانتا تھا

"چلیں کھانا کھاتے ہیں"وہ کھڑا ہوا اور ان کے ہاتھ سے کاغذات پکڑ کر سامنے میز پر رکھے

"ہاں بھئی۔۔مل کر کھانا بنایا ہے میرے بیٹے اور بیٹی نے۔۔کھانا تو ہے"وہ اسے چھیڑ رہے تھے

وہ ہنس دیا"یہ بس آپ کی بیٹی ہی کروا سکتی ہے "

وہ کھڑے ہو گئے اور اس کے ساتھ باہر نکلے تھے،اس نے بازو ان کے کندھے کے گرد حمائل کیا ہوا تھا"آپ کی بیٹی بڑا غصہ کرتی ہے۔۔ساری کی ساری آپ پر گئی ہے۔۔میری تو دن میں چار پانچ بار کلاس لگتی ہے "

وہ ہنس دیے اور اس کا کان کھینچا"اسی لائق ہو تم "

وہ بس کراہا اور پھر مسکرا دیا

یہ اگلے دن کی بات ہے، سمیرا، حوا اور سکینہ اندر بیٹھ کر کڑھائی کر رہی تھیں۔تینوں اپنے اپنے فریم پر جھکی ہوئیں۔ساتھ ساتھ باتیں بھی کر رہی تھیں اور کسی بات پر ہنس بھی رہی تھیں۔

"میں نے تو بھئی آسیہ سے کہہ دیا کہ اب شیخو کی شادی کر دو، گھر میں دلہن لاؤ تو رونق ہو گی۔۔حوا تو اب میری بیٹی ہے "

سامنے بیٹھی لڑکی مسکرا دی، سکینہ نے اسے کہنی ماری۔۔مسکراہٹ گہری ہوئی

دفعتاً باہر کا دروازہ بجا۔کوئی باہر نہ آیا، دروازہ پھر سے بجا

"سکینہ جا دیکھ جا کر۔۔یہ دادا پوتا ساتھ بیٹھ جائیں تو ان کا اللہ ہی حافظ ہے "

وہ فریم رکھ کر اٹھی اور باہر کی جانب لپکی "کون؟ "

ابراہیم عبدالرحمن سے کسی بات پر بحث کر رہا تھا، اس کی آواز کمرے سے باہر تک آ رہی تھی

"دادا یہ دیکھیں۔۔بیس تاریخ کو انھوں نے جو پیسے دیے وہ پچاس روپے تھے پھر جو۔۔

"

سکینہ نے دروازے کے پاس جا کر پھر پوچھا تھا "کون؟ "

باہر کھڑے لڑکے کا دل کانپا تھا، ٹھنڈے پسینے آرہے تھے، سردی بہت بڑھ گئی تھی، ہاتھ دروازے کے قریب ہوا میں ہی معلق رہ گیا تھا

"عبدالرحمن۔۔گھر۔۔پر ہیں؟" الفاظ ٹوٹے پھوٹے ادا ہوئے تھے۔۔سکینہ کو لگا وہ وہاں نہیں ہے، وہ بس گرنے والی ہے۔اسے سانس نہیں آرہی تھی۔دل پھٹ جانے کو تھا۔ دماغ سن تھا۔وہ کانپ رہی تھی۔ہاتھ دروازے کی کنڈی پر جم گیا تھا۔اس نے دھیرے سے دروازہ کھولا، سر جھکا ہوا تھا۔۔سامنے کھڑے وجود کے سیاہ جوتے نظر آئے، اس نے پھٹی پھٹی نگاہوں سے سانس روکے دھڑکتے دل اور سن ہوتے ذہن سے نظریں اوپر اٹھائیں۔۔ آنکھوں نے جوتوں سے چہرے تک کا سفر کیا اور اس نے دروازے کو مضبوطی سے تھام لیا۔۔"سیاہی مائل سرمئی آنکھیں!" یہ خواب ہے، میں خواب دیکھ رہی ہوں، سردی اور دھند تھی۔۔وہ یہ چہرہ نہیں بھول سکتی کم از کم اس زندگی میں تو نہیں۔اس زندگی میں اسے گہری سرمئی آنکھیں بھلانے کے لیے مرنا پڑے گا مگر مر کر بھی نہ بھولی تو؟

اس نے پلک تک نہیں جھپکی تھی، ہر طرف خاموشی تھی، روشنی تھی مگر دھند بھی تھی۔۔جیسے کوئی خواب ہو

لڑکا بھی اسے دیکھ رہا تھا،اس کی رنگت زرد ہو گئی تھی،ہاتھ پہلو میں گرے تھے،صرف ایک آواز تھی اور وہ تھی دل کے دھڑکنے کی اور کچھ نہیں۔۔

"سکینہ۔۔کون ہے؟"ابراہیم پیچھے سے آرہا تھا۔

وہ نہیں مڑی،اسے نہیں مڑنا تھا۔۔وہ نہیں بولی اس کے ہونٹ جم گئے تھے۔۔زبان نہیں ہلی وہ تالو سے چپکی پڑی تھی۔۔وہ پتھر بن گئی تھی

"سکینہ۔۔"اور ابراہیم جب اس کے سر پر پہنچا تو ٹھٹھک گیا

بھنویں بھینچ گئیں،لڑکے نے ابراہیم کو دیکھا پھر بولنے کے لیے لب کھولے مگر کیا بولنا ہے؟کیا بولنا چاہیئے؟وہ کیا کہنے آیا تھا؟دماغ نے کام کرنا بند کر دیا تھا

"وہ۔۔"اس کا تنفس تیز تھا

اس نے سکینہ کو دیکھا اور اسے جھڑکا"اندر چلو تم "

اس نے ایک نظر ابراہیم کو دیکھا اور سن ہوتے وجود سے اندر جانے لگی،اس کی آنکھیں نم تھیں۔۔اس نے ایک نظر مڑ کر پیچھے لڑکے کو دیکھا

"وہ۔۔ابو۔۔ابو نے دادا جی کو بلایا تھا"اس نے تھوک نگلا مگر نارمل نہیں ہوا

"اچھا"اور وہ سنجیدہ سا اندر گیا اور انھیں بلا لایا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ دیوار کے پیچھے سے ابھی تک اسے ہی دیکھ رہی تھی، وہ اسے ڈھونڈ رہا تھا کہ وہ کہاں گئی؟

عبدالرحمن آ گئے اور وہ چلا گیا۔۔ لڑکی نے آنکھیں بند کر لیں، منظر اندر اتار لیا۔۔ باہر سردی بڑھ رہی تھی، اس کی رنگت پیلی زرد تھی۔۔ ہاتھ ابھی تک کپکپا رہے تھے اور ٹانگیں ایسے جیسے جامد ہو گئی ہوں، چلنا محال تھا۔۔

شام کے وقت عصر کے بعد احمد مرزا، ندا باجی اور عدیلہ آپی آئی تھیں اور اب وہ سامنے کمرے میں بیٹھ کر باتیں کر رہے تھے۔ عدیلہ آپی ناخوش سی تھیں مگر ندا باجی سمیرا سے مسکرا کر باتیں کر رہی تھیں۔ عبدالرحمن احمد مرزا سے کسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ کچھ پل بیتے اور سکینہ چائے اور بسکٹ رکھ کر چلی گئی۔ ساتھ والے کمرے میں حوا صوفے پر بیٹھی تھی، وہ اندر آئی تو حوا اس کی طرف لپکی، اس کا ہاتھ تھاما

"اللہ۔۔ تمھاری رنگت کتنی زرد ہو رہی ہے سکینہ "

اسے بستر پر بٹھایا اور پانی کا گلاس بڑھایا۔ پانی پی کر اس نے گہری سانس لی اور پھر حوا کو دیکھا جس کے ہاتھ میں اس کا ہاتھ تھا

"کیا ہوا؟" وہ اس کے چہرے کے گرد آئے بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کر رہی تھی

"تم بھائی سے بات کرو۔ وہ تمھاری بات نہیں ٹالتے" وہ رو دینے کو تھی۔ کانپتی آواز اور یخ ٹھنڈے ہاتھ

"ہاں۔۔ میں بات کروں گی" مگر کیا بات؟ کون سی بات؟ اسے خود نہیں پتہ تھا۔

"میں۔۔ ادیب کو بہت چاہتی ہوں۔ مجھے خود نہیں پتہ تھا کہ میں اسے اتنا چاہنے لگوں گی" وہ رو بھی رہی تھی "وہ نہ ہو تو لگتا ہے ہر طرف اندھیرا ہے۔ وہ ہو تو ہر طرف روشنی سی لگتی ہے۔ میں نے اسے ہر لمحہ تصور کیا ہے اور مجھے نہیں پتہ کہ میں اس کے بغیر کیسے رہوں گی" اس نے سر جھکا دیا

"تم نہیں گھبراؤ۔۔ ابراہیم نے کبھی میرے حق میں کمی نہیں کی تو تمھارے حق میں کیسے کر سکتے ہیں "

حوا مسکرائی تھی، اس نے بس اثبات میں سر ہلایا۔ نم سانس اندر کھینچی اور آنکھیں پونچھ لیں۔

جاتے ہوئے ندا باجی اس سے مل کر گئی تھیں جس سے اسے کافی تسلی ہوئی تھی۔

مغرب کے بعد حوا اور سکینہ چولہے کے سامنے بیٹھیں روٹیاں بنا رہی تھیں ساتھ ساتھ باتیں بھی جاری تھیں۔ کمرے میں ابراہیم نے آواز لگائی تھی

"سکینہ "

وہ ٹھٹھک گئی، گھبرا کر سامنے بیٹھی حوا کو دیکھا۔ ایک تھوک نگلا، دل دھڑکا تھا، اس نے پلکوں سے اسے اشارہ کیا کہ تسلی رکھو۔۔ پھر وہ اٹھی اور اندر گئی، ابراہیم سامنے بستر پر بیٹھا تھا۔ سکینہ کی طرف اس کی پشت تھی۔ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی ہاتھ میں دوپٹے کا پلو مروڑتی وہ اپنے بھائی کے ساتھ جا بیٹھی۔۔ اس کا رنگ اڑا ہوا تھا

"جی بھائی" کمزور سی آواز تھی

"ڈر کیوں رہی ہو۔۔ کھا تھوڑی جاؤں گا تمھیں" وہ مسکرایا تھا

اس کی گھبراہٹ ذرا کم ہوئی

"دوپہر میں ادیب کے گھر والے آئے تھے۔۔ تم بہتر جانتی ہو کہ کیوں آئے تھے" پھر خاموش ہوا۔ اس کی طرف دیکھا

"میرے لیے تمھارا فیصلہ سب سے اہم ہے۔۔ جو تمھارے دل میں ہے بتا دو "

اس کا تنفس تیز تھا،دل کی دھڑکن بڑھی ہوئی تھی "بھائی" تھوک نگلا "جو آپ۔۔بہتر سمجھیں "

اس نے ماتھے کو چھوا اور ہنس دیا (مشرقی بہنیں)

"تمھیں پتہ ہے میں ایک سال تین ماہ پہلے اس سے ملا تھا۔۔میں نے اس سے کہا تھا کہ تم سے کوئی رابطہ نہ رکھے۔میں نے اسے انتظار کرنے کو کہا تھا،یہ اس کا امتحان تھا۔ہر محبت کرنے والے کو آزمایا جاتا ہے۔۔خیر ایک سال تین ماہ پورے ہوئے،وہ دوبارہ آیا ہے۔۔میں تمھارے فیصلے کو ہر فیصلے سے اوپر رکھوں گا" وہ بڑے تحمل سے بول رہا تھا

وہ اپنی انگلیاں مروڑ رہی تھی، گردن جھکی ہوئی تھی۔شاید رد دینے کو تھی

"میں۔۔" ایک گہری سانس لی مگر کچھ نارمل نہیں ہوا "میں اسے۔۔بہت چاہتی۔۔ ہوں" پھر خاموش ہو گئی

"ٹھیک ہے۔۔اس کا امتحان ہونے والا ہے۔۔اس کے گھر والے ہمارے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔۔گھبرانے کی ضرورت نہیں ہے۔۔تمھارا فیصلہ ہر فیصلے سے اوپر ہو گا۔۔تم جا سکتی ہو" اس نے اپنی بہن کے سر پر ہاتھ رکھا تو وہ اسے دیکھ کر مسکرا دی

دل کو قرار آیا تھا، گرم تپتے صحرا میں بارش سی برسی تھی۔۔

یہ پیپرز کے ایک ہفتے بعد کی بات تھی۔رات اور سناٹا۔خاموشی کا پہر۔سب سو رہے تھے اپنے اپنے کمروں میں،رضائی میں دبکے ہوئے۔دفعتاً رضائی میں لیٹی لڑکی کی دھڑکن تیز ہوئی تھی،سانس اکھڑ رہا تھا،اس نے ہاتھوں سے رضائی نوچی اور ایک دم سے کرنٹ کھا کر اٹھ بیٹھی۔چند لٹیں اس کے چہرے کے گرد جھول رہی تھیں،وہ شاید رو بھی رہی تھی اور ادھر اُدھر دیکھا۔کمرے میں اندھیرا تھا۔اس نے جھٹ سے رضائی خود پر سے ہٹائی اور پاؤں زمین پر رکھے

"ابراہیم۔۔ "

ایک روتی ہوئی آواز تھی۔وہ اٹھ بیٹھا "ہاں۔۔کیا ہوا؟ "

"یہاں اندھیرا ہے" وہ اب مزید رونے لگی تھی۔

وہ جلدی سے اٹھا اور باہر کھونٹی سے ٹنگا لیمپ اندر لایا۔۔بیڈ سائیڈ پر رکھا اور اس کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا

وہ مسلسل رو رہی تھی "حوا۔۔میں ادھر ہی ہوں" وہ تحمل سے بولا تھا

مگر وہ چپ نہیں ہوئی "مجھے۔۔ڈر لگ رہا ہے" اس کی آواز کانپ رہی تھی

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"اچھا۔۔پانی پیو"اس نے اسے گلاس میں پانی انڈیل کر دیا۔

اس نے پانی پیا اور چپ ہو گئی

"ڈر گئی تھیں؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا

"اچھا۔۔تین دفعہ گہری سانس لو "

اس نے بھیگی پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا

"گہری سانس لو نا "

اس نے تین گہری سانسیں لیں

"اب آیت الکرسی پڑھو "

اس نے زیر لب آنکھیں بند کر کے آیت الکرسی پڑھی۔

"اب ٹھیک ہے؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلایا۔وہ مسکرا دیا

"آئندہ کبھی ڈر لگے یا کوئی بھی اندھیرا ہو۔۔تو ایسے ہی کرنا "

لڑکی اب پر سکون تھی۔پھر رضائی میں لیٹ گئی۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ بیڈ کی دوسری طرف بڑھا

"لیمپ جلا ہوا ہے، میں بھی یہیں ہوں۔۔ گھبرانا نہیں ہے "

اور لڑکی نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ بھی رضائی اوڑھے لیٹ گیا۔ باہر اندھیرا تھا۔۔

رات کے کھانے کے بعد عبدالرحمن چھت پر تھے۔ خاموشی سے چارپائی پر بیٹھے چائے پی رہے تھے۔ سردی کا زور ٹوٹ رہا تھا اور اب موسم خوشگوار ہونے لگا تھا۔ دفعتاً چھت پر کوئی آیا تھا اور آتے ہی ان کے ساتھ بیٹھ گیا، ان کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیے

"اکیلے بیٹھ کر دادی کو یاد کر رہے ہیں؟" اس نے ان کے کان میں سرگوشی کی تھی

"ہٹو پرے" انھوں نے کندھا جھٹکا مگر وہ ڈھیٹ تھا "میں تمھاری طرح زن مرید اور جورو کا غلام نہیں تھا" انھوں نے سر جھٹکا

"اوہ اچھا" وہ ان کے کان کے قریب ہوا "کسی زمانے میں کسی نے اپنی زوجہ کے لیے اپنے بابا کی مخالفت کی تھی" اور ہنس دیا۔

عبدالرحمن بھی ہنس دیے "شکایت لگاتا ہوں تمھاری بیوی کو۔۔ سہی تمھیں سیدھا کر کے رکھتی ہے "

اس نے منہ بسورا اور کندھے سے بازو الگ کر لیا" جانے دیں۔۔میں تو اس سے محبت کرتا ہوں" پھر مسکرایا" اور جس سے محبت کرتے ہیں اس کی ساری باتیں مانتے ہیں۔۔اس پر میرا بس نہیں چلتا یار "!

"ہاں جورو کے غلام" وہ ابھی تک اڑے تھے

چائے کا کپ چارپائی کے نیچے رکھا۔

اس نے گلا کھنکھارا" دادا "

"ہوں "

"دادا۔۔آپ سے ملنے کوئی آیا ہے "

انھوں نے پتلیاں سکیڑ کر اسے دیکھا" کون؟ "

"آپ کا دوسرا بیٹا" ابراہیم نے جیسے ہی کہا ان کے چہرے کی جوت بجھ گئی۔

وہ اٹھا اور نیچے گیا، چند منٹ بعد آیا تو اس کے ساتھ کوئی تھا، اس نے شیخو کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور پھر کندھے سے تھام کر اسے ان کے ساتھ بٹھا دیا، خود عبدالرحمن کے دائیں طرف بیٹھ گیا ایسے کے اب عبدالرحمن ان دونوں کے درمیان تھے۔

شیخو نے دھڑکتے دل، کانپتی آواز سے انھیں پکارا تھا" آپ کک۔۔کیسے ہیں؟ "

وہ خاموش رہے، پھر سر جھکائے ہی بولے تھے "بہت برا ہوں "

ابراہیم نے ان کا ہاتھ تھام لیا "دادا۔۔ شیخو آپ سے ملنے آیا ہے۔۔ایسے نہ کہیں "

شیخو کی آنکھیں نم تھیں اس نے ہاتھ کی پشت سے آنکھیں صاف کیں اور ان کے ہاتھ پر اپنا کانپتا ہاتھ رکھا

انھوں نے اسے کچھ نہیں کہا بس ایک نظر اٹھا کر ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا، جس کی صورت میں ان کا عبداللہ جھلکتا تھا

"آپ مم۔۔ میرے ساتھ چلیں۔۔ ہم مم۔۔ مل کر رر۔۔ رہیں گے "

یہ بہت مشکل تھا، وہ دل بڑا کر کے آیا تھا، آنسو اس کے گلے میں پھنس گئے تھے

وہ اٹھے اور سیڑھیوں کی جانب بڑھے، شیخو سر جھکائے کھڑا ہوا، آنکھوں سے آنسو بہے مگر اس نے سختی سے پونچھ لیے، ابراہیم کا بھی دل ڈوبا تھا۔۔ دونوں انھیں سیڑھیوں پر کھڑا دیکھ رہے تھے

"آپ مم۔۔ میرے لیے بب۔۔ بوجھ نہیں ہیں۔ مم۔۔ مجھے کب تک چچ۔۔ چھوٹا سمجھیں گے۔ مم۔۔ میں بڑا ہو گیا ہوں۔ ڈڈ۔۔ ڈرتا نہیں ہوں کسی سے "وہ روتے ہوئے بولا تھا۔ بار بار آنسو صاف کر رہا تھا

"آپ مم۔۔مجھے ہر بار ایسے نن۔۔ نظر انداز نہیں کر سس۔۔ سکتے۔میرا بب۔۔ بھی دل ہے "

ان کے دل کو کچھ ہوا تھا، وہ ہکلا رہا تھا، رو بھی رہ تھا، اپنے ہونے کا احساس دلا رہا تھا۔۔وہ اب پتھر نہیں رہے تھے

وہ مڑے اور اسے دیکھا۔۔ابراہیم خاموشی سے دونوں کو دیکھ رہا تھا۔۔وہ آگے بڑھے اور اسے گلے سے لگا لیا، وہ ان کے قد کے برابر تھا

"سس۔۔ساری عمر میں تت۔۔ترساہوں اس احساس کک۔۔کو" پھر بچوں کی طرح رو رہا تھا، ہچکیوں سے سسکیوں سے۔انسان کتنا پتھر دل ہے نا۔۔سال و سال دل میں باتیں رکھتا ہے، بغض پالتا ہے اور پھر مر جاتا ہے۔۔انسان کتنا نرم دل ہے نا۔۔گلے لگتا ہے، شکوے مٹاتا ہے اور جینے لگتا ہے۔۔

سیاہ آنکھوں والے نے بھی گہری سانس لے کر بہت سے آنسو ضبط کیے تھے۔۔رات لمحہ بہ لمحہ سرک رہی تھی، وہ کافی دیر گلے لگا رہا پھر جدا ہوا۔۔عبدالرحمن کچھ نہیں بولے تھے بس اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر انھیں بکھیر کر چلے گئے۔۔سیاہ آنکھوں والا بھوری آنکھوں والے کے قریب آیا تھا، اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر مسکرایا تھا

سمیرا بھی راضی تھیں اور واپس جانے سے پہلے ادیب کی بات پکی ہو گئی تھی۔۔امتحان دے کر فارغ ہوا تھا اور اب اپنا سامان باندھ کر وہ ہاسٹل میں اپنے میٹرس پر بیٹھا ایک سفید کورے کاغذ پر قلم رگڑ رہا تھا۔۔ مسکرا بھی رہا تھا۔۔اس کے چہرے پر رونق ہی الگ تھی۔۔ باہر سورج نے منہ دکھایا تھا اور ہلکی سی دھوپ تھی

اس لڑکی کے نام جس سے میرا روح کا تعلق ہے!

یہ ایک معجزہ ہے۔میری تہجد اور فجر کا نتیجہ ہے۔اس روز جب تمھیں دروازے میں دیکھا تھا خدا کی قسم میں ٹھہر گیا تھا، مجھے یقین ہی نہیں آیا کہ تم میرے سامنے ہو۔مجھے لگا کہ میں آنکھیں بند کروں گا اور یہ خواب ٹوٹ جائے گا مگر نہیں! اللہ نے میری سن لی۔ تمھارے کان میں ایک ہی بالی ہے، کیا تم نے بھی میرا انتظار کیا؟اب میں گھر واپس آنے والا ہوں، ہمارا نکاح ہو گا۔۔ تم تا عمر میری امان میں رہو گی۔۔میرا بس نہیں چلتا میں سجدے میں جاؤں اور کبھی نہ اٹھوں۔ پچھلے ایک سال پانچ ماہ سے میں جس آگ میں جلتا رہا ہوں تمھارے ایک دیدار نے اس آگ کو ٹھنڈا کر دیا ہے۔۔تم میرے لیے کیا ہو میں کیسے بتاؤں؟ میں کیسے اظہار کروں اقرار کروں کہ ادیب احمد سر تا پیر تمھارا مرید ہے۔میں، میں نہیں

رہا۔۔میں نے تمھیں اتنا چاہا ہے کہ میں تم ہو گیا ہوں۔۔اپنا بہت خیال رکھنا، میں جلد آنے والا ہوں تمھیں لینے، تمھیں اپنانے

والسلام

تمھارا ادیب

اس نے خط پڑھا اور لفافے میں رکھا، ایک گہری سانس لی۔۔دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا، ہاتھ کپکپا رہے تھے۔۔اس نے آنکھیں بند کر لیں۔۔بس انتظار اختتام کو پہنچنے والا تھا مگر انتظار آخری لمحات میں زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔۔اس نے خط اپنے بیگ میں ڈالا اور نیچے اتر آیا۔۔آج اسے گھر جانا تھا۔۔باہر سردی کا دور ختم ہو چکا تھا

)زندگی بڑی بے اعتبار اور بے وفا شے ہے۔اگر تم ان چیزوں کی فہرست بناؤ جن پر تمھیں اعتبار نہیں کرنا چاہیئے تو سب سے اوپر زندگی کو رکھنا(

بس نے اسے سٹاپ پر اتارا تھا۔خاموشی سے کندھے پر بیگ لٹکائے وہ گھر کی طرف آرہا تھا۔ نظریں جھکی ہوئی تھیں اور وہ کسی سوچ میں گم تھا۔

"اوئے!" پیچھے سے کسی نے آواز دی تھی، وہ پلٹا۔

پیچھے دو ہٹے کٹے آدمی تھے، ایک کی مونچھیں لمبی اور گھنی تھیں دوسرے کے بال کندھوں سے ذرا اوپر، شکل سے ہی غنڈے لگ رہے تھے۔وہ گھبرا گیا، ذہن نے لال بتی جلائی تھی۔اس نے گردن موڑی اور ایک قدم آگے بڑھایا مگر آگے بھی اسی طرح دو آدمی تھے

"جی؟" اس نے ابرو اٹھایا

ایک موٹا آدمی اس کے قریب آیا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا

"اتنی جلدی کیا ہے۔۔اکثر زمین کا سودا جان سے کیا جاتا ہے "

اس نے تھوک نگلا "مطلب؟ "

پیچھے سے آدمی آیا تھا اور اس نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا، اس نے گردن موڑی۔۔

اب وہ چار آدمیوں کے بیچ و بیچ کھڑا تھا، اس کی اجلی رنگت لال ہو رہی تھی

"ہم سمجھاتے ہیں "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ابھی اس نے سامنے گردن موڑی ہی تھی کہ موٹے دراز قد آدمی نے اس کے منہ پر زوردار مکا مارا، وہ ایک طرف گرنے لگا تھا مگر ایک دوسرے آدمی نے تھام لیا، اس کے ناک سے خون آرہا تھا، نچلا ہونٹ بھی پھٹ گیا تھا، بیگ کندھے سے کہنی تک پہنچ چکا تھا

"سنا ہے تو ڈاکٹر ہے۔۔ چچ۔۔ اپنا علاج بھی نہیں کر سکے گا" ایک قہقہہ لگایا اور اسے کندھے سے تھام کر چاقو اس کے پیٹ میں گھسا دیا۔

وہ کراہا تھا، آگے کو جھکا، اس نے اپنے ہاتھ کے زور سے اسے پیچھے ہٹانا چاہا مگر اس میں طاقت نہیں رہی تھی۔۔ ایک دوسرا وار اور اس کی سانسیں اکھڑ رہی تھی، آنکھیں پوری کھل گئی تھیں اور اس کی رنگت زرد پڑی تھی۔۔ سرمئی آنکھوں میں خوف اور ملال کا ملا جلا تاثر تھا

ایک جھٹکے سے آدمی نے چاقو اس کے پیٹ سے نکالا اور اسے دور دھکا دیا۔۔ وہ کھڑا نہیں ہو سکا اور گر گیا۔۔

دور کھیتوں میں کام کرتے آدمی نے آواز لگائی تھی اور وہ بھاگ گئے۔۔ تین چار آدمی آوازیں لگاتے اسی طرف بڑھے تھے۔۔

زمین پر پڑے لڑکے کی آنکھیں بند ہو رہی تھیں، اس نے منہ سے سانس لینے کی کوشش کی تھی مگر بے سود۔۔ اس کا دایاں گال زمین پر لگا ہوا تھا اور وہ مسلسل کسی کو پکار رہا تھا۔۔

اسے بس اتنا یاد تھا کہ دو دن بعد اس کا نکاح ہے اور وہ اس کا انتظار کر رہی ہے۔۔ مگر زندگی سے زیادہ بے رحم چیز کوئی نہیں ہوتی۔۔ آدمی اس کے قریب پہنچ چکے تھے اور اسے سیدھا کر رہے تھے، اس کی سفید ٹی شرٹ خون سے بھر چکی تھی۔۔ اس کی سرمئی آنکھیں بند تھیں ۔۔

)یہ ایک صحرا کی مانند ہے جس میں ایک مسافر کہیں کھو جاتا ہے اور جیسے ہی پانی دیکھتا ہے اس کی طرف لپکتا ہے مگر وہ سراب ہوتا ہے۔ زندگی بھی تو سراب ہے نا(

ناشتے کے بعد ابراہیم چھت پر بیٹھا دادا کے ساتھ کسی بات پر ہنس رہا تھا

"ہاں یار۔۔ میں تمھارے بچوں کو بھی اپنے ساتھ لے جانے والا ہوں۔۔ بھئی تم چلے جاؤ گے تو میرا دل کیسے لگے گا؟ "

"لے جایئے گا۔۔ بچوں کی اماں کو بھی لے جایئے گا "

تبھی نیچے سے سمیرا نے ابراہیم کو آواز دی تھی، وہ نیچے آیا اور کمرے میں چلا گیا، ہاتھ میں لفافہ پکڑے کچھ پڑھ رہا تھا۔۔ وہ بستر پر بیٹھیں سن رہی تھیں

عبدالرحمن کا دل گھبرا رہا تھا، انھیں سینہ تنگ ہوتا محسوس ہوا تھا۔ سانس بھی اکھڑ رہی تھی وہ کھانسنے لگے تھے، کھانسی شدید ہو رہی تھی۔۔ چارپائی سے اٹھے، بمشکل دو قدم چل

کر وہ سیڑھیوں تک آئے تھے، منہ سے کچھ سرخ سا مائع بہہ نکلا تھا، جیب میں ہاتھ ڈالا کہ کپڑا نکال لیں، ایک قدم پہلے زینے پر رکھا مگر کھانس کھانس کر سر گھوم رہا تھا، سیڑھیاں ڈبل نظر آرہی تھیں، قدم دوسرے کی بجائے تیسرے پر رکھا مگر پھسل گیا اور وہ سیڑھیوں سے گر گئے

اندر کھڑا ابراہیم اور ساتھ والے کمرے میں کپڑے سمیٹتی حوا دونوں باہر کو بھاگے تھے، وہ آخری زینے میں پڑے تھے اور ان کے سر کی پچھلی طرف سے خون بہہ رہا تھا، اوپر گونجتے قہقہے ماتم کناں تھے

)حادثے ہوتے رہتے ہیں۔ بالکل اچانک، بن بلائے مہمان کی طرح یا پھر ان چاہے خواب کی طرح۔ حادثے تو بتاتے ہیں کہ زندگی کتنی خوفناک اور بے یقین شے ہے(

لاہور میں بھی اس وقت دن تھا۔ دس بجے کا وقت تھا اور لڑکی کے ہاتھ میں شیشے کی بوتلیں تھیں جس کو وہ رنگ رہی تھی۔ باغ میں بیٹھی مطمئن سی اس کے دائیں گال پر لال رنگ کا پینٹ لگا تھا اور ہاتھوں پر بھی مختلف رنگ تھے۔ دفعتاً لاؤنج سے کوئی آیا تھا، اس نے ایپرن پہن رکھا تھا اور کمر پر ہاتھ باندھے لڑکی کو دیکھ رہا تھا، اس نے سر اٹھایا اور اپنے سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا پھر مسکرائی اور کھڑی ہوئی

"یہ کیا حال بنایا ہوا ہے لیزا؟ "

اس نے بوتلوں کی طرف اشارہ کیا "میں اپنا باغ سجا رہی ہوں" پھر کمر پر ہاتھ باندھ کر پتلیاں سکیڑے لڑکے کو دیکھا "آپ کو مسئلہ ؟ "

اس نے لڑکی کی کلائی پکڑی اور اپنے ساتھ اندر لے گیا "ناشتہ کر لو پہلے۔۔ پھر لگی رہنا باغ سجانے "

کچھ پل بیتے تھے اور وہ ڈائننگ ٹیبل کے گرد بیٹھے ناشتہ کر رہے تھے، باہر کا دروازہ زور سے بجا تھا۔۔ کیف نے لڑکی کو دیکھا جو کہ اسے ہی دیکھ رہی تھی

"میں دیکھتا ہوں" وہ اٹھ کر آیا تو لیزا بھی پیچھے ہی آ گئی

باہر بیلا تھی جس کا تنفس پھولا ہوا تھا اور وہ گھبرائی ہوئی تھی

"میم۔۔" اندر بڑھی اور باغ کے پاس کھڑی لڑکی سے مخاطب ہوئی "صوفیہ میم۔۔ وہ اٹھ نہیں رہیں "

اس کا دل بند ہو گیا تھا، دماغ ایک دم سے سن ہو گیا تھا اور پیروں تلے کوئی زمین نہیں تھی

کیف اسے کچھ کہہ رہا تھا مگر وہ بت بنی ہوئی تھی

)ایک مسافر اندھیرے سے نکلنے کے لیے روشنی پکڑتا ہے مگر کیا پتہ زندگی میں وہ پھر کبھی ایسی سرنگ میں جا گرے جہاں روشنی کا نام و نشان نہ ہو(

کچھ گھنٹے بیتے تھے اور وہ ہسپتال میں تھے، ٹھنڈی سفید سی راہداری۔ عبدالرحمن ایمرجنسی روم میں تھے اور ابراہیم باہر بنچ پر بیٹھا سر جھکائے رو رہا تھا۔۔ ساتھ حوا بیٹھی تھی جس کی آنکھیں گلابی اور پپوٹے سوجے تھے۔۔ بار بار آنسو پونچھتی اور بار بار ساتھ بیٹھے ابراہیم کو دیکھ رہی تھی جو کہ شکست خوردہ لگ رہا تھا۔۔ وہ آخری بار ایسے کب رویا تھا، ہاں پروفیسر سٹیفورڈ کی موت پر، وہ پہلی بار ایسے کب رویا تھا؟ ہاں پروفیسر سٹیفورڈ کی موت پر مگر وقت اپنے آپ کو کیوں دہرا رہا ہے؟ وہ بڑا کیوں نہیں ہوا؟ اسے لگا دل بند ہو رہا ہے، سانس لینا محال ہے۔۔ وہ کھڑا ہو گیا اور دیوار سے ٹیک لگا لی، آنسو پھر بہہ نکلے تھے۔۔ اسے لگا اب وہ کبھی جی نہیں پائے گا، وہ اب کبھی ہنس نہیں سکے گا۔۔ ایک دم سے اندھیرا کیسے ہو گیا تھا؟

)روشنی تو آنکھ کی زندگی ہوتی ہے اور زندگی بڑی بے اعتبار شے ہے۔ آنکھ کا نور ہے تو دل کا نور ہے۔ آنکھ بے نور ہے تو دل بے نور اور دل بے نور ہو جائے تو کیا کیا جائے؟(

کچھ فاصلے پر لیزا سٹیفورڈ بھی ایسی ہی ایک راہداری میں بنچ پر بیٹھی تھی۔ ہاتھ اور گال دونوں صاف تھے مگر وہ رو رہی تھی اور کیف اس کے ساتھ بیٹھا اسے تسلی دے رہا تھا۔۔ اس

کا دل بھی ڈوب رہا تھا، اسے کبھی صوفیہ سے ایسی قربت محسوس نہیں ہوئی تھی جیسے ایک بچے کو اپنی ماں سے ہوتی ہے مگر وہ اس کی ماں تھی چاہے جیسی بھی تھی

"کیف میں نے ان کو اکیلا چھوڑ دیا تھا۔۔میں۔۔میں نے انھیں ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا کیونکہ انھوں نے مجھے اور ڈیڈی کو بھی اسی طرح چھوڑا تھا" وہ پھر سے رو دی

اسے لگا کہ پھر سے اسی گھر میں ہے جہاں سے وہ آئی تھی، زندگی کتنی عجیب شے ہے نا۔۔ پلٹ پلٹ کر وار کرتی ہے۔۔وہ اپنا ماضی پیچھے چھوڑ کر آئی تھی مگر کیا تم نے کبھی کسی ایسے شخص کو دیکھا ہے جو اپنے دل یا دماغ کا کوئی حصہ اپنی مرضی سے کٹوا دے۔۔وہ پچھلے کئی دنوں سے بہت خوش تھی اپنے گھر میں، زندگی کے دیے سارے غم اور محرومیاں ختم ہو گئی تھیں مگر زندگی کا بھروسہ نہیں کرنا چاہیئے

)اس مسافر سے کہو کہ پھر سے روشنی ڈھونڈ لے اس سے پہلے کہ دل بے نور ہو جائے۔۔ وہ تو مسافر ہے سفر اس کی فطرت ہے۔۔زندگی بھی تو سفر ہی ہے(

یہاں سے دور ایک بستر پر ایک کمزور سا وجود پڑھا تھا۔اس کے جسم پر قمیض کی بجائے ایک کھلا سا چغہ تھا، پیٹ سے ذرا نیچے پٹیاں لگی ہوئی تھیں، وہ سانس لے رہا تھا مگر اس کی

رنگت زرد سی ہو گئی تھی، آنکھوں کے گرد ہلکے سے حلقے بھی تھے۔۔وہ بے جان سا لگ رہا تھا مگر سانس تھی تو آس تھی۔۔ساتھ ہی اس کی بہن بیٹھی رو رہی تھی

"وہ لوگ جلدی لے آئے اس کو۔۔نہ لاتے تو خدا جانے آج کیا ہوتا" احمد مرزا دکھی لہجے میں بول رہے تھے۔

"ادی کا کیا قصور تھا۔۔ہمارے ادی نے تو کبھی کسی کو کوئی تکلیف نہیں دی، نہ کبھی کسی کے ساتھ کوئی جھگڑا کیا پھر انھوں نے کیوں اسے مارنا چاہا؟ "

ندا باجی روتے ہوئے اپنے باپ سے مخاطب تھی، اندر ہی اندر وہ سب جانتے تھے، سر جھکائے خاموش رہے

)جب وہ سفر پر نکلتا ہے تو ہمسفر مل ہی جاتا ہے۔کوئی رہنما مل ہی جاتا ہے جو اسے اپنے ساتھ لیے چلتا ہے۔اندھیرے سے روشنی کی طرف(

حوا اس کے سامنے کھڑی اس کا ہاتھ پکڑے اسے ہلا رہی تھی مگر اس کا ذہن ماؤف ہو رہا تھا۔۔

"ابراہیم" اس نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں

وہ سامنے پانی کی بوتل لیے کھڑی تھی

"پانی پی لیں" وہ بنچ پر بیٹھا اور ڈوبتے دل سے پانی پیا۔

اس نے ابراہیم کے ٹھنڈے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا پھر بولی

"تین گہری سانسیں لیں "

اس نے اس لڑکی کو دیکھا جس نے سیاہ رنگ کی چادر لی تھی، روئی روئی آنکھیں اور زرد رنگت

"آنکھیں بند کر کے تین سانسیں لیں "

لڑکے نے آنکھیں بند کر کے تین گہری سانسیں لیں، وہ زیر لب کچھ دہرا رہا تھا

آنسو ابھی بھی بہہ رہے تھے، وہ بھی اندھیرے سے ڈر رہی تھی مگر روشنی تو ڈھونڈنی تھی

)لیکن اگر رہنمانہ ملے تو؟ تو خود کو دیکھو، تم ہی رہنما ہو گے۔۔ زندگی میں جب تمھیں نظر آئے کہ کوئی تمھارا کام نہیں کر سکتا تو یاد رکھو کہ تم ہی وہ کام کرو گے۔۔ کیونکہ تم تو جگنو ہو، روشنی تمھارے اندر ہے(

لیزا اپنی ماں کے بستر کے ساتھ کھڑی تھی۔ ساتھ کیف سینے پر بازو لپیٹے کھڑا تھا

"اب کیا لینے آئی ہو، جاؤ یہاں سے۔۔ نہیں مر رہی میں" وہ بے زار تھیں

ان کا بلڈ پریشر حد سے زیادہ لو ہو گیا تھا اور وہ بے ہوش ہو گئی تھیں۔۔ مگر ابھی بھی پتھر ہی تھیں۔لیزا مسکرائی اور آنسو صاف کیے،ایک اطمینان سا تھا

"مجھے لگا تھا کہ آپ بدل گئی ہوں گی مگر نہیں۔۔آپ کو تو ڈیڈی کا گھر اور ریسٹورنٹ میں حصہ چاہیئے" وہ ذرا سا جھکی "میرے ڈیڈی سب کچھ میرے نام کر کے گئے ہیں۔۔میں واپس نہیں آؤں گی" پھر سیدھی ہوئی "میں اپنے شوہر کے ساتھ بہت خوش ہوں،ہر وہ چیز جس سے آپ نے مجھے محروم رکھا تھا اللہ نے مجھے دے دی ہے "

وہ پھر سے بولی تھیں "تو چلی جاؤ یہاں سے۔۔میں اتنی جلدی مرنے والی نہیں ہوں۔۔ تمھارے باپ نے مجھے دیا ہی کیا تھا۔۔وہ ایک ناکام انسان تھا" انھوں نے چہرے کا رخ دوسری جانب موڑ لیا

"کچھ لوگ کبھی نہیں بدلتے ممی! آپ چاہے ان کے لیے منتیں مانگیں یا مرادیں پوری کریں۔۔کچھ لوگ کبھی نہیں بدلتے" دکھی لہجے میں آہستہ آہستہ بولی تھی

اور وہ پلٹ آئی، باہر آتے ہی وہ روئی تھی،اس کا دل بہت اداس ہو گیا تھا۔۔اسے لگا تھا کہ وہ ماضی میں پھر چلی گئی ہے،شاید اس کی ماں بدل گئی ہو یا انھیں لیزا کی یاد آئی ہو مگر پروفیسر کہا کرتے تھے کہ

"لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے"

مگر کیف کو پاس دیکھ کر آنسو صاف کیے اور پھر مسکرا کر اس کا ہاتھ تھاما

"گھر چلتے ہیں"

)جیسے روشنی تم کو ڈھونڈے گی ویسے ہی زندگی بھی تم کو خود ڈھونڈے گی۔۔تب تک جب تک کہ تمھیں زندہ رہنا ہے موت خود تمھاری حفاظت کرے گی۔۔کیونکہ تم ہی زندگی ہو،موت تمھاری محافظ ہے(

شام سے ذرا پہلے انھیں ہوش آیا تھا۔ابراہیم ان کے بستر پر ان کے ساتھ بیٹھا تھا،فوراً کھڑا ہو گیا اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا

"دادا" پھر ان کا ہاتھ چوم کر گال سے لگایا

"میں تو ڈر گیا تھا۔۔کیا ہو گیا تھا آپ کو؟مجھے لگا میں جی نہیں پاؤں گا" پھر ان کے ساتھ بیٹھا اور ان کے سینے پر ہلکا سر رکھا"میں تو آپ کے بغیر نہیں جی سکتا دادا۔۔آپ میرے لیے سب سے اہم ہیں "

انھوں نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا "اچھا چلو اب پیچھے بھی ہٹ جاؤ۔۔اتنے بھاری ہو گئے ہو۔۔میجر کو خط لکھ کر آج ہی تمھاری پوسٹنگ کرواتا ہوں۔۔ تمھیں کہیں بہت دور پھینکے "

اس نے سر اٹھایا اور ہکا بکا سا انھیں دیکھا

"دادا۔۔آپ تو حد سے زیادہ چالاک ہو گئے ہیں "وہ حیران اور خوش ایک ساتھ تھا

دفعتاً کمرے ہیں حوا آئی تھی،ان کو دیکھ کر مسکرا دی

"اچھا چلو اب دفع ہو جاؤ۔۔مجھے میری بیٹی سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں "ان کا بیڈ پشت سے اٹھا ہوا تھا

وہ بس ان کو اس طرح دیکھ کر ہنس دی

ابراہیم کو لگا تھا کہ وہ جی نہیں پائے گا،زندگی مشکل ہو جائے گی مگر پروفیسر کہا کرتے تھے

" لگنے اور ہونے میں بہت فرق ہوتا ہے "

)روشنی سے اندھیرے اور اندھیرے سے روشنی کی طرف،سفر یہی ہے اور تم مسافر ہو۔۔پھر سے کہو تم "جگنو "ہو۔۔راستہ بنا لو گے،منزل پا لو گے(

سرمئی آنکھوں والا پیچھے پلنگ کی پشت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا، مغرب سے ذرا پہلے کا وقت تھا، ساتھ ذرا فاصلے پر ایک لڑکی بیٹھی تھی، اس کے پپوٹے بھی سوجے تھے اور آنکھیں گلابی تھیں

"ندا باجی آئی تھیں۔۔ میری تو جان ہی نکل گئی تھی "

وہ ہلکا سا مسکرایا "اب تو ٹھیک ہوں، تمھارے ساتھ بیٹھا ہوں "

اس نے اثبات میں سر ہلایا "اللہ آپ کو اپنی امان میں رکھے "

وہ بار بار انگلیاں مروڑ رہی تھی، سیاہ چادر میں بیٹھی لڑکی کو وہ یک ٹک دیکھے جا رہا تھا

اس نے ایک نظر اسے دیکھا پھر نظریں جھکا دیں "آپ نے اتنے سارے خط لکھے ہیں، اتنے خط کون لکھتا ہے؟" پھر اسے دیکھا

سرمئی آنکھوں والا جھٹ سے بولا تھا "ادیب لکھتا ہے سکینہ کے نام "

اس کا دل دھڑکا تھا، ہاتھ بھی ٹھنڈے ہوئے تھے، گال گلابی ہوئے تھے جنھیں دیکھ کر وہ مسکرا دیا

"اتنے خط۔۔ "

"ہاں۔۔ تم ساری زندگی پڑھتی رہنا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اور یہ پہلی بار تھا کہ وہ مسکرائی تھی۔۔اس نے گردن موڑ کر باہر دیکھا رات ہو رہی تھی

"میں اب چلتی ہوں، رات ہو رہی ہے۔۔اپنا بہت خیال رکھیے گا "

وہ اٹھنے والی تھی مگر وہ جھٹ سے بولا

"تھوڑی دیر اور ٹھہر جاؤ "

یہ لمحہ وقت نے قید کیا تھا، ان کی نظریں ملی تھیں مگر دونوں نظریں چرا گئے

"میرا مطلب ہے کہ ابھی تو مریض ٹھیک ہونے لگا تھا "

وہ ہنس دی "اب ہم نکاح پر ملیں گے "

لڑکے نے سر پشت سے ٹکا دیا، اسے دیکھ رہا تھا

"ٹھیک ہے۔۔جاؤ "

وہ کچھ لمحے بیٹھی رہی پھر اٹھ کر آ گئی، دروازے کے پاس پہنچی اور مڑ کر دیکھا، وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔دونوں مسکرا دیے

یہ ایک ہفتے بعد کی بات ہے۔عبدالرحمن ٹھیک ہو چکے تھے اور وہ اپنے گھر آ گئے تھے۔یہ رات کا پہر تھا، ہر سو سناٹا، نیلی نیلی روشنی تھی، بستر پر سینے کے بل لیٹے ابراہیم کی پلکیں کسی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

غیر معمولی آواز سے پھڑ پھڑائیں۔اس نے گردن موڑی، حواتو سو رہی تھی مگر یہ آواز کہاں سے آرہی تھی۔وہ اٹھا اور آہستہ سا دروازہ کھولا، ساتھ والے کمرے کا بنا آواز دروازہ کھولا اور اندر جھانکا، ان کا بستر خالی تھا۔ساتھ جائے نماز بچھائے وہ ہاتھ منہ پر رکھے گڑ گڑا رہے تھے، وہ خاموشی سے اندر آیا اور ہمیشہ کی طرح پیچھے سے ان کی گردن کے گرد بازو حمائل کیے اور ان کے کندھے پر سر رکھ دیا۔۔

وہ ایسے لوگوں میں سے تھے جن کی انا سب سے اوپر ہوتی ہے مگر ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔عروج کا سورج غروب ہو چکا تھا اور اب وہ نحیف ہونے لگے تھے، اب ان کی انا دم توڑ گئی تھی۔وہ ایسے لوگوں میں سے تھے جو پچھتاتے بھی ہیں اور چھپاتے بھی ہیں۔وہ اس بات کو محسوس نہیں ہونے دیتے کہ وہ گزرے ہوئے وقت میں کیے گئے فیصلوں پر پشیماں ہیں۔

انھوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، آنکھیں پونچھ لیں اور اسے ہونٹوں سے لگایا۔۔اس نے ان کے کان میں سرگوشی کی

"میری بیگم اٹھی نا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا "

وہ مسکرائے تھے، اس کے ہاتھ پر رسید کی

"جورو کے غلام "انھوں نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر انھیں بکھیر دیا۔۔

وقت بہت جلدی گزرا تھا

رات کے آٹھ بجے کا وقت تھا۔ ٹھنڈی نرم ہوا چل رہی تھی۔ گھر میں ایک سکون تھا، ایک خاموشی سی مگر خاموشی ایسی کہ دل نہ گھبراتا ہو، روح نہ بے چین ہو بس انسان مطمئن ہو۔ چھوٹے سے باغ میں دو جھولنے والی کرسیاں تھیں۔ آمنے سامنے، ایک کرسی پر ایک لڑکی پاؤں اوپر کیے گود میں کتاب رکھے گال اپنی مٹھی پر جمائے کتاب پڑھ رہی تھی۔ بھوری جلد والی کتاب۔ وہ اب بھی یہ کتاب پڑھتی تھی، روزانہ نہیں مگر ہفتے میں تین چار دن۔

صفحہ نمبر 87

ہم نادان ہیں، پریشان ہیں
کھوئے ہوئے اور بٹے ہوئے
گر کوئی راہبر ملتا ہے ہمیں
جو گزرا ہو ہمارے راستے سے
ہمیں روکے، ہمیں ٹوکے
ہمیں بتائے کہ تم غلط ہو

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

تو ہم کیوں نہیں مانتے؟

ہمیں بتائے، ہمیں سنائے

کہ راستے میں پتھر بڑے ہیں

ہمیں سمجھائے ہمیں سکھائے

ہم کیوں نہیں سنتے؟

ہاتھ میں کوئلہ پکڑ کر ہم

ہاتھ جلا لیتے ہیں لیکن

اول اول، پہلے پہل

ہم کیوں نہیں سنتے؟

کیوں نہیں سمجھتے؟

واقعہ بہت پرانا ہے۔ اتنا پرانا جتنا پرانا کہ میں خود ہوں۔ میں دس برس کا تھا اور میری ایک بہت بری عادت تھی۔ یہ بری عادت آپ کو بھی بری لگے گی مگر یہ تھی۔ میں دیواروں سے سیمنٹ اتار کر کھاتا تھا۔ کتنی عجیب بات ہے نا مگر میں ایسا ہی تھا۔ ہمارے ہاں تو بچے جب چھوٹے ہوتے ہیں ایک دو سال کے تب وہ ایسی حرکتیں کرتے ہیں۔ گملوں سے مٹی نکال

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

نکال کر کھاتے ہیں مگر ماں باپ منع کرتے ہیں۔بچے کو مٹی کے پاس نہیں جانے دیتے کہ اس میں کیڑے ہوں گے جو کہ پیٹ میں جا کر نقصان کریں گے۔اس لیے وہ اسے روکتے ہیں ٹوکتے ہیں نہ مانے تو بچے کو دو لگا بھی دیتے ہیں مگر اسے اس حرکت سے باز رکھتے ہیں۔ہمارے گھر ایک کمرے کی کھڑکی تھی،اس سے جو دیوار لگی تھی وہ ذرا ایک طرف سے اکھڑ رہی تھی، اس کا سیمنٹ اترتا رہتا ہے اور میں اسے کھاتا تھا۔جب جب میں اس کمرے کے قریب بھٹکتا تھا سیمنٹ ضرور کھاتا تھا، پتہ نہیں کیا تھا مگر مجھے اچھا لگتا تھا جیسے کچھ بچے کاغذ کھاتے ہیں۔ کوئی وجہ کوئی دلیل نہیں تھی میرے پاس کہ یہ مجھے کیوں اچھا لگتا ہے مگر مجھے اچھا لگتا تھا۔ میں پہلے اپنی دو چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے دیکھتا تھا کہ اس میں کوئی کیڑا تو نہیں مگر میری آنکھ اندر تک نہیں دیکھ سکتی تھی۔خیر میں ادھر اُدھر دیکھتا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا اور میں کھا لیتا تھا۔اب ایک دن ہوا کہ میں نے منہ میں ڈالنے سے پہلے اس پتھر کو غور سے دیکھا، پھر اپنے انگوٹھے اور انگلی سے الگ کیا تو دیکھا کہ اندر سے ایک انتہائی باریک پتلا سا کیڑا تھا جو کہ بڑی پھرتی سے بھاگ رہا تھا۔میں ڈر گیا اور میں نے فوراً سے پہلے اسے پھینک دیا۔ساتھ میں فرش پر تھوکا بھی۔مجھے عجیب سی کراہیت محسوس ہو رہی تھی اور پھر مجھے ایک خوف سا محسوس ہوا کہ میرے پیٹ میں کیا ہوتا ہو گا۔کیا ہوا جو یہ کیڑے میرے پیٹ میں ہوئے۔میرا دل بہت

زور سے دھڑکا تھا۔ میں فوراً باہر آ گیا۔ وہ دن جائے اور آج کا آئے، میں دوبارہ کبھی اس جگہ کے قریب نہیں گیا۔ اس چھوٹی سی عمر میں میں نے جو کیا اور میرے ساتھ جو ہوا اور اس کے بعد میں نے جو کیا وہ میرے لیے ایک سبق تھا۔ ہم ایک ہی بار منع کرنے پر کیوں منع نہیں ہوتے؟ میرے ماں باپ نے بچپن میں مجھے منع کیا ہو گا مٹی کے پاس جانے سے، مجھے مٹی نہ کھانے سے مگر بڑے ہو کر جب میرے گرد دائرہ تھوڑا کھل گیا تو میں نے چھپ کر وہ کام کیا جو مجھے کرنے سے منع کیا گیا تھا۔ اس کی سزا بھی مجھے ملتی شاید کسی بیماری کسی درد کی صورت میں مگر میں رک گیا۔ مجھے وارننگ دی گئی تھی، میرے ماں باپ نے منع کیا تھا اور مجھے عقل بھی دی گئی تھی۔۔ شاید وہ اس راستے سے گزرے تھے اور مجھے روک دیا تھا اس راستے میں آنے والی رکاوٹوں سے، درد سے مگر میں نے جب تک خود نہیں آزمایا نہیں مانا۔ زندگی بھی ایسی ہی ہے۔ ہم ایسے ہی ہیں۔ ہمارے آس پاس لوگ ہوں گے جو وہ کام کرتے ہوں گے جن سے منع کیا گیا ہے اور ان کے نتائج بھی انھوں نے بھگتے ہوں گے، ہم نے انھیں وہ اعمال کرتے اور نتائج بھگتتے دیکھا بھی ہو گا مگر ہم پھر بھی وہی کام کرتے ہیں جو کبھی انھوں نے کیے تھے، ہمیں اس کے نتائج بھی پتہ ہوتے ہیں مگر ہم پھر بھی آنکھیں بند کر کے خود بخود اندھے ہو جاتے ہیں۔ جیسے مجھے پتہ تھا کہ سیمنٹ کھانے سے پیٹ میں کیڑے پڑ سکتے ہیں مگر مجھے مزہ

آتا تھا اور میں کھاتا رہتا تھا، عقل تب آئی جب آنکھوں نے میں نے اپنا انجام دیکھا تھا(یہ الگ بات ہے کہ میں باز آگیا تھا) اسی طرح ہم بھی اندھے ہو جاتے ہیں، پھر جب ہمارے سر پر پڑتی ہے تو ہمیں عقل آتی ہے۔جب ہم ہر بیت جاتی یے، ہم پر خود گزرتی ہے وہ جو کبھی دوسروں پر گزری تھی تب ہمیں ہوش آتی ہے۔حالانکہ ہمیں چاہیئے کہ یہ جو ہمارے ارد گرد ہمیں اشارے مل رہے ہوتے ہیں، دوسروں کو ہم دیکھ رہے ہوتے ہیں اس سے سبق سیکھ جانا چاہیئے مگر ہم نہیں مانتے ہم نہیں سنتے۔۔ہمارے ارد گرد کتنے ہی ایسے لوگ ہیں جنھوں نے وہ کام کیے، وہ فیصلے لیے جن سے منع کیا گیا تھا پھر انھیں اس کا برا نتیجہ ملا اور ہم نے دیکھا بھی مگر ہم بھول جاتے ہیں کہ یہ ہمارے لیے اشارے ہیں، ہنٹ ہیں کہ اگر کل کو ہم پر کوئی ایسا وقت آئے تو ہم نے کیا کرنا ہے مگر ہم نہیں سنتے، ہم خود آزماتے ہیں اور پھر مار کھاتے ہیں "

لڑکی کے پاس کوئی کوئی آیا تھا جس نے اس کے سامنے چائے کا کپ کیا تھا، اس نے سر اٹھایا اور مسکرائی، چائے کا کپ لے لیا

لڑکا سامنے جھولنے والی کرسی پر بیٹھ گیا "کیا پڑھ رہی ہو؟ "

"کچھ خاص نہیں" اس نے کتاب بند کر کے گود سے اوپر اٹھائی "ڈیڈی نے بک لکھی تھی وہی پڑھ رہی ہوں" اس نے کتاب دوبارہ گود میں رکھی، چائے کا کپ منہ کو لگایا

کیف نے بھنویں بھینچیں "کیا میں نے علیزہ کو ڈسٹرب کیا؟ "

)اسلام لانے کے بعد اس نے نام لیزا سے علیزہ رکھ لیا تھا مگر کہتے ابھی بھی سب اس کو لیزا ہی تھے(

اس نے نفی میں سر ہلایا، مسکرائی "میرے سامنے تم بیٹھے ہو تو میں بس تمھیں سنوں گی۔۔ کتابیں بعد میں پڑھتی رہوں گی "

لڑکا مسکرا دیا، کپ ہونٹوں سے لگایا

پھر ایک خاموشی۔ وہ چپ چپ سی لگ رہی تھی، کسی غیر مرئی نقطے کو گھورتی ہوئی

"مسز کیف کیا میں سے اداسی کی وجہ پوچھ سکتا ہوں؟

وہ اس کا شوہر بعد میں تھا، ہمدرد اور دوست پہلے تھا

وہ مسکرا دی۔ پھر ہتھیلی تھوڑی تلے رکھی اور پلکیں "ہاں" میں جھپکائیں

وہ پیچھے کو ٹیک لگا کر بیٹھ گیا، چائے کا کپ ٹانگ پر رکھا ہوا تھا اور اسے دائیں ہاتھ سے پکڑا ہوا تھا۔

"میں۔۔ ممی کی وجہ سے پریشان ہوں" اب کہ اس نے تھوڑی تلے ہاتھ ہٹایا اور دونوں ہاتھوں سے کپ تھام لیا

"کیوں؟" چائے کا گھونٹ بھرا

اس نے ایک سانس خارج کی" پتہ نہیں۔۔ مجھے ممی کی عادت ہے، وہ ایسی ہی ہیں مگر پھر بھی۔۔ ایک امید سی تھی کہ شاید انھیں میری کمی محسوس ہوتی ہو، وہ مجھے یاد کرتی ہوں مگر ۔۔ "

وہ پھر اداس ہو گئی۔

"وہ ایسی کیوں ہیں لیزا؟ "

"ممی ایسی نہیں تھیں، مجھے یاد ہے ممی ہمارے ساتھ بہت خوش تھیں۔۔ میں نے ان کے ساتھ ایک اچھا بچپن گزارا ہے۔۔ مگر پھر اچانک پتہ نہیں کیا ہوا" اس نے شانے اچکائے "ممی روز ڈیڈی سے اس بات پر جھگڑتی تھیں کہ وہ ایک ناکام انسان ہیں۔۔ انھوں نے ہمیں کوئی خوشی نہیں دی اور روز یہ جھگڑا ہوتا تھا "

اس نے سر جھکا لیا" میں کمرے میں روز سونے سے پہلے اور اٹھنے کے بعد یہ آوازیں سنا کرتی تھی۔۔ ممی ڈیڈی کو چھوڑنا چاہتی تھیں مگر ڈیڈی ایسا نہیں چاہتے تھے۔۔ وہ میرا خیال

کرتے تھے کہ اگر ممی مجھے چھوڑ کر چلی گئیں تو میں انھیں یاد کرتی رہوں گی۔۔ مگر ڈیڈی کو شاید نہیں پتہ تھا کہ میں ممی کی موجودگی میں بھی ایک ماں ہی تلاش کرتی تھی "

وہ خاموش ہو گئی۔ایک سناٹا سا۔ باغ میں ایک بڑے سے پودے پر تین چار ننھے ننھے چراغ جل رہے تھے۔

پھر بولی تو آواز نم تھی "میری زندگی میں آنے والا ہر مرد دھوپ لے کر آیا۔۔ڈیڈی کے بعد میں ہر شخص کے پیروں کی خاک ہی رہی ہوں۔۔ جو آتا تھا روند کر چلا جاتا تھا، کسی کو لیزا کی کیا پرواہ" (ذہن میں ابراہیم کا چہرہ نمودار ہوا اور پھر وہ دھندلا ہو کر فلک شیر کا چہرہ بن گیا، خوفناک سا بھیڑیے جیسا)

اس نے کپ نیچے گھاس پر رکھا اور اٹھ کر اس کے ساتھ کرسی کے ہتھ پر بیٹھا، لڑکی نے گردن موڑ کر اسے دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا

"اگر میں تمھارے لیے چھاؤں نہ لا سکا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارے حصے کی دھوپ میں، میں جلوں گا "

اس کی گالوں کو چھوتے بالوں کو اس نے اپنی انگلی سے اس کے کان کے پیچھے اڑسا، لڑکی کا دل بے اختیار دھڑکا تھا

"وہ زمانہ اور تھا، یہ زمانہ اور ہے۔۔یہاں تمھیں خاک نہیں ہونا پڑے گا، یہاں کیف تمھارے لیے ہر بار خاک ہو گا "

اس کی گال پر ایک آنسو لڑھک گیا۔۔وہ ابھی بھی بنا پلک جھپکائے اسے ہی دیکھ رہی تھی

کیف نے ایک گہری سانس لی "تم مجھے پاگل کر دو گی "

اس نے بھنویں بھینچ لیں "کیوں؟ "

وہ کھڑا ہوا اور سینے پر بازو لپیٹے اسے دیکھا "تمھاری آنکھیں نکلوانی پڑیں گی "

اور وہ ہنس دی۔اسے ہنسانے والا آ گیا تھا

"چلو اٹھو۔۔آئس کریم کھا کر آتے ہیں "

کیف نے لڑکی کے ہاتھ سے چائے کا کپ لیا اور وہ کھڑی ہو گئی

"مگر قیس آنے والا ہے "لاؤنج کی طرف بڑھتے لڑکی نے پیچھے سے صدا لگائی تھی

کیف کچن میں جاتا رکا، مڑ کر اسے دیکھا "اس کے پاس چابی ہے لیزا "

اور اس نے مسکرا کر کندھے اچکا دیے

آج سکینہ کا نکاح تھا اور وہ رخصت ہو کر اس شخص کے ساتھ چلی گئی جس کا اس نے لمبا انتظار کیا تھا۔ دن میں کافی رونق تھی مگر اب رات میں سناٹا اور خاموشی۔ ایک سکون سا تھا۔ اگر حوا بنت عبداللہ کے گھر کی چھت پر جھانکو تو دیکھو گے کہ سٹور کی پچھلی دیوار کے ساتھ ایک لڑکا سینے پر بازو باندھے کھڑا تھا۔ وہ شاید کھیتوں کو گھور رہا تھا، آج دیوار پر ننھے چراغ تھے جو شعلوں کی طرح جل رہے تھے۔ لڑکا خاموش تھا، اداس تھا۔ اندر شور مچا ہوا تھا، گھنگریالے بالوں والے نے ایک سانس خارج کی اور دیوار پر دونوں بازو رکھ کر ان پر سر رکھ لیا۔ وہ واپس جانے کے لیے قطعاً نہیں آیا تھا مگر زندگی اپنے فیصلے ہم سے پوچھ کر نہیں کرتی۔ حالات ہم سے پوچھ نہیں بدلتے۔

منظر بدلا، لوگ بدلے، وقت بہت پیچھے چلا گیا۔

یہ لندن کی ایک خوبصورت شام تھی۔ بکنگھم پیلس کے سامنے بنچ پر ایک لڑکا بیٹھا تھا۔ اس نے سیاہ پینٹ پر میرون جرسی نما شرٹ اور اوپر لمبا سیاہ کوٹ اوڑھا ہوا تھا۔ یہ بات سچ تھی کہ اس پر ہر گہرا رنگ جچتا تھا۔ ارد گرد اور بھی بہت سے بنچ تھے جو کہ فاصلے پر پڑے تھے، درختوں کے پتے اتر کر نیچے گرے تھے، پیلے مرجھائے بھورے پتے، درخت بھی ویران سے تھے۔ وہ جس بنچ پر بیٹھا تھا پیچھے بکنگھم پیلس کی بڑی سی دیوار تھی جس کے آگے جنگلہ سا

لگا ہوا تھا۔۔وہ ذرا ترچھا سا ہو کر بیٹھا تھا،ٹانگ پر ٹانگ جمائے، بازو بنچ کی پشت پر پھیلائے،وہ مطمئن لگ رہا تھا۔۔انگلی کے ناخن سے بنچ پر ہوا پینٹ کر رہا تھا مگر شاید لاشعوری طور پر کیونکہ وہ کسی اور دنیا میں تھا،تصور کی دنیا،حسین دنیا!

کوئی سامنے سے آتا دکھائی دے رہا تھا،اس نے لمبا بھورا گھٹنوں تک آتا کوٹ پہن رکھا تھا، شام ابھی ڈھلی نہیں تھی اور لوگ آجا رہے تھے۔۔وہ اس کے سامنے آ بیٹھا اور آتے ہی مسکرایا

"کیسے ہو دوست؟" بازو لمبا کر کے ہاتھ بڑھایا جسے سیاہ کوٹ والے نے تھام لیا۔۔

"جا رہے ہو کل؟" بھورے کوٹ والے نے ایک بازو پیچھے بنچ کی پشت پر پھیلا دیا۔وہ بھی ذرا ترچھا سا بیٹھا تھا

"ہوں "

"پھر آؤ گے؟ "

"اونہوں!" اس نے نفی میں سر ہلایا

Clubb of Quality Content

بھورے کوٹ والا ہنس دیا"میرے ایک استاد تھے وہ کہا کرتے تھے کہ داس کی چھٹی حس غلط نہیں کہتی، مجھے لگ رہا ہے تم واپس آؤ گے "اس نے پتلیاں سکیڑ کر سامنے بیٹھے شیخو کو دیکھا

"نہیں "اس نے بازو بنچ کی پشت سے ہٹایا"مم۔۔میں لاہور ہی رہوں گا "

داس نے کندھے اچکائے "لاہور میں ایسا کیا ہے جو لندن میں نہیں؟ "

شیخو مسکرایا"لاہور میں لیزا ہے، لندن میں لیزا نہیں "مگر وہ بولا نہیں

"بس مم۔۔میرا دل ہے لل۔۔لاہور میں "

داس مسکرایا"میرا دل کہتا ہے تم آؤ گے، لندن تمھارا منتظر ہو گا "

"لاہور مم۔۔میرا منتظر ہے "وہ برجستگی سے بولا

"اگر تم نہ آئے تو خط بھیجتے رہنا، میرا اسٹوڈیو تمھیں بہت یاد کرنے والا ہے "ایک اپنائیت، ایک دوستی، ایک چاہت کا احساس تھا۔۔

شیخو سر ہلا کر رہ گیا

وہ درختوں کے درمیانی راستے میں چلتے ادھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے۔۔

چھت پر ہوا چلنے لگی تھی، وہ واپس اپنے حال میں آیا۔۔ کل وہ لندن واپس جا رہا تھا، وہ لندن جس سے وہ بھاگ کر آیا تھا۔۔ داس صحیح کہتا تھا کہ لندن اس کا منتظر تھا۔۔ زندگی کتنی بے یقین ہوتی ہے نا۔۔ لیزا کا خط بھی آیا تھا مگر اس نے کوئی جواب نہیں لکھا تھا، لاہور اس کی آزادی تھی مگر اب وہ قید لگنے لگی تھی۔۔ وہ بے چین تھا، نہ رو پا رہا تھا نہ ہنس رہا تھا، نہ آنسو بہتے تھے نہ قرار آتا تھا۔۔ زندگی اتنی بے رحم کیوں ہوتی ہے؟ دل اتنا بے پرواہ کیوں ہوتا ہے؟ ہر وہ چیز جو مقدر میں نہیں ہوتی ہماری چاہت کیوں بن جاتی ہے؟ ہم ساری عمر اس کے پیچھے خوار ہوتے رہیں مگر خالی ہاتھ رہیں۔۔ زندگی اتنی بے رحم کیوں ہوتی ہے؟

اس نے ایک سانس خارج کی اور دیوار پر چمکتے جگنو کو ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھا

جلتا بجھتا جگنو!

یہ ایک خوبصورت سا روشن دن تھا۔ دھوپ نے ہر چیز پر اپنی دھاک بٹھا رکھی تھی۔ دوپہر کے ایک بجے کا وقت تھا اور ایک گھر میں اس وقت خاصی رونق تھی۔ کچن میں چولہے کے سامنے کھڑی لڑکی کچھ بنا رہی تھی، ہنڈیا سے دھواں اٹھ رہا تھا اور بریانی کی خوشبو پورے لاؤنج میں پھیل چکی تھی۔ اس نے ایپرن پہن رکھا تھا اور چھوٹے بال پونی میں مقید تھے۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

لاؤنج میں لڑکا سٹول پر چڑھ کر کھڑکی کے آگے پردے لگا رہا تھا۔لاؤنج میں اوپر جاتی سیڑھیوں کے ساتھ ایک بڑی سے کھڑکی تھی، جس سے آج کل دھوپ اندر آجاتی تھی سو پردے لگا کر دھوپ کا راستہ روکا جا رہا تھا۔لاؤنج کی اس کھڑکی سے باغ کا منظر بھی دکھائی دیتا تھا۔۔تیسرے فرد نے بٹنوں والی شرٹ پہن رکھی تھی جس کے بٹن آگے سے کھلے تھے اور نیچے سفید بنیان جھلک رہی تھی، وہ باتھ روم میں آئینے کے سامنے کھڑا منہ پر شیونگ کریم لگا رہا تھا۔۔زندگی اچھی چل رہی تھی، مصروف زندگی بھی نعمت ہوتی ہے۔۔خیر !

باہر کا دروازہ بجا، کچن سے آتی لیزا نے سٹول پر چڑھے قیس کو گھورا جو گردن موڑے اسے ہی دیکھ رہا تھا

"تم دیکھو قیس "

اس سے پہلے کہ وہ کہہ کر پلٹ جاتی وہ بلند آواز میں بولا

"لیزے !ایک بار میں اتر گیا نا تو پھر میں نہیں لگا رہا تمھارے پردے "

لڑکی نے چولہے کی آنچ ذرا ہلکی کی اور باہر کی طرف بڑھی۔۔

"کون؟"دروازے کے قریب پہنچ کر اس نے پوچھا،ایک شناسا سی آواز تھی۔اس نے دروازہ کھول دیا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

سامنے مسکراتا ہوا ہلکی بھوری آنکھوں والا تھا۔اس نے پینٹ شرٹ پہن رکھی تھی اور بال ازلی بکھرے۔اس نے سامنے کھڑی ایپرن پہنے لڑکی کو دیکھا۔اس کا دل دھڑکا، سانس ساکن تھی،ایک عجیب سا احساس تھا،اس کا دل کیا سب پتھر ہو جائے اور وہ اسے یہاں کھڑا دیکھتا رہے مگر سب ہماری مرضی سے نہیں ہوتا۔۔اس نے دل کو سنبھالا

لیزا نے ایک طرف ہٹ کر اسے اندر آنے کا راستہ دیا۔۔اندر آتے ہی اس نے سلام لی، لیزا منہ پھلائے سینے پر بازو لپیٹے کھڑی تھی، سلام کا جواب بھی نہیں دیا

"کک۔۔کیسی ہیں آپ؟ "

لڑکی نے دانت پیستے گردن موڑ کر پیچھے دیکھا، پیچھے دیوار تھی۔۔شیخو سمجھ گیا، وہ پیچھے باغ کی طرف بڑھا اور گملہ اٹھالایا"یہ لیں "

اس کا غصہ اور خفگی اڑ گئی اور وہ ہنس دی۔

"کہاں تھے تم؟میرے خط کا جواب بھی نہیں دیا"وہ کمر پر ہاتھ باندھے مصنوعی غصے سے بول رہی تھی

"مم۔۔میں خخ۔۔خود آگیا ہوں "

لیزا نے اس کے ہاتھوں سے گملہ پکڑا اور باغ میں واپس رکھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

پھر لاؤنج کی طرف بڑھی، وہ پیچھے آ رہا تھا

"اتنی لمبی شادی تھی۔۔ تمھیں میری خوشی کا بھی خیال نہیں رہا" وہ آگے چلتی ہوئی بولتی جا رہی تھی۔

لاؤنج میں داخل ہوا تو بریانی کی خوشبو نتھوں سے ٹکرائی۔

سٹول پر چڑھے قیس نے شیخو کو دیکھا تو مسکرایا

"آیئے۔۔ بڑے بڑے لوگ آئے ہیں۔۔ آج کہاں سے خیال آ گیا ہمارا؟" وہ سٹول سے اتر رہا تھا اور شیخو لاؤنج کے دہانے پر کھڑا اسے دیکھ رہا تھا۔۔

وہ نیچے اترا اور گلے ملا۔۔

لیزا اس کے لیے جوس لائی تھی اور وہ صوفے پر خاموش بیٹھا تھا۔۔ اس کا دل گھبرا رہا تھا، ایک عجیب سا احساس تھا، وہ صوفے کے ہتھ پر ناخن رگڑ رہا تھا، لیزا نے میز پر جوس کا گلاس رکھا اور اس کے سامنے بیٹھ گئی۔۔

اس کے اندر شور اٹھ گیا۔۔ وہ یہاں کیوں آیا؟ وہ اس کے دل و دماغ پر اثر کر رہی تھی، وہ اپنے آپ کے بس میں نہیں تھا، دل الگ دھڑک رہا تھا اور ہاتھوں پر پسینہ الگ تھا، ہاتھوں کی انگلیاں باہم ملائے وہ مسکرایا تھا کیونکہ اس نے مسکرانا سیکھا تھا۔۔

لیزا کچھ بولتی اس سے پہلے دائیں جانب کے کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی اندر سے بولتا ہوا آرہا تھا، اس کی تھوڑی، جبڑوں اور ہونٹوں سے اوپر پر سفید کریم بھر کر لگی ہوئی تھی اور وہ جھنجھلایا ہوا تھا

"لیزا یار۔۔"اور وہ شیخو کو دیکھ کر ٹھہر گیا۔۔

تلخ حقیقت، ٹوٹے خواب، ادھوری خواہشات، ٹوٹا دل۔۔اس کی آنکھوں میں کرچیاں سی چبھی تھیں، شاید آنکھیں گلابی بھی پڑ گئی تھیں مگر پھر بھی شیخو مسکرایا

"ارے واہ۔۔کیسے ہو تم؟"وہ آگے بڑھا مگر گلے نہیں لگا، ہنس دیا

لیزا اسے مخاطب ہوا"ٹاول دے دو۔۔کہاں رکھا ہے۔۔مل ہی نہیں رہا "

اس نے ماتھے پر ہاتھ مارا اور اس کے ساتھ اندر گئی

"کل ہی تو لانڈری میں دیا تھا۔۔نیا لے لیتے"اور اندر جاتے آوازیں مدھم ہو گئیں۔۔

وہ نہیں رو سکتا، وہ لیزا کی خوشی میں غمگیں کیسے ہو سکتا ہے۔۔اس نے بمشکل تھوک نگلا، دل سے خون رس رہا تھا، اندر ماتم کا سماں تھا، اسے پتہ تھا کہ وہ شادی کر چکی ہے مگر پھر بھی دل کے کہنے پر وہ یہاں آیا تھا۔۔اسے کیف کے ساتھ دیکھ کر ایک عجیب سا احساس ہوا تھا، وہ حسد نہیں تھا، جلن نہیں تھی، وہ ملال تھا، حسرت تھی، رنج تھا، بہت دیر سے آنے کا پچھتاوا

تھا۔۔اس کا دل کیا یہاں سے چلا جائے اور پھر کبھی نہ آئے مگر یہ آخری شام لاہور کے نام تھی، وہ لاہور جہاں لیزا رہتی تھی جہاں اس کا دل تھا

وہ باہر آئی اور اس کے سامنے بیٹھ گئی

"جوس تو لو شیخو" اس نے جوس اس کی طرف سرکایا۔۔اس نے ہلکا سا مسکرا کر جوس کا گلاس لیا

"تم اچھے دوست ہو، نہ نکاح پر آئے نہ ولیمے پر۔۔نہ کوئی خط نہ کوئی اتا پتہ" وہ پھر سے خفا ہوئی تھی

"بس گھر مم۔۔میں شادی تھی اور ططط۔۔طبیعت ذرا سی خخ۔۔خراب تھی" جوس کا گلاس دونوں ہاتھوں میں تھاما ہوا تھا

"اوہ۔۔اب ٹھیک ہو؟" اس نے اثبات میں سر ہلایا

اوپر سے قیس آرہا تھا، لیزا نے اسے دیکھ کر آواز لگائی

"قیس۔۔ذرا بریانی کو دم پر رکھ دو۔۔میں ذرا بزی ہوں" مسکرائی اور شانے اچکائے

وہ بس سر نفی میں ہلا کر رہ گیا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"مم۔۔میں۔۔لندن واپس جج۔۔جارہاہوں"اس کادل نہیں تھا،اس نے جوس واپس رکھ دیا۔

"کب؟"اس نے ابرواٹھایا

"آج چچ۔۔چار بجے "

لیزانے بائیں جانب گردن موڑ کر کمرے کے روشن دان کے ساتھ لگی گھڑی دیکھی پھر اسے دیکھا

"اوہ"اس نے سر ہلادیا"تو تم مجھے اب بتارہے ہو۔۔ٹھیک ہے۔۔کوئی بات نہیں،ہوتا ہے۔۔لوگوں کی زندگیوں میں ہم سے بہتر لوگ آتے ہیں۔۔اٹس اوکے"وہ دکھی ہوئی تھی،اس نے شیخو سے کبھی ایسے بات نہیں کی تھی۔۔

وہ بھی بس سنجیدہ سااسے دیکھ رہاتھا

"ارے۔۔ایسی بب۔۔بات نہیں ہے "

وہ ہلکاسا مسکرائی"کوئی بات نہیں۔۔میں تو تمھاری کامیابی پر ہمیشہ خوش ہی ہوں گی،تم چاہے لندن رہو یالاہور"اس نے شانے اچکائے مگر اس کی رنگت گلابی پڑنے لگی تھی

"آپ غلط سس۔۔ سمجھ رہی ہیں۔۔میں بب۔۔ بھلا آپ کو بتائے بغیر کچھ کر سس۔۔ سکتا ہوں؟"

لیزا خاموش رہی

"وہ۔۔ دادا کی طبیعت ٹٹ۔۔ ٹھیک نہیں ہے۔۔ انھیں۔۔ ٹی بی ہے۔۔ ابراہیم نے لندن پپ۔۔ پتہ کروایا ہے، ان کے علاج کک۔۔ کے لیے جلدی جج۔۔ جا رہا ہوں" اس سے زیادہ اچھی وضاحت اس کے ذہن میں نہیں آئی تھی۔

"اوہ" اس کی خفگی جھٹ سے اڑ گئی "اللہ انھیں صحت دے "

شیخو بس سر ہلا کر رہ گیا، اس کا دل مزید گھبرا رہا تھا، بس نہیں چل رہا تھا کہ چلا جائے۔۔ مگر وہ لیزا کے سامنے بیٹھا تھا، وہ لیزا کو اگر اسے ساری زندگی ایک ٹانگ پر کھڑا ہونے کو کہے تو وہ کھڑا رہے

"پھر کب آؤ گے شیخو؟ "

اس نے بڑی امید اور مان سے پوچھا تھا، لڑکے نے جھکا ہوا سر اٹھایا تھا۔۔ دل بے قرار تھا، جل رہا تھا، اندر طوفان برپا تھا، اسے رونا آ رہا تھا مگر وہ بے بس تھا

"پپ۔۔ پتہ نہیں" ہلکا سا مسکرایا

وہ بس سانس لے کر رہ گئی، کندھے ڈھیلے چھوڑ دیے۔

چند پل مزید بیتے اور وہ اٹھ گیا، وہ جانے کے لیے تیار کھڑا تھا

"تم ایسے نہیں جا سکتے۔۔ کھانا تو کھا کر جاؤ" وہ بھی ساتھ ہی کھڑی ہوئی

"نن۔۔ نہیں" اس نے دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈال دیے "کچھ ضروری کک۔۔ کام تھے، وہ بھی کک۔۔ کرنے ہیں"

وہ بس سر ہلا کر رہ گئی "تم بہت برے ہو، تمھیں میرا کوئی خیال نہیں ہے، تم میرے نکاح پر بھی نہیں آئے اور اب جا بھی رہے ہو" وہ پھر سے اداس ہو گئی۔

وہ لاؤنج سے باہر کی طرف بڑھ رہے تھے

"تم مجھے خط لکھو گے نا شیخو؟" لیزا کی پشت باغ کی جانب تھی۔ وہ ہلکا سا مسکرا کر گلابی آنکھوں سے جاتے ہوئی شیخو سے مخاطب تھی

"وعدہ کرو شیخو۔۔ تم مجھے خط لکھا کرو گے نا "

وہ اگر کچھ دیر اور ٹھہرا تو رو دے گا، گڑگڑانے لگے گا اور کہہ دے گا کہ "وہ لاہور کی لیزا سے محبت کر بیٹھا ہے"۔۔ اس نے سوچا تھا کہ وہ چپ چاپ اس کی زندگی سے چلا جائے گا،

ایک ثانوی کردار کی طرح مگر لڑکی اسے باندھ رہی تھی،اس پنجرے میں قید کر رہی تھی۔۔

وہ قید جس سے وہ بھاگ رہا تھا

"شیخولیزا کے لیے ساری زندگی بھی قید رہ سکتا ہے"دل نے صدا لگائی تھی

اس نے دل بڑا کر کے اثبات میں سر ہلایا"جی "

وہ مسکرادی۔۔

وہ مسکراتی ہے تو

تتلیاں رقص کرتی ہیں

جگنو چمکتے ہیں

پھول کھلنے لگتے ہیں

دل سکون پاتا ہے

وہ بس اسے دیکھ رہا تھا،اپنی آنکھوں میں اتار رہا تھا،ایک آخری بار،ایک آخری مرتبہ۔۔

اس کی جان پہ بنی ہوئی تھی،سانس لینا محال تھا،اس کا دل کیا لیزا یہاں سے کوئی گملہ پکڑے اور اس کے سر پر دے مارے،وہ اس کی ٹائی کو اتنی زور سے گرہ لگائے کہ اس کا گلا دب جائے تب بھی اتنا درد نہ ہوتا جتنا کہ اب ہو رہا تھا۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

"ٹھیک ہے" لڑکے نے سر ہلایا اور اس نے دروازہ کھولا۔۔

"شیخو میں تمھیں بہت مس کروں گی" وہ پیچھے سے بولی تھی

لڑکے کی آنکھیں گلابی پڑ گئی تھیں، قدم ڈگمگائے تھے، دروازے کے باہر ایک نیا زمانہ تھا، ایک نیا لاہور تھا، دروازے کے اندر ایک پرانا زمانہ تھا، ایک پرانا لاہور۔۔ لڑکے نے آخری بار مڑ کر اس لڑکی کو دیکھا،

آج نہیں روکنا

آج جانے دیں

ہمیشہ کے لیے

کبھی نہ آنے کے لیے

اور وہ باہر چلا گیا، دروازہ بند ہو گیا۔۔

تتلیاں گر کر مر گئی تھیں، ایک زمانہ اپنے اختتام کو پہنچا تھا، شیخو اور لیزا کا زمانہ ختم ہوا، جگنو بے نور ہو گئے تھے، پھول مرجھا گئے تھے، بہاریں ماتم کناں تھیں۔۔ آنسو گال پر بہہ نکلا، شیخو جا رہا تھا کبھی نہ آنے کے لیے۔۔ وہ خاموش گلی کے کنارے چلتا، سر جھکائے پیروں سے گرد اڑاتے آگے بڑھ رہا تھا۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا، ایک ایسا بھی زمانہ آئے گا۔۔اس کی زندگی کیا تھی؟ ویران، خزاں اور اداس۔۔ پھر ایک دن ایک لڑکی ملی تھی

وہ تھی تو بہار تھی

وہ تھی تو رنگ تھے

وہ تھی تو سب تھا

وہ تھی تو خوشیاں تھیں

خوشیاں گنگناتی تھیں

بہاریں رقص کرتی تھیں

وہ تھی تو لڑکا مسکراتا تھا

پیار کے گیت گاتا تھا

اکثر گنگناتا تھا

پھر ایک دن یوں ہوا کہ ایک شہزادہ آیا اور شہزادی کو لے گیا، غلام قید ہو گیا۔۔

شہزادیوں کی محبت میں اکثر غلام سولی چڑھتے ہیں، آج ایک غلام پھر سولی چڑھا تھا۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

وہ بار بار گلابی آنکھیں ہاتھ کی پشت سے رگڑ رہا تھا۔۔ نم سانس اندر کھینچتا۔۔اسے لیزا یاد آئے گی، بہت یاد آئے گی

وہ گاؤں سے آیا تھا اور لیزا چچا کے گھر کمرے میں بیٹھی تھی

وہ باغ میں اداس بیٹھا تھا اور لیزا اس کے پاس آئی تھی

وہ ریسٹورنٹ میں تھا اور لیزا نے کچھ آڈر کیا تھا

وہ ایگزیبیشن میں کھڑا تھا "مم۔۔ میڈم مجھے انگریزی نن۔۔ نہیں آتی "

وہ قیس کے ساتھ یونیورسٹی میں تھا اور لیزا خوش ہو رہی تھی

وہ اس کے لیے بارش میں بھیگ رہا تھا اور وہ اسے دیکھ رہی تھی

بادشاہی مسجد میں شیخو سو گیا تھا اور لیزا نے جگایا تھا

وہ مسکرا کر اسے دیکھ رہی تھی اور کسی نے تصویر بنائی تھی

وہ اس کے ساتھ بیٹھی کڑک چائے پی رہی تھی

وہ "سفرا" میں اس کے کام کی تعریف کر رہی تھی

وہ اسلام آباد جانے کے لیے اسے راضی کر رہی تھی

وہ اس کے لیے اس کے گاؤں آئی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ اس کے ساتھ باغ میں چلتی بھٹا کھا رہی تھی

وہ ایئرپورٹ پر کھڑی گلابی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی

وہ لاؤنج کے دہانے پر بیٹھے تھے

کسی کے نام سے اس کی رنگت گلابی پڑی تھی

وہ اس سے جدا ہونے والی تھی

وہ اکیلا آیا تھا

وہ اکیلا جا رہا تھا

وہ اکیلا رہتا تھا

وہ اکیلا رہنے کے لیے بنا تھا

اس نے لیزا کے ساتھ ایک زمانہ، ایک صدی، ایک عمر گزاری تھی۔

شیخو پہلی بار لندن گیا تھا تب وہ "لیزا اسٹیفورڈ" تھی، اب دوسری بار جا رہا تھا تو وہ "علیزہ کیف" تھی، وقت کتنی جلدی گزرتا ہے نا !

وہ خود سے مخاطب ہوا "میں نے آپ کو چاہا ہے اور اتنا چاہا ہے کہ اب کسی اور کو نہیں چاہ سکتا، میں ساری زندگی ان لمحات کی قید میں رہوں گا جو میں نے آپ کے ساتھ گزارے۔۔

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

آپ میری پہلی خواہش اور آخری حسرت ہیں۔۔ محبت خاک کر دیتی ہے۔۔اگر میں آپ کو پا لیتا تو آپ کو خاک کر دیتا، نہ پاتا تو خود خاک ہو جاتا۔۔ آپ تو سر کا تاج ہیں، ملکہ ہیں۔۔ میں آپ کو خاک نہیں کر سکتا، مجھے اپنا خاک ہونا منظور ہے۔۔ مجھے ہزار بار بھی زندگی ملی تو میں ہزار بار صرف آپ کو چاہوں گا اور آپ کے لیے ہر زندگی میں خاک ہو جاؤں گا۔۔ میں آپ کے لیے قید قبول کرتا ہوں، مجھے یہ غلامی تا عمر قبول ہے" اس نے آنکھیں زور سے رگڑیں اور نم سانس اندر کھینچی۔ دل پھر بھی ماتم کرتا رہا۔

"لاہور شیخو کے لیے نہیں تھا

نہ لاہور شیخو کا تھا نہ لیزا"

یہ آخری شام، لاہور کے نام!

وہ لوگ ایئرپورٹ پر کھڑے تھے اور حوار وتے ہوئے شیخو کو دیکھ رہی تھی۔۔ اس کی آنکھیں گلابی تھیں اور وہ بار بار نم سانس اندر کھینچ کر آنکھیں پونچھ رہی تھی۔۔ عبدالرحمن ابراہیم کے گلے لگے، پھر جدا ہوئے اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میری بیٹی کا تم نے خود سے بھی زیادہ خیال رکھنا ہے، اگر مجھے کوئی شکایت ملی تو میں بھول جاؤں گا کہ تم میرے کچھ لگتے ہو، آئی سمجھ؟" وہ مصنوعی غصہ کرتے ابراہیم کو گھور رہے تھے

اس نے سینے کی بائیں جانب ہاتھ رکھا اور ذرا سا سر کو خم دیا "جی حضور! جیسے آپ کہیں۔۔ میں تو خاندانی زن مرید ہوں میری کیا مجال جو میں اپنی بیوی کو کچھ کہہ دوں "

وہ ہنس دیے۔

وہ اپنے دادا کے کندھے سے لگی رو رہی تھی، گلابی آنکھیں، سرخ ناک اور چہرہ اٹھائے وہ ان سے کچھ کہہ رہی تھی اور وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھے مسکرا رہے تھے

"میں آپ کے بغیر کیسے رہوں گی؟ "

"میں تمھارے بغیر کیسے رہوں گا؟" سوال کے جواب میں بھی سوال تھا

شیخو کو ایک بار گلے لگایا اور چھوٹتے ہی سیاہ آنکھوں والا اس کا کندھا تھام کر بولا

"تم نے دادا کا خیال رکھنا ہے اور دادا آپ نے شیخو کا۔۔ ہمیں خط لکھتے رہنا ہے "

وہ سر ہلا کر رہ گئے۔۔ کچھ پل بیتے اور وہ انھیں اندر جاتا دیکھ رہے تھے۔۔ ایک آخری بار دیکھ کر واپس آ گئے

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

شام مغرب کی اذان ہو رہی تھی جب وہ جیپ پر ابراہیم کے ساتھ بیٹھی گھر واپس آ رہی تھی، مسلسل آنکھیں رگڑ رہی تھی

"بس کرو حوا" وہ سامنے سڑک دیکھتے ہی بولا تھا

"کیوں؟" بلند نم آواز میں بولی اور اسے دیکھنے لگی

"ٹھیک ہے۔۔نہ بس کرو" وہ بس ایک سانس لے کر رہ گیا

وہ چپ نہیں ہوئی، آنکھوں کے پپوٹے سوجے چکے تھے، بار بار نم سانس اندر کھینچ رہی تھی۔۔اس نے ایک سڑک کے کنارے گاڑی کھڑی کر دی اور سیٹ کی پشت پر سر رکھے، چہرہ موڑ کر اسے دیکھا

"بخش دو انھیں "

اس نے آنکھیں پونچھیں اور اسے دیکھا "کن کو؟ "

"اپنی آنکھوں کو "

اب وہ خاموش سی بیٹھ گئی، چہرہ ابراہیم کی طرف تھا، نظریں جھکی ہوئیں، نم سانس بار بار اندر کھینچتی مگر اب آنسو تھم چکے تھے

"تمھاری ان آنکھوں پر میں نے اپنی آنکھیں واری ہیں۔۔تم کیوں روتی ہو؟ "

Clubb of Quality Content

اسے یاد آیا،اس دن پیاز کاٹ کر ابراہیم کی اپنی آنکھیں سرخ تھیں اور پانی بہہ رہا تھا مگر اس نے حوا کو نہیں کاٹنے دیے۔وہ چپ ہو گئی، سر جھکا لیا

"دادا اور شیخو کی یاد آئے گی" آواز نم تھی۔

"میری نہیں آئے گی؟ "

"کیوں؟" لڑکی نے سر اٹھا کر ساتھ بیٹھے لڑکے کو دیکھا "آپ کہاں جا رہے ہیں؟ "

ابراہیم نے گہری سانس خارج کی اور اسے دیکھا

"ایک نہ ایک دن تو جانا ہے نا۔۔میں چھٹیوں پر آیا تھا،ایک دن یہ چھٹیاں ختم ہو جائیں گی "

وہ اب نارمل ہو گئی تھی "تو میں بھی آپ کے ساتھ چلی جاؤں گی "

وہ ہنس دیا "تم کہاں رہو گی؟ "

"جہاں آپ رہیں گے "

"میں تو کہیں بھی رہ لیتا ہوں، کبھی پہاڑوں پر ہوتا ہوں، کبھی جنگ کی صورت میں" وہ اب سیدھا ہو کر بیٹھ گیا تھا

"میں بھی وہی رہ لوں گی "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

وہ پھر سے ہنس دیا، سر نفی میں ہلایا

عورت ذات، وفا کا پیکر، محبت کی مثال، ایثار کی مورت۔۔وہ بس اسے دیکھے گیا

"اچھا چلو میں تمھیں دہی بھلے کھلاتا ہوں" اس نے جیپ سٹارٹ کی

"جب میں یہاں دادا کے ساتھ رہتا تھا نا تب ہم دہی بھلے کھانے آتے تھے، اتنے مزے کے ہوتے تھے نا۔۔آج تمھیں بھی وہ کھلاؤں گا" سیٹ سے سر لگائے وہ پر سکون سی اسے دیکھ رہی تھی اور وہ جیپ چلاتا اس سے باتیں کر رہا تھا

"کل میں تمھیں لاہور دکھاؤں گا، اپنا کالج، بادشاہی مسجد۔۔سب کچھ "

حوا سے زیادہ تو وہ خود پر جوش تھا، وہ بس خاموشی سے ہلکی سی مسکان لیے اسے سن رہی تھی

اگلی صبح وہ اسے ناشتہ کروانے کے بعد جی سی یونیورسٹی لے کر گیا۔وہاں اندر داخل ہوتے ہی بڑی سی عمارت دیکھ کر اسے "پروفیسر سٹیفورڈ" یاد آئے، یونیورسٹی میں کافی گھما گھمی تھی ۔۔باغ میں بیٹھتے، راہداریوں میں گھماتے، سموسہ کھلاتے، غرض کہ ہر جگہ پر اسے پروفیسر

Clubb of Quality Content

یاد آئے۔۔وہ اسے ساتھ ساتھ بتا رہا تھا کہ کب کہاں کیا پروفیسر نے کہا اور اس نے کیا کہا، وہ کبھی اس کی بات پر ہنس دیتی، کبھی مسکراتی اور کبھی صرف دیکھتی رہتی۔۔

"آپ کو پروفیسر بہت اچھے لگتے تھے؟" باہر آتے ہوئے وہ پوچھ بیٹھی

"ہاں۔۔پروفیسر میرے سب سے اچھے دوست تھے۔۔میں انھیں بہت یاد کرتا ہوں۔۔وہ میرے دل کے بہت اندر تک سمائے تھے۔۔وہ بہت اچھے انسان تھے۔۔ان کے جیسا کوئی بھی نہیں تھا، ان کے جیسا کوئی بھی نہیں ہے" اس نے شانے اچکائے۔

حوا اس کی آنکھیں دیکھ رہی تھی، وہ نم تھیں۔۔وہ کبھی اتنا نہیں بولا تھا جتنا آج پروفیسر کے بارے میں بولا تھا، ہر دیوار ہر کونے سے اس کی اور پروفیسر کی یادیں وابستہ تھیں۔۔

وہ وہاں سے چلے گئے، اس نے بادشاہی مسجد شاہی قلعہ اور مینار پاکستان بھی دیکھا۔۔وہ بہت خوش تھی۔اس نے سوچا تھا کہ وہ شیخو کے ساتھ گھومے گی مگر وہ ابراہیم کے ساتھ گھوم رہی تھی اور وہ بہت خوش تھی۔۔

اس نے اسے گول گپے، حلوہ پوری، جلیبیاں اور کڑک چائے بھی پلائی۔۔شام کے وقت وہ اندرون سے واپس آ رہے تھے، اس کی دونوں کلائیوں میں چوڑیاں تھیں جو کہ اسے ابراہیم نے پہنائی تھیں، ساتھ اور بھی بہت کچھ لے کر دیا تھا، وہ بھول گئی تھی کہ وہ کل روئی

تھی۔۔اس کا ہاتھ تھامے وہ اس کے ساتھ چلی آ رہی تھی۔دہلی گیٹ کے باہر تھوڑے ہی قدم دوران کی جیپ کھڑی تھی مگر وہاں بہت رش لگا ہوا تھا، یہاں رش تو ویسے بھی ہوتا تھا مگر اتنا نہیں۔۔شاید کوئی آیا تھا یا آنے والا تھا۔۔خیر بمشکل راستہ بناتے وہ آگے کی طرف جا رہا تھا۔۔حوا اس کا ہاتھ تھامے پیچھے ہی تھی، وہاں شاید کوئی اسسٹنٹ کمشنر آیا تھا اور وہ ڈی سی او کے ساتھ کسی آدمی سے کسی معاملے پر بحث کر رہا تھا۔۔اس کی وجہ سے یہاں راستہ بند تھا۔۔وہ آگے بڑھا، ایک پینٹ شرٹ پہنے چمکتے بوٹوں والا شخص کسی سے پوچھ گچھ کر رہا تھا، ایک لمحے کے لیے مڑ کر اس نے پیچھے دیکھا۔۔اس کی نظریں ابراہیم سے ملی تھیں مگر اس نے چہرہ آگے کر لیا۔۔لیکن وہ نظریں اس شخص کو پتھر کر گئی تھیں، بجلی کی رفتار سے اس نے دوبارہ گردن موڑی اور فرصت سے اس لڑکے کو دیکھا جس کا ہاتھ ایک لڑکی نے تھاما ہوا تھا۔۔اس کی نظروں نے ابراہیم سے اس کے ہاتھ اور پھر ہاتھ سے اس کے ساتھ بھوری آنکھوں والی تک سفر کیا جو اسے گھور رہی تھی۔۔اس کی گرفت ابراہیم کے ہاتھ پر ڈھیلی پڑی، ہاتھ برف جیسے ٹھنڈے تھے، وہ اس کے ہاتھوں کی نمی محسوس کر سکتا تھا۔۔لڑکی کی گرفت کمزور پڑی تھی مگر ساتھ کھڑے نوجوان نے گرفت مضبوط کر لی، اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھامے رکھا۔۔ابراہیم نے گردن موڑ کر لڑکی کو دیکھا جس کی آنکھوں میں کسی ٹوٹے

خواب کی کرچیاں اور مردہ خواہشات کے جنازے تھے، وہ مرد بس اسے دیکھے جا رہا تھا۔۔ اس کا جبڑا تن گیا، کنپٹی کی رگ واضح ہونے لگی۔۔ وہ مرد جیسے پتھر کا مجسمہ بن گیا ہو، ابراہیم اپنی بیوی کا ہاتھ تھامے آگے بڑھا تھا اور اس کے سامنے سے گزر گیا۔۔ ساتھ چلتی لڑکی نے مڑ کر پیچھے کھڑے نوجوان کو دیکھا تھا۔۔ سیاہ آنکھوں والے سنجیدہ مرد نے آنکھیں میچ لیں "آنکھوں کے رستے دل میں اترنے والے اتنی جلدی دل سے نہیں اترتے" اور آگے بڑھتا اسے اس ہجوم سے نکال لایا۔۔ پل صراط گزر گیا تھا اور وہ اپنی جیپ کے پاس تھا۔۔ اس نے دروازہ کھولا اور حوا اندر بیٹھی۔۔ پھر تیزی سے پلٹا اور ڈرائیونگ سیٹ پر خود بیٹھا، ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر وہ وہاں سے چلا گیا۔۔

سارے راستے دونوں کے درمیان خاموشی حائل رہی تھی، وہ باہر بھاگتی گاڑیوں اور عمارات کو دیکھ رہی تھی، وہ گاڑی چلاتے وقفے وقفے سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

لڑکی کے ذہن میں آج سے دو سال پہلے کہا جانے والے جملے گونج رہے تھے

"میں چاہتا ہوں تم جب جب اسے دیکھو یا اس سے لکھو تو تمھیں میری یاد آئے "!

"میں جا رہا ہوں اور کبھی واپس نہیں آؤں گا"

"تم بہت بری ہو۔۔ تم نے میرا دل توڑا ہے "

"اچھی لگ رہی ہو "

اس نے چہرہ ابراہیم کی جانب موڑا، سر سیٹ کی پشت سے ٹکایا، بازو بڑھا کر ہاتھ اس کے بازو پر رکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔۔وہ کچھ بھی نہ بولا، بس سامنے سڑک دیکھتے جیپ چلاتا رہا

ماضی خاموش ہو گیا تھا

حماد پیچھے رہ گیا تھا۔۔

رات کا شاید دوسرا پہر تھا جب اچانک سے حوا کی آنکھ کھلی تھی اور اس کے بعد وہ سوئی نہیں۔۔ابراہیم کل واپس جانے والا تھا اور وہ اداس تھی، وہ اٹھی اور بستر کے دوسرے کنارے سینے کے بل لیٹے گہری سانس لیتے مرد کو دیکھا، جو سوتے ہوئے کافی پر سکون لگ رہا تھا۔وہ کل ہی گھر آئے تھے اور تب سے ابراہیم کچھ اداس سا تھا، شاید دہلی گیٹ کے باہر جو ہوا وہ سوچتا ہو گا۔۔

وہ اسے دیکھے جا رہی تھی اور مختلف سوچیں ذہن میں آ رہی تھیں۔۔وہ اٹھی اور جوتا پہن کر دوپٹہ اچھے سے لے کر اوپر چلی گئی۔۔اوپر خاموشی تھی مگر اس کے گھر کی چھت پر سٹور کی پچھلی دیوار پر ننھے ننھے چراغ جل رہے تھے، وہ اداسی سے مسکرا دی۔۔اسے عبداللہ یاد آئے

تھے۔۔اس نے ایک گہری سانس خارج کی اور چھت کی سامنے والی دیوار کے ساتھ جا کھڑی ہوئی، پھر اداسی سے گہرے جامنی سیاہی مائل آسمان کو دیکھا

"اللہ تعالیٰ میں اداس ہوں۔۔مجھے لگتا ہے میں نے ابراہیم کے ساتھ پتہ نہیں کتنی صدیاں گزار لی ہیں۔۔"ایک سانس خارج کی، دل نے دھڑکنا شروع کر دیا تھا۔۔وہ رخ سامنے کیے اب کھیتوں کو دیکھ رہی تھی

"جس دن میں رات کو ڈر جاتی ہوں اور جاگتی رہتی ہوں، وہ شخص میرے ساتھ جاگتا ہے۔۔۔تب تک نہیں سوتا جب تک کہ میں نہ سو جاؤں

میری چھوڑی ہوئی روٹی کے کنارے وہ بخوشی کھا لیتا ہے

پلیٹ میں چاول زیادہ لے لوں اور کھائے نہ جائیں تو وہ میرے جوٹھے چاول بھی کھا لیتا ہے

میں جتنا بھی غصہ کر لوں جو بھی کہہ لوں وہ مجھے سنتا ہے

میری غلطیاں اپنے سر لے کر وہ مجھے ہنساتا ہے

وہ میرے ساتھ تب ہوتا ہے جب میں خود بھی نہیں ہوتی

اور اب میں اس شخص کے جانے پر بے انتہا اداس ہوں

ابراہیم میرے دل پر اثر کرنے لگے ہیں، وہ مجھے اچھے لگنے لگے ہیں سب سے اچھے، اتنے اچھے کہ میں یہ زندگی اور آنے والی زندگی ان کے ساتھ گزارنا چاہتی ہوں "

پیچھے سے کسی کی گلا کھنکھارنے کی آواز آئی تھی اور وہ پلٹی، نیند سے جاگی آنکھیں لیے ابراہیم اس کی طرف بڑھ رہا تھا

"خیریت؟ "

اس نے اثبات میں سر ہلا دیا

"میں۔۔اللہ سے آپ کی شکایتیں لگا رہی تھی" اس کے لہجے سے شرارت جھلک رہی تھی

"اچھا۔۔کیا کہہ رہی تھی؟" وہ سینے پر بازو لپیٹے اس کے عین سامنے تھا

"میں تو نہیں بتانے والی" شانے اچکائے

وہ مسکرا دیا، مڑ کر پیچھے دیکھا "جگنو لے کر آؤں تمھارے لیے؟ "

وہ مسکرا دی

"آپ کو پتہ ہے جب ابو ہوا کرتے تھے میں جگنو پکڑتی تھی اور ابو کو بڑے شوق سے بتاتی تھی کہ ابو! جگنو جل رہا تھا اور اس میں روشنی تھی۔۔ جگنو اندھیرے میں جل رہا ہوتا تھا

کیونکہ اسے اندھیرے میں اپنا راستہ بنانا ہوتا تھا، وہ چھپ کر نہیں بیٹھتا تھا اور اپنی روشنی خود بنا کر راستہ طے کرتا تھا" وہ پرجوش سی بتا رہی تھی اور وہ مسکرا رہا تھا

"ہاں۔۔مجھے یاد ہے۔۔تم نے ایک بار مجھے بھی جگنو دکھائے تھے "

"کب؟" بھنویں بھینچ گئیں

"تب تم میری ٹانگ جتنی ہوتی تھی، تمھیں یاد نہیں ہے شاید" وہ مسکرا رہا تھا، کہانی ایک جگنو سے ہی تو شروع ہوئی تھی

اس نے سر اثبات میں ہلا دیا

"چلو نیچے۔۔آج میں فجر میں نہیں اٹھاؤں گا۔۔رات میں تم سوتی نہیں ہو اور فجر میں تم اٹھتی نہیں ہو "

وہ آگے آگے سیڑھیاں اتر رہی تھی اور وہ اس کے پیچھے تھا، وہ کچھ کہہ رہی تھی اور وہ سر ہلا کر جواب دے رہا تھا

اگلی صبح چھمی آئی ہوئی تھی اور وہ برآمدے میں بیٹھی سمیرا سے باتیں کرنے میں مصروف تھی۔ بار بار دوپٹے سے ناک پونچھتی اور پھر رو کر اپنی داستان سناتی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"تمھارا تو کچھ اتا پتہ ہی نہیں تھا۔اچانک غائب ہو گئی تھی اور اب یوں اچانک" وہ چارپائی کے سامنے موڑھا رکھے چھمی سے مخاطب تھیں

"ہائے باجی۔۔میں کیا بتاتی آپ کو۔۔میرا تو گھر ہی اجڑ گیا۔۔میرے گرو جی چل بسے" وہ روئے جا رہی تھی

حوا نے پانی کا گلاس دیا تو وہ چپ ہوئی۔پانی پی کر پھر رونے لگی اور داستان سنانے لگی

"باجی۔۔گرو جی تو بڑے اچھے تھے۔۔پتہ نہیں کہاں سے بیماری لگ گئی،دنوں دنوں میں چارپائی سے لگ گئے اور اب چل بسے" پھر دوپٹے سے ناک رگڑا

"باجی۔۔میں تو بے گھر ہو گئی۔۔ہائے!میرا کیا بنے گا"

"چھمی۔۔ہم ہیں نا۔۔کیوں رو رہی ہو،گھر تو ہے تمھارا" سمیرا اسے حوصلہ دے رہی تھیں،جمی ان کے پاؤں کے آس پاس منڈلا رہا تھا پھر اندر چلا گیا

اندر حوا بستر پر ابراہیم کا سفری بیگ رکھے اس میں کپڑے تہہ کر کے ڈال رہی تھی۔وہ صوفے پر بیٹھا جوتے پالش کر رہا تھا

"آپ کی سیاہ چادر کہاں ہے؟" وہ مڑی

"وہ امی نے رکھی تھی، شاید ان کے کمرے میں ہو" جوتے پر برش رگڑتے انھیں پالش رگڑ رہا تھا، سر جھکا ہوا۔

اس نے سر ہلایا اور ساتھ والے کمرے میں آ گئی۔۔ کافی دیر ڈھونڈنے کے بعد بھی اسے چادر نہ ملی۔۔ اس نے سامنے پڑا ٹرنک کھولا اور چیزیں کھنگالنے لگی۔۔ اندر کسی کے بھاری فوجی بوٹ تھے، ساتھ کسی کی تصاویر بھی۔ وہ مسکراتے ہوئے دیکھ رہی تھی، شاید وہ پروفیسر تھے۔ اس نے تصاویر ویسے ہی رکھیں اور چادر ڈھونڈنے لگی۔۔

باہر سے ابراہیم آیا تھا" حوا۔۔ "اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا حوا کرنٹ کھا کر پلٹی اور ہاتھ میں جو چیز تھی وہ پیچھے چھپالی، اس نے اس کی یہ حرکت دیکھی تھی

"کیا چھپا رہی ہو؟" وہ پتلیاں سکیڑے اسے دیکھ رہا تھا

وہ خاموش رہی

"حوا۔۔ "اس نے ہاتھ آگے بڑھایا

حوا نے چپ کر کے پیچھے سے ہاتھ نکالا اور سبز رنگ کا کپڑا جس پر سرخ ستارے بنے تھے وہ اس کی ہتھیلی پر رکھ دیا، وہ ایک چھوٹا رومال تھا جو اکثر لڑکیاں بالوں پر باندھتی ہیں۔۔

وہ رومال دیکھ کر مسکرایا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

حواسوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی "یہ آپ کے پاس تھا؟" اس نے سینے پر بازو لپیٹ لیے۔

"ہاں۔۔میرے پاس تھا، کئی سالوں سے "

"اور میں اس وقت بہت روئی تھی کہ میرا رومال گم گیا" وہ منہ بسورے اسے دیکھ رہی تھی

وہ ہنس دیا۔

ابراہیم نے ٹرنک میں جھانکا اور پھر کپڑے ادھر اُدھر کرتے ایک سرخ رنگ کا کپڑا نکالا جس پر کسی نے کڑھائی کی تھی

"حوابنت عبداللہ "

وہ حیرانی سے دیکھ رہی تھی۔اس نے کپڑا اس کے سامنے کیا اور بولا

"یہ دیکھو۔۔ایک مرتبہ تم اور سکینہ بیٹھ کر کڑھائی کر رہی تھیں۔۔تم یہ ادھر ہی چھوڑ گئی۔۔میں نے یہ بھی سنبھال کر رکھا تھا" وہ مسکراتے ہوئے لڑکی کو دیکھ رہا تھا

"کیوں رکھا تھا؟ "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"کیونکہ تم میری بیوی ہو، تمھاری چیزیں میں رکھ سکتا ہوں" اب کی بار وہ نظریں چرا گیا اور ٹرنک میں چیزیں ادھر اُدھر کرنے لگا

اس کے ہاتھ پہلو میں گرے تھے "ہاں لیکن تب نہیں تھی"

اس بار وہ پلٹا تھا، اس کے ہاتھ میں اس کی سیاہ چادر تھی۔۔اس کی نظریں حوا پر تھیں

"ہاں لیکن تب میں تم سے محبت کرتا تھا۔۔ تمھاری چیزیں سنبھال کر رکھنا اچھا لگتا تھا مجھے "

اس نے اپنے کانوں سے اپنی دھڑکن سنی تھی، بے اختیار اس کے رونگھٹے کھڑے ہوئے تھے۔۔

وہ جانے والا تھا، ابھی بیڈ کے پاس ہی پہنچا تھا کہ حوا کی کانپتی آواز اس کے کانوں میں پڑی

"کیوں کرتے تھے محبت؟ "

وہ مسکرایا، اس کی طرف دیکھا "محترمہ۔۔ محبت کے لیے کیوں کا لفظ ممنوع ہے "

اور وہ وہاں سے چلا گیا۔۔

وہ وہیں مجسمہ بنی کھڑی رہی، دل کی دھڑکن تیز تھی۔۔ پھر اس نے گہری سانسیں لے کر خود کو بمشکل نارمل کرنا چاہا مگر مکمل کامیاب نہیں ہوئی

ساتھ والے کمرے میں گئی تو وہ یونیفارم پہنے صوفے پر بیٹھا اپنے بوٹ پہن رہا تھا، نیچے کو جھکا ہوا تسمے بند کر رہا تھا

وہ اس کے سامنے بستر پر جا بیٹھی "آپ واپس کب آئیں گے؟ "

وہ جھکا رہا، تسمے بند کرتا رہا "اس بار دیر نہیں ہو گی، چند مہینے ہیں بس "

پھر اوپر کو اٹھا اور لڑکی کو دیکھا جس کی آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں، وہ اٹھا اور اس کے ساتھ آ بیٹھا

"اس بار زیادہ دیر نہیں ہو گی۔۔بس تین مہینے ہیں۔۔میں جلدی واپس آ جاؤں گا "

اس نے سر اثبات میں ہلایا مگر دل کو کون سمجھائے

"میں آپ کو بہت یاد کروں گی" وہ بولی تو آواز کانپ رہی تھی، آنسو آنکھوں کی قید سے آزاد ہو گیا

"میں بھی تمھیں کبھی بھلا نہیں سکتا "

ایک خاموشی حائل ہو گئی، لڑکی کے آنسوؤں میں روانی آ گئی

"اگر تم یوں رو گی تو میں نہیں جا پاؤں گا" اس نے حوا کے گالوں پر بہتے پانی کو اپنے ہاتھ سے صاف کیا

"مجھے آپ کی عادت ہو گئی ہے۔۔میں رات کو ڈر جاؤں گی تو میرے ساتھ کون جاگا کرے گا؟"وہ ہچکیوں سے رو رہی تھی

اس نے پاس پڑی چھوٹی میز سے پانی کا جگ اٹھایا اور پانی گلاس میں انڈیل دیا،اسے دیا۔۔پانی پینے کے بعد تھوڑی نارمل ہوئی

"فوجیوں کی بیویاں بہت بہادر ہوتی ہیں۔۔وہ اندھیروں سے نہیں ڈرتیں نہ کمزور پڑتی ہیں"اس کا یخ ٹھنڈا ہاتھ ابراہیم کے دونوں ہاتھوں میں تھا۔

"میں آپ سے محبت کرنے لگی ہوں"پھر سے رو دی

"اور میں تم سے عشق کرنے لگا ہوں"اس کا اخلاق،اس کا لہجہ،اکا اقرار،اس کا اظہار۔۔اس کے لفظ اس لڑکی کے دل پر نقش ہو جاتے تھے۔۔وہ کوئی ساحر تھا؟وہ اس کے سحر میں قید تھی

وہ نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی

"حوا۔۔محبت ایثار ہے۔۔یہ بہادروں کا کام ہے"وہ اسے جیسے سمجھا رہا تھا

اس نے آنسو صاف کیے اور مسکرائی"میں آپ کا انتظار کروں گی۔۔کیونکہ محبت انتظار ہے"

وہ بھی مسکرا دیا

"میرے حصے کے پیاز رکھ دینا، میں کاٹ دوں گا۔۔ تمھاری آنکھیں دنیا کی سب سے خوبصورت آنکھیں ہیں، انھیں مسکراتے رہنا چاہیئے، ہم ہیں نا ہماری آنکھوں کو آپ کے آنسو بھی لگ جائیں "

وہ اس کی آنکھوں میں دیکھ رہا تھا اور وہ ہنس دی۔ گال گلابی ہو گئے شاید شرمائی بھی تھی۔۔

باہر چھمی ابھی تک قصے سنا رہی تھی، وقت گزر رہا تھا، اسے جانا تھا۔۔ جانے والوں کو روکا نہیں کرتے!!

باہر ڈھلتی شام تھی اور سائے لمبے پڑتے جا رہے تھے۔ روشنیوں کا شہر جگمگا اٹھا تھا۔ لندن ٹاور سے ذرا دور ایک ہسپتال کے کمرے میں ایک مرد سفید بستر پر پڑا تھا، اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری سانسیں لے رہا تھا۔ کمرے کی کھڑکی سے نیچے چلتا شہر نظر آ رہا تھا۔ دفعتاً سفید کمرے کا دروازہ کھلا اور کوئی اندر آیا تھا۔ کھڑکی کے سامنے کھڑے لڑکے نے مسکرا کر دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر اس سے ملا۔ آنے والے کے ہاتھ میں پھول، کھانے پینے کی اشیاء اور

بھی بہت کچھ تھا جو اس نے دیوار کے ساتھ لگے صوفے پر رکھ دیا۔ شیخو دوبارہ کھڑکی کے پاس جا کھڑا ہوا۔ آنے والا اس کے قریب گیا اور اس کے کندھے کے گرد بازو حمائل کیا

"ہم نہ کہتے تھے تم آؤ گے" شیخو سینے پر بازو لپیٹے باہر دیکھ رہا تھا اور وہ شیخو کو۔

پھر شیخو مسکرایا اور اسے دیکھا "مم۔۔مان گئے تمھیں "

وہ ہنس دیا

"کیا چھوڑ کر آئے ہو؟ کیا لے کر آئے ہو؟ "

"دل دد۔۔دے کر آیا ہوں، رر۔۔رنگ لے کر آیا ہوں "

داس ہنس دیا اور اس کے کندھے پر تھپکی دی

"کوئی ہمارا نہیں ہوتا۔۔نہ کوئی دوست ہے نہ کوئی ہمدرد، یہ صرف ہمسفر ہیں۔۔سفر کے ساتھی، ہم اٹھ جائیں یا وہ اٹھ جائیں تو سیٹ خالی ہو جاتی ہے، کوئی بیٹھ جاتا ہے" پھر وہ شیخو کے کان کے قریب جھکا اور سرگوشی کی

"ہم نہ کہتے تھے دل لگانا برا ہے، دل کا آنا برا ہے "

وہ پھر ہنس دیا، شیخو پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ اڑسے شہر کی جلتی بجھتی روشنیاں دیکھ رہا تھا جو کہ اسے بری لگ رہی تھیں

کمرے میں نرس آئی تھی اور اس نے عبدالرحمن کی ڈرپ چیک کی۔۔وہ اٹھ چکے تھے، شیخو مڑا تو نرس دیکھ کر پہلے حیران ہوئی پھر خوش، اس نے بے یقینی سے دونوں ہاتھ ہونٹوں پر رکھ لیے۔۔وہ بس ایک سانس لے کر رہ گیا۔۔

پھر اس نے بستر کے ساتھ لگی چھوٹی میز سے نوٹ پیڈ پکڑا اور جیب سے قلم نکال کر اس کی طرف بڑھایا

"آٹو گراف پلیز"

وہ مسکرا دیا اور اپنے دستخط کر دیے۔۔وہ پھولے نہیں سما رہی تھی

عبدالرحمن بس دیکھتے رہ گئے، وہ ان کی پشت پر تکیہ ٹھیک کر رہا تھا اور وہ نیم دراز سے بستر کی پشت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔۔

پھر حیرانی سے شیخو کو دیکھا

"تمھیں انگریزی آتی ہے؟"

شیخو نے نفی میں سر ہلایا

"پھر یہاں بات کیسے کرتے ہو؟"

وہ سر جھکائے مسکرا دیا۔داس ان کے قریب آیا، سینے پر ہاتھ رکھا اور سر کو ذرا سا خم دیا

"ہم ہیں نا۔۔ہم ان کی خدمت میں ہر وقت حاضر رہتے ہیں "

شیخو ہنس دیا"اتنی ضرورت نن۔۔ نہیں پڑتی، مم۔۔میں بہت کم بولتا ہوں، دد۔۔داس ہی زیادہ ترمم۔۔معاملات دیکھتا ہے "

"میں ان کا سیکرٹری ہوں دادا جی"اس نے سینے پر ہاتھ رکھا اور سر کو خم دیا۔

اور عبدالرحمن ہنس دیے

"چلو بھئی۔۔ہم تمھیں انگریزی سکھائیں گے"

"ارے دادا جی آپ کو کیا پتہ"وہ شیخو کے پیچھے کھڑا ہو گیا اور دونوں ہاتھ اس کے کندھے پر رکھے "یہ اس کا سٹائل مانا جاتا ہے۔۔اس کے نام، اس کے کام پر جب کوئی خبر آتی ہے یا آرٹیکل لکھا جاتا ہے تو انگریزی میں بڑا سا لگتا ہوتا ہے"

"The introverted icon"

وہ ستائش سے اسے دیکھ رہے تھے۔۔وہ بس سر جھکائے مسکرا رہا تھا۔۔باہر اندھیرا بڑھ رہا تھا

یہ ابراہیم کے جانے کے ایک مہینہ بعد کی بات ہے۔ حوا اپنے گھر آئی ہوئی تھی۔ نیچے تخت پوش پر بیٹھی آسیہ سے باتیں کر رہی تھی۔ اس کے دونوں ہاتھوں میں چوڑیاں تھیں اور وہ ابراہیم کی دی ہوئی انگوٹھی بھی پہن کر آئی تھی۔۔ آسیہ نے اس کا ہاتھ پکڑا اور انگوٹھی دیکھی

"یہ ابراہیم نے دی ہے؟ "

وہ مسکرا دی "جی امی۔۔ وہ مجھے تحفے دیتے رہتے ہیں۔۔ جب ہم لاہور گئے تھے تب لے کر دی تھی "

وہ اپنی بیٹی کا چہرہ دیکھ کر مسکرا رہی تھیں۔ پھر اسے دعا دی "اللہ تمھیں عرش کے بھاگ لگائے "

وہ بس مسکرا کر رہ گئی۔۔

"اچھا میں نا تمھارے لیے میٹھے چاول بنا کر لاتی ہوں، تمھیں پسند ہیں نا "

جمی تخت پوش پر چڑھ آیا تھا اور وہ اسے پیار کر رہی تھی۔ باہر کا دروازہ کھلا اور اسد اندر آیا تھا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اسے دیکھ کر حوا کی آنکھوں میں خوف اور ڈر سا پھیل گیا،اس نے بمشکل تھوک نگلا۔۔وہ اس کے پاس سے ہو کر اندر چلا گیا،اس کی سوکھی ہوئی سانس بحال ہوئی تھی۔اس کا دل عجیب طریقے سے دھڑکا تھا۔۔اس کا دل کیا واپس گھر چلی جائے مگر آسیہ اس کے لیے چاول بنا رہی تھیں سو وہ بیٹھی رہی۔۔چند لمحے گزرے تھے اور وہ کیاری کے سامنے کھڑی گلاب کے پھول دیکھ رہی تھی جب اسے پیچھے سے کسی کی آواز سنائی تھی

"حوا "

وہ کرنٹ کھا کر پلٹی،اس کی رنگت زرد پڑ گئی،آنکھوں میں خوف دوڑ گیا

"میں تم سے بات کرنے آیا ہوں" وہ رو دینے کو تھی،ایک قدم پیچھے ہٹی

"دیکھو۔۔ڈرو نہیں" مگر وہ پیچھے ہٹتی جا رہی تھی۔

وہ اسے کچھ سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ خوفزدہ سی تھی

"امی۔۔"اس نے بلند آواز میں آسیہ کو آواز دی۔

وہ کفگیر سے چاول ہلا رہی تھیں،اٹھ کر وہاں آ گئیں۔۔اسد نے دانت پیسے اسے دیکھا اور پھر باہر کی طرف چلا گیا

اسے بے تحاشا خوف محسوس ہوا تھا، ابراہیم نہیں تھا۔۔اسے رونا آرہا تھا۔۔وہ ہوتا تو ایک تحفظ کا احساس ہوتا، وہ نہیں تھا تو وہ غیر محفوظ تھی

آسیہ اس کی طرف بڑھیں مگر اس کا خوف زائل نہیں ہوا تھا۔۔

رات کو سوتے میں بھی وہ ڈری تھی، اٹھ کر اندھیرے کمرے میں ادھر اُدھر دیکھا مگر کوئی نہیں تھا

"ابراہیم" اس نے پکارا مگر کوئی آواز نہیں آئی

دونوں ہاتھ منہ پر رکھ کر وہ رو دی

پھر کہیں سے اس کی آواز گونجی (گہری سانسیں لو)

اس نے تین گہری سانسیں لیں

)اب آیت الکرسی پڑھو (

اس نے آیت الکرسی پڑھی اور پھر کچھ لمحے ایسے ہی گزارنے کے بعد وہ دوبارہ لحاف اوڑھے لیٹ گئی۔۔اسے ابراہیم کا انتظار کرنا تھا

---

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

)ہم اتنے کمزور نہیں ہوتے جتنا خود کو سمجھ لیتے ہیں۔جن چیزوں کو چھوٹا سمجھ کر نظر انداز کرتے ہیں وہ ہمارے اندر سرایت کرتی جاتی ہیں۔۔وہ کچھ چیزیں ایسی ہیں کہ ان پر توجہ دے کر انھیں ٹھیک کرنا تھا مگر ہم نے نظر انداز کر دیا(

یہ ایک روشن صبح تھی۔لیزا ناشتہ بنا کر ڈائننگ ٹیبل پر لگا رہی تھی اور قیس سیڑھیاں اترتا ڈائننگ ٹیبل کی طرف بڑھا،کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔درمیان میں کیف تھا اور اس کی ایک طرف لیزا اور ایک طرف قیس تھا۔۔اس نے انڈہ کانٹے سے اٹھا کر کیف کی پلیٹ میں رکھا۔۔پھر اسے توست دیا

اس نے توست کے ساتھ انڈہ لگایا اور لقمہ منہ میں رکھا

"لیزا"

وہ کپ میں چائے انڈیل رہی تھی جب کیف نے اسے مخاطب کیا

"ہوں" وہ متوجہ ہوئی

"باہر کوئی بھی آئے۔۔پوچھے بغیر دروازہ نہیں کھولنا "

اس کی بھنویں بھینچ گئیں "میں ایسے ہی کرتی ہوں۔۔مگر تم کیوں کہہ رہے ہو؟" اس کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی،ذہن نے لال بتی جلائی تھی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

قیس نے افسوس سے کیف کو دیکھا جیسے اسے یہ نہیں کہنا چاہیئے تھا۔

وہ مسکرایا اور لیزا کو دیکھا "کچھ نہیں۔۔حالات ٹھیک نہیں ہیں نا اس لیے کہہ رہا ہوں۔۔

میں شام میں جلدی گھر آجاؤں گا تم پریشان نہیں ہونا" وہ دوبارہ پلیٹ پر جھکا

مگر وہ تو پریشان ہو گئی تھی۔۔اس کے ناشتہ اب حرام تھا

)وقت پلٹ پلٹ کر وار کرتا ہے۔تم آج اپنے خوف کو نظر انداز کرو گے وہ تم میں سرایت کر جائے گا، تھوڑی دیر تم مطمئن رہو گے مگر وہ پھر وار کرے گا۔۔ تمھارے نہ چاہنے سے کیا ہوتا ہے؟ (

حوا اپنی امی کے گھر بیسن والی روٹیاں بنا کر لائی تھی۔ ثمر بھی گھر آئی ہوئی تھی مگر اس نے کوئی بات نہیں کی۔۔خالدہ تائی اور بی جان ہمسائے کی طرف گئی تھیں۔۔باہر کا دروازہ ذرا سا کھلا تھا۔۔ایک بچہ بھاگتا ہوا اندر آیا اور آسیہ سے مخاطب ہوا

"چچی! امی کمیٹی کی پرچی نکالنے لگی ہیں۔۔آجاؤ" وہ اٹھیں، دوپٹہ صحیح کیا اور چلی گئیں

ثمر چارپائی سے اٹھی اور تخت پوش پر بیٹھی حوا کی طرف بڑھی۔۔

اس کے سامنے بیٹھ گئی

"میری زندگی برباد کر کے اب تم سکون میں ہو؟" نہ سلام نہ دعا، وہ پھنکار رہی تھی

"میں نے؟" وہ حیران ہوئی

"ہاں تم نے۔۔ تمھارے شوہر نے میری بارات پر جو تماشا لگایا تھا، اس کا نتیجہ میں آج تک بھگت رہی ہوں" اس نے اپنی آستین اوپر کر کے بازو دکھایا وہاں کہنی سے ذرا اوپر نیل پڑا ہوا تھا

"تمھارا بھائی کسی کی بیوی زندہ دفنانے لے جائے اور تم سمجھتی ہو کہ اس کا شوہر صرف قبر پر فاتحہ پڑھے اور صبر کرے تو یہ تو نہیں ہو گا۔۔ جو ہوا ہے تم دونوں بہن بھائیوں کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے" وہ بھی اسی انداز میں بولی تھی۔

کمرے سے اسد باہر آیا تھا

)ہمارے ہم سفر اچھے ہوں تو ہم سمجھتے ہیں کہ یہ ہیں تو سب ٹھیک ہے مگر ہم بھول جاتے ہیں، وہ ہم سفر ہیں، سفر کے ساتھی، جو راستے میں ملے ہیں۔۔ ایک دن وہ نہ ہوئے تو؟(

مغرب ہونے کو تھی اور اندھیرا چھا رہا تھا۔ باہر چھوٹے سے گیراج میں ایک رسی پر لٹکے دھلے ہوئے کپڑے سوکھ چکے تھے اور وہ انھیں اتار کر اپنے بازو پر رکھتی جا رہی تھی۔۔ دفعتاً باہر کا دروازہ بجا اور اس نے بڑھ کر پوچھا "کون؟ "

کوئی آواز نہیں آئی۔

وہ جانے لگی تھی پھر سے دروازہ بجا، وہ اکتا کر پلٹی اور پھر سے پوچھا "کون؟ "

کوئی آواز نہیں آئی۔۔اس کا دل دھڑکا تھا، اس نے کپڑے پاس پڑی کرسی پر رکھے اور دروازے کی کنڈی کھول دی۔۔

(باہر کوئی بھی آئے۔۔پوچھے بغیر دروازہ نہیں کھولنا) مگر وہ ایک غلطی کر بیٹھی تھی۔۔

بڑھی شیو اور گلابی آنکھوں والا فلک شیر اس کے سامنے تھا

اسد تخت پوش کی جانب آیا تھا اور اس کی گوری گلابی رنگت زرد ہوتی جا رہی تھی۔۔وہ اپنی بہن کے ساتھ اس کے سامنے آ بیٹھا

"دیکھو۔۔میں تم سے معافی مانگنا چاہتا ہوں" مگر اس کی آنکھوں میں ڈر پھیل گیا

وہ جھٹ سے تخت پوش سے اٹھی اور کھڑی ہو گئی

)اگر ہم سفر نہ ہوئے تو مقابلہ تو کرنا ہے۔۔انسان اپنی زندگی کے لیے کچھ بھی کرتا ہے۔۔ تمھارے لیے کوئی نہ ہوا تو تم اپنی زندگی کو خوف کے وار سے کیسے بچاؤ گے ؟(

وہ اندر آیا اور اس نے لیزا کی کلائی پکڑ لی، ایک مضبوط گرفت، وہ چلائی تھی، رو بھی رہی تھی

"کیف۔۔ "

وہ بار بار پیچھے لاؤنج کی طرف دیکھتی اور کیف کو آوازیں دیتی

اندر صوفے پر کتاب ہاتھ میں لیے بیٹھا کیف ایک جھٹکے سے اٹھا، کتاب گود سے نیچے گری اور وہ دیوانہ وار باہر بھاگا تھا۔۔وہ لیزا کو گھسیٹتے ہوئے اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کر رہا تھا اور وہ مسلسل چلاتے ہوئے اس کے ہاتھ پر مکے مار رہی تھی۔۔وہ آگے بڑھا مگر فلک شیر نے اپنی پینٹ کی جیب سے بندوق نکال کر لیزا کے سر پر تان دی

"آگے بڑھے تو یہ جان سے جائے گی" وہ غصے سے چلایا تھا

وہ ابھی بھی روئے جا رہی تھی، کیف گلابی آنکھیں اور زرد رنگت لیے اس لڑکی کو دیکھ رہا تھا

اسد آگے بڑھا اور اس کی کلائی تھام لی "تمھیں ایک بات سمجھ نہیں آتی، میں تم سے بات کرنے کی کوشش کر رہا ہوں اور تم ہو کہ سن ہی نہیں رہی" وہ پھنکارا تھا۔اس کی آنکھوں میں دہشت اور غصہ تھا۔

لڑکی پھر سے ڈر گئی، رونگھٹے کھڑے ہو گئے اور وہ چلانے لگی

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"امی۔۔ "

مگر آسیہ تو گھر پر نہیں تھیں

)تم نے سنا نہیں کہ انسان بہت بہادر ہے۔وہ تب تک اپنی بقا کی جنگ لڑتا ہے جب تک کہ موت خود نہ اسے گلے لگائے۔وہ بڑا سخت جان ہے۔اپنے بچاؤ کے لیے کچھ بھی کر سکتا ہے۔انسان اگر انسان بن جائے تو خوف کوئی بڑی بلا نہیں ہے(

"دیکھو۔۔اسے چھوڑ دو۔۔ تمھیں مجھے مارنا ہے نا،مار دو۔۔لیزا کو جانے دو "

اس نے اس کی کنپٹی پر بندوق کی نالی زور سے رکھی تھی،وہ لرز کر رہ گئی"دیو کی جان طوطے میں ہے،طوطے کو مار دیتا ہوں دیو خود ہی مر جائے گا "

اس سے پہلے کہ کیف کچھ بولتا پیچھے سے کھلے دروازے سے اندر کوئی آیا تھا اور اس نے بندوق فلک شیر کے سر پر تان دی"مگر تم بھول گئے۔۔دیو کے محافظ بھی بڑے ہیں"وہ سنجیدہ سا سرمئی آنکھوں والا اس کے سر پر کھڑا تھا

"چھوڑ لیزا کو "

)آج پہلی بار وہ لیزے سے لیزا بولا تھا،اف! سرمئی آنکھوں والا (

"میں نے بولا چھوڑ اسے"وہ چلایا تھا۔۔

فلک شیر نے اسے چھوڑ دیا۔۔وہ کیف کے ساتھ جا کر کھڑی ہو گئی، آنسو ابھی بھی بہہ رہے تھے۔۔

اس نے دوسرا ہاتھ بڑھا کر اس کے ہاتھ سے بندوق لے لی "اب بول۔۔کتے کی موت مرنا پسند کرے گا یا سور کی؟"

کہتے ہی اس نے اس کی کمر پر ٹانگ ماری اور وہ زمین پر گر گیا

نہ آسیہ تھی نہ ابراہیم۔۔اس نے ثمر کو دیکھا اور زور سے چلائی "ثمر۔۔ "

اسد نے گردن گھما کر ثمر کو دیکھا اور اسی لمحے حوا نے اسد کے ہاتھ پر اپنے دانت گاڑھے دیے۔۔اس نے درد سے کراہ کر ہاتھ پیچھے کیا اور وہ بھاگ کر چارپائی کے پاس آ کھڑی ہوئی، چارپائی پر پرات میں پڑی چھری اس نے ہاتھ میں پکڑ لی، وہ دونوں اسے ہی دیکھ رہے تھے

چھری کی نوک ان دونوں کی طرف تھی "اگر کوئی آگے بڑھا تو اپنا ذمہ دار وہ خود ہو گا" وہ چلائی تھی۔۔اس کی آنکھیں گلابی ہو رہی تھیں

)کون کہتا ہے کہ خوف انسان کو کمزور بناتا ہے۔۔اگر تم اپنے خوف پر کام کرو تو وہ تمھیں نڈر بنادے گا۔۔بہادری ایک درجہ ہے تو نڈر ہونا اس سے اوپر کا درجہ ہے۔۔خوف تو کوئی بلا نہیں۔۔تم اسے بلا بناتے ہو (

قیس نے اس پر بندوق تانی تھی"ایک بار یاد ہے تم نے مجھے دو گولیاں مروائی تھیں۔۔ چلو آج حساب پورا کرتے ہیں۔۔میں بھی تمھیں دو گولیاں ماروں گا"پھر وہ آگے کو جھکا

"ایک دل میں ایک دماغ میں "

لیزا خوف سے اسے دیکھ رہی تھی، کیف کی آنکھوں میں گلابی اتر رہی تھی اور وہ بے رحمی سے اسے دیکھ رہا تھا

"تم نے اپنی مرضی سے گولیاں ماری تھیں، میں اپنی مرضی سے ماروں گا "

اب فلک شیر کی آنکھوں میں خوف تھا۔۔اس نے ٹرگر دبایا اور گولی چل گئی۔۔

ایک زوردار آواز کے ساتھ گولی اس کے گھٹنے پر جا لگی۔۔وہ کراہ کر رہ گیا۔۔

لیزا نے کانوں پر ہاتھ رکھ لیے۔۔

پھر ٹرگر دبایا اور گولی اس کی کہنی میں لگی۔۔وہ زمین پر پڑا کراہ رہا تھا، خون بھل بھل بہہ رہا تھا

اس سے پہلے کہ وہ تیسری گولی چلاتا کیف نے اس کے ہاتھ سے بندوق چھین لی "بس کر دو۔۔ساری زندگی لنگڑاتا رہے گا،یہی سزا کافی ہے" وہ تڑپتے ہوئے فلک شیر کو دیکھ رہا تھا

اسد پھر بھی ڈھیٹ بنا اس کی طرف بڑھ رہا تھا

"میں آپ کا لحاظ نہیں کروں گی" وہ چلائی تھی،ایک ایک قدم پیچھے ہٹ رہی تھی۔۔ ثمر دونوں کو دیکھے جا رہی تھی،مجال ہے جو اٹھ جائے

یک دم اسد نے بازو بڑھا کر اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر اس نے چاقو پوری شدت سے اس کے بازو میں پیوست کیا۔۔وہ کراہا،ثمر نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔۔وہ خود بھی گھبرا گئی اور چاقو بازو کے اندر ہی کھبا رہا۔۔وہ سیڑھیوں کی طرف بھاگی اور پہلے دو زینوں پر چڑھ کر چلائی،وہ رو بھی رہی تھی

"میں نے کہا تھا نا۔۔آپ اپنے ذمہ دار خود ہوں گے "

اسی لمحے باہر کا دروازہ کھلا اور خالدہ بھابھی اندر آتے ہی اسد کو دیکھ کر پیٹنے لگیں۔۔آسیہ نے حوا کو دیکھا مگر وہ زرد رنگت،کانپتے ہاتھ اور دھڑکتا دل لیے اوپر چلی گئی۔۔

ابراہیم تین مہینے بعد واپس آیا تھا اور اب ایک ہفتہ گھر پر رہنے کے بعد اسے دوبارہ خط آیا تھا۔اس نے ابھی کسی کو نہیں بتایا تھا۔وہ حوا کے جذبات سے واقف تھا۔یہ شام کا وقت تھا اور عصر کے بعد ابراہیم حوا کے ساتھ بستر پر بیٹھا تھا۔۔وہ مسکرا کر اسے بتا رہی تھی کہ اس کی غیر موجودگی میں اس نے کیسے کیسے اسے یاد کیا۔۔وہ مسکرا کر اسے سن رہا تھا

"اللہ اللہ کر کے دن گزرے۔۔میں تو ہر دن آپ کو یاد کرتی تھی" اس کی گود میں تکیہ تھا اور وہ ابھی باہر سے کام کر کے آئی تھی۔ایک چھوٹی لٹ تھی (ذرا سی گھنگریالی جیسے بار بار انگلی کے گرد بالوں کو لپیٹنے سے ہو جاتی ہے) بار بار اس کے ماتھے پر آتی اور وہ ہاتھ سے پیچھے کرتی۔۔بالکل اس بچی کی طرح جو اسے چندہ وادی میں ملی تھی،اس کی کلائیوں میں ابراہیم کی دی ہوئی چوڑیاں تھیں۔۔عورت تھی نا محبت نبھانا جانتی تھی

اس نے ہاتھ بڑھا کر ذرا سی گھنگریالی لٹ اس کے کان کے پیچھے اڑسی "اچھا۔۔اور کیا کیا تم نے؟ "

وہ گڑبڑا گئی،اس کے گال گلابی پڑے اور نظریں جھکا لیں،وہ اسے دیکھ کر مسکرا دیا۔

"میں نے پتہ ہے کیا کیا؟" وہ خود ہی بول پڑا۔

اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا، قمیض کی جیب سے اس نے ایک ہاتھ جتنی لمبی مخملیں ڈبیہ نکالی اور اس کی طرف بڑھائی

اس نے اسے پکڑا اور کھولا، اندر ایک باریک سی سونے کی چین تھی جس کے درمیان ایک موتی تھا، اس نے اسے حیرت سے دیکھا پھر ابراہیم کو

"یہ تو بہت مہنگی ہو گی "

"نہیں تو" اس نے شانے اچکائے

اس نے نازک سی چین کو ہاتھ میں پکڑا اور ہتھیلی پر رکھ کر دیکھا،

"اچھا چلو اب مجھے پہن کر دکھاؤ۔۔ کیسی لگ رہی ہے "

وہ فوراً اٹھی اور پہن کر آئی، وہ بس اسے دیکھ رہا تھا۔۔ اتنے عرصے بعد اسے دیکھنا اسے ایک راحت سی محسوس ہوئی تھی۔

اس نے حوا کو کلائی سے پکڑا اور ساتھ بٹھایا

پھر گلا کھنکھارا "ایک بات کرنی تھی تم سے "

حوا کے پیٹ میں عجیب سا درد اٹھا، دل الگ دھڑکا۔۔ اب تھوڑی دیر پہلے کی مسکراہٹ غائب ہو گئی

"جی "

"وہ۔۔"اس نے حوا کو دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہی تھی"میں لاہور جا رہا ہوں کل "

اس کے چہرے کی جوت بجھ گئی، چوڑیوں کی کھنک ماند پڑ گئی، سونے کی چین سیاہ پڑ گئی

"کتنے دن کے لیے؟"اسے اپنی آواز کسی کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی

"جلدی آجاؤں گا"اس نے نظریں چرا لیں

اس نے بمشکل تھوک نگلا، بولی کچھ نہیں۔۔دل کیا ابھی رو دے۔۔ مگر نہیں وہ خاموش رہی

وہ بغور اس کے جھکے چہرے کو دیکھ رہا تھا، جو ابھی تھوڑی دیر پہلے والے چہرے سے بہت مختلف تھا

"تم تو اداس ہو گئی "

اس کی آنکھیں نم ہو گئیں، آنسو تیرنے لگے اور وہ اٹھ گئی اور ایک قدم آگے بڑھایا تھا۔۔

ابراہیم اس کے سامنے آ کھڑا ہوا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

"میں سوچ رہا ہوں کہ تم اور امی دادا کے لاہور والے گھر میں رہ لو۔۔ تھوڑی دیر کے لیے جب تک کہ میں لاہور میں ہوں۔۔ کم از کم تم میرے پاس تو ہو گی" اس نے جلدی جلدی بات مکمل کی

لڑکی کے دل کو تھوڑا حوصلہ ہوا، اس نے چہرہ اٹھایا اور ابراہیم کو دیکھا۔۔ اس کی آنکھوں میں آنسو تھے

"تائی جان مان جائیں گی؟ "

وہ مسکرایا "مان جائیں گی "

اس جھٹ سے آنکھیں صاف کیں اور مسکرا دی

"میں چائے بنا کر لاتی ہوں" اور وہ وہاں سے چلی گئی۔۔

اگست 1965

پاک فوج کی جانب سے اگست 1965 میں بھارتی زیر کنٹرول کشمیر میں ایک آپریشن کیا گیا جس میں تربیت یافتہ کمانڈوز اور مجاھدین کو مقبوضہ وادی میں لانچ کیا گیا تھا۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

بھارتی فوج کی جانب سے درگاہ حضرت بل کی بے حرمتی نے کشمیری مسلمانوں میں شدید غم و غصہ پیدا کیا ہوا تھا۔ مقبوضہ وادی کی حیثیت سے متعلق بھارتی پارلیمان میں پیش ہونے والا قانون کی وجہ سے بھی کشمیری مسلمانوں میں شدید اضطراب کی سے کیفیت تھی اور وہ آزادی کے لیے تیار نظر آتے تھے یہ مقبوضہ وادی کی وہ صورت حال تھی جس سے پاکستان نے فائدہ اٹھانے کا فیصلہ کیا۔

آپریشن جبرالٹر ایک خفیہ آپریشن تھا جس کے تحت بہت سے پاکستانی فوجی مقبوضہ کشمیر میں داخل ہوئے کہ اسے بھارت کی قید سے آزادی دلائیں مگر بھارتی فوج کو خبر پہنچ گئی، انھوں نے سری نگر میں موجود پاکستانی فوج کے گرد گھیرا تنگ کر دیا۔ مجبوراً پاکستانی فوج کو مقبوضہ کشمیر کا علاقہ (سری نگر) چھوڑنا پڑا۔۔ آپریشن جبرالٹر بری طرح ناکام ہوا اور اس کے خطرناک نتائج نکلے۔۔

ستمبر 1965

آپریشن گرینڈ سلام، آپریشن جبرالٹر کی ناکامی کے بعد یکم ستمبر 1965ء کو شروع کیا گیا تھا جس کا بڑا مقصد سرحدی قصبے اکھنور پر قبضہ کر کے بھارتی فوج کے مقبوضہ کشمیر میں

داخلے کے واحد راستے کو بند کرنا تھا۔اس آپریشن کے تحت فوج نے اکھنور کے قصبے پر قبضہ کرنا تھا۔اکھنور کی طرف کامیابی سے پیش قدمی جاری تھی۔آپریشن گرینڈ سلام کے آغاز میں پاکستان کو خاطر خواہ کامیابی ملی مگر عین آپریشن کے درمیان میں کمانڈر انچیف کے ڈویژن کمانڈر تبدیل کرنے کے فیصلے نے بازی بھارت کے حق میں پلٹ دی۔

وہ لاہور میں ہی تھی، سمیرا کے ساتھ۔رات عشاء کی نماز پڑھ کر سونے کے لیے بستر پر لیٹی مگر نیند نہیں آرہی تھی۔بالوں کی ایک لٹ جو کہ اس کے چہرے کے گرد جھول رہی تھی،اسے انگلی پر لپیٹے چھت کو گھورتی ہوئی وہ کسی اور دنیا میں تھی۔۔۔

بی آر بی نہر کے قریب برکی محاذ پر فوجی تیار بیٹھے تھے۔برکی ایک گاؤں ہے، جو لاہور کے جنوب مشرق میں پنجاب کی سرحد کے قریب واقع ہے۔یہ لاہور کے علامہ اقبال بین الاقوامی ہوائی اڈے سے صرف 11 کلومیٹر کے فاصلے پر ہے،اور بمبا والی—راوی—بیدیاں (BRB)نہر پر ایک پل کے ذریعے لاہور سے منسلک ہے۔یہ چھے ستمبر کی رات تھی، گھپ اندھیرا۔لاہوری دن بھر کام کر کے اس وقت سوئے ہوئے تھے۔۔بھارت نے کشمیر سے نظر ہٹانے کے لیے اپنے ٹینکوں کا رخ لاہور کی طرف کر لیا۔۔ہندوستانی پیدل فوج کی پاکستانی افواج کے ساتھ جھڑپ ہوئی جو نہر کے کناروں میں کھدی ہوئی پل باکسز،ڈگ

آؤٹ اور کھدی ہوئی خندقوں میں پیوست تھیں۔سب ایک دم چست ہو گئے اور حملے کے لیے تیار کہ جیسے ابھی اشارہ ہو اور وہ ابھی حملہ آوار ہوں۔ان کو آگے نہیں بڑھنے دیا گیا اور اس معاملے کو اچھے سے سنبھال لیا گیا تھا۔۔بھارتی فوج کو بی آر بی پار نہیں کرنے دی گئی۔۔

اگلے دن کا سورج چڑھا تو ہر طرف عجیب سماں تھا۔۔ریڈیو کی آوازیں گونج رہی تھیں اور خوف وہراس پھیلا تھا۔لاہور کی گلیاں سنسان تھیں،ریڈیو میں نشریات کے ذریعے عوام کو باخبر رکھا جا رہا تھا۔ادھر کوئی نئی خبر آتی اور ادھر لوگوں کے دل دھڑکتے۔دیواریں پاکستان زندہ باد جیسے نعروں سے بھری پڑی تھیں۔مختلف نشریات اور ملی نغموں کے ذریعے عوام میں حب الوطنی کے جذبے کو پروان چڑھایا جا رہا تھا۔ایک گھر کے لاؤنج میں ایک خاتون جائے نماز پر بیٹھی گڑگڑاتے ہوئے رو کر اللہ سے دعائیں کر رہی تھیں۔ایک کمرے میں ایک لڑکی بیٹھی گھٹنے سینے سے لگائے سرخ آنکھیں لیے کھڑکی سے باہر جھانک رہی تھی،اس کا دل بے تحاشا دھڑک رہا تھا،کچن کے پاس عبدل نے ریڈیو چلایا تھا جس کی آواز گھر کی خاموشی میں گونج رہی تھی۔لڑکی نے آنکھیں پونچھیں تو نظر کلائی کی چوڑیوں پر پڑی۔وہ مزید رو دی اور اللہ سے سرگوشی میں دعائیں کرنے لگی۔۔اس کا دل ڈر رہا تھا،آج اتنے سالوں بعد وہ کسی کو کھونے سے ڈری تھی۔۔

تھوڑے فاصلے پر ایک گھر میں ایک لڑکی لاؤنج میں چھوٹی میز پر ریڈیو لگائے گم صُم سی بیٹھی تھی۔اس کا دل بھی اداس تھا

"کیا ابراہیم بھی لاہور ہے؟ "

"کیا وہ بھی اس وقت برکی میں ہے؟ "

اس کا دل ڈوب رہا تھا۔آنکھوں کے رستے دل میں اتر جانے والے بھلائے نہیں جاتے۔۔وہ جب جب آنکھ کے سامنے آتے ہیں دل پر اثر کرتے ہیں۔۔وہ صوفے پر پاؤں رکھے دونوں گھٹنے باہم ملائے ان پر گال رکھے بیٹھی تھی۔۔گھر پر صرف کیف تھا، قیس ریڈیو سٹیشن تھا۔

"لیزا!" وہ اس کے لیے چائے لایا تھا اور اس کے ساتھ بیٹھا۔

کپ میز پر رکھا "کیا بات ہے؟ اللہ سب خیر کرے گا "

اس نے اثبات میں سر ہلایا مگر اس کا چہرہ بتاتا تھا کہ دل اداس ہے۔

وہ اپنے انگوٹھے کے ناخن کو انگشت شہادت کے ناخن پر رگڑ رہی تھی، نظریں ہاتھ پر ہی تھیں، گھٹنے سینے سے لگے تھے، گال گھٹنے پر تھا، رخ کیف کی جانب

"میں سوچ رہی ہوں۔۔ابراہیم بھی وہیں ہو گا "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

کیف خاموش ہو گیا۔ پھر لیزا کو دیکھا "اگر ہو گا تو وہ اس وقت ہمارے حفاظت کے لیے کسی دشمن پر نشانہ تانے ہو گا۔۔ اللہ سے اچھے کی امید رکھو "

لڑکی نے نظریں اٹھا کر کیف کو دیکھا۔۔

لڑکے نے اس کی آنکھوں میں جھانکا جو کہ گلابی تھیں "مجھے ڈر لگ رہا ہے" وہ بولی تو آواز رندھ گئی

"وہ میرے ڈیڈی کا پسندیدہ سٹوڈنٹ تھا، وہ بہت اچھا ہے، سب کا خیال کرتا ہے۔۔ اسے کچھ ہو گا تو نہیں؟ "

وہ ہلکا سا مسکرایا البتہ دل کو کچھ ہوا تھا "اللہ سب بہتر کرے گا "

وہ سر ہلا کر رہ گئی۔۔

نو اور دس ستمبر کی درمیانی رات:

ابراہیم اور حدید دونوں ساتھ ساتھ اپنے مورچوں میں تھے، زمین سے لگے ہوئے بندوقیں تانے ہوئے۔۔ حدید نے ذرا سی سرگوشی کی

"مجھے ابھی سے جنت نظر آ رہی ہے "

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

اس کے منہ پر سیاہ لکیریں تھی "بکواس نہ کرو" وہ غصے سے بولا تھا

ساتھ بھوری آنکھوں والا حدید بس مسکرا دیا۔

اچانک فضا میں دھماکہ ہوا، جیسے آسمان سے انگارے برسے تھے، نارنجی آگ پھیلی تھی، شدید حملہ قیامت کا منظر۔۔

پھر سے گولہ باری شروع ہو گئی، پیچھے سے آرڈرز دیے جا رہے تھے، بھارتی فوج کو بی آر بی پار نہیں کرنے دینی تھی۔۔لاہور کو بچانا تھا، وہ جیسے ہی قریب آتے پاکستانی فوج کی جانب سے انھیں حملہ کر کے روک دیا جاتا۔۔ہر طرف آگ تھی اور شعلے برساتی فضا۔۔حدید ذرا سا آگے گیا، مورچے سے نکل آیا اور رینگتے ہوئے نہر کے قریب ہو گیا، اس نے دانت پیسے اور بڑے احتیاط سے سینے کے بل رینگتے آگے بڑھنے لگا۔۔اچانک پھر سے بمباری شروع ہو گئی۔۔نہیں سمجھ آ رہی تھی کہ کہاں سے کتنی گولیاں چلیں۔۔وہ اس کے قریب پہنچا اور اس کے منہ پر ایک مکا دے مارا

"اپنی جگہ چھوڑ کر کیوں آئے ہو؟ "

"آڈر تھا "

"تمھیں نہیں تھا جاہل آدمی!" اس نے ماتھے پر ہاتھ مارا

فضا میں ابھی بھی گولیوں کی آواز تھی، وہ قریب آتے جا رہے تھے، حملہ شدید ہو رہا تھا، فضا میں گولیوں اور بارودی مواد کی بدبو تھی۔۔ان کے دل دھڑک رہے تھے، کان سن ہو رہے تھے۔۔ ٹینکوں کی بھاری آواز اور نارنجی گولے۔آخرت کا سماں۔۔وہ نہر کے بہت قریب تھے، اس نے نہیں دیکھا کہ ساتھ وہ بھی بیٹھا ہے، اسے بتانا چاہیئے کہ وہ اٹھنے والا ہے، اسے بتانا چاہیئے تھا کہ وہ جانے والا ہے، اس نے نہیں بتایا کہ وہ گھٹنوں کے بل کھڑا ہوا ہے، سیاہ آنکھوں والے کو بھوری آنکھوں والے کا خیال کرنا چاہیئے تھا

نوجوان بڑی سنجیدگی سے گھٹنوں کے بل بیٹھا اور بندوق سے نشانہ لگایا

ایک گولی

دوسری گولی

اور یہ تیسری

وہ کسی کے نشانے پر تھا اور نہر کے دوسری طرف وہ حریف شکاری اچھا شکار کرتا تھا

وہ نوجوان کسی اور کو نشانے پر رکھے ہوئے تھا مگر حریف کی توپ کا رخ اس جوان کی جانب تھا۔۔

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

ایک لمحے کی تاخیر تھی اور ٹینک سے گولہ نکل کر اس کی جانب بڑھا مگر اس کا ساتھی آگے آیا تھا، اس نے اپنے ساتھی کی موت اپنے سینے پر نقش کی تھی۔۔

اس نے وہ جام پیا تھا جو شاید آج کوئی اور پیتا مگر وہ آج تیاری سے آیا تھا اور اپنے ساتھی کو اپنی زندگی دان کر گیا۔۔

پھر یوں ہوتا ہے کہ

کبھی کبھی قدرت آپ کو چن لیتی ہے

کسی مقام کے لیے

کسی شرف کے لیے

آپ چنے ہوئے ہوتے ہیں

خدا کی طرف سے

یہ ازل سے لکھا ہوا ہوتا ہے

اسے کوئی نہیں بدل سکتا

اسے کوئی نہیں مٹا سکتا

آپ کو چنا جاتا ہے

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

ساری کائنات میں سے

ازل سے ابد تک

آپ کے مقدر میں

کچھ خاص عطائیں ہوتی ہیں

آپ امر ہو جاتے ہیں

ہمیشہ کے لیے

ازل سے ابد تک

وہ اپنے ساتھی کے سامنے ڈھیر ہوا تھا،اس کی گود میں،اس کے دامن میں۔۔اس کے پہلو میں۔۔اس کے ہاتھوں سے بندوق گر گئی،اسے بھی شاید تکلیف ہوئی تھی،دائیں کندھے میں،دائیں بازو میں۔۔ مگر وہ اپنے سامنے پڑے ساتھی کا یونیفارم سینے سے پھٹا ہوا دیکھ رہا تھا۔۔اسے لگا وہ سانس نہیں لے سکتا،کان سن ہو گئے تھے،فضا میں جیسے سوگ برپا تھا،وہ منہ کھولے انکھیں پھاڑے سن بدن سے اس پر جھکا اور پوری شدت سے چلایا

"حدید"اسے جھنجھوڑا مگر یہی ہونا تھا،یہ ہو گیا تھا

"حدید۔۔میرے بھائی"اس نے اس کے گال تھپتھپائے

مگر وہ نہیں اٹھا

"مجھے ابھی سے جنت نظر آ رہی ہے "

اس نے گردن اٹھائی اور پوری شدت سے اللہ کو پکارا۔۔

وہ اپنی زندگی اسے دان کر گیا تھا، وہ شہادت کا جام نوش کر گیا تھا۔۔ نشانے پر ابراہیم تھا

مگر اس کے ساتھ حدید تھا، وہ اپنی بات کا پکا تھا، وہ پوری تیاری سے آیا تھا

اس کی شرٹ سینے سے پھٹی ہوئی تھی، اس کے الفاظ کانوں میں گونجے

"کل کو مجھے اگر گولی لگنے لگی تو کیا تم میرے آگے آ کر گولی کھاؤ گے ؟۔۔ بالکل ایسے

جیسے آج بال کھا کر آئے ہو منہ پر"

"دوست کے لیے کچھ بھی۔۔ منہ پر نہیں یہاں" اس نے سینے پر ہاتھ مارا" یہاں کھاؤں

گا گولی"!

"تم تو میری روٹھی ہوئی محبوبہ ہو" اور پھر قہقہوں کی گونج(

وہ اس کے کندھے پر سر رکھ کر رو رہا تھا، چلا رہا تھا

"مجھے بھی لے جاؤ ساتھ، مجھے بھی مار دو "

مگر قدرت نے حدید کو چنا تھا

مقام کے لیے

شرف کے لیے

مرتبے کے لیے

جنت کے لیے

وہ اس کے ماتھے پر سر رکھ کر رو رہا تھا۔۔اس کے ہاتھوں پر حدید کا خون لگا تھا

"میں کیا کروں گا تمھارے بغیر۔۔کیوں آئے میرے آگے، مجھے جانے دیتے۔۔میں نہیں رہ سکتا تمھارے بغیر۔۔اٹھ جاؤ۔۔اللہ کا واسطہ ہے اٹھ جاؤ۔۔مجھ سے اتنا لمبا انتظار نہیں ہو گا۔۔میں نہیں رہ سکتا تمھارے بغیر۔۔ایک بار اٹھ جاؤ۔۔اللہ کا واسطہ ہے اٹھ جاؤ"

مگر وہ نہیں اٹھا تھا۔۔

کون جیتا کون ہارا۔۔کس کو فتح نصیب ہوئی اور کوئی ناکامی لیے لوٹا۔۔اسے کچھ خبر نہیں تھی، اسے بس اتنا یاد تھا کہ اس دھرتی نے اس سے اس کا جگری یار لے لیا ہے۔۔اس سر زمین کے لیے اس کے ساتھی نے اپنا آپ مٹا دیا ہے۔۔اس نے اپنا خون اس مٹی میں ملا دیا ہے۔۔اس نے ابراہیم کے لیے خود کو دان کیا ہے۔۔اس سر زمین نے کیا کھویا کیا پایا، نہیں معلوم۔۔مگر ابراہیم نے حدید کو کھو دیا۔۔دوست دل کا حصہ نہیں ہوتا، دوست تو سارا کا

سارا دل ہوتا ہے۔۔اس کا دل کٹ گیا تھا، مگر وہ زندہ تھا کیونکہ حدید ابراہیم کو زندگی تحفے میں دے گیا تھا، وہ اس کا دل لے گیا تھا۔۔

اس کے جسد خاکی کو سپرد خاک کر دیا گیا تھا۔وہ لاہور نہیں تھا، اعزاز کے ساتھ حدید کے گاؤں تھا۔ صبح فجر کے بعد وہ دونوں اس کے دادا کے ساتھ اس کی سفید حویلی میں تھے۔وہ خاصے امیر اور زمین دار تھے، لاؤنج میں بیٹھے کافی دیر بیٹھ کر باتیں کرتے رہے۔اس کی بیوی عدت میں تھی اور وہ اس سے نہیں ملے۔۔کچھ پل بیتے اور ایک لڑکا ایک چھوٹے بچے کو اٹھاتے ہوئے لا رہا تھا، ابراہیم کی پشت اس لڑکے کی طرف تھی۔وہ دادا کی کسی بات پر سر ہلا رہا تھا۔ پیچھے سے بچے کے رونے کی آواز آئی تھی اور اس نے گردن موڑی۔ پھر کھڑا ہو گیا اور اس لڑکے سے چھوٹا بچہ لے لیا، اس کی آنکھیں رو رو کر سرخ ہو چکی تھیں۔۔وہ اپنے باپ جیسا تھا، اجلی رنگت اور ہلکی بھوری آنکھیں، تقریباً ڈیڑھ سال کا تھا اور ابراہیم کو گھور رہا تھا، پھر اس نے اپنا سر اس کے کندھے پر رکھ دیا اور خاموش ہو گیا۔۔وہ نرمی سے اس کے سر پر ہاتھ پھیر رہا تھا، وہ اب خاموش تھا۔اسے اٹھائے وہ باہر بڑے سے باغ میں آ گیا، بار بار اس کی آنکھوں میں پانی آتا اور بار بار وہ اسے چومتا۔۔اس میں سے حدید کی خوشبو آ رہی تھی، وہ حدید

جس کے ساتھ اس نے ایک زمانہ ایک عمر گزاری تھی۔۔اس نے دونوں بازو اس کی گردن کے گرد حمائل کیے ہوئے تھے اور پر سکون سا اس کے کندھے پر سر رکھ کر ادھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔۔آہستہ آہستہ سورج طلوع ہوتا جا رہا تھا، دن چڑھ رہا تھا۔۔اس کا دل تھا کہ وہ صلاح الدین کو ساتھ لے جائے مگر اس کی ماں تھی، اس کا باپ شہید ہو کر ایک عظیم مرتبے پر فائز ہوا تھا۔ایک دن وہ بڑا ہو کر فخر محسوس کرے گا۔۔وہ اس کے کندھے پر سر رکھے سوچکا تھا، لمبی گہری سانسیں لیتے وہ اب نیند کی آغوش میں تھا۔۔اسے ایک عمر حدید کے بغیر گزارنی تھی، اب حدید کا خط نہیں آئے گا۔۔ہاں مگر وہ جنت میں اس سے گلے لگ کر ملے گا، وہاں وہ کبھی جدا نہیں ہوں گے۔۔وہاں وقت اور زندگی کی کوئی قید نہیں ہو گی!

یہ ایک اداس سی سہ پہر تھی۔لڑکی گھر کے چھوٹے باغ میں اپنے بلے کے ساتھ بیٹھی پھول دیکھ رہی تھی۔وہ پہلے سے ذرا کمزور لگ رہی تھی۔پھولوں کو دیکھ تو رہی تھی مگر باغ سرمئی لگتا تھا، تتلیاں سیاہ اور فضا زرد۔اس نے سیاہ چادر لے رکھی تھی اور چہرے کے گرد چند لٹیں لہرا رہی تھیں۔اس کی ہلکی بھوری آنکھوں میں ساری دنیا کی ویرانی تھی۔اس کا بلا اس کے پاؤں سے کمر سہلا رہا تھا۔اس نے گلاب کے پھول کو چھوا مگر کانٹا چبھا۔اس نے کرنٹ کھا کر ہاتھ پیچھے کر لیا۔اس کی انگلی کی پور سے خون کا ننھا سا قطرہ رونما ہوا تھا۔اس کا

دل اور دن دونوں عجیب سے تھے۔وہ اندر چلی گئی۔۔کچھ پل بیتے اور باہر کا دروازہ بجا۔اندر پانی کا گلاس پکڑے لڑکی کے ہاتھ ہونٹوں تک جاتے رکے تھے۔اس نے دائیں جانب گردن موڑی اور گلاس کچن کے سلیب پر ہی رکھا۔عبدل باہر بڑھا تھا۔اس کے پیٹ میں گرہیں پڑنے لگی تھیں،دل بے اختیار دھڑکا تھا،کانپتی ٹانگوں سے وہ باہر اس دستک کی طرف بڑھی تھی جس کو وہ خود سے زیادہ پہچانتی تھی۔وہ ابھی لاؤنج کے دہانے پر ہی پہنچی ہو گی کہ پہلا قدم زینے پر تھا اور عبدل نے دروازہ کھول دیا۔

وہ دروازے کی جانب دیکھ رہی تھی،اندر آنے والا اس کی جانب دیکھ رہا تھا۔وہ ملٹری یونیفارم میں ملبوس تھا۔اس کے کندھے پر ایک بیگ تھا اور ہاتھوں میں گل بابونہ کا گلدستہ۔اندر آتے ہی وہ رک گیا،لڑکی کو لگا کہ یہ ایک خواب ہے۔۔وہ خواب بہت دیکھتی ہے۔اس کی سانس تھم چکی تھی،باغ میں خاموشی تھی،وہ بے اختیار آگے بڑھی تھی۔۔وہ اس کے سامنے کھڑی تھی،اس کی رنگت زرد پڑ چکی تھی،اس نے پلکیں جھپکائیں اور سامنے کھڑے لڑکے کو دیکھا۔۔وہ یک ٹک اسے دیکھ رہا تھا،پھر ہاتھ میں پکڑے پھول دیکھے اور اس کی طرف بڑھا دیے مگر لڑکی نے پھول نہیں پکڑے تھے۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھی۔۔

لڑکا ہلکا سا مسکرایا اور اسے کندھے سے لگایا "یہ تم نے کیا حالت بنالی ہے؟" اس نے لڑکی کے کان میں سرگوشی کی، اسنے لڑکی کے رد بازو حمائل کر لیا

"آپ کے بغیر میں ایسی ہو جاتی ہوں" وہ مسلسل رو رہی تھی۔

کچھ لمحے بیتے تھے اور وہ اس سے الگ ہوئی، لڑکے کے ہاتھوں سے پھول لیے

"مجھے لگتا تھا کہ تم صرف مسکراتے ہوئے میرے دل پر اثر کرتی ہو مگر تم روتے ہوئے بھی میرے دل و دماغ مفلوج کر رہی ہو" اس نے ذرا سا جھک کر سرگوشی کی تھی۔

روتی ہوئی لڑکی کے گال گلابی ہوئے تھے، وہ ہنس دی

باغ میں پھول کھلے تھے

تتلیوں میں رنگ بھر گئے

ہر طرف خوشبو تھی

بہار آچکی تھی

وہ بس اسے ہنستے دیکھ رہا تھا۔ زندگی اور موت کی سرحد پر جب کبھی وہ تھک جاتا تھا، امید ہار جاتا تھا، اداس ہوتا تھا تو آنکھیں بند کر کے حوا بنت عبداللہ کو دیکھ لیتا تھا اور زندگی پھر سے پیاری لگتی تھی۔۔ وہ اس کی زندگی تھی اور وہ زندگی کو مسکراتے دیکھ رہا تھا۔۔

"بیگم۔۔اندر چلیں؟"اس نے جھک کر پھر سرگوشی کی۔

اس نے ہاں میں سر ہلایا اور وہ اسے کندھے سے تھام کر اندر کی طرف بڑھا

1970

رات کا پہر تھا مکمل خاموشی، سردی کا دور تھا۔ہر سو اندھیرا تھا مگر ایک بڑے سے گھر کے لاؤنج میں روشنی جل رہی تھی۔لاؤنج میں تخت پوش پر ایک آدمی بیٹھا چائے پیتے اخبار پڑھ رہا تھا۔اس کے بال سفید ہو چکے تھے بالکل اپنی داڑھی کی طرح۔کچن میں کوئی تھا، برتن ملنے کی آواز آرہی تھی۔پھر ایک لڑکی باہر نکلی،اس نے موٹی شال اوڑھ رکھی تھی اور وہ تخت پوش کی طرف بڑھی۔ ہتھیلی میں پکڑی دوا سفید داڑھی والے کو دی اور پھر پانی کا گلاس بڑھایا۔ انھوں نے دوا پانی کے ساتھ پھانکی اور پھر اس کے سر پر پیار دیا۔وہ وہاں سے چلی گئی۔کچھ دیر بعد باہر نکلی، کچن کی بتی بجھادی۔لاؤنج میں اب کوئی نہیں تھا، سفید بالوں والا شخص اپنے کمرے میں جا چکا تھا۔وہ اپنے کمرے کی طرف بڑھی جہاں اندھیرا تھا۔اس نے دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئی مگر ٹھٹھک گئی۔وہاں بستر پر ایک تین سالہ بچے پر ایک شخص جھکا تھا، وہ اس کا گال چوم رہا تھا۔۔لڑکی نے کمرے کی بتی جلادی اور وہ شخص واضح ہو گیا۔سرمئی

آنکھوں والا اسے دیکھ کر مسکرایا، پھر کھڑا ہوا مگر آگے نہیں بڑھا۔ لڑکی نم آنکھوں سے آگے بڑھی اور عین اس کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔ پھر اس شخص کے گرد بازو حمائل کر کے ایک سانس خارج کی۔ وہ مسکرا رہا تھا، پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا

" اس بار دیر ہو گئی "

وہ کچھ بھی نہیں بولی۔ پھر نم سانس اندر کھینچی اور اس سے الگ ہو کر اسے دیکھا

"مجھے آپ کے انتظار کی عادت ہے" وہ مسکرائی تھی

گہری سرمئی آنکھوں والے نے ہاتھ بڑھا کر اس کے گیلے گال صاف کیے۔ پھر اس کے ہاتھوں کو اپنے ہاتھوں میں لیا۔ ایک ٹھنڈا گرم سا احساس

وہ یک ٹک اسے دیکھ رہی تھی

"سکینہ خانم۔۔ باہر بہت ٹھنڈ ہے "

وہ مسکرائی "چائے بنا کر لاتی ہوں "

لڑکی نے اپنے گرم ہاتھ اس کے ٹھنڈے ہاتھوں سے نکال لیے۔ رضائی میں سویا بچہ اٹھ بیٹھا تھا اور اپنے باپ کو دیکھ کر رونے لگا تھا۔ سکینہ نے پہلے ادیب کو دیکھا پھر اس بچے کو

"ادیب جانیں اور ادیب کا ریان۔۔ میں تو اپنے شوہر کے لیے چائے بنانے لگی ہوں "

اس نے جس طرح اسے کہا تھا وہ ہنس دیا۔وہ کمرے سے چلی گئی

وہ اس کی طرف بڑھا اور اس کے گال کو چوما، پھر اسے سینے سے لگائے اس کے ساتھ لیٹ گیا۔۔وہ اسے تھپک رہا تھا اور وہ آنکھیں کھولے بس اسے دیکھ رہا تھا۔۔اس کی آنکھیں اس کے باپ جیسی تھیں

"سیاہی مائل سرمئی"!

اس سے ذرا فاصلے پر ایک گھر میں اس وقت ایک عورت اپنے سامنے بیٹھے ستائیس اٹھائیس سال کے مرد سے جھگڑ رہی تھیں۔وہ بستر پر بیٹھا سر دونوں ہاتھوں میں دیے اپنی ماں کی باتیں سن رہا تھا

"ارے! تیری بیوی نے میرا جینا محال کر رکھا ہے، کوئی کام نہیں آتا کمبخت کو "

وہ گلابی انکھیں لیے کھڑا ہوا اور چلایا"اماں۔۔میں نے کہا تھا مجھے شادی نہیں کرنی، تم نے زبردستی کروائی ہے۔۔اب بھگتو "

وہ کمرے سے باہر نکل آیا اور سامنے دیکھا جہاں چارپائی پر ایک عورت اپنی گود میں ایک چھوٹی لڑکی کو سلا رہی تھی۔رات کے اندھیرے اور نیلی نیلی روشنی میں وہ ذرا سی واضح ہو رہی تھی۔۔اسد نے ایک نظر اسے دیکھا اور پھر سر جھٹک کر باہر چلا گیا۔۔وہ چوکڑی

مارے بیٹھی گھٹنہ ہلاتے اپنی بیٹی کو سلا رہی تھی۔۔اندر پلنگ پر بیٹھی خالدہ بھابھی ابھی تک کڑھ رہی تھیں۔۔

یہ منظر لاہور کے ایک گھرانے کا تھا۔ چھوٹے سے لاؤنج میں اس وقت رونق تھی۔ایک طرف صوفے پر سیاہ و سفید بالوں والی آسیہ بیگم بیٹھی تھیں اور ان کے ساتھ معمر سی سمیرا۔۔ کچن سے آتی الائچی کی مہک باہر پھیل رہی تھی اور حواڑے میں کپ سجا رہی تھی۔اس کے گلے میں آج بھی وہ سونے کی چین تھی۔البتہ دائیں ہاتھ میں سونے کے دو کنگن اور بائیں ہاتھ میں چوڑیاں تھیں۔ باہر چھوٹے صوفے پر سفید بالوں والے عبدالرحمن بیٹھے تھے اور ان کی ٹانگوں کے درمیان ایک چھوٹا دو سال کا بچہ کھڑا تھا۔اس کے ہاتھ میں بسکٹ تھا جسے وہ عبدالرحمن کے ہونٹوں کی طرف بڑھا رہا تھا۔اس کے پاؤں میں بڑے بڑے لمبے فوجی بوٹ تھے، جو کہ اس کی ٹانگوں تک پورے آئے ہوئے تھے،اس کی آنکھیں ہلکی بھوری تھیں، بالکل شیخو جیسی، حوا جیسی، عبداللہ جیسی اور رنگت اجلی۔۔وہ ایڑیاں اٹھا کر اپنا ہاتھ ان کے ہونٹوں تک لے جا رہا تھا اور وہ مسکرا رہے تھے۔۔عبدالرحمن کی پشت پر کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک نوجوان باہر آیا، وہ ابھی ابھی منہ دھو کر آیا تھا اور اس کے بال آگے سے گیلے تھے،

ماتھے سے چپکے ہوئے تھے۔۔ باہر آتے ہی وہ عبدالرحمن کے صوفے کے ساتھ آ کھڑا ہوا اور ذرا سا جھک کر ہاتھ پھیلائے اور مسکراتے ہوئے بچے کو آواز لگائی۔۔

"حدید" اس نے چہرہ اپنے باپ کی جانب موڑا اور خوشی سے بازو لمبے کرتا چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس کی جانب جانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔ وہ لڑکھڑایا اور ابراہیم نے اسے اٹھا لیا اور باری باری دونوں گال چومے۔۔

وہ بسکٹ ابراہیم کے منہ میں ڈال رہا تھا، وہ اسے لیے صوفے کی جانب بڑھا اور ران پر بٹھا لیا۔۔ بچہ اپنی زبان میں اپنے باپ سے کچھ کہہ رہا تھا۔۔ حوا بنت عبداللہ چائے کی ٹرے باہر لاؤنج میں لائی اور چائے تقسیم کرنے لگی۔۔

عبدل باہر سے کوئی خط لایا تھا، ابراہیم کو دیا۔۔ اس نے چائے کا کپ منہ کو لگاتے لفافہ چاک کیا، خط پڑھا۔۔ وہ آج ہی آیا تھا اور دو ہفتے بعد میجر ابراہیم کو نیا آپریشن دیا گیا تھا۔۔ اس نے خط دوبارہ لفافے میں ڈالا اور مسکرا کر ٹانگ پر بیٹھے حدید کا گال چوما، جس کے پاؤں میں اب صرف جرابیں تھیں۔۔ اپنے باپ کے جوتے وہ عبدالرحمن کے پاس اتار آیا تھا

یہ سیالکوٹ کا ایک علاقہ تھا۔ دوپہر کا وقت تھا اور لڑکی چولہے کے سامنے بیٹھی روٹیاں بنا رہی تھی، چارپائی پر ایک چھوٹا بچہ بیٹھا تھا جس کے ساتھ ایک تین سال کی بچی کھڑی تھی۔

بچی نے چھوٹے بچے کے ہاتھ سے کھلونا لیا اور وہ گلا پھاڑ کر رونے لگا۔ لڑکی نے روٹیاں بنا کر توا ایک طرف رکھا اور چارپائی کی طرف آئی اور بچی کی کمر پر دو تھپڑ لگائے، وہ بھی اونچی اونچی رونے لگی۔۔اس نے کھلونا بچے کے ہاتھ میں دیا لیکن بچے نے کھلونا دور پھینک دیا اور اسی طرح گلا پھاڑے چلا رہا تھا۔۔

"دفع ہو جاؤ تم" اس نے بچے کی کمر پر ایک تھپڑ لگایا اور دوبارہ چولہے کے سامنے بیٹھ گئی، ہنڈیا میں ڈوئی گھمائی۔

اندر سے ایک مرد باہر آیا، اس کی آنکھیں سوئی سوئی تھیں جیسے وہ نیند سے جاگا ہے۔۔

"ثمر۔۔ان کو چپ کرواؤ۔۔دماغ خراب کیا ہوا ہے" وہ چلایا تھا

وہ چولہے کے سامنے سے اٹھ کر باہر آئی۔ہاتھ میں ڈوئی تھی۔

"ہاں تو تمھارے بھی بچے ہیں نا۔۔چپ کرالو۔۔مجھے عذاب میں ڈال کر خود نیندیں پوری کر رہے ہو" وہ ڈوئی ہلا ہلا کر چلا رہی تھی

وہ دانت پیستا دوبارہ اندر چلا گیا اور کانوں پر تکیہ رکھ کر سو گیا۔۔

وہ شدید غصے میں تھی، چارپائی کی طرف آئی اور پھٹ پڑی

"چپ کرو۔۔خبردار جو تم لوگوں کی آواز آئی تو۔۔خون پی جاؤں گی تم لوگوں کا "

وہ چلائی تھی، بچے سہم کر چپ ہو گئے۔۔وہ دوبارہ کچن میں چلی گئی

"عذاب بنایا ہے زندگی کو"اور ہنڈیا ہلانے لگی۔۔

سفید بنگلے میں اترتی شام کے ساتھ سائے بڑھ رہے تھے۔خاموشی اور اداسی تھی۔باہر سے ایک مرد اندر داخل ہوا اور سیڑھیاں چڑھتا اوپر گیا۔دروازہ کھولا اور سامنے کھڑکی کی طرف رخ کیے خاتون کی طرف بڑھا۔وہ وہیل چیئر پر تھیں اور کافی نحیف سی تھیں۔منہ پر جھریاں اور بال سفید تھے مگر آنکھیں۔۔آنکھیں ابھی بھی جوانی جیسی تھیں۔۔مرد لنگڑاتا ہوا اس خاتون کی طرف بڑھا۔کھڑکی کے آگے سے پردے ہٹے تھے مگر پھر بھی کمرے میں اندھیرا سا تھا۔

"پتہ چلا اس کا؟"عورت نے اسے بنا دیکھے سوال کیا تھا

"ہوں"وہ بستر کی طرف بڑھا مگر بیٹھا نہیں،بیڈ سائیڈ پر پڑے جگ سے پانی گلاس میں انڈیلا اور گلاس منہ کو لگایا۔پھر خاتون سے مخاطب ہوا

"وہ یہاں نہیں ہے "

"تو کہاں ہے؟"عورت نے مرد کی طرف گردن اٹھائی

"اسلام آباد "

"کیسے؟ "

"اس کے دیور نے مجھے گولی مار کر جیل پہنچا دیا۔۔چار سال پہلے وہ اسلام آباد چلی گئی۔۔ اپنے شوہر کے ساتھ "اس کی آنکھیں گلابی پڑ رہی تھیں اور وہ غرا رہا تھا

عورت نے ایک سانس خارج کی

"تم لندن لوٹ جاؤ فلک شیر "

مگر مرد نے نفی میں سر ہلایا "نہیں ممانی۔۔لندن میں کیا ہے۔۔اب میں اسلام آباد جاؤں گا"

عورت نے مرد کو دیکھا اور افسوس سے سر دائیں بائیں ہلایا۔۔وہ دونوں ایک دوسرے کا عکس تھے۔۔کچھ لوگ کبھی نہیں سدھرتے!

اسلام آباد میں رات کا وقت تھا اور بارش ہوئی تھی جس سے نومبر اور ٹھنڈا ہو گیا تھا۔ سڑک گیلی تھی۔ سڑک کے کنارے مختلف کھانے پینے کی ریڑھیاں لگی تھیں، ریڑھیوں کے سامنے سڑک کے دوسرے کنارے فاصلے پر بنچ تھے۔ایک بنچ پر ایک مرد بیٹھا تھا جس نے سیاہ لمبا کوٹ پہن رکھا تھا۔۔اس کی دو ٹانگوں کے درمیان ایک چھوٹی ساڑھے تین سالہ ایک بچی کھڑی تھی۔اس کے بھورے بالوں کی دو پونیاں ہوئی تھیں۔اس نے بھی سیاہ لمبا

کوٹ پہنا ہوا تھا۔وہ اپنی ماں جیسی لگ رہی تھی مگر اس کی آنکھیں سرمئی تھیں۔۔اس کے گال گلابی اور سردی کی وجہ سے ناک سرخ پڑ رہی تھی۔۔اس نے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پیکٹ پکڑ رکھا تھا جس میں بھنے ہوئے گرم مکئی کے دانے تھے اور وہ چھوٹی چھوٹی انگلیاں ڈال کر ایک دانہ نکالتی اور منہ میں رکھتی۔۔اس کے باپ نے اپنا ایک بازو اس کے گرد حمائل کیا ہوا تھا۔۔وہ ارد گرد دیکھ رہی تھی۔۔پاس کہیں مسجد میں عشاء کی اذان ہو رہی تھی، بچی نے کمر سے باپ کا بازو ہٹایا اور وہ چند قدم چل کر ایک لڑکی کے پاس کھڑی ہو گئی، جو کہ دونوں ہاتھ گال پر رکھ کر بڑی حسرت سے سامنے کھانے پینے کی چیزیں دیکھ رہی تھی۔۔بچی نے اپنا پیکٹ اسے دیا، لڑکی نے دیکھا تو بچی مسکرا دی۔۔اس نے وہ پیکٹ لے لیا اور پھر اپنے کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ہیئر بینڈ اور دو پونیاں بھی اس کی طرف بڑھائیں اور اسے مسکرا کر دے آئی۔۔

اس کا باپ دیکھ رہا تھا، وہ واپس آئی اور دوبارہ اپنے باپ کے پاس ٹانگ سے لگ کر کھڑی ہو گئی، مرد نے اپنا بازو اس کے گرد حمائل کیا اور اس کا گال چوما۔۔اس سے پہلے کہ مرد کچھ بولتا بچی نے اپنے باپ کو دیکھا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر چپ رہنے کا اشارہ کیا۔۔

وہ سمجھ گیا، اذان ہو رہی تھی۔۔چند لمحے بیتے اور اذان ختم ہو گئی، مرد نے ذرا جھک کر بچی سے سوال کیا

"فری۔۔آپ نے اپنے چنے اسے کیوں دیے؟ "

بچی نے اپنے چھوٹے ہاتھ اس کے گالوں پر رکھے یوں کہ اس کے دونوں ہاتھوں کے درمیان اس نے باپ کا چہرہ تھا۔۔

"اگر محمد ﷺ ہوتے تو وہ بھی یہی کرتے "

مرد مسکرا دیا اور باری باری اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہونٹوں سے لگائے، وہ مسکرا دی

اس نے اپنی بیٹی کو اٹھایا اور چنوں والی ریڑھی کی جانب بڑھا

"ہم فریحہ کے لیے اور چنے لے لیتے ہیں "

رات ٹھنڈی پڑتی جا رہی تھی۔۔

وہ گھر پہنچے تو اندر لاؤنج میں قیس سامنے صوفے پر بیٹھا تھا اور لیزا اسے چائے بنا کر دے رہی تھی۔۔وہ کپ میں دودھ ڈال رہی تھی جب فریحہ کیف کی انگلی چھوڑ کر صوفے پر نیم دراز قیس کی طرف بڑھی۔۔اس نے مسکرا کر فریحہ کا گال کھینچا اور پھر اسے اپنے ساتھ بٹھا لیا، وہ صرف آنکھوں میں ہی نہیں حرکتوں میں قیس پر چلی گئی تھی، لیزا کا ہاتھ ہٹا کر اس نے

کپ میں خود چینی ڈالی اور اسے چمچ ہلا کر مکس کر کے قیس کی طرف بڑھایا۔۔بدلے میں قیس نے کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک پنسل نکال کر اسے دی۔۔وہ جب بھی آتا تھا اس کے لیے کچھ نہ کچھ لے کر آتا تھا۔۔فریحہ نے پنسل کی نوک ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھی تو اس میں لال رنگ کی بتی جلی۔۔وہ مسکرا کر اپنے باپ کے پاس چلی گئی اور اب اسے کچھ بتا رہی تھی

"اب کہاں پوسٹنگ ہوئی ہے؟ "

پوچھنے والا کیف تھا

قیس نے صوفے کی پشت پر سر رکھا"سیالکوٹ "

" صحیح ہے۔۔گھومو پھرو"لیزا مسکرائی تھی

"جب سے سی ایس ایس کیا ہے۔۔بس گھوم کر ہی رہ گیا ہوں "

کیف اور لیزا ہنس کر رہ گئے۔۔

فریحہ اپنے باپ کے ہاتھ پر کچھ لکھ رہی تھی اور پنسل میں سے سرخ بتی جل رہی تھی۔

یہ ایک خوبصورت دوپہر تھی۔بڑی بڑی کھڑکیوں سے روشنی اندر آ رہی تھی،سٹوڈیو میں سب اپنے اپنے کینوس پر رنگ بکھیر رہے تھے،اندر ایک گھنگریالے بالوں والا ایک

کینوس کے سامنے کھڑا کسی پینٹنگ کو بغور دیکھ رہا تھا۔ہونٹ انگلی پر رکھے وہ متوجہ سا ہو کر سر ہلاتے ہوئے ساتھ کھڑے لڑکے کی بات سن رہا تھا

"ہوں" اس کے جوابات مختصر ہوتے تھے،انتہائی مختصر۔

پاس ہی داس کھڑا تھا جو کہ لڑکے کی ساری کہانی سن رہا تھا،وہ پاکستانی لڑکا تھا اور ایک ہفتہ پہلے آیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔۔ایگزیبیشن کی تیاری کرو۔۔پھر ملتے ہیں" داس نے لڑکے کا کندھا تھپک کر اسے بھیج دیا۔

پھر شیخو کی طرف متوجہ ہوا

"اس نے گہرے نن۔۔نیلے رنگ میں سفید رنگ مم۔۔ملایا ہے۔۔اگر یہ گہرے نیلے مم۔۔میں ہلکا نیلا ملاتا اور پھر سفید تت۔۔تو زیادہ اچھا ہوتا "

لڑکے نے ایک سمندر پینٹ کیا تھا جس پر سورج چمک رہا تھا۔۔

وہ سامنے سٹول پر بیٹھ گیا،اس کا ہاتھ اب کینوس پر ایسے چلتا تھا جیسے کسی ماہر کا جو رنگوں کو اپنے خون کی طرح جانتا ہو۔۔وہ پینٹنگ دیکھ کر بتا دیتا تھا کہ اس میں کون کون سا رنگ کس رنگ سے ملا ہے۔۔اور اگر اس رنگ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو زیادہ اچھا ہوتا۔۔چھے سالوں میں

وہ پرفیکٹ پینٹر بن گیا تھا، سال کے آغاز میں ایک سب سے ایگزیبیشن ہوتی تھی جس میں صرف اس کی پینٹنگز کی نمائش ہوتی تھی۔۔ سٹوڈیو کی سامنے والی دیوار پر ایک پینٹنگ ہوئی تھی جس میں سارا لندن پینٹ کیا گیا تھا۔۔ لندن ٹاور سے لے کر بکنگھم پیلس تک بالکل ایسے جیسے کسی نے اوپر سے تصویر کھینچی ہے اور نیچے اس کے نام کے انگریزی دستخط۔۔

"The Sheraz Khan"

دفعتاً سامنے سے کوئی آتا دکھائی دیا تھا، پینٹ کوٹ پہنے اور اس کے ساتھ ایک بارہ تیرہ سال کی لڑکی بھی تھی۔۔ وہ اندر آفس کی طرف گئے جہاں شیخو اور داس بیٹھے تھے۔۔ انھیں دیکھ کر شیخو کھڑا ہو گیا اور مسکرا کر ملا

"آئیں سس۔۔ سر بیٹھیں" اس نے انھیں صوفے پر جگہ دی اور ساتھ لڑکی بھی بیٹھ گئی

شیخو نے نیوی بلیو رنگ کا پینٹ کوٹ پہن رکھا تھا اور ذرا چھوٹے گھنگریالے بال بکھرے تھے۔۔ وہ مسکرا مسکرا کر باتیں کر رہا تھا

"پری ضد کر رہی تھی۔۔ اس کے لیے آیا ہوں۔۔ میرا ویسے بھی تم سے ملنے کو دل تھا "

ساتھ بیٹھی لڑکی مسکرائی اور شیخو کو دیکھا

"ارے سر! مم۔۔ مجھے بلا لیتے۔۔ مم۔۔ میں آجاتا "

مگر سر علی نفی میں سر ہلاتے مسکرا دیے

"دادا کہاں ہیں تمھارے؟" وہ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھے تھے

"وہ سر ٹٹ۔۔ ٹھیک ہو گئے تھے۔۔ پپ۔۔ پھر میرا بھانجا ہوا تھا تت۔۔ تو وہ لاہور چچ۔۔ چلے گئے "

"اچھا اچھا۔۔" وہ ادھر اُدھر کی باتیں کر رہے تھے۔

شام ہوتے ہی وہ اپنے کمرے میں واپس آیا، منہ ہاتھ دھو کر وہ واپس اپنے بستر پر بیٹھا اور نظر سائیڈ ٹیبل پر پڑی جہاں ایک لفافہ پڑا تھا۔ اس نے وہ لفافہ پکڑا اور چاک کیا، اندر سے خط نکالا اور پڑھنا شروع کیا

آسمان کے سب سے چمکتے ستارے کے نام !

کیسے ہو شیخو؟ پاکستان کب آ رہے ہو؟ تمھیں پتہ ہے فریحہ کی تیسری سالگرہ تھی اور میں نے اسے تمھاری بنائی پینٹنگ گفٹ کی ہے اور تمھارے بارے میں بھی بتایا ہے۔۔ وہ بہت پرجوش ہے تم سے ملنے کے لیے۔۔ اسے بھی تمھاری طرح رنگ بہت پسند ہیں۔۔ میں روز تمھیں زمین سے فلک پر دیکھتی ہوں اور اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ وہ تمھارا عروج سلامت رکھے۔۔ جواب لکھنا مت بھولنا

novelsclubb@gmail
www.novelsclubb.com
IG: @novelsclubb

والسلام

علیزہ کیف

خط کے آخر میں نام پڑھ کر وہ اپنے دل کو باندھے رکھتا تھا۔۔خط لیزا اسٹیفورڈ نہیں علیزہ کیف لکھتی تھی اور یہ نام اسے یاد دلاتا تھا کہ وہ کہاں ہے اور اسے کیا کرتے رہنا ہے۔۔اس نے خط لفافے میں ڈالا اور لفافہ دراز میں ڈال دیا۔۔ صبح جواب لکھے گا۔۔وہ باہر بالکنی میں نکل آیا، دل اداس سا تھا مگر یہ عادت تھی، وہ یہاں سے نیچے روشنیوں کا شہر دیکھتا تھا۔۔ اچانک روشنیاں بجھ جاتی تھیں، شور تھم جاتا تھا، آسمان زرد ہو جاتا تھا اور بس سانس خارج کر کے رہ جاتا تھا۔۔آسمان نارنجی رنگ کا ہو رہا تھا، اس کا دل ڈوب رہا تھا، وہ لیزا اسٹیفورڈ کی قید سے کبھی رہائی نہیں پائے گا۔۔

ایک محبت ضروری ہے

کینوس پر رنگ بکھیرنے کے لیے

جلتے بجھتے رہنے کے لیے

زندگی گزارنے کے لیے

خود کو ہارنے کے لیے

خود کو پہچاننے کے لیے

کہ کچھ قیدی ہوتے ہیں

اپنی قید میں آزاد

انھیں زندان لگتے ہیں

گلزار، سدا بہار

کہ زندگی گزارنے کے لیے

محبت بھی ضروری ہے

محبت ہی ضروری ہے

ختم شد

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

مزید بہترین ناول/افسانے/آرٹیکل/مختصر کہانیاں اور معیاری شاعری پڑھنے کے لئے نیچے دیئے گئے لنک پر کلک کریں۔

شکریہ!

www.novelsclubb.com

ناولز کلب
Clubb of Quality Content

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول، افسانہ، شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک، انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

03257121842